مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجاد حسین

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفترِ پنجم

مصنّف

مولانا جلال الدّین رومیؒ

مترجم

قاضی سجّاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

891.551 Roomi, Maulana Jalal-ud-din
Masnavi Maulvi Ma'nvi / Maulana Jalal-ud-din Roomi; tr by Qazi Sajjad Hussain.- Lahore: Al-Faisal Nashran , 2006.
3v., (816; 872; 1000 p.)

1. Farsi adab-Shairi I. Title card

ISBN 969-503-466-7

جولائی 2006ء
محمد فیصل نے
آر۔ایم۔ایس پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

فہرست مضامین

مقدمہ

عرضِ حال

آج جبکہ میں دفتر پنجم کا یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں، بفضلہٖ تعالیٰ دفتر چہارم کی کتابت وطباعت کے مراحل سے فارغ ہو چکا ہوں اور وہ دفتری کے یہاں جلد بندی میں ہے، انشاء اللہ ہفتہ عشرے میں بازار میں آ جائے گا۔ نیز دفتر پنجم کی کتابت بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے وہ بھی عنقریب طباعت کے لیے پریس کے سپرد کر دیا جائے گا، دفتر سوم مارچ ۷۶ء میں شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ مارچ ۷۸ء تک دفتر پنجم بھی بازار میں آ جائے گا اور اس طرح میں ایک سال کی مدت میں دفتر چہارم و پنجم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کرلوں گا۔ دفتر پنجم کے مسودے سے فارغ ہو کر میں نے دفتر ششم پر کام شروع کر دیا تھا اور اس کی رحمتِ بے پایاں کے سہارے میں اس کا بھی تقریباً نصف حصہ لکھ چکا ہوں اور انشاء اللہ ۷۸ء کے اواخر میں وہ بھی شائقین کی خدمت میں پیش کرسکوں گا۔

دفتر پنجم سے متعلق بعض مباحث

نَفس: اس کی چار قسمیں ہیں: نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ، نفسِ مطمئنہ، نفسِ ملہمہ۔

نفسِ امارہ: وہ ہے جو شہوتوں اور لذتوں کا طالب ہو۔ اِنَّ النَّفسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوٓءِ میں اسی کا بیان ہے۔

نفسِ لوامہ: وہ ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہو اور شہوتوں اور لذتوں سے پرہیز کرنے لگے اور اگر کبھی کسی لذت اور شہوت میں مبتلا ہو جائے تو پچھتائے۔ لَآ اُقسِمُ بِیَومِ القِیَامَۃِ وَلَآ اُقسِمُ بِالنَّفسِ اللَّوَّامَۃِ میں اس کا ذکر ہے۔

نفسِ مطمئنہ: وہ ہے جو کسی حالت میں بھی لذت وشہوت میں مبتلا نہ ہو اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہو چکا ہو۔ یَآ اَیَّتُھَا النَّفسُ المُطمَئِنَّۃُ ارجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرضِیَّۃً میں یہی نفس مراد ہے۔

نفسِ ملہمہ: وہ ہے جو صفائی کے اعلیٰ مراتب حاصل کر چکا ہو اور انسانوں کو امورِ خیر کی جانب توجہ دلائے۔

ہر شخص میں ان قسموں میں سے کسی ایک قسم کا نفس ہوتا ہے۔

انسان کی تین طاقتیں

قدرت نے انسان میں تین طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں: ملکی، سبعی، بہیمی۔

ملکی طاقت: خداوندی اطاعت اور اعمالِ خیر کی متقاضی ہے۔ یہ طاقت رُوح کے ساتھ خاص ہے۔

سبعی طاقت: انسان کے غصہ وغضب کا سبب ہے اور مخالف چیز کا دفعیہ کرتی ہے۔

بہیمی طاقت: انسان میں شہوت اور ہوس کا سبب ہے اور یہ طاقت مرغوب اور مناسب چیز کے حصول کے درپے رہتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں جسمِ انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔

وقوفِ قلبی

نقشبندی سلوک میں ایک ریاضت کا نام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سالک قلب کی طرف توجہ کر کے بیٹھے اور قلب کی نگرانی کرے۔ قلب پر ماسوی اللہ کسی خطرے اور خیال کو وارد نہ ہونے دے۔ یہ ریاضت انتہائی مشکل ہے۔ بہت سی ریاضت کے بعد سالک اس پر قابو پاتا ہے۔

کرامت کی قسمیں

بزرگوں سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: کرامتِ حسّی، کرامتِ معنوی۔

حسی کرامت: یہ ہے کہ کسی حسی اور ظاہری امر میں بزرگ سے کوئی بات دستور کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً بزرگ کو کسی کے دل کی بات کا معلوم ہو جانا، آنے والی بات کا معلوم ہو جانا، توجہ ڈال کر بیتاب بنا دینا، پانی کی سطح پر چلنا۔ ان کرامات سے عوام زیادہ متاثر ہوتے ہیں لیکن یہ کرامتیں حیض الاولیاء کہلاتی ہیں اور یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتی ہیں۔

معنوی کرامت: دین پر استقامت، بُری عادتوں سے پاکی، خیر کی طرف سبقت، فرائض و واجبات کی بروقت ادائیگی، یہ معنوی کرامتیں ہیں اور اصلِ فضیلت یہی ہیں۔ یہی اہل اللہ اور فرشتوں کی صفات ہیں۔

فیضِ اقدس، فیضِ مقدس

حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو جو فیض پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں

فیض اقدس: وہ فیض ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے اعیانِ ثابتہ کو پہنچتا ہے، یہ فیض تعدد اور کثرت سے

پاک ہے۔

فیضِ مقدس: وہ فیض ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کو روح کی قابلیت اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے، اس میں تنوع اور تکثر ہے۔ ان دونوں کی مثال اس طرح سمجھ لی جائے کہ سورج کا نور مختلف رنگ کے آئینوں پر پڑتا ہے اور پھر ان آئینوں کے ذریعہ مختلف قسم کا نور انسان پر پڑے، سورج کا جو نور آئینوں پر پڑا وہ فیضِ اقدس کی مثال ہے، اور جو آئینوں کے ذریعہ انسانوں پر پڑا وہ فیضِ مقدس کی مثال ہے۔

معیتِ حق

مولانا بحرالعلومؒ نے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔

معیتِ عامہ: حق تعالیٰ کی یہ معیت تمام مخلوق کے ساتھ ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ''وہ خدا تمھارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو''۔ اس معیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق محض وجودِ باری تعالیٰ کی شئون ہیں اور یہ موجودات حق تعالیٰ کے وجود کے ذریعہ موجود ہیں۔

معیتِ خاصہ: یہ معیت صالحین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہے اور یہ معیت ایسی ہے جیسے محبوب کی معیت محب کے ساتھ ہوتی ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ''انسان اس کے ساتھ ہے جس سے اُس کو محبت ہو'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

علمِ باری تعالیٰ

مولانا بحرالعلومؒ نے فرمایا ہے۔ حضرتِ حق تعالیٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو کائنات کے وجود سے قبل حضرتِ حق تعالیٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم جزا اور سزا کا مدار نہیں ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو موجودات کے وجود کے بعد اُن سے متعلق ہوتا ہے یہ جزا اور سزا کا مدار ہے۔ اس علم کے اعتبار سے نیک لوگ جزا کے اور بُرے لوگ سزا کے مستحق قرار دیے جاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ''خدا وہ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمھیں آزمائے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے'' انسانی موت و حیات کی پیدائش، اُس کی آزمائش کے لیے ہے اب جیسے اس کے افعال ہوں گے، ان سے جو علمِ خداوندی متعلق ہوگا وہ جزا اور سزا کا مدار ہوگا۔

معجزۂ ردُّ الشمس

روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل

ہورہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور سورج غروب ہونے لگا۔ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صورتِ حال عرض کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ ''اے خدا اگر علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لوٹا دے'' اس پر سورج واپس لوٹ آیا اور پہاڑ اور زمین پر دُھوپ چمکنے لگی۔ اس حدیث کو محدثین نے سند کی کمزوری اور عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابلِ قبول قرار دیا ہے۔

عشرۂ مبشرہ

وہ دس صحابہ جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی، یہ ہیں:
ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔
ان کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں جن کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی ہے لیکن عشرۂ مبشرہ یہی دس کہلاتے ہیں۔

حدیثِ لولاک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کے لیے فرمایا گیا ہے۔ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الجَنَّةَ وَ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ النَّارَ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا''۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ''اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا''۔ ان روایتوں کا مضمون اگر چہ صحیح ہے لیکن مُلا علی قاریؒ نے ان کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

عباسِ دبس

یہ ایک بھکاری تھا جو بھیک مانگنے کے ستر طریقے جانتا تھا۔ فرضی طور پر ایسے دردناک انداز سے روتا تھا کہ لوگوں کو رُلا دیتا تھا، پھر بھیک مانگتا تھا تو جھولی بھر لیتا تھا اسی عباس کو بعض اہلِ لغت نے عباسِ دوس لکھا ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ یہ دوس قبیلہ کا تھا اس لیے اس کو عباسِ دوس کہا جاتا ہے۔

اصحابِ فیل

اَبرھۃُ الاشرم یمن کے علاقے کا ایک عیسائی گورنر تھا۔ خانہ کعبہ ڈھانے کے لیے اس نے ہاتھیوں کا لشکر لے

کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی، لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ قدرت نے اس پر پرندوں کے ایک جھلڑ کو مسلط کر دیا۔ ان پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو اُن پرندوں نے ہاتھیوں کے لشکر پر برسا دیں اور پورا لشکر تباہ ہو گیا۔ سورۂ ''الفیل'' میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ لوط

اس قوم میں لڑکوں سے بدفعلی کی عادت تھی، اسی لیے اس بدفعلی کرنے والے کو لوطی کہا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی فہمائش پر جب یہ نہ مانے تو اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُن پر پتھر برسے جن سے وہ سب تباہ ہو گئے۔

اہلِ انطاکیہ

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے دو حواری انطاکیہ کے باشندوں کے پاس بھیجے یہ لوگ بُت پرست تھے۔ ان دونوں حواریوں نے بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو دعوت دی تو حبیب نجار اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حواری بت پرستی کے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں تو اس نے ان دونوں کو قید کر دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب اُن کی حالت کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بڑے حواری شمعون کو روانہ کیا۔ شمعون نے مختلف تدبیروں سے بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور اس کو آمادہ کیا کہ وہ دربار میں اس مسئلہ پر گفتگو کرائے۔ چنانچہ دربار میں اُن حواریوں اور انطاکیہ والوں کی گفتگو شروع ہوئی۔ حبیب نجار کو جب پتا چلا تو وہ دوڑ کر آئے اور اپنے ہم وطنوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ ان بزرگوں کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔ اس پر مجمع بھڑک اُٹھا اور اُس نے حبیب نجار کو قتل کر دیا۔ سورۂ یٰسٓ میں اس واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اصحابِ سبت

یہود کو حکم دیا گیا کہ شنبہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں۔ اس حکم میں ان کی آزمائش شروع ہوئی اور شنبہ کے روز دریا میں مچھلیاں زیادہ نظر آنے لگیں، تو اُن میں لالچ پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی شروع کر دی۔ تب اُن پر مسخ کا عذاب نازل ہوا اور ان کو بندر بنا دیا گیا۔ سورۃ الاعراف میں اس کا ذکر ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ

۶۱ھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اس قدر نیک اور دین دار پابند

شرع تھے کہ ان کو علماء نے خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سفیان ثوریؒ، خلفاءِ راشدین کی تعداد پانچ مانتے ہیں۔ آغازِ خلافت سے پہلے اُن کی ذاتی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے دور میں آپ نے اس کو بہت کم کر دیا تھا اور انتقال کے وقت کل آمدنی چار سو دینار رہ گئی تھی۔ مرض الموت کی حالت میں کسی شخص نے آپ کو میلی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو آپ کے گھر والوں سے کہا کہ آپ کو نئی قمیص پہنا دیں۔ جواب ملا کہ آپ کے پاس صرف یہی ایک قمیص ہے جو پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ جلائے ہوئے بیت المال کا حساب کتاب کر رہے تھے اسی اثناء میں آپ کا غلام آیا اور کچھ گھریلو باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فوراً بیت المال کا چراغ بجھا دیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا چراغ ذاتی معاملہ میں کام آئے۔ ۱۰۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حجاج بن یوسف

یہ ثقفی خاندان کا تھا اور عبدالملک بن مروان کی جانب سے عراق کا گورنر تھا۔ اس نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما حاکمِ مکہ پر چڑھائی کی تھی اور مکہ پر منجنیقوں سے اس قدر پتھر برسائے تھے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے سینکڑوں صحابہ کو قتل کرایا ہے۔ تابعین اور تبع تابعین جو اس کے ہاتھوں قتل ہوئے ان کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اسی لیے اس کو امتِ محمدیہؐ کا سب سے بڑا ظالم قرار دیا جاتا ہے اور ظلم وستم میں ضرب المثل بن گیا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابی ہیں۔ یہ اُن کی کنیت ہے۔ نام غیر مشہور ہے جس میں کافی اختلاف ہے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر آ کر مسلمان ہوئے اور پھر شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ صفہ میں مقیم ہو گئے تھے اور قُوتِ لَایَمُوت پر اکتفا کرتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واقوال کو یاد کرنا اپنا مقصد بنا لیا تھا۔ اسی لیے صحابہ میں سب سے زیادہ روایتیں انہی سے منقول ہیں۔

محمد خوارزم شاہ

جلال الدین کے لقب سے مشہور ہے۔ خراسان سے عراق تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مولانا رومؒ کے والد خواجہ بہاؤالدین کا ماموں تھا۔ اُس نے چنگیز خانی فتنے کا مقابلہ کیا۔ ابتدائی جنگ میں اس نے ایک ہزار

تاتاری سپاہیوں کو تہِ تیغ کرڈالا، تاتاری فوج شکست کھا گئی۔ پھر چنگیز خاں نے تیس ہزار فوج اُس کے مقابلہ کے لیے بھیجی۔ اُس کو بھی اس نے شکست دی۔ تب چنگیز خاں خود ایک بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ اس وقت اس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہرات کی مہم پر تھا، مجبوراً اُس کو غزنین کی طرف پسپا ہونا پڑا وہاں سے وہ ہندوستان آنا چاہتا تھا کہ ۶۱۸ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پر پھر تاتاری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور اس قدر بہادری اور بے جگری سے اس سے لڑا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں۔ اس جنگ میں اس کے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور اس نے تنہائی محسوس کی تو ہندوستان پہنچنے کے ارادے سے اس نے اپنا گھوڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اس قدر صفائی سے اس کو پار کیا کہ چنگیز خاں انگشت بدنداں ہو گیا اور اس کی بہادری کے اعتراف میں کہا کہ ہمچو اُو جوانمرد در دنیا پیدا نشُد و نخواہد شُد ''اس جیسا بہادر دنیا میں نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا''۔ ہندوستان پہنچ کر اس نے پھر اپنی حالت کو سنبھالا اور آذربائیجان کی طرف چلا گیا وہاں رات کو سوتے ہوئے کسی مغل کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

رُوح

رُوح کی حقیقت شریعت نے واضح نہیں کی ہے اور اس کی صحیح حقیقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے پھر بھی جمہور علما نے اس کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک نورانی لطیف جسم ہے جو انسان کے جسم میں اسی طرح جاری وساری ہے جیسا کہ پانی گلاب میں اور تیل تلوں میں اور آگ کوئلہ میں۔ جب تک وہ لطیف جسم انسان کے جسم میں جاری وساری ہے انسان کا جسم زندہ ہے اور جس وقت یہ لطیف جسم اس کثیف جسم سے جدا ہو جاتا ہے تو یہ کثیف جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ روح کی شکل بالکل وہی ہے جو اس جسمِ کثیف کی شکل ہے جس طرح اس کثیف جسم کے آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہیں اسی طرح روح کے بھی یہ اعضا ہیں، اصل انسان روح ہے اور یہ کثیف جسم اس کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ، روح کے ہاتھ کے لیے بمنزلہ آستین کے ہے اور کثیف جسم کی ٹانگیں، روح کی ٹانگوں کے لیے بمنزلہ پاجامہ کے ہیں اور چہرہ اس کے چہرے کے لیے بمنزلہ نقاب کے ہے۔

اِستدراج

سنت اللہ اور عام طریقہ کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر ہونا مثلاً ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا، یہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور ولی سے بھی اور کافر سے بھی۔ اس طرح کا واقعہ اگر نبی سے صادر ہو تو اس کو معجزہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی طریقہ پر آسمانوں کی سیر کرنا، وغیرہ اور اگر ولی سے صادر ہو تو اس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ایسی چیز کا صدور ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

نحسِ اکبر و سعدِ اکبر

نحسِ اکبر زحل ستارے کو اور سعدِ اکبر مشتری ستارے کو کہا جاتا ہے۔ منجمین کے خیال میں یہ دونوں ستارے نحوست اور سعادت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور زمین کی خیر و شر میں ان کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ اپنے کلام میں ستاروں کے موثر ہونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اسلامی عقیدے کے اعتبار سے ان ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہے۔ ہر چیز میں حقیقتاً خدا ہی موثر ہے۔

سجاد حسین۔ دہلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ۔ م۔ ۳ جنوری ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہ[1] حسام الدیں کہ نورِ انجم ست — طالبِ آغازِ سفرِ پنجم است
شاہ حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں — پانچویں کتاب کے شروع (کرنے کے) طالب ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدین راد — اُوستادانِ صفارا اُوستاد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین! — (آپ) اہلِ باطن کے اُستادوں کے اُستاد ہیں

گر نبودے خلق محجوب و کثیف — وَر نبودے حلقہا تنگ و ضعیف
اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی — اگر گلے تنگ اور کمزور نہ ہوتے

دَر مَدیحت دادِ معنیٰ داد مے — غیرِ ایں[2] منطق لبے نکشاد مے
تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا — اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی نہ کرتا

لیک لُقمۂ بازآنِ صَعوہ نیست — چارہ اکنوں آب[3] و روغن کردنیست
لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے — اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے

مَدحِ توحیف است بازندانیاں — گویم اندر مجمعِ رُوحانیاں
قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے — روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا

شرحِ تو غبن است با اہلِ جہاں — ہمچو رازِ عشق دارم دَر نہاں
دنیاداروں سے آپ کی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے — عشق کے راز کی طرح، دل میں رکھتا ہوں

---

[1] شہ۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کا مطالبہ ہے کہ مثنوی کا پانچواں دفتر شروع کیا جائے۔ سفر۔ کتاب یعنی مثنوی کا دفتر۔ گر نبودے۔ یہ شرط ہے دوسرا شعر جزاء ہے۔ محجوب۔ یعنی عوام میں تمہاری تعریف سننے کی اہلیت نہیں ہے ورنہ میں تمہاری بہت تعریف کرتا اور اس کے علاوہ کوئی بات نہ کہتا۔

[2] این منطق۔ یعنی حسام الدین کی تعریف۔ لیک۔ عوام کے سامنے حسام الدین کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باز کی خوراک ممولے کو کھلائی جائے۔

[3] آب و روغن۔ اگر واؤ عطف نہ ہو تو معنی یہ ہیں کہ پانی کو تیل کہنا پڑ رہا ہے۔ یعنی عوام کے سامنے غیر حقیقی تعریف کرنی پڑ رہی ہے اگر نسخہ آب و روغن ہے تو اب معنی یہ ہوں گے کہ تعریف میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔ زندانیاں۔ یعنی دنیا کے قیدی۔ غبن۔ ٹوٹا۔ عشق۔ عشق مخفی رکھا جاتا ہے۔

مدح[1] تعریف است و تخریقِ حجاب
تعریف کرنا، پہچوانا اور (جہالت کے) پردے کو چاک کرنا ہے

فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
سورج، تعریف اور پہچوانے سے بے نیاز ہے

مادحِ خورشید مداحِ خود است
سورج کی تعریف کرنے والا، اپنی تعریف کرنے والا ہے

کہ دو چشمم روشن و نامُرمد ست
کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں

ذمِّ خورشیدِ جہاں ذمِّ خودست
دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے

کہ دو چشمم کور و تاریک و بدست
کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بُری ہیں

تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں
آپ اُس کو معاف کر دیجیے، جو دُنیا میں

شُد حسودِ آفتابِ کامراں
کامیاب سورج کا حاسد ہے

تانِدش پوشید ہیچ از دیدہا
اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟

وز طراوت دادنِ بوسیدہا
اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو

یا ز[2] نورِ بیحدش تانند کاست
یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں

یا بدفعِ جاہِ اُوتانند خاست
یا اُس کے رُتبہ کو ہٹانے کے لیے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں

ہر کسے کو حاسدِ گیہاں بُوَد
جو شخص عالم کا حاسد ہو

آں حسد خود مرگِ جاویداں بُوَد
وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول
آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے

عقل اندر شرحِ توشد بُوالفضول
آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں
اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے

عاجزانہ جُنبشے باید دراں
اس میں عاجزانہ (ہی) حرکت کرنی چاہیے

اِنَّ شَیئًا کُلُّہ لَا یُدرَکُ
وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی

اِعلَمُوا اَن کُلَّہ لَا یُترَکُ
جان لو، وہ سب نہیں چھوڑی جاتی

گرچہ[3] نتواں خورد طوفانِ سحاب
اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا

کے تواں کردن بترکِ خورد آب
(لیکن)۔ پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟

آبِ دریا را اگر نتواں کشید
دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا

ہم بقدرِ تشنگی باید چشید
پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہیے

---

[1] مدح۔ جس طرح سورج مدح اور تعریف سننے بے نیاز ہے اسی طرح حسام الدینؒ ہیں۔ مُرمَد۔ دُکھتی ہوئی آنکھ۔ ذم۔ اگر کوئی شخص سورج کو تاریک کہے تو لوگ خود اُس کو اندھا کہیں گے۔ تو ببخشا۔ یعنی اے حسام الدینؒ آپ اُس کو معاف کریں جو آپ پر حسد کرتا ہے اس لیے کہ اُس کے حسد سے آپ کا نقصان نہیں ہے خود اُس کا نقصان ہے۔ آپ آفتاب اور آپ کے فیوض آفتاب کے فیوض کی طرح ہیں اگر کوئی چاہے کہ آفتاب کو اور اس کی فیض رسانی کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپا دے تو وہ خود حماقت میں مبتلا ہے۔ وز طراوت۔ سورج کی شعاعیں پھلوں کو تازگی عطا کرتی ہیں۔

[2] یا۔ سورج کے حاسد نہ اُس کا نور گھٹا سکتے ہیں نہ اُس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔ گیہاں۔ جہان، یعنی حسام الدینؒ جو کہ عالمِ اکبر ہیں۔ قدر۔ آپ کا رتبہ عام عقول سے بالاتر ہے اب جو بھی اس کی تعریف کی جائے کم ہے۔ گرچہ۔ حسام الدین کی پوری تعریف اگرچہ ناممکن ہے، لیکن پھر بھی عاجزانہ اس کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اُس کو پورے طور پر ترک نہ کرنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ اُس میں سے حاصل کر لینا چاہیے۔

[3] گرچہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں پی سکتا لیکن تھوڑا سا تو ضرور پی لیتا ہے۔ آبِ دریا۔ سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدرِ امکان سیرابی حاصل کر لی جاتی ہے۔

رازؔ[1] را گر می نیاری درمیاں
در کہا را تازہ کُن از قِشرِ آں

اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لا سکتا ہے
اُس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کر لے

نُطقِہا نسبت بتو قِشرست لیک
پیشِ دیگر فہمہا مغزست نیک

آپ کے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن
دوسروں کی سمجھ کے لیے اچھا گودا ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود

آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے
ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

من بگویم وصفِ تو تا رَہ برند
پیش ازاں کزفوتِ آں حسرت خورند

میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کرلیں
اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

نورِ حقی و بحق جذّابِ جاں
خلق دَر ظلماتِ وہم اند و گماں

آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کیطرف کھینچنے والے ہیں
لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں

شرطؔ[2] تعظیم است تا آں نورِ خوش
گردد ایں بیدیدگاں را سُرمہ کش

تعظیم شرط ہے، تاکہ وہ عمدہ نور
ان اندھوں کے لیے سرمہ لگانے والا بن جائے

نور یابد مستعدِ تیز کوش
کو نباشد عاشقِ ظلمت چومُوش

سخت کوشش کرنے والا، مستعد نور حاصل کرتا ہے
جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو

نورِ میکش اے حریفِ تیز کوش
گرنہء چوں مُوش در ظلمت مکوش

اے سخت کوشش کرنیوالے دوست! نور حاصل کر لے
اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے، اندھیرے کی کوشش نہ کر

سُست چشمانے کہ شب جولاں کنند
کے طوافِ مشعلِ ایماں کُنند

کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں
وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟

نکتہائےؔ[3] مُشکلِ باریک شُد
بندِ طبعے کوزدیں تاریک شُد

مشکل باریک نکتے بن گئے
طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے

تا برآراید ہُنر را تار وپُود
چشم دَر خورشید نتواند کشُود

جب تک کہ وہ ہنر کا تانا بانا نہ سنوار لے
سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا

ہمچو نخلے بَر نیارد شاخہا
کردہ مُوشانہ زمیں سُوراخہا

وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا
جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

---

[1] رازؔ۔ یعنی حسام الدینؒ کی پوری تعریف عوام کے سامنے ناممکن ہے تب بھی اس کا کچھ حصہ بیان کر دینا چاہیے۔ نطقہا۔ اگرچہ حسام الدینؒ کی تعریف اُن کی تعریف کا مغز نہیں ہے بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام کے لیے اُس میں بھی فوائد ہیں۔ آسمان۔ بلندی اور پستی فائدہ اور نقصان سب اضافی باتیں ہیں ایک چیز ایک کے لیے مفید دوسرے کے لیے غیر مفید ہے۔ آپ کی تعریف عوام کے لیے مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی نہیں ہے۔ من بگویم۔ معمولی تعریف اس لیے کر رہا ہوں تاکہ وہ حقیقی تعریف تک رہنمائی حاصل کرلیں۔ نور حقی۔ تیری ذات کے ذریعہ مخلوق وہم و گمان سے گذر کر مرتبۂ یقین حاصل کر سکتی ہے۔

[2] شرط۔ مرید اُس وقت فیض حاصل کرسکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں شیخ کی عظمت ہو۔ نور یابد۔ فیض حاصل کرنے کے لیے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔ گرنہ۔ چوہا اندھیرے کو پسند کرتا ہے۔ سُست چشمانے۔ چوہا اور چمگادڑ کبھی روشنی کا طواف نہیں کرتے ہیں۔

[3] نکتہائے۔ جن کے دلوں میں دین کی جانب سے تاریکی ہے اُن کے لیے علمی موشگافیاں حقیقت تک پہنچنے سے مانع بن گئی ہیں۔ تا برآراید۔ یہ لوگ جب تک حقیقت بینی کے ہنر سے آراستہ نہ ہوں گے وہ شیخ حسام الدینؒ کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہمچو۔ جو لوگ چوہے کی طرح زمین دوز سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ کھجور کی طرح بارآور نہ ہوں گے۔

تفسیر[1] فَخُذْ اَربَعَۃً مِّنَ الطَّیرِ فَصُرھُنَّ اِلَیکَ (الآیۃ)

پس ''پکڑ لے چار پرندے پھر اُن کو اپنی طرف بلا'' کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصف ست ایں بشر را دل فشار
یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں
چار میخ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چاروں، عقل کی چار میخ ہیں

تو خلیلِ وقتی اے خورشیدِ ہُش
اے ہوش کے سورج! تو خلیلِ دوراں ہے
ایں چہار اَطیار رہزن را بکُش
ان چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال

زانکہ ہر مُرغے ازیںہا زاغ وش
اس لیے کہ ان میں سے ہرزاغ صفت پرند
ہست عقلِ عاقلانرا دیدہ کش
عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے

چار وصفِ تن چو مُرغانِ خلیلؑ
جسم کے چاراوصاف (حضرت)خلیلؑ کے پرندوں کی طرح ہیں
بسملِ ایشاں دہد جاں را سبیل
ان کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے

اے[2] خلیل اندر خلاصِ نیک و بد
اے خلیل! اچھے اور برے کو نجات دلانے کے لیے
سر بُبرشاں تارہد پاہا ز سد
اُن کا سرقلم کردے تاکہ پاؤں بندش سے نجات پاجائیں

کُل توئی و جُملہ گاں اجزائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزا ہیں
برکشا کہ ہست پاشاں پائے تو
کھول دے، کہ ان کا پاؤں تیرا پاؤں ہے

از تو عالم روح زارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے
پُشتِ صد لشکر سوارے میشود
ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے

زانکہ[3] ایں تن شُد مقامِ چار خُو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے
نامِ شاں شُد چار مرغِ فتنہ جُو
اُن کا نام فتنہ کے جویاں چار پرند، پڑ گیا ہے

خلق راگر زندگی خواہی ابد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں
سر بُبرایں چار مُرغِ شوم وبد
ان بدبخت اور ''بد'' چار پرندوں کا سرقلم کر دیجیے

بازشاں زندہ کُن از نوعِ دگر
پھر اُن کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجیے
کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر
کیونکہ اس کے بعد اُن سے نقصان نہ پہنچے گا

چار مُرغِ معنویِ راہزن
باطنی چار ڈاکو پرندوں نے
کردہ اند اندر دلِ خلقاں وطن
لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے

---

[1] تفسیر۔حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا گیا کہ اگر تجھے ہماری صفت زندہ کرنے اور مارنے میں شک ہے تو چار پرندوں کو ذبح کر ڈال۔یہ چار پرند بطخ، مور، کوا، مرغ تھے۔مولانا نے فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں سے انسان کی چار بُری صفات مُراد ہیں جو کہ انسان کے لیے حقیقت بینی سے مانع ہیں۔ انسان ان صفات کا ازالہ کردے تو حقیقت بیں بن جاتا ہے۔بطخ سے مراد حرص، مور سے مراد حُبِ جاہ، کوے سے مراد تمنا اور مرغ سے مراد شہوت ہے۔چار میخ۔سزا کا ایک طریقہ تھا۔تو خلیل۔اگر انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح حقیقت بین بننا چاہتا ہے تو اُس کو اپنی ان چار صفتوں کو مٹا دینا چاہیے۔زانکہ۔یہ چاروں صفتیں کوے کی خاصیت رکھتی ہیں کوا سب سے پہلے مردے کی آنکھ نکالتا ہے یہ بھی انسان کو اندھا کر دیتی ہیں۔بسمل۔جو شخص ان چاروں صفتوں کو مٹا دے گا اُس کی جان حقیقت تک راہ یاب ہو جائے گی۔

[2] اے خلیل۔یعنی اے حسام الدینؒ لوگوں میں سے صفات ذمیمہ کو دور کر دیجیے تاکہ اُن کو سلوک میں سیر حاصل ہو جائے۔کل توئی۔مرید شیخ کے اجزا کی طرح ہوتے ہیں۔از تو۔تیرے وجود سے یہ عالم، عالمِ ارواح بنا ہوا ہے۔پشت۔ایک سوار کی ہمت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے۔

[3] زانکہ۔انسان کے جسم میں یہ چار خصلتیں ہیں جن کو چار پرندوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔خلق۔ان خصائل کے ازالہ سے ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ بازشاں۔ان چاروں خصلتوں کو اس طرح قابو میں رکھو کہ اُن کی مضرت سے بچ سکو۔

چوں[1] امیرِ جملۂ دلہا شوی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے
اندریں دوراں خلیفۂ حق توئی
(پھر) اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں

سر بُبر ایں چار مُرغِ زندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجیے
سرمدی کن خلقِ ناپائندہ را
فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجیے

بطّ[2] و طاؤس ست زاغست و خروس
بطخ اور مور ہے، کوا ہے اور مُرغا ہے
ایں مثالِ چار مُرغ اندر نفوس
نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

بطّ حرص است و خروس آں شہوتست
حرص بطخ ہے اور شہوت مُرغا ہے
جاہ چوں طاؤس وزاغ آں مُنیت ست
رُتبہ مور کی طرح ہے، آرزو نفس کا کوا ہے

مُنیتش آنکہ بُوَد اُمید ساز
اُس کی آرزو یہ اُمید بندھاتی ہے
طامعِ تابید یا عُمرِ دراز
ہمیشگی کا لالچی یا دراز عمر (کا لالچی)

بطِّ حرص آمد کہ نُولش در زمیں
حرص بطخ ہے کہ اُس کی چونچ زمین میں ہے
در ترو در خشک میجوید دفیں
تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبُود مُعطّل آں گلو
اُس کا حلق تھوڑی دیر کے لیے بھی معطل نہیں ہوتا
نشنود از حُکم جُز اَمرِ کُلُوا
وہ ''کھاؤ'' کے سوا کوئی حکم نہیں سُنتی ہے

ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند
اُس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے
زود زود انبانِ خود پُر میکند
جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انباں می فشارد نیک و بد
اچھا، بُرا تھیلے میں ٹھونستا ہے
دانہائے دُرّ و حبّاتِ نخود
موتی کے دانے اور چنے کے دانے

تامبادا[3] یاغئ آید دگر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ جائے
میفشارد در جُوال اُوخشک و تر
وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ، فرصت اندک، او مخوف
وقت تنگ ہے، فرصت تھوڑی ہے وہ ڈرا ہوا ہے
در بغل زد ہرچہ زوتر بیوقوف
بے تامل جو کچھ ہے اُس نے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں دبالیا

اعتمادش نیست بر سلطانِ خویش
اُس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے
کہ مُبادا یاغئے آید بہ پیش
(اس بارے میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آ جائے

لیک مومن زاعتمادِ آں حیات
لیکن مومن اُس (آخری) زندگی کے بھروسہ پر
میکُند غارت بمھل و باانات
لوٹتا ہے، تامل اور توقف سے

---

[1] چوں۔ جب آپ دلوں پر حکومت کرنے لگیں گے تو خلافتِ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ سر ببر۔ ان رذائل کے ازالہ سے حیاتِ سرمدی حاصل ہو جائے گی۔ بط۔ ان چار پرندوں جیسی انسان میں چار خصلتیں ہیں۔

[2] بط۔ بطخ سے مراد انسانی حرص ہے اور مرغے سے مراد انسانی شہوت ہے۔ مور سے مراد انسان کی جاہ طلبی ہے اور کوّے سے مراد انسان کی تمنا ہے۔ منیتش۔ ایک آرزومند کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کو دنیوی زندگی ہمیشہ کے لیے حاصل ہو جائے یا کم از کم عمر دراز ہو جائے۔ بط۔ انسان کی حرص بطخ کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی چونچ، خوراک کی جستجو میں گاڑتی پھرتی ہے۔ کوّا۔ اللہ کے احکام میں سے اُس نے صرف ''تم کھاؤ'' کا حکم سنا ہے۔ یغماچی۔ لٹیرا، جلد جلد ہر چیز کو تھیلے میں بھرتا ہے۔

[3] تامبادا۔ اُس کی جلد بازی اس لیے ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ کر شریک نہ بن جائے۔ اعتمادش۔ اس کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ لیک مومن۔ مردِ مومن چونکہ اُخروی زندگی کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اس لیے اس میں یہ جلد بازی نہیں ہوتی۔

ایمن[1] است از فوت و از باغی کہ اُو ‏ ‏ می شناسد قہرِ شہ را بر عدُو
وہ محرومی اور لٹیرے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ ‏ ‏ دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تاشانِ دگر ‏ ‏ کہ نیایندش مُزاحِم صَرفہ بر
اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے ‏ ‏ کہ اُس سے مزاحمت کرنے والے فائدہ مند نہ ہوں گے

عدلِ شہ رادید در ضبطِ حَشَم ‏ ‏ کہ نیارد کرد کس برکس ستم
خادموں کے معاملہ میں اُس نے بادشاہ کے انصاف کو دیکھا ہے ‏ ‏ کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بُوَد ‏ ‏ از فواتِ حَظِّ خود ایمن بُوَد
لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے ‏ ‏ اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے

پس تأنّی[2] دارد و صبر و شکیب ‏ ‏ چشم سیر و مُوثرست و پاک جیب
پس وہ آہستہ روی اور صبر و شکیب اختیار کرتا ہے ‏ ‏ سیر چشم ہے (دوسروں کو) ترجیح دینے والا ہے پاک دل ہے

کیں تأنّی پرتوِ رحماں بُوَد ‏ ‏ واں شتاب ازہزۂ شیطان بُوَد
کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے ‏ ‏ اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

زانکہ شیطانش بترساندز فقر ‏ ‏ بارگیرِ صبر را بکشد بعَقر
کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے ‏ ‏ صبر کا بوجھ اٹھانے والے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

ازنُبے بشنو کہ شیطاں در وعید ‏ ‏ میکند تہدیدت از فقرِ شدید
قرآن سے سُن کہ شیطان دھمکانے میں ‏ ‏ تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

تاخوری[3] زشت و بری زشت از شتاب ‏ ‏ نے مُروّت نے تأنّی نے ثواب
تاکہ تو جلدی میں بُرا کھائے، بُرا کمائے ‏ ‏ نہ انسانیت، نہ آہستہ روی نہ ثواب

لاجرم کافر خورد در ہفت بطن ‏ ‏ دین و دل باریک و لاغر زَفت بطن
لامحالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے ‏ ‏ دین اور دل کمزور اور لاغر ہے، پیٹ بھاری ہے

در سببِ وُرودایں حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ

اَلْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبعَۃِ اَمْعَآءٍ وَّالْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ مِعیٍ وَّاحِدٍ
کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمانِ پیغمبر شُدند ‏ ‏ وقتِ شام ایشاں بہ مسجد آمدند
کافر، پیغمبرؐ کے مہمان ہوئے ‏ ‏ شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آ گئے

---

[1] ایمن۔اُس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اُس کا خدا اُس کے دشمن پر غالب ہے۔خواجہ۔اُس کو دوسرے مومنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عدلِ شہ۔وہ خدائی انصاف پر یقین رکھتا ہے۔لاجرم۔مومن ان عقائد کی وجہ سے مطمئن رہتا ہے کہ اُس کا مقصد کوئی نہیں چھین سکتا۔

[2] تأنّی۔بُردباری۔مُوثر۔اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینے والا۔کیں۔حدیث شریف ہے۔ اَلتَّانِیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ والتَّعْجِیْلُ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔"حلم اور بُردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے"۔بارگیر۔بوجھ اُٹھانے والا۔عقر۔ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔فقر۔قرآن پاک میں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔"شیطان تمھیں فقر سے ڈراتا ہے۔"

[3] تاخوری۔شیطان فقر سے اس لیے ڈراتا ہے کہ انسان کھانے کمانے میں حرام سے پرہیز نہ کرے۔کافر میں نہ مروت ہوتی ہے نہ بردباری اور نہ وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ہفت بطن۔سات انتڑیاں۔کافراں۔اس قصہ سے کافروں کی بسیار خوری کو سمجھاتا ہے۔

کاً مدیم اے شاہِ ما اینجا قنق[1] — اے تو مہماں دارِ سکّانِ اُفُق

کہ اے شاہ! ہم اس جگہ مہمان (بن کر) آئے ہیں — اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں

بینوائیم و رسیدہ ماز دُور — ہِیں بیفشاں بر سرِ ما فضل و نور

ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں — ہاں ہمارے سروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجیے

رُو بیاراں کرد آں سلطانِ راد — دستگیرِ جُملہ شاہان و عباد

اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رُخ کیا — جو تمام بادشاہوں اور غلاموں کا دستگیر ہے

گفت اے یارانِ من قسمت کنید — کہ شما پُراز من و خوئے مَنید

فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کر لو — کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو

پُر بُوَد اجسامِ ہر لشکر ز شاہ — زاں زنندے تیغ براعدائے جاہ

ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں — اسی لیے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں

تو بخشمِ[2] شہ زنی آں تیغ را — ورنہ براخواں چہ خشم آید تُرا

تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے — ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟

بر برادر بے گناہے میزنی — عکسِ خشمِ شاہ گرزِ دَہ مَنی

بلا قصور بھائی پر تو مارتا ہے — بادشاہ کے غصہ کے زیرِ اثر دس سیر کا گُرز

شہ یکے جانست لشکر پُرازو — روح چوں آبست ویں اجسام جُو

بادشاہ ایک جان ہے، لشکر اس سے بھرا ہوا ہے — روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر (کی طرح) ہیں

آبِ رُوحِ شاہ گر شیریں بُوَد — جملہ جُوہا پُرز آبِ خوش شود

اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی میٹھا ہوتا ہے — ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں

کہ رعیت دینِ شہ دارند و بس — اینچنیں فرمودہ سُلطانِ[3] عبس

کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے — (سورۂ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے

ہریکے یارے یکے مہماں گزید — درمیاں بُد یک شکم زفت و عنید

ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کر لیا — اُن میں ایک پیٹو اور سرکش تھا

جسم ضخمے داشت کس اُو رانبرد — ماند در مسجد چو اندر جام دُرد

بھاری جسم رکھتا تھا اُس کو کوئی نہ لے گیا — وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ

مصطفٰےؐ بُردش چو واماند از ہمہ — ہفت بزُبد شیردہ اندر رمہ

جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفٰےؐ اس کو لے گئے — گلّے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

---

[1] قنق۔ مہمان۔ افق۔ اطرافِ عالم۔ یاراں۔ صحابہ کرام۔ سلطاں۔ آنحضورؐ۔ عباد۔ عبد کی جمع ہے۔ بندہ۔ قسمت۔ یعنی مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ پربود۔ شاہ کی سیرت لشکریوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

[2] بخشم۔ دشمنوں پر بادشاہ کو غصہ ہوتا ہے اسی بنیاد پر لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ شہ۔ بادشاہ لشکر کے لیے بمنزلہ روح کے ہے۔ آب۔ مگر بادشاہ خوب سیرت ہے تو لشکر بھی خوب سیرت ہوتا ہے۔

[3] سلطانِ عبس۔ سورۂ عبس آنحضورؐ پر نازل ہوئی ہے آنحضورؐ نے فرمایا ہے: اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ درمیاں۔ اُن مہمانوں میں ایک بہت پیٹو تھا۔ جسم ضخمے۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا اس کو کوئی اپنے گھر نہ لے گیا۔ بز۔ یعنی آنحضورؐ کے گلّے میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں۔

کہ مقیم[1] خانہ بُودندے بُزاں — بہر دوشیدن برائے وقتِ خواں
جو بکریاں گھر پر رُکی ہوئی تھیں — دسترخوان کے وقت دُہنے کے لیے

نان و آش و شیرِ آں ہر ہفت بُز — خورد آں بُو قحط عوجِ ابن غُز
روٹی اور سالن اور اُن ساتوں بکریوں کا دودھ — وہ قحط زدہ، عوج، غُز کا بیٹا کھا گیا

جُملہ اہلِ بیت خشم آلو شُدند — کہ ہمہ در شیرِ بُز طامع بُدند
تمام گھر والے غصہ میں بھر گئے — کہ سب بکریوں کے دودھ کے اُمیدوار تھے

معدہ طبلے[2] خوار ہمچو طبل کرد — قسمِ ہژدہ آدمی تنہا بخورد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا — اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا

وقتِ خفتن رفت و در حجرہ نشست — پس کنیزک از غضب در رابہ بست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا — لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کر دیا

از بُروں زنجیرِ در را درفگند — کہ ازو بُد خشمگین و دردمند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی — کیونکہ وہ اُس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صُبحدم — بس تقاضا آمد و دردِ شکم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک — بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا

از فراشِ خویش سُوئے دَر شتافت — دست بردَر چوں نہاد اُوبستہ یافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا — جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اُس کو بند پایا

درگشادن[3] حیلہ کرد آں حیلہ ساز — نوع نوع و خود نشد آں بند باز
اُس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی — طرح طرح (لیکن) وہ دروازہ نہ کھلا

شد تقاضا برتقاضا خانہ تنگ — ماند اُو حیران و بیدرمان و دنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا — وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا

حیلۂ کرد و بخواب اندر خزید — خویشتن در خواب دَر ویرانہ دید
اُس نے تدبیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا — اُس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا

زانکہ ویرانہ بُد اندرز خاطرش — شُد بخواب اندر ہمانجا منظرش
کیونکہ اُس کے باطن میں ویرانہ تھا — خواب میں بھی اُس کی اُسی جگہ نظر پڑی

خویش دَر ویرانۂ خالی چودید — اُوچناں محتاج اندر دم برید
جب اُس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا — اُس ایسے ضرورت مند نے فوراً ہگ دیا

---

[1] کہ مقیم۔ یہ دودھ والی بکریاں جنگل نہ جاتی تھیں۔ تاکہ کھانے کے وقت اُن کا دودھ دوہ لیا جائے۔ بُو قحط۔ قحط میں مبتلا انسان۔ بسیار خور ہو جاتا ہے۔ غُز۔ ترکوں میں سے ایک قوم تھی جو ڈاکو تھی عوج کے باپ کا نام عنق تھا مولانا نے اُس کی بری عادتوں کی وجہ سے اُس کو غز کا بیٹا کہا ہے۔ خشم آلو۔ خشم آلودہ۔ طامع۔ اُمیدوار۔

[2] طبلے خوار۔ بسیار خور۔ ہژدہ۔ اٹھارہ۔ پس۔ چونکہ لونڈی کو اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ درفگند۔ یعنی زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا۔ تقاضا۔ یعنی اُس کو بدہضمی کی وجہ سے قضاءِ حاجت کا تقاضا ہوا اور پیٹ میں درد ہوا۔

[3] درگشادن۔ اُس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔ حیلہ کرد۔ اُس نے قضاءِ حاجت کو دبانے کی یہ تدبیر کی کہ سو گیا۔ برید۔ اس نے پاخانہ بکھیر دیا۔

گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب پُرحَدَث[1] دیوانہ شد از اضطراب

بیدار ہوا اور اُس نے سونے کا بستر دیکھا نجاست سے بھرا ہوا، پریشانی سے دیوانہ ہو گیا

زاندرونِ اُو برآمد صد خروش زیں چنیں رُسوائیِ بے خاک پوش

اُس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رُسوائی ہے

گفت خوابم بدتر از بیداریم کارِ نیکم بدتر از بدکاریم

بولا، میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے میری نیکی، میری بدکاری سے (بھی) بُری ہے

بانگ[2] می زد واثبورا واثبُور آنچناں کہ کافراں روزِ نشور

ہائے ہلاکت، ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)

منتظرکہ کے شود ایں شب بسر تابرآید از گشادن بانگِ در

اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تاگریزد اُو چو تیرے از کماں تانہ بیند ہیچکس اُو را چناں

تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے تاکہ اُس کو کوئی اس حالت میں نہ دیکھے

قصہ بسیار است کوتہ میکنم بازشُدآں در رہید از درد و غم

قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں دروازہ کھلا اُس کو درد و غم سے نجات ملی

درِ حجرہ گشادنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برمہمانِ خود و خود
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لیے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو
راپنہاں کردن تا اُوخیالِ در کشانیدہ رانہ بیند و تخجل
چھپا لینا تاکہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ
نشود وگستاخ بیروں زود
ہواور بے دھڑک باہر چلا جائے

مُصطفیٰ[3] صبح آمد و در را گشاد صبح آں گمراہ را اُو راہ داد

صبح کو مصطفیٰؐ آئے اور دروازہ کھولا صبح کو اُس گمراہ کو انھوں نے راستہ دے دیا

درگشاد و گشت پنہاں مصطفیٰؐ تانگردد شرمسار آں مُبتلا

دروازہ کھولا اور مصطفیٰؐ، چھپ گئے تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو

تابرُوں آید رَوَد گستاخِ اُو تا نہ بیند دَرگشارا پشت و رُو

تاکہ وہ باہر آ جائے اور بے دھڑک چلا جائے تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے

---

1. پُرخدَث۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔ زاندروں۔ اُس کے دل میں اُس نازیبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہوگئیں۔ گفت۔ جاگنے میں زیادہ کھا لیا سوتے میں بستر پر پاخانہ بھر دیا۔
2. بانگ۔ کفار حشر کے دن کا ویلا واثبورا، ہائے تباہی ہائے ہلاکت کہیں گے۔ نشور۔ حشر۔ بسر۔ یعنی رات کب ختم ہوگی۔ چناں۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔
3. مصطفیٰ۔ آنحضورؐ کو مہمان کی یہ حرکت کسی طرح معلوم ہوگئی تھی۔ دروازہ اس لیے نہ کھولا کہ اُس کو خوب شرمندگی ہو جو اُس کے ایمان لانے کا سبب بن جائے۔ تاگریزد۔ آنحضورؐ دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اُس کو مزید شرمندگی نہ ہو۔

یا نہاں[1] شد در پسِ دیوار یا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا
از ویش پوشید دامانِ خدا
اُن کو اُس سے خدا کے دامن نے چھپا لیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کند
اللہ تعالیٰ کا رنگ کبھی چھپاتا ہے
پردۂ بیچوں براں ناظر تند
بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑ جاتا ہے

تا نہ بیند خصم را پہلوئے خویش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے
قدرتِ یزداں ازیں بیش ست بیش
اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے

مصطفیٰؐ می دید احوالِ شبش
مصطفیٰؐ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے
لیک مانع بود فرمانِ ربش
لیکن اُن کے لیے اللہ (تعالیٰ) کا حکم مانع تھا

تاکہ پیش از خیط[2] بکشاید رہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھول دیں
تا نیفتد زاں فضیحت در چہے
تاکہ وہ اُس رسوائی سے کنویں میں نہ گرے

لیک حکمت بود و امرِ آسماں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم
تا بہ بیند خویشتن را اُوچناں
کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ لے

بس عداوتہا کہ آں یاری بُوَد
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں
بس خرابیہا کہ معماری بُوَد
بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں

چونکہ کافر باب را بکشادہ دید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا
نرم نرمک ازکمیں بیروں دوید
گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا

جامہ خوابِ پُرحدث رایک فضول
سنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح
قاصدا آورد درپیشِ رسول
جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا

کہ چنیں[3] کرد ست مہمانت ببیں
کہ دیکھیے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے
خندۂ زد رحمۃ للعالمیں
جہانوں کی رحمت مسکرا دیے

کہ بیارآں مطہرہ اینجا بہ پیش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ
تا بشویم جملہ رابا دستِ خویش
تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں

ہرکسے می جست کزبہرِ خدا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لیے
جانِ ماوجسمِ ما قرباں تُرا
ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہو

مابشوئیم ایں حدث راتو بہل
اس گندگی کو ہم دھو دیں گے آپ رہنے دیں
کارِ دستست ایں نمط نہ کارِ دل •
یہ ہاتھ کا کام ہے، نہ کہ دل کا

---

[1] یا نہاں۔ حضورؐ یا خود چھپے تھے یا خدا نے آپ کو اُس کی نگاہوں سے چھپا دیا تھا۔ صبغۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔ مصطفیٰؐ۔ آنحضورؐ کو اُس کے احوال کا علم ہو گیا تھا لیکن خدائی حکم تھا کہ رات کو دروازہ نہ کھولیں۔

[2] خیط۔ دھاگا یعنی صبحِ صادق۔ لیک۔ شب میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اُس کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اُس میں ہی اُس کی بھلائی مضمر تھی۔ چونکہ۔ جب اُس کافر نے صبح کو دروازہ کھلا دیکھا چپکے سے نکل بھاگا۔ فضول۔ اُن صاحب کے لیے مناسب تھا کہ وہ اُس پاخانہ کو خود دھو دیتے۔

[3] کہ چنیں۔ اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔ مطہرہ۔ لوٹا۔ ہرکسے۔ ہر صحابی نے کوشش کی کہ وہ پاخانہ خود دھو دے۔ نہ کارِ دل۔ آنحضورؐ صحابہ کے لیے دل و جگر تھے۔

اے[1] لَعَمرک مرتُرا حق عُمر خواند — پس خلیفہ کردو بر کُرسی نشاند

اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عُمر کہا — پھر قائم مقام بنایا اور کُرسی پر بٹھایا

ما برائِ خدمتِ تو می زییم — چوں تو خدمت می کُنی پس ما کییم

ہم آپ کی خدمت کے لیے زندہ ہیں — جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟

گفت آں دانم ولیک ایں ساعت ست — کہ دریں[2] شُستن بخویشم حکمت ست

فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے — کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے

منتظر بودند کیں قولِ نبیؐ ست — تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست

وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبیؐ کا فرمان ہے — یہاں تک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟

اُو بجِد می شُست آں اَحداث را — خاص زامرِ حق نہ تقلید و ریا

وہ اُن نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے — خاص (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے

کہ دلش میگفت کیں را تو بشُو — کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو

اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کو آپ خود دھوئیں — کہ اس جگہ اس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

سبب رجوع کردنِ آں مہمان بخانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالینِ مُلوّثِ اُورا بدستِ مبارک خودمی شُست و خجِل شدنِ اُو وجامہ چاک کردن و نوحہ کردنِ اُو بر خود و برحالِ خود و مسلمان شدن

اُس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اُس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے اور اُس کا اپنے اُوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک[3] راہیکلے بُد یادگار — یاوہ دید آنرا و گشت او بیقرار

اُس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی — اُس نے اُس کو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آں حجرہ کہ شب جاداشتم — ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم

کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا — لاعلمی میں مورتی اُس جگہ چھوڑ آیا ہوں

گرچہ شرمیں بُود شرمش حرص بُرد — حرص اژدرہاست نے چیزیست خرد

اگرچہ وہ شرمندہ تھا (لیکن) لالچ نے اُسکی شرمندگی ختم کردی — حرص اژدہا ہے، چھوٹی چیز نہیں ہے

---

[1] اے۔ قرآن پاک میں ہے لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ "تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں"۔ خدا نے آنحضورؐ کی عُمر کی قسم کھائی اور قسم ذات وصفاتِ خداوندی کی کھائی جاتی ہے تو گویا آنحضورؐ کی عُمر کو اپنی صفت قرار دیا ہے۔ ما۔ ہماری زندگی کا مقصد آپ کی خدمت ہے۔ اگر ہم خدمت نہ کریں تو زندگی بیکار ہے۔

[2] کہ دریں۔ آنحضورؐ نے فرمایا ان سب باتوں کا مجھے یقین ہے لیکن پاخانہ خود میں اپنے ہاتھوں سے دھوؤں گا اسی میں حکمت پوشیدہ ہے۔ ایں اسرار۔ یعنی خود دھونے کی حکمت کو دیکھ سکیں۔ اُو بجِد۔ آنحضورؐ اپنے ہاتھوں نجاست کو خدائی حکم سے دھو رہے تھے اس میں کسی ریا اور تقلید کو دخل نہ تھا۔ ملوّث۔ سنا ہوا۔

[3] کافرک۔ مہمان اپنی مورتی بھول کر چلا گیا تھا۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن مورتی کی حرص نے اُس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

از پے[1] ہیکل شتاب اندر دوید — در وثاقِ مصطفیٰؐ آں را بدید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا — مصطفیٰؐ کے حجرے میں اُس کو دیکھا

کاں یدُاللہ آں حدث راہم بخود — خوش ہمی شوید کہ دورش چشمِ بد
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اُس نجاست کو خود — بہت اچھی طرح دھور ہے ہیں، خدا انکو نظرِ بد سے بچائے

ہیکلش از یاد رفت و شُد پدید — اندرو شورے گریباں را درید
مورتی اُس کے حافظہ سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا — اسکے اندر ایک شور (تھا جس نے) اُسکے گریبان کو پھاڑ ڈالا

میزد اُو دودست رابر رُو وسر — کلّہ را میکوفت بردیوار و در
وہ دوہتڑ منہ اور سر پر مارتا تھا — سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا

آنچناں کہ خوں زبینی و سرش — شُد رواں و رحم کرد آں مہترش
اس طرح کہ اُس کی ناک اور سر سے خون — بہہ پڑا اور اُن بزرگوار نے اُس پر رحم کیا

نعرہا[2] زد خلق جمع آمد برُو — گبر گویاں اَیُّھَاالنَّاسُ اِحْذَرُوْا
اُس نے نعرے مارے لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے — کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو

میزد اُو برسر کہ اے بے عقل سر — میزد اُو برسینہ کاے بے نُور بر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر! — وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!

سجدہ میکرد اُو کہ اے کُلِّ زمیں — شرمسارست از تو ایں جُزوِ مہیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے! — یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے

تو کہ کُلّی خاضعِ امرِ وَی — من کہ جُزوم ظالم و لَدّ وغوی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اُس کے حکم پر جھکے ہوئے ہیں — میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں

تو کہ کُلّی خوار و لرزانی زحق — من کہ جُزوم در خلاف و در سبق
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ تعالیٰ سے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں — میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

ہرزماں[3] میکرد رُو بَر آسماں — کہ ندارم رُوی ایں قبلہ جہاں
ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا — کہ اس قبلۂ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے

چوں زحد بیروں بلرزید و طپید — مصطفیٰؐ اش درکنارِ خود کشید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا — مصطفیٰؐ نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا

ساکنش کرد و بسے بنواختش — دیدہ اش بکشاد و داد اشناختش
اُس کو سکون دلایا اور اس کو بہت نوازا — اس کی آنکھیں کھولیں اور اُنھوں نے اُس کو پہچان عطا کی

---

[1] از پے۔ وہ مورتی کیلئے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ آنحضورؐ اپنے دست مبارک سے اس کی نجاست دھور ہے ہیں۔ یداللہ۔ بیعتِ رضوان کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا ہے: یَدُاللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم۔ "خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے"۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ہیکلش۔ وہ آنحضورؐ کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر اسقدر متاثر ہوا کہ مورتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ خون بہا تو آنحضورؐ کو اس پر ترس آنے لگا۔

[2] نعرہا۔ وہ نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضورؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ بے عقل۔ سر بر بے عقل۔ بے نور بر۔ بر بے نور۔ کل زمیں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی اسماء اور عالم کا مجموعہ ہے۔ مہین۔ ذلیل۔ تو کہ کلی۔ اس کافر نے کہا کہ آنحضورؐ جو مجموعہ عالم ہیں وہ خدائی حکم کے تابع ہیں اور میں جزو ہو کر ظالم اور سرکش بنا ہوا ہوں۔

[3] ہرزماں۔ وہ کافر ہر لحہ آسمان کی طرف منہ کر کے کہتا تھا کہ میرا منہ اس قابل نہیں کہ آنحضورؐ کے روبرو ہوں۔ چوں۔ آنحضورؐ نے اس کی بیقراری کو دیکھ کر اُس کو سینہ سے لگالیا۔ ساکنش۔ آنحضورؐ نے اُس کو اطمینان دلایا اور اُس کو نورِ ایمان عطا فرما دیا۔

تانگرید[1] ابر کے خندد چمن
جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے؟

طفلِ یک روزہ همیداند طریق
ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے

کہ بگریم تارسد دایہ شفیق
کہ میں رو پڑوں، تاکہ مہربان دایہ آ جائے

تو نمی دانی کہ دایہ دایگان
تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ

کم دہد بے گریہ شیر اُو رایگاں
خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے

گفت وَلْيَبْكُوا كَثِيْرًا گوش دار
''اور چاہیے وہ بہت روئیں'' کے قول کو یاد رکھ

تابریزد شیر فضلِ کردگار
تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت دودھ بہا دے

گریۂ ابرست و سُوزِ آفتاب
ابر کا رونا ہے اور سورج کی جلن

اُستنِ دنیا همیں دو رشتہ تاب
دنیا کے ستون یہی دو رشتے چمکانے والے ہیں

گرنبودے[2] سوزِ مہر و اشکِ ابر
اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے

کے شدے اجسامِ مازفت و سطبر
ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے

کے بُدے معمورِ ایں ہر چار فصل
یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟

گرنبودے ایں تَف و ایں گریہ اصل
اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا

سوزِ مہر و گریۂ ابرِ جہاں
دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز

چوں همیدارد جہاں را خوش دہاں
جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے

آفتابِ عقل را در سوز دار
عقل کے سورج کو سوزش میں رکھ

چشم را چوں ابر اشک افروز دار
آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

چشمِ گریاں بایدت چوں طفلِ خورد
تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں

کم خور آں نانرا کہ نان آبِ تو برد
وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کر دے

تن چو بابرگست روز و شب ازاں
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ

شاخِ جاں در برگ ریزست و خزاں
جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے

برگِ[3] تن بے برگیِ جانست زود
جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد

ایں ببایدکاستن آں را فزود
اس کو گھٹانا، اس کو بڑھانا چاہیے

اَقْرِضُوا اللّٰہَ قرض دہ زیں برگِ تن
اللہ تعالیٰ کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے

تا بروید در عوض دردل چمن
تاکہ بدلے میں دل میں چمن اُگے

---

[1] تانگرید۔ مقصد یہ ہے کہ آہ وزاری سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طفل۔ بچہ بھی جانتا ہے کہ جب تک نہ روؤں گا دایہ دوڑ کر نہ آئے گی۔ تو نمی دانی۔ لیکن عاقل بالغ انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ رحمتِ خداوندی بغیر آہ وزاری کے متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ گفت۔ قرآن میں ہے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا۔ ''تھوڑا ہنسو زیادہ روؤ''۔ گریہ۔ ابر کے رونے اور سورج کی سوزش ہی سے تروتازگی ہے۔

[2] گرنبودے۔ اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہو تو اجسام میں نشوونما نہ ہو۔ چار فصل۔ سال کی چاروں فصلوں کا مدار سورج کی گرمی اور ابر کی بارش پر ہے۔ آفتاب۔ انسان کو بھی اپنے کمال کے لیے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ تن۔ جسم کی بہار روح کی خزاں ہے۔

[3] برگِ تن۔ جسم کی شادابی روح کی پژمردگی ہے جسم کو گھٹانا اور روح کو بڑھانا چاہیے۔ اِقْرِضُوا۔ قرآن پاک میں ہے وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ''اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو''۔ مولانا نے قرض کے معنی اللہ کے راستہ میں بدن کو گھٹانے کے لیے ہیں۔

قرض[۱] دہ کم کن ازیں لقمہ تنت — تانماید وَجْهَ لَا عَيْنٌ رَأَتْ

قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر — تا کہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے

تن ز سرگینِ خویش چوں خالی کند — پُرزمشک و دُرِّ اجلالی کند

جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کرے گا — اجلال کے موتی اور مشک سے بھرلے گا

زیں پلیدی برہدو پاکی برد — از یُطَہِّرکُم تنِ اُو بر خورد

اس ناپاکی سے نجات پا جائے گا اور پاکی حاصل کریگا — ''وہ تمھیں پاک کرتا ہے'' سے اُس کا جسم پھل کھائیگا

دیو میترساندت کیں ہین وہیں — زیں پشیمان گردی و گردی حزیں

شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ہائیں ہائیں — اس سے تو شرمندہ ہو گا اور غمگین ہو گا

گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن — پس پشیمان و غمیں خواہی شدن

اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا — تو شرمندہ اور غمگین ہو گا

ایں[۲] بخور گرم ست و داروی مزاج — واں بیاشام ازپئے نفع و علاج

یہ کھالے، گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے — اور نفع و علاج کے لیے وہ پی لے

ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکبت — آنچہ خو کردست آتش اصوبست

نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے — جس کی اس کو عادت ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے

ہیں مگر داں خُوکہ پیش آید خلل — در دماغ و دل بزاید صد علل

خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہو گا — دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوں گی

ایں چنیں تہدیدہا آں دیودوں — آردو بر خلق خواند صد فسوں

اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ، شیطان — دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے

خویش جالینوس سازد در دوا — تافریبد نفسِ بیمارِ تُرا

اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے — تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے

کیں[۳] تُرا سُودست ازدرد و غمی — گفت آدمؑ راہمی در گندمی

کہ یہ درد اور غم تیرے لیے مفید ہے — گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے یہی کہا

پیش آرد ہی ہے وہیہات را — در لویشہ پیچد اُو لبہات را

ہائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے — تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے

---

۱ قرض دہ۔ جسمانی خوراک کو کم کر پھر جنت کی سیر حاصل ہوگی۔ تن۔ جسم جب جسمانی فضلوں سے خالی ہوگا تو اسرار وانوار سے پُر ہو جائے گا۔ زیں پلیدی۔ جسمانی ناپاکی دُور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔ یطہرکم۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ بے شک خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی زائل ہو جائے اور وہ تمھیں بالکل پاک کردے۔ دیو۔ جسمانی لذتیں ترک کرنے سے شیطان ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔

۲ ایں بخور۔ شیطان مختلف چیزوں کے فوائد سمجھا کر اُن کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم۔ شیطان کہتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے اس کو کمزور نہ کرنا چاہیے۔ ہیں۔ جس چیز کی عادت ہو وہ نہ چھوڑ ورنہ بیماریاں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ خویش۔ شیطان اپنے آپ کو حکیم جالینوس بنا کر مختلف مشورے دیتا ہے۔

۳ کیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اگر فلاں چیز کھائے گا تو درد وغم سے نجات ہو جائے گی۔ حضرت آدمؑ سے شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی تھیں۔ لویشہ۔ وہ رسّی جو نعل بندی کے وقت گھوڑے کے اوپر کے ہونٹ میں باندھ دی جاتی ہے تا کہ وہ مجبور ہو جائے۔

ہمچو لبہائے فرس در وقتِ نعل　تانماید[1] سنگ کمتر راچو لعل

جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ　تا کہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھا دے

گوشہایت گیر دوچوں گوشِ اسپ　میکشاند سُوی حرص و سُوی کسب

تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح　حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے

برزند برپات نعلے زاشتباہ　کہ بمانی تو ز دردِ آں زراہ

تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے　کہ تو اُس کی تکلیف سے راستہ سے رُک جاتا ہے

نعلِ اُو ہست آں تردُّد در دو کار　ایں کنم یا آں کنم ہیں ہوشدار

اُس کا نعل، دو کاموں میں تردّد ہے　یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ

آں بکُن کہ ہست مختارِ نبیؐ　آں مکُن کہ کرد مجنون وصبی

وہ کر جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے　وہ نہ کر جو پاگل اور بچہ نے کیا

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بچہ محفوف گشت　بالمکارہ کہ ازو افزود گشت

"جنت کوڈھانپ دیا گیا ہے" کا ہے سے ڈھانپا گیا ہے؟　ناپسندیدہ چیزوں سے، جن کو اُس نے بڑھا رکھا ہے

صد[2] فسوں دارد زحیلت وزدہا　کاں کند در سلہ گرہست اژدہا

مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے　کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو

گر بُوَد آبِ رواں بربندش　ور بُوَد حِبرِ زماں بر خندش

اگر بہتا پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے　اگر عالمِ زمانہ ہو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے

گر بُوَد کوہے چوکہ بُربایدش　دست بُردِ خویشتن بنمایدش

اگر پہاڑ ہو اُس کو تنکے کی طرح اُڑا دیتا ہے　اپنے غلبہ کی اُس پر نمائش کرتا ہے

عقل[3] را با عقل یارے یارکن　اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بخوان و کارکن

عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا　"اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہے" کو پڑھ اور کام کر

نواختنِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان راو تسکین دادنِ اُورا از اضطراب و گریہ و نوحہ کہ برخود میکرد ازخجالت وندامت وآتشِ نومیدی

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس عرب مہمان کو نوازنا اور اُس کو اضطراب اور رونے اور اُس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

---

[1] تانماید۔ شیطان کی یہ تمام باتیں اس لیے ہیں کہ وہ حقیر چیز کو بڑھیا بنا کر دکھا دے۔ گوشہایت۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور مضر کمائی کی جانب لے جاتا ہے۔ برزند۔ شیطان شبہات اور وساوس کے ذریعہ صحیح راستہ سے روک دیتا ہے۔ نعل۔ وہ شیطان جو نعل بندی کرتا ہے وہ تردُّد میں مبتلا کر دیتا ہے۔ آں بکُن۔ جب تردُّد ہو تو وہ کام کر جو نبی نے کیا ہے۔ طفلانہ اور مجنونانہ کام نہ کر۔ حفت۔ حدیث شریف ہے۔ حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ۔ جنت دل کی ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے۔

[2] صد فسوں۔ شیطان کو ایسے منتر آتے ہیں کہ اژدہے کو بھی ٹوکری میں بند کر لیتا ہے۔ گر بود۔ شیطان اپنے منتر کے ذریعہ چلتا دریا روک دیتا ہے اور بڑے بڑے عالموں کا مذاق اُڑا دیتا ہے پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اور اپنی چالاکی کی نمائش کرتا ہے۔

[3] عقل۔ شیطان سے بچنے کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے اور اُس سے مشورہ کر لے۔ نواختن۔ وہ مہمان عرب جس نے بستر خراب کر دیا تھا اُس کی گریہ وزاری پر آنحضورؐ نے اُس کو بہت نوازا۔

ایں سخن پایاں ندارد آں عرب — ماند از الطافِ آں شہ در عجب
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ عرب — اُن شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا

خواست[1] دیوانہ شدن عقلش رمید — دستِ عقلِ مصطفیٰؐ بازش کشید
اُس نے دیوانہ بننا چاہا، لیکن عقل بھاگ گئی — (حضرت) مصطفیٰؐ کی عقل کے ہاتھ نے اس کو پھر کھینچا

گفت ایں سو آبیامد آں چناں — کہ کسے برخیزد از خوابِ گراں
فرمایا ادھر آ، وہ اس طرح آیا — کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اُٹھے

گفتش ایں سودا مکن ہیں باخود آ — کہ ازیں سُو ہست باتو کار ہا
اُس نے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر، خبردار! ہوش میں آ جا — کیونکہ اس طرف تجھ سے بہت کام ہیں

آب بررُو زد درآمد در سخن — کاے شہیدِ حق شہادت عرضہ کن
اُس کے منہ پر پانی چھڑکا، وہ بولا — کہ اے اللہ تعالیٰ کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجیے

تا گواہی بدہم و بیروں شوم — سیرم از ہستی دراں ہاموں شوم
تاکہ میں کلمہ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں — میں ہستی سے سیر ہو گیا ہوں، اس جنگل میں چلا جاؤں

مادریں[2] دہلیزِ قاضیِ قضا — بہرِ دعوئِ الستیم و بلیٰ
ہم قضا کے، قاضی کی چوکھٹ پر — الست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں

کہ بلیٰ گفتیم و آں راز امتحاں — فعل و قولِ ماشہودست و بیاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اس کی آزمائش کے لیے — ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں

از چہ در دہلیزِ قاضی تن زدیم — نے کہ ما بہرِ گواہی آمدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہوں؟ — کیا ہم گواہی کے لیے نہیں آئے ہیں

چند[3] در دہلیزِ قاضی اے گواہ — حبس باشی دہ شہادت از پگاہ
اے گواہ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک — قید رہے گا، صبح سے گواہی دے دے

زاں بخواندندت بدینجا تاکہ تُو — آں گواہی بدہی و ناری عتُو
انھوں نے تجھے یہاں اس لیے بلایا ہے کہ تو — وہ گواہی دے دے اور سرکشی نہ کرے

از لجاجِ خویشتن بنشستۂ — اندریں تنگی لب و کف بستۂ
تو اپنے جھگڑالو پن سے بیٹھا ہوا ہے — اس تنگی میں، تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لیے ہیں

تانہ بدہی آں گواہی اے شہید — تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا — تو اُس چوکھٹ سے کب چھٹے گا؟

---

[1] خواست۔ وہ دیوانہ ہوجانے کے قریب تھا۔ آنحضورؐ نے اُس کی عقل کو تھاما۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے اُس سے فرمایا دیوانگی ختم کردے کیونکہ قدرت کو تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ آب بررو۔ آنحضورؐ نے اُس کے منہ پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شہادت کا کلمہ پڑھا دیجیے۔ تا گواہی۔ حقیقی معنی میں کلمۂ شہادت پڑھ لینے پر انسان دنیا سے نجات پاکر آخرت کا آدمی بن جاتا ہے۔ ہاموں۔ جنگل۔

[2] مادریں۔ ازل میں خدا نے دریافت کیا تھا کہ "کیا میں تمھارا خدا نہیں ہوں" تو ہم نے جواب دیا کہ "ہاں" اب ہم دنیا میں اس جواب کے ثبوت کے لیے بھیجے گئے ہیں تاکہ قول و فعل دو گواہوں کے ذریعہ اپنے "ہاں" کے دعوے کو ثابت کریں۔ کہ بلیٰ۔ ازل میں ہم نے "بلیٰ" کہا ہے۔ ہمارا قول و فعل اس پر گواہ ہے۔

[3] چند۔ گواہوں کو قاضی کی عدالت میں خاموش نہ رہنا چاہیے۔ زاں۔ دنیاوی زندگی قولی اور فعلی گواہی کے لیے ہے۔ از لجاج۔ اگر گواہ عدالت میں پہنچ کر خاموشی اختیار کرے تو یہ اُس کا جھگڑالو پن ہے۔ تانہ بدہی۔ جب تک گواہی نہ دے گا قاضی کی عدالت میں مقید رہے گا۔

یک[1] زماں کاریست بگذار و بتاز ۔۔۔ کارِ کوتہ را مکن برخود دراز

تھوڑی دیر کا کام ہے، کردے اور بھاگ جا ۔۔۔ مختصر کام کو اپنے لیے لمبا نہ کر

خواہ در صد سال و خواہی یک زماں ۔۔۔ ایں امانت را گذارو وارہاں

خواہ سو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں ۔۔۔ یہ امانت ادا کر دے اور چھوٹ جا

بیان آنکہ نماز وروزہ وحج وہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست برنورِ اندرونی

اس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد ۔۔۔ ہم گواہی دادنست از اعتقاد

یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد ۔۔۔ بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے

ایں زکوٰۃ و ہدیۂ و ترکِ حسد ۔۔۔ ہم گواہی دادنست از سِرِّ خود

یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا ۔۔۔ (بھی) اپنے باطن پر گواہی دینا ہے

خوان و مہمانی پئے اظہار راست ۔۔۔ کاے مِہاں ماباشما ہستیم راست

دسترخوان اور مہمانی اس کے اظہار کے لیے ہے ۔۔۔ کہ اے بزرگو! ہم تمھارے مخلص ہیں

ہدیہ[2] ہاؤ ارمغان و پیشکش ۔۔۔ شد گواہ آنکہ ہستم باتو خوش

ہدیے اور تحفہ اور نذرانہ ۔۔۔ اس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں

ہرکسے کو شُد بمالے یا فسوں ۔۔۔ چیست؟ دارم گوہرے در اندروں

جو شخص مال (دینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہے ۔۔۔ کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں

گوہرے دارم ز تقویٰ یا سخا ۔۔۔ ایں زکوٰۃ و روزہ برہر دوگوا

میں جوہر رکھتا ہوں تقویٰ کا یا سخاوت کا ۔۔۔ یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں

روزہ[3] گوید کرد تقویٰ از حلال ۔۔۔ باحرامش داں کہ نبود اِتّصال

روزہ کہتا ہے کہ اُس نے حلال سے پرہیز کیا ۔۔۔ سمجھ لے کہ حرام سے اُس کا اتصال نہ ہو گا

واں زکواتش گفت کو از مالِ خویش ۔۔۔ میدہد، پس چوں بدزدد ز اہلِ کیش

اُس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے ۔۔۔ دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چُرائے گا؟

گر بطرّاری کند پس دو گواہ ۔۔۔ جرح شُد در محکمۂ عدلِ اِلٰہ

اگر (کوئی گواہ) زبان درازی کرے گا تو دونوں گواہ ۔۔۔ خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

---

[1] یک زماں۔ گواہی دینا تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اس معاملہ کو دراز کرنا بے کار ہے۔ ایں نماز۔ ارکانِ اسلام پر عمل، اعتقاد پر عملی گواہی ہے۔ سِرِّ خود۔ یعنی اعتقاد۔ خوان۔ اگر میزبان مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے تو یہ اس بات کی گواہی ہے کہ وہ مہمان سے خوش ہے۔

[2] ہدیہ ہا۔ کسی کو تحفہ دینا یہ بھی اس کی گواہی ہے کہ تو اُس سے خوش ہے۔ ہر کسے۔ اگر کوئی شخص مال صرف کرتا ہے یا دعا دیتا ہے تو یہ اس بات پر گواہ ہے کہ اُس شخص میں تقویٰ کا جوہر موجود ہے یا وہ سخی ہے۔

[3] روزہ۔ روزہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس نے خدا کے حکم کے مطابق حلال کھانے کو بھی ترک کر دیا ہے تو پھر وہ حرام کب کھا سکتا ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ اس بات کی گواہ ہے کہ جب وہ اپنا مال صرف کر رہا ہے تو کسی دیندار کا مال کیسے چرا سکتا ہے۔ گر بطراری۔ اگر زکوٰۃ اور روزے میں ریا وغیرہ کا دخل کرے گا تو یہ دونوں گواہ اللہ کے دربار میں عدالت سے گر کر مجروح ہو جائیں گے۔

ہست صیاد[1] ار کند دانہ نثار — نے ز رحم و جُود بل بہرِ شکار

شکاری ہے، اگر دانہ بکھیرتا ہے — رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے کے لیے

ہست گُربہ روزہ دار اندر صیام — خفتہ کردہ خویش بہرِ صیدِ خام

بلّی روزہ دار ہے، روزوں میں — ناتجربہ کار شکار، کے لیے اپنے آپ کو سلائے ہوئے ہے

کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را — کردہ بدنام اہلِ جود و صوم را

اس کجی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کر دیا — اس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا

فضلِ حق با ایں کہ او کژی تند — عاقبت زیں جملہ پاکش می کند

باوجودیکہ وہ کجی کر رہا ہے اللہ کا کرم — انجام کار اُن سب سے اُس کو پاک کر دیتا ہے

سبق[2] بُردہ رحمتش داں غدر را — دادہ نورے کہ نباشد بدر را

اُس کی رحمت سبقت لے گئی اور اُس غدار کو — وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے

کوششش زاشستہ حق زیں اختلاط — غسل دادہ رحمت او را زیں خباط

اس خلط ملط سے اللہ (تعالیٰ) نے اُس کی کوشش کو دھو دیا — رحمت نے اُس کو اس خبطی پن سے غسل دے دیا

تا کہ غفاریِ اُو ظاہر شود — سیئاتِ جملہ را غافر شود

تاکہ اُس کی غفاری ظاہر ہو جائے — تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

پاک کردنِ آب ہمہ پلیدی ہارا و باز پاک کردنِ خدائے

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا پانی کو ناپاکی سے

تعالیٰ آب را از پلیدی، لا جرم حق تعالیٰ قدوس آمد

پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالیٰ بہت پاک ثابت ہوا

آب بہرِ ایں بباریدہ از سماک[3] — تا پلیداں را کند از خبثِ پاک

پانی ابر سے اس لیے برسایا — تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کر دے

آب چوں بیکار گردد، شُد نجس — تاچناں شدکاب را رو کرد حِس

پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا — ایسا ہو گیا کہ پانی کو حس نے رد کر دیا

حق ببردش باز در بحرِ صواب — تا بشستش از کرم آں آب آب

اللہ (تعالیٰ) اُس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا — یہاں تک کہ اُس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

---

[1] صیاد۔ شکاری پرندوں کو دانہ ڈالتا ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے۔ گربہ۔ بلی بھی روزہ دار معلوم ہوتی ہے لیکن اُس نے یہ صورت محض شکار کو پھانسنے کے لیے بنا رکھی ہے۔ کردہ بدظن۔ ریاکاری کے ساتھ روزہ رکھنے والا اور مال خرچ کرنے والا روزہ دار اور سخی کا بدنام کنندہ ہے۔ فضلِ حق۔ عبادت شروع میں ریا پھر عادت بنتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ اُس کو عبادت بنا دیتا ہے۔

[2] سبق بُردہ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سابق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ریاکار غدار کو بھی انجام میں نور بخش دیتا ہے۔ کوشش۔ اللہ تعالیٰ اُس عبادت کو جس میں ریا ہوتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے تاکہ اُس کی غفاری کا مظاہرہ ہو سکے۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعہ نجس کو پاک کر دیتا ہے پھر اُس ناپاک پانی کو از سر نو برسا کر پاک کر دیتا ہے تاکہ اُس کی صفتِ قدوسیت ظاہر ہو سکے۔

[3] سماک۔ ابر یا آسمان۔ خبث۔ نجاست۔ آب۔ جب پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو انسان اُس کو استعمال نہیں کرتا ہے حضرت حق تعالیٰ اُس کو پھر واپس بلا لیتا ہے اور اُس کو پاک صاف کر کے پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

سالِ[1] دیگر آمد او دامن کشاں — ہی کجا بودی؟ بدریای خوشاں

وہ دوسرے سال نازو انداز سے آیا — ہائیں؟ تو کہاں تھا؟ اچھوں کے دریا میں

من نجس زیں جاشدم پاک آمدم — بستدم خلعت سوئے خاک آمدم

میں اس جگہ سے ناپاک گیا، پاک آیا ہوں — میں نے شاہی لباس حاصل کیا، زمین کی جانب آ گیا ہوں

ہیں بیائید اے پلیداں سوئے من — کہ گرفت از خوئے یزداں خوئے من

خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ — کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کر لی ہے

در پذیرم جملہ زشتیت را — چوں ملک پاکی دہم عفریت را

میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کر لیتا ہوں — میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کر دیتا ہوں

چوں[2] شوم آلودہ باز آنجا روم — سوئے اصلِ اصلِ پاکیہا روم

جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اُس جگہ چلا جاتا ہوں — اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں

دلقِ چرکیں برکنم آنجا زسر — خلعتِ پاکم دہد بارِ دگر

وہاں میلی گدڑی سر سے اُتار دیتا ہوں — وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کر دیتا ہے

کارِ او این ست و کارِ من ہمیں — عالم آرایست ربُّ العالمین

اُس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے — جہانوں کا پالنے والا، عالم کو سنوارنے والا ہے

گر نبودے ایں پلیدیہائے ما — کے بُدے ایں بارنامہ آب را

اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں — پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟

کیسہائے زر بدُزدید از کسے — میرود ہر سُو کہ ہیں کو مُفلسے

کسی سے سونے کی تھیلیاں چُرائے ہوئے — ہر جانب جاتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟

تابریزد[3] برگیاہِ رُستہء — تابشوید رُوی ہرنا شستہء

تاکہ اُگی ہوئی گھاس پر بہا دے — تاکہ ہر نہ دُھلے ہوئے کا منہ دھو دے

تابگیرد بر سر او حمّال وار — کشتیِ بے دست و پا را در بحار

تاکہ بوجھ اُٹھانے والے کی طرح سر پر لے لے — سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو

صد ہزاراں دارُو اندر وے نہاں — زانکہ دارُو زوبروید در جہاں

اس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں — کیونکہ دوا دنیا میں اسی سے اُگتی ہے

جانِ ہر دردے دلِ ہر دانہء — میرود در جُو چو دارُو خانہء

وہ (پانی) ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے — وہ اُس نہر میں چلا جاتا ہے جو دواخانہ کی طرح ہے

---

[1] سالِ دیگر۔ برسات کے موسم میں پھر وہ پانی پاک صاف ہو کر برس پڑتا ہے۔ ہی۔ اس پانی سے کوئی دریافت کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں جنتیوں کے دریا میں تھا۔ من نجس۔ میں اس دنیا میں ناپاک ہو گیا تھا اس لیے چلا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر پاکی کی خلعت عطا فرمادی تو میں دوبارہ دنیا میں آ گیا ہوں۔ ہیں۔ وہ پانی کہتا ہے کہ اے ناپاکو! میری جانب آ جاؤ میں تمھیں پاک کر دوں گا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدوسیت حاصل کر لی ہے۔ در پذیرم۔ میں سب برائیوں کو دھو دیتا ہوں اگر انسان شیطان بھی ہے تو اُس کو فرشتہ کی طرح پاک صاف بنا دیتا ہوں۔

[2] چوں شوم۔ جب ناپاک ہو جاؤں گا پھر اس دربار میں پہنچ جاؤں گا اور از سرِ نو پاکی حاصل کر لوں گا۔ کارِ او۔ اللہ تعالیٰ کا کام پاک کرنا ہے اور میرا کام دوسروں کو پاک کر کے آلودہ ہو جانا ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا میں ناپاکی نہ ہوتی تو پانی کی صفت ظاہر نہ ہوتی۔ کیسہائے۔ پانی ہر ضرورت مند کو سیراب کرتا ہے۔

[3] تابریزد۔ پانی گھاسوں کو سیراب کرتا ہے ہر ناپاک کو پاک بناتا ہے دریا میں اپنے سر پر کشتی کو لیے پھرتا ہے۔ صد ہزاراں۔ بوٹیوں میں شفا کی خاصیت پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ جان۔ پانی ہر قسم کی بیماری کی دوا عطا کرتا ہے اور نہروں میں شفاخانہ بن کر بہتا ہے۔

زو[1] یتیمانِ زمیں را پرورش　　تشنگانِ خشک را از وے روش
زمین کے یتیموں کی اُس سے پرورش ہے　　خشک پیاسوں کی اُس سے رفتار ہے

استعانت خواستنِ آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن وقبول کردنِ حق تعالیٰ دعائے آب را

پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اش تیرہ شود　　ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شود
جب اُس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے　　ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے

نالہ از باطن برآرد کاے خدا　　آنچہ دادی دادم و ماندم گدا
اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا!　　جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے دے دیا اور میں فقیر ہو گیا

ریختم سرمایہ بر پاک و پلید　　اے شہِ سرمایہ دِہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد
میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا　　اے سرمایہ عطا کرنیوالے شاہ! اور زیادہ عطا کر

ابر[2] را گوید ببر جائے خوشش　　ہم تو خورشید آ ببالا برکشش
ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اُس کو اچھی جگہ لے جا　　سورج تو بھی آ، اس کو اوپر کھینچ لے

راہہائے مختلف میراندش　　تا رساند سوئے بحرِ بیحدش
وہ اس کو مختلف راستوں پر چلاتا ہے　　یہاں تک کہ اُس کو لامحدود دریا تک پہنچا دیتا ہے

خود[3] غرض زیں آب جانِ اولیا است　　کو غسولِ تیرگی ہائے شماست
اس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے　　کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونے والی ہے

چوں شود تیرہ ز غسلِ اہلِ فرش　　باز گردد سوئے پاکی بخشِ عرش
جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہو جاتی ہے　　عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے

باز آرد زاں طرف دامن کشاں　　از طہاراتِ محیطِ اُو دُرفشاں
اِدھر جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے　　وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو

وز تیمم وارہاند جملہ را　　وز تحرّی طالبانِ قبلہ را
سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے　　اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

زاختلاطِ خلق یابد اعتلال　　آں سفر جوید کہ اَرِحْنَا یَا بِلَالُ
لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے　　وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ "اے بلال ہمیں آرام پہنچا"

---

1. زو۔ زمین کے بے سہارا اُس سے سہارا پکڑتے ہیں اور خشک اُس سے تری حاصل کرتے ہیں۔ استعانت۔ پانی نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مکدر ہو جانے کے بعد وہ پھر صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول فرمالی۔ خیرہ۔ حیران۔ نالہ۔ پانی فریاد کرتا ہے کہ جو پاکی تو نے مجھے عنایت کی تھی وہ میں نے دوسروں کو دے دی۔ ھل من مزید۔ کیا کچھ اور ہے؟
2. ابر۔ اس فریاد پر اللہ تعالیٰ ابر کو حکم دیتا ہے کہ اس پانی کو تو دوسری جگہ لے جا اور سورج کو حکم دیتا ہے کہ تو پانی کو اوپر کھینچ لے۔ چنانچہ سورج اپنی گرمی سے اس کو بھاپ بنا کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔
3. خود غرض۔ اس پانی کے احوال کے ذریعہ سے مقصد اولیاءِ کرام کے حالات کو سمجھانا تھا اولیا بھی تمہاری نجاستوں کو پاک کرتے ہیں۔ چوں۔ جب عوام کے اختلاط سے ان میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور "تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا" اس اللہ کی طرف رجوع کر۔ پر عمل کرتے ہیں۔ باز آرد۔ جب شیخ تبتل اختیار کرتا ہے تو پھر اُس میں منجانب اللہ تطہیر کی طاقت آ جاتی ہے۔ وز تیمم۔ اب وہ مریدوں کو طہارتِ کاملہ عطا کرتا ہے۔ اور یقین کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اعتلال۔ بیمار ہونا۔ ارحنا۔ آنحضورؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا ہمیں اذان کے کلمات سنا کر راحت پہنچا۔

اے بلالِ خوش نوائے خوش صَہیل ۔۔۔ میذنہ بر رو بزن طبلِ[1] رَحیل

اے خوش نوا، خوش آواز بلال! ۔۔۔ میذنہ پر جا، کوچ کا نقارہ بجا دے

جاں سفر رفت و بدن اندر قیام ۔۔۔ وقتِ رجعت زیں سبب گوید سلام

جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے ۔۔۔ واپسی کے وقت اسی لیے سلام کرتی ہے

ایں مثل چوں واسطہ ست اندر کلام ۔۔۔ واسطہ شرط ست بہرِ فہمِ عام

یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے ۔۔۔ عوام کے سمجھنے کے لیے واسطہ ضروری ہے

اندر آتش کے رود بے واسطہ ۔۔۔ جز سمندر کو رہید از رابطہ

بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟ ۔۔۔ سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ سے آزاد ہو گیا ہے

واسطہ حمام[2] باید مر تُرا ۔۔۔ تاز آتش خوش کنی تو طبع را

تیرے لیے، حمام کا واسطہ چاہیے ۔۔۔ تا کہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کر لے

چوں نتانی شد در آتش چوں خلیلؑ ۔۔۔ گشت حمامت رسول، آبت دلیل

جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے ۔۔۔ رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا رہنما بنا

سیری از حق ست لیک اہلِ طبع ۔۔۔ کے رسد بے واسطہ ناں در شبع

پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا ۔۔۔ پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بغیر کب پہنچتا ہے؟

لطف از حق ست لیکن اہلِ تن ۔۔۔ در نیابد لطف بے پردہ چمن

لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا ۔۔۔ چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے

چوں[3] نماند واسطہ تن بے حجیب ۔۔۔ ہمچو موسیٰؑ نورِ مہ تابد زجیب

جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر پردے کے ۔۔۔ (حضرت) موسیٰؑ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے چمکتا ہے

گواہی دادنِ فعل و قولِ بیرونی بر ضمیر و نورِ اندرونی

بیرونی، قول و فعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنرہا آب را ہم شاہد ست ۔۔۔ کاندرونش پُرز نورِ ایزد ست

ہنر، پانی کے بھی گواہ ہیں ۔۔۔ کہ اُس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

فعل و قول آمد گواہانِ ضمیر ۔۔۔ زیں دو بر باطن تو استدلال گیر

فعل اور قول دل کے گواہ ہیں ۔۔۔ ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کر لے

---

[1] طبلِ رحیل۔ سفر کا نقارہ۔ یعنی رجوع الی اللہ کا اعلان۔ جاں سفر۔ نماز کی حالت میں روح قربِ الٰہی کا سفر اختیار کر لیتی ہے اور جسم رکوع و سجود ادا کرتا ہے نماز کے ختم پر جو سلام ہے وہ گویا روح واپس آ کر سلام کرتی ہے۔ ایں مثل۔ رجوع الی اللہ کے سلسلہ میں آنحضور کی یہ مثال مطلب سمجھانے کے لیے ایک واسطہ اور ذریعہ ہے۔ عوام بغیر مثال اور واسطہ کے مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں۔ اندر آتش۔ سمندر کیڑا بغیر کسی واسطہ کے آگ سے مستفید ہوتا ہے دوسرے کسی واسطہ کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

[2] حمام۔ حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے واسطہ سے آگ کی گرمی سے مستفید ہوتے ہیں۔ چوں نتانی۔ حضرت ابراہیمؑ کو واسطہ کی ضرورت نہ تھی عوام کے لیے رسول بمنزلہ حمام اور ان کی شریعت بمنزلہ پانی کے ہے۔ سیری۔ پیٹ کا بھرنا منجانب اللہ سے ہے چمن اس کا واسطہ ہے۔

[3] چوں نماند۔ جب وسائل ختم ہو جاتے ہیں تو پھر براہ راست استفادہ ہونے لگتا ہے۔ ایں ہنر۔ یعنی پانی کا دوسری چیزوں کو پاک کرنا اور پھر خود پاک ہو جانا۔ فعل و قول۔ انسان کے افعال اور اقوال سے اس کے باطن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

چوں[1] ندارد سیر سِرّت دردروں — بنگر اندر بولِ رنجور از بروں
جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے — تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کر لے

فعل و قول آں بولِ رنجوراں بُود — کہ طبیبِ جسم را بُرہاں بُود
بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے — جو جسمانی طبیب کے لیے دلیل ہے

واں طبیبِ رُوح در جانش رود — وز رہِ جاں اندر ایمانش رود
روحانی طبیب اُس کی روح میں گھستا ہے — اور روح کے راستہ سے اس کے ایمان میں چلا جاتا ہے

حاجتش نبوَد بقول و فعلِ خوب — اُحْذُرُوْھُمْ ھُمْ جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْب
اُس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے — اُن سے ڈرو وہ دلوں کے جاسوس ہیں

ایں[2] گواہِ فعل و قول ازوے بجوی — کو بدریائیست و اصل ہمچو جُوی
یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر — جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

قول و فعلِ اُو گواہِ اُو بُود — کو بدریا مُتصل چوں جُو بُود
اس کا قول و فعل اس کا گواہ ہوتا ہے — جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے

بنگر اندر فعلِ اُو و قولِ اُو — تاچہ دارد در ضمیر آں راز جُو
اس کے فعل اور اُس کے قول کو دیکھ — کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

نورش اندر مرتبت چندست و چیست — بہرِ صیدِ اُو دانہ پاشد یا سخیست
اُس کے مرتبہ میں نور کتنا اور کیسا ہے — وہ شکار کے لیے دانہ ڈال رہا ہے یا سخی ہے

گر بُود[3] صیاد ازوے دُور شو — واں فسون و فعل و قولش کم شنو
اگر وہ شکاری ہے اُس سے دُور ہو جا — اس کا منتر اور فعل و قول نہ سن

ور بُود صدیق دست ازوے مدار — تا رساند مرترا سوئے بحار
اگر وہ صدیق ہے تو اُس سے دستبردار نہ ہو — تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

در[4] بیان آنکہ آں نورِ خدا خود را از اندرونِ سِرِّ عارف ظاہر
اس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے
کند بر خلقان، بے فعلِ عارف و بے قولِ عارف، افزون باشد
فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اُس نور سے
ازاں کہ بفعل و قولِ اُو ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بُلند
بڑھا ہوا ہے جو اُس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو

---

[1] چوں ندارد۔ طبیب مریض کے اندر کی حالت نہیں دیکھ سکتا تو وہ قارورہ کے ذریعہ حالت معلوم کرتا ہے۔ واں طبیب۔ شیخ جو روحانی طبیب ہے وہ مرید کے باطن کی سیر کر لیتا ہے لہٰذا اُس کو مرید کے قول و فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے شیوخ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

[2] ایں گواہ۔ عوام کو شیخ کے انتخاب میں شیخ کے قول و فعل سے اس کے باطن پر استدلال کرنا چاہیے اور پتا لگانا چاہیے کہ اُس کا اِتّصال بحرِ حقیقت سے ہے یا نہیں۔ تاچہ دارد۔ اُس کا قول و فعل اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔

[3] گر بُود۔ اگر وہ محض بناوٹی شیخ ہے تو اُس کے قول و فعل کی طرف دھیان نہ کر۔ ور بُود۔ اور اگر وہ شیخ صادق ہے تو اس سے وابستہ ہو جا تاکہ وہ حقیقت کے سمندروں تک پہنچا دے۔ در بیان۔ اگر شیخ میں خدائی نور ہوتا ہے تو وہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اُس کے اظہار کیلئے شیخ کے کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں ہے۔

شود ببانگِ خروس و اعلامِ مؤذن و علاماتِ دیگر حاجت نیاید

اس کو مرغے کی اذان اور مؤذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیک[1] نورِ سالکے کز حد گذشت / نورِ اُو پُرشد بیابانہا و دشت

لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے / اُس کے نور سے جنگل اور بیابان پُر ہو جاتے ہیں

شاہدیش فارغ آمد از شہود / وز تکلفہای وجانبازیِ وجود

اس کی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے / اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

نورِ آں گوہر چو بیروں تافتہ است / زیں تسلسہا فراغت یافتہ است

جبکہ اُس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے / اُس کو ان مکاریوں سے نجات مل گئی ہے

پس[2] مجو از وے گواہِ فعل و گفت / کہ از و ہر دو جہاں چوں گل شگفت

تو اُس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ / کیونکہ دونوں جہان اس کی وجہ سے پھول کی طرح کھلتے ہیں

ایں گواہی چیست؟ اظہارِ نہاں / خواہ قول و خواہ فعل و غیرِ آں

یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے / خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور اس کے علاوہ ہو

کہ عرض اظہارِ سِرِّ جوہرست / وصف باقی ویں عرض بر معبرست

کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے / صفت باقی ہے اور یہ عرض گذرگاہ پر ہے

ایں نشانِ زر نماند برمحک / زر بماند نیک نام و بے رشک

کسوٹی پر سونے کا یہ نشان (باقی) نہیں رہتا / سونا نیک نام اور بے شک (باقی) رہتا ہے

ایں[3] صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام / ہم نماند، جاں بماند نیک نام

یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے / بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہے گی

جاں چنیں افعال و اقوالے نمود / بر محکِ امر، جوہر را بسُود

جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیے / جوہر کو امر کی کسوٹی پر گھسا

کاعتقادم راست ست اینک گواہ / لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ

کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے / لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے

تزکیہ باید گواہاں را بداں / تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں

سمجھ لے، گواہوں میں عدالت ہونی چاہیے / اس کی عدالت، اخلاص اور تیرا اُس پر مطلع ہونا ہے

حفظِ لفظ اندر گواہِ قولی ست / حفظِ عہد اندر گواہِ فعلی ست

قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے / فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے

---

1. لیک۔ عارف باللہ میں وہ نور ہوتا ہے کہ اس سے عالم پُر ہو جاتا ہے۔ شاہدیش۔ اس کے لیے گواہوں کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ نورِ آں۔ اس کے جوہر کا نور ایسا روشن ہوتا ہے کہ اُس کے اظہار کے لیے کسی تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

2. پس مجو۔ ایسے شیخ کی صداقت پر اس کے قول و فعل سے گواہی چاہنا مناسب نہیں ہے۔ کہ عرض۔ عرض فنا ہو جاتا ہے جوہر باقی رہتا ہے۔ قول و فعل عرض ہے اور نورِ باطن جوہر ہے۔ بر معبرست۔ یعنی فانی ہے۔ وصف۔ یعنی نورِ باطن۔ ایں نشان۔ سونے کو پہچاننے کے لیے کسوٹی پر کسا جاتا ہے وہ کس فنا ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔

3. ایں صلوٰۃ۔ عبادات کے ذریعہ روح کو نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ یہ عبادات فانی ہیں نیکنامی ہی باقی رہتی ہے۔ جاں۔ روح اپنی نیکنامی کے لیے خدائی حکم کے مطابق افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور یہ افعال و اقوال جس کے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابلِ قبول نہیں ہوتا بلکہ عادل گواہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے اسلئے گواہ کا تزکیہ یعنی اسکی عدالت ثابت کرنا ضروری ہے۔ افعال و اقوال کا تزکیہ یہ ہے کہ ان میں اخلاص ہو ریا وغیرہ نہ ہو حفظِ لفظ، تیرا ایمان جو گواہِ قولی ہے اُس میں اسکی ضرورت ہے کہ تیری زبان سے کوئی غیر مناسب لفظ نہ نکلے فعلی گواہ میں اس کی ضرورت ہے کہ تو اپنے افعال میں عہدِ الست کی برابر نگہداشت رکھے۔

گر گواہِ[1] قول کژ گوید ردست ... ور گواہِ فعل کژپوید بدست

اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رد ہے ... اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بد ہے

قول و فعلِ بے تناقض بایدت ... تاقبول اندر زماں پیش آیدت

بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لیے ضروری ہے ... تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے

سَعْیَکُمْ شَتّٰی تناقض اندرید ... روز میدوزید و شب برمیدرید

تمھاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو ... دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو

پس گواہی باتناقض کہ شنود ... یا مگر حکمے کند از لطفِ خود

تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟ ... ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کر دے

فعل[2] و قولِ اظہارِ سِرِّ ست و ضمیر ... ہر دو پیدا میکند سِرِّ ستیر

فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے ... دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں

چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول ... ورنہ محبوس ست اندر مُول مُول

جب تیرے گواہ کی عدالت ثابت ہوگئی وہ مقبول ہوگیا ... ورنہ وہ ٹھہرا رہ ٹھہرا رہ میں پھنسا ہوا ہے

تاتو بستیزی ستیزند اے حرون ... فَانْتَظِرْ هُمْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ

اے سرکش! جب تک تو جھگڑا کرے گا وہ جھگڑیں گے ... پس تو اُن کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

عرضہ[3] کردنِ مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمانِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمہء شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد، مصطفیٰؐ ... عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتیٰ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، مصطفیٰؐ نے ... ایمان پیش کر دیا اور اُس نوجوان نے قبول کر لیا

آں شہادت را کہ فرخ بودہ ست ... بند ہائے بستہ را بکشودہ ست

وہ (کلمہء) شہادت جو بابرکت ہے ... جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے

گشت مومن گفت اُورا مصطفیٰؐ ... کامشباں ہم باش تو مہمانِ ما

وہ مومن بن گیا، اس کو مصطفیٰؐ نے فرمایا ... تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ

گفت واللہ تا ابد ضیفِ توام ... ہر کجا باشم بہرجا کہ رَوَم

اُس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کے لیے آپ کا مہمان ہوں ... جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں

---

[1] گر گواہِ قول۔ قولی گواہ ہے اگر کوئی لفظ غلط نکلے گا تو گواہ مردود ہوجائے گا فعلی گواہ میں اگر کوئی عمل عہدِ الست کے خلاف ہوگا تو وہ مردود ہوجائے گا۔ قول و فعل۔ ان دونوں گواہوں میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہوجائیں گے۔ سعیکم شتّی۔ تمہاری کوششیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ روز۔ دن میں کچھ رات میں کچھ اور کرتے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہی مردود ہے۔ ہاں خدا اپنے فضل سے قبول کرسکتا ہے۔

[2] فعل و قول۔ انسان کا قول و فعل اس کے دل میں چھپی ہوئی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گواہوں کی نیکی ثابت ہوجاتی ہے تو گواہی مقبول ہوجاتی ہے ورنہ گواہ خود پھنس جاتا ہے۔ مول مول۔ یعنی اُس کو حکم ہوگا کہ ٹھہرا رہ۔ فانتظرھم۔ قرآن پاک میں آنحضور کو حکم ہے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ۔ اے نبی آپ ان سے رُوگردانی کر لیجئے اور انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

[3] عرضہ کردن۔ پیش کرنا۔ شہادت۔ کلمہء شہادت۔ فرخ۔ مبارک۔ گشت۔ وہ کافر مہمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ امشباں۔ آج کی رات۔ گفت۔ اس نے کہا اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے دسترخوان کا خوشہ چین ہوں۔

زندہ[1] کردہ معتق و دربانِ تُو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہوں

ہر کہ بگزیند جُز ایں بگزیدہ خواں
جو اس منتخب دستر خوان کے علاوہ منتخب کرے گا

ہر کہ سُوئے غیرِ خوانِ تو رَوَد
جو آپ کے دسترخوان کے غیر کے پاس جائے گا

ہر کہ از ہمسائگیِ تو رَوَد
جو آپ کے پڑوس سے جائے

دَر رَوَد بے تو سفر اُو دُور دست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے

ور نشیند بے تو بر اسپِ شریف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے

در بچہ[2] گیرد ازو شہنازِ اُو
اگر اُس کی نازنین (بیوی) اُس سے بچہ جنے

در نُبے شَارِکْھُمْ گفت ست حق
اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں ''اُن کا شریک ہو جا'' فرمایا

گفت پیغمبرؐ زغیب ایں را جلی
پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا

یارسول[3] اللہ رسالت را تمام
اے اللہ کے رسول! پوری رسالت کو

ایں کہ تو کردی دو صد مادر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا

از تو جانم از اجل نک جان بُرد
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچالے گی

گشت مہمانِ رسولؐ آنشب عرب
عرب اُس رات رسولؐ کا مہمان ہو گیا

ایں جہان و آں جہاں برخوانِ تُو
اس جہان میں اور اس جہان میں آپ کے دسترخوان پر ہوں

عاقبت دَرّد گلویش اُستخواں
انجام کار ہڈی اُس کا گلا پھاڑ دے گی

دیو با اُو داں کہ ہم کاسہ بُود
سمجھ لیجیے، شیطان اُس کا ہم پیالہ ہو گا

دیو بے شکّے کہ ہمسایہ اش بُود
بے شک شیطان اُس کا پڑوسی ہو گا

دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ وَیَست
شیطان اُس کا ہمراہی اور شریکِ دسترخوان ہے

حاسدِ ما ہست دیو اُورا رَدیف
وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اُس کے پیچھے سوار ہے

دیو در نسلش بُود انبازِ اُو
شیطان اُس کی نسل میں اس کا شریک ہو گا

ہم دَر اموال و دَر اولاد از سبق
مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

در مقاماتِ نوادر با علیؓ
نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے

تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام
آپ نے دکھا دیا بغیر ابر کے سورج کی طرح

عیسٰیؑ و افسونش با عاذر نکرد
(حضرت) عیسٰیؑ اور ان کی دعا نے عاذر کے ساتھ نہ کیا

عاذر ارشد زندہ آندم باز مُرد
عاذر اگر اُس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا

شیرِ یک بُزنیمہ خورد و بست لب
ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کر لیے

---

[1] زندہ کردہ۔ آپ نے مجھے حیاتِ ابدی عنایت کی ہے۔ معتق۔ غلامی سے آزاد شدہ۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے دسترخوان سے بھاگے گا وہ ہلاک ہوگا اور شیطان اُس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بنے گا۔ ہمسائگی۔ جو آپ کا پڑوس چھوڑے گا شیطان اُس کا پڑوسی بنے گا۔ سفرہ۔ دسترخوان۔

[2] در بچہ۔ اگر اُس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطانی اثر ہوگا۔ شہناز۔ شاہ ناز یعنی بیوی۔ انباز۔ شریک۔ در نبے۔ قرآن پاک میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے ''وَشَارِکْھُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ'' اور تو اُن کا مالوں اور اولاد میں شریک بن جا۔

[3] یارسول اللہ۔ اُس نو مسلم مہمان نے کہا۔ غمام۔ ابر۔ دو صد مادر۔ ماں کی محبت مشہور ہے۔ عاذر۔ وہ شخص تھا جس کو حضرت عیسٰیؑ نے مرنے کے چالیس سال بعد زندہ کر دیا تھا لیکن پھر وہ طبعی موت مر گیا تو اس کی حیات عارضی تھی آپ نے مجھے ابدی زندگی عطا کر دی ہے۔ گشت۔ وہی بسیار خور اب مسلمان ہونے کے بعد ایک بکری کے آدھے دودھ سے سیر ہو گیا۔

کرد[1] الحاحش بخور شیر و رقاق
آنحضورؐ نے اُس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھالے
گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق
اُس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری سے

ایں تکلف نیست نے ناموس و فن
یہ تکلف نہیں ہے، نہ شرم اور مکر
سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من
میں اُس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کہ کل (تھا)

در عجب ماندند جملہ اہلِ بیت
سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے
پُر شد ایں قندیل از یکقطرہ زیت
کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا

آنچہ قوّتِ مُرغ بابیلے بُود
جو ابابیل پرند کی خوراک ہو
سیریِ معدہ چنیں پیلے بُود
ایسے ہاتھی کا اُس سے پیٹ بھر جائے

فُجفجے افتاد اندر مرد و زن
مرد و زن میں کُھس پُھس ہونے لگی
قدرِ پشہ می‌خورد آں پیلتن
یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص و وہمِ کافری سر زیر شد
کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا
اژدہا از قوّتِ مورے سیر شد
اژدہا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا

آن گدا[2] چشمی و کُفر از وے برفت
وہ بھکاری پن اور کفر اُس سے رخصت ہوا
لُوتِ ایمانیش لُمتر کرد و زفت
اُس کو ایمان کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا

آنکہ از جوع البقر اُو می طپید
وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپتا تھا
ہمچو مریم میوۂ جنت بدید
اُس نے (حضرت) مریمؑ کی طرح جنت کے پھل دیکھ لیے

میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت
جنت کے پھل اُس کی آنکھوں کی جانب دوڑ آئے
معدۂ چوں دوزخش آرام یافت
اُس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا

ذاتِ ایماں نعمت ولو تے ست ہول
ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے
اے[3] قناعت کردہ از ایماں بقول
اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کرلیا ہے

در بیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسمِ اولیاء

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بھی

میشود تا اوہم یارِ شود رُوح را کہ اَسْلَمَ شَیْطَانِی عَلٰی یَدِیْ

روح کا دوست بن جاتا ہے کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا ہے

گرچہ آں مطعومِ جان ست و نظر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے
جسم راہم زاں نصیب ست اے پسر
اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے

---

1. کرد۔ آنحضورؐ نے مزید کھانے پر اصرار کیا۔ الحاح۔ اصرار۔ رقاق۔ چپاتی روٹی۔ دوش۔ شب گذشتہ۔ پُر شد۔ یعنی آج یہ تھوڑی غذا سے سیر ہوگیا۔ آنچہ۔ ہاتھی کا پیٹ ابابیل کی خوراک سے بھر گیا۔ پیلتن۔ ہاتھی جیسے جسم والا۔ حرص۔ کفر کی حالت کی حرص جاتی رہی۔
2. گدا چشمی۔ لالچ۔ حرص۔ لوت۔ اب چونکہ وہ مومن ہوگیا ایمانی غذا نے اور موٹا تازہ کردیا۔ جوع البقر۔ بیماری ہے جس میں کبھی پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ مریم۔ حضرت مریم حاملہ ہونے کی صورت میں جنتی پھل کھاتی رہیں اور دنیاوی غذا سے بے نیاز رہیں۔ ذاتِ ایمان۔ ایمان کی حقیقت عجب نعمت اور غذا ہے اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر جسمانی غذا کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی ہے۔
3. اے قناعت کردہ۔ جو لوگ صرف زبانی مومن ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ در بیان۔ نورِ ایمان روح کی غذا ہے جب روح اور جسم کا اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ نور جسم کی غذا بھی بن جاتا ہے۔ اسلم۔ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ نفسِ امارہ میرا تابع ہوگیا ہے۔ مولانا نے یہاں شیطان سے مراد جسمِ انسانی لیا ہے یعنی وہ بھی روح کا ساتھی بن گیا ہے۔ گرچہ آں۔ یعنی نورِ ایمانی۔

گر نگشتے[1] دیو جسم آں را اکول — اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول

اگر شیطان کا جسم اُس کا کھانے والا نہ بنتا — (تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

دیوزاں لوتے کہ مُردہ حیّ شود — تا نیاشامد مُسلماں کے شود

شیطان اُس غذا کو جس سے مُردہ زندہ ہوتا ہے — جب تک نہ پی لیتا، مسلمان کب ہوتا

دیو بر دنیاست عاشق کوروکر — عشق را عشقِ دگر بُرّد کمر

شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے — عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے

از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد — اندک اندک عشق رخت آنجا کشد

یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے — آہستہ آہستہ عشق اس جگہ ڈیرہ ڈالتا ہے

یَا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ هٰكَذَا — اِنَّمَا الْمِنْهَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا

اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو — غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

یَا مَرِیْضَ الْقَلْبِ عَرِّجْ لِلْعِلَاجِ[2] — جُمْلَةُ التَّدْبِیْرِ تَبْدِیْلُ الْمِزَاجِ

اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو — مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے

اَیُّهَا الْمَحْبُوْسُ فِیْ رَهْنِ الطَّعَامِ — سَوْفَ تَنْجُوْ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْعِظَامِ

اے کھانے کی رہن کے قیدی — عنقریب تو نجات پاجائیگا، اگر تو نے بڑے مصائب برداشت کرلیے

اِنَّ فِی الْجُوْعِ طَعَامًا وَّافِرًا — اِفْتَقِدْهُ وَارْتَجِ یَا نَافِرًا

بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے — اُس کو تلاش کر لے اور اُمید لگا اے بھاگنے والے

اِغْتَذِ بِالنُّوْرِ كُنْ مِثْلَ الْبَصَرِ — وَافِقِ الْاَمْلَاكَ یَا خَیْرَ الْبَشَرِ

نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا — اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر

چوں[3] ملک تسبیحِ حق را کُن غذا — تا رہی ہمچوں ملائک از اذا

فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے — تاکہ تو فرشتوں کی طرح سے نجات پا جائے

جبرئیل ار سُوئے جیفہ کم تند — اُو بقُوت کے ز کرگس کم زند

اگرچہ جبرئیل مُردار کا رُخ نہیں کرتے ہیں — وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟

پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است — اوز پشہ بازگوچوں رستہ است

ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے — بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے؟

---

[1] گر نگشتے۔ اگر جسم روح کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ نہ بنتا تو حضورؐ "شیطان مسلمان ہوگیا" نہ فرماتے۔ دیو۔ شیطان اگر نور سے غذا حاصل نہ کرتا تو وہ مسلمان کب بن سکتا تھا۔ دیو۔ جسم انسانی دنیا کا عاشق ہے جب تک آخرت کا عشق نہ پیدا ہوگا اس عشق کی کمر نہ ٹوٹے گی۔ از نہانخانہ۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے تو عشق نمودار ہو جاتا ہے۔ یا حریص۔ غذا کی تبدیلی سے مزاج بدلتا ہے اور اُس سے مرض زائل ہو جاتا ہے، انسان کو غذائے جسمانی چھوڑ کر غذاءِ روحانی کا عادی بننا چاہیے۔

[2] یا مریض۔ مزاج کے تغیر سے ہی امراض پیدا ہوتے ہیں جب مزاج کی تبدیلی کر کے اُس کو اصل حالت میں لے آیا جائے تو مرض زائل ہو جاتا ہے۔ اعظام۔ صبر کے مصائب برداشت کرنے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ انّ فی الجوع۔ شعر (اندرون از طعام خالی دار۔ تادر آں نور معرفت بینی)

[3] چوں ملک۔ فرشتوں کو تسبیح کے ذریعہ غذاءِ نور حاصل ہوتی ہے۔ جبرئیل۔ جبرئیل کی طاقت نورانی ہے اُن کی پرواز مُردار خور گدھ سے بہت زیادہ ہے۔ پیل۔ ہاتھی کا جسم بھاری بھرکم ہے لیکن مچھر اس کو ہلاک کرسکتا ہے تو جسم کی طاقت پر مدار نہیں ہے۔

حَبَذا[1] خوانے نہادہ در جہاں		لیک از چشمِ خسیسان بس نہاں
دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے		لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

انکار کردنِ اہلِ تن غذائے روح راو لرزیدنِ ایشان برغذائے خسیسِ جسمانی

تن پروردوں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور ان کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُراز نعمت شود		قسمِ موش و مار ہم خاکے بُود
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے		چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسمِ شاں خاکست گردے گر بہار		میر کونی خاک چوں نوشی چو مار
اُن کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار ہو		تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے

درمیانِ چوب گوید کرمِ چوب		مرکرا باشد چنیں حلوائے خوب
لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے		ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے؟

درمیانِ[2] خاک گوید کرمِ خورد		ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد
چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے		دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا

کرمِ سرگیں درمیانِ آں حَدَث		در جہاں نُقلے نداند جُز خَبَث
گوبر کا کیڑا اس نجاست میں		دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا ہے

جُز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ		شد نجاست مر وُرا چشم و چراغ
کوّا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے		نجاست ہی اُس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

(دُعا)

اے[3] خدائے بے نظیر ایثار کُن		گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن
اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے		جبکہ تو نے اس کام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے

گوشِ ما گیر و بداں مجلس کشاں		کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں
ہمارا کان پکڑ اور اُس مجلس میں کھینچ		کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں		سرمبند آں مشک را اے ربِّ دیں
جبکہ تو نے ہم تک اُس کی خوشبو پہنچا دی ہے		اے دین کے رب! اُس مشک کو بند نہ کر

---

[1] حبذا۔ نورانی خوان دنیا میں موجود ہے لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے وہ صرف ظاہری غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار کردن۔ دنیادار غذاءِ روح کے منکر ہیں اور جسم کی جسمانی غذا کی طرف مائل ہیں۔ گر جہاں۔ اگر پورا عالم باغ بن جائے تب بھی چوہے اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی ہے یہی حال ان دنیاداروں کا ہے۔ درمیاں۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی ہی کو بہترین حلوا سمجھتا ہے۔

[2] درمیان۔ زمین کا کیڑا زمین ہی کو اپنا حلوا سمجھتا ہے۔ کرمِ سرگیں۔ گوبر کے کیڑے کو گوبر ہی بہتر غذا معلوم ہوتی ہے۔ کلاغ۔ کوا نجاست ہی کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔ مناجات۔ دعا۔

[3] اے خدا۔ جب تو نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اسرار و حکم سُن رہے ہیں تو پھر ہمیں اہلِ حال کی مجلس میں پہنچا دے۔ زیں سخن یعنی اسرار و حکم۔ رحیق۔ شراب۔ سرخوشاں۔ مستاں۔ چوں۔ جب تو نے ہمیں اہلِ دل کی باتیں سنا دی ہیں تو ان کو ہم سے مخفی نہ رکھ۔

از تو[1] نوشند از ذکور و از اناث　بے دریغی در عطا، یا مُستغاث

مذکر اور مونث تجھ ہی سے پی رہے ہیں　اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے

اے دُعا ناگفتہ از تو مستجاب　دادہ دل راہردمی صد فتحِ باب

اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہے　تو نے ہر لحہ دل کو سینکڑوں دروازے کی کشادگیاں عطا کی ہیں

چند حرفے نقش کردی از رقوم　سنگہا از عشقِ اُو شد ہمچو موم

تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کیے　اس کے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہو گئے

نونِ ابرو و صادِ چشم و جیمِ گوش　بر نوشتی فتنہٴ صد عقل و ہوش

ابرو کا نون، آنکھ کا صاد، کان کا جیم　تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کے لیے فتنہ ہیں

زاں حروفت شُد خرد باریک ریس　نسخ میکن اے ادیبِ خوشنویس

تیرے اُن حروف سے عقل دقیق النظر ہو گئی　اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ

درخورِ[2] ہر فکر بستہ برعدم　دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم

عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے　ہر لحہ، حسین خیالی نقش

حرفہائے طرفہ برلوحِ خیال　برنوشتہ چشم وابرو خط و خال

خیال کی تختی پر عجیب حروف　آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیے ہیں

برعدم باشم نہ برموجود مست　زانکہ معشوقِ عدم وافی ترست

میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا　کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے

عقل را خط خوانِ آں اشکال کرد　تا دہد تدبیرہا را زاں نَورد

عقل کو اُن شکلوں کو پڑھنے والا بنا دیا　تاکہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ[3] عقل بجبرئیلؑ و نظرِ اودرغیب مانندِ نظرِ جبرئیلؑ در لوحِ محفوظ

عقل کی (حضرت) جبرئیلؑ سے مشابہت اور اس کی نظر کا غیب پر (حضرت) جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد　ہر صباحے درس ہر روزہ برد

عقل، فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے　ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

برعدم تحریرہا بیں با بیاں　واں سوادش حیرتِ سودائیاں

عدم میں وہ تحریریں لکھ، باوجود بیان کے　اُن کی سیاہی دیوانوں کے لیے باعث حیرت ہے

ہر کسے شد برخیالے ریش گاوٴ　گشتہ در سودائے گنجے گنج گاوٴ

ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے　خزانے کے خیال میں گنج گاوٴ بنا ہوا ہے

---

[1] از تو۔ تیری عطا عام ہے تو ہمیں بھی محروم نہ کر۔ اے دُعا۔ تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ مانگی ہوئی دعائیں بھی قبول فرما لیتا ہے اور دل کو سینکڑوں اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔ چند حرفے۔ معشوقوں کے اعضا چند حرفوں کے مشابہ ہیں، نون ابرو کے، اور صاد آنکھ کے حلقہ کے اور جیم کان کے۔ یہ حضرتِ حق کی کاریگری ہے کہ چند حرف اُس نے تحریر فرما دیے جن کی تاثیر سے سنگدل عاشقوں کے دل موم ہو گئے ہیں۔ زاں۔ ان حروف کے ذریعہ عقل مصنوع سے صانع پر استدلال کرنے کے قابل ہو گئی۔ ریس۔ دقیق فکر۔

[2] درخور۔ انسان جس طرح حسی حروف سے مقاصد اور مطالب اخذ کرتا ہے اسی طرح خیالی حروف بھی ہیں جن سے انسان مطالب اخذ کرتا ہے۔ اس کے لوحِ خیال پر چشم وابرو کے نقش قائم ہیں۔ بر عدم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صورتِ خیالی سے عاشق کا اتحاد تام ہوتا ہے اور وہ ناقابلِ فنا ہے اس لیے میں صورتِ حسی پر صورتِ خیالی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اشکال۔ یعنی خیالی صورتیں۔

[3] تشبیہ۔ جس طرح حضرت جبرئیلؑ لوحِ محفوظ سے پڑھتے ہیں۔ اسی طرح عقل بھی غیب سے پڑھتی ہے اور روزانہ کا درس حاصل کرتی ہے۔ تحریرہا۔ پردہ غیب میں جو تحریریں ہیں عشاق اُن سے مطالب اخذ کرتے ہیں اور ان کی سیاہی میں حیران رہتے ہیں۔ ریش گاوٴ۔ احمق۔ گنج گاوٴ۔ ایک خزانہ کا نام ہے جو بہرام شاہ کو زمین میں مدفون ملا تھا۔

از خیالے[1] گشتہ شخصے پُرشکوہ — روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پُرشکوہ ہے — پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کیے ہوئے ہے

وز خیالے آں دگر با جُہدِ مُر — رُو نہادہ سُوئے دریا بہرِ دُر
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کے ساتھ — موتیوں کے لیے دریا کی جانب رُخ کیے ہوئے ہے

واں دگر بہرِ ترہّب در کنشت — واں یکے اندر حریصی سُوئے کِشت
دوسرا رہبانیت کے لیے گرجا گھر میں ہے — دوسرا حرص میں کھیتی (باڑی) کی جانب ہے

از خیال آں رہزنِ رستہ شُدہ — وز خیال ایں مرہمِ خستہ شُدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا — اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے

در پری خوانی یکے دل کردہ گم — برنجوم آں دیگر بنہادہ سم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے — دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے

آں یکے در کشتی از بہرِ رباح[2] — آں یکے بافسق و دیگر باصلاح
ایک نفع کے لیے کشتی میں ہے — ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں

ایں روشہا مختلف بیند بُروں — زاں خیالاتِ ملوّن زاندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں — اندر کے رنگارنگ خیالات کی وجہ سے

ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست — ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ (خیالات) کس بنا پر ہیں — ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے

آں خیالات ار نبند ناموتلف — چوں زبیروں شد روشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں — تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں

قبلہء جاں راچو پنہاں کردہ اند — ہرکسے رُو جانبے آوردہ اند
چونکہ انھوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے — ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل[3] روشہائے مختلف وہمہائے گوناگوں باختلاف تحرّی متحرّیاں در وقتِ نماز قبلہ را بوقتِ تاریکی و تحرّیِ غوّاصاں در قعرِ بحر

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت قبلہ کی انکل کرنے والوں کی انکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر کی تہ میں انکل سے مثال

---

[1] از خیالے۔ مختلف خیالات کی بنا پر جو کوششیں ہیں اُن کا ذکر ہے۔ وز خیالے۔ کوئی شخص موتی کی صورتِ خیالیہ کی بنا پر دریا سے اُس کا جویاں ہے۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا یعنی دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے گرجا گھر میں بیٹھ جانا۔ کنشت۔ یعنی نصاریٰ کا عبادت خانہ۔ رَستہ۔ بازار۔ پری خوانی۔ ایسے عمل کرنا جس سے بھوت اور پریاں حاضر ہو جاتی ہیں اس کو حاضرات کہا جاتا ہے۔

[2] رباح۔ نفع۔ ملوّن۔ رنگین۔ حیراں۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے خیالات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ آں۔ چونکہ ہر انسان کا خیال جداگانہ ہے اس لیے ہر شخص کا عمل بھی مختلف ہے۔ ناموتلف۔ مختلف۔ قبلہ جان۔ انسانوں نے عقل سے صحیح کام نہیں لیا اس لیے مقصودِ حقیقی مخفی ہو گیا اور ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق قبلہ کا ایک رُخ تجویز کر کے اُس کی طرف منہ کر لیا ہے۔

[3] تمثیل۔ حقیقی مقصود مخفی ہو جانے کی صورت میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ کی حقیقی سمت معلوم ہونے کی صورت میں ہر شخص ایک جانب کو نماز پڑھتا ہے یا مختلف غوطہ خور موتی کے لیے مختلف سمتوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔

ہمچو قومے کہ تحرّی میکنند — برخیالِ قبلہ ہر سُو می تنند

جس طرح لوگ اٹکل کرتے ہیں — قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رُخ کرتے ہیں

چونکہ[1] کعبہ رُونماید صبح گاہ — کشف گردد کہ کہ گم کردہ ست راہ

جب صبح کو قبلہ رُونما ہوتا ہے — واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چوغواصاں بزیرِ قعرِ آب — ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب

یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے — ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے

براُمیدِ گوہرو دُرِّ ثمیں — توبرہ پُرمیکنند از آن و ایں

جوہر اور قیمتی موتی کی اُمید پر — اُس اور اس سے تھیلی بھر لیتے ہیں

چوں برآیند از تگ دریائے ژرف — کشف گردد صاحب دُرِ شگرف

جب گہرے دریا کی تہہ سے باہر آتے ہیں — عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے

واں دگر کہ بُرد مروارید خُرد — واں دگرکہ سنگریز وشبہ بُرد

اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے — اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے

هٰكَذَا نَبْلُوْهُمْ بِالسَّاهِرَه[2] — فِتْنَةً ذَاتَ افْتِضَاحٍ قَاهِرَه

اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے — آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہوگی

ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں — گردِ شمعے پَرزناں اندر جہاں

اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح — دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے

خویشتن برآتشے برمیزنند — گردِ شمعِ خود طوافے می کنند

اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے — اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے

براُمیدِ آتشِ موسیٰ بخت — کزلہیبش سبز و تر گردد درخت

نصیب کے موسیٰ کی آگ کی اُمید پر — جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے

فضلِ آں آتش شنیدہ ہر رمہ[3] — ہرشرر را آں گماں بُردہ ہمہ

ہر جماعت نے اُس آگ کی فضیلت سُن لی ہے — سب نے اس چنگاری کو وہ سمجھا ہے

چوں برآید صبحدم نورِ خلود — وانماید ہریکے چہ شمع بود

جب صبح کو ہیشگی کا نور طلوع کرے گا — ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی

ہرکرا پر سوخت زاں شمعِ ظفر — بدہدش آں شمعِ خوش ہفتاد پر

جس کے اُس کامیابی کی شمع سے پر جلے ہیں — اُس کو وہ شمع ستر اچھے پر دیدے گی

---

[1] چونکہ۔جب صبح کو قبلہ رونما ہوتا ہے تو ہر شخص کو غلطی کا احساس ہوتا ہے۔اسی طرح لوحِ محفوظ کا مکتوب جب واضح ہوگا تو غلط اندیشوں کو غلطی کا احساس ہو گا۔دُرِّ ثمین۔قیمتی موتی۔توبرہ۔تھیلا۔ژرف۔گہرا۔شگرف۔عجیب۔

[2] ساہرہ۔روئے زمین،میدان۔افتضاح۔رسوا ہو جانا۔شمعے۔یعنی مقصود۔موسیٰ۔حضرت موسیٰ کو خدا کی تجلّی ایک درخت پر آگ کی صورت میں نظر آئی تھی۔لہیبش۔لپٹ۔

[3] رمہ۔جماعت۔آں۔یعنی نورِ موسوی۔نورِ خلود۔ابدی نور۔شمعِ ظفر۔یعنی عشقِ خداوندی۔

جُوقِ[1] پروانہ دو دیدہ دوختہ ماند زیرِ شمعِ بد پَر سوختہ

دونوں آنکھیں بند کیے ہوئے پروانوں کی جماعت بُری شمع کے نیچے پَر جلی ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سُوز میکند آہ از ہوائے چشم دوز

وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی آنکھیں سی دینے والی خواہشِ نفسانی سے آہ کرے گی

شمع اُو گوید کہ چوں من سوختم کے ترا برہانم از سوز و ستم

اُس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں

شمعِ اُو گریاں کہ من سَر سوختہ چوں[2] کنم من غیر را افروختہ

اُس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی دوسرے کو کیا روشن کروں؟

در تفسیر آیت یَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

اُوہمی گوید کہ از اشکالِ تو غرہ گشتم دیر دیدم حالِ تو

وہ کہے گا کہ تیری صورت سے میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی

شمع مُردہ بادہ رفتہ، دلربا غوطہ خورد ازننگ کژبینیِ ما

شمع مر کر چلی گئی، دل رُبا نے غوطہ مار لیا، ہماری کج بینی ذلت سے

ظَلَّتِ الْاَرْبَاحُ خُسْرًا مَّغْرَمًا تَشْتَكِيْ شَكْوَى اِلَى اللّٰهِ الْعَمٰى

منافع ڈنڈ والا نقصان بن گئے اندھے پن کا، اللہ سے شکوہ کرتا ہے

حَبَّذا[3] اَرواحِ اخوانِ ثقات مُسْلِمَاتٌ مُّؤْمِنَاتٌ قَانِتَات

ثقہ بھائیوں کی روحیں قابلِ مبارکباد ہیں مسلمان ہیں، مومن ہیں، دُعا کرنے والی ہیں

ہرکسے روئے بسُوئے بُردہ اند واں عزیزاں رُوبہ بے سُوکردہ اند

ہر شخص نے ایک جانب رُخ کیا ہے وہ باعزت ہیں جنھوں نے بے رُخ کیجانب رُخ کیا ہے

ہر کبوتر می پَرد دَر مذہبے ویں کبوتر جانبِ بے جانبے

ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے

ہر عقابے می پرد از جابجا ویں عقاباں راست بےجائی سرا

ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے ان بازوں کی سرائے لامکانی ہے

مانہ مرغانِ ہوا نے خانگی دانہء ما دانہء بے دانگی

ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پالتو ہمارا دانہ، بے دانگی کا دانہ ہے

---

[1] جوق۔ جولوگ عقلِ سلیم سے کام نہ لیں گے اور شیطان کے فریب خوردہ ہوں گے وہ گم گشتہ راہ ہوں گے۔ میکند۔ جو آنکھیں بند کر کے شہوات میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آہیں بھریں گے۔ شمع اُوگوید۔ یعنی باطل معبودان سے برأت کریں گے۔

[2] چوں کنم۔ باطل معبود خود عذاب میں ہوں گے وہ دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ او۔ باطل پرست۔ شمع۔ یعنی باطل معبود منہ چھپائیں گے۔ ظلت۔ متوقع نفع ٹوٹا ثابت ہوگا اور یہ لوگ اپنے اندھے پن کا شکوہ کریں گے۔

[3] حبذا۔ مومنین کی روحیں مسلمات ہوں گی۔ واں عزیزاں۔ جولوگ حق پرست ہیں اور انھوں نے اپنا رُخ ذاتِ منزہ کی طرف کیا ہے وہ باعزت ہوں گے۔ ویں کبوتر۔ یہ وہ روحیں ہیں جو مومنات ہیں۔ بے جانبے۔ یعنی ذاتِ حق جو جہت سے منزہ ہے۔ ہر عقابے۔ ہر انسان کا ایک جانب کو رُخ ہے لیکن اخوانِ صفا کا مکان لامکان ہے۔ مانہ۔ وہ یہ کہتے ہیں۔

زاں[1] فراخ آمد چنیں روزیِ ما — کہ دریدن شُد قبادوزیِ ما
اس لیے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے — کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیان آنکہ فرجی راچرا فرجی نام نہادند اوّل
اس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفئے بدرید جُبّہ در حَرَج — پیشش آمد بعد بدریدن فَرَج
ایک صوفی نے تنگی میں جُبّہ پھاڑ ڈالا — پھاڑنے کے بعد اُس کو فراخی میسر آ گئی

کردہ نامِ آں دریدہ فرَجی[2] — ایں لقب شد فاش ازاں مردِ نجی
اُس نے اُس پھٹے ہوئے (جُبّہ) کا نام کشادگی والا رکھدیا — اُس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا

ایں لقب شد فاش و صافش شیخ بُرد — ماند اندر طبعِ خلقاں حرف دُرد
لقب مشہور ہو گیا اور اُس کی حقیقت شیخ لے گیا — لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی

ہمچنیں ہرنام صافی داشتہ است — اسم راچوں دُردی بگذاشتہ است
اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا — اُس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا

ہر کہ گِلخوار[3]ست دُردی را گرفت — رفت صوفی سُوئے صافی ناشگفت
جو مٹی کھانے والا ہے اُس نے تلچھٹ لے لی ہے — صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا

گفت لابُد دُرد را صافی بُود — زیں دلالت دل بصفوت میرود
(صوفی نے) کہا، تلچھٹ کے لیے صفائی لازمی ہے — اس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب جاتا ہے

دُرد عُسر افتاد صافش یُسرِ اُو — صاف چوں خرماو دُردی بُسرِ اُو
تنگی تلچھٹ ہے اُس کا صاف اُس کی کشادگی ہے — صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اُس کا کچا ہے

عُسر بایُسر ست ہیں آئیس مباش — راہ داری زیں ممات اندر معاش
تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو — اس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے

صاف خواہی جُبّہ بشگاف اے پسر — تا ازاں صفوت برآری زودسَر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جُبّہ کو پھاڑ دے — تاکہ اُس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے

---

[1] فزاں۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر کھودنے سے ایندھن فراواں ہو جاتا ہے اور قبا چاک کر دینے سے روزی فراواں ہو جاتی ہے اُس کے استر ابرے وغیرہ کو فروخت کر کے گذارا کیا جا سکتا ہے، یعنی اسباب ظاہری کو ختم کر دینے سے اللہ پر توکل ہو جاتا ہے۔ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ دربیان۔ جُبّہ کو شروع میں فرجی اس لیے کہا گیا کہ ایک فقیر نے اپنا جُبّہ پھاڑ کر فروخت کر دیا اور اُس سے اُس کو فراخدستی حاصل ہو گئی یعنی اُس نے وجود ظاہری کو فنا کیا تو اُس کو جاودانی بقا حاصل ہو گئی اس لیے اُس نے پھٹے ہوئے جُبّہ کا نام فرجی یعنی کشادگی والا رکھ دیا۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔

[2] فرجی۔ یعنی اُس جُبّہ کا نام کشادگی والا پڑ گیا کیوں کہ اُس کے پھٹنے سے اُس فقیر کو کشادگی حاصل ہوئی تھی۔ فاش۔ مشہور۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ہمچنیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ابتداءً کوئی نام کسی حقیقت کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے، لیکن پھر اُس نام میں سے حقیقت گم ہو جاتی ہے اور صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔

[3] گلخوار۔ یعنی دُنیا پرستوں نے مجاز کو اختیار کر لیا اور حقیقت تک نہ پہنچے، حقیقت پرست صوفی حقیقت تک پہنچ گیا۔ گفت۔ مجاز پرست سمجھتا ہے کہ مجاز میں حقیقت پنہاں ہے۔ صفوت۔ نیز، صاف۔ عُسر۔ مجاز کی مثال تنگی اور کچی کھجور کی سی ہے اور حقیقت کی مثال یُسر اور پکی کھجور کی ہے۔ ہر عسر تنگی کے بعد یُسر اور سہولت میسر آتی ہے۔ راہ۔ فنا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی اور تن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔

ہست[1] صوفی آنکہ شد صفوت طلب
صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو

نہ لباسِ صوف و خیّاطی و دَب
نہ کہ اون کا لباس اور سینا اور نقش

صوفیی گشتہ بہ پیشِ ایں لئام
ان کمینوں کے لیے صوفی ہونا بن گیا ہے

اَلْخِیَاطَۃُ وَالَّلْوَاطَۃُ وَالسَّلَام
سینا اور اغلام، والسلام

برخیالِ آں صفا و نامِ نیک
صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے

رنگ پوشیدن نکو باشد و لیک
رنگین پہننا اچھا ہو گا لیکن

برخیالش گر روی تا اصلِ اُو
اگر اُس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے

ہمچناں کہ گربہ سُوئے ناں بہ بُو
جس طرح کہ بلّی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب

بُو[2] قلاوز است اے جویائے عشق
اے عشق کے تلاش کرنے والے! بُو رہنما ہے

نے زبُو یعقوبؑ شُد بینائے عشق
کیا بُو کی وجہ سے (حضرت) یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں بنے؟

دور باشِ غیرتت آمد خیال
(فاسد) خیال تیرے لیے دو شاخہ نیزہ ہے

گرد برگردِ سرا پردہ جلال
جلال کے پردے کے اردگرد ہے

بستہ ہر جوئندہ را کہ راہ نیست
جس نے ہر تلاش کرنیوالے کو باندھ دیا ہے کہ رات نہیں ہے

ہر خیالش پیش می آید کہ بیست
ہر خیال اُس کے سامنے آ جاتا ہے کہ ٹھہر جا

جُز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش
سوائے اُس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے

کِش بُوَد از جیشِ نصرتہاش جوش
جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے

بجہد[3] از تخیلہا بے شہ شود
وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر مات کے بن جاتا ہے

تیر شہ بنماید و بیروں رَوَد
شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ہر کہ راودر دست تیرِ شہ بُود
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو

راہ یابد تا بمنزل می رَوَد
راستہ پا لیتا ہے، منزل تک چلا جاتا ہے

فی المُناجات (دُعا)

اے قدیمِ رازدانِ ذُوالمنن
اے احسانوں والے، راز کو جاننے والے قدیم!

در رہِ تو عاجزیم و ممتحن
تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور شفقت میں ہیں

ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش
اس حیران دل کو تدبیر عنایت کر دے

ویں کمانہائے دو تو را تیر بخش
ان خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کر دے

---

[1] ہست۔ تصوف محض کمبل پوشی اور پیوند در پیوند گدڑی اور اُس کو منقش کرنے کا نام نہیں ہے۔ لئام۔ کمینے۔ لواطت۔ اغلام۔ ہر خیال۔ نیکی تک پہنچنے کے لیے نیکوں کا لباس اختیار کرنا مفید ہے لیکن محض لباس اختیار کر لینا اور بدوں کے سے کام کرنا بُرا ہے۔ ہمچناں۔ نشانات سے منزل مقصود تک پہنچنا چاہیے۔ محض نشان حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔

[2] بُو۔ کسی چیز کی خوشبو سے اُس چیز تک پہنچا جا سکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے عشق کے بینا بنے اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دور باش۔ وہ دو شاخہ نیزہ جو چوبدار بادشاہوں کے آگے لے کر لوگوں کو ہٹاتا ہوا چلتا ہے یعنی مجاز میں پھنسنا اور مجاز کا خیال خدا کی غیرت کا دور باش ہے جو انسان کو اُس کے دربار سے ہٹا دیتا ہے۔ بستہ۔ یہ خیال حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا ہے۔ جُز۔ توفیقِ خداوندی جن کا ساتھ دیتی ہے وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچتے ہیں۔

[3] بجہد۔ توفیق جن کا ساتھ دیتی ہے وہ ان خیالات سے شاہی تیر کی علامت دکھا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تیر شہ۔ شاہی تیر پر علامت ہوتی تھی جس کو دکھا کر کارکن ہر جگہ جا سکتا تھا۔ ذُوالمنن۔ احسانوں والا۔ اللہ تعالیٰ۔ ممتحن۔ مصیبت زدہ۔ تیر۔ یعنی شاہی۔

جُرعۂ[1] بر ریختی زاں خفیہ جام
تو نے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے
بر زمینِ خاک مِن کاسِ الکِرام
خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

جُست بر زُلف و رُخ از جرعہ نشاں
گھونٹ کا نشان زلف اور رخ پر تلاش کیا ہے
خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں
اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں

جُرعۂ حُسن ست کایں خاکست گَش
حُسن کا گلا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے
کہ بصد دل روز و شب می بوسیش
کہ تو دل و جان سے دن رات اُس کو چومتا ہے

جُرعۂ خاک آمیز چوں مجنوں کند
مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے
مر ترا تا صافِ اُوخود چوں کند
تو تجھے اس کا صاف کیا بنا دے گا؟

ہر[2] کسے پیشِ کلوخے جامہ چاک
ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے
کاں کلوخ از حُسن آمد جرعہ ناک
کیونکہ وہ ڈھیلا حسن سے گھونٹ حاصل کیے ہوئے ہے

جُرعۂ بر ماہ و خورشید و حمل
ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر
جرعۂ برعرش و کرسی وزحل
ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زحل پر

جُرعہ گوئیش اے عجب یا کیمیا
تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہہ لے یا کیمیا
کہ ز آسیبش فنا گردد بقا
کہ اُس کے اثر سے فنا، بقا بن جاتی ہے

جد طلب آسیب اُو اے ذوفنون
اے ہنرمند! اُس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے
لَا یَمَسُّ ذَاكَ اِلَّا الطَّاهِرُوْن
اُس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ

جُرعۂ بر لعل و برزر و دُرر
ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر
جُرعۂ برخمر و بر نُقل و ثمر
ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

جُرعۂ بر رُوئے خوبانِ لطاف
ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رُخ پر
تا چگونہ باشد آں روّاقِ صاف
تو اُس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہو گا؟

چوں[3] ہمی مالی زباں را اندریں
جبکہ تو اُس پر زبان کو ملتا ہے
چوں شوی چوں بینی آنرا بے زطیں
تو تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اُس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا

چونکہ وقتِ مرگ آں جُرعۂ صَفا
چونکہ موت کے وقت وہ مصفّٰی گھونٹ
زیں کلوخِ تن بمردن شد جُدا
جسم کے اس ڈھیلے سے، مرنے پر جدا ہو گیا

آنچہ ماند میکنی زودش دفیں
جو رہ گیا اُس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے
کیں چنیں زشتے وزوں چوں بُد قریں
کہ یہ ایسا بدنما، اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا؟

---

[1] جرعہ۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ۔ "سخیوں کے پیالے سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے۔ جست۔ بظاہر قدرت میں حسن ازلی کی تجلی نمودار ہوگئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے شیدائی ہیں۔ گش۔ خوش، مظاہر پرستی اُس کے حُسنِ ازلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ خاک آمیز۔ وہ تجلی جو مادیات میں ظہور پذیر ہے جب اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے تو جو تجلی اُس سے منزّہ ہے اُس کا کیا حال ہوگا۔

[2] ہر کسے۔ جس قدر مظاہر ہیں وہ تجلی حقیقی سے سیراب ہیں خواہ وہ چاند اور سورج ہیں یا عرش و کرسی وہ گھونٹ جو حقیقی تجلی سے حاصل ہوتا ہے اس سے فانی بھی بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جد۔ اس گھونٹ کے حاصل کرنے کے لیے بہت سے مجاہدوں کی ضرورت ہے تاکہ باطنی طہارت حاصل ہو سکے۔ جرعہ۔ دنیا کی ہر مرغوب چیز نے اسی حُسنِ ازلی سے گھونٹ حاصل کر لیا ہے حسین معشوق اسی کے جرعہ نوش ہیں۔

[3] چوں۔ جبکہ اس مکدّر جرعہ کو دیکھ کر تیرا یہ حال ہوا ہے اگر صاف جرعہ کو دیکھے گا تو کیا حال ہوگا چونکہ حسین معشوق سے موت کے وقت وہ جرعہ واپس لے لیا جاتا ہے تو تو اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ہے اور بہت جلد اس کو دفن کر دیتا ہے اور اس سے اپنی رفاقت پر تعجب کرتا ہے۔

جاں[1] چوبے ایں جیفہ بنماید جمال | کے توانم گفت لطفِ آں وصال
جان، جب اس مُردار کے بغیر حُسن دکھائے گی | اُس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں

مہ چوبے ایں ابر بنماید ضیا | شرح نتواں کرد ازاں کاروکیا
چاند جب اس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا | اس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی

حبّذا آں مطبخِ پُرنوش وقند | کیں سلاطیں کاسہ لیسانِ ویند
سبحان اللہ، وہ کیسا شہد و شکر سے پُرمطبخ ہے | کہ یہ شہنشاہ اُس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں

حبّذا آں خرمنِ صحرائے دیں | کہ بُود ہر خرمن آں را خوشہ چیں
وہ دین کے صحرا کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے | کہ ہر خرمن اُس کا خوشہ چین ہوتا ہے

حبّذا دریائے عُمرِ بے غمے | کہ بُود زوہفت دریا شبنمے
بے غم عُمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں | کہ اُس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں

جرعۂ چوں ریخت ساقیِ الست | برسرِ ایں شورہ خاکِ زیرِ دست
الست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا | اس نچلی بنجر زمین پر

جوش[2] کرد آں خاک و مازاں جوششیم | جُرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم
اُس خاک نے جوش مارا اور ہم اُس سے جوش میں ہیں | (اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں

گر روا بُد نالہ کردم از عدم | ورنبُود ایں گفتنی نِک تن زدم
اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں | اور اگر یہ ان کہنی ہے تو میں چپ جاؤں

ایں[3] بیانِ بطِّ حرصِ منثنی ست | از خلیلؑ آموز کاں بط کشتنی ست
یہ حرص کی اوندھی بط کا بیان ہے | خلیل اللہ علیہ السلام سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے

ہست دربطِ غیر ایں بس خیر و شر | ترسم از فوتِ سخنہائے دگر
بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں | میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

صفتِ طاؤس وطبعِ اُو وسببِ کشتنِ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اُورا

مور کی صفت اور اس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤسِ دورنگ | کو کُند جلوہ برائے نام و ننگ
اب ہم دوغلے مور (کے ذکر) پر آ گئے | کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کر رہا ہے

---

[1] جاں۔صاف تجلّی سے وصل کی لذت کا بیان ناممکن ہے۔ مہ۔دیدارِ حق کا لطف اور شرح ناقابلِ بیان ہے۔ حبّذا۔شاہانِ حقیقی اُس کے دربار سے جو لذتیں حاصل کر رہے ہیں وہ عجیب وغریب ہیں۔ کہ بود۔مظاہر جس خرمن کے خوشہ چین ہیں وہ خرمن قابلِ صد مبارکباد ہے۔ حبّذا دریا۔معنوی لذائذ کا دریا اس قدر وسیع ہے کہ ساتوں سمندر اُس کے سامنے شبنم کا قطرہ ہیں۔ زیرِ دست۔عاجز۔

[2] جوش کرد۔مظاہر قدرت والے جرعہ سے ہم جوش میں ہیں ہم عاجزوں کو دوسرا جرعہ بھی عطا کر دے۔ گرروا۔اگر دوسرے گھونٹ کے لیے ہماری فریاد جائز ہو تو ہم فریاد کریں ورنہ خاموشی اختیار کریں۔

[3] ایں۔صوفیا کی اصطلاح میں بطّ سے مراد انسان کی صفت حرص ہے۔ مولانا اس کا بیان کر رہے تھے۔ درمیان میں دوسری باتیں آ گئیں اب اُس کا بیان ختم کر کے دوسری مذموم صفات کا بیان شروع کر دیتے ہیں۔ طاؤس۔صوفیا کی اصطلاح میں مور سے مُراد حُبِّ جاہ ہے۔ دورنگ۔حُبِّ جاہ میں انسان نفاق سے کام لیتا ہے۔

همت[1] اُو صیدِ خلق از خیر و شر
اُس کا ارادہ اچھے بُرے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہے
وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے

بیخبر چوں دام میگیرد شکار
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے
دام راچہ علم از مقصودِ کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟

دام راچہ ضرر چہ نفع از گرفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟
زیں گرفتِ بیہدہ اش دارم شگفت
اُس کی اس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں افراشتی
اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا
بادوصد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا

کارت ایں بودہ ست از وقتِ وِلاد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے
صید مردم کردنِ ازدام وداد
جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں[2] شکار و انبہی باد و بود
اُس شکار اور تگ ودو کی کثرت سے
دست در کُن ہیچ یابی تار و پود
(جال میں) ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ نہ آئے گا

بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز
دن بیشتر چلا گیا اور نا وقت ہو گیا
توبجد در صیدِ خلقانے ہنوز
تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیرد ایں می ہل زدام
اُس ایک کو پکڑ اور اس کو جال میں سے چھوڑ دے
ویں دگر را صید می کن چوں لئام
کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر

باز ایں را می ہل و می جُو دگر
پھر اُس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر
اینت لعبِ کودکانِ بے خبر
عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب[3] شود در دامِ تو یک صید نے
رات ہو جائے گی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے
دام بر تو جز صداع و قید نے
تیرے لیے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے

پس تو خود را صید میکردی بدام
تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا
کہ شدی محبوس و محرومی زکام
کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا

در زمانہ صاحبِ دامے بُود؟
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہو گا
ہمچو ما احمق کہ صیدِ خود کند
ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کرے

چوں شکارِ خوک آمد صید عام
عوام کو پھانسنا سُور کے شکار کی طرح ہے
رنجِ بیحد لقمہ خوردن زُو حرام
مشقت بیحد، اور اُس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے

[1] ہمت اُو۔ حُبِ جاہ میں انسان لوگوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ بیخبر۔ یہ طاؤس اسی طرح لوگوں کو پھنساتا ہے جس طرح انجام سے بے خبر جال پھنساتا ہے۔ اے برادر۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے وہ حصولِ مقصد کے لیے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ پورا کر کے دوستوں کو فراموش کر دیتا ہے۔

[2] زاں۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کو سوچنا چاہیے کہ ان حرکات سے اس کو کیا حاصل ہوا۔ بیشتر۔ یہ شخص انہیں لغو باتوں میں عُمر کو برباد کرتا ہے۔ آں یکے۔ کبھی کسی کو پھنساتا ہے پھر اس کو چھوڑتا ہے، دوسروں کو پھنساتا ہے اس کی یہی طفلانہ حرکات جاری رہتی ہیں۔

[3] شب شود۔ روز عمر ختم ہو جاتا ہے کہ شب کو موت آ جاتی ہے وہ دوسروں کا شکار کرتا ہے لیکن خود محرومی کا شکار بن جاتا ہے۔ در زمانہ۔ وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکار کے بجائے خود شکار بن جائے۔ چوں۔ عوام کو پھانسنا سُور کا شکار کرنا ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

آنکہ[1] ارزد صیدرا عشق ست و بس
جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے
لیک اُو کے گنجد اندر دامِ کس
لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟

تو مگر آئی و صیدِ اُو شوی
ہاں تو آ اور اس کا شکار بن جا
دام بگذاری بدامِ اُو روی
(اپنا) جال چھوڑ اُس کے جال میں گرفتار ہو جا

عشق میگوید بگوشم پست پست
میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے
صید بودن خوشتر از صیادیست
شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے

گول میکن خویش را و غرہ شو
اپنے آپ کو بیوقوف بنا لے اور فریفتہ بن جا
آفتابی را رہا کن ذرّہ شو
سورج بننے کو چھوڑ، ذرّہ بن جا

بردرم ساکن شو و بیخانہ باش
میرے دروازے پر پڑ جا اور بے گھر بن جا
دعویِ شمعی مکن پروانہ باش
شمع بننے کا دعویٰ نہ کر، پروانہ بن جا

تابہ[2] بینی چاشنیِ زندگی
تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے
سلطنت بینی نہاں در بندگی
بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے

نعل بینی باژگونہ در جہاں
دنیا میں الٹی نعل بندی دیکھ لے
تختہ بندانرا لقب گشتہ شہاں
پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے

بس طناب اندر گلو و تاج دار
گلے میں سُولی کا پھندا اور تاج ہے
بروے انبوہے کہ اینک تاجدار
اُس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے

ہمچو گورِ کافراں بیروں حُلل
جس طرح کافروں کی قبر کے باہر قیمتی کپڑے ہیں
و اندروں قہرِ خدائے عزوجل
اور اندر خدائے عزوجل کا قہر ہے

چوں قبورِ آں را مجصّص[3] کردہ اند
قبروں کی طرح اس پر گچھی چونا کر دیا ہے
پردۂ پندار پیش آوردہ اند
گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے

طبعِ مسکینت مجصّص از ہنر
تیری بیچاری طبیعت ہنر سے آراستہ
ہمچو نخلِ موم بے برگ و ثمر
موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

در بیان آنکہ لطفِ حق راہمہ کس دانند و قہر رانیز ہمہ کس
اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی
دانند وہمہ از قہرِ حق گریزانند و بلُطفِ اُو آویزانند اما
سب جانتے ہیں اور سب اُس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اُس کی مہر سے وابستہ ہیں

---

1. آنکہ۔ اگر شکار کھیلنا ہے تو عشق کا شکار کر لیکن یہ وہ شکار ہے جو ہر کس وناکس کے جال میں نہیں پھنستا ہے۔ تو مگر۔ عشق کا شکار جب کر سکو گے کہ تم خود اُس کا شکار بن جاؤ گے۔ عشق۔ عشق کی صدا یہ ہے کہ شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے۔ گول۔ عشق کے معاملے میں اپنے آپ کو بے عقل بنالو، اور سورج بننے کے بجائے ذرّہ بن جاؤ۔ بردرم۔ یہ عشق کا مقولہ ہے۔ خانماں برباد بن کر میرے در پر آپڑ شمع ہونے کے دعوے کو چھوڑ کر پروانہ بن جا۔
2. تا بہ بینی۔ جب یہ کیفیت ہو جائے گی تو حقیقی لذت حاصل ہوگی اور پھر انسان غلامی میں شاہی کرے گا۔ (شعر) (ہمیں حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم شہانِ بے کمرِ و خسروان بے کلہند)۔ نعل بینی۔ یعنی دنیا کے کام اُلٹے ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ ان کو شاہ کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں ان کو فقیر اور گدا کہتے ہیں۔ تاج دار۔ سولی دینے کے وقت سر اور آنکھوں پر ایک ٹوپی اڑھادی جاتی ہے۔ تاجدار۔ بادشاہ۔ حُلل۔ حُلّہ کی جمع ہے۔ لباس کا جوڑا۔
3. مجصّص۔ چونے اور گچھی سے پیا ہوا۔ نخلِ موم۔ کھجور کا مومی درخت۔ در بیان۔ حضرت حق تعالیٰ کے مہر و قہر کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر شخص مہر کا طالب اور قہر سے گریزاں ہے لیکن اللہ نے اپنے مہر کو قہر سے اور قہر کو مہر سے ڈھانپ دیا ہے تاکہ انسانوں کی آزمائش کرے۔

حق تعالیٰ قہرہا را در لُطف پنہاں کردہ و لُطفہارا در قہر
لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں

پنہاں کردہ نعل باژگونہ و تلبیس و مکراللہ بود تا اہلِ تمیز
پوشیدہ کر دیا ہے اُلٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تاکہ اہلِ تمیز

وَيَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ از بے تمیزاں و حالے بیناں و ظاہر بیناں
اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں

جُدا شوند کہ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً
سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو
ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تو
چوں بدیدی حضرتِ حق را بگو
حضرتِ حق کو کیسا دیکھا ہے بتا

گفت بیچوں دیدم اما بہرِ[1] قال
اُس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کے لیے
باز گویم مختصر آں را مثال
اُس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں

دیدمش سُوئے چپ اُو آذرے[2]
میں نے اُس کی بائیں جانب آگ دیکھی
سُوئے دستِ راست حوضِ کوثرے
(اور) دائیں جانب حوضِ کوثر دیکھی

سُوئے چپش بس جہاں سوز آتشے
اُس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے
سُوئے دستِ راستش جوئے خوشے
اُس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے

سوئے آں آتش گروہے بردہ دست
ایک گروہ نے اُس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے
بہرِ آں کوثر گروہے شاد و مست
ایک گروہ اُس نہر کے لیے شاد اور مست ہے

لیک نعلِ باژ گونہ بود سخت
لیکن اُلٹی چال سخت ہوتی ہے
پیشِ پائے ہر شقی و نیک بخت
ہر شقی اور نیک بخت کے لیے

ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر
جو آگ اور چنگاریوں میں گیا
از میانِ آب بر میکرد سر
اُس نے پانی میں سے سر اُبھارا

ہر کہ سُوئے آب میرفت از میاں
جو آگ کی طرف گیا
اُودر آتش یافت میشد در زماں
وہ فوراً آگ میں پایا گیا

ہر کہ سُوئے راست شد و آبِ زلال
جو داہنی جانب اور نیر پانی کی طرف گیا
سرز آتش برزد از سُوئے شمال
اُس نے بائیں جانب آگ میں سے سر اُبھارا

---

[1] بہرِ قال۔ یعنی ذاتِ حق کی چگونگی ناقابلِ بیان ہے لیکن سمجھانے کے لیے کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

[2] آذرے۔ لذائذِ نفسانی آخرت میں بصورتِ مار و کژدم نمایاں ہوں گے اور مجاہدات و عبادات کی مشقتیں بصورتِ حور و غلمان آخرت میں نمودار ہوں گی۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے ایک تدبیر فرمائی ہے انسان اگر دنیا میں نفسانی لذائذ میں لگے گا جو بظاہر حوضِ کوثر ہیں تو وہ آگ کو حاصل کر رہا ہے، اور اگر عبادت کی مشقتوں میں لگے گا جو بظاہر آگ ہیں، وہ حوضِ کوثر حاصل کر لے گا۔ زُلال۔ نیر پانی۔

وانکہ شد سُوئے شمالِ آتشیں سر بروں میکرد از سُوئے یمیں[1]
جو آگ والی بائیں جانب گیا وہ دائیں جانب سے سر اُبھارتا ہے

کم کسے بر سِرّ ایں مضمر زدے لاجرم کم کس دراں آذر شُدے
اس پوشیدہ راز سے بہت لوگ واقف ہوئے لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اُس آگ میں گئے

جُز کسے کہ برسرش اقبال ریخت کورہا کرد آب و در آتش گریخت
سوائے اُس شخص کے جس کے سر پر اقبال مندی نازل ہوگئی کہ اُس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا

کردہ ذوقِ نقد را معبود خلق لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے لامحالہ اس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں

جُوق جُوق وصف صف از حرص و شتاب محترز ز آتش گریزاں سُوئے آب
گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کی وجہ سے آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑنیوالے ہیں

لاجرم زآتش برآوردند سر اعتبار الاعتبار اے بے خبر
لامحالہ انھوں نے آگ میں سے سر اُبھارا اے بے خبر! عبرت حاصل کر، عبرت

بانگ میزد آتش اے گیجانِ گول من نیم آتش منم چشمہ قبول
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو! میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں

چشم بندی[2] کردہ اند اے بے نظر درمن آو ہیچ مندیش از شرر
اے اندھے! اُنھوں نے نظربندی کر دی ہے مجھ میں آ جا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست جُز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے

چوں خلیلِ حقؑ اگر فرزانۂ آتش آبِ تُست و تو پروانہ
اگر تو اللہ کے خلیل کی طرح عقلمند ہے آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے

جانِ پروانہ ہمی دارد ندے کاے دریغا صد ہزارم پَر بُدے
پروانہ کی جان پکارتی ہے کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

تا ہمی سوزید زاتش بے اماں کوریِ چشم و دلِ نامحرماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے ہوتے ہوئے

برمن آرد رحم جاہل ازخری من برو رحم آرم از دانشوری
نادان کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے میں عقلمندی کی وجہ سے اُس پر ترس کھاتا ہوں

خاصہ ایں آتش کہ جانِ آبہاست کارِ[3] پروانہ بعکسِ کارِ ماست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے پروانہ کا معاملہ، ہمارے معاملہ کے برعکس ہے

---

1. یمیں۔داہنا۔مضمر۔پوشیدہ۔ذوقِ نقد۔یعنی دنیاوی لذتوں کا ذوق۔مغبون۔ٹوٹے میں مبتلا۔
2. چشم بندی۔نظر بندی۔آتش نمرود۔نمرود کی آگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے بظاہر آگ اور حقیقتاً گلزار تھی۔ندے۔آواز۔خری۔گدھا پن۔
3. کار پروانہ۔پروانہ نار کو نور سمجھ کر اُس میں گرتا ہے۔مومن نار کو نار سمجھ کر اُس میں داخل ہوتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے۔

اُو بہ بیند نُور و در نارے رود
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے
دل بہ بیند نار و در نورے شود
دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے

اینچنیں لعب آمد از ربِّ جلیل
ربِّ جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے
تا بہ بینی کیست از آلِ خلیل
تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے

آتشے را شکلِ آبی دادہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے
واندر آتش چشمۂ بکشادہ اند
اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ساحرے[1] صحنِ برنجی را بہ فن
جادوگر چاولوں کے طباق کو فن کے ذریعہ
می کند کرمش میانِ انجمن
انجمن میں، اُس کو کیڑے بنا دیتا ہے

خانہ را اُو پُرز کژدُمہا نمود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے
ازدمِ سحرِ و خود آں کژدم نبُود
جادو کے اثر سے، حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں

چونکہ جادو می نماید صد چنیں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے
چوں بود دستانِ جادو آفریں
تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہو گی؟

لاجرم از سحرِ یزداں قرن قرن
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ
اندر افتادند چوں زن زیر پہن[2]
عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں

لاجرم از سحرِ یزداں مردوزن
لامحالہ خدا کے جادو سے مردوزن
رفتہ اندر چاہِ جاہِ بے رسن
پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رسی کے کنویں میں

ساحراں شاں بندہ بودند و غلام
جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے
اندر اُفتادند چوں صعوہ بدام
ممولے کی طرح جال میں پھنس گئے

ہیں بخواں قرآں ببیں سحرِ حلال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ
سرنگونی مکرہائے[3] کالجبال
(اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو

من نیم فرعون کایم سوئے نیل
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کی جانب آؤں
سوئے آتش میروم ہمچوں خلیلؑ
میں خلیلؑ (اللہ) کی طرح آگ کی طرف جاتا ہوں

نیست آتش ہست آں مائے معیں
آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے
واں دگر از مکر آبِ آتشیں
اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے

---

[1] ساحرے۔ کسی چیز کا حقیقت کے خلاف نظر آنا مستبعد نہیں ہے جادوگر چاولوں کو کیڑوں کی شکل میں دکھا دیتا ہے۔ صحن۔ طباق۔ جادو آفریں۔ اللہ تعالیٰ۔ قرن۔ گروہ۔

[2] پہن۔ چت۔ چاہِ جاہ۔ یعنی جاہ پسندی کا کنواں۔ بے رسن۔ یعنی گہرا کنواں۔ ساحراں شاں۔ ان گروہوں کے جادوگر بھی جادو آفریں کے جادو میں ممولے کی طرح پھنس کر رہ گئے۔

[3] مکرہائے۔ قرآن پاک میں ہے وان کان مکرھم لتزول الجبال۔ یعنی خدا نے اُن کے مکر کو برباد کر دیا اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ من نیم۔ یہ فقیر کا مقولہ ہے۔ یا مولانا کا۔ فرعون۔ فرعون نیل کو خشکی سمجھ کر پانی میں ڈوبا حضرت خلیل علیہ السلام اللہ آگ کو آگ سمجھ کر گلزار میں پہنچے۔

پس[1] نکو گفت آں رسولِ خوش جواز — ذرّۂ عقلت بہ از صوم و نماز
اُس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے — تیرے لیے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے
زانکہ عقلت جوہر ست ایں دو عرض — ایں دو در تکمیلِ آں شُد مُفترض
کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں — یہ دونوں اُس کی تکمیل کے لیے فرض کیے گئے ہیں
تاجلا باشد مرآں آئینہ را — کہ صفا آید زطاعت سینہ را
تاکہ اُس آئینہ پر جلا ہو جائے — کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے
لیک گر آئینہ ازبُن فاسد ست — صیقل آں را دیر باز آرد بدست
لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے — اُس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے
واگزیں[2] آئینۂ کو اَکیس است — اندکے صیقل گری اُورابس است
وہ آئینہ لے جو زیادہ ذہین ہے — اُس کے لیے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوتِ عقول دراصل فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند کہ دراصل عقولِ جزوی برابر اندرایں افزونی و تفاوت ازتعلیم ست و ریاضت و تجربہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں اُن میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہارا نیک داں — در مراتب از زمیں تا آسماں
عقلوں کے اس فرق کو خوب سمجھ لے — مرتبوں میں زمین سے آسمان تک
ہست عقلے ہمچو قرصِ[3] آفتاب — ہست عقلے کمتر از زہرہ و شہاب
ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے — ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم ہے
ہست عقلے چوں چراغِ سرخوشے — ہست عقلے چوں ستارہ آتشے
ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے — ایک عقل آگ کے شعلوں کی طرح ہے
زانکہ ابراز پیشِ اُوچوں واجہد — نورِ یزداں بیں خِردہا بردہد
کیونکہ جب ابر اُس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے — وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے
عقلہای خلق عکسِ عقلِ اُو — عقلِ اُومشک ست و عقلِ خلق بُو
مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل کا عکس ہیں — اُس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اُس کی خوشبو ہے

---

[1] پس۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ جواز۔ رفتار۔ زانکہ۔ عبادات عقلِ شرعی کی تکمیل کے لیے فرض ہوئی ہیں۔ کہ صفا۔ شرعی اعتبار سے عقل، دل میں ہے۔

[2] واگزیں۔ مولانا، مرشد کے لیے فرماتے ہیں کہ ایسے مریدوں کو چُن لے جن کے دل تھوڑی سی صیقل سے چمک اُٹھیں۔ ایں تفاوت۔ عقلوں میں فطری تفاوت ہے اور اُن کے مختلف مراتب ہیں۔

[3] قرص۔ ایک عقل کا نور سورج جیسا ہے اور دوسری عقل کا نور زہرہ وغیرہ ستاروں سے بھی کم ہے۔ زانکہ۔ عقلِ کُل یعنی ولی اللہ کی عقل کے سامنے سے جب ماسوی اللہ کا ابر ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کر دیتی ہے۔ عقلہائے۔ مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل سے فیض یاب ہیں۔

عقلِ[1] کُل و نفسِ کُل مردِ خداست
مردِ خدا، عقلِ کُل اور نفسِ کُل ہے
مظہرِ حق ست ذاتِ پاکِ اُو
اُس کی پاک ذات خدا کا مظہر ہے
عقلِ جُزوی عقل را بدنام کرد
جزوی عقل نے، عقل کو بدنام کر دیا ہے
آں زصیدی حُسنِ صیّادے بدید
اُس نے شکار پن سے شکاری کا حسن سیکھا
آں زخدمت نازِ مخدومی بیافت
اُس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونے کا ناز حاصل کر لیا
آں زفرعونی اسیرِ آب شُد
وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا
لعبِ[2] معکوس ست وفرزیں بند سخت
اُلٹا کھیل اور سخت فرزین بند (چال) ہے
برخیال و حیلہ کم تن تار را
خیال اور مکر کی بنا پر تانا نہ تن
مکرکن[3] در راہ نیکو خدمتے
اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر
مکرکن تا وارہی از مکرِ خود
تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پا لے
مکر کن تا کمتریں بندہ شوی
تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے
رُوبہی و خدمت اے گرگِ کُہن
اے پُرانے بھیڑیئے! مکاری اور خدمت

عرش و کُرسی را مداں کز وے جُداست
یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کرسی اُس سے جدا ہے
زُوبجو حق را و از دیگر مجُو
اُس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ
کامِ دُنیا مرد را بے کام کرد
دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے
ویں زصیادی غمِ صیدی کشید
اس نے شکاری پن سے شکار بن جانے کا غم حاصل کیا
ویں زمخدومی زراہِ عِز بتافت
اس نے مخدوم بن کر عزت کے راستہ سے منہ موڑ لیا
وز اسیری سبط از ارباب شُد
اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں سے ہو گیا
حیلہ کم کن کارِ اقبال ست و بخت
تدبیر نہ کر اقبال اور نصیبہ کا معاملہ ہے
کہ غنی رہ کم دہد مکار را
(اللہ) بے نیاز، مکار کو راستہ نہیں دیتا ہے
تانبوّت یابی اندر اُمّتے
تاکہ تو اُمت میں (رہ کر) نبوت (کا رتبہ) پالے
مکرکن تافرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے
در کمی اُفتی خداوندہ شوی
کمی اختیار کرے گا، آقا بن جائے گا
ہیچ برقصدِ خداوندی مکُن
آقائی کے خیال سے کبھی نہ کر

[1] عقلِ کُل۔ عقلِ کُل، حقیقتِ ملکی روحی ہے جس کا مظہر انسان ہے۔ زوبجو۔ انسان کامل جو مظہرِ عقلِ کُل ونفسِ کُل ہے اُس سے حق کی جستجو کر۔ عقلِ جزوی۔ عام انسان کی عقل بھی اگرچہ عقلِ کُل سے مستفاد ہے لیکن دنیوی مشاغل نے اُس کو بے مقصد بنا دیا ہے۔ آن۔ یعنی عقلِ کامل نے اپنے آپ کو عشقِ حق کے جال کا شکار بنا کر صیاد کا حسن سیکھ لیا۔ یعنی وہ اخلاقِ خداوندی سے متصف ہو گئی اور عقلِ ناقص نے دوسروں کو جال میں پھانسا چاہا خود جال میں پھنس گئی۔ آن۔ عقلِ کامل خادم بن کر مخدوم بنی، عقلِ ناقص نے مخدوم بنا چاہا تو عزت کے راستہ سے بھٹک گئی۔ زفرعونی۔ فرعون نے مخدومیت پسند کی تو دریا میں غرق ہو گیا۔ سبطی خادم اور قیدی بنا تو آقاؤں میں شمار ہوا۔

[2] لعبِ معکوس یعنی خادمیت سے مخدومیت حاصل ہونا انسانی تدبیر سے ممکن نہیں ہے بلکہ فضلِ خداوندی پر موقوف ہے انسانی مکاری اور تدبیر فضلِ خداوندی کے منافی ہے۔

[3] مکرکن۔ انسان خدمت گذاری کی تدبیر اختیار کرے تو انبیاء کے اخلاق سے متصف ہو جائے گا اور اُمتی ہوتے ہوئے اُس میں انبیا کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ مکرکن۔ انسان کو اپنی تدابیر ترک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیے اور اپنے آپ کو اوصافِ ذمیمہ سے پاک کرنا چاہیے۔ کمتر بن بندہ بننے کی تدبیر کرے گا تو آقائی میسر آئے گی۔ روبہی۔ چالاکی اور خدمت مخدوم بننے کی نیت سے نہ کی جائے۔

لیک چوں پروانہ در آتش بتاز | کیسۂ زر بردوز و پاک باز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا | سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا

زور[1] را بگذار وزاری را بگیر | رحم سوئے زاری آید اے فقیر
زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر | اے فقیر! رحم (خداوندی) عاجزی کی جانب آتا ہے

گر کنی زاری بیابی رحم او | رحم او در زاریِ خود باز جو
اگر تو عاجزی کرے گا اُس کا رحم حاصل کرے گا | اُس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر

زاریِ مضطر کہ تشنہ معنوی ست | زاری سرد و دروغ آنِ غوی ست
مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے | جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے

گریۂ[2] اِخوانِ یوسفؑ حیلتست | کاندروں شاں پُرز رشک و علتست
یوسف کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے | اُن کا باطن رشک و بیماری سے پُر ہے

حکایتِ آں اعرابی کہ سگِ اُو از گرسنگی می مرد و انبانِ
اس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اُس کا تھیلا روٹیوں
اُوپُر نان بود و برسگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست
سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا
وطپانچہ برسر و رُو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان ازاں انبان
تھا اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور اُس کو اس میں تامل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا
بسگ دہد و سُوال کردنِ شخص ازو و جواب شنیدن ازو
تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اُس سے سوال کرنا اور اُس سے جواب سننا

آں سگے می مُرد و گریاں آں عرب | اشک می بارید و میگفت اے کرب[3]
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب روتا تھا | آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا، ہائے مصیبت!

ہیں چہ سازم مرمرا تدبیر چیست | زیں سپس من چوں توانم بے تو زیست
ہائیں کیا کروں میرے لیے کیا چارہ ہے؟ | اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا؟

سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست | نوحہءِ و زاریِ تو از بہرِ کیست
ایک سائل گذرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟ | تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لیے ہے

گفت در مِلکم سگے بُد نیک خُو | نِک ہمی میرد میانِ راہِ اُو
اُس نے کہا میری ملکیت میں ایک اچھی عادت کا کتا تھا | وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

---

1. زور۔ اپنی تدابیر سے زور آزمائی نہ کر عاجزی اختیار کر اللہ تعالیٰ عاجزوں پر رحم فرماتا ہے۔ زاری۔ حقیقی عاجزی: بو بناوٹی عاجزی سے مقصد پورا نہ ہوگا۔
2. گریہ۔ برادرانِ یوسف بھی مصنوعی رونا روئے تھے۔ ایسی گریہ وزاری بیکار ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ اُس بدو کی طرح رونا بیکار ہے۔
3. کرب۔ مصائب۔ بےتو۔ یعنی کتے سے کہا تھا۔ گفت۔ بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

روز[1] صیادم بُدو شب پاسباں
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا

تیز چشم و دُزدراں و صید گیر
تیز نگاہ والا، چور کو بھگانے والا، شکار کو پکڑنے والا تھا

صید میکردے و پاسم داشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا

قانع و آزاد تُند و خصم راں
صابر اور آزاد، تیز مزاج اور دشمن کو بھگانے والا تھا

گفت[2] رنجش چیست زخمے خوردہ است
اُس نے کہا اُس کو کیا مرض ہوا ہے، زخم لگا ہے؟

گفت صبرے کُن بریں رنج و حرض
اُس نے کہا اس رنج و غم پر صبر کر

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ حُر
اس کے بعد اُس نے کہا اے آزاد سردار!

گفت نان و زاد ولوتِ دوشِ من
اُس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے

گفت چوں ندہی بداں سگ نان و زاد
اُس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا ہے؟

دست[3] ناید بے درم در راہ ناں
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے

گفت خاکت برسر اے پُر باد مشک
اس نے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک ہو

اشک خون است و بغم آبے شدہ
آنسو خون ہے، جو غم سے پانی بن گیا ہے

کُلِ خود را خوار کرد اُوچوں بلیس
اُس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا

شیرِ نر بود اُو نہ سگ اے پہلواں
اے نوجوان! وہ کتا نہ تھا نر شیر تھا

می دویدے درپئے صید اُو چوتیر
وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا

دُزد را نزدیکِ من نگذاشتے
چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا

نیک خو و باوفا و مہرباں
نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا

گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اُس نے کہا، ''جوع الکلب'' نے اُس کو بدحال کر دیا ہے

صابراں را فضلِ حق بخشد عوض
اللہ کی مہربانی صبر کرنے والوں کو عوض عطا کرتی ہے

چیست اندر پشتِ ایں انبانِ پُر
کہ یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟

می کشم از بہرِ قُوتِ ایں بدن
اس جسم کی خوراک کے لیے اٹھائے ہوئے ہوں

گفت تا ایں حد ندارم مہرو داد
بولا اس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے

لیک ہست آبِ دو دیدہ رائیگاں
لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں

کہ لب ناں پیشِ تو بہتر زاشک
کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
اے بیہودہ! خون، خاک کی قیمت کا نہیں ہے

پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس
اس کل کا جزو ذلیل کے علاوہ کیا ہو گا؟

---

[1] روز۔ یعنی دن میں میرے لیے شکار کر کے لاتا تھا رات کو میری حفاظت کرتا تھا۔ پاس۔ حفاظت۔ قانع۔ یعنی تھوڑی خوراک پر گذارا کر لیتا تھا۔ جوع الکلب۔ کتے کی بھوک۔

[2] گفت۔ اُس شخص نے بدو سے کہا کہ کتے کے مرنے پر صبر کر اللہ صابروں کو اچھا بدلہ دے دیتا ہے۔ حُر۔ آزاد۔ انبان۔ تھیلا۔ لوت۔ عمدہ غذا۔

[3] دست ناید۔ یعنی روٹی قیمت سے ملے گی آنسو مفت کے ہیں ان کو کتے کے لیے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اشک۔ رنج میں خون آنسو بن جاتا ہے۔ بخاک۔ یعنی روٹی جو زمین کی پیداوار سے بنی ہے۔ کل خود۔ اُس بدو نے اپنے کو ذلیل کیا لہٰذا اُس کے آنسو بھی اسی جیسے ذلیل ہیں۔

من غلام آنکہ[1] نفروشد وجود
میں اُس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے

جُز بداں سُلطانِ باافضال و جُود
(کسی کو) مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا

چوں بگرید آسماں گریاں شود
جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے

چوں بنالد چرخ یا رب خواں شود
جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے

من غلامِ آں مسِ ہمت پرست
میں اُس صاحبِ ہمت تانبے کا غلام ہوں

کہ بغیرِ کیمیا نارد شکست
جو علاوہ کیمیا کے (کسی کے سامنے) عاجزی نہ دکھائے

دست اشکستہ برآور در دُعا
دعا میں عاجز ہاتھ اُٹھا

سُوئے اشکستہ پرّد فضلِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجز کی جانب اُڑ کر آتا ہے

گر[2] رہائی بایدت زیں چاہِ تنگ
اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے

اے برادر رَو بر آذر بے درنگ
اے بھائی! بلاتاخیر آگ پر چل پڑ

مکرِ حق رابین و مکرِ خود بہل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ، اپنی تدبیر چھوڑ دے

اے زمکرش مکرِ مکّاراں خَجِل
اُس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے

چونکہ مکرت شد فنائے مکرِ رَب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی

برکشائی یک کمینے بوالعجب
تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کر لے گا

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا
کہ اُس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے

تا ابد اندر عروج و ارتقا
ہمیشہ عروج اور ترقی میں

از برائے ایں کمیں سعیے بکُن
اس گھات کے لیے کوشش کر

تابری بُوئے ز علمِ مِن لّدُن
تاکہ تجھے علمِ لدنّی کی خوشبو حاصل ہو جائے

گرتو[3] احوالِ عروجِ خویش را
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو

نیک دانی نیک باشد مرترا
اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لیے اچھا ہو گا

دربیان آنکہ ہیچ چشمِ بد آدمی راچناں مہلک نیست کہ چشمِ پسندِ خویشتن مگر کہ چشمِ اومبدل شدہ باشد بنورِ حق کہ
اس کا بیان کہ آدمی کے لیے کوئی نظرِ بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر۔ ہاں اگر اُس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہو گئی ہو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)

بیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ واز خویشتنِ اُو بیخویش شُدہ باشد
وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور وہ خود سے بیخود ہو گیا ہو۔

---

[1] آنکہ۔ یعنی مرشدِ کامل۔ من غلام۔ میں اُس مرشدِ کامل کا غلام ہوں جو ایسا باہمت کیمیا پرست ہے کہ وہ عاجزی کیمیا (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) کے سامنے ہی کرتا ہے۔ دست اشکستہ۔ عجز و شکستگی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو فضلِ خدا دوڑ کر آتا ہے۔

[2] گر رہائی۔ سابق مضمون کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں کہ مجاہدات کی آتش کی طرف چل پڑ تب دنیا سے نجات ملے گی۔ خجل۔ شرمندہ۔ چونکہ۔ جب انسان اپنی تدبیر کو خدائی تدبیر میں فنا کر دیتا ہے تو عجیب راہیں کھل جاتی ہیں۔ کہ کمینہ۔ اُن راہوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کو ابدی عروج اور بقا حاصل ہو جاتا ہے اور اُس عروج کے بعد اُس کو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔

[3] گر تو۔ انسان جب اُس مقام کو خوب سمجھ لیتا ہے تو اُس کے حصول کے لیے پوری کوشش کرتا ہے اور مغرور نہیں بنتا ہے۔ دربیان۔ انسان کی خود بینی انسان کے لیے سب سے زیادہ مہلک ہے ہاں اگر وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گیا ہے تو پھر اُس کی خود بینی اپنی خود بینی نہیں رہتی ہے۔

پرِ طاوست[1] مبیں و پائے بیں
تا کہ سوءُ العین نکشاید کمیں

اپنے طاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ
تا کہ نظرِ بد گھات نہ کھولے

کہ بلغزد کوہ از چشمِ بداں
یُزلِقُونَکَ از نُبے برخواں عیاں

کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے
''وہ تجھے پھسلا دیں گے'' قرآن میں صاف پڑھ لے

احمدِ چوں کوہ لغزید از نظر
درمیانِ راہ بے گِل بے مطر

پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے
ایسے راستہ میں جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا

درعجب درماند کایں لغزش زچیست
من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست

وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی
میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ (کسی خاص) حال سے خالی ہے

تابیامد[2] آیت و آگاہ کرد
کاں زچشمِ بد رسیدت وزنبرد

یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا
کہ وہ نظرِ بد اور خصومت سے ہوئی

گر بُدے غیرِ تو دردم لاشدے
صیدِ چشم و سخرۂ افنا شدے

اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا
نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا

معنیِ چشمِ بد آخر بازداں
اِنْ یَّکَادُ از چشمِ بدنیکو بخواں

بالآخر نظرِ بد کے معنی سمجھ لے
نظرِ بد کے سلسلہ میں ان یکاد پڑھ لے

لیک آمد عصمتے دامن کشاں
ویں کہ لغزیدی بُد از بہرِ نشاں

لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آ پہنچی
یہ جو آپ پھسلے، پہچان کے لیے تھا

عبرتے[3] گیر اندراں کہ کُن نگاہ
برگِ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ

عبرت حاصل کر لے اس پہاڑ کو دیکھ
اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیر آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا
اور قریب ہیں کافر کہ تمھیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انھوں نے
سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ
ذکر سنا اور کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر۔ آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں
میزنند از چشمِ بدبر کرگساں

اے اللہ کے رسولؐ! اس وادی میں ایسے لوگ ہیں
جو گِدھوں پر نظرِ بد لگا دیتے ہیں

از نظرِ شاں کلّۂ شیرِ عریں
واشگافد تا کند آں شیر انیں

اُن کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی
پھٹ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شیر روتا ہے

---

[1] پرِ طاوست۔ انسان کو اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیے ورنہ اُس کی نیکیوں کو نظرِ بد لگ جائے گی۔ کہ بلغزد۔ نظرِ بد کی بہت بری اور بڑی تاثیر ہے۔ یزلقونک۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ۔ اور قریب ہے کہ وہ تمھیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ بے گِل۔ راستہ میں کیچڑ تھی نہ بارش۔ درعجب۔ اس حالت میں پھسلنے سے آنحضورؐ کو تعجب ہوا۔

[2] تابیا۔ آنحضورؐ کو پھسلنے کی وجہ وحیِ خداوندی سے معلوم ہوئی۔ گر بُدے۔ آنحضورؐ سے کہا گیا کہ یہ نظرِ بد اس قدر سخت تھی کہ تم تو صرف پھسلے اگر کوئی اور ہوتا تو ہلاک ہی ہو جاتا۔ معنیِ چشمِ بد۔ اس آیت کو پڑھ کر نظرِ بد کی حقیقت سمجھ لو۔ آنحضورؐ چونکہ معصوم تھے لہٰذا ان پر اس کا اثر محض اس کی تاثیر دکھانے کے لیے ہوا تھا۔

[3] عبرتے۔ آنحضورؐ کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کرلو جبکہ آنحضورؐ جیسے کوہ پر اس کا یہ اثر ہوا تو اپنی گھاس جیسی حیثیت پر اس کی تاثیر کو سمجھ لو۔ یا رسول۔ لوگوں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ اس وادی کے لوگ بلند پرواز گدھ کو بھی اپنی بدنظر سے متاثر کر دیتے ہیں۔ از نظر۔ ان کی نگاہوں میں یہ اثر ہے کہ شیر کی کھوپڑی شق ہو جاتی ہے اور وہ بھی رو پڑتا ہے۔

بُرشترے[1] چشم افگند ہمچوں حمام
اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے

واَنگہاں بفرستد اندر پے غلام
اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے

کہ برو از پیہ ایں اُشتر بخر
(کہتا ہے) کہ جا اُس اونٹ کی چربی خرید لا

بیند اُشتر راسقط اُوراہ دَر
وہ راستہ میں اونٹ کو مُردہ دیکھتا ہے

سربُریدہ از مرض آں اُشترے
مرض کی وجہ سے اُس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہے

کوبتگ با اسپ میکردے مرے
جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا

کز حسد وزچشمِ بدبے ہیچ شک
بے شبہ حسد اور نظرِ بد سے

سیر و گردش را بگرداند فلک
آسمان رفتار اور گردش کو اُلٹا کر دیتا ہے

آب پنہان ست و دولاب آشکار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے

لیک در گردش بُود آب اصلِ کار
لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے

چشمِ[2] نیکو شد دوائے چشمِ بد
نظرِ بد کی دوا اچھی نظر ہے

چشمِ بد رالا کُند زیرِ لکد
جو نظرِ بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہے

سبقِ رحمت راست واِیں از رحمت است
رحمت کو سبقت حاصل ہے اور یہ خدا کی رحمت ہے

چشمِ بد محصُولِ قہر و لعنت است
نظرِ بد، قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

رحمتش برقمتش غالب شود
اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب آ جاتی ہے

چیرہ زاں شُد ہر نبی بر خصمِ خود
اسی لیے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

کونتیجہ[3] رحمت ست و ضدِ اُو
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اُس کی ضد

از نتیجہ قہر بود آں زشت رُو
بد صورت قہر کا نتیجہ ہے

حرصِ بط یکتاست و ایں پنجاہ تاست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گُنا ہے

حرصِ شہوت مارو منصب اژدہا ست
شہوت کی حرص سانپ ہے، اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے

حرصِ بط از شہوتِ حلق ست و فرج
بطخ کی حرص حلق اور شرم گاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے

در ریاست بیست چندانست درج
(حبِّ) جاہ میں اس کا بیس گنا دخل ہے

از الوہیت زند در جاہ لاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے

طامعِ شرکت کجا باشد معاف
شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے؟

زلّتِ آدمؑ زاشکم بُود و باہ
(حضرت) آدمؑ کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ سے تھی

واَنِ ابلیس از تکبُّر بُود و جاہ
اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

---

[1] برشترے۔ اگر کسی اونٹ کا گوشت اُن کو پسند آ جاتا ہے تو اُس پر اپنی نگاہ ڈال کر فوراً غلام کو اُس کا گوشت خریدنے کے لیے روانہ کر دیتے ہیں۔ کز حسد۔ حسد اور نظرِ بد کے اثر سے آسمان کی گردش اُلٹی ہو جاتی ہے۔ آب پنہاں۔ چشمِ بد کی تاثیر اگرچہ بظاہر چشمِ بد سے متعلق ہے لیکن اصلی سبب تقدیرِ الٰہی ہے جو مخفی ہے۔ جس طرح دولاب بظاہر متحرک نظر آتا ہے لیکن حرکت کا اصل سبب پانی ہے۔

[2] چشمِ نیکو چشمِ بد کی اُس تاثیر کو عارف کی نظر فنا کر دیتی ہے۔ سبقِ رحمت۔ نظرِ بد کی تاثیر قہرِ الٰہی ہے اور نیک نظر کی تاثیر رحمتِ الٰہی ہے اور رحمت قہر پر غالب ہے۔

[3] کونتیجہ۔ نبی رحمت ہے اور کافر قہر کا مظہر ہے۔ حرصِ بط۔ حُبِّ جاہ کی بیماری شہوتِ بطن سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ از الوہیت۔ حُبِّ جاہ میں الوہیت میں شرک کا دعویٰ ہے اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ زلّت۔ حضرت آدمؑ کی لغزش شہوتِ بطن و باہ کی وجہ سے تھی شیطان کی معصیت حُبِّ جاہ کی وجہ سے تھی۔

لاجرم[1] اُو زود استغفار کرد — واں لعیں از توبہ اِستکبار کرد
لامحالہ انھوں نے جلد توبہ کر لی — اور اس ملعون نے توبہ سے تکبر کیا

حرصِ حلق و فرج ہم خود بد رگیست — لیک منصب نیست آں اشکستگی ست
حلق اور شرم گاہ کی حرص بھی بدذاتی ہے — لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے

بیخ و شاخِ ایں ریاست را اگر — بازگویم دفترے باید دگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر — میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہیے

اسپِ سرکش را عرب شیطانش خواند — نے سُتورے را کہ در مرعیٰ بماند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے — نہ کہ اُس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا

شیطنت[2] گردن کشی بُد دَر لُغت — مستحقِ لعنت آمد ایں صفت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے — یہ صفت لعنت کی مستحق ہے

صد خورندہ گنجد اندر گردِ خواں — دو ریاست جُو نگنجد دَر جہاں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں — دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

آں نخواہد کیں بُود برپشتِ خاک — تا مَلِک بکشد پدر را ز اشتراک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ رُوئے زمین پر رہے — شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کر دیتا ہے

آں[3] شنیدستی کہ المُلکُ عقیم — قطعِ خویشی کرد مُلکت جُو ز بیم
تو نے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے — سلطنت کے طلبگار نے، خوف سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہے

کہ عقیم است وُرا فرزند نیست — ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اس کے اولاد نہیں ہے — آگ کی طرح، اُس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہرچہ یابد اُو بسوزد بر دَرد — چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے، پھاڑ دیتی ہے — جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے

ہیچ شو وارہ تواز دندانِ اُو — رحم کم جُو از دِلِ سِندانِ اُو
ناچیز بن جا اُس کے دانتوں سے نجات پا جا — اُس کے اہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر

چونکہ گشتی ہیچ، از سِنداں مترس — ہر صباح از فقرِ مطلق گیر درس
جب تو ناچیز بن گیا اہرن سے نہ ڈر — ہر صبح کو فقرِ مطلق سے سبق حاصل کر لے

لاجرم۔ حضرت آدمؑ کی غلطی کا اثر زائل ہوگیا۔ شیطان معصیت میں مبتلا رہا۔ حرصِ حلق۔ کھانے اور شرم گاہ کی شہوت میں عموماً انکساری سے کام لینا پڑتا ہے۔ بیخ۔ حبِ جاہ کی مذمت کے لیے دفتر درکار ہے۔ اسپِ سرکش۔ سرکش گھوڑے میں تکبر اور بلندی جاہ ہے اُس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ گدھے خچر میں شہوتِ بطن ہے اس کو شیطان نہیں کہا جاتا۔

شیطنت۔ لغت میں شیطنت سرکشی اور تکبر کو کہا جاتا ہے اسی لیے یہ صفت لعنت کی مستحق ہے۔ صد۔ کھانے والے ایک دسترخوان پر دس جمع ہو جاتے ہیں لیکن دو بادشاہ دنیا میں بھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ آں نخواہد۔ ہر بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تنہا ساری دنیا پر سلطنت کرے۔

آں شنیدستی۔ بادشاہت کو بانجھ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شرکت کے ڈر سے سب رشتے کاٹ دیتا ہے۔ ہمچو آتش۔ بادشاہوں کے تکبر اور حبِ جاہ کی مثال آگ کی سی ہے۔ ہرچہ۔ آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے۔ اور کچھ نہ ملے تو خود اپنے آپ کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ ہیچ۔ اپنے آپ کو ہیچ بنا کر حبِ جاہ کے مرض سے نجات حاصل کر لو۔ چونکہ گشتی۔ سخت چیز کو اہرن سے کوٹا جاتا ہے نرم چیز محفوظ رہتی ہے۔

هست[1] الوهیت ردائے ذُوالجلال　　هرکه در پوشید براُو گردد وبال

الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے　　جو اوڑھتا ہے وہ اُس کے لیے وبال بن جاتی ہے

تاج ازآنِ اُوست وآنِ ما کمر　　وائے اُوکز حدِ خود دارد گذر

تاج اُس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پٹی ہے　　اُس کے لیے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے

فتنۂ تُست ایں پَرِ طاؤسیت　　کاشتراکت باید و قدُوسیت

تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لیے فتنہ ہے　　کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس رادید کہ پرِ زیبائے خود را بر می کند

اس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو چونچ سے

بمنقارو می انداخت و تنِ خود را کل[2] وزشت میکرد از تعجب

اُکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے۔ اس نے تعجب

طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید، گفت می آید، اماپیشِ ما

سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے۔ اُس نے کہا ہو رہا ہے لیکن مجھے

جان از پرعزیز تراست وایں پرعدوِ جانِ من ست ازیں جهت بر می کنم

جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اس وجہ سے میں اکھاڑ رہا ہوں۔

پرِّ خود می کند طاؤسے بدشت　　یک حکیمے رفتہ بُود آنجا بگشت

ایک مور جنگل میں اپنے پر اُکھاڑ رہا تھا　　ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا

گفت طاؤسا چنیں پرِّ سَنی　　بیدریغ از بیخ چوں بر میکنی

اُس نے کہا او مورا! ایسے بڑھیا پر　　تو بلا تامل، جڑ سے کیوں اُکھاڑ رہا ہے؟

خود دلت چوں میدهد تا ایں حُلل　　برکنی و اندازیش اندر وَحَل

خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ یہ لباس　　تو اُکھاڑتا ہے اور اُس کو کیچڑ میں پھینک دیتا ہے

هر پرت[3] را از عزیزی و پسند　　حافظاں در طیِّ مصحف می نهند

گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو　　حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں

بهرِ تحریکِ هوائے سُود مند　　از پرِ تو بادبیزن می کنند

مفید ہوا کو چلانے کے لیے　　تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں

---

1. هست۔ کبریائی اور الوہیت۔ اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو اُس کو اوڑھے گا اُس کے لیے وہ وبال بنے گی۔ تاج۔ تاج خدا کی ملکیت ہے ہمارے لیے خدمت گذاری کی پٹی ہے۔ فتنہ۔ کبر و غرور جو پر طاؤس ہے۔ یہ خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔
2. کل۔ گنجا۔ دریغ۔ افسوس۔ دشت۔ جنگل۔ گشت۔ سیر وسیاحت۔ سَنی۔ بیش قیمت۔ حُلل۔ لباس کا جوڑا۔ وَحَل۔ کیچڑ۔
3. ہرپرت۔ اُس نے مور سے کہا تیرے پر تو ایسے پیارے ہیں کہ ہر شخص اُن کو قرآن میں رکھتا ہے۔ بہرِ تحریک۔ ہوا جھلنے کے لیے تیرے پروں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں۔

اینچہ[1] ناشکری وچہ بیباکی ست　　تو نمی دانی کی نقاشش کیست

یہ کیا ناشکری اور لاپرواہی ہے　　تو نہیں جانتا کہ اُس کا نقاش کون ہے؟

یا ہمیدانی و نازے میکنی　　قاصداً قطعِ طرازی میکنی

یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے　　جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے

اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ　　افگند مربندہ را از چشم شاہ

بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں　　غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں

ناز[2] کردن خوشتر آید از شکر　　لیک کم خایش کہ دارد صد خطر

ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے　　لیکن اُس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے

ایمن آباد ست آں راہِ نیاز　　ترکِ نازش گیرد باآں رہ بساز

عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے　　ناز کرنا چھوڑ دے اور اُس راہ سے مانوس ہو جا

اے بسا ناز آوری زد پرّ و بال　　آخرالامر آں براں کس شد وبال

بہت سی ناز آوریوں نے پر و بال نکالے　　بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں

خوبیِ ناز ار دے بفرازدت　　بیم و ترسِ مُضمرش بگدازدت

ناز کی خوبی، اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے　　اُس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے پگھلاتا ہے

ویں نیاز ارچہ کہ لاغر میکند　　صدر راچوں بدرِ انور میکند

یہ نیاز اگرچہ تجھے دُبلا کرتا ہے　　سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے

چوں ز مردہ زندہ بیروں میکشد　　ہر کہ مُردہ گشت او دارد رشد

چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے　　جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے

چوں[3] ززندہ مُردہ بیروں میکند　　نفسِ زندہ سُوئے مرگے می تند

جبکہ وہ زندہ سے مُردہ پیدا کرتا ہے　　زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مُردہ شوتا مُخرِجُ الحَیُّ الصَّمَدُ　　زندہٗ زیں مُردہ بیروں آورد

مُردہ بن جاتا کہ (اللہ) زندہ کو پیدا کرنے والا، بے نیاز　　زندہ کو، اُس مردے سے پیدا کر دے

دے شوی بینی تو اخراجِ بہار　　لیل گردی بینی ایلاجِ نہار

تو خزاں بن جا، تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا　　رات بن جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

---

[1] اینچہ۔ مور سے کہا تیرا پر اکھاڑنا تیری بے باکی ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے پروں پر نقاشی کس ذات نے کی ہے۔ یا ہمی دانی۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ قدرت نے یہ نقاشی کی ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسی کاریگری کو برباد کر رہا ہے اور ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اے بسا۔ اس طرح کا ناز بربادی کا سبب ہوتا ہے اور یہ ناز بے جا غلام کو شاہ کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔

[2] ناز کردن۔ انسانوں کو ناز کرنا پسند آتا ہے لیکن اُس میں خطرات بہت ہیں۔ بے خطر راستہ نیاز مندی کا ہے لہٰذا انسان کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اے بسا۔ ناز و انداز جب بڑھتا ہے تو وبال جان بن جاتا ہے۔ خوبی۔ ناز و انداز کی خوبی اگر کچھ بڑھاتی ہے تو اُس میں چھپا ہوا خوف انسان کو پگھلاتا ہے۔ ویں نیاز۔ نیاز مندی اگرچہ لاغر کرتی ہے لیکن قلب کو روشن چاند بنا دیتی ہے۔ چوں۔ حضرت حق کی صفت ہے کہ وہ مردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو جو مردہ بنے گا اُس کو وہ زندگی عطا کر دے گا۔

[3] چوں ززندہ۔ چونکہ وہ زندہ سے مردہ بھی پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر تو نفس کو نہ مارے گا تو وہ مردہ ہو جائے گا۔ مردہ شو۔ تو فانی بن جا پھر وہ تجھے حیات ابدی عنایت کر دے گا۔ دے شوی۔ تو اپنے اوپر خزاں طاری کرے گا تو بہار کا لطف دیکھے گا، رات بنے گا تو دن کا پیدا ہونا دیکھ لے گا۔

برمکن[1] آں پر کہ نہ پذیرد رفو — رُوئیِ مخراش از عزا اے خوبرُو
پروں کو نہ اُکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکے گا — اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل

آنچناں رُوئیِ کہ چوں شمسِ ضُحیٰ ست — آنچناں رُخ راخراشیدن خطاست
وہ چہرے جو چاشت کے سورج کی طرح ہے — ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے

زخمِ ناخن برچناں رُخ کافریست — کہ رُخِ مہ در فراقِ اُو گریست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے — جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رویا ہے

یا نمی بینی توروئیِ خویش را — ترک کُن خوئے لجاج اندیش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے — جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

دربیان آنکہ صفا و سادگیِ نفسِ مُطمئنہ از فکر تہا مشوّش میشود چنانچہ

اس کا بیان کہ افکار سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے جیسا کہ تو

بررُوئیِ آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کُنی داغے و نقصانے بماند

آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھو ڈالے، داغ اور نقصان باقی رہ جاتا ہے

رُوئیِ[2] نفسِ مطمئنہ دَر جسد — زخمِ ناخنہائے فکرت می کشد
جسم میں نفسِ مطمئنہ کا چہرہ — فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے

فکرتِ بد ناخنِ پُرزہر داں — میخراشد دَر تعمّق رُوئیِ جاں
بُرے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ — غور کرنے کی (صورت) میں وہ جان کا چہرہ زخمی کر دیتا ہے

تاکشاید عقدۂ اِشکال را — در حدث کردہ ست زرّیں بال را
جب تک کہ وہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے — اُس نے سنہرے بالوں کو ناپاک کر لیا ہے

عُقدہ رابکشادہ گیر اے مُنتہی — عُقدۂ سخت ست برکیسہ تہی
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کر لے گرہ کھل گئی — (یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے

درکشادِ[3] عُقدہا گشتی تو پیر — عُقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
تو گرہوں کو کھولنے میں بوڑھا ہو گیا — فرض کر لے تو نے اور چند گرہیں کھول لیں

عُقدۂ کاں برگلوئے ماست سخت — کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے — کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے، یا نیک بخت

---

[1] برمکن۔ بظاہر یہ حکیم کا مقصود ہے جو اُس نے طاؤس سے کہا۔ عزا۔ ماتم۔ آنچناں۔ حسین چہرے کو بگاڑنا بہت بڑی غلطی ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ در بیان۔ افکار کی وجہ سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی میں خلل پڑتا ہے جیسا کہ آئینہ پر اگر کچھ لکھو پھر خواہ اُس کو صاف بھی کر دو لامحالہ اُس پر نشان باقی رہ جاتا ہے۔

[2] روئی نفس۔ نفس مطمئنہ کا چہرہ فکروں کے ناخن سے زخمی ہو جاتا ہے خصوصاً بُرے افکار تو زہریلے ناخن ہیں جو روح تک کے چہرے کو بدنما بنا دیتے ہیں۔ تا کشاید۔ جب انسان افکار کی کسی گرہ کو کھولتا ہے تو روح کے زرّیں پر ناپاک ہو جاتے ہیں جس سے اُس کی پرواز میں کمی آ جاتی ہے۔ عُقدہ۔ ان دنیاوی افکار کی عقدہ کشائی ایسی ہے جیسے کسی خالی تھیلی کے منہ کی سخت گرہ کو کوئی شخص کھولے جو لا حاصل ہو۔

[3] درکشاد۔ چند گرہوں کے کھولنے میں تو بوڑھا ہو گیا، فرض کر لے کہ چند گرہیں تو نے اور کھول لیں لیکن حاصل کیا ہوا۔ عقدہ کاں۔ تیرے شقی یا سعید ہونے کی گرہ جو تیرے گلے میں لگی ہوئی ہے اگر تو اس کو کھول لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

گر بدانی کہ شقیی یا سعید
اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت
آں بُود بہتر ز فکرِ ہر عنید
ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے

حلِ[1] ایں اِشکال کُن گر آدمی
اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کر لے
خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی
اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خرچ کر

حدِ اعیان و عرض دانستہ گیر
فرض کر لے ایمان اور عرض کی تعریف معلوم ہو گئی
حدِ خود راداں کہ نبُود زیں گزیر
اپنی حقیقت جان لے کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے

چوں بدانی حدِ خود زیں حد گریز
جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اس تعریف سے گریز کر
تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز
اے خاک چھاننے والے! تاکہ تو اس ذات تک پہنچ جائے جسکی حقیقت نامعلوم ہے

عمر[2] در محمول و در موضوع رفت
محمول اور موضوع (کی تعریف) میں عمر گذر گئی
بے بصیرت عمر در مسمُوع رفت
سُنی سنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہو گئی

ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر
جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو
باطل آمد در نتیجہ خود نگر
باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کر لے

جز بمصنوعے ندیدی صانعی
تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا
برقیاسِ اِقترانی قانعی
تو اِقترانی قیاس پر صابر ہو گیا

میفزاید در وسائط فلسفی
فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے
از دلائل باز برعکسش صفی
دلائل سے، پھر برگزیدہ شخص اُس کے برعکس ہے

ایں گریزد از دلیل و از حجیب
یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے
از پئے مدلول سر بردہ بجیب
مدلول کے لیے، گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گر دُخاں[3] اُورا دلیلِ آتشست
اگر اُس کے لیے دُھواں آگ کی دلیل ہے
بے دُخاں ما را دراں آتش خوش ست
اس معاملہ میں بغیر دھویں کے ہمارے لیے آگ بھلی ہے

خاصہ ایں آتش کہ از قُرب و وِلا
خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے
از دُخاں نزدیک تر آمد بما
ہم سے دھویں سے زیادہ قریب آ گئی ہے

پس سیہ کاری بُود رفتن زخواں
دستر خوان سے چل دینا، بدکاری ہے
بہرِ تخئیلات جاں سُوی دخاں
دھویں کی جانب، جان کے خیالات کی خاطر

---

[1] حل۔ اگر تو آدمی ہے تو اس اشکال کو حل کر۔ حدِ اعیان۔ فلاسفہ عرض اور جوہر کی تعریف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور خود اپنی حقیقت و ماہیت سے بے خبر رہتے ہیں۔ چوں بدانی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ ''جس نے اپنے آپ کو جان لیا اُس نے خدا کو جان لیا''۔ نفس کی حقیقت کا علم خدا کی معرفت تک پہنچاتا ہے۔

[2] عمر۔ حکماء کی عمر موضوع و محمول کی تعریفوں میں گذر جاتی ہے اور کوئی فائدہ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر دلیلے۔ جس دلیل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو وہ بیکار ہے تو اپنے انجام پر غور کر لے۔ جز۔ تو نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض مخلوق کے ذریعہ خالق کو سمجھا ہے۔ قیاسِ اقترانی۔ مثلاً عالم مصنوع ہے اور ہر مصنوع کا کوئی صانع ہے۔ می فزاید۔ فلسفی، غیبی امور کو سمجھنے کے لیے وسائط میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور برگزیدہ شخص اس کے برعکس مشاہدہ کرتا ہے وہ دلائل سے ہٹ کر مراقبہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

[3] گر دخاں۔ فلسفی اثر سے مؤثر کو سمجھتا ہے یعنی دھویں کے ذریعہ آگ تک پہنچتا ہے۔ خاصہ۔ عارفوں کے لیے قرب اور عشق کی آگ دھویں سے نزدیک تر ہے۔ پس۔ مشاہدہ سے ہٹ کر دلائل سے اُس ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

در بیان[1] قولِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَا رُھبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

برمکن پر را و دل برکن ازو　زانکہ شرطِ ایں جہاد آمد عدو

پروں کو نہ اُکھاڑ، ان سے دل ہٹا لے　کیونکہ اس جہاد کے لیے دشمن ضروری ہے

چوں عدو نبود جہاد آمد محال　شہوت ار نبود نباشد امتثال

جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے　اگر شہوت نہ ہو، تو حکم ماننا نہ ہوا

صبر[2] نبود چوں نباشد میلِ تو　خصم چوں نبود چہ حاجت خیلِ تو

جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہو گا　جب دشمن ہی نہیں ہے، تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

ہیں مکُن خود را خصی رہباں مشو　زانکہ عفت ہست شہوت را گرو

خبردار! اپنے آپ کو خصی نہ کر راہب نہ بن　کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے

بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبود　غازیی برمُردگاں نتواں نمود

بغیر نفسانی خواہش کے اُس سے روکنا ممکن نہیں ہے　اپنا مجاہد ہونا مُردوں پر نہیں دکھایا جا سکتا

اَنْفِقُوْا گفتست پس کسبے بکُن　زانکہ نبود خرج بے دخلِ کہن

"خرچ کرو" فرمایا ہے تو تو کمائی کر　کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہو سکتا ہے

گرچہ آورد اَنْفِقُوْا را مطلق او　تو بخواں کہ اِکْسِبُوْا ثُمَّ اَنْفِقُوْا

اگرچہ اُس نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے　تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو

ہمچناں[3] چوں شاہ فرمود اِصْبِرُوْا　رغبتے باید کزاں تابی تو رُو

اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ "تم صبر کرو"　تو رغبت درکار ہے تاکہ تو اُس سے منہ موڑ لے

پس کُلُوْا از بہرِ دامِ شہوتست　بعد ازاں لَا تُسْرِفُوْا آں عفت ست

تو "تم کھاؤ" شہوت کے جال کے لیے ہے　اس کے بعد "تم فضول خرچی نہ کرو" پاکدامنی کے لیے ہے

چونکہ محمولٌ بہٖ نبود لدیہ　نیست ممکن بود محمولٌ علیہ

جبکہ خبر نہیں ہے، اُس کے پاس　مبتدا کا ہونا ناممکن ہے

چونکہ رنجِ صبر نبود مر ترا　شرط نبود پس فرونآید جزا

جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے　تو شرط نہ پائی گئی، لہٰذا جزا موجود نہ ہو گی

---

[1] دربیان۔ معصیت کے اسباب اور قدرت کے ہوتے ہوئے اُس سے بچنا کمال ہے نہ کہ معصیت کی طاقت کو ختم کر کے معصیت سے بچنا۔ اسی لیے آنحضورؐ نے فرمایا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، راہب معصیت کے اسباب اور اس کی قدرت کو فنا کر ڈالتے تھے۔ برمکن۔ مور کو نصیحت ہے کہ پرنہ اُکھاڑ یعنی شہوت اور حبِ جاہ کے اسباب اور ذرائع کو ختم نہ کر کیونکہ یہ دشمن ہیں اور دشمن کے نہ ہوتے ہوئے جہاد کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ شہوت۔ اگر انسان میں شہوت کا مادّہ ہی نہیں ہے تو زنا نہ کرنے کے حکم کی نافرمانبرداری کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

[2] صبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان نہیں ہے تو اُس سے صبر کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ دشمن نہ ہو تو لشکر کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مشو۔ راہب اپنے خصیے نکلوا دیتے تھے تاکہ زنا نہ کر سکیں۔ غازیی۔ مرے ہوؤں کے ساتھ جہاد کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو اس حکم کی تعمیل جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ انسان کمائے۔ گرچہ۔ اگرچہ قرآن میں صرف "خرچ کرو" آیا ہے لیکن اس کا مطلب یہی ہے کہ کماؤ اور خرچ کرو۔

[3] ہمچناں۔ اسی طرح "صبر کرو" کے حکم کی تعمیل جب ہی ہے کہ رغبت موجود ہو۔ کُلُوْا۔ تم کھاؤ کا حکم شہوت کا جال ہے اور لَا تُسْرِفُوْا فضول خرچی نہ کرو عفت ہے، اب اگر کُلُوْا ممکن نہ ہو تو لَا تُسْرِفُوْا کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ چونکہ۔ جب خبر کا وجود ہی نہ ہو تو مبتدا کا اس سے اتصال اور تعلق ناممکن ہے۔ رنج۔ صبر کرنے میں اگر کوئی کلفت ہی نہیں ہے تو اس کی جزا حاصل نہیں ہو سکتی ہے اذا فات الشرط فات المشروط جب شرط نہ موجود ہو تو مشروط مفقود ہوتا ہے۔

حبذا[1] آں شرط و شاداں آں جزا — آں جزائے دلنوازِ جانفزا
وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے — وہ دل نواز، جانفزا جزا

در بیان آنکہ ثوابِ عملِ عاشق از حق ہم حقست و بس جلّ جلالہٗ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہ ہے

عاشقاں را شادمانی و غم اوست — دستِ مزدور اُجرتِ خدمت ہم اوست
عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے — مزدوری اور خدمت کی اُجرت وہی ہے

غیرِ معشوق ار تماشائی بود — عشق نبُود ہرزہ سودائی بود
وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے — عشق نہیں ہے، وہ بیہودہ اور، دیوانہ ہے

عشق[2] آں شعلہ است کوچوں بر فروخت — ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا — جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے، سب جل گیا

تیغِ لا در قتلِ غیرِ حق براند — در نگر زاں پس کہ بعدِ لا چہ ماند
اُس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلا دی — غور کر لے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت
"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہو گیا — اے عشق شرکت کو جلانیوالے زبردست! تو خوش رہے

خود ہم او بود اوّلین و آخریں — شرک جز از دیدۂ احول مبیں
صرف وہی اولین اور آخری ہو گا — تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

اے[3] عجب حسنے بُود جز عکسِ آں — نیست تن را جُنبشے از غیر جاں
تعجب ہے، کوئی حسن اُس کے عکس کے سوا ہو — جان کے غیر سے، جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہے

آں تنے راکہ بُود در جاں خلل — خوش نباشد گر بگیری در عسل
جس جسم کی رُوح میں نقصان ہو — وہ اچھا نہ ہو گا، خواہ تو اُس کو شہد میں ڈال دے

ایں کسے داند کہ روزے زندہ بُود — از کفِ ایں جانِ جاں جامے ربُود
یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو — اس جانِ جاناں کے ہاتھ سے اُس نے جام حاصل کیا ہو

وانکہ چشمم اُوندیدست آں رُخاں — پیشِ او جانست ایں تفِ دخاں
جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے — اُس کے نزدیک یہ دھوئیں کی سوزش، جان ہے

---

[1] حبذا۔ صبر کی تکلیف ہو تو اُس کا بدلہ بھی ہو گا تو دونوں قابلِ مبارکباد ہیں۔ در بیان۔ چونکہ پہلے مضمون میں جزا کا بیان تھا اب بتاتے ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عاشق کے عمل کا بدلہ ذاتِ خداوندی ہے۔ عاشقاں۔ عاشقوں کا رنج اور خوشی، مزدوری اور اُس کی اُجرت صرف ذاتِ خدا ہے۔ غیرِ معشوق۔ اگر وہ معشوق کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہے تو پھر اُس کا عشق عشق نہیں ہے بلکہ وہ دیوانہ ہے۔

[2] عشق۔ جب عشقِ الٰہی نمودار ہوتا ہے تو ماسوی اللہ اُس کی آگ سے جل جاتا ہے۔ تیغِ لا۔ کلمہ میں لا الہ کہنے کے معنی یہی ہیں کہ اُس نے غیر کی نفی کر دی ہے۔ الا اللہ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اُس کے لیے سب کچھ صرف ذاتِ خداوندی ہے، عشق غیر کو بالکل جلا ڈالتا ہے۔ خود۔ صحیح آنکھ ایک دکھاتی ہے بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

[3] اے عجب۔ جہاں کہیں بھی حسن کی جھلک ہے وہ اُسی خدا کا پرتو ہے، جسم میں روح کی وجہ سے حرکت ہوتی ہے۔ آں تنے۔ جو نظر تا بد ہیں اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایں کسے۔ ہر چیز کے حُسن کو عکسِ خداوندی وہی سمجھے گا جس کی روحِ انسانی زندہ ہو گی۔ وانکہ۔ جو روحِ انسانی سے ناواقف ہو گا وہ روحِ حیوانی کو ہی سب کچھ سمجھے گا۔

چوں ندید او عمر[1] عبدالعزیزؒ — پیشِ او عادل بود حجاج نیز

جس نے (حضرت) عمر (بن) عبدالعزیز کو نہ دیکھا ہو — اُس کے نزدیک حجاج ابن یوسف بھی عادل ہو گا

چوں ندید او مارِ موسیٰؑ را ثبات — در حبالِ السحر پندارد حیات

جب اُس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ٹکاؤ نہیں دیکھا — وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا

مُرغ[2] کو نا خوردہ است آبِ زُلال — اندر آبِ شور دارد پرّ و بال

جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو — وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہے

جز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت — چوں نہ بیند زخم نشناسد نواخت

ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا — جب ظلم کو نہیں دیکھا ہے نوازش کو نہیں پہچان سکتا

لاجرم دنیا مقدّم آمدہ است — تابدانی قدرِ اقلیمِ الست

لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے — تاکہ تو الست کے جہان کی قدر جان لے

چوں از اینجا وارہی آنجا روی — در شکرخانہ ابد شاکر شوی

جب تو اس جگہ سے نجات پا جائے گا وہاں چلا جائے گا — تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شگر گذار ہو گا

گوئی آنجا خاک را می بیختم — زیں جہانِ پاک می بگریختم

تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی — میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بُودم قانع از گنجے بمار — شادماں بودم ز گلزارے بخار

میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی — میں چمن کے بجائے کانٹوں پر خوش تھا

اے دریغا[3] پیش ازیں بودے اجل — تا غذایم کم بُدے اندر وَحَل

ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آ جاتی — تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دربیانِ حدیث مَامَات مَنْ یَّمُوتُ الَّا وَ تَمَنّٰی اَنْ یَّمُوْتَ قَبلَ مَامَاتَ

(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے مر جاتا

ان کَانَ بِرًا لِیَکُونَ الٰی وُصُولِ البِرّاَ عجَل وَان کَانَ فَاجِرًا لِیَقِلَّ فُجُورُہ

اگر وہ نیک ہے تو اس لیے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے تو اس لیے کہ اُس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؐ — کہ ہر آنکہ مُردو کرد از تن نزول

اسی لیے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے — کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا

---

[1] عمرؓ۔ ابن عبدالعزیزؒ اموی خلیفہ تھے جن کا خلفاءِ راشدین میں شمار ہے، یعنی روحِ انسانی۔ حجاج۔ ابن یوسف ثقفی، عبدالملک ابن مروان عراق کا گورنر تھا جس کا ظلم وستم مشہور ہے جس نے بہتر ہزار بے قصور انسانوں کو قتل کرایا۔ یعنی روحِ حیوانی۔ چوں۔ اگر کسی نے اصل کو نہ دیکھا ہو گا تو وہ نقل سے دھوکا کھا جائے گا۔

[2] مرغ۔ جو شخص حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ مجاز کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ جو۔ مشہور مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا "چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں"۔ لاجرم۔ دنیا کو بھگت کر آخرت کی قدر معلوم ہو گی۔ اقلیم الست۔ عالمِ آخرت۔ چوں۔ انسان جب دنیا کی زندگی ختم کر کے عالمِ آخرت میں پہنچے گا تو بہت شکر گذار ہو گا۔ گوئی۔ پھر کہے گا کہ دنیا آخرت کا مقابلہ میں خاک اور مٹی تھی دنیا خارستان تھا اور آخرت گلستان ہے۔

[3] اے دریغا۔ دنیا میں جس قدر وقت گذارا اُس پر افسوس کرے گا۔ دربیان۔ مرنے کے بعد ہر نیک و بد جلد مر جانے کی خواہش کا اظہار کرے گا اگر نیک ہو گا تو کہے گا کاش میں جلد اس بھلائی تک پہنچ جاتا اگر بد ہے تو کہے گا کہ کاش پہلے مر جاتا تو برائیاں کم کرتا۔

نبود اُو را حسرتِ نقلان و موت
اُس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہو گا
لیک باشد حسرتِ تقصیر و فوت
لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہو گی

ہر کہ[1] میرد خود تمنا باشدش
جو شخص مرتا ہے خود اُس کو تمنا ہوتی ہے
کہ بُدے زیں پیش نقلِ مقصدش
کہ اُس کا مقصود کی طرف منتقل ہو جانا اس سے پہلے ہو جاتا

گر بُدے بد تا بدی کمتر بُدے
اگر وہ بد تھا تو اس لیے کہ بدی کم ہوتی
ور تقی تا خانہ زُو تر آمدے
اور متقی تھا تو گھر جلدی آ جاتا

گوید آں بد بیخبر می بودہ ام
وہ بد کہے گا، میں بے خبر تھا
دمبدم من پردہ می افزودہ ام
میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا

گر ازیں زُوتر مرا معبر بُدے
اگر اس سے پہلے ہی میرے لیے راستہ ہوتا
ایں حجاب و پردہ ام کمتر بُدے
میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

از حریصی[2] کم دراں رُوئے قنوع
حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی نہ بنا
وز تکبّر کم دراں چہرہ خشوع
اور تکبّر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر

ہمچنیں از بخل کم در رُوئے جُود
اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی نہ کر
وز بلیسی چہرۂ خوبِ سجود
اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

بر مکن آں پرِّ خُلد آرائے را
جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اُکھاڑ
بر مکن آں پرِّ رہ پیمائے را
راستہ طے کرنے والے پر نہ اُکھاڑ

چوں شنید[3] ایں پندو روئے بنگریست
جب اُس نے یہ نصیحت سُنی، اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا
بعد ازاں در نوحہ آمد می گریست
اُس کے بعد نوحہ شروع کر دیا، رو پڑا

نوحہ و گریہ دراز و دردمند
نوحہ اور گریہ دراز اور دردمند تھا
ہر کہ آنجا بُود در گریہ اش فگند
وہاں جو بھی تھا اُس کو رُلا دیا

واں نکہ میپرسید پَر کندن ز چیست
اور جس نے پوچھا تھا کہ پَر کیوں نوچتا ہے؟
بیجوابے شُد پشیماں می گریست
بغیر جواب (سُنے) شرمندہ ہو گیا، رونے لگا

کز فضولی من چرا پُرسیدمش
کہ بیہودہ پن سے میں نے اُس سے کیوں پوچھا؟
اوز غم پُر بود شورانیدمش
وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اس کو جوش دلا دیا

می چکید از چشمِ تر برخاکِ آب
تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے ہیں
اندراں ہر قطرہ مُدرَج صد جواب
ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے

---

[1] ہر کہ۔ موت کے بعد ہر مُردے کی خواہش ہو گی کہ کاش وہ پہلے مرجاتا اگر نیک ہے تو اس لیے یہ خواہش ہو گی کہ اب سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جاتا اگر بد ہے تو اس لیے کہ یہ سوچے گا اگر جلد مرجاتا تو بُرائیاں کم کرتا۔ دمبدم۔ بُرا انسان کہے گا کہ میں جس قدر زندہ رہا اُسی قدر گمراہی کے پردے زیادہ بڑھتے گئے۔ گر۔ اگر اس سے پہلے مرجاتا تو یہ پردے کم ہوتے۔

[2] از حریصی۔ یہ بھی حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے پر لوچنے پر مور سے کہا۔ قنوع۔ قناعت۔ خشوع۔ عاجزی۔ درا۔ دریدن بمعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ ہمچنیں۔ مور کی تمثیل کے سلسلہ میں مولانا نے انسان کی اُن صفات کا ذکر کیا ہے جو قدرت نے اُس میں ودیعت کر رکھی ہیں اور انسان اپنی بداعمالی سے اُن کو برباد کرتا ہے۔

[3] شنید۔ اُس مور نے سنا۔ رُوی۔ یعنی ناصح کا چہرہ۔ نوحہ۔ اس کے رونے نے دوسروں کو رُلا دیا۔ واں نکہ۔ وہ ناصح حکیم بھی رو پڑا۔ کز فضولی۔ اس سوال پر کہ پر کیوں اُکھاڑتا ہے وہ سوال کرنے والا شرمندہ ہو گیا۔ ہر قطرہ۔ آنسو کے ہر قطرے میں اس سوال کا جواب تھا۔ مُدرَج۔ داخل۔

می چکید از چشمِ او گریہ بخاک ۔ خاک گِل می شد زاشکِ سہمناک
اُس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے ۔ خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی

گریۂ[1] با صدق برجانہا زند ۔ تا کہ چرخ و عرش راگریاں کند
سچائی کے ساتھ رونا، روحوں کو متاثر کرتا ہے ۔ حتیٰ کہ آسمان اور عرش کو رُلا دیتا ہے

گریۂ بے صدق بے سوزش بُود ۔ دیوِ دوں برگریہ اش خنداں شود
بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے ۔ کمینہ شیطان، اُس کے رونے پر ہنستا ہے

گریۂ بے صدق باشد بیفروغ ۔ آں ندارد چربی مانندِ دوغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے ۔ اُس میں چھاچھ کی طرح مکھن نہیں ہوتا ہے

عقل و دلہا بے گمانے عرشیند ۔ در حجاب از نورِ عرشی میزیند
عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں ۔ در پردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

در بیان آنکہ عقل وروح درآب وگِلِ جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت و ماروت درچاہِ بابل

اس کا بیان کہ عقل اور رُوح جسم کی مٹی، پانی میں اسطرح قیدی ہیں جسطرح کہ ہاروت اور ماروت، بابل کے کنویں میں

ہمچو[2] ہاروت و چوماروت آں دو پاک ۔ بستہ اند ایں جابچاہِ سہمناک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح ۔ اس جگہ، خوفناک کنویں میں بند ہیں

عالمِ سفلی و شہوانی درند ۔ اندریں چہ گشتہ اند از جُرم بند
وہ عالمِ سفلی اور شہوانی میں ہیں ۔ جُرم کی وجہ سے اس کنویں میں بند ہو گئے ہیں

سحر و ضدِ سحر رابے اختیار ۔ زیں دو آموزند نیکان و شرار
جادو اور اس کا توڑ بغیر اختیار کے ۔ نیک اور بد ان دونوں سے سیکھتے ہیں

لیکن اوّل پند بدہندش کہ ہیں ۔ سحر را از ما میاموز و مچیں
لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار! ۔ جادو ہم سے نہ سیکھ، نہ حاصل کر

مابیاموزیم[3] ایں سحر اے فلاں ۔ از برائے ابتلا و امتحاں
اے فلاں! ہم یہ جادو سکھاتے ہیں ۔ ابتلا اور آزمائش کے لیے

کامتحاں را شرط باشد اختیار ۔ اختیارے نبوَدت بے اقتدار
آزمائش کے لیے اختیار شرط ہے ۔ بغیر قدرت کے تیرے لیے اختیار نہ ہو گا

میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند ۔ اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند
خواہشات، سوتے ہوئے کتوں کی طرح ہیں ۔ ان کے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں

---

[1] گریہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو سچائی کا رونا ہے اُس کی تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ گریۂ بے صدق۔ بناوٹی رونے پر شیطان مذاق اُڑاتا ہے۔ عقل ودلہائے۔ القلب عرش الرحمٰن ''دل خدا کا عرش ہے'' تو چونکہ سچے رونے سے عرش متاثر ہوتا ہے لہٰذا عقل ودل جو عرشی ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ جس طرح ہاروت و ماروت کا تعلق عالمِ بالا سے تھا لیکن چاہِ بابل میں قیدی ہیں اس طرح عقل اور روح بھی عالمِ بالا کی چیز ہوتے ہوئے انسانی بدن کے کنویں میں قیدی ہیں۔ عالمِ سفلی۔ ان دونوں نے چونکہ عالمِ سفلی اور شہوانی سے تعلق پیدا کیا لہٰذا جسم کے کنویں میں بند کر دیے گئے ہیں۔ سحر و ضدِ سحر۔ اب نیک لوگ اُنسے اچھی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور بُرے لوگ بُری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔ بے اختیار۔ یعنی شوق سے مجبور ہو کر۔

[3] مابیاموزیم۔ عقل وروح سمجھاتی ہے کہ ہمارے سحر سکھانے میں ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ سیکھنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے یا صحیح۔ امتحان۔ اس جادو کا سیکھنا نہ سیکھنا سیکھنے والا کا اختیاری فعل ہے اس لیے اُس کو دونوں باتوں پر قدرت ہے۔ میلہا۔ انسان کے اندر کی خواہشیں سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں اور انسان کے دل میں خیر وشر دونوں موجود ہیں۔

چونکہ[1] قدرت نیست خفتند ایں رده
چونکہ (تجھ میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے
ہمچو ہیزم پارہا و تن زده
لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چُپ ہے

تا کہ مُردارے در آید درمیاں
یہاں تک کہ کوئی مُردار بیچ میں آ جاتا ہے
نفخِ صورِ حرص کوبد بر سگاں
حرص کے صور کی آواز کتوں کو جھنجوڑ دیتی ہے

چوں دراں کوچہ خرے مُردار شد
جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے
صد سگِ خفتہ بداں بیدار شد
اُس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں

حرصہائے رفتہ اندر کتمِ غیب
غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں
تاختن آورد سر برزد ز جیب
حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سر نکالا

مُو بموئے[2] ہر سگے دنداں شُده
ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا
وز برائے حیلہ دُم جُنباں شُده
اور تدبیر کے لیے دُم ہلانے لگا

نیم زیرش حیلہ و بالا غضب
اُس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اُوپر کا غصہ ہے
چوں ضعیف آتش کہ اُو یابد حطب
جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پا لے

شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں
لا مکان سے شعلے ہی شعلے آ جاتے ہیں
میرود دُود و لہب تا آسماں
دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے

صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند
ایسے سینکڑوں کتے اس جسم میں سوئے ہوئے ہیں
چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند
چونکہ کوئی شکار نہیں ہے، وہ چھپے ہوئے ہیں

یا چو بازانند دیدہ دوختہ
یا آنکھیں سِلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں
در حجاب از عشقِ صیدے سوختہ
شکار کے عشق میں در پردہ جلے ہوئے ہیں

تاکُلَہ برداری و بیند شکار
یہانتک کہ تو ٹوپا ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے
انگہاں سازد طوافِ کوہسار
اُس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے

شہوتِ[3] رنجور ساکن می بُود
بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے
خاطرِ اُو سُوئے صحت میرود
اُس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

چوں بہ بیند نان و سیب و خربزه
جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے
در مَصاف آید مزه و خوفِ بزه
مزا اور بد پرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں

چونکہ۔ انسان کا یہ سمجھنا کہ اس میں برائی کی حالت نہیں ہے بہت بڑی غلطی ہے چونکہ بُرائی کا موقع حاصل نہیں اسلیے وہ قوت سوئی ہوئی ہے جب موقع ہوگا وہ فوراً بیدار ہو جائے گی۔ چوں دراں۔ انسانی خواہشوں کا عال سوئے ہوئے کتوں کیطرح ہے اُنکے سامنے جب کوئی مُردار آجاتا ہے پھر اُن کا حال دیکھو۔ مو بموی۔ اب کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن جاتا ہے اور وہ حیلہ اور غصہ سے پُر ہو جاتا ہے۔ چوں ضعیف۔ آگ کو اگر ایندھن ملے تو کس قدر پُرسکون ہوتی ہے اور ایندھن ملتے ہی کس قدر شعلہ زن بن جاتی ہے۔ صد چنیں۔ انسان کے اندر بُری صفتیں ان کتوں کی طرح سوئی ہوئی ہیں جب موقع ملتا ہے تو وہ پھر اپنی تیزی دکھاتی ہیں۔ یا چو۔ ان بُری صفتوں کی مثال کتوں سے دے لو یا اُس باز سے جس کی آنکھیں سِلی ہوئی ہیں لیکن شکار کے عشق میں وہ دل سوختہ ہے۔ تاکلہ۔ شکار کے وقت باز کے سر پر سے ٹوپی ہٹادی جاتی ہے تو پھر وہ شکار کو دیکھ کر پہاڑوں کا چکر کاٹتا ہے۔
شہوتِ رنجور۔ بیماری کے دوران مختلف غذاؤں کی شہوت و رغبت سکون پذیر ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو وہ شہوت بیدار ہو جاتی ہے۔ چوں بہ بیند۔ جب مریض مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو خواہش بیدار ہو جاتی ہے اور اب وہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کھانے کو جی چاہتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ اگر کھاؤں گا تو بد پرہیزی ہوگی۔

گر بود[1] صبار دیدن سودِ اوست | آں تہیج طبع سُستش را نکوست
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اُس کے لیے مفید ہے | وہ برانگیختگی اُس کی سست طبیعت کے لیے بہتر ہے

ورنباشد صبر پس نادیدہ بہ | تیر دور اولیٰ زمردِ بے زرہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے | بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے

باز گردد کُن حکایت را تمام | تاچہ گفت اندر جوابش والسلام
واپس ہو اور حکایت کو پورا کر دے | کہ اُس (مور) نے اُس کے جواب میں کیا کہا، والسلام

بشنو[2] اکنوں توز طاؤس آں جواب | تابدانی ہر نکوئی را خطاب
اب تو مور سے وہ جواب سُن | تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادنِ طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اُس سوال کرنے والے دانا کو جواب دینا

چوں زگریہ فارغ آمد گفت رَو | کہ تو رنگ و بُوئے را ہستی گرو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہو گیا اُس نے کہا | کہ تو رنگ و بُو کا غلام ہے

آں نمی بینی کہ ہر سُو صد بلا | سُوئے من آید پئے ایں بالہا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سینکڑوں بلائیں | ان پروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

اے بسا صیّاد بے رحمت مُدام | بہرِ ایں پرہا نہد ہر سُو دام
ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری | ان پروں کے لیے میری ہر جانب جال بچھاتے ہیں

چند تیر انداز بہرِ بالہا | تیر سُوئے من کشد اندر ہوا
بہت سے تیر انداز پروں کے لیے | ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں

چوں[3] ندارم زورو ضبطِ خویشتن | زیں قضاو زیں بلاو زیں فِتَن
جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں | اس قضا اور اس بلا اور ان فتنوں سے

آں بہ آید کہ شوم زشت وکریہ | تابوم ایمن دریں کُہسار و تیہ
یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بن جاؤں | تاکہ میں اس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہو جاؤں

برکنم پرہائے خود رایک بہ یک | تا نیندازد بدامم ہر کُلَک
میں ایک ایک کر کے اپنے پر نوچتا ہوں | تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے

نزدِ من جاں بہتر از بال و پر ست | جاں بماند باقی و تن ابتر ست
میرے نزدیک جان، بال اور پر سے بہتر ہے | جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے

---

[1] گر بود۔ اب اگر اُس مریض میں صبر کا مادہ ہے تو ان غذاؤں کا دیکھنا اُس کے لیے مفید ہے تاکہ اُس کی خواہشیں بیدار ہو جائیں اور اگر وہ صابر نہیں ہے تو اُس کے لیے مناسب ہے کہ وہ ان غذاؤں کو ہی نہ دیکھ پائے۔

[2] بشنو۔ اب ناصح حکیم کو مور نے جو جواب دیا وہ سنو اُس نے کہا اے ناصح تو محض رنگ و روپ کا عاشق ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پر میرے لیے کس قدر مصائب کا سبب ہیں۔ اے بسا۔ شکاری میرا شکار محض ان پروں کی خاطر کرتے ہیں کوئی جال سے پکڑتا ہے کوئی مجھے تیر سے مارتا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ مجھ میں ان مصائب کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں بدصورت بن جاؤں۔ کہسار۔ پہاڑ۔ تیہ۔ جنگل۔ کلک۔ منحوس۔ نزدمن۔ پروں کے بچانے سے جان کا بچانا بہتر ہے۔ ابتر۔ ناقص۔

ایں[1] سلاحِ عُجبِ مَن شُداے فتیٰ — عُجب آرد مُعجباں را صد بلا

اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے — خود پسندی خود پسندوں کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

در بیان آنکہ ہنر ہا و زیرکیہا و مالِ دنیا ہمچو پرِ طاؤس عدوِ جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور ذہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را — کز پئے دانہ نہ بیند دام را

ہنر، ناقص کے لیے ہلاکت ہے — کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا

اختیار[2] آں رانکو باشد کہ اُو — مالکِ خود باشد اندر اِتقُوْا

اختیار، اُس کے لیے بھلا ہوتا ہے جو — "تم تقویٰ اختیار کرو" کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار — دور کُن آلت بینداز اختیار

جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار! — آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے

جلوہ گاہ و اختیارم ایں پرست — برکنم پر راکہ در قصدِ سرست

میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں — میں پر نوچ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پرِ خود را صبور — تا پرش در نفگند در شرو شور

صابر اپنے (بال و پر) کو نیست سمجھتا ہے — حتیٰ کہ اُس کے پر شوروشر میں مبتلا نہیں کرتے ہیں

پس زیانش نیست پرگو برمکَن — گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن

تو اُس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہہ دو وہ پر نہ نوچے — اگر کوئی تیر آئے گا، وہ ڈھال سامنے کر دے گا

لیک[3] برمن پرِ زیبا دشمنے ست — چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست

لیکن میرے لیے حسین پر دشمن ہیں — چونکہ خودنمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے

گر بُدے صبر و حفاظم راہبر — برفزودے زاختیارم کرّ و فر

اگر صبر اور حفاظت میرے راہبر ہوتے — تو اختیار سے میری کر و فر بڑھا دیتے

ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن — نیست لائق تیغ اندر دست من

میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں — میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے

گرمرا عقلے بُدستے مُنزجر — تیغ اندر دستِ من بُودے ظفر

اگر میرے پاس رُک جانے والی عقل ہوتی — تو میرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی

عقل باید نوردہ چوں آفتاب — تازند تیغے کہ نبُود جز صواب

عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہیے — تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو

---

[1] ایں۔ میرے یہ پر میرے غرور و تکبر کا باعث ہیں اور تکبر سینکڑوں بلاؤں کا سبب بنتا ہے۔ در بیان۔ جس طرح مور کے پر اس کے مصائب کا سبب ہیں اسی طرح دنیا کے ہنر اور دنیا کی عقل بھی انسان کے لیے وبالِ جان ہے۔

[2] اختیار۔ گناہ کے کر سکنے اور نہ کر سکنے کا اختیار اُس شخص کے لیے مناسب ہے جس میں تقویٰ ہو اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر اُس کے لیے اختیار باقی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ آلت۔ یعنی وہ اسباب و ذرائع جن سے برائی پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ۔ مور نے کہا کہ میرے تکبر و غرور کے اسباب میرے پر ہیں لہٰذا میں اُن کو ہی ختم کیے دیتا ہوں چونکہ یہ ہلاکت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ صبور۔ جو صابر اور متقی ہو وہ ان اسباب کو کالعدم سمجھ سکتا ہے۔ پس۔ صابر اپنے صبر کی ڈھال سے اپنا بچاؤ کر لے گا۔

[3] لیک۔ لیکن میں چونکہ ناچنے اور نمائش سے صابر نہیں ہوں لہٰذا میرے پر میرے دشمن ہیں۔ گر بدے۔ اگر انسان صابر ہو تو برائی پر قدرت ہوتے ہوئے برائی نہ کرنا بہت افضل ہے۔ ہمچو۔ میری مثال بچہ کی سی ہے جس کے ہاتھ میں تلوار دینا مناسب نہیں ہے وہ اس کو غلط استعمال کرے گا۔ عقل باید۔ تلوار عقل مند کے ہاتھ میں دینی چاہیے تاکہ وہ تلوار کا صحیح استعمال کرے۔

چون[1] ندارم عقلِ تابان و صلاح
جب کہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے
پس چرا در چاہ نندازم سلاح
تو میں ہتھیار کنویں میں کیوں نہ پھینک دوں

در چہ اندازم کنوں تیغ و مجن
اب میں تلوار اور ڈھال کنویں میں ڈال رہا ہوں
کایں سلاحِ خصمِ من خواہد شدن
کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائیں گے

چون ندارم زور و یاری و سند
جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں
تیغ اُو بستانَد و برمن زند
وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلا دے گا

رغمِ ایں نفسِ وقیحہ خویِ را
اس بدخصلت نفس کی ذلت کے لیے
کو نپوشد رُو خراشم رُویِ را
جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں

تا شود کم ایں جمال و ایں کمال
تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے
چون نماند زو کم افتم در وبال
جب وہ نہ رہے گا تو میں اس کی وجہ سے وبال میں نہ پھنسوں گا

چون بدیں نیت خراشم بزہ نیست
جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے
کہ بزخم ایں رویِ را پوشید نیست
کیونکہ نوچنے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے

گر دلم[2] خویِ ستیری داشتے
اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا
رویِ خوبم جز صفا نفراشتے
تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا

چون ندیدم زور و فرہنگ و صلاح
جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی
خصم دیدم زود بشکستم سلاح
میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے

تا نگردد تیغِ من اورا کمال
تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے
تا نہ گردد خنجرم برمن وبال
تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے

میگریزم تا رگم جنباں بُود
جب تک میری نبض حرکت کرتی رہے گی میں بھاگتا رہوں گا
کے فرار از خویشتن آساں بُود
لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟

آنکہ[3] از غیرے بُود اورا فرار
جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو
چون اُزو ببرید گیرد اُو قرار
وہ جب اُس سے جدا ہو گیا تو اس کو سکون ہو گیا

منکہ خصمم ہم منم اندر گریز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، بھاگنے میں
تا ابد کارِ من آمد خیز خیز
ہمیشہ کے لیے میرا کام ہو گا اُٹھ اُٹھ

نے بہندست ایمن و نے در ختن
اس کو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں
آنکہ خصمِ اوست سایہ خویشتن
جس کا دشمن خود اُس کا سایہ ہو

---

1. چوں۔ جبکہ مجھ میں عقل نہیں ہے تو مجھے اپنا ہتھیار یعنی پر کنویں میں پھینک دینے چاہییں۔ چوں ندارم۔ اگر انسان میں تلوار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے تو دشمن اس کی تلوار چھین کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ رغم۔ میں اپنے نفس کو ذلیل کرنے کے لیے اپنے پر اکھاڑ رہا ہوں۔ تاشود۔ تاکہ اس جمال اور کمال کے اسباب ہی باقی نہ رہیں۔ چوں۔ جبکہ پر اکھاڑنے میں میری یہ مصلحت ہے تو پر نوچنا گناہ نہیں ہے۔
2. گردلم۔ اگر مجھ میں پردہ پوشی کی طاقت ہوتی تو پھر میں پر نہ اکھاڑتا۔ چوں ندیدم۔ جب مجھ میں گناہ کے اسباب اختیار کر کے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو ان اسباب ہی کو ختم کر رہا ہوں۔ تانگردد۔ جب مجھ میں طاقت نہیں ہے تو یہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو جائے گا۔ میگریزم۔ اب جبکہ اپنا دشمن میں خود ہوں تو جب تک بھی جان میں جان ہے میں بھاگتا رہوں گا لیکن اپنے آپ سے گریز بہت مشکل ہے۔
3. آنکہ۔ دوسرے سے بھاگنے میں قرار ممکن ہے جب وہ دُور ہو جائے تو ٹھہر سکتا ہے۔ منکہ۔ لیکن چونکہ میں خود اپنا دشمن ہوں تو میرا کام ہر وقت دشمن سے بھاگتے رہنا ہے۔ نے بہند۔ نہ میرے لیے ہندوستان میں قرار ممکن ہے نہ ختن میں، کیونکہ میرا دشمن سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے۔

دَر صفتِ[1] آں بیخوداں کہ از شرِ خود و ہنرِ خود ایمن شدہ اند کہ فانی اند در بقائے حق

اُن بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بقا میں فانی ہو گئے

سبحانہ ہمچوں ستارگاں کہ فانی اندر بروز در نورِ آفتاب و فانی را خوفِ آفت و خطر نباشد

جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی میں فانی ہیں اور فانی کے لیے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا

چوں فناش از فقر پیرایہ شود — اُو محمدؐ وار بے سایہ شود

جبکہ اُس کی فنا، فقر سے آراستہ ہو جائے — وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

فقرِ[2] فخری را فنا پیرایہ شد — چوں زبانۂ شمع اُو بے سایہ شد

"فقر میرا فخر ہے" کے لیے فنا زینت بنی — شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر — سایہ را نبود بگردِ اُو گذر

شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی — اُس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہو گا

موم از خویش وز سایہ در گریخت — در شعاع از بہرِ اُو کہ شمع ریخت

موم ہستی اور سایہ سے چلا گیا — شعاعوں میں اُس کے لیے جس نے شمع بنائی تھی

گفت[3] از بہرِ فنایت ریختم — گفت من ہم در فنا بگریختم

اُس نے کہا، میں نے تجھے فنا کے لیے بنایا ہے — اُس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا

ایں شعاعِ باقی آمد مفترض — نے شعاعِ شمعِ فانیِ عرض

باقی (باللہ) شعاعِ واقعی ہے — نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع

شمع چوں درنارشد کلّی فنا — نے اثر بینی ز شمع و نے ضیا

شمع جب آگ میں بالکل فنا ہو گئی — تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی

ہست اندر دفعِ ظلمت آشکار — آتشِ صورت بموے پایدار

تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے — کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے

برخلافِ مومِ شمعِ جسم کاں — تا شود کم گردد افزوں نورِ جاں

جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ — جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا

ایں شعاعِ باقی و آں فانیست — شمعِ جاں را شعلۂ ربانیست

یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے — جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے

---

[1] در صفت۔ وہ بیخود اپنے ہنر اور شر سے مطمئن ہیں جنھوں نے اپنا وجود وجودِ حق میں اس طرح فنا کر دیا ہے جس طرح ستارے دن کے وقت سورج کے نور میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چوں فناش۔ جب فنا فی الحق حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اسی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے جس طرح آنحضورؐ تھے۔

[2] فقرِ فخری۔ چونکہ آنحضورؐ اپنی صفات صفاتِ حق میں فنا کر چکے تھے لہٰذا اپنی صفات کے اعتبار سے آنحضورؐ کو فقر حاصل تھا۔ جو حضورؐ کے لیے باعثِ فخر تھا تو پھر آنحضورؐ کی شمعِ وجود، شعلۂ شمع کی طرح بے سایہ تھی۔ شمع۔ جب شمع مجسم شعلہ بن جائے تو اس کا سایہ نہیں رہتا ہے۔ موم۔ شمع کا موم اور سایہ اُس ذات کی شعاعوں میں گم ہو گیا جس نے شمع بنائی تھی۔

[3] گفت۔ شمع ساز نے شمع سے کہا کہ میں نے تجھے فنا کے لیے بنایا تھا اس نے کہا کہ اسی لیے میں فنا ہو گئی ہوں۔ ایں شعاع۔ یہ خدائی شعاع حقیقی شعاع ہے عارضی اور فانی شعاعِ حقیقی نہیں ہے۔ شمع چوں۔ شمع جب اپنے آپ کو آگ میں فنا کر دیتی ہے تو اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا یہی حال شعاع فانی فی اللہ کا ہے۔ ہست۔ نورِ جان اور نورِ شمع میں یہ فرق ہے شمع کا نور شمع کے وجود سے وابستہ ہے اور نورِ جان اسی قدر بڑھے گا جس قدر اس کی شمع یعنی جسم گھٹے گا۔ ایں شعاع۔ نورِ جان کی شعاع باقی اور نورِ شمع فانی ہے نورِ جان ربانی شعلہ سے منور ہے جو قائم و دائم ہے۔

این[1] زبانہ آتشے چوں نور بُود
کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے
سایۂ فانی شدن زو دُور بُود
فانی ہونے کا سایہ اس سے دور ہے

ابر را سایہ بیفتد برزمیں
زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے
ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں
سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے

بیخودی بے ابریست اے نیک خواہ
اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جانا ہے
باشی اندر بیخودی چوں قرصِ ماہ
تو بے خودی میں چاند کی طرح ہو گا

بازچوں ابرے بیاید راندۂ
پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آ جاتا ہے
رفت نور ازمہ خیالے ماندۂ
چاند کا نور چلا جاتا ہے (اس کا) ایک خیال رہ جاتا ہے

ازحجاب[2] ابر نورش شد ضعیف
اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کی وجہ سے کمزور ہو گیا
چوں ہلالے گشت آں بدرِ شریف
وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کی طرح ہو گیا

مہ خیالے می نماید ز ابر و گرد
ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے
ابرِ تن مارا خیال اندیش کرد
جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

لُطفِ مہ بنگر کہ ایںہم لطفِ اوست
چاند کی مہربانی دیکھ، یہ بھی اُس کی مہربانی ہے
کہ بگفت اُو ابرہا مارا عدُوست
کہ اُس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں

مہ فراغت دارد از ابر و غبار
چاند ابر اور غبار سے پاک ہے
بر فرازِ چرخ دارد مہ مدار
چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے

ابر[3] مارا شد عدو و خصمِ جاں
ابر، ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے
کہ کُند مہ را زچشمِ مانہاں
کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے

حُور را ایں پردہ زالے میکند
یہ پردہ حُور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے
بدر را کم از ہلالے می کُند
چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے

ماہ مارا درکنارِ عز نشاند
چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا
دشمنِ مارا عدوّے خویش خواند
ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا

ابر را تابے اگر ہست ازمہ است
ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی وجہ سے ہے
ہر کہ مہ خواند ابر را اُو گمرہ است
جو ابر کو چاند کہے، وہ گمراہ ہے

---

1. این زبانہ۔ جس طرح نور ہونے کے وقت آگ کے شعلہ سے فنا کا سایہ دُور ہو جاتا ہے اسی طرح جب جان عین نورِ حق ہو جاتی ہے تو فنا کا سایہ اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ ابر۔ ابر میں چونکہ کثافت ہے اُس کا سایہ ہوتا ہے چاند نورِ خالص ہے اُس کے ساتھ سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بیخودی۔ جب جان مقامِ فنا حاصل کر لیتی ہے تو اُس کی کثافت دُور ہو جاتی ہے اور وہ چاند کی طرح ہو جاتی ہے۔ باز۔ اگر روح میں کسی وقت خودی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں ابر جیسی کثافت پیدا ہو جاتی ہے، نور جاتا رہتا ہے اور اُس نور کا محض ایک خیالی وجود رہ جاتا ہے۔
2. ازحجاب ابر۔ جس طرح چاند کا نور ابر کی وجہ سے کمزور پڑ جاتا ہے اور چودھویں کا چاند پہلی رات کا چاند نظر آنے لگتا ہے، یہی خودی کی صورت میں نورِ جان کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ مہ۔ ابر اور گرد کے حجاب کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی صورت رہ جاتی ہے یہی حال جسم کے ابر کی وجہ سے نورِ جان کا ہے۔ لطف۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ تن پروروں کو اس نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اُن کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ ان کی خدا سے دشمنی متصور نہیں ہو سکتی وہ تو مومنین کے دشمن ہیں۔ مہ۔ چاند پر گرد و غبار کا کوئی اثر نہیں ہے وہ تو دیکھنے والوں کی آڑ ہے۔
3. ابر۔ ابر، دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اس کی نگاہ سے چاند کو چھپا دیتا ہے۔ حور را۔ یہ ابر ہماری نظر میں ایک خوبصورت چیز کو بدنما بناتا ہے اس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ زال۔ بوڑھی۔ ماہ۔ خدا نے ہمارے دشمن کو اپنا دشمن قرار دے کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ابر را۔ تعینات میں جو کچھ رونق ہے وہ وجودِ واحد کی وجہ سے ہے جو تعینات کو اصل سمجھے وہ گمراہ ہے۔

نورِ مہ[1] بر ابر چوں منزل شُدست
چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے
گرچہ ہمرنگ مہ است و دولتی ست
(ابر) اگرچہ چاند کا ہمرنگ ہے اور صاحبِ دولت ہے
در قیامت مہر و مہ معزول شُد
قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے
تا بداند مِلک را از مُستعار
تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کر لے
دایہ[2] عاریت بُود روزے سہ چار
دایہ تین چار روز کے لیے عارضی ہوتی ہے
پُرِّمن ابرست و پردست و کثیف
میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں
برکَنم پَر راو لطفش را ز راہ
میں پروں اور اُس کے لطف کو راستہ سے ہٹاتا ہوں
من نخواہم دایہ مادر خوشترست
میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے
من نخواہم لطفِ مہ از واسطہ
میں چاند کا لطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں
یا مگر[3] ابرے بگیرد خُوئے ماہ
یا ابر، چاند کی خصلت حاصل کر لے
صورتش بنماید او در وصفِ لا
وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے
آں چناں ابرے نباشد پردہ بند
ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے

رُویِ تاریکش زمہ مُبدَل شُدست
اُس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے
اندر ابر آں نورِ مہ عاریتی ست
(لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے
چشم دراصلِ ضیا مشغول شُد
آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی
ویں رُباطِ فانی از دارُ القرار
اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے
مادرا ما را تو گیر اندر کنار
اے اماں! تو ہمیں گود میں لے لے
زانعکاسِ لطفِ حق شُد او لطیف
اللہ کے لطف کے منعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں
تا بہ بینم حُسنِ مہ را ہم زماہ
تاکہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں
موسیم من دایۂ من مادرست
میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے
کہ ہلاکِ خلق شُد ایں رابطہ
کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کے لیے ہلاکت کا سبب بنا ہے
تا نگردد اُو حجابِ رُویِ ماہ
تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے
ہمچو جسمِ انبیاء و اولیا
جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے
پردہ در باشد بمعنی سُود مند
حقیقتاً پردے کو چاک کرنیوالا (اور) مفید ہوتا ہے

---

[1] نورِ مہ۔ تعینات کا وجود وجودِ مطلق کا سایہ اور عکس ہے۔ گرچہ۔ ابر کو اگرچہ چاند کی ہمرنگی حاصل ہوگئی ہے لیکن یہ عارضی ہے۔ در قیامت۔ جب صرف ذاتِ حق باقی رہ جائے گی تب سب کو یقین آ جائے گا کہ دوسری چیزوں کا وجود محض عارضی تھا۔ رباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ دارالقرار۔ عالمِ آخرت۔

[2] دایہ۔ وہ چیزیں جن سے دنیا میں انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ مادرا۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں معیت حاصل ہے۔ پرِّمن۔ یہ مور کا مقولہ ہے یعنی دنیاوی ہنر اور صوری صفات میرے لیے بمنزلہ ابر کے بن گئی ہیں اُن کو دور کر کے میں چاند کے حسن کا براہِ راست مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ یہ عارضی صورتیں مجھے درکار نہیں ہیں میں موسیٰ صفت ہوں میں دایہ کا خواستگار نہیں ہوں براہِ راست ماں سے مستفید ہونا چاہتا ہوں براہِ راست اس کا جلوہ چاہتا ہوں، مظاہر میں پھنس کر لوگ تباہ ہوئے ہیں۔

[3] یا مگر۔ اگر ذاتِ حق سے بواسطہ استفادہ ہو تو ایسے شیخ کے ذریعہ ہو جو باقی باللہ ہوتا کہ وہ حجاب نہ بن سکے۔ صورتش۔ اُس کا وجود باقی باللہ ہو اور اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہو جیسے انبیا اور اولیا ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ ایسی شخصیت پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پردے کو چاک کرنے والی ہوتی ہے۔

آں[1] چناں کاندر صباحِ روشنی — قطرہ می بارید و بالا ابرنی

جس طرح کہ روشنی کی صبح میں — بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو

معجزِ پیغمبری بُود آں سِقا — گشتہ ابر از محو ہمرنگِ سما

وہ سیرابی پیغمبرؐ کا معجزہ تھی — فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہمرنگ ہو گیا تھا

گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما — گفتہ آمد شرحِ آں دَر ماجرا

بُوندیں آسمان سے ٹپکیں — اُس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خویِ ابر — ایں چنیں گردد تنِ عاشق بصیر

ابر تھا لیکن اُس سے ابر کی صفت جاتی رہی — عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے

تن بُود اما تنی گم گشت ازو — گشتہ مُبدَل رفتہ ازوے رنگ و بُو

جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اُس سے غائب ہو جاتی ہے — وہ تبدیل ہو گیا اُس کا رنگ و بُو جاتا رہا

پرِ پے[2] غیرست سَر از بہرِ من — خانۂ سمع و بصر اُستونِ تن

پر غیر کے لیے ہیں، سر میرے لیے ہے — (وہ سر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے

جاں فدا کردن برائے صیدِ غیر — کفرِ مُطلق داں و نومیدی زخیر

دوسرے کے شکار کے لیے جان قربان کرنا — پورا کفر سمجھ اور خیر سے نااُمیدی

ہیں مشوچوں قند پیشِ طوطیاں — بلکہ زہرے شو شو ایمن از زیاں

خبردار! ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر — بلکہ زہر بن جا، نقصان سے محفوظ ہو جا

یا پئے اَحسنت و شاباش و خطاب — خویشتن مُردار کُن پیشِ کلاب

یا اَحسنت اور شاباش کے خطاب کے لیے — اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مُردار بنا دے

پس[3] خضرؑ کشتی برائے آں شکست — تا کہ آں کشتی زغاصب باز رست

خضرؑ نے کشتی اس لیے توڑی — کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی

فقر فخری بہرِ آں آمد سَنی — تاز طمّاعاں گریزم در غنی

"فقر میرا فخر ہے" اسی لیے بہتر بنا — تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں

گنجہا را در خرابی زاں نہند — تاز حرصِ اہلِ عمراں وارہند

خزانوں کو ویرانے میں اسی لیے رکھتے ہیں — تاکہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پا جائیں

---

[1] آں چناں۔ شیخ کامل ابر ہے لیکن ایسا ابر ہے جو آسمان کے ہمرنگ ہو چکا تھا، بارش برستی نظر آ رہی تھی اور ابر نظروں سے غائب تھا جیسا کہ آنحضورؐ کے اُس معجزہ میں مذکور ہو چکا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ بود۔ اُس معجزہ میں ابر تھا لیکن اُس میں ابر کی صفات باقی نہ تھیں۔ جب عاشق صبر کر لیتا ہے تو اُس کے جسم کی بھی یہی حالت ہو جاتی ہے کہ بظاہر جسم ہے لیکن اُس میں جسمانیت نہیں ہے۔

[2] پر۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ میرے لیے پر عزیز نہیں ہیں سر عزیز ہے کیونکہ پروں سے غیر لطف اندوز ہوتے ہیں اور سر سے میری بینائی اور سماعت اور وجود کا تعلق ہے۔ جاں فدا کردن۔ دوسروں کے لطف کی خاطر جان قربان کرنا بے وقوفی ہے۔ ہیں۔ دنیا داروں کے لیے شکر نہ بن بلکہ زہر بن۔ یا پئے۔ اگر لوگوں کی تحسین و آفرین چاہتا ہے تو ان دنیا داروں کی خاطر اپنے آپ کو مُردار بنا لے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

[3] پس۔ حضرت خضرؑ نے سالم کشتی کو اسی لیے عیب دار بنا دیا تھا کہ وہ دنیا دار ظالموں کی دست بُرد سے محفوظ رہ سکے۔ فقر فخری۔ آنحضورؐ نے فقر کو اپنا فخر اس لیے قرار دیا ہے کہ اُس کے ہوتے ہوئے انسان لالچی چوروں سے محفوظ رہتا ہے۔ گنجہا۔ خزانہ ویرانہ میں اسی لیے مدفون کرتے ہیں تاکہ حریص وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

پرنتانی[1] کند رَو خلوت گزین تا نگردی جملہ خرجِ آن و این
تو پر نہیں اُکھاڑ سکتا ہے، جا خلوت اختیار کر لے تاکہ تو اِس اور اُس کا خرچہ نہ بنے

زانکہ توہم لُقمہٴ ہم لُقمہ خوار آکل وما کولی اے جاں ہوشدار
کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانے والا بھی ہے اے پیارے ہوش کر! تو کھانے والا اور غذا ہے

در بیان[2] آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست
اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے اس پرند کی

ہمچو آں مرغے کہ قصدِ صیدِ ملخ میکرد و بصیدِ ملخ مشغول بود و غافل بود از
طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول ہوتا ہے اور اُس بھوکے

بازگرسنہ کہ از پسِ قفایِ اُو قصدِ صیدِ او داشت۔ اکنوں اے آدمی
باز سے غافل ہوتا ہے جو اُس کے پسِ پشت اُس کے شکار کر لینے کا ارادہ رکھتا ہے، اب اے

صیادِ آکل از صیاد و آکلِ خود ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اش
کھانیوالے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانیوالے سے مطمئن نہ بن کیونکہ اگرچہ تو اس کو آنکھ کی

بنظرِ دلیل و عبرتش می بین تاچشمِ تیرہ باز شود انشاء اللہ تعالیٰ
نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی نظر سے دیکھ لے تاکہ تیری بے نور آنکھ کھل جائے اگر غدا چاہے

مُرغکے اندر شکارِ کِرم بُود گربہ فرصت یافت اُو را در ربُود
ایک چھوٹا سا پرند کیڑے کے شکار میں (مصروف) تھا بلی کو موقع ملا، وہ اُس کو اُچک لے گئی

آکل[3] و ماکول بود اُو بے خبر در شکارِ خود، ز صیادِ دگر
وہ کھانے والا اور لقمہ تھا، اور بے خبر تھا اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے

دُزد گرچہ در شکارِ کالہ است شحنہ باخصمانش در دُنبالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں (مصروف) ہے کوتوال مع اُس کے دشمنوں کے (اس کے) درپے ہے

عقلِ اُو مشغولِ رخت و قُفلِ در غافل از شحنہ است و از آہِ سحر
اُس کی عقل، سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے

اُوچناں غرق ست در سودائے خود غافل ست از طالب و جویائے خود
وہ اپنی دُھن میں ایسا غرق ہے کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے

---

[1] پرنتانی کند۔ اگر مورا اپنے پر نہ اُکھاڑ سکے تو پھر خلوت اختیار کر لے تاکہ جلوہ نمائی کا موقع ہی نہ رہے اور دوسرے ہضم نہ کر جائیں۔ زانکہ۔ جو انسان دوسروں کو پھنساتا ہے وہ خود بھی پھنس جاتا ہے دنیا کی ہر چیز دوسرے کا لقمہ اور دوسرے کو لقمہ بنانے والی ہے۔

[2] دربیان۔ تمام کائنات میں تنازع للبقا ہے ہر چیز دوسری چیز کو کھاتی ہے اور پھر کھانے والی چیز دوسری چیز کی غذا بن جاتی ہے، ایک چڑیا کیڑے کا شکار کرتی ہے اور اس سے غافل ہے کہ باز اُس کا شکار کرنے کی فکر میں ہے جو انسان شکاری دوسرے کو کھانے والا ہے اُس کو اپنے کھانے والے سے بے فکر نہ ہونا چاہیے خود اُس کو کھانے والا اگر چہ نظر نہیں آتا ہے لیکن اُس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے۔ کِرم۔ کیڑا۔

[3] آکل۔ پرند کیڑے کو خوراک بنا رہا تھا لیکن وہ خود بلی کی خوراک تھا جس سے وہ غافل تھا۔ دزد۔ چور سامان کے درپے ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ آہِ سحر۔ یعنی مظلوم کی صبح کی بددعا۔ اُوچناں۔ چور اپنی دھن میں اس قدر منہمک ہے کہ اپنے دشمن سے بالکل غافل ہے۔

گر حشیش[1] آب زلالے میخورد — معدۂ حیوانش در پے میچرد
اگر گھاس نیر پانی پیتی ہے — بعد میں اُس کو حیوان کا معدہ چر لیتا ہے

آکل و ماکول آمد آں گیاہ — ہمچنیں ہر ہستیِ غیرِ الٰہ
وہ گھاس، کھانے والی اور غذا بن گئی — خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

وَھُوَ یُطْعِمُکُم وَلَا یُطْعَمْ چو اُوست — نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست
چونکہ ''وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا'' ہے — تو اللہ (تعالیٰ) غذا اور گوشت و پوست کا کھانیوالا نہیں ہے

آکل و ماکول کے ایمن بُود — زآکلے کاندر کمیں ساکن بُود
کھانے والا اور غذا بن جانے والا کب مطمئن ہوسکتا ہے؟ — اُس کھانے والے سے۔ جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے

اَمنِ ماکولاں جذوبِ ماتم ست — رو بداں درگاہ گو لایُطعَم ست
کھائے جانیوالوں کا اطمینان، رنج کا سبب ہے — اُس درگاہ میں جا جو ''کھلایا نہیں جاتا'' ہے

ہر خیالے را خیالے میخورد — فکرِ آں فکرِ دگر را می چرد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے — اُس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے

تو نتانی[2] کز خیالے وارہی — یا بخسپی تا ازاں بیروں جہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے — یا سو جائے، تاکہ اُس سے باہر نکل جائے

فکر زنبور ست و آں خوابِ تو آب — چوں شوی بیدار باز آید ذباب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند، پانی ہے — جب تو جاگے گا، پھر مکھی آ جائے گی

چند زنبورِ خیالی در پرد — میکشد ایں سو و آنسو می بَرد
خیال کی بہت سی مکھیاں اُڑتی ہیں — ادھر کھینچتی ہیں اور اُدھر لے جاتی ہیں

کمترینِ[3] آکلانست ایں خیال — واں دگرہا را شناسد ذوالجلال
یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے — دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے

ہیں گریز از جوقِ اکّالِ غلیظ — سُوئے اُو کہ گفت ہستیمت حفیظ
خبردار! بھاری، زیادہ کھانیوالوں کی جماعت سے بھاگ — اُس کی جانب جس نے فرمادیا ہے ہم تیری حفاظت کرنیوالے ہیں

یا بسُوئے آنکہ اُو ایں حفظ یافت — گرنتانی سُوئے آں حافظ شتافت
یا اُس کی جانب جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہو — اگر تو اُس حفاظت کرنے والے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہے

---

[1] گر حشیش۔ اگر گھاس پانی کو ہضم کرتی ہے تو حیوان کا معدہ اُس کو ہضم کر ڈالتا ہے۔ غیر الٰہ۔ خدا کے علاوہ ہر چیز دوسرے کو فنا کرتی ہے اور اُس کو دوسری چیز فنا کر ڈالتی ہے۔ وَھُوَ یُطعِمکُم۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ دوسروں کو غذا عطا کرتا ہے خود غذا سے بے نیاز ہے۔ آکل و ماکول۔ دنیا کی کوئی چیز اپنے نگل جانے والے سے مطمئن نہیں ہوسکتی ہے۔ امن۔ ان فانی چیزوں کا اپنی فنا سے مطمئن رہنا بڑی مصیبت ناک چیز ہے اس معاملہ میں اللہ کی جانب رجوع ضروری ہے۔ ہر خیالے۔ یہ بات صرف مادیات میں ہی نہیں ہے بلکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے۔

[2] تو نتانی۔ انسان وساوس اور خیالات سے کسی طرح نجات نہیں پاتا ہے اگر انسان خیالات کو ختم کرنے کے لیے سو بھی جاتا ہے تو وہ خیالات اُن شہد کی مکھیوں کی طرح باقی رہتے ہیں جو کسی غوطہ خور کی فکر میں باہر اڑ رہی ہیں تاکہ اُس کے پانی سے باہر نکلنے پر اُس کو چٹ جائیں۔ چند زنبور۔ انسان خیالات کی خلش میں مبتلا رہتا ہے ایک خیال اُس کو ایک جانب کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اُس کو دوسری جانب کھینچتا ہے۔

[3] کمترین۔ انسان کو کھانے والی چیزوں میں سے خیالات کمتر درجہ کی چیز ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو بڑی چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہیں۔ انسان کو ان تباہ کن چیزوں سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسُوئے۔ اگر تم اپنا رابطہ براہِ راست خدا سے قائم نہیں کر سکتے ہو تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بنا لو۔

دَست[1] را مسپار جُز در دستِ پیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑ

حق شُدست آں دستِ اُو را دستگیر
اُس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بن گیا ہے

پیرِ عقلت کودکے خوکردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچگانہ عادت ڈال لی ہے

از جوارِ نفس کاندر پردہ است
اُس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے

عقلِ کامل را قریں کُن باخرد
عقلِ کامل کو عقل کا ساتھی بنا لے

تا کہ باز آید خرد زاں خُویِ بد
تا کہ عقل، اُس بری عادت سے باز آ جائے

چونکہ دستِ خود بدستِ اونہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دے گا

پست زدستِ آکلاں بیروں جہی
تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا

دستِ تواز اہلِ آں بیعت شود
تیرا ہاتھ اُن بیعت کرنے والوں میں سے ہو جائے گا

کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ بُوَد
کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے

چوں[2] بدادی دست خود دردستِ پیر
جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا

پیرِ حکمت کُو عَلِیم ست و خبیر
وہ پیرِ حکمت ہے، کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے

کو نبیِّ وقتِ خویش ست اے مُرید
اے مُرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے

زانکہ زو نورِ نبی آید پدید
کیونکہ اُس سے نبی کا نور جھلکتا ہے

دَر حدیبیہ شُدی حاضر بدیں
تو اس وجہ سے، حدیبیہ میں پہنچ گیا

واں صحابہ بیعتی راہم قریں
اور اُن بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بن گیا

پس زدہ[3] یارِ مُبشّر آمدی
تو تو "عشرۂ مبشرہ" صحابہ میں سے ہو گیا

ہمچو زرِ دہ دہی خالص شدی
خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا

تامعیت راست آید زانکہ مرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہو جائے کیونکہ انسان

باکسے جُفت ست کورا دوست کرد
اُس کا ساتھی ہے جس کو اُس نے دوست بنایا ہے

ایں جہان و آں جہاں با اُو بود
یہ جہان اور وہ جہان اُس کے ساتھ ہو گا

ویں حدیثِ احمدِؐ خوش خُو بود
یہ خوش خلق، احمدؐ کی حدیث ہے

گفت اَلْمَرْءُ مَعْ مَحْبُوْبِہٖ
فرمایا، "انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے"

لَا یُفَکُّ الْقَلْبُ مِنْ مَّطْلُوْبِہٖ
قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے

---

[1] دست رامسپار۔ لیکن اپنا ہاتھ حقیقی شیخ کے ہاتھ میں پکڑاؤ کیونکہ اُس کے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل ہے۔ پیرِ عقلت۔ تیری عقل بچگانہ عادت رکھتی ہے کیونکہ وہ پوشیدہ نفس کے پڑوس میں ہے۔ عقلِ کامل۔ تو اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے وہ بچگانہ عادت چھڑا دے گا چونکہ جب تو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے گا وہ تجھے برباد کرنے والی چیزوں سے بچا دے گا۔

[2] چوں بدادی۔ جب تو شیخ کی ہدایت کا پابند رہے گا تب تجھے تجربہ ہوگا، وہ تجربہ کار ہے۔ کو۔ شیخِ وقت کو نبی کا پرتو حاصل ہوتا ہے۔ درحدیبیہ۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضورؐ نے بیعت الرضوان لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ شیخ سے بیعت کرنے کے بعد تجھے بھی ویسی ہی فضیلت حاصل ہو جائے گی جیسی بیعت الرضوان کرنے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔

[3] زدہ یارِ مبشر۔ عشرۂ مبشرہ وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ چاروں خلیفہ۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد بن وقاص، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔ دہ دہی۔ وہ خالص سونا ہوتا ہے جو تپانے سے اسی وزن کا رہے جس وزن کا وہ تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے"۔ یہ حکم دنیا اور آخرت دونوں کے لیے ہے۔

ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ
رو زبون[1] گیر از زبوں گیراں بہ بیں
جا، عاجزوں کو پھنسانیوالوں میں کسی عاجز کو پھنسانیوالے کو دیکھ لے

اے زبوں گیرِ زبوناں ایں بداں
لے عاجزوں پر ظلم کرنے والے، یہ سمجھ لے
دست ہم بالایِ دست ست اے جواں
کہ تیرے ہاتھ کے اُوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان!

بکسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد
اُس رسّی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے
یاد کن فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مَّسَدْ
''اُس کے گلے میں مونج کی رسی ہے'' کو یاد کر لے

دل فراز از دامِ واجب دیده است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری سمجھی ہے
دامِ تو خود برپرت چفسیده است
تیرا جال خود تیرے پروں پر چسپاں ہے

تو زبونی[2] یا زبون گیرائے عجب
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنے والا
باش تو ترساں و لرزاں در طلب
تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر

آکِل و ماکولی اے مُرغِ عجب
اے عجیب پرند! تو کھانے والا اور کھایا ہوا ہے
ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی

حرصِ صیادی ز صیدے مُغفِل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنیوالی ہے
دلبریِ میکند کو بیدل ست
وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے

بَيْنَ اَيْدِيْ خَلْفَهُمْ سَدًّا مباش
تو اُن میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے
کہ نہ بینی خصم راواں خصم فاش
کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے

تو کم[3] از مرغے مباش اندر نشید
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن
بین ایدی خلف عصفورے بدید
چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے

کم زعصفورے نۂ بنگر کہ آں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ
بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
آگے اور پیچھے کھلا دیکھ لیتی ہے

چوں بنزدِ دانہ آید پیش و پس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے
چند گرداند سر و رُو آں نفس
اُس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہے

کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟
تاکشم از بیمِ اُوزیں لقمہ دست
تاکہ اُس کے ڈر سے اس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں

توبہ بیں پس قصۂ فجار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ لے
پیش بنگر مرگِ یار و جار زا
آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے

---

[1] رد۔ دنیا میں کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کا حال دیکھ لے۔ اے زبوں۔ کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ کوئی نہ کوئی اُس سے بھی زیادہ طاقتور ہوگا۔ بکسل۔ مولانا نے ابولہب کی بیوی کے گلے کی رسّی کو حرص اور حسد کی رسّی قرار دیا ہے۔ دل فراز۔ جبکہ عقلاً جال سے جدائی ضروری ہے تو تیرا جال خود تیرے پروں سے چپکا ہوا ہے۔

[2] تو زبونی۔ ہر انسان کو احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ وہ مظلوم ہے یا ظالم۔ آکل و ماکول۔ ہر انسان کھانے والا اور دوسرے کی خوراک ہے لہٰذا وہ خود شکار بھی ہے اور شکاری بھی۔ حرص۔ انسان کی شکاری پن کی عادت اُس کو خود شکار بن جانے سے غافل بنائے ہوئے ہے وہ دوسروں کا دل چراتا ہے اور خود اُس کا دل چوری ہو چکا ہے۔ بین ایدی۔ انسان کو ایسا غافل نہ ہونا چاہیے کہ اُس کے سامنے غفلت کی ایسی دیوار ہو جو کھلے ہوئے دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے۔

[3] تو کم۔ چڑیا اپنے پھنسنے کے خوف سے اِدھر اُدھر دیکھ لیتی ہے۔ کم زعصفورے۔ چڑیا آگا پیچھا دیکھ لیتی ہے تو چڑیا سے کم نہ بن۔ کاے عجب۔ وہ چڑیا اس لیے اِدھر اُدھر دیکھتی ہے کہ کوئی شکاری تو نہیں تاکہ دانہ سے قطع نظر کر لوں۔ تو بہ بین۔ انسان کو پچھلے بدکاروں کے انجام اور سامنے سے دوستوں کی موت کو دیکھ لینا چاہیے۔

کہ ہلاکت[1] داد شاں بے آلتے — اُو قرینِ تُست در ہر حالتے

کہ ان کو (اللہ تعالیٰ) نے بلا آلہ کے ہلاک کر دیا — وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے

حق شکنجہ کردو گُرز و دست نیست — پس بداں بے دست حق داور کُنیست

اللہ (تعالیٰ) نے شکنجہ میں کس دیا اور گُرز اور ہاتھ نہیں ہے — تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہے

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو — در شکنجہ اُو مُقر می‌شُد کہ ہُو

وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے؟ — شکنجہ میں وہ مُقر ہو گیا کہ وہ ہے

وآنکہ میگفت ایں بعیدست و عجیب — اشک میراند وہمیگفت اے قریب

وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے — وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک!

آنکہ جُز انکارِ حق کارش نبود — بُرد حسرت عاقبت بے ہیچ سُود

وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا — انجام کار بلا فائدہ اُس نے حسرت کی

درنگر[2] احوالِ فرعون و ثمود — قومِ لُوطؑ و قومِ صالحؑ قومِ ہُودؑ

فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے — قومِ لوطؑ اور قومِ صالحؑ اور قومِ ہودؑ کے

حالِ نمرودِ ستمگر در نگر — در مآلِ قومِ نوحؑ افگن نظر

ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے — قومِ نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے

تابدانی حق سمیع ست و علیم — فارغ ست از ترس و پاک از باک وبیم

تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے — وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پروا سے پاک ہے

برکنم من میخِ ایں منحوس دام — از پئے کامے نباشم تلخ کام

میں اس منحوس جال کی کھونٹی اُکھاڑ رہا ہوں — مقصد کے لیے (تاکہ) میں ناکام نہ بنوں

درخورِ[3] عقلِ تو گفتم ایں جواب — فہم کُن وز جستجو رُو بر متاب

تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا — سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

سببِ کشتنِ ابراہیم علیہ السلام زاغ را کہ آں اشارۂ قمعِ کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومۂ مُہلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوّے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ — اے خلیلِ حق چرا کُشتی تو زاغ

اس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے — اے اللہ کے خلیل! آپ نے کوّے کو کیوں مارا؟

---

[1] کہ ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بدکاروں کو بغیر کسی ظاہری آلہ کے ہلاک کر دیا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر گرز اور ہاتھ کے سزا دی تجھے یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری ہاتھ کے سزا دے دیتا ہے۔ آنکہ۔ منکرِ خدا بھی سزا کے وقت خدا کا اقرار کر لیتا ہے۔ وانکہ۔ جو منکرِ خدا کا وجود، عقل سے دور سمجھتا تھا عذاب کے وقت اُس کو "یا قریب" کہہ کر پکارتا ہے۔ کارش نبود۔ خدا کے منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانا پڑے گی۔

[2] درنگر۔ جن منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانی پڑی اُن کو شمار کیا گیا ہے۔ تابدانی۔ اُن لوگوں اور قوموں کے انجام سے تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ حق تعالیٰ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور ظالموں کو تباہ کرنے میں اُس کو کوئی باک نہیں ہے۔ برکنم۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ یہ پر بمنزلہ جال کے ہیں لہٰذا میں اُن کو مقصد برآری کے لیے اُکھاڑ رہا ہوں۔

[3] درخور۔ مور نے ناصحِ حکیم سے کہا کہ تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا ہے۔ اب تو اس کو خوب سمجھ لے۔ سببِ کشتن۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کوّے کو ہلاک کیا تو وہ کونسی انسانی بری صفت کے ازالہ کی طرف اشارہ تھا۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ آپ فرمائیں کہ کوّے کے ہلاک کرنے میں کیا حکمت پنہاں ہے۔

بہرِ فرماں، حکمتِ فرماں چہ بود؟
حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیا تھی؟
اندکے ز اسرارِ آں باید نمود
اُس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجیے

کاغ[1] کاغ و نعرۂ زاغِ سیاہ
کالے کوّے کی کائیں کائیں اور شور
دائما باشد بدن را عُمر خواہ
ہمیشہ، جسم کی عمر کا خواہاں ہے

ہمچو ابلیس از خدای پاک و فرد
جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے
تا قیامت عُمرِ تن درخواست کرد
قیامت تک کے لیے جسم کی عمر کی درخواست کی

گفت اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَا
اُس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دے دے
کاشکے گفتے کہ تُبْنَا رَبَّنَا
کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب! ہماری توبہ قبول کر لے

زندگی بے دوست جاں فرسودنست
بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے
مرگِ حاضر غائب از حق بودنست
اللہ (تعالیٰ) سے غائب ہونا، فوری موت ہے

عُمر و مرگ[2] ایں ہر دو با حق خوش بود
زندگی اور موت یہ دونوں خدا کے ساتھ اچھی ہیں
بے خدا آبِ حیات آتش بود
بغیر خدا کے آبِ حیات، آگ ہے

آں ہم از تاثیرِ لعنت بود کو
یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ
درچناں حضرت ہمی شد عُمر جو
ایسے دربار میں عُمر کا خواہاں بنا

از خدا غیرِ خدا را خواستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا
ظنِّ افزونی ست کلّی کاستن
بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھٹاؤ ہے

خاصہ عُمرے غرق در بیگانگی
خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو
در حضورِ شیر روبہ شانگی
شیر کے سامنے، لومڑی پن ہے

عُمر بیشم[3] دہ کہ تا پس تر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں
مہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم
مجھے زیادہ مہلت دے، تاکہ کمتر ہو جاؤں

تا کہ لعنت را نشانہ او بود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے
بد کسے باشد کہ لعنت جُو بود
بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو

عُمرِ خوش در قربِ جاں پروردنست
اچھی عمر قرب (خداوندی) میں جان کی پرورش ہے
عُمرِ زاغ از بہرِ سرگیں خوردنست
کوّے کی عُمر گوبر کھانے کے لیے ہے

عُمر بیشم دہ کہ تا گہ می خورم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گو کھاؤں
دائم اینم دہ کہ بس بد گوہرم
مجھے ہمیشہ یہ دے، کیونکہ میں بہت بداصل ہوں

---

[1] کاغ۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ کوّے کی کائیں کائیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عمر کی درازی کا خواہاں ہے۔ ہمچو ابلیس۔ قرآن پاک میں مذکور ہے اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے قیامت تک کی عمر دیدے۔ تُبنا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی دعا کی تھی۔ زندگی۔ شیطان نے زندگی کی دعا مانگی لیکن وہ زندگی جو بغیر دوست کے ہو محض جان کو گھسنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت، فوری موت ہے۔

[2] عُمر و مرگ۔ موت ہو یا زندگی جو اللہ کے ساتھ ہے وہی بہتر ہے خدا کو چھوڑ کر آبحیات بھی آگ کا کام کرتا ہے۔ آں ہم۔ شیطان کی درازیٔ عمر کی دُعا بھی اُس کے ملعون ہونے کا اثر تھی۔ از خدا۔ خدا سے غیر خدا کو مانگنا تباہی ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً وہ عمر جس میں خدا کی رضا حاصل نہ ہو محض مکاری ہے۔

[3] عمر بیشم دہ۔ شیطان کی دعا تو یہ تھی کہ خدا اس کو زیادہ عمر اس لیے دے دے کہ وہ اور قعرِ ذلّت میں گرے اور خدا کی لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے شخص سے زیادہ بُرا اور کون ہوگا جو لعنت خداوندی کا جویاں ہو۔ عمرِ خوش۔ اچھی زندگی تو وہ ہے جس میں قربِ الٰہی میں جان کی پرورش ہو سکے۔ کوّے کی دراز عمر کو گوبر کھانے کے لیے ہے۔ عمر بیشم۔ کوّے کی عمر کی زیادتی تمنا کو گوبر کھانے کے لیے ہے۔

گر نہ[1] گہ خوارست آں گندہ دہاں — گویدے کز زاغیم تو وارہاں

اگر وہ گندہ دہن گہ کھانے والا نہ ہوتا — تو کہتا، مجھے کوے پن سے نجات دے دے

مناجات (دُعا)

اے مُبدّل کردہ خاکے رابزر — خاکِ دیگر رابکردہ بُوالبشر

اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا — دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا

کارِ تو تبدیلِ اعیان و عطا — کارِ من سہوست و نسیان و خطا

تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے — میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے

سہو و نسیاں را مُبدّل کُن بعلم — من ہمہ خشمم مرا کُن صبر و حلم

میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے — میں مجسم غصہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنا دے

اے کہ خاکِ شورہ راتو ناں کُنی — وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کُنی

اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو مردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے

اے کہ[2] جانِ خیرہ را رہبر کُنی — وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کُنی

اے وہ کہ تو پراگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے — اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے

اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں دہی — عقل و حِس و روزی و ایماں دہی

اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کر دیتا ہے — عقل اور حس اور روزی اور ایمان دے دیتا ہے

شکر از نے میوہ از چوب آوری — ازمنی مُردہ بتِ خوب آوری

نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے — مُردہ منی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے

گل[3] ز گِل صفوت ز دل پیدا کُنی — پیہ راجشی ضیاؤ روشنی

مٹی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے — چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے

میکُنی جزوِ زمیں را آسماں — میفزائی دَر زمیں از اختراں

تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے — ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے

ہر کہ سازد زیں جہاں آبِ حیات — زُو ترش از دیگراں آید ممات

جو اس دنیا کو آبِ حیات بناتا ہے — اُس کو دوسروں سے پہلے موت آ جاتی ہے

---

[1] گر نہ۔ اگر وہ گوبر کھانے والا نہ ہوتا تو یہ دعا کرتا کہ مجھے کوے پنا سے نجات دے دے۔ اے۔ حضرت حق تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے مٹی سے سونا بنا دیا اور مٹی سے حضرت آدمؑ ابوالبشر کو پیدا کر دیا۔ کارِ تو۔ اللہ تعالیٰ کا کام تبدیل کرنا اور انسان کا کام بھول اور غلطی ہے۔ سہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ ہماری بھول کو علم سے تبدیل کر دے اور ہمارے غصہ کو بُردباری سے بدل دے۔ اے خاکِ شورہ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ شور زمین سے بھی وہ غلہ اُگا دیتا ہے جس سے روٹی تیار ہوتی ہے اور مردہ روٹی کو انسان کی جان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[2] اے کہ۔ خدا کو وہ قدرت ہے کہ گمراہ کو راہبر بنا دیتا ہے اور راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے۔ خاکِ تیرہ۔ انسان مٹی سے بنا ہے اور قدرت نے پھر اُس کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور بنا دیا ہے۔ از نے۔ نے میں سے شکر پیدا کر دینا اور شاخ میں سے پھل پیدا کر دینا، نطفہ سے حسین معشوق پیدا کر دینا قدرت خداوندی ہی کا کام ہے۔

[3] گل ز گِل۔ خدائی قدرت ہے کہ وہ مٹی سے حسین پھول اور دل سے خلوص پیدا کر دیتا ہے اور آنکھ کی چربی میں روشنی اور چمک پیدا کر دیتا ہے۔ جزوِ زمیں۔ اس سے مراد یا وہ انبیاء ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر ان کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا یا انکو معراج کرا دی گئی یا یہ مقصد ہے کہ وہ بخارات جو زمین سے اُٹھے اُنسے آسمان پیدا فرمایا۔ میفزائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیداوار اُگتی ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص دنیاوی زندگی کو منتہائے کمال سمجھتا ہے اُس کی موت سب سے پہلے آ جاتی ہے۔

دیدۂ[1] دل کو بگردوں بنگریست
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا

دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست
اُس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت صناعی ہے

قلبِ اَعیان ست و اکسیرِ مُحیط
موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے

ائتلافِ خرقۂ تن بے مَخیط
جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

توازاں روزے کہ در ہست آمدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے

آتشے یا خاک یا بادے بُدی
آگ یا خاک یا ہوا تھا

گر بداں حالت ترابُودے بقا
اگر اُسی حالت پر تیرا بقا ہوتا

کہ رسیدے مرترا ایں ارتقا
تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟

از مُبدِّل ہستیِ اوّل نماند
تبدیل کرنے والے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا

ہستیِ دیگر بجائے اُو نشاند
اس نے دوسرا وجود اس کے بجائے قائم کر دیا

ہمچنیں[2] تاصد ہزاراں ہستہا
اسی طرح لاکھوں وجود تک

بعدِ یک دیگر دوم بہ زابتدا
ایک دوسرے کے بعد، دوسرا پہلے سے بہتر

آں مُبدِّل بیں وسائط رابماں
اُس تبدیل کرنے والے کو دیکھ، واسطوں کو چھوڑ

کز وسائط دور گردی ز اصلِ آں
کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دُور ہو جائے گا

واسطہ ہر جافزوں شد وصل جست
جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا

واسطہ کم، ذوقِ وصل افزوں ترست
واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے

از سبب دانی شود کم حیرتت
اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائے گی

حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت
وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے

ایں[3] بقاہا از فناہا یافتی
تو نے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں

از فنائش رُو چرا برتافتی
اُس کی فنا سے تو نے کیوں منہ موڑا ہے

زاں فناہا چہ زیاں بُودت کہ تا
اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ

بر بقا چفسیدۂ اے بینوا
تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے

چوں دوم از اوّلینت بہترست
جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لیے پہلے سے بہتر ہے

پس فنا جُوی و مُبدِّل را پرست
تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنے والے کی عبادت کر

---

[1] دیدۂ دل۔ جو شخص قلبی بصیرت سے آسمان کو دیکھے گا اُس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر وقت قدرت کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ قلبِ اعیان۔ عالمِ بالا کے تصرفات میں اجسام کی تبدیلی ہے اور ایک عالمگیر کیمیا گری ہے۔ توازاں۔ اس تبدیلی کی دلیل یہ ہے کہ انسان ابتدا میں عناصر اربعہ میں سے کوئی عنصر تھا اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو اس کو احسن تقویم کا ارتقائی رتبہ کیسے ملتا۔ از مُبدِّل۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پہلے وجود کو بدل کر دوسرا وجود عنایت کر دیا۔

[2] ہمچنیں۔ وجود کی تبدیلی کے لاکھوں مرتبے ہیں۔ آں مُبدِّل۔ انسان کی توحید کا تقاضا ہے کہ وہ تبدیل کرنے والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے درمیانی واسطوں پر نظر رکھنا انسان کو اُس ذات سے دُور کر دیتا ہے۔ واسطہ۔ محبوب سے ملاقات میں جس قدر وسائل کا اضافہ ہوتا ہے ذوقِ وصل میں کمی آ جاتی ہے۔ از سبب۔ اسباب اور علل معلوم کرنے سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے جو انسان کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتی ہے۔

[3] ایں بقاہا۔ جبکہ ان مراتب میں فنا کے بعد ارتقائی وجود حاصل ہوا ہے تو انسان کو فنا سے نہ گھبرانا چاہیے۔ زاں۔ پہلے مراتب کے فنا سے اور ارتقا حاصل ہوا لہٰذا بقا سے چمٹا رہنا عقلمندی نہیں ہے۔ چوں دوم۔ جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملا ہے تو انسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیے اور تبدیل کرنے والے کا شکرگزار بننا چاہیے۔

صد[1] ہزاراں حشر دیدی اے عنود
اے سرکش! تو نے لاکھوں حشر دیکھے ہیں

تا کنوں ہر لحظہ از بدوِ وجود
ہر لمحہ وجود کی ابتدا سے اب تک

از جمادی بے خبر سُوئے نُما
بے خبری میں جمادیت سے (نشوونما) کی جانب

وز نُما سُوئے حیات و ابتلا
اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سُوئے عقل و تمییزاتِ خوش
پھر اچھی عقل اور تمیز کی جانب

باز سوئے خارجِ ایں پنج و شش
پھران (حواسِ خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب

تالب[2] بحر ایں نشانِ پایہاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں

پس نشانِ پادرونِ بحر لاست
پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں

زانکہ منزلہائے خشکی ز احتیاط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے

ہست دہ ہاؤ وطنہاؤ رباط
دیہات اور وطن اور سرائے ہیں

باز منزلہائے دریا در وُقُوف
پھر دریائی مکانات، ٹکاؤ میں

وقتِ موجش نے جدارو نے سقُوف
اُس کے تموّج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں

نیست پیدا اندراں راہ پاؤ گام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں

نے نشانست آں منازل رانہ نام
ان گھروں کا نہ نشان ہے، نہ نام ہے

ہست[3] صد چنداں میانِ منزلین
دونوں منزلوں کے درمیان سو گنا فاصلہ ہے

آں طرف کزاین تا بالائے این
اُس جانب مکان سے (لا) مکان کے اوپر تک۔

در فناہا ایں بقاہا دیدۂ
فناؤں میں تو نے بقائیں دیکھی ہیں

بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ
جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟

ہیں بدہ اے زاغ ایں جاں بازباش
ہاں! او کوے یہ جان دے دے، باز بن جا

پیشِ تبدیلِ خدا جانباز باش
خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا

تازہ میگیرو کُہن را می سپار
تازہ بن جا، پرانے کو دے دے

کہ ہر اِمسالت فزونست از سہ پار
کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے

گرنباشی نخل وار ایثار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے

کہنہ بر کہنہ نہ وانبار کن
پُرانے پر پُرانا رکھتا رہ اور جمع کر لے

---

[1] صد ہزاراں۔ انسان کے لاکھوں مراتب ایسے ہیں جو فنا ہو چکے ہیں۔ از جمادی۔ انسان اپنے جمادی وجود سے نباتی وجود کی طرف منتقل ہو گیا اور اُس سے وہ اعلیٰ ہے پھر نباتی وجود اور پھر عقل کی بنیاد پر اُس کو وہ وجود مل گیا جس میں وہ احکام کا مکلف بنا۔ خارج۔ یعنی پھر اُس کا ارتقا عالم ارواح کی جانب ہوا جو حواسِ خمسہ اور جہاتِ ستہ سے بالاتر ہے۔

[2] تلب بحر۔ ان مراتب وجود کے نشانات اُس وقت تک ہیں جب تک کہ اُس کا وجود، وجود مطلق سے وابستہ نہیں ہوا اور جب اس سمندر میں پہنچ گیا تو پھر ان وجودات کے نشانات غائب ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ اس مسئلہ کو اس طرح سمجھو کہ خشکی کے منازل کے نشانات ہوتے ہیں۔ انھیں نشانات کے ذریعہ گاؤں اور سرائے اور وطن بنتا ہے لیکن دریا کے منازل کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل کی نہ چھت ہوتی ہے نہ دیوار۔ وہاں چلنے کے نشانات پیدا ہوتے ہیں۔

[3] ہست۔ عالم مکان اور عالم لامکان دونوں منزلوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ این۔ مکان۔ بالائے این۔ لامکاں۔ درفناہا۔ جبکہ پہلے مراتب کے فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے تو اس جسم کی بقا سے انسان کو نہ چمٹنا چاہیے۔ ہیں۔ جو شخص عمر کی درازی کا متمنی ہے اُس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی لگانی چاہیے۔ تازہ۔ تو انسان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اُس کو ہر مرتبہ پہلے مرتبہ سے افضل حاصل ہوا ہے۔ گرنباشی۔ کھجور اپنا پھل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اُس کو قدرت نیا پھل عطا کرتی ہے۔

کہنہ[1] و گندیدہ وَ بوسیدہ را
پُرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا
تحفہ میبر بہرِ ہر نادیدہ را
ہر ندیدے کے لیے تحفہ لے جا

آنکہ نودید اُو خریدارِ تونیست
جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے
صیدِ حق ست اُو گرفتارِ تونیست
وہ اللہ (تعالیٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوانہیں ہے

ہرکجا باشند جوقِ مُرغِ کُور
جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جھرمٹ ہو
برتوجمع آید اے سیلابِ شُور
اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا

تافزاید کوری از شور آبہا
تاکہ کھاری پانیوں سے اندھا پن بڑھے
زانکہ آبِ شور افزاید عمیٰ
کیونکہ کھارا پانی اندھا پن بڑھاتا ہے

اہلِ[2] دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند
دنیادار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں
شاربِ شورابۂ آب و گِل اند
(کیونکہ) وہ آب وگل کا کھاری پانی پینے والے ہیں

شور میخور کور می چر دَر جہاں
دنیا میں کھاری پانی پیتا رہ، اندھے پن سے چرتا رہ
چوں نداری آبِ حیواں دَر نہاں
جبکہ تو اندر آبِ حیات نہیں رکھتا ہے

باچنیں حالت بقا خواہی و زیاد
اس حالت میں تو بقا اور یادگار چاہتا ہے
ہمچو زنگی درسیہ رُوئی توشاد
تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے

دَر سیاہیِ رنگ ازاں آسودہ است
وہ رنگ کے کالے پن پر اس لیے مطمئن ہے
کوز زادو اصل زنگی بودہ است
کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے

آنکہ زاوّل شاہد و خوشرُو بُوَد
وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو
گرسیہ گردد تدارک جُو بُوَد
اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہو گا

مُرغِ[3] پرّندہ چو ماند بَر زمیں
اُڑنے والا پرند، جب زمین پر رہ جائے
باشد اندر غصہ و درد و حنین
وہ رنج اور درد اور فغاں میں ہو گا

مُرغِ خانہ بر زمیں خوش میرود
پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے
دانہ چیں و شاد و شاطر میدود
دانہ چگتا ہوا، اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے

زانکہ اوازاصل بے پرواز بود
کیونکہ وہ اصل سے بغیر اُڑان کے تھا
واں دگر پرّندہ و پرباز بود
وہ دوسرا اُڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

---

[1] کہنہ۔ اگر پُرانا پھل نہ جھڑے تو وہ بوسیدہ اور گندہ ہو جائے گا۔ آنکہ۔ جس نے نیا وجود حاصل کرلیا ہے وہ پُرانے وجود کا خریدار نہ بنے گا۔ صیدِ حق۔ وہ ذاتِ حق میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے۔ ہرکجا۔ تیرے خریدار اندھے ہیں اندھے پرند کھارے پانی پر جمع ہوتے ہیں جو اُن کو اور اندھا بنا دیتا ہے۔

[2] اہلِ دنیا۔ اہلِ دنیا چونکہ پُرانے وجود سے چپٹے ہوئے ہیں تو وہ بھی شور کھاری پانی کے پرندوں کی طرح اندھے دلوں والے ہیں۔ شور۔ اگر انسان کے دل میں آبِ حیات جاری نہیں ہے تو وہ کھاری پانی پینے والا اور اندھا دھند کھانے والا ہے۔ باچنیں۔ اگر اس بُری حالت میں تو عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے تو تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جو اپنی سیاہ رُوئی پر مطمئن اور خوش ہو۔ آنکہ۔ اگر کوئی شروع میں خوش رنگ ہو اور پھر سیاہ رُو بن جائے تو وہ اس حالت میں مطمئن نہیں ہوسکتا ہے۔

[3] مُرغ۔ اگر اُڑنے والا پرند پنجرے میں پھنس جائے تو وہ غم وغصہ میں رہتا ہے۔ مرغِ خانہ۔ پالتو پرند پنجرے میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ اُس کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی اور اُڑنے والا پرند آزاد تھا۔

قَالَ[1] النَّبِیُّ صَلَّے اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ارْحَمُوْا ثَلَاثًا عَزِیْزَ قَوْمٍ
آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت
ذُلَّ، وَغَنِیَّ قَوْمٍ افْتَقَرَ، وَعَالِمًا یَلْعَبُ بِهِ الْجُهَّالُ
جو ذلیل ہو گیا ہو، کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہو گیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اُڑائیں

گفت پیغمبرؐ کہ رحم آرید بر
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر
حالِ مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَافْتَقَر
اُس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہو گیا

وَالَّذِیْ کَانَ عَزِیْزًا فَاحْتُقِر
اور اُس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہو گیا ہو
اَوْصَفِیًّا عَالِمًا بَیْنَ الْمُضَر
یا منتخب عالم تر شرّوئی کے درمیان

گفت پیغمبرؐ کہ برایں سہ گروہ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر
رحم آرید ار ز سنگید و ز کوہ
رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے

آنکہ[2] اُو بعد از عزیزی خوار شد
وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہو گیا ہو
واں توانگر ہم کہ بے دینار شد
وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو

واں سوم آں عالمے کاندر جہاں
تیسرے وہ عالم جو دنیا میں
مبتلا گردد میانِ ابلہاں
بے وقوفوں میں مبتلا ہو جائے

زانکہ از عزت بخواری آمدن
کیونکہ عزت سے ذلت میں آ جانا
ہمچو قطعِ عضو باشد از بدن
جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے

عضو گردد مُردہ کزتن وابرید
جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مُردہ ہو جاتا ہے
نو بُریدہ جُنبد امّا نے مدید
نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں

ہرکہ[3] از جامِ الست اُو خورد پار
جس نے گذشتہ سال جام الست سے پیا ہو
ہستش اِمسال آفتِ رنج و خمار
اس کو اس سال رنج اور اعضا شکنی کی مصیبت ہو گی

وانکہ چوں سگ ز اصل گہدانی بُود
وہ جو کتے کی طرح اصل سنڈاس کا ہو
کے مر اُورا حرصِ سلطانی بُود
اُس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟

توبہ اُو جوید کہ کردہ ست اُو گناہ
توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو
آہ اُو گوید کہ گم کردہ است راہ
آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کر دیا ہو

---

[1] قالَ النبیؐ۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اچھی حالت کے بعد جب بُری حالت ہوتی ہے تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مَن کانَ۔ جو شروع سے مفلس ہو وہ اس قدر قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جو مالداری کے بعد مفلس ہو گیا ہو۔ عزیزاً۔ جو شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا ہو وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ عالماً۔ وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ ارز سنگید۔ خواہ تم پتھر کے بنے ہوئے ہو۔

[2] آنکہ۔ یہ تینوں شخص بہت زیادہ قابل رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد ذلت میں مبتلا ہو جانے سے وہی تکلیف پہنچتی ہے جو بدن کا کوئی عضو کٹنے سے۔ عضو۔ بدن سے کوئی عضو کٹنے کے بعد مُردہ ہو جاتا ہے تھوڑی دیر تڑپتا ہے اور پھر اُس پر مردنی چھا جاتی ہے۔

[3] ہرکہ۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کر چکتا ہے اُس کی یاد اُس کو ستاتی ہے۔ وانکہ۔ جس شخص نے کبھی سلطنت کا مزانہ چکھا ہو وہ سلطانی کی حرص سے محروم ہوتا ہے۔ توبہ۔ وہ شخص توبہ کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہی آہ کرتا ہے۔

قصہ[1] محبوس شدنِ آں آہو بچہ در آخُرِ خراں و طعنہ آں خراں بران

ہرن کے بچہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اُس پردیسی پر اُن

غریب گاہ بجنگ، گاہ بہ تسخر و مبتلا شدنِ اُو بکاہِ خشک کہ غذائے

گدھوں کی طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے، اور اُس کا خشک گھاس میں

اُو نیست و ایں صفت بندۂ خاصِ خدای ست عزَّوجلَّ میانِ

مبتلا ہونا کیونکہ وہ اُس کی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزوجل کے خاص بندے کی دنیاداروں

اہلِ دنیا و اہلِ شہوت کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا

اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی

کَمَابَدَأَفَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِصَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بن جائے گا جیسا کہ شروع ہوا تو اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہے اللہ کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیادے شکار — اندر آخُر کردش آں بے زینہار

ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کر لیا — اس بے امان کو اصطبل میں کر دیا

آخُر را پُرز گاوان و خراں — حبسِ آہو کرد چوں اِستمگراں

اُس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا — ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا

آہو از وحشت بہر سُو میگریخت — اُو[2] بہ پیشِ آں خراں شب کاہ ریخت

ہرن، دہشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا — اُس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈال دی

از مجاعت و اشتہا ہرگاوَ وخَر — کاہ رامیخورد خوشتر از شکر

بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا — گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا

گاہ آہو می رمید از سُو بسُو — گہ دُور و گرد کہ بیتافت رُو

ہرن، کبھی ادھر اُدھر دوڑتا تھا — کبھی دھویں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا

ہر کرا با ضدِ خودْ بگذاشتند — آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند

جس کو اُس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے — اس سزا کو اُس نے موت خیال کیا ہے

تاسلیماںؑ[3] گفت کاں ہُدہُد اگر — ہجر را عذرے نگوید معتبر

یہاں تک کہ (حضرت) سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہُدہُد — جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے

بکشمش یا خود دہم اُو را عذاب — یک عذابِ سخت بیروں از حساب

میں اُس کو مار ڈالوں گا یا خود اُس کو سزا دوں گا — ایک سخت سزا جو اَن گنت ہے

---

[1] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چونکہ آزادی کے لطف اُٹھائے ہوئے تھا اس لیے اُس کے نہ ہونے کا اُس کو افسوس تھا۔ گدھے اُس سے محروم تھے۔ واِیں صفت۔ جس طرح یہ ہرن کا بچہ گدھوں میں آ کر پریشان ہوا یہی حال عالم کا جاہلوں میں ہوتا ہے۔ الاسلام۔ جس وقت اسلام کی ابتدا ہوئی تب بھی وہ لوگوں کے لیے اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی بن جائے گا اُن لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے اجنبی ہیں۔ آخر۔ اصطبل۔ زینہار۔ پناہ۔ استمگراں۔ ستمگراں۔

[2] اُو۔ یعنی شکاری۔ مجاعت۔ بھوک۔ ہر کرا۔ سزا میں اگر کسی چیز کو اُس کے مخالف سے وابستہ کر دیا جائے تو یہ سزا موت ہے۔

[3] تاسلیماںؑ۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو جو سخت عذاب دینے کو کہا تھا وہ یہی تھا کہ اُس کو ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیتے۔

ہاں کُدام ست آں عذاب اے مُعتمد
اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟
دَر قفس بودن بغیرِ جنسِ خود
پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا

زیں[1] بدن اندر عذابی اے پسر
اے بیٹا! اس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے
مُرغ رُوحت بستہ باجنسِ دگر
تیری روح کا پرند، دوسری جنس سے وابستہ ہے

روح بازست و طبائع زاغہا
روح باز ہے اور مزاج کوّے ہیں
دارد از زاغانِ تن بس داغہا
وہ جسم کے کوّوں کی وجہ سے بہت زخمی ہے

اُو بماندہ درمیان شاں زار زار
وہ اُن کے درمیان تباہ حال ہے
ہمچو بُوبکرے بشہرِ سبزوار
جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبز وار راکہ ہمہ اہلِ اُو رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیشِ من ازیں شہریک ابوبکرنامی بیاورید

سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کر کے لے لیا اُن لوگوں نے قتل سے امان چاہی اُس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابوبکر نامی شخص لے آؤ

شُد محمد اَلَپ[2] اُلُغ خوارزم شاہ
بہادر محمد خوارزم شاہ لگا
در قتالِ سبزوارِ پُر تباہ
تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں

تنگ شاں آورد لشکرہائے اُو
اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔
اسپہش افتاد در قتلِ عدُو
اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہ[3] آوردند پیشش کالاماں
انھوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ امن دے
حلقہ ماں در گوش کُن وابخش جاں
ہمیں حلقہ بگوش بنا لے، جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت
جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہیے
آں زماہر موسمے افزایدت
وہ ہر موسم میں ہماری جانب سے تیرے لیے بڑھ کر ہوگا

جانِ ماآنِ تو است اے شیرخُو
اے شیر دل! ہماری جان تیری ملکیت ہے
پیشِ ما چندے امانت باش گو
کہہ دے، ہمارے پاس کچھ دن امانت میں رہے

---

[1] زیں بدن۔انسان کے لیے یہی عذاب ہے کہ اُس کی روح کو غیر جنس یعنی جسم کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔روح۔روح باز ہے اور بدن کی طبیعت کوا ہے۔بوبکرے۔یعنی ابوبکر نامی شخص۔سبزوار۔ایران کا مشہور شہر ہے جس کے باشندے سخت رافضی تھے۔

[2] اَلپ۔بہادر۔اُلُغ۔بزرگ۔خوارزم شاہ۔یہ ایران کا بادشاہ تھا خراسان سے عراق تک اُس کی خلافت تھی یہ مولانائے روم کے والد خواجہ بہاؤالدین کا ماموں تھا۔

[3] سجدہ آوردند۔سبزوار کے باشندے مطیع ہو گئے اور انھوں نے جان و مال کی امان چاہی۔ہر خراج۔سبزواریوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم پر لگایا جائے گا ہم ہر فصل میں بڑھا کر ادا کریں گے۔

گفت نرہانید از من جانِ خویش
اُس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو
تا نیاریدم ابوبکرے بہ پیش
جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کر دو

تا مر ابوبکر[1] نام از شہرِ تاں
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس
ہدیہ ناریدا اے رمیدہ اُمتاں
ہدیہ نہ لاؤ گے، اے بگڑی ہوئی قوم!

بدروم تاں ہمچو کِشت اے قومِ دوں
اے کمینہ قوم! میں کھیتی کی طرح تمھیں کاٹوں گا
نے خراج استانم و نے ہم فسوں
نہ خراج لوں گا، اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں (سنوں گا)

پس جوالِ زر کشیدندش براہ
تو انھوں نے اشرفیوں کا بورا اُس کے سامنے لا ڈالا
کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ

کے[2] بود بوبکر اندر سبزوار
ابوبکر، سبزوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟
یا کلوخِ خشک اندر جوئبار
یا خشک ڈھیلا نہر میں

رُو بتابید از زر و گفت اے مُغاں
اشرفیوں سے منہ پھیر لیا اور کہا اے کافرو!
تا نیاریدم ابوبکر ارمغاں
جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس نہ لاؤ گے

ہیچ سودے نیست کودک نیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں
تا بزرّ و سیم حیراں بیستم
کہ سونے اور چاندی سے حیران ہو جاؤں

تا نیاری سجدہ نہ رہی اے زبوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کرے گا (فرض سے) نہ چھٹے گا
گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
خواہ تو مقصد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے

مُنہیاں[3] انگیختند از چپ و راست
اُنھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے
کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
کہ اس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑے پھرے
یک ابوبکرے نزارے یافتند
انھوں نے ایک لاغر ابوبکر پا لیا

رہگذر بُود و بماندہ از مرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا
در یکے گوشہ خرابے پُر حرض
مریض ہو کر، و بازدہ ویرانے، کے ایک گوشہ میں

گوہرے اندر خرابہ بے عرض
ویرانہ میں موتی، بے سروسامان
خونِ دل بر رُخ فشاندہ از مرض
مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے

خفتہ بود اُودر یکے کنجے خراب
وہ ایک اُجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا
چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
جب اُنھوں نے اُس کو دیکھا، فوراً اُس نے کہا

---

[1] ابوبکر۔ خوارزم شاہ نے کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی آبادی میں سے ابوبکر نام کا کوئی شخص لا کر پیش کرو۔ بدروم۔ اگر یہ شرط پوری نہ کرو گے تو میں سب کو قتل کرادوں گا۔ پس جوال۔ ان لوگوں نے اشرفیوں کا بورا سامنے لا کر ڈال دیا کہ یہ قبول کر لیجئے اور ابوبکر نامی شخص کے لانے کی شرط ختم کر دیجئے۔

[2] کے بود۔ سبزوار میں کسی ابوبکر کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے کوئی دریا میں خشک ڈھیلا تلاش کرے۔ مغاں۔ ان لوگوں کو رفض کی وجہ سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔ تا نیاری۔ ان لوگوں کا اشرفیاں دے کر نجات حاصل کرنے کی تمنا ایسی ہی تھی جیسا کہ کوئی شخص نماز سے اس طور پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے کہ پوری مسجد کو سرینوں سے ناپ ڈالے اور سجدہ نہ کرے۔

[3] منہیاں۔ ابوبکر نامی شخص کی تلاش میں سبزوار والوں نے جاسوس چھوڑ دیے۔ نزار۔ لاغر۔ رہگذر۔ راہگذار، مسافر۔ حرض۔ بیماری۔ گوہر۔ وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا لیکن ان بے قدروں میں پڑا ہوا تھا۔ خفتہ بود۔ وہ ابوبکر نامی مسافر ایک ویرانہ میں پڑا سو رہا تھا۔

خیز کہ سلطاں تُرا طالب شدہ است
اُٹھ کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے

کز تو[1] خواہد شہرِ ما از قتل رَست
کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائے گا

گفت اگر پایم بُدے یا مَقدمے
اُس نے کہا، اگر میرے پاؤں، یا چلنا ہوتا

خود براہے خود بمقصد رفتمے
اپنے راستہ پر، اپنی منزل کو چل دیتا

اندریں دشمن کدہ کے ماندمے
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟

سُوئے شہرِ دوستاں میراندمے
دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا

تختۂ مُردہ کشاں بفراشتند
اُنھوں نے ایک تابوت اُٹھایا

بر کتِف بوبکر را برداشتند
کاندھے پر ابوبکر کو سوار کر لیا

جانبِ خوارزم شہ جملہ دواں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے

می کشیدندش کہ تا بیند نشاں
وہ اُس کو لے جا رہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے

سبزوار ست ایں جہان و مردِ حق
یہ دنیا سبزوار ہے اور مردِ خدا

اندریں جا ضائع ست و ممتحق
اُس میں رائیگاں اور نیست ہے

ہست آں خوارزم شہ یزداں جلیل
وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے

دل ہمی خواہد ازیں قوم ذلیل
اس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے

گفت[2] لَا یَنْظُرُ اِلٰی تَصْوِیْرِکُمْ
(رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمھاری صورت کو نہیں دیکھتا ہے

فَابْتَغُوْا ذَا الْقَلْبِ فِیْ تَدْبِیْرِکُمْ
پس اپنی تدبیر میں صاحبِ دل کو تلاش کرو

من ز صاحبدل کنم در تو نظر
میں صاحبِ دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں

نے بنقش و سجدہ و ایثارِ زر
نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی
چونکہ تو نے اپنے دل کو، دل سمجھ لیا ہے

جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی؟
(اسلیے) تو نے صاحبِ دل کی جستجو ترک کر دی ہے

دل کہ گر ہفصد چو ایں ہفت آسماں
(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو

اندر او آید شود یاوہ ونہاں
اُس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں

ایں[3] چنیں دل ریزہا را دل مگو
دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ

سبزوار اندر ابوبکرے مجو
سبزوار کے اندر ابوبکر تلاش نہ کر

صاحبِ دل آئنہ شش رُو بُود
صاحبِ دل چھ رُخا آئینہ ہوتا ہے

حق درو از شش جہت ناظر شود
اللہ (تعالیٰ) چھ جانب سے اُس میں دیکھتا ہے

---

1. کز تو۔ بادشاہ شرط کے مطابق ہمیں معاف کر دے گا۔ بمقصد۔ یعنی اگر چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا تم لوگوں میں نہ ٹھہرتا۔ اندریں۔ رافضی حضرت ابوبکر کے نام کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ تختۂ مردہ کشاں۔ مردے کے لے جانے کا تختہ۔ سبزوار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بھی سبزوار ہے اور یہاں بھی مردِ حق اسی طرح بے یار و مددگار رہتا ہے جس طرح ابوبکر نامی شخص سبزوار میں تھا۔ یزداں۔ اللہ تعالیٰ کی مثال خوارزم شاہ جیسی اللہ تعالیٰ بھی دنیاداروں سے دل کا مطالبہ کرتا ہے۔
2. گفت۔ حدیث شریف ہے اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے۔ وہ تمھارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ من۔ اللہ تعالیٰ خلق اللہ کی طرف کسی صاحبِ دل کی وجہ سے توجہ فرماتا ہے۔ تو دل۔ ہر شخص ایسا صاحبِ دل نہیں ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کا منظورِ نظر بنے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ اس دل کو پسند کرتا ہے جس دل میں اس قدر وسعت ہو کہ سات آسمانوں جیسے سات سو اس میں سما جائیں۔
3. ایں چنیں۔ دلوں میں اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے جیسا کہ سبزوار میں ابوبکر نامی کی تلاش۔ صاحب۔ صاحبِ دل شش جہت سے مصفّٰی ہوتا ہے اس کی مثال شش رو آئینہ کی سی ہے اور خدا ہر طرف سے اس کو دیکھتا ہے۔

هر کہ[1] اندر شش جہت دارد مقر
جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو
کے کند در غیرِ حق یک دم نظر
وہ تھوڑی دیر کے لیے (بھی) ماسوی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟

گر کند اُو از برائے اُو کند
اگر وہ (صاحبِ دل) نظر کرتا ہے اُس (اللہ) کیلئے کرتا ہے
ور قبول آرد ہمو باشد سند
اگر قبول کرتا ہے، تو وہی سہارا ہوتا ہے

چونکہ اُو حق رابُوَد در کلِّ حال
کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کے لیے ہوتا ہے
برگزیدہ باشد اُو را ذُوالجلال
اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے

ہیچ بے اُو حق بکس ندہد نوال
اللہ (تعالیٰ) اُس کے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے
شمۂ گفتم من از صاحب وصال
میں نے واصل (بحق) کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا

موہبت[2] را برکفِ دستش نہد
وہ (اللہ تعالیٰ) عطیہ اُس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے
وزکفش آں را بمرحوماں دہد
اُس کی ہتھیلی کے ذریعہ اُسکو قابلِ رحم لوگوں کو دیتا ہے

باکفش دریائے کُل را اتصال
اُس کی ہتھیلی کا دریائے کُل سے اتصال ہے
ہست بے چون و چگونہ پُرکمال
وہ ناقابلِ بیان کمالات سے پُر ہے

اِتصالے کہ نہ گنجد در کلام
وہ اتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے
گفتنش تکلیف باشد والسلام
اُس کا بیان کرنا تکلف ہے، والسلام

صد جُوالِ زربیاری اے غنی
اے مالدار! اگر تو سونے کے سو بورے لائے گا
حق بگوید دل بیار اے منحنی
اللہ (تعالیٰ) فرما دے گا اے کُبڑے! دل لا

گرزِ[3] تو راضی ست دل ہمن راضیم
اگر وہ دل تجھ سے راضی ہے میں بھی راضی ہوں
ورز تو معرض بُود اِعراضیم
اگر وہ تجھ سے منہ پھیرنے والا ہے میں بھی منہ پھیرنیوالا ہوں

ننگرم در تو دراں دل بنگرم
میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اُس کو دیکھتا ہوں
تحفہ اُورا آر اے جاں بردرم
اے جان! میرے در پر اُس کا تحفہ لا

باتو او چونست ہستم من چناں
تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں
زیرِ پائے مادراں باشد جناں
جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے

مادر و بابا واصلِ خلق اوست
مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے
اے خنک آنکس کہ دل داند زپوست
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کرلیا ہے

تو بگوئی نِک دل آوردم بتُو
تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں
گویدت ایں دل نیرزدیک طسُو
وہ تجھ سے کہہ دیگا کہ یہ دل ایک دمڑی کا (بھی) نہیں ہے

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص لامکانی بن چکا ہو وہ غیر اللہ کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ گر کند۔ اگر صاحبِ دل کسی کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا کے لیے کرتا ہے اور اُس کا ردوقبول سب خدا کے لیے ہوتا ہے۔ چونکہ۔ چونکہ اس صاحبِ دل کے جملہ احوال خدا کے لیے ہوتے ہیں لہٰذا وہ خدا کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ہیچ۔ یہ صاحبِ دل خلیفۃ اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جملہ عطا اُس کے واسطے ہی ہوتی ہے۔

[2] موہبت۔ اللہ تعالیٰ اپنے جملہ عطیات اُس کے ہاتھوں مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دریائے کُل۔ حضرت حق تعالیٰ۔ اتصال۔ اُس کے ہاتھ کا خدا سے جو اتصال ہے اِس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ صد جوال۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی سے بے نیاز ہے وہ صرف دل کا اخلاص قبول کرتا ہے۔

[3] گرزتو۔ جس سے وہ صاحبِ دل راضی ہوتا ہے، اُس سے خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔ مادراں۔ وہ صاحبِ دل ایسا ہی مُربی ہے جس طرح ماں مربی ہوتی ہے۔ مادر۔ وہ صاحبِ دل مخلوق کے لیے بمنزلہ ماں باپ کے ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہے جو ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے۔

آں دلے[1] آور کہ قطب[1] عالم ست — جانِ جانِ جانِ آدمؑ ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے — (وہ دل) آدم کی جان کی جان کا محبوب ہے

از برائے آں دلِ پُرنور و بِر — ہست آں سلطانِ دلہا منتظر
اُس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا — دلوں کا بادشاہ منتظر ہے

تو بگردی روزہا در سبزوار — آنچناں دل را نیابی ز اعتبار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومے گا — ازروئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا

پس دلِ پژمردۂ بوسیدہ جاں — برسرِ تختہ نہی آنسو کشاں
تو ایک مُرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل — تابوت میں رکھ کر، وہاں لے جا

کہ دل آوردم تُرا اے شہریار — بہ ازیں دل نبُود اندر سبزوار
کہ اے شاہ! میں تیرے لیے دل لایا ہوں — سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے

گویدت[2] ایں گورخانہ است اے جَری — کہ دلِ مردہ بدیں جا آوری
وہ تجھ سے کہہ دے گا اے بیباک! یہ قبرستان ہے — کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رو بیاور آں دلے کو شاہ خوست — کہ امانِ سبزوارِ کون ازوست
جا، وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے — کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن حاصل ہے

گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بُود — زانکہ ظلمت باضیاء ضِدّاں بُوَد
تو کہے گا کہ وہ دل اس دنیا میں مفقود ہے — کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں

دشمنی آں دل از روزِ اَلَست — سبزوارِ طبع را میراثی است
ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی — (دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے

زانکہ[3] او بازست دنیا شہر زاغ — دیدنِ ناجنس برناجنسِ داغ
کیونکہ وہ باز ہے، دنیا کووں کا شہر ہے — غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے

ورکند نرمی نِفاقے می کند — زاستمالت اِرتفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے، تو نفاق برت رہا ہے — مائل کر کے، فائدہ حاصل کر رہا ہے

می کند آرے نہ ازبہرِ نیاز — تاکہ ناصح کم کُند نصحِ دراز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیازمندی سے — (بلکہ) اس لیے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے

زانکہ ایں زاغِ خسِ مُردار جُو — صد ہزاراں مکر دارد توبتو
کیونکہ یہ کمینہ کوا، مردار کا جویاں — تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

---

[1] قطب عالم ست۔ صاحب دل پر عالم کی بقا کا مدار ہوتا ہے اور یہی دل آدمؑ کے جان کی جان کا محبوب ہے۔ از برائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہوا ہے۔ تو بگردی۔ دنیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا ہی دشوار ہے جس طرح سبزوار میں ابوبکر نامی شخص کا ملنا۔ پس۔ اگر وہ دل تیرے پاس نہیں ہے تو اپنا مردہ دل ہی بارگاہ میں پیش کر دے جس طرح سبزوار والوں نے بیمار اور لاغر ابوبکر نامی شخص کو پیش کر دیا تھا۔

[2] گویدت۔ وہ شاہ تجھ سے کہے گا کہ یہاں کوئی قبرستان ہے کہ تو مردہ دل کو یہاں لایا ہے۔ رو۔ جا اور وہ دل لا جس کی وجہ سے عالم کا بقا ہے۔ گوئی۔ تو اس کے جواب میں کہنا کہ دنیا تاریکی ہے اور وہ دل نور ہے تاریکی میں نور کہاں ہے۔ دشمنی۔ ایسے دل سے دنیا کو روزِ ازل سے دشمنی ہے۔

[3] زانکہ۔ وہ دل باز ہے اور دنیا جہانِ زاغ ہے کوئی اپنے ناجنس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ورکند۔ اگر کوئی دنیادار ایسے صاحب دل کے ساتھ نرمی برتتا ہے تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے یا اُس سے کسی فائدہ کا اُمیدوار ہوتا ہے۔ می کند۔ اگر دنیادار ایسے دل کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو محض اس لیے کہ وہ اس کو زیادہ نصیحت نہ کرے۔ زانکہ۔ اس لیے کہ ایک دنیادار میں لاکھوں مکاریاں ہوتی ہیں۔

گر پذیرند[1] آں نفاقش وارہید　　شد نفاقش عینِ صدقِ مُستفید

اگر وہ اسکے نفاق کو قبول کرلیں تو اُس نے نجات حاصل کرلی　　اُس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا

زانکہ آں صاحبدلِ باکرّ و فر　　ہست در بازارِ ما معیُوب خر

کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل　　ہمارے بازار میں عیب دار کو بھی خرید لینے والا ہے

صاحبِ دل جو اگر بیجاں نۂ　　جنسِ دل شوگر ضدِ سلطاں نۂ

صاحب دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے　　دل کا (ہم) جنس بنجا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے

آنکہ زرقِ اُو خوش آید مرتُرا　　اُو ولیِ تُست نہ خاصۂ خدا

جس کا مکر اُ تجھے اچھا لگتا ہے　　وہ تیرا ولی ہے، نہ کہ مردِ خدا

ہرکہ[2] اُوبر خوی و بر طبعِ تو زیست　　پیشِ طبعِ تو وَلی ست و نبی ست

ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گذارتا ہے　　تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

رَو ہوا بگذار تا بُویِ خدا　　در مشامت میرسد اے کدخدا

جانفسانیت کو چھوڑ، تاکہ خدائی خوشبو　　تیری ناک میں پہنچے، اے صاحبِ خانہ!

رو ہوا بگذار تا خوبت شود　　واں مشامِ عنبریں بُویت شود

جا، نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ تیری بھلائی ہو　　اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے

از ہوا رانی دماغت فاسد ست　　مشک و عنبر پیشِ مغزت کاسدست

نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے　　تیرے دماغ کے لیے مشک اور عنبر بے قدر ہے

عاشقی[3] تو برنجاست ہمچو زاغ　　بُوئے مُشکت می نگیرد در دماغ

تو کوے کی طرح نجاست پر عاشق ہے　　تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے

حد ندارد ایں سخن و آہویِ ما　　میگریزد اندر آخُر جابجا

اس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن　　اصطبل میں، جابجا بھاگ رہا ہے

بقیہ قصۂ آہو در آخُورِ خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز ہا آں آہویِ خوش نافِ نر　　در شکنجہ بُود در اصطبلِ خَر

وہ نر، عمدہ نافہ والا، ہرن بہت دن تک　　گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا

مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک　　در یکے حُقّہ مُعذّب پشک و مشک

جاں کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر　　ایک ڈبیہ میں مینگنی اور مشک عذاب میں ہوتے ہیں

---

[1] گر پذیرد۔ بہت سے لوگ منافقانہ حاضر ہوئے ہیں اور مومن کامل بن گئے ہیں۔ معیوب خر۔ صاحب دل اپنی شان و شوکت کی وجہ سے عیب دار کا بھی خریدار بن جاتا ہے۔ صاحب دل۔ جب تجھے یہ معلوم ہوگیا کہ صاحبِ دل معیوب کو بھی خرید لیتا ہے تو اب کسی صاحب دل کی تلاش کرلے اگر تو خدا کا دشمن نہیں ہے۔ مرترا۔ جس کی مکاری تجھے پسند آئے وہ تیرا دوست ہے خدا کا دوست نہیں ہے۔

[2] ہرکہ۔ تو اُس اپنے جیسے نبی کی ولایت اور نبوت کا قائل ہوتا ہے۔ رو۔ خواہش نفسانی کو ترک کر، جب تو خدائی خوشبو سونگھ سکے گا اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھ سکے گا۔ از ہوا رانی۔ اگر تو نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہے گا تو مشک و عنبر کو تو نہ پہچان سکے گا۔

[3] عاشقی۔ چونکہ تو نفسانی خواہش میں مبتلا ہے تو تیرا دماغ غذائی خوشبو سے ناآشنا ہے۔ خوش ناف۔ ہرن کی ناف میں سے مشک نکلتا ہے۔ شکنجہ۔ سزا، قید۔ حُقّہ۔ ڈبیہ۔ پشک۔ مینگنی۔

یک[1] خرش گفتے کہ ہاں اے بوالوحوش
ایک گدھا اُس سے کہتا، ہاں وحشیوں کے ابا
طبعِ شاہاں داری و میراں خموش
تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے (اور) خاموش ہے

آں دگر تسخر زدے کز جزرومد
دوسرا مذاق اُڑاتا کہ (دریا کے) اُتار چڑھاؤ سے
گوہر آورد نست کے ارزاں دہد
موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟

واں خرے گفتے کہ باآں نازکی
ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے
برسریرِ شاہ شو تو متکی
تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا
پس برسمِ دعوت آہو رابخواند
تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا

سرچنیں[2] کرد اُو کہ نے رَو اے فلاں
اُس نے سر ہلایا کہ "نہیں" جا، اے فلاں!
اِشتہایم نیست ہستم ناتواں
مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہو گیا ہوں

گفت میدانم کہ نازے می کُنی
اس نے کہا (ہاں) میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے
یاز ناموس احترازے می کُنی
یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

گفت با اُوخور کہ ایں طعمۂ توہست
اُس نے اُس سے کہا کہ تو کھا، یہ تیری خوراک ہے
کہ ازاں اجزائے تو زندہ نوست
کیونکہ اس سے تیرے اعضا زندہ اور تازہ ہیں

من الیفِ مرغزارے بودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا
در ظلال و روضہا آسودہ ام
میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

گر قضا افگند مارا در عذاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے
کے رود آں خود طبعِ مُستطاب
وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

گرگدا[3] گشتم گدارُو کے شوم
اگر میں فقیر ہو گیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟
ور لباسم کہنہ گرددمن نوم
اگر میرا لباس پُرانا ہو جائے، میں نیا ہوں

سُنبل ولالہ و سپرغم نیز ہم
سُنبل اور لالہ اور نازبو بھی
باہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں

گفت آرے لاف میزن لاف لاف
اُس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں
در غریبی بس تواں گفتن گزاف
پردیس میں بہت سی بکواس بکی جا سکتی ہے

گفت نافم خود گواہی میدہد
اس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے
منتے برعُود و عنبر می نہد
جو عُود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے

یک خرش۔ ایک گدھے نے ہرن کے بچے سے کہا کہ تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے اور تو بالکل خاموش ہے۔ آں دگر۔ دوسرا گدھا بولا اس کی بات تو موتی ہے یہ اس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔ واں خرے۔ ایک گدھا بولا اگر اس قدر نازک مزاجی ہے تو شاہانہ تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ جا۔ واں خرے۔ ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی تھی اور اس کی گھاس بچ گئی تھی اس نے ہرن کے بچہ کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

سرچنیں۔ اُس نے سر سے انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ اُس گدھے نے کہا کہ تو نخرے کر رہا ہے یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ طعمہ۔ خوراک۔ الیف۔ مانوس۔ مرغزار۔ جنگل۔ ظلال۔ ظل کی جمع۔ سایہ۔ گر قضا۔ اگرچہ میں تقدیرِ خداوندی سے اس عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن وہ مزاج کہاں بدلتا ہے۔

گر گدا۔ اگر میں اس وقت فقیر ہوں تو آبرو نہیں بیچ سکتا ہوں شریف انسان پُرانے لباس میں بھی نیا رہتا ہے۔ سپرغم۔ ضیمران۔ نخوت۔ تکبر۔ گفت۔ پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں لہٰذا شیخی بگھارنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن بچے نے کہا کہ میرا نافہ میری بڑائی پر گواہ ہے جو عود و عنبر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

لیک[1] آں راکہ شنود؟ صاحب مشام
لیکن اُس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحب دماغ

برخرِ سرگیں پرست آں شد حرام
گوبر کے پجاری، گدھے کے لیے وہ حرام ہے

خر گمیز خر بوید در طریق
گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے

مُشک چوں عرضہ کنم با ایں فریق
اس جماعت پر میں مُشک کیسے پیش کر دوں؟

بہرِ ایں گفت آں نبیِ مستجیب
اسی لیے اُس (حق کو) قبول کرنیوالے نبیؐ نے فرمایا ہے

رمز اَلْاِسْلَامُ فِی الدُّنْیَا غَرِیْب
اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے

زانکہ[2] خویشانش ہم ازوے میرمند
کیونکہ اُس کے اپنے بھی اُس سے بھاگتے ہیں

گرچہ باذاتش ملائک ہمدم اند
اگرچہ ملائک اُس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند انام
لوگ اُس کی صورت کو (ہم) جنس سمجھتے ہیں

لیک ازوے می نیابند آں مشام
لیکن اُس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں

ہمچو شیرے درمیانِ نقشِ گاوَ
شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں

دور می بینش ولے اُو را مکاوَ
اُس کو دور سے دیکھ لے اُس کی کھود کرید نہ کر

وربکاوی[3] ترک گاوِ تن بگو
اگر تو کریدتا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھولے

کہ بدرد گاو را آں شیر خُو
کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا

طبعِ گاوی از سرت بیروں کند
وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکال دے گا

خوی حیوانی زحیواں برکند
حیوان سے حیوانی خصلت دُور کر دے گا

گاوَ باشی شیر گردی نزدِ اُو
تو بیل تھا اُس کی صحبت میں شیر بن جائے گا

گر تو باگاوے خوشی شیری مجو
اگر تو بیل پن پر خوش ہے تو شیر پن نہ چاہ

تفسیر اِنِّیٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ آں

"بے شک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں" کی تفسیر ان لاغر

رگاوانِ لاغر را خدا بصفتِ شیرانِ گرسنہ آفریدہ بُود تا آں ہفت گاوِ فربہ را باشتہا می

گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے سات موٹی گایوں کو بھوک

خوردند اگرچہ آں خیالات صورتِ گاواں در آئینۂ خواب بنمودند تو معنیٰ شیر بنگر

سے کھا لیا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

---

[1] لیک۔ لیکن اس نافہ کی خوشبو کون سونگھتا ہے؟ وہی سونگھتا ہے جو صاحب دماغ ہو، گوبر سونگھنے والا گدھا اُس کو نہیں سونگھ سکتا ہے۔ خر۔ گدھا، گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے، گدھوں کو مشک کیسے سونگھایا جاسکتا ہے۔ بہرِ ایں۔ چوں کہ صحیح خوشبو صاحبِ دماغ ہی سونگھ سکتا ہے اسی لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام نااہلوں کے لیے اجنبی ہے۔

[2] زانکہ۔ مسلمان سے اُس کے رشتہ دار بھی بھاگتے ہیں اگرچہ ملائکہ اُس سے مانوس ہیں۔ صورتش۔ عوام خواص کو اپنا جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن ان کی خوشبو سے ناواقف ہیں۔ ہمچو شیرے۔ مردِ خدا عوام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیلوں میں شیر ہے۔ اس کو دور سے دیکھ لے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کر۔

[3] وربکاوی۔ اگر تو اُس کے احوال کی زیادہ جستجو کرتا ہے تو اپنے جسم سے ہاتھ دھولے۔ طبعِ گاوی۔ وہ تیرا بیل پن اور حیوانی خصلت کو مٹا دے گا۔ گاوَ۔ تو پہلے بیل تھا اب شیر بن جائے گا اگر تجھے اپنا بیل پن پسند ہے تو اُس شیر کی جستجو نہ کر۔ سبع بقرات۔ یہ اُس خواب کا قصہ ہے جس کی حضرت یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور فرمایا تھا کہ سات موٹی گایوں سے سات سال، اچھی پیداوار کے اور سات دبلی گایوں سے سات سال قحط کے مراد ہیں۔ مولانا نے اپنے سابق بیان کے مطابق سات دبلی گایوں سے وہ اہل اللہ مراد لیے ہیں جو شیر صفت ہوتے ہیں۔

آں عزیزے[1] مصر میدیدے بخواب
اُس شاہِ مصر نے خواب میں دیکھا

چونکہ چشمِ غیب را شُد فتح باب
چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا

ہفت گاوِ فربہٴ بس پرورے
سات، موٹی بہت پروردہ گائیں

خورد شاں آں ہفت گاوِ لاغرے
اُن کو سات، کمزور گایوں نے کھا لیا

دردروں شیراں بُدند آں لاغراں
وہ کمزور، حقیقتاً شیر تھیں

ورنہ گاواں را نبُودندے خوراں
ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں

بس بشر آمد بصُورت مردِ کار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنیوالے انسان کی صورت میں ہیں

لیک دروے شیر پنہاں مرد خوار
لیکن ان میں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے

مرد را خوش وا خورد فردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے، اس کو یکتا بنا دیتا ہے

صاف گردد دُردش اردردش کند
اُس کی تلچھٹ مصفّٰی ہو جاتی ہے خواہ اس کو تکلیف پہنچائے

زاں[2] یکے دُرد اُوز جملہ دردہا
اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے

وارہد پا بر نہد او بر سما
نجات پا جاتا ہے، وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے

شاہ گردد واگذارد بندگی
بادشاہ بن جاتا ہے، غلامی چھوڑ دیتا ہے

یابد او در مُردگی دل زندگی
وہ فنا میں، دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے

گاوِتن قربانیِ شیرِ خداست
جسم کی گائے شیرِ خدا کی قربانی ہے

گر تُرا با او سَرِ صدق و صفاست
اگر تجھے اس سے صدق و خلوص ہے

ورکشی[3] مہماں ہُماں کونِ خری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے

گاوِتن را خواجہ تا کے پروری
اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کب تک پرورش کرے گا؟

گاوِتن مُردار گردد عاقبت
انجام کار جسم کی گائے مُردار ہو جائے گی

پس پشیمانی بری اے بدنیت
اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

دَر بیان آنکہ کُشتن خلیل علیہ السلام خروس را اشارت بقمع و قہر کدام صفت بود از صفاتِ مذموماتِ مُہلکات در باطنِ مُرید

اس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ علیہ السلام کا مُرغے کو مارنا مرید کے باطن کی مہلک اور بُری صفات میں سے کون سی صفت کو زائل کرنے اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

---

[1] عزیز۔ مصر کے بادشاہ کا لقب ہے۔ہفت گاؤ۔ اس نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا گئیں۔ آں لاغراں۔ وہ سات دُبلی گائیں دراصل سات شیر تھے۔ بس بشر۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہی دُبلے نظر آتے ہیں لیکن وہ مُرید کی حیوانی صفات کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ صاف گردد۔ وہ حیوانی صفات اُس میں دُور ہو جاتی ہیں خواہ اُن کے ازالہ سے اُس کو تکلیف پہنچے۔

[2] زاں یکے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات دلا دیتا ہے اور سفلی انسان کو علوی بنا دیتا ہے۔ شاہ گردد۔ اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تصرف سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مردگی سے دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ گاوِتن۔ اگر تجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجاہدے کر کے جسم کی قربانی اُس کی خدمت میں پیش کر دے۔

[3] ورکشی۔ اگر تو جسم کی قربانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا تو شیخ کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ گاوِتن۔ لامحالہ جسم فنا ہو گا تو پھر تو شرمندہ ہو گا۔ دربیان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرغ کو ذبح کرنا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیے۔

چند گوئی ہمچو زاغِ پُرفسوس[1] — اے خلیلؑ از بہرِ چہ کشتی خروس

مکر بھرے کوے کی طرح کب تک بولے گا؟ — اے خلیل (اللہ)! آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟

حکمتِ کشتن چہ بود آخر بگو — تا مسبح گردم آں را مُو بمو

آخر بتایئے مارنے کی کیا حکمت تھی؟ — تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں

گفت فرماں، حکمتِ فرماں بخواں — تا مہلّل گردم آں را من بجاں

انھوں نے فرمایا اللہ کا حکم، حکم کی حکمت بتا دیجئے — تاکہ میں اس پر دل و جان سے لا الہ الا اللہ پڑھوں

شہوتی ہست اُو وبس شہوت پرست — زاں شرابِ زہرناکِ ژاژ مست

وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے — اُس زہریلی، بیہودہ شراب سے مست ہے

گر نہ بہرِ نسل بُودے اے وصی — آدمؑ از ننگش بگردے خود خصی

اے وصی! اگر وہ نسل کے لیے ضروری نہ ہوتی — (حضرت) آدمؑ اُس کے عیب کی وجہ سے اپنے آپکو خصی کر لیتے

گفت ابلیسِ لعیں دادار را — دام زفتے خواہم ایں اشکار را

ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا — میں اس شکار کے لیے مضبوط جال چاہتا ہوں

زرّ و سیم[2] و گلّہء اسپش نمود — کہ بدیں تانی خلائق را رُبود

سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلّہ دکھایا — کہ تو ایسے لوگوں کو اچک سکے گا

گفت شاباش و تُرش آویخت لنج — شُد ترنجیدہ و تُرش ہمچوں ترنج

بولا، آفریں ہے اور تُرشروئی سے تھوتڑی لٹکائی — رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش ہو گیا

پس زر و گوہر ز معدنہائے خوش — کرد آں پس ماندہ را حق پیشکش

تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے — اللہ (تعالیٰ) نے اُس مردود کے آگے کر دیے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں — گفت ازیں افزوں دہ اے نِعم المُعیں

اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے — بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب[3] و شیریں و شراباتِ ثمیں — دادش و بس جامہء ابریشمیں

چکنے میٹھے (کھانے)۔ اور قیمتی مشروبات — اور بہت سے ریشمین کپڑے، اُس کو دیے

گفت یا رب بیش ازیں خواہم مدد — تابہ بندم شاں بحَبلٍ مِن مَسَد

بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں — تاکہ میں ان کو مونج کی رسّی میں باندھ لوں

تاکہ مستانت کہ نرّ و پُردلند — مردوار آں بندہا را بگسلند

تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں — اُن بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں

---

[1] فسوس۔ مکر۔ مسبح۔ سبحان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے خدائی حکم سے مرغ کو ذبح کیا۔ حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس خداوندی حکم کی کیا حکمت تھی۔ مہلل۔ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا۔ شہوتی۔ مرغ ایک شہوت پرست پرند ہے۔ گرنہ۔ چونکہ نسلِ انسانی کی بقا کے لیے شہوت ضروری ہے ورنہ حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ دادار۔ منصف، اللہ تعالیٰ۔ دام۔ انسان کو پھانسنے کے لیے مضبوط جال عنایت کر دے۔

[2] زر و سیم۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو چاندی سونا دکھایا کہ یہ جال موجود ہے اس سے انسان کو تو پھانس سکتا ہے۔ گفت۔ شیطان اس جال کو ناکافی سمجھ کر رنجیدہ ہو گیا۔ پس۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کو عمدہ قسم کا سونا اور جواہر دکھائے کہ یہ جال کافی ہے۔ ازیں افزوں۔ شیطان نے کہا میں اس سے بڑھیا جال چاہتا ہوں۔

[3] چرب۔ حضرت حق تعالیٰ نے اُس کو عمدہ غذائیں اور فاخرہ لباس دیے کہ ان سے انسانوں کو پھانس لے۔ گفت یا رب۔ اُس شیطان نے پھر یہی کہا کہ اس سے زیادہ مضبوط جال چاہتا ہوں تاکہ ہر کس و ناکس اُس کو نہ توڑ سکے اور مردانِ خدا غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔

تابدیں دام و رسنہائے ہوا
تاکہ نفسانیت کے اس جال اور رسیوں کی وجہ سے

دامِ دیگر خواہم اے سلطانِ بخت
اے شاہِ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں

خمر و چنگ آورد درپیش و نہاد
(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا

سُوئے اضلالِ ازل پیغام کرد
اُس نے ازلی (صفت) اِضلال کو پیغام دیا

نے یکے از بندگانت موسیٰؑ ست
کیا تیرے بندوں میں موسیٰؑ نہیں ہیں؟

آب ازہر سُو عناں را وا کشید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی

چونکہ[2] خوبیِ زناں با اُو نمود
جب عورتوں کا حسن اس کو دکھایا

پس زد انگشتک برقص اندر فتاد
تو اُس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا

چوں بدید آں چشمہائے پُرخمار
جب اُس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں

واں صفائے عارضِ آں دلبراں
اُن معشوقوں کے رُخسار کی وہ صفائی

روئے وخال و ابرو و لب چوں عقیق
چہرہ اور تل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ

قد چوں سروِ خراماں در چمن
ایسا قد جیسا کہ چمن میں سرو خراماں

دید اُو آں غنج برجست اُو سَبُک
اُس نے وہ ناز و ادا دیکھی تو فوراً اُچھلا

مردِ تو گردد ز نامرداں جُدا
تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں

دامِ[1] مرداند از حیلت ساز سخت
جو جال، انسان کو پچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو

نیم خندہ زوبداں شُد نیم شاد
وہ تھوڑا سا ہنسا اور اُن پر آدھا راضی ہو گیا

کہ برآر از قعرِ بحرِ فتنہ گرد
کہ فتنہ کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال لا

پردہا در بحرِ اُو از گرد بست
انھوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیے

ازتگِ دریا غبارے برجہید
دریا کی گہرائی سے غبار اُٹھا

کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود
جو مردوں کا صبر و قرار لے اُڑتا ہے

کہ بدہ زُوتر رسیدم برمراد
کہ بہت جلد دیدے دیجیے، میں مقصد کو پہنچ گیا

کہ کُند عقل و خرد را بیقرار
جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں

کہ بسوزد چوں سپند ایں دل براں
کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے

گوئیا[3] خور تافت از پردہ رقیق
گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے

خد ہمچوں یاسمین و نسترن
رخسارہ چنبیلی اور گلِ سیوتی جیسا

چوں تجلّی حق از پردہ تُنُک
جو باریک پردے میں سے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کی طرح تھی

---

[1] دامِ مرداند از۔ شیطان نے کہا ایسا سخت جال دے، جس میں بڑے سے بڑا بہادر پھنس جائے۔ خمر و چنگ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھنسانے کے لیے شراب اور ستار شیطان کے سامنے رکھا تو اس پر نیم راضی ہو کر مسکرایا۔ سوئے اضلال۔ اُس شیطان نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ مضِل کو پکارا کہ فتنہ کے سمندر سے گرد اڑا دے۔ نے یکے۔ جبکہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کے مظہر اتم تھے اور انھوں نے کمال دکھایا کہ دریائے نیل میں گرد کے پردے آویزاں کر دیے تو مجھے بھی صفتِ "مضل" کا مظہر اتم ہونا چاہیے۔

[2] چونکہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حسن کا فتنہ شیطان کو دکھایا تو وہ چٹکیاں بجانے لگا اور خوشی سے ناچنے لگا کہ اب میرا منشا پورا ہو گیا ہے۔ چوں بدید۔ اس شعر سے چوتھے شعر تک شرط ہے پانچویں شعر میں برجست اُس کی جزا ہے یعنی ان عورتوں کی ان چیزوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ چشمہائے۔ حسین عورتوں کی مست آنکھیں۔ خرد۔ عقل۔ عارض۔ رخسار۔ سپند۔ کالا دانہ جو نظرِ بد کے دفع کرنے کے لیے آگ پر ڈالا جاتا ہے اور وہ چٹختا ہے۔ عقیق۔ عقیق سرخ پتھر جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

[3] گوئیا۔ چہرے کا منظر یہ تھا جیسا کہ باریک پردے سے سورج نظر آئے۔ سرو خراماں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔ خد۔ رخسار۔ یاسمین۔ چنبیلی۔ نسترن۔ جوئی۔ غنج۔ ناز و ادا۔ برجست۔ یہ شرط کی جزا ہے یعنی شیطان ان چیزوں کو دیکھ کر اُچھل پڑا۔ چوں تجلّی۔ یہ غنج کی تشبیہ ہے۔

عالمے[1] شُد والہ و حیران و دنگ ۔ زاں کرشم و زاں دلال نیک شنگ

ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا ۔ اُس کرشمہ اور اُس شوخ اچھے ناز سے

تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو کمتروں سے کمتر کی طرف لوٹا

سَافِلِیْنَ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ

دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اُس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھتے'' کی تفسیر

آدم و جن و ملک ساجد شدہ ۔ ہمچو آدم باز معزول آمدہ

(حسینوں کے سامنے) آدمی، جن اور فرشتے سجدہ کرنیوالے بنے ۔ پھر وہ (حسین) آدمؑ کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوخ بعدِ ہستی نیستی ۔ گفت جُرمت اینکہ افزوں زیستی

اُس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا ۔ اُس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا

جبرئیلش می کشاند مُو کشاں ۔ کہ برو زیں خُلد وز جوقِ خوشاں

جبرئیلؑ اُس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں ۔ کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا

گفت بعدازِ[2] عز ایں اِذلال چیست ۔ گفت آں داد ست و اینت داوریست

اُس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟ ۔ (جبرئیل نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لیے انصاف ہے

جبرئیلا سجدہ میکردی بجاں ۔ چوں کنوں میرانیم تو از جناں

اے جبرئیلؑ تو (دل و جان) سے سجدہ کرتا تھا ۔ تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

حُلّہ[3] می پرّد ز من در امتحاں ۔ ہمچو برگ از نخل در فصلِ خزاں

(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے ۔ جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے

آں رُخے کہ تابِ اُوبد ماہ وار ۔ شُد بہ پیری ہمچو پُشتِ سُوسمار

وہ رُخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا ۔ بڑھاپے میں وہ گوہ کی پُشت کی طرح ہو گیا

واں سرِ آں فرقِ کش شعشع شُدہ ۔ وقتِ پیری ناخوش و اصلع شُدہ

وہ سر اور وہ حسین مانگ، چمکتی ہوئی ۔ بڑھاپے کے وقت، بدصورت اور گنجی ہو گئی

واں قدِ رقصانِ و نازاں چوں سناں ۔ گشت در پیری دوتا ہمچو کماں

وہ نیزے جیسا رقص اور ناز کرتا ہوا قد ۔ بڑھاپے میں کمان کی طرح دُہرا ہو گیا

برف گشتہ مُوی ہمچوں پرِّ زاغ ۔ وز شکنج رُوی گشتہ داغ داغ

کوّے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے ۔ اور جھریوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

---

[1] عالمے۔ اب حسینوں کی تمام چیزوں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ دلال۔ ناز و انداز۔ شنگ۔ شوخ۔ آدم۔ حسینوں کے زوال پذیر حسن کی یہ کیفیت ہے کہ اس کے شباب کے وقت تمام مخلوق اُس کو سجدہ کرتی ہے اور حسن ڈھل جانے کے بعد اُس کی حالت حضرت آدمؑ کی سی ہوتی ہے جو جنت سے محروم کر دیے گئے تھے۔ گفت۔ وہ حسین آہیں بھرتا ہے کہ ہائے ''کمال کے بعد زوال''۔ جرمت۔ اُس کو جواب ملتا ہے کہ زیادہ جینے کی سزا ہے۔ جبرئیلش۔ جس طرح حضرت آدمؑ جنت سے نکلے تھے اسی طرح اس حسین کو جبرئیلؑ حسینوں کے زمرے اور حسن کی دولت سے باہر نکال دیتے ہیں۔

[2] بعدازعز۔ وہ حسین جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ اس عزت کے بعد یہ ذلت کیوں ہوئی۔ آں داد ست۔ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں وہ حسن محض عطا تھی اب یہ ذلت انصاف کا تقاضا ہے۔ جبرئیلا۔ وہ حسین کہتا ہے کہ اے جبرئیلؑ پہلے تو مجھے سجدے کرتا تھا اب تو حسن کی جنت سے مجھے کیوں نکالتا ہے۔

[3] حُلّہ۔ میں حسن کے لباس سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں جیسا کہ درخت خزاں میں پتوں سے۔ نخل۔ عام درخت مراد ہے۔ سُوسمار۔ گوہ جس کی کھال کھردری ہوتی ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ کش۔ خوش۔ شعشع شدہ۔ چمکیلی۔ اصلع۔ گنجا۔ سناں۔ بھالا۔ معشوق کے قد کو بھالے کی لکڑی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

رنگِ لالہ[1] گشتہ رنگِ زعفراں — زورِ شیرش گشتہ چوں زہرہ زناں

لالہ کا رنگ زعفران بن گیا — اُس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتّے کی طرح ہو گئی

چشم چوں نرگس شُدہ پژمردہَ — گرمیِ اعضا شُدہ افسردہَ

نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی — اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی

آنکہ مردے در بغل کردے بفن — می بگیرندش بغل وقتِ شدن

جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا — چلنے کے وقت لوگ اُس کی بغلیں تھامتے ہیں

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست — ہر یکے زینہا رسولِ مُردگیست

یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں — ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ

"مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اُن کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے" کی تفسیر

لیک[2] اگر باشد قرینش نورِ حق — نیست از پیری وِرا نقصان ودق

لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کا ساتھی ہو — بڑھاپے سے اُس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے

سستیِ اُو ہست چوں سستیِ مست — کاندراں سستیش رشکِ رُستم ست

اُس کی سُستی مست کی سی سُستی ہے — کیونکہ اُس کی سُستی پر رُستم کو رشک ہے

گر بمیرد استخوانش غرقِ ذوق — ذرّہ ذرّہ اش در شعاعِ نورِ شوق

اگر وہ مر جائے تو اُس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں — اُس کا ذرّہ ذرّہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے

وانکہ[3] نورش نیست باغِ بے ثمر — کہ خزانش می کند زیر و زبر

جس کو نور (حاصل) نہیں ہے، وہ بے پھل کا باغ ہے — اُس کو (موسمِ) خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے

گُل نماند خارہا ماند سیاہ — زرد و بے مغز آمدہ چوں تلِّ کاہ

پھول ختم ہو جاتے ہیں، کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں — پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر

تاچہ زلّت کرد ایں باغ اے خدا — کہ ازو ایں حُلّہا گردد جدا

اے اللہ! اس باغ سے کیا غلطی ہوئی — کہ اُس کا یہ لباس جدا ہو گیا؟

خویشتن رادید و دیدِ خویشتن — زہرِ قتّال است ہیں اے ممتحن

اُس نے اپنے آپ کو دیکھا، اور خود بینی — اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے

شاہدے کز عشقِ اُو عالم گریست — عالمش می راند از خود جرم چیست؟

وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی — اُس کو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے، کیا خطا ہے؟

---

[1] لالہ۔ سُرخ پھول ہے۔ زعفران۔ زعفران کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ زہرہ زناں۔ عورت نازک ہوتی ہے۔ گرمی۔ بوڑھاپے میں حرارتِ غریزی گھٹ جاتی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اُس کی یہ حالت ہے کہ لوگ اُس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیں تو وہ چل بھی نہیں سکتا ہے۔ ایں۔ بڑھاپے کے آثار موت کا پیغام دیتے ہیں۔

[2] لیک۔ جس شخص کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہو بڑھاپا اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔ سُستی۔ ایسے انسان کے اعضا کی سستی مست کی طرح ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لیے بھی باعثِ رشک ہے۔ گر بمیرد۔ ایسا انسان مرتا ہے تو اس کی رگ و پے میں خدا سے ملنے کا شوق بھرا ہوا ہوتا ہے۔

[3] وانکہ۔ جو شخص اس نورِ خداوندی سے محروم ہے اُس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جس کو خزاں تہ و بالا کر دیتی ہے۔ گل۔ ایسے باغ کا خزاں میں یہ حال ہوتا ہے کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کانٹے لے لیتے ہیں اور "ٹیلے کی گھاس کی طرح" بے جان ہو جاتا ہے۔ تاچہ۔ اس باغ کا کیا جرم ہے؟ خویشتن۔ اس باغ میں خود بینی تھی جو بہت بڑا جرم ہے۔ شاہدے۔ جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اس کو اپنے پاس سے بھگاتا ہے اس کا کیا جرم ہے؟

جرم[1] آنکہ زیورِ عاریہ بست
غلطی یہ ہے کہ اُس نے مانگا ہوا زیور پہنا
کرد دعویٰ کایں حُلل مِلکِ من ست
دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

واستانیم آنکہ تاداند یقیں
میں واپس لے لیتا ہوں، تاکہ یقین آ جائے
خرمنِ آنِ ماست خوباں خوشہ چیں
کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اُس کے خوشہ چین ہیں

تابداند کآں حُلل عاریہ بُود
تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہُوا تھا
پرتوے بُود آں زخورشیدِ وجود
وہ وجود کے سورج کا عکس تھا

آں جمال و قدرت و فضل و ہُنر
اُس حُسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے
زافتابِ حُسن کرد ایں سو سفر
اس جانب حُسن کے سورج سے سفر کیا تھا

باز می گردند چوں اِستارہا
ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں
نورِ آں خورشید ازیں دیوارہا
اُن دیواروں سے سورج کے نور

پرتوِ خورشید شُد تا جایگاہ
سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا
ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ
ہر دیوار، کالی اور سیاہ رہ گئی

آنکہ کرد اُو در رُخِ خوبانت دنگ
وہ حُسن جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کردیا ہے
نورِ خورشید ست از شیشہ سہ رنگ
وہ سہ رنگے شیشہ سے، سورج کا نور ہے

شیشہائے[2] رنگ رنگ آں نُور را
رنگ برنگ کے شیشے اُس نور کو
می نماید ایں چنیں رنگیں بما
ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں

چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ
جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے
نورِ بیرنگت کُند آں گاہ دنگ
اُس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دے گا

خُوی کُن بے شیشہ دیدن نُور را
نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال
تاچو شیشہ بشکند نبُود عمیٰ
تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو

قانعی بادانشِ آموختہ
تو نے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے
وز چراغِ غیر چشم افروختہ
اور دوسرے کے چراغ سے تو نے آنکھیں روشن کی ہیں

اُو چراغِ[3] خویش بُرباید کہ تا
وہ اپنا چراغ لے جائے گا، تاکہ
تو بدانی مُستعیری نے فتیٰ
تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ جوانمرد

گر تو کردی شکر و سعیِ مجتہد
اگر تو نے شکر کیا اور پوری کوشش
غم مخور کہ صد چناں بازت دہد
تو غم نہ کرو اس جیسے سینکڑوں (حسن) پھر دے گا

---

[1] جرم۔ اُس کا جرم یہ ہے کہ یہ اُس حسن کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ واستانیم۔ ہم اُس حسن کو اس لیے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حسن دراصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں۔ تابداند۔ تاکہ وہ حسین یہ سمجھ جائے کہ یہ حسن کا لباس مانگا ہوا اور باری تعالیٰ کی ایک تجلّی تھی۔ آں جمال۔ تمام خوبیاں اللہ کی ہیں کائنات اُس کا مظہر ہے۔ بازی گردند۔ یہ تمام خوبیاں کائنات میں عارضی ہیں۔ یہ پھر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو جاتی ہیں۔ آنکہ کرد۔ کائنات میں اُن کا ظہور ایسا ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینہ میں سے سورج کی روشنی نظر آئے۔

[2] شیشہائے۔ جس طرح وہ نور ایک رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں سے مختلف نظر آتا ہے اسی طرح اس کی صفات ہیں۔ چوں نماند۔ جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے، تو صرف یکرنگا نور باقی رہ جاتا ہے۔ خوئے کن۔ انسان کو صفات خداوندی کا بغیر مظاہر کے مشاہدہ کرنا چاہیے تاکہ کائنات کی فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ اُس نور کا مشاہدہ کر سکے۔ قانعی۔ تو نے مظاہر کے ذریعہ اس کی صفات کے مشاہدہ کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[3] اُو چراغ۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی صفتِ حسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ حسن تیرے پاس عارضی ہے۔ گر تو کردی۔ اگر تو اس نعمت کے زوال پر بھی اللہ کا شکریہ ادا کرے گا تو وہ تجھے اس سے سینکڑوں گنا زیادہ حسن عطا کر دے گا۔

ورنکردی[1] شکر اکنوں خوں گری
اگر تو نے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) روئے گا
اُمَّةُ الْكُفْرَانِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ
(اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے
گم شُد از بے شکر خوبی و ہنر
ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا
خویشی و بے خویشی و شکرو وِداد
اپنایت اور غیریت اور شکر اور عطا
کہ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اے کافراں
اے کافرو! اُن کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے
جزز[2] اہلِ شکر و اصحابِ وفا
سوائے شکر گزاروں اور باوفا لوگوں کے
دولتِ رفتہ کجا قوت دہد
گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟
قرض دہ زیں دولت اندر اَقْرِضُوْا
"تم قرض دو" کے سلسلہ میں تو اس دولت سے قرض دے
اندکے زیں شُرب کم کُن بہرِ خویش
اپنے لیے اس پینے میں سے کچھ کم کر دے
جُرعہ برخاکِ وفا آنکس کہ ریخت
جس شخص نے وفا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا
خوش کند دل شاں کہ اَصْلَحَ بَالَهُمْ
(اللہ تعالیٰ) اُنکا دل خوش کردیگا کیونکہ اُنکے دل کی اصلاح کردی ہے
اے[3] اجل وے تُرکِ غارت سازدہ
اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے تُرک!
وادہد ایشاں نہ بپذیرند ہاں
وہ ان کو واپس دے گی وہ اُس کو ہرگز قبول نہ کریں گے

کہ شدست آں حُسن از کافر بَری
کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے چلا گیا ہے
اُمَّةُ الْاِيْمَانِ اَصْلَحَ بَالَهُمْ
(اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کردی ہے
کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر
کہ وہ دوبارہ کبھی اُس کا نشان نہ دیکھے گا
رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد
اِس طرح سے گئیں کہ وہ اُن کو یاد (بھی) نہ کرے گا
جُستنِ کام ست از ہر کامراں
جستجو کرنا ہر (دنیادار) بامراد کا مقصد ہے
کہ مرایشاں راست دولت در قفا
کیونکہ دولت اُن کے پیچھے ہے
دولتِ آئندہ خاصیت دہد
آنے والی دولت خاصیت دکھاتی ہے
تاکہ صد دولت بہ بینی پیش رُو
تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے
تاکہ حوضِ کوثرے یابی بہ پیش
تاکہ تو آئندہ حوضِ کوثر پالے
کے تواند صیدِ دولت زو گریخت
دولت کا شکار اُس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟
رَدَّ مِنْ بَعْدِ التَّوٰی اَنْزَالَهُمْ
ان کی مہمانی کے کھانے کو ختم ہو جانیکے بعد لوٹا دیا ہے
ہرچہ بُردی زیں شکوراں بازدہ
ان شکرگذاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہے واپس دے دے
زانکہ منعم گشتہ انداز رختِ جاں
کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بن گئے ہیں

[1] ورنکردی۔ اگر حُسن کے ازالہ پر تو کفر شروع کر دے گا تو پھر خون کے آنسو بہا تا رہ۔ عوض شکر گذار کو ملتا ہے کافر کو نہیں ملتا۔ اُمۃ الکفران۔ کافروں کے اعمال رائیگاں ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی اصلاح کردی ہے۔ گم شُد۔ ناشکرے سے ہنر اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اُس کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خویشی۔ کافر میں سے اوصافِ حسنہ اس طرح نداردہو جاتے ہیں کہ اُس کو یاد بھی نہیں آتے ہیں۔

[2] جز اہلِ شکر۔ دولتِ ماضیہ اور دولتِ آئندہ صرف شکرگذاروں اور وفاداروں کا حصہ ہے۔ قرض دہ۔ قرآن پاک میں ہے اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا "اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو" کے حکم پر عمل کر اللہ تجھے بڑا بدلہ دے گا۔ اندکے۔ انسان اپنی ضروریات کو کم کر کے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب آخرت میں اُس کو بدلہ ملتا ہے۔ جرعہ۔ جو شخص دوسروں پر خرچ کرے گا دولتِ آخرت اُس کے ہاتھ آئے گی۔ خوش کند۔ اللہ تعالیٰ بدلہ دے کر اُنکو خوش کردے گا اور جو کچھ اُنھوں نے خرچ کیا ہے اس کو بڑھا کر واپس کرے گا۔

[3] اے اجل۔ اللہ تعالیٰ موت کو حکم کردے گا کہ ان شکرگذاروں سے تو نے جو چھینا ہے ان کو واپس دے دے۔ وادہد۔ موت ان کو دنیاوی مال و زندگی دینا چاہے گی وہ اُس کو قبول نہ کریں گے کیونکہ اب ان کو اخروی روحانی مالداری میسر آگئی ہے۔

صوفیئیم[1] و خرقہا انداختیم
ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اُتار دیے ہیں
باز نستانیم چوں در باختیم
جبکہ ہم نے اُن کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہ لیں گے

ماعِوض دیدیم وانگہ . چوں عوض
ہم نے بدلہ پا لیا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟
رفتیں ازما حاجت و حرص و غرض
ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہو گئی

زآبِ شورِ مُہلکے بیروں شدیم
ہم مہلک کھاری پانی سے باہر آ گئے ہیں
بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم
شراب اور دہنِ کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں

آنچہ کردی اے جہان بادیگراں
اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کے ساتھ برتی
بیوفائی و فن و نازِ گراں
بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

برسرت ریزیم ما بہرِ خدا
ہم خدا کے لیے، تیرے سر پر مارتے ہیں
کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا
کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تابدانی کہ خدائے پاک را
تاکہ تو جان لے، کہ خدائے پاک کے
بندگاں ہستند پُر حملہ و مرا
حملہ اور جنگ سے پُر (بھی) بندے ہیں

سبلتِ[2] تزویرِ دنیا برکنند
دنیا کی مکاری کی مونچھیں اکھاڑ دیتے ہیں
خیمہ را بر باروئ نصرت زنند
مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

ایں شہیداں باز نو غازی شدند
یہ شہید از سرِ نو غازی بن گئے ہیں
ویں اسیراں باز بر نصرت زدند
یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفلِ مشکلہاز لُطفش حل شُدہ
اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے
نفسِ کافر ناگہاں بسمل شُدہ
کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

نااُمیدی[3] رفتہ اُمید آمدہ
مایوسی ختم ہوئی، اُمید پیدا ہو گئی
گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ
یہ بُت خانہ، اچانک مسجد بن گیا

سربر آوردند باز از نیستی
وہ عدم سے پھر موجود ہو گئے
کہ بہ بیں مارا کہ اکمہ نیستی
ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

تابدانی در عدم خورشیدہا ست
تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں
وانچہ اینجا آفتاب آنجا سُہاست
جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے

---

[1] صوفیئیم۔ وہ کہدیں گے ہم صوفی ہیں ہم گدڑی لٹا چکے ہیں اب اس کو واپس نہ لیں گے۔ ماعوض۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ بدلہ عنایت کر دیا ہے جس کے بعد ہمیں دنیا کی حرص و حاجت نہیں رہی ہے۔ زآب شور۔ دنیاوی چیزیں بمنزلہ شور پانی کے ہیں اور آخرت کی نعمتیں چشمۂ کوثر ہیں۔ آنچہ کردی۔ یہ انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم شہیدانِ راہِ خدا میں سے ہیں تیری جملہ عنایتوں کو تیرے منہ پر مارتے ہیں۔ تابدآنی۔ تاکہ یہ دنیا یہ سمجھ لے کہ خدا کے وہ بندے بھی ہیں جو دنیا کو پرکاہ سمجھتے ہیں۔

[2] سبلت۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ پر جھنڈا لہرا دیتے ہیں۔ ایں شہیداں۔ جو لوگ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں وہ از سرِ نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ قفل مشکلہا۔ اُن کی جملہ مشکلات فضل خداوندی سے کھل جاتی ہیں اور اُن کا کافر نفس بسمل ہو جاتا ہے۔

[3] ناامیدی۔ فنا سے جو ناامیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب امید سے بدل گئی ان کے لیے یہ دنیا پاک جگہ ہو گئی۔ سربرآوردند۔ فنا کے بعد پھر اُن کو ابدی زندگی نصیب ہو گی۔ اکمہ۔ مادر زاد اندھا۔ تابدآنی۔ عالمِ غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج اُن کے مقابلہ میں سُہا ستارہ ہے۔

در عدم[1] ہستی برادر چوں بُود | ضد اندر ضد چوں مکنوں بُود
اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟ | ضد، ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتْ بداں | کہ عدم آمد اُمیدِ عابداں
سمجھ لے، وہ مُردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے | عدم میں عبادت گذاروں کی امید ہے

مردِ کارندہ کہ انبارش تہی ست | شاد و خوش نے برامیدِ نیستی ست؟
وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے | کیا وہ عدم کی اُمید پر خوش و خرم نہیں ہے؟

کہ بروید آں زسُوئے نیستی | فہم کن گر واقفِ معنیستی
کہ وہ عدم میں سے اُگ آئے گی | سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جان کار ہے

دمبدم[2] از نیستی تو منتظر | کہ بیابی فہم و ذوقِ آرام و بِر
تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ | تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کر لے

نیست دستوری گشاد ایں راز را | ورنہ بغدادے کنم انجاز را
اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں | ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا

پس خزانہء صنعِ حق باشد عدم | کہ برآرد زُو عطاہا دمبدم
اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا خزانہ عدم ہے | کیونکہ وہ اُس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے

مُبدِع[3] آمد حق و مُبدع آن بُود | کہ برآرد فرع بے اصل و سند
اللہ (تعالیٰ) ایجاد کرنیوالا ہے اور ایجاد کرنیوالا وہ ہوتا ہے | جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کر دے

مثالِ عالَم ہست نیست نما و عالَم نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم | ہست را بنمود بر شکلِ عدم
اُس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے | موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے

بحر را پوشید و کف کرد آشکار | باد را پوشید و بنمودت غُبار
سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے، جھاگ کو رونما کر دیا ہے | ہوا کو چھپا دیا ہے، غبار کو ظاہر کر دیا ہے

---

1. در عدم۔ نیستی میں ہستی مضمر کیسے ہوسکتی ہے؟ ضد۔ نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں ایک دوسرے میں چھپی ہوئی کیسے ہوسکتی ہیں؟ مکنون۔ پوشیدہ۔ مخرج۔ سوال کا جواب ہے یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ نطفہ سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ عدم۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ مرد کارندہ۔ کاشتکار جس نے بیج خرچ کر کے اپنی کوٹھی خالی کر لی وہ اس پیداوار پر خوش ہے جو فی الحال معدوم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آجائے گی۔

2. دمبدم۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جو کچھ اُس کے لیے پردہ غیب میں ہے وہ اُس کا منتظر رہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ نیکی سے لامحالہ آرام میسر آئے گا۔ نیست۔ پردۂ غیب کی چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ میں موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ بغداد۔ یعنی پردۂ غیب کی نعمتوں کو ماننے والوں کا شہر۔ نجاز۔ ترکستان کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ اور لوگ آتش پرست تھے۔ پس خزانہ۔ حضرت حق تعالیٰ کی کارگاہ عدم ہے جس سے وہ عطایا عنایت کرتا رہتا ہے۔

3. مُبدع۔ مبدع، ایجاد کرنیوالا یعنی معدوم کو موجود بنانیوالا۔ مثال۔ دنیا درحقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے مولانا نے اس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ محتشم۔ معزز۔ نیست۔ یعنی عالم شہود۔ ہست۔ یعنی عالم غیب۔ بحر۔ اس شعر میں دو مثالیں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً موجود ہیں اُن کو جھاگ اور غبار سے پوشیدہ کر دیا جو غیر واقعی چیزیں ہیں تو جو معدوم ہے وہ نظر آ رہا ہے اور جو موجود ہے وہ مخفی ہے۔

چوں[1] منارہ خاک پیچاں در ہوا
ہوا میں چکراتی ہوئی خاک منارہ کی طرح ہے

خاک از خود چوں برآید برعُلا
خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟

خاک را بینی ببالا اے علیل
اے بیمار! تو خاک کو اُوپر دیکھتا ہے

بادرانہ جُز بتعریف و دلیل
ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف
تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے

کف بے دریا ندارد منصرف
بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے

کف بحس بینی و دریا از دلیل
تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے (سمجھتا ہے)

فکرِ پنہاں آشکارا قال و قیل
خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے

نفی[2] را اثبات می پنداشتیم
ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا

دیدۂ معدوم بینی داشتیم
ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں

دیدہ کاندر وے نعاسے شُد پدید
وہ آنکھ جس کو نیند آ رہی ہو

کے تواند جُز خیال و نیست دید؟
وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال
لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہو گئے ہیں

چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال
چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے

ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر
اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا!

چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر
اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا؟

آفریں[3] اے اُوستادِ سحر باف
اے جادو کرنے والے اُستاد! آفریں ہے

کہ نمودی مُعرضاں را دُرد صاف
تو نے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ، نِیر دکھائی

ساحراں مہتاب پیمایند زود
جادوگر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں

پیشِ بازرگاں و زر گیرند و سُود
سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے ہیں

سیم بُربایند زیں گول پیچ پیچ
اس پیچ در پیچ معاملہ سے چاندی اُڑا لیتے ہیں

سیم از کف رفتہ و کرپاس ہیچ
چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں

ایں جہاں جادوست ماآں تاجریم
یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں

کہ ازو مہتاب پیمودہ خریم
کہ اس کی نپی ہوئی چاندی خریدتے ہیں

---

[1] چوں منارہ۔ گرد کا بگولہ اُٹھتا ہے خاک نظر آتی ہے اور ہوا نظر نہیں آتی۔ بادِ ہوا۔ نظر نہیں آتی اُس کا وجود اس لیے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ خاک میں از خود اُڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ کف۔ سطحِ آب پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ نظر آتے ہیں پانی کا وجود اس لیے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ جھاگ از خود نہیں بہہ سکتے۔ فکرِ پنہاں۔ انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اُس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے یہی حال شئونات اور وجودِ مطلق کا ہے اور وجودِ مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہے اور شئونات جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ موجود نظر آتی ہیں۔

[2] نفی را۔ ہم نے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے یہ ہماری آنکھ کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود دکھا رہی ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ میں نیند ہو وہ محض خیالی اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے۔ پیدا خیال۔ یعنی غیر واقعی چیز نظر آ رہی ہے۔ ایں عدم۔ عالم شہود جو کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔ آں حقیقت۔ عالم غیب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔

[3] آفریں۔ یہ حضرتِ حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ منکر غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھنے لگتے ہیں۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ساحراں۔ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہیں جو چاند کی چاندی کو کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کرپاس۔ سوتی کپڑا۔ ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندنی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔

گز کند کرپاس پانصد گز شتاب
وہ جلدی سے پانچ سو گز کپڑا ناپ دے

ساحرانہ اُو ز نورِ ماہتاب
جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

چوں[1] سِتد اُو سیم عمرت اے رہی
اے غلام! جب اُس نے تیری عمر کی چاندی لے لی

سیم شُد، کرپاس نے، کیسہ تہی
چاندی گئی، کپڑا ندارد، تھیلی خالی ہو گئی

قُل اعوذت خواند باید کاے احد
تجھے قُل اعوذ پڑھنی چاہیے کہ اے خدا!

ہیں ز نفاثات افغاں و ز عُقد
جادوگرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے

مید مند اندر گرہ آں ساحرات
وہ جادوگرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں

الغیاث اے مستغاث از برد و مات
اے فریاد رس! اس شطرنجی چال سے فریاد ہے

لیک برخواں از زبانِ فعل نیز
لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ

کہ زبانِ قول سُست ست اے عزیز
اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے

در[2] زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند
دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں

آں یکے وافی وآں دو غدر مند
ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں

آں یکے یاران و دیگر رخت و مال
ایک دوست ہیں اور دوسرا مال و اسباب ہیں

واں سوُم وافی ست آں حُسن الفعال
تیسرا وفادار نیک عمل ہے

مال ناید باتو بیروں از قصور
مال تو محلوں سے باہر (ہی) نہ نکلے گا

یار آید لیک تا بالینِ گور
دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چوں[3] تُرا روزِ اجل آید بہ پیش
جب تجھے موت کا دن درپیش ہو گا

یار گوید از زبانِ حالِ خویش
دوست اپنی زبانِ حال سے کہے گا

تابدیں جا بیش ہمرہ نیستم
اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں

بر سرِ گورت زمانے بیستم
تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

فعلِ تو وافی ست زاں کن ملتحد
تیرا عمل وفادار ہے، اُس میں اپنی پناہ گاہ بنا لے

کاندر آید باتو در قعرِ لحد
کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لَا بُدَّ مِنْ قَرِیْنٍ یُدْفَنُ مَعَکَ وَھُوَ حَیٌّ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ

وَ تُدْفَنُ مَعَہٗ وَاَنْتَ مَیِّتٌ وَّاِنْ کَانَ کَرِیْمًا اَکْرَمَکَ وَاِنْ کَانَ
دفن ہوگا اور تو مردہ اُس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر کمینہ ہے

لَئِیْمًا اَسْلَمَکَ وَ ذٰلِکَ الْقَرِیْنُ عَمَلُکَ فَاَصْلِحْہُ مَا اسْتَطَعْتَ
تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کر لے

---

[1] چوں ستد۔ دنیادار کی عمر اسی دھوکے میں برباد ہو جاتی ہے، عمر ختم ہو جاتی ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ قل اعوذ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے ازالہ کے لیے نازل ہوئی تھی۔ نفاثات۔ وہ جادوگرنیاں جو گرہیں باندھ کر اُن پر جادو پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ لیک۔ یہ اعوذ صرف زبانی نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو۔

[2] در زمانہ۔ دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں دوست، مال۔ نیک عمل، اُن میں سے دو مرتے وقت ساتھ چھوڑ دیں گے نیک عمل وفاداری کرے گا اور ساتھ دے گا۔ قصور۔ قصر کی جمع ہے محل، قلعہ۔ بالیں۔ سرہانا۔

[3] چوں ترا۔ موت کے وقت دوست محض قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں فعل۔ انسان کے اعمال اس کا قبر میں بھی ساتھ دیتے ہیں ملتحد۔ جائے پناہ۔

پس پیمبرؐ گفت بہرِ ایں طریق — باوفاتر ل؎ از عمل نبود رفیق
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، اس راستہ کے لیے — کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے

گر بُود نیکو ابد یارت شود — ور بُود بد در لحد مارت شود
اگر وہ نیک ہو گا، ابد تک تیرا دوست ہو گا — اگر بد ہو گا، تیرے لیے قبر میں سانپ ہو گا

ایں عمل ویں کسب در راہِ سداد — کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد
یہ عمل اور یہ کمائی، سچائی کے راستہ میں — اے بابا! بغیر استاد کے کب کی جا سکتی ہے؟

دُوں تریں کسبے کہ در عالم رَوَد — ہیچ بے ارشادِ استادے بُوَد؟
کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے — کبھی اُستاد کی راہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟

اولش ۲؎ علم ست وانگاہے عمل — تا دہد بربعدِ مُہلت تا اجل
اُس پیشہ کہ ابتدا جاننا پھر عمل کرنا ہے — تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے

اِسْتَعِیْنُوْا فِی الْحِرَفْ یَاذَا النُّہٰی — مِنْ کَرِیْمٍ صَالِحٍ مِّنْ اَھْلِھَا
اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو — کسی شریف نیک سے جو اُن کا اہل ہو

اُطْلُبُ الدُّرَّ اَخِیْ وَسْطَ الصَّدَفْ — وَاطْلُبِ الْفَنَّ مِنْ اَرْبَابِ الْحِرَفْ
اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر — اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر

اِنْ رَأَیْتُمْ نَاصِحِیْنَ اَنْصِتُوْا — بَادِرُوا التَّعْلِیْمَ لَا تَسْتَنْکِفُوْا
اگر تم نصیحت کرنے والوں کو دیکھو، خاموشی سے سُنو — تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو

در دباغی گر خلق پوشید مرد — خواجگی خواجہ را آں کم نہ کرد
اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پُرانا پہنا — اُس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا

وقتِ ۳؎ دم آہنگر ار پوشید دلق — احتشامِ اُونشد کم پیشِ خلق
اگر (بھٹی) دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہن لی — تو لوگوں کے سامنے اُس کی عزت نہیں گھٹی

پس لباسِ کبر بیروں کن زتن — ملبسِ ذُل پوش در آموختن
تو تکبر کا لباس جسم سے اُتار دے — سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے

علم آموزی طریقش قولی ست — حرف آموزی طریقش فعلی ست
تو علم سیکھتا ہے، تو اُس کا طریقہ زبانی ہے — دستکاری سیکھتا ہے، تو اُس کا طریقہ عملی ہے

ل؎ باوفا۔ انسان کے نیک اعمال سے زیادہ بہتر کوئی سفر کا ساتھی نہیں ہے۔ گر بود۔ نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور بدعمل اس کے لیے سانپ اور بچھو بنے گا۔ ایں عمل۔ یہ عمل اور ہنر بغیر اُستاد کے حاصل نہیں ہوتا ہے لہٰذا کسی کو شیخ بنالے۔ ارشاد۔ راہنمائی۔

۲؎ اولش۔ ہر چیز کا پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ حرف۔ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ۔ ذالنہیٰ۔ عقلمند۔ صدف۔ سیپی۔ در دباغی۔ انسان کی ظاہری حیثیت، اُس کے باطنی جوہر کو کم نہیں کرتی ہے۔ خلق۔ پرانا کپڑا۔

۳؎ وقتِ دم۔ دھونکنے کے وقت۔ آہنگر۔ لوہار۔ دلق۔ گدڑی۔ پس۔ جبکہ لباس پر بڑائی کا مدار نہیں ہے تو تعلیم حاصل کرنے میں ذلت اور مسکنت کا لباس اختیار کرنا چاہیے۔ علم۔ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

فقر[1] خواہی آں بصحبت قائم ست — نے زبانت کار می آید نہ دست

فقر چاہتا ہے، وہ صحبت سے متعلق ہے — نہ تیری زبان کام آتی ہے، نہ ہاتھ

دانش انوار ست در جانِ رجال — نے زراہِ دفترو نے قیل و قال

انوار کا علم (سلوک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے — (وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستہ سے نہ گفتگو سے

دانشِ آنرا ستاند جاں زجاں — نے زراہِ دفترونے از زباں

اُس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے — نہ کتاب کے راستہ سے اور نہ زبان سے

دردِلِ سالک اگر ہست آں رموز — رمز دانی نیست سالک را ہنوز

اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں — (لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے

تادلش[2] را شرح آں سازد ضیا — پس اَلَمْ نَشْرَحْ بفرماید خدا

جب تک کہ اس کے دل کے لیے نور اس کی تشریح نہ کر دے — پھر خدا فرماتا ہے، کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

کہ درونِ سینہ شرحت دادہ ایم — شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم

یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اسکی شرح عنایت کر دی ہے — ہم نے تیرے سینہ میں شرح رکھ دی ہے

توہنوز[3] از خارج آں را طالبی — مَحْلَبی از دیگراں چوں حالبی

تو ابھی تک باہر سے اُس کا طالب ہے — تو (خود) دودھ کی جگہ ہے تو دوسروں سے دودھ کیوں دوہتا ہے؟

چشمۂ شیرست در تو بے کنار — تو چرا می شیر جوئی از تغار

تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے — تو گڑھے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟

منفذے داری بہ بحر اے آبگیر — ننگ دار از آب جستن از غدیر

اے پانی حاصل کرنیوالے! تیرا سمندر تک راستہ ہے — حوض سے پانی لینے میں شرم کر

کہ اَلَمْ نَشْرَحْ نہ شرحت ہست باز — چوں شُدی تو شرح جُوی و کدیہ ساز

کہا "ہم نے نہیں کھولا" تیری شرح نہیں ہے پھر — تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟

درنگر در شرحِ دل در اندروں — تانیاید طعنۂ لَا یُبْصِرُوْن

دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے — تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزوجل وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

فقر۔ فقر محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے نہ زبان سے نہ عمل سے۔ دانش انوار۔ انوار الٰہی کا علم وہ اولیاء کے دلوں میں ہے وہ دل، دل سے حاصل کر سکتا ہے زبان اور کتاب سے حاصل نہیں کر سکتا۔ در دل۔ سالک کے دل میں اگر کچھ اشارے بھی ہیں تو وہ ان اشاروں کے سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔

تادلش۔ جب سالک کے لیے نور خداوندی اُن اشاروں کی تشریح کر دیتا ہے تو اللہ کی جانب سے الم نشرح والی بشارت ملتی ہے۔ الم نشرح۔ قرآن میں آنحضورؐ کے لیے فرمایا گیا ہے "کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کر دیا"۔ یعنی ہم نے وہ نور عنایت کر دیا ہے جس سے تم رموز اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو۔ کہ۔ الم نشرح میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے سینہ میں وہ استعداد کر دی ہے۔

توہنوز۔ ایک عام انسان یہ سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار کہیں باہر سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ یہ غلط ہے وہ علوم خود انسان کے دل اور روح میں موجود ہیں۔ محلب۔ دودھ کی جگہ۔ حالب۔ دودھ دوہنے والا۔ تغار۔ گڑھا۔ غدیر۔ حوض۔ کہ الم نشرح۔ خطاب اگرچہ آنحضورؐ کو ہے لیکن ہر طالب حق اس میں داخل ہے۔ درنگر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اُس میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اگر اس میں مشاہدہ نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لا یبصرون "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ لگے گا جو کفار کے بارے میں ہے۔

یک[1] سَبَد پُرناں تُرا بر فرقِ سر
روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی مانگ پر ہے

درسَرِ خود پیچ و ہِل خیرہ سری
اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ

تا بزانوئی میانِ آبِ جو
تو ران تک نہر کے پانی میں ہے

برسرت نانست پایت اندر آب
تیرے سر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے

پیش آب و پس ہم آبِ بامدد
آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی

اسپ[2] زیرِراں و فارس اسپ جُو
گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے

ہیں نہ اسپ ست ایں بزیرِ توپدید
ہائیں، تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے

مستِ آن و پیش رُوی اُوست آں
وہ اس پر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہے

مستِ چیز و پیش رُوی اُوست چیز
وہ ایک چیز پر عاشق ہے اور چیز اُس کے منہ کے سامنے ہے

چوں[3] گوہر در بحر گوید بحر کو
جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟

گفتنِ آں کو حجابش میشود
اُس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ اُس کا پردہ بنتا ہے

بندِ چشمِ اُوست ہم چشمِ بدش
اُس کی بری آنکھ بھی اس کی آنکھ کا پردہ ہے

توہمی خواہی لبِ ناں در بدر
تو روٹی کا ٹکڑا در بدر مانگتا ہے

رَو دَرِدل زن چرا بر ہر دری
جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا، ہر دروازہ پر کیوں جاتا ہے

غافل از خود، زین و آں تو آبجُو
تو خود سے غافل ہے اس اور اُس سے پانی کا جویاں ہے

وز عطش وز جوع گشتستی خراب
اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے

چشمہارا پیش سدّ و خلف سد
چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی، دیوار ہے

چیست ایں، گفت اسپ ولیکن اسپ کو
یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

گفت آرے لیک اسپِ خود کہ دید
وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟

اندر آب و بیخبرز آبِ رواں
وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے

بیخبر زاں چیز و شرحِ خویش نیز
وہ اُس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے

واں خیالِ چوں صدف دیوار اُو
وہ خیال، سیپ کی طرح اُس کی دیوار ہے

ابر تابِ آفتابش میشود
(اور) سورج کی چمک اُس کے لیے ابر بن جاتی ہے

عینِ رفعِ سدِ اُوگشتہ سدش
بعینہ دیوار کا ہٹانا، اُس کے لیے دیوار بن گیا

---

[1] یک سبد۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن آڑ حایل ہے تو اب بس اس کے مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیے۔ سبد۔ ٹوکری۔ دردل۔ دل میں مشاہدہ کی کوشش کر در بدر اُس کو ڈھونڈتا نہ پھر۔ تا بزانو۔ حضرتِ حق کو باہر تلاش کرنے والے کی ایک مثال تو یہ تھی کہ روٹیوں کا طبق سر پر ہو اور وہ در بدر روٹی مانگتا پھرے دوسری مثال یہ ہے کہ انسان خود پانی میں کھڑا ہوا اور دوسروں سے پانی مانگے۔

[2] اسپ۔ تیسری مثال یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہو اور اُسی گھوڑے کو تلاش کرے لوگ اُس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اُس کو کہنا پڑے کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کو تلاش کرے۔ ہیں۔ اُس گھوڑ سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے موجود ہے وہ کہتا ہے ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں آرہا ہے۔ مست۔ وہ گھوڑے کی تلاش میں مدہوش بنا ہوا ہے، اور گھوڑا اُس کے سامنے موجود ہے اس کی مثال تو یہی ہے کہ انسان جاری پانی میں کھڑا ہوا ہے اور اُس سے بے خبر بھی ہو۔

[3] چوں گوہر۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہو اور پھر سمندر کو تلاش کرے جس طرح موتی کے لیے سیپ، سمندر کو دیکھنے سے مانع ہے اسی طرح انسان کے اوہام اور خیالات مانع بنتے ہیں۔ گفتن آں۔ مطلوب کے قریب ہوتے ہوئے اُس کا مطلوب کو پوچھنا اُس مطلوب کا پردہ اور اُس مطلوب کے آفتاب کی چمک اُس کے لیے ابر بن جاتی ہے۔ بند چشم۔ اُس کی غلط نظر خود اس کی آنکھ کا پردہ ہی آنکھ جو کہ آڑ کو ہٹانے والی چیز تھی وہ فوراً آڑ بن گئی۔

بندِ[1] گوشِ اُو شدہ ہم گوشِ اُو — ہوش با حق دار اے مدہوشِ اُو

اُس کا کان بھی اُس کے کان کی رکاوٹ ہو گیا — اللہ کا ہوش کر، اے اُس کے دیوانے!

ہوش را توزیع کردی برجہات — می نیرزد تَرَّہَ آں تُرّہات

تو نے ہوش کو (مختلف) جانبوں سے تقسیم کر دیا ہے — وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہیں

درتفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ[2] هَمًّا وَّاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ سَائِرَ هُمُوْمِهٖ وَمَنْ تَفَرَّقَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ لَا يُبَالِي اللّٰهُ فِيْ اَيِّ وَادٍ مِّنْهَا هَلَكَ

آنحضورؐ کے اس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنا لیا اللہ تعالیٰ اُس کے سارے غموں کے لیے کافی ہو گیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آبِ ہُش را می کشد ہر بیخ و خار — آبِ ہوشت چوں رسد سُوئے ثمار

ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے — پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟

آبہارا میکشد آں خس گیاہ — آبِ ہوشت چوں رسد سُوئے اِلٰہ

پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے — تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہیں بزن آں شاخِ بد راخو کنش — آب دہ ایں شاخِ خوش رانو کنش

خبردار! اس بُری شاخ کو کاٹ دے (اور) اس کو دور کر دے — اس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر

ہر[3] دو سبزند ایں زماں آخر نگر — کیں شود باطل ازاں روید ثمر

اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ — یہ خراب ہو جائے گی، اُس سے پھل پیدا ہوں گے

آبِ باغ ایں را حلال آں را حرام — فرق را آخر بہ بینی والسلام

باغ کا پانی اس کے لیے حلال، اُس کے لیے حرام ہے — تو اخیر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام

عدل چہ بُود؟ آب دہ اشجار را — ظلم چہ بُود؟ آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

عدل وضعِ نعمتے در موضعش — نے بہر بیخے کہ باشد آب کش

عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے — نہ کہ ہر جڑ کو (پانی دینا) جو پانی چوستی ہے

ظلم چہ بُود؟ وضع درنا موضعے — کہ نباشد جُز بلا را منبعے

ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا — جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے

نعمتِ حق رابجان و عقل دہ — نے بہ طبعِ پُرزحیرو پُرگرہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت، جان اور عقل کو دے — نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو

---

[1] بندِ گوش۔ ایسے طلبگار کا کان جو خود اس کو بہرا بنا دیتا ہے۔ مدہوش۔ بوزن مبہوت۔ دہشت زدہ۔ ہوش۔ انسان کی پراگندہ خیالی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔
درتفسیر۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیال نہ رہنا چاہیے۔

[2] ہموم۔ ہم کی جمع ہے، آنے والے کام کا غم و فکر۔ آبِ ہش۔ اگر انسان دنیاوی معاملوں کے سوچ بچار میں لگا رہے گا تو آخرت سے غافل ہو جائے گا۔
ہیں۔ انسان دنیاوی فکروں سے بچے گا تو آخرت کی فکر میں لگے گا۔

[3] ہردو۔ دنیا اور آخرت کی فکر میں سے آخرت کی فکر اچھے پھل لائے گی۔ آب۔ دنیا کے باغ کو فکر کا پانی دینا درست نہیں ہے۔ عدل۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان پھل دار درختوں کو پانی دے کانٹوں کی جھاڑی کو پانی نہ دے۔ درموضعش۔ بھلائی کی جگہ بھلائی کرنا عدل ہے۔ ظلم۔ کوئی کام بے موقع کرنا ظلم ہے۔ نعمتِ حق۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے، روحِ انسانی کی تربیت کرنی چاہیے نہ کہ روحِ حیوانی کی۔

بارکن[1] بیگارِ غم را برتنت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر

بردل و جاں کم نہ آنجاں کندنت
دل اور جان پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہے

برسرِ عیسیٰؑ نہادہ تنگِ بار
بوجھ کا گٹھر عیسیٰؑ کے سر پر رکھے ہوئے ہے

خرسکیزہ میزند در مرغزار
گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے

سُرمہ را در گوش کردن شرط نیست
سُرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے

کارِ دل راجستن از تن شرط نیست
دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے

گردلی[2] رونا ناز کن خواری مکش
اگر تو (مجسم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا

ورتنی شکر منوش وزہر چش
اگر تو (مجسم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ

زہر تن را نافع ست و قند بد
جسم کے لیے زہر مفید اور شکر مضر ہے

تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزمِ دوزخ تنست و کم کُنش
جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اُس کو گھٹا

وربروید ہیں تو از بُن برکنش
اگر وہ اُگے خبردار! تو اُس کو جڑ سے اُکھاڑ دے

ورنہ حمالِ حطب باشی حطب
ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا بار بردار ہو گا

در دو عالم ہمچو جُفتِ بُو لہب
دونوں جہان میں، ابولہب کی بیوی کی طرح

ازحطب[3] بشناس شاخِ سدرہ را
سدرۂ (المنتہیٰ) کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے پہچان لے

گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتیٰ
اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں

اصلِ ایں شاخ ست از نارُ و دخاں
اس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے

اصلِ آں شاخ ست ہفتم آسماں
اُس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان (پر) ہے

ہست مانند ایں بصورت پیشِ حِس
یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں

کہ غلط بین ست چشم و کیشِ حِس
کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے

ہست پیدا آں بہ پیشِ چشمِ دل
دل کی آنکھ کے لیے، وہ واضح ہے

جہد کُن پیشِ دل آجہد المُقل
کوشش کر، نادار کی سی کوشش، دل کے سامنے

ورنداری پا بجنباں خویش را
تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے

تابہ بینی ہرکم و ہر بیش را
تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

---

[1] بارکن۔ دنیاوی مخصوں کو قالب تک محدود رکھو قلب تک نہ پہنچنے دو۔ برسرِ عیسیٰ۔ روح حضرت عیسیٰؑ جیسی چیز ہے اور جسم خرِ عیسیٰؑ ہے، بوجھ گدھے پر لادنا چاہیے نہ کہ عیسیٰؑ پر، یہ حماقت ہے کہ عیسیٰؑ پر بوجھ لدھا ہوا اور گدھا چمن میں مزے اڑائے۔ سرمہ۔ ہر عمل کا ایک محل ہے۔ سرمہ کان میں لگانا حماقت ہے۔

[2] گردلی۔ اگر تو مجسم روح وقلب بن گیا ہے تو اب مجاہدوں کی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو مجسم جسم ہے تو راحت طلبی چھوڑ کر مجاہدوں کا زہر کھا۔ زہر۔ یہ محنت اور مشقت جسم کے لیے مفید ہے اور راحت طلبی مضر ہے۔ ہیزم۔ انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اُس کو ختم کرنا چاہیے ورنہ تیرا لقب بھی وہی ہے جو ابولہب کی بیوی کا ہے قرآن نے اُس کو حمالۃ الحطب کہا ہے یعنی دوزخ کا ایندھن اٹھانے والی۔

[3] ازحطب۔ جسم دوزخ کا ایندھن اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے دونوں میں فرق کر لے۔ اصل ایں۔ جسم کی شاخ دھوئیں اور آگ کی جڑ ہے اور روح کی شاخ عالمِ بالا کی چیز ہے۔ ہست مانند۔ یہ دونوں شاخیں یکساں نظر آتی ہیں جس کی وجہ آنکھوں کی غلط بینی ہے۔ چشمِ دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئے گا۔ ورنداری۔ انسان کو غلط بینی سے نکلنے کی بہر صورت کوشش کرنی چاہیے اگر پاؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہیے۔

کایں تحرک شد تبرک را کلید — وز تحرک[1] گردی اے دل مستفید
کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے — اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہو گا

در معنیٔ ایں رباعی

اس رباعی کے معنیٰ (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بکشایند — ورنیست شوی بهستیت بگرایند
اگر تو راہِ (طریقت) پر چلے گا تیرے لیے راستہ کھول دیں گے — اگر تو فنا ہو جائے گا تجھے بقا کی طرف مائل کر دیں گے
درپست شوی نگنجی اندر عالم — وانگاہ ترابے تو بتو بنمایند
اگر تو پست ہو جائے تو تو عالم میں نہ سمائے گا — اُس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھائیں گے

گرزلیخا[2] بست درہا ہر طرف — یافت یوسفؑ ہم زجنبش منصرف
اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیے — یوسفؑ نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پا لی
چوں توکل کرد یوسفؑ برجہید — بازشد قفلِ دَر ورہ شد پدید
جب یوسفؑ نے توکل کیا (اور) کودے — دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید — خیرہ یوسفؑ وارمی باید دوید
اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے — یوسفؑ کی طرح اندھا دُھند بھاگنا چاہیے
تاکشاید قفل و رہ پیدا شود — سُوی بیجائی شما را جا شود
تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے — لامکان کی جانب تمھارے لیے جگہ ہو جائے
آمدی[3] اندر جہاں اے ممتحن — ہیچ می بینی طریقِ آمدن
اے آزمائش میں پڑے ہوئے! تو دنیا میں آیا — کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟
توز جائے آمدی وز موطنے — آمدن را راہ دانی ہیچ نے
تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا — تو آنے کا راستہ جانتا ہے، کچھ بھی نہیں
گرندانی تانگوئی راہ نیست — زیں رہِ بے راہ مارا رفتنی ست
اگر تو نہیں جانتا ہے، ہرگز نہ کہہ کہ راہ نہیں ہے — ہمیں اسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے
میروی در خواب شاداں چپ و راست — ہیچ دانی راہِ آں میداں کجاست
تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے — تو کچھ جانتا ہے کہ اس میدان کا راستہ کدھر ہے؟
توبہ بند آں چشم و خود تسلیم کن — خویش را بینی دراں شہرِ کہن
تو اُس آنکھ کو بند کر لے اور خود کو سپرد کر دے — تو اپنے آپ کو اس قدیم شہر میں دیکھے گا

[1] وزتحرک۔ بدائی سے حتی المقدور بچنا مفید ہے۔ گرراہ۔ جب انسان راہِ طریقت میں کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتے ہیں اگر فنا اختیار کرتا ہے تو اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ درپست۔ انسان جس قدر کسر نفسی اختیار کرتا ہے اسی قدر اُس کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

[2] گرزلیخا۔ حضرت یوسفؑ نے زنا سے بچنے کی کوشش کی تو زلیخا کے بند کیے ہوئے دروازے کھل گئے اور حضرت یوسفؑ زلیخا کے پھندے سے بچ نکلے۔ گرچہ رخنہ۔ دنیا سے بھاگ نکلنے کے لیے اگرچہ دروازہ نظر نہیں آ رہا ہے لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی ہے اور لامکان کا پتا پالیتا ہے۔

[3] آمدی۔ انسان عالم بالا سے جس راستہ سے آیا ہے وہ بھی اسکی نظروں سے غائب ہے اسیطرح وہ غائب راستہ سے عالم بالا تک جا بھی سکتا ہے۔ توز جائے۔ انسان عالم بالا سے آیا ہے اور اُس کو آنے کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ گرندانی۔ راستہ نظر نہ آنے کیوجہ سے اُس راستہ کا انکار نہ کر اسی راستہ سے واپس جانا ہے۔ میروی۔ انسان خواب میں راستہ کو بغیر جانے ہوئے چلتا ہے۔ توبہ بند۔ انسان کو حسی آنکھ کو بند کر کے خود کو خدا کے حوالہ کر دینا چاہیے تب وہ عالم آخرت کا مشاہدہ کر سکے گا۔

چشم[1] چوں بندی کہ صد چشمِ و خمار — بندِ چشمِ تُست ایں سُو از غرار
تو آنکھ کیسے بند کرے گا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشہ — غفلت کی وجہ سے اس جانب کیلئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں

چار چشمی توز عشقِ مُشتری — برامیدِ مہتری و سروری
تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے — بڑائی اور سرداری کی اُمید پر

گر بخسپی مُشتری بینی بخواب — چغدِ بَد کے خواب بیند جز خراب
اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے — منحوس چغد ویرانہ کے سوا، کب دیکھتا ہے؟

مُشتری[2] خواہی بہر دم پیچ پیچ — تو چہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ
تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے — تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں

گر تُرا نالے بُدے یا چاشتے — از خریداراں فراغت داشتے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا — تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا

گر در انباں مرترا نانے بُدے — از خریداراں دلت فارغ شُدے
اگر تھیلے میں تیری روٹی ہوتی — تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

قصہء آں شخصے کہ دعویٰ پیغمبریؐ میکرد گفتندش کہ چہ خوردہ کہ گیج شدہ ویاوہ

اُس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا، لوگوں نے اُس سے کہا تو نے کیا کھالیا ہے کہ احمق بنا اور بکواس

میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نہ گیج شُدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر

کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پالیتا جو کہ میں کھالیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی

سخنِ نیک کہ باغیرِ اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگر چہ دراں گفتن مامور باشند

بات جو نااہلوں سے کہتے ہیں، بکواس بکتے ہیں اگر چہ وہ اُس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں[3] یکے می گفت من پیغمبرم — وزہمہ پیغمبراں فاضل ترم
ایک شخص کہتا تھا، کہ میں پیغمبر ہوں — اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں

گردنش بستند و بُردندش بشاہ — کایں ہمی گوید رسولم از اِلٰہ
لوگوں نے اُسکی گردن باندھی اور اسکو بادشاہ کے سامنے لے گئے — کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں

---

[1] چشم چوں بندی۔ دنیا سے تو آنکھیں بند نہ کر سکے گا کیونکہ تیری سینکڑوں لالچ سے مست نظروں نے تیری نظر بندی کر دی ہے اور تو دنیا کی مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ چار چشمی۔ تو ہر وقت اپنی سرداری اور بڑائی کے خیال سے اپنے معتقدوں کا منتظر بنا ہوا ہے۔ گر بخسپی۔ تجھے سونے میں بھی یہی خواب اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے اُلّو کو خواب میں ویرانہ نظر آتا ہے۔

[2] مشتری۔ تو اپنے خریداروں کا تو منتظر رہتا ہے لیکن تیرے پاس اُن کے ہاتھ فروخت کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ گر ترا۔ اگر تیرے پلے میں کچھ ہوتا تو پھر تو خریداروں کا منتظر ہی نہ ہوتا، عوام میں مقبولیت اور عوام کو گرویدہ کرنے کی وہی شخص کوشش کرتا ہے جو تہی دست ہوتا ہے۔ آنے والے قصہ سے یہی بتانا مقصود ہے۔

[3] آں یکے۔ یہ ایک مسخرا تھا جس نے افلاس سے مجبور ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا تاکہ اُس کے ذریعہ ہی کچھ کمائے وہ اپنی گفتگو میں ایسے جملے استعمال کرتا تھا جن کے دو معنی ہو سکتے تھے ایک معنی نبوت کے دعوے پر محمول ہو سکتے تھے دوسرے معنی کا نبوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پیغمبراں۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیغام دیتی ہے۔ یہ انسان تھا لہٰذا تمام کائنات سے افضل تھا نیز یہ معنی بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

خلق بروے جمع چوں مور و ملخ — کہ چہ مکرست و چہ تزویر و چہ فخ[1]

لوگ اُس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے — کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟

گر رسول آنست کاید از عدم — ماہمہ پیغمبریم و محتشم

اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے — تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں

ما از آنجا آمدیم اینجا غریب — تو چرا مخصوص باشی اے ادیب

ہم اُس جگہ سے آئے ہیں، یہاں مسافر ہیں — اے اُستاد! تو کیوں مخصوص ہو گا؟

داد ایشاں را جواب آں خوش رسول — کاے گروہِ کور و نادان و فضول

اُس بھلے رسول نے اُن کو جواب دیا — کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!

ایں ندانستید اے قوم از قضا — بیخبر اینجا رسیدید از عمیٰ

اے قوم! تم یہ نہیں سمجھتے کہ تقدیر سے — تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آ گئے ہو

ہمچو[2] طفلِ خفتہ ایں جا آمدید — بیخبر ازراہ و از منزل بُدید

تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آ گئے ہو — تم راہ و منزل سے بے خبر تھے

از منازل خفتہ بگذشتید و مست — بیخبر ازراہ و از بالا و پست

تم سوئے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گزر گئے — راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر

مابہ بیداری رواں گشتیم و خوش — ازورائے پنج و شش تا پنج و شش

ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے — بغیر پانچ اور چھ کی (جگہ) سے پانچ اور چھ (والی جگہ) تک

دیدہ منزل ہا ز اصل و از اساس — چوں قلاووزاں خبیر و رہ شناس

جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا — راہبروں کی طرح باخبر اور رہ شناس بن کر

شاہ[3] را گفتند اشکنجش بکن — تانگوید جنسِ اُو ہیچ ایں سخن

لوگوں نے بادشاہ سے کہا اس کو شکنجہ میں ڈال دیجئے — تاکہ اُس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے

شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف — کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف

شاہ نے اُس کو بہت لاغر و کمزور دیکھا — کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مر جائے گا

کے تواں اُو را فشردن یا زدن — کہ چو شیشہ گشتہ است اُو را بدن

اُس کو کب بھینچا یا مارا جا سکتا ہے — کیونکہ اُس کا بدن شیشہ کی طرح ہو گیا ہے

لیک با اُو گویم ازراہِ خوشی — کہ چرا داری تولافِ سرکشی

لیکن میں اُس کو خوشی سے کہوں گا — کہ تو بکواس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

---

[1] بچۂ جاں۔ گر رسول۔ اس مسخرے نے اپنے رسول ہونے کا مطلب یہ بتایا تھا کہ وہ اللہ کے پاس سے دنیا میں آیا ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ نے ملک عدم سے دنیا میں بھیجا ہے۔ ماازانجا۔ لوگوں نے کہا اگر رسول کا مطلب یہ ہے تو ہم سب بھی ملکِ عدم سے دنیا میں آئے ہیں لہٰذا ہم سب رسول ہیں تیری کیا خصوصیت ہوئی۔ ایں ندانستید۔ اُس مسخرے نے اُن کو جواب دیا بے شک تم بھی ملک عدم سے آئے ہو، لیکن ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ نہ تمھیں راستہ کا پتا چلا نہ منزل کا۔

[2] ہمچو۔ مسخرے نے کہا تم لوگ سوتے ہوئے بچہ کی طرح ملک عدم سے راستہ طے کر کے دنیا میں آئے ہو۔ ما بہ بیداری۔ میں ملک عدم سے بیداری کی حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس۔ شش۔ یعنی چھ جانبیں۔ قلاووز۔ راہبر۔

[3] شاہ را۔ لوگوں نے شاہ سے اس کو سزا دینے کا مطالبہ کیا، شاہ نے اُس کو بہت کمزور دیکھا۔ سیلی۔ طمانچہ۔ نحیف۔ لاغر۔ کے تواں۔ چونکہ وہ بہت کمزور ہے سزا کو برداشت نہ کر سکے گا۔ لیک۔ شاہ نے سوچا کہ بجائے سزا کے اُس کو سمجھا دے۔

کہ درشتی ناید اینجا ہیچ کار
کیونکہ اس جگہ سختی کارآمد نہ ہو گی
کہ بنرمی[1] سر کند از غار مار
کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے

مردماں را دُور کرد از گردِ وے
لوگوں کو اُس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا
شہ لطیفے بُود و نرمی وردِ وے
بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اس کی عادت تھی

پس نشاندش باز پرسیدش زجا
تو اُس کو بٹھایا، پھر اُس سے وطن پوچھا
کہ کجا داری معاش و ملتجا
کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟

گفت اے شہ ہستم از دارالسلام
اُس نے کہا، اے بادشاہ! میں دارالسلام کا ہوں
آمدہ زانجا بدیں دارالملام
اُس جگہ سے اس ملامت کے گھر میں آ گیا ہوں

نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے
خانہ کے کرد ست ماہے در زمیں
چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

پادشاہ[2] ازرُوئے لاغش گفت باز
بادشاہ نے مذاق میں پھر اُس سے کہا
کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز
کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتے کے لیے کیا ہے؟

اشتہا داری چہ خوردی بامداد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟
کہ چنیں سرمستی و پرلاف و باد
کہ تو اس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے

گفت گر نانم بُدے خشک و تری
اُس نے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی
کے کنم من دعویِ پیغمبری
میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

دعویِ پیغمبری با ایں گروہ
اس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرنا
ہمچناں باشد کہ دل جُستن زکوہ
ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا

کس[3] زکوہ و سنگ، عقل و دل نجُست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی جستجو نہیں کی
فہم و ضبطِ نکتۂ مشکل .. نجُست
مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے

ہرچہ گوئی باز گوید کہ ہماں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اُس کو دُہرا دیتا ہے، کہ وہی
میکند افسوس چوں مستہزیاں
مذاق کرتا ہے، جس طرح مذاق اُڑانے والے

ازکجا ایں قوم و پیغام از کجا
کہاں یہ قوم، کہاں پیغام (خداوندی)
از جمادے جاں کرا باشد رجا
پتھر سے کس کو جان کی اُمید ہوتی ہے؟

گر تو پیغامِ زنے آری وزر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا
پیشِ تو بنہند جملہ سیم و سَر
تیرے سامنے سب چاندی اور سر رکھ دیں گے

---

[1] کہ بنرمی۔ بین بجانے سے سانپ سوراخ سے باہر نکل آتا ہے۔ مردماں۔ شاہ نے تنہائی میں اُس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا دارالسلام سے دارالملام میں آیا ہوں۔ دارالسلام۔ سلامتی کا گھر، عالمِ بالا۔ دارالملام۔ ملامت کا گھر، دنیا۔ ماہے۔ میں چاند کی طرح ہوں لہٰذا نہ میرا کوئی گھر معین ہے نہ کوئی ہمنشین ہے۔

[2] بادشاہ۔ بادشاہ نے تفریحاً اُس سے کہا کہ تو نے کیا کھایا تھا اور ناشتہ کے لیے تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا اگر کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا۔ دعویٰ۔ ان لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی تلاش کرے۔

[3] کس۔ پہاڑ اور پتھر کا دل کوئی تلاش نہیں کرتا ہے نہ اُن سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ باریک اور مشکل نکتے سمجھیں گے۔ ہرچہ۔ پہاڑ سے تم جو کچھ کہو گے وہ بازگشتِ آواز سے تمھارا مذاق ہی اُڑائے گا۔ ازکجا۔ یہی حال اس قوم کا ہے کہ خدا کے پیغام سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ گر تو۔ ہاں اگر اُن کے پاس کسی حسین عورت کا پیغام لاؤ تو سب کچھ قربان کر دیں گے۔

که[1] فلاں جا شاہدے می خواندت
کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے
عاشق آمد برتو و میداندت
وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے

ور تو پیغامِ خدا آری چو شہد
اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے
که بیا سُوئے خدا اے نیک عہد
کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آ جا

از جہانِ مرگ سُوئے برگ رو
موت کی دنیا سے ساز و سامان (کے عالم) کی جانب چل
چوں بقا ممکن بُود فانی مشو
جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو

قصدِ خونِ تو کنند و جان و سر
تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے
نز[2] برائے حمیتِ دین و ہنر
ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں

بلکہ از چفسیدگی بز خانماں
بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے
تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں
اُن کو یہ بات سُننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوتِ عام و بیگانہ زیستنِ ایشان باولیائے خدا کہ بحق
عوام کی عداوت اور اُن کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ
شان میخوانند و بآبِ حیاتِ ابدی ارشاد می نمایند
اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ہمیشگی کے آبِ حیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقہ بر ریشِ خر چفسیدہ سخت
پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے
چونکہ خواہی برکنی زولخت لخت
جب تو اُس سے ٹکڑے ٹکڑے اُکھاڑے گا

جفتہ اندازد یقیں آں خر ز درد
وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا
حبذا آں کس کز و پرہیز کرد
خوش نصیب ہے وہ شخص جو اُس سے بچ گیا

خاصہ[3] پنجہ ریش و ہرجا خرقۂ
خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی
بر سرش چفسیدہ درنم غرقۂ
(پیپ کی) نمی میں اُس پر چپکی ہوئی ہو

خانماں چوں خرقۂ و ایں حرص ریش
گھر پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے
حرص ہرکہ بیش باشد ریش بیش
جس کو زیادہ حرص ہو گی اُس کے زخم زیادہ ہوں گے

خانمانِ چغد ویران ست و بس
چغد کا گھربار صرف ویرانہ ہے
نشنود اوصافِ بغداد و طبس
وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے

گر بیاید باز سلطانی زراہ
اگر شاہی باز راستہ طے کر کے آئے
صد خبر آرد بدیں چغداں زشاہ
ان چغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سنائے

---

[1] کہ فلاں۔ اگر ان کو یہ پیغام دو کہ فلاں جگہ ایک معشوق ہے وہ تم پر عاشق ہے اور تمھیں خوب جانتا ہے۔ ور تو۔ یعنی اگر انھیں خدا کی طرف بلاؤ تو ناگوار ہوتا ہے۔ ساز جہاں۔ یہ پیغام دو کہ فانی دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرو۔ قصد۔ تو یہ لوگ اس پیغام پر پیغامبر کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

[2] نز۔ یہ لوگ اللہ کے پیغام کو جو رد کرتے ہیں تو کسی دین کی حمایت میں نہیں کرتے ہیں بلکہ چونکہ ان کو اس فانی دنیا سے دلچسپی ہے اس لیے رد کرتے ہیں اور ان کو میٹھا پیغام تلخ لگتا ہے اور ان کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ خرقہ۔ زخمی گدھے کے زخم دھونے کے لیے اگر کوئی شخص اُس کے پھائے اُکھاڑتا ہے تو وہ گدھا لاتیں مارتا ہے۔

[3] خاصہ۔ خصوصاً جب زیادہ اور خراب زخم ہوں اور پھائے اُن پر چپک گئے ہوں تو گدھا زیادہ لاتیں مارتا ہے۔ خانماں۔ ان دنیاداروں کی حرص ان کے زخم ہیں اور گھربار اُن زخموں کے پھائے ہیں۔ چغد۔ اُلو کا مسکن ویرانہ ہے اگر اس کو کوئی بغداد اور طبس شہروں کی خوبی سنائے گا تو وہ کبھی سننے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ گر بیاید۔ اگر کوئی اللہ کا پیغمبر ان کو اللہ کی باتیں سناتا ہے تو یہ دنیادار چغد اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

شرح دارالملک و باغستان و جو

دارالسلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل

که[1] چه باز آورد افسانه کهن

کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا

کهنه ایشانند و بوسیده ابد

پرانے اور ہمیشہ کے لیے سڑے ہوئے وہ ہیں

مُردگانِ کهنه را جاں میدهد

پرانے مردوں کو جان عطا کر دیتی ہے

دل مدُزد از دلربائے روح بخش

روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا

سرمدُزد[2] از سرفرازِ تاج ده

سربلند کرنے والے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا

باکه گویم در همه ده زنده کو

کس سے کہوں، پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟

تو بیک خواری گریزانی زعشق

تو ایک ذلت کی وجہ سے عشق سے بھاگ جانے والا ہے

عشق را صد ناز و اِستکبار هست

عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں

عشق[3] چوں وافی ست وافی میخرد

عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عهد

انسان درخت کی طرح ہے اور (وفائے) عہد جڑ ہے

عهدِ فاسد بیخِ بوسیده بُود

خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے

پس بر و افسوس دارد هر عدو

تو ہر دشمن اُس کا مذاق اُڑائے گا

کز گزاف ولاف میبافد سخن

کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے

ورنه آں دم کهنه را نَو میکند

ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے

تاجِ عقل و نُورِ ایماں میدهد

عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے

که سوارت میکند برپشتِ رخش

کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر دے گا

گوز پائے دل کشاید صد گره

کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھول دے گا

سُوئے آبِ زندگی پوینده کو

آب حیات کی جانب دوڑنے والا کون ہے؟

تو بجز نامے چه میدانی زعشق

تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟

عشق با صد ناز می آید بدست

عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے

در حریفِ بیوفا می ننگرد

بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

بیخ را تیمار می باید بجهد

جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہیے

وز ثمارِ لُطف ببریده بُود

اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے

---

[1] کہ چہ۔ دنیادار پیغمبر کی باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں کہنہ۔ یہ خود پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا بنادیتی ہیں۔ مردگاں۔ جن لوگوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں یہ باتیں ان کو نئی زندگی بخش دیتی ہیں عقل کا تاج اور ایمان کا نور عطا کر دیتی ہیں۔ دل مدزد۔ اس دلربا کی ان باتوں سے دل نہ چرا وہ تیرے سرکش نفس پر تجھے قابو دے دے گا۔

[2] سرمدزد۔ یہ پیغمبر وقت تجھے تاج پہنا دے گا تیرے دل کی گرہیں کھول دے گا۔ باکہ گویم۔ لیکن ان باتوں کے سننے والے کہاں ہیں آب حیات کے طالب مفقود ہیں۔ تو بیک خواری۔ عشق میں اگر ایک ذلت اٹھانی پڑ جائے تو تو عشق کو چھوڑ بھاگتا ہے تو نے صرف عشق کا نام سنا ہے اُس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے عشق بہت متکبر اور نازوں بھرا ہے بہت مصیبتوں سے ہاتھ لگتا ہے۔

[3] عشق۔ عشق وفادار ہے وہ وفادار ہی کو حاصل ہوتا ہے وہ بے وفا کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ بیخ عہد۔ انسانیت کی اصل اور جڑ وفاداری ہے اور درخت کی جڑ کی حفاظت ضروری ہے۔ عہد فاسد۔ جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اُس درخت کی طرح ہے جو جڑ گل جانے سے پھلوں سے محروم ہو گیا ہو۔

شاخ[1] و برگِ نخل اگرچہ سبز بود
کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں

بافسادِ بیخ سبزی نیست سود
جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے

ورندارد برگِ سبز و بیخ ہست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے

عاقبت بیروں کند صد برگ دست
انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے

تو مشو غرہ بعلمش عہد جو
تو اُس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر

علم چوں قشرست عہدش مغزِ اُو
علم چھلکا جیسا ہے اُس کا عہد اُس کا مغز ہے

دربیان[2] آنکہ مردِ بدکار چوں متمکن شود در بدکاری واثرِ دولتِ نیکوکاراں

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا

بہ بیند شیطان صفت شود و مانعِ خیر گردد از حسد ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ

بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کے لیے مانع بن جاتا ہے کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو

ہمہ را خرمن سوختہ خواہد اَرَأَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى

سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا اُس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سود
جب تو وفاداروں کو سود مند دیکھتا ہے

تو چو شیطانے شوی آنجا حسود
تو تو شیطان کی طرح اُس وقت حاسد بن جاتا ہے

ہرکہ را باشد مزاج و طبع سست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو

او نخواہد ہیچکس را تندرست
وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا

گر نخواہی رشکِ ابلیسی بیا
اگر تو شیطان کا سا حسد نہیں کرنا چاہتا ہے، آ جا

از درِ دعوے بدرگاہِ وفا
دعوے کے دروازے سے ہٹ کر وفا کی درگاہ میں

چوں[3] وفایت نیست بارے دم مزن
جبکہ تجھ میں وفا نہیں ہے اُس کا نام نہ لے

کایں سخن دعویست اغلب ماو من
کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے

ایں سخن در سینہ دخلِ مغزہاست
یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے

در خموشی مغزِ جاں را صد نماست
چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے

چوں بیامد در زباں شد خرج مغز
جب وہ بات زبان پر آئی، مغز خرچ ہو گیا

خرج کم کن تا بماند مغز نغز
خرچ نہ کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے

---

[1] شاخ۔ جس درخت کی جڑ گل گئی ہو اس کے پتوں کی سبزی کچھ مفید نہیں ہے۔ ورندارد۔ اگر جڑ درست ہے، پتوں کے جھڑ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے پتے پھر آ جائیں گے۔ تو مشو۔ کسی انسان کے علم سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں وفاداری کا مادہ ہے یا نہیں وفاداری انسان کا جوہر ہے۔

[2] دربیان۔ انسان جب خود بھلائیوں سے محروم ہوتا ہے تو دوسروں کی بھلائیوں سے شیطان کی طرح جلنے لگتا ہے اور چاہتا ہے وہ بھی بھلائی سے محروم ہو جائیں۔ یہی حال ابوجہل کا تھا آنحضور کو نماز پڑھتے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وافیاں۔ ناکام انسان بامراد انسانوں پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہے۔ ہرکہ۔ نک کتا سب کو نک کٹا دیکھنا چاہتا ہے۔ گرنخواہی۔ اگر انسان اس ابلیسی صفت سے بچنا چاہے تو خود کو کامیاب بنائے۔

[3] چوں۔ جب انسان وفاداری سے خالی ہے تو اس کو خاموش رہنا چاہیے اس لیے کہ اس صورت میں اس کے دعوے میں دو برائیاں ہوں گی ایک بے وفائی دوسرے دروغ گوئی۔ کایں سخن۔ انسان کی زیادہ باتیں عموماً تکبر پر مبنی ہوتی ہیں۔ دخل۔ آمدنی۔ جب تک بات سینے میں ہے وہ روح کا جوہر ہے اس کو خرچ نہ کرنا چاہیے۔ چوں بیامد۔ بات کرنے سے روح کا جوہر صرف ہوتا ہے تو اس کو خرچ نہ کرنا چاہیے۔

مردِ[1] کم گوینده را فکریست زفت
کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے

قشرِ گفتن چوں فزوں شد مغز رفت
باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا، عمدہ مغز ختم ہو گیا

پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز
چھلکا بڑھا، اور مغز گھٹا

پوست کمتر شد فزوں شد مغز نغز
چھلکا گھٹا، تو عمدہ مغز بڑھا

بنگر ایں ہرسہ زخامی رُستہ را
ان تین کچے ہوؤں کو دیکھ لے

جوز راوَ لوز راوَ پستہ را
اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو

ہر کہ اُو عصیاں کند شیطاں شود
جو نافرمانی کرتا ہے، شیطان بن جاتا ہے

کہ حسودِ دولتِ نیکاں شود
کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے

چونکہ در عہدِ خدا کردی وفا
جب تو نے خدا کے عہد کی وفا کی

از کرم عہدت نگہدارد خدا
عنایت کر کے، خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے

از وفائے حق تو بستہ دیدهٔ
اللہ (تعالیٰ) کی وفاداری سے تو نے آنکھ بند کر لی ہے

اُذْكُرُوْا[2] اَذْكُرْكُمْ نشنیدهٔ
"تم یاد کرو میں تمھیں یاد کرونگا" تو نے نہیں سنا ہے

گوش نہ اُوْفُوْا بِعَهْدِيْ گوش دار
کان لگا، "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سُن

تا کہ اُوْفِ عَهْدَكُمْ آید زیار
تا کہ دوست کیجانب سے "میں تمھارا عہد پورا کرونگا" کی بشارت آجائے

عہد و قرضِ ماچہ باشد اے حزیں
اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟

ہمچو دانہ خشک کِشتن در زمیں
(ایسا ہی ہے) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا

نے زمیں رازاں فروغ و لمتری[3]
اُس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے

نے خداوندِ زمیں را تا نگری
نہ زمین کے مالک کے لیے مالداری ہے

جز اشارت کہ ازیں می بایدم
سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے

کہ تو دادی اصلِ ایں را از عدم
کیونکہ تو نے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیاوردم نشاں
میں نے کھالیا اور ایک دانہ نشانی کے لیے لے آیا ہوں

کہ ازیں نعمت بسُوئے ما کشاں
کہ اس نعمت کو ہمارے لیے بھیج دے

پس دعائے خشک ہل اے نیک بخت
اے نیک بخت! خشک دعا کو چھوڑ دے

کہ فشاند دانہ می خواہد درخت
جو کہ دانہ بکھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے

گرنہ داری دانہ ایزد زاں دُعا
اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا سے

بخشدت نخلے کہ نِعْمَ مَا سَعٰی
تجھے کھجور عنایت کردیگا کیونکہ اُسنے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے

---

[1] مرد۔ اصل خیال مغز ہے اور اُس کی تعبیر کے الفاظ چھلکا ہیں جس قدر چھلکا کم ہوگا گودا بڑھے گا۔ بنگر۔ اخروٹ اور بادام اور پستہ کو دیکھ لے اُن کا اگر چھلکا موٹا ہے گری کم نکلے گی۔ ہر کہ۔ گنہگار شیطان صفت حاسد بن جاتا ہے۔ چونکہ۔ جب انسان عہدِ الست یا فرائض کے عہد میں وفاداری دکھاتا ہے تو پھر خدا اس کے عہد کی نگہبانی فرماتا ہے اور عہد شکنی سے بچا رہتا ہے۔

[2] اُذْكُرُوا۔ قرآن پاک میں ہے اُذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ "تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکریہ ادا کرو اور کفر نہ کرو"۔ اُوفوا۔ قرآن پاک میں ہے اُوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔ "تم میرے عہد کی وفا کرو میں تمھارے عہد کی وفا کروں گا۔ عہد و قرض۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں یا اُس کو قرض دیتے ہیں اُس میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم زمین میں ایک دانہ بوتے ہیں اس سے زمین کو فائدہ نہیں ہمارا فائدہ ہے۔

[3] لمتری۔ مٹاپا۔ تانگری۔ تونگری، مالداری۔ جز۔ دانہ بونے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے اس دانہ کو عدم سے موجود فرمایا مجھے اسی قسم کا غلہ عطا فرما دے۔ خوردم۔ دانہ بونے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے جو تیری نعمت کھائی وہ اسی قسم کی تھی یہ نعمت مجھے اور دے دے۔ دعائے خشک۔ یعنی عمل سے خالی دُعا، خراب بیج ہے اُس سے درخت نہ اُگے گا۔ گرنداری۔ یعنی عمل کے ساتھ دعا کرنا تجھے میسر نہیں تو ورد سے دعا کر اس دعا سے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

ہمچو[1] مریمؑ درد بودش دانہ نے
جس طرح کہ (حضرت) مریمؑ ان کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا
سبز کرد آں نخل را صاحب فنے
صاحبِ تدبیر نے اُس کھجور کو سرسبز کر دیا

زانکہ وافی بود آں خاتون راد
کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں
بے مرادش داد یزداں صد مراد
اللہ نے اُن کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دے دیں

آں جماعت راکہ وافی بودہ اند
جو لوگ وفادار ہوتے ہیں
بر ہمہ اصناف شاں افزودہ اند
تمام طبقوں پر اُن کو فضیلت دے دی گئی ہے

گشت دریاہا شکم پردازِ شاں
دریا اُن کی پرورش کرنے والے بنے ہیں
صحن میدانہا نتاند رازِ شاں
میدانوں کی وسعت اُن کے راز نہ (سما) سکی

گشت دریا ہا مسخر شان و کوہ
دریا اور پہاڑ اُن کے تابع فرمان بنے
چار عنصر نیز بندہ آں گروہ
اُس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام بنے

ایں[2] خود اکرامیست از بہرِ نشاں
یہ دکھانے کے لیے اکرام ہے
تا بہ بینند اہلِ انکاراں عیاں
تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں

آں کرامتہائے پنہاں شاں کہ آں
اُن کی وہ پوشیدہ کراماتیں ہیں کہ وہ
درنیاید در حواس و در بیاں
حواس اور بیان میں نہیں آ سکتیں

کار آں دارد خود آں باشد ابد
وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں
دائماً نے منقطع نے مسترد
مسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مسترد

بلکہ باشد در ترقی دمبدم
بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں
ہست آں بخشندۂ صاحب کرم
وہ عطا کرنے والا کریم ہے

درمناجات (دُعا)

اے[3] دہندہ قوّت و تمکین و ثبات
اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنے والے
خلق رازیں بے ثباتی دہ نجات
مخلوق کو اس ناپائیداری سے نجادت دے دے

اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست
اُس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے
قائمی دہ نفس راکہ منثنی ست
نفس کو ٹکاؤ عنایت کر دے وہ پلٹ جانے والا ہے

اندراں کاریکہ دارد آں ثبات
وہ کام جو پائیدار ہو
قائمی دہ نفس رابخشش حیات
نفس کو ٹکاؤ دے، اُس کو زندگی بخش

---

[1] ہمچو مریم۔ حضرت مریمؑ نے کھجور کی گٹھلی نہیں بوئی تھی البتہ اُن کو درد تھا اس سے درخت اُگ آیا۔ آں جماعت۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والے سب سے افضل ہیں۔ گشت۔ حضرت موسیٰ نے تابوت میں دریا میں رہتے ہوئے اور حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں دریا میں رہتے ہوئے پرورش پائی۔ چار عنصر۔ مختلف جگہ بتا دیا گیا ہے کہ آگ، پانی، ہوا، مٹی نے انبیاء کی مدد کی۔

[2] ایں خود۔ معجزے محض لوگوں کو دکھانے کے لیے دیے جاتے ہیں۔ آں کرامتہائے۔ لیکن باطنی کراماتیں جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہوتی ہیں وہ اصل ہیں اور وہ دمبدم بڑھتی رہتی ہیں جیسی کہ استقامت فی الدین اور اتباعِ سنت وغیرہ۔

[3] اے دہندہ۔ چونکہ پہلے وفاداری اور عہد کی پابندی کا ذکر آیا تھا تو مولانا نے اس کے لیے دعا شروع کر دی ہے۔ بے ثباتی۔ یعنی عہد پر قائم نہ رہنا۔ اندر۔ جن کاموں میں استقلال اور پائیداری ضروری ہے ان میں اس منحرف ہو جانے والے نفس کو پائیداری عطا کر دے۔

صبر شاں بخش و کفۂ[1] میزاں گراں
اُن کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا

وارہاں شاں ازدم صورت گراں
بہروپیوں سے اُن کو نجات دے

وزحسودی بازشاں خرائے کریم
اے کریم! اُن کو حسد سے بچا لے

تانباشد از حسد دیوِ رجیم
تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

در نعیمِ فانی و مال و جسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں

چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟

بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند
بادشاہوں کو دیکھ کہ لشکر کشی کرتے ہیں

از حسد خویشانِ خود را میکشند
حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں

عاشقانِ لُعبتانِ پرقذر
گندی گڑیوں کے عاشق

کردہ قصدِ خون و جانِ یک دگر
ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں

ویس ورامیں خسرو شیریں بخواں
ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں (کا قصہ) پڑھ لے

تاچہ کردند از حسد آں ابلہاں
ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے

تافنا[2] شُد عاشق و معشوق نیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا

کہ نہ چیزند و ہواشاں ہم نچیز
کیونکہ وہ ناچیز تھے اور اُن کی محبت بھی ناچیز تھی

پاک الٰہی کہ عدم برہم زند
خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بھڑا دیتا ہے

مرعدم را بر عدم عاشق کند
عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے

در دلِ نہ دل حسدہا سر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں

نیست را وہست را مضطر کند
معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے

ایں زنانے کز ہمہ مشفق تر اند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنے والی ہیں

از حسد دو ضرّہ خود را می خورند
حسد کی وجہ سے دو سوکنیں، اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں

تاکہ[3] مردانے کہ خود سنگیں دل اند
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں

از حسد اندر کدامیں منزل اند
حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟

گرنکردے شرع افسونِ لطیف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی

بر دریدے ہر کسے جسمِ حریف
ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا

شرع بہرِ دفعِ شرزای زند
شریعت شر کو رفع کرنے کے لیے ایک تدبیر کرتی ہے

دیو را در شیشہ حجت کند
بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے

---

[1] کفہ۔ ترازو کا پلڑا، یعنی اُس ترازو کا پلڑا، جو قیامت میں اعمال کو تولنے کے لیے قائم کی جائے گی۔ صورتگراں۔ بہروپیے یعنی جھوٹے پیر۔ وزحسودی۔ حسد کی وجہ سے انسان شیطانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ درنعیم۔ حسد عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خود فانی ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ رشتہ داروں کو محض حسد کی وجہ سے قتل کرا دیتے ہیں۔ عاشقاں۔ فانی اور بشریت کے لوازم سے پُر معشوقوں کے عشق میں، عاشق ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ ویس۔ ویس معشوقہ کے عاشق رامیں نے رقیبوں کو قتل کیا۔ خسرو، شیریں کے عاشق نے فرہاد کو مروا دیا۔

[2] تافناشد۔ اس حسد کے نتیجہ میں عاشق بھی فنا ہوا اور معشوق بھی ہمیشہ زندہ نہ رہا۔ پاک۔ عشق ہو تو ذاتِ الٰہی سے ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کہ عدم۔ فانی معشوقوں کو فنا کر دیتا ہے، فانی کو فانی پر عاشق بنا دیتا ہے۔ دردل۔ وہ عاشق جو اپنے آپ کو بے دل کہتا ہے اس کے دل میں حسد سر اُبھارتا ہے۔ ایں زنانے۔ عورتوں میں شفقت کا مادہ زیادہ ہے لیکن وہ بھی حسد میں مبتلا ہیں ایک سوکن دوسری سوکن کو کھائے جاتی ہے۔

[3] تاکہ مردانے۔ جب عورت کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے احوال کا اندازہ لگا لو۔ افسوں۔ منتر یعنی قصاص اور بدلے کا حکم۔ شرع۔ مشہور ہے کہ جن کو منتر کے ذریعہ بوتل میں قید کر دیا جاتا ہے شریعت بھی قاتل پر گواہوں وغیرہ کی حجت قائم کر کے اس کو قابو میں کر لیتی ہے۔

از گواہ[1] و از یمین و از نکول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ

مِثلِ میزانے کہ خوش دروے دو ضِد
ترازو کی طرح، کہ اس میں دونوں مخالف خوش ہو جاتے ہیں

شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں
شریعت کو یقیناً پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ

گر ترازو نبُوَد آں خصم از جدال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑے کی وجہ سے

پس دریں مُردارِ زشتِ بے وفا
تو اُس مُردار، بُری بے وفا (دنیا) میں

پس دراں[2] اقبال و دولت چوں بود
تو اُس (آخرت کے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا

آں شیاطیں خود حسُودِ کہنہ اند
وہ شیطان خود پُرانے حاسد ہیں

واں بنی آدمؑ کہ عصیاں کِشتہ اند
وہ بنی آدمؑ جنھوں نے گناہ بوئے ہیں

از نُبے برخواں کہ شیطانانِ انس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان

دیو چوں عاجز شود از افتتاں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں پڑنے سے عاجز آجاتا ہے

کہ[3] شما یارید باما، یاریے
کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو

گر کسے را رہ زنند اندر جہاں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں

ور کسے جاں بُرد و شد در دیں بلند
اگر کسی نے جان بچا لی اور دین میں بلند ہو گیا

تا بہ شیشہ در رود دیوِ فضول
تاکہ بیہودہ بھوت، بوتل میں آ جائے

جمع می آید یقیں در ہزل و جِد
یقیناً متفق ہو جاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں

کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
کیونکہ دو جھگڑنے والے اسکے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات پا جاتے ہیں

کے رہد از وہمِ حیف و احتیال
ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟

ایں ہمہ رشک ست خصمی و جفا
پورا شک اور جھگڑا اور ظلم ہے

چوں شود جنّی و انسی در حسد
جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟

یک زماں از رہزنی خالی نیند
تھوڑی دیر کے لیے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں

از حسُودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں

گشتہ اند از مسخِ حق بادیو جنس
اللہ (تعالیٰ) کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بنگئے ہیں

استعانت جُوید اُو از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے

جانبِ مانید، جانب داریے
ہمارے جانب دار بنو، جانبداری کرو

ہر دو گوں شیطاں برآید شادماں
تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں

نوحہ میدارند آں دو رشک مند
دونوں. رشک کرنے والے روتے ہیں

---

[1] از گواہ۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو ثبوت کے لیے اُس سے گواہ طلب کیے جاتے ہیں ورنہ مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور اس کی قسم اور قسم سے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ نکول۔ قسم سے انکار کرنا۔ مثل میزانے۔ فریقین کو مطمئن کرنے کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ترازو فریقین کو مطمئن کر دیتی ہے۔ شرع۔ یہ شرعی فیصلہ فریقین کے لیے اسی طرح باعثِ اطمینان ہوتا ہے جس طرح چیز کو ناپ کر یا تول کر فیصلہ کرنا باعث اطمینان ہوتا ہے۔ حیف۔ ظلم۔ احتیال۔ حیلہ گری۔

[2] پس۔ جب دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں حسد اور رشک کا یہ حال ہے تو اُخروی نعمتوں میں حسد اور رشک کا اندازہ خود لگا لو۔ آں شیاطین۔ شیطان تو حاسد ہوتا ہی ہے انسان بھی حسد کر کے شیطان بن جاتا ہے۔ از نبے۔ قرآن میں شیطانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک جنی ایک انسی۔ دیو۔ جنی شیطان جب کسی معاملہ میں خود عاجز آجاتا ہے تو پھر انسانوں میں سے شیاطین کو اپنی مدد کے لیے بلاتا ہے۔ افتتاں۔ فتنہ میں مبتلا ہونا۔

[3] کہ شما۔ شیطان مایوس ہو کر انسانی شیطانوں کو پکارتا ہے۔ یاریے۔ یعنی تم تھوڑی سی مدد کرو۔ گر کسے۔ اگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا ہے تو جنی اور انسانی شیطان اُس پر خوشی مناتے ہیں۔ ور کسے۔ اگر کسی سے نیکی صادر ہوتی ہے تو دونوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔

ہر دو[1] می خایند دندانِ حسد بر کسے کہ داد ادیب اُو را خِرد
دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں اُس شخص پر جس کو اُستاد نے عقل سکھا دی ہو

پرسیدنِ شاہ ازاں مُدّعیِ نبوت کہ آنکہ رسولِ راستیں باشد
بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور ثابت
و ثابت شود با اوچہ باشد کہ کسے رابخشد و یا بصحبت و خدمتِ
ہو جائے تو اُس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اُس کی صحبت و خدمت
اُوچہ بخشش یابند غیرِ نصیحت کہ بزبان میگوید
سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اُس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست یاچہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست
بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اب (تیری وحی سے فائدہ) کیا ہے یا جو نبی ہے اُس کو کیا ملتا ہے؟

یاچہ بخشد ہر کسے را در سخن غیر ایں نُصحِ زباں کُن یا مکُن
یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟ سوائے اس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر

چیست نفع از خدمتش در صحبتش وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش
اُس کی صحبت میں اُس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟ اور جو اُس کے تابع ہو جائے اُس کو کیا بلندی حاصل ہو؟

گفت خود آں چیست کش حاصل نشُد یاچہ دولت ماند کو واصل نشُد
اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اُس کو حاصل نہ ہوئی؟ یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اُس کو نہ ملی؟

گیرم[2] ایں وحیِ نبی گنجور نیست ہم کم از وحیِ دلِ زنبور نیست
میں نے مانا کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے

چونکہ اَوْحَی الرَّبُّ اِلَی النَّحْلِ آمداست خانۂ وحیش پُر از حلوا شد است
چونکہ ''اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی کی'' نازل ہوا ہے اُس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے

اُو[3] بنورِ وحیِ حقّ عزوجل کرد عالم را پُر از شمع و عسل
اُس نے اللہ عزوجل کی وحی کے نور سے دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا

ایں کہ کَرَّمنَا ست بالا می رَوَد وحیش از زنبور کے کمتر بود
یہ جو کہ ''ہم نے عزت بخشی'' ہے اونچا جاتا ہے اُس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہو گی؟

---

[1] ہر دو۔ دونوں قسم کے شیطان نیکی کرنے والے پر غضبناک ہوتے ہیں۔ پرسیدن۔ بادشاہ نے اُس مسخرے سے پوچھا کہ وحی سے صاحب وحی اور دوسروں کو کیا فائدہ ہے؟ بارے۔ بمعنی اب یا بار بمعنی پھل اور یا اضافت کے کسرے کے عوض میں ہے۔ حاصل۔ پیداوار، آمدنی۔ کُن یا مکُن۔ یعنی امر اور نہی۔ وانکہ۔ ماننے والوں کو کیا بلندی حاصل ہوتی ہے۔ گفت۔ مسخرہ نے کہا آپ یہ بتایئے کہ وہ کونسا فائدہ ہے جو صاحب وحی کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

[2] گیرم۔ اُس مسخرے نے کہا میں نے مانا کہ میری وحی وہ وحی نہیں ہے جو کسی بڑے نبی کے پاس آئی ہو لیکن شہد کی مکھی کو جو وحی آئی تھی اُس سے تو کم درجہ کی نہیں ہے۔ وحی کے دو معنی ہیں، ایک تو وہ کلامِ خداوندی جو کسی فرشتہ کے ذریعہ کسی نبی پر نازل ہو، دوسرے معنی اشارے اور دل میں کسی بات کے آنے کے ہیں۔ مسخرے نے دوسرے معنی مُراد لیے ہیں۔ اَوحیٰ۔ قرآن پاک میں ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ۔ ''اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں سے اور درختوں سے اور ان سب چیزوں سے جن سے وہ چھپریاں بناتے ہیں؟ گھر بنائیں۔

[3] اُو۔ شہد کی مکھیوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ ہی دنیا کو شہد اور موم عطا کیا ہے۔ کرمنا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ آدَمَ۔ ''بے شک ہم نے بنی آدم کو بڑائی بخشی ہے۔

نے تو اَعطَینَاکَ کوثرؔ[1] خواندهٔ | پس چرا خشکے و تشنہ ماندهٔ

کیا تو نے "ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے" نہیں پڑھا ہے؟ | پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے

یامگر فرعونی و کوثر چو نیل | بر تو خونؔ گشت ست ناخوش اے علیل

یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟ | اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے

توبہ کن بیزار شو از ہر عدُو | کو ندارد آبِ کوثر در کدو

توبہ کر لے، خدا کے ہر دشمن سے بیزار بن جا | جس کے کدو میں آبِ کوثر نہیں ہے

ہرکہ را دیدی ز کوثر سُرخرو | اُو محمدؐ خُوست با اُو گیر خُو

تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے | وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اُس کی عادت اختیار کر

تا اَحَبَّ اللّٰہُ آئی در حسیب | کز درختِ احمدی با اُوست سیب

تاکہ تو "اس نے خدا سے محبت کی" کی شمار میں آ جائے | کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں

ہرکرا دیدی ز کوثر خشک لب | دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب

تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے | اُس کو "موت اور بخار" کی طرح دشمن سمجھ

زانکہ[2] اُو بوجہل شُد یا بُو لہب | دور شو زُو تا نیفتی در کُرَب

کیونکہ وہ ابوجہل یا ابولہب ہے | تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے

گرچہ بابائے تو ہست و مامِ تُو | کو حقیقت ہست خوں آشامِ تو

خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو | کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

از خلیلِ حق بیاموز اے پسر | کہ شُد اُو بیزار اوّل از پدر

اے بیٹا (حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے | کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے

تاکہ اَبْغَض لِلّٰہِ آئی پیشِ حق | تانگیرد بر تو رشکِ عشق دَق

تاکہ تو اللہ کے سامنے "اُس نے خدا کے لیے بغض کیا" بنے | تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے

تانخوانی[3] لَا وَ اِلَّا اللّٰہ را | در نیابی منہجِ ایں راہ را

جب تک تو "لا" اور "الا اللہ" نہ پڑھ لے گا | اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

داستانِ آں عاشق کہ بامعشوقِ خود برمی شمرد خدمتہائے

اُس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

---

[1] کوثر۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ "بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے"۔ کوثر حقیقتاً جنت میں ایک حوض ہے یہاں اُس سے آنحضورؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض مراد ہیں۔ یامگر۔ شاید تو فرعون صفت ہے کہ تیرے لیے کوثر، کوثر نہیں رہی جیسا کہ فرعون کے لیے دریائے نیل کا پانی، پانی نہ رہا تھا بلکہ خون بن گیا تھا۔ توبہ کن۔ جو انسان آنحضورؐ کی اُس کوثر سے سیراب نہیں ہوا ہے اُس سے ہر شخص کو بیزار رہنا چاہیے۔ ہرکہ۔ جس شخص نے حضورؐ کی کوثر سے سیرابی حاصل کی ہے تم اُس کی عادت اختیار کرو۔ احب۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ "جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی اُس نے ایمان مکمل کر لیا۔

[2] زانکہ۔ جو شخص کوثرِ نبویؐ سے مستفید نہیں ہے وہ ابوجہل اور ابولہب صفت ہے اُس سے دور رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کافر، باپ آزر سے بیزار ہو گئے تھے۔ تاکہ۔ جب تو اللہ کے لیے کسی سے ناراض ہوگا تب عشق میں سچا ثابت ہوگا۔ توحید یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے: یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے۔

[3] تانخوانی۔ "لا" سے غیر اللہ کی نفی اور "الا اللہ" سے اللہ کا اقرار مراد ہے۔ مومن میں جب دونوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جب ہی وہ سیدھے راستہ پر سمجھا جاتا ہے۔ داستان۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عاشق کو معشوق کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو جانا چاہیے۔

و وفاہائے خود را و شبہائے دراز تَتَجَافٰی جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ اُن کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں
را و بینوائیِ خود را و جگر تشنگیِ روزہائے دراز و می گفت کہ
کہ اور اپنی بے سروسامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے
من جُز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگر ست مرا ارشاد کُن
اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے
کہ ہرچہ فرمائی مُنقادم، اگر در آتش رفتن ست چوں خلیل[1] علیہ
کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں گھسنا ہو
السلام و اگر در دہانِ نہنگِ دریا اُفتاد نست چوں یونس علیہ
خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منہ میں جانا ہو خواہ
السلام و اگر ہفتاد بار کُشتہ شُدن ست چوں جرجیس علیہ السلام و اگر از
حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت
گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبازیِ
شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو
انبیا را شمار نیست و جواب گفتنِ معشوق اُو را
گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اُس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خود ۔ می شمُرد از خدمت و از کارِ خود
ایک عاشق، اپنے معشوق کے سامنے ۔ اپنا کام، اور خدمت گنا رہا تھا
کز برائے تو چنیں کردم چناں ۔ تیرہا خوردم دریں رزم[2] و سِناں
کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا ۔ اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا
مال رفت و زور رفت و نام رفت ۔ بر من از عشقت بسے ناکام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا ۔ مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوئیں
ہیچ صبحم خفتہ یا خنداں نیافت ۔ ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت
کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا ۔ کسی شام نے مجھے با سروسامان نہ پایا
آنچہ اُو نوشیدہ بُود از تلخ و دُرد ۔ اُو بتفصیلش یکایک می شمرد
اُس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی ۔ وہ اُس کو ایک ایک وکر کے گن رہا تھا

[1] خلیل اللہ۔ حضرت ابراہیمؑ عشقِ خداوندی کی وجہ سے نمرود کی آگ میں گھسے۔ یونس۔ حضرت یونسؑ عشق کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ جرجیس۔ جرجیس کو بار بار قوم نے شہید کیا۔ شعیب۔ حضرت شعیبؑ عشقِ خداوندی میں روتے روتے اندھے ہوگئے تھے۔

[2] رزم۔ جنگ۔ سناں۔ بھالا۔ ہیچ۔ میں کسی صبح کو نہ سو سکا نہ ہنس سکا اور ہر شام کو بے سروسامان رہا۔

بُود[1] برائے منّتے بل می نمُود
احسان جتانے کے لیے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا

بر درستیِ محبت صد شہُود
محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ

عاقلاں رایک اشارت بس بود
عقلمندوں کے لیے ایک اشارہ کافی ہے

عاشقاں را تشنگی زاں کے ردد
اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟

میکند تکرارِ گفتن بے ملال
وہ بلا تکلف بات کو دُہرا رہا تھا

کے زاشارت بس کند حُوت از زُلال
مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟

صد سخن[2] میگفت زاں دردِ کہن
پُرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا

در شکایت کہ نگفتم یک سخن
شکایت میں، میں نے (اُنمیں سے پوری) ایک بھی نہیں کہی ہے

آتشے بودش نمیدانست چیست
اُس کے اندر ایک آگ تھی وہ نہ جانتے تھا کہ کیا ہے؟

لیک چوں شمع ازتفِ آں میگریست
لیکن شمع کی طرح اُس کی سوزش سے رو رہا تھا

بعدِ گریہ گفت اینہا رفت لیک
رونے کے بعد اُس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن

ایں زماں ارشاد کن تو یارِ نیک
اب بتا تو اچھا دوست ہے

ہرچہ فرمائی بجاں اِستادہ ام
تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں

برخطِ تو پاؤ سر بنہادہ ام
تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیا ہے

گر در[3] آتش رفت باید چوں خلیلؑ
اگر (حضرت) ابراہیمؑ کی آگ میں کودنا ہو

ورچو یحیٰیؑ میکنی خونم سبیل
اگر (حضرت) یحیٰیؑ کی طرح میرا خون بہانا ہو

ورز گریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم
اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کیطرح اندھا ہو جاؤں

ورچو یونسؑ درفمِ ماہی روم
اگر (حضرت) یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں

ورچو یوسفؑ چاہ و زندانم کنی
اگر (حضرت) یوسفؑ کیطرح تو مجھے کنویں اور قید خانہ میں ڈالے

ورز فقرم عیسیِٰ مریمؑ کنی
اگر تو (حضرت) مریمؑ کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے

رُخ نگردانم نگردم از تو من
میں منہ نہ موڑوں گا، میں تجھ سے رُوگردانی نہ کروں گا

بہرِ فرمانِ تو دارم جان و تن
میری جان اور جسم تیرے حکم کے لیے ہے

گفت معشوق ایں ہمہ کردی و لیک
معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تو نے کیا، لیکن

گوش بکشا پہن و اندر یاب نیک
کان کھول لے اور خوب سمجھ لے

کانچہ اصلِ عشق ست و وِلاست
کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے

آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست
تو نے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں

---

[1] بود برائے۔ اپنی تکالیف احسان جتانے کے لیے نہیں گنا رہا تھا بلکہ اپنی محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ عاقلاں۔ عقلمندوں کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن عاشق کا مزاج تفصیل کو چاہتا ہے۔ میکند۔ عاشق اپنے شکوے مکرر بیان کرتا ہے، مچھلی پانی میں غوطہ لگا کر مطمئن ہوتی ہے۔

[2] صد سخن۔ اس عاشق نے اپنے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں عاشق کو سنائیں جن میں سے میں نے ایک بھی پوری نہیں بیان کی ہے۔ آتشے۔ اس عاشق میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ سمجھ سکتا تھا ہاں اس کی گرمی سے شمع کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ ہرچہ۔ عاشق نے کہا میں یہ مصائب تو برداشت کر ہی رہا ہوں اب جو حکم ہو اس کے لیے میں آمادہ ہوں۔

[3] گر در آتش۔ اگر حکم ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کود جاؤں تو چاہے تو حضرت یحیٰیؑ کی طرح مجھے قتل کر دے۔ ورز فقرم۔ حضرت عیسیٰؑ کا فقر مشہور ہے۔ رُخ۔ میں تیرے کسی حکم سے منہ نہ موڑوں گا۔ گفت۔ معشوق نے عاشق کی تمام تکالیف سن کر کہا کہ تو نے یہ سب کچھ کیا لیکن جو عشق کا اصل تقاضا ہے وہ نہ کیا۔ عاشق نے کہا وہ کیا ہے۔ معشوق نے جواب دیا کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دینا ہے۔ ولا۔ دوستی۔

گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست
اُس سے عاشق نے کہا، فرمایئے وہ جڑ کیا ہے؟
گفت اصلش مُردن است و نیستی ست
اُس نے کہا، اُس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے

تو ہمہ کردی نمُردی زندۂ
تو نے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے
ہیں بمیر ار یارِ جاں بازندۂ
ہاں مر جا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

گر بمیری زندگی یابی تمام
اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کر لے گا
نامِ نیکوئے تو ماند تا قیام[1]
حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا

چوں شنوداں عاشقِ بیخویشتن
جب مدہوش عاشق نے یہ سنا
آہ سردے برکشید از جان و تن
جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری

ہمدراں دم شُد دراز و جاں بداد
اُسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی
ہمچو گل درباخت سرخنداں و شاد
ہنسی، خوشی پھول کی طرح سر دے دیا

ماند آں خندہ برو وقفِ ابد
وہ مسکراہٹ ہمیشہ کے لیے اُسی پر وقف رہے گی
ہمچو جان و عقلِ عارف بے کبد
جس طرح بلا تکلف عارف کی عقل اور جان

نورِمہ آلودہ کے گردد ابد
چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟
گرزند آں نور بر ہر نیک و بد
خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے

اُوز[2] جملہ پاک واگردد بماہ
وہ سب سے پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے
ہمچو نورِ عقل و جاں سُوئے اِلٰہ
جس طرح اللہ (تعالیٰ) کی جانب عقل اور جان کا نور

وصفِ پاکی وقف بر نورِ مہ است
پاکی کی صفت چاند کی روشنی پر وقف ہے
تابشش گر برنجاساتِ رہ است
اگرچہ اُس کی چمک راستہ کی نجاستوں سے ہے

زاں نجاساتِ رہ و آلودگی
اُن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے
نور را حاصل نگردد بدرگی
نور کو برائی حاصل نہیں ہوتی ہے

اِرجِعی بشنید نورِ آفتاب
"تو لوٹ جا" سورج کی روشنی نے سُنا
سُوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب
وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی

نے[3] زگلخنہا بروننگے بماند
نہ اُس پر بھٹیوں کا عیب رہا
نے زگلشنہا برو رنگے بماند
نہ اُس پر باغوں کا رنگ رہا

نورِ دیدہ سُوئے دیدہ بازگشت
آنکھ کی روشنی، آنکھ کی طرف لوٹ آئی
ماند در سودائے اُو صحرا و دشت
جنگل اور میدان اُس کے تصور میں رہ گئے

---

[1] تاقیام۔ یعنی قیامت قائم ہونے تک۔ شعر (ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما)۔ چوں شنود۔ عاشق نے معشوق کی جب یہ باتیں سنیں ایک ٹھنڈی آہ کی اور جان دے دی۔ ماند۔ اُس عاشق کی موت کے وقت کی مسکراہٹ ابدی ہے۔ نورِمہ۔ عارف کی روح کی مثال چاندکی، چاندنی کی طرح ہے، جس طرح چاندنی خواہ وہ گندگیوں پر گذرے وہ پاک صاف رہتی ہے۔ یہی حال عارف کی روح کا ہے۔

[2] اوز جملہ۔ چاندنی بہرصورت پاک رہ کر چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح عارف کی روح پاک وصاف رہ کر خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ زاں۔ جن نجاستوں پر سے چاندنی گذری ہے اُن کا وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی ہے۔ ارجعی۔ عارف کی روح نفسِ مطمئنہ ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں آیا ہے یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً "اے نفس مطمئنہ تو راضی اور پسندیدہ ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا"۔

[3] نے۔ اُس روحِ عارف پر دنیا کے اچھے بُرے کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ نورِ دیدہ۔ عارف کی روح کی واپسی کی دوسری تعبیر ہے کہ آنکھ کی روشنی آنکھ میں واپس آ جاتی ہے تو اب دیکھنے والی نگاہ میں وہ جنگل نہیں رہتا بلکہ محض دماغ میں اُس کا تصور رہ جاتا ہے۔ ماند۔ اب آنکھوں میں اُس چیز کا صرف انتظارہ رہ جاتا ہے اور وہ ویرانہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔

چونکہ زیں ویرانہ نورش بازگشت[1] ماند در صحرائے دیدہ بازگشت

جبکہ اُس ویرانے سے اُس کا نور واپس ہو گیا آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید بآواز و آہ و نوحہ

کسی شخص نے ایک عارف عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے

کُند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نامِ آں آب[2] دیدہ است تا کہ آں

اور نوحہ کرے اُس کی نماز باطل ہو گی یا نہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے

گرنیدہ چہ دیدہ است اگر شوقِ خدا دیدہ است اُو میگرید یا از

کا پانی ہے تو یہ کہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے، وہ

پشیمانیِ گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ

روتا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے، نماز تباہ نہ ہو گی بلکہ کمال حاصل کرے گی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر

الْقَلْبِ و اگر رنجوریِ تن یا فراقِ فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود

حضورِ قلب سے اور اگر اُس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اُس کی نماز خراب ہو جائیگی

کہ اصلِ نماز ترکِ تن است و ترکِ فرزند ابراہیم علیہ السلام وار

کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی

کہ فرزند را قربان میکرد از بہرِ تکمیلِ نماز و تن را بآتشِ نمرودی

تکمیل کے لیے لڑکے کو قربان کر رہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کر رہے

سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رابدیں خصال کہ

تھے وہ آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اتباع کرو اور اتباع

فَاتَّبِعُوْا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

کر ابراہیمؑ کی ملت کا جو کہ یکسُو ہے بیشک تمھارے لیے

حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی براز گر کسے گرید بنوحہ در نماز

ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے

آں نمازِ اُو عجب باطل شود یا نمازش جائز و کامل بُود

وہ اُس کی عمدہ نماز، باطل ہو جائے گی یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہو گی

---

[1] بازگشت۔ پہلے مصرع میں واپس شدہ کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی انتظار ہے۔ یکے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں آنکھ کی روشنی کا بیان کیا تھا اب آنکھ سے متعلق ایک اور نکتہ سمجھاتے ہیں۔

[2] آب دیدہ۔ یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور آہ و نوحہ کرنے تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ گریہ کو آب دیدہ کہتے ہیں یعنی دیکھے ہوئے کا پانی۔ تو اب یہ تحقیق کی جائے کہ اس نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے یہ آنکھ کا پانی بہا ہے اگر اس نے خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے اور گریہ اور نوحہ ہے تو یہ تو نماز کا کمال ہے اور اگر اُس نے مرض یا بیٹے کی جدائی دیکھی ہے اور اُس سے یہ پانی آنکھ سے بہا ہے تو نماز خراب ہو جائے گی۔ براز۔ یعنی آہستگی سے۔ نوحہ۔ آواز سے رونا۔

گفت آبِ دیدہ نامش بہرِ چیست — بنگری[1] تاکہ چہ دیدست و گریست

فرمایا اُس کا نام ''دیکھے ہوئے کا پانی'' کیوں ہے؟ — غور کر اُس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رویا ہے

آبِ دیدہ تاچہ دیدہ است از نہاں — تابداں شُد اُوز چشمہ خود رواں

آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟ — جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے

گرز شوقِ حق کند گریہ دراز — یا ندامت از گناہے در نیاز

اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق سے کرتا ہے — یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے

خوفِ حق گر باشد آں گریہ خوشست — زانکہ آں آبِ تو دفعِ آتش ست

اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے — کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھانا ہے

بیشکے گیرد نمازِ او کمال — قُرب یابد در رہِ حق لا محال

اُس کی نماز یقیناً کمال حاصل کر لے گی — وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کر لے گا

آں جہاں گر دیدہ است آں پُرنیاز — رونقے یابد ز نوحہ آں نماز

اگر اُس نیازمند نے اُس عالم کو دیکھا ہے — تو رونے سے اُس کی نماز رونق حاصل کر لے گی

ورز رنجِ تن بُود و ز درد و سوگ — ریسماں[2] بگسست وہم بشکست دوک

اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو — تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی

وَر فغاں از ماتمِ فرزند کرد — کہ دل و جانش زماتم کرد درد

اگر اُس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے — کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے

می نیرزد آں نمازِ او دوجو — زانکہ با اغیار دارد دل گرو

تو اُس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے — کیونکہ اُس کا دل غیروں میں پھنسا ہے

پس نمازش بیشکے باطل بود — گریۂ اُو نیز بے حاصل بود

تو اُس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی — اُس کا رونا بھی بے نتیجہ ہو گا

زانکہ ترکِ تن بُوَد اصلِ نماز — ترکِ خویش و ترکِ فرزند از نیاز

کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے — نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے

از[3] خلیل آموز قرباں کن ولد — تن بنہ بر آتشِ نمرود رد

(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے — مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

حاصل آنکہ تابدانی اے کیا — کزبُکا فرق ست بیحد تابُکا

خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے — کہ رونے اور رونے میں بیحد فرق ہے

---

[1] بنگری۔ یہ غور کرد کہ وہ کیوں رویا ہے۔ ندامت۔ شرمندگی۔ نیاز۔ عاجزی۔ آں جہاں۔ یعنی شوق وخوفِ خداوندی کا عالم۔ ورز رنج۔ اگر رونے کا سبب کوئی بدنی تکلیف یا رنج ہے تو سب کچھ ضائع ہو گیا۔

[2] ریسماں۔ دھاگا بھی ٹوٹا اور تکلا بھی ٹوٹا یعنی سب کچھ تباہ ہو گیا۔ ماتم۔ سوگ کی مجلس۔ زانکہ۔ کیونکہ اُس حالت میں اُس کا دل اللہ کے غیر سے وابستہ ہے۔ پس۔ اُس کے دبکا سے نماز بھی ٹوٹی اور اُس سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ زانکہ۔ دلیلے کہ اصل نماز تو یہ ہے کہ انسان اُس میں غیر اللہ سے بالکل غافل ہو جائے۔

[3] از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے معاملہ میں اپنی اولاد اور جان کی پرواہ نہ کی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ سمجھ لو کہ رونے اور رونے میں بہت فرق ہے۔ ایک رونا نماز کی روح ہے دوسرا رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مُریدے[1] در آمد بخدمتِ شیخ و ازیں شیخ پیر مُسن نمیخواہم بلکہ پیرِ
ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے میری مراد دراز عمر بوڑھا نہیں ہے
عقل و معرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام است در گہوارہ و یحییٰ
بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام
علیہ السلام ست در مکتبِ کودکان، مرید شیخ را گریاں دید اُو نیز
بچوں کے مکتب میں ہوں۔ مرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی
موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شُد و بدر آمد مُریدِ دیگر کہ
موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو
از حالِ شیخ واقف تر بود از سرِ غیرت در عقبِ اُو نیز بیروں
شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا
آمد گفتش کہ اے[2] برادرِ من تُرا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی
اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لیے نہ سوچنا
ونگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضتِ
اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رویا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کے محنت کرنی
بے ریا باید کرد واز عقبات و دریا ہائے پُرنہنگ و کوہہائے
چاہیے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور
بلند پُر شیر و پلنگ می باید گزشت تابداں گریۂ شیخ برسی
چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گذرنا چاہیے پھر شیخ کے اُس رونے کو تو پہنچ سکے
یا نہ رسی اگر برسی شکر زُوِیَت[3] لِیَ الْاَرْضُ بسیار گوئی کہ
یا نہ پہنچ سکے۔ اگر پہنچ جائے "تو میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے" کا بہت شکر ادا کر
آنجائے شکرست کہ آں گریہ حضورِ قلب باشد
کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضورِ قلب سے ہو گا

یک مُریدے اندر آمد پیشِ پیر — پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا — پیر رونے میں اور فغاں میں تھا
شیخ را چوں دید گریاں آں مرید — گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اُس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا — رونے لگا، آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے

---

[1] مُریدے۔ اس قصہ سے یہ بتاتا ہے کہ شیخ کا رونا اور اس مرید کا رونا یکساں نہ تھا۔ شیخ۔ شیخ سے مراد بوڑھا نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل اور معرفت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بچہ ہو، جیسے کہ حضرت عیسیٰ گہوارہ میں یا حضرت یحییٰ بچوں کے مکتب میں تھے۔

[2] اے برادر۔ اس باکمال مرید نے اُس کو سمجھایا کہ تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے جیسا نہ سمجھنا تیرا رونا تو محض تقلیدی تھا اور شیخ کا رونا ایسا رونا ہے کہ تیس سال مجاہدوں کے بعد بھی یہ میسر آ جائے تو غنیمت سمجھنا۔

[3] زویت۔ آنحضورؐ نے فرمایا زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا۔ "میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی تو میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا"۔ یعنی برسوں کا کام منٹوں میں ہو گیا۔ شیخ را پیر ید۔ شیخ کی تقلید میں شیخ کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے لگا۔

گوشور[1] یکبار خندد کَر دو بار
سننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے
چونکہ لاغ املا کند یارے بیار
جب کوئی یار، یار سے مذاق کرتا ہے

بارِ اوّل ازرہِ تقلید و سُوم
پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے
کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم
کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں

کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں
اُس وقت بہرا اُن کی طرح ہنستا ہے
بیخبر از حالتِ خندیدگاں
(اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے

باز اُو پرسد کہ خندہ برچہ بُود
پھر وہ پوچھتا ہے، کہ ہنسی کس بات پر تھی؟
پس دوم کرّت بخندد چوں شنُود
پھر جب سنتا ہے، دوبارہ ہنستا ہے

پس[2] مقلِّد نیز مانند کرست
تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے
اندراں شادی کہ اُورا در سرست
اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے

پرتوِ شیخ آمد و مَنہل زشیخ
شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے
فیض و شادی نز مُریداں بل زشیخ
فیض اور خوشی، نہ کہ مریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے

پرتوِ شیخ ست آں تقلیدِ شیخ
شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے
چوں بہ بیند شادی و تائیدِ شیخ
جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے

چوں سبَد در آب و نورے بر زجاج
جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے
گرز خود دانند آں باشد خداج
اگر وہ اُس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھیں تو ناقص پن ہے

چوں جدا گردد ز جُود اند عنود
جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائے گی تو جھگڑالو جان لے گی
کاندر و آں آبِ خوش از جُویِ بُود
کہ اُس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا

آبگینہ[3] ہم بداند از غروب
چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا
کاں لُمَع بُود از مہِ تابانِ خوب
کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی

چونکہ چشمش راکشاید امرِ قم
جب "اُٹھ کھڑا ہو" کا حکم اس کی آنکھ کھول دے گا
پس بخندد چوں سحر بارِ دُوم
تو وہ صبح کی دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا

خندہ آید ہم براں خندہ خودش
اُس کو اپنی اُس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی
کہ دراں تقلید بر می آمدش
جو اُس کو تقلید میں آئی تھی

---

1. گوشور۔ سننے والا۔ کر۔ بہرا۔ بہرا ایک بار تو دوسروں کو ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم کر کے دوبارہ ہنستا ہے۔ سُوم۔ تکلف۔ بیخبر۔ پہلی بار ہنسنے میں بہرے کو ہنسی کے سبب کا علم نہیں ہوتا ہے۔ باز۔ پھر جب وہ لوگوں سے ہنسی کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے۔
2. پس مقلد۔ جو شخص کسی کی دیکھا دیکھی کام کرتا ہے۔ پرتو۔ اُس پر شیخ کے باطن کا اثر پڑتا ہے اور اُس سے اس کو خوشی یا رنج حاصل ہوتا ہے تو مرید کا تقلیدی نعل بھی شیخ کا اثر ہوتا ہے۔ چوں سبد۔ اگر ٹوکری نہر میں پڑی ہوئی ہو اور اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا آئینہ میں سورج کی چمک پڑ رہی ہو تو اُس پانی یا چمک کو ٹوکری یا آئینہ کا اپنا سمجھنا غلطی ہے۔ خداج۔ ناقص۔ عنود۔ سرکش۔
3. آبگینہ۔ جب ٹوکری نہر سے باہر نکل جائے گی اور چاند ڈوب جائے گا تو ٹوکری اور آئینہ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ پانی اور چمک اُن کی نہ تھی۔ قم۔ آنحضورؐ کو حکم ہوا تھا قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا "تھوڑی رات چھوڑ کر رات میں عبادت کیا کرو" سحر بارِ دوم۔ پہلے صبح کاذب آتی ہے پھر دوبارہ صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ خندہ آمد۔ اب جب حقائق منکشف ہو جاتے ہیں تو مرید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

گویدؔ[1] از چندیں رہِ دور و دراز — کایں حقیقت بُود و ایں اسرار و راز

وہ کہے گا، اتنی دور و دراز مسافت ہے — جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے

من دراں وادی چگونہ خود ز دُور — شادئے میکردم از عمیا و سُور

میں اُس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح — اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟

من چہ می بستم خیال و آں چہ بُود — درکِ سستم سُست نقشے می نمود

میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا — میرے ست احساس نے واہی نقش دکھا دیا

طفلِ راہ را فکرتِ مرداں کجاست — گو خیالِ اُو وکو تحقیق راست

راہِ (سلوک) کے بچہ میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟ — کجا اس کا خیال، اور کجا صحیح تحقیق

طفل راچہ فکر آید در ضمیر — یاچہ اندیشہ کند ہمچوں کہ پیر

بچے کے دل میں کیا خیال آ سکتا ہے؟ — یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟

فکرِ[2] طفلاں دایہ باشد یا کہ شِیر — یا مویز وجوز یا گریہ و نفیر

بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے — یا منقّی اور اخروٹ یا رونا اور چلانا

آں مقلِد ہست چوں طفلِ علیل — گرچہ دارد بحثِ باریک و دلیل

مقلد، بیمار بچہ کی طرح ہے — اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو

آں تعمّق در دلیل و در شکال — از بصیرت می کند اُو راگسال

اشکال اور دلیل میں غور — اُس کو بصیرت سے رخصت دے دیتا ہے

مایۂ کاں سُرمۂ سِرّ ویست — بُرد و در اشکال گفتن کار بست

وہ سرمایہ جو اس کے باطن کا سرمہ ہے — سلب کر لیا، اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا

اےؔ[3] مقلِد از بخارا باز گرد — رو بخواری تاشوی تو شیر مرد

اے مقلد! بخارا سے واپس آ جا — ذلت کی جانب جا، تاکہ تو شیر مرد بنے

تابخارائے دگر بینی دروں — صفدراں در محفلش لَا یَفْقَهُوْن

تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے — اُس کی محفل میں بہادر ''وہ نہیں سمجھتے ہیں'' ہیں

پیک اگرچہ در زمیں چابک تگست — چوں بدریا رفت بگسستہ رگست

قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے — جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹا ہے

---

[1] گویدؔ۔ اب مرید اپنے سابق احوال کے بارے میں سمجھا ہے کہ وہ جو کچھ حاصل تھا وہ تو محض شیخ کا عکس تھا اب وہ اور میں اصل سے کس قدر دور تھے۔ من دراں۔ میں حقیقت تک نہ پہنچا تھا اور خوشی منا رہا تھا۔ من چہ بستم۔ میرے ناقص علم وادراک میں ایک خیالی چیز تھی۔ طفلِ رہ۔ جو سالک ابھی راہِ سلوک کا بچہ ہے وہ حقیقت تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

[2] فکرِ طفلاں۔ طفلانہ فکر تو صرف دایہ اور دودھ اور کھانے پینے کی معمولی چیزوں تک ہوتا ہے۔ آں مقلِد۔ مقلد کی مثال بچہ کی سی ہے۔ آں تعمّق۔ یہ مقلد اگر خود ان اسرار تک پہنچنے کی کوشش کریگا یا دلائل ڈھونڈے گا تو یہ اسکو بصیرت سے اور دور کر دینگے۔ مایہ۔ جو غور وفکر کا اس کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی اس نے بیجا صرف کر ڈالا۔

[3] اے مقلِد۔ یہ اسرار اور راز عقلی دلائل سے واضح نہ ہوں گے بخارا ظاہری علوم کا مرکز ہے اس کو چھوڑ کر خواری اور مجاہدوں کی ذلت اختیار کر جب تو مردِ میدان بنے گا۔ تا بخارا۔ جب انسان مجاہدے کرے گا تو پھر اس کو ایک بخارا اپنے دل میں نظر آئے گا اور اس بخارا میں علومِ ظاہری سے بحث کرنے والے بالکل ناسمجھ ثابت ہوں گے۔ صفدراں۔ یعنی بخارا میں ظاہری علما ہیں جو اسرار کو نہیں سمجھتے ہیں۔ پیک۔ مشہور ہے ہر مردے و ہر کارے جو خشکی کا چلنے والا ہے وہ دریا میں نہیں چل سکتا ہے وہاں تیراک کی ضرورت ہے۔

اُولؔ حَمَلنَا هُم بُود فِی البَر و بس
وہ صرف ''اُن کو ہم نے خشکی میں چلایا'' ہے
آنکہ محمول ست در بحر اُوست کس
جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے

بخششِ بسیار دارد شہ بدو
شاہ، اُس پر بہت بخشش کرتا ہے
اے شُدہ در وہم و تصویرے دو تو
اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دُہرا بنا ہوا ہے

بقیہ حالِ مُریدِ مُقلّد

(مریدِ مقلد کے حال کا بقیہ)

آں مُریدِ سادہ از تقلید نیز
وہ بھولا مرید بھی، تقلید میں
گریۂ میکرد وفقِ آں عزیز
اُس معزز کی طرح رونے لگا

او مقلّدِ وار ہمچو مردِ کر
اُس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح
گریہ می دید و زمُوجب بے خبر
رونا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا

چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت
جب بہت رو چکا اُس نے سلام کیا اور روانہ ہو گیا
از پسِ آمد مریدِ خاص تفت
اُس کے پیچھے ایک خاص مُرید تیزی سے چلا

گفتؔ اے گریاں چو ابرِ بیخبر
اُس نے کہا، اے بے خبر ابر کی طرح رونے والے!
بر وفاقِ گریۂ شیخ از نظر
دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر

اللہ اللہ اے وفیٔ مرید
اے وفادار مرید! خدا کے لیے
گرچہ در تقلید ہستی مستفید
اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے

تانگوئی دیدم آں شہ می گریست
یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا
من چو اُو بگریستم کایں منکریست
میں اُسکی طرح رویا، کیونکہ یہ شیخ کی فضیلت کا انکار کرنا ہے

گریۂ کز جہل و تقلید ست و ظن
وہ رونا لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے
نیست ہمچوں گریۂ آں مؤتمن
وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے

توؔ قیاسِ گریہ برگریہ مساز
تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر
ہست زیں گریۂ بداں راہِ دراز
اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ ہے

ہست آں از بعد سی سالہ جہاد
وہ (رونا) تیس سالہ مجاہدہ کے بعد ہے
عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد
عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی

ہست زاں سُوی خرد صد مرحلہ
وہاں عقل سے آگے سو مرحلے ہیں
عقل را واقف مداں زاں قافلہ
اُس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

---

1. حملنا هم۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِی آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ''ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور اُن کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا۔ حملنا هم فی البرِّ سے علوم ظاہری کے علماء اور حملناهم فی البحرِ سے علوم باطنی کے علما مراد ہیں۔ بخشش۔ یعنی دریا کے جوانمرد پر اللہ تعالیٰ زیادہ بخشش کرتا ہے۔ اے شُدہ۔ اے وہ انسان جو وہم اور خیالی تصویر پر جھکا ہوا ہے۔ آں عزیز۔ یعنی شیخ۔ زموجب۔ یعنی شیخ کے رونے کے سبب سے ناواقف تھا۔
2. گفت۔ اُس خاص مُرید نے رونے والے مرید سے کہا تو بے خبری میں دیکھا دیکھی رویا ہے۔ اللہ۔ خدا کے لیے تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے کی طرح نہ سمجھنا۔ گریہ۔ تیرا رونا تو محض تقلید میں تھا اور تو شیخ کے رونے سے بے خبر تھا۔ ایں منکریست۔ تیرا یہ کہنا شیخ کی فضیلت کا انکار ہوگا۔ مؤتمن۔ امانتدار۔
3. تو قیاس۔ اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس نہ کر لینا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہست۔ شیخ کا رونا مشاہدہ کی بنیاد پر ہے جو تیس [illegible] کے بعد حاصل ہوا ہے، محض عقلی بنیاد پر یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

گریۂ[1] اُو نز غم ست و نز فرح ‏— رُوح داند گریۂ عینُ الملح

اُس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے ‏— بے نور آنکھ کا رونا، روح جانتی ہے

گریۂ اُو خندۂ اُو زاں سَریست ‏— زانچہ وہم و عقل باشد آں بریست

اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا اُس جانب کا ہے ‏— جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو، وہ اس سے بری ہے

آبِ دیدہ اُو چو دیدہ اُو بُود ‏— دیدۂ نادیدہ دیدہ کے شود

اُس کا آنسو اُس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے ‏— اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

آنچہ اُو بیند نتاں کردن مساس ‏— نز قیاسِ عقل و نز راہِ حواس

جو وہ دیکھتا ہے، اُس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے ‏— نہ عقل کے قیاس سے، نہ حواس کی راہ سے

شب[2] گریزد چونکہ نُور آید ز دُور ‏— پس چہ داند ظلمت از احوالِ نور

جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے ‏— تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟

پشہ بگریزد زبادِ بادِھا ‏— پس چہ داند پشہ ذوقِ بادہا

پُرفریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے ‏— تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟

چوں قدیم آید حدث گردد عبث ‏— پس کجا داند قدیمے را حدث

جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے ‏— تو حادث قدیم کو کیا جانے؟

برحَدَث چوں زد قدم[3] دنگش کند ‏— چونکہ کردش نیست ہمرنگش کند

جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اُس کو حیران کر دیتا ہے ‏— جب اُس کو معدوم کر دیا اُس کو ہم رنگ کر لیتا ہے

گر بخواہی تو بیابی صد نظیر ‏— لیک من پروانہ دارم اے فقیر

اگر تو چاہے تو سو مثالیں حاصل کر لے ‏— لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ ایں حروف ‏— چوں عصائے موسیٰؑ آمد در وقوف

یہ الٓمٓ اور حٰمٓ یہ حروف ‏— جاننے میں حضرت موسیٰؑ کے عصا کی طرح ہیں

حرفہا ماند بدیں حرف ازبروں ‏— لیک باشد در صفاتِ ایں زبوں

بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں ‏— لیکن ان کی صفات سے عاجز ہیں

ہرکہ گیرد اُو عصائے زامتحاں ‏— کے بُود چوں آں عصا وقتِ بیاں

وہ شخص جو آزمائش کے لیے لاٹھی ہاتھ میں لے لے ‏— بیان کیوقت وہ اُس (موسیٰؑ کی) لاٹھی کیطرح کب ہے؟

گریۂ او۔ شیخ کا رونا نہ غمِ دوزخ سے ہے نہ فرحتِ جنت سے بلکہ اُس کا رونا محض شوقِ خداوندی سے ہے۔ گریۂ او۔ شیخ کا رونا اور ہنسنا منجانب اللہ ہے عقلی اور وہمی بنیاد پر رونے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آبِ دیدہ۔ شیخ کی جیسی آنکھیں ہیں کہ وہ عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتی ہیں ایسا ہی اس کا رونا ہے اندھے کی آنکھیں، آنکھیں نہیں ہیں۔ آنچہ۔ شیخ جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عقلی نہیں ہیں۔

شب۔ جس طرح رات، دن کے احوال نہیں جان سکتی ہے اسی طرح عقل اور وہم شیخ کے مشاہدات کو نہیں جان سکتے ہیں۔ پشہ۔ مچھر جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے بھاگ جاتا ہے تو وہ ہواخوری کے ذوق سے کیسے واقف ہو سکتا ہے یہی حال شیخ کے مشاہدات و عقل کا ہے۔ چوں قدیم۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو حادث قدیم کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے۔

دَنگش۔ حیران۔ چونکہ۔ قدیم حادث کو مٹا کر اپنا ہم رنگ بنا لیتا ہے انسان صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر بشریت کو گم کر دیتا ہے۔ صد نظیر۔ اس کی بہت مثالیں ہیں کہ حادث اور قدیم میں فرق ہے۔ ایں۔ حروفِ مقطعات یا قرآن کے عام حروف قدیم ہیں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور عام لاٹھی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف، بظاہر یکساں ہیں لیکن ان کے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہرکہ۔ عام لاٹھی اور موسیٰؑ کے عصا میں بہت فرق ہے۔

عیسویست ایں[1] دم نہ ہر بادو دمے
یہ سانس عیسوی ہے، ہر ہوا اور سانس نہیں ہے
ایں الٓمٓ و حٰمٓ اے پدر
اے باوا! یہ الم و حم
ہر الف لامے چہ می ماند بدیں
ہر الف لام ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟
گرچہ ترکیبش حروف ست اے ہُمام
اے سردار! اگرچہ اُس کی بناوٹ حروف سے ہے
ہست ترکیبِ محمدؐ لحم و پوست
محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے
گوشت[2] دارد پوست دارد استخواں
(ہرجسم) گوشت رکھتا ہے، کھال رکھتا ہے، ہڈی رکھتا ہے
کاندریں ترکیب آمد معجزات
اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے
ہمچناں ترکیب حٰم از کتیب
اسی طرح قرآن کے حم کی بناوٹ
زانکہ زیں ترکیب آید زندگی
کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے
اژدہا[3] گردد شگافد بحر را
اژدہا بن جاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں
ظاہرش مانند بظاہرہا با ولیک
انکا ظاہر (دوسرے الفاظ میں) ظاہری احوال سے مشابہ ہے لیکن
گریۂ اُو خندۂ اُو نطقِ اُو
اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا، اُس کا بولنا
عقلِ اُو و وہمِ اُو و حسِ اُو
اُس کی عقل، اور اُس کا وہم اور اس کا احساس

کہ برآید فرح یا ازغمے
جو کہ خوشی یا رنج سے آئے
آمدست از حضرتِ مولی البشر
انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں
گر تو جاں داری بدیں چشمش مبیں
اگر تو روح رکھتا ہے، ان آنکھوں سے نہ دیکھ
می نماند ہم بترکیبِ عوام
(لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے
گرچہ در ترکیب ہرتن جنسِ اوست
اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے
ہیچ ایں ترکیب را باشد ہُماں
کبھی اس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے
کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات
کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں
ہست بس بالا و دیگرہا نشیب
بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہے
ہمچو نفخِ صور در درماندگی
جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھکنا
چوں عصا حٰمٓ ازدادِ خدا
حم عصا کی طرح خدا کی عنایت سے
قرصِ ناں از قرصِ مہ دورست نیک
روٹی کی ٹکیا، چاند کی ٹکیا سے بہت دور ہے
فہمِ اُو و خَلقِ او و خُلقِ اُو
اُس کی فہم، اُس کی ساخت، اور اس کے اخلاق
نیست ازوے ہست محضِ صُنعِ ہُو
اس کا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری ہے

[1] ایں دم۔ حضرت عیسیٰؑ کے مریض پر پھونک مارنے اور عام پھونک میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر الف۔ قرآن پاک کے حروف خدائی دربار سے نازل ہوئے ہیں ان کو عام حروف کی طرح نہ سمجھنا چاہیے۔ ان سے جو کلمات مرکب ہوں گے وہ عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے۔ ہست۔ ظاہری بناوٹ تو آنحضورؐ کی بھی ایسی ہی تھی جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

[2] گوشت۔ ہر جسم انہی اجزا سے بنا ہے جس سے آنحضورؐ کا جسم بنا ہے لیکن ہر جسم کی بناوٹ میں وہ آثار کہاں ہیں جو آنحضورؐ کی بناوٹ میں ہیں۔ کاندریں۔ آنحضورؐ کے جسم کی بناوٹ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے کہ تمام بناوٹیں ہار مان گئیں۔ ہمچناں۔ اسی طرح انہی حروف سے جب قرآنی کلمات مرکب ہوئے تو وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ زانکہ۔ اب ان کلمات سے دلوں میں ایسی ہی زندگی پیدا ہوتی ہے جس طرح نفخ صور سے قیامت میں جسموں کی زندگی ہوگی۔

[3] اژدہا۔ خدا نے اس کلام میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسی حضرت عیسیٰؑ کے عصا میں تھی۔ قرص۔ سورج اور روٹی کی ٹکیا بظاہر یکساں ہیں لیکن معنوی بہت فرق ہے۔ گریۂ او۔ یعنی شیخ کے افعال کی طرح نہ سمجھنا چاہیے اب اُس کے افعال اپنے نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو چکا ہے۔

چونکہ[1] ظاہرہا گرفتند احمقاں وان دقائق شُد از ایشاں بس نہاں

احمقوں نے چوں کہ ظاہری احوال کو پسند کیا وہ باریکیاں اُن سے بہت پوشیدہ ہو گئیں

لاجرم محجوب گشتند از غرض کہ دقیقہ فوت شد در معترض

وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہو گئے عارض ہیں نکتہ فوت ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد کاں کنیزک باخرِ خاتوں چہ کرد؟

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل اُس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

داستانِ آں کنیزک کہ باخرِ خاتونِ خود شہوت میراند و اُو را

اُس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو

شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بُود و کدُوئے در قضیبِ خر

انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو

میکردتا از اندازہ نگذرد و خاتون براں وقوف یافت لیکن دقیقۂ

پہنا دیتی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اُس کا پتا لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ

کدُو راندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور وباآں خرجمع

نہ سمجھی، باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے

شُد بے کدُو و ہلاک شد بفضیحت، کنیزک بیگاہ باز آمد و نوحہ

اُس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہو گئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے

کرد کہ اے جانم واے چشمِ روشنم کیر دیدی و کدُو ندیدی ذکر

لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر

دیدی و آں دگرندیدی کُلُّ نَاقِصٍ[2] مَلْعُوْنٌ یعنی کُلُّ نظرِ

دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر

وَفَہمٍ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ وگرنہ ناقصانِ ظاہرِ جسم، مرحوم اند نہ ملعون

اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابل رحم ہیں نہ کہ ملعون،

قولہ تعالیٰ لَيْسَ[3] عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا

اللہ تعالیٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور

عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ نفیِ حرج کردو نہ نفیِ لعنت ونفیِ عتاب وغضب

نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کر دی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

---

[1] چونکہ۔ ظاہر بینوں سے حقائق پوشیدہ رہتے ہیں۔ لاجرم۔ اصلی مقصد اُن کی نگاہوں سے چھپ گیا اور اصل نکتہ اس عارض میں مخفی ہو گیا جو ان کو پیش آیا۔

[2] كُلُّ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ۔ ہر ناقص ملعون ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو کیوں کہ جن کا جسم ناقص ہوتا ہے وہ تو قابل رحم ہیں۔

[3] لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ۔ لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے ناقص جسم والے کے لیے گناہ کی نفی کر دی لیکن اگر وہ ناقص عقل والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

یک کنیزک[1] زخرے برخود فگند — از وفورِ شہوت و فرطِ گزند
ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا — شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے

آں خرِ نر راںگاں خوکردہ بود — خر جماعِ آدمی پے بُردہ بود
اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈال دی تھی — گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا

یک کدوی بُود حیلت سازہ را — در نرش کردہ پئے اندازہ را
(اُس حیلہ ساز باندی) کے پاس ایک کدو تھا — جس کو اُس نے اندازہ کے مطابق اس کے ذکر میں پہنایا تھا

در قضیبش آں کدو کردے عجوز — تارود نیمِ ذکر وقتِ سپوز
بڑھیا اس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی — تاکہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

گر ہمہ کیرِ خر اندروے رود — آں رحم و آں رودہا ویراں شود
اگر گدھے کا پورا ذکر اُس میں جائے — تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں

خرہمی شُد لاغر و خاتونِ اُو — ماندہ عاجز کہ چہ شُد ایں خرچو مُو
گدھا دُبلا ہو رہا تھا اور اُس کی مالکہ — حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا

نعلبنداں را نمود آں خرکہ چیست — علتِ اُو کہ نتیجہ اش لاغریست
اُس نے اس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟ — اُس کی بیماری جس کا نتیجہ دُبلا پن ہے

ہیچ علت اندرو ظاہر نشُد — ہیچ کس از سِرِّ آں مُخبر نشُد
اُس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی — اس کے بھید راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا

در تفحص[2] اندر افتاد اُو بجِد — شد تفحص را دمادم مستعد
وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی — اور جستجو کے لیے پے در پے مستعد ہو گئی

جِد را باید کہ جاں بندہ بُود — زانکہ جد جوئندہ یا بندہ بُود
جان کو کوشش کا غلام ہونا چاہیے — کیونکہ جستجو کرنیوالے کی کوشش پانے والی بن جاتی ہے

چوں تفحص کرد از حالِ اِشک — دید خُفتہ زیرِ آں خر نرگسک
جب اُس نے گدھے کے حال کی جستجو کی — اُس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوالِ خر — آں کنیزک بُود زیر و خر زبر
جب اُس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی — تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اُوپر

از شگافِ در بدید آں حال را — پس عجب آمد ازاں آں زال را
اُس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا — تو وہ اُس بوڑھی کو پسند آ گیا

---

[1] زخر۔ خرِنر۔ فرطِ گزند۔ شہوت کی تکلیف کی زیادتی۔ گاں۔ جماع کرنا۔ نرہ۔ ذکر۔ قضیب۔ شاخ، ذکر۔ کیر۔ ذکر۔

[2] تفحص۔ جستجو۔ اشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔ نرگسک۔ کاف تصغیر کا ہے نرگسی اس لونڈی کا نام ہے۔ شگافِ در۔ کواڑوں کی درز۔

خرہمی گایدؔ[1] کنیزک را چناں
گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے

کہ بعقل و رسمِ مرداں بازناں
جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

درحسد شُد گفت چوں ایں ممکن ست
وہ حسد میں مبتلا ہو گئی، بولی جب یہ ممکن ہے

پس من اولیٰ ترکہ خر ملکِ من ست
تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مہذب گشتہٖ و آموختہ
گدھا مہذب اور سدھا ہوا

خواں نہاد است و چراغ افروختہ
دسترخوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نادیدہ درِ خانہ بکوفت
اُس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا

کاے کنیزک چند خواہی خانہ روفت
کہ اے باندی، گھر میں کتنی جھاڑو دے گی

ازپے رُو پوش میگفت ایں سخن
انجان پن کے لیے یہ بات کہہ رہی تھی

کاے کنیزک آمدم در باز کن
اے باندی! دروازہ کھول میں آ رہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت
چُپ رہی اور باندی سے نہ کہا

راز را از بہرِ طمعِ خود نہفت
راز، اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلاتِ فساد
باندی نے خرابی کے سب سامان

کرد پنہاں پیش شُد در را گشاد
چھپا دیے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رُو ترش کرد و دو دیدہ پُر ز نم
اُس نے منہ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پُر

لب فروافگندہ یعنی صائمم
ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کفِ اُو نرمہ جاروبے کہ من
اُس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں

خانہ را می روفتم بہرِ عطن
اصطبل کی کوٹھڑی میں جھاڑو دے رہی تھی

چونکہ با جاروب در را اُو گشاد
جب اُس نے جھاڑو لیے ہوئے دروازہ کھولا

گفت خاتوں زیرِ لبؔ[2] کاے اُوستاد
بی بی نے منہ ہی منہ میں کہا، اے اُستاد!

رُو ترش کردی و جار و بے بکف
تو نے منہ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں

چیست ایں خربر گسستہ از علف
یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟

نیم کارہ و خشمگیں جُنباں ذکر
آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں، ذکر کو ہلانے والا

ز انتظارِ تو دو چشمش سُوئے در
تیرے انتظار میں اسکی دونوں آنکھیں دروازہ کیجانب ہیں

زیرِ لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز
منہ ہی منہ میں کہا، اُس کو باندی سے چھپایا

داشتش آں دم چو بے حرماں عزیز
اُس وقت اُس کو بے قصور کی طرح پیارا رکھا

---

[1] گائیدن۔جماع کرنا۔کہ۔چنانکہ۔خرمہذب۔یعنی عیش وعشرت کے سب اسباب مہیا ہیں۔روفتن۔جھاڑو دینا۔روترش۔باندی نے اپنے آپ کوروزہ دارظاہر کیا۔عطن۔اونٹوں کا باڑا یہاں گدھے کا اصطبل مراد ہے۔

[2] زیرلب۔یعنی بڑبڑا کر بات کہی۔چیست۔اگرتو صرف جھاڑو دے رہی ہے تو یہ گدھا اس حالت میں کیوں ہے۔داشتش۔اُس بی بی نے اُس باندی سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ اُس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بعد ازاں گفتش کہ چادر بِنہ بسر
اُس کے بعد اُس سے کہا، سر پر چادر ڈال

اینچنیں[1] گوو آں چنیں گوو آں چناں
ایسا کہہ اور ویسا کہہ

آں چہ مقصود ست مغزِ آں بگیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے

چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں
جب اُس کو تدبیر سے اُس مکان سے باہر نکال دیا

بُود از مستیِ شہوت شادماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی

یافتم خلوت زنم از شکر بانگ
میں نے تنہائی پا لی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں

ازطرب گشتہ بُزانِ زن ہزار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار (گنا) ہو گئی

چہ بُزاں کاں شہوت اُو را بز گرفت[2]
کیسی شہوت، اُس شہوت نے اس کو اُلو بنا دیا

میل و شہوت کر کند دل را و کور
خواہش اور شہوت، دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے

اے بسا سرمست نار و نار جو
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویاں

جز[3] مگر بندہ خدا کز جذبِ حق
سوائے اُس مردِ خدا کے کہ جذبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

تا بداند کاں خیالِ ناریہ
تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشیں خیال

زِشتہا را خوب بنماید شرہ
حرص، برائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے

رَو فلاں خانہ زمن پیغام بر
فلانے گھر جا، میرا پیغام لے جا

مختصر کردم من افسانہ زناں
میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا

چوں براہش کرد آں زالے ستیر
جب اُس پردہ نشین بوڑھی نے اس کو روانہ کر دیا

در فروبست و بخلوت شادماں
دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی

در فروبست وہمی گفت آں زماں
دروازہ بند کر دیا اور اس وقت کہہ رہی تھی

رستہ ام از چار دانگ و از دو دانگ
چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات مل گئی ہے

در شرارِ شہوتِ خر بیقرار
وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

بُز گرفتن گیج را نبُود شگفت
احمق کو اُلو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے

تانماید گرگ یوسفؑ نار نور
یہاں تک کہ بھیڑیا، یوسف اور آگ، نور نظر آتے ہیں

خویشتن را نورِ مُطلق داند اُو
وہ اپنے آپ کو نور مطلق سمجھ لیتے ہیں

وارہش آرد بگرداند ورق
اُس کو راستہ پر لے آئے، ورق پلٹ دے

در طریقت نیست الاعاریہ
طریقت میں عارضی ہی ہیں

نیست از شہوت بترز آفاتِ رہ
راہِ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں

---

1. اینچنیں۔ بی بی نے پیغام میں بہت سی باتیں کہلوائیں جن کی تفصیل میں نے چھوڑ دی ہے۔ ستیر۔ پردہ نشین۔ چار دانگ یعنی تھوڑا بہت۔ بُزاں۔ عورت کی شہوت۔
2. بُز گرفت۔ مذاق کیا۔ گرگ۔ یعنی بُری چیز کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے۔ اے بسا۔ جس طرح اس بی بی نے باندی سے پوری بات نہ سیکھی اسی طرح بہت سے ناقص لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مکمل شیخ سمجھ بیٹھتے ہیں۔
3. جز۔ اس غلطی سے وہ بچتا ہے جس کی جذب رہنمائی کر دے، وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس کو نورِ مطلق حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ ناری خیال تھا جو ایک عارضی چیز ہے۔ زشتہا۔ انسان کی حرص بُرائی کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے شہوت انسان کے لیے سب سے بڑی آفت ہے۔

صد ہزاراں نام خوش را کردہ ننگ
لاکھوں نیک ناموں کو اُس نے بدنام کر دیا

صد ہزاراں زیرکاں را کردہ دنگ
لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کر دیا

چوں خرے را یوسفِ مصری نمود
جبکہ اُس نے گدھے کو مصری یوسف کر کے دکھا دیا

یوسفے را چوں نماید آں جہودے
وہ یہودی، یوسف کو کیسا دکھائے گا؟

برتو سرگیں را فسونش شہد کرد
اُس کے منتر نے تیرے لیے گوبر کو شہد کر دیا

شہد را خود چوں کند وقتِ نبرد
معرکہ میں، وہ شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟

شہوت از خوردن بُود کم کُن زخور
شہوت کھانے سے (پیدا) ہوتی ہے کھانے کو کم کر دے

یا نکاحے کُن گریزاں شو ز شر
یا نکاح کر لے، شر سے بچ جا

چوں بخوردی میکشد سُوئے حرم
جب تو نے کھایا وہ تجھے زنانخانہ کی جانب کھینچے گا

دَخل را خرجے . بباید لاجرم
لامحالہ آمد کے لیے خرچ ضروری ہے

پس نکاح آمد چو لا حَولَ وَلاَ
تو نکاحِ لاحول ولا قوۃ کی طرح ہے

تا کہ دیوت نفگند اندر بلا
تاکہ شیطان تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریصِ خوردنی زن خواہ زود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کر لے

ورنہ آمد گربہ و دُنبہ ربُود
ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی

بارِ سنگیں برخرے کاں میجہد
جو گدھا کود رہا ہے، بھاری بوجھ

زود بر نہ پیش ازاں کو برنہد
جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ وہ پھینکے

فعلِ آتش را نمی دانی تو سرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھے

گردِ آتش با چنیں دانش مگرد
ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ

علمِ دیگ و آتش ار نبُود ترا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے

از شرر نے دیگ ماند نے ابا
چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا

آب حاضر باید و فرہنگ نیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی

تا پزد آں دیگ سالم در ازیز
تاکہ اُبال میں، دیگ سالم پک جائے

چوں ندانی دانشِ آہنگری
جبکہ تو لوہار پن کا ہنر نہیں جانتا ہے

ریش و مُو سوزد چو آنجا بگذری
جب تو وہاں سے گذرے گا، ڈاڑھی اور بال جل جائینگے

در فروبست آں زن و خر راکشید
اُس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا

شادمانہ لا جرم کیفر چشید
خوشی سے، لامحال بد انجام چکھا

نبود۔ یعنی شہوت۔ برتو۔ انسان کی شہوت بُری چیز کو جب بھلا دکھا دیتی ہے تو بھلی چیز کو کیا کچھ کر کے نہ دکھائے گی یہ شہوت۔ انسان کی شہوت کھانے پینے سے بڑھتی ہے تو شہوت کو دبانے کے لیے یا کم خوری چاہیے یا نکاح کر لینا چاہیے۔ چوں۔ جب انسان قیمتی چیزیں کھائے گا تو اُس کو عورتوں کی طرف زیادہ شہوت ہو گی اس لیے کہ جب پیٹ میں اچھی غذا داخل کر رہا ہے تو اُس کا نکلنا بھی لازمی ہے۔
پس نکاح۔ شیطان کے پھندے سے بچنے کے لیے نکاح لاحول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ۔ یعنی تیری ساری نیکی اور تقویٰ تباہ ہو جائے گا۔ بارِ سنگیں۔ جس گدھے میں اُچھل کود کی عادت ہے اُس کو بوجھ سے دبائے رکھنا چاہیے یہی نفس کی حالت ہے۔ علمِ دیگ۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو اُس سے بچنا ہی چاہیے۔ آب حاضر۔ اگر دیگ پکانی ہے تو ہنر ہونا چاہیے اور اس کے اُبال کے لیے پانی موجود رہنا چاہیے کہ پانی چھڑک کر اُبال کو روکا جا سکے۔
چوں ندانی۔ جب انسان لوہار کا پیشہ نہ جانتا ہو تو بھٹی کے قریب بھی نہ جائے ورنہ ڈاڑھی مونچھ جلا لے گا۔ درفروبست۔ اُس بی بی نے دروازہ بند کر لیا۔ کیفر۔ انجام بد۔

درمیانِ خایہ آوردش کشاں
اُس کو کھینچتی، ہوئی گھر کے بیچ میں لائی
ہم برآں کرسی کہ دید اُو از کنیز
اُسی چوکی پر جو اُس نے باندی کی دیکھی تھی
پابر آورد و خر اندر وے سپوخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسا دیا
خرِ مؤدب گشتہ در خاتوں فشرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا
بردرید از زخمِ کیرِ خر جگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا
کرسی از یکسُو زن از یکسُو فتاد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی
صحنِ خانہ پُرزخوں شُد زن نگوں
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی
مرگِ بد باصد فضیحت اے پدر
اے باوا! سو رُسوائیوں کے ساتھ بُری موت
تو عذابَ الخِزْیِ بشنو از نُبے
تو قرآن سے رُسوائی کا عذاب سُن لے
دانکہ ایں نفسِ بہیمی نر خرست
جان لے یہ حیوانی نفس گدھا ہے
دررہِ[3] نفس از بمردی در منی
اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا
نفسِ مارا صورتِ خر بدہد اُو
وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کر دیگا
ایں بُود اظہار سِرّ در رستخیز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہو گا

خفت[1] اندر زیرِ آں نر خر ستاں
اُس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی
تارسد در کامِ خود آں قحبہ نیز
تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کر لے
آتشے از کیرِ خردر وے فروخت
اُس میں گدھے کے ذکر سے، آگ لگ گئی
تابخایہ دَر زماں خاتوں بمُرد
خصیے تک، بی بی فوراً مر گئی
رودہا[2] بگسستہ شُد از ہمدگر
انتڑیاں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئیں
دم نزد در حال و آں زن جاں بداد
اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس عورت نے جان دیدی
مُرد اُو و بُرد جاں ریبُ المنوں
وہ مر گئی، حوادثِ زمانہ اُس کی جان لے گئے
تو شہیدے دیدہٖ از کیرِ خر
تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟
در چنیں ننگے مکُن جاں را فِدے
ایسی رسوائی میں جان قربان نہ کر
زیرِ اُو بودن ازاں ننگیں ترست
اُس کے نیچے ہونا، اس سے (بھی) زیادہ عیبدار ہے
تو حقیقت داں کہ مثلِ آں زنی
تو سمجھ لے کہ تو اُس عورت کی طرح ہے
زانکہ صورتہا کُند بر وفقِ خُو
کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دے گا
اللہ اللہ از تنِ چوں خر گریز
خدا کے لیے، گدھے جیسے جسم سے بھاگ

1. خُفت۔ یعنی لیٹ گئی۔ ستاں۔ چت۔ قحبہ۔ یعنی زانیہ بی بی۔ پابرآورد۔ پاذکر سے کنایہ ہے۔ مؤدب۔ سکھایا ہوا۔ خایہ۔ خصیہ۔
2. رودہا۔ انتڑیاں۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ فضیحت۔ رسوائی۔ عذاب۔ قرآن پاک میں ہے لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ "تاکہ ہم اُن کو ذلت کے عذاب کا مزہ چکھائیں"۔ نُبے۔ قرآن پاک۔ دانکہ۔ نفس کے نیچے ہونا گدھے کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ بُرا اور ذلیل کام ہے۔
3. دررہ۔ انسان اگر نفس پروری کی حالت میں مر گیا تو اُس کی موت اس بی بی کی موت سے بھی زیادہ رُسوا کن ہے۔ نفس۔ جیسا انسان کا باطن ہوگا قیامت میں اللہ تعالیٰ اُسی صورت پر حشر کرے گا۔

کافراں را بیم کرد ایزد ز نار
اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا

کافراں گفتند نار اولیٰ ز عار[1]
کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے

گفت نے آں نار اصلِ عار ہاست
(اس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے

ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست
اُس آگ کی طرح جس نے اُس عورت کو جلا دیا

لقمہؔ اندازہ بخورد از حرصِ خَود
اُس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا

در گلو بگرفت لقمہ مرگِ بَد
بُری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا

لقمہؔ اندازہ خور اے مردِ حریص
اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا

گرچہ باشد لقمۂ حلوا و خبیص
اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں
اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے

ہیں ز قرآں سُورۂ رحمٰن بخواں
آگاہ، قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے

ہیں ز حرصِ خویش میزاں را مہل
خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ

آز و حرص آمد تُرا خصم و مضِل
تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں

حرص جوید کُل برآید او ز کُل[2]
حرص کُل چاہتی ہے، کُل سے محروم رہتی ہے

حرص میرست اے مُخَنَّث ابن المخنث
حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے

آں کنیزک میشد و میگفت آہ
وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی، ہائے

کردی اے خاتوں تو اُستا را براہ
اے بی بی! تو نے اُستاد کو روانہ کر دیا

کار بے اُستاد خواہی ساختن
تو نے بغیر اُستاد کے کام بنانا چاہا

جاہلانہ جاں بخواہی باختن
جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا

اے زمن دُزدیدہ علمِ ناتمام
اے! تو نے میرا ناقص علم چُرایا

ننگت آمد کہ بُپرسی حالِ دام
تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کرے

تانچیدے دانہ مرغ از خرمنش
جبکہ اُسے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا

ہم نیفتادے رسن در گردنش
اُس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی

دانہ کمتر خور مکن چندیں رفو
دانہ بہت کم کھا، اس قدر رفو نہ کر

چو کُلُوْا خواندی بخواں لَا تُسْرِفُوْا[3]
جبکہ تو نے ''کھاؤ'' پڑھ لیا ''زیادتی نہ کرو'' پڑھ لے

تاخوری دانہ نیفتی تو بدام
تاکہ تو دانہ چگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے

ایں کند علم و قناعت والسلام
یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

---

1. عار۔ یعنی مسلمان ہونے کی ذلت۔ ہمچو۔ جس طرح نفس کی آگ نے اس بی بی کو ذلتوں میں جلا کیا تمھارے نفس کی آگ جو اسلام کو عار کا سبب بنا رہی ہے سینکڑوں ذلتوں میں جلا کردے گی لقمہ۔ اس بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق کام نہ کیا حرص کی اور وہ ماری گئی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔ زباں۔ ترازو کا کانٹا جو کمی و بیشی کو بتا دیتا ہے۔ سورۂ۔ سورۂ رحمٰن میں ہے وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ "اس اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی تاکہ تم تجاوز نہ کرو"
2. زکل۔ مشہور مقولہ طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ الْكُلِّ "کل کا طلب کرنا کل کو ہاتھ سے دینا ہے"۔ مخنث۔ ڈھیلا سست۔ کردی۔ وہ باندی کہہ رہی تھی کہ میں اس فن کی اُستاد تھی تو نے مجھے تو روانہ کردیا اور بغیر اُستاد کے کام چلانا چاہا۔ اے زمن۔ تو نے مجھ سے آدھی بات سیکھی۔ تانچیدے۔ اگر پرند جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں نہ پھنسے۔
3. کلوا۔ قرآن پاک میں ہے كُلُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا "کھاؤ اور اسراف نہ کرو"۔ تاخوری۔ علم اور قناعت حاصل کرلو تو دنیا سے فائدہ بھی اٹھاؤ گے اور مصائب میں بھی گرفتار نہ ہو گے۔

نعمت[1] از دنیا خورد عاقل نہ غم
عقلمند، دنیا میں نعمت کھاتا ہے، نہ کہ غم
جاہلاں محروم ماندہ در ندم
جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں

چوں در اُفتد در گلو شاں حبلِ دام
جب اُن کے گلے میں جال کی رسّی پھنستی ہے
دانہ خوردن گشت برجملہ حرام
سب پر دانہ چگنا حرام ہو جاتا ہے

مُرغ اندر دام دانہ کے خورد
پرند، جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟
دانہ چوں زہر ست دردام ارچرد
جال میں سے اگر دانہ چگے وہ زہر جیسا ہے

مُرغِ[2] غافل میخورد دانہ زدام
غافل پرند، جال میں سے دانہ چگتا ہے
ہمچو اندر دامِ دنیا ایں عوام
جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے

باز مُرغانِ خبیرِ ہوش مند
پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے
کردہ اند از دانہ خود را خشک بند
اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے

کاندرونِ دام و دانہ زہرہاست
کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں
کوز آں مرغے کہ در فخ دانہ خواست
وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا

صاحبِ دام ابلہاں را سر برید
جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا
واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید
اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا

کہ ازانہا گوشت می آید بکار
کیوں کہ ان کا گوشت کارآمد ہے
وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار
اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ

پس[3] کنیزک آمد از اِشگافِ در
تو باندی نے دروازے کی درز سے
دید خاتوں را بمُردہ زیرِ خر
بی بی کو گدھے کے نیچے مُردہ دیکھا

گفت اے خاتونِ احمق اینچہ بُود
اُس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟
گر ترا اُستاد خود نقشے نمود
اگر اُستاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا

ظاہرش دیدی سِرّش از تو نہاں
تو نے اس کا ظاہر دیکھ لیا اس کا راز تجھ سے پوشیدہ رہا
اُوستا ناگشتہ بکشادی دُکاں
اُستاد بنے بغیر تو نے دکان کھول دی

کیر دیدی ہمچو شہد وچوں خبیص
تو نے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا
آں کدُو را چوں ندیدی اے حریص
اے حریص! تو نے وہ کدو کیوں نہ دیکھا؟

یا چو مستغرق شُدی در عشقِ خر
یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہو گئی
آں کدُو پنہاں بماندت از نظر
وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا

---

[1] نعمت۔ عقلمند آدمی دنیا کو آخرت کے لیے استعمال کر کے فائدہ اُٹھالیتا ہے اور نادان ندامت اور محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔ چون درافتد۔ جب دنیادار دنیا کے غم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اُس پر خواب وخور حرام ہو جاتا ہے۔ مرغ۔ جو ہوشیار پرند ہوگا وہ جال کا دانہ کبھی نہ چگے گا۔

[2] مرغ غافل۔ بیوقوف انسان دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ جال کے دانہ کی طرح ہے۔ باز مرغاں۔ جو ہوشیار پرند ہوتے ہیں وہ جال کے دانے سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھتے ہیں۔ فخ۔ جال۔ صاحب۔ شکاری، بیوقوف پرندوں کو ذبح کر ڈالتا ہے اور خوش گلو پرندوں کو فروخت کر دیتا ہے جو لوگوں کی محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں یہی صورت دنیا کے جال میں پھنسنے کے بعد دنیاداروں اور اہل اللہ ذاکر وشاغل لوگوں کی ہوتی ہے۔

[3] پس کنیزک۔ بی بی کے مرنے کے بعد باندی نے کہا بی بی کس قدر احمق تھی مجھ سے تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے آپ کو اُستاد سمجھ بیٹھی اور ہلاک ہوئی۔ ظاہرش۔ فن کا ظاہر دیکھا اور اس کے رازوں سے واقف ہوتے ہوئے دکان کھول بیٹھی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔

ظاہرِ صنعت بدیدی ز اوستاد — اُوستادی بر گرفتی شاد شاد

تو نے اُستاد کی ظاہری کاریگری دیکھی — تو نے خوشی خوشی، استادی اختیار کر لی

اے[1] بسا زرّاق گولِ بیوقوف — ازرِہ مرداں ندیدہ غیرِ صوف

بہت سے احمق بیوقوف مکاروں نے — سوائے اُون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اے[2] بسا شوخاں زاندک احتراف — از شہاں ناموختہ جُز گفت ولاف

بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے — انھوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل نہ کیا

ہر یکے در کف عصا کہ موسیم — می دمد بر ابلہاں کہ عیسیم

ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں — بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں

آہ ازاں روزے کہ صدقِ صادقاں — باز خواہد از تو سنگِ امتحاں

ہائے وہ دن! کہ سچوں کی سچائی — امتحان کا پتھر، تجھ سے طلب کرے گی

آخر از اُستاد باقی را بپرس — کہ حریصاں جملہ کورانند و خرس

آخر باقی (ہنر) اُستاد سے پوچھ لے — کیوں کہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں

جملہ جستی باز ماندی از ہمہ — صیدِ گرگاں اند ایں ابلہ رمہ

تو نے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا — یہ بیوقوف گلہ، بھیڑیوں کا شکار ہے

صورتے بشنیدی گشتی ترجماں — بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں

تو نے تھوڑی سی بات سُنی، ترجمان بن گیا — طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

تمثیلِ[3] تلقینِ شیخ مُریداں را و پیغمبر اُمت را کہ ایشاں طاقتِ تلقینِ حق تعالیٰ ندارند و باحق اُلفت ندارند چنانکہ طوطی با صورتِ آدمی اُلفت ندارد کہ ازو تلقین تواند گرفت۔ حق تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیشِ مُرید ہمچو طوطی دارد و ازپسِ

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اُنھیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اُس سے تلقین حاصل کر سکے اللہ تعالیٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مُرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے

---

[1] اے بسا۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے تھوڑی سی بات سیکھ کر دکان جما لیتے ہیں۔ زرّاق۔ مکار شیوخ۔ صوف۔ یعنی اُون کی کملی۔

[2] اے بسا۔ یہ مزدور شیخ سوائے شیخی بگھارنے کے شیوخ سے کچھ حاصل نہ کر سکے اور اپنے آپ کو موسیٰ و عیسیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ جملہ جستی۔ یہ یا تو حریص مریدوں کو خطاب ہے یا مزدور شیخ کو جو مریدوں کو پھانسنے کے حریص ہیں۔ طوطیاں۔ طوطی انسان کی بولی بولتی ہے لیکن اُس کو سمجھتی نہیں ہے۔

[3] تمثیل۔ طوطی کو جب سکھایا جاتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے بالمقابل کر دیا جاتا ہے اور استاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر بولنا شروع کرتا ہے، آئینہ کے سامنے کی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو آئینہ میں اسکا عکس ہی ہے لہٰذا وہ اس کو اپنی ہم جنس سمجھ کر اُس سے بولنا سیکھ لیتی ہے یہی حال اللہ تعالیٰ اور نبی اور نبی کے مخاطبوں کا ہے نبی بمنزلہ آئینہ والے عکس کے ہے اور حضرت حق تعالیٰ بمنزلہ استاد کے ہے، اس طرح وحی جو کلام الٰہی ہے بندوں تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس مثال اور وحی کے معاملہ میں فرق اس قدر ہے کہ آئینہ والی طوطی کی چونچ کی جنبش تو باہر والی طوطی کے جنبش کے تابع ہے اور نبی کی زبان کی حرکت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے اس لیے اس تشبیہ کو مثل نہ کہا جائے گا مثال کہا جائے گا۔

آئینہ تلقین میکند قولہ عزّوجلّ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ
تلقین کرتا ہے۔ اللہ عزوجل کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلایئے تاکہ اُس (وحی) پر جلدی کریں
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی این ست ابتدائے مسئلہ
نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے، یہ اُس مسئلہ کی ابتدا ہے
بے منتہا چو چنانکہ منقار جنبانیدنِ طوطی اندرونِ[1] آئینہ کہ خیالش
جس کی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس
میخوانی بے اختیار و تصرف اُو ست عکسِ خواندنِ طوطیِ
کہتا ہے اُس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا
بیرونی کہ متعلّم است نہ عکسِ آں معلّم کہ پسِ آئینہ ست ولیکن
عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اُس سکھانے والے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے
خواندنِ طوطیِ بیرونی تصرفِ آں معلّم ست پس ایں مثال آمد نہ مثل
لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطیِ در آئینہ می بیند اُو ... عکسِ خود را پیشِ اُو آوردہ رُو
ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے ... اپنے عکس کو کہ وہ اس کے سامنے منہ کئے ہوئے ہے

در پسِ آئینہ آں اُستا نہاں ... حرف میگوید ادیبِ خوش زباں
آئینہ کے پیچھے وہ اُستاد چھپا ہوا ہے ... وہ خوش بیان، ادیب بات کر رہا ہے

طوطیک پنداشتہ کیں گفتِ پست ... گفتِ آں طوطیست کاندر آئینہ است
طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز ... اُس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

پس زجنسِ خویش آموزد سخن ... بیخبر از مکرِ آں گرگِ[2] کہن
تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے ... اس پرانے بھیڑیے کی تدبیر سے بے خبر ہے

از پسِ آئینہ می آموزدش ... ورنہ ناموزد جز از جنسِ خودش
وہ آئینہ کے پیچھے سے اُس کو سکھا دیتا ہے ... ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

گفت را آموخت زاں مردِ ہُنر ... لیک از معنی و سرّش بے خبر
اُس ہنر مند انسان سے اُس نے بات سیکھ لی ... لیکن اُس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر بگرفت منطق یک بیک ... از بشر جز ایں چہ داند طوطیک
اُس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی ... انسان سے، اس کے سوا طوطی کیا جانے

---

[1] طوطی۔ اس طوطی کے بالمقابل اُس کا عکس ہوتا ہے۔ اُستا۔ استاد۔ طوطیک۔ آئینہ کے باہر والی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ آئینہ کے اندر کی طوطی بول رہی ہے لہٰذا وہ اس کی نقل شروع کر دیتی ہے۔

[2] گرگِ کہن۔ تجربہ کار استاد۔ گفت را۔ یہ طوطی اُس اُستاد کے الفاظ نقل کر دیتی ہے اُن کے معانی سے بے خبر ہوتی ہے۔

ہمچناں[1] در آئینہ جسمِ ولی — خویش رابیند مُرید مُمتلی

اسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں — (خامی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

ازپسِ آئینہ عقلِ کل را — کے بہ بیند وقتِ گفت و ماجرا

آئینہ کے پیچھے سے عقلِ کل کو — کب دیکھ سکتا ہے؟ گفتگو اور قصہ کے وقت

اُو[2] گماں دارد کہ میگوید بشر — واں دگر سِرست و اُوزاں بیخبر

وہ خیال کرتا ہے، کہ انسان کہہ رہا ہے — وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اُس سے بے خبر ہے

حرف آموزد ولے سِرِّ قدیم — می نداند طوطیست اُو یا ندیم

وہ حرف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز — نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانیوالا) طوطی ہے یا ساتھی ہے

ہم[3] صفیرِ مُرغ آموزند خلق — کایں سخن اندر دہاں اُفتاد و حلق

لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں — کیونکہ یہ بولی (اُن کے) منہ اور حلق میں آ جاتی ہے

لیک از معنیِ مُرغاں بیخبر — جُز سلیمانِؑ نبیِ خوش نظر

لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں — سوائے (حضرت) سلیمانؑ نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی

حرفِ درویشاں بسے آموختند — منبر و محفل بداں افروختند

بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لیے ہیں — اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھا لی ہے

یابجز آں حرف شاں روزی نبُود — یا در آخر رحمت آمد رہ نمُود

یا تو اُن کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے — یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آ کر رہنمائی کر دیتی ہے

صاحبدلے[4] در چلّہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکمِ آں بچگاں

ایک صاحب دل نے چلّہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اُس کے پیٹ

بانگ میکروند در تعجب ماند کہ حکمتِ بانگِ سگ پاسبانی

میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے

ست و بانگ در اندرونِ شکمِ مادر بے پاسبانی ست و نیز

اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لیے نہیں ہے اور آواز، مدد چاہنے اور

---

[1] ہمچناں۔ اسی طرح مُرید اور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی اُس کی ہم جنس ہے اور اُس سے سیکھتا ہے اور اُستاد، عقلِ کل اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ پاتا ہے جو اصل میں معلم ہے۔

[2] اُو۔ مرید اور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی کہہ رہا ہے، اس راز سے وہ بے خبر ہوتا ہے کہ دراصل اُس سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے۔ حرف۔ نبی کی بات سن لیتا ہے لیکن اُس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل بولنے والا نبی ہے جو بمنزلہ طوطی کے عکس کے ہے یا اللہ تعالیٰ ہے جو بمنزلہ اُس ساتھی کے ہے جو آئینہ کے پیچھے سے بولتا ہے۔

[3] ہم صفیر۔ انسان پرندوں کی بولی بولنا سیکھ جاتا ہے لیکن اُس بولی کے معنی جو پرندہ مُراد لیتے ہیں اُن سے وہ لاعلم ہوتا ہے۔ حرفِ درویشاں۔ اسی طرح بہت سے انسان کاملین کی نقل اُتارنے لگتے ہیں۔ یابجز۔ یہ نقالی کبھی نقالی ہی رہتی ہے اور کبھی حقیقت تک رہنمائی بھی کر دیتی ہے۔

[4] صاحبدلے۔ ایک بزرگ تنہائی میں چلّہ کشی کر رہے تھے اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اور اُس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں جس سے اُن کو تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ پیٹ میں بچوں کے بھونکنے میں کیا حکمتِ خداوندی ہے کتے حفاظت اور پاسبانی کے لیے بھونکتے ہیں ان کے پیٹ میں بھونکنے سے یہ فائدہ نہیں ہے نیز بچہ کے رونے میں مدد کے لیے یا دودھ کے لیے فریاد ہوتی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہے انھوں نے دُعا کی کیونکہ اس حکمت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرما دے خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ پیٹ کے اندر ان کتے کے بچوں کا بھونکنا بناوٹی پیروں کی لاف زنی کی مثال ہے۔ جس سے نہ خود اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ دوسروں کو۔

بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد وغیرہ و در شکمِ
دودھ مانگنے کے لیے بھی ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں ان میں سے کوئی
مادر ہیچکدام ازینہا نیست چوں بخویش آمد بحضرتِ حق مناجات
بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی
کرد وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ جواب آمد کہ آں صورتِ
''اور بجز اللہ کے اُس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے'' جواب آیا کہ یہی صورتِ حال
حالِ قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشمِ دل باز نشدہ
اُس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے
و دعوایِ بصیرت کنند و مقالات گویند ازاں نہ ایشاں را
اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اُس کو
قوت و یاری و نہ مستمعاں راہدایتے ورشدے میرسد
کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے۔

آں یکے می دید خواب اندر چلہ[1] — در رہے مادہ سگے بُد حاملہ
ایک شخص نے چلہ میں خواب میں دیکھا — راستہ میں ایک حاملہ کتیا تھی

ناگہاں آوازِ سگ بچگاں شنید — سگ بچہ اندر شکم بُد ناپدید
اُس نے اچانک کتے کے پلوں کا بھونکنا سنا — کتے کے پلے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے

پس عجب آمد ورا زاں بانگہا — سگ بچہ اندر شکم چوں زد ندا
اُس کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا — کتے کے پلے پیٹ میں کیوں کر بھانکے؟

سگ بچہ اندر شکم نالہ[2] کناں — ہیچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کتے کے پلوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے — کسی نے دنیا میں یہ دیکھا ہے؟

چوں بجست از واقعہ آمد بخویش — حیرتِ اُو دمبدم میگشت بیش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا، ہوش میں آیا — اُس کی حیرت لحہ بہ لحہ بڑھ رہی تھی

در چلہ کس نے کہ گردد عُقدہ حل — جز کہ درگاہِ خدایِ عزّ وجل
چلہ میں کوئی نہیں تھا، کہ عقدہ حل ہو — سوائے خدائے عزوجل کی درگاہ کے

گفت یارب زیں شِکال و گفتگو — در چلہ واماندہ‌ام از ذکرِ تو
اُس نے کہا اے اللہ! اس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے — چلے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں

پرِ من بکشای تا پّراں شوم — در حدیقہ ذکر و سیبستاں شوم
میرے پر کھول دے، تاکہ پرواز کروں — ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں

---

[1] چلہ۔ چلہ کشی جو تنہائی میں ہوتی ہے۔ بانگہا۔ یعنی کتے کے پلوں کی ماں کے پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز۔

[2] نالہ کناں۔ روتے ہوئے۔ واقعہ۔ یعنی خواب۔ عُقدہ حل۔ یعنی گرہ کھل جائے معاملہ حل ہو جائے۔ گفت۔ اُس صاحب دل نے خدا سے عرض کیا میں اس فکر میں تیری یاد سے غافل ہو رہا ہوں۔

آمدش آوازِ ہاتف[1] در زماں
اُس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی
کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ
جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں
بانگِ سگ اندر شکم باشد زیاں
کتے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے
گرگ نادیدہ کی دفعِ اُو بُود
اُس نے بھیڑیے کو نہیں دیکھا کہ اُس کا دفعیہ ہو
از حریصی[2] وز ہوائے سروری
حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے
از ہوائے مشتری و گرم دار
خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے
ماہ نادیدہ نشانہا میدہد
چاند کو دیکھے بغیر، نشانیاں بتاتا ہے
از برائے مشتری در وصفِ ماہ
چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لیے
مُشتری نادیدہ گوید صد نشاں
خریدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
مشتری[3] کو سود دارد خود یکنیست
جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے
از ہوایِ مشتریِ بے شکوہ
بے حقیقت خریدار کی خواہش میں
مُشتریِ ماست اَللّٰہُ اشْتَرٰی
ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے
مُشتری جُو کہ جُویانِ تو اَست
اُس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے

کاں مثالے واں زلافِ جاہلاں
کہ اُس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ
چشم بستہ بیہُدہ گویا شُدہ
آنکھیں بند کیے ہوئے بکواس کرتے ہیں
نے شکار انگیز و نے شب پاسباں
نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے
دُزدِ نادیدہ کہ منعِ اُو شوَد
اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو
در نظر گند و بلافیدن جری
نظر میں کند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہے
بے بصیرت پا نہادہ در فُشار
بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے
روشنائی رابداں کژمی نہد
اُس کے لیے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے
صد نشاں نادیدہ گوید بہرِ جاہ
مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں
بکواس کرتا ہے، تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہے
لیک ایشانرا دراں ریب و شکیست
لیکن اُن کو اُس میں شک و شبہ ہے
مشتری را باد دادند ایں گروہ
اُس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے
ازغمِ ہر مُشتری بیں برتر آ
ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ
عالمِ آغازو پایانِ تو است
تیرے آغاز اور انجام کا جانکار ہے

[1] ہاتف۔غیبی آواز۔کاں۔کتے کے پلوں کا پیٹ میں بھونکنا جاہلوں کی لاف زنی کی مثال ہے۔بانگ۔کتے کے پلوں کا پیٹ میں بھونکنا بیکار بات ہے نہ تو اُس سے یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار جھاڑی میں سے نکل کر بھاگے اور شکاری اُس کو شکار کرے نہ چور کو بھگانے کے لیے ہے۔

[2] از حریصی۔جاہل شیخ کی لالچ اور سرداری کی خواہش میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کی نظر تو کند ہو جاتی ہے اور وہ شیخی بگھارنے میں جری ہو جاتا ہے۔گرم دار۔دوست۔فشار۔بکواس۔ماہ۔یعنی ذات حق کے مشاہدہ کے بغیر اُس کی سیکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے اور اپنے خریدار کی غلط رہنمائی کرتا ہے۔مشتری۔وہ مُرید بھی بغیر مشاہدہ کے بکواس شروع کر دیتا ہے اور فرضی مستی ظاہر کرنے لگتا ہے۔دوغ نوشد۔یعنی چھاچھ پی کر فرضی مستی ظاہر کرتا ہے۔

[3] مشتری کو۔ایک مومن کا خریدار درحاصل اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں"۔ازغم۔لہٰذا ایک مومن کو کسی اور خریدار کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے۔جویاں۔اللہ تعالیٰ تیرا جویاں ہے اور وہ تیرے انجام و آغاز کو جانتا ہے۔

هین مکش هر مُشتری را تو بدست[1]　عشقبازی با دو معشوقہ بدست
خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ　دو معشوقوں سے عشقبازی بُری ہے
زونیابی سُود مایہ گر خرد　نبُودش خود قیمتِ عقل و خِرد
اگر وہ پونجی کو خرید لے گا تو اُس سے فائدہ حاصل نہ کر سکیگا　اُس کے پاس (تیری) عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی
نیست اُو را خود بہائے نیم لعل　تو برو عَرضہ کنی یاقوت و لعل
خود اس کی قیمت آدھے لعل کی نہیں ہے　تو اُس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے
حرص[2] کورت کرد و محرومت کُند　دیو ہمچوں خویش مرجُومت کند
لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا　شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنا دے گا
ہمچناں کاصحابِ فیل و قومِ لُوط　کرد شاں مرجُوم چوں خود آں سخوط
جس طرح اصحابِ فیل اور لوطؑ کی قوم کو　اُس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا
مُشتری را صابراں دریافتند　چوں سُوئے ہر مُشتری نشتافتند
صابر لوگوں نے خریدار پا لیا ہے　کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں
واں کہ گردانید رُو زاں مشتری　بخت و اقبال و بقا زو شد بری
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا　نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہو گئے
ماند حسرت بر حریصاں تا ابد　ہمچو حالِ اہلِ ضرواں[3] در حسد
لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی　جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

قصہ اہلِ ضرواں و حَسدِ ایشاں بر درویشاں کہ پدرِ ما از سلیمی

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور اُن کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن

اغلب دخلِ باغ را بمسکینان میداد، چوں انگور بُودے عُشر
سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دے دیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ
دادے وچوں مویز و دوشاب شُدے عُشر دادے وچوں حلوا
دے دیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا، اور جب حلوا یا
ویالُودہ کردے عُشر دادے و از فصیل عُشر دادے وچوں
فالودہ بناتا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب
خرمن میکوفتے از کفہ آمیختہ عُشر دادے وچوں گندم از
کھلیان گہاتا آدھے گہائے ہوئے میں سے دسواں دے دیتا اور جب گیہوں

---

[1] بدست۔ (شعر) ''ہم خدا خواہی وہم دنیائی دوں۔ ایں خیالست ومحالست وجنوں''۔ زو۔ اگر خدا کے علاوہ کوئی خریدار بنے گا تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اُس خریدار کے پاس تجھے خریدنے کی قیمت کہاں ہے۔ نیست۔ وہ خود دو کوڑی کا ہے اس پر اپنی عقل وخرد کے لعل ویاقوت کو پیش کرنا نادانی ہے۔

[2] حرص۔ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ مرجوم۔ سنگسار۔ اصحاب فیل۔ ابرہہ کا لشکر جس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے چڑھائی کی تھی۔ سخوط۔ مغضوب یعنی شیطان۔ وانکہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے وہ بڑا بدنصیب ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] ضرواں۔ یمن میں ایک گاؤں تھا۔ سلیمی۔ بیوقوفی، بھولا پن۔ فصیل۔ کچی کھیتی۔ کفہ۔ کاف کے زبر اور فا کی خفت کے ساتھ بمکوفتہ۔

کہ جُدا شُدے عُشر دادے و چوں آرد کردے عُشر دادے و چوں
بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دے دیتا اور
خمیر کردے عُشر دادے و چوں نان پختے عُشر دادے لاجرم
جب گوندھتا دسواں دے دیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ
حق تعالیٰ در باغ و کشت برکتے نہادہ بُود کہ ہمہ اصحابِ
اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے
باغہا محتاجِ اُو بُودندے ہم بمیوہ وہم بسیم و اُو محتاجِ
اُس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ اُن میں سے
ہیچ کس نے از ایشاں؟ و فرزندانِ اُو خرجِ عشر میدیدند مکرّر
کسی کا محتاج نہ ہوتا اُس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا
وآں برکت نمی دیدند ہمچوں آں زنِ بدِبخت کہ کیرِ خر دیدو
اور وہ برکت نہ دیکھی اُس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا

کدُو دراندید
اور کدو نہ دیکھا

بُود مردے صالحے ربّانیے[1] عقلِ کامل داشت و پایاں دانیے
ایک نیک خدا پرست شخص تھا کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا

در دہِ ضرواں بنزدیکِ یمن شُہرہ اندر صدقہ و خُلقِ حَسَن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

کعبۂ درویش بُودے کوئے اُو آمدندے مُستمنداں[2] سُوئے اُو
اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی ضرورت مند اس کی جانب آتے

ہم زخوشہ عُشر دادے بے ریا ہم زگندم چوں شُدے از کہ جُدا
بغیر ریاکاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو جاتے

آرد گشتے عُشر دادے ہم ازاں ناں شُدے عُشرِ دگر دادے زِناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دے دیتا روٹی بنتی، روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا

عُشر ہر دَخلے فرونگذاشتے چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا جو بوتا اُس میں سے چار بار ادا کرتا

---

[1] ربّانی۔ اللہ والا۔ کعبہ۔ یعنی فقرا اُس کے گھر کا چکر کاٹتے رہتے تھے۔
[2] مستمنداں۔ حاجتمنداں۔ عُشر۔ شرعی اعتبار سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہوتا ہے۔

از عِنَب عُشرے بدادے وز مویز — عُشر ہم دادے وے از دو شاب[1] نیز
انگور میں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے • وہ انگور کے شیرے میں سے بھی دسواں دیتا

ہم ز حلوا عُشر و از پالودہ ہم — می فرونگذاشتے از بیش و کم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی — اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا

بس وصیتہا بگفتے ہر زماں — جمعِ فرزندانِ خود را آنجواں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا — وہ جوان اپنی سب اولاد کو

اللہ اللہ قِسمِ مسکیں بعدِ من — وامگیریدش ز حرصِ خویشتن
خدا کے لیے میرے بعد مسکین کے حصہ کو — اپنی حرص سے بند نہ کرنا

تابماند برشما کِشت و ثمار — در پناہِ طاعتِ حق پائدار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں — مستقل۔ خدا کی اطاعت کی حفاظت میں

دخلہا و میوہا جملہ زغیب — حق فرستادست بے تخمین و ریب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے — بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں

در محلِ[2] دَخل اگر خرجے کُنی — دَر گہِ سُود ست بر سُودے زنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا — وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا

تُرک اغلب دَخل را در کِشت زار — باز کارَد کہ ویست اصلِ ثمار
کاشتکار، پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں — پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے

بیشتر کارد خورد زاں اندکے — کہ ندارد در برویدن شکے
زیادہ بو دیتا ہے، اُس میں سے تھوڑا سا کھاتا ہے — کیونکہ اُس کے اُگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے

زاں بیفشاند بکشتن تُرک دست — کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شُدست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لیے جھاڑ لیتا ہے — کیونکہ وہ غلّہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کفشگر[3] ہم آنچہ افزاید زناں — میخرد چرم و اَدیم و سختیاں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے، موچی بھی — چمڑا اور نری اور میشہ خرید لیتا ہے

کہ اصولِ دَخلم اینہا بُودہ اند — ہم ازینہا می‌کشاید رزقِ بند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں — انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دَخل از آنجا آمدستش لا جرم — ہم در آنجا میکُند داد و کرم
لا محالہ اُس کی آمدنی اُس جگہ سے ہی ہوئی ہے — اُس ہی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

---

[1] دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ اللہ اللہ۔ وہ خدا رسیدہ مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا کہ دسواں حصہ ضرور خیرات کرتے رہنا۔ دخلہا۔ جملہ پیداوار حقیقتاً اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] در محل۔ پیداوار کے وقت اگر خرچ کرو گے فائدے میں رہو گے۔ تُرک۔ یعنی کاشتکار پیداوار کا زیادہ حصہ پھر زمین میں بو دیتا ہے۔ در برویدن۔ اس میں ! زیادہ ہے۔ دست افشاندن۔ یعنی بونا۔

[3] کفشگر۔ موچی، جفت ساز۔ ادیم۔ نری یعنی وہ کھال جو سرخ رنگی جاتی ہے۔ سختیان۔ بھیڑ کی دباغت شدہ کھال، میشہ۔ کہ اصول۔ ان چیزوں میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے کیونکہ آمدنی کی اصل و بنیاد یہی چیزیں ہیں۔

ایں[1] زمین و سُختیاں پردہ است و بس
یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے

اصلِ روزی از خداداں ہر نفس
اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے ہے

چوں بکاری در زمینِ اصل کار
تو جب بوئے اصلی زمین میں بو

تا بروید ہر یکے را صد ہزار
تاکہ ہر ایک کے لاکھ اُگیں

گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی
میں نے مانا، اب اگر تو نے بیج بویا ہے

در زمینے کِش سبب پنداشتی
اُس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھا ہے

چوں[2] دوسہ سال آں نروید چوں کُنی
اگر وہ دو تین سال نہ اُگے تو کیا کرے گا؟

جز کہ در لابہ و دُعا کف بر زنی
بجز اس کے کہ خوشامد اور دُعا میں ہاتھ اُٹھائے گا

دست برسر میزنی پیشِ اِلٰہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا

دست و سربر دادنِ رزقش گواہ
ہاتھ اور سر اُس کے رزق دینے پر گواہ ہیں

تابدانی اصلِ اصلِ رزقِ اُوست
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے

تاہم اُو را جُوید آں کو رزق جُوست
جو رزق تلاش کرتا ہے، اُس ہی سے ڈھونڈتا ہے

رزق ازوے جُو مجُو از زید و عَمرو
رزق اُس سے مانگ، زید اور عمرو سے نہ مانگ

مستی از وے جُو مجُو از بنگ و خمر
مستی اُس سے چاہ، بھنگ اور شراب سے نہ چاہ

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال
خوشحالی اُس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے

نصرت ازوے خواہ نے ازعم و خال
مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے

عاقبت[3] زینہا بخواہی ماندن
انجام کار تو اُن سے (الگ) رہ جائے گا

ہیں کرا خواہی دراں دم خواندن
ہاں، اُس وقت تو کسے پکارے گا؟

ایں دم اُو را خوان و باقی رابماں
اس وقت اُس کو پکار اور باقی کو چھوڑ

تاتو باشی وارثِ مُلکِ جہاں
تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

چوں یَفِرُّ الْمَرْءُ آید مِنْ اَخِیْہِ
جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا

یَھْرَبُ الْمَوْلُوْدِ یَوْمًا مِّنْ اَبِیْہِ
وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

---

[1] ایں زمین۔ پیداوار کے ظاہری اسباب محض ایک پردہ ہیں ورنہ اصل روزی رساں خدا ہے۔ صد ہزار۔ قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ ، اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ" اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں صرف کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائیں ہر بال میں سو دانے" اور خدا جس کے لیے چاہتا ہے دوگنا کردیتا ہے"۔

[2] چوں۔ جب انسان اسباب سے مایوس ہوجاتا ہے تو پھر خدا ہی سے مانگتا ہے۔ دست۔ کھیتی کی تباہی کے وقت سر پیٹ کر خدا سے دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اصل رزق دینے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے۔ رزق۔ جب حقیقی رازق خدا ہے تو اُس سے رزق مانگنا چاہیے۔ مستی۔ اصل مستی بھی خدا کے عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے انسان کو اُس کی جستجو چاہیے۔ بھنگ اور شراب کی مستی وقتی ہوتی ہے۔ منعمی۔ انسان کی اصل دلداری نفس کی مالداری ہے جو عطاءِ خداوندی ہے۔

[3] عاقبت۔ انسان اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے۔ تعلق اس چیز سے پیدا کرنا چاہیے جو ساتھ دے سکے۔ چوں۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَ اُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیْہِ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ "یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص کی اس دن وہ حالت ہوگی جو دوسروں سے اس کو لاپروا کردے گی"۔

زاں[1] شود ہر دوست آں ساعت عدُو
کہ بُتِ تو بُود و ازرہ مانعِ اُو

اس لیے ہر دوست اُس وقت دشمن بن جائے گا
کیونکہ وہ تیرا بُت تھا، راستہ سے مانع تھا

روئے از نقاش بر می تافتی
چوں زنقشش اُنسِ دل می یافتی

تو نے نقاش سے منہ پھیر لیا
جبکہ اُس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا اُنس محسوس کیا

ایں دم ار یارانت با تو ضد شوند
وز تو برگردند و در خصمی روند

اگر تیرے دوست اس وقت تیرے مخالف ہو جائیں
تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں

ہیں بگو نک روزِ من پیروز شُد
آنچہ فردا خواست شُد امروز شُد

ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن نصیبہ ور ہے
جو کچھ کل کو ہوتا، وہ آج ہو گیا

ضدِّ من گشتندٔ اہلِ ایں سرا
تا قیامت عین شد پیشیں مَرا

اس جہان والے میرے مخالف ہو گئے
یہاں تک کہ قیامت میرے لیے پیشگی نقد بن گئی

پیش[2] ازاں کہ روزگارِ خود برم
عُمر با ایشاں بپایاں آورم

اس سے قبل کہ میں اپنی عُمر پوری کروں
اُن کے ساتھ زندگی بسر کروں

کالۂ معیوب بخریدہ بُدم
شکر کہ عیبش پگہ واقِف شدم

میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا
شکر ہے کہ اس کے عیب سے صبح سویرے واقف ہو گیا

پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے
عاقبت معیُوب بیروں آمدے

اس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا
آخر میں معیوب ظاہر ہوتا

مال رفتہ عُمر رفتہ اے نسیب
مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب

اے شریف! مال گیا! عمر گئی
عیب دار سرمایہ کے لیے مال اور جان دے دی

نقد[3] دادم زرِ قلبے بستدم
شاد شاداں سُوئے خانہ میشدم

میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا
خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا

شکر کایں زرِ قلب پیدا شد کنُوں
پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزوں

شکر ہے، کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا
اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گذر جاتی

قُلب ماندے تا ابد در گردنم
حیف بُودے عُمر ضائع کردنم

کھوٹا (سونا) ہمیشہ کے لیے میری گردن میں رہ جاتا
مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں پگہ تر قلبیِ اُو رُو نمُود
پائے خود را واکشم من زُود زُود

چونکہ صبح سویرے اُس کا کھوٹ پن ظاہر ہو گیا
میں بہت جلد واپس ہو جاؤں گا

---

[1] زاں۔ اس حالت کی وجہ سے انسان کے لیے اُس کا ہر دوست اُس کا دشمن ثابت ہوگا کیونکہ وہ دوست بھی اُس کو ایک بُت کی طرح خدا سے غافل بنا رہا تھا۔ رُوئی۔ مصنوع سے دل لگانا صانع سے دل ہٹانا ہے۔ ایں دم۔ اگر دنیاوی دوست اس دنیا ہی میں تیرے مخالف ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی ہوگی۔ ضدِّ من۔ آخرت میں جو تیرے لیے مصیبت تھی وہ تو نے دنیا میں بھگت لی۔

[2] پیش ازاں۔ ان دوستوں کا نقصان دنیا میں برداشت کر لینا آسان ہے۔ پیش ازاں۔ اس کی یہ مثال ہے کہ خراب سودا خریدنے پر فوراً اس کے عیب سے واقفیت ہو جائے تو کچھ تدارک ممکن ہے ورنہ پھر افسوس ہی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

[3] نقد دادم۔ انسان یہی کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں کھوٹا سونا خرید کر کیسا خوش خوش گھر آیا تھا۔ شکر۔ اگر فوراً کھوٹ ظاہر ہو جائے اور انسان اُس کا تدارک کر لے تو شکر ادا کرتا ہے۔

یارِ تو[1] چوں دشمنی پیدا کند　　کرّ و حقد و رشک اُو بیروں زند
تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے　　وہ حملہ اور کینہ اور رشک ظاہر کرے

تو ازاں اِعراضِ اُو افغاں مکُن　　خویشتن را ابلہ و ناداں مکُن
تو اُس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر　　اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا

بلکہ شکرِ حق کُن و ناں بخش کُن　　کہ نگشتی در جوالِ اُو کُہن
بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر　　کہ تو اُس کے بورے میں پُرانا نہ بنا

از جوالش زود بیروں آمدی　　تا بجوئی یار صدق و سرمدی
تو اُس کے بورے سے جلد باہر آ گیا　　تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کرے

نازنیں یارے کہ بعد از رگِ تُو　　رشتہء یاریِ اُو گردد سہ تو
وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد　　اُس کی یاری کا رشتہ تگنا ہو جائے

آں[2] مگر سُلطاں بُوَد شاہِ رفیع　　یا بُوَد مقبولِ سُلطان و شفیع
وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے　　یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے

رَستی از قلّابِ سالوس و دغل　　غرِّ اُو دیدی عیاں پیش از اجل
تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا　　تو نے موت سے پہلے اُس کی غفلت دیکھ لی

ایں جفائے خلق با تو در جہاں　　گر بدانی گنجِ زر آمد نہاں
دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم　　اگر تو سمجھے، سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا

خلق را با تو چنیں بد خُو کُند　　تا تُرا ناچار رُو آنسو کُند
لوگوں کو تیرے ساتھ اس طرح بدعادت کر دیتے ہیں　　تاکہ تجھے مجبور اور اُس جانب کو کر دیں

ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں　　خصم گردند و عدوّ و سرکشاں
تو اس کو یقینی سمجھ کہ اخیر میں سب　　مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے

تو بمانی[3] با فُغاں اندر لحد　　لَا تَذَرْنِیْ فَرْد خواناں از اَحَد
تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا　　خدا سے "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" کہتے ہوئے

ایں جفایت بہ ز عہدِ وافیاں　　ہم زدادِ تُست عہدِ باقیاں
تیرے اوپر یہ ظلم وفا داروں کے عہد سے اچھا ہے　　باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے

بشنو از عقلِ خود اے انبار دار　　گندمِ خُود را بارضِ اللہ سپار
اے کھلیان والے! اپنی عقل سے سُن لے　　اپنے گیہوں کو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کے سپرد کر دے

---

[1] یارِ تو۔ اسی طرح اگر دنیا ہی میں تیرا دوست تجھ سے بگڑے تو اُس پر شکوہ نہ کر بلکہ شکر ادا کر۔ بلکہ۔ دنیاوی علائق دنیا میں ہی ٹوٹ جانے پر شکریہ ادا کرنا چاہیے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیے۔ از جوالش۔ تجھے اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ تو اُس کے پھندے سے نکل آیا اور اب سچے دوست کی تلاش میں لگ جائے گا۔ نازنیں۔ وہ نازوں بھرا دوست تجھے مل جائے گا تو آخرت میں تیرا ساتھ دے گا۔

[2] آں۔ وہ دوست جو آخرت میں کام آئے وہ خدا یا خدا کا مقبول بندہ ہے۔ ایں جفا۔ دنیاوی دوستوں کی جفا کاری تیرے لیے رحمتِ خداوندی ہے۔ خلق را۔ جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر کرم ہوتا ہے تو وہ ایسا اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنیوی علائق توڑ دیتا ہے۔

[3] تو بمانی۔ اگر یہی دنیاوی دوستیاں باقی رہیں تو قبر میں تو تنہا ہوگا اور پھر پکارے گا کہ اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ایں جفایت۔ دنیاوی تعلقات کے ٹوٹنے کو تو کہے گا کہ یہ جفا اُن کی دوستی سے بھلی تھی۔ بشنو۔ مولانا پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی خوبیاں بیان کر رہے تھے پھر اُسی مضمون کو شروع کیا ہے۔

تاشود[1] ایمن دُزد و از سپُش — دیو را با دیوچہ زُو تربکش

تاکہ وہ چور اور سُرسُلی سے محفوظ ہو جائے — شیطان کو دیمک کے ذریعہ مار ڈال

کوہمی ترساندت ہر دم زفقر — ہمچو کبکش صَید کُن اے نرہ صَقر

جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے — اے نرشکرے! چکور کی طرح اُس کا شکار کر لے

بازِ سلطانی عزیز و کامیار — ننگ باشد کہ کُند کبکش شکار

تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے — ذلّت ہے، کہ تجھے چکور شکار کرے

بس وصیت کرد و تخمِ وعظ کاشت — چوں زمیں شاہ شورہ بُد سودے نداشت

اُس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بویا — چونکہ اُن کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا

گرچہ ناصح را بُوَد صد واعیہ — پند را اُذنے بباید واعیہ

اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں — نصیحت کے لیے، حفاظت کرنے والا کان چاہیے

توبصد[2] تلطیف پندش میدہی — او ز پندت میکند پہلو تہی

تو سیکڑوں زمیوں کے ساتھ اس کو نصیحت کرتا ہے — وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے

یک کسِ نا مستمع ز اِستیز و رَد — صد کسِ گوینده را عاجز کند

ایک نہ سننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے — سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے

زانبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر — کے بُود کہ رفت دم شاں دَر حَجر

انبیا سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان — کب ہوا ہے؟ کیونکہ اُن کی بات پتھر میں گھس گئی ہے

زانچہ کوہ و سنگ در کار آمدند — می نشُد بدبخت را بکشادہ بند

جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کارآمد بن گئے — بدبخت کی گرہ نہ کھلی

آنچناں دلہا کہ بُدشاں ما و من — نعتِ شاں شد بَلْ اَشَدُّ قَسْوَۃً

وہ دل جو متکبر تھے — اُن کی صفت "بلکہ (پتھروں سے بھی) زیادہ سخت" بنی

در بیان[3] آنکہ عطائے حق سُبحانہ و تعالیٰ و قدرتِ اُو موقوفِ قابلیت

اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر

نیست ہمچوں دادِ خلقاں کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ

موقوف نہیں ہے اُس (مخلوق کی عطا) کے لیے قابلیت چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ

قدیم است و قابلیت حادث، عطا صفتِ حقست جل جلالہٗ و

قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی صفت ہے اور

---

[1] توشود۔ اس دانہ کو اللہ کی سرزمین میں بودے تاکہ نہ اُس کو چور چرا سکے نہ اس کو گھن لگے۔ دیورا۔ شیطان جو فقر کے وسوسے سے پیدا کرے اُس کو لاحول کی دیمک لگا دے۔ ہمچو۔ شیطان کو اس طرح شکار کرلے جس طرح شکرا چکور کا شکار کر لیتا ہے۔ باز سلطانی۔ اگر شاہی باز کو چکور مار ڈالے تو بڑے شرم کی بات ہے۔ بس وصیت۔ باپ نے بہت سمجھایا تھا لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پندرا۔ نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جس کے کان اُس کو قبول کرلیں۔

[2] توبصد۔ جس شخص کا ارادہ سننے کا نہ ہو اس کو کیسی ہی نرمی سے سمجھاؤ وہ اعراض ہی کرے گا۔ انبیاء اس قدر محبت اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ اُن کی نصیحت پتھر تک قبول کر لیتے تھے لیکن کفار قبول نہ کرتے تھے۔ اَشَدُّ قَسْوَۃً۔ قرآن نے کافروں کے دلوں کو پتھر سے زیادہ سخت اور متاثر نہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

[3] در بیان۔ حضرتِ حق کی عطا کے لیے قابلیت ضروری نہیں ہے جب عطا ہوتی ہے تو قابلیت خود پیدا ہو جاتی ہے عطا اللہ کی صفت ہے جو قدیم ہے قابلیت بندہ کی صفت ہے جو حادث ہے تو قدیم کے لیے حادث کیسے شرط بن سکتا ہے جبکہ شرط پہلے ہوتی ہے۔

قابلیت صفتِ مخلوق و قدیم موقوفِ حادث نباشد

قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

چارۂ[1] آں دل عطائے مُبدلیست　　دادِ اُو را قابلیت شرط نیست

اُس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے　　اس کی عطا کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست　　داد لُبّ و قابلیت ہست پوست

بلکہ قابلیت کی شرط، اُس کی عطا ہے　　عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے

اینکہ موسیٰ را عصا ثعباں شود　　ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود

یہ کہ (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بنے　　اُن کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے

صد ہزاراں معجزاتِ انبیا　　کاں نگنجد در ضمیرِ عقلِ ما

انبیاء کے لاکھوں معجزے　　جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں

نیست[2] از اسباب، تصریفِ خداست　　نیستہارا قابلیت از کجاست

وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرُّف ہے　　فنا ہونے والوں کے لیے قابلیت کہاں ہے؟

قابلی گر شرطِ فعلِ حق بُدے　　ہیچ معدُومے بہ ہستی نامدے

اللہ (تعالیٰ) کے کام کے لیے اگر قابل ہونا شرط ہوتا　　تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا

سنّتے بنہادہ و اسباب و طُرُق　　طالباں را زیرِ ایں ازرق تتق

(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھ دیے ہیں　　اس نیلے سراپردہ کے نیچے طلبگاروں کے لیے

بیشتر احوال بر سُنّت رَوَد　　گاہ قدرت خارقِ سُنّت شود

زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں　　کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بن جاتی ہے

سُنّت و عادت نہادہ بامزہ　　باز کردہ خرقِ عادت معجزہ[3]

پُر لطف دستور اور عادت مقرر کی ہے　　پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سبب گر عزّ بما موصول نیست　　قدرت از عزلِ سبب معزول نیست

اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی　　قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کر دینے سے معزول نہیں ہے

اے گرفتارِ سبب بیروں مپر　　لیک عزلِ آں مُسبّب ظن مبر

اے سبب کے پابند (سبب سے) باہر پرواز نہ کر　　لیکن اُس سبب پیدا کرنیوالے کی معزولی کا گمان نہ کر

---

[1] چارہ۔ یہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اس کی اصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس میں تبدیلی کردے۔ دادِ اُو را۔ اللہ جب چاہتا ہے تو ایسے دل میں تبدیلی پیدا کر کے اُس میں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ قابلیت۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض اور عطا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں۔ فیضِ اقدس اور فیضِ مقدس۔ فیضِ اقدس وہ ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ سے اعیان ثابتہ میں پہنچتا ہے اس کے لیے استعداد شرط نہیں ہے اور فیضِ مقدس وہ ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کی طرف آتا ہے یہ بقدر استعداد اور قابلیت پہنچتا ہے۔ اینکہ۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور حضرت موسیٰ کا ید بیضا فیضِ اقدس کی مثالیں ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کے معجزے اُن چیزوں میں سے ہیں جن میں قابلیت شرط نہیں ہے۔

[2] نیست۔ ان معجزات کا اسباب سے مہیا شدہ قابلیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ داد بطور فیضِ اقدس کے ہے۔ قابلی۔ اگر ہر چیز میں قابلیت شرط ہوتو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آسکتا اس لیے کہ معدوم میں اسباب سے مہیا شدہ قابلیت کہاں ہے وہ خود ہی معدوم ہے۔ سنّتے۔ عام حالات میں سنتِ الٰہی یہی ہے کہ اسباب مہیا ہوں اور قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے۔ خارق۔ جب فیضِ اقدس کا معاملہ ہوتا ہے تو سنتِ الٰہی کے خلاف ہوتا ہے۔

[3] معجزہ۔ یہ مشیت الٰہی کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بے سبب۔ عزت اسباب سے حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں ہے کہ بلا سبب عزت عطا فرما دے۔ اے گرفتار۔ عوام کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غفلت نہ برتی جائے۔

ہرچہ خواہد آں مُسبّب آورد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے
قدرتِ[1] مطلق سببہا بردَرد
مطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے

لیک اغلب برسبب راند نفاذ
لیکن وہ عموماً سبب پر مدار رکھتا ہے
تابداند طالبے جُستن مُراد
تاکہ طلبگار مراد کو تلاش کرنا جان جائے

چوں سبب نبود چہ رہ جُوید مُرید
جب سبب نہ ہوتو ارادہ کرنے والا کونسا راستہ ڈھونڈھے
پس سبب در راہ می آید پدید
تو سبب راستہ کے بارے میں نمودار ہوتا ہے

ایں سببہا بر نظرہا پردہاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں
کہ نہ ہر دیدار صُنعش را سزاست
کیونکہ ہر شخص اُس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے

دیدۂ باید سبب سُوراخ کن
سبب میں سوراخ کر دینے والی نگاہ چاہیے
تا حُجب را بر کند از بیخ و بُن
تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اُکھاڑ پھینکے

تا مُسبّب بیند اندر لامکاں
تاکہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے
ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں
کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے

از مُسبّب[2] میرسد ہر خیر و شر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنیوالے کیطرف سے آتی ہے
نیست اسباب و وسائط اے پدر
اے باوا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں

جُز خیالِ مُنعقد بَر شاہراہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے
تابماند دَورِ غفلت چند گاہ
تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

درابتدائے[3] خلقتِ جسمِ آدم علیہ السلام کہ جبرئیل علیہ السلام را اشارت کرد

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ جا،

کہ برو از زمین مُشتِ خاک برگیر و بروایتے از ہر نواحی مُشتِ خاک برگیر

زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہے کہ ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھالے

چونکہ صانع خواست ایجادِ بشر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی
از برائے ابتلائے خیر و شر
خیر اور شر میں آزمانے کے لیے

جبرئیلِ صدق را فرمود رَو
جبرئیل امین نے فرمایا، جا
مُشتِ خاکے از زمیں بستاں گرو
ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے لے

---

[1] قدرتِ مطلق۔ اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے۔ تابداند۔ عوام کی مقصد کی تلاش میں اسباب رہنمائی کرتے ہیں۔ ایں سببہا۔ مقاصد کے اسباب اللہ کی قدرت کیلیے حجاب بنادیے گئے ہیں اس لیے کہ ہر شخص بلاواسطہ قدرت کے مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔ دیدۂ۔ لیکن انسان کو وہ نظر رکھنی چاہیے جو اسباب کو چاک کرکے اصل قدرت کو دیکھ سکے۔ تا مسبب۔ جب مسبب الاسباب کو دیکھ لیگا تو اُسکی نگاہ میں اسباب بے حقیقت بن جائیں گے۔

[2] از مسبب۔ ہر خیر و شر مسبب الاسباب اور وسائل محض خیالی چیزیں ہیں اُن کا مقصد یہ ہے کہ انسان اور غیب پر ایمان کے فضائل حاصل ہو سکیں۔

[3] درابتداء۔ جس وقت حضرت آدمؑ کا پتلا بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لے آؤ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین کے ہر گوشہ سے ایک ایک مٹھی مٹی لانے کا حکم دیا تھا۔ از برائے۔ انسان کی تخلیق میں آزمائش کی حکمت مضمر ہے اور یہ اُسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت طاری رہے۔ جبرئیلِ صدق۔ یعنی صادق جبرئیل۔

اُو میاں بست و بیامد بر زمیں ... تا گذارد امرِ ربُّ العالمیں

وہ کمربستہ ہوئے اور زمین پر آئے ... تاکہ رب العالمین کے حکم کو انجام دیں

دست سُوئے خاکِ بُرد آں مُوتمِر[1] ... خاکِ خود را در کشید و شُد حَذِر

اُس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا ... زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری

پس زباں بکشاد خاک و لابہ کرد ... کز برائے حُرمتِ خَلّاقِ فرد

پھر زمین نے زبان کھولی اور خوشامد کی ... کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل

تَرکِ من گو و برو جانم بہ بخش ... رُو بتاب از من عناں خنگ و رخش

مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جاں بخشی کر دو ... گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو

در کشاکشہائے[2] تکلیف و خطر ... بہرِ اللہ ہِل مرا اندر مبر

خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں ... خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو، اندر نہ لے جاؤ

بہرِ آں لُطفے کہ حَقّت برگزید ... کرد بر تو عِلمِ لوحِ کُل پدید

اُس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپ کو برگزیدہ بنایا ... لوحِ محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا

تا ملائک را مُعلّمِ آمدی ... دائما باحق مُکلّمِ آمدی

یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے اُستاد بنے ... ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے گفتگو کرنے والے بنے

ہم سفیرِ[3] انبیاء خواہی بُدن ... تو حیاتِ جانِ وحیِ نے بدن

آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے ... آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں، نہ کہ بدن کی

برسرافیلت فضیلت بُود ازاں ... کُو حیاتِ تن بُود تُو آنِ جاں

(حضرت) اسرافیل پر آپ کو اسی لیے فضیلت ہے ... کہ وہ بدن کی زندگی ہیں، آپ جان کی ملکیت ہیں

بانگِ صُورش نشاۃِ تنہا بُوَد ... نفخِ تو نشوِ دلِ یکتا بُوَد

اُن کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے ... آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشوونما ہو گا

مغزِ جانِ تن حیاتِ دل بُوَد ... پس زدادش دادِ تو فاضل بُوَد

جسم کی جان کا مغز دل کی زندگی ہے ... اُن کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

باز میکائیل رزقِ تن دہد ... سعیِ تو رزقِ دلِ روشن دہد

پھر (حضرت) میکائیل جسم کا رزق دیتے ہیں ... آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے

اُو بدادِ کیل پُر کردست ذیل ... دادِ رزقِ تو نمی گنجد بہ کیل

اُنھوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے ... آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے

---

[1] مُوتمِر۔فرمانبردار۔خنگ۔اگر گھوڑے کا سفید رنگ مائل بہ سیاہی یا سبزی ہو تو اُس کو سبزہ خنگ کہا جاتا ہے اگر وہ خالص سفید ہے تو نقرہ خنگ کہتے ہیں۔ رخش۔رستم کے گھوڑے کا نام ہے، ہر وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سُرخ ہو۔

[2] در کشاکشہائے۔چونکہ زمین کو معلوم تھا کہ اس سے حضرت آدمؑ کا پتلا بنے گا اور امتحان اور آزمائش کی کشمکش میں مبتلا ہو گا لہٰذا وہ گھبرا رہی تھی۔لوحِ کل۔ لوحِ محفوظ۔مکلّم۔حضرت جبرئیل وحی لے کر آتے ہیں تو اُن کا خدا سے کلام ہوتا ہے۔

[3] ہم سفیر۔حضرت جبرئیل اللہ کا پیغام اور وحی انبیاء کے پاس لے کر آتے ہیں اور وحی روح کی حیات ہے۔برسرافیلت۔حضرت اسرافیل حشر میں صُور پھونکیں گے تو سب مُردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔نشاۃ۔پیدائش۔تنہا۔اجسام۔پس۔حضرت اسرافیل کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔میکائیل۔حضرت میکائیل کا کام رزق کی تقسیم ہے۔

ہم ز عزرائیل[1] با قہر و عطب
(حضرت) عزرائیل قہر اور ہلاکت والے سے بھی

تو بہی چوں سبقِ رحمت بر غضب
آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے

حاملِ عرش ایں چہاراند و تو شاہ
یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ شاہ ہیں

بہترینِ ہر چہارے زانتباہ
ازروئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں

روزِ محشر ہشت بینی حاملانش
حشر کے دن آپ اس کے اٹھانیوالے آٹھ دیکھیں گے

ہم تو باشی افضلِ ہشت آزمائش
اُس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہوں گے

ہمچنیں بر می شمرد و می گریست
وہ اس طرح گناتی تھی اور روتی تھی

بوئے میبُرد اُو کزاں مقصود چیست
اُس نے بھانپ لیا تھا کہ اُس سے مقصد کیا ہے

معدنِ[2] شرم و حیا بُد جبرئیل
(حضرت) جبرئیل شرم اور حیا کی کان تھے

بست آں سوگندہا بروے سبیل
اُن قسموں نے اُن کا راستہ روک دیا

بسکہ لابہ کردش و سوگند داد
(زمین نے) اُن کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی

بازگشت و گفت یاربَّ العِباد
وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا، یارب العباد

کہ نبودم من بکارت سرسری
میں تیرے کام میں ست نہ تھا

لیک ازانچہ رفت تو دانا تری
لیکن جو ہوا تو اُس کو خوب جانتا ہے

گفت[3] نامے کہ ز ہولش اے بصیر
اے بصیر! اُس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رعب سے

ہفت گردوں بازماند از مَسیر
ساتوں آسمان گردش سے رُک جائیں

چوں بنامِ تو مرا سوگند داد
جب اس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی

رحمت عام ست و احسان و وداد
تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے

شرم آمد گشتم از نامت خجل
مجھے شرم آ گئی، میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہو گیا

ورنہ آسان ست نقلِ مُشتِ گِل
ورنہ ایک مٹھی مٹی کا نقل کرنا آسان ہے

کہ تو زورے دادہ املاک را
کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے

کہ بدرّانند ایں افلاک را
کہ وہ آسمانوں کو چاک کر دیں

مُشتِ خاکے راچہ قدر و قوت ست
ایک مٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے

برگرفتن لیک غالب رحمت ست
اُٹھا لینے میں، لیکن رحمت غالب ہے

---

[1] عزرائیل۔ اُن کا کام رُوح قبض کرنا ہے لہٰذا صفتِ قہر کے مظہر ہیں۔ ایں چہار۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام۔ روزِ محشر۔ قرآن پاک میں ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ "اور اس وقت تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائیں گے"۔ بوئے۔ وہ مٹی سمجھ گئی تھی کہ اُس کو لے جانے کا مقصد کیا ہے۔

[2] معدن۔ چونکہ حضرت جبرئیل شرم وحیا کی کان ہیں وہ قسموں کی وجہ سے مٹی اٹھانے سے رُک گئے۔ بسکہ۔ جب زمین نے بہت خوشامد کی وہ دربارِ حق میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تعمیلِ حکم میں سستی نہیں برتی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ تیرے علم میں ہے۔

[3] گفت۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ اُس زمین نے آپ کے اُس نام کا واسطہ دے دیا جس کی ہول سے آسمان کی گردش رُک جائے تو مجھے شرم آ گئی اور زمین سے مٹی نہ لے سکا ورنہ تو نے مجھے وہ قوت عطا کی ہے کہ زمین تو کیا چیز ہے میں آسمانوں کو چاک کر ڈالوں۔

فرستادنِ میکائیل علیہ السلام را بقبضِ قُبضۂ خاک از زمین

حضرت میکائیلؑ کو بھیجنا زمین کی مٹی بھر ایک مٹھی لینے کے لیے انسانوں

جہتِ ترکیب و ترتیبِ جسمِ مبارکِ ابُوالبشرؑ خلیفۃُ الحق

کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لیے جو اللہ تعالیٰ

مسجود الملائکۃ و معلّمہم حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ

کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور ان کے اُستاد حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ

الصلوٰۃ والسلام

الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت[1] میکائیلؑ را رَو تو بزیر — مُشتِ خاکے در رُبا از وے دلیر

(حضرت) میکائیلؑ سے فرمایا تو نیچے جا — اے بہادر! اُس سے ایک مٹھی مٹی اُڑا لا

چونکہ میکائیلؑ شُد تا خاکداں — دست کرد اُو تاکہ بر باید ازاں

جب (حضرت) میکائیلؑ زمین پر پہنچے — ہاتھ بڑھایا، تاکہ اُس میں سے لے لیں

خاک لرزید و در آمد در گُریز — گشت اُو لابہ کُناں و اشک ریز

زمین کانپی اور اُس نے گریز کیا — وہ خوشامد کرنے لگی اور اُس نے آنسو بہائے

سینہ سُوزاں لابہ کرد و اجتہاد — با سرشکِ خونیش سوگند داد

جلے دل سے اُس نے خوشامد اور کوشش کی — خون کے آنسوؤں کے ساتھ اُن کو قسم دی

کہ بہ[2] یزدانِ لطیفِ بے ندید — کہ بکردت حاملِ عرشِ مجید

کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے — جس نے آپ کو عرشِ مجید کا اُٹھانے والا بنایا ہے

کیلِ ارزاقِ جہاں را مُشرفی — تشنگانِ فضل را تو مُغرفی

آپ جہان کے رزقوں کے پیمانہ کے نگراں ہیں — (اللہ کے) فضل کے پیاسوں کو آپ چلو بھر کر دینے والے ہیں

زانکہ میکائیلؑ از کیل اشتقاق — دارد و کیّال شُد در ارتزاق

کیونکہ میکائیلؑ کیل سے مشتق — ہے اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانہ سے ناپ کر دینے والا ہے

کہ اَمانم دہ مرا آزاد کُن — بیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن

مجھے امن دے دیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے — دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہی ہوں

معدنِ[3] رحمِ اِلٰہ آمد ملک — گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک

فرشتہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت کی کان ہوتا ہے — (حضرت میکائیلؑ نے) کہا کہ میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟

---

[1] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ کے بعد حضرت میکائیلؑ کو حکم ہوا کہ تم جا کر زمین کی مٹی لے آؤ جب میکائیلؑ زمین کے پاس پہنچے تو وہ لرزنے لگی اور اس کی خوشامد کرنے لگی اور رو رو کر قسمیں دینے لگی۔

[2] کہ بہ یزداں۔ حضرت میکائیلؑ رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں۔ مشرف۔ نگراں۔ مغرف۔ چلو بھرنے والا۔ زانکہ۔ مولانا نے میکائیل کو کیل سے مشتق قرار دیا ہے حقیقتاً یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عبرانی لفظ ہے کیل عربی لفظ ہے اس سے یہ نہیں بنا ہے۔

[3] معدن۔ فرشتوں کی فطرت رحم کرنا اور شیطان کی فطرت ظلم کرنا ہے۔ خدا کی صفتِ رحمت صفتِ غضب پر غالب ہے۔

ہم چناں کہ معدنِ قہر ست دیو | کہ بر آورد از بنی آدمؑ غریو
جس طرح شیطان قہر کی کان ہے | جس نے بنی آدم میں شور برپا کر دیا ہے

سبقِ رحمت برغضب ہست اے فتا | لُطف غالب بُود در وصفِ خدا
اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے | خدا کی صفات میں مہربانی غالب ہے

بندگاں[1] دارند لا بد خُوئِ اُو | مَشکہا شاں پُرز آبِ جُوئِ اُو
بندے لامحالہ اُس کی عادت رکھتے ہیں | اُن کی مشکیں اُس کی نہر سے پُر ہیں

آں رسولِ حق قلاوزِ سلوک | گفت اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْك
اللہ کے رسولؐ سلوک کے رہنما | نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفت[2] میکائیلؑ سُوئِ ربِّ دیں | خالی از مقصود دست و آستیں
(حضرت) میکائیلؑ دین کے رب کے جانب چلے گئے | ہاتھ اور آستین، مقصود سے خالی تھا

گفت اے دانائِ سِرّ و شاہِ دیں | کرد خاکِ لابہ گر نوحہ و انیں
عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ! | خوشامدی زمین نے آہ و بکا شروع کر دی

خاکم از زاری و نوحہ پست کرد | گریۂ بسیار کرد آں رُوئِ زرد
زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کر دیا | وہ زرد رُو بہت روئی

آبِ دیدہ پیشِ تو باقدر بُوز | من نتانستم کہ آرم ناشُنُود
تیرے سامنے آنسو باعزت تھے | میں ان سُنی نہ بنا سکا

آہ و[3] زاری پیشِ تو بس قدر داشت | من نتانستم حقوقِ آں گذاشت
آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے | میں اُس کے حقوق کو نظر انداز نہ کر سکا

پیشِ تو بس قدر دارد چشمِ تر | من چگونہ گشتمے اِستیزہ گر
پُرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رتبہ رکھتی ہے | میں کیسے جھگڑالو بنتا؟

دعوتِ زاریست روزے پنج بار | بندہ را کہ در نماز آو بزار
ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے | بندے کو، کہ نماز میں آ اور رو

نعرۂ موذّنِ کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح | آں فلاح ایں زاریست و اقتراح
موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ" | وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے

آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی | راہِ زاری بردلش بستہ کنی
جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے | اُس کے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کر دیتا ہے

---

[1] بندگاں۔ جو اللہ کے خاص بندے ہیں اُن میں اپنے مولیٰ کے صفات ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے لوگ بادشاہوں کا دین اختیار کرتے ہیں لہٰذا خدا کے بندے خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں۔

[2] رفت۔ زمین کے رونے دھونے پر میکائیلؑ بھی خالی ہاتھ واپس ہوگئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! تیرے دربار میں آنسوؤں کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ میں اس رونے کو ان سنا نہ بنا سکا۔

[3] آہ و زاری۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کا ایک آنسو شہید کے خون کے قطرہ کی برابر سمجھا گیا ہے۔ دعوت۔ پنجوقتہ اذان گویا اللہ کے دربار میں گریہ و زاری میں مبتلا کرتا ہے، اُس سے آہ و زاری کی کیفیت سلب کر لیتا ہے، آہ و زاری انسان کی سفارشی ہے جب سفارشی نہ ہوگا تو گرفتارِ بلا ہو جائے گا۔

تا فرود آید بلا بے دافعے — چوں نباشد از تضرّع شافعے
تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے — جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہو گا

وانکہ خواہی کز بلایش واخری — جانِ اُو را در تضرّع آوری
اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے — اُس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے

گفتۂ[1] اندر نُبے کاں اُمتاں — کہ بر ایشاں آمد آں قہرِ گراں
تو نے قرآن میں کہا ہے کہ وہ اُمتیں — جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرّع می نہ کردند آں نفس — تا بلا ز ایشاں گشتے باز پس
انھوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی؟ — تاکہ اُن سے بلا واپس ہو جاتی

لیک دلہا شاں چوقاسی گشتہ بُود — آں گنہ ہاشاں عبادت می نمود
لیکن چونکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے — وہ گناہ اُن کو عبادت معلوم ہوتے تھے

تانداند خویش را مُجرم عنید — آب از چشمش کجا داند دوید
جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے — آنسو اُس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے؟

قصۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرّع وزاری دافعِ بلائے آسمانی ست و حق تعالیٰ فاعلِ مختار ست پس تضرّع و زاری[2] و تعظیم پیشِ اُو مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل بطبع ست و بعلت نہ مختار پس تضرّع طبع را نگرداند

(حضرت) یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے لیے دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے تو عاجزی اور زاری اور تعظیم اُس کے سامنے مفید ہو گی اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ طبعًا اور علت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قومِ[3] یونسؑ راچو پیدا شد بلا — ابر پُر آتش جُدا شد از سما
جب (حضرت) یونسؑ کی قوم کے لیے بلا ظاہر ہوئی — آگ بھرا ابر آسمان سے جُدا ہوا

برق می انداخت میسوزید سنگ — ابر می غرید رُخ میریخت رنگ
بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا — بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا

جملہ گاں بر بامہا بُودند شب — کہ پدید آمد زبالا آں کُرَب
رات کو سب بالاخانوں پر تھے — کہ اُوپر سے وہ مصیبتیں رونما ہو گئیں

---

[1] گفتۂ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ" جبکہ ہمارا عذاب اُن کو پہنچا تھا انھوں نے گریہ زاری کیوں نہ کی اور لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ آں گنہ۔ دل سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عبادت سمجھتے تھے۔

[2] زاری۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بااختیار ہے لہٰذا آہ وزاری سے مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے افعال طبعی طور پر بغیر اختیار کے صادر ہوتے ہیں جس طرح کہ آگ سے جلانے کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا ہے لہٰذا آہ وزاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[3] قومِ یونس۔ حضرت یونسؑ کی قوم رات کو بالا خانوں پر سو رہی تھی اُن پر ایسا ابر آیا جو آگ برسا رہا تھا جس سے اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ بامہا۔ بالا خانے۔ کُرَب۔ مصائب، یعنی آگ برسانے والا بادل۔

جُملگاں از بامہا زیر آمدند — سر برہنہ جانبِ صحرا شُدند
بالا خانوں سے سب نیچے اُتر آئے — ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے

مادران بچگاں بُروں[1] انداختند — تا ہمہ نالہ و نفیر افراختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا — حتیٰ کہ سب نے گریہ و زاری بلند کی

از نمازِ شام تا وقتِ سحر — خاک می کردند برسر آں نفر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک — وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جُملگی آوازہا بگرفتہ شُد — رحم آمد برسرِ آں قومِ لُد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں — اس جھگڑالو قوم پر رحم آ گیا

بعدِ نومیدی و آہِ ناشگفت — اندک اندک ابر واگشتن گرفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد — ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا

قصۂ یونسؑ دراز ست و عریض — وقتِ خاکست و حدیثِ مستفیض
(حضرت) یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے — مٹی اور مشہور قصہ کا وقت ہے

چوں تضرُّع را برِ حق قدرہاست — آں[2] بہا کانجاست زاری را کجاست
چونکہ آہ و زاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے — آہ و زاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟

ہیں اُمید اکنوں میانِ را چُست بند — خیز اے گریندہ و دائم بخند
خبردار! امید رکھ، اب کمر خوب کس لے — اے رونے والے! اُٹھ اور ہمیشہ کے لیے مسکرا

باتضرُّع باش تا شاداں شوی — گریہ کُن تا بیدہاں خنداں شوی
آہ و زاری کر تاکہ تو خوش رہے — رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے

کہ[3] برابر می نہد شاہِ مجید — اشک را در فضل باخونِ شہید
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے — فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ

لابہ کرد و اشکِ چشمِ خویش راند — رحمت آمد واں غضب را وانشاند
اُس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے — رحمت آ گئی اور غضب کو فرو کر دیا

فرستادنِ اسرافیل علیہ السلام را بخاک کہ بروو قبضۂ برگیر از خاک بہرِ ترکیبِ جسمِ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا، کہ جاؤ اور حضرت آدمؑ "ہمارے نبی اور اُن پر درود و سلام ہو" کے جسم کے بنانے کے لیے ایک مٹھی مٹی لے آؤ

---

[1] بُروں۔ یعنی گھروں سے باہر۔ از نمازِ شام۔ یعنی مغرب کے وقت سے۔ لُدّ۔ اَلدّ کی جمع ہے سرکش۔ بعدِ نومیدی۔ وہ اپنی نجات سے مایوس ہو چکے تھے لیکن اُنکی آہ وزاری سے وہ آتش فشاں ابر ہٹ گیا۔ وقتِ خاک یعنی زمین کی مٹی لینے کے قصہ کے بیان کا وقت ہے۔ حدیثِ مستفیض۔ مشہور بات، طویل بات۔

[2] آں بہا۔ آہ وزاری کی جو قیمت خدا کے دربار میں لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی ہے۔ دائم بخند۔ جو خدا کے دربار میں آہ وزاری کرے اُس کو دائمی مسرت میسر آ جاتی ہے۔ باتضرُّع۔ خدا کے دربار میں رونے سے قلب کو ایک دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

[3] کہ برابر۔ حدیث شریف ہے۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَۃِ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃِ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ "دو قطروں سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک تو آنسوؤں کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے۔

گفت[1] اسرافیلؑ رایزدانِ ما
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیلؑ سے فرمایا
کہ بروزاں خاک پُرکن کف بیا
کہ جاؤ، اس مٹی سے مٹھی بھرو، آ جاؤ

آمد اسرافیلؑ ہم سُوئے زمیں
(حضرت) اسرافیلؑ بھی زمین کی جانب آئے
باز آغازید خاکستاں حنیں
زمین نے پھر رونا شروع کر دیا

کاے فرشتۂ صُور و اے بحرِ حیات
کہ اے صُور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!
کہ ز دمہائے تو جاں یابد موات
کہ آپ کے سانسوں سے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں

دُر دمی در صُوریک بانگ عظیم
آپ صُور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے
پُرشود محشر خلائق از رمیم
محشر بوسیدہ ہڈیوں کی زندہ مخلوق سے پُر ہو جائے گا

دردمی[2] دَر صُور و گوئی الصّلا
آپ صُور میں پھونکیں گے اور کہیں گے، بلاوا ہے
برجہید اے کُشتگانِ کربلا
اے کربلا کے شہیدو! اُٹھ کھڑے ہو

اے ہلاکت دیدگاں از تیغِ مرگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!
برزنید از خاک سرچوں شاخ و برگ
شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر اُبھارو

رحمتِ تو واں دمِ گیرایِ تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دم کرنا
پُرشود ایں عالم از اِحیایِ تو
یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
آپ فرشتۂ رحمت ہیں، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں
حاملِ عرشی و قبلہ دادہا
آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں

عرش[3] معدنگاہِ داد و معدلت
عرش، انصاف اور عدل کی کان ہے
چار جُو در زیرِ اُو پُر مغفرت
مغفرت سے پُر، چار نہریں اُس کے نیچے ہیں

جُویِ شیر و جُویِ شہدِ جاوداں
دودھ کی نہر اور نہ ختم ہونے والے شہد کی نہر
جُویِ خمر و دجلۂ آبِ رواں
شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ

پس زعرش اندر بہشتاں رَوَد
پھر وہ عرش سے، جنت کے اندر پہنچتی ہیں
در جہاں ہم چیز کے ظاہر شود
دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں

گرچہ آلودست اینجا آں چہار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں
ازچہ از زہرِ فنائے ناگوار
کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے

جرعۂ برخاکِ تیرہ ریختند
انھوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا
زاں چہار و فتنۂ انگیختند
اُن چاروں سے، اور فتنہ برپا کر دیا

---

[1] گفت۔ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسرافیلؑ سے کہا تم زمین کی ایک مٹھی مٹی لے آؤ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ فرشتۂ صور۔ حضرت اسرافیلؑ محشر میں صُور پھونکیں گے جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے۔ بحرِ حیات۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور سب کو زندگی بخش دے گا۔ رمیم۔ بوسیدہ ہڈی۔

[2] دردمی۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور پھونکنا مردوں کو زندگی کی دعوت ہے۔ کربلا۔ موضع کربلا مراد ہے جو عراق میں ہے یا دنیا جو مصائب کی جگہ ہے۔ رحمت۔ اے اسرافیلؑ تمہارے کرم سے پورا عالم زندہ ہو جائے گا۔ حاملِ عرشی۔ حضرت اسرافیلؑ بھی عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔

[3] عرش۔ عرش کے نیچے سے دودھ، شہد، شراب، پانی کی چار نہریں بہتی ہیں۔ پُر مغفرت۔ ان نہروں سے وہ سیراب ہونگے جن کی مغفرت ہو جائیگی۔ در جہاں۔ ان نہروں کے آثار دنیا میں بھی ہیں۔ فنا۔ دنیا میں ان نہروں کے آثار فانی ہیں۔ جُرعہ۔ ان چاروں کے ایک ایک چلو سے آدمؑ کی مٹی کا خمیر بنایا۔

تابجویند[1] اصلِ آنرا ایں خساں
تاکہ یہ کمینے، اُن کی اصل کو تلاش کریں

شیر دادہ پرورشِ اطفال را
بچوں کی پرورش کے لیے دودھ دیا

خمر دفعِ غصّہ و اندیشہ را
شراب، غصہ اور فکر کو دور کرنے کے لیے

انگبیں دارو تنِ رنجور را
شہد، مریض کے جسم کے لیے دوا ہے

آبِ[2] بہرِ عام اصل و فرع را
پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لیے

تا ازینہا پے بری سُوئے اصول
تاکہ تو ان سے اصل کا پتا لگائے

بشنو اکنوں ماجرائے خاک را
اب مٹی کا قصہ سن

پیشِ اسرافیلؑ گشتہ اُو عبوس
وہ (حضرت) اسرافیلؑ کے سامنے تُرشرو بنی

کہ[3] بحقِ ذات پاکِ ذُوالجلال
کہ اللہ (تعالیٰ) کی پاک ذات کا واسطہ

من ازیں تقلید بُوی میبرم
میں اس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں

تو فرشتہ رحمتی رحمت نُما
آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں

اے شفاءِ رحمتِ اصحابِ درد
اے درد مندوں کی شفا اور رحمت!

زود اسرافیلؑ باز آمد بشاہ
(حضرت) اسرافیلؑ فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے

خود بدیں قانع شُدند ایں ناکساں
نالائق خود اس پر قناعت کر بیٹھے

چشمہ کردہ سینہءِ ہرزال را
ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

چشمہ کردہ از عِنب درباغہا
باغوں میں انگور سے، (اس کا) چشمہ جاری کر دیا

چشمہ کردہ باطنِ زنبور را
شہد کی مکھی کے باطن کو (اُس کا) چشمہ بنا دیا

از برائے طُہر و بہرِ کرع را
پاکی اور پینے کے لیے

تو بدیں قانع شُدی اے بُوالفضول
اے لغو! تو نے اس پر قناعت کر لی

کہ چہ میگوید فسوں محراک را
کہ حرکت دینے والے (اسرافیلؑ) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟

میکند صد گونہ شکلِ چاپلوس
خوشامد کی سیکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی

کہ مدار ایں قہر رابر من حلال
یہ ظلم مجھ پر جائز نہ رکھیے

بدگمانی میرود اندر سرم
میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے

زانکہ مُرغے رانیازارد ہُما
کیونکہ ہُما، پرند کو نہیں ستاتا ہے

تو ہُماں کُن کاں دو نیکوکار کرد
آپ وہی کیجیے جو اُن دو پہلوں نے کیا

گفت عُذر و ماجرا نزدِ اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) سے عذر اور قصہ بیان کیا

---

[1] تابجویند۔ یہ اس لیے کیا گیا تاکہ بنی آدم اُن اصل نہروں کی تلاش میں لگیں۔ شِیر۔ دودھ کی نہر کا اثر ماں کے پستان میں ظاہر ہوا ہے۔ ازعنب۔ انگور میں خمر کی نہر کا اثر آیا۔ زنبور۔ شہد کی مکھی شہد کی نہر کا اثر ہے۔

[2] آب۔ دنیاوی پانی میں پانی کی نہر کی اصل ہے۔ محراک۔ حرکت کا آلہ یعنی اسرافیلؑ۔ عبوس۔ تُرشرو۔

[3] کہ اے بحق۔ زمین نے چاپلوسی کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت اسرافیلؑ کو اللہ کی قسمیں دینے لگی۔ تقلید۔ گلے میں قلادہ ڈالنا۔ ہما۔ شریف پرند ہے کسی جاندار پرند کا شکار نہیں کرتا بلکہ سوکھی ہڈیوں پر گذارہ کرتا ہے۔ ماجرا۔ یعنی زمین سے اُن کی جو بات چیت ہوئی۔

کز بروں[1] فرماں بدادی کہ بگیر — عکسِ آں اِلہام دادی در ضمیر
کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے — دل میں اُس کے برعکس الہام کر دیا

اَمر کردی در گرفتن سُوئے گوش — نہی کردی از قساوت سُوئے ہوش
تو نے کان کو، لے لینے کا حکم دیا — عقل کو سختی کرنے سے منع کر دیا

رحمتِ اُو بیحدست و بیکراں — اُو حکیم ست و کریم۔ و مہرباں
اُس کی رحمت لا انتہا اور لامحدود ہے — وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے

سبقِ رحمت گشت غالب بر غضب — اے بدیعِ افعال نیکوکار ربّ
رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے — اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

فرستادنِ[2] عزرائیل علیہ السلام مَلَکُ العزم والحزم را بگرفتن قُبضہء خاک تا ساختہ شود جسمِ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام چالاک و راست کار، والتفات ناکردنِ عزرائیل علیہ السلام بر تضرّعِ خاک

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹھی بھر مٹی لینے کے لیے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (اُن پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیل کا زمین کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا۔

گفت[3] یزداں زود عزرائیل را — کہ ببیں آں خاکِ پُر تخییل را
اللہ (تعالیٰ) نے فوراً عزرائیل سے فرمایا — کہ اُس خیالات سے بھری، زمین کو دیکھ

آں ضعیفِ زال و ظالم را بیاب — مُشت خاکے زو بیاور ہیں شتاب
کمزور، ظالم بڑھیا کے پاس پہنچ — خبردار! جلد اُس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ

رفت عزرائیل سرہنگِ قضا — سُوئے کُرّہ خاک بہرِ اِقتضا
موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیل روانہ ہو گئے — تقاضا کرنے کے لیے زمین کے کُرہ کی جانب

خاک بر قانوں نفیر آغاز کرد — داد سوگندش بسے سوگند خورد
خاک نے دستور کے مطابق چلانا شروع کر دیا — اُن کو قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں

کاے غلامِ خاص وے حمّالِ عرش — اے مُطاعُ الامر اندر عرش و فرش
کہ اے خاص بندے اور اے عرش کے اُٹھانے والے! — اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم و سردار!

---

[1] کز بروں۔ حضرت اسرافیل نے خدا سے عرض کیا بظاہر آپ کا یہ حکم ہوا کہ میں مٹی لے آؤں اور میرے دل میں آپ نے ہی یہ بات پیدا کر دی کہ میں اُس کی خوشامد پر رحم کروں۔ قساوت۔ سخت دلی۔ رحمتِ اُو۔ مولانا فرماتے ہیں باطنی الہام رحمت کا وظیفہ ہے۔

[2] فرستادن۔ حضرت اسرافیل کے ناکام ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو مٹی لینے کے لیے بھیجا۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ حزم۔ پختہ کاری۔ چالاک و راست کار۔ یہ جسم کی صفت ہے۔

[3] گفت۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو حکم دیا کہ زمین کی مٹی لاؤ۔ پُر تخییل۔ چونکہ زمین طرح طرح کے عذر کر رہی تھی۔ سرہنگ۔ سپاہی۔ اقتضاء۔ وصول کرنا۔ بر قانون۔ یعنی جس طرح اُس نے جبرئیل وغیرہ کی خوشامد کی تھی۔ مطاع الامر۔ وہ شخص جس کا حکم مانا جائے۔

روِ[1] بحقِ رحمتِ رحمٰنِ فرد
یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جایئے
رو بحقِ آنکہ باتو لطف کرد
اُس ذات کے طفیل چلے جایئے جس نے آپ پر مہربانی کی

حقِ شاہے کہ جز اُو معبود نیست
اُس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
پیشِ اُو زاریِ کس مردود نیست
اُس کے دربار میں کسی کی (آہ و) زاری مردود نہیں ہے

حقِ حقِ حق کہ دست از من بدار
اللہ (تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جایئے
اے تُرا از حق فضیلت بے شمار
اے وہ کہ آپ کے لیے اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے بیشمار فضیلتیں ہیں

گفت[2] نتوانم بدیں افسوں کہ مَن
اُن (عزرائیل) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کر سکتا ہوں کہ میں
رُو بتابم زامرِ اُو سِرّ و علن
اُس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود اُو بحلم
اُس نے کہا آخر اُس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کا بھی حکم دیا ہے
ہر دو امر اند ایں بگیر ازراہِ علم
دونوں حکم ہیں ازروئے علم، اس حکم کو اختیار کر لیجئے

گفت آں تاویل باشد یا قیاس
انھوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہو گا
در صریحِ امر کم جُو التباس
صاف حکم میں شبہ نہ نکال

فکرِ خود را گر کُنی تاویل بہ
اگر تو اپنے خیال کی تاویل کر لے، بہتر ہے
کہ کُنی تاویلِ آں نا مُشتبہ
بہ نسبت اُس کے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے

دل ہمی سوزد مرا بر لابہ ات
تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے
سینہ ام پُر خُون شُد از شورابہ ات
تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پُرخون ہو رہا ہے

نیستم[3] بے رحم بل زاں ہر سہ پاک
میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ اُن تین پاکوں سے
رحم بیشستم بتو اے درد ناک
اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آ رہا ہے

گر طپانچہ میزنم من بر یتیم
اگر میں، یتیم کے طمانچہ ماروں
ور دہد حلوا بدستش آں حلیم
اور اگر وہ حلیم، اُس کے ہاتھ میں حلوا دے

ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے اُو
اُس کے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے
ور شود غرّہ بحلوا وائے اُو
اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اُس پر افسوس ہے

بر نفیرِ تو جگر میسوزدم
تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے
لیک حق، قہرے ہمی آموزدم
لیکن اللہ تعالیٰ مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے

لُطفِ مخفی درمیانِ قہرہا
قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے
در خذف پنہاں عقیقِ بے بہا
کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے

1. رو بحق۔ زمین نے اُن کو خدا اور اُس کی صفات کی قسمیں دینی شروع کر دیں۔ پیشِ او۔ اللہ تعالیٰ آہ و زاری پر ضرور رحم فرماتا ہے۔ حق۔ پہلا حق قسم کے معنی میں ہے یعنی بقسم حق تعالیٰ۔ افسوں۔ یعنی زمین کی باتیں۔

2. گفت۔ زمین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری مٹی لے جانے کا بھی حکم دیا ہے اور بُردباری برتنے کا بھی حکم ہے۔ لہٰذا اُن میں سے بردباری کو اختیار کر لیجیے اور مجھے معاف کر دیجیے۔ گفت۔ حضرت عزرائیل نے کہا کہ مامور بہ حکم کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنا بالکل غلط تاویل اور غلط قیاس ہے۔ نا مشتبہ۔ یعنی صریح حکم۔ شورابہ۔ یعنی آنسو۔

3. نیستم۔ عزرائیل نے کہا میں پہلے تینوں فرشتوں سے بھی زیادہ رحم کرنیوالا ہوں۔ گر طپانچہ۔ اللہ کی جانب سے وہ مصیبت اور ابتلا جو آخرت کی بہبودی کا سبب بنے اُس نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو گمراہی کا سبب بن جائے۔ لطف۔ اللہ تعالیٰ مصائب کو اُخروی عروج کا سبب بناتا ہے تو اس قہر میں مہر مخفی ہوتی ہے۔

قہرِ[1] حق بہتر ز صد لُطفِ من ست
اللہ تعالیٰ کا قہر میری سیکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے
بدتریں قہرش بہ از لُطفِ دوکون
اُس کا بدترین قہر دونوں جہان کی مہربانی سے بہتر ہے
لُطفہائے مضمر اندر قہرِ اُو
اُس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں
ہیں رہا کُن بدگمانی و ضلال
خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے
آں[2] تعالِ اُو تعالیہا دہد
اُس کا آ جا، کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا
بارے آں امرِ سنی را ہیچ ہیچ
اب اُس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی
ایں ہمہ نشنید آں خاکِ نژند
اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا
بازاز نوعِ دگر آں خاکِ پست
پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے
گفت[3] نے برخیز نبُود زیں زیاں
انھوں نے کہا اُٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہو گا
کژ میندیش و مکن لابہ دگر
اُلٹا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر
بندہ فرمانم نیارم ترک کرد
میں حکم کا بندہ ہوں، میں ترک نہیں کر سکتا ہوں
جُز ازاں خلاقِ گوش و چشم و سَر
اُس کان اور آنکھ اور سر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ
گوشِ من از گفت غیرِ اُو کرست
اُس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے

منع کردن جاں ز حق جاں کندن ست
اللہ تعالیٰ سے جان، بچانا جاں کنی ہے
نِعم رَبُّ العالمین و نِعم عون
پروردگارِ دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے
جاں سپُردن جاں فزاید بحرِ اُو
اُس کے لیے جان دینا، جان کو بڑھاتا ہے
سر قدم کُن چونکہ فرمودت تعال
سر کو پاؤں بنا لے جبکہ اُس نے تجھے حکم دیا ہے، کہ آ جا
مستی و جُفت و نہالیہا دہد
مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا
من نیارم کرد وہن و پیچ پیچ
میں سُست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں
زاں گمانِ بد بُدش در گوش بند
اُس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں رکاوٹ تھی
لابہ و سجدہ ہمی کرد اُو چو مست
مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی
من سر و جاں می نہم رہن و ضماں
میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں
جُز بداں شاہِ رحیم دادگر
سوائے اُس منصف، رحیم شاہ کے
امرِ اُو کز بحر انگیزید گرد
اُس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اُڑا دی
نشنوم از جانِ خود ہم خیر و شر
میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بُری بات نہ سنوں گا
امرِ اُو از جانِ شیریں خوشترست
اُس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے

1. قہرِ حق۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قہر بھی ہے تو میرے اُس رحم سے بدرجہا افضل ہے جو میں تجھ پر کروں اور تجھ میں سے مٹی نہ لوں، اللہ کے حکم پر اگر جان سے بھی دریغ کی جائے تو وہ ہلاکت ہے۔ جاں سپردن۔ اللہ کے حکم کے مطابق جان سونپ دینا جان کی افزائش کا سبب ہے۔ سر قدم کن۔ یعنی سر کے بل چل پڑ۔
2. آں تعال۔ اللہ کا یہ حکم کہ "آ جا" جنت کی نعمتوں سے مالا مال کر دیگا۔ بارے۔ عزرائیل نے کہا میں اللہ کے حکم کے جاری کرنے میں کوئی تامل نہ کروں گا۔ ایں ہمہ۔ حضرت عزرائیل کی ساری نصیحتیں بیکار ہوئیں اسکی بدگمانی نے اُس کو بہرا بنا دیا تھا۔ باز۔ اس زمین نے حضرت عزرائیل کی خوشامدیں پھر شروع کر دیں۔
3. گفت۔ حضرت عزرائیل نے زمین سے کہا کہ حکم خداوندی کی تعمیل تیرے لیے مفید ہے میری ذمہ داری ہے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ بندہ۔ میں اللہ کے حکم کا غلام ہوں۔ اس کا حکم ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ جُز۔ میں اللہ کی بات کے سوا اپنی جان کی بھی کوئی بات نہیں سنتا ہوں۔ امرِ اُو۔ اُس کا حکم مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارا ہے۔

جان[1] از وے آمد نیامد اُو ز جان　صد ہزاراں جان دہد اُو رائگان

جان اُس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا ہے　وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے

جان چہ باشد کش گزینم بر کریم　کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم

جان کیا ہوتی ہے کہ میں اُس کو کریم پر ترجیح دوں　کھٹل کیا ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے میں کملی جلاؤں؟

من ندانم خیر اِلّا خیرِ اُو　صُم و بکم و عمی من از غیرِ اُو

میں اُس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں　میں اُس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں

گوشِ من کرست از زاری کناں　کہ منم در کفِ اُو ہمچو سِناں

رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے　کیونکہ میں اُس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

در بیان[2] آنکہ مخلوقیکہ تُرا از وے ظلمے رسد بحقیقت اُو ہمچوں آلتے

اس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ درحقیقت ایک آلہ کی طرح

استؔ، عارف آں بُود کہ بحق رجوع کُند نہ بآلت و اگر بآلت

ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب

رجوع کُند ظاہراً نہ از جہل کُند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید

وہ اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی

قُدِّس سِرُّہ گفت کہ چندیں سال ست کہ من[3] با مخلوق سخن

وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہو گئے ہیں کہ میں نے

نگفتہ ام ، از مخلوق سخن نشنیدہ ام و لیکن خلق چنیں پندارند

مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں

کہ با ایشان میگویم و از ایشاں می شنوم زیراکہ ایشان مخاطبِ اکبر

اُن سے کہتا ہوں اور اُن سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں

را نمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحالِ من و التفاتِ

کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ

مستمعِ عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قَالَ الْجِدَارُ

صدائے بازگشت کی طرف نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل سے کہا

لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِیْ قَالَ الْوَتَدُ اُنْظُرْ اِلٰی مَن یَّدُقُّنِیْ

کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اُسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

---

1. جاں۔ جان تو اللہ کی دی ہوئی ہے اگر اُس کے حکم پر جان جائے تو وہ سیکڑوں جانیں عطا کر سکتا ہے۔ جاں چہ باشد۔ اللہ کے مقابلہ میں جان حقیر ہے۔ کیک۔ میں تھوڑے فائدہ کی خاطر بڑا نقصان نہیں برداشت کر سکتا۔ گوش۔ اُس کے حکم کو کسی کی آہ وزاری سے نہیں ٹالا جا سکتا میں اُسکے حکم کے سامنے مجبور محض ہوں۔

2. دربیان۔ جو اہل اللہ ہیں وہ ہر معاملہ میں مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اسباب کو کاریگر کا آلہ سمجھتے ہیں، حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے عرصہ دراز سے نہ کسی انسان کی بات سنی اور نہ کسی انسان سے گفتگو کی تو اسکا مطلب یہی تھا کہ وہ ہر معاملہ کا متصرف خدا ہی کو سمجھتے تھے۔

3. کہ من۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے: (گر گزندت رسد ز خلق مرنج۔ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج۔ از خدا داں خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرف اُوست)۔ قال الجدار۔ دیوار نے کیل سے شکایت کی تو کیل نے جواب دیا کہ اصل سبب کو دھیان میں رکھ۔

احمقانہ از سناں رحمت مجو — در دہانِ[1] اژدہا رو بہرِ او

بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن — اُس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدہے کے منہ میں چلی جا

ازدمِ شمشیر تو رحمت مجو — زاں شہے جو کاں بود در دستِ او

تو تلوار کی دھار سے رحم نہ تلاش کر — اُس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو

بارِسنان و تیغ لابہ چوں کنی — کو اسیر آمد بدستِ آں سنی

تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟ — وہ اُس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں

اُو بصنعت آذر ست و من صنم — آلتے کو سازدم من آں شوم

وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بُت ہوں — وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کند ساغر شوم — ور مرا خنجر کند خنجر شوم

اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں — وہ اگر مجھے خنجر بنائے، خنجر بن جاؤں

گر مرا چشمہ کند آبے دہم — ور مرا آتش کند تابے دہم

اگر وہ مجھے چشمہ بنا دے، میں پانی دوں — اگر وہ مجھے آگ بنا دے، گرمی پہنچاؤں

گر[2] مرا باراں کند خرمن دہم — ور مرا ناوک کند در تن جہم

اگر وہ مجھے بارش بنا دے میں کھلیان دوں — اگر وہ مجھے تیر بنا دے میں جسم میں گھس جاؤں

گر مرا مارے کند زہر افگنم — ور مرا یارے کند مہر آگنم

اگر وہ مجھے سانپ بنا دے، تو زہر اُگلوں — اور اگر وہ مجھے دوست بنا دے، تو محبت بھر دوں

گر مرا شکر کند شیریں شوم — ور مرا حنظل کند پُر کیں شوم

اگر وہ مجھے شکر بنا دے میں شیرینی بن جاؤں — اور اگر وہ مجھے ایلوا بنا دے تو میں کینہ ور بن جاؤں

گر مرا شیطاں کند سرکش شوم — ور مرا سوزاں کند آتشِ شوم

اگر وہ مجھے شیطان بنا دے میں سرکش ہو جاؤں — اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنا دے تو میں آگ بن جاؤں

من چو کِلکم درمیانِ اصبعین[3] — نیستم در وصفِ طاعت بین بین

میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں — میں صفتِ طاعت میں مذبذب نہیں ہوں

خاک را مشغول کرد اُو در سخن — یک کفے بر بود زاں خاکِ کہن

انھوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا — (اور) اُس پرانی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی

ساحرانہ در ربود از خاکداں — خاک مشغولِ سخن چوں بیخوداں

وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اُڑے — زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی

---

1. دردہاں۔ اللہ کے کسی حکم میں بھی چون وچرا نہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ سانپ کے منہ میں جانے کا حکم دے تو اُس کو ہی بہتر سمجھنا چاہیے۔ او بصنعت۔ حضرت عزرائیل نے فرمایا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے میں بمنزلہ اُس کے آلے کے ہوں۔ ساغر۔ کسی پر رحمت کا حکم ہوگا تو میں رحم کروں گا۔ مرا خنجر۔ کسی پر قہر کا حکم ہوگا تو میں قہر کروں گا۔
2. گر مرا باراں۔ جس طرح کا وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا خواہ اُس میں کسی کا فائدہ ہو یا بظاہر نقصان ہو۔ گر مرا مارے۔ حضرت عزرائیل نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو کام بھی مجھ سے لے گا میں وہی کروں گا۔
3. اصبعین۔ حدیث شریف ہے۔ انَّ قُلُوْبَ بَنِیْٓ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُہَا کَیْفَ یَشَآءُ۔ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُن کو پلٹتا رہتا ہے جیسا چاہتا ہے۔

بُرد تا حق تُربت[1] بے رائے را
بے وقوف مٹی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے گئے

تا بمکتب آں گریزاں پائے را
(جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچہ) کو

گفت یزداں کہ بعلمِ روشنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم

کہ تُرا جلّادِ ایں خلقاں کُنم
کہ تجھے مخلوق کا جلّاد بناؤں گا

گفت یارب دشمنم گیرند خلق
انھوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی

چوں فشارم خلق را در مرگ، حلق
جبکہ موت کے لیے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

تو[2] رواداری خُداوندِ سَنی
اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے

کہ مرا مبغوض و دشمن رو کنی
کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے

گفت اسبابے پدید آرم عیاں
اُس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کروں گا

از تپ و قولنج و سرسام و سناں
(یعنی) بخار اور (درد) قولنج اور سرسام اور بھالا

از صُداع و ماشرا و از خُناق
دردِ سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے

وز زکام و از جُذام و از فواق
اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے

سُدّہ واسہال و استِسقا و سِل
سُدہ اور دست اور استسقاء اور سل

کسر و ذات الصدر و لدغ و دردِ دل
ہڈی ٹوٹنے اور نمونیہ اور سانپ کے ڈسنے اور دردِ دل سے

تا بگردانم نظرِ شاں را ز تو
تاکہ اُن کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں

در مرضہا و سببہائے سہ تو
مرضوں اور تہرے سببوں میں

گفت[3] یا رب بندگاں ہستند نیز
اُن (عزرائیلؑ) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں

کہ سببہا را بدرند اے عزیز
کہ اسباب کو چاک کر دیتے ہیں اے عزیز!

چشمِ شاں باشد گذارہ از سبب
اُن کی نظر سب سے گذری ہوئی ہوتی ہے

در گذشتہ از حُجب از فضلِ رب
وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں

سُرمۂ توحید از کحالِ حال
حالت کے سرمہ کش کی جانب سے، توحید کا سرمہ

یافتہ، رستہ ز عِلّت و اعتلال
پائے ہوئے ہیں، سبب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں

ننگرند اندر تپ و قولنج و سِل
وہ بخار اور قولنج اور سل کو نہیں دیکھتے ہیں

راہ ندہند ایں سببہا را بدل
دل میں اِن اسباب کو راستہ نہیں دیتے ہیں

زانکہ ہریک زیں مرضہا را دواست
کیونکہ اِن مریضوں میں سے ہر ایک کی دوا ہے

چوں دوا نپذیرد آں فعلِ قضاست
جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضا (خداوند) کا کام ہے۔

---

[1] تُربت بے رائے۔ زمین کی رائے سے ڈھنگی تھی۔ تا بمکتب۔ زمین کی مٹی کو اسی طرح حضرت عزرائیلؑ لے گئے جس طرح بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے جایا جاتا ہے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ چونکہ زمین کی خوشامد سے متاثر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے جلّادی کا عہدہ پسند فرمایا۔

[2] تو رواداری۔ حضرت عزرائیلؑ کو ملک الموت بنایا تو انھوں نے عرض کیا کہ جن جانداروں کی روح قبض کروں گا وہ مجھ سے بغض کریں گے اور مجھے اپنا دشمن سمجھیں گے تو یہ بات آپ میرے لیے کیوں پسند کرتے ہیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کے جواب میں فرمایا کہ میں موت کے اسباب پیدا کر دوں گا تو لوگ اُن کو دیکھیں گے تیری طرف سے لوگوں کی نگاہیں ہٹ جائیں گی۔

[3] گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا یہ تو درست ہے کہ عوام کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے لیکن خاصانِ خدا بھی تو ہیں جو اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اصل کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اعتلال۔ علت میں پڑنا۔ زانکہ۔ وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دوا میں تاثیر ہے لیکن جب وہ اثر نہ کرے تو پھر یہ فعلِ خداوندی ہی ہے۔

ہر[1] مرض دارد دوا میداں یقیں چوں دوائے رنجِ سرما پوستیں
یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے

چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد سردی از صد پوستین ہم بگذرد
جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے (تو) سردی سیکڑوں پوستینوں میں سے گذر جاتی ہے

در وجودش لرزۂ بنہد کہ آں نے ز آتش کم شود نے از دُخاں
اُس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دُھویں سے

برتنِ اُو سردیِ بنہد چناں کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں
اُس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ٹلتی اور آگ سے (بھی)

چوں[2] قضا آید طبیب اَبلہ شود واں دوا در نفع ہم گمرہ شود
جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے

کے شود محجوب ادراکِ بصیر زیں سببہائے حجابِ گول گیر
بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے احمق کو مبتلا کرنے والے ان اسباب سے

اصل بیند دیدہ چوں اکمل بُود فرع بیند چونکہ مرد احول بُود
جب آنکھ مکمل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے جب انسان بھینگا ہو تو وہ فرع کو دیکھتی ہے

جواب[3] آمدن از حضرت عزرائیلؑ راکہ آں کہ نظر اُو بر
اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور

اسباب و مرض و زخمِ تیغ نیاید برکارِ تو عزرائیلؑ ہم نیاید کہ تو
مرض اور تلوار کی ایذاء رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی

ہم سببی اگرچہ مخفی تری ازاں سببہا و بُود کہ براں رنجور مخفی
کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ اُن سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اُس بیمار

نباشد و نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ
سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اُس (مردے) سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہرکہ باشد اصل داں پس تُراکے بیند اُو اندر میاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہو گا وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟

گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ پیشِ روشن دیدگاں ہم پردۂ
اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے

---

1. ہر مرض۔ حدیث شریف ہے لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ "ہر بیماری کی دوا ہے" پوستین: سردی سے پوستین کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے لیکن اگر خدا چاہے تو سردی پوستینوں سے گذر کر بدن کو ستا دیتی ہے۔ دروجودش۔ جسم میں ایسی سردی گھستی ہے کہ نہ کپڑوں سے چین پڑتا ہے نہ آگ اور دھویں سے۔

2. چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے خلاف ہر دوا بیکار ثابت ہو جاتی ہے اور طبیب اپنی حماقت سے اُلٹی دوا تجویز کرتا ہے۔ بصیر۔ جن لوگوں کو بصیرت حاصل ہے وہ اسباب سے دھوکے میں نہیں پڑتے ہیں اور نگاہ صحیح کام کرتی ہے جو بھینگا ہوتا ہے وہ اسباب کو دیکھتا ہے۔

3. جواب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کو جواب دیا کہ تم بھی بمنزلہ ایک سبب کے ہو اگرچہ عوام کی نگاہ سے مخفی ہو لیکن اصحاب بصیرت تم کو بھی سبب سمجھیں گے اور حقیقی متصرف مجھے ہی خیال کریں گے۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا کہ تم بھی محض ایک پردہ ہو اصحاب بصیرت کی نگاہ پردہ چاک کر کے اصل تک پہنچ جاتی ہے۔

وانکہ[1] ایشاں را شکر باشد اجل
اور یہ کہ موت اُن کے لیے شکر ہوتی ہے
چوں نظر شاں مست باشد در دُوَل
کیونکہ ان کی نگاہ (آخرت کی) دولتوں میں مست ہوتی ہے

تلخ نبُوَد پیشِ ایشاں مرگِ تن
جسم کی موت اُن کے لیے کڑوی نہیں ہوتی ہے
چوں روند از چاہ و زنداں در چمن
کیونکہ وہ کنویں اور قید خانہ سے چمن میں جاتے ہیں

آنکہ وارَست از جہانِ پیچ پیچ
جو شخص پیچ در پیچ دنیا سے چھوٹ گیا
می نگرید بر فواتِ ہیچ ہیچ
وہ ناچیز کے فوت ہو جانے پر نہیں روتا ہے

بُرجِ[2] زنداں را شکست ارکانیے
کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑی
ہیچ ازو رنجد دِلِ زندانیے
کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہو گا

کاے دریغ ایں سنگِ مرمر را شکست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگِ مرمر توڑ دیا
تاروان و جانِ ما از حبس رست
حتیٰ کہ ہماری رُوح اور جان قید سے چھوٹ گئی

آں رُخامِ خوب و آں سنگِ لطیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر
بُرجِ زنداں را بہی بُود و الیف
قید خانہ کی عمارت کے لیے اچھا اور مناسب تھا

چوں شکستش تاکہ زندانی برست
جب اُس کو اس لیے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا
دستِ اُو در جرمِ ایں باید شکست
اس کے جرم میں اُس کا ہاتھ توڑنا چاہیے

ہیچ زندانی نگوید ایں فشار
لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا
جُز کسے کز حبس آرندش بدار
سوائے اُس کے جس کو قید خانے سے سولی پر لے جائیں

تلخ[3] کے باشد کسے را کش برند
اُس شخص کو ناگوار کب ہو گا جس کو لے جائیں
از میانِ زہرِ ماراں سُوئے قند
سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب؟

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن
جسم کے شور و غل سے جان چھوٹ کر
می پرد با پَرِ دل بے پائے تن
دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے

ہمچو زندانیِ چہ کاندر شباں
کنویں کے اُس قیدی کی طرح جو راتوں کو
خُسپد و بیند بخواب اُو گلستاں
سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے

گوید اے یزداں مرا در تن مبَر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر
تادریں گلشن کنم من کرّ و فر
تاکہ میں اس باغ میں مزے اُڑاؤں

گویدش یزداں دُعا شد مستجاب
اُس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دعا قبول ہو گئی
وَامرو واللہُ اعلم بِالصَّواب
واپس نہ جا، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] وانکہ۔ جو اصحابِ بصیرت ہیں چونکہ اُن کی نگاہیں اُخروی دولتوں پر ہیں لہٰذا وہ موت اور مارنے والے کو بُرا نہیں سمجھ سکتے اور اپنی موت کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ کوئی کنویں کی قید سے نکل کر چمن میں پہنچ جائے۔ ہیچ ہیچ۔ دنیاوی دولت۔

[2] بُرج۔ مومن کی موت ایسی ہے جیسی کسی قیدی کا قید خانہ ٹوٹنا! اگر کوئی کارکن اُس کو توڑے گا تو کسی قیدی کو تکلیف نہ ہوگی۔ کاے۔ یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا۔ رُخام۔ سنگ مرمر۔ برج۔ یعنی عمارت۔ جُز کسے۔ ہاں وہ قیدی یہ باتیں کہے گا جو جیل خانہ سے پھانسی پر جائے۔

[3] تلخ۔ مومن کی موت تو ایسی ہے کہ کسی کو سانپوں کے زہر سے بچا کر قند میں پہنچا دیا جائے۔ جاں۔ جب روح جسم کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے تو اس کی پرواز بڑھ جاتی ہے۔ ہمچو۔ مومن کی دنیاوی زندگی کی یہ مثال ہے۔ گوید۔ اُس قیدی کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بیدار نہ ہو اور روح جسم میں لوٹ کر نہ آئے۔ گویدش۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس قیدی کی دعا قبول کر لے وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا۔

ایں چنیں[1] خوابے بہ بیں چوں خوش بُود　مرگ نادیدہ بجنّت در رَوَد
دیکھ، ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے　موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے

ہیچ اُو حسرت خورد بر انتباہ　بر تنِ با سلسلہ در قعرِ چاہ
کیا اُس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے　کنویں میں بندھے ہوئے جسم پر

مومنی آخر در آدر صفِ رزم　کہ تُرا بر آسماں بُودست بزم
تو مومن ہے، بالآخر معرکہ کی صف میں آ جا　کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

برامیدِ راہِ بالا کن قیام　ہمچو شمعے پیشِ محراب اے غُلام
(عالم) بالا کی راہ کی اُمید پر کھڑا رہ　محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح

اشک[2] می بار و ہمی سوز از طلب　ہمچو شمعِ سر بُریدہ جملہ شب
طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ　تمام رات سرکٹی شمع کی طرح

لب فروبند از طعام و از شراب　سُوئے خوانِ آسمانی کن شتاب
کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کر لے　آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا

دمبدم بر آسماں میدار اُمید　در ہوائے آسماں رقصاں چو بید
ہر وقت آسمان سے اُمیدوار بن　بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے

دمبدم از آسماں می آیدت　آب و آتش رزق می افزایدت
آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے　پانی اور گرمی، جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے

گر[3] ترا آنجا برد نبُود عجب　منگر اندر عجز و بنگر در طلب
اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے، عجب نہ ہو گا　کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ

کایں طلب در تو گروگانِ خداست　زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزاست
تیرے اندر یہ طلب، خدا کی مرہون ہے　کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے

جہد کن تا ایں طلب افزوں شوَد　تادلت زیں چاہِ تن بیروں شود
کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے،　تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنویں سے باہر آئے

خلق گوید مُرد مسکیں آں فلاں　تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں
مخلوق کہے گی، وہ فلاں بے چارا مر گیا　تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں

---

[1] ایں چنیں۔ اس قیدی کی یہ نیند کیسی پیاری ہے۔ ہیچ۔ بیداری اور روح کے جسم میں آ جانے پر اُس کو کوئی خوشی نہیں ہوتی ہے۔ مومنی۔ جبکہ مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہے تو اُس کو اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اُس کے لیے آخرت میں محفلیں آراستہ ہیں۔ برامید۔ آخرت کی طرف راہیاب ہونے کے لیے رات کو محراب میں کھڑا رہنا چاہیے اور سر بریدہ شمع کی طرح آنسو بہانے چاہئیں۔

[2] اشک۔ ایک مومن کو شب بیداری میں عبادت کے اندر شمع کی طرح پُرسوز اور پُر اشک رہنا چاہیے۔ لب۔ دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے اُخروی نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیے۔ بید۔ بید کے درخت کی نازک شاخیں ہر وقت لرزتی رہتی ہیں۔ دمبدم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس طرح دنیوی نعمتوں کا اہتمام ہے اُخروی نعمتوں کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔

[3] گر ترا۔ اُخروی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کی طلب و جستجو ہے نہ کہ انسان کی جسمانی طاقت۔ کایں طلب۔ یہ طلب اور جستجو بھی خدا ہی عنایت فرماتا ہے کیونکہ ہر طالب کے لیے ایک مناسب مطلوب ہونا چاہیے۔ جہد کن۔ فطری طلب میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ خلق۔ جب تو مرے تو اس حالت میں مر کہ لوگ تجھے مردہ سمجھیں اور تو اپنے آپ کو ابدی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھے۔

گرتنِ[1] من ہمچو تنہا خُفتہ است
اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے

ہشت جنت دردلم بشگفتہ است
آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں

جاں چو خُفتہ در گل و نسریں بُوَد
جب رُوح گُل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو

چہ غم ست ارتن دراں سرگیں بُوَد
اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟

جانِ خُفتہ چہ خبر دارد زتن
سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟

کو بگلشن خُفتہ یا در گولخن
کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

میزند جاں در جہانِ آبگوں
روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے

نعرہَ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ
"کاش میری قوم جان لیتی" کا نعرہ

گر نخواہد[2] زیست جاں بے ایں بدن
اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی

پس فلک ایوانِ کہ خواہد بُدن
تو پھر آسمان کس کا محل ہو گا؟

گر نخواہد بے بدن جانِ تو زیست
اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہے گی

فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُم روزیِ کیست
"آسمانوں میں ہے تمہارا رزق" کس کی روزی ہے؟

در بیانِ و خامتِ چرب و شیرینِ دنیا و مانع شُدنِ اُو

اس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے

از طعام اللہ چنانچہ فرمود "اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ اَبْدَانَ

مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے "بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں

الصِّدِّیْقِیْنِ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ

نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا

یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ

ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں"

وارہی[3] زیں روزیِ ریزہ کثیف
اس گندی اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کر لے

درفتی در لوت و در قُوتِ شریف
تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا

گر ہزاراں رطلِ لُوتش می خوری
اگر تو اس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائے گا

میروی پاک و سُبک ہمچوں پری
(تب بھی) پاک اور ہلکارہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا۔

---

[1] گرتنِ من۔ مردہ سمجھنے والوں سے توبہ کہے کہ اگرچہ میرا جسم عام جسموں کی طرح مُردہ نظر آ رہا ہے لیکن دل میں آٹھوں جنتیں بہار دکھا رہی ہیں۔ جان خفتہ۔ اگر روح گُل ونسرین کی سیر کر رہی ہے تو جسم کے کسی خراب جگہ پڑے ہونے پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا ہے۔ جانِ خفتہ۔ جو روح عالم برزخ میں آرام سے سو رہی ہے اس کو جسم کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے۔ یا لَیت۔ جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت تمنا کرے گا کہ کاش میری قوم میرے اس عیش وعشرت سے آگاہ ہوتی۔

[2] گر نخواہد۔ جنت میں یہ مادی بدن نہ ہوگا اور روح زندہ رہے گی اور اس کو زندہ رکھنے کے لیے خدا اس کو روزی عنایت کرے گا یہ معنوی روزی اور رزق ہوگا۔ در بیان۔ اب مولانا نے معنوی روزی کا بیان شروع کیا ہے۔ الجوع۔ یہ حدیث ان الفاظ سے کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ وابیت۔ یہ روایت صوم وصال کے سلسلہ میں کتابوں میں مذکور ہے۔

[3] وارہی۔ انسان جسقدر رزق ظاہری سے دور رہیگا اسی قدر اسکو رزق باطنی حاصل ہوگا۔ گر ہزاراں۔ معنوی رزق اُن تمام عیوب سے پاک ہے جو رزق ظاہری میں ہیں۔

کہ[1] نہ حبسِ باد قولنجت کند — چار میخ معدہ آہنجت کند
کیونکہ نہ ریح کا رُکنا تیرے قولنج کرے گا — (نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی

گر خوری کم گرسنہ مانی چوزاغ — ورخوری پُر گیرد آروغت دماغ
اگر تو کم کھائے گا، کوے کی طرح بھوکا رہے گا — اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کرے گی

کم خوری خوئے بد و خشکی و دِق — پُر خوری، شُد تخمہ را تن مستحق
تو کم کھائے، بدمزاجی اور تشنگی اور دق (ہوگی) — پیٹ بھر کر کھائے، تو جسم ہیضہ کا مستحق ہو گیا

از طعامُ اللہ وقوتِ خوشگوار — بر چناں دریا چو کشتی شو سوار
اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ — ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا

باش در روزہ شکیبا و مُصِر — دمبدم قوتِ خدا را منتظر
روزے میں صابر اور مُصِر بن کر — ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ

کاں خدائے خوب کارو بُرد بار — ہدیہا را میدہد در انتظار
کیونکہ وہ خدا جو اچھے کام کرنے والا اور بردبار ہے — انتظار میں تحفے دیتا ہے

انتظارِ ناں ندارد مردِ سیر — کہ سُبک آید وظیفہ یا کہ دیر
پیٹ بھر انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے — کہ خوراک جلدی آئے گی، یا دیر میں

بینوا[2] ہر دم ہمی گوید کہ کو — وز مجاعت منتظر در ماند اُو
بے سروسامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟ — بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے

چوں نباشی منتظرِ ناید بجُو — آں نوالہ دولتِ ہفتاد تُو
جب تو منتظر نہ ہو گا تیرے پاس نہیں آئے گا — ستر گنا دولت کا لقمہ

اے پدر الانتظار الانتظار — از برائے خوانِ بالا مردوار
اے باوا! انتظار کر، انتظار کر — مردوں کی طرح آسمانی خوان کا

ہر[3] گرسنہ عاقبت قُوتے بیافت — آفتابِ دولتے بروے بتافت
انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کر لی — دولت کا آفتاب اُس پر چمکا

ضیفِ باہمت چو آشے کم خورد — صاحب خواں آشِ بہتر آورد
باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے — میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے

جُزکہ صاحب خوانِ درویشِ لئیم — ظنِّ بدکم بر بنہ رزّاقِ کریم
بجز مفلس کمینہ میزبان کے — سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر

---

[1] کہ نہ۔ رزقِ ظاہری درد قولنج اور معدہ کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ گرخوری۔ اس رزقِ ظاہری کی کمی اور زیادتی دونوں مُضر ہیں۔ دماغ۔ ڈکار سُستی کی علامت ہے جس سے دماغ ڈل ہو جاتا ہے۔ باش۔ انسان ظاہری روزی کو چھوڑتا ہے اور معنوی روزی کا منتظر رہتا ہے تب اُس کو معنوی روزی حاصل ہوتی ہے۔ انتظار۔ پیٹ بھر روزی کا منتظر نہیں رہتا ہے۔

[2] بینوا۔ جب ظاہری روزی نہ ہوگی اور بھوک لگے گی تو انسان معنوی روزی کا منتظر رہے گا اور حضرت حق تعالیٰ ستر گنا معنوی روزی عطا فرما دیں گے۔ الانتظار۔ حدیث شریف ہے أفضلُ العبادة انتظارُ الفرج "کشادگی کا منتظر رہنا بہترین عبادت ہے"۔

[3] ہر گرسنہ۔ ظاہری روزی سے احتراز کر کے جب بھوک پیدا کر لو گے تو معنوی زندگی کا آفتاب طلوع کریگا۔ ضیف۔ اگر مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو سخی مہربان اُس کے لیے اور اچھا کھانا تیار کر کے لاتا ہے۔ جُزکہ۔ کمینے میزبان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ میزبان کی پروا نہیں کرتا ہے اور اسکے کم کھانے سے اعلیٰ کھانا نہیں کھلاتا تو خدا کے ساتھ اسطرح کی بدگمانی نہ کر وہ سخی مہربان ہے۔

سَر برآور[1] ہمچو کوہے اے سَنَد تا نخستیں نورِ خور بر تو زند
اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر اُبھار تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے

کاں سرِ کوہِ بُلندِ مستقر ہست خورشیدِ سحر را منتظر
مستقل، پہاڑ بلند کی چوٹی صبح کے سورج کی منتظر ہے

دَر جوابِ آں مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بُودے ایں جہاں اگر
اُس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا اگر

مرگ نبُودے و خوش بُودے مُلکِ دنیا اگر زوالش نبُودے
موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اُس کا زوال نہ ہوتا

وَعَلٰی هٰذِهِ الْوَتِیْرَةِ مِنَ الْفَشَارَاتِ
اور اسی طرح کی بکواسیں

آں[2] یکے میگفت خوش بودے جہاں گر نبُودے پائے مرگ اندر میاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا

آں دگر گفت ار نبُودے مرگ ہیچ کہ نیرزیدے جہانِ پیچ پیچ
دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی تو پُرپیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خرمنے بُودے بدشت افراشتہ مہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ
جنگل میں اُبھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا

مرگ[3] را تو زندگی پنداشتی تخم را در شورہ خاکے کاشتی
تو نے موت کو زندگی سمجھا بیج کو شور زمین میں بو دیا

عقلِ کاذِب ہست خوذ معکوس بیں زندگی را مرگ بیند آں غبیں
جھوٹی عقل خود اُلٹا دیکھنے والی ہے وہ پاگل، زندگی کو موت سمجھتی ہے

اے خدا بنمای تو ہر چیز را آنچنانکہ ہست در خدعہ سَرا
اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے

ہیچ مُردہ نیست پُر حسرت ز مرگ حسرتش آنست کِش کم بُود برگ
کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پُر نہیں ہے اُس کی یہ حسرت ہے کہ اُس کا توشہ کم ہے

---

[1] سر برآور۔ ظاہری گھٹیا روزی پر اکتفانہ کرو بلند ہمت رکھو بلند سر پر اللہ کا نور جلد پہنچتا ہے، آفتاب کی روشنی سب سے پہلے پہاڑ پر پڑتی ہے۔ در جواب۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ معنوی روزی عالمِ بالا سے متعلق ہے اور اس دنیا کی روزی بہت گھٹیا چیز ہے عالمِ بالا اور معنوی روزی کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور یہاں کی روزی کو پسند کرنا حماقت کی بات ہے۔ فشار۔ بکواس۔

[2] آں یکے۔ یہ بیوقوف دنیا کی ابدی زندگی کا متمنی تھا۔ آں دگر۔ دوسرا شخص جو عقلمند تھا اُس نے کہا کہ دنیا کی زندگی تو محض اس لیے ہے کہ یہاں آدمی کچھ اچھے کام کرے تو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئیں اگر موت نہ ہو اور آخرت تک نہ پہنچا جائے تو پھر دنیا کے اعمال کی مثال تو اُس کھلیان کی سی ہے جو بغیر قابلِ نفع بنائے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔

[3] مرگ۔ اخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی بمنزلہ موت ہے اس کو زندگی سمجھنا بے وقوفی ہے۔ غبین۔ وہ شخص جس کے حواس سالم نہ ہوں۔ اے خدا۔ انسانی عقل ناقص دنیا کی چیزوں کو بالعکس دکھا دیتی ہے۔ اے خدا تو ان کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ ہیچ۔ جب مردے پر دنیا اور عقبیٰ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو وہ مرنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعمالِ حسنہ کی کمی پر افسوس کرتا ہے۔

ورنہ از چاہے بصحرا اُوفتاد　درمیانِ دولت و عیش و گشاد
ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آ گیا　دولت اور عیش اور خوشی میں

زیں مقامِ ماتم[1] و تنگیں مناخ　نقل اُفتادش بصحرائے فراخ
اس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے　وہ وسیع جنگل میں منتقل ہو گیا

مقعدِ صدقے نہ ایوانِ دروغ　بادۂ خاصی نہ مستیِ زدوغ
سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ　خصوصی شراب، نہ کہ چھاچھ کی مستی

مقعدِ صدق و جلیسِ حق شدہ　رُستہ زیں آب و گِل آتش کدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا　آتش کدہ کے اس آب و گل سے چھوٹا ہوا

ورنہ کردی زندگانیِ منیر　یکدو دم ماندست مردانہ بمیر
اگر تو نے منور زندگی بسر نہیں کی ہے　ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

فِيْمَا يُرْجَى مِن رَّحْمَةِ اللهِ تَعَالٰى مُعْطِي النِّعَم قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا
اُس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَرُبَّ[2] بُعْدٍ
وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد، اور بہت سی دوریاں ہیں جو قرب پیدا

يُوْرِثُ قُرْبًا وَّرُبَّ مَعْصِيَةٍ مَّيْمُوْنَةٍ وَّ رُبَّ سَعَادَةٍ تَاْتِيْ
کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو مبارک ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں جو اُس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہے

مِنْ حَيْثُ يُرْجَى النِّقَمُ لِيَعْلَمَ اَنَّ اللهَ يُبَدِّلُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ
جہاں سے عتاب کی توقع ہوتی ہے تاکہ وہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ اُن کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے

در حدیث آمد کہ روزِ رستخیز　امر آید ہر یکے تن را کہ خیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن　ہر جسم کو حکم ہو گا کہ اُٹھو

نفخِ صُور امر ست از یزدانِ پاک　کہ بر آرید اے ذرائر سر ز خاک
صُور کا پھُکنا خدائے پاک کا حکم ہے　کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر اُبھارو

باز آید جانِ ہر یک در بدن　ہمچو[3] وقتِ صبح ہوش آید بتن
ہر ایک جان بدن میں واپس آ جائے گی　جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے

جانِ تن خود راشناسد وقتِ روز　در لباسِ خود در آید با فروز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے　رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی

---

[1] ماتم۔ دنیا ماتم کدہ ہے۔ نقل۔ مرنے کے بعد انسان آخرت کے وسیع مقام پر منتقل ہو جاتا ہے۔ مقعد صدق۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ "جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں سچی جگہ میں قادر بادشاہ کے مقرب ہوں گے"۔ ورنہ کردی۔ اگر تو اب تک آخرت کی تیاری نہیں کر سکا اب کر لے اور موت سے پہلے مردانہ موت اختیار کر لے۔ فیما یرجی۔ اب یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت حق کے قرب میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

[2] ورب بعد۔ یعنی بسا اوقات فراق وصال کا سبب بن جاتا ہے۔ رُبَّ معصیۃ۔ بہت سے گناہ بابرکت ثابت ہوتے ہیں۔ ان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دے گا۔ رستخیز۔ یعنی روئیدن و برخاستن۔ نفخ صور۔ نفخ صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ ذرائر۔ ذرہ کی جمع ہے چھوٹی چیونٹی۔

[3] ہمچو۔ جس طرح نیند سے انسان بیدار ہوتا ہے سب زندہ ہو جائیں گے۔ جان۔ صبح ہوتے ہی روح جسم میں آ جاتی ہے اور جسم کا لباس پہن لیتی اور اپنے جسم کو خوب پہچان لیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کی روح کسی دوسرے کے جسم میں آ جائے۔

جسم خود بشناسد و دروے رود — جانِ زرگر سوئے درزی کے رود
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اُس میں چلی جاتی ہے — سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟

جانِ[1] عالم سوئے عالم میرود — روحِ ظالم سوئے ظالم میرود
عالم کی روح عالم کی جانب جاتی ہے — ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں علمِ اِلٰہ — چونکہ برہ و میش وقتِ صبحگاہ
کیونکہ اُن کو علمِ خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے — جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت

پائے کفشِ خود شناسد در ظلم — چوں نداند جانِ تن خود اے صنم
اندھیروں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے — اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟

صبح حشرِ کوچک است اے مستجیر — حشرِ اکبر را قیاس ازوے بگیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے — بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کر لے.

آنچناں[2] کہ جاں پرّد سوئے طیں — نامہ پرّد از یسار و از یمیں
جس طرح روح (جسم کی) مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے — اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کرے گا

در کفش بنہند نامۂ بخل و جود — فسق و تقویٰ آنچہ وے خو کردہ بود
اُس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کا اعمال نامہ — بدکاری اور تقویٰ جس کی اُس کو عادت تھی

چوں شود بیدار از خواب اُو سحر — باز آید سوئے اُو آں خیر و شر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہو گا — وہ بھلا اور بُرا۔ اُس کی جانب واپس آ جائے گا

گر[3] ریاضت دادہ باشد خوئے خویش — وقتِ بیداری ہماں آید بہ پیش
اگر اُس نے اپنی عادت کی اصلاح کر لی ہو گی — بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

ور بُد اُو دی خام وزشت و در ضلال — چوں عزا نامہ سیہ یابد شمال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا — تو اُس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) عمالنامہ پائے گا

ور بُد اُو دی پاک و با تقویٰ و دیں — چوں شود بیدار یابد در یمیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دین دار تھا — جب بیدار ہو گا، دائیں ہاتھ میں پائے گا

ہست مارا خواب و بیداریِ ما — بر نشانِ مرگ و محشر دو گوا
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لیے — دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر

---

[1] جانِ عالم۔ عالم کی روح عالم میں ظالم کی روح ظالم میں پہنچ جاتی ہے۔ کہ شناسا۔ ہر روح اپنے جسم کو اس علم کے ذریعہ پہچان لے گی جو خدا نے اُس کو عطا کیا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور اُس کا بچہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ پائی۔ پاؤں اندھیرے میں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے۔ صبح۔ انسان کا نیند سے صبح کو بیدار ہو کر اُٹھنا چھوٹا حشر ہے اسی سے بڑے حشر کو سمجھ لو۔

[2] آنچناں۔ قیامت میں جس طرح روح جسم کی جانب پرواز کر کے آئے گی اسی طرح اعمالنامے دائیں اور بائیں جانب سے پرواز کر کے انسانوں کے پاس آ جائیں گے۔ در کفش۔ فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں اُس کی نیکیوں اور گناہوں کے اعمالنامے پکڑا دیں گے۔ چوں شود۔ جب صبح محشر کو انسان موت کی نیند سے بیدار ہوگا اُس کی ہر خیر و شر اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔

[3] گر ریاضت۔ اگر اُس نے مجاہدہ کر کے نیک عادت بنالی ہوگی تو صبح محشر میں وہ اُس کے سامنے آئے گی اور اگر وہ کل یعنی دنیا میں خام اور زشت اور گمراہ تھا تو اُس کا سیاہ اعمالنامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں آ جائے گا۔ ور بد۔ اگر انسان نیک تھا تو اُس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ ہست۔ ہمارا سونا اور پھر بیدار ہونا ہمارے مرنے اور پھر قیامت میں زندہ ہو جانے کے گواہ ہیں۔

حشر[1] اصغر حشرِ اکبر را نمود　　مرگِ اصغر مرگِ اکبر را ز دود
چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی　　چھوٹی موت نے بڑی موت کو مانجھ دیا

لیک ایں نامہ خیالست و نہاں　　واں شود در حشرِ اکبر بس عیاں
لیکن یہ اعمالنامہ خیالی اور پوشیدہ ہے　　اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہو گا

ایں خیال اینجا نہاں پیدا اثر　　زیں خیال آنجا برویاند صُور
یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے، اثر پیدا ہو گا　　اس خیال سے اس جگہ صورتیں اُگیں گی

در مُہندس بیں خیالِ خانۂ　　در دلش چوں در زمینے دانۂ
انجینئر میں کسی گھر کا تصور دیکھ　　اُس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ

آں[2] خیال ازاندروں آید بروں　　چوں زمیں کہ زاید از تخمِ دُروں
وہ خیال اندر سے باہر آ جائے گا　　جس طرح زمین اندر کے بیج اُگا دیتی ہے

ہر خیالے کو کند دردل وطن　　روزِ محشر صُورتے خواہد شُدن
جو خیال دل میں وطن بناتا ہے　　قیامت کے دن ایک صورت بنے گا

چوں خیالے آں مُہندس در ضمیر　　چوں نبات اندر زمینِ دانہ گیر
جیسا کہ اُس انجینئر کے دل کا خیال　　جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا

مُخلصم زیں ہر دو محشر قصہ ایست　　مُومناں را در بیانش حصہ ایست
ان دونوں محشروں (کے بیان) میں میرا مقصد قصہ (گوئی) ہے　　مومنوں کے لیے اُس کے بیان میں ایک حصہ ہے

چوں برآید آفتابِ رُستخیز　　بر جہند از خاک، خوب و زشت نیز
جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا　　اچھے اور بُرے بھی مٹی سے اُٹھ کھڑے ہوں گے

سُوئے[3] دیوانِ قضا پویاں شوند　　نقدِ نیک و بد بکُورہ در روند
فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے　　نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی

نقدِ نیکو شادمان و ناز ناز　　نقدِ قلب اندر زحیر و درگداز
نیک کی نقدی خوش اور پُر ناز ہو گی　　کھوٹی نقدی، پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہو گی

لحظہ لحظہ امتحانہا میرسد　　سرِّ دلہا می نماید در جسد
دم بدم امتحانات ہوں گے　　دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا

چوں ز قندیل آب و روغن گشتہ فاش　　یا چو خاکے کہ بروید سبزہاش
جس طرح لالٹین کا تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے　　یا وہ زمین جو سبزے اُگا دیتی ہے

---

[1] حشرِ اصغر۔ یعنی سو کر بیدار ہونا۔ حشرِ اکبر۔ یعنی قیامت میں زندہ ہونا۔ مرگِ اصغر۔ یعنی سونا۔ مرگِ اکبر۔ یعنی مرنا۔ لیک۔ دنیا میں جو اعمالنامہ فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ ہے قیامت میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔ ایں خیال۔ یہ اعمال نامہ یہاں پوشیدہ ہے لیکن اُس کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا۔ در مہندس۔ اُس کی یہ مثال ہے کہ انجینئر کے دل کے خیالات آخر میں صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔

[2] آں خیال۔ انسان کے اندرونی خیالات ظاہری صورت اختیار کر لیں گے جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر خیالے۔ انسان کے خیالات اور اعراض قیامت میں صورتیں اختیار کر لیں گے۔ مُخلصم۔ یہ دونوں محشروں کا محض قصہ بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مومنوں کے لیے بطور عبرت اُنکا ذکر کیا گیا ہے۔

[3] سُوئے۔ ہر نیک و بد زندہ ہو کر عدالت میں بھاگ کر پہنچ جائے گا۔ کورہ۔ بھٹی۔ زحیر۔ پیچش۔ لحظہ۔ عدالت میں پہنچنے کے بعد امتحانات شروع ہو جائیں گے اور چھپے ہوئے راز ظاہر ہو جائیں گے۔ چوں۔ دل کے راز اسی طرح ظاہر ہو جائیں گے جس طرح لالٹین کے اندر تیل یا پانی کا پتا چل جاتا ہے۔

از پیاز و زعفران و کوکنار
پیاز اور زعفران اور خشخاش

سبزیِ پیدا کند دشتِ بہار
(موسم) بہار کا جنگل سبزی اُگا دیتا ہے

آں[1] یکے سرسبز نحنُ المُتَّقُوْن
ایک سرسبز ہو گا (کیونکہ وہ) ہم پرہیزگار ہیں (میں ہے)

واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگون
دوسرا بھی بنفشہ کی طرح سر جھکائے ہو گا

چشمہا پیروں جہیدہ از خطر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی

گشتہ دَہ چشمہ زبیمِ مستقر
ٹھکانے کے ڈر سے آنکھ دس آنکھیں بنی ہوئی ہو گی

بازماندہ دیدہا در انتظار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی

تا کہ نامہ ناید از سُوئے یسار
تا کہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آ جائے

چشم گرداں سُوئے چپ و سُوئے راست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں جانب گھومتی ہوں گی

زانکہ نبُود بخت نامہ راست کاست
اس لیے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب گھٹا ہوا نہ ہو

چشم گرداں سُوئے راست و سُوئے چپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہوں گی

زانکہ نبُود بخت نامہ راست زَپ
تا کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب رائیگاں نہ ہو

نامۂ آید بدستِ بندۂ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا

سر سیہ از جُرم و فسق آگندۂ
جو جُرموں سے کالا اور فسق سے پُر ہو گا

اندرو یک خیر ویک توفیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہو گی

جُز کہ آزارِ دلِ صدّیق نے
سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہو گا

پُرز سرتا پائے زشتی و گناہ
شروع سے آخر تک بُرائی اور گناہ سے بھرا ہوا

تسخُر و خُنبک زدن بر اہلِ راہ
راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اُڑانے اور تالیاں پیٹنے سے

آں[2] دغل کاری و دُزدیہائے اُو
اس کی مکاری اور چوریوں سے

واں چو فرعوناں انا و انائے اُو
اُس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے

چوں بخواند نامہ خود آں ثقیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا

داند اُو کہ سُوئے زنداں شُد رحیل
وہ جان جائے گا کہ قید خانہ کی جانب کوچ ہوا

پس رواں گردد چو دزداں سُوئے دار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہو جائے گا

جُرم پیدا بستہ راہِ اعتذار
قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہو گی

آں[3] ہزاراں حُجت و گفتارِ بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور بُرے بول

بَردہانش گشتہ چوں مسمارِ بد
بڑی کیل کی طرح اُس کے منہ پر بن گئے

---

[1] آں یکے۔ اگر انسان میں تقویٰ ہے تو اُس پر سبزی نمودار ہو جائے گی اور اگر بدکار ہے تو بنفشہ کی طرح سرنگوں ہو جائے گا۔ چشمہا۔ خوف سے آنکھیں دس چشمے بن جائیں گی۔ سوئے یسار۔ بُرا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ چشم گرداں۔ ہر شخص دائیں بائیں نظریں گھمائے گا کہ کہیں اُس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ والا نہ ہو جو مجرموں کا ہو گا۔ نامہ۔ کسی شخص کے ہاتھ ایسا اعمالنامہ آئے گا تو پورا سیاہ ہو گا جس میں برائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہ ہو گی۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا۔

[2] آں دغل۔ اس گنہگار نے جو چوریاں اور مکاریاں کی ہیں وہ سب اس اعمالنامے میں درج ہوں گی اور اُس کا تکبر و غرور بھی لکھا ہوا ہو گا۔ ثقیل۔ یعنی گناہوں سے بھاری۔ رحیل۔ کوچ۔ جرم۔ اس کے تمام گناہ کھلے ہوئے ہوں گے اور معذرت کا راستہ بند ہو گا۔

[3] آں ہزاراں۔ گنہگاروں کے بارے میں قرآن میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "آج ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے اُن کے ہاتھ گفتگو کریں گے اور اُن کے کارناموں پر اُن کے پاؤں گواہی دیں گے"۔

رَختِ[1] دُزدی در تن و در خانہ اش گشتہ پیدا گم شُدہ افسانہ اش
چوری کا سامان، بدن پر اور اُس کے گھر میں کھُل گیا، اُس کا قصہ ختم ہو گیا

پس رواں گردد بزندانِ سعیر کہ نباشد خار را ز آتش گریز
تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب روانہ ہو گا کیونکہ کانٹے کے لیے آگ کے سوا چارہ نہیں

چوں مُوَکّل آں ملائک پیش و پس بُودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عسس
فرشتے، سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہو گئے

میبرندش[2] میسپارندش بہ نیش کہ بروائے سگ بگہدانہائے خویش
اُس کو لے جائیں گے اُس کو عذاب کے سپرد کر دیں گے کہ اے کُتے! اپنے پاخانوں میں جا

میکشد پا برسرِ ہر راہ اُو تابُوَد کہ برجہد زاں چاہِ اُو
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے

منتظِر می ایستد تن میزند بر اُمیدے رُوئے واپس می کُند
انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے، چپ سادھ لیتا ہے کسی اُمید پر مُڑ کر دیکھتا ہے

اشک میبارد چو بارانِ خزاں خشک اُمیدے چہ دارد اُو جز آں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے وہ سوائے اُس کے اور کیا خشک اُمید رکھتا ہے؟

ہر زمانے رُوئے واپس میکند رُو بدرگاہِ مُقدس میکُند
وہ ہر وقت مڑ کر دیکھتا ہے درگاہِ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے

پس[3] زحق امر آید از اقلیمِ نُور کہ بگوئیدش کہ اے بطّالِ عُور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئے گا اُس سے کہہ دو کہ اے جھوٹے، ننگے!

انتظارِ چیستی اے کانِ شر رُوچہ واپس میکنی اے خیرہ سر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟ اے بیہودہ! مُڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟

نامہ ات آنست کِت آمد بدست اے خدا آزار وائے شیطاں پرست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آ گیا اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!

چوں بدیدی نامۂ کردارِ خویش چہ نگری پس، بیں جزائے کارِ خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزا دیکھ

بیہُدہ چہ مول مولے میزنی در چنیں چہ کو اُمیدِ روشنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے ایسے کنویں میں روشنی کی کیا اُمید ہے؟

---

1. رختِ دُزدی۔ جب چور کے گھر میں سے چوری کا سامان برآمد ہو جائے تو ثبوت مکمل ہو جاتا ہے۔ سعیر۔ جہنم۔ کہ نباشد۔ خاردار جھاڑی جلانے ہی کے کام آتی ہے۔ چوں موکل۔ جو فرشتے پہلے اُس سے پوشیدہ تھے اب کوتوال کی طرح اُس پر مسلط ہوں گے۔
2. می برندش۔ وہ فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ نیش۔ یعنی عذاب۔ گہدانہائے۔ یعنی جہنم میں جو اُس کا مقام ہے۔ می کشد۔ وہ جہنم کی طرف جانے سے رکے گا اور کسی اُمید پر مُڑ مُڑ کر دیکھے گا۔ بارانِ خزاں۔ موسمِ خزاں کی بارش بے کار ہوتی ہے۔ رو بدرگاہ۔ وہ مڑ مڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار کو دیکھے گا۔
3. پس۔ اُس گنہگار کے لیے عالمِ قدس سے خطاب ہو گا کہ اے جھوٹے، اعمالِ صالحہ سے ننگے مڑ مڑ کر کیوں دیکھتا ہے کس جزا کا انتظار ہے تیرا اعمالنامہ تیرے ہاتھ میں آ چکا ہے اب بیکار ٹال مٹول ہے کوئی فائدہ نہیں ہے اب تجھے عذاب کے گڑھے میں جانا ہے وہاں روشنی کی کوئی امید نہیں ہے۔

نے[1] تُرا از رُوئے ظاہر طاعتے — نے تُرا در سرّ و باطن نیتے

نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے — نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے

نے تُرا در شب مُناجات و قیام — نے تُرا در روز پرہیز و صیام

نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے — نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے

نے تُرا حفظِ زباں ز آزارِ کس — نے نظر کردن بعبرت پیش و پس

نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے — نہ عبرت کے لیے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے

پیش چہ بُود یادِ مرگ و نزعِ خویش — پس چہ باشد مُردنِ یاراں ز پیش

"آگے" کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی — "پیچھے" کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا

نے تُرا بر ظلم توبہ[2] پُر خروش — اے دغا گندم نمائے و جو فروش

نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے — اے دغا باز گیہوں دکھانے والے اور جو بیچنے والے

چوں ترازوئے تو کژ بُود و دغا — راست چوں جوئی ترازوئے جزا

جبکہ تیری ترازو، کج اور (پُر) دغا تھی — تو جزا کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟

چونکہ پائے چپ بُدی در غدر و کاست — نامہ چوں آید تُرا در دستِ راست

جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا ہے — تو اعمالنامہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیسے آئے گا؟

چوں جزا سایہ است اے قدِ تو خم — سایۂ تو کج فتد در پیش ہم

اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے — سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا

زیں[3] قبل آید خطاباتِ دُرشت — کہ شود کُہ را ازاں ہم کوز پُشت

اس طرح کے سخت خطابات آئیں گے — کہ اُس سے پہاڑ بھی کُبڑا ہو جائے گا

بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں — صد چنانم صد چنانم صد چناں

بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا — میں اُس سے سو گنا ہوں سو گنا ہوں سو گنا ہوں

خود تو پوشیدی بترہا را بحلم — ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم

تو نے خود بُردباری سے، اس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا — ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

لیک بیروں از جہاد و فعلِ خویش — از ورائے خیر و شر و کفر و کیش

لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ — بھلائی اور برائی اور کفر و مذہب کے علاوہ

وز نیازِ عاجزانہ خویشتن — وز خیال و وہمِ من یا صد چومن

اپنی عاجزانہ نیازمندی کے علاوہ — اپنے یا اپنے جیسے سیکڑوں کے خیال اور وہم کے (علاوہ)

---

[1] نے تُرا۔ اللہ تعالیٰ گنہگار سے فرمائے گا کہ تیرے پاس کوئی عملِ خیر ہے نہ نیتِ خیر، نہ رات کی نماز ہے نہ دن کا روزہ تو نے لوگوں کو زبان سے بھی ستایا اور ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی۔ پیش۔ آگے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مرنے اور نزع کی کیفیت کا تصور کر کے عبرت حاصل کرتا اور پیچھے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے پہلے مرے ہیں اُن سے عبرت حاصل کرتا۔

[2] توبہ۔ اگر گناہوں کا صدور بھی ہوا تھا تو اُن سے توبہ کر لیتا۔ چوں۔ جب تیرے عمل کی ترازو غلط تھی تو اب بدلے کی ترازو کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ چونکہ۔ برائی بائیں جانب منسوب ہوتی ہے۔ چوں جزا۔ جزا کی مثال سایہ کی سی ہے جب قد ٹیڑھا ہے تو سایہ ضرور ٹیڑھا ہوگا۔

[3] زیں قبل۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُس گنہگار کو ایسے سخت جواب ملیں گے کہ اُن سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ بندہ گوید۔ اب یہ گنہگار جنابِ باری میں عرض کرے گا کہ جو میری خطائیں گنائی گئی ہیں میں اُن سے بھی سو گنا خطاوار ہوں، لیکن تیری رحمت اُن گناہوں سے بھی بدتر گناہوں کی پردہ پوشی کر دیتی ہے مجھے نہ اپنے اعمال پر بھروسہ ہے نہ اپنی عاجزی پر بلکہ محض تیرے کرم پر بھروسہ ہے۔

بُودم[1] اُمیدے بمحضِ لُطفِ تُو — از وَرائے راست باشی یا عتُو
مجھے تیری مہربانی سے اُمید تھی — صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ

بخششِ محضے ز لُطفِ بے عوض — بُودم اُمید اے کریمِ بے غرض
بغیر بدلے کی مہربانی سے خالص بخشش — اے بے غرض سخی! مجھے امید تھی

رُو سپس کردم بداں محضِ کرم — سُوئے فعلِ خویشتن می ننگرم
میں اُس خالص کرم کی طرف مڑا — میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں

سُوئے آں اُمید کردم رُوئے خویش — کہ وجودم دادہٖ از پیش بیش
اُس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے — کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا

خلعتے ہستی بدادی رائگاں — من ہمیشہ معتمد بُودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا — میں ہمیشہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا

چوں[2] شمارد جُرمِ خود را وَ خطا — محض بخشایش در آید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا — خالص بخشش، عطا میں لگ جائے گی

کاے ملائک باز آریدش بما — کہ بُدستش چشم و دل سُوئے رجا
کہ اے فرشتو! اُس کو ہمارے پاس واپس لے آؤ — کیونکہ اُس کی آنکھ اور دل امید وار (عطا) ہیں

لا اُبالی وار آزادش کنیم — واں خطاہا را ہمہ خط برزنیم
بے پروائی سے ہم اُس کو آزاد کر دیں گے — اور اُن سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے

لا اُبالی مرکسے باشد مُباح — کِش زیاں نبُود ز جُرم و از صلاح
بے پروائی اُس کے لیے مناسب ہے — جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے

آتشِ[3] خوش بر فروزیم از کرم — تا نماند جرم و زلت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کریں گے — تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار — می بسوزد جُرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری — خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے

شُعلہ در بُنگاہِ انسانی زنیم — خار را گلزارِ رُوحانی کنیم
ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے — کانٹے کو، روحانی چمن بنا دیں گے

ما فرستادیم از چرخِ نہم — کیمیا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے — "وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال کی اصلاح کر دیتا ہے" کی کیمیا

---

[1] بُودم۔ میری اُمید تیرے اُس کرم سے وابستہ ہے جو کسی بھی بدلے اور عوض سے بے نیاز ہے میں مڑ مڑ کر تیرے اس کرم کو دیکھتا ہوں اپنے اعمال اور افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ خلعتے۔ تو نے ہمیں وجود عنایت کیا تھا وہ تیرا محض کرم تھا ورنہ اس سے پہلے نیک اعمال کہاں تھے۔

[2] چوں شمارد۔ جب یہ گنہگار اپنی خطائیں گنائے گا تو خالص بخشش عطا شروع کر دے گی۔ کاے۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ چونکہ اُس گنہگار نے ہماری بخشش سے امید وابستہ کی ہے لہٰذا اُس کو جہنم کی جانب سے واپس لے آؤ۔ لا اُبالی۔ ہم اس کی تمام خطائیں معاف کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پروا نہیں ہے کیونکہ ہم بے پروا ہیں، بے پرواہ وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

[3] آتشِ خوش۔ ہم اپنے کرم کی وہ آگ جلا دیں گے جو تمام جُرموں اور خطاؤں کو جلا کر خاکستر بنا دے گی۔ بنگاہ۔ خیمہ گاہ۔ یصلح۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ "اے مومنو اللہ سے پرہیزگاری حاصل کرو اور ٹھیک بات کہو وہ تمھارے اعمال کو سدھار دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔

خود چہ[1] باشد پیشِ نورِ مُستقَر / کَرّ و فَرِّ اختیارِ بُوالبشر
مستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟ ابو البشر کے اختیار کی شان و شوکت

گوشت پارہ آلتِ گویائے اُو / پیہ پارہ مَنظرِ بینائے اُو
گوشت کا ایک ٹکڑا اُس کے بولنے کا آلہ ہے / چربی کا ٹکڑا اُس کے دیکھنے کا آلہ ہے

مَسمَعِ اُو آں دوپارہ استخواں / مُدرِکش دو قطرۂ خوں یعنی جاں
ہڈی کے دو ٹکڑے اُس کے سننے کا آلہ ہیں / خوں کے دو قطرے یعنی دل اُس کے علم کا آلہ ہیں

کِرمکی[2] و از قذر آگندۂ / طمطراقے در جہاں افگندہ
تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے / تو نے دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے

از منی بُودی منی را واگذار / اے ایاز آں پوستیں را یاد دار
تو منی سے پیدا ہوا تھا، خودی کو چھوڑ / اے ایاز! اُس پوستین کو یاد رکھ

قصۂ ایاز و حجرہ داشتنِ اُو جہتِ چارق و پوستین و

ایاز اور اُس کے چپل اور پوستین کے لیے حجرہ رکھنے کا قصہ اور اُس کے

گُماں بُردنِ خواجہ تاشاں کہ اُو را دراں حجرہ دفینہ است

ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اُس حجرے میں اُس کا خزانہ ہے دروازہ

بسببِ مُحکمیِ و روگرانیِ قفل و رفتنِ اُو بداں جا

کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اُس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ / پُوستین و چارقش آویختہ
ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا / اُس نے اپنی پوستین اور چپل لٹکا رکھی تھی

میرود[3] ہر روز در حجرہ خلا / چارقت اینست منگر دَر علا
علیحدہ حجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا / تیری یہ چپل ہے، بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را گفتند اُو را حجرہ ایست / اندر آنجا زرّ وسیم و خُمرہ ایست
انھوں نے بادشاہ سے کہا اُس کا ایک حجرہ ہے / وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے

---

1. خود چہ باشد۔ جس قدر افعالِ انسانی ہیں وہ مظہرِ صفات و اسماءِ باری تعالیٰ ہیں اور اس اعتبار سے اُن میں ایک نور ہے لیکن چونکہ اُن کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوا ہے اس عارض کی وجہ سے اُن میں جرم وخطا کی صفت پیدا ہوگئی ہے، جب حضرت حق تعالیٰ اپنے کرم سے اُس اختیار کی نسبت کو محو فرمادے گا تو اُس کا نور واضح ہو جائے گا اور اُن افعال میں جُرم وخطا کی صفت باقی نہ رہے گی۔ گوشت۔ مولانا بندہ کے اس اختیار کی حقارت اور صفت کو ظاہر فرماتے ہیں اقوال میں بندہ کا اختیار محض ایک زبان کی وجہ سے ہے۔ پیہ۔ نظر کے گناہوں میں اختیار کا تعلق آنکھوں کی معمولی چربی سے ہے۔ مسمع۔ مسموعات میں اختیار محض کان کی دو ہڈیوں کی وجہ سے ہے۔ مدرکش۔ معلومات میں اختیار کا تعلق دل کے خون کے دو قطروں سے ہے، یہ ہے بندہ کے اختیار کی حقیقت۔
2. کرمکی۔ انسان منی جیسی نجس چیز سے بنا ہے جس نے دنیا میں اپنی غلط شان وشوکت بنا رکھی ہے۔ از منی۔ جبکہ انسان اس قدر ناچیز ہے تو غرور وتکبر اس کے مناسب نہیں اس کو ایاز کی طرح اپنی اس پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ قصۂ ایاز۔ ایک انسان کو اپنی اصل حقیقت کو اسی طرح پیش نظر رکھنا چاہیے جس طرح ایاز اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اصل حقیقت کو فراموش نہ کرتا تھا۔ آں ایاز۔ ایاز جو سلطان محمود کا ایک ادنیٰ غلام تھا اور پھر ترقی کر کے اس کا محبوب ترین وزیر بن گیا تھا چونکہ عقل کا پتلا تھا اس نے اپنی غلامی کی حالت کی پوستین اور چپلیں ایک حجرے میں لٹکا رکھی تھیں۔ چارق۔ ایک قسم کی چپل تھی جو جنگلی لوگ پہنتے ہیں۔
3. میرود۔ ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ اس حجرہ میں جا کر اپنے آپ کو بتاتا کہ موجودہ عروج سے غرور نہ کر تیری اصل یہ ہے۔ شاہ را۔ دوسرے وزراء نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز کا ایک خاص حجرہ ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا اور اس کو مضبوطی سے بند کر رکھا ہے اس میں اس نے زر وجواہر جمع کر رکھے ہیں۔ خمرہ۔ مٹکی۔

راہ می ندہد کسے را اندرو ۔۔۔ بستہ میدارد ہمیشہ آں در او
وہ اُس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے ۔۔۔ وہ ہمیشہ اُس دروازے کو بند رکھتا ہے۔

شاہ[1] فرمود اے عجب آں بندہ را ۔۔۔ چہ بُوَد پنہان و پوشیدہ زما
شاہ نے کہا تعجب ہے اُس غلام کا ۔۔۔ ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہو گا؟

پس اشارت کرد میرے را کہ رَو ۔۔۔ نیم شب بکشائے دَر دَر حُجرہ شو
پھر اُس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا ۔۔۔ آدھی رات کو دروازہ کھول، حجرے میں چلا جا

ہرچہ یابی مرتُرا یغماش کن ۔۔۔ سِرِّ اُو را بر ندیماں فاش کن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اُس کو لُوٹ لے ۔۔۔ اُس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے

با چنیں اِکرام و لُطفِ بے عدو ۔۔۔ از لئیمی سیم وزر پنہاں کند
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود ۔۔۔ کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے

مینماید اُو وفا و عشق و جوش ۔۔۔ وانگہ اُو گندم نمائے و جو فروش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے ۔۔۔ پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جو بیچنے والا ہے

ہرکہ[2] اندر عشق یابد زندگی ۔۔۔ کفر باشد پیشِ اُو جز بندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کر لے۔ ۔۔۔ اُس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے

نیم شب آں میر با سی معتمد ۔۔۔ در گشادِ حجرہَ او رائے زد
اُس امیر نے آدھی رات کوتیس معتمد آدمیوں کے ساتھ ۔۔۔ اُس کے حجرے کو کھولنا طے کیا

مشعلہ برکردہ چندیں پہلواں ۔۔۔ جانبِ حجرہ روانہ شادماں
چند بہادر، مشعلیں لئے ہوئے ۔۔۔ خوشی خوشی، حجرے کی جانب روانہ ہو گئے

کامرِ سلطانست بر حجرہ زنیم ۔۔۔ ہر یکے ہمیانِ زر دَرکش کنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے، کہ ہم حجرہ لوٹ لیں ۔۔۔ ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبا لے

آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر ۔۔۔ از عقیق و لعل گوی و از گہر
ایک کہتا تھا، سونا کیا ہوتا ہے ۔۔۔ عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاصِ[3] خاصِ مخزنِ سلطان ویست ۔۔۔ بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ویست
وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے ۔۔۔ بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بہ پیشِ آں عشیق ۔۔۔ لعل و یاقوت و زمرّد یا عقیق
اُس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟ ۔۔۔ لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

---

[1] شاہ۔ بادشاہ نے کہا تعجب ہے اُس نے ہم سے چھپا کر یہ دولت کیوں جمع کی ہے۔ پس۔ بادشاہ نے ایک وزیر کو اشارہ کیا کہ رات میں جا کر اُس حجرے کا دروازہ توڑ کر اندر گھس جاؤ۔ مرتُرا۔ اُس حجرہ میں جو کچھ ملے وہ تیرا ہے۔ یغما۔ لوٹ۔ سِرّ او۔ ایاز کے اس راز کو لوگوں سے کہہ دینا۔ با چنیں۔ ہمارے اس کرم کے ہوتے ہوئے اُس نے ہم سے چھپا کر مال کیوں جمع کیا ہے۔ می نماید۔ ہم سے وفاداری اور عشق کا دم بھرتا ہے اور پھر گیہوں دکھا کر جو فروخت کرتا ہے یعنی دھوکا بازی کرتا ہے۔

[2] ہرکہ۔ جو عشق کا دعویٰ کرے پھر محبوب کی غلامی کے علاوہ اسکیلیے ہر چیز کفر ہوتی ہے۔ نیم شب۔ اُس وزیر نے طے کیا کہ آدھی رات کو تیس بھروسا کے آدمی لیکر اُس حجرہ پر دھاوا بول دیگا۔ پہلوان۔ یعنی وہی تیس معتمد۔ کش۔ گوشہ بغل۔ چہ جائے زر۔ یعنی اس لوٹ میں سونا درکنار عقیق اور لعل اور موتی ملیں گے۔

[3] خاص۔ چونکہ ایاز شاہ کا خاص خزانچی ہے اور شاہ کی جان بنا ہوا ہے اور شاہ کا معشوق ہے تو اسکے خزانہ میں تو عقیق اور جواہر کی بھی کیا قدر ہے۔ عشیق۔ معشوق۔

شاہ[1] را بروے نبُودے بدگماں　　تسخرے میکرد بہرِ امتحاں

بادشاہ کو اُس پر بدگمانی نہ تھی　　وہ آزمائش کے لیے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہر غشّ و غِل　　باز از وہمش ہمی لرزید دل

وہ اُس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا　　پھر وہم سے اُس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بُوَد خستہ شود　　من نخواہم کہ برو خجلت رَوَد

کہ وہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو　　میں خواہاں نہیں ہوں کہ اُس کو شرمندگی ہو

ایں[2] نہ کرد است اُو وگر کرد اُو رَواست　　ہرچہ خواہد گو بکُن محبوبِ ماست

اُس نے یہ نہ کیا ہو گا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے　　کہہ دے وہ جو چاہے کرے، ہمارا پیارا ہے

ہرچہ محبوبم کند من کردہ ام　　اُو منم من اُوچہ گر در پردہ ام

میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے　　وہ میں ہوں، میں وہ، اگرچہ میں پردے میں ہوں

باز گفتے دور ازاں خوئے و خصال　　ایں چنیں تخلیط ژاژ ست و خیال

پھر کہتا اس خصلت اور عادت سے بعید ہے　　اس طرح کی گڑ بڑ بکواس اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید　　کو یکے دریاست قعرش ناپدید

ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے　　کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی اتھاہ نہیں ہے

ہفت[3] دریا اندر و یک قطرۂ　　جُملہ ہستیہا ز مہرش ذرّۂ

ساتوں سمندر اُس کے اندر ایک قطرہ ہیں　　تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا برند　　قطرہایش یک بیک مینا گرند

سب اُس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں　　اُس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے

شاہِ شاہانست و بلکہ شاہ ساز　　وز برائے چشمِ بد نامش ایاز

وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے　　نظرِ بد کی وجہ سے، اُس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بروے بدست　　ازرہِ غیرت، کہ حُسنش بیحدست

بھلی نگاہیں بھی، اُس پر بُری ہیں　　غیرت کی وجہ سے، کیونکہ اُس کا حسن بیحد ہے

یک دہاں خواہم بپہنائے فلک　　تا بگویم وصفِ آں رشکِ ملک

آسمان کی چوڑائی والا ایک منہ چاہتا ہوں　　تاکہ اُس رشکِ ملائکہ کی تعریف کر سکوں

---

[1] شاہ۔ شاہ نے ایاز کا حجرہ توڑنے کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ اس بنا پر نہ دیا کہ اُن لوگوں کی باتوں کی وجہ سے شاہ ایاز سے بدگمان ہو گیا تھا بلکہ اُس نے اس حکم کے ذریعہ اُن لوگوں کو آزمانے کے لیے مذاق کیا تھا۔ پاک۔ بادشاہ ایاز کو اس تہمت سے پاک سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاہ کا دل لرز رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کی یہ تہمت صحیح نکلی تو ایاز کو بہت رنج ہو گا۔

[2] ایں نہ کرد است۔ شاہ یہی سمجھتا تھا کہ ایاز نے حجرہ میں خزانہ جمع نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو چونکہ وہ میرا محبوب ہے اُس کا جو جی چاہے کرے۔ ہرچہ۔ اگر اُس نے خزانہ بھی جمع کیا ہے تو گویا میں نے ہی جمع کیا ہے جبکہ اُس میں اور مجھ میں دوئی نہیں ہے۔ تخلیط۔ گڑ بڑ جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ از ایاز۔ ایاز اخلاص و محبت کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] ہفت دریا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار آخر تک شاہ کی زبانی ایاز کی تعریف ہوں یا مولانا نے ایاز کی محبوبیت سے آنحضورؐ کی محبوبیت کی طرف منتقل ہو کر آنحضورؐ کی مدح شروع کر دی ہو۔ جملہ ہستیہا۔ یعنی تمام موجودات۔ ایاز۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز غلام مراد ہے اگر آنحضورؐ کی تعریف ہے تو ایاز سے آنحضورؐ کی عبدیت مُراد ہے۔ ازرہِ غیرت۔ شعر۔ (غیرت از چشمم برم روئے تو دیدن ندہم۔ گوش را نیز حدیثے تو شنیدم ندہم) یک دہاں۔ میرا یہ چھوٹا سا منہ تعریف سے قاصر ہے۔

دردہاں[1] یا بم چنیں و صد چنیں ؎ تنگ آید در بیانِ آں امیں
اور اگر میں ایسا اور اُس جیسے سیکڑوں منہ پا لوں ؎ اُس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں

ایں قدر ہم گرنگویم اے سند ؎ شیشہء دل از ضعیفی بشکند
اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں ؎ کمزوری سے، دل کا شیشہ ٹوٹ جائے

شیشہء دل را چو نازک دیدہ ام ؎ بہرِ تسکیں بس قبا بدریدہ ام
چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا ؎ تسکین کے لیے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں

من[2] سَرِ ہر ماہ سہ روز اے صنم ؎ بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن ؎ یقیناً، دیوانہ بن جاتا ہوں

ہیں کہ امروز اوّلِ سہ روزہ است ؎ روزِ پیر و زیست نے پیروزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے ؎ کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے

ہردلے کاندرغمِ شاہے بُود ؎ دمبدم اُو را سَرِ ایں مہ بُود
جو دل شاہ کے عشق میں (مبتلا) ہو ؎ اُس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

در[3] بیانِ آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورتِ قصہ است و آنکہ آں صورتیست
اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور یہ کہ وہ ظاہر،

درخوردِ ایں صورت گراں است و درخوردِ آئینہ تصویرِ ایشانست و از قدوسی
ظاہر پرستوں کے لائق اور اُن کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے اور وہ لطافت جو اس قصہ

کہ حقیقتِ ایں قصہ راست نُطقِ مرا ازیں تنزیل شرم می آید و از خجالت
کی حقیقت ہے میری گویائی کو اُس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی

سروریش و قلم گم میکند وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ
سے سر اور ڈاڑھی اور قلم کو گم کئے دیتی ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

قصہء محمود و اوصافِ ایاز ؎ چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں زساز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف ؎ اب ترتیب سے باہر ہو گئے، چونکہ میں دیوانہ بن گیا ہوں

---

[1] دردہاں۔ اس طرح کی سیکڑوں تعریفیں بھی اُس امین کی خوبیوں کا پورا بیان نہیں کرسکتی ہیں۔ امین۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز مراد ہے اگر مولانا کا مقولہ ہے تو آنحضورؐ مراد ہیں۔ ایں قدر۔ معشوق کی تعریف کرنے سے عاشق کو تسلی ہوتی ہے۔ شیشہء دل۔ قبا چاک کرنے سے جنون کو تسلی ہو جاتی ہے۔

[2] من۔ مجنوں کا جنون مہینہ کے ابتدائی تین دن میں جوش پر ہوتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج ظالم نے اجنبی حالت میں ایک چرواہے سے دریافت کیا کہ حجاج کے بارے میں تیری کیا رائے ہے تو اُس نے حجاج کو بددعائیں دیں اور ظالم بتایا اس پر حجاج نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں خود حجاج ہوں تو اس چرواہے نے گھبرا کر کہا تو نہیں جانتا کہ میں ایک دیوانہ ہوں اور مجھے ہر مہینہ میں تین دن جنون کا دورہ پڑتا ہے اور آج اُن دنوں کا پہلا دن ہے اس پر حجاج ہنس پڑا اور اُس کو انعام دیا ممکن ہے کہ اس لطیفہ کے تین دن کی طرف اشارہ ہو۔

[3] ہیں کہ۔ مولانا فرماتے ہیں محبت میں دیوانگی کا میرا ابھی پہلا روز ہے۔ ہردلے۔ جس کے دل میں معشوقِ حقیقی کا عشق ہو اُس کے لیے تو ہر لحظہ مہینہ کے اوّل کے تین دن ہیں۔

زانکہ[1] پیلم دید ہندوستاں بخواب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا

از خراج اُمید بُر، دِہ شد خراب
آمدنی سے اُمید منقطع کر لے، گاؤں تباہ ہو گیا ہے

كَيْفَ يَأْتِي النَّظْمُ لِيْ وَالْقَافِيَةْ
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟

بَعْدَ مَا ضَاعَتْ اُصُوْلُ الْعَافِيَةْ
جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہو گئی ہیں

مَا جُنُوْنٌ وَّاحِدٌ لِّيْ فِي الشُّجُوْن
غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے

بَلْ جُنُوْنٌ فِيْ جُنُوْنٍ فِيْ جُنُوْن
بلکہ جنون در جنون در جنون ہے

ذَابَ جِسْمِيْ مِنْ اِشَارَاتِ الْكُنَا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گھل گیا

مُنْذُ عَانَيْتُ الْبَقَآءَ فِي الْفَنَا
جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اٹھائی ہے

اے[2] ایاز از عشقِ تو گشتم چو مُوئے
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہو گیا ہوں

ماندم از قصہء تو قصہء من بگوئے
میں تیرے قصہ سے تھک گیا، تو میرا قصہ بیان کر

بس فسانہء عشقِ تو خواندم بجاں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل) و جان سے پڑھا

تو مرا کافسانہ گشتستم بخواں
میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مقتدا
اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے

من کہ طورم تو موسیٰ ویں صدا
میں (کوہ) طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا (بازگشت) ہے

کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟

زانکہ بیچارہ زگفتہا تہی ست
کیونکہ وہ بیچارہ گفتگوؤں سے خالی ہے

لیک موسیٰ فہمِ گفتہا کند
لیکن موسیٰ گفتگوئیں سمجھتے ہیں

کوہِ عاجز خود چہ داند اے سَنَد
اے معتمد! عاجز پہاڑ کیا جانے

کوہ[3] میداند بقدرِ خویشتن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے

اندکے دارد ز لُطفِ روح تن
جسم، روح کا تھوڑا سا لطف رکھتا ہے

تن چو اُصطرلاب باشد ز احتساب
جسم، حساب لینے میں اُصطرلاب کی طرح ہے

آیتے از رُوح ہمچوں آفتاب
رُوح کی نشانی سورج کی طرح ہے

---

[1] زانکہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جا کر جب کبھی وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو اُس پر مستی طاری ہو جاتی ہے۔ کیف۔ ایک مجنون نظم اور قافیہ پر قادر نہیں رہتا۔ ماجنون۔ میرا صرف ایک جنون نہیں ہے جنون در جنون در جنون ہے۔ زاب جسمی۔ چونکہ عشق کی داستان بیان نہیں کر رہا ہوں، لہٰذا اُس کا اثر میرے جسم کو گھلا رہا ہے۔ منذ۔ جب سے میں اپنے آپ فنا کر کے مقامِ مشاہدہ میں پہنچ گیا ہوں۔

[2] اے ایاز۔ اے محبوب اب مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تیرے عشق کا قصہ بیان کر سکوں اب میرا وجود خود قصہ بن کر رہ گیا ہے تو اس قصہ کو بیان کر۔ بس فسانہ۔ میں تیرے عشق میں فنا ہو کر خود افسانہ بن گیا ہوں۔ خود۔ طور میں کی صدا خود طور کی نہ تھی وہ تو حضرت موسیٰ کی صدائے بازگشت تھی اب میں طور ہوں تو موسیٰ ہے لہٰذا میری آواز دراصل تیری آواز ہے۔ کوہ۔ پہاڑ خود اُس آواز کو کچھ نہیں سمجھتا موسیٰ نے سمجھا۔

[3] کوہ میداند۔ پہلے شعر سے یہ نہ سمجھنا کہ پہاڑ بالکل بے شعور ہے پہاڑ میں بھی شعور ہے لیکن حضرت موسیٰ جیسا شعور نہیں ہے۔ اندکے۔ اصل لذت روح کو حاصل ہوتی ہے جسم بھی اُس سے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے یہی حال حضرت موسیٰ اور پہاڑ کا ہے۔ تن۔ اب مولانا نے جسم اور رُوح کا مستقل بیان شروع کر دیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور مراتب کا اسی طرح پتا لگتا ہے جس طرح اُصطرلاب سے سورج کے احوال کا پتا چلتا ہے۔ اصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

آں[1] منجم چوں نباشد چشمِ تیز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو

شرط باشد مَردِ اُصطرلاب ریز
اُصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے

تا صُطرلابے کند از بہرِ اُو
تاکہ وہ اُس کے لیے اصطرلاب بنا دے

تابَرد از حالتِ خورشید بُو
تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

جاں کز اُصطرلاب جُوید اُو صواب
جو جان اُصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے

چہ قدرداند ز چرخ و آفتاب
وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے؟

توکز اُصطرلابِ دیدہ بنگری
تو جو کہ آنکھ کے اُصطرلاب سے دیکھتا ہے

در جہاں دیدن یقیں بس قاصری
عالم (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے

تو جہاں را قدرِ دِیدہ دیدہٗ
تو نے جہان کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے

گو جہاں، سُبلت چرا مالیدہٗ
جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟

عارفاں را سُرمہ ہست آں بجوئے
عارفوں کے پاس سُرمہ ہے وہ طلب کر

تاکہ دریا گردد ایں چشمِ چو جوئے
تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے

ذرّہ[2] از عقل و ہوش ار با من ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ بھی، میرے پاس ہے

ایں چہ سَودا و پریشاں گفتن ست
تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کیوں کرتا ہے؟

چونکہ مغزِ من ز عقل و ہُش تہی ست
چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے

پس گناہِ من دریں تخلیط چیست
تو اس خلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟

نے گناہ اُو راست کو عقلم بُرد
نہ اُس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا

عقلِ جُملہ عاقلاں پیشش بمُرد
تمام عقلمندوں کی عقلیں اُس کے آگے مُردہ ہیں

يَا مُجِيرَ الْعَقْلِ فَتَّانَ الْحِجٰى
اے عقل کو حیران کرنیوالے سمجھ کو فتنہ میں مبتلا کرنیوالے!

مَا سِوَاكَ لِلْعُقُوْلِ مُرْتَجٰى
تیرے سوا عقلوں کی اُمید گاہ نہیں ہے

مَا[3] اشْتَهَيْتُ الْعَقْلَ مُذْ جَنَّنْتَنِیْ
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا میں نے عقل کی خواہش نہیں کی

مَا حَسَدتُّ الْحُسْنَ مُذْ زَيَّنْتَنِیْ
جب سے تو نے مجھے زینت بخشی میں نے حسن پر حسد نہیں کیا ہے

بَلْ جُنُوْنِیْ فِیْ هَوَاكَ مُسْتَطَاب
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے

قُلْ بَلٰى وَاللّٰهُ يُجْزِيْكَ الصَّوَاب
کہہ دے ''ہاں'' اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے

گر بتازی گوید او در پارسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں

گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی
تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اس کو سمجھے

آں منجم۔ جو نجومی براہ راست ستاروں کے احوال نہیں دیکھ سکتا اُسکے لیے اُصطرلاب ذریعہ بنتا ہے۔ جاں۔ جو منجم براہ راست چاند اور سورج کے فاصلوں کو نہ سمجھ سکے محض اُصطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک نہ پہنچ سکے گا۔ توکز۔ اگر انسان محض آنکھ کے اُصطرلاب کے ذریعہ عالم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ پائے گا۔ تو جہاں۔ آنکھ کے ذریعہ سمجھنے والا اپنی آنکھ کے بقدر سمجھ سکے گا۔ عارفاں۔ عارفوں سے سرمہ حاصل کرنا چاہیے پھر حقائق واضح ہوں گے۔

ذرہ۔ اگر مجھ میں تھوڑی بھی عقل ہو تو میں ژولیدہ بیانی نہ کروں لیکن چونکہ میری عقل اور حواس گم ہو گئے ہیں لہٰذا یہ بے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔ نے گناہ۔ وہ معشوق جس کی وجہ سے ہوش و حواس گم ہوئے ہیں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اُس کی شان یہی ہے کہ اُس کے سامنے عاقلوں کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ مجیر۔ حیران کرنے والا۔ فتان۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والا۔ حجی۔ عقل۔ مرتجی۔ اُمید گاہ۔

ما اشتہیت۔ یعنی تیرے عشق کے جنون کے بعد مجھے عقل کی تمنا نہیں۔ جننتنی۔ تو نے مجھے جنون میں مبتلا کیا ہے۔ زینتنی۔ تو نے مجھے زینت دی ہے۔ مستطاب۔ پسندیدہ۔ قل بلیٰ۔ یعنی تو میری ان باتوں کی تصدیق کر دے۔ گر بتازی۔ معشوق کا بولنا دراصل عاشق کا بولنا ہے اور اُس کے سمجھنے کے لیے حواس نہیں ہیں۔

بادہ[1] اُو در خورِ ہر ہوش نیست / حلقۂ اُو سخرۂ ہر گوش نیست

اُس کی شراب، ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے / اُس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے

بارِ دیگر آمدم دیوانہ وار / رَو رَو اے جاں زود زنجیرے بیار

میں دیوانہ وار دو بارہ آ گیا / اے جان! جا جا، جلد زنجیر لا

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم / گر دو صد زنجیر آری بر درم

میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ / اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

ہست بر پائے دلم از عشق بند / سُود کے دارد مرا ایں وعظ و پند

میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے / مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟

قصہ[2] عشق ندارد مطلعہ / ہم ندارد ہمچو مطلع مقطعہ

اُس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا / مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

حکمتِ نظر کردن در چارق و پوستین کہ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشقِ ایاز / کاں یکے گنجے ست مالا مالِ راز

ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا / کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

میرود ہر روزہ در حُجرہ بدیں / تابہ بیند چارقے با پوستیں

وہ ہر روز حجرہ میں اس لیے جاتا تھا / تا کہ چپل مع پوستین کے دیکھے

زانکہ ہستی سخت مستی آورد / عقل از سر، شرم از دل میبرد

کیونکہ وسعت بہت مستی لاتی ہے / سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکال دیتی ہے

صد[3] ہزاراں قرن پیشیں را ہمیں / مستیِ ہستی بزد رہ زیں کمیں

اس لیے کہ لاکھوں سال پہلے اسی / وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکا زنی کی ہے

شُد عزازیلے ازیں مستی بلیس / کہ چرا آدمؑ شود برمن رئیس

اسی مستی کی وجہ سے عزازیل ابلیس بنا / کہ آدمؑ میرے سردار کیوں ہوں؟

خواجہ ام من نیز و خواجہ زادہ ام / صد ہنر را قابل و آمادہ ام

میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں / لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

---

[1] بادہ۔ اس کی شراب کو صاحب ہمت ہی برداشت کر سکتا ہے۔ اس کی غلامی کے حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے۔ بارِ دیگر۔ اب مجھے جنون کا پھر دورہ پڑنے لگا جلد زنجیر لا لیکن وہ زنجیر اپنی زلف کی لا، لوہے کی زنجیر میری دیوانگی کی تاب نہ لا سکے گی۔ ہست۔ جس شخص کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہوئی ہو اُس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

[2] قصہ۔ عشق کے قصہ کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا۔ مطلع۔ غزل کا پہلا شعر۔ مقطع۔ غزل کا آخری شعر۔ باز گرداں۔ ایاز کا قصہ پھر شروع کر کیونکہ اُس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ہستی۔ یعنی عیش و عشرت کے سامان کے ہوتے ہوئے انسان میں نہ عقل رہتی ہے نہ شرم۔

[3] صد ہزاراں۔ قدیم زمانہ سے یہ فراوانی قوموں اور لوگوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ شُد عزازیل۔ شیطان کو ہر طرح کا عیش و عشرت اور مرتبہ کی بڑائی حاصل تھی وہی اس کی گمراہی کا سبب ہوئی۔ خواجہ۔ شیطان۔ ملائکہ کا معلم تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا جو کہ مٹی سے اعلیٰ ہے اسلیے اُس نے آپ کو سردار اور سردار زادہ کہا۔

در ہُنر من از کسے کم نیستم تا بخدمت پیشِ دشمن[1] بیستم
میں ہُنر میں کسی سے کم نہیں ہوں پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟

من ز آتش زادہ ام اُو از وَحل پیشِ آتش مَر وَحل را چہ محل
میں آگ سے پیدا ہوں وہ کیچڑ سے آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رُتبہ؟

اُو کجا بود اندراں دورے کہ مَن صدرِ عالَم بُودم و فخرِ زمن
اُس زمانی میں وہ کہاں تھا؟ جبکہ میں عالَم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

دربیانِ آیہ کریمہ خَلَقَ الْجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى فِى
آیۃ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا

حَقِّ ابلِيْسَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ
ابلیس (اُس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا اپنے رب کے حکم سے

شُعلہ میزد آتشِ جانِ سَفیہ کاتشی بُود الوَلد سِرُّ اَبِیہ
نالائق کی جان شعلہ مارتی تھی کیونکہ وہ آگ کا (بنا ہوا) تھا لڑکا باپ کا راز ہے

نے[2] غلط گفتم بُد قہرِ خدا عِلّتے را پیش آوردن چرا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا کوئی علت پیش کرنا کیسا؟

کارِ بے عِلّت مبرّا از عِلَل مستمِرّ و مستقرّ ست از ازل
(خداکا) کام بے علت، علتوں سے پاک ہے ازل سے، دائم اور قائم ہے

در کمالِ صُنعِ پاکِ مُستحَث علتِ حادث چہ گنجد با حَدَث
قابلِ توجہ، پاک کام کے کمال میں حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟

سِرِ[3] اَب چہ بُود اَبِ ما صُنعِ اوست صُنع مغز ست و اَب صورت چو پوست
باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اُس کی صنعت ہے صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے

عشق داں اے فُندقِ تن دوستت جانت جوید مغز و کوبد پوستت
اے فندق جیسے جسم (والے) عشق کو اپنا دوست سمجھ جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہے، تیرے چھلکے کو کوٹتا ہے

---

1. دشمن۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ وحل۔ کیچڑ۔ پیش۔ مٹی رتبہ میں آگ سے گھٹی ہوئی ہے۔ اُو کجا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے شیطان کی بہت عزت تھی۔ خلق۔ دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ شعلہ۔ چونکہ شیطان آتشی ہے تو اُس کا مزاج بھی آتشی ثابت ہوا۔ الولد۔ جیسا باپ ویسا بیٹا۔
2. نے۔ میں نے اُس کی نافرمانی کی علت آگ کو قرار دیا اصل علت قہرِ خدا ہے۔ کار۔ اللہ تعالیٰ کا کام علت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ در کمال۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات ازلی ہیں کوئی امر حادث اس کی علت کیسے بن سکتا ہے تو شیطان کی نافرمانی کی علت اس کے آتشی ہونے کو قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ قدرِ ازلی میں اُس کو نافرمان قرار دیا گیا تھا اُس وقت نہ آگ تھی نہ شیطان کا آتشی ہونا تھا۔
3. سِرِ اَب چہ بُود۔ کہا تھا الوَلدُ سِرٌّ لِاَبِیہ یعنی بیٹے کے اوصاف کے لیے باپ کے اوصاف علت ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ باپ خود اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ کیا علت بن سکے گا۔ اصل اللہ کی صفت ہے باپ اُس کا ظاہری چھلکا ہے تو اصلِ علت اور سبب خدا کی کاریگری ہے۔ عشق داں۔ عشق روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور جسم کو گھٹاتا ہے۔ فندق۔ عناب کی طرح کا ایک پھل ہے۔

دوزخی[1] کہ پوست باشد دوستش
وہ دوزخی، کھال جس کی دوست ہو
داد بَدَّلْنَا جُلُوْدًا پوستش
"ہم نے کھالوں کو بدل دیا" کی کھال ان کو دے دی ہے

معنی و مغزت بر آتش حاکم ست
تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے
لیک آتش را قشورت ہیزم ست
لیکن تیرے چھلکے، آگ کا ایندھن ہیں

کوزۂ چوبیں کہ دروے آبِ جُوست
لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے
قدرتِ آتش ہمہ برظرفِ اُوست
آگ کا پورا قابو اُس کے برتن پر ہے

معنیِ[2] انساں بر آتش مالک ست
انسان کا جوہر، آگ کا مالک ہے
مالکِ دوزخ دروے کے ہالِکست
دوزخ کا مالک اُس میں کب ہلاک ہونے والا ہے

معنیِ ہیزم بر آتش حاکم ست
ایندھن کا جوہر، آگ پر حاکم ہے
لیک آتش راتنِ اُو ہیزم ست
لیکن اُس کا جسم آگ کا ایندھن ہے

پس میفزا تو بدن معنیٰ فزا
پس تو جسم کو نہ بڑھا، روح کو بڑھا
تاچو مالک باشی آتش را کیا
تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے

پوستہا بر پوست می افزودۂ
تو نے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے
لاجرم چوں پوست اندر دُودۂ
لا محالہ تو چھلکے کی طرح دھویں میں ہے

زانکہ آتش را علف جز پوست نیست
آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے
قہرِ حق آں کبر را گردن زنیست
اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے

ایں[3] تکبّر از نتیجۂ پوست ست
یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے
جاہ و مال آں کبر رازاں دوست ست
اِس لیے تکبر کو رُتبہ اور مال محبوب ہے

ایں تکبر چیست غفلت از لُباب
یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت
منجمِد چوں غفلتِ یخ ز آفتاب
جمی ہوئی، جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت

چوں خبر شُد ز آفتابش یخ نماند
جب اُس کو سورج کا پتا چلا، برف نہ رہا
نرم گشت و گرم گشت و تیز راند
نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے بہہ گیا

شُد زدیدِ لُب جملہ تن طمع
جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا
خوار و عاشق شد کہ ذَلَّ مَنْ طَمَعْ
ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

---

1. دوزخی۔ جو جسم و پوست کی بالیدگی کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ میں نئی نئی کھالیں دے گا۔ قرآن پاک میں ہے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ "اُن دوزخیوں کی جب جب کھالیں پک جائیں گی ہم اُن کی کھالیں تبدیل کر دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ معنی و مغزت۔ انسان کی روح، روحِ کامل کا پرتو ہے لہٰذا وہ آگ پر حاکم ہے آگ کا ایندھن انسان کا جسم ہے۔ کوزہ۔ جس لکڑی کے پیالے میں پانی ہو اگر اُس کو آگ پر رکھو تو پیالہ پر آگ کا اثر آئے گا۔
2. معنیِ انسان۔ روحِ انسانی آگ کی مالک ہے تو مالک فرشتہ جہنم کا داروغہ اور حاکم ہے وہ آگ سے کیسے تباہ ہو سکتا ہے۔ مالک۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو آگ کا حاکم اور داروغہ ہے۔ پوستہا۔ جبکہ تو جسم پوست بن گیا ہے اور پوست جہنمی چیز ہے تو تو بھی جہنم کے دھویں میں ہے۔ زانکہ۔ جسم پروری سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ کا قہر اُسکا قاتل ہے۔
3. ایں تکبر۔ جسم پروری کا نتیجہ تکبر و غرور ہوتا ہے اسی لیے تکبر مال اور رُتبہ کو بہت پسند کرتا ہے چونکہ یہ چیزیں تن پروری کا سبب ہیں۔ ایں تکبر۔ انسان کا تکبر اُس کی ذات و صفاتِ باری سے غفلت کا نتیجہ ہے اور اُس کا جماؤ ایسا ہی ہے جیسا کہ برف کا جماؤ سورج سے غفلت کی بنا پر ہے۔ لباب۔ خلاصہ، جوہر یعنی ذاتِ باری اور اس کی صفات۔ شُد ز دید لب۔ جب اس کو ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو انسان میں ان کے حصول کا لالچ پیدا ہوتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلت اختیار کرتا ہے۔ ذَلَّ مَنْ طَمَعْ۔ مولانا نے اس محاورہ کے عام معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لیے ہیں عام معنی تو یہ ہیں کہ دنیا کا لالچ انسان کو ذلیل کرتا ہے۔

چوں[1] نہ بیند مغز قانع شُد بپوست
جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے
بندِ عزّ مَن قنِع زندانِ اُوست
"جس نے قناعت کی اُس نے تکبر کیا" کی بیڑی اسکا قید خانہ ہے

عزّت اینجا گبریست وذُل دیں
اس جگہ عزت کافری ہے اور ذلت دین
سنگ تا فانی نشُد کے شد نگیں
پتھر جب تک فانی نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟

در مقامِ سنگی وانگاہ انا
تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبر
وقتِ مسکیں گشتنِ تُست و فنا
(حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے

کبر زاں جُوید ہمیشہ جاہ و مال
تکبر ہمیشہ رُتبہ اور مال کا جویاں اس لیے ہے
کہ ز سرگین ست گلخن را کمال
کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے

کایں دودایہ پوست را افزوں کنند
کیونکہ یہ دونوں دودھ پلانے والی، کھال کو بڑھاتی ہیں
شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند
چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں

دیدہ[2] رابر لُبِّ لُب نفراشتند
لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اُٹھائی
پوست رازاں روئے لُب پنداشتند
اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے

پیشوا ابلیس بُود ایں راہ را
اس راستے کا پیشوا، ابلیس تھا
کوشکار آمد شبیکہ جاہ را
جو رُتبہ کے جال کا شکار بنا

مال چوں مارست و آں جاہ اژدہا
مال سانپ جیسا ہے اور رُتبہ اژدہا ہے
سایۂ مرداں زمرّد ایں دو را
ان دونوں کا زمرد، مردوں کا سایہ ہے

زاں زمرّد مار را دیدہ جہد
اس زمرد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں
کور گردد مار و رہرو وارہد
سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے

چوں[3] بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس
جبکہ اُس پیشوا نے اس راستہ پر کانٹے بچھائے
ہر کہ خست اُو گفت لعنت بر بلیس
جو بھی زخمی ہوا اُس نے کہا شیطان پر لعنت

یعنی ایں غم برمن از غدرِ ویست
یعنی مجھے یہ تکلیف اُس کی غداری سے پہنچی
غدر را آں مُقتدا سابق پے ست
غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے

بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند
اُس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں
جُملگاں بر سُنّتِ اُو پازدند
سب اُس کے طریقہ پر چل پڑے

---

[1] چوں نہ بیند۔ جب تک انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت کرتا ہے اور قناعت کی بیڑی اُس کو تکبر اور غرور میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عزّ من قنع۔ اس محاورے کے عام معنی تو یہ ہیں کہ جو شخص دنیاوی معاملات میں قناعت اختیار کرتا ہے وہ باعزت رہتا ہے۔ مولانا نے اس محاورے کے بھی یہ معنی مراد نہیں لیے ہیں۔ عزت۔ مولانا فرماتے ہیں تن پروری کفر ہے اور دین ذلت کا اختیار کرنا ہے۔ سنگ۔ جسم کے پتھر کو جب تک مجاہدوں کے ذریعہ فنا نہ کیا جائے گا آگے نہ بن سکے گا۔

[2] دیدہ را۔ چونکہ انسان لوگوں نے اصل جوہر کو نہ دیکھا اس لیے وہ چھلکے کو مغز سمجھ بیٹھے۔ پیشوا۔ ان گمراہوں کا پیشوا شیطان ہے جو خود جاہ اور مرتبہ کے جال کا شکار بن گیا۔ مال۔ مال اور رتبہ کی محبت انسان کے لیے سانپ اور اژدہا ہے بزرگوں کی محبت ان دونوں کے لیے زمرد ہے۔ زاں زمرد۔ مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور وہ انسان پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

[3] چوں۔ راہ ہدایت پر چونکہ شیطان نے کانٹے بچھائے ہیں اب جس کسی کو بھی اس راہ میں اُن سے تکلیف پہنچتی ہے وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے۔ آں مقتدا۔ یعنی شیطان۔ بعد ازاں۔ اب جس قدر گمراہ ہیں اُسی شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

ہرکہ[1] بنہد سُنّتِ بَد اے فتیٰ
اے نوجوان! جس نے بُرا راستہ قائم کیا
تا در اُفتد بعد ازو خلق از عمیٰ
اسکے بعد جب تک بھی مخلوق اندھے پن سے اس پر چلتی ہے

جمع گردد بروے آں جملہ بزہ
وہ سب گناہ اُس پر جمع ہو جاتا ہے
کو سرے بُودست و ایشاں دُم غزہ
کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دُم کی جڑ تھے

لیک آدمؑ چارق و آں پوستیں
لیکن آدمؑ چپل اور وہ پوستیں
پیش می آرد کہ ہستم من زطیں
سامنے لاتا ہے، کہ میں مٹی کا ہوں

چوں ایاز آں چارقش مورود بُود
جیسا کہ ایاز، چپل اُس کا وِرد تھی
لاجرم اُو عاقبت محمود بُود
لا محالہ اُس کا انجام قابلِ ستائش تھا

ہستِ[2] مُطلق کارسازِ نیستی ست
مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے
کارگاہِ ہست کُن جُز نیست چیست
موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے؟

بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے
کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟
یا نہالے کارد اندر مغرسے
یا ایک پودے کے تھانولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے

کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست
وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے
تخم کارد موضعے کہ کِشتہ نیست
اُس جگہ بیج بوتا ہے، جو بوئی ہوئی نہیں ہے

تو برادر موضعِ نا کِشتہ باش
اے بھائی تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا
کاغذ اسپیدنا بنوشتہ باش
تو نہ لکھا ہوا، سفید کاغذ بن جا

تا مُشرّف[3] گردی از نون و القلم
تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے
تابکارد در تو تخم آں ذُوالکرم
تاکہ وہ صاحب کرم تجھ میں بیج بوئے

خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر
خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنا لے
مطبخے کہ دیدہٗ نادیدہ گیر
جو مطبخ تو نے دیکھا ہے، اُس کو بن دیکھا بنا لے

زانکہ زیں پالودہ مستیہا بُود
کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں
پوستیں و چارق از یادت رود
پوستیں اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں

چوں در آید نزع و مرگ آہے کنی
جب نزع اور موت آتی ہے، تو آہ کرتا ہے
ذکرِ دلق و چارق آنگاہے کُنی
تب پُرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

---

1. ہرکہ۔ حدیث شریف ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُمَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ جس شخص نے کوئی بُری راہ قائم کی اُس پر اُس کا اور اُن لوگوں کا گناہ ہے جو قیامت تک اُس پر عمل کریں گے۔ بزہ۔ گناہ۔ دم غزہ۔ دُم کی جڑ۔ لیک آدمؑ۔ آدمؑ نے اپنی اصل کو دیکھا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہہ دیا۔ چوں۔ ایاز۔ ایاز کا بھی اسی طرح سے اپنی غربت کی پوستین اور چپل کو دیکھنے کا معمول تھا اسی لیے اُس کی عاقبت بھی پسندیدہ ہوئی۔
2. ہستِ مطلق۔ انسان اپنے آپ کو نیست کرے گا تب ہی اُس میں صنعت خداوندی کارساز بنے گی۔ بر نوشتہ۔ لکھے ہوئے کاغذ پر کوئی نہیں لکھتا ہے، جس تھانولے میں درخت پہلے سے لگا ہوا ہو اُس میں نیا پودا نہیں بویا جاتا ہے لہٰذا اپنے آپ کو فنا کر تب بقا حاصل ہوگا۔ کاغذے۔ خوشنویس سادہ کاغذ تلاش کرتا ہے، باغ بنجر زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو برادر۔ انسان کو اپنے آپ کو نہ لکھے ہوئے کاغذ اور بنجر زمین کی طرح بنا لینا چاہیے۔
3. تا مشرف۔ پھر قدرت قلمِ قدرت سے اُس پر نقش و نگار کرے گی اور اُس میں معرفت نئے پودے لگا دے گی۔ خود۔ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے خالی کر لے پھر غیب کی لذتیں حاصل ہوں گی۔ زانکہ۔ انسان دنیاوی لذتوں میں پھنس کر متکبر بن جاتا ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ چوں در آید۔ پھر ایسے وقت میں ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اُس کو اُس کا اظہار مفید نہیں ہوتا۔

تانگردی[1] غرقِ موجِ زشتیے　　کہ نباشد از پناہت کشتیے
جب تک تو کسی بُرائی کی موج میں غرق نہ ہو گا　　جس میں تیری پناہ کے لیے کوئی کشتی نہ ہو گی

یاد ناری از سفینہ راستیں　　ننگری در چارق و در پوستیں
تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا　　چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا

چونکہ درمانی بغرقابِ بلا　　پس ظلمنا وِرد سازی بر ولا
جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائے گا　　پھر پے در پے ''میں نے ظلم کیا'' کو ورد بنائے گا

دیو گوید بنگرید ایں خام را　　سر بُرید ایں مُرغِ بے ہنگام را
شیطان کہتا ہے اس بے وقوف کو دیکھو　　اس بے وقت کے (اذان دینے والے) مرغ کو ذبح کردو

دور ایں خصلت ز فرہنگِ ایاز　　کہ پدید آید نمازش بے نیاز
یہ خصلت، ایاز کی ذہانت سے بعید ہے　　کہ اُس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو

اُوخروسِ آسماں بُودہ زپیش　　نعرہائے اُو ہمہ در وقتِ خویش
وہ پہلے سے آسمانی مُرغ تھا　　اُس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنی آنکہ اَرِنَا[2] الْاَشْیَاءَ کَمَا هِیَ و معنی آنکہ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا و معنی ایں بیت

اس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اُس کے معنی کہ اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اس بیت کے معنی

در ہرکہ تو از دیدۂ بد می‌نگری از چنبرۂ وجودِ خود می‌نگری

جس شخص کو تو بُری نظر سے دیکھتا ہے اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے

و در بیان ایں مصرع پایۂ[3] کژ کژ فگند سایۂ

اور اس مصرع کے بیان میں ٹیڑھا قدِ ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے

اے خروساں ازوے آموزید بانگ　　بانگ بہرِ حق کند نے بہرِ دانگ
اے مرغو! اُس سے اذان دینا سیکھو　　وہ اللہ کے لیے اذان دیتا ہے، نہ کہ پیسے کے لیے

صبح کاذب آید و نفریبدش　　صبحِ کاذب عالمِ نیک و بدش
صبح کاذب آتی ہے اور اس کو فریب نہیں دیتی　　صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

---

[1] تانگردی۔ تیری یہ حالت ہے کہ جب تک تو بالکل تباہ نہ ہو جائے گا اپنی اصل حقیقت کو نہ دیکھے گا۔ چونکہ۔ جب مصیبت کے بھنور میں پھنسے گا تب توبہ کرے گا۔ دیو۔ پھر شیطان تجھ پر ہنسے گا اور کہے گا کہ اب بے وقت کی توبہ اور ندامت سے کیا فائدہ ہے اُس کو ذبح کر ڈالو، جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ دور۔ ایاز کی یہ عادت نہ تھی کہ اس کو وقت گذر جانے پر تنبیہ ہو اس کی ہر نماز عجز و انکساری سے تھی اور وہ آسمانی مرغ تھا اُس کی تمام عاجزی بروقت تھی۔

[2] ارنا۔ یہ دعا امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے مولانا نے اس مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے مخالفوں کو اس کے حجرہ میں جانے کی حقیقت معلوم نہ تھی اسی لیے انھوں نے اُس کو متہم کیا۔ لوکشف الغطاء۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقولہ ہے کہ میرا ایمان بالغیب اس درجہ کا ہے کہ اگر غیب سے پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہو گا پردوں کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ در ہرکہ۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسرے کو سمجھتا ہے۔

[3] پایۂ کژ۔ اگر انسان کا خود ٹیڑھا قد ہے تو اس کا سایہ یقیناً ٹیڑھا پڑے گا۔ اے خروساں۔ جو لوگ اپنی اصلاح کرنا چاہیں ان کو اسی طرح بروقت اصلاح کرنی چاہیے جس طرح ایاز نے بروقت اپنی اصلاح کرلی تھی اس میں اخلاص تھا اور کوئی ریاکاری نہ تھی۔ کاذب۔ وہ وقت کو صحیح پہچانتا تھا وقت اُس کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔

اہلِ[1] دُنیا عقلِ ناقص داشتند　　تا کہ صبحِ صادقش پنداشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے ہیں　　حتیٰ کہ اُس کو صبحِ صادق سمجھ بیٹھے

صبحِ کاذب کاروانہا را زَدست　　کہ بُبوئے روز بیروں آمدست
صبحِ کاذب نے (اُن) قافلوں کو تباہ کیا ہے　　جو دن کی اُمید پر باہر آ گئے ہیں

صبحِ کاذب خلق را رہبر مباد　　کو دہد بس کاروانہا را بباد
خدا کرے صبحِ کاذب مخلوق کی رہنما نہ بنے　　جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے

اے[2] شُدہ تو صبحِ کاذب را رہیں　　صبحِ صادق را تو کاذِب ہم مبیں
اے وہ شخص! کہ تو صبحِ کاذب کا پابند ہے　　صبحِ صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

گر نداری از نفاقِ بد اَماں　　ازچہ داری بر برادر ظن ہُماں
اگر تجھے بڑے نفاق سے امن نہیں ہے　　تو تو بھائی پر اُس کا گمان کیوں کرتا ہے؟

بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار　　نامہء خود خواند اندر حقِ یار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے　　دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے

آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند　　انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند
وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں　　انھوں نے انبیا کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے

واں[3] امیرانِ خسیسِ قلب ساز　　ایں گماں بُردند بر حجرۂ ایاز
اُن کمینے دھوکے باز سرداروں نے　　ایاز کے حجرے پر یہی گمان کیا

کُو دفینہ دارد و گنج اندراں　　زآئنہ خود منگر اندر دیگراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے　　اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ

شاہ میدانست خود پاکیِ اُو　　بہرِ ایشاں کرد اُو آں جُست و جُو
شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے　　اُس نے وہ جستجو ان کے لیے کی تھی

کاے امیراں حجرہ بکشائید در　　نیم شب کہ باشد اُو زاں بیخبر
کہ اے سردارو! حجرے کا دروازہ کھول دو　　آدھی رات کو کیونکہ وہ اُس سے لاعلم ہو گا

تاپدید آید سگالشہائے اُو　　بعد ازاں برماست مالشہائے اُو
تاکہ اُس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں　　پھر اُس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

---

[1] اہلِ دُنیا۔ دنیادار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے ہیں ایسے وقت توبہ کرتے ہیں جبکہ توبہ مفید نہیں رہتی۔ صبح کاذب۔ صبح وقت کو نہ پہچاننے سے بہت سی قومیں تباہ ہوئی ہیں، قافلہ اگر کاذب صبح میں نکل پڑتا ہے تو لوٹ لیا جاتا ہے۔ صبح کاذب۔ خدا کرے کاذب صبح کسی کی رہبر نہ بنے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

[2] اے شُدہ۔ جو شخص خود غلطی میں مبتلا ہے وہ دوسرے کو غلطی پر نہ سمجھے۔ گر نداری۔ اگر انسان خود منافق ہے تو اُس کو دوسروں کو منافق نہ سمجھنا چاہیے۔ بدگماں۔ بدگمان بہت بدکار ہے، وہ اپنے اعمال نامہ کو دوسروں کا اعمالنامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ آں خساں۔ کفار میں چونکہ خود کجی تھی وہ انبیا کو جادوگر وغیرہ سمجھتے تھے۔

[3] واں امیراں۔ سلطان محمود کے دربار کے دوسرے امراء جنھوں نے ایاز کی شکایت کی تھی خود مکار تھے انھوں نے حجرے کے بارے میں ایاز پر بھی مکاری کا خیال کیا۔ شاہ۔ سلطان محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین تھا اور حجرے کی تلاشی کا حکم اُن امیروں کو اُس کی پاکی کا یقین دلانے کے لیے دیا تھا۔ کاے امیراں۔ سلطان محمود نے ان امیروں سے کہا کہ تم شب میں ایاز کی لاعلمی میں حجرے کا دروازہ کھول لو تاکہ اس کے پوشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر میں اس کو اس کی سزا دوں گا۔ سگالشہا۔ یعنی ایاز کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تدبیریں۔

مرشمار[1] دادم آں زرّ و گہر
میں نے وہ زرو جواہر تمھیں دیا

من ازاں زرہا نخواہم جز خبر
میں اُس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں

ایں ہمی گفت و دلِ اُو می طپید
وہ یہ کہہ رہا تھا اور اُس کا دل تڑپ رہا تھا

از برائے آں ایازِ بے ندید
اُس بے نظیر ایاز کی وجہ سے

کہ منم کایں بر زبانم میروَد
کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے

ایں جفاگر بشنود اُو چوں شود
یہ ظلم اگر وہ سنے گا، اُس کا کیا حال ہو گا؟

باز میگوید بحقِ دینِ اُو
پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم

کہ ازیں افزوں بُود تمکینِ اُو
اُس کا رتبہ اس سے بڑھ کر ہے

کہ بقذفِ زشتِ من طیرہ شود
کہ وہ میرے بُری تہمت لگانے سے ناراض ہو

وز غرض وز سِرِّ من غافل بُود
اور میری غرض اور راز سے غافل ہو

مبتلا[2] چوں دید تاویلاتِ رنج
مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے

بُرد بیند کے شود اُو ماتِ رنج
کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے

صاحبِ تاویلِ ایازِ صابر ست
توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے

کہ بحرِ عاقبتہا ناظرست
کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے

ہمچو یوسفؑ خوابِ ایں زندانیاں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح ان قیدیوں کا خواب

ہست تعبیرش بہ پیشِ اُو عیاں
اُس کی تعبیر اُن کے سامنے ظاہر ہے

خواب خود را چوں نداند مردِ خیر
جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا

کے بُود واقف ز سِرِّ خوابِ غیر
وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہو گا؟

گرزنم[3] صد تیغ اُو را ز امتحاں
میں اگر آزمائش کی سو تلواریں اس کے ماروں

کم نگردد وصلتِ آں مہرباں
اُس مہربان کا تعلق کم نہ ہو گا

داند اُو کاں تیغ برخود می زنم
وہ جانتا ہے کہ وہ تلواریں میں اپنے مار رہا ہوں

من ویم اندر حقیقت اُو منم
حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

در بیانِ اتحادِ عاشق و معشوق ازروئے حقیقت اگرچہ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ

---

[1] مرشما۔ بادشاہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو جواہر وہاں ملیں وہ تمھارے ہیں مجھے آ کر صرف بتا دینا۔ ایں ہمی گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو دیدیا تھا لیکن وہ اس سے بے چین تھا کہ اگر اس کے مخلص ایاز کو اس کا علم ہو گا کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اُس کے حجرہ کی تلاشی کا حکم دیا ہے تو اُس کو کس قدر رنج ہو گا۔ باز میگوید۔ پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ ایاز کے خلوص پر یقین ہے کہ وہ اس حکم کے بارے میں مجھ سے بدگمان نہ ہو گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقت حال واضح کرنے کیلئے میں نے یہ حکم دیا ہے۔

[2] مبتلا۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہ کر لیتا ہے تو وہ رنج اور غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا ہے۔ صاحب تاویل۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ ایاز اس کام کی کوئی بہتر توجیہ کر لے گا۔ ہمچو۔ حضرت یوسف نے اپنے ساتھی قیدیوں کے خواب کی صحیح تعبیر دیدی تھی، جس نے یہ دیکھا تھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اُس کو کہہ دیا تھا کہ تعبیر یہ ہے کہ تو پھر بادشاہ کا ساقی بنے گا اور جس نے دیکھا تھا کہ پرندے سر کی روٹیاں کھا رہے ہیں اُن سے کہا تھا کہ تو سولی پر چڑھایا جائیگا۔ ایں زندانیاں۔ جیلخو ماور اس کے ساتھی۔

[3] گرزنم۔ سلطان محمود نے سوچا کہ اگر میں ایاز کے تلوار بھی ماروں تو اُس کا تعلق کمزور نہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اُس کے تلوار مارنا اپنے تلوار مارنا ہے۔
در بیان۔ اب مولانا نے اسی مناسبت سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کو سمجھایا ہے۔

او متضاد[1] اند از رُوئے آنکہ نیاز ضدِّ بے نیازی ست چنانکہ آئینہ بے صورت و

وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ بغیر صورت

سادہ است و بیصُورتی ضدِّ صورت ست لیکن میانِ ایشان اتحادے ست

کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن درحقیقت

درحقیقت کہ شرح آں دراز ست وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ

ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

جسمِ مجنوں راز رنجِ دوریے — اندر آمد ناگہاں رنجوریے

فراق کی تکلیف سے مجنون کے جسم — میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

خوں بجوش آمد ز شعلۂ اشتیاق — تا پدید آمد بداں مجنوں خُناق

شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آ گیا — حتیٰ کہ اُس سے مجنون کے (گلے میں) خناق پیدا ہو گیا

پس[2] طبیب آمد بدار و کردنش — گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش

اُس کا علاج کرنے کے لیے طبیب آیا — اُس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے

رگ زدن باید برائے دفعِ خوں — رگ زنے آمد بدانجا ذو فنوں

خون کے دفع کرنے کے لیے فصد کرنی چاہیے — (چنانچہ) وہاں ایک ہنرمند فصّاد آیا

بازوش بست و گرفت آں پیشِ اُو — بانگ برزد در زماں آں عشق خُو

اُس نے اُس کا بازو باندھا اور اُس کو اس کے سامنے پکڑا — فوراً وہ عشق مزاج چیخا

مُزدِ خود بستان و ترکِ فصد کن — گر بمیرم گو بِرَو جسمِ کہن

اپنی فیس لے لے، اور فصد نہ کر — اگر میں مر جاؤں، کہہ دے پرانا جسم چلا جائے

گفت[3] آخر از چہ می ترسی ازیں — چوں نمی ترسی تو از شیرِ عریں

اُس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟ — جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے

شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و ددہ — گرد برگردِ توشب گرد آمدہ

شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ — تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے

می نیاید شاں زتُو بُوئے بشر — زانبہیِ عشق و وجد اندر جگر

تجھ میں سے انھیں انسان کی بُو نہیں آتی ہے — (تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت ہے

---

[1] متضاد۔ بظاہر عاشق و معشوق میں تضاد ہے ایک طرف نیاز ہے دوسری طرف بے نیازی ہے جیسا کہ آئینہ بے صورت ہے اور جو صورت اُس کے اندر آتی ہے بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے لیکن حقیقتاً دونوں میں اتحاد ہے اُس کی مجنوں کے قصہ سے تشریح کرتے ہیں۔ مجنوں ایک بار بیمار ہو گیا عشق کی شدت نے اُس کے خون میں جوش پیدا کر دیا جس سے اُس کے گلے میں خناق (گلے کا ورم) پیدا ہو گیا۔

[2] پس طبیب۔ طبیب نے کہا خون کو کم کرنے کے لیے فصد کرنا ضروری ہے لہٰذا فصد کرنے والے کو بلایا جائے۔ بازوش۔ فصد کرنے کے لیے جب اُس کا بازو باندھا تو مجنوں شور مچانے لگا اور کہا کہ خواہ میں مر جاؤں فصد نہ کرو۔

[3] گفت۔ فصاد نے کہا تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور درندوں سے بھی نہیں ڈرتا ایک نشتر سے کیوں ڈر رہا ہے۔ عریں۔ شیر کی کچھار۔ یوز۔ چیتا۔ ددہ۔ درندہ۔ می نیاید۔ چونکہ عشق اور غم نے تیرا جگر جلا دیا ہے ان درندوں کو تجھ میں سے انسان کی بُو نہیں آتی ہے اور وہ تجھے اپنا دشمن سمجھ کر تجھ پر حملہ نہیں کرتے ہیں۔

گرگ[1] و خرس و شیر داند عشق چیست
کم ز سگ باشد کہ از عشق او تہی ست

بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے
جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے

گر رگِ عشقے نبودے کلب را
کے بجستے کلب کہفِ قلب را

اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی
تو کتا اہل دل. کے غار کو کب ڈھونڈتا

ہم ز جنسِ اُو بصورت چوں سگاں
گر نشد مشہور ہست اندر جہاں

اُس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں
دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں

تو نبُردی بُوی دل در جنسِ خویش
کے بری تو بُوئے دل از گرگ و میش

تو نے اپنی (ہم) جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی
تو بھیڑیے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو کب حاصل کر سکتا ہے؟

گر[2] نبودے عشق ہستی کے بُدے
کے زدے ناں بر تُو و تُو کے شُدے

اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا؟
روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟

نانِ تو شُد از چہ ز عشق و اشتہے
ورنہ ناں را کے بُدے تا جاں رہے

تیری روٹی کس چیز سے بنی؟ عشق اور خواہش سے
ورنہ روٹی کا راستہ جان تک کب ہوتا؟

عشق نانِ مُردہ را جاں می کند
جاں کہ فانی بُود جاویداں کند

عشق ہی مردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے
جو جان فانی تھی، اُس کو جاودانی بنا دیتا ہے

گفت مجنوں من نمیترسم ز نیش
صبرِ من از کوہِ سنگیں ہست بیش

مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں
میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے

مبتلم بے زخم ناساید تنم
عاشقم بر زخمہا بر می تنم

میں مصیبت کا مارا ہوں بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام نہیں ملتا
میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں

لیک[3] از لیلیٰ وجودِ من پُرست
ایں صدف پُر از صفاتِ آں دُرست

لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے
یہ سیپ، اُس موتی کی صفات سے پُر ہے

ترسم اے فصّاد اگر فصدم کنی
نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی

اے فصاد! اگر تو میرے فصد لگائے گا، میں ڈرتا ہوں
اچانک تو لیلیٰ کے نشتر مارے گا

داند آں عقلے کہ اُو دل روشنے ست
درمیانِ لیلیٰ و من فرق نیست

وہ عقل جس کا دل روشن ہے، سمجھتی ہے
(کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے

من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من
ما دو روحیم آمدہ دریک بدن

میں کون ہوں؟ لیلیٰ، اور لیلیٰ کون ہے؟ میں
ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آ گئی ہیں

---

[1] گرگ۔ مولانا فرماتے ہیں جبکہ حیوانات بھی عشق سے آشنا ہیں تو اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ گر رگے۔ اصحاب کہف کے کتے قطمیر کو عشق ہی غار میں لے گیا تھا۔ قلب۔ یعنی اہل دل اصحاب کہف۔ ہم ز جنس۔ اور کتے بھی قطمیر کی طرح ہیں مشہور نہیں ہوئے ہیں۔ تو نبُردی۔ تو نے انسان کے دل کے عشق کو نہ پہچانا تو درندوں کے دل کی حالت کیا جان سکتا ہے۔

[2] گر نبودے۔ مولانا کے نزدیک عالم کے وجود کی بنیاد عشق ہے اور پوری کائنات میں باہمی عشق اور جذب و انجذاب ہے۔ ناں۔ اگر روٹی اور انسان میں باہمی تعلق نہ ہوتا تو روٹی زندہ انسان کا جزو کیسے بنتی۔ عشق۔ عشق ہی نے اُس مردہ روٹی کو زندہ انسان کا جزو بنا دیا۔ گفت مجنوں۔ مجنوں نے فصاد سے کہا میں نشتر لگنے سے نہیں ڈر رہا ہوں میرا صبر پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور زخم کھانا میری عادت ہے اسی سے میرے جسم کو آرام ملتا ہے۔

[3] لیک۔ چونکہ اب میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہوں اور میرے اس جسم میں صرف لیلیٰ ہے تو یہ نشتر میرے نہ لگے گا بلکہ لیلیٰ کے لگے گا۔ داند۔ عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اب لیلیٰ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہوں دو روحیں ایک بدن میں ہیں۔

معشوقے[1] از عاشق پُرسید کہ خود را دوست تر میداری یا مرا
ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے
گفت من از خود مُردہ ام و بتو زندہ ام از خود و از صفاتِ خود
اُس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی
نیست شدہ ام و بتوہست شدہ ام علمِ خود را فراموش کردہ ام و
صفات کے اعتبار سے معدوم ہوگیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بھلا دیا ہے اور
از علمِ تو عالم شُدہ ام قدرتِ خود را بباد دادہ ام واز قدرتِ
تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو برباد کر دیا ہے اور تیری قدرت
تو قادر شُدہ ام اگر خود را دوست دارم تُرا دوست داشتہ
کے ذریعہ صاحب قدرت ہو گیا ہوں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست
باشم و اگر تُرا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم
رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں
ہرکہ[2] را آئینۂ یقیں باشد گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد
جس کو یقین کا آئینہ حاصل ہو اگرچہ وہ خود بین ہے، وہ خدا بین ہو گا
اُخرُج بِصِفَاتِی اِلٰی خَلقِی مَن رَّاٰکَ فَقَد رَاٰنِی وَمَن
میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اس نے مجھے دیکھا اور جس نے
قَصَدَکَ قَصَدَنِی وَمَن اَحَبَّکَ اَحَبَّنِی وَقِس عَلٰی ھٰذَا
تیرا قصد کیا اُسنے میرا قصد کیا اور جسنے تجھ سے محبت کی اسنے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کر لے

گفت معشوقے بعاشق ز امتحاں
امتحاناً، ایک معشوق نے عاشق سے کہا
در صبُوحی[3] کاے فلاں ابنِ فلاں
صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں فلاں کے بیٹے

مر مرا تو دوست تر داری عجب
تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے
یا کہ خود را راست گویا ذا الکُرَب
یا اپنے آپ کو، سچ بتا، اے غمزدہ!

گفت من در تُو چناں فانی شُدم
اُس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہو گیا ہوں
کہ پُرم من از تو از سر تا قدم
کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پُر ہوں

---

[1] معشوقے۔ اب مولانا عاشق و معشوق کے اتحاد کی مزید وضاحت کرتے ہیں، کسی معشوق نے عاشق سے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے، اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات گم کر چکا ہوں اب تیرے علم سے عالم، تیری قدرت سے قادر ہوں۔ لہٰذا اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں اور اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا ہوں اب دوئی ختم ہوگئی ہے لہٰذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] ہرکہ۔ جس کو ذات و صفاتِ باری تعالیٰ پر یقینِ کامل حاصل ہوگیا چونکہ وہ خودی کو ختم کر چکا ہے لہٰذا اس کی خود بینی بھی خدا بینی ہے۔ اُخرج۔ جب ایک انسان فرائض و نوافل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور خدائی اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے تو اُس انسان کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

[3] صبوحی۔ صبح کے وقت کی شراب۔ گفت۔ عاشق نے کہا کہ میں تجھ میں اپنے آپ کو فنا کر چکا اب تو اور میں دو شخص نہیں ہیں کہ اُن کے بارے میں محبت کی کمی اور زیادتی کا سوال ہو سکے۔

برمنؔ[1] از ہستی من جز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے (کچھ) نہیں ہے

در وجودم جز تو اے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا (کچھ) نہیں ہے

زاں سبب فانی شدم من ایں چنیں
اس لیے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں

ہمچو سرکہ در تو بحرِ انگبیں
جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں

ہمچو سنگے کوشود کل لعل ناب
اُس پتھر کی طرح جو مجسم خالص لعل بن گیا ہو

پُر شود اُو از صفاتِ آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پُر ہو جاتا ہے

وصفِ آں سنگی نماند اندرو
اُس میں پتھر پن کی صفت نہیں رہتی ہے

پُر شود از وصفِ خُور اُو پشت و رُو
وہ آگے اور پیچھے سے سورج کے وصف سے پُر ہو جاتا ہے

بعدؔ[2] ازاں گر دوست دارد خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے

دوستیِ خُور بود آں اے فتیٰ
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

ورکہ خور را دوست دارد اُو بجاں
اگر وہ (دل) و جان سے سورج کو دوست رکھتا ہے

دوستیِ خویش باشد بے گماں
بے شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے

خواہ خود را دوست دارد لعلِ ناب
خالص لعل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے

خواہ یا اُو دوست دارد آفتاب
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے

ہر دو جانب جز ضیائے شرق نیست
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

تانشدؔ[3] اُو لعل خور را دشمن ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے

زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں

زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور
اس لیے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے

ہست ظلمانی حقیقت ضدِ نُور
تاریکی حقیقتاً نور کی ضد ہے

خویش را گر دوست دارد کافرست
اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے

زانکہ اُو مناعِ شمسِ اکبر ست
کیوں کہ وہ شمسِ اکبر کا منکر ہے

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا
پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے

اُو ہمہ تاریکی ست و در فنا
وہ مجسم تاریکی اور فنا میں ہے

---

[1] برمنؔ۔ میرے وجود کا نام ہی نام ہے ورنہ اس وجود میں دراصل تو ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کو اگر شہد کے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سرکہ کا محض نام ہی نام رہ جائے گا ورنہ وہ سب شہد میں مل کر شہد بن گیا ہے۔ ہمچو۔ جس جسم میں کسی دوسرے جسم کی پوری صفات آ جائیں تو اب اُس پہلے جسم کا نام ہی نام رہ جائے گا۔ پتھر نے جب سورج کی صفات کو اس درجہ قبول کر لیا کہ اُس میں پتھر پن نہ رہا اور وہ سورج کی صفات کو قبول کر کے لعل بن گیا تو اب وہ صرف نام کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی صفت باقی نہیں ہے۔

[2] بعدازاں۔ لعل اگر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج ہی سے محبت کہلائے گی۔ ور۔ اگر وہ لعل سورج سے محبت کرے گا تو اُس کی وہ محبت خود اُس کی اپنی ذات سے محبت کہلائے گی۔ اب اُس کی اپنی ذات سے دوستی اور سورج سے دوستی میں کوئی فرق نہیں ہے اسلیے کہ اُس میں اور سورج میں صفات کی یکسانیت ہے۔

[3] تانشد۔ ہاں اگر وہ پتھر ابھی لعل نہیں بنا ہے تو اس میں اور سورج میں تضاد ہے پتھر میں تاریکی ہے اور سورج میں صفائی اور روشنی ہے۔ خویش را۔ اگر اس حالت میں وہ پتھر اپنے آپ سے محبت کرے گا تو وہ سورج کا کافر ہے۔ اُس کا اپنے وجود کا اقرار سورج کے غیر کے وجود کا اقرار ہے۔

گفت[1] فرعونے انا الحق گشت پست ۔۔۔ گفت منصورے انا الحق و برست

کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا ۔۔۔ کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے

آں انا را لعنۃُ اللہ در عقب ۔۔۔ ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب

اس انا کے لیے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت درپے ہے ۔۔۔ اور یہ انا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے

زانکہ اُو سنگِ سیہ بُد ایں عقیق ۔۔۔ آں عدُوّئے نور بُود و ایں عشیق

کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے ۔۔۔ وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں انا ہُو بُود در سِرّ اے فضول ۔۔۔ ز اتحادِ نُور نز راہِ حُلول

اے بیہودہ! یہ "انا" درحقیقت "ہُو" تھی ۔۔۔ نور کے اتحاد کی وجہ سے نہ کہ حلول کے طور پر

جَہد[2] کُن تا سنگیت کمتر شود ۔۔۔ تا بلعلی سنگ تو انور شود

تو کوشش کر تاکہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے ۔۔۔ تاکہ تیرا پتھر لعل پن سے روشن ہو جائے

صبر کُن اندر جہاد و در عَنا ۔۔۔ دمبدم می بیں بقا اندر فنا

مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر ۔۔۔ لحہ بہ لحہ فنا میں بقا دیکھ

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود ۔۔۔ وصفِ لعلی در تو محکم میشود

پتھر پن کی صفت ہر لحہ کم ہو گی ۔۔۔ تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی

وصفِ ہستی میرود از پیکرت ۔۔۔ وصفِ مستی میفزاید در سِرت

تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائے گی ۔۔۔ تیرے باطن میں مستی کی صفت مضبوط ہو جائے گی

سمع شو یکبارگی تو گوشوار ۔۔۔ تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار

تو کان کی طرح فوراً ساعت بن جا ۔۔۔ تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے

ہمچو[3] چہ کُن خاک می کُن گر کسی ۔۔۔ زیں تنِ خاکی کہ در آبے رَسی

اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود ۔۔۔ اس مٹی کے جسم کی، تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے

گر رَسَد جذبِ خدا آبِ مَعیں ۔۔۔ چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں

اگر خدا کا جذب آ گیا، تو جاری پانی ۔۔۔ کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا

کار کے میکن تو و کاہل مباش ۔۔۔ اندک اندک خاکِ چہ رامیتراش

کچھ کام کر، اور کاہل نہ بن ۔۔۔ تھوڑی تھوڑی کنویں کی مٹی کھود

---

[1] گفت۔ کسی فرعونی کا "انا الحق" کہنا اسی وجہ سے کفر ہے اور منصوری کا یہ کلمہ کہنا عین ایمان ہے۔ آں انا۔ اگر کوئی فرعونی صفت والا شخص انا الحق کہے تو وہ ملعون ہے اور کوئی منصور حلاج کی صفات والا انسان یہی کلمہ کہے تو اُس پر خدا کی رحمت ہے۔ زانکہ۔ جبکہ انسان اللہ کی صفات سے متصف نہیں ہے تو اُس میں اور اللہ تعالیٰ میں تضاد ہے۔ ایں انا۔ متصف بصفاتِ خداوندی کا انا الحق کہنا دراصل ہوالحق کہنا ہے اس "انا" اور "ہو" میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نور اور صفات کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔ حلول۔ ذاتِ باری کو کسی انسانی شکل میں ماننا حلول ہے جو کفر ہے۔

[2] جہد کن۔ مجاہدوں کے ذریعہ اپنے پتھر پن کو دور کر کے لعل بننے کی کوشش کر پھر تجھے رفتہ رفتہ اپنی صفات کو فنا کر کے اللہ کی صفات کے ذریعہ بقا حاصل ہوگا۔ وصف۔ تیرے وجود کے اوصاف رفتہ رفتہ فنا ہو جائیں گے صفاتِ خداوندی کا تیرے اندر جماؤ ہو جائے گا۔ سمع۔ تو کان کی طرح مجسم سماعت بن جا اور ان نصیحتوں کو قبول کر کے صفاتِ خداوندی کو حلقہ بگوش بنا لے۔

[3] ہمچو۔ اگر انسان میں انسانیت ہے تو اُس کو کنواں کے ذریعہ اپنے جسم کی کھدائی کرنی چاہیے تاکہ وہ آبِ حیات تک پہنچ سکے۔ گر رسد۔ مجاہدے کے ساتھ اگر حضرت حق کی جانب سے جذب شروع ہو جاتا ہے تو پھر مقصد تک پہنچنے کے لیے زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

کارے[1] میکن گوش ماں از بہرِ آب — اندک اندک دور کُن خاک و تُراب
پانی کے لیے کام کر کان بن جا — تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا
ہرکہ رنجے دید گنجے شُد پدید — ہر کہ جدّے کرد در جدّے رسید
جس نے تکلیف اُٹھائی، خزانہ ظاہر ہوا — جس نے کوشش کی، نصیبہ کو پہنچ گیا
گفت پیغمبرؐ رکوع ست و سجود — بردرِ حق کوفتن حلقۂ وجود
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ — اللہ (تعالیٰ) کے در پر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے
حلقہ[2] آں در ہر آنکو میزند — بہرِ اُو دولت سَرے بیروں کند
جو شخص اُس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے — اُس کے لیے دولت باہر آتی ہے

آمدنِ آں امیرانِ نمّام باسرہنگاں نیم شب و کُشادنِ
اُن چغلخور امیروں مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ
حجرۂ ایاز و دیدنِ چارق و پوستیں را آویختہ و گمان
کھولنا اور چپل اور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ
بُردن کہ آں مکر ست و رُو پوش و خانہ را حُفرہ کردن بہر
مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اُس گوشہ کو کھودنا جس کا
گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کَناں آوردن و دیوارہا سُوراخ
انھیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سُوراخ
کردن و چیزے نایافتن و خجل و نومید شُدن چنانکہ[3]
کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور ناامید ہونا جیسا کہ انبیاء
بد گمانان و خیال اندیشاں در کارِ انبیا و اولیا کہ میگفتند کہ
اور اولیا کے معاملہ میں بدگمانوں اور سوچنے والوں کا جو کہتے تھے کہ
ساحراند و خویشتن ساختہ اند و تصدُّر میجُویند بعد از
جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بنائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے
خجل شُدنِ ایشان سُود ندارد
بعد اُن کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر درِ حجرہ شدند — طالبِ گنج و زر و خُمرہ شدند
وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے — خزانہ اور سونے اور مٹکی کے طلبگار بنے

---

1. کارے کن۔ انسان کو مجاہدہ شروع کرنا چاہیے اور مقصد کے حصول کا منتظر رہنا چاہیے۔ ہرکہ۔ خدا محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ گفت۔ عبادتیں اس لیے کی جاتی ہیں تاکہ درِ حق کھلے اور انسان کو تقرب حاصل ہو۔ زنجیر بجا کر دروازہ کھلوایا جاتا ہے۔ عبادت بھی زنجیر بجانا ہے۔
2. حلقہ۔ مشہور مقولہ ہے مَن دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ جو شخص سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ کھل جاتا ہے۔ رُو پوش۔ یعنی ایاز نے چپل اور پوستین اس لیے لٹکا دی ہے کہ مخفی خزانہ کی جانب لوگوں کا دھیان نہ جائے۔
3. چنانکہ۔ یہ لوگ ایاز کے معاملہ میں ایسے ہی شرمندہ ہوئے جس طرح انبیا اور اولیا کے منکر آخر میں ایسے وقت شرمندہ ہوئے ہیں جبکہ ان کی شرمندگی اُن کے لیے مفید نہیں ہوتی ہے۔ تصدُّر۔ صدر کا مقام حاصل کرنا۔ خُمرہ۔ مٹکی۔

قُفل را برمیکشادند از ہوس — با دو صد فرہنگ و دانش چند کس

ہوس سے انھوں نے تالا کھولا — چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ

زانکہ[1] قُفلِ صعب بر پیچیدہ بُود — از میانِ قفلہا بگزیدہ بُود

کیونکہ اُس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا — تالوں میں سے منتخب کیا تھا

نے زبُخلِ سیم و مال و زرِ خام — از برائے کتمِ آں سِرّ از عوام

چاندی اور مال اور خالص سونے کے بُخل کی وجہ سے نہیں — (بلکہ) اس راز کو عوام سے چھپانے کے لیے

کہ گروہے بر خیالِ بد تنند — قومِ دیگر نام سالوسم کنند

کہ ایک جماعت بُرے خیال پر قائم ہو جائے گی — دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی

پیشِ باہمت بُود اسرارِ جاں — از خساں محفوظ تر از لعلِ کاں

جان کے راز، باہمت کے سامنے — کمینوں سے، کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں

زر بہ از جان ست پیشِ ابلہاں — زر نثارِ جاں بُود پیشِ شہاں

بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے — شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے

می شتابیدند[2] تف از حرصِ زر — عقلِ شاں میگفت نے آہستہ تر

وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے — اُن کی عقل کہتی تھی "نہیں" بہت آہستہ

حرص تازد بیہدہ سُوئے سراب — عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب

سراب کی جانب، لالچ بیکار دوڑتا ہے — عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھ وہ پانی نہیں ہے

حرص غالب بُود و زر چوں جاں شُدہ — نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ

لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا — اُس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

حرص غالب بُود برزر ہمچو جاں — گفت این ست ایں متاعِ رایگاں

جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی — اُس نے کہا یہی ہے یہ بیہودہ چیز

گشتہ صد تو حرص و غوغاہائے اُو — گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے اُو

حرص اور اُس کا شور سو گنا بن گیا — دانائی اور اس کا اشارہ چھپ گیا

تاکہ[3] در چاہِ غرور اندر فتد — آنکہ از حکمت ملامت نشنود

تاکہ دھوکے کے کنویں کے اندر گرے — وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سُنتا

چوں زبندِ دام بادِ اُو شکست — نفسِ لوّامہ برو یابید دست

جب جال کے پھندے کی وجہ سے اُس کا غرور ٹوٹا — لوامہ نفس نے اُس پر قابو پا لیا

---

[1] زانکہ۔ ایاز نے حجرہ پر ایسا سخت قفل لگایا تھا جس کا کھلنا آسان نہ تھا۔ نے زبخل۔ مضبوط قفل کسی بخل کی وجہ سے نہ لگایا تھا بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کے لیے لگایا تھا۔ قوم دیگر۔ اگر لوگوں کو چپل اور پوستین کا حال معلوم ہوگا تو اس کو مکاری پر محمول کریں گے۔ پیش۔ باہمت لوگ اپنے باطنی احوال کی لعل و جواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ زر۔ بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے عقلمند روپے پیسے کو جان کی خیرات سمجھتے ہیں۔

[2] می شتابید۔ لالچ اُن کو دوڑا رہا تھا اور عقل آہستہ روی کی تعلیم دے رہی تھی۔ حرص تازد۔ حرص انسان کو غیر واقعی نفع کی طرف دوڑاتی ہے عقل اس کو سمجھاتی ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آئے۔ حرص۔ اس پر حرص کا غلبہ تھا اور عقل کی آواز دب گئی تھی۔ غالب بود۔ سونا جو اُن کے لیے جان کی طرح تھا اس پر حرص غالب تھی اُس نے عقل کی آواز کو بیکار بتایا۔ حکمت۔ عقل کی دانائی اور اس کے اشارے ان لوگوں سے مخفی ہو گئے تھے۔

[3] تاکہ۔ حکمت کے اشارے اس لیے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہو۔ چوں۔ یہ لالچی شخص جب پھنس جاتا ہے تو اُس کا غرور ٹوٹتا ہے اور پھر اس کا نفس اس کو ملامت کرتا ہے۔ نفس لوّامہ۔ نورِ دل کی روشنی میں گناہوں کا دکھانے والا نفس۔

تا بدیوار[1] بلا ناید سرش — نشنود پندِ دلِ آں گوشِ کرش

جب تک اُس کا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے — اس کا بہرا کان، دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے

کودکاں را حرصِ لوزینہ و شکر — از نصیحتہا کند دو گوش کر

بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے — دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے

چونکہ دردِ دُنبلش آغاز شُد — در نصیحت ہر دو گوشش باز شُد

جب اُس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا — اس کے دونوں کان نصیحت کے لیے کھلے

حجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس — باز کردند آں زماں آں چند کس

حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے — اُن چند شخصوں نے اُس وقت کھولا

اندر افتادند برہم ز ازدحام — ہمچو[2] اندر دوغ گندیدہ ہوام

ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے — جس طرح بھنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں

عاشقانہ در فتد با کرّ و فر — خوردنِ اِمکاں نے وبستہ ہر دو پر

شان و شوکت سے، عاشقانہ گرتا ہے — کھانے کا امکان نہیں، اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں

بنگریدند از یسار و از یمیں — چارقے بدریدہ بُود و پوستیں

انھوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا — پھٹی ہوئی چپل اور پوستیں تھی

باز[3] گفتند ایں مکاں بینوش نیست — چارق اینجا جز پے رُوپوش نیست

انھوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے — اس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را — امتحاں کن حُفرہ و کاریز را

خبردار! تیز سلاخیں لا — گڑھے اور نالی کا امتحان لے

ہر طرف کندند و جُستند آں فریق — حُفرہا کردند و گوہائے عمیق

اُن لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاش کی — گڑھے اور گہرے غار ڈال دیے

حُفرہا شاں بانگ میداد آنزماں — کندہائے خالییم اے گندگاں

اُن کو اُس وقت گڑھوں نے پکارا — اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں

زاں سگالش شرم ہم میداشتند — کندہا را باز می انباشتند

اس بدگمانی سے اُن کو شرم بھی آ رہی تھی — انھوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا

باز در دیوارہا سُوراخہا — ہم چنیں کردند از جہل و عمی

پھر دیواروں میں سوراخ — نادانی اور اندھے پن سے اسی طرح کیے

[1] تابدیوار۔ جب تک مصائب کی دیوار سے اُس کا سر نہیں ٹکراتا ہے اُس وقت تک یہ دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔ کودکاں۔ اُس شخص کی مثال بچوں کی سی ہے جو مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت نہیں سنتے ہیں۔ چونکہ۔ جب مٹھائی کھانے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں تب بچے کے کان کھلتے ہیں۔ حجرہ۔ اب پھر ایاز کے حجرے کے کھولنے کا ذکر شروع کیا ہے۔

[2] ہمچو۔ وہ لوگ اژدحام کر کے ایاز کے حجرہ میں اس طرح گھسے جس طرح بھنگے کھٹی چھاچھ میں گرتے ہیں کہ وہ نہ اُس میں سے کچھ کھا سکتے ہیں اور نہ صحیح سالم باہر نکل سکتے ہیں۔ یہی حال اُن لوگوں کا تھا کہ اُن کو وہاں مال بھی ہاتھ نہ آیا اور رسوا ہو گئے۔

[3] باز گفتند۔ حجرے میں مال نہ پانے کے باوجود انھوں نے کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں ہو سکتی چپل اور پوستین تو مال کو چھپانے کے لیے ایک آڑ ہے۔ سیخہا ی۔ یعنی کھودنے کے لیے کدالیں۔ کاریز۔ نالی۔ گوہای۔ گڑھے۔ حفرہا۔ گڑھے اُن سے کہہ رہے تھے کہ اے ناپاک خیالات والو ہم خالی گڑھے ہیں۔ زاں۔ اب وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے انھوں نے گڑھوں کا پاٹنا شروع کر دیا۔

بے عدد لاحول[1] در ہر سینۂ ۔۔۔ مانند مُرغِ حرصِ شاں بے چینۂ

ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی ۔۔۔ اُن کی حرص کا پرند بغیر کنگنی کے رہ گیا

زاں ضلالتہائے یاوہ تازِ شاں ۔۔۔ حُفرہ و دیوار و در غمازِ شاں

اُن کی بیہودہ دوڑ کی گمراہیاں ۔۔۔ گڑھا اور دیوار اور دروازہ اُن کے چغلخور تھے

ممکن اندائے آں دیوارنے ۔۔۔ با ایاز امکانِ ہیچ انکارنے

اُس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی ۔۔۔ ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا

گر خداعِ بیگناہی میدہند ۔۔۔ حائط و عرصہ گواہی میدہند

اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں ۔۔۔ دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں

جُملہ در حیرت کہ چہ عُذر آورند ۔۔۔ تا ازیں گرداب جاں بیروں برند

سب حیرت میں تھے کہ کیا عذر کریں ۔۔۔ تاکہ اس بھنور سے جان کو باہر نکالیں

عاقبت[2] نو مید دست و لب گزاں ۔۔۔ چوں زناں دودست برسَر ہا زناں

انجام کار نااُمید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے ۔۔۔ عورتوں کی طرح دوہتڑ سر پر مارتے ہوئے

باز گردیدند سُوئے شہریار ۔۔۔ پُرزِ گرد و رُوئے زرد و شرمسار

شاہ کی طرف واپس ہو گئے ۔۔۔ گرد کے بھرے ہوئے چہرے زرد اور شرمندہ

باز گشتنِ نمّاماں از حُجرۂ ایاز بسُوئے شاہ توبرہ تہی و خجل ہمچو بدگماناں در حقِ انبیا علیہم السلام در وقتِ ظہور برأت و پاکیِ ایشاں کہ

چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہو کر واپس جانا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے اُن کی برأت اور پاکی کے ظاہر ہو جانے کے وقت

یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ وَّ قَوْلُهٗ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَی الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ

کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا قول قیامت کے روز تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنھوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا ان کے چہرے کالے ہوں گے

شاہ[3] قاصد گفت ہیں احوال چیست ۔۔۔ کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہیست

بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟ ۔۔۔ کہ تمھاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں

ور نہاں کردید دینار و تسو ۔۔۔ فرّ و شادی در رُخ و رُخسار گو

اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں ۔۔۔ تو منہ اور رخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟

---

[1] لاحول۔ وہ اپنے کام پر لاحول پڑھ رہے تھے۔ غمّاز۔ اُن کو اپنے کاموں کو چھپانا ممکن نہ تھا دیواروں کے سوراخ اور زمین کے گڑھے اُن کی چغلی کھا رہے تھے۔ ممکن۔ ان گڑھوں اور سوراخوں کو اس طرح اب بند بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ایاز کے سامنے ان حرکتوں کا انکار ممکن ہو لہٰذا وہ سب حیران تھے اور در و دیوار کی گواہی سے ڈر رہے تھے۔

[2] عاقبت۔ انجام کار وہ محروم واپس ہوئے اور عورتوں کی طرح سروں پر دوہتڑ مار رہے تھے۔ بازگشتن۔ وہ لوگ خالی ہاتھ اور شرمندہ اسی طرح تھے جس طرح کفار ہوں گے جبکہ انبیا اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگی اور بداعمالوں کے چہرے سیاہ اور نیکوکاروں کے سفید ہو جائیں گے۔

[3] شاہ۔ شاہ نے قصداً ان سے دریافت کیا کہ تمھاری بغلیں، ہمیانی زر و جواہر سے کیوں خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہو کہ وہ ہم نے چھپا لیے ہیں تو بھی اُن کے آثار چہروں پر ضرور ہونے چاہییں تھے۔

گرچہ[1] پنہاں بیخِ ہر بیخ آورست
اگرچہ ہر جڑ دار درخت کی جڑ پوشیدہ ہے

برگ سِیْمَا ھُمْ وُجُوْھُمْ اخضرست
"سبز پتے اُن کے چہروں پر نشان ہے" (کا مصداق) ہیں

آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند
جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے

نک منادی میکند شاخِ بلند
اب بلند شاخ پکار رہی ہے

بیخ[2] اگر بے برگ و از مایہ تہیست
جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے

برگہائے سبز بر اشجار چیست
درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟

برزبانِ بیخ گِل مُہرے نہد
جڑ کی زبان پر مٹی مہر لگا دیتی ہے

شاخ دست و پا گواہی میدہد
شاخ، ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں

آں امیراں جُملہ در عُذر آمدند
اُن سب سرداروں نے معذرت کی

ہمچو سایہ پیشِ مہ ساجد شدند
سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بن گئے

عذرِ آں گرمی ولاف و ما و من
اُس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لیے

پیشِ شہ رفتند با تیغ و کفن
تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے

از[3] خجالت جملہ انگشتاں گزاں
شرمندگی سے انگلیاں کاٹتے ہوئے

ہر یکے میگفت کے شاہِ جہاں!
ہر ایک کہہ رہا تھا، کے اے شاجہاں!

گر بریزی خوں حلالستت حلال
اگر تو خون بہائے تیرے لیے حلال ہی حلال ہے

ور بہ بخشی ہست انعام و نوال
اگر تو معاف کر دے انعام اور عطا ہے

کردہ ایم آنہا کہ از ما می سَزید
ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا

تاچہ فرمائی تو اے شاہِ مجید
اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟

گر بہ بخشی جُرمِ ما اے دلفروز
اے دل کو روشن کرنے والے! اگر تو ہمارا جرم بخش دے

شب شبہا کردہ باشد روز روز
(تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا، دن نے دن پن

گر بہ بخشی یافت نومیدی گشاد
اگر تو بخش دے گا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی

ورنہ صد چوں مافدائے شاہ باد
ورنہ ہم جیسے سیکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں

گفت شہ نے ایں نواز و ایں گداز
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا

من نخواہم کرد ہست آنِ ایاز
میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

---

[1] گرچہ۔ جڑ زمین میں چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے آثار پتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ برگ۔ چھپے ہوئے اعمال کے اثرات نیکوں کے چہروں پر ظاہر ہوں گے قرآن پاک میں ہے۔ سِیْمَا ھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ، یعنی سجدوں کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔ آنچہ۔ پتوں سے جڑ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

[2] بیخ۔ جڑ میں اگر زندگی نہ ہو تو درخت پر سبز پتے نہیں آسکتے ہیں۔ برزبان۔ مٹی نے جڑ کے منہ پر مہر لگادی ہے لیکن اس کی شاخیں جو اس کے ہاتھ پاؤں ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ عذر۔ مجرم کے لیے قاعدہ تھا کی تیغ وکفن لے کر بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور اس طور پر سزا پر اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا۔

[3] ازخجالت۔ ہر شخص شرمندگی سے انگلیاں کاٹ رہا تھا اور بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں قتل کر دیا جائے تو ہم اسی کے قابل ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کا کرم ہوگا۔ شب شبہا۔ رات اپنا کام کرتی ہے اور دن اپنا۔ ہمارے تاریک کارنامے ہیں اور آپ کی معافی پُرنور ہے۔ گر بہ بخشی۔ اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہماری مایوسی اُمید سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ میں سزا و عطا میرا کام نہیں ہے ایاز کا کام ہے۔

حوالہ[1] کردنِ بادشاہ قبولِ توبہ نمّاماں و حجرہ کشایاں و سزا دادن و ادب کردنِ

بادشاہ کا چغل خوروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور ان

ایشاں با ایاز کہ یعنی ایں جنایت بر عرضِ اُو رفتہ است عُذرِ او پذیرد

کو تنبیہ کرنا، ایاز کے سپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی اُس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عذر وہ قبول کرلے

ایں جنایت برتن و عِرضِ ویست
یہ ظلم اُس پر اور اس کی آبرو پر ہوا ہے

زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست
زخم اُس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے

گرچہ نفسِ واحدیم ازرُوئے جاں
اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں

ظاہراً دوریم ازیں سُود و زیاں
اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دُور ہیں

تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست
غلام پر تہمت، شاہ کی ذلت نہیں ہے

جزء[2] مزیدِ حِلم و استظہار نیست
مزید حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے

متہم را شاہ چوں قاروں کُند
جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے

بیگنہ را تو نظر کُن چوں کُند
تو غور کر، بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟

شاہ را غافل مداں از کارِ کس
شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ

مانعِ اظہار آں حِلم ست و بس
اُس کے ظاہر کرنے کے لیے فقط حلم مانع ہے

مَنْ ھُنَا یَشْفَعْ بہ پیشِ علمِ اُو
اُس کے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟

لا اُبالی وار اِلّا حِلمِ اُو
لاپرواہی کے ساتھ سوائے اُس کے حلم کے

آں گنہ اوّل زحلمش میجہد
خطا، پہلے پہل اُس کے حلم کی بنیاد پر صادر ہوئی ہے

ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد
ورنہ خوف اُس کو کب گنجائش دیتا؟

خونبہائے[3] جُرمِ نفسِ قاتلہ
قاتل نفس کے جرم کا خونبہا

ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ
اُس کی بردباری پر ہے (جیسا کہ) عاقلہ پر دیت

مست و بیخود نفسِ ماازاں حِلم بُود
ہمارا نفس اس حِلم سے مست اور بیخود تھا

دیو در مستی کلاہ ازوے ربُود
مستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے بھاگا

گرنہ ساقیِ حِلم بُودے بادہ ریز
اگر حلم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا

دیو با آدمؑ کجا کردے ستیز
شیطان آدمؑ سے کب جھگڑا کرتا؟

---

[1] حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز کو بلا کر اُن امیروں کو اس کے حوالہ کر دیا۔ ایں جنایت۔ بادشاہ نے کہا تمھارا ظلم و زیادتی ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوئی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں دو نہیں ہیں لیکن اس معاملہ میں یگانگت نہیں ہے۔ تہمتے۔ اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اس معاملہ کا تعلق باوجود یگانگت کے ایاز ہی سے ہے۔

[2] تجو۔ اگر کوئی شاہ کا جرم بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے حلم کے بھروسہ پر کرتا ہے۔ شاہ۔ شاہ کو جرم کا علم بھی ہوتا ہے تو اپنے حلم کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ من ھُنا۔ چونکہ بادشاہ کو مجرم کا پورا علم ہوتا ہے تو سفارش صرف اُس کے حلم کی چلتی ہے۔ آں گنہ۔ شاہ کے حلم کی وجہ سے خطا کار کو ہمت ہو جاتی ہے ورنہ ہیبت اُس کو خطا کرنے کا موقع نہ دے۔

[3] خونبہائے۔ اگر کوئی قتل میں خطا کرتا ہے تو اُس کے رشتہ داروں کو دیت دینی پڑتی ہے چونکہ قاتل انہی رشتہ داروں کے سہارے کی امید پر قتل کرتا ہے تو اُس کی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم کے سہارے خطا کرتا ہے تو اس کی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم پر آتی ہے۔ مست۔ شاہ کے حلم کی مستی خطا کار پر طاری ہو جاتی ہے اس حالت میں شیطان اُس کو بے آبرو کر دیتا ہے۔ گرنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کو حلمِ خداوندی پر بھروسہ نہ ہوتا تو شیطان اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔

گاہ[1] عِلمِ آدمؑ ملائک را کہ بُود — اُوستادِ عِلم و نقّادِ نقُود

ملائک کے اعتبار سے آدمؑ کا جو مرتبہ تھا — علم کے اُستاد، اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے

چونکہ در جنت شرابِ حِلم خورد — شُد زیک بازیِ شیطاں رُویِ زرد

چونکہ اُنھوں نے جنت میں حلم کی شراب پی — شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے

آں بلاذُرہائے تعلیمِ وِدُود — زیرک و دانا و چستش کردہ بُود

اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانووں نے — اُن کو ذہین اور عقلمند اور چُست کر دیا تھا

باز آں افیونِ حِلمِ سختِ اُو — دُزد را آورد سُوئے رَختِ اُو

پھر اُس کے انتہائی حلم کی افیون نے — اُن کے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا

عقل آمد سُوئے حِلمش مستجیر — ساقیم تو بُودہٖ دستم بگیر

عقل، اُس کے حلم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی — میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودنِ[2] شاہ، ایاز را کہ اختیار کُن از عفو و مکافات کہ از عدل و لُطف

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف

ہرچہ کنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہا ست کہ در ہر عدل

اور مہربانی میں سے جو بھی تو کرے گا اس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں

ہزار لُطف درجست وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ آنکس کہ کراہت

اس لیے کہ ہر انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں

میدارد قصاص را دریں یک حیاتِ قاتل نظر میکند و در صد ہزار حیات کہ

زندگی ہے جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں قاتل کی ایک زندگی پر نظر آتا ہے اور ان لاکھوں

معصوم و محفوظ خواہد شُدن در حصنِ بیم سیاست نمی نگرد

زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے قلعے میں محفوظ اور مامون ہو گی، نہیں دیکھتا ہے

کُن میانِ مُجرماں حکم اے ایاز — اے ایازِ پاک با صد احتراز

اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر — سیکڑوں پرہیز گاروں کے ذریعہ پاک، اے ایاز!

گر[3] دو صد بارت بجوشم در عمل — در کفِ جوشت نیابم یک دغل

اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں — تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں

---

[1] گاہ۔ آدمؑ کو ملائکہ سے زیادہ علم حاصل تھا لہٰذا شیطان اُن کو دھوکا نہ دے سکتا تھا لیکن چوں کہ آدمؑ نے جنت میں اللہ تعالیٰ کے حلم کا جام پی لیا تھا تو اُن سے خطا سرزد ہو گئی۔ بلاذر۔ بھلانواں اُس کو شہد بر کر کے کھانا ذہن کے لیے بہت مفید ہے۔ باز آں۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حلم کی افیون کھائی جس سے اُن پر غفلت طاری ہو گئی۔ عقل۔ پھر اس غلطی سے اُن کی عقل نے اللہ کی بُردباری سے پناہ پکڑی۔

[2] فرمودن۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا اب تو جو چاہے کر۔ معاف کر دے یا بدلہ لے لے عدل کر یعنی بدلہ لے لے یا مہربانی کر اور یہ بھی سمجھ لے کہ عدل یعنی بدلہ لینے میں سیکڑوں مہربانیاں پوشیدہ ہیں اس لیے کہ قصاص کے ڈر سے جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اسی لیے قرآن نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے جو شخص معاف کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان کی طرف تو دھیان دیتا ہے لیکن اُن جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ڈر سے محفوظ رہتی ہیں۔

[3] گر دو صد۔ انسان جوش میں راہ اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن ایاز سے یہ ممکن نہیں ہے۔

زامتحاں[1] شرمندہ خلقے بے شمار　زامتحانہا جملہ از تو شرمسار

آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے　آزمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں

بحرِ بے قعرست تنہا عِلم نیست　کوہ و صد کوہ است ایں خود حِلم نیست

صرف علم ہی نہیں ہے بلکہ اتھاہ سمندر ہے　یہ علم ہی نہیں ہے، پہاڑ اور سیکڑوں پہاڑ ہے

گفت من دانم عطائے تُست ایں　ورنہ من آں چارقم واں پوستیں

اُس نے کہا، میں جانتا ہوں یہ آپ کی دین ہے　ورنہ میں تو وہی چپل اور پوستین ہوں

بہرِ[2] ایں پیغمبرؐ ایں را شرح ساخت　ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت

اسی لیے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے　جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچان لیا

چارقت نُطفہ است او خونت پوستیں　باقی اے خواجہ عطائے اُوست ایں

تیرا چپل نُطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے　اے جناب! باقی یہ اس کی دین ہے

بہرِ آں دادست تاجوئی دگر　تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر

مجھے اس لیے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے　تو نہ کہہ کہ اُس کے پاس اس کے سوا نہیں ہے

زاں نماید چند سیب آں باغباں　تابدانی دخل و نخلِ بُوستاں

باغباں چند سیب اس لیے دکھاتا ہے　تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے

کفِ[3] گندم زاں دہد خریار را　تابداند گندمِ انبار را

ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لیے دیتا ہے　تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتہ زاں شرح گوید اُوستاد　تاشناسی علمِ اُو را مُستزاد

اُستاد اُس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے　تاکہ تو اُس کے علم کو مزید سمجھ جائے

ور بگوئی خود ہمینش بُود و بس　دُورت اندازد چناں کز ریش خس

اگر تو کہے، کہ اُس کے پاس بس یہی تھا　تجھے اس طرح دور پھینک دے گا جس طرح ڈاڑھی سے تنکا

اے ایاز اکنوں بیاو داد دہ　دادِ نادر، در جہاں بنیاد نہ

اے ایاز! اب آ اور انصاف کر　دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھ دے

مجرمانت مستحقِ کشتنند　وز طمع بر عفو و حِلمت می تنند

تیرے مجرم گردن زدنی ہیں　اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قائم ہیں

---

[1] زامتحاں۔ غلط بات کا امتحان کر کے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی اسی طور پر شرمندہ ہیں۔ بحر۔ ایاز صرف دریائے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تھاہ دریا ہے وہ صرف بردبار ہی نہیں ہے بلکہ بردباری کا پہاڑ در پہاڑ ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا ہر رتبہ آپ کی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی چپل اور پوستین ہے۔

[2] بہرایں۔ حدیث شریف ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ چارقت۔ جس طرح ایاز کی چپل اور پوستین اسکی ابتدا تھی اور بقیہ عروج شاہی عطیہ تھا اسی طرح انسان کی اصل مرد کا نطفہ اور عورت کے رحم کا خون ہے۔ بہرآں۔ یہ دنیاوی عطا اسلیئے کی ہے تاکہ تو انکو دیکھ کر اخروی عطا کا طلبگار بنے۔ زاں۔ دنیاوی عطا آخرت کا نمونہ ہے جسطرح چند سیب باغ کے نمونے کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔

[3] کف۔ گیہوں کے ڈھیر کی بانگی دکھادی جاتی ہے۔ نکتہ۔ استاد ایک معمولی نکتہ بیان کرتا ہے تاکہ شاگرد اُس کے علوم کو جان کر اُن کا طالب بنے۔ ور۔ اگر شاگرد اُستاد کے نکتہ کو سن کر یہ کہہ دے کہ بس استاد کے پاس اس نکتہ کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے تو اُستاد اس کو درس سے نکال دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا۔ مجرمانت۔ یہ چغلخور قتل کے مستحق ہیں لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔

تاکہ¹ رحمت غالب آید یا غضب
تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ
آبِ کوثر غالب آید یا لہب
آبِ کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ

از پے مردم رُبائی ہر دو ہست
انسانوں کی کشش کے لیے دونوں ہیں
شاخِ حلم و خشم از عہدِ الست
حلم اور غصہ کی شاخ عہدِ الست (کے وقت) سے

بہرِ ایں لفظِ الست مستبیں
اسی لیے واضح لفظ الست میں
نفی و اِثباتست در لفظے قریں
نفی اور اثبات کے ایک لفظ میں ملا ہوا ہے

زانکہ اِستفہام اِثباتست ایں
کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے
لیک دروے لفظِ لیس شُد دفیں
لیکن اُس میں لیس کا لفظ چھپا ہوا ہے

ترک کُن تا ماند ایں تقریر خام
رہنے دے، تاکہ یہ تقریر ناقص رہے
کاسۂ² خاصاں منہ برخوانِ عام
خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ

قہر و لطفے چوں صباؤ چوں وبا
قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے
آں یکے آہن رُباویں کُہربا³
ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے

میکشد حق راستاں راتا رشد
اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کی جانب کھینچتا ہے
قِسمِ باطل باطلاں را میکشد
باطل فریق بُرے لوگوں کو کھینچتا ہے

معدۂ حلوائی بُود حلوا کشد
حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے
معدہ صفرائی بُود سِرکا کشد
صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرشِ سُوزاں سردی از جالش بَرد
گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے
فرشِ افسردہ حرارت را خورد
ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے

دوست بینی از تو رحمت می جَہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے
خصم بینی از تو سطوت می جَہد
تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے

نور بینی روشنی بیروں جہد
تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے
نار بینی یا دُخاں ظلمت دہد
تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے، تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

¹ تاکہ۔اب یہ دیکھنا ہے تو اُن پر رحم کرتا ہے یا عتاب نازل کرتا ہے، رحم آبِ کوثر اور عتاب لپٹ ہے۔از پئے۔روزِ ازل سے حلم و غصہ دونوں صفتیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔بہرِ ایں۔حلم اور خشم کی صفت کیطرف اشارے کیلئے الست ربکم میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔زانکہ۔الست میں ہمزۂ استفہام انکار کیلئے جو الست بربکم میں داخل ہے جو خود انکار کے معنی میں ہے اور انکار کا اثبات ہوتا ہے لہٰذا اس سے اللہ کی ربوبیت ثابت ہوگئی جس کا مقتضی حلم ہے اور لست بربکم کے معنی ہیں "میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو ربوبیت کے انکار کا مقتضی غصہ ہے لہٰذا یہ الست ربکم کا جملہ دونوں صفتوں کی طرف اشارہ ہے۔

² کاسۂ خاصاں۔اب یہ بات کہ ربوبیت کا نہ ہونا وجہ احدث مخصہ کی بات ہے تو یہ خواص کو سمجھانے کی ہے عوام کے سامنے اس کی تقریر مناسب نہیں ہے۔قہر و لطفے۔اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں صبا اور وبا کی طرح ہیں صبا پرورش کرتی ہے، وبا فنا کرتی ہے ان میں سے ایک مقناطیس ہے جو لوہے کو کھینچتا ہے۔یعنی صفتِ قہر سنگ دلوں کے لیے ہے اور دوسری صفت حلم اور لطف یہ کہربا کی طرح ہے جو نرم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔آہن رُبا۔مقناطیس پتھر کو کھینچتا ہے۔

³ کہربا۔وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔میکشد۔دنیا میں حضرت حق کی دونوں صفتوں کا ظہور ہے اس کا ہادی ہونا راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اس کا مُضِل ہونا غلط کاروں کی کشش کرتا ہے، غرض کہ اعیانِ ثابتہ میں جیسی جس کی استعداد ہے اُس کے مطابق اس کا میلان ہے۔معدہ۔دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہم جنس کی طرف ہے۔معدہ کا یہی حال ہے۔فرش کا یہی حال ہے، دوست اور دشمن کا یہی حال ہے نور و نار کا یہی حال ہے۔

خصم[1] ویار و نور و نار و فخر و عار　　تخت و دار و برد و حار و وَرد و خار

دشمن اور دوست، نور اور نار، فخر اور دولت　　تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا

مور و مار و پود و تار و زیر و زار　　ہر یکے با جنسِ خود برمیشمار

چیونٹی اور سانپ، تانا اور بانا، گانا اور رونا　　ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودنِ بادشاہ ایاز را کہ زُود ایں حکم را بہ فیصل رساں و منتظر مدار وَالْاَیَّامُ

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کر دے اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس

بَیْنَنَا مگو کہ اَلْاِنْتِظَارُ مَوْتٌ اَحْمَرُ و جواب گفتنِ ایاز بادشاہ را و عجز آوردنِ اُو

بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سرخ موت ہے اور ایاز کا بادشاہ کو جواب دینا اور اُس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زُو تر گذار　　زانکہ نوعِ انتقام ست انتظار

اے ایاز یہ کام جلد کر لے　　کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے

گفت[2] اے شہ جملگی فرماں تُراست　　باوجودِ آفتاب اختر فناست

اُس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپ کا ہی ہے　　سورج کے ہوتے ہوئے، ستارہ معدوم ہے

زُہرہ کہ بُود یا عُطارُد یا شِہاب　　کہ بروں آید بہ پیشِ آفتاب

زُہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟　　کہ سورج کے سامنے باہر آئے

گرز دلق و پوستیں بگذشتمے　　کہ چنیں تخمِ ملامت کشتمے

اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا　　تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟

قُفل کردن بر درِ حجرہ چہ بُود　　درمیانِ صد خیالاتِ حُسُود

حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟　　حاسد کے سیکڑوں خیالات کے درمیان

دست[3] در کردہ درونِ آبجو　　ہر یکے زیشاں کلوخِ خشک جُو

نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے　　اُن میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے

پس کلوخِ خشک در جُو کے بُود　　ماہیِ باآب عاصی کے شود

تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟　　مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟

برمنِ مسکیں جفا دارند ظن　　کہ وفا را شرم می آید زمن

مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں　　کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

---

[1] خصم۔ غرض کہ کائنات میں سے ہر ایک چیز اپنی جنس کی کشش کر رہی ہے۔ تعجیل فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے کہا کہ مجرموں کا جلد فیصلہ کر، انتظار کی تکلیف موت سے زیادہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ وَالْاَیَّامُ۔ معاملہ کو ٹالنے کا داعیہ یہی ہوتا ہے کہ انسان سوچتا ہے کہ اس کام کے کرنے کا بہت وقت ہے۔ زانکہ۔ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

[2] گفت۔ ایاز نے عذر کیا کہ مجرموں کا فیصلہ کرنا شاہ کا کام ہے، شاہ کے سامنے میری مثال ایسی ہی ہے جیسی زہرہ اور عطارد، اور شہاب ثاقب کی سورج کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گرز دلق۔ اگر میں اپنی حقیقت چپل اور گدڑی سے زیادہ سمجھتا تو اس چپل اور گدڑی کی حفاظت کر کے اس حالت میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن مجھے ملامت کریں اور حاسد طرح طرح کے خیالات قائم کریں۔

[3] دست در کردہ۔ ان حاسدوں کی حالت تو اُس شخص کی سی ہے جو نہر میں ہاتھ ڈالے کہ اس میں سے خشک ڈھیلا نکال لے۔ پس۔ نہر میں خشک ڈھیلا تلاش کرنا اور مچھلی کو خشک زمین میں تلاش کرنا یکساں ہے۔ برمن۔ ان حاسدوں نے مجھے صاحب جفا سمجھا اور ایسا بے وفا سمجھا جس سے وفا کو شرم آئے۔

گر[1] نبودے زحمتِ نا محرمے
اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی

چند حرفے ازوفا وا گفتمے
تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا

چوں جہانے شُبہت و اِشکال جُوست
چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے

حرف میرانیم ما بیروں ز پُوست
ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں

گر تو خود را بشکنی مغزے شوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کرے گا، مغز بن جائے گا

داستانِ مغزِ نغزے بشنوی
تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا

جوز[2] را در پوستہا آوازہاست
اخروٹوں کے چھلکوں میں (رہتے ہوئے) آوازیں ہیں

مغز و روغن را خود آوازے کجاست
مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے

دارد آوازے نہ اندر خوردِ گوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے

ہست آوازش نہاں در گوشِ ہوش
اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے

گر نہ خوش آوازیِ مغزے بُود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی

ژغوغِ آوازِ قشری کہ شنود
چھلکے کا کھڑکا کون سنتا؟

ژغوغ آں زاں تحمل میکُنی
اُس کی کھٹ کھٹ کو تو اس لیے برداشت کرتا ہے

تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی
تاکہ چپکے سے مغز تک پہنچ جائے

چند[3] گاہے بے لب و بے گوش شو
کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا

وانگہاں چوں لب حریفِ نوش شو
پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن

چند گفتی نظم و نثر و رازِ فاش
تو نے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے

خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش
صاحب! ایک روز آزما لے، گونگا بن، جا

چند پختی تلخ و تیز و شور و کز
تو نے کڑوی اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی

ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز
ایک دن امتحان کے لیے میٹھی (بھی) پکا لے

چند خوردی چرب و شیریں از طعام
تو نے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا

امتحاں کن چند روزے در صیام
چند دن روزے میں آزما لے

چند شبہا خواب را گشتی اسیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا

یک شبے بیدار شو دولت بگیر
ایک رات بیدار ہو، دولت حاصل کر لے

---

1. گرنبودے۔ مولانا فرماتے ہیں سننے والے اہل نہیں ہیں ورنہ میں وفا کے مضمون کو واضح کر کے بیان کرتا۔ چوں جہانے۔ چونکہ عوام حقائق کے بیان میں شبہے اور اشکالات پیش کرنے لگے ہیں اس لیے ان کو وہ سمجھانا مشکل ہے لہٰذا ہم معمولی باتیں اُن کو سنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تم مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جسم کے چھلکے کو توڑ دو گے تو مغز بن جاؤ گے پھر مغز کی بات سمجھ لو گے۔

2. جوز۔ جب تک اخروٹ کی گری چھلکے میں ہے تو وہ بجتا ہے جب چھلکا ٹوٹ جائے تو پھر وہ کھڑکھڑاہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ دارد۔ مغز میں بھی آواز ہے لیکن جسم کے کان سے سننے کی نہیں ہے وہ عقل کے کان نے سننے کی ہے۔ گر نہ۔ اگر مغز میں آواز نہ ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا کون پسند کرے۔ ژغوغ۔ چھلکے کی آواز اس لیے برداشت کی جاتی ہے کہ مغز تک رسائی ہو جائے۔

3. چند گاہے۔ انسان مجاہدوں سے لب و گوش بن جائے تب اُس کا لب اسرار کا شہد چکھتا ہے۔ چند گفتی۔ انسان ہر وقت بولتا ہے کبھی نظم کہتا ہے کبھی نثر، کسی دن آزمائشی طور پر وہ خاموش بھی ہو کر دیکھے تو خاموشی کے فوائد سامنے آئیں گے۔ چند پختی۔ روزمرہ کی عادت کے خلاف کچھ مجاہدہ کر، لذیذ کھانے بہت کھائے ہیں کچھ دن روزے رکھ کر دیکھ، راتوں کو خوب سویا ہے، کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر۔

روزہا[1] بُردی بسر در ہزل و جِد　　روز کے دوجہد را شو مستعِد

تو نے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں بسر کئے　　دو روز کوشش کے لیے مستعد بن جا

حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے صبر خاموشی نیز بیازمائیم

اس بات کو واضح کرنے کیلیے ایک حکایت کے اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدت تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت ز اِنتباہ　　در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ

تنبیہ حاصل کرنے کے لیے قیامت میں ایک شخص کے　　ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آ گیا

سرسیہ چوں نامہائے تعزیہ　　پُر معاصی متنِ نامہ و حاشیہ

تعزیت کے خطوں کی طرح اس کی پیشانی کالی تھی　　اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُر تھا

جُملہ فِسق و معصیت آں یکسری　　ہمچو دارُالحرب پُر از کافری

وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا　　دارالحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید و پُر وبال　　در یمیں ناید در آید در شمال

ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا　　دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خودہم[2] اینجا نامۂ خُود را بہ بیں　　دستِ چپ را شاید آں یا در یمیں

اس جگہ خود اپنے اعمال نامہ کو دیکھ لے　　وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم در دکاں　　آں چپ دانیش پیش از امتحاں

بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں　　تو آزمانے سے پہلے ہی اس کو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی　　ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی

جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے　　شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گُل را شاہد و خوشبُو کُند　　ہرچپے را راست فضلِ اُو کُند

وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبو دار بنا دیتا ہے　　اُس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہرشمالے[3] را یمینی اُو دہد　　بحر راماءِ معینے اُو دہد

وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے　　سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی با حضرتِ اُو راست باش　　تابہ بینی دستِ بُردِ لُطفہاش

اگر تو بایاں ہے اُس کے دربار میں دایاں بن جا　　تاکہ تو اُس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے

---

[1] روزہا۔ عمر کا زیادہ حصہ جدو ہزل میں گذارا ہے اب کچھ مجاہدہ کر کے دیکھ۔ حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اس کے اطراف کو سیاہ کر دیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دارُالحرب۔ وہ ملک جہاں کفر کے احکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔

[2] خودہم۔ انسان کو صبر و خاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اس دنیا میں غور کر لینا چاہیے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتا دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو اسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جس طرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں۔ گُل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دینا ہے وہ برے کو بھلا سکتا ہے۔

[3] ہرشمالے۔ وہ ہر برائی کو بھلائی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ گر چپی۔ اگر انسان اس کے لائق ہے کہ اس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا جائے اگر وہ اللہ کے دربار سے وابستہ ہو جاتا ہے تو اللہ کی مہربانیاں اس کو اس قابل بنا دیتی ہیں کہ اس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے۔

تو روا داری کہ ایں نامہ مہیں[1] بگذرد از چپ در آید در یمین

کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟

ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم و جفاست کے بُود خود در خوراند دستِ راست

ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پُر ہے دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہو گا؟

قصۂ زاہد و زنِ غیور و جُفت شُدنِ زاہد با کنیزک باکسے مانَد

زاہد اور غیرت مند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن[2] گوید کہ حالِ اُو مناسبِ آں سخن و آں سخن مناسبِ

کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اس کی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے

دعویٰ اُو نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

دعوے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسانوں

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ خدمتِ بُتِ سنگیں کردن و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بت کی خدمت کرنا اور جان

زر فدائے اُو نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ

و مال کو اس پر قربان کرنا کیا مناسب ہو گا اُس جان کے لیے جو جانتی ہے کہ

سمٰوات وارضین آلہیست سمیعے و بصیرے حاضرے

آسانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر

ومُراقبے مستولئے وغیورے الخ

اور نگہبان غالب اور غیرت مند خدا ہے

زاہدے[3] را بُد یکے زن ہمچو حُور رشکناک اندر حقِ اُو بس غیُور

ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی اُس کے بارے میں رشک کرنے والی اور بہت غیرتمند تھی

زانکہ بُد زن را کنیزے مہوشے دردلِ زاہد بُد از وے آتشے

کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی زاہد کے دل میں اُس (کے عشق) کی آگ تھی

زن ز غیرت پاسِ شوہر داشتے با کنیزک خلوتش نگذاشتے

بیوی غیرت کی وجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی اس کو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی

مُدّتے زن شد مُراقب ہر دورا تا کہ شاں فرصت نیفتد در خلا

ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی تاکہ انھیں تنہائی میں موقع نہ ملے

---

[1] مہیں۔ ذلیل۔ قصہ۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم و جفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

[2] سخن۔ انسان وہ بات کہے جس کی تائید اُس کا عمل کر سکے کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں، عمل یہ ہے کہ بتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ زاہد سے مراد وہ مُدعی ہے جس میں زُہد نہ ہو۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔ آتشے۔ یعنی وہ زاہد اُس لونڈی پر عاشق تھا۔ مُراقب۔ نگراں۔ خلا۔ خلوت، تنہائی۔

تا[1] در آمد حکم و تقدیرِ اِلٰہ
یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آ پہنچی
عقلِ حارس خیرہ سرگشت و تباہ
نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہو گئی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف
اطلاع کے بغیر جب اُس کا حکم اور تقدیر آتی ہے
عقل کہ بُوَد در قمر افتد خسوف
عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آ جاتا ہے

بُود در حمام آں زن ناگہاں
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک
یادش آمد طشت و در خانہ بُد آں
اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

با کنیزک گفت روہیں مُرغ وار
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا
طشتِ سیمیں را ز خانہ ما بیار
ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

آں[2] کنیزک زندہ شُد چوں ایں شنید
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اس میں جان پڑ گئی
کُو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
کہ وہ اس وقت آقا کے پاس پہنچ جائے گی

خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے
پس دواں شد سُوئِ خانہ شادماں
تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

عشقِ شش سالہ کنیزک را بُد ایں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی
کہ بیابد خواجہ را خلوت چنیں
کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پا لے

گشت[3] پرّاں جانبِ خانہ شتافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی
خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

ہر دو عاشق را چناں شہوت رُبُود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا
کاحتیاط و یادِ در بستن نبُود
کہ دروازہ کی کنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی

ہر دو باہم در خزیدند از نشاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے
جاں بجاں پیوست آندم ز اختلاط
اُس وقت وصل سے جان، جان سے پیوستہ ہو گئی

یاد آمد در زماں زن را کہ من
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے
چوں فرستادم ورا سوئے وطن
اس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبہ در آتش نہادم من بخویش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا
اندر افگندم قُچ نر رابہ میش
میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈال دیا

گِل فروشُست از سر و بیجاں دوید
سر سے مٹی دھوئی اور بدحال ہو کر دوڑی
درپے اُو رفت و چادر می کشید
اس کے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

---

1. تا در آمد۔ تقدیر اور حکم خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہو جاتی ہے۔ حارس۔ نگراں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرند کی طرح۔
2. آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی جویاں تھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس میں جان پڑ گئی اور اس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔
3. گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ در بستن۔ یعنی دروازے کی کنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط۔ میل جول۔ وطن۔ یعنی گھر۔ پنبہ۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ قچ۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ گل۔ یعنی وہ ملتانی مٹی جو بالوں کو صاف کرنے کیلئے اُسنے سر پر لگا رکھی تھی۔

آں[1] ز عشقِ جاں دوید و ایں زبیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے
عِشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تختِ شاہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے
سیرِ زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے

گرچہ زاہد را بُوَد روزے شگرف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے
کے بُوَدیک روز اُو خمسین الف
اس کا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہے

قدرِ[2] ہر روزے ز عمرِ مردِ کار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار
باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سَر بُوَد بیرونِ در
عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں
زَہرۂ وہم ار بدرّد گو بدَر
وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہہ دے، پھٹ جا

ترس موئے نیست اندر پیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے
جُملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق کے مذہب میں سب قرباں ہیں

عشق وصفِ ایزدست امّا کہ خوف
عشق، اللہ کی صفت ہے لیکن خوف
وصفِ بندہ مُبتلائے فرج و جوف
شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے

چوں یُحِبُّونَہٗ بخواندی از نُبے
جب تو نے قرآن میں یحبونہ پڑھا
با یُحِبُّہُمْ شو قریں در مطلبے
مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن

پس[3] محبت وصفِ حق داں عشق نیز
پس محبت کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت سمجھ، عشق کو بھی
خوف نبود وصفِ یزداں اے عزیز
اے پیارے! خوف اللہ (تعالیٰ) کی صفت نہیں ہوتی ہے

وصفِ حق کو وصفِ مُشتِ خاک کو
کجا اللہ (تعالیٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت
وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کو
کہاں حادث کا وصف، کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ار من بگویم بردوام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں
صد قیامت بگذرد و آں ناتمام
سو قیامتیں گذر جائیں اور ناتمام رہے

---

[1] آں۔ بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا، بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے عارف کے لیے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام اس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے، عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کے برابر بن جاتا ہے اور وہ قُرب کے اُن مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں طے کرے ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔

[2] قدر۔ عارف اپنے ہر دن میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کر پاتا ہے۔ عقلہا۔ یہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلای۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اس کی صفت عشق ہے۔ چوں یحبونہ۔ قرآن پاک میں ہے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ "وہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

[3] پس محبت۔ جب محبت، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالیٰ کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفتِ خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفتِ عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے۔ غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

زانکہ تاریخِ قیامت راحدست　　حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے　　اس کی انتہا کہاں، جو خدا کی صفت ہے

عشق[1] را پا نصد پرست و ہر پَرے　　از فرازِ عرش تا تحت الثرےٰ
عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر　　عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہدِ با ترس میتازد بپا　　عاشقاں پرّاں تر از برق و ہوا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے　　عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اُڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر　　چونکہ اُو در راہِ حق بکشاد پر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال　　جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پر کھولے

کے رسند ایں خائفاں در گردِ عشق　　کاسماںرا فرش سازد دردِ عشق
ڈرنے والے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں　　کیونکہ عشق کا درد، آسمان کو فرش بنا دیتا ہے

جُز[2] مگر آید عنایتہائے ضَو　　کز جہان و زیں روش آزاد شو
اس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آ جائیں　　کہ دنیا اور اس روش سے آزاد ہو جا

از قشِ خود وز دشِ خود باز رہ　　کہ سُوئے شہ یافت آں شہباز رہ
اپنے مٹاپے اور اپنی آرائش سے باز رہ　　کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

ایں قش و دش ہست جبر و اختیار　　از وراۓ ایں دو آمد جذبِ یار
یہ مٹاپا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے　　دوست کی کشش، ان دونوں سے بالا ہے

رسیدنِ زن بخانہ و جدا شدنِ زاہد از کنیزک و رُسوا شُدن

بیوہ کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہو جانا اور رُسوا ہونا

چوں[3] رسید آں زن بخانہ دَر گشاد　　بانگِ دَر دَر گوشِ ایشاں در فتاد
جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا　　دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آن کنیزک جست آشفتہ ز ساز　　مرد برجست و در آمد در نماز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (وساماں) سے بھاگی　　مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید　　درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
بیوی نے، لونڈی کو پریشان حال دیکھا　　گڑ بڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوئ خود را دید قائم در نماز　　در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا　　اس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی

---

[1] عشق را۔ جس قدر زیادہ پر ہوں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوں گی۔ زاہد۔ زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے، عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے۔ چہ مجال۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہِ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسند۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

[2] جز مگر۔ اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہوسکتی ہے۔ قش۔ لاغری کے بعد کا مٹاپا۔ دش۔ آرائش قش ودش سے جبر واختیار مذموم مراد ہے۔ عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر واختیار سے بالا ہے۔

[3] چوں رسید۔ بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد۔ آقا اپنی حالت چھپانے کے لیے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوی۔ بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا اور ادھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑ گئی اور صحیح صورت حال نہ جان سکی۔

شُوی را برداشت دامن[1] بے خطر
اُس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا
دیدہ آلودہ منی خُصیہ و ذَکَر
خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقیِ نُطفہ می چکید
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا
ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید
ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

بر سرش زد سیلی و گفت اے مہیں
اُس نے اُس کے سر پر دُہتڑ مارا اور بولی اے ذلیل!
خُصیۂ مردِ نمازی باشد ایں
نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائقِ ذِکر و نماز ست ایں ذَکَر
یہ شرمگاہ ذکر (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے
و ایں چنیں ران و زہارِ پر قذر
اور ایسی گندی، ران اور شرمگاہ

نامۂ پُر ظلم و فسق و کفر و کیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ
لائق است انصاف دہ اندر یمیں
انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے؟

گر[2] پُرسی گبر را کایں آسماں
اگر تو کافر سے دریافت کرے، کہ یہ آسماں
آفریدہ کیست ویں خلقِ جہاں
اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید اُو کیں آفریدہ آں خداست
وہ کہے گا کہ یہ اُس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے
کآفرینش بر خدائیش گو است
جس کی خدائی پر اُس کی خلاقی گواہ ہے

کفر و فِسق واستمِ بسیارِ اُو
اُس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم
ہست لائق با چنیں اِقرارِ اُو
اُس کے ایسے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنیں اقرارِ راست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟
آں فضیحتہا و آں کردارِ کاست
وہ رُسوائیاں اور گھٹیا کام

فِعلِ[3] اُو کردہ دروغ آں قول را
اس کے عمل نے اس کی بات کو جھٹلا دیا
تاشُد اُو لائق عذاب و ہول را
یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سر تاپایِ اُو
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا
کہ اگر شرحش دہم اے وایِ اُو
کہ میں اُس کی شرح کروں تو اُس پر افسوس ہے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائے گی
ہم زخود ہر مجرمے رُسوا شود
ہر خطاکار، خود رُسوا ہو جائے گا

دست و پا بدہد گواہیٰ بابیاں
اس کے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کے ساتھ گواہی دیں گے
برفسادِ اُو بہ پیشِ مُستعاں
خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

---

[1] دامن۔ یعنی لنگی کا دامن۔ برسرش۔ بی بی نے آقا کے سر پر دوہتڑ مارا۔ مہیں۔ ذلیل۔ نامہ پُر ظلم۔ جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح بُرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

[2] گر بپرسی۔ کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے، لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اُس کے کام، اُس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

[3] فعلِ آو۔ وہ کافر جس کا عمل اس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر۔ محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

دست گوید من چنیں دُزدیده ام — لب بگوید من چنیں بوسیده ام

ہاتھ کہے گا، میں نے اس طرح چوری کی ہے — ہونٹ کہے گا، میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پایٔ گوید من شدستم تا مُنیٰ[1] — فرج گوید من بکردستم زِنا

پاؤں کہے گا، میں مقاصد کی جانب گیا ہوں — شرمگاہ کہے گی، میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کرده ام غمزه حرام — گوش گوید چیده ام سُوءُالکلام

آنکھ کہے گی، میں نے حرام اشارہ کیا ہے — کان کہے گا، میں نے بُری بات چُنی ہے

پس دروغ آمدز سر تا پایٔ خویش — کہ در و غش کردہم اعضائے خویش

تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا — کیونکہ اُن کے اعضا نے اُس کو جھٹلا دیا

آنچناں کہ در نمازِ بافروغ — از گواہی خُصیہ شد زرقش دروغ

جس طرح پُرنور نماز میں — خصیہ کی گواہی سے اُس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا

پس چناں کن فعل کاں خود بیزباں — باشد اَشہدَ گفتن و عینِ بیاں

تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے — اشہد کہنا اور بعینہٖ بیان بنے

تاہمہ تن عضو عضوت اے پسر — گفتہ باشد اشہد اندر نفع و ضَر

اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو — نفع اور نقصان میں اَشہَدُ کہہ دے

رفتنِ[2] بندہ پئے خواجہ گواست — کہ منم محکوم و ایں مُولائے ماست

غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے — کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیہ کردی تو نامہ عُمرِ خویش — توبہ کُن زآنہا کہ کردستی تُو پیش

اگر تو نے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا ہے — جو تو نے پہلے کیا ہے، اس سے توبہ کر لے

عُمر[3] گر بگذشت بیخش ایندم است — آبِ توبہ اش دِہ اگر اُو بے نم ست

اگر عُمر گزر گئی ہے، اُس کی جڑ ابھی ہے — اگر وہ خشک ہے، اس کو توبہ کا پانی دے دے

بیخِ عُمرت رابدہ آبِ حیات — تا درختِ عُمر گردد باثُبات

اپنی عُمر کی جڑ میں آبِ حیات ڈال دے — تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند — زہرِ پارینہ ازیں گردد چوقند

سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا — گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا

سیاٰتت را مُبدَّل کرد حق — تاہمہ طاعت شود آں ما سبق

اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا — تاکہ وہ پہلا سب، عبادت بن جائے

---

1. مُنیٰ۔ آرزوئیں۔ غمزہ۔ اشارہ۔ سوءالکلام۔ بُری بات۔ آنچناں۔ جس طرح زاہدِ آقا کے اعضا نے اس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضا اُس کو جھٹلا دیں گے۔ پس۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اُس کا فعل خود اُس کا اقرار بن جائے۔
2. رفتن۔ غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔ گر سیہ۔ اگر انسان گنہگار ہے تو اس کو پیشگی توبہ کر لینی چاہیے۔
3. عُمر۔ انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے، درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اُس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے۔ جملہ ماضیہا۔ اگر نیکوکار بن جاتا ہے تو اُس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

خواجہ[1] بر توبۂ نصوحی خوش بتن　　کوششے کن ہم بجان و ہم بتن

اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر　　جان اور جسم سے بھی کوشش کر

شرحِ ایں توبۂ نصوح از من شنو　　بگرویدتی ولے از نو گرو

اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سُن لے　　تو (اُس کا) گرویدہ ہے لیکن از سرِ نو گرویدہ بن جا

حکایت در بیانِ توبۂ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید

نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آ جاتا ہے تو پھر

باز در پستان نرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز ازاں گناہ یاد

پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کر لی وہ ہرگز گناہ کو رغبت

نکُند بطریقِ رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں

کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اُس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت

نفرت دلیلِ آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوات

اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اُس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کر لی ہے

اوّل بے لذت وایں بجائے آں نشست

وہ شہوت اوّل بے لذت بنی اور یہ اُس کی جگہ بیٹھ گئی

نبُرد[2] عشق را جُز عشقِ دیگر　　چرا یارے نگیری زُو نکوتر

عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے　　تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنالیتا

وآنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکُند، علامت آنست

اور جس کا دل پھر اُس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اُس کو

کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ

(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ

نہ نشستہ است فَسَنُيَسِّرُهٗ[3] لِلْيُسْرٰى نشدہ است لذت

نہیں بیٹھی ہے اور وہ اس کو "ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دے دیں گے" (کا مصداق) نہیں بنا

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى باقیست بروے پس مہیا گردانیم مر اُو

"پس ہم اُس کو تنگی کی سہولت دیدینگے کی لذت اُس کے لیے باقی تو ہم اُس کے لیے وہ صفتیں

را ابرائے صفتے کہ اُو را بدوزخ برد

مہیا کر دیں گے جو اس کو دوزخ میں لے جائیں گی

---

[1] خواجہ۔ قرآن پاک میں ہے تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کرو۔ مولانا نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے اُس نے جو توبہ کی اُس کو توبہ نصوح فرماتے ہیں۔ توبہ نصوح۔ جو شخص نصوح والی توبہ کر لیتا ہے اُس سے اُس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ دودھ کا پستان سے باہر آ جانے کے بعد پستان میں لوٹنا۔

[2] نبُرد۔ یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق فنا کرنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کر لے۔ آں نفرت۔ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر اس گناہ سے نفرت ہو گئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہو جانے کی علامت ہے۔

[3] فسنیسرہ۔ انسان جب نیکی کرتا ہے تو اس کے لیے نیکی کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اس کے لیے بدی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

بُود مَردے پیش ازیں نامش نصُوح

اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا

بُد ز دَلّاکی[1] زناں اُو را فتُوح

عورتوں کو (حمام میں) ملنے سے اُس کی آمدنی تھی

بود رُوئِ اُو چو رخسارِ زناں

اُس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا

مردیِ خود را ہمیکرد اُو نہاں

اُس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

اُو بحمامِ زناں دَلّاک بُود

وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا

در دغا و حیلہ بس چالاک بُود

دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

سالہا میکرد دَلّاکی و کس

اُس نے سالوں ملنے کا پیشہ کیا اور کوئی

بُو نبُرد از حالتِ آں بُوالہوس

اُس بُو الہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز و رُخش زن وار بُود

کیونکہ اُس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا

لیک شہوت کامِل و بیدار بُود

لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سربند پوشید و نِقاب

اُس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا

مردِ شہوانی و در غرّہ شباب

شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دختران[2] خسرواں رازیں طریق

اس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو

خوش ہمی مالید و می شُست آں عشیق

وہ عاشق عمدہ طریقہ سے ملتا اور نہلاتا

توبہا می کرد و پادر میکشید

وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا

نفسِ کافر توبہ اش را می درید

کافر نفس اُس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار

وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا

گفت مارا در دُعائے یاد دار

کہا ہمیں دُعا میں یاد رکھیے

سِرِّ اُو دانست آں آزاد مرد

وہ آزاد مرد اُس کا راز جان گیا

لیک چوں حِلمِ خدا پیدا نکرد

لیکن اُس نے خدائی حِلم کی طرح ظاہر نہ کیا

برلبش[3] قُفل ست و دردل رازہا

اُس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں

لب خموش و دل پُر از آوازہا

ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند

وہ عارف جنھوں نے اللہ (تعالیٰ) کا جام پی لیا ہے

رازہا دانستہ و پوشیدہ اند

اُنھوں نے رازوں کو جانا اور چھپایا ہے

ہرکرا اسرارِ حق آموختند

جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں

مُہر کردند و دہانش دوختند

اُن کے منہ پر مہر لگا دی ہے اور لب سی دیے ہیں

---

[1] دلّاکی۔ یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی کماتا ہے۔ بود۔ اُس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اُس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔ او۔ اس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کر کے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی۔ بوالہوس۔ وہ عورتوں کے بدن مل کر مردانہ لذت حاصل کرتا تھا۔ چادر۔ لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اُس کی مردانہ شہوت مکمل تھی۔

[2] دختران۔ اس حمام میں شہزادیاں نہانے آتی تھیں۔ توبہا۔ نصوح نے اس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔ رفت۔ نصوح نے اُس عارف سے دُعا کی فرمائش کی وہ عارف اُس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اُس نے ظاہر نہ کیا۔

[3] برلبش۔ اولیا لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہوجاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہرکرا۔ جو شخص اسرار سے واقف ہوجاتا ہے اس کے منہ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سُست خندید و بگفت اے بدنہاد　　زانکہ[1] دانی ایزدت توبہ دہاد
وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بد اصل　　جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اُس سے تجھے توبہ (کی توفیق) دے

در بیان آنکہ دُعائے عارف واصل و درخواستِ اُو از حق
اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے
ہمچو درخواستِ حقست از خویشتن کہ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ
جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ ''میں اس کے لیے کان اور
وَبَصَرًا وَّلِسَانًا وَّيَدًا و قولہ تعالیٰ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں'' (فرمایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا قول ''تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ و آیات و اخبار و آثار دریں بسیار ست و شرحِ
نے پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا'' اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں
سبب سازیِ حق تا نصوح راگوش گرفتہ بتوبہ آورد
بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اُس نے کان پکڑ کر توبہ کرادی

آں[2] دعا از ہفت گردوں در گذشت　　کارِ آں مسکیں بآخر خُوب گشت
وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی　　بالآخر اُس مسکین کا کام بھلا ہو گیا

کاں دعایِ شیخ نے چوں ہر دعا ست　　فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خداست
کیونکہ وہ شیخ کی دُعا، ہر دُعا کی طرح نہیں ہے　　وہ فانی ہے اور اُس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و کد کند　　پس دُعایِ خویش را چوں رد کند
جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے　　تو وہ اپنی دُعا کو کیسے رد کرے گا؟

یک سبب انگیخت صُنعِ ذُوالجلال　　کہ رہانیدش زنفرین و وبال
اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا　　جس نے اُس کو نفرت اور وبال سے رُہائی دے دی

اندراں[3] حمام پُر میکرد طشت　　گوہرے از دُخترِ شہ یاوہ گشت
وہ اُس حمام میں طشت بھر رہا تھا　　بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا

گوہرے از حلقہائے گوشِ اُو　　یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو
اس کے کان کے بالے کا موتی　　گم ہو گیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی

پس درِ حمام را بستند سخت　　تا بجویند اولش در بیخ رخت
پھر انھوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا　　تاکہ پہلے اُس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں

---

[1] زانکہ۔ اس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ دربیان۔ اولیا اللہ کو اللہ تعالیٰ سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو اُنکا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اُسکے قبول نہ ہونیکے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کنت۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کر لیتا ہے تو میں اُس انسان کے اعضا بن جاتا ہوں۔ ومارمیت۔ حضورؐ کے مٹی پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا۔

[2] آں دعا۔ نصوح کے لیے اُس عارف کی دعا نے اپنا کام کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اُس کی بات خدا کی بات ہے۔ کد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب۔ یعنی موتی کا گم ہونا، اُس کی توبہ کا سبب بنا۔

[3] اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اس دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہو گیا۔ گوہرے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ بیخ رخت یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اُتار کر رکھتے ہیں۔

رختہا جستند و آں پیدا نشد
سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا

دُزدِ گوہر نیز ہم رُسوا نشُد
موتی کا چور بھی رُسوا نہ ہوا

پس بجِد جُستن گرفتند از گزاف
انھوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا

دردہان و گوش و اندر ہر شِگاف[1]
منہ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

در شگافِ تحت و فوق و ہر طرف
نیچے اور اُوپر کے شگاف میں اور ہر جانب

جستجو کردند دُر از ہر صدف
ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

مرد و زن جویاں شُدند از ہر طرف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے

جُملگاں از بہرِ دُرِّ خُوش صدف
سب، اچھے سیپ کے موتی کے لیے

بانگ آمد کہ ہمہ عُریاں شوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں

ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت
ایک ایک کرکے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا

تا بدید آید گُہر دانہ شگفت
تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

آں[2] نصوح از ترس شُد در خلوتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا

رُویِ زرد و لب کبُود از خشیتے
خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ پیلے تھے

پیشِ چشمِ خویشتن میدید مرگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا

سخت می لرزید اُو مانندِ برگ
وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا

گفت یا رب بارہا برگشتہ ام
اُس نے کہا! اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے

توبہا وَ عہدہا بشکستہ ام
توبہ اور عہد توڑے ہیں

کردہ ام آنہا کہ از من می سزید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا

تا چُنیں سیلِ سیاہی در رسید
یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا

نوبتِ[3] جُستن اگر در من رَسَد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی

وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشَد
ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی

در جگر اُفتاد استم صد شرر
میرے جگر میں سیکڑوں چنگاریاں لگی ہیں

در مُناجاتم ببیں بُویِ جگر
میری دعا میں میرے جگر کی بُو سونگھ لے

ایں چنیں اندوہ کافر را مَباد
اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو

دامنِ رحمت گرفتم داد داد
میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد ہے فریاد ہے

---

[1] ہرشگاف۔ یعنی بدن کے ہرسوراخ میں تلاشی شروع کردی۔ ہرصدف۔ یعنی بدن کے ہرسوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کردیا۔ صدف۔ سیپ۔ حاجبہ۔ وہ عورت جوحمام کی دربان تھی۔

[2] آں نصوح۔ نصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اُس کو ننگا کیا گیا تو اُس کا راز کھل جائے گا جس کے نتیجہ میں اُس کی موت آجائے گی۔ گفت۔ اب اُس نے خدا سے گریہ وزاری شروع کردی۔

[3] نوبت۔ نصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آجائے گی۔ درجگر۔ اس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اُس کے جلنے کی خوشبو آرہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

کاشکے[1] مادر نزادے مر مرا یا مرا شیرے بخوردے در چرا
کاش مجھے ماں نہ جنتی یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کن کہ از توی سزد کہ ز ہر سوراخ مارم میگزد
اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ[2] سنگیں دارم و دل آہنیں ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں
میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس بادشاہی کن مرا فریاد رس
میرا وقت تنگ ہو گیا، تھوڑی دیر کے لیے شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی توبہ کردم من ز ہر ناکردنی
اگر اب کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کر لے میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ ام بپذیر ایں بارِ دگر تا بہ بندم بہرِ توبہ صد کمر
اس بار پھر میری توبہ قبول کر لے تاکہ میں توبہ کے لیے سو کمر کس لوں

من اگر ایں بار تقصیرے کنم پس دگر مشنو دعا و گفتنم
میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں کاندرز افتادم بجلّاد و عواں
وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سیکڑوں آنسو جاری تھے کہ میں جلّاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں ہیچ ملحد[3] را مبادا ایں چنیں
کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے کسی بد دین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد او بر جانِ خویش روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش
وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت کاں در و دیوار با او گشت جفت
اے خدا، اے خدا! اتنا کہا کہ در و دیوار اس کے ساتھی ہو گئے

نوبتِ جستنِ رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم
نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی

نصوح را بجوئید و بیہوش شدنِ نصوح ازاں ہیبت
نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہو جانا اور انتہائی

---

[1] کاشکے۔ وہ نصوح تلاشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہو گیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھا جاتا۔ چرا۔ چراگاہ۔ کہ۔ یعنی میں چاروں طرف سے مصیبت میں ہوں۔

[2] جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اس پریشانی سے مجھے مر جانا چاہیے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی۔ یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا، سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔

[3] ملحد۔ بے دین۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ در و دیوار گونج اٹھے۔

و گشادہ شدنِ کار بعد از نہایتِ بستگی کَمَا[1] کَانَ یَقُوْلُ

بندش کے بعد معاملہ کا حل ہو جانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَهٗ مَرَضٌ

فرمایا کرتے تھے جب، اُن کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا ''مصیبت تو سخت

أَوْهَمٌّ اِشْتَدِّيْ اَزْمَةُ تَنْفَرِجِيْ

ہو جا کھل جائے گی''

درمیانِ یارب و یارب بُد او — بانگ آمد از میانِ جستجو

وہ یارب، یارب میں لگا تھا — تلاشی کے درمیان آواز آئی

جُملہ را جستیم پیش آ اے نصُوح — گشت بیہوش آنزماں پرّید[2] رُوح

ہم نے سب کی تلاشی لے لی، اے نصوح! آگے آ — اُس وقت وہ بیہوش ہو گیا، روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوارِ شکستہ در فتاد — ہوش و عقلش رفت و شد او چوں جماد

وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا — اُسکے ہوش و حواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آنزماں — سِرّ او باحق بہ پیوست از نہاں

جب جسم سے اُس کا ہوش روانہ ہو گیا، اس وقت — آہستگی سے اُس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گیا

چوں تہی گشت و وجودِ او نماند — باز جانش را خدا در پیش خواند

جب وہ خالی ہو گیا اور اُس کا وجود نہ رہا — اُس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بُلا لیا

چوں شکست آں کشتیِ او بیمراد — در کنارِ رحمتِ دریا، فتاد

جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی — دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جاں[3] بحق پیوست چوں بیہوش شد — بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد

جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہو گئی — رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آ گیا

چونکہ جانش وارہید از ننگِ تن — رفت شاداں پیشِ اصلِ خویشتن

جب اُس کی رُوح جسم کے عیب سے نجات پا گئی — اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی

جاں چوں بازو تن مر اُورا کندہَ — پایِ بستہ پَر شکستہ بندہَ

روح باز کی طرح ہے، جسم اُس کے لیے کاٹھ ہے — پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش بَر گشاد — می پرد آں باز سُوئے کیقباد

جب اُس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا — وہ باز شاہ کی جانب اُڑ رہا ہے

---

1. کما کان یقول۔ یعنی آنحضورؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے، یہ حدیث سنداً کمزور ہے۔ ازمۃ۔ شدت، گرہ، قحط۔

2. پرید روح۔ روح جسم سے پرواز کر گئی۔ چونکہ۔ اس بیہوشی میں اُس کو قربت حق میسر آ گئی۔ چوں شکست۔ اُس کی انتہائی مایوسی نے اُس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ۔ روح جسم سے پاک ہو کر دربار خداوندی میں پہنچ گئی۔

3. جان۔ روح جسم میں اس طرح مقید ہے، جس طرح انسان کاٹھ میں مقید کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جب جسم بے ہوش ہو جاتا ہے روح پرواز کر کے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

چونکہ[1] دریاہای رحمت جوش کرد — سنگہا ہم آبِ حیواں نوش کرد

جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آبِ حیات پی لیا

ذرّۂ لاغر شگرف و زفت شد — فرشِ خاکی اطلس و زربفت شد

کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا

مُردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور — دیوِ ملعوں شد بخوبی رشکِ حُور

سو سال کا مُردہ قبر سے باہر آ گیا — ملعون شیطان، حُسن میں حُور بن گیا

ایں[2] ہمہ رُوئے زمیں سرسبز شد — شاخِ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد

یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے کلی کھلائی، عمدہ ہو گئی

گرگ با برّہ حریفِ مے شُدہ — نا اُمید آں خوش رگ و خوش پے شُدہ

بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس، اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شُدنِ گوہر و حلالی خواستنِ حاجباں کنیزکانِ شاہزادہ

موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا

از نصوح و برسر و دستِ اُو بوسہ دادن و عذر خواستن

اور اُس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شُد پدید آں گم شُدہ دُرِّ یتیم

اچانک آواز آئی، خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شُدہ موتی مل گیا

بعد[3] آں خوف و ہلاکِ جاں بُدہ — مُژدہا آمد کہ اینک گُم شُدہ

اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

حُزن شُد و اندر فرج در تافتیم — مُژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم

غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اُٹھے — انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پا لیا ہے

از غریو و نعرہ و دستک زدن — پُر شُدہ حمام قد زال الحُزن

شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے — حمام گونج گیا، رنج زائل ہو گیا

آں نصوحِ رفتہ باز آمد بخویش — دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ بیش

بیہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا — اسکی آنکھ نے سوروزوں (کے نور) سے زیادہ نور محسوس کیا

می حلالی خواست ازوے ہر کسے — بوسہ میدادند بردستش بسے

ہر شخص اُس سے معافی چاہ رہا تھا — اُس کے ہاتھ بہت چُومتے تھے

---

[1] چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے، وہ بے رونق مٹی سے پھول اور پتیاں اُگا دیتا ہے، پُرانے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

[2] ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا مل کر پانی پینے لگتے ہیں۔ حلالی۔ معافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہو گیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

[3] بعد آں۔ جب موتی ملگیا تو اسکے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ مژدگانی۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتا رہے تھے کہ غم دور ہو چکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اسپر نور کی وہ کیفیت تھی جو سو روزوں کے چلہ کے بعد ہوتی ہے۔

بدگماں[1] بودیم مارا کن حلال
ہم بدظن ہو گئے تھے، ہمیں معاف کر دیجئے
لحمِ تو خوردیم اندر قیل و قال
بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بروے بیش بُود
کیونکہ سب کا اُس پر زیادہ گمان تھا
زانکہ در قُربت ز جملہ پیش بُود
کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص والاّ کش بُد و محرم نصُوح
نصوح اُس کا خاص حامی اور محرم تھا
بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ رُوح
بلکہ دو جسم ایک روح بنا ہوا تھا

گوہر ار بُردست اُو بُردست و بس
اگر موتی چُرایا ہے، تو بس اُس نے چرایا ہے
زُو ملازم تر بخاتوں نیست کس
بیگم سے، اُس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اوّل اُو را خواست جُستن در نبرد
معرکہ میں پہلے اُس کی تلاشی لینی چاہی
بہر حُرمت داشتش تاخیر کرد
(لیکن) اُس کی عزت رکھنے کے لیے تاخیر کی

تا بُود کاں را بیندازد بجا
تاکہ ہو سکے کہ وہ اُس کو کہیں ڈال دے
اندریں مہلت رہاند خویش را
اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچا لے

بس[2] حلالیہا از و میخواستند
وہ اُس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے
وز برای عُذر بر میخاستند
عذر خواہی کے لیے کھڑے ہو ہو جاتے تھے

گفت بُد فضلِ خدائے دادگر
اُس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا
ورنہ زانچہ گفتہ شُد ہستم بتر
ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے (بھی) بُرا ہوں

چہ حلالی خواست میباید زمن
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟
کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن
میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں

آنچہ گفتندم زبد از صد یکیست
جو کچھ انھوں نے میری بُرائی میں کہا ہے ایک فیصد ہے
برمن ایں کشف ست اگر کس را شکیست
اگر کسی کو شک ہے، تو مجھ پر واضح ہے

کس چہ میداند زمن جز اندکے
تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟
وز ہزاراں جُرم و بدفعلی یکے
ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من[3] ہمی آں دانم و ستارِ من
وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار
جُرمہا وزشتیِ کردارِ من
اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اوّل ابلیسے مَرا اُستاد بُود
شروع میں شیطان میرا اُستاد تھا
بعد ازاں ابلیس پیشم باد بُود
اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

---

[1] بدگماں۔ سب نے نصوح سے کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کر دیجئے۔ لحم۔ غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلیئے تھی کہ اُسی کو شہزادی سے زیادہ قرب رہتا تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم ملنے والے کیلئے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اوّل۔ اس بدگمانی کا تقاضا یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن اسکی عزت بچانے کیلیے اُس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی اسکے پاس ہے تو اسکو کسی جگہ رکھ دے اور الزام سے بچ جائے۔

[2] بس حلالیہا۔ حمام کے متعلقین کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اُس سے بدتر ہوں میں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک فیصد ہے اس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی بُرائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

[3] من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی برائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتدا شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں بُرائی کرنے میں شیطان کا بھی استاد بن گیا یہ اللہ کا کرم ہے کہ وُہ میری پردہ پوشی کر دیتا ہے، اور میرے پھٹے ہوئے کو سی دیتا ہے۔

حق بدید آں جملہ و نادیدہ کرد — تانگردم در فضیحت رُوی زرد

اللہ (تعالیٰ) نے وہ سب کچھ دیکھا اور بن دیکھا بنا دیا — تاکہ میں رُسوائی میں زرد رُو نہ بنوں

تاز رحمت پوستیں دوزیم کرد — توبہٴ شیریں چو جاں روزیم کرد

یہاں تک کہ اُس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی — جان جیسی شیریں توبہ، مجھے عطا کر دی

ہرچہ[1] کردم جُملہ ناکردہ گرفت — طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت

میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا — نہ کی ہوئی عبادت کو، کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد — ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد

اُس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا — مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

نامِ من در نامہٴ پاکاں نوشت — دوزخی بُودم بخشیدم بہشت

میرا نام، پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا — میں دوزخی تھا، مجھے.، بہشت بخش دی

عفو کرد آں جملگی جُرم و گُناہ — شُد سپید آں نامہٴ و رُوی سیاہ

اُس نے وہ سارے جُرم اور گناہ معاف کر دیے — وہ کالا اعمالنامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

آہ[2] کردم چوں رسن شد آہِ من — گشت آویزاں رسن در چاہِ من

میں نے آہ کی، میری آہ رسی کی طرح ہو گئی — رسی میرے کنویں میں لٹک گئی

آں رسن بگرفتم و بیروں شدم — شاد و زفت و فربہ و گُلگوں شدم

میں نے وہ رسّی پکڑ لی اور باہر نکل آیا — خوش اور موٹا تازہ اور سُرخ ہو گیا

در بُنِ چاہے ہمی بُودم اسیر — روز و شب اندر فُغاں و در نفیر

میں کنویں کی تلی میں قیدی تھا — دن رات فریاد اور رونے میں تھا

از ہوس در تنگنا بودم زبوں — در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں

ہوس کی وجہ سے میں تنگ کوچہ میں عاجز تھا — اب میں پورے عالم میں نہیں سماتا ہوں

آفرینہا بر تو بادا اے خُدا — ناگہاں کردی مرا از غم جُدا

اے خدا! تجھے آفریں بر آفریں ہے — تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

گر[3] سرِ ہر مُوئے من گردد زباں — شکرہائے تو نیاید در بیاں

اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے — تیرے شکریے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

میزنم نعرہ دریں روضہ و عیون — خلق را یا لَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ

اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں — لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

---

[1] ہرچہ۔یعنی نہیں کیا اُس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا، اب میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔نامِ من۔اب اُس نے میرا نام نیکوں میں لکھ لیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

[2] آہ کردم۔میں نے اپنی خطا کاری پر آہ کی اُس آہ نے رسی کا کام دیا اور گناہوں کے کنویں سے باہر نکل آیا۔از ہوس۔دنیا کی حرص و ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

[3] گر۔اگر میرا ازواں زواں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔یالیت۔مغفرت کے بعد جنتی کہے گا یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ۔یعنی "کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ میرے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے"۔

بازخواندنِ[1] شاہزادی نصوح را از بہرِ دلّاکی بعد از استحکام
شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کے لیے دوبارہ بلانا

توبہ و بہانہ کردنِ اُو و دفع گفتنِ اُو و عذر آوردنِ اُو
اور اُس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت — دخترِ سلطانِ ما میخواندت
اُس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے — ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے

دخترِ شاہت ہمی خواند بیا — تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آ جا — تاکہ اے نیک! تو اس کا سر دھو دے

جز تو دلّاکے نمی خواہد دلش — کہ بمالد یا بشوید با گلش
اسکی دلی خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنیوالے کے بارے میں نہیں ہے — کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اُس کو نہلائے

گفت رَو رَو دستِ من بیکار شد — ویں نصوحِ تو کنوں بیمار شد
اس نے کہا، جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے — تیری یہ نصوح، اب بیمار ہو گئی ہے

رَو کسے دیگر بجُو اِشتاب و تفت — کہ مرا واللہ دست ازکار رفت
جلد جلد تیزی سے، دوسری کو ڈھونڈ لے — کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

بادلِ[2] خود گفت کز حد رفت جُرم — از دلِ من کے رود آں ترس و گرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جُرم حد سے گذر گیا — میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمُردم یکرہ و باز آمدم — من چشیدم تلخیِ مرگ و عدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں — میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خُدا — نشکنم تاجاں شود از تن جُدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے — جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کرا بارِ دگر — پا رود سُوئے خطر. اِلّا کہ خر
اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ — گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلے گا؟

حکایت[3] دربیان آں کسے کہ توبہ کُند و پشیمان شود و باز
اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر اُن

آں پشیمانیہا را فراموش کُند و آزمُودہ را باز آزماید در
شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے، اور مستقل

---

[1] بازخواندن۔ اُس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بلایا لیکن اس نے معذرت کر دی۔ بعد ازاں۔ ان تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بلاتی ہے اُس کا دل تجھی سے بدن ملوانے کو چاہتا ہے۔ گلش۔ یعنی تو ہی ملتانی مٹی سے سرِ دُھلائے۔ گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

[2] بادلِ خود۔ نصوح دل میں کہہ رہا تھا کہ تلاشی کا ڈر میرے دل سے کب نکل سکتا ہے۔ توبہ۔ اب میں نے اس کام سے ایسی توبہ کر لی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹے گی۔ بعد۔ ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد احمق ہی اس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔

خسارتِ ابد درافتند کہ مَن جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ

ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اُس کو ندامت ہوئی

وچوں[1] توبہ اُو را ثباتے و قوّتے و حلاوتے و قبولے و

اور جب اُس کی توبہ کا ٹکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اُس کو

مددے بدو نرسد چوں درخت بے بیخ ہر روز زرد تر

حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہو رہا ہے

وخشک تر نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

ہم اس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرے[2] بُود و مر اُو رایک خرے — پشت ریش اشکم تہی تن لاغرے

ایک دھوبی تھا، جس کا ایک گدھا تھا — زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

درمیانِ سنگلاخِ بے گیاہ — روز تا شب بینواء و بے پناہ

بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں — شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبُود — روز و شب بُد خرِدراں کور و کبود

وہاں کھانے کے لیے پانی کے سوا نہ تھا — گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک (چشم) تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بُود — شیرے بُود آنجا کہ صیدش پیشہ بُود

اطراف میں بنسلی اور جنگل تھا — وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر راباپیلِ نرجنگ اُوفتاد — خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد

شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی — وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا

مُدتے[3] وا ماند زاں ضعف از شکار — بینوا ماندند دد از چاشت خوار

ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا — درندے، ناشتہ سے محروم ہو گئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بُدند — شیر چوں رنجور شُد تنگ آمدند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے — جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

شیریک روباہ را فرمود رَو — مرخرے را بہرِ من صیّاد شو

شیر نے ایک لومڑی سے کہا، جا — میرے لیے گدھے کی شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار — رَو فسونش خواں فریبانش بیار

اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے — جا اُس پر منتر پڑھ اُس کو قریب لے آ

[1] چوں۔ اگر توبہ میں ٹکاؤ نہ ہو اور اُس کی خوبی اُس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا چلا جاتا ہے اور اُس کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔

[2] گازرے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جسکی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستاں۔ بنسلی کا جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔ قیر۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑ کر زخمی اور لاغر ہو گیا اور جنگل جانوروں کا شکار کرنیکے قابل نہ رہا۔

[3] مدتے۔ ایک عرصے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جو اس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشتخوار۔ ناشتہ کسی گدھے کو پھسلا کر میرے پاس لے آنا۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاؤ بہر من بجُو زاں فسونہائے[1] کہ میدانی بگو
یا گدھا یا بیل میرے لیے تلاش کر جو منتر تو جانتی ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قوتے از لحمِ خر پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر
جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لوں گا اُس کے بعد میں دوسرا شکار کروں گا

اندکے من میخورم باقی شُما من سبب باشم شُمارا در نوا
میں تھوڑا سا کھا لوں گا، باقی تم میں توشہ میں تمھارے لیے سبب بن جاؤں گا

از فسون و از سخنہائے خوشش نرم گرداں زود تر اینجا کشش
اس کو منتر اور اچھی باتوں سے نرم کر، جلد یہاں لے آ

تشبیہ کردنِ قُطب کہ عارف واصل ست در اجرائے دادنِ خلق از قُوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حقش الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند برمراتبِ قربِ ایشاں بشیر نہ قُربِ مکانی بلکہ از قربِ صفتی و تفاصیل ایں بسیار ست واللہ الہادیٰ

قطب، عارف واصل (بحق) کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اُس کو الہام کیا ہے اور شیر سے مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں شیر سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قُطب[2] شیر و صید کردن کارِ اُو باقیاں ایں خلق باقی خوارِ اُو
قطب شیر ہے اور شکار کرنا اُس کا کام ہے باقی یہ مخلوق اُس کا بچا ہوا کھانے والی ہے

تاتوانی در رضائے قطب کوش تاقوی گردد کند صیدِ وحُوش
تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کر سکے

چوں[3] برنجد بینوا مانند خلق کز کفِ عقلست جملہ رزقِ خلق
جب وہ رنجیدہ ہو جائے گا مخلوق بے سروسامان رہ جائے گی کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے

زانکہ وجدِ خلق باقی خوردِ اوست ایں نگہدار ارد لِ تو صید جُوست
کیونکہ مخلوق کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے اگر تیرا دل شکاری ہے، تو اُس کا خیال رکھ

---

1. فسونہا۔ لومڑی کی چالاکیاں مشہور ہیں۔ لحم۔ گوشت۔ نوا۔ روزی۔ از فسوں۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آنا۔ تشبیہ۔ جس طرح شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اُسکا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الٰہی کا شکار کرتا ہے اور بقیہ اولیا اُسکے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔
2. قطب۔ جو شخص اپنے دور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیا، اوتاد، نجبا اور نقبا اُس کے واسطے سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ تاتوانی۔ ہر ولی کا فرض ہے کہ وہ قطب زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اُس کو خوش رکھے۔
3. چوں برنجد۔ اگر قطب رنجیدہ ہو جاتا ہے تو بقیہ لوگ بے سروسامان رہ جاتے ہیں۔ وجد خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے۔

اُوچو[1] عقل و خلق چوں اعضائے تن
وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضا کی طرح ہے
بستۂ عقل ست تدبیرِ بدن
جسم کی تدبیر، عقل سے وابستہ ہے

ضُعفِ قطب از تن بُود از روح نے
قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے، نہ کہ روح کی
ضُعف در کشتی بُود در نوحؑ نے
کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں

قُطب آں باشد کہ گردِ خود تند
قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے
گردشِ افلاک گردِ اُو بُود
آسمانوں کی گردش اُس کے گرد ہوتی ہے

یاریے دہ در مرمت کشتیش
اس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر
گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش
اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت[2] در تو فزاید نے درو
تیری مدد، تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اس میں
گفت حق اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ مدد کریگا

ہمچو رُوبہ صید گیر و کُن فدیش
لومڑی کی طرح شکار کر اور اس پر قربان ہو جا
تا عوض گیری ہزاراں صید بیش
تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کر لے

رَو بہانہ باشد آں صیدِ مُرید
مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے
مُردہ گیرد صید کفتارِ مَرید
سرکش بجو مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کشی زندہ شود
تو اس کے سامنے مُردہ لے جائے گا وہ زندہ ہو جائے گا
چرک در پالیز روئیندہ شود
کھاد، فالیز میں اُگانے والا بن جاتا ہے

جواب گفتنِ رُوباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت[3] رُوبہ شیر را خدمت کُنم
لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجا لاؤں گی
حیلہا سازم ز عقلش برکنم
تدبیریں کروں گی اس کو عقل سے بیگانہ کر دوں گی

حیلہ و افسوں گری کارِ من ست
حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے
کارِ من دستاں و از رہ بُردنست
میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

از سَرِ کُہ جانب جُو میشافت
پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی
یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت
ایک کمزور مسکین گدھے کو پا لیا

---

[1] اُوچو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضا کی اعضا عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں۔ ضعف۔ قطب پر روحانی ضعف طاری نہیں ہوسکتا۔ گذشتہ اشعار میں اُس کے جس ضعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضعف ہے اُس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یاریے۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اُس کی جسمانی مدد ہے۔

[2] یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لیے ہی مفید ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اس مدد کا فائدہ تمہیں بصورت مدد خداوندی حاصل ہوگا۔ ہمچو رُوبہ۔ جس طرح لومڑی شیر کیلئے شکار کرتی ہے اور اس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسیطرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کرو گے خود فائدہ اُٹھاؤ گے۔ رُوبہانہ۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قطب کو دیگا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہوگا کہ خود اسکو مفید پڑیگا۔ مرید۔ قطب کا منکر بجو ہے جس کی کمائی مردہ ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اس کا مردار پن زائل ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد فالیز میں جا پڑتا ہے تو اُس کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بنا دوں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خرِ مسکیں۔ یعنی وہی دھوبی کا گدھا لومڑی اُس کے پاس پہنچی اور اُس کو گرم جوشی سے سلام کیا۔

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت　　پیشِ آں سادہ دِلے درویش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی　　اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی

گفت[1] چونی اندریں صحرائے خشک　　درمیانِ سنگلاخ و جائے خشک
بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟　　پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خرگر در غمم ور در اِرم　　قسمتم حق کردو من زاں شاکرم
گدھے نے کہا، میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں　　اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں

شکر گویم دوست رادر خیر و شر　　زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں　　کیونکہ حکمِ خداوندی میں بُرے سے بھی زیادہ بُرا ہے

چونکہ قسّام اوست کُفر آمد گِلہ　　صبر باید صبر مفتاحُ الصلہ
جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے، تو شکوہ کفر ہے　　صبر کرنا چاہیے، صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصبر مفتاحُ الفرج　　صابراں را کے رسد جور و حرج
پھر اُس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے　　صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آتی ہے؟

راضیم[2] من قسمت قسّام را　　کہ خداوند ست خاص و عام را
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں　　کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ اُو خاص و عام　　میرساند روزیِ وَحش و ہوام
اُس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں　　وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مُرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند　　مور و مار از نعمتِ اُو می چرند
پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں　　چیونٹیاں اور سانپ اُس کی نعمت کھاتے ہیں

خوانِ اُو سر تا سَرِ عالم گرفت　　برسرِ خوانش خلائق در شگفت
اس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے　　مخلوق اس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

می[3] خورند و ہیچ کم ناید ازاں　　کیست بے روزی بگو اندر جہاں
وہ کھا رہے ہیں اور اُس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے　　بتا، دنیا میں بے روزی کون ہے؟

باش راضی گر توئی دل زندہٗ　　گو رساند روزیِ ہر بندہٗ
اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ　　وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیرِ حق جملہ عدُوّند اُوست دوست　　باعدو از دوست شکوہ کے نکوست
اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے　　دشمن سے دوست کا شکوہ، کب بھلا ہے؟

---

[1] گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہو۔ گفت خر۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اُس پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ الصلہ۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] راضیم۔ رزق، خدا کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے مکوڑے۔ مرغ۔ جس قدر جاندار ہیں سب اُس کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں۔ دنیا کی ساری مخلوق اُس کے ہی خوانِ نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے۔

[3] می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں۔ غیرِ حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں اللہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

شُکر کُن[1] تا نایدت از بدبتر ورنہ مانی ناگہاں در گِل چو خر

شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بد سے بدتر نہ ملے ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دوغم نخواہم انگبیں زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں

جب تک وہ مجھے چھاچھ پلائے گا میں شہد نہ مانگوں گا کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گُلِ بے خار نیست شادیِ بے غم دریں بازار نیست

خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر در نصیحت گفت روزے کاے پسر

مجھے باوا کی ایک کہانی یاد ہے اُس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت[2] دیدنِ خرِ سقائے بانوائے اسپانِ تازی را در

سقے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں سازوسامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی

آخُرِ خاص و تمنا بُردن آں دولت را، موعظۂ آنکہ تمنا

حکایت اور اُس دولت کی تمنا کرنا اس نصیحت کے بارے میں کہ

نباید بُردن اِلّا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنجے

سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہیے خواہ سیکڑوں تکالیف ہوں

بُود چوں لذتِ مغفرت بُود ہمہ شیریں شود، باقی ہر دولتے

جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائے گی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائیں گی بقیہ ہر

کہ آں را ناآزمودہ تمنا میبری باآں رنجے قرین ست

دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اُس کے ساتھ کوئی تکلیف ہو گی جس کو تو

کہ آں را نمی بینی چنانکہ[3] از ہر دامے دانہ پیدا شود و

نہیں دیکھ رہا ہے، جیسا کہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے

فخ پنہاں تو دریں یک دام ماندہ و تمنا میبری

تو اس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اُس دانے تک پہنچ

کہ کاشکے باآں دانہا رفتمے پنداری کہ آں دانہا بیدام است

جاتا تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے بغیر جال کے ہیں

---

[1] شکر کن۔ جس حالت میں بھی جو ہے اُس کو شکر گذار ہونا چاہیے کہ اس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ تادہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کروں گا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کیساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف دہ بات ضرور لگی ہوئی ہے، خزانہ کیساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔

[2] حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی تو اُس کے ساتھ انہیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہیے کہ وہ مغفرت اور اللہ کی عنایت کا طالب بنے اگر اُس کو یہ چیز حاصل ہو جائے گی تو مصائب کی تلخی، شیرینی سے بدل جائے گی، اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اُس کے ساتھ کی مصیبت سے پریشان ہو جائے گا۔

[3] چنانکہ۔ دنیا کی ہر لذت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے دانہ ہے تو اس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

بُود سقّائے مر اُورا یک خرے
ایک سقّہ کا ایک گدھا تھا
گشتہ از محنت دوتا چوں چنبرے
مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُھرا ہو گیا تھا

پشتش از بارِ گران دہ جائے ریش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اس کی کمر دس جگہ سے زخمی تھی
عاشق[1] و جویائے روزِ مرگ خویش
وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جَو کُجا از کاہِ خشک اُو سیر نے
جو کہاں؟ وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا
در عقب زخمے و سیخ آہنے
پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

میرِ آخُر دید اُو را رحم کرد
اصطبل کے داروغہ نے اس کو دیکھا، رحم کیا
کاشنائے صاحبِ خر بُود مرد
کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا شناسا تھا

پس سلامش کرد و پُرسیدش زحال
اُس کو سلام کیا اور اُس سے حال پوچھا
کز چہ ایں خرگشت دو تا ہمچو دال
کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دہرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ من
اس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے
کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن
کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روزِ چند
اُس نے کہا اُس کو چند دن کے لیے میرے سپُرد کر دے
تاشود در آخُرِ شہ زور مند
تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست
اُس نے گدھا اُس کے سپُرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا
درمیانِ آخُرِ سُلطانش بست
اُس نے اُس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خرز[2] ہر سُو مرکبِ تازی بدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے
با نوا و فربہ و خوب و جدید
با سروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

زیرِ پاشاں رُوفتہ و آبے زدہ
انکے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی
کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
گھاس اور جو بروقت حاضر

خارش و مالش مراَسپاں را بدید
گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا
پوز بالا کرد کاے ربِ مجید
اُس نے منہ اُوپر اُٹھایا کہ اے بزرگ پروردگار!

نہ کہ مخلوقِ تو ام گیرم خرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں، مانا کہ میں گدھا ہوں
ازچہ زار و پُشت ریش و لاغرم
میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

شب[3] ز دردِ پُشت و از جوعِ شکم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے
آرزومندم بمُردن دمبدم
لمحہ بہ لمحہ مرنے کا آرزو مند ہوں

---

[1] عاشق۔ اس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کجا۔ اُس گدھے کو جو تو درکنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے پٹتا تھا جس سے اس کی پشت زخمی تھی۔ میر آخر۔ داروغۂ اصطبل۔ دال۔ حرف دال مُڑی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخرِ شہ۔ شاہی اصطبل۔

[2] خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا۔ اصطبل کی زمین پر چھڑکاؤ ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ خارش۔ ان کے بدن پر کھریرا پھرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اُس گدھے نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا شروع کر دی کہ اللہ میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اس قدر مصیبت میں کیوں ہوں۔

[3] شب۔ دن کی پٹائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر وقت موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصائب کے لیے کیوں مخصوص کر دیا ہے۔

حالِ ایں اسپاں چنیں خوش بانوا
ان گھوڑوں کی ایسے سازوسامان کے ساتھ عمدہ حالت

من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[1] آوازۂ پیکار شُد
اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا

تازیاں را وقتِ زین و کار شُد
عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آ گیا

زخمہائے تیر خوردند از عدُو
انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے

رفت پیکا نہا در ایشاں سُو بسُو
جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے

اندر آخر جملہ اُفتادہ ستاں
اصطبل میں، سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہا شان بستہ محکم بانوار
نوار سے ان کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے

نعلبنداں ایستادہ در قطار
نعلبند لائن میں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہا شاں بہ نیش
انھوں نے نشتر سے اُن کے بدنوں میں چیرا دیا

تابروں آرند پیکانہا ز ریش
تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں[2] خرآں را دید میگفت اے خدا
جب گدھے نے انھیں دیکھا کہہ رہا تھا اے خدا!

من بفقر و عافیت دادم رضا
میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت
میں اُس سروسامان سے اور اس بُرے زخم سے بیزار ہوں

ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

جواب گفتنِ رُوباہ خررا

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت رُو بہ جُستنِ رزقِ حلال
لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا

فرض باشد از برائے اِمتثال
حکم بجا لانے کے لیے فرض ہوتا ہے

عالمِ[3] اسباب و رزقے بے سبب
یہ عالمِ اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق

می نیاید پس مہم باشد طلب
حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ است امر
''اور اللہ کا فضل طلب کرو'' حکم ہے

تانیاید غصب کردن ہمچو نمر
تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے

گفت پیغمبرؐ کہ بر رزق اے فتیٰ
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کا

در فروبست ست و بر در قفلہا
دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

---

[1] ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہو گیا اور ان عربی گھوڑوں پر زین کے جانے کا موقع آ گیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدان جنگ میں گئے اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ از غزا۔ جنگ سے واپس آ کر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے۔ پایہا۔ نعلبندوں نے اُن کے پاؤں نوار سے کسے اور تیر نکالنے کے لیے اُن کے بدنوں میں شگاف کرنے شروع کر دیے۔

[2] چوں خر۔ دھوبی کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں سازوسامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سن کر لومڑی نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب فرض ہے۔

[3] عالم اسباب۔ دنیا عالم اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کیے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا۔ وابتغوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کر دیے ہیں اور دروازوں کو مقفل کر دیا ہے انسان کی کوشش اور کمانا اُن تالوں کی کنجی ہے۔

جنبش و آمد شدِ ما و اکتساب ‌ ‌ ہست مفتاحے براں قُفل و حجاب

ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا ‌ ‌ اُس تالے اور پردے کی کنجی ہے

بے[1] کلید ایں در کشادن راہ نیست ‌ ‌ بے طلب ناں سُنّتِ اللہ نیست

بغیر کنجی کے اس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے ‌ ‌ بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بچاہے اندروں ‌ ‌ رزق کے آید برت اے ذُو فنوں

اگر تو کنویں میں جا بیٹھے ‌ ‌ تیرے پاس رزق کب آئے گا؟ اے صاحب تدابیر!

جواب گفتنِ آں خر روباہ را

اس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکل باشد آں ‌ ‌ ورنہ بدہد ناں کسے کُو داد جاں

اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے ‌ ‌ ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے

ہر کہ جُوید بادشاہی و ظفر ‌ ‌ کم نیاید لُقمۂ ناں اے پسر

جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے ‌ ‌ اے بیٹا! (پہلے بھی) اسکے لیے روٹی کا لقمہ کم نہیں ہوتا ہے

دام[2] و دد جملہ شُدہ اکّالِ رزق ‌ ‌ نے پئے کسب اندونے حمّالِ رزق

چرندے اور درندے سب رزق کھانے والے ہیں ‌ ‌ نہ وہ کمائی کے درپے ہیں، نہ رزق کو لادنے والے ہیں

جُملہ را رزّاق روزی می دہد ‌ ‌ قسمتِ ہریک بہ پیشش مینہد

سب کو رزق دینے والا، روزی دیتا ہے ‌ ‌ ہر ایک کا حصہ اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے

رزق آید پیش ہرکہ صبر جُست ‌ ‌ رنج و کوششہاز بے صبریِ تست

جس نے صبر اختیار کیا رزق اسکے سامنے آجاتا ہے ‌ ‌ محنت اور کوششیں، تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

جواب گفتنِ روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمتِ خود

لومڑی کا گدھے کی اس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت[3] رُوبہ آں توکل نادرست ‌ ‌ کم کسے اندر توکل ماہرست

لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے ‌ ‌ بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گردِ نادر گشتن از نادانی ست ‌ ‌ ہر کسے راکے رہِ سلطانی ست

نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے ‌ ‌ ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟

چوں قناعت را پیمبرؐ گنج گفت ‌ ‌ ہرکسے را کے رسد گنجِ نُہفت

جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے ‌ ‌ ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟

---

[1] بے کلید۔ چابی کے بغیر کوئی تالا نہیں کھلتا ہے لہٰذا رزق حاصل کرنے کیلئے کمانا ضروری ہے۔ گرتو۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنویں کے اندر جا کر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق خود چل کر نہ آئے گا۔ گفت۔ گدھے نے کہا کہ جب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہرکہ۔ دنیا طلبی کے لیے جستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔

[2] دام۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ رنج۔ چونکہ انسان بے صبر ہے، اس لیے رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اس قدر توکل کہ رزق خود آئے بہت کمیاب ہے۔ ہرکسے۔ توکل کا یہ مرتبہ صرف شاہوں کو حاصل ہے۔ قناعت۔ آنحضورؐ نے قناعت اور صبر کو خزانہ سے تعبیر کیا ہے خزانہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حدِ[1] خود بشناس و بر بالا مپر　تا نیفتی در نشیبِ شور و شر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اُڑ　تا کہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے

جہد کُن واندر طلب سعیے نما　چوں نداری در توکل صبرہا
محنت کر اور طلب میں کوشش کر　جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

باز جواب گفتنِ خر روباہ را

گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں　شور و شر از طمع آید سُوئے جاں
گدھے نے کہا، سمجھ لے تو نے اُلٹی بات کہہ دی ہے　جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے

از قناعت[2] ہیچ کس بے جاں نشُد　از حریصی ہیچکس سُلطاں نشُد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے　لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے

ناں ز خوکان و سگاں نبُود دریغ　کسبِ مردم نیست ایں باران و میغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رُکا ہوا نہیں ہے　بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے

آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار　ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشق زار ہے　رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت　ور تو بشتابی دہد دردِ سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا　اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کر دے گا

در[3] تقریرِ معنیِ توکل و حکایتِ آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد و از اسباب منقطع شُد و از شہر بیرون آمد و از شوارع و رہگذرِ خلق دُور شد و پس بُنِ کوہے مہجور در غایتِ گرسنگی سر برسنگے نہاد و باخود گفت توکل کردم بر سبب سازی و رزّاقیِ تو و از اسباب منقطع شدم تا بہ بینم سببیّتِ توکل را

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور حالت لوگوں کی رہگذر سے دُور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے تیری سبب سازی اور رزّاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بنجانے کو دیکھوں

---

1. حد خود۔ انسانوں کو اپنے رتبہ پر رہنا چاہیے ورنہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیے۔ گفت خر۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو الٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے روح شور و شر میں مبتلا ہوتی ہے۔
2. از قناعت۔ قناعت مضر نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ ناں۔ رزق سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے، رزق بھی انسان پر عاشق ہے، انسان صبر کرے تو وہ خود دروازے پر آ جاتا ہے۔
3. در تقریر۔ ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق ہونے کو آزمایا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے پیچھے جا بیٹھا۔ شوارع۔ شارع کی جمع ہے، راستہ۔ مہجور۔ یکتا و تنہا۔

آں یکے زاہد شُنید از مصطفٰیؐ
ایک زاہد نے مصطفٰیؐ (کی جانب) سے سُنا
کہ[1] یقیں آید بجاں رزق از خدا
کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے
گر بخواہی ور نخواہی رزقِ تُو
خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق
پیشِ تو آید دواں از عشقِ تُو
تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آ جاتا ہے
از برائے امتحاں آں مرد رفت
امتحان کے لیے وہ شخص روانہ ہوا
در بیاباں نزد کوہے خفت تفت
جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلد، جا سویا
کہ بہ بینم رزق مے آید بمن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟
تا قوی گردد مرا در رزق ظن
تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے
کاروانے راہ گم کرد و کشید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آ گیا
سُوئے کوہ آں ممتحن[2] را خفتہ دید
پہاڑ کی جانب، اُس آزمائش کرنے والے کو سوتا دیکھا
گفت ایں مرد ایں طرف چونست عُور
بولا یہ شخص اس طرف اکیلا کیوں ہے؟
در بیاباں ازرہ و از شہر دُور
جنگل میں، راستہ اور شہر سے دُور
اے عجب مُردہ است یا زندہ کہ اُو
تعجب ہے، یہ مُردہ ہے یا زندہ کہ وہ
می نترسد ہیچ از گرگ و عدُو
بھیڑیے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے
آمدند[3] و دست بروے میزدند
وہ آئے اور ہاتھ اُس پر دھرا
قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
اُس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا
ہم نجنبید و نجنبانید سر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا
وانکرد از امتحاں ہیچ اُو بصر
آزمانے کے لیے اُس نے بالکل آنکھ نہ کھولی
پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مُراد
پھر انھوں نے کہا، یہ بے مراد کمزور
از مجاعت سکتہ اندر اُو فتاد
بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے
ناں بیاورند و در دیگے طعام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے
تا بریزندش بحلقوم و بکام
تاکہ اُس کے حلق اور تالوے میں ڈال دیں
پس بقاصد مردونداں سخت کرد
تو (اُس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کر لیے
تابہ بیند صدقِ آں میعاد مرد
تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے
رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست
اُن کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے
وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست
اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

[1] کہ۔ اُس نے آنحضور کی یہ بات سُنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے۔ آز برائے۔ آزمائش کے لیے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جالیٹا۔

[2] ممتحن۔ یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔ عور۔ ننگا، اکیلا۔

[3] آمدند۔ وہ قافلہ والے اُس کے پاس آئے اور اُس کو ہلایا لیکن اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ از مجاعت۔ یعنی فاقہ کشی کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے۔ قاصد۔ قصداً۔

کارد[1] آوردند و قوم اشتافتند بستہ دندانہاش را بشگافتند

وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے انھوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا می فشردند اندرو نان پارہا

انھوں نے شوربا اُس کے منہ میں ڈالا اُس کے اندر انھوں نے روٹی کے ٹکڑے ملے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن میزنی راز میدانی و نازے می کُنی

اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصد می کنم رازق اللہ ست برجان و تنم

دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

امتحاں زیں بیشتر خود چوں بُوَد رزق سوئے صابراں خوش میرود

اس سے زیادہ کیا آزمائش ہو گی؟ صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تابدانی وز توکل نگذری حرص آوردن چہ باشد از خری

تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگزر نہ کرے حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعدازاں[2] بکشاد آں مسکیں دہن گفت کردم امتحانِ رزقِ من

اُس کے بعد اُس مسکین نے منہ کھول دیا کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا

ہرچہ گفتست آں رسولِ پاک جیب ہست حق و نیست دروے ہیچ ریب

جو کچھ اس پاک دل رسولؐ نے فرمایا برحق ہے اور اُس میں کوئی شبہ نہیں ہے

باز جواب گفتنِ روباہ خر را و تحریض کردنِ اُو خر را بکسب

لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اُس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل دستہا در کسب زن جُہدِ المقل

لومڑی نے کہا اس قصہ کو چھوڑ غریبانہ کوشش سے کمائی کے لیے ہاتھ چلا

دست دا دستت خدا کارے بکن مکسبے کُن یاریِ یارے بکن

خدا نے ہاتھ دیے ہیں، کچھ کام کر کما، کسی دوست کی مدد کر

ہرکسے[3] در مکسبے پامی نہد یاریِ یارانِ دیگر میکند

جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جُملہ کسب ناید از یکے ہم درودگر ہم سقا ہم حائکے

اس لیے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں بڑھئی بھی ہو، سقا بھی، بننے والا بھی

---

[1] کارد۔ چونکہ زاہد نے دانت بھینچ لیے تھے انھوں نے چھری کے ذریعہ اُس کا منہ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اُس کو کھلائے۔ گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمائش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس کا علم ہے کہ جان و جسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ امتحاں۔ مولانا فرماتے ہیں اس سے بہتر امتحان اور کیا ہوگا اس سے معلوم ہو گیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تابدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

[2] بعدازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اُس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اُس زاہد نے منہ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملہ میں آنحضورؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ جہد المقل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ اسی لیے دیے ہیں کہ ہاتھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

[3] ہرکسے۔ معاشرے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے، ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کما کر دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ درود۔ بڑھئی اپنے پیشہ سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا ہے۔ حائکے۔ کپڑا بننے والا۔

چوں[1] بانبازیست عالم برقرار ہر کسے کارے گزیند ز اِفتقار
دنیا شرکت سے قائم ہے ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے
طبل خواری درمیانہ شرط نیست راہِ سنت کار و مکسب. کردنیست
لوگوں میں پیٹو پن مناسب نہیں ہے سنت کا راستہ، کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتنِ خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہاست کہ ہر کسے محتاج ست بتوکل کہ اے خدا ایں کار مرا راست دار و دُعا متضمن توکل ست و توکل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیوں کہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا رکھ اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکل بر ربے مے ندانم در دو عالم مکسبے[2]
اُس نے کہا میں. خدا پر توکل سے بہتر دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں
کسبِ شکرش را نمیدانم ندید تا کشد شکرِ خدا رزقِ مزید
اسکا شکریہ ادا کرنیکی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں حتیٰ کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے
خود توکل بہترینِ کسبہاست زانکہ در ہر کسب دستت بر خدا ست
خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہے
کاے خدا کارِ مرا تو راست آر ویں دُعا ہست از توکل در سِرار
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے دراصل یہ دُعا توکل ہی ہے، سمجھ لے
در توکل ہیچ نبود احتیاج فارغی از نقصِ ربعِ[3] و از خراج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے تو پیداوار اور آمدنی کے گھٹاؤ سے فارغ ہے
بحثِ شاں بسیار شد اندر خطاب ماندہ گشتند از سوال و از جواب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جواب گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعدازاں گفتش کہ اندر مہلکہ نہي لَا تُلْقُوا بِاَيْدِیْ تَهْلُكَه
اُسکے بعد اُسنے اُس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں "اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کی نہی (وارد ہوئی) ہے

---

1. چوں۔ دنیا کا معاشرہ باہمی امداد سے قائم ہے۔ طبلخواری۔ پیٹو پن، شکم پروری۔ راہ۔ سنت طریقہ یہی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہیے۔ جواب گفتن۔ گدھے نے کہا توکل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اس کے محتاج ہیں اس لیے کہ ہر پیشہ ور اپنے اسباب اختیار کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ دعا توکل پر مبنی ہے اور توکل خود ایسی چیز ہے کہ اُس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔
2. مکسب۔ پیشہ۔ ندید۔ نظیر، مثال۔ تا کشد۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے"۔ خود توکل۔ توکل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے، اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اُسکی ضرورت پڑتی ہے اور اس میں کسی دوسرے پیشہ کی ضرورت نہیں ہے اُس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے۔
3. ربع۔ پیداوار۔ خراج۔ آمدنی۔ بعدازاں۔ لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے۔

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ   احمقی باشد جہانِ حق فراخ

خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا   حماقت ہے، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسُوئے مرغزار   می چِر آنجا سبزہ گِردِ جوئبار[1]

اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا   وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر

مرغزارِ سبز مانندِ جِناں   سبزہ رُستہ اندر آنجا تا میاں

جنتوں کی طرح کا سبزہ زار   وہاں کمر تک سبزہ اُگا ہُوا ہے

خُرم آں حیواں کہ اُو آنجا رَوَد   اُشتر اندر سبزہ ناپیدا شود

وہ جانور خوش نصیب ہے، جو وہاں چلا جائے   (اُس) سبزہ میں اُونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف دروے یکے چشمہ رواں   اندر و حیوان مُرفّہ دَر اَماں

اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے   وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری اُو را نمیگفت اے لعیں   چوں از آنجائی چِر زاری چنیں

گدھے پن سے اس کو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون!   جبکہ تو اُس جگہ کی ہے، ایسی کمزور کیوں ہے؟

کو[2] نشاطِ فربہی و فرِّ تو   چیست ایں لاغر تنِ مُضطرِ تو

تیری شان و شوکت اور مٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟   تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے؟

شرحِ روضہ گر دروغ و زُور نیست   پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست

اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے   تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی   از گدائی تُست نز بگلربگی

یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن   بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے، نہ کہ سرداری سے

چوں زچشمہ آمدی چونی تو خشک   گر تو نافِ آہوئی کو بُوئے مُشک

جبکہ تو چشمہ پر سے آئی ہے، تو خشک کیوں ہے؟   اگر تو ہرن کا نافہ ہے، تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گرتو[3] می آئی ز گلزارِ جِناں   دستۂ گُل کو برائے ارمغاں

اگر تو جنتوں کے باغیچے سے آ رہی ہے   تحفہ کے لیے گلدستہ کہاں ہے؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکنی   چوں نشانے در تو نامدا اے سنی

تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اس کی تفصیل کر رہی ہے   اے بھلی! تجھ میں اُس کی کوئی نشانی کیوں نہیں؟

مثل آوردنِ اُشتر در بیانِ آنکہ در مُخبرِ دولتے فرّ و اثرِ آں چوں

اونٹ کی مثال لانا، اس بارے میں کہ اقبال مندی کی بات کرنے والے میں اس کی شان و شوکت

---

[1] جوئبار۔ چشمہ۔ مرغزارے۔ وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا، کمر کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اُشتر۔ اتنا اونچا سبزہ ہے جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے۔ مرفہ۔ خوش عیش۔ از خری۔ گدھا بہرحال گدھا تھا، مولانا فرماتے ہیں اس سے یہ نہ ہوا کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے۔

[2] کو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ان خوبیوں کا ہے جو تو بیان کر رہی ہے تو اس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے۔ پس چرا۔ اُس جنگل کی نعمتوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں۔ ایں۔ تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے۔ بگلربگی۔ امیر الامرائی۔

[3] گرتو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچے سے آ رہی ہے تو تیرے ہاتھ میں تحفہ کے لیے گلدستہ ہونا چاہیے تھا۔ زانچہ۔ تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے۔ حاصل۔ اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

نہ بنی جائے متہم داشتن باشد کہ او مقلد ست دراں

اور اثر اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہو گا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اُشتر را کہ ہے　از کجا می آئی اے اقبال پے

ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں　اے مبارک قدم! تو کہاں سے آ رہا ہے؟

گفت[1] از حمام گرم کوئے تو　گفت خود پیداست از زانوئے تو

اُس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے　اُس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مارِ موسیٰؑ دید فرعونِ عنود　مہلتے میخواست نرمی می نمود

سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰؑ کا سانپ دیکھا　مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بایستے کہ ایں　تند تر گشتی چو ہست او ربِّ دیں

عقلمندوں نے کہا، چاہیے تھا کہ یہ　زیادہ برہم ہو جاتا اگر مذہب کا خدا ہے

معجزہ گر اژدہا گر مار بُد　نخوت و خشمِ خدائیش چہ شد

معجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا　اُس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟

ربِ اعلیٰ گر ویست اندر جلوس　بہریک کرمے چہ ست ایں چاپلوس

اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے　تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟

نفس[2] تو تا مستِ نُقلست و نبید　دانکہ روحت خوشۂ غیبی ندید

تیرا نفس جب تک چینے اور شراب کا مست ہے　سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے

کہ علامات ست زاں دیدارِ نور　اَلتَّجَافِیْ مِنْکَ عَنْ دَارُالْغُرُوْر

کیونکہ اُس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں　دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مُرغ چوں بر آبِ شورے می تند　آبِ شیریں را ندید ست او مدد

پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے　اُس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلید ست آں ایمانِ او　روئے ایماں راندیدہ جانِ او

بلکہ اُس کا وہ ایمان نقلی ہے　اُس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلد را عظیم　از رہ و رہزن ز شیطانِ رجیم

لہٰذا مقلد کے لیے بڑا خطرہ ہے　راستہ اور ڈاکو کا، ملعون شیطان کی جانب سے

چوں بہ بیند نورِ حق ایمن شود　زاضطراباتِ شک او ساکن شود

جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہو جاتا ہے　وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پا لیتا ہے

---

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آ رہے ہیں اُس نے کہا تیرے محلہ کے حمام میں سے غسل کر کے آ رہا ہوں اُس اونٹ کی رانیں سنی ہوئی تھیں وہ طنزاً بولا ہاں تمہاری رانیں تمھاری بات کی تصدیق کر رہی ہیں۔ مار موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدہے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اُس نے خود اس کے خدائی کے دعوے کی تردید کر دی۔ جلوس۔ یعنی تخت شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفس تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذتوں کی طرف مائل ہے تو اُس نے اخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا مدعی ہو تو خود اس کا عمل اُس کی تکذیب کر دے گا اور اُس کا دعویٰ فرعونی دعویٰ ہو گا۔ کہ۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اُس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیادار کا ایمان محض تقلیدی ہے، مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکاوے میں آ جاتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں۔

تا کفِ[1] دریا نیاید سُوئے خاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آ جاتا
کاصلِ اُو آمد، بُود در اصطکاک
جو اُس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ست آں کف غریب ست اندر آب
وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے
در غریبی چارہ نبود ز اضطراب
بے وطنی میں، اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شُد آں نقش خواند
جب اُس کی آنکھ کھلی، اُس نے وہ نقش پڑھ لیا
دیو را بروے دگر دستے نماند
شیطان کا پھر اُس پر قابو نہ رہا

گرچہ با روباہ خر اسرار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سنائے
سرسری گفت و مقلّد وار گفت
سرسری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے

آب[2] را بستود اُو تائق نبُود
اُس نے پانی کی تعریف کی، مشتاق نہ تھا
رُخ درید و جامہ، اُو عاشق نبُود
منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمد نہ خُوب
منافق کا عذر مردود ہے بھلا نہیں ہے
زانکہ در لب بُود آں نے در قلوب
کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بُوئِ سیبش ہست و جُزوے سیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کا جزو نہیں ہے
بُو در اُو جُز از پئے آسیب نے
اس میں خوشبو، ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ زن[3] درمیانِ کارزار
میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ
نشکند صف بلکہ گردد کارزار
صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چوشیر اندر صفش
اگر تو اُس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے
تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اُس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن) اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وائِ آنکہ عقلِ اُو مادہ بُود
اُس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو
نفس زِشتش نر و آمادہ بُود
اُس کا بُرا نفس نر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلُوب باشد عقلِ اُو
لامحالہ اُس کی عقل مغلوب ہو گی
جُز سُوئِ خُسراں نباشد نقلِ اُو
ٹوٹے کے سوا اُس کی منتقلی نہ ہو گی

حملۂ مادہ بصُورت ہم جریست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے
آفتِ اُو ہم چو آں خر از خریست
اُسکی مصیبت بھی اُس گدھے کی طرح گدھے پن سے ہے

---

[1] کفِ دریا۔ دریا کی سطح پر۔ خشکی کی چیزیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں اُن پر اضطراب جاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو اُن کی اصل ہے تو ساکن ہو جاتی ہیں۔ چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اُس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پرمبنی تقریریں کیں لیکن اس کی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آ گیا۔

[2] آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا نہ ہو، عاشق کا حلیہ بنا لے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پرمبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بوی۔ منافقین مومنین کی خُو بُو پیدا کر لیتے تھے لیکن اُن میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خُو بُو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اختیار کر لیتے تھے۔

[3] حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکے میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جس طرح میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اس کا دل لرزتا ہے۔ وای۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نر ہو اس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہو جائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اُس کو پھنسا لیا۔

وصفِ[1] حیوانی بُود برزن فزوں
عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے

زانکہ سُوئے رنگ و بُو دارد رکُوں
کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بُود
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو

نفسِ زشتش مادہ و مضطر بُود
اُس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزویش نر و غالب بُود
اُس کی جزوی عقل نر اور غالب

نفسِ اُنثیٰ را خِرد سالب بُود
مادہ نفس کو عقل سلب کرنے والی ہوتی ہے

رنگ[2] و بُوئے سبزہ زار آں خر شنید
اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سُونگھا

جملہ حجتہا ز طبعِ اُو رمید
اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنہ محتاجِ مطر شُد و ابر نے
پیاسا بارش کا محتاج ہو گیا اور ابر نہیں ہے

نفس را جوع البقر بُد صبر نے
نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اِسپرِ آہن بُود صبر اے پدر
اے باوا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے

حق نوشتہ بر سپر جاءَ الظفر
اللہ (تعالیٰ) نے ڈھال پر لکھ دیا ہے، "فتح ہوئی"

صد دلیل آرد مقلّد در بیاں
مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے

از قیاسے گوید آں رانزِ عیاں
وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مشک آلود ست امّا مشک نیست
مُشک آلودہ ہے، لیکن مشک نہیں ہے

بوئے مشکستش ولے جز پشک نیست
اُس میں مشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تا کہ[3] پُشکے مشک گردد اے مُرید
اے مرید! تاکہ مینگنی مشک بنے

سالہا باید دراں روضہ چرید
سالوں اس باغیچہ میں چرنا چاہیے

کہ نباید خورد جو ہمچو خراں
گدھوں کی طرح جو نہ کھانے چاہییں

آہوانہ درخُتن چر ارغواں
ہرنوں کی طرح خُتن میں گلِ بابونہ چر

جز قرنفل یاسمن یا گُل مچر
لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر

رو بصحرائے خُتن باآں نفر
اُن لوگوں کے ساتھ خُتن کے جنگل میں چلا جا

معدہ را خوکن بداں ریحان و گُل
اُس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنا لے

تابیابی حکمت و قُوتِ رُسُل
تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کر لے

خوئے معدہ زیں کہ وجو بازکن
اس گھاس اور جو سے معدے کی عادت چھڑوا

خوردنِ ریحان و گُل آغاز کُن
ریحان اور گلاب، کھانا شروع کر دے

---

[1] وصفِ حیوانی۔ عام حیوانات رنگ و بو کا تو احساس کر لیتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں۔ عورت بھی ظاہر پر ریجھ جاتی ہے عقل سے کام لے کر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ عقل۔ اگر انسان میں نر عقل ہوتی ہے تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔

[2] رنگ و بُوئی۔ اُس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا اُس راحت و آرام کا محتاج تھا جس کے اسباب وہاں مہیا نہ تھے یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ کوئی پیاسا بارش کا منتظر بن بیٹھے اور ابر موجود نہ ہو۔ جوع البقر۔ ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ مشہور ہے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج "صبر کشادگی کی کنجی ہے" مقلد۔ مقلد کے وہ دلائل سب سنے سنائے ہوتے ہیں۔ مشک۔ مقلد کے دلائل کا یہی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مشک مل دیا جائے۔

[3] تا کہ۔ مشاہدہ کے لیے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے۔ کہ نباید۔ اُس کے حاصل کرنے کیلئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ عمدہ قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ معدہ۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدوں کے ریحان و گل کا عادی بنے۔ خوئی معدہ۔ دنیاوی آلائشوں سے پاکی حاصل کی جائے اور روحانی غذائیں حاصل کی جائیں۔

معدہ[1] تن سُوی کہداں میکشد
جسم کا معدہ جَو کی طرف لے جاتا ہے
معدۂ دل سُوی ریحاں میکشد
دل کا معدہ ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ وجَو خورد قُرباں شُود
جو گھاس اور جو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے
ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود
جو اللہ کا نور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

نیم تو مشک ست نیمی پشک ہیں
خبردار! تیرا آدھا مشک (اور) آدھا مینگنی ہے
ہیں میفزا پشک افزا مشکِ چیں
خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مشک بڑھا

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں
وہ مقلد سو دلیلیں اور سو بیان
در زباں آرد ندارد ہیچ جاں
زبان پر لاتا ہے، کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو
اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے
کلّہ اش بے مغز زاں اَسرارِ اُو
اُس کے اسرار نے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ[2] گوینده ندارد جان و فَر
چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہے
گفت اُو را کے بُود برگ و ثمر
اس کی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہوں گے؟

میکند گستاخ مردم را براہ
وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے
اُو بجاں لرزاں ترست از برگِ کاہ
وہ گھاس کے پتے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے

پس حدیثش گرچہ بس بافر بُوَد
اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو
در حدیثش لرزہ ہم مضمر بُوَد
(لیکن) اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہو گی

فرق میانِ دعوتِ شیخِ کامل واصل و میانِ سخن
کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو نفل
ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی برخود بستہ اند
کے مدعی ہیں اور جنھوں نے دوسروں سے نقل لے کر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخ نورانی زرہ آگہ کُند
نورانی شیخ راہ (حق) سے آگاہ کرتا ہے
باسخن ہم نور را ہمرہ کُند
بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جُہد[3] کُن تامست و نورانی شوی
تو کوشش کرتا کہ مست اور صاحب نور بن جائے
تا حدیثت را شود نورش روی
تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہرچہ در دوشاب جوشیدہ شوَد
جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دے دی جائے
در عقیدہ طعمِ دوشابش شود
عقیدہ میں اُس کا مزہ، انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے

---

[1] معدہ۔ جسمانی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے، روحانی معدہ اسرار کی غذا چاہتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور نورانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیم تو۔ انسان میں دونوں قوتیں ہیں حیوانی بھی اور ملکوتی بھی۔ آں مقلد۔ وہ شخص جو سنی سنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اس کے دماغ میں اُس کے اسرار ہوتے ہیں۔

[2] چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ می کند۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود ڈرتا ہے۔ پس۔ اس مقلد کی تقریر اگرچہ پر شوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی۔ صاحب نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے۔

[3] جہد کن۔ انسان کو خود صاحب نور بننا چاہیے تاکہ بات میں تاثیر ہو اور نور اس کی بات کیلئے بمنزلہ حروف روی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا مدار ہوتا ہے۔ ہرچہ۔ بات میں نور کی طرح پیوست ہو جاتا ہے جس طرح انگور کے شیرے میں جس چیز کو ڈال کر جوش دیدیا جائے تو اُس میں انگور کا ذائقہ پیدا ہو جاتا ہے۔

از جزرو ز سیب و بہ وز گردگاں — لذّتِ دوشاب یابی تو ازاں

گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ — تو اُن میں انگور کے شیرے کا مزہ پائے گا

علم[1] اندر نور چوں فرغودہ شُد — پس ز علمت نُور یابد قوم لُد

علم، جب نور سے گھل مل گیا — تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے

ہرچہ گوئی باشد آں ہم نورِ ناک — کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک

تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہو گا — کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے

آسماں شُو ابر شُو باراں ببار — ناوداں بارش کُند نبُود بکار

آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا — پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں

آب اندر ناوداں عاریت ست — آب اندر ابر و دریا فطرت ست

پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے — ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے

فکر[2] و اندیش ست مثلِ ناوداں — وحی مکشوف ست ابر و آسماں

فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے — کھلی ہوئی وحی ابر اور آسمان ہے

آبِ باراں باغ صد رنگ آورد — ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد

بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے — پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

باز[3] گردم سُوئے آں روباہ و خر — تاچساں ازراہ بُرد آں خر نگر

میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں — دیکھ اُس گدھے کو کس طرح راستہ سے بھٹکا دیا

زبوں شدنِ خر در دستِ روباہ از حرصِ علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خردوسہ حملہ بروبہ سخت کرد — چوں مقلد بُد فریب اُو بخورد

گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیے — چونکہ مقلد تھا اُس کا فریب کھا گیا

طنطنہ ادراک و بینائی نداشت — دمدمہ روبہ برُو سکتہ گماشت

وہ علم اور بصیرت کا کر و فر نہ رکھتا تھا — لومڑی کے مکر نے اُس پر سکتہ طاری کر دیا

حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل — کہ زبونش کرد با پانصد دلیل

کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا — کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اس کو مغلوب کر دیا

[1] علمِ اندرنور۔ جب علم کا نور میں مربّیٰ بن جاتا ہے تو پھر اس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرغودہ۔ آمیختہ و پیچیدہ۔ ہرچہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہے گا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔ آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالہ کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔

[2] فکرواندیش۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالہ کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے۔ آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدوں کا سبب ہے، پرنالہ کا پانی عموماً پڑوسی سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

[3] بازگردم۔ اب گدھے کا قصہ سُن لومڑی نے اُس کو کس طرح گمراہ کر دیا۔ خر۔ گدھے نے لومڑی پر جوابی حملے کیے لیکن چونکہ مقلد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا۔ طنطنہ۔ چونکہ گدھے کو نورِ باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آ گیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی تلوار۔

حکایت آں مخنث و پرسیدنِ لوطی از وَ در حالت لواطت کہ ایں خنجر از
• ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا کہ یہ خنجر کس کام کے لیے

بہرِ چیست گفت از بہرِ آنکہ ہر کہ با من بد اندیشد اِشکمش بشگافم لوطی بر سرِ
ہے اُس نے کہا اس لیے کہ جو میرے ساتھ بُری بات سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا

اُو آمد و شُد میکرد و میگفت الحمد للہ[1] کہ من با تو بدی اندیشم
لوطی اُس پر چڑھتا اور اُترتا تھا اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے برے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیتِ من بیت نیست اقلیم ست ہزلِ من ہزل نیست تعلیم ست
میرا شعر، کوٹھری نہیں ہے ایک خطہ ہے میرا مذاق، مذاق نہیں ہے، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ[2] اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا
اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے پس اس سے بھی زیادہ

اے فَمَا فَوْقَھَا فِیْ تَغْیِیْرِ النُّفُوْسِ بِالْاِنْکَارَاتِ مَا ذَا اَرَادَ اللّٰہُ
(چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کےلیے اس سے بھی بڑھی ہوئی ہوں (انھوں نے کہا)

بِھٰذَا مَثَلًا و آنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواستم یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ
اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتا ہے کہ میں نے یہ چاہا اس سے بہت گمراہ ہوں

بِهٖ کَثِیْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میزانست کہ بسیار از وَ سُرخ رُو شوند و بسیاراں بے مُراد شوند
اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت سے اُس سے سرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت

وَلَوْ تَاَمَّلْتَ فِیْهِ قَلِیْلًا لَوَجَدْتَّ فِیْ نَتَائِجِهِ الشَّرِیْفَةِ کَثِیْرًا
سے بے مُراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور کر لے تو اُس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کون[3] دہے را لُوطیے در خانہ بُرد سرنگوں افگندش و دروے فشرد
ایک اغلام کرانے والے کو ایک اغلام کرنے والا گھر لے گیا اُس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا

برمیانش خنجرے دید آں لعیں پس بگفتش درمیانت چیست ایں
اُس ملعون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھا تو اُس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

گفت آنکہ با من ار یک بدمنش بد بیندیشد بدرّم اِشکمش
اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں

---

[1] الحمد للہ۔ اُس لوطی نے طنزاً کہا۔ بیت۔ پہلا بیت شعر کے معنی میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں۔ ہزلِ من۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اس کی توجیہ کرتے ہیں۔

[2] ان اللہ۔ قرآن میں سمجھانے کے لیے جب مچھر اور اس کے پر کی مثالیں دیں تو کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن نے ان کو جواب میں کہا کہ فہمائش کے لیے اس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اس قسم کی مثالوں پر کچھ اعتراض کر کے گمراہ ہوں اور کچھ صحیح مقصد سمجھ کر ہدایت یاب ہوں۔

[3] کون دہے۔ اغلام کرانے والا اسی سے کندہ اور گندہ بنا ہے۔ میان۔ کمر۔ بدمنش۔ بدنیت۔

گفت لُوطی حَمدُ لِلّٰہ را کہ مَن ‏ ‏ بد نیندیشیدہ ام باتو بفن

اغلام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ‏ ‏ کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

چونکہ[1] مردی نیست خنجر ہا چہ سُود ‏ ‏ چوں نباشد دل ندارد سُود خود

جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟ ‏ ‏ جب دل نہ ہو، خُود فائدہ نہیں دیتی

از علیؓ میراث داری ذُوالفقار ‏ ‏ بازوئے شیرِ خدا ہستت بیار

(حضرت) علیؓ سے تجھے ذُوالفقار میراث میں مل گئی ‏ ‏ تیرے پاس شیر خدا کا بازو ہے تو لا

گر[2] فسونے یاد داری از مسیحؑ ‏ ‏ کو لب و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح

اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دُعا یاد رکھتا ہے ‏ ‏ اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں ہیں؟

کشتیِ سازی ز توزیع و فتوح ‏ ‏ کو یکے ملاحِ کشتی ہمچو نُوحؑ

تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے ‏ ‏ (حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟

بُت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار ‏ ‏ کو بُتِ تن رافدا کردن بنار

میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کیطرح بُت توڑ ڈالا ‏ ‏ جسم کے بُت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

گر دلیلت ہست اندر فعل آر ‏ ‏ تیغ چوبیں را بداں کُن ذُوالفقار

اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا ‏ ‏ اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا دے

آں دلیلے کو تُرا مانع شوَد ‏ ‏ از عمل آں نقمتِ صانع شود

وہ دلیل جو تیرے لیے مانع ہے ‏ ‏ عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

خائفانِ[3] راہ را کردی دلیر ‏ ‏ از ہمہ لرزاں تری تُو زیر زیر

تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو، بہادر بنا دیا ‏ ‏ چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

بر ہمہ درسِ توکل می کنی ‏ ‏ در ہوا تو پشّہ را رگ میزنی

تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے ‏ ‏ تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے

اے مخنّث پیش رفتہ از سپاہ ‏ ‏ بر دروغ و ریشِ تو کیرت گواہ

اے ہیجڑے! تو لشکر سے آگے ہوا ‏ ‏ تیرے جھوٹ اور ڈاڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

چوں ز نامردی دل آگندہ بُود ‏ ‏ ریش و سُبلت موجبِ خندہ بُود

جب نامردی سے دل پُر ہو ‏ ‏ ڈاڑھی اور مونچھیں، ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

توبہء کُن اشکباراں چوں مطر ‏ ‏ ریش و سُبلت را ز خندہ باز خر

توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا ‏ ‏ ڈاڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

---

[1] چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہو تو اُس کے لیے خنجر اور سر کی لوہے کی جنگی ٹوپی بیکار ہے۔ ذوالفقار۔ آنحضور کی مشہور تلوار، جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

[2] گر فسونے۔ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کی طرح دم کرنا سیکھ لے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت مسیحؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع۔ چندہ۔ فتوح۔ نذرانہ۔ کو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل۔ دلیل در اصل عمل ہے۔ مانع۔ جو دلیل عمل سے مانع بنے وہ عذابِ الٰہی ہے۔

[3] خائفاں۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے، خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لالچی ہے کہ ہوا میں مچھر کے نشتر مار کر اُس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیر۔ آلہ تناسل جس سے ہیجڑا محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ ہیجڑے کی ڈاڑھی ایک مذاق ہے۔ توبہ کن۔ راہ سلوک کے ہیجڑے کا یہ علاج ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ وزاری کرے۔

داروي مردی بخور اندر عمل
عمل میں مردانگی کی دوا کھا

تاشوی خورشیدِ گرم اندر حمل
تا کہ تو (برج) حمل میں گرم سورج بن جائے

داروي مردی کُن و عِنّیں مشوی
مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن

تابروں آید صد گوں خوبروی
تا کہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

معدہ را بگذار و سُوي دل خرام
معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل

تا کہ بے پردہ زحق آید سلام
تا کہ (اللہ تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رُستمی گر بایدت خنجر بگیر
اگر تجھے رستم پن چاہیے، خنجر پکڑ

وز بحیزی مائلی چادر بگیر
اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے، چادر اوڑھ لے

رُستمی گر بایدت جوشن بپوش
اگر تجھے رستم پن چاہیے، زرہ پہن لے

ورنحیزی مائلی رَو کوں فروش
اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے، جا مقعد بیچ

یکدُو گامے رَو تکلّف ساز خوش
ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر

تاترا عشقش کشد اندر برش
تا کہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے

برسرِ میداں چو مرداں پائیدار
میدان میں مردوں کی طرح جم

تانگردی مُبتلا در پائے دار
تا کہ تو سُولی کے نیچے مُبتلا نہ ہو

تاکے از جامہ زناں ہمچو زناں
عورتوں کی طرح زنانہ لباس کب تک (تعلق رکھے گا)

در صفِ مرداں در آہمچوں سِناں
نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آ جا

غالب شُدن حیلۂ روباہ بر اِستعصام و تعفُّفِ
گدھے کے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا

خر و کشیدنِ روباہ خر را بسُوئے بیشۂ شیر
غالب آ جانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبہ اندر حیلہ پائے خود فشرد
لومڑی نے مکاری میں، قدم رکھا

ریشِ خر بگرفت و آں خر را بہ بُرد
گدھے کی ڈاڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی

مُطربِ آں خانقہ کوتا کہ تفت
اُس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد

دف زندکہ خر برفت و خر برفت
دف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاہ
جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے

چوں نیارد روبہے خر تاگیاہ
تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئے گی؟

حمل۔ سورج جب بُرج حمل میں ہوتا ہے اُس کی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں۔ عنّین۔ نامرد۔ تابروں۔ مرد کے حسین اولاد پیدا ہوتی ہے۔
معدہ۔ مجاہدے کرے، روزے رکھے تو قربِ خداوندی میسر آ جائے گا۔
رستمی۔ اگر تو راہِ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو مجاہدے کے خنجر سے نفس کشی کر ورنہ عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا۔ یکدو۔ راہِ سلوک میں تکلف سے ہی آگے قدم کو پھر جذبہ شروع ہوگا۔ دار۔ سولی۔ سنان۔ بھالا۔ استعصام۔ حفاظت چاہنا۔ تعفف۔ پاک دامنی۔ بیشہ۔ جھاڑی۔
پائے خود فشرد یعنی کھڑی ہوگئی۔ ریشِ خر گرفت۔ یعنی غالب آ گئی۔ مطرب۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے۔ کہ "خر برفت" کی دھن میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا بیچ کھایا تھا۔ چونکہ۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکے سے شیر کو کنویں میں گرا دیا تھا۔

گوش[1] را بر بند و افسونہا مخر ۔۔۔ جز فسونِ آں ولیِ دادگر
کان بند کر لے اور منتر نہ سن ۔۔۔ اُس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا

آں فسونہا خوشتر از حلوائے اُو ۔۔۔ آنکہ صد حلوا ست خاکِ پائے اُو
اُس (غیر ولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں ۔۔۔ کیونکہ سیکڑوں حلوے اُس کے پاؤں کی خاک ہیں

خُمہائے خُسروانی پُر ز مے ۔۔۔ مایہ بُردہ از مے لبہائے وے
شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے ۔۔۔ اُس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید ۔۔۔ کو مئے لبہائے لعلش را ندید
وہ (اُس سے) دور جان، شراب کی عاشق ہو گئی ۔۔۔ جس نے اُس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب نہ دیکھی

آبِ[2] شیریں چوں نہ بیند مُرغِ کور ۔۔۔ چوں نگردد گِردِ چشمہ آبِ شور
اندھا پرند جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا ۔۔۔ وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟

موسیِ جاں سینہ را سینا کند ۔۔۔ طوطیانِ کُور را بینا کند
روحانی موسیٰ سینہ کو سینا بنا دیتا ہے ۔۔۔ اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست ۔۔۔ لاجرم در شہر قند ارزاں شدست
روح کے شیریں شاہ نے، ڈنکا پیٹ دیا ہے ۔۔۔ لامحالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے

یُوسفانِ غیب لشکر میکشند ۔۔۔ تنگہائے قند مصری میرسند
غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں ۔۔۔ مصری شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِ[3] مصر را رُو سُوئے ما ۔۔۔ بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا
مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے ۔۔۔ اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ مافردا پُر از شکّر شود ۔۔۔ شکّر ارزان ست ارزاں تر شُوَد
کل کو ہمارا شہر، شکر سے بھر جائے گا ۔۔۔ شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہو جائے گی

در شکر غلطید اے حلوائیاں ۔۔۔ ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں
اے حلوائیو! شکر میں لوٹو ۔۔۔ طوطی کی طرح، صفرائی لوگوں کے اندھے پن (کے ساتھ)

نیشکر کوبید کار اینست و بس ۔۔۔ جاں بر افشانید یار اینست و بس
کھانڈ کھوندو بس کام یہی ہے ۔۔۔ جان چھڑک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش در شہرِ ما اکنوں نماند ۔۔۔ چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند
ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا ۔۔۔ چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیے ہیں

[1] گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر۔ آں فسونہای۔ دوسرے لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ خمہای۔ شاہی شراب میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق۔ جو شخص شیخ سے دور ہوگا اور اُس نے شیخ کی باتوں کی مستی نہ حاصل کی ہوگی وہ شراب کی مستی سے محبت کر سکے گا۔

[2] آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لیے دوسروں کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ موسیٰ جاں۔ شیخ کا فیض سینہ کو کوہِ طور بنا دیتا ہے۔ خسرو۔ شیخ نے صلاءِ عام دے دی ہے اسی لیے اس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفانِ غیب۔ اس سے مراد روحانی شیوخ ہیں، حضرت یوسف کی مناسبت سے قند مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

[3] اُشترانِ مصر۔ یعنی روحانی شیوخ۔ درا۔ جرس، گھنٹہ۔ حلوائیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں خلط صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اُس کو شکر اچھی نہیں لگتی ہے۔ نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ یار۔ یعنی شیخِ کامل۔ یک۔ ترش۔ اس سے مراد منکر ہیں۔ شیریں۔ یعنی شیخ۔ خسرواں۔ یعنی شیخ کے خلفاء۔

نُقل بر نُقل ست و مے بَرمے ہلا — برمنارہ[1] رو بزن بانگِ صلا

آگاہ نُقل پر نُقل، شراب پر شراب ہے — منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے

سرکۂ نُہ سالہ شیریں میشود — سنگِ مرمر لعل و زرّیں میشود

نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا — سنگِ مر مر لعل اور سنہرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک دستک زناں — ذرّہا چوں عاشقاں بازی کُناں

سورج، آسمانوں میں دستک دے رہا ہے — ذرے، عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمور شُد از سبزہ زار — گُل شگوفہ میکُند بر شاخسار

سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں — شاخوں پر، پھول کھل رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مُطلق میکُند — رُوح شُد منصور انا الحق میزند

دولت کی آنکھ، پورا جادو کر رہی ہے — روح منصور بن گئی ہے، اناالحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شُد ز یوسف آں زلیخا نوجواں[2] — عشرت از سَر گیر خوش خوش شادماں

یوسف کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی — خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز — دفعِ چشمِ بد سپندا نے بسوز

اپنے دل میں آگ روشن کر لے — نظر بند کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد — تابیابی در جہانِ جاں مُراد

تو اپنے حال پر خوش رہ — تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کر لے

گر خرے را می بُرد رُوبہ زسَر — گو بُبر تو خرمباش و غم مخور

اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے — کہہ دے کاٹ دے، تو گدھا نہ بن اور غم نہ کھا

حکایت[3] آں شخص کہ از ترس، خویشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا، رُخساروں

رُخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبُود چوں نیل و دست

کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درخت

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پُرسید کہ خیرست

کے پتوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیروں خر می گیرند بسُخرہ، گفت

اور کیا واقعہ ہے، اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اُس نے کہا

---

[1] برمنارہ۔ بلند جگہ پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا ہے۔ سرکہ۔ یعنی پرانے بدکار۔ آفتاب۔ یعنی شیخ کامل۔ ذرہا۔ یعنی معتقدین۔ چشمہا۔ اب سالکوں کی نگاہیں مخمور ہیں۔ منصور۔ حلاجؒ نے فنا کے بعد بقا باللہ حاصل کر کے اناالحق کا نعرہ لگا دیا تھا۔

[2] نوجوان۔ مشہور ہے کہ زلیخا حضرت یوسف کی دُعا سے نوجوان بن گئی تھی، مُراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اُس کو نوجوانی حاصل ہو گئی۔ سپند۔ مشہور ہے کہ کالا دانہ کی دُھونی سے نظر بند زائل ہو جاتی ہے۔ تو بحال۔ یہ احوال، جو ذکر کیے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو اُن سے خوش رہ تا کہ دنیا اصل مُراد حاصل کر لے۔ گر خرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا نہ بن اور پھر بے فکر زندہ رہ۔

[3] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ اگر انسان انسان بنا نہ تو پھر گدھا پکڑنے والے لے جائے اسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ فریب کھاتا جاتا ہے۔

تو خر نیستی چہ میترسی گفت بجدّ می گیرند و تمیز برخاستہ است

تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اُس نے کہا کوشش کر کے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اُٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مرا خر گیرند

اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں[1] یکے از ترس درخانہ گریخت — زرد رُو و لب کبُود و رنگ ریخت

ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا — چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

صاحبِ خانہ بگفتش خیر ہست — کہ ہمی لرزد تُرا چوں بید دست

گھر کے مالک نے اُس سے کہا خیر ہے؟ — کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چونست چوں بگریختی — رنگِ رُخسارہ چنیں چوں ریختی

کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟ — رُخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہرِ سُخرۂ شاہِ حُروں — خر ہمی گیرند امروز از بروں

اُس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لیے — آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت[2] میگیرند خر اے جانِ عم — چوں نۂ خر رَو تُرا زیں چیست غم

اُس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں — جبکہ تو گدھا نہیں ہے، جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟

گفت بس جدِّ ند و گرم اندر گرفت — گر خرم گیرند ہم نبُود شگفت

اُس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں — اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہرِ خرّ گیری بر آوردند دَست — جدِ جد تمیز ہم برخاستہ است

گدھے پکڑنے؛ میں اُنھوں نے ہاتھ نکالے ہیں — بہت کوشش میں تمیز بھی اُٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمیزیاں ماں سرورند — صاحبِ خر را بجائے خر برند

چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں — گدھے کے بجائے، گدھے والے کو پکڑ لے جائیں گے

نیست[3] شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر — ہست تمیزش سمیع ست و بصیر

ہمارے شہر کا بادشاہ، خواہ مخواہ پکڑنے والا نہیں ہے — اس کو تمیز ہے، (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے

آدمی باش وز خر گیراں مترس — خر نہ اے عیسیِ دوراں مترس

تو آدمی بن جا، اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر — تو گدھا نہیں ہے، اے (اپنے) دور کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم زنورِ تو پُرست — حَاشَ لِلّٰہ کہ مقامت آخُر ست

چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پُر ہے — خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو

---

1. آں یکے۔ شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جارہے تھے ایک شخص ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا۔ بید۔ بید کے درخت کی زم شاخوں کی لچک مشہور ہے۔ سُخرہ۔ بیگار۔ حُروں۔ سرکش، ظالم۔
2. گفت۔ صاحب خانہ نے کہا تو گدھا نہیں ہے تو کیوں ڈرتا ہے۔ جدجد۔ کوشش کی انتہا نے اُن کے لیے گدھے اور غیر گدھے کی تمیز ختم کر دی ہے۔ چونکہ۔ جب بے تمیز سردار بن جائیں تو گدھے کے بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔
3. نیست۔ اس شعر کا تعلق اس حکایت کی سرخی کے پہلے شعر یعنی چوں نہ خر سے ہے۔ آدمی۔ انسان بن جا۔ عیسیٰ۔ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے خر عیسیٰ نہ ہونا چاہیے۔ چرخِ چارم۔ جبکہ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے۔ تو جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر ہیں اسطرح انسانِ کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

تو ز چرخ و اختراں ہم برتری — گرچہ[1] بہرِ مصلحت در آخری

تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے — اگرچہ مصلحتاً تو اصطبل میں ہے

میرِ آخُر گرچہ در آخُر بُود — ہر کہ اُو را خر بگوید خر بُود

اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے — جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے

میرِ آخُر دیگر و خَر دیگر ست — نے ہر آنکو اندر آخُر شد خَرست

داروغہ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے — یہ نہیں ہے کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے

چہ در اُفتادیم در دُنبالِ خر — از[2] گلستاں گوی و ز گلہائے تر

ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے — چمن اور تر پھولوں کی بات کر

از انار و از ترنج و شاخِ سیب — وز شراب و شاہدانِ بے حسیب

انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی — اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی

یا ازاں دریا کہ موجش گوہر ست — گوہرش گویندہَ و بینا ورست

یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے — اُس کا موتی گویا اور بینا ہے

یا ازاں مُرغاں کہ گلچیں میکنند — بیضہا زرّیں و سیمیں می کُنند

یا اُن پرندوں کی، جو پھول چنتے ہیں — سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پَروَرند — ہم نگوں اِشکم ہم اِستاں مپرند

یا اُن بازوں کی، جو چکوریں پالتے ہیں — پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اُڑتے ہیں

نَردبانہائیست پنہاں در جہاں — پایہ پایہ تا عنانِ آسماں

دُنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں — درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک

ہر گرہ را نردبانے دیگر ست — ہر روشِ را آسمانے دیگر ست

ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے — ہر رفتار کے لیے ایک دوسرا آسمان ہے

ہر یکے[3] از حالِ دیگر بے خبر — مُلک با پہنا و بے پایان و سر

ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے — ملک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے

ایں دراں حیراں کہ اُو از چیست خوش — واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش

یہ اس کے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے — وہ اسکے بارے میں حیران ہے کہ اسکی حیرت کس وجہ سے ہے

صحنِ ارضِ اللہ واسع آمدہ — ہر درختے از زمینے سَر زدہ

اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے — ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

---

[1] گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لیے انسان کو دنیا میں بھیج دیا گیا ہے۔ میر آخر۔ اصطبل میں ہونے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغہ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے۔ اسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیادار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو خطاب ہے کہ گدھے کے قصہ کو چھوڑ کر عالم آخرت کی بات کر۔

[2] از گلستاں۔ یہ سب جنت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔ اس سے مراد ذاتِ حق ہے۔ مُرغاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ بازاں۔ یعنی ملائکہ۔ کبکاں۔ یعنی عروج کے مختلف راستے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب جانے والے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں۔ روش یعنی سلوک۔

[3] ہر یکے۔ ہر سالک پر جو تجلی ہے دوسرا اس سے بیخبر ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مرید پر جو تجلی ہوتی ہے شیخ اس سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایں۔ ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلی سے بے خبر ہے اس لیے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے۔ صحن۔ قربِ الٰہی اس قدر وسیع ہے کہ اسمیں طرح طرح کے معارف اُگے ہوئے ہیں۔

بر درختاں[1] شکر گویاں برگ و شاخ — کہ زہے ملک و زہے عرصہ فراخ

درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں — کہ عجب ملک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بُلبلاں گردِ شگوفہ پُر گرہ — کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ

بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف (کہتی ہیں) — کہ اُس میں سے کیا کھا رہا ہے؟ ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کُن رجُوع — سُوی آں رُوباہ و شیر و سقم و جُوع

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپسی کر — اُس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

بُردنِ[2] روباہ آں خر را پیشِ شیر و جستنِ خر از شیر و عتاب کردن روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بُود کہ تعجیل کردی و عُذر گفتنِ شیرو لابہ کردنِ شیر روباہ را کہ برو بارِ دیگرش بفریب

لومڑی کا اُس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا، کہ تو نے جلدی کر دی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اُس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسُوئے مَرج بُرد — تا کُند شیرش بحملہ خُرد مُرد

لومڑی جب اُس کو چراگاہ کی جانب لے گئی — تاکہ شیر، حملے سے اُس کو خرد بُرد کر دے

دور بُود از شیرو آں شیر از نبرد — تابہ نزدیک آمدن صبرے نکرد

وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے — اُس کے نزدیک آ جانے تک صبر نہ کیا

گنبدی[3] کرد از بلندی شیرِ ہول — خود نبودش قُوّت و امکانِ حول

ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی — اُس میں خود قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت — تابزیرِ کوہ تازاں نعل ریخت

گدھے نے اُس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا — پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبہ شیر را اے شاہِ ما — چوں نکردی صبر در وقتِ وغا

لومڑی نے شیر سے کہا، اے ہمارے بادشاہ! — تو نے معرکہ کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟

تابہ نزدیکِ تو آید آں غوی — تابہ اندک حملۂ غالب شوی

تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آ جاتا — تاکہ تو تھوڑے سے حملہ سے غالب ہو جاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب — لطفِ رحمانست صبر و احتساب

عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے — صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے

---

[1] بر درختاں۔ ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ بلبلاں۔ یعنی سچے عاشق۔ ایں سخن۔ یہ عالم غیب کا بیان نہ ختم ہونے والا ہے۔

[2] بُردن۔ لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لے گئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کر دیا اور گدھا بھاگ گیا، شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج۔ چراگاہ۔ دور۔ گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کر دیا۔

[3] گنبدی کردن۔ چوکڑی بھرنا۔ حول۔ طاقت۔ نعل ریختن۔ تیز دوڑنا۔ وغا۔ جنگ۔ غوی۔ گمراہ یعنی گدھا۔ مکر۔ شیطان۔ حدیث شریف ہے جلد بازی شیطانی ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے۔

دُور بُود و حملہ را دید و گریخت
وہ دُور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا
ضعفِ تو ظاہر شد و آبِ تو بریخت
تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی

گفت من پنداشتم بر جاست زور
اُس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے
خود بُدم زیں ضعف خود نادان و کور
اپنی اس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بر جا بُود
لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہو گئی
نے کہ در من ضُعفِ دست و پا بُود
نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گئی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی
صبر و عقلم از تجوع یاوہ گشت
بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی

گر توانی بارِ دیگر از خرد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ
باز آوردن مر او را می سزد
اس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے

منتِ بسیار دارم از تو من
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے
جَہد کُن باشد بیاریش بفَن
کوشش کر، شاید مکر سے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر[2] خدا روزی کُند آں خر مرا
اگر اللہ تعالیٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دے گا
بعد ازاں بس صید ہا بخشم تُرا
اُس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دہد
اُس نے کہا، ہاں اگر خدا مدد کرے گا
بر دلِ اُو از عمیٰ مُہرے نہد
اُس کے دل پر اندھے پن کی مہر لگا دے گا

پس[3] فراموشش شوَد ہولے کہ دید
تو وہ اُس خوف کو بھول جائے گا جو اُس نے دیکھا
از خریِ اُو نباشد ایں بعید
اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من اُو را بر متاز
لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا
تاببادش ند ہی از تعجیل باز
تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اس کو برباد نہ کر دے

گفت آرے تجربہ کردم کہ مَن
اس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں
سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن
سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے

تابہ نزدیکم نیاید خر تمام
جب تک گدھا، بالکل میرے پاس نہ آ جائے گا
من نہ جنبم خفتہ باشم بر قوام
میں حرکت نہ کروں گا، سوتا رہوں گا طریقہ کے مطابق

رفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے
لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے بادشاہ!
تا بپوشد عقلِ اُو را غفلتے
تاکہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

---

1. آب ریختن۔ بے آبرو ہونا۔ گفت۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں طاقت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ تیز۔ دوسری وجہ جلد حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہو گئی تھی۔ گر توانی۔ تیری عقلمندی کا تقاضا ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آ۔ منت۔ تیرا مجھ پر احسان ہے، مزید کرم ہوگا کہ دوبارہ لے آئے۔

2. گر خدا۔ اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت شکار کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت۔ لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شامل حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مہر لگ جائے گی۔

3. پس۔ پہلے حملہ کا خوف وہ بھول جائے گا۔ لیک۔ لیکن اگر اس بار میں اُس کو لے آؤں، تو جلدی کر کے اس کو برباد نہ کر دینا۔ مخلخل۔ ڈھیلا۔ تابہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اس بار جب وہ قریب آ جائے گا تو حملہ کروں گا ورنہ قاعدہ کے مطابق سوتا رہوں گا۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔

توبہا کر دست خر با کردگار — کہ نگردم غرّۂ ہر نابکار[1]

گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہو گی — کہ میں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچہء دستانِ ماست — فکرتش کبادۂ طفلانِ ماست

گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے — اُس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہائش را بفن برہم زنیم — ماعدوّے عقل و عہدِ روشنیم

ہم مکر سے اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے — ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

کلّہء خر گوئے فرزندانِ ماست — فکرتش بازیچہء دستانِ ماست

گدھوں کا گلہ ہماری اولاد کی گیند ہے — اُس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے

عقل کاں باشد زدورانِ زُحل — پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل

وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو — عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عطارُد و از زُحل دانا شُد اُو — ماز دادِ کردگارِ لُطفِ خُو

وہ عطارد اور زُحل سے عقلمند بنا ہے — ہم مہربان خدا کی عنایت سے

عَلَّمَ الْاِنْسَاں[2] خم طغرائے ماست — علم عنداللہ مقصدہائے ماست

علم الانسان ہمارے طغرا کا دائرہ ہے — اللہ کا علم، ہمارے مقاصد ہیں

تربیہ آں آفتابِ روشنیم — رَبِّیَ الْاَعْلٰی ازاں رو میزنیم

ہم اُس روشن سورج کی تربیت ہیں — اسی لیے ہم ربی الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد اُو با ایں ہمہ — بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ

اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اُس سب کے ہوتے ہوئے — سیکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے

بُو کہ توبہ بشکند آں سُست خُو — در رسد شومیِ اشکستن دَرُو

ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے — (توبہ) توڑنے کی بدبختی اُس میں اثر کرے

دربیانِ[3] آنکہ نقضِ عہد و توبہ مُوجب بلا بُود بلکہ مُوجب مسخ ست چنانکہ در حقِ اصحابِ سبت و اصحابِ مائدہ عیسیٰ

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان والوں کے

---

1. نابکار۔نالائق۔بازیچہ۔کھلونا۔دستاں۔مکر۔کبادہ۔بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان۔توبہائش۔لومڑی نے کہا ہم اُسکی توبہ کو توڑ دیں گے۔کلۂ خر۔گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور اُن کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے۔زحل۔زُحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زُحل کی عطا کردہ عقل، عقل کُل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔از عطارد۔عوام کی عقول عطارد اور زُحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے۔
2. علم الانسان۔ان اشعار میں مولانا نے لومڑی کی زبان سے عقل کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے علم الانسان مالا یعلم انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔دوسری جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے قل انما العلم عنداللہ آپ کہہ دیجیے علم اللہ ہی کے پاس ہے۔تربیہ۔عقل کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اسلیے وہ خداوند قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔تجربہ۔لومڑی نے کہا۔بُو کہ۔ہوسکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہو جائے۔
3. دربیان۔اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قوم میں تو عہد شکنی کی وجہ سے سور اور بندر بنائی گئیں آنحضور کی اُمت میں یہ صوری مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سُور اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اُس دل کی صورت اختیار کرلےگا۔

علیہ السلام کہ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ و اندریں

بارے میں ہے اور کر دیا اُن میں سے بندر اور سُور اور اس اُمت میں

اُمت مسخِ دل باشد نعُوْذُ باللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ و روزِ قیامت

دل مسخ ہو گا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے

تن راصورتِ دل دہند

دن بدن کو دل کی صورت دے دیں گے

نقضِ[1] میثاق و شکستِ توبہا — مُوجِبِ لعنت شود در انتہا

عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجام کار، لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبۂ اصحابِ سبت — مُوجبِ مسخ آمد و اہلاک و مقت

سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد

تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ اُنھوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[2] اُمت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُود اے ذُوالفِطَن

اس اُمت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دل بوزینہ گردد آں دلش — از دلِ بوزینہ شد خواراں گِلش

جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی مٹی بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہُنر بودے دلش را ز اختیار — خوار کے بُودے بصورت آں حمار

اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہُنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بودش منقصت زاں صُورتش

اصحاب (کہف) کے کتے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اس کو کوئی نقصان تھا؟

مسخِ[3] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا بہ بیند خلق ظاہر کبت را

سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا — تاکہ کھلے ہوئے اوندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

ازرہِ سِرّ صد ہزارانِ دگر — گشتہ از توبہ شکستن خُوک و خر

باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سور اور گدھے بنے ہیں

دوم بار آمدنِ روباہ براں خرِ گریختہ تا باز بفریبدش

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

---

[1] نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا اور اس کے نتیجہ میں اُن کو مسخ کر کے بندر اور سور بنایا گیا۔ سبت۔ ہفتہ کا دن۔ مقت۔ غصہ عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ شکستند۔ عہد کے باوجود ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔

[2] اندریں۔ امت محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چوں دل بوزینہ۔ جب انسان کا دل بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گر ہنر۔ حسن وخوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔ اصحاب۔ اصحاب کہف کے کتے کا دل بھلا تھا صورت کی برائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔

[3] مسخ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ از رہ سر۔ باطنی طور پر لاکھوں مسوخ ہیں جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سور بنے ہوئے ہیں۔

پس[1] بیامد زود روبہ سُویِ خر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی

گفت خر از چوں تویارے الحذر
گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے

ناجواں مردا چہ کردم باتو من
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

کہ مرابا شیر کردی پنجہ زن
کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا

ناجواں مرد اچہ کردم من تُرا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

کہ بہ پیشِ اژدھا بُردی مرا
کہ تو مجھے اژدھے کے سامنے لے گئی

مُوجبِ[2] کینِ تو با جانم چہ بُود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟

غیر خبثِ جوہرِ تواے عنُود
اے سرکش! سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے

ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے

نارسیدہ ازوے اُو را آفتے
بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اس کو اُس سے پہنچے

یا چودیوے کو عدوِّ جانِ ماست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے

نارسیدہ زحمتش از ما و کاست
ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر

بلکہ طبعًا خصمِ جانِ آدمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے

از ہلاکِ آدمی در خرّمی ست
آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے

ازپئے ہر آدمی اُو نگسلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے

خُو و طبعِ زشتِ خود را کے ہلد
وہ اپنی بُری عادت کب چھوڑتا ہے؟

زانکہ[3] خُبثِ ذاتِ اُو بے مُوجبے
کیونکہ اُس کی ذاتی خباثت، بغیر کسی سبب کے

ہست سُویِ ظلم و عُدواں جاذبے
ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے

ہر زماں خواند تُرا تا خر گہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے

کہ دراندازد تُرا اندر چَہے
کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے

کہ فلاں جا حوضِ آبست و عیوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں

تا در اندازت بحوضت سَر نگوں
تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرا دے

آدمی را باہزاراں کرّوفر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے

اندر افگند آں لعیں در شور و شر
اُس ملعون نے شور و شر میں ڈال دیا ہے

آدمی را باہمہ وحی و نذیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو

اندر افگند آں لعیں بردش بہ بیر
وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرا دیا

---

[1] پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اُس نے اُس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی سے کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تونے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

[2] موجب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ کژدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بدطینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چودیوے۔ شیطان بھی انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لیے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

[3] زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اُس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہرزماں۔ انسان کو خوش کن جگہ کی طرف بلا کر کنویں میں دھکا دے دیتا ہے۔ کہ فلاں۔ لالچ دلا کر تباہ کر دیتا ہے۔ آدمی۔ شاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بیگناہے[1] بیگزندِ سابقے — کے رسید او را ز آدم ناحقے

بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے — کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟

کے رسید او را ز مردم زشتیے — گو دمادم آرد از غم پشتیے

انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچتی ہے؟ — کہ وہ ہر وقت غم کے پشتے لگا رہا ہے

گفت رُوبہ آں طلسمِ سحر بود — کہ تُرا در چشم چوں شیرے نمود

لومڑی نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا — جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا

ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم — کہ شب و روز اندر آنجا میچرم

ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں — لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں

گرنہ زاں گو نہ طلسمے ساختے — ہر شکم خوارے بدانجا تاختے

اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا — ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا

یک جہانِ بینوا چوں پیل وارج — بے طلسمے کے بماند سبز مرج

ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے — بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟

من تُرا خود خواستم گفتن بدرس — کہ چناں ہولے اگر بینی مترس

میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی — کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیکن رفت از یاد علم آموزیت — کہ بُدم مستغرقِ دل سوزیت

لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی — کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی

دید مت در جُوعِ[3] کلب و بینوا — می شتابیدم کہ آئی تا دوا

میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا — میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آ جائے

ورنہ با تو گفتمے شرحِ طلسم — کاں خیالے می نماید نیست جسم

ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی — کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے

شد فراموش آنکہ گویم مرتُرا — حلِ آں مشکل مہیب دلرُبا

میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں — اُس خوفناک دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

جواب گفتنِ خر رُوباہ را

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں ز پیشم اے عدو — تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو

اُس نے کہا اے دشمن! میرے سامنے سے دور ہو — اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں

---

1 بیگناہے۔ انسان کی کوئی خطا نہیں نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے جو شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقتاً شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا۔ طلسم۔ وہ موہوم خیال جو عجب شکل میں نظر آنے لگے وہ بھیانک تصویر جو کسی دفینہ وغیرہ پر بنادی جاتی ہے۔

2 ورنہ۔ اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں جو تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی۔ گرنہ۔ طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہ پہنچ سکے۔ یک جہاں۔ بیل اور گینڈے بھوکے پھرتے ہیں اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے۔ ارج۔ گینڈا۔ من ترا۔ میں تجھے پہلے ہی اس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی۔ کہ بدم۔ چونکہ میں تیرے غم میں تھی اس لیے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی۔

3 جوع کلب۔ جوع البقر وہ بیماری جس میں ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے۔ دوا۔ یعنی غذا۔ کاں۔ میں بتا دیتی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے۔ مشکل۔ یعنی وہی شیر۔ گفت۔ گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بُری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چلی جا تجھے خدا نے بدبخت بنایا ہے اور تیرے چہرے کو بھی بے شرم اور سخت بنایا ہے۔

آں خداے کہ ترا بدبخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے

رُوی زشتت را وقیح و سخت کرد
تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے

با کدامیں رُوی می آئی بمن
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے

ایں چنیں سغری[1] ندارد کرگدن
ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہے

رفتۂ در خون و جانم آشکار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی

کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
کہ میں تیری جنگل کے لیے رہبر ہوں

تابدیدم رُوی عزرائیل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا

باز آوردی فن و تسویل را
تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے

گرچہ من ننگِ خرانم یا خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لیے موجبِ شرم یا گدھا ہوں

جانورم جاندارم ایں را کے خرم
میں جانور ہوں، میں جاندار ہوں، اسکو میں کب پسند کرتا ہوں؟

آنچہ من دیدم زہولے بے اماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے

طفل دیدے پیر گشتے در زماں
اگر بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے

بیدل[2] و جاں از نہیبِ آں شکوہ
اُس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر

سر نگوں خود را در افگندم زکوہ
میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شُد پایم در اندم از نہیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے

چوں بدیدم آں عذابِ بے حجیب
جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا

عہد کردم با خدا کاے ذوالمِنَن
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے!

بر گشا زیں بستگی تو پای من
اس قید سے میرے پاؤں کھول دے

تا ننوشم وسوسہ کس بعد ازیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا

عہد کردم نذر کردم اے مُعیں
اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے منت مان لی

حق[3] گشادہ کرد آندم پای من
اللہ (تعالیٰ) نے اُس وقت میرے پاؤں کھول دیے

زاں دعا وزاری و ہیہائے من
میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے

ورنہ اندر من رسیدے شیرِ نر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آ پڑا تھا

چوں بُدے در زیرِ پنجہ شیرِ خر
گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟

باز بفرستادت آں شیرِ عریں
اُس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے

سُوی من از مکر اے بئس القریں
مکر سے میری جانب اے بُری ساتھی!

---

[1] سغری۔ سخت روئی، بے حیائی۔ کرگدن۔ گینڈا۔ رفتۂ۔ تو میرے خون اور جان کے درپے تھی۔ تابدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لیجا کر کھڑا کیا۔ تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔

[2] بیدل۔ اُس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرا لیا۔ بستہ۔ اس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھول دے تو میں پھر کسی کے بہکاوے میں نہ آؤں گا۔

[3] حق کشادہ۔ اُس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں بچ بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لیے شیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عریں۔ شیر کی جھاڑی۔ بئس القریں۔ بُرا ساتھی۔

حق ذاتِ پاکِ اَللّٰہُ الصَّمَد — کہ[1] بُوَد بہ مارِ بَد از یارِ بد
اللہ پاک بے نیاز کی قسم — کہ بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے

مارِ بد جانے ستاند اے سلیم — یارِ بد آرد سُوئے نارِ جحیم
اے بیوقوف! بُرا سانپ جان لے لیتا ہے — بُرا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قریں بیقول و گفت و گوئے اُو — خُو بدزدد دل نہاں از خُوئے اُو
ساتھی سے اُس کی گفتگو اور بات کے بغیر — دل خفیہ طور پر عادت اُس کی عادت سے چُرا لیتا ہے

چونکہ اُو افگند برتو سایہ را — دُزدد آں بے مایہ از تو مایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے — وہ بے مایہ، تیرا سرمایہ چُرا لیتا ہے

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست — یارِ بد اُو را زمرّد داں کہ ہست
تیری عقل اگر مست اژدہا ہے — بُرے دوست کو اُس کا زمرد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیروں جہد — طعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد
اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی — اُس کا نیزہ مارنا، تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دے گا

در[2] جہاں نبُوَد بتر از یارِ بد — ویں مرا عینُ الیقیں گشتست خُود
دنیا میں بُرے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے — یہ میرے لیے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہو گئی ہے

جواب گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صاف مارا دُرد نیست — لیک تخیلاتِ وہمی خُرد نیست
لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے — لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہمِ تو است اے سادہ دل — ورنہ بر تو نے غشّی دارم نہ غِل
اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے — ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از[3] خیالِ زشتِ خود منگر بمن — بر مُحبّاں از چہ داری سُوئے ظن
اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ — دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے؟

ظنِ نیکو بربر اخوانِ صفا — گرچہ آید ظاہرا ازیشاں جفا
مخلصوں پر نیک گمان کر — اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہمِ بد چوں شد پدید — صد ہزاراں یار را ازہم بُرید
جب یہ بُرے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں — لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

---

[1] کہ بُود۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا، سانپ تو محض مار ڈالتا ہے لیکن بُرا ساتھی تو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ از قریں۔ ساتھی کی خو بو انسان میں مخفی طور پر اثر کر جاتی ہے چونکہ او۔ جب بُرے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چرا لیتا ہے۔ عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو اندھا کر دیتی ہے۔

[2] در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی تلچھٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں صحیح بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں۔

[3] از خیال۔ وہم کی بنیاد پر دوستوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہیے خواہ اُن سے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ ایں خیال۔ بدگمانی سے بہت سی دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

مشفقے[1] کو کرد جور و امتحاں
جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو

عقل باید کہ نباشد بدگماں
عقل کو چاہیے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہ من بدرگ نبودم زشت قسم
خصوصاً میں بُری قسم کی بد فطرت نہیں ہوں

آنکہ دیدی بد نہ بُد بود آں طلسم
جو تو نے دیکھا، وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

ور بُدے بدآں سگالش قدرا
اگر (بالفرض) والتقدیر، وہ خیال بُرا تھا

عفو فرمایند از یاراں خطا
(تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالم[2] وہم و خیال و طمع و بیم
وہم اور خیال اور مزاج اور خوف کی دنیا

ہست رہرو را یکے سدِ عظیم
سالک کے لیے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند
اس نقش بنانے والے خیال کے نقوش

چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شد گزند
(حضرت ابراہیم) خلیل اللہ جیسے کے لیے جو پہاڑ تھے نقصان بنے

گفت ہٰذا ربی ابراہیم راد
عقلمند (حضرت) ابراہیم نے کہا یہ میرا رب ہے

چونکہ اندر عالمِ وہم اوفتاد
چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت
ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی

آنکسے کو گوہرِ تاویل سُفت
اُسی ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالمِ وہم و خیالِ چشم بند
وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والے خیال نے

آنچناں کُہ را ز جائے خویش کند
ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

تا کہ[3] ہٰذا ربی آمد قالِ او
یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا

خربط و خر راچہ باشد حالِ او
احمق اور گدھے کا کیا حال ہو گا؟

غرق گشتہ عقلہائے چوں جبال
پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں

در بحارِ وہم و گردابِ خیال
وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں

عقلِ ثابت ترز کُہ را وہم بیں
دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو

کہ چہ فرمودست گفتن اے امیں
کیا کہہ دینے کو کہا، اے امین!

کوہہا را ہست زیں طوفاں فضوح
اس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں

گو امانے جز کہ در کشتیِ نوحؑ
نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

---

1. مشفقے۔ دوست آزمائش کے لیے کچھ زیادتی بھی کرتا ہے تو عقلمندی یہی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے۔ قدرا۔ ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض والتقدیر کے معنیٰ کیے ہیں بعض نسخوں میں "قدررا" ہے تو اُس کا تعلق دوسرے مصرے سے کیا جائے اور یہ معنیٰ کیے جائیں کہ میرے مقدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

2. عالم۔ وہم اور خیال راہرو کے لیے مانع بنتے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تکلیف پہنچی اور انھوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کر کے اُس سے رجوع کیا۔ ہٰذا ربی۔ "یہ میرا خدا ہے" مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنیاد اُن کا وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک اُن کا یہ قول قوم کو اُن کی غلطی کا احساس دلانے کے لیے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تاویل۔ دوسرے مصرع میں تاویل سے صحیفوں کی تفسیر مُراد ہے۔

3. تا کہ۔ حضرت ابراہیمؑ حالانکہ نبی تھے وہم میں مبتلا ہو گئے اور چاند کو اپنا خدا کہہ دیا تو بیوقوف اور گدھا وہم کی بنیاد پر کیا کچھ نہ کہہ دے گا۔ خربط۔ احمق۔ عقلِ ثابت۔ حضرت ابراہیمؑ کی عقل اپنی جگہ قائم تھی لیکن وہم نے غلطی میں مبتلا کر دیا۔ کشتیِ نوح۔ یعنی مرشد کامل۔ حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو ان سے وابستہ ہوا وہ نجات پا جائے گا۔ اور ایک حدیث میں اہل بیت کے بجائے لفظ سنت ہے۔

زیں خیالِ رہزنِ راہِ یقیں
یقین کے راستہ کو ڈاکو کے اس خیال کی وجہ سے
گشت ہفتاد¹ و دو ملت اہل دیں
دیندار بہتر فرقے بن گئے

مردِ ایقاں رست از وہم و خیال
صاحب یقین وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے
مُوئے ابرو را نمی گوید ہلال
وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نُورِ عمر نبود سند
جس کا سہارا عمر کا نُور نہ ہو
مُوے ابروے کجے راہش زند
ابرو کا ٹیڑھا بال اُس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتی باہول و سہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے
تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعون چستِ فیلسوف
کم از کم فرعون چالاک اور فلسفی
ماہِ اُو در برجِ وہمی در خسوف
اُس کا چاند وہم کے بُرج میں گرہن میں ہے

کس نداند رُوسپی² زن کیست آں
کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت، کون ہے؟
وانکہ داند نیستش برخود گماں
اور جو جانتا ہےاُس کو اپنے آپ بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں تُرا وہم تو دارد خیرہ سر
جبکہ تیرا وہم، تجھے حیران بنا دیتا ہے
ازچہ گردی گردِ وہمِ آں دِگر
تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں
چہ نشینی پُر منی تو پیشِ من
تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھا ہے؟

ازمن³ و ماہر کہ ایں در میزند
جو خودی اور انانیت کے ساتھ اس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے
عاشقِ خویش ست بر لا می تند
وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جُویم بجاں
میں (دل و) جان سے بےخود اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں
تاشوم من گوئِ آں خوش صولجاں
تاکہ میں اُس اچھے بلّے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ مَنہا خود اوست
جو بے خود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے
یارِ جملہ شُد چو خود را نیست دوست
وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

آئینہ بے نقش شُد یابد بہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا
زانکہ شُد حاکیِ جُملہ نقشہا
کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہفتادودو۔ امت کے بہتر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بنجائیں گے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک نجات پائیگا اور وہ وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کریگا۔ بقیہ اکہتر فرقے جہنمی ہوں گے۔ مردِ ایقاں۔ پہلے ایک قصہ گزرا ہے جسمیں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال مڑا ہوا تھا اور وہ انکی آنکھ کے سامنے آ گیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو انھوں نے اُس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آ رہا ہے جسکی تصحیح حضرت عمرؓ نے کی اور جب وہ مڑا ہوا بال بنا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا۔ کمتریں۔ دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھو اُسنے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔ روسپی زن۔ یعنی وہ دیوث جسکی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کو زانیہ نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا بھی ہے تو اپنے آپ کو دیوث نہیں سمجھتا یہ بھی سب وہم کی کارفرمائی ہے۔ چوں۔ انسان کیلیے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ عاجزم۔ جبکہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔ ازمن۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اُس کو مقام فنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے من۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اُس کی اطاعت ضروری ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص خودی فنا کر دے اب اُس میں اپنی خودی نہیں ہے اُس میں مخلوق خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ۔ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اُس دل کی قدر و قیمت ہے اُس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

حکایت[1] شیخ محمد سررزی غزنوی قدّس اللّٰہُ رُوحہُ العزیزُ

شیخ محمد سر رزی غزنوی کی حکایت خدا اُن کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی　بُد محمد نام و کنیت سررزی

غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ　نام محمد اور کنیت سررزی تھی

بُود افطارش سرِ رز ہر شبے　ہفت سال اُو دائم اندر مطلبے

ہر شام کو اُن کا افطار انگور کی کونپل تھی　سات سال وہ ہمیشہ (حصول) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجُود　لیک مقصودش جمالِ شاہ بُود

موجودات کے شاہ کے اُنھوں نے بہت سے عجائب دیکھے　لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

برسرِ کہ رفت آں از خویش[2] سیر　گفت بنمایا فتادم من بزیر

وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے　عرض کیا دکھا دے ورنہ میں نیچے کودوں گا

گفت نامد نوبت آں مکرُمت　ور فرو اُفتی نمیری نکُشمت

فرمایا اُس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے　اگر تم نیچے گرو گے، نہ مرو گے میں تمھیں نہ ماروں گا

اُو فرو افگند خود را از وِداد　درمیانِ عُمقِ آبے اُوفتاد

انھوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا　ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نمُرد از نگس آنجاں سیر مرد　از فراقِ مرگ برخود نوحہ کرد

جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی　اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں[3] حیات اُو را چو مرگے مینمُود　کار پیشش بازگونہ گشتہ بُود

کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی　معاملہ اُن کے لیے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب میکرد اُو گدے　اِنَّ فِیْ مَوتِیْ حَیَاتِیْ میزدے

موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے　"بیشک میری موت میں میری زندگی ہے" کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شدہ　باہلاکِ جانِ خود یک دل شُدہ

موت کو زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے　اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علیؓ ریحانِ اُو　نرگس و نسریں عدوِ جانِ اُو

(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر ان کا ریحان تھا　نرگس اور نسرین اُن کے جان کے دشمن تھے

---

[1] حکایت۔ چونکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اس کے مناسب محمد سررزی غزنویؒ کا ذکر کیا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ سررزی۔ سرِ رز انگور کی بیل کی کونپل چونکہ یہ روزہ اُسی سے افطار کرتے تھے اس لیے ان کا لقب سررزی پڑ گیا تھا۔ غزنوی۔ غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین وہی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ۔ شاہِ وجود۔ اللہ تعالیٰ۔ جمال۔ یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدارِ خداوندی تھا۔

[2] خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدار خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدار جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمھیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے۔ ور۔ اگر تم پہاڑ سے گرا کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرو گے تو تمھیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمھارا بدن شکستہ نہ ہوگا۔ درمیان۔ وہ پہاڑ سے کودے تو پانی میں جا گرے۔ نگس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُنکا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے۔

[3] کایں۔ لوگوں کو زندگی عزیز ہے اُن کے لیے اُلٹی بات ہو گئی اُنکو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اس لیے کہ اُنکو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائیگا۔ یک دل شدہ۔ یعنی وہ مطمئن تھے۔ چوں علیؓ۔ پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کیلئے اسباب موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

بانگ[1] آمد رَو ز صحرا سُوئے شہر — بانگِ طُرفہ از ورائے سِرّ و جَہر

آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ — عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم مُو بمُو — چہ کُنم در شہر از خدمت بگُو

عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے! — شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمائیے

گفت خدمت آنکہ بہر ذُلِّ نفس — خویشتن سازی تو چون عبّاسِ دبس

فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کے لیے — تو اپنے آپ کو عباسِ دبس کی طرح بنا لے

مُدّتے از اغنیا زر می سِتاں — پس بدرویشانِ مسکیں می رساں

ایک مدت تک، مالداروں سے روپے لے — پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمت اینست تا یک چندگاہ — گفت[2] سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ

ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے — عرض کیا، اے جاں پناہ میں نے سُنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا — بُد میانِ زاہد و ربُّ الوریٰ

بہت سے سوال، بہت سے جواب اور قصہ — زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُرنور شُد — در مقالات آں ہمہ مذکور شُد

کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے — "مقالات" میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را — تا ننوشد ہر خسے اَسرار را

لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی — تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سنے

آمدن شیخ بعد از چندیں سال از بیاباں بشہر غزنین وزنبیل[3] گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ جمع آمدہ بر فقراء

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اُس کو فقراء میں تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں ز عزّ لبیک ست — نامہ برنامہ پیک بر پیک ست

جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے (وابستہ) ہے — (اس کے لیے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے

---

[1] بانگ۔ چونکہ خدا نے اُن کو اُس مرتبہ پر پہنچانا تھا جس میں دیدار جمال ہو تو غیبی آواز نے اُن کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جا کر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عباس دبس بنالو۔ عباس دبس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی مجمع کو رلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا" جامع الحکایات" میں اس کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عباس دوس لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ دوس قبیلہ کا تھا۔

[2] گفت۔ اُن بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجالاؤں گا۔ کہ زمین۔ اُن بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے آسمان اور زمین منور ہو گئے۔ مقالات۔ یہ کتاب کا نام ہے جس میں شیخ محمد سررزی کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا روم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

[3] زنبیل گردانیدن۔ مجھے قونیہ میں معلوم ہوا تھا کہ مولویہ فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی باقی ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کرالیتا ہے اور اُس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ اُس مرید کو چالیس روز گداگری کرنی پڑتی ہے۔ تفرقہ۔ تقسیم۔ ہر کہ را۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے۔

رُوبہ[1] بشہر آورد آں فرماں پذیر
اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا

شہرِ غزنیں گشت ازرُویش مُنیر
غزنی شہر اُن کے چہرے سے منور ہو گیا

از فرح خلقے باستقبال رفت
مخلوق خوشی سے استقبال کے لیے روانہ ہوئی

اُو در آمد ازرہِ دُزدیدہ تفت
وہ جلد، چور راستہ سے اندر آ گئے

جُملہ اعیان و مہاں برخاستند
سب بڑے اور سردار کھڑے ہو گئے

قصرہا از بہرِ اُو آراستند
اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت[2] من از خود نمائی نامدم
اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لیے نہیں آیا ہوں

جز بخواری و گدائی نامدم
ذلت اور بھکاری پن کے سوا کے لیے نہیں آیا ہوں

نیستم در عزمِ قال و قیلِ من
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں

در بدر گردم بکف زنبیلِ من
میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا

بندہ فرمانم کہ امر ست از خدا
میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے

کہ گدا باشم گدا باشم گدا
میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

در گدائی لفظ نادر ناورم
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا

جُز طریقِ خس گدایاں نسپرم
کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تاشوم غرقِ مذلت من تمام
تاکہ میں پوری طرح ذلت میں ڈوب جاؤں

تاسقطہا بشنوم از خاص و عام
تاکہ خاص و عام سے بُرا بھلا سُنوں

امرِ[3] حق جانست من آں را تبع
خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں

اُو طمع فرمود و ذلّ من قنع
اُس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی وہ ذلیل ہوا

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے

خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں
اس کے بعد قناعت کے سر پر دھول

اُو مذلت خواست کے عزت تنم
اُس نے ذلت چاہی، میں کب عزت کے درپے ہوں گا؟

اُو گدائی خواست کے میری کُنم
اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟

بعد ازیں گدیہ و مذلت جانِ من
اس کے بعد بھیک اور ذلت میری جان ہے

بیست عباس اند در انبانِ من
میری جھولی میں بیس عباس ہیں

شیخ برمیگشت و زنبیلے بدست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں

شیئ للہ خواجہ توفیقیت ہست
اے خواجہ! اگر تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لیے دے

---

[1] روبشہر۔ اس غیبی اشارے کے بعد محمد سرزری غزنی میں پہنچے لوگوں نے ان کے استقبال کے لیے شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستہ سے شہر میں داخل ہو گئے اور اپنے لیے اس اعزاز کو پسند نہ کیا۔

[2] گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خودنمائی کیلئے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپکو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لیے آیا ہوں۔ زنبیل۔ کاسہ گدائی، کشکول، در گدائی۔ بھیک بھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا تا کہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے بُرا بھلا سنوں۔

[3] امر حق۔ خدا جب لالچ اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلت ہے اور ذلت میں عزت ہے۔ او مذلت۔ جب خدا کسی سے ذلت کا طالب ہو تو طالب خدا عزت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ بیست۔ یعنی میں عباس دس سے بھی بیس گنا بھکاری بنوں گا۔ شیئ للہ۔ فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لیے دو۔

برتر[1] از کرسی و عرش اسرارِ اُو — شَیئًا لِلّٰہِ شَیئًا لِلّٰہِ کارِ اُو
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے — "کچھ خدا کے لیے" کچھ خدا کے لیے اُن کا کام تھا

انبیا ہریک ہمیں فن میزنند — خلق مفلس گدیہ ایشاں میکنند
ہر ایک نبی اس طرح نعرہ لگاتا ہے — مخلوق مفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقْرِضُوا اللّٰہَ اَقْرِضُوا اللّٰہَ میزنند — باژگوں بر اُنْصُرُوا اللّٰہَ می تنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں — اُلٹا "اللہ کی مدد کرو" پر عمل کرتے ہیں

در بدر ایں شیخ می آرد نیاز — بر فلک صد در برائے شیخ باز
یہ شیخ در بدر عاجزی کرتے ہیں — شیخ کے لیے آسمان، پر سیکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آں[2] گدائی کہ بجدّ میکرد اُو — بہرِ یزداں بُود نے بہرِ گلو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے — خدا کے لیے تھا نہ کہ حلق کے لیے

ور بکردے نیز از بہرِ گلو — آں گلو از نورِ حق دارد غلو
اگر وہ حلق کے لیے بھی کرتے — وہ حلق خدا کے لیے نور سے پُر تھا

در حقِ اُو خورد نان و شہد و شیر — بہ ز چلہ و ز سہ روزہ صد فقیر
اُن کے لیے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک — سیکڑوں فقیروں کے چلہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نُور مینوشد مگو ناں می خورد — لالہ میکارد بصُورت می چرد
نُور پی رہے ہیں، حلق روٹی کھا رہا ہے — لالہ بو رہے ہیں، بظاہر چر رہے ہیں

چوں[3] شرارے کو خورد روغن ز شمع — نُور افزاید ز خوردش بہرِ جمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے — اُس کے کھانے سے لوگوں کے لیے نور بڑھتا ہے

نان خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوْا — نُور خوردن را نگفت ست اِکْتَفُوْا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانے والے کے لیے فرمایا اسراف نہ کر — نور کھانے کے لیے "بس کرو" نہیں فرمایا

ایں گلوئے ابتلا بُدویں گلو — فارغ از اسراف و ایمن از غلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق — اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

امرو فرماں بُود نے حرص و طمع — آنچناں جان حرص را نبود تبع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع — ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

---

[1] برتر۔ شیخ کا مقام عرش وکرسی سے بلند تھا لیکن انھوں نے بھکاری پن اختیار کرلیا۔ انبیا۔ انبیا کا بھی طریق کار یہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنٰی کے مفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا۔ انبیاء کہتے ہیں کہ خدا کو قرض دو اور اللہ کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ در بدر۔ شیخ در بدر مارے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سیکڑوں دروازے اُن کے لیے کھلے ہوئے تھے۔

[2] آں گدائی۔ شیخ کا یہ بھکاری پن اپنے لیے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لیے بھی کرتے تو وہ اُس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لیے دنیا کی لذتیں دوسرے سالکوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ۔ تین دن کا صوم وصال۔ نور۔ ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

[3] چوں۔ بزرگ کے لیے دنیا کی لذتیں بھی دوسروں کے لیے باعث افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ نان خورے۔ جن کی غذائیں محض بدنی ہیں ان کے لیے قرآن کا حکم ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا "کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو" لیکن جن کی غذا نور حق ہے ان کو اِکْتَفُوْا یعنی کفایت کرو کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو۔ عام انسان کا حلق اُس کے لیے ابتلا کا سبب ہے۔ امر۔ شیخ کا کھانا پینا امر خداوندی ہے، حرص اور لالچ پر مبنی نہیں ہے۔

گر بگوید[1] کیمیا مِس را بِدہ
اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے
تو بمن خود را طمع نبُود فرہ
تو اپنے آپ کو مجھے (تو یہ) زیادتی اور لالچ نہ ہو گا

آں گدائی کہ بجدّ میکرد اُو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے
بُود از آثارِ حکمتہائے ہُو
وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق
زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک
عَرضہ کردہ بُود پیشِ شیخ حق
اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیے تھے

شیخ گفتا خالقا من عاشقم
شیخ نے کہا، اے خالق! میں تو عاشق ہوں
ور بجویم غیرِ تو من فاسقم
اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں

ہشت جنت گر در آرم در نظر
اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں
ور کنم خدمت من از خوفِ سقر
اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں

مؤمنے باشم سلامت جوئے من
میں سلامتی کا طالب ہوں، ایک مومن بنوں گا
زانکہ ایں ہر دو بُود حظِّ بدن
کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں

عاشقے[2] کز عشقِ یزداں خورد قُوت
وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھا لی
صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت
اسکے آگے سیکڑوں بدن شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے ہیں

ویں بدن کہ دارد آں شیخِ فطن
وہ سمجھ دار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں
چیزِ دیگر گشت کم خوانش بدن
وہ دوسری چیز بن گیا اُس کو بدن نہ کہہ

عاشقِ عشقِ خدا وانگاہ مُزد
عشقِ خدا کا عاشق اور پھر مزدوری
جبرئیلِ مؤتمن آنگاہ دُزد
امانتدار جبرئیل اور پھر چور

عاشقِ[3] آں لیلیِ کور و کبُود
اندھی، نیلی، لیلیٰ کا عاشق
مُلکِ عالم پیشِ اُو یک ترہ بُود
دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی

پیشِ اُو یکساں شُدہ بُد خاک و زر
اُس کے لیے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا
زرچہ باشد کہ نہ بُد جاں را خطر
سونا کیا ہوتا ہے، اُس کو جان کا خطرہ نہ تھا

شیر و گرگ و دد ازو واقف شُدہ
شیر اور بھیڑیا اور درندہ اُس سے واقف ہو گیا تھا
ہمچو خویشاں گردِ اُو گرد آمدہ
اپنوں کی طرح اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے

---

[1] گر بگوید۔ اگر کیمیا تانبے کو کھائے تو اُس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی۔ شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اُس میں خدائی حکمتیں پنہاں تھیں۔ گنجہائے۔ خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کر دیے تھے، لیکن شیخ نے عرض کر دیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت۔ اگر کوئی جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کا تعلق بدن سے ہے۔

[2] عاشقے۔ جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھائی اُس کے لیے بدن ہیچ ہو جاتا ہے اور جنت دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ نہ جنت کی تمنا کرتا ہے اور اُس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ ویں بدن۔ شیخ کا بدن، بدن تو تھا لیکن اُس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق۔ عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیل امین سے چوری کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

[3] عاشق۔ عاشقِ خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لیے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک سونے اور مٹی میں فرق نہ تھا نہ اُس کو جان کا خطرہ تھا۔ شیر۔ مجنوں جنگلوں میں پھرتا تھا اور اُس کے چاروں طرف ہر قسم کے درندے ہوتے تھے۔

کایں لشُد ست از خوئے حیواں پاک پاک — پُرز عشق و لحم و شحمش زہرناک
کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہو گیا ہے — عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پُر ہے

زہرِ دَد باشد شکر ریزِ خِرد — زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِ بد
عقل کا شکر کا نچھاور، درندہ کا زہر ہوتا ہے — کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دَد — عشق معروفست پیشِ نیک و بد
درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا — ہر نیک و بد کے لیے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

ور خورد فی المثل دام و ددش — لحمِ عاشق زہر گردد بکشدش
بالفرض اگر اُس کو جانور اور درندہ کھا لے — عاشق کا گوشت زہر بن جائے، اس کو ہلاک کر دے

ہرچہ جُز عشق ست شُد ما کولِ عشق — دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق
جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے — عشق کی چونچ کے لیے دونوں جہاں ایک دانہ ہیں

دانہ مر مُرغ را ہر گز خورد — کاہدان[2] مر اسپ را ہرگز چرد
دانہ مُرغ کو کبھی کھاتا ہے؟ — آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے؟

بندگی کُن تا شوی عاشق لعَل — بندگی کسب ست آید در عَمَل
عبادت کر تاکہ تو شاید عاشق بن جائے — عبادت کسب ہے، عمل میں آ جاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد ز جَد — عاشق آزادی نخواہد تا ابد
بندہ قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے — عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و اِدرار جُوست — خلعتِ عاشق ہمہ دیدارِ اُوست
بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے — عاشق کی سب خلعت اُس کا دیدار ہے

در[3] نگنجد عشق در گفت و شنید — عشق دریائیست قعرش ناپدید
عشق کہنے اور سننے میں نہیں سماتا — عشق وہ دریا ہے، جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شُمرد — ہفت دریا پیشِ آں بحر ست خُرد
سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا — اُس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں — باز رَو در قصۂ شیخِ زماں
اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — شیخِ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنیِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

---

[1] کایں۔ مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہو گئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہو گئی تھی اُس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہو گیا تھا۔ زہر۔ عشق عقل کے لیے شکر کا نچھاور ہے اور درندوں کے لیے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو دلہن پر نچھاور کی جاتی تھی۔ لحمِ عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہو جاتا ہے اگر درندہ اس کو کھا لے تو مر جاتا ہے۔ ہرچہ۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے وہ جہان اُس کے لیے ایک دانہ ہے۔ دانہ پرند کو نہیں کھاتا پرند دانہ کو کھاتا ہے۔

[2] کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کیسی چیز ہے عمل میں آ سکتی ہے عشق محض عطاءِ خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادت گزار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے۔

[3] در نگنجد۔ عشق کی حقیقت ناقابلِ بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ۔ سمندر کے قطرے شمار کرنا ناممکن ہے دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اس کے بالمقابل دنیا کے ساتوں سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں تو اُس کی باتیں کس طرح بیان ہو سکتی ہیں۔ شیخِ زماں۔ شیخ محمد سررزی۔

شُد[1] چنیں شیخے گدائے کُو بکُو
ایسے شیخ گلی گلی کے بھکاری بن گئے

عشق آمد لا اُبالی اِتَّقُوْا
عشق، لا پروا ہے، بچو

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ
عشق سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے

عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ
عشق، پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف
عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے

عشق لرزاند زمیں را از گزاف
عشق، زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمد[2] بُود عشقِ پاک جُفت
پاک عشق محمدؐ کا ساتھی تھا

بہرِ عشق اُو را خدا لولاک گفت
عشق کی وجہ سے خدا نے آپ کے بارے میں لولاک فرمایا

منتہی در عشق چوں اُو بُود فرد
عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے

پس مر اُو را ز انبیا تخصیص کرد
تو انبیاء میں سے اُن کو مخصوص کر لیا

گر نبودے بہرِ عشقِ پاک را
اگر آپ پاک عشق کے لیے نہ ہوتے

کے وجودے دادمے اَفلاک را
تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا؟

من بداں افراشتم چرخِ سَنی
میں نے اُونچے آسمان کو اسی لیے بلند کیا

تا علُوِّ عِشق را فہمی کُنی
تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہایِ دگر آید ز چرخ
آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں

آں چوں بیضہ تابع آید ایں چو فرخ
وہ انڈے کی طرح تابع ہیں، یہ مرغی کے بچہ کی طرح ہے

خاک[3] را من خار کردم یکسری
میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنایا

تاز ذُلِّ عاشقاں بوی بری
تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتا لگا لیں

خاک را دادیم سبزی و نوی
مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی

تاز تبدیلِ فقیر آگہ شوی
تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں

باتو گویند ایں جبالِ راسیات
یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں

وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات
عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں معنیست ویں نقش اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ وہ معنی ہیں اور یہ صورت ہے

تا بفہم تو کند نزدیک تر
تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

---

[1] شُد چنیں۔ اس قدر بزرگ شیخ اور عشق اُس سے گداگری کرا رہا ہے عشق لا اُبالی جو چاہے کراتا ہے اُس سے ڈرتے رہو۔ عشق۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

[2] با محمد۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کو لگا تو خدا نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ منتہی۔ اور انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں بدرجہ واتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لیے ہے۔ منفعتہای۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی مثال چوزے کی سی ہے، چوزہ اصل ہے۔

[3] خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو اس سے سمجھ لو۔ خاک۔ زمین خشک ہوتی ہے پھر اُس میں سبزہ زار اُگ جاتا ہے اس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھ لو۔ باتو۔ پہاڑوں کا جماؤ عاشقوں کا جماؤ سمجھانے کے لیے ہے۔ گرچہ۔ عشق ایک معنوی چیز ہے اور اُس کی صفات کی ان چیزوں سے تشبیہ محض سمجھانے کے لیے ہے۔

غُصّہ[1] را با خار تشبیہے کُنند — آں نباشد لیک تنبیہے کُنند

غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں — وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خوانند — نامناسب بُد مثالے راندند

وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں — مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصوُّر در نیاید عینِ آں — عیب بر تصویر نہ نفیش مداں

گر وہ بعینہ تصور میں نہ آئے — (تو) مثال پر عیب لگا، اُس کا انکار نہ کر

رفتنِ[2] شیخ در خانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار با زنبیل باشارتِ غیب

شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک مانگنے جانا اور

و عتاب کردنِ امیر اُو را بداں وقاحت و عُذر گفتنِ اُو امیر را

امیر کا اُن پر اس بے شرمی کے لیے ناراض ہونا اور اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرّت چوں فقیر — بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر

شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ — بھیک کے لیے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیءٌ للہ زناں — خالقِ جاں می بجوید تائے ناں

لئے ہاتھ میں زنبیل اور "کچھ اللہ کے لیے" کا نعرہ لگاتے ہوئے — جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے[3] باژگونہ است اے پسر — عقلِ کُلّی را کُند ہم خیرہ سر

اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں — جو مکمل عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح — گویمت چیزے مَنِہ نامم شحیح

جب امیر نے ان کو دیکھا، اُس نے کہا، اے بے شرم — میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میرا نام بخیل نہ رکھ

اے خسِ بے شرم چندیں جُست و جوئے — تا کے و تا چند بارزقِ دو توئے

اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ — کب تک اور کتنی دوگنے رزق کے لیے؟

ایں چہ سَغری و چہ رُوئیست و چہ کار — کہ بروزے اندر آئی چار بار

یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منہ اور کیا کام ہے؟ — کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تُو — من ندیدم نر گدا مانندِ تُو

بڈھے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟ — میں نے تجھ جیسا بُرا فقیر نہیں دیکھا

---

[1] غُصّہ۔ انسان کا غصہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اُس کو کانٹے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ دلِ قاسی۔ سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے، اگر مشبّہ سے مشبّہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مشبّہ کا انکار نہ کرنا چاہیے۔

[2] رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اس امیر نے اُن کو بُرا بھلا کہا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ قصر۔ محل۔ در کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ شیءٌ للہ کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک عدد روٹی مانگتا ہے۔

[3] نعلہای۔ یہ عجب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح۔ بے شرم۔ منہ۔ امیر نے کہا کہ مجھے بخیل نہ کہنا مجبوراً مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔ اے خس۔ اُس امیر نے شیخ کو کہا کمینے روٹی کے لیے بار بار اس قدر تگ و دو کیوں ہے۔ سغری۔ سخت رُوئی، بے حیائی۔ بندِ تو۔ یہاں کوئی یہ قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ نر گدا۔ برا بھکاری۔

حُرمت و آبِ گدایاں بُردۂ
تُو نے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کر دی
ایں چہ عباسیؔ[1] زشت آوردۂ
یہ کیا بُری عباسیت تو نے اختیار کی

غاشیہ بردوشِ تو عباسِ دبس
عباس دبس تو تیرا غلام ہے
ہیچ مُلحد را مبادِ ایں نفسِ نحس
یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش
اُنھوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں، چپ رہ
ز آتشم آگہ نہ چندیں مجوش
تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے اس قدر جوش میں نہ آ

بہرِ ناں در خویش حرص ار دیدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا
اِشکمِ نانخوارہ را بدریدمے
روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسم پز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال
در بیاباں خوردہ ام من برگِ رز
میں نے جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں

تازؔ[2] برگِ خشک و تازہ خوردنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتے کھانے سے
سبز گشتہ بُود ایں رنگِ تنم
میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا

تا تو باشی در حجابِ بُو البشر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے
سرسری در عاشقاں کمتر نگر
عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ مویہا بشگافتند
ذہین لوگ جنھوں نے موشگافیاں کی ہیں
علمِ ہیئت را بجاں دریافتند
اُنھوں نے علمِ ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کرلیا

علمِ نیرنجاتؔ[3] و سحر و فلسفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم
گرچہ نشناسند حق المعرفہ
اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا اِمکانِ خود
لیکن اپنے مقدور بھر اُنھوں نے کوشش کی
بر گذشتند از ہمہ اَقرانِ خود
اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و ز ایشاں در کشید
عشق نے غیرت کی اور اُن سے جُدا رہا
شُد چُنیں خورشید ز ایشاں ناپدید
ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہو گیا

نورِ چشمے کہ بروز اِستارہ دید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا
آفتابے چوں ازُو رُو در کشید
ایسا سورج اُس سے کیوں چھپ گیا؟

زیں گذر کُن پندِ من بپذیر ہیں
اس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے
عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں
تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

[1] عباسی۔ عباس دبس مشہور بھکاری تھے اس لیے عباسی کے معنی بھکاری پن ہوگئے۔ غاشیہ۔ گھوڑے کی زین کا نمدہ غاشیہ بردوش بمعنی خادم۔ ملحد۔ بددین۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا میں یہ بھیک اللہ کے حکم سے مانگتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بہرِ ناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ دوں۔ ہفت۔ میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتوں پر گذارہ کیا ہے۔

[2] تاز برگ۔ یعنی سبز پتے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہوگیا یا بدن میں خوشحالی ہوگئی۔ ابوالبشر۔ حضرت آدم یہاں مطلقاً انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ۔ جو بال کی کھال نکالتے ہیں انھوں نے بہت سے دنیوی علم حاصل کیے لیکن ان کو عشق کا علم حاصل نہ ہوسکا۔

[3] نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضا ہوا اور ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔ نورِ چشمے۔ حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے باریک بین تھے لیکن ان کو عشق نظر نہ آیا۔ زیں۔ یعنی ملامت۔

وقتِ[1] نازک گشتہ و جاں در رصد
وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے
باتو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود
اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جا سکتا

فہم کُن موقوف آں گفتن مباش
سمجھ لے، کہنے پر موقوف نہ رہ
سینہہائے عاشقاں را کم خراش
عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر

نے گمانے بُردۂ توزیں نشاط
نہیں، تو نے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے
حزم را مگذار و میکُن احتیاط
پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر

واجب[2] ست و جائز ست و مستحیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے
ایں وَسط را گیر در حزم اے دخیل
اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کر لے

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ وعکسِ صدقِ اُو و ایثار کردنِ مخزن

شیخ کی نصیحت اور اُن کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت اور گستاخی کے بعد

بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصام شیخ وقبول ناکردنِ شیخ وگفتن کہ من

خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے

بے اشارت نیارم تصرف کردن کہ بے امرِ غیب نستانم

خرچ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں[3] بگفت و گریہ در شُد ہائے ہائے
یہ فرمایا، اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے
اشک غلطاں بر رُخِ اُو جائے جائے
جگہ بجگہ اُن کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے

صدقِ اُو ہم بر ضمیرِ میر زد
اُن کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا
عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے

صدقِ عاشق بر جمادے می تند
عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے
چہ عجب گر بردلِ دانا زند
کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے

صدقِ موسیٰؑ بر عصا و کوہ زد
(حضرت) موسیٰؑ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا
بلکہ بر دریائے پُر اشکوہ زد
بلکہ ہیبت ناک دریا پر اثر کیا

صدقِ احمدؐ بر جمال ماہ زد
(حضرت) احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا
بلکہ بر خورشید رخشاں راہ زد
بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

---

[1] وقتِ نازک۔ شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی پوری کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ فہم کن۔ سمجھ لے یہ بھکاری پن مجھ سے عشق کرا رہا ہے۔ نے گمانے۔ تو نے اپنی عیش وعشرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہیے۔

[2] واجب۔ حزم واحتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے، اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو اس میں احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل۔ ناممکن یعنی حرام۔ دخیل۔ یعنی دوست۔ مخزن۔ خزانہ۔ تصرف۔ خرچ کرنا۔

[3] ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدق او۔ اُن کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدق عاشق۔ عاشق کی سچائی غیر جاندار کو بھی متاثر کر دیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدق موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ کو متاثر کر دیا لاٹھی اژدہا بنی کوہ طور میں زلزلہ آ گیا۔ بلکہ بر۔ دریا نیل نے راستہ دے دیا۔ صدق احمد۔ حضور کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہو گیا۔

رُو بِرُو آوردہ ہر دو در نَفیر[1] گشتہ گریاں ہم امیر وہم فقیر

آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند گفت میر اُو را کہ خیز اے ارجمند

جب بہت دیر تک روئے امیر نے اُن سے کہا، اقبالمند! اٹھو

ہرچہ خواہی از خزانہ بر گزیں گرچہ استحقاق داری صد چنیں

جو چاہو خزانے سے لے لو اگرچہ ایسے سو گنے کے مستحق ہو

خانہ آنِ تست ہر چت میل ہست ہر گزیں خود ہر دو عالم اندکست

آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے خود پسند کر لیجئے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری نداد ندم چنیں کہ بدستِ خویش چیزے برگزیں

فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من زخود نتوانم ایں کردن فضول کہ کنم من ایں دخیلانہ دخول

میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا کہ میں دوستانہ دخل دوں

ایں بہانہ[2] کرد و مُہرہ در ربود مانع آں بُدکاں عطا صادق نبُود

یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُر خلوص نہ تھی

گرچہ صادق بُود بے غل بُود و خشم شیخ را ہر صدق می ناید بچشم

اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصہ کے تھا (لیکن) ہر سچ، شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں دادست اِلٰہ کہ گدایانہ برو نانے بخواہ

فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ما گدایانہ ازاں درخواستیم ورنہ از اموال بے پرواستیم

ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

اشارتِ آمدن از غیب بشیخ کہ ایں دو سال بفرمانِ ما بستدی وبدادی[3] بعد ازیں

شیخ کو غیب سے اشارہ ہونا کہ ہمارے حکم کے مطابق ان دو سال میں تم نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور

بدہ ومستاں دست در زیرِ حصیر میکن کہ آنرا چوں انبانِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

لو نہیں بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈالو کیونکہ ہم نے اُسکو تمھارے لیے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے

---

[1] رُو بِرُو۔ اب شیخ بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا۔ ساعتے۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہر حال میرا خزانہ حاضر ہے اس میں سے جو چاہیں لے لیں۔ خانہ۔ امیر نے کہا میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے لیں آپ کے لیے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں۔ دخیلانہ۔ دوستانہ۔

[2] ایں بہانہ۔ شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل لینا ہی منظور نہ تھا اس لیے کہ اب امیر کی عطا اللہ کے لیے نہ تھی بلکہ شیخ کی عظمت کی وجہ سے شیخ کے لیے تھی۔ مہرہ در بود۔ یعنی وہ شطرنجی چال چلے جس سے مخالف مات کھا جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اُس سچائی کو پسند نہ کیا اس لیے کہ اس میں غیر اللہ کی بوتھی۔ ما گدایانہ۔ شیخ نے کہا ہم تو خدائی حکم سے صرف بھیک مانگتے ہیں ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں۔

[3] وبدادی۔ دو سال بھیک منگوانے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تک تو تم نے مانگا اور فقیروں کو دیا اب بغیر مانگے فقیروں کو دو۔ بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو، اور بانٹ دیا کرو۔ انبان۔ تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کھجوروں کا ایک تھیلا عنایت فرمایا تھا وہ اس میں سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا اُن سے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے حادثہ میں گم ہو گیا تھا۔

کردیم در حقِ تو ہرچہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ
تھیلے کی طرح کر دیا ہے، تم جو چاہو گے لے لو گے تاکہ دنیاداروں کو یقین آ جائے کہ اس
ورائے ایں عالم عالمے[1] ست کہ خاک بکف گیری زر شود و
عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور
مُردہ درو آید زندہ شود و نحسِ اکبر دُرو آید سعدِ اکبر شود و کفر
مُردہ اُس میں آ جائے تو زندہ ہو جائے نحس اکبر اُس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر
دُرو آید ایمان شود و زہر دُرو آید تریاق شود نہ داخلِ ایں
اُس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اُس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اس عالم میں
عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل
داخل ہے نہ اس عالم سے خارج نہ اُوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جُدا
نہ منفصل بیچوں و بچگونہ ہر دم ازو ہزار اثر و نمونہ
بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اُس سے ہزاروں اثر اور نمونے
ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست باصورتِ دست و غمزۂ
ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ ہاتھ کہ دستکاری، ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ
چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان باصورتِ زبان. نہ
کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ
داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ
داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

تا[2] دو سال ایں کار کرد آں مردِ کار — بعد ازاں امر آمدش از کردگار
اُن کار گذار نے دو سال تک یہ کام کیا — اُس کے بعد اُن کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ — ما بدادیمت ز غیب ایں دستگاہ
اس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ — ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دے دی ہے

ہرکہ[3] خواہد از تُو ازیک تاہزار — دست در زیرِ حصیرے کُن برآر
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے — بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز گنجِ رحمتِ بے مَر بدہ — در کفِ تو خاک گردد زر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانہ سے دے — تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائے گی، دے

---

[1] عالمے ست۔ عالم اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سبب عادی کے ہو جاتا ہے اور اُس کا ظہور اس عالم میں ہو جاتا ہے معجزوں کا تعلق اُسی عالم سے ہے اور اس عالم میں بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نحسِ اکبر۔ زُحل ستارہ، اس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر۔ مشتری ستارہ، اس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔

[2] تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سررزی کا یہ طریقہ کار رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اُس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بعد ازیں۔ دو سال بعد اُن کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمھیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کر دیا کرو۔

[3] ہرکہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے بوریئے کے نیچے سے جو چاہو اور جس قدر چاہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ در کفِ تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لو گے تو سونا بن جائیگی۔

ہر چہ خواہندت بدہ مندیش ازاں　　دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں

جو تجھ سے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر　　تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

در عطائے مانہ تخسیر[1] و نہ کم　　نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم

ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی　　اس عطا میں نہ شرمندگی ہے نہ حسرت

دست زیرِ بوریا کُن اے سند　　از برای رُوئے پوشِ چشمِ بد

اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر　　بُری نظر سے پردے کے لیے

پس ز زیرِ بوریا پُر کُن تو مُشت　　دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پُشت

پھر تو بوریے کے نیچے سے مٹھی بھر لے　　کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھ میں دے دے

بعد ازیں از اجرِ ناممنون بدہ　　ہر کہ خواہد گوہرِ مکنوں بدہ

اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے　　جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رو یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تو باش　　ہمچو دستِ حق گزافہ رزق پاش

جا، تو ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن　　اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

وام[2] داراں را ز عہدہ وارہاں　　ہمچو باراں سبز کُن فرشِ جہاں

قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑوا　　دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے

بُود یک سالِ دگر کارش ہمیں　　کہ بدادے زر ز کیسۂ ربِّ دیں

ایک سال اور اُن کا یہی کام رہا　　دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زر شدے خاکِ سیہ اندر کفش　　حاتمِ طائی گدائے در صفش

کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی　　حاتم طائی اُن سے (بھیک مانگنے والوں کی) صف میں تھا

دانستنِ[3] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستن قدرِ وام وا مداراں
بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور ان کے کہے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار
بے گفتنِ ایشان و گفتن کہ نشان ایں باشد کہ اُخرُج
کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری
بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ فَمَنْ رَاٰکَ فَقَدْ رَاٰنِیْ
صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھا

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر　　اُو بدادے و بدانستے ضمیر

اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا　　وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

---

[1] تخسیر۔ ٹوٹا۔ دست۔ بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظرِ بد سے بچانے کے لیے ہے۔ ناممنون۔ جو منقطع نہ ہو۔ مکنوں۔ چھپا ہوا۔ رو۔ اب تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو مفت عطا کیا کرتا ہے۔

[2] وام داراں۔ مقروضوں کا قرض ادا کر۔ بود۔ ایک سال تک شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریے کے نیچے سے نکال کر ضرورت مندوں کو دیتے رہتے تھے۔ حاتم۔ حاتم طائی جیسا تئی بھی اُن کے بھکاریوں کی صف میں ہوتا تھا۔

[3] دانستن۔ شیخ فقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور حسب ضرورت اسکو دیدیتے تھے اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ حاجتِ خود۔ سائل اپنی حاجت نہ بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے۔

پیشِ او روشن ضمیرِ ہر کسے — از فقیر و وام دار و محبسے[1]

اُن کے لیے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی — فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ در دل داشتے آں پُشت خم — قدرِ آں دادے بدونے بیش و کم

وہ ڈُہری کمر والا جو دل میں رکھتا — اُس کی بقدر اُس کو دے دیتے نہ زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ او — ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو

تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں — اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

او بگفتے خانۂ دل خلوت ست — خالی از گدیہ مثالِ جنت ست

وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے — جو سوال سے خالی ہو وہ جنت کی طرح ہے

اندرو جز عشقِ یزداں کار نیست — جز خیالِ وصلِ او دیّار نیست

اُس میں خدا کے عشق کے سوا معاملہ نہیں ہے — وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را من روفتم از نیک و بد — خانہ ام پُرست از عشقِ احد

میں نے اچھے بُرے سے دل کو صاف کر لیا ہے — میرا گھر خدا کے عشق سے پُر ہے

ہرچہ[2] بینم اندر و غیرِ خدا — آنِ من نبُود بُوَد عکسِ گدا

میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں — وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے

گر در آبے نخل یا عرجوں نمود — جز ز عکسِ نخلۂ بیروں نبُود

اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی — باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار بہ بینی صورتے — عکسِ بیروں باشد آں نقش اے فتے

پانی کہ تہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے — اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہو گا

لیک تا آب از قذی خالی شدن — تنقیہ شرط ست در جُوئے بدن

لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک — بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تانماند[3] تیرگی و خس درو — تا امیں گردد نماید عکسِ رُو

تاکہ اس میں کدورت اور گھاس (پھونس) نہ رہے — حتیٰ کہ وہ امین بن جائے (اور) چہرے کا عکس دکھا دے

جز گلابہ در تنت کو اے مُقِل — آبِ صافی کُن ز گِل اے خصمِ دل

اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟ — اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کر لے

تو برآنی ہر دمی کز خواب و خور — خاک ریزی اندریں جو بیشتر

تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے — اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

---

[1] محبس۔ مصدر بمعنی مفعول قرار دے کر ہم نے قیدی ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم۔ یعنی بوجھ سے دبا ہوا۔ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُنسے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ او بگفتے۔ وہ شیخ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل، جنت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اُس میں سوائے عشق خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے ہم نے اپنے دل کو عشق خداوندی کے سوا سے بالکل خالی کرلیا ہے۔

[2] ہرچہ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اسوجہ سے ہم اسکی سب ضرورت جان جاتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اُس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویریں بھی دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کیلیے مجاہدات کے ذریعہ اسکا تنقیہ ضروری ہے۔

[3] تانماند۔ جب اُس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ جز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لیے بہت محنت درکار ہے۔ تو برآنی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اُس کی کدورت میں اضافہ ہوتا ہے۔

سببِ دانستنِ ضمیر ہائے خلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں[1] دلِ آں آب ازینہا خالیست عکسِ رُوہا از بُروں در آب جست

جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مصفا کُن درونِ خویش را تابدانی سرِّ ہر درویش را

تو اپنے باطن کو صاف کر لے تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے

پس تُرا باطن مُصفّا ناشُدہ خانہ پُر از دیو و نسناس و دَدَہ

تیرا باطن مصفّٰی نہیں ہوا بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے[2] خرے ز اِستیزہ ماندہ در خری کے ز ارواحِ مسیحاؑ بُو بَری

او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا (حضرت) مسیحؑ کی روحوں سے تو کب واقف ہو گا؟

کے شناسی گر خیالے سر کُند کز کدامیں مکمنے سر بر کُند

اگر کوئی خیال نمودار ہوا، تو کب پہچانے گا کہ کس نہاں خانہ سے وہ اُبھرا؟

چوں خیالے میشود در زُہد تن تا خیالات از درونہ روفتن

زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیالِ کژ بُروب از اندروں تا نگرداند تُرا زاہلِ بُروں

باطن میں سے یہ ٹیڑھا خیال نکال دے تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

غالب شُدنِ مکرِ روباہ براستعصامِ خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آ جانا

خر بسے کوشید و اُو را دفع گفت لیک جوعُ الکلب باخر بُود جُفت

گدھے نے بہت کوشش کی اور اس کی مدافعت کی لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی

غالب[3] آمد حرص و صبرش شد ضعیف پس گلو ہا کہ بُرد عشقِ رغیف

حرص غالب آ گئی اور صبر کمزور ہو گیا روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں رسُولے کش حقائق داد دست کَادَ فَقْرًا اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا آمدست

اُس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" منقول ہے

گشتہ بُود آں خر مجاعت را اسیر گفت اگر مکرست یکرہ مُردہ گیر

وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا سوچا اگر مکر ہے، ایک دم سے مُردہ سمجھ لے

---

[1] چوں۔ جب آبِ دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی ہر خارجی چیز کا عکس اس میں نظر آنے لگے گا۔ تابدانی۔ جب تو اس کو مصفّٰی کرلے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا۔

[2] اے خرے۔ جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خرِ عیسیٰ ہو گا عیسیٰ نہ ہو گا۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ چوں۔ جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اُس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ زاہلِ بُروں۔ یعنی از اہلِ بروں۔ استعصام۔ بچاؤ۔ جوع الکلب۔ یعنی جوع البقر۔

[3] غالب۔ گدھے کی حرص صبر پر غالب آ گئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے۔ کاد۔ حدیث شریف ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا "فقر قریب ہے کہ کفر بنجائے" یعنی انسان کا فقر اُس کو کافر بنا دیتا ہے۔ مجاعت۔ بھوک۔ گفت۔ گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر ہی ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بارگی موت اچھی ہے۔

زیں عذابِ جُوع بارے وارہم — گر حیات این ست من مُردہ بہم

بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا — اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خر اوّل توبہ و سوگند خورد — عاقبت ہم از خری خبطے[1] بکرد

گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی — انجام کار گدھے پن سے، گڑ بڑ بھی کر دی

حرص کور و احمق و ناداں کند — مرگ را بر احمقاں آساں کند

لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے — احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ برجانِ خراں — کہ ندارند آبِ جانِ جاوداں

گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے — کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چوں ندارد جانِ جاوید آں شقیست — جرأتِ اُو بر اجل از احمقی ست

چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا، بدبخت ہے — موت پر اُس کی جرأت حماقت سے ہے

جہد کُن تا جاں مخلد گردت — تا بروزِ مرگ برگے باشدت

کوشش کر تاکہ تیری جان ابدی بن جائے — تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادش[2] نیز بر رازق نبُود — کہ بر افشاند برُو از غیب جُود

اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا — جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تاکنونش فضل بیروزی نداشت — گرچہ گہہ گہہ برتنش جُوعے گماشت

اُس کو (اللہ کے) فضل نے ابتک بے رزق کے نہیں رکھا — اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کر دیا

دَر بیانِ فضیلت جُوع واحتماء

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گرنباشد[3] جُوع صد رنجِ دگر — از پئے ہیضہ بر آرد از تو سَر

اگر بھوک نہ ہو، دوسری سیکڑوں بیماریاں — ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی

رنجِ جُوع اولیٰ بُوَد خود زاں علل — ہم بلُطف و ہم بخفت، ہم عمل

ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے — پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن اور عمل کے اعتبار سے بھی

رنجِ جُوع از رنجہا پاکیزہ تر — خاصہ در جُوع ست صد نفع و ہُنر

بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے — خصوصاً بھوک میں سیکڑوں فائدے اور ہُنر ہیں

جوع خود سلطانِ داروہاست ہیں — جُوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں

آگاہ! بھوک خود داؤں کی بادشاہ ہے — بھوک کو جان میں جگہ دے، اس کو ذلیل نہ سمجھ

[1] خبط۔ گڑ بڑ۔ حرص۔ لالچ انسان کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے اور موت کو آسان کر دیتی ہے جسطرح گدھے نے اپنی موت کو پسند کر لیا۔ کہ ندارند۔ احمقوں اور گدھوں کی زندگی ابدی نہیں ہے اور انسان شقاوت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کر لیتا ہے۔ جہد کن۔ انسان کو ابدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[2] اعتمادش۔ اس گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تاکنونش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا۔ جوع۔ بھوک۔ در بیان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اُس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

[3] گرنباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ رنج۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس میں جسم میں پاکیزگی اور ہلکاپن اور کارکردگی رہتی ہے اور بہت منافع ہیں۔ جوع۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہو جاتی ہیں۔

جملہ[1] ناخوش از مجاعت خوش شد ست
سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوش ذائقہ ہو گئے ہیں

جملہ خوشہا بے مجاعتہا ردست
تمام خوش مزہ، بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفرہ
ایک شخص جو کی روٹی کھا رہا تھا

گفت سائل چوں بدین ستت شرہ
سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جوع از صبر چوں دو تا شود
اُس نے کہا جب بھوک صبر سے دہری ہو جاتی ہے

نانِ جو در پیشِ من حلوا شود
میرے لیے جو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پس توانم کہ ہمہ حلوا خورم
تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں

چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم
جب لامحالہ ضروری صبر کر لوں

خود نباشد جوع ہر کس را زبوں
بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے

کایں علف زاریست ز اندازہ بروں
کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے

جوع مرخاصانِ حق را دادہ اند
بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے

تا شوند از جوع شیرو زورمند
تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جوع ہر جلفِ[2] گدارا کے دہند
بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں؟

چوں علف کم نیست پیشِ اُو نہند
چونکہ چارہ کم نہیں ہے، اُس کے سامنے رکھ دیتے ہیں

کہ بخور توہم بدیں ارزانیے
کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے

تو نہ مرغِ آب مرغِ نانیے
تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرند ہے

نبود اندر دل ترا جز فکرِ ناں
تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا

ناید اندر خاطرت جز ذکرِ ناں
تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیستت
اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟

جوع مردن بہ بُود زیں زیستت
مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت[3] مُریدے کہ شیخ از حرصِ ضمیرِ اُو واقف شُد و اُورا نصیحت کرد بزبان و در ضمنِ نصیحت قوّتِ توکل بخشیدش بامرِ حق عزّ وجل

اُس مرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اُس کو زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کو توکل کی قوت بخش دی

---

1. جملہ۔ بھوک میں جو کی روٹی بھی پلاؤ قورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے لذیذ کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ فخفرہ۔ بوزن مسخرہ، جو۔ شرہ۔ حرص۔ گفت۔ اس نے جواب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک لگا کر اور صبر سے کام لے کر جو کی روٹی کا حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا وسیع چراگاہ ہے اُس میں انسان کچھ نہ کچھ کھا لیتا ہے۔ جوع۔ بھوک صرف خاصانِ خدا کا حصہ ہے جس سے وہ روحانی شیر بن جاتے ہیں۔
2. ہر جلف۔ ہر کمینہ گدا کو بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی، اس کے لیے عام خوراک مہیا کر دی جاتی ہے اور اُس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو دریائے معرفت کا پرند نہیں ہے روٹی کھانے والا پرند ہے۔ بعد چندیں۔ حریص پیٹو کھا پی کر مرجاتا ہے اور اُس کی لاحاصل زندگی ختم ہو جاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔
3. حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اُس شہر کی طرف جا رہے تھے جہاں قحط تھا۔ مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا شیخ پر اس کی دلی کیفیت منکشف ہوئی تو شیخ نے اُس کو نصیحت کی اور اس میں اپنے تصرف سے توکل کی طاقت پیدا کر دی۔

شیخ میشد بامُریدے بیدرنگ　سُوئِ شہرے ناں در انجا بود تنگ[1]

شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے　شہر کی جانب وہاں روٹی کمیاب تھی

ترسِ جُوع و قحط در فکرِ مُرید　ہر دمے میگشت از غفلت مزید

مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا　جو غفلت کی وجہ سے ہر لحظہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بُود و واقف از ضمیر　گفت اُو را چند باشی در زَحِیر

شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے　انھوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہے گا؟

از برائے غُصّۂ ناں سُوختی　دیدۂ صبر و توکل دوختی

تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے　تو نے صبر اور توکل کی آنکھ بند کر لی ہے

تونۂ زاں نازنینانِ عزیز　کہ تُرا دارند بے جوز و مویز

تو اُن پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے　کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منّقٰی کے رکھیں

جُوع رزقِ جانِ خاصانِ خداست　کے زبونِ ہمچو تو گیجِ گداست

بھوک، خاصانِ خدا کا رزق ہے　وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے؟

باش فارغ تو ازانہا نیستی　کاندر ایں مطبخ تو بے ناں بایستی

تو مطمئن رہ، تو اُن میں سے نہیں ہے　کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ[2] برکاسہ ست ناں برناں مُدام　از برائے ایں شکم خوارانِ عام

ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے　ان عام پیٹوؤں کے لیے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش　کہ زبیمِ بے نوائی کشتہ خویش

جب مرتا ہے، روٹی آگے آگے جاتی ہے　کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر　اے بکُشتہ خویش را اندر زحیر

تو چلا، روٹی رہ گئی کھڑا ہو، لے لے　اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں[3] توکل کُن ملرزاں پاو دست　رزقِ تُو بر تُوز تو عاشق ترست

خبردار! توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا　تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند اُو مول مول　کہ ز بے صبریت داند اے فضول

وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے، ٹھہر ٹھہر　کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

گر ترا صبرے بُدے رزق آمدے　خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے

اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آ جاتا　عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر لا ڈالتا

---

[1] تنگ۔ یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا روٹی گراں اور کمیاب تھی۔ از غفلت۔ یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے۔ زحیر۔ پیچش۔ پیچ و تاب۔ از برائے۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ تونۂ۔ تو ان خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو جوع کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے لامحالہ دنیاوی غذا میسر آ جائے گی۔ گیج۔ احمق۔

[2] کاسہ۔ دنیاداروں کے لیے بکثرت کھانا پینا موجود ہے۔ چوں بمیرد۔ جب مر جاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کر دی جاتی ہے اور وہ روٹی مردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھ اب روٹی لے لے۔

[3] ہیں۔ شیخ نے مُرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا لامحالہ رزق انسان کو تلاش کر کے اس کے پاس پہنچتا ہے۔ عاشق ست۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری کو جانتا ہے۔

ایں تپ و لرزہ ز خوفِ جُوع چیست　　در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟　　توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایت[1] آں گاوَ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ، حق تعالیٰ

اُس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اُس بڑے جزیرے

آں جزیرہَ بزرگ را ہر روز پُر کند از نبات و ریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاوَ باشد تا بشب آں گاوَ ہمہ را بچرد و فربہ

اُس بیل کے لیے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ، چوں شب شود خوابش نبرد از غُصّہ و

طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اُس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غُصّہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبزہ تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اُٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

ازوے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہا ست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اُس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ اُو ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

آ پکڑتا ہے سالوں گذر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں　　اندرو گاویست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے　　اُس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ[3] صحرا را چرد اُو تا بشب　　تا شود زفت و عظیم و منتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے　　حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم　　گردد اُو چوں تارِ مو لاغر ز غم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟　　وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے

چوں بر آید صبح گردد سبز دشت　　تامیاں رُستہ فصیلِ سبز و کِشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے　　سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی ہے

---

[1] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اس بیل کی بے صبری تھی اور رزق کے فکر میں گھلا جاتا تھا یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ نرا سبزہ زار ہے بیل اکیلا ہے، دن بھر خوب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اس غم میں رہتا کہ میں نے سب چراگاہ کھالی اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ فصیل۔ سبز جو، خوید۔

اندر افتد گاؤ با جوع البقر[1] — تا بشب آں را چرد او سر بسر

بیل جوع البقر کے ساتھ اس میں گھس جاتا ہے — رات تک وہ اس کو چر جاتا ہے

باز زفت و فربہ و لمتر شود — آں تنش از پیہ و قوت پر شود

پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے — اس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع — تا شود لاغر ز خوفِ منتجع

وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے — چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقتِ خور — سالہا این ست کارِ آں بقر

کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟ — اس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نندیشد کہ چندیں سال من — میخورم زیں سبزہ زار وزیں چمن

وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں — اس سبزہ زار اور اس چمن کو چر رہا ہوں

ہیچ[2] روزے کم نیامد روزیم — چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم

کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے — (پھر) میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاؤ زفت — میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت

پھر جب رات ہوتی ہے وہ موٹا بیل — لاغر ہو جاتا ہے کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفس آں گاوست و آں دشت ایں جہاں — کو ہمی لاغر شود از خوفِ ناں

نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے — جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب — لوتِ فردا از کجا سازم طلب

کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟ — کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟

سالہا خوردی و کم نامد زخور — ترکِ مستقبل کن و ماضی نگر

تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا — آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

لوت[3] پوتِ خوردہ راہم یاد آر — منگر اندر غابر و کم باش زار

کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر — مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن

قصہء آں گاؤ را یکسوئے نہ — زاں خرو زاں شیرِ نر پیغام دہ

اس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ — اس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

صید کردنِ شیر آں خر را و تشنہ شدنِ شیر از کوشش و رفتن

شیر کا اس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

---

[1] جوع البقر۔ وہ مرض ہے جسمیں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا۔ لمتر۔ موٹا۔ فزع۔ گھبراہٹ۔ منتجع۔ چراگاہ۔ سالہا۔ ایک عرصہ دراز تک اس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو کل کی فکر میں دبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یا خوف بیجا ہے اتنے سال گزر گئے اور مجھے بہر حال روز خوراک حاصل ہو رہی ہے۔

[2] ہیچ۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں مل رہی ہے تو میں غم کیوں کروں۔ نفس۔ انسان کے نفس کو یہ بیل سمجھو اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہ چہ۔ انسان اسی فکر میں گھلتا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک۔ انسان کو چاہیے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت۔ یہ یاد رکھ کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے خدا اسی طرح دے گا آئندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ صید کردن۔ شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس محنت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس وقفہ میں گدھے کا دل جگر گردہ کھا لیا شیر نے آ کر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتا تو وہ تیرے پہلے حملے کے بعد دوبارہ بہکانے سے تیرے پاس کیسے آ جاتا۔

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدنِ شیر روباہ جگر بند و دل و گردہ
تا کہ پانی پئے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا چکی
خر را خوردہ بُود کہ لطیف ترست، شیر طلب کرد دل و
تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل و جگر نہ پایا
جگر نیافت، از روبہ پرسید کہ دل و جگر و گردہ کجا ست
لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے؟
روبہ گفت اگر اُو را دل و جگر بُودے آنچناں سیاستے کہ
لومڑی نے کہا، اگر اُس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اُس نے اُس دن دیکھی تھی
دیدہ بُود آں روز بہزار حیلہ جان بُردہ بُود کے بر تو باز آمدے
جس سے ہزار حیلہ سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟
[1] لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ
"اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے"

بُرد خر را روبہک تا پیشِ شیر — پارہ پارہ کردش آں شیرِ دلیر
لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی — اُس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے

تشنہ شد از کوشش آں سلطانِ دد — رفت سُوئے چشمہ تا آبے خورد
محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا — چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے

روبہک[2] خورد آں جگر بند و دلش — آں زماں چوں فرصتے شُد حاصلش
لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی — اُس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں وا گشت از چشمہ بخور — جُست در خر دل نہ دل بُد نے جگر
شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا — گدھے میں دل ڈھونڈا، نہ دل تھا نہ جگر

گفت[3] روبہ را جگر کو دل چہ شُد — کہ نباشد جانور را زیں دوید
لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا — جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر — کے بدیں جا آمدے بارِ دگر
اُس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا — وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز — واں زکوہ افتادن و ہول و گریز
اُس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا — وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

---

[1] لو کنّا۔ دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم صحیح بات سُن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک۔ ذلیل لومڑی۔ سلطانِ دد۔ درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[2] روبہک۔ جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع مل گیا وہ گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر۔ شیر نے واپس آ کر دیکھا تو گدھے کا دل و جگر موجود نہ تھا۔

[3] گفت۔ شیر نے لومڑی سے کہا دل و جگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر بودے۔ لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ آں قیامت۔ اُس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور پہاڑ پر سے سر کے بل گرا تھا۔

گر[1] جگر بُودے وُرا نیا دل بُدے ‏ بارِ دیگر کے بَرِ تو آمدے
اگر اُس کے جگر ہوتا، یا دل ہوتا ‏ دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟

چوں نباشد نورِ دل، دل نیست آں ‏ چوں نباشد روح جُز گِل نیست آں
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے ‏ جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں ‏ بولِ قارورہ است قندیلش مخواں
وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا ‏ اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست دادِ ذُوالجلال ‏ صنعتِ خَلقت آں شیشہ و سِفال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے ‏ شیشہ اور دیولا مخلوق کی کاریگری ہے

لاجرم[2] در ظرف باشد اعتداد ‏ در لہب ہا نبُوَد الا اتحاد
لا محالہ ظرف میں تعدد ہے ‏ روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند ‏ نیست اندر نورِ شاں اعداد و چند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا ‏ اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آن جہود از ظرفہا مشرک شُد ست ‏ نور دید آں مومن و مُدرِک شدست
یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا ‏ مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر رُوح اُفتد مرُورا ‏ پس یکے بیند خلیلؑ و مصطفےؐ
چونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے ‏ اس لیے خلیلؑ اور مصطفیؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف اُفتد روح را ‏ پس دو بیند شیثؑ را و نوحؑ را
جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے ‏ وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

جُو[3] کہ آبش ہست جُو خود آں بُوَد ‏ آدمی آنست کو را جاں بُوَد
جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے ‏ آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مردانند اینہا صُورت اند ‏ مُردۂ نانند و کُشتۂ شہوتند
یہ مرد نہیں ہیں، یہ مورتی ہیں ‏ روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت درمیان بازار از سرِ حالتے کہ اُورا بُود

اس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لیے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس باطنی حالت کی وجہ سے جو اُسکو حاصل تھی

[1] گر جگر بودے۔ اگر دل وجگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد۔ جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پتلا ہے۔ آں زجاج۔ جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ پیشاب کی شیشی ہے۔ شیشہ۔ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سفال۔ یعنی مٹی کا چراغ۔

[2] لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے ان کی روشنی جو پھیلتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیا کے اجسام پر نظر کی تو ان میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں"۔

[3] جو۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ ایں۔ عوام انسان نہیں ہیں، مورتیں ہیں ان کو زندہ بھی نہ سمجھو۔ یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

آں[1] یکے با شمع بر میگشت روز
ایک شخص دن میں چراغ لیے ہوئے گھومتا تھا
گردِ بازار و دلش پُر عشق و سُوز
بازار میں، اور اُس کا دل عشق و سوزش سے پُر تھا

بُوالفضو لے گفت اُو را کاے فلاں
ایک بیہودہ نے اُس سے کہا کہ اے فلاں!
ہیں چہ میجوئی بسُوئے ہر دُکاں
ہر دُکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہیں چہ میگردی تو جُویاں با چراغ
ہائیں، تو چراغ لیے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟
درمیانِ روزِ روشن چیست لاغ
روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

گفت میجُویم بہر سُو آدمے
اُس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں
کہ بُود حے از حیاتِ آں دمے
جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

گفت من جُویائے انساں گشتہ ام
اُس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں
می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پُر
(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے
مرد مانند آخر اے دانائے حُر
اے عقلمند آزاد! باالآخر انسان ہی ہیں

گفت خواہم[2] مرد بر جادہ دورہ
اُس نے کہا میں دوراہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں
در رہِ خشم و بہنگامِ شرہ
غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کو
غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟
طالبِ مردے دوانم کو بکو
میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

کو دریں دو حال مردے در جہاں
دنیا میں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟
تافدائے اُو کنم امروز جاں
تاکہ آج میں اُس پر جان قربان کر دوں

گفت[3] نادر چیز میجوئی و لیک
اُس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن
غافل از حکمِ قضائی نیک نیک
تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر
تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے
فرع مائیم اصلِ احکامِ قدر
ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

چرخ گرداں را قضا گمرہ کند
قضا، گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے
صد عطارد را قضا ابلہ کند
قضا سیکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

---

[1] آں یکے۔ ایک خدا کا عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ ہیں۔ دن میں چراغ کی روشنی سے تلاش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لیے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت۔ اُس عاشق خدا نے کہا میں ہر جانب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ روح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مرد مانند۔ اُس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

[2] خواہم مرد۔ اُس عاشق خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستہ پر چلتا ہوا۔ وقت خشم۔ شعر: (ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا۔ ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا۔ جسے عشق میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا)۔ کو۔ اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اس پر جان قربان کر دوں۔

[3] گفت۔ اُس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اس کا ملنا دشوار ہے تو قضاء خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ ناظر۔ انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیر خداوندی ہے۔ چرخ۔ تقدیر خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے عطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اُس کو تقدیر احمق بنا دیتی ہے۔

تنگ[1] گرداند جہانِ چارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے
آب گرداند حدید و خارہ را
وہ لوہے اور (سنگِ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام
اے (وہ کہ تو نے) قدم بقدم راستہ طے کرنا قرار دیا ہے
خام خامی خام خامی خام خام
تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگِ آسیا
جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے
آبِ جُورا ہم ببیں آخر بیا
آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی بر آمد بر ہوا
تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے
درمیانِ خاک بنگر باد را
گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہائے[2] فکر می بینی بجوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے
اندر آتش ہم نظر می کُن بہوش
ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوبؑ را در مکرمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوب سے فرمایا
من بہر مویئت صبرے دادمت
میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیدیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکُن چندیں نظر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر
صبر دیدی صبر دادن را نگر
تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے والے کو بھی دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟
سر بروں کُن ہم ببیں میراب را
سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے

تو ہمی گوئی کہ می بینم و لیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن
دیدِ آنرا بس علامتہاست نیک
اُس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[3] کف را چو دیدی مختصر
جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے
حیرتت باید بدریا در نگر
تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سر گویاں بُود
جس نے جھاگ کو دیکھا اُس نے سر پیٹا
و آنکہ دریا دید اُو حیراں بُود
جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے
وآنکہ دریا دید دل دریا کند
اور جس نے بدریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

[1] تنگ۔ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے لوہے اور سنگ خارہ کو تقدیر پانی کر دیتی ہے۔ اے۔ تو نے یہ سمجھ رکھا ہے راستہ تیرے قدم طے کر آئے ہیں یہ تیری خام کاری ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چون بدیدی۔ تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک۔ تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہیں۔

[2] دیگہای۔ جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسباب ظاہری بغیر مؤثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے ان کو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی۔ رہٹ کو نہ دیکھ رہٹ چلانے والے کو دیکھ۔ تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھنے والوں کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

[3] گردش۔ یعنی ان تعینات کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقام حیرت میں پہنچتا تو دریائے حقیقت ذات باری تعالیٰ پر نظر کرتا۔ آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور ان کو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لا حاصل سجدے کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر کرتا ہے اُس کو محو و حیرانی حاصل ہوتی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بُری کرتا ہے۔ وانکہ دریا۔ جس نے بحر حقیقت کو دیکھ لیا ہے اُس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

آنکہ[1] کفہا دیدہ باشد در شُمار　　وآنکہ دریا دیدہ، شُد بے اختیار
جس نے جھاگوں کو دیکھا، وہ گنتی میں ہے　　اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا

آنکہ کف را دید در گردش بُود　　وآنکہ دریا دید اُو بیغش بُود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے　　اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کُند　　وآنکہ دریا دید بردارش کُند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس سے بیگار لیتا ہے　　اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اس کو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مست[2] اُو　　وآنکہ دریا دید باشد غرقِ ہُو
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس کا مست بن جاتا ہے　　اور جس نے دریا کو دیکھا، وہ خدا میں غرق ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن　　وآنکہ دریا دید شُد بے ما و من
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے　　اور جسنے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شود　　وآنکہ دریا دید آسودہ شود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے　　اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

دعوت کردنِ مسلمان مرمُغے را باسلام و جوابِ او
مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اُس کا جواب

مرمُغے را گفت مردے کاے فلاں　　ہیں مسلماں شو بباش از مؤمناں
ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں!　　خبردار! مسلمان ہو جا، مومنوں میں سے بن جا

گفت[3] اگر خواہد خدا مومن شوم　　ور فزاید فضل ہم موقِن شوم
اُس نے کہا اگر خدا چاہے گا، میں مومن بن جاؤں گا　　اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحبِ یقین بن جاؤں گا

گفت میخواہد خدا ایمانِ تو　　تا رہد از دستِ دوزخ جانِ تو
اُس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہش مند ہے　　تا کہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پا جائے

لیک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت　　می کشندت سُوئے کفران و کُنشت
لیکن منحوس نفس اور بد شیطان　　تجھے کفر اور بُت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں

گفت اے منصِف چو ایشاں غالبند　　یارِ اُو باشم کہ باشد زور مند
اُس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں　　میں اُس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو

---

[1] آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض بلبلوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے، وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی دریا پر نظر ہے اپنے اختیاری افعال کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ گردش بود۔ یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بے غش بود۔ یعنی اُس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ بیگارش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اُخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بردارش کند۔ وہ مخلوق کو فنا کر کے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

[2] مستِ اُو۔ مخلوق میں مست ہو کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ غرق ہو۔ یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع (آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد) پالودہ۔ یعنی مجاہدوں کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے۔ مغ۔ آتش پرست۔

[3] گفت۔ اُس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بنجاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جسکو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو بن جاؤں گا۔ میخواہد۔ مسلمان نے کہا خدا تجھے مومن بنانا چاہتا ہے تا کہ تجھے دوزخ سے نجات مل جائے لیکن تیرا نفس اور شیطان تجھے کفر اور بت خانے کیجانب کھینچ لیتے ہیں۔

یارِ[1] آں تانم بُدن کو غالب ست　　آں طرف اُفتم کہ غالب جاذب ست
میں اُس کا یار بنوں گا جو غالب ہے　　میں اُس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صدقِ زفت　　خواستش چہ سُود چوں پیشش نرفت
جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے　　اس کے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اُس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہشِ خود پیش بُرد　　واں عنایت قہر گشت و خرد و مُرد
نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی　　وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی　　اندر و صد نقشِ خوش افراختی
تو نے ایک محل اور سرائے بنائی　　اُس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر　　دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر
تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے　　دوسرا آیا اُس نے اُس کو بت خانہ بنا لیا

یا تو[2] با فیدی یکے کرباس تا　　خوش بسازی بہرِ پوشیدن قبا
یا تو نے سُوت بنا تاکہ　　پہننے کے لیے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد　　رغمِ تو کرباس را شلوار کرد
تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے　　تیرے بر خلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارۂ کرباس چہ بُود جانِ من　　جز زبونِ رائے آں غالب شدن
اے میری جان! کپڑے کے لیے کیا چارہ ہوگا؟　　غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا

اُو زبوں شُد جُرم ایں کرباس چیست　　آنکہ اُو مغلوبِ غالب نیست کیست
وہ مغلوب ہو گیا اُس کپڑے کی کیا خطا ہے؟　　جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ اُو بروے براند　　خار بُن در مِلک و خانہ اُو نشاند
جب کسی نے اُس کے خلاف اُس پر حملہ کیا　　اُس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

صاحب[3] خانہ بدیں خواری بُود　　کایں چنیں بروے خلافت میرود
گھر والا اس ذلت میں ہو　　کہ اس طرح کی اُس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ارتازہ و نُوم　　چونکہ یارے ایں چنیں خوارے شوم
میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا ہوں　　جبکہ، میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مستعاں　　تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں
جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے　　تو جو اللہ نے چاہا ہو مذاق ہے

1. یار۔ آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چاہا ہو رہا ہے تو وہ تگڑے ہیں اور مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیے۔ چوں خدا۔ اگر خدا مجھ سے سچائی چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اس کے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ تو یکے۔ اگر کوئی ایک اچھا مکان بنا کر اُس کو مسجد بنانا چاہے اور کوئی دوسرا اُس پر غالب آ کر اُس کو بت خانہ بنا دے تو مسجد بنانے والے کی خواہش کا کیا فائدہ ہوا۔
2. یا تو۔ اگر تو نے کپڑا اس لیے بنا کہ تو اُس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف آ کر اس کو شلوار بنا دے تو کپڑے کے لیے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اُس کا بنانا چاہے بن جائے۔ چوں کسے۔ جب کوئی شخص کسی پر غالب ہو جاتا ہے تو اُس کا سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔
3. صاحب خانہ۔ غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور اُس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے۔ ہم خلق۔ کمزور کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہو تو یہ کہنا کہ جو انسان چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

من[1] اگر ننگِ مُغاں یا کافرم
میں اگر آتش پرستوں (کے لیے) ننگ یا کافر ہوں

آں نیم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہِ اُو و رغمِ اُو
اگر کوئی اس کی خواہش کے بغیر اور اس کی ذلت کے ساتھ

گردد اندر مُلکتِ اُو حُکم جُو
اُس کی ملک میں حاکم ہو

مُلکتِ اُو را فروگیرد چنیں
اُس کی مملکت پر اس طرح قبضہ جما لے

کہ نیارد دم زدن دم آفریں
کہ دم کو پیدا کرنے والا، دم نہ مار سکے

دفعِ اُو میخواہد و می بایدش
وہ اُس کو دفع کرنا چاہے اور اس کو کرنا چاہیے

دیو ہر دم غُصہ می افزایدش
شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میباید شدن
اس شیطان کا بندہ ہونا چاہیے

چونکہ غالب اُوست در ہر انجمن
جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تامبادا[2] کیں کشد شیطان زمن
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے

پس چہ دستم گیرد آنجا ذُوالمنن
تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟

آنکہ اُو خواہد مُرادِ اُو شود
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے

از کہ کارِ من دگر نیکو شود
پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہو گا

مثلِ شیطان بر درِ رحمٰن

رحمٰن کے در پر شیطان کی مثال

حاش للہ ایش شاء اللہ کاں
اللہ پاک ہے، جو اس نے چاہا ہوا

حاکم آمد در مکان و لامکاں
وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے

ہیچکس در ملکِ او بے امرِ اُو
کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اس کی ملک میں

در نیفزاید سرِ یک تارِ مُو
ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

مُلک[3] مُلکِ اوست فرماں آنِ اُو
سلطنت اُسی کی سلطنت ہے، حکم اُس کا ہے

کمتریں سگ بر در آں شیطانِ اُو
اُس کا شیطان اُس کے دروازہ پر ادنیٰ کُتا ہے

تُرکماں را گر سگے باشد بدر
اگر ترکمان کے دروازے پر کُتا ہو

بردرش بنہادہ باشد رُوئے و سر
اُس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے

---

[1] من اگر۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو۔ گر کسے۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ملکیت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کر سکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کے بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے۔

[2] تامبادا۔ اس حالت میں اگر شیطان کے بجائے خدا کی بندگی کی جائے تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ آنکہ۔ جب شیطان کا منشا پورا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کر سکتا ہے۔ حاش للہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو۔ ہیچکس۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

[3] ملک۔ دنیا اور آخرت اس کا ملک ہے شیطان اس کے در کا معمولی کتا ہے۔ ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی غارت گری اُس کا پیشہ تھا حفاظت کے لیے یہ عموماً کتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُم میں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کتے نر شیر کی طرح حملہ کر دیتے ہیں۔

کودکانِ خانہ دُمش میکشند — باشد اندر دستِ طفلاں خوارمند
گھر کے بچے اُس کی دم کھینچتے ہیں — وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

باز اگر بیگانہ مَعبَر کُند — حملہ بروے ہمچو شیرِ نر کُند
پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے — نر شیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

کہ[1] اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد — باولی گُل با عدُو چوں خار شُد
کیونکہ "وہ کفار پر سخت ہیں" بن گیا — دوست کے ساتھ پھول اور دشمن کے ساتھ کانٹا جیسا بن گیا

ز آب تتما جے کہ دادش ترکماں — آنچناں وافی شد ست و پاسباں
پتلے حریرے کی وجہ سے جو ترکمان نے اُسے دیا — ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق ہستش کُند — اندرو صد فکرت و حیلت تند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے — اُس میں سیکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبرُوہا را غذائے او کُند — تا بُرد او آبرُوئے نیک و بد
آبروؤں کو اُس کی غذا بناتا ہے — تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اُڑا لے جائے

آبِ تتماج ست آبِ رُوی عام — کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے — کہ شیطان کتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

بردرِ[2] خرگاہِ قدرت جانِ او — چوں نباشد حکم را قُرباں بگو
اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر — حکم پر قربان کیسے نہ ہو گی؟ بتا

گلہ گلہ از مُرید و از مَرید — چوں سگِ باسط ذراعَے بالوَصِید
مُرید اور سرکش جماعت در جماعت — کتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بر درِ کہفِ الوہیت چو سگ — ذرّہ ذرّہ امر جُو برجستہ رگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کتے کی طرح — ذرّہ ذرّہ بھڑکتی ہوئی رگ کے ساتھ حکم کا طالب ہے

اے[3] سگِ دیو امتحاں میکُن کہ تا — چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اے شیطان کتے! امتحان کر کہ کب تک — اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکُن منع میکُن، می نگر — تاکہ باشد مادہ اندر صدق و نر
حملہ کر، روک، دیکھ — کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟

---

[1] کہ۔ان کے کتوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور اجنبیوں کے لیے سخت تھے دوستوں کے لیے پھول اور دشمنوں کے لیے کانٹا تھے۔ زآب۔ ترکمان اُس کتے کو پتلا دلیا پلاتا تھا تو وہ اُس کا اس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس۔ جب معمولی غذا پانے پر کتا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذائیں اُس کو عطا کرتا ہے وہ شیطان لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

[2] بردر خرگاہ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہوگا۔ گلہ گلہ۔ خدا کے دربار میں ہر ارادت مند اور ہر سرکش کتے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید۔ چوکھٹ، صحن۔ مَرید۔ سرکش۔ بردر کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کتے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرّہ ذرّہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

[3] اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اس لیے بٹھا رکھا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے نر و مادہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ لہٰذا شیطان کا وجود انسان کے اختیار کے منافی نہ ہوا۔

پس[1] اَعُوذ از بہرِ چہ باشد چو سگ — گشتہ باشد از ترفُّع تیز تگ
تو اعوذ کس لیے ہوتی ہے؟ جب کتا — بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اَعُوذ آنست اے تُرکِ خُطا — بانگ برزن برسگ و رہ برگُشا
یہ اعوذ اس لیے ہے کہ اے خُطا کے تُرک! — کتے کو دھکا اور راستہ کھول دے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو — حاجتے خواہم ز جُود و جاہِ تو
تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آ جاؤں — تیری سخاوت اور رُتبہ سے حاجت کا سوال کروں

چونکہ تُرک از سطوتِ سگ عاجز ست — ایں اعوذ و ایں فغاں نا جائز ست
جبکہ تُرک (ابھی) کتے کے حملہ سے عاجز ہے — یہ اعوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

تُرک ہم گوید اعُوذ از سگ کہ من — ہم ز سگ درماندہ ام اندر وطن
ترک بھی کہے کہ میں کتے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں — بھی گھر میں کتے سے عاجز ہوں

تو نمی یاری[2] بدیں در آمدن — من نمی یارم ز در بیروں شُدن
تو اس دروازے تک نہیں آ سکتا — میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں برسرِ تُرک و قُنُق — کہ یکے سگ ہر دو را بندد عُنُق
اب تُرک اور مہمان کے سر پر خاک — کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

حاش للہ ترک بانگے بر زند — سگ چہ باشد شیرِ نر خوں قے کند
خدا پاک ہے، ترک ایسی ڈانٹ پلائے گا — کتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کر دے

ایکہ خود را شیرِ یزداں خواندہَ — سالہا شُد با سگے در ماندہَ
اے وہ، کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے — سالوں گذر گئے تو کتے سے عاجز ہے

چوں[3] کند ایں سگ برائے تو شکار — چوں شکارِ سگ شُدستی آشکار
یہ کتا تیرے لیے شکار کب کرے گا؟ — جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا

جواب گفتنِ مومنِ سُنّی مر کافرِ جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ
بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

---

1. پس اعوذ۔ تو اعوذ باللہ کی تعلیم اسی لیے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کتا بھونکے تو وہ اعوذ کے مالک کو پکار کر کہیں کہ وہ اپنے کتے کو راستہ سے ہٹادے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ۔ جب ترک خود کتے سے عاجز ہو تو پھر اعوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔ ترک۔ وہ ترک خود کتے سے پناہ مانگتا ہے۔
2. تو نمی۔ ترک یہ کہے کہ کتے کے ڈر سے تو اندر نہیں آ سکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے ترک اور مہمان کے سر پر خاک ہو۔ حاش للہ۔ ترک سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ کتے سے ڈرے کتا تو در کنار اُس کی ڈانٹ سے شیر خون کی قے کر دے۔ ایکہ۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈر سے اور مغلوب ہو جائے یہ بُری بات ہے۔
3. چوں کند۔ جب مالک خود کتے سے ڈرے تو کتا اُس کے لیے کیا شکار کریگا۔ سنت۔ جبر و قدر کے معاملہ میں جو صحیح مسلک ہے وہ بین بین ہے اسکی ایک جانب جبر ہے اس عقیدہ کی رُو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اسکو اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اس عقیدہ کے مطابق انھیں تاویل کرنی ہوگی اور پھر اُن تاویلات کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا انکار لازم آئیگا اسلیے جنت تو اختیاری طور پر حکم بجالانے کا انعام ہے اور دوزخ نہ ماننے والوں کی سزا ہے اور اس مسلک کی بائیں جانب قدر کا عقیدہ جس کی بنیاد پر انسان کو اپنے افعال کا خالق مانا جاتا ہے اور اللہ کی قدرت کو انسان کی قدرت سے مغلوب ماننا پڑتا ہے اور اسکے نتائج جبر کے عقیدے کے نتائج سے بھی بُرے ہیں۔

و دلیل گفتن کہ سُنت راہے باشد کوفتہ اقدام انبیا علیھم السلام
اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا
و بریمینِ آں راہ، بیابانِ جبر ست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں
امر و نہی را منکِر شود و تاویل کُند و از منکر شُدنِ امر و نہی
سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت
لازم آید انکارِ بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعانِ
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزا ہے
امرست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد
اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزا ہے میں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ
کہ اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ و بَر یَسارِ آں راہ، بیابانِ قدر ست
نکلتا ہے، عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے اور اس کے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے
کہ قدرتِ خالق را مغلوبِ قدرتِ خلق داند و ازاں فساد ہا
جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ
زاید کہ آں مُغِ جبری بر شمرد
خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کو وہ جبری آتش پرست گناتا ہے

گفت[1] مُومن بشنو اے جبری خطاب
مومن نے کہا اے جبری! بات سُن

آنِ خود گفتی نِک آوردم جواب
تو نے اپنی بات کہہ لی، اب میں جواب دیتا ہوں

بازیِ خود دیدی اے شطرنج باز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی

بازیِ خصمت بہ بیں پہن و دراز
مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے

نامۂ عذرِ خودت برخواندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی

نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی
سُنی کی کتاب بھی (پڑھ) کہ تیرا کیا حال ہے؟

نکتہ گفتی جبر یا نہ در قضا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کر دیا

سِرِّ آں بشنو ز من در ماجرا
معاملہ میں مجھ سے اس کا راز سُن لے

اختیارے[2] ہست مارا بے گماں
یقیناً ہمارے لیے (بھی) اختیار ہے

حِس را منکر نتانی شُد عیاں
تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا

اختیارِ خود بہ بیں جبری مشو
اپنے اختیار کو دیکھ، جبری نہ بن

رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آ جا، ٹیڑھا نہ چل

---

1. گفت۔ سُنی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری۔ وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو۔
2. اختیارے۔ جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[1] را ہرگز نگوید کس بیا — از کلوخے کس کجا جُوید وفا

پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آ جا — ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟

آدمی را کس نگوید ہیں پر — یا بیا اے کور خوش در من نگر

انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اُڑ — یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں مَا عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجْ — کے نہد برکس حرج ربُّ الفرج

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے — کشادگی کا پروردگار، کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ رادیر آمدی — یا کہ چو با تو چرا برمن زدی

پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا — یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟

ایں[2] چنیں وا جستہا مجبور را — کس نگوید یا زند معذور را

مجبور سے ایسی جواب طلبیاں — کوئی نہیں کرتا ہے، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب — نیست جز مختار را اے پاک جیب

حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب — اے پاک دل! مختار کے سوا کے لیے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم — من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم

ظلم اور ستم میں اختیار ہے — میری مُراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست — تاندید اُو یوسفے کف را نخست

تیرے اندر اختیار باقی ہے — جب تک اُس نے یوسف کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بُود — روشِ دیدانگہ پرو بالے کشُود

اختیار اور داعیہ نفس میں تھا — اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[3] نخفتہ اختیارش گشتہ گُم — چوں شکنبہ دید جنبانید دُم

سوئے ہوئے کتے کا اختیار گم ہو گیا ہے — جب معدہ دیکھا اُس نے دم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو — چوں بجُنبد گوشت گُربہ گفت مو

گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے — جب گوشت ملتا ہے، بلی میاؤں کہتی ہے

دیدن آمد جنبشِ آں اختیار — ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار

دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا — اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اُڑاتا ہے

---

1. سنگ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے۔ آدمی را۔ جس چیز کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اسکے بارہ میں کوئی اسکا حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ تو اُڑ۔ کس نگوید۔ پتھر سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے اسمیں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔
2. ایں چنیں۔ جس قدر مطالبات ہیں وہ صاحب اختیار و قدرت سے ہیں۔ غصہ و غضب۔ حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے۔ اختیار۔ انسان ظلم اور ستم کرنے اور نہ کرنے میں بااختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان خود انسان کا اپنا ارادہ ہے۔ ساکن۔ جب تک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے۔ تاندید۔ اس سے حضرت یوسفؑ اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔
3. سگ نخفتہ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا تو سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا۔ جو جو کند۔ یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے۔ مو۔ یعنی بلی میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ دیدن۔ اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے۔

پس[1] بجُنبد اختیارت چوں بلیس
تو تیرا اختیار حرکت میں آ جاتا ہے، جب شیطان
شُد دلالہ آردت پیغام ولیس
دلالہ بنتا ہے، تیرے پاس ولیس کا پیغام لاتا ہے

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد
جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا
اختیارِ خُفتہ بگشاید نبرد
سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بر رغمِ دیو
فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں
عرضہ دارد میکُند در دل غریو
پیش کرتا ہے، دل میں شور برپا کر دیتا ہے

تا بجُنبد اختیارِ خیرِ تُو
تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے
زانکہ پیش از عرضہ خُفتہ است ایں دو خُو
کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار
تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنے والے بنے
بہرِ تحریکِ عُروقِ اختیار
اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لیے

میشود[2] ز الہام ہا وَ وسوسہ
وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بن جاتا ہے
اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ
تیرا خیر و شر کا اختیار دس مردوں والا

وقتِ تحلیلِ نماز اے بانمک
اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت
زاں سلام آورد باید بر ملک
اسی لیے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کہ ز الہام و دُعائے خوبِ تاں
کہ تمھاری اچھی دُعا اور الہام سے
اختیارِ ایں نمازم شُد رواں
اس نماز کا (بُرا) اختیار ختم ہو گیا

باز[3] از بعدِ گنہ لعنت کُنی
پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے
بر بلیس ایرا کہ ازوے منحنی
شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کبڑا بنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سِرار
درپردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے
در حجابِ غیب آمد عرضہ دار
غیب کے پردے میں پیش کرنے والے ہیں

چونکہ پردۂ غیب برخیزد ز پیش
جب غیب کا پردہ سامنے سے اُٹھ جائے گا
تو بہ بینی روئے دلالانِ خویش
تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

وز سخن شاں واشناسی بے گزند
اور تو بلا تکلف اُن کی گفتگو کو پہچان لے گا
کاں سخن گو در حجاب ایشہا بُدند
کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

[1] پس بجُنبد۔ شیطان تیرے معشوق کا پیغام لاتا ہے تو دلالہ کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آ جاتا ہے اور جنگ شروع کر دیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خبریں پیش کر کے دل میں غلجان پیدا کرتا ہے تاکہ شر کے بجائے خیر والا اختیار بیدار ہو جائے۔ پس۔ غرضیکہ فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو متحرک کرتے ہیں اختیار تیرے اندر موجود ہوتا ہے۔

[2] می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے الہام اور شیطانوں کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اس لیے کہ انہی کی ترغیب اور الہام سے اس نے نماز ادا کی ہے۔

[3] باز۔ گناہ کے بعد انسان شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اُس نے کجروی اختیار کی۔ ایں دو۔ یعنی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ۔ حشر میں جبکہ دنیوی زندگی کا یہ حجاب ختم ہو جائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پسِ پردہ اُن کی باتیں تھیں اُن کے ذریعہ تو ان کی شخصیتوں کو پہچان لے گا۔

دیو[1] گوید اے اسیرِ طبع و تن　　عرضہ میکردم نہ کردم زور من

شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی!　　میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت　　کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت

اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا　　کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہو گا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں　　کہ ازاں سُویست رَہ سُوئے جِناں

کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟　　کہ جنتوں کا راستہ اُس جانب ہے

ما مُحبِ جان و روح افزایِ تو　　ساجدان و مُخلصِ باباي تو

ہم جان کو پیار رکھنے والے اور تیری روح کو بڑھانے والے ہیں　　تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنے والے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم　　سُوئے مخدومی صلایت میزنم

میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں　　مخدوم بننے کی جانب تجھے بُلاتا ہوں

آں گرُہ بابات را بُودہ عِدیٰ　　وز خطابِ اُسجُدُوا کردہ ابا

وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا　　اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

آں[2] گرفتی وانِ ما انداختی　　حقِ خدمت ہایِ ما نشناختی

تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کر دیا　　تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

ایں زماں مارا و ایشاں را عیاں　　در نگر بشناس از لحن و بیاں

اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے　　دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست　　چوں سَحَر گوید سحر دانی کہ اوست

جب تو آدھی رات کو دوست کی آہ و زاری سنتا ہے　　جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ یہی ہے

ور[3] دوکس .در شب خبر آرد تُرا　　روز از گفتن شناسی ہر دورا

اگر رات میں وہ شخص تیرے پاس خبر لائیں　　دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید　　صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید

رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی　　تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شُد چوں باز در بانگ آمدند　　پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند

دن نکلا، پھر جب وہ بولے　　تو وہ ہوش مند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

---

[1] دیو۔ وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا۔ فرشتہ۔ فرشتہ تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب بنے گی۔ آں فلاں۔ فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمھارے خیر خواہ ہیں اور تمھارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ ایں زمانت۔ فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمھارے باپ کی خدمت کی تمھاری خدمت کرتے ہیں اور نیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔ آں گرہ۔ فرشتہ نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمھارے باپ کی بھی دشمن تھی اور ان کو سجدہ کرنے سے اس نے انکار کیا تھا۔

[2] آں۔ فرشتہ کہہ دے گا کہ تو نے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا۔ ایں زماں۔ پہلے تو نے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سُنی تھی۔ اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں ہیں۔ نیم شب۔ اندھیرے میں اگر کوئی تم سے بات کرتا ہے تو دن میں اس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی ہے۔

[3] ور دو کس۔ رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں انکی آواز پہچان کر تم متعین کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں اگر کتے اور شیر کی آواز سنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی۔

مخلص[1] اینکہ دیو و روحِ عرضہ دار — ہر دو ہستند از تتمہ اختیار
خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے — دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اختیارے ہست در ما ناپدید — چوں دو مطلب دید آید در مزید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے — جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اُوستاداں کودکاں را میزنند — آں ادب سنگِ سیہ را کے کنند
استاد بچوں کو پیٹتے ہیں — یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟

ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا — ورنیائی من دہم بد را سزا
تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا — اگر تو نہ آئے گا، تو میں بُرے کو سزا دوں گا

ہیچ عاقل مر کلوخے را زند — ہیچ بانگے عتابے کس کند
عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے — کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

در خرد جبر از قدر رُسوا ترست — زانکہ جبری حسِ خودرا منکر ست
عقلاً، جبر قدر سے زیادہ بُرا ہے — کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے

منکرِ حس نیست آں مردِ[2] قدر — فعلِ حق حسی نباشد اے پسر
قدری انسان، جس کا منکر نہیں ہے — اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا

منکرِ فعلِ خداوندِ جلیل — ہست در انکار مدلولِ دلیل
خداوند جلیل کے فعل کا منکر — دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (مبتلا) ہے

آں بگوید دُود ہست و نارنے — نُورِ شمعے بے ز شمع روشنے
وہ کہتا ہے، دھواں ہے اور آگ نہیں ہے — شمع کی روشنی، بغیر شمع کے روشن ہے

ویں[3] ہمیں بیند معیّن نار را — نیست میگوید پئے انکار را
اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے — انکار کے لیے "نہیں ہے" کہتا ہے

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست — جامہ اش دوزد بگوید تار نیست
اُس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے — اُس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تسفسُط آمد ایں دعوئ جبر — لاجرم بدتر بود زیں رُوز گبر
یہ جبر کا دعویٰ سو فسطائیت ہے — اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے

---

[1] مخلص۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں بااختیار ہے، مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے مقصد کے سامنے آجانے پر اس اختیار میں مزید طاقت آجاتی ہے۔ اوستاداں۔ استاد بچے کو مختار سمجھ کر غلطی پر مارتا ہے پتھر چونکہ مجبور محض ہے اس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ ہیچ۔ پتھر کو مجبور مان کر نہ کوئی شخص اس کو حکم دیتا ہے نہ اس کو سزا کا مستحق سمجھتا ہے۔ درخرد۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

[2] مرد قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حسی چیز نہیں ہے۔ منکر۔ قدری شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید۔ جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور موم بتی کا نور ہے لیکن موم بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بہ خود موجود ہو گیا ہے۔

[3] ویں۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے۔ کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔ پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیا کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیا کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

گبر[1] گوید ہست عالم نیست رب | یاربے گوید کہ نبود مستجب
دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے | یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ | ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ
یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے | سوفسطائی، پیچ و تاب میں ہے

جملہ عالم مُقر در اختیار | امر و نہی ایں بیار و آں میار
اختیار کا سارا جہاں مقر ہے | حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور، وہ نہ لا

اُو ہمی گوید[2] کہ امر و نہی لاست | اختیارے نیست ایں جملہ خطاست
وہ کہتا ہے، کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے | کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حس را حیواں مُقرست اے رفیق | لیک[3] اِدراکِ دلیل آمد دقیق
اے دوست! حس کا حیوان مقر ہے | لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے

زانکہ محسوس ست مارا اختیار | خوب می آید برو تکلیفِ کار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے | اس کی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و
باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق
پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سُرخ سے

کنند و خُرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مُشک از سرگیں و درشت
اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مُشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیرِ گرم و تر از خشک و لمسِ
کو نرم سے سرد کو گرم سے اور جلانے والے کو کنکنے سے اور تر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمسِ درخت پس منکرِ وجدانی منکرِ حس باشد و زیادہ
کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حق کا منکر ہوگا اور اس سے

کہ وجدان از حس ظاہر ترست زیرا کہ حس را تواں بستن ومنع کردن
بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باندھا اور روکا جاسکتا

از احساسِ وبستنِ راہ ومدخلِ وجدانیات را ممکن نیست وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ
ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

---

[1] گبر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے۔ جملہ عالم۔ دنیا کے سب انسان انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لیے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھتے تو نہ حکم دیتے نہ منع کرتے۔

[2] او۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے حس۔ حیوانات تک حس کے قائل ہیں لیکن جبری اسکا انکار کرتا ہے۔

[3] لیک۔ قدری جو بندہ کو مختار مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقلی میں بڑھا ہوا ہے۔ زانکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل حسی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

درکِ[1] وجدانی بجائے حِس بُوَد　　ہر دو دریک جدول اے عم میرود
باطنی احساس حس کی جگہ ہے　　اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں

نغز می آید برو کُن یا مکُن　　امر و نہی و ماجراہا در سخن
اسی پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر　　حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کُنم یا آں کُنم　　ایں دلیلِ اختیارست اے صنم
یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا　　اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی　　ز اختیارِ خویش گشتی مُہتدی
اور وہ شرمندگی جو تو نے بدی سے اُٹھائی　　اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جُملہ[2] قرآں امر و نہی ست و وعید　　امر کردن سنگِ مرمر را کہ دید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے　　سنگِ مرمر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کند　　باکلوخ و سنگ خشم و کیں کند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے　　ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کُن یا چناں　　چوں نکردید اے موات و عاجزاں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا　　اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[3] کے حکمے کُند بر چوب و سنگ　　مرد چنگی کے زند بر نقشِ چنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے؟　　چنگ بجانے والا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلامِ بستہ دست اِشکستہ پا　　نیزہ برگیر و بیا سُوئے وغا
کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام!　　نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اخترو گردوں کُند　　امر و نہیِ جاہلانہ چوں کُند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا　　جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

---

[1] درک۔علم۔ وجدانی۔ وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور اُس کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا کے فرمانے کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا، مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات، محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معلوم کا انکار کرے تو وہ محسوس کے منکر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقہ سے زیادہ احمق ہے۔ جدول۔ گول۔ ایں کہ۔ انسان کا یہ کہنا کہ کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے۔

[2] جملہ قرآں۔ قرآن میں جس قدر اوامر اور نواہی ہیں وہ سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر، ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے اُن کو نہ کوئی حکم دیتا ہے نہ اُن کو کسی کام سے منع کرتا ہے۔

[3] عقل۔ جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے اُن کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جبکہ بجنے کا اختیار نہیں ہے اس کو کوئی نہیں بجاتا ہے۔ کاے۔ جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اس کو جنگ میں جا کر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔ خالقے۔ اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اُس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے یا منع کرے۔

اِحتمالِ[1] عجز از حق راندی
تو نے اللہ (تعالیٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا

جاہل و گیج و سفیہش خواندی
(اور) اُس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود
قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا اور اگر آئے

جاہلی از عاجزی بدتر بُود
جہالت، عجز سے بدتر ہے

ترک[2] میگوید قنق را از کرم
مہربانی سے، ترک مہمان سے کہتا ہے

بے سگ و بے دلق آسُوی درم
میرے دروازے کی جانب بغیر کتے اور گدڑی کے آجا

وز فلاں سُو اندر آ ہیں با ادب
خبردار! فلانے دروازے سے اَدب کے ساتھ اندر آ جا

تا سگم بندد ز تو دندان و لب
تاکہ میرا کتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکسِ آں کُنی بر در روی
تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے

لاجرم از زخمِ سگ خستہ شوی
لامحالہ کتے کے زخم سے خستہ ہو جاتا ہے

آنچناں[3] رو کہ غلاماں رفتہ اند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں

تا سگش گردد حلیم و مہر مند
تاکہ اُس کا کتا بردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے
تو اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جاتا ہے

سگ بشورد از بُنِ ہر خرگہے
ہر خیمہ میں سے کتا بھڑک جاتا ہے

غیرِ حق گر نباشد اختیار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہ ہو

خشم چوں می آیدت بر جُرم دار
تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عَدُو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟

چوں ہمی بینی گُناہ و جُرم ازُو
تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے

بر تو اُفتد سخت مجروحت کند
تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کر دے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے

ہیچ اندر کیں اُو باشی تو وقف
تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہو گا؟

---

[1] احتمال۔ جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیتِ خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑے گی لیکن انسان کو مجبور قرار دے کر اُس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرایا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود۔ اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اس لیے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے۔

[2] ترک۔ مولانا نے ترک اور کتے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے بندہ کو ایسے راستے بتا دیے ہیں کہ شیطان کا اُن میں کوئی عمل دخل نہیں ہے بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہے تو شیطان کی مداخلت شروع ہو جاتی ہے اس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے شیطان اللہ کا ایک کتا ہے اور وہ ان کو ستاتا ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں۔

[3] آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا تو شیطان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، غلاموں کی طرح تُرک کے خیمہ میں آئے گا تو کتا اُس کو نہ کاٹے گا۔ تو سگے۔ انسان غلط روی اختیار کر کے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیر حق۔ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبور محض ہے تو پھر خطاوار پر غصہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی کڑی سے تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اُس کو غیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصہ نہیں کرتا ہے۔ ہیچ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصہ نہیں آتا ہے۔

کہ چرا بر من زد و دستم شکست　یا چرا بر من فتاد و کرد پست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟　یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟

اُو عدُو و خصمِ جانِ من بُدست　قاصداً در بندِ خونِ من شُدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی　قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکانِ[1] خُرد را چوں میزنی　چوں بزرگاں را مُنزہ میکنی
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟　جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے

آنکہ دُزدد مالِ تو گوئی بگیر　دست و پایش را ببر سازش اسیر
جو شخص تیرا مال چُراتا ہے، تو کہتا ہے پکڑ لے　اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال، اس کو قید کر لے

وانکہ قصدِ عورتِ تو میکُند　صد ہزاراں خشم از تو میدمد
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے　(اس پر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید[2] سیل و رختِ تو بُرد　ہیچ با سیل آورد کینے خرد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے　کوئی عقل، سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے

ور بیاید باد و دستارت ربود　کے ترا با باد دل خشمے نمود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اُڑا) لے جائے　تیرا دل، ہوا پر کب غصہ کرتا ہے

خشم در تو شُد بیانِ اختیار　تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا　تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کر سکے

گر[3] شتربان اشترے را میزند　آں شتر قصدِ زنندہ میکند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے　تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشمِ اُشتر نیست بآں چوبِ اُو　پس ز مختاری شتر بُردست بُو
اونٹ کا غصہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے　تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتا لگا لیا ہے

ہمچنیں سگ گر بروسنگے زنی　بر تو آرد حملہ گردد منثنی
اسی طرح کتا اگر تو اس کے پتھر مارے　تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ راگر گیرد از خشمِ تو است　کہ تو دوری وندارد بر تو دست
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے، تو تیرے اوپر غصہ کی وجہ سے ہے　کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار　ایں مگو اے عقلِ انساں شرمدار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا　اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو

---

[1] کودکاں۔ جبری انسان بچوں کی تعلیم وتربیت کیلئے پیٹتا ہے۔ بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اختیار سے منزہ سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑواتا ہے۔ وانکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بدنظر ڈالتا ہے تو اُس کو غصہ آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اس بدنظر کو مختار سمجھتا ہے۔

[2] گر بیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر اس جبری کو غصہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ خشم۔ جبری کا دوسروں پر غصہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس کو مختار سمجھتا ہے۔

[3] گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ لاٹھی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اس پر حملہ کرتا ہے۔ سگ۔ کتا بھی ڈھیلے پر غصہ نہیں کرتا ڈھیلا مارنے والے پر غصہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اُس کا غصہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصہ ہے جو اُس کی دوری کی وجہ سے ڈھیلے پر اُتارتا ہے۔ عقلِ حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کتا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اس عقیدے سے شرم کرنی چاہیے۔

روشن[1] ست ایں لیک از طمعِ سحور — آں خورندہ چشم می بندد ز نور
یہ (بات) واضح ہے، لیکن سحری کے لالچ میں — وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کلّی میلِ اُو ناں خورد نیست — رُو بتاریکی کُند کہ روز نیست
چونکہ اُس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے — اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے، کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کُند — چہ عجب گر پشت بر بُرہاں کُند
لالچ، جب سورج کو چھپا دیتا ہے — کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کر لے

ایں مثل بشنو مشو منکر بداں — اختیارِ خویش را در امتحاں
یہ مثل سُن لے اُس کے باوجود منکر نہ بن — امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایت[2] دزد کہ باشحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بُود و جوابِ شحنہ وہم در بیانِ تقریرِ اختیارِ خلق وہم بیانِ آنکہ تقدیر و قضا سبب کنندہ اختیار ست و سلب کنندہ اختیار نیست

حکایت اُس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اُس کا بیان کہ تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دُزدے شحنہ را کاے پادشاہ — آنچہ کردم بُود آں حکمِ اِلٰہ
ایک چور نے کوتوال سے کہا، اے حاکم! — جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم — حکمِ حق ست اے دو چشم روشنم
کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں — اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دُکانے گر کسے تُربے برد — کایں ز حکمِ ایزدست اے باخرد
کسی دُکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے — کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

برسرش[3] کوبی دوسہ مُشت اے کرہ — حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ
دو تین گھونسے اُس کے سر پر مار کہ اے نالائق! — خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ

در یکے ترہ چوں ایں عذر اے فضول — می نیاید پیش بقالے قبول
اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر — سبزی فروش کے لیے قابل قبول نہیں

تو بدیں عذر اعتمادے می کُنی — گردِ مار و اژدہائے میتنی
تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے — سانپ اور اژدھے کے گرد چکر لگاتا ہے

---

[1] روشن۔ جبری کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے منہ موڑ لے۔ حرص۔ انسان کی حرص سورج کو مخفی کر دیتی ہے تو دلیل کو مخفی کر دینا تو سہل ہے۔

[2] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ تقدیر۔ تقدیرِ خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے، اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ۔ یعنی کوتوال۔ حکمِ اِلٰہ۔ یعنی تقدیرِ خداوندی۔ میکنم۔ یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ ترب۔ مولی۔

[3] برسرش۔ اُس چور کو مار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مولی اسی جگہ لا کر رکھ دے۔ کرہ۔ مکروہ۔ در یکے۔ جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر قبول نہیں ہے تو اس بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب کس قدر حماقت ہے۔ بقال۔ سبزی فروش۔ مار۔ یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

از چنیں عذر اے سلیم[1] نانبیل
اے بیوقوف، کمینے! ایسے عذر سے

خون و مال و زن ہمیکردی سبیل
تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا

ہر کسے پس سبلتِ تو برکند
پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا

عذر آرد خویش را مضطر کند
عذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکمِ حق گر عذر می شاید تُرا
اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لیے مناسب ہے

پس بیاموز و بدہ فتویٰ مرا
تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دے دے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست
کیونکہ میری بھی سیکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں

دستِ من بستہ زبیم و ہیبت ست
خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[2] کرم کن عذر را تعلیم دہ
تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے

بر گشا از دست و پائے من گرہ
مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردۂ تو پیشۂ
تو نے ایک پیشہ اختیار کیا ہے

کاختیارے دارم و اندیشۂ
(اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدۂ آں پیشہ را
ورنہ تو نے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟

از میانِ پیشہا اے کد خدا
اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبتِ نفس و ہوا
جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے

بیست مردہ اختیار آید تُرا
تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آ جاتا ہے

چوں برد یک حبہ از تو یار سُود
جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھا لیجاتا ہے

اختیارِ جنگ در جانت کشُود
تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے

چوں[3] بیاید نوبتِ شکر و نعم
جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے

اختیارت نیست از سنگے تو کم
تجھے اختیار نہیں ہے، تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عذر ایں باشد یقیں
تیرے لیے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے

کاندریں سوزش مرا معذور بیں
کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجت چو معذورت نداشت
اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا

وز کفِ جلاد ایں دُورت نداشت
اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

---

1. سلیم۔احمق۔نانبیل۔کمینہ۔خون۔یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لے کر عذر کیا جاسکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کر کے بری ہوسکتا ہے۔حکمِ حق۔یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر حکمِ حق کہہ کر عذر کیا جاسکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کر سکا ہوں۔
2. پس۔تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔اختیار۔انسان اپنے لیے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اُسکے اختیار کی دلیل ہے۔چونکہ۔جبری انسان خواہشِ نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اُس میں آ جاتا ہے اگر اس کا ایک رتی کا کوئی نقصان کر دیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔
3. چوں بیاید۔جس وقت خدا کی اطاعت وعبادت کا معاملہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔دوزخت۔جب جہنم کی آگ میں جلے گا تو وہ بھی کہے گا کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔کس۔جبری کے اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور وہ سزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اُس عذر کی بنا پر نہ چھوٹ سکا اور دنیا کا نظم اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

پس بدیں داور جہاں منظوم شد　　حالِ آں عالَم ہمت معلوم شد

تو اس مصنف (حاکم) سے دنیا کا کام منظم ہو گیا　　اُس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امرو
نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی
نہی و در بیانِ آنکہ عُذرِ جبری در ہیچ ملتے و دینے مقبول
صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی ملت اور دین میں مقبول
نیست و مُوجِبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ
نہیں ہے اور اُس کام کی سزا سے جو اُس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب
کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس[1] بداں کہ گفت
نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ
رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ
''خدا تو نے مجھے گمراہ کیا'' چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت　　می فشاند اُو میوہ را دُزدانہ سخت
ایک شخص درخت پر چڑھا　　چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا

صاحبِ باغ آمد و گفت اے دَنی　　از خدا شرمیت کو چہ میکنی
باغ والا آیا اور اُس نے کہا اے کمینے!　　خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟

گفت[2] از باغِ خدا بندۂ خدا　　گر خورد خُرما کہ حق کردش عطا
اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کے باغ سے خدا کا بندہ　　اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اس کو خدا نے دی ہیں

عامیانہ چہ ملامت میکنی　　بخل بر خوانِ خداوندِ غنی
جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے　　بے نیاز خدا کے دسترخوان پر بخل (کر رہا ہے)

گفت[3] اے ایبک بیاور آں رسن　　تا بگویم من جوابِ بوالحسن
اُس نے کہا اے غلام! رسی لے آ　　تاکہ میں (اس) بھلے کا جواب دوں

پس ببستش سخت آں دم بر درخت　　میزد اُو بر پشت و ساقش چوب سخت
پھر اس وقت اُس نے اس کو درخت سے کس کر باندھ دیا　　اُس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا

گفت آخر از خدا شرمے بدار　　می کشی ایں بیگنہ را زار زار
اُس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر　　تو اس بے قصور کو بُری طرح سے مار رہا ہے

---

[1] ابلیس۔ شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اُس کا عذر مقبول نہ ہوا۔ دُزدانہ۔ چوروں کی طرح۔ دَنی۔ کمینہ۔

[2] گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے چھوارے عطا کیے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دسترخوان پر بخل کرتا ہے۔

[3] گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رسی لے آ، میں اس کا جواب اس کو دے دوں گا اور رسی سے اس نے اُس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھ بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

گفت[1] کز چوبِ خدا ایں بندہ اش — میزند بر پشتِ دیگر بندہ خوش
اُس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اُس کا بندہ — دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوبِ حق و پشت و پہلو آنِ اُو — من غلامِ آلت و فرمانِ اُو
لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا — میں اُس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار — اختیارست اختیارست اختیار
اُس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی — اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

اختیارت اختیارش ہست کرد — اختیارش چوں سوارے زیرِ گرد
تیرے اختیار کو اُس کے اختیار نے پیدا کیا — اُس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کند — امر[2] شُد بر اختیارے مُستند
اُس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے — حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار — ہست ہر مخلوق را در اِقتدار
بے اختیار صورت پر حکومت کرنا — قادر ہونے میں ہر مخلوق کو (حاصل) ہے

تاکشد بے اختیارے صید را — تا بَرد بگرفتہ گوشِ اُو زید را
حتی کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لے جاتا ہے — حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صُنعِ صمد — اختیارش را کمندِ او کند
لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے — اس کے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنا دیتی ہے

اختیارش[3] زید را قیدش کُند — بے سگ و بے دام چوں صیدش بُود
زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے — وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بن جاتا ہے

آں درودگر حاکمِ چوبے بُود — واں مُصورِ حاکمِ خوبے بُود
بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے — مصور، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیمے — ہست بنا ہم بر آلت حاکمے
لوہار، لوہے پر حاکم ہے — معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار — ساجد آید ز اختیارش بندہ وار
عجب بات ہے کہ اس قدر اختیار — اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کیطرح سجدہ کرنیوالے ہیں

---

1. گفت۔ باغ والے نے کہا کہ لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں تجھے اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اس میں کیا برائی ہے۔ گفت۔ اس پر وہ جبری چور توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل ہو گیا۔ اختیارت۔ قدریہ کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا عطا کردہ ہے۔ بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالیٰ کا اختیار پوشیدہ ہے۔
2. امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام احکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اس لیے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: لَا جَبْرَ وَلَا قَدْرَ وَلٰكِنْ اَمْرُهَا بَيْنَ اَمْرَيْنِ "یعنی نہ تو انسان مجبور ہے نہ مختارِ محض، بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہذا اللہ کی صفتِ خاص نہیں ہے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے کہ وہ مختار بغیر کسی آلہ کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔
3. اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاص ہے کہ وہ انسان کو خود اس کے اختیار سے بغیر کسی آلہ کے شکار کر لیتا ہے۔ درودگر۔ بڑھئی۔ خوبے۔ یعنی کسی حسین کی تصویر۔ بنّا۔ معمار۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

قدرتِ[1] تو بر جمادات از نَبَرد — کے جمادی را از آنہا نفی کرد
خصومت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت — اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قُدرتش بر اختیارات آنچناں — نفی نکند اختیارے را ازاں
اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح — اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بروجہِ کمال — کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال
اُس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کا اہلِ کمال کے طریقہ پر قائل بن — تاکہ (اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ ویست — خواہِ خود را نیز ہم میدانکہ ہست
جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اُس کی منشا ہے — تو اپنی منشا کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ[2] بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست — کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست
کیونکہ تیری منشا کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے — "بغیر منشا کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

امرِ عاجز را قبیح ست و ذمیم — خشم بدتر خاصہ از ربِّ رحیم
عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے — غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد میزنند — ہیچ گاوے کو نپرّد شُد نژند
بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں — بیل نہ اُڑے تو وہ عاجز ہے

گاوْ چوں معذور نبود در فضُول — صاحبِ گاو از چہ معذورست و دُول
بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا — (تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟

چوں[3] نہ رنجور سر را بر مبند — اختیارت ہست بر سبلت مخند
جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس — تجھے اختیار ہے مذاق نہ اُڑا

جہد کُن جامِ حق یابی نَوی — بیخود و بے اختیار آنگہ شوی
کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کر لے — پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے گا

آنگہ آں مے رابوَد کُل اختیار — تو شوی معذورِ مطلق مست وار
تب اُس شراب کو پورا اختیار ہو گا — تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

---

[1] قدرت۔ جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے۔ جماد کا بے اختیار ہونا اس کی ماہیت کے لیے لازم ہے اسی طرح انسان کا با اختیار ہونا اس کی ماہیت کے لیے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت، جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔ خواستش۔ انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیتِ خداوندی کے تابع ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ "اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے" اگر تم ایسا نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی۔ چونکہ۔ جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہے جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا۔

[2] زانکہ۔ اپنے ارادہ سے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے بلا اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ امر۔ عاجز کو حکم دینا بری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے۔ گاوَ۔ بیل کو جوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہے جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے، نہ اُڑنے پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ گاوَ۔ لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] چوں نہ۔ جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عذر کرتا ہے۔ جہد کن۔ ہاں انسان جب مجاہدوں کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بے شک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ مے۔ جب وہ وحدت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔

ہرچہ گوئی گفتۂ مے باشد آں
تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا

ہرچہ روبی رُفتۂ وے باشد آں
تو جو کچھ جھاڑے گا اُس کا جھاڑا ہوا ہو گا

کے[1] کند آں مست جز عدل و صواب
وہ مست، انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے؟

کہ ز جامِ حق کشید ست اُو شراب
کیونکہ اُس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہے

جادواں فرعون را گفتند بیست
جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا

مست را پروائے دست و پائے نیست
مست کو، ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے

دست وپائے ماسئے آں واجدست
ہمارے ہاتھ اور پاؤں اُس خدا کی شراب (محبت) ہے

دستِ ظاہر سایہ است و کاسِد ست
ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر پُرشد ز جامِ اُو مُدام
جب اُس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے

خانۂ دل را فرو گیرد تمام
دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنیٔ[2] ماشاء اللہ کان یعنی خواست، خواستِ اُو ست و رضا
جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت، اُس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے اُو و از خشم وردِ دیگراں دل تنگ نباشید کان
اُسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رد سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن در فعلِ خدا ماضی و مستقبل
اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَیْسَ عِنْدَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاءٌ
کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے

قولِ[3] بندہ ایش شاء اللہ کان
بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا

بہرِ آں نبُود کہ منبل شو دراں
اس لیے نہیں ہے کہ تو اُس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِدّ
بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے

کاندراں خدمت فزوں شو مستعِدّ
کہ تو اُس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی توراد
اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے

کار کارِ تُست بر حسب مُراد
کام، تیرا ہی کام ہے منشا کے مطابق

---

[1] کے کند۔ لیکن شرابِ معرفت کا مست غلط کام نہیں کرتا ہے۔ جادواں۔ فرعون کے جادوگر شرابِ معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ ہمیں ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست۔ جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شرابِ معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب شرابِ معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اُتر جاتی ہے۔

[2] معنی۔ "جو اللہ نے چاہا ہوا" کے معنی یہ ہیں کہ اصل، مشیتِ خداوندی اور رضا دراصل رضائے خداوندی ہے دوسروں کی ناراضی سے انسان کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ کان۔ ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گذرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لفظ بولا جائے تو اس میں پھر ماضی مضارع کی بحث نہیں ہے اس لیے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گذرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

[3] قولِ بندہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ بندہ کے فعل میں اُس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر ماشاء اللہ کان "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا مولانا اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش۔ ای شی جو چیز۔ منبل۔ کاہل۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ خدمت۔ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ گر بگویند۔ اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشا کے مطابق ہو جائے گا تو اُس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا ہے۔

آں نگہاں تنبل کُنی جائز بُوَد
اُس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہو گا

چوں بگویند ایش شاء اللہ کان
جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا

پس[1] چرا صد مردہ اندر ورد اُو
تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اُس کے گھاٹ میں

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر
اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے

گردِ اُو گرداں شوی صد مردہ زُود
تو سو انسانوں کی طاقت سے اس کے گرد چکر کاٹے گا

یا گریزی از وزیر و قصرِ اُو
یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا

باژگونہ[2] زیں سخن کاہل شُدی۔
تو اس بات سے، اُلٹا کاہل بنا

امر امرِ آں فلاں خواجہ است ہیں
خبردار! حکم فلاں خواجہ کا ہے

گردِ خواجہ گرد چوں امر آنِ اُوست
خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اُس کی ملکیت ہے

ہرچہ اُو خواہد ہماں یابی - یقیں
جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کر لے گا

نے[3] چو حاکم اُوست گردِ اُو مگرد
نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ

چونکہ حاکم اُوست را گیر و بس
چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس

حق بُود تاویل کاں گرمت کُند
وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے

کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شود
کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہو گا

حکم حکمِ اُوست مطلق جاودان
ہمیشہ اور مطلقاً اُسی کا حکم، حکم ہے

بر نگردی بندگانہ گردِ اُو
غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر
پکڑ دھکڑ میں وہ منشا کا مالک ہے

تا بریزد بر سرت احسان و جُود
تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہا دے

ایں نباشد جستجوی و نصرِ اُو
یہ اُس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی

منعکس ادراک و خاطر آمدی
تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا

چیست یعنی با جُز اُو کمتر نشیں
کیا ہے؟ یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ

کو کُشد دشمن، رہاند جانِ دُوست
کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا، دوست کی جان چھڑا دے گا

یاوہ کم رو خدمتِ اُو برگزیں
بیہودہ روی نہ کر، اُس کا دربار منتخب کر لے

تا شوی نامہ سیاہ و رُوی زرد
تاکہ تو سیاہ اعمالنامہ والا، زرد چہرے والا بنے

غیرِ اُو را نیست حکم و دسترس
اُس کے غیر کے لیے حکم اور قدرت نہیں ہے

پُر اُمید و چُست و باشرمت کُند
تجھے پُر امید اور چست اور باحیا بنا دے

[1] پسؔ۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ وردؔ۔ گھاٹ۔ گر بگویندؔ۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گھر کا چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہو گی۔

[2] باژگونہ۔ جبری نے اُس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادت میں سست پڑ گیا۔ امر امرؔ آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر، اس کا چکر کاٹ کہ وہ تجھے دشمن سے بچالے گا جو وہ چاہے گا تجھے ملے گا۔

[3] نےؔ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اس کے قریب نہ جا۔ حق بُودؔ۔ قرآن و حدیث کے وہ معنیٰ معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرمِ عمل بنائیں اگر وہ معنیٰ سست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

ور کند سُستت حقیقت ایں بداں ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
اور اگر تجھے سست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں[1] برائے گرم کردن آمدست تا بگیرد نا امیداں راد و دست
یہ سرگرم کرنے کے لیے آیا ہے تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پُرس و بس وز کسے کاتش زدست اندر ہوس
قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانے و پست تا کہ عینِ روحِ اُو قرآں شدہ است
جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو حتیٰ کہ اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گل بکل خواہ روغن بُوئے کن خواہی تو گل
جو تیل، پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے (اب) تو خواہ تیل کو سُونگھ لے یا پھول کو

گر نمیدانی بجو تاویلِ آں تا بتابد بردلت آں را عیاں
اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اس کا مصداق تلاش کر لے تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

وہمچنیں[2] قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ وَ کَتَبَ اَن لَّا یَسْتَوِی الطَّاعَۃُ وَالْمَعْصِیَۃُ
اور اسی طرح اس کی تاویل ہے، کہ قلمِ (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ

وَلَا یَسْتَوِی الْاَمَانَۃُ وَالسَّرِقَۃُ جَفَّ الْقَلَمُ اَنْ لَّا یَسْتَوِی الشُّکْرُ
اطاعت اور فرمانبرداری برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے کہ شکر

وَالْکُفْرَانُ جَفَّ الْقَلَمُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ
اور کفر برابر نہیں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے، بے شک اللہ نیکیوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویلِ قد جف القلم بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم
اسی طرح بے شک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کے لیے ہے

پس[3] قلم بنوشت کہ ہر کار را لائقِ آں ہست تاثیر و جزا
قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی تاثیر اور جزا اُس کے مناسب ہے

کژ روی جف القلم کژ آیدت راستی آری سعادت زایدت
تو ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئیگی (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا تو سیدھا پن اختیار کریگا تیرے لیے نیک بختی پیدا ہو گی

---

[1] ایں۔ یعنی ماشاءاللہ کان ہر گرم عمل کرنے کے لیے ہے۔ معنیِ قرآں۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے تو آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہیے یا اُس عالم سے کرالے جائے جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیشِ قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہو گیا ہو اور اُس کی رُوح مجسم قرآن بن گئی ہو۔ روغنے۔ اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہو گی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کو سونگھنا یکساں ہے۔ گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنی تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو ان کی تلاش کر۔

[2] وہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ کَائِنٌ "قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے" اس پر صحابہؓ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہر انسان کو اس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے اگر وہ سعادت اور جنت کیلیے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے سعادت اور جنت کے اعمال سرزد ہوں گے اور اگر وہ شقاوت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو اس سے شقاوت اور جہنم کے اعمال سرزد ہوں گے۔
خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھ دی ہے اس طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے اعمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

[3] پس۔ قلم کے لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اس کی مناسبت سے تحریر کر دی ہے۔ کژ روی۔ قلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تو کجی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہو گا اور سچائی اختیار کرے گا تو اس سے سعادت پیدا ہو گی۔ قلم نے لکھ دیا ہے ظلم کا نتیجہ بدبختی ہے عدل کا نتیجہ راحت ہے، چوری کا نتیجہ ہاتھ کٹنا ہے، شراب پینے کا اثر مستی ہے۔

ظلم آری، مدبری جَفَّ القلم
تو ظلم کرے گا تو بدبخت ہے، (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا ہے
عدل آری، برخوری جَفَّ القلم
تو انصاف کرے گا پھل کھائیگا، قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

چوں بد زدد دست شد جَفَّ القلم
جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا، قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے
خوردہ بادہ مست شُد جَفَّ القلم
شراب پی کر مست ہو گیا، قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

تو[1] روا داری روا باشد کہ حق
تو جائز سمجھتا ہے مناسب ہو گا کہ (اللہ تعالیٰ)
ہمچو معزول آید از حکمِ سبق
ازلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

کہ زدستِ من بروں رفت ست کار
کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا
پیشِ من چندیں میا چندیں مزار
میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر

بلکہ[2] معنی آں بُود جفّ القلم
بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے
نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم
میرے سامنے انصاف اور قلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم میانِ خیر و شر
میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے
فرق بنہادم ز بد ہم از بتر
میں نے بُرے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

ذرّہ گر در تو افزاید ادب
اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری
باشد از یارت بداند فضلِ رب
ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

قدرِ آں ذرّہ تُرا افزوں دہد
اُس ذرّے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا
ذرّہ چوں کوہے قدم بیروں نہد
(وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح رُونما ہو گا

پادشاہے[3] کہ بہ پیشِ تختِ او
وہ بادشاہ کہ اُس کے تخت کے رُو برُو
فرق نبُود از امین و ظلم جُو
امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

آنکہ می لرزد زبیمِ ردِّ او
وہ شخص جو اُس کے جواب سے لرز رہا ہو
وانکہ طعنہ می زند برجدِّ او
اور وہ شخص جو اُس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

فرق نبُود ہر دو یک باشد برش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے اسکے نزدیک دونوں یکساں ہیں
شاہ نبود خاکِ تیرہ برسرش
وہ بادشاہ نہ ہو گا اُس کے سر پر کالی مٹی ہو

ذرّہ گر جہدِ تو افزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے
در ترازوئے خدا موزوں شود
وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

پیشِ ایں شاہاں ہما رہ جانکنی
ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے
بیخبر ایشاں زغدر و روشنی
وہ غداری اور نورِ (قلب) سے غافل ہیں

---

[1] تو روا داری۔ اگر جفّ القلم کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل میں لکھ دیا ہے اور اب اُس کی قدرت کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا، خدائی سے معزول ہو گیا ہے۔ کہ زدست۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہے۔

[2] بلکہ۔ جفّ القلم کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہے۔ فرق۔ اور یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتبار سے ایک ذرہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اس کو خدا جانتا ہے اور وہ اس ذرّے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہو گا۔

[3] بادشاہے۔ جس بادشاہ کے دربار میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو یا وہ شخص جو اس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اس کے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشاہ کے سر پر خاک۔ ذرہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے۔ پیش۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کر دیتا ہے۔

گفتِ غمازے کہ بَد گوید تُرا
اس چغلخور کی بات جو تجھے بُرا کہتا ہے
ضائع آرد خدمت را سالہا
وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیش[1] شاہے کو سمیع ست و بصیر
اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے
گفتِ غمازاں نباشد جائے گیر
چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جُملہ غمازاں از و آئیس شوند
سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں
سُوئے ما آیند و افزایند بند
ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹ میں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما
اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں
کہ برو جفّ القلم کم کُن وفا
کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنی[2] جفّ القلم کے آں بُود
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کہ یہ معنی کب ہو سکتے ہیں؟
کہ جفاہا باوفا یکساں بُود
کہ ظلم وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جفّ القلم
بلکہ ظلم کے لیے (بدلہ) ظلم ہی قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا
واں وفا را ہم وفا جفّ القلم
اور وفا کے لیے (بدلہ) وفا ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا

عفو باشد لیک کو فرِّ اُمید
معافی ہو گی، لیکن اُمید کی وہ شان و شوکت کہاں؟
کہ بُود بندہ ز تقویٰ رُو سپید
کہ بندہ پرہیز گاری کی وجہ سے سُرخرو ہو

دُزد را گر عفو باشد جاں بَرَد
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے
کے وزیر و خازنِ مخزن شَوَد
وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اے[3] امین الدین ربانی بیا
اے امین الدین، اللہ والے! آ جا
کز امانت رُست ہر تاج و لِوا
کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہے

پُورِ سُلطاں گر برو خائن شود
شہزادہ، اگر بادشاہ کا خائن بن جائے
آں سرش از تن بداں بائن شود
اُس کی وجہ سے اُس کا سر، تن سے جدا ہو جائے

ور غُلامے ہندوے آرد وفا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے
دولت او را میزند طالَ بقا
نصیبہ اس کے لیے زندہ باد کا اعلان کر دے

چہ غلام ار بَردرے سگ باوفا ست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے
دردلِ سالار او را صد رضاست
آقا کے دل میں اسکی جانب سے سیکڑوں رضامندیاں ہیں

---

[1] پیش شاہے۔ داناؤ بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے، وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آ کر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[2] معنی۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جف القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گئی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکاروں کو ملیں گے۔ دزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کی جان بچ گئی لیکن اس کو وزیر اور خزانچی کا رتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

[3] اے امین الدین۔ یعنی شیخ حسام الدین یا ہر وہ مجتہد جو شریعت کا امین ہے یا مولانا کے دور کا ایک وزیر۔ پور۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بادشاہ کا خائن ہو تو وہ گردن زدنی ہے اور اگر معمولی غلام وفاداری کرتا ہے تو اسکا نصیبہ اسکو مبارکباد دیتا ہے غلام تو درکنار کتا بھی وفاداری کرتا ہے تو آقا کے دل میں اس کیلئے سیکڑوں خوشنودیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

زیں[1] چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد
اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوتڑی چومتا ہے

گر بُوَد شیرے چہ پیروزش کُند
اگر وہ شیر ہو تو اُس کو کس قدر کامیابی عنایت کرے گا؟

چہ مگر دُزدے کہ خدمتہا کُند
سوائے اُس چور کے جو خدمتیں کرے

صدقِ اُو بیخ جفا را بر کند
اُس کی سچائی ظلم کی جڑ اُکھاڑ دے

چوں فضیلِؒ رہزنے کو راست باخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت) فضیلؒ جنھوں نے سچائی کی بازی لگائی

زاں کہ دَہ مردہ بسُوئے تو بتاخت
کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

وانچناں[2] کہ ساحراں فرعون را
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا

رُوسیہ کردند از صبر و وفا
منہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرمِ و قَوَد
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیے

آں بصد سالہ عبادت کے شَوَد
وہ سو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردۂ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے

کے چنیں صدقے بدست آوردۂ
ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایتِ[3] آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عَمِیدِ خراسانی را آراستہ

اُس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں

دید براسپانِ تازی با قباہائے زَربفت و کلاہ ہائے مغرّق وغیرہ آں پُرسید
پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور (کڑھائی) سے ڈھکی ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے

کہ ایںہا کدام امیرانند وچہ شاہانند گفتند اُو را کہ ایںہا امیراں نیستند
اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ ہیں؟ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں،

ایںہا غلامانِ عمیدِ خراسان اندرُو بآسمان کرد کہ اے خداوند! غلام
یہ عمید خراسانی کے غلام ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں

پروردن از عمید بیاموز آنجا مستوفی را عمید گویند
کو پرورش کرنا عمید سے سیکھ لے، وہاں وزیراعظم کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رُو اندر ہَرے
ایک منہ پھٹ نے ہرات میں

چوں بدیدے اُو غلامِ مہترے
جب اُس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

---

[1] زیں۔ وفاداری اگر کتا بھی کرتا ہے تو آقا اس کا منہ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چہ مگر۔ پہلے فرمایا تھا کہ چور کو معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہوں گے اب اُس سے استثنا کرتے ہیں اس لیے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہو گئے ہیں۔ چوں فضیل۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیاء اللہ میں اُن کا شمار ہوا۔

[2] وانچناں۔ اسی طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رُوسیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست و پا۔ اللہ کی محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیے یہ مقام سو سالہ عبادت سے بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن اُن ساحروں کی سی سچائی اُس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[3] حکایت۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے سب غلام یکساں نہیں ہیں اسی طرح اللہ کے سب غلام یکساں نہیں۔ اخلاص کے اعتبار سے بہت فرق ہے۔ عمید کے غلام پورے مخلص تھے۔ عمید مستوفی۔ خراسان ایک ملک ہے جسکا پایہ تخت ایک زمانہ میں ہرات تھا۔ گستاخ۔ بے ادب، منہ پھٹ۔ ہرے۔ شہر ہرات۔

جامۂ اطلس کمر زریں[1] رواں
اطلس کا لباس سونے کی پٹی (پہنے ہوئے) جا رہا ہے
رُوئے کردے سُوئے قبلہ آسماں
اس نے آسمان کی جانب منہ کیا

کاے خدا! زیں خواجۂ صاحب مِنَن
کہ اے خدا! اس احسانوں والے آقا سے
چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیا موز اے خدا
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے
زیں رئیس و اختیارِ شہرِ ما
ہمارے شہر کے اس رئیس اور برگزیدہ سے

بُود محتاج و برہنہ بینوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا
در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

انبساطے کرد آں از خود بری
اُس بے خود نے بے تکلفی برتی
جُراُتے بنمود اُو از لمترے
اور پھکڑ پن سے اُس نے جرأت کی

اعتمادش[2] بر ہزاراں موہبت
ہزاروں بخششوں پر اُس کو بھروسہ (تھا)
کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت
کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

گر ندیمے شاہ گستاخی کُند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے
تو مکُن چوں تو نداری آں سند
تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پٹی سے بہتر ہے
گر کسے تاجے دہد اُو داد سر
اگر کوئی تاج دیتا ہے، تو اس نے سر دیا ہے

تا یکے[3] روزے کہ شاہ آں خواجہ را
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سردار پر
متہم کردو بہ بستش دست و پا
تہمت لگا دی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے

آں غلاماں را شکنجہ می نمود
اُن غلاموں کو سزا دی
کہ دفینۂ خواجہ بنمائید زُود
کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

سِرِّ اُو با من بگوئید اے خساں
اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتا دو
ورنہ بُرّم از شما حلق ولساں
ورنہ میں تمھارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

مدتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد
ایک مہینہ تک اُن کو ستایا
روز و شب اِشکنجہ و اِفشار و درد
دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

پارہ پارہ کردشان و یک غلام
انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور ایک غلام نے (بھی)
رازِ خواجہ وا نگفت از اہتمام
ہمت کر کے، آقا کا راز نہ کھولا

[1] کمر زریں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عمید خراسانی۔ مِنَن۔ احسانات۔ اختیار۔ یعنی مختار، برگزیدہ۔ بُود۔ یعنی وہ درویش اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اُس کی حالت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے بھروسہ پر یہ کہہ گزرا۔ لمتر۔ قوی، مراد اُس درویش کی حالت ہے۔

[2] اعتمادش۔ بعض مقربین بارگاہ خصوصی رحم وکرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لیے اس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ ندیم۔ مصاحب۔ حق۔ مولانا عمید کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کی افضلیت بتاتے ہیں۔

[3] تا یکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس درویش کو اس وقت جواب نہ دیا جب وہ عمید بادشاہ کا معتوب ہوا تو ہاتف غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عمید کے غلام عمید کے اس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ سزائیں برداشت کیں لیکن عمید کا راز نہ کھولا۔

گفتش[1] اندر خواب ہاتف کے کیا ۔۔۔ بندہ بُودن ہم بیاموز و بیا
غیبی آواز نے اُس سے خواب میں کہا کہ اے سردار! ۔۔۔ غلام بننا سیکھ لے اور آ جا

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں ۔۔۔ گر بدّرد گُرگت آں از خویش داں
اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے! ۔۔۔ اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے، تو وہ اپنے سبب سے سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش ۔۔۔ زانکہ میکاری ہمہ سالہ بنوش
کیونکہ جو تو سارے سال بُنتا ہے، وہ پہن ۔۔۔ تو جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

فعلِ تُست ایں غُصّہائے دمبدم ۔۔۔ ایں بُود معنیٰ قَد جَفَّ القلم
وہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے ۔۔۔ قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنیٰ ہیں

کہ نگردد سُنتِ ما از رَشَد ۔۔۔ نیک را نیکی بُود بد راست بد
کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے ۔۔۔ نیک کے لیے نیکی ہوتی ہے، برے کے لیے برائی ہے

کارکُن[2] ہیں کہ سلیماں زندہ است ۔۔۔ تا تُو دیوی تیغِ اُو بُرندہ است
کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے ۔۔۔ جب تک تو دیو ہے اس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن ست ۔۔۔ از سلیماں فارغ و از خوف رست
جب فرشتہ بن گیا، تلوار سے محفوظ ہے ۔۔۔ سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پا گیا ہے

از سُلیماں ہیچ اُو را خوف نیست ۔۔۔ دشمنے دیوست و از وے ایمنے ست
سلیمان سے اُسے کوئی ڈر نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے

حکمِ اُو بر دیو باشد نے مَلک ۔۔۔ رنج در خاکست نے فوقِ فلک
(سزا کا) حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر ۔۔۔ تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر

ترک[3] کُن ایں جبر را کہ بس تہیست ۔۔۔ تابدانی سِرّ سِرِّ جبر چیست
اس جبر (کے عقیدے) کو چھوڑ کیونکہ خالی (ڈھول) ہے ۔۔۔ تاکہ تُو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کُن ایں جبرِ جمعِ منبلاں ۔۔۔ تا خبر یابی ازاں جبرِ چو جاں
کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے ۔۔۔ تاکہ تجھے اس جبر کا پتا لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کُن و کُن عاشقی ۔۔۔ اے گمانِ بُردہ کہ خوب و فائقی
معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر ۔۔۔ اے وہ شخص جس نے گمان کرلیا کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

---

[1] گفتش۔ اب اللہ کی جانب سے اس درویش کو جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ تو عمید سے غلام پروری کیا سیکھے گا تو عمید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔ اے دریدہ۔ انسان جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ زانکہ۔ انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔ فعل تست۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ "یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمھاری لائی ہوئی ہے"۔ کہ نگردد۔ سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ نیک۔ قرآن پاک میں ہے۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔

[2] کارکن۔ سلیمان سے مراد شاہِ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفس لوامہ ہے۔ چوں۔ فرشتہ۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ جو اللہ کے دوست ہیں اُن پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ از سلیماں۔ نیکوں کو عذاب سے امن حاصل ہے۔ حکمِ او۔ سزا کا حکم شیطان صفت کے لیے ہے۔ رنج۔ جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

[3] ترک کن۔ یہ جبر مذموم کا عقیدہ جو ترک اطاعت پیدا کرتا ہے اسکو چھوڑ کر فنا کا درجہ اختیار کر جب تجھے جبر محمود کا پتا چلیگا اور معلوم ہوگا تجھے اختیار خداوندی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیار خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ منبلاں۔ کاہل لوگ۔ چو جاں۔ جبر محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ ترک کن۔ معشوقوں کا سا ناز چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

اے[1] کہ در معنی زشب خامُش تری — گفت خود را چند جُوئی مشتری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے — اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجُنبانند پیشت بہرِ تُو — رفت در سودائے ایشاں دہرِ تُو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں — اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر مپیچ — چہ حسد آرد کسے برفوتِ ہیچ
تو مجھ سے کہتا ہے، کہ حسد کرنے میں نہ لگ — ناچیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بارسوخ — ہمچو نقشِ خُوب کردن بر کلوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا — ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

خویش را تعلیم کُن عشق و نظر — کاں بُود کالنقش فی جرم الحجر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے — کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو باتُست شاکر در وفا — غیر، فانی شُد کجا جوئی کجا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکر گذار ہے — غیر، فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

تاکُنی[2] مر غیر را حِبر و سنی — خویش را بد خُو و خالی میکُنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بناتا رہے گا — اپنے آپ کو بدعادت اور خالی کرتا رہے گا

متّصل چوں شُد دلت باآں عدن — ہیں بگو مہراس از خالی شدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا — ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل زیں آمدش کاے راستیں — کم نخواہدشد بگو دریاست ایں
قُل کا حکم اُن کو اسی لیے آیا کہ اے راست رو! — کہیے، کم نہ ہوگا، یہ دریا ہے

اَنصِتُوا[3] یعنی کہ آبت را بلاغ — ہیں تلف کم کُن کہ لب خشک ست باغ
"تم خاموشی سے سنو" یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں سے — خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر — ایں سخن را ترک کُن پایاں نگر
اے باوا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اس بات کو، چھوڑ، انجام پر نظر کر

[1] اے کہ۔ تو اپنی لچھے دار تقریروں پر نازاں ہے جو معانی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی ان تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ سر بجنبانند۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو اُن کے عشق میں عمر برباد کر رہا ہے۔ تو مرا۔ جب میں تجھے ان لچھے دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان لچھے دار تقریروں کے حاصل نہ ہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا۔ یہ خود بیکار ہیں۔ ہست۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ واہ کرانا مٹی کے ڈھیلے پر باریک نقش و نگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا۔ خویش۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

[2] تاکنی۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ سنی۔ بلند۔ متصل۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو اس سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ ان کا اتصال دریائے وحدت سے ہو گیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ عدن۔ دال کے سکون سے اقامت اسی سے جنات عدن ہے یعنی اقامت کی جنتیں اور دال کے زبر سے شہر کا نام ہے جہاں سے عقیق آتا ہے یہاں مراد دریائے وحدت ہے۔ امر قل۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ "آپ کہہ دیجئے کہ خدا کے کلمات کے لیے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہو جائے گی کہ خدا کے کلمات ختم ہوں"۔

[3] انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا "اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو"۔ لاغ۔ بیہودہ گفتگو۔ ایں سخن۔ یعنی لچھے دار تقریروں کی برائی۔ پایاں۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

غیرتم[۱] آید کہ پیشت بیستند — برتو می خندند و عاشق نیستند

مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں — تیری ہنسی اُڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم — بہرِ تو نعرہ زناں بیں دمبدم

تیرے عاشق کرم کے پسِ پردہ — (ان کو) تو لحہ بہ لحہ اپنے لیے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ لے

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش — عاشقانِ پنج روزہ کم تراش

تو اُن غیب کے عاشقوں کا عاشق بن — چند روزہ عاشق، نہ بنا

کہ بخوردندت[۲] ز خُدعہ و جذبہٴ — سالہا زیشاں ندیدی حبہٴ

دھوکے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا — سالوں، تو نے ان کی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام — گام جُستی بر نیامد ہیچ کام

عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟ — تو نے مقصد کی تلاش کی، کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ صحت جملہ یارند و حریف — وقتِ درد و غم بجز حق کو الیف

تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں — درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

وقتِ دردِ چشم و دنداں ہیچکس — دستِ تو گیرد بجز فریادرس[۳]

دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت، کوئی شخص — تیری دستگیری کرتا ہے؟ سوائے خدا کے

پس ہماں درد و مرض را یاد دار — چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار

تو اُسی درد اور مرض کو یاد رکھ — ایاز کی طرح پوستیں سے عبرت حاصل کر

پوستیں آں حالتِ دردِ تو است — کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست

پوستین، تیرے درد کی حالت ہے — جو اس ایاز نے ہاتھ سے پکڑی ہے

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سُنّی را کہ باسلام و ترکِ اعتقادِ جبرش دعوت

اُس جبری کافر کا دوبارہ اُس سنی مومن کو جواب دینا جو اسکو اسلام اور جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا

میکرد و دراز شُدنِ مناظرہ از طرفین کہ مادۂ اشکال و جواب رانبُرد اِلّا عشقِ حقیقی

اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کو سوائے حقیقی عشق کے

کہ اُورا پروائے آں نماند و ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ

کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ اسکو اسکی پروا نہیں رہتی اور "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کر دیتا ہے"

---

۱ غیرتم۔اے مجھے دار تقریریں کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اُڑاتے ہیں۔عاشقانت۔تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو اُن عاشقوں کا عاشق بن اور چند دنوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

۲ کہ بخوردندت۔ان چند روزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے اُن سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔چند ہنگامہ۔عوام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔وقتِ صحت۔یہ تیرے عاشق راحت کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کا ساتھی صرف خدا ہے۔الیف۔دوست۔

۳ فریادرس۔اللہ تعالیٰ۔درد۔یعنی درد کے وقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پُرانی پوستین کو پیشِ نظر رکھتا اور اُس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔پوستین۔ایاز پوستین سے عبرت حاصل کرتا تھا تو مصیبت کے وقت سے عبرت حاصل کرلے۔کہ۔جب تک عشقِ خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے۔

کافرِ جبری جواب آغاز کرد
جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا
کہ ازاں حیراں شُد آں منطیق[1] مرد
جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا

لیک گر من آں جوابات و سوال
لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال
جملہ وا گویم بمانم زیں مقال
سب بیان کروں، اس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مہم تر گفتنیہا ہست ماں
ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں
کہ بداں فہمِ تو، بہ یابد نشاں
جن سے تیری سمجھ، بہتر نشانی حاصل کر لے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے عُتُل
اے سنگدل! اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا
ز اندکے پیدا بُود قانونِ کل
تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

درمیانِ جبری و اہلِ قدر
جبری اور قدریوں کے درمیان
ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر
حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فروماندے ز دفعِ خصمِ خویش
اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آ جاتے
مذہبِ ایشاں بر افتادے ز پیش
تو اُن کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بروں شوشاں نبودے در جواب
اگر جواب میں اُن کا مخلص نہ ہوتا
پس رمیدندے ازاں راہِ تباب
تو اُس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مقضی بُد دوامِ آں رَوِش
چونکہ اُس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا
میدہد شاں از دلائل پرورش
تو اُن کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تانگردد[2] ملزم از اشکالِ خصم
تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے
تابُوَد محجوب از اقبالِ خصم
تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے

تاکہ ایں ہفتاد و دو ملت مُدام
تاکہ یہ بہتر ملتیں، ہمیشہ
در جہاں ماندے الٰی یومِ القیام
قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

چوں جہانِ ظلمت ست و غیب ایں
چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے
از برائے سایہ میباید زمیں
سایہ کے لیے زمین درکار ہے

تاقیامت ماند ایں ہفتاد و دو
تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں
کم نیاید مبتدع[3] را گفتگو
بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزتِ مخزن بُوَد اندر بہا
قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے
کہ بُرو بسیار باشد قفلہا
جس پر بہت سے قفل ہوں

---

[1] منطیق۔ بہت بولنے والا۔ زیں مقال۔ یعنی نصیحت کی باتیں۔ کہ بداں۔ ان نصیحت کی باتوں سے فہم میں روشنی پیدا ہوگی۔ عتل۔ سنگدل۔ ز اندکے۔ مشتے نمونہ از خروارے کافی ہوتا ہے۔ درمیاں۔ مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہوں گی کیونکہ دنیا میں بہتر فرقے باقی رہنے ہیں۔ بروں شو۔ نکلنے کا راستہ، مخرج۔ تباب۔ ہلاکت، تباہی۔ مقضی۔ یعنی قضا وقدر کا فیصلہ۔

[2] تانگردد۔ ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آ جائے۔ ملزم۔ یعنی لاجواب۔ از اقبال۔ یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ زمیں۔ جب سورج غروب کر جاتا ہے تو زمین کے جس رُخ سے اس نے غروب کیا ہے اس کا سایہ فضائے آسمانی تک پھیل جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اس قدر واضح نہیں ہے، باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

[3] مبتدع۔ باطل فرقہ۔ عزتِ مخزن۔ جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لیے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اس پر باطل ملتوں کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

عزتِ[1] مقصد بُوَد اے ممتحن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے

پیچ پیچِ راہ عقبہ و راہزن
گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزتِ کعبہ بُوَد آں ناحیہ
وہ گوشہ، کعبہ کی عزت ہے

دزدیِ اعراب و طولِ بادیہ
(اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر رَوِش ہر رہ کہ آں محمود نیست
ہر روش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے

عَقبۂ و مانعے و رہزنے ست
وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں[2] روش خصم و حقودِ آں شُدہ
یہ روش اُس کی مخالف اور کینہ ور بنی

تا مُقلِّد دُرد و رہ حیراں شُدہ
یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

صدقِ ہر دو ضد بہ بیند در رَوِش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے

ہر فریقے در رہِ خود خوش منش
ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست میبندد ستیز
اگر اُس کے پاس جواب نہ ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے

بر ہُماندم تا بروزِ رستخیز
اُسی وقت سے قیامت کے دن تک کے لیے

کہ مِہانِ ما بدانند ایں جواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں

گرچہ از ما شُد نہاں وجہِ صواب
اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے

پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس
وسوسہ کے لیے چھکا عشق ہی ہے اور بس

ورنہ کے وسواس را بست ست کس
ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟

عاشقے[3] شُو شاہدِ خوبے بجُو
عاشق بن حسین معشوق تلاش کر

صیدِ مُرغابی ہمی کُن جُو بجُو
نہر در نہر مُرغابی کا شکار کرتا رہ

کے بری زاں آب کاں آبت برد
تو اُس پانی سے کیا فائدہ اُٹھائیگا جو تیری آبرو برباد کرے؟

کے کُنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اُس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھا لے؟

غیر ایں معقولہا معقولہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں

یابی اندر عشق بافرّ و بہا
تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

غیر ایں عقلِ تو حق را عقلہاست
اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں

کہ بداں تدبیر اسبابِ سماست
جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را
تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا

زاں دگر مفرش کُنی اطباق را
تو اُس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنا لے گا

---

[1] عزتِ مقصد۔ مقصد جس قدر عزیز ہوگا اسی قدر اس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دراز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکازنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر روش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستہ کے لیے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

[2] ایں روش۔ باطل فرقوں کی روش صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اس کی وجہ سے تقلید کرنے والا حیران ہو جاتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر باطل فرقہ والا لاجواب ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ کہ۔ وہ یہ کہہ دے کہ اس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوز بند۔ اس طرح کے وساوس صرف عشقِ خداوندی سے مٹ سکتے ہیں۔

[3] عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر مٹیں گے کہ راہِ عشق اختیار کر اور اس کا راہبر تلاش کر لے۔ کے بری۔ جن دلائلِ عقلیہ سے تو وساوس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔ معقولہا۔ دلائلِ عقلیہ سے جو باتیں سمجھ میں آتی ہیں ان سے وہ معقولات بہتر ہیں جو علومِ کشفیہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایں عقل۔ یعنی عقلِ معاش۔ عقلہا۔ یعنی معاد کی عقلیں۔ تا بدیں۔ عقلِ معاش سے صرف دنیوی روزی حاصل ہوتی ہے عقلِ معاد آسمانوں کو اپنا فرش بنا لیتی ہے۔

عُشرِ[1] امثالت دہد تا ہفت صَد — چوں ببازی عقل در عشقِ صمد
تجھے دس گنے سے سات سو گنے تک عطا کر دے — جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے

آں زناں چوں عقلہا در باختند — بر رُواقِ عشقِ یوسفؑ تاختند
اُن عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں — وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقلِ شاں یکدم ستد ساقیِ عُمر — سیر گشتند از خرد باقیِ عُمر
عمر کے ساقی نے ایک دم اُن کی عقل لے لی — باقی عمر کے لیے اُن کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصلِ صد یوسف جمالِ ذوالجلال — اے کم از زن شو فدایِ آں جمال
سیکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حسن ہے — اے عورت سے کم! اُس حسن پر قربان ہو جا

عشق بُرّد بحث را اے جان و بس — کوز گفت و گو شود فریاد رس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس — کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس بن جاتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نطق را — زہرہ نبُود کہ کُند اُو ماجرا
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے — اُس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ[2] بترسد گر جوابے وادہد — گوہرے از لَفج اُو بیروں جَہد
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے — موتی اُس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب بہ بندد سخت اُو از خیر و شر — تا نباید کز دہاں اُفتد گہر
بھلے اور بُرے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے — تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے

ہمچناں کہ گفت آں یارِ رسولؐ — چوں نبیؐ بر خواندے بر ما فضول[3]
جیسا کہ اُن صحابی نے فرمایا ہے — جب نبی ہم ناکاروں کو سناتے

آں رسولِ مجتبیٰ وقتِ نثار — خواست از ما حضور و صد وقار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ — ہم سے سیکڑوں وقار اور حضور (قلب) چاہتے

آنچنانکہ برسرت مُرغے بُود — کز فواتش جانِ تو لرزاں شود
جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو — جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جُنبیدن ز جا — تانگیرد مُرغِ خوبِ تو ہوا
تو جگہ سے ہل نہ سکے گا — تاکہ تیرا حسین پرند، ہوا نہ پکڑ لے

دم نیاری زد بہ بندی سُرفہ را — تا نباید کہ بپرّد آں ہُما
تو سانس نہ لے سکے گا، کھانسی کو روک لے گا — تاکہ وہ ہما نہ اُڑ سکے

---

[1] عُشر۔ مثل معادنیکی کرانی ہے جس کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک ملتا ہے۔ صمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رواق۔ محل، چھجہ۔ ساقیِ عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پرتو تھا۔ عشق بُرد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اُس کی زبان کند ہو گئی"۔ حیرتے۔ عشق ایسی حیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے گویائی عاجز آ جاتی ہے۔

[2] کہ بترسد۔ عاشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لَفج۔ لام کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا جس میں ہڈی نہ ہو، ہونٹ بعض نسخوں میں لَفج لام کے پیش کے ساتھ ہے اس کے معنی بھی ہونٹ ہیں بعض نسخوں میں "کام" ہے جس کے معنی تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضور جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہ کو ہدایت تھی کہ وہ خاموشی سے سنیں اور صحابہ خاموشی سے سنتے رہتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر کوئی پرندہ ہے اور ان کو ڈر ہے کہ اگر وہ بولے یا ہلے تو وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔

[3] فضول۔ بعض لوگوں نے "اسکوت" کا بیان قرار دیا ہے اس اعتبار سے ہم نے "ناکارہ" کا ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے معنی فضائل کے کیے ہیں یعنی فضائل قرآنی بعض نسخوں میں بغیر نقطہ کے فصول ہے اس صورت میں قرآن کی صورتیں مراد ہوں گی۔ حضور۔ یعنی قلبی توجہ۔ سرفہ۔ کھانسی۔ ہما۔ وہ پرند جو سر پر بیٹھا ہوا ہے۔

ورکست شیریں بگوید یا تُرش　　برلب[1] انگشتے نہی یعنی خمش

اگر تجھے کوئی میٹھی بات کہے یا کڑوی　　تو ہونٹ پر انگلی رکھے گا یعنی چپ رہ

حیرت آں مُرغست خاموشت کند　　برنہد سرِ دیگ و پُر جوشت کند

حیرت وہ پرندہ ہے، جو تجھے خاموش کر دیتا ہے　　دیگ کا ڈھکنا دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بنا دیتا ہے

پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم و شادی با چارق و پوستین کہ

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل اور پوستین سے

جمادست بچہ میگوئی تا ایاز را درسخن در آرد و سوالِ سلطان ازو

جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہلائے اور بادشاہ کا اُس سے دریافت کرنا

اے[2] ایاز ایں مہرہا بر چارقے　　چیست آخر ہمچو بربُت عاشقے

اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں　　آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بت پر عاشق

ہمچو مجنوں از رُخِ لیلیٰ خویش　　کردۂ تو چارقے را دین و کیش

مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رُخ کو　　تو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے

با دو کہنہ مہرِ جاں آمیختہ　　ہر دو را در حجرۂ آویختہ

دو پُرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر دی ہے　　دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے

چند گوئی بادو کہنہ تو سخن　　در جمادے می دمی سِرِّ کُہن

تو دو پُرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟　　تو پُرانا راز، پتھر میں پھونکتا ہے

چوں[3] عرب با ربع و اَطلال اے ایاز　　میکنی از عشق گفتِ خود دراز

اے ایاز! عربوں کی طرح، منزل اور ٹیلوں سے　　عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے

چارقت رَبعِ کدامیں آصف ست　　پوستیں گوئی قمیصِ یوسفؑ ست

تیری چپل کون سے آصف کی منزل ہے؟　　گویا پوستین یوسف کی قمیص ہے

ہمچو ترسا گو شمارد باکشِش　　جُرم یک سالہ زنا و غِلّ و غِش

عیسائی کی طرح، جو پادری کے سامنے گنتا ہے　　ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم

---

1. برلب۔ اپنے ہونٹ پر انگلی رکھنا دوسرے کو چپ رہنے کا اشارہ ہے۔ حیرت۔ جس طرح سر پر کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقامِ حیرت بھی روکتا ہے سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش و خروش ہوتا ہے۔ پُرسید۔ یہاں سے مولانا نے محمود و ایاز کا ناتمام قصہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ ایاز۔ ایاز کوٹھری میں جا کر اپنے پُرانے چپلوں اور پوستین سے باتیں کرتا تھا۔

2. اے ایاز۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تو اپنی چپل کا عاشق کیوں ہے؟ ہمچو۔ جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کو اپنا دین و مذہب بنا لیا تھا تو نے چپل کو بنا لیا ہے۔ دو کہنہ۔ یعنی پُرانی چپل اور پوستین۔ چند گوئی۔ ایاز اپنی چپل اور پوستین سے اپنی عزت اور بے کسی کے سابق واقعات دہراتا ہے۔

3. چوں عرب۔ عربی شعرا اپنے اشعار میں محبوبہ کی منزل اور اُس کے پڑاؤ کے ٹیلوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ ربع۔ موسم ربیع گذارنے کا مکان، مطلقاً مکان۔ اَطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ آصف۔ ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے یہاں مطلقاً سردار مراد ہے۔ قمیص۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص سے حضرت یعقوبؑ بینا ہو گئے تھے۔ ہمچو ترسا۔ نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اُن کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کر دینا سمجھتے ہیں۔ کشش۔ کشیش۔

تا بیا مرزد کشیشش[1] آں گناہ　　عفوِ اُو را عفو داند از اِلٰہ
تاکہ پادری اس کا وہ گناہ بخش دے　　اس کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست آگہ آں کشیش از جُرم و داد　　لیک بس جادو ست عشق و اعتقاد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں　　لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے

دوستی در وہم، صد یوسفؑ تند　　اسحر از ہاروت ماروتست خود
عشق، وہم میں سینکڑوں یوسف بنا لیتا ہے　　وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادوگر ہے

صورتے پیدا کند بریادِ اُو　　جذبِ صورت آردت در گفتگو
وہ (عشق) اس کی یاد پر ایک صورت پیدا کر دیتا ہے　　صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے

راز[2] گوئی پیشِ صورت صد ہزار　　آنچناں کہ یار گوید پیشِ یار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے　　جس طرح دوست، دوست کے سامنے بیان کرتا ہے

نے بدانجا صورتے نے ہیکلے　　زادہ ازوے صدا الست و صد بلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بُت　　اُس (عشق) سے سینکڑوں سوال و جواب پیدا ہو جاتے ہیں

آں چناں کہ مادرِ دل بُردہٗ　　پیشِ گورِ بچۂ نو مُردہٗ
جیسا کہ غمگین ماں　　نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے

رازہا گوید بجد و اجتہاد　　می نماید زندہ اُو را آں جماد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے　　وہ بے روح، اس کو زندہ نظر آتا ہے

حی و قائم داند اُو آں خاک را　　خوش نِگر ایں عشق ساحر ناک را
وہ اس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے　　اس جادوگر عشق پر غور کر لے

پیش[3] اُو ہر ذرّہٗ آں خاکِ گور　　گوش دارد ہوش دارد وقتِ شور
اُس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ　　شور کے وقت کان رکھتا ہے، جوش رکھتا ہے

مستمع داند بجد آں خاک را　　چشم و گوشے داند اُو خاشاک را
وہ واقعی طور پر اُس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے　　وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے

آں چناں بر خاکِ گورِ تازہ اُو　　دمبدم خوش می نہد با اشک رُو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اس طرح　　لحہ بہ لحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہے

کہ بوقتِ زندگی ہرگز چناں　　رُوی ننہادہ است برپُورِ چوجاں
کہ زندگی کے وقت اس طرح کبھی بھی　　جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

[1] کشش۔ کسیسہ۔ قسیس۔ نصرانی عالم۔ نیست۔ نصرانی عالم سے نہ گناہ کا تعلق نہ معاف کرنے کا، لیکن نصرانی کا عشق اور اعتقاد یہ سب کچھ اُس سے کراتا ہے۔ دوستی۔ عشق بقوت واہمہ کے ذریعہ معشوق میں حضرت یوسفؑ سے سو گنا حسن دکھا دیتا ہے۔ اسحر۔ زیادہ جادوگر۔ صورتے۔ عشق معشوق کی فرضی تصویر سامنے کر دیتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے۔

[2] راز۔ عاشق اپنے درد کے سینکڑوں راز اُس فرضی تصویر سے اس طرح بیان کرتا ہے جیسے کہ کوئی دوست، دوست سے بیان کرے۔ نے۔ نفس الامر میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ عاشق اس فرضی تصویر سے سینکڑوں سوال و جواب کرتا ہے۔ الست۔ یعنی عہد۔ بلی۔ یعنی اقرار۔ آنچناں۔ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو وہ اس کی قبر سے باتیں کرتی ہے۔ حی۔ ماں کا عشق اُس بچہ کو زندہ اور تندرست دکھاتا ہے یہ بھی عشق کی جادوگری ہے۔

[3] پیش اُو۔ ماں جب بچہ کی قبر پر جا کر نالہ و شیون کرتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ قبر کا ذرہ ذرہ سن رہا ہے۔ مستمع۔ یہ بھی سمجھتی ہے کہ قبر کی مٹی کے آنکھ اور کان بھی ہیں اور قبر سے اس طرح چمٹی ہے کہ بچہ سے زندگی میں بھی کبھی نہ چمٹی ہوگی۔

از عزا[1] چوں چند روزے بگذرد
جب سوگ کے چند روز گذر جائیں
آتشِ آں عشقِ اُو ساکن شود
اُس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے

عشق بر مُردہ نباشد پائدار
مُردے سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے
عشق را بر حیِّ جاں افزای دار
زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر

بعد ازاں زاں گور خود خواب آیدش
اس کے بعد خود اُس کو اس قبر سے نیند آنے لگتی ہے
از جمادے ہم جمادی زایدش
اُس میں بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے

زانکہ عشق افسونِ خود بُربود و رفت
کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا
ماند خاکستر چو آتش رفت تفت
جب آگ تیزی سے چلی گئی، راکھ رہ گئی

آنچہ بیند آں جواں در آئنہ
جوان، جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے
پیر اندر خشت بیند آں ہمہ
پیر، اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے

پیر[2] عشقِ تُست نے ریشِ سُپید
عشق، تیرا پیر ہے، نہ سفید ڈاڑھی
دستگیرِ صد ہزاراں نا اُمید
جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے

عشق صُورتہا بسازد در فراق
عشق، جُدائی میں تصویریں بناتا ہے
تا مُصوَّر سر کند وقتِ تلاق
یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر رونما ہو جاتی ہے

کہ منم آں اصلِ اصلِ ہوش و مست
کہ ہوش اور مست کا اصلِ اصول میں ہوں
بر صُورہا عکسِ حُسنِ ما بُدست
صورتوں پر ہمارے ہی حسن کا عکس تھا

پردہارا ایں زماں برداشتم
اب میں نے پردے اُٹھا دیے ہیں
حُسن را بے واسطہ بفراشتم
میں نے حسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے

زانکہ[3] بس با عکسِ من دریافتی
کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے
قوّتِ تجرید ذاتم یافتی
(اب) تو نے میری ذات کو مجرد کرنیکی قوت حاصل کر لی ہے

چوں ازیں سُو جذبہٴ من شُد رواں
جب اس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا
اُو کشش را می نہ بیند درمیاں
وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے

---

1. از عزا۔ سوگ، مصیبت، صبر، یعنی چند دن کے اندر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں یہ اُس عشق کی کیفیت ہے جو مُردے سے ہو، خدا کے عشق کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ کچھ دن بعد یہ حالت ہوتی ہے وہ ماں اس کی قبر کے پاس آ کر آرام سے سو جاتی ہے۔ زانکہ۔ وہ اس کی حالت، عشق کی جادوگری تھی، عشق ختم ہوا تو آگ ختم ہو کر راکھ رہ گئی۔ آنچہ۔ جوان سے مراد وہ شخص ہے جو حقائق تک پہنچا ہوا اور پیر سے مراد وہ شخص ہے جس کو حقائق کا کشف حاصل ہو گیا ہو پہلے فرمایا تھا کہ عشق حی و قیوم سے کر و اب فرماتے ہیں کہ جس کو یہ عشق حاصل ہو جاتا ہے اس کو کشفی علوم ہو جاتے ہیں اس کے کشف کی حالت یہ ہوتی ہے کہ لوہے سے آئینہ بننے کے بعد عوام کو جو کچھ اس میں نظر آتا ہے اس کو لوہے کی اینٹ میں ہی نظر آ جاتا ہے۔
2. پیر۔ پہلے شعر میں پیر کا لفظ آیا تھا اُسکی تشریح کرتے ہیں کہ پیر سے مراد عشق ہے سفید ڈاڑھی والا مُراد نہیں ہے۔ عشق۔ یہ عشق کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ فراق کی حالتمیں معشوق کی صورتیں دکھاتا ہے پھر ملاقات کے وقت صاحب تصویر سامنے آتا ہے ابتداً سالک صورتوں سے دوچار ہوتا ہے پھر ذات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ منم۔ جب ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں ہی اصل ہوں، صورتوں پر میرا عکس پڑ گیا تھا اب میں نے پردے اُٹھا دیے ہیں اور بغیر کسی واسطے کے حسن کا مشاہدہ کرا دیا ہے۔
3. زانکہ۔ عکوس میں مشاہدہ کے بعد پھر درجہ فنا میں یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ وہ مجرد ذات کا مشاہدہ کر سکے حدیث شریف میں ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ صوفیا کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں "کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت اس طریقہ پر کر کہ گویا تو ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اگر تو باقی نہ رہا بلکہ فانی بن گیا تو ذات کو دیکھے گا وہ بے شک تجھے دیکھتی ہے" پردہ اگر ہے تو تیری ذات کا ہے۔ چوں ازیں سو۔ عبادت کے ابتدائی مراتب میں جذب و کششِ خداوندی سے ہیں لیکن یہ جذب و کشش اس عابد کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

مغفرت[1] میخواہد از جُرم و خطا — از پسِ آں پردہ از لُطفِ خدا

وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے — خدا کی مہربانی سے اُس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمۂ جاری شود — سنگ اندر چشمہ مُتواری شود

جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے — پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے

کس نخواند بعد ازاں آں را حجر — زانکہ جاری شُد ازاں سنگ آں گہر

اُس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا — کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے

کاسہا[2] داں ایں صُوَر راو اندرُو — آنچہ حق ریزد بداں گیرد علو

ان عکسوں کو پیالے سمجھ اور اُن میں — حق (تعالیٰ) جو ڈالتا ہے اُس سے وہ سر بلندی حاصل کر لیتے ہیں

گفتنِ خویشاونداں مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ ایست، چنداں

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے شہر میں

نیست از و نغز تر در شہرِ ما بسیار ست یکے و دو دہ بر تو عرضہ کنیم اختیار

اُس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس تیرے سامنے پیش کر دیتے ہیں تو ان

کن و مارا و خود را وارہاں و جواب گفتنِ مجنوں ایشاں را

میں سے پسند کر لے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے اور ان کا مجنوں کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل — حُسنِ لیلیٰ نیست چنداں، ہست سہل

بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا — لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے

بہتر ازوے صد ہزاراں دلرُبا — ہست ہمچوں ماہ اندر شہرِ ما

اُس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق — ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں

نازنیں[3] تر زو ہزاراں حُوروش — ہست بگزیں زاں ہمہ یکبار خوش

ہزاروں حوروں جیسے اُس سے زیادہ ناز و انداز والے — موجود ہیں، اُن سب میں سے ایک حسین یار منتخب کر لے

وارہاں خود را و ما را نیز ہم — از چنیں سودایِ زشتِ متہم

اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے — ایسے بُرے متہم عشق سے

گفت صورت کوزہ ست و حُسن مے — مے خدایم میدہد از ظرف وے

اس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے — مجھے اس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

---

1. مغفرت۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ "نیک لوگوں کے حسنات مقربین بارگاہ کے اعتبار سے سیئات ہیں" پہلے چونکہ عبادت میں احسان کا اعلیٰ درجہ نہ تھا اسلئے مشاہدہ کے بعد اس عبادت پر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ چوں ز سنگے۔ جذب و کشش کے مخفی ہونے کی یہ مثال ہے کہ جس پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے تو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور اب لوگ اُس کو پتھر نہیں کہتے بلکہ پانی کا چشمہ کہتے ہیں۔
2. کاسہا۔ عبادت میں ابتدائی صور کے مشاہدہ کو بمنزلہ پیالوں کو سمجھو ان میں حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے جذب کی ریزش ہے۔ گفتن۔ مجنوں کی اس گفتگو سے بھی یہی سمجھایا ہے کہ مظاہر، ظاہر کے حسن کے اعتبار سے نام اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ ابلہاں۔ کچھ بیوقوفوں نے مجنوں کو ملامت کرنی شروع کر دی اور کہا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے تو اُس پر اس قدر فریفتہ کیوں ہے۔ سہل۔ معمولی۔
3. نازنیں۔ دوسرے معشوق ناز و انداز اور حسن میں لیلےٰ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ وارہاں۔ تو دوسرے شہر اور قبیلہ کی لڑکی پر عاشق ہے جس کی وجہ سے تو اور سارا خاندان بدنام ہو رہا ہے۔ گفت۔ مجنوں نے کہا کہ لیلیٰ کی صورت تو ایک پیالہ ہے اور اس سے خدا اپنی شراب مجھے پلاتا ہے۔

مرشما[1] را سرکہ داد از کوزہ اش
تا نباشد عشقِ اُو تاں گوش کش
اُس کے پیالے سے تمھیں سرکہ دیا ہے
تا کہ اُن کا عشق تمھارے کان نہ کھینچے

از یکے کوزہ دہد زہر و عسل
ہر یکے را دستِ حق عزّ وجل
ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد
اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے

کوزہ می بینی و لیکن آں شراب
رُوی ننماید بچشمِ ناصواب
تو پیالہ دیکھتا ہے، لیکن وہ شراب
غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ باشد ذوقِ جاں
جُز بخصمِ خویش ننماید نشاں
طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے
اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ باشد آں مُدام[2]
ویں حجابِ ظرفہا ہمچوں خیام
وہ شراب، نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے
اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے

ہست دریا خیمۂ در وے حیات
بط را، لیکن کلاغاں را ممات
دریا ایک خیمہ ہے، اس میں زندگی ہے
بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے

زہر باشد مار راہم قُوت و برگ
غیرِ اُو را زہرِ اُو دردست و مرگ
زہر، سانپ کی روزی بھی ہے اور سازوسامان بھی
اُس کے غیر کے لیے اس کا زہر درد اور موت ہے

صورتِ ہر نعمتے و محنتے
ہست ایں را دوزخ آنرا جنتے
ہر نعمت اور محنت کی صورت
اس کے لیے دوزخ ہے، اس کے لیے جنت ہے

پس[3] ہمہ اجسام اشیا تُبْصِرُوْن
اندر و قُوت ست و سم لَا تُبْصِرُوْن
پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو
ان کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو

ہست ہر جسمے چو کاسۂ و کوزۂ
اندرو ہم قُوت و ہم دل سوزۂ
ہر جسم، پیالے اور کٹورے کی طرح ہے
اس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلاوا بھی

کاسہ پیدا اندرو پنہاں رغد
طاعمش داند کزاں چہ می خُورد
پیالہ، ظاہر ہے اس میں خوش عیشی پوشیدہ ہے
اس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے

صورتِ یوسفؑ چو جامے بُود خوب
زاں پدر میخورد صد بادہ طروب
(حضرت) یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی
باپ اس میں سے سیکڑوں مست کرنے والی شرابیں پیتے تھے

---

[1] مرشما۔ اسی پیالہ سے تمھیں سرکہ میسر آرہا ہے تاکہ تمھیں اس کے عشق کی فضیلت حاصل نہ ہو۔ از یکے۔ یہ عجائب قدرت میں سے ہے کہ قدرت ایک ہی پیالہ سے کسی کو زہر اور کسی کو شہد پلاتی ہے۔ کوزہ۔ تم لوگوں کو صرف صورت اور کوزہ نظر آرہا ہے چونکہ تمھاری نظریں صحیح نہیں ہیں تمھیں وہ شراب نظر نہیں آرہی ہے۔ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ۔ جنتی حوروں کے بارے میں مذکور ہے، فِیْهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اور مذکور ہے حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ یعنی وہ حوریں بجز شوہروں کے کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتی ہیں یہی حال عشق کا ہے وہ اہل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ خصم۔ صاحب، اہل۔

[2] مُدام۔ شرابِ عشق، حوریں خیموں کے اندر رہتی ہیں باہر نہیں نکلتی ہیں اس شراب، عشق کے لیے برتن بمنزلہ حوروں کے خیموں کے ہیں۔ ہست دریا۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے مفید ہے کسی کے اعتبار سے مضر ہے، دریا بطخ کے لیے ذریعہ حیات ہے اور کوے کی موت کا سبب ہے۔ زہر۔ سانپ کا زہر سانپ کے لیے زندگی کا اور دوسروں کی موت کا سبب ہے۔ صورت ہر نعمتے۔ ہر نعمت اور محنت کا صحیح استعمال جنت کا سبب اور غلط استعمال دوزخ کا سبب ہے۔

[3] پس۔ دنیا کا ہر جسم جس کو تم دیکھتے ہو اس میں روزی اور زہر چھپا ہوا ہے جس کو تم نہیں دیکھ پاتے ہو۔ ہر جسمے۔ ہر جسم کو اسی طرح سمجھ لو۔ کاسہ۔ ظاہر کھلا ہوا ہے اس کے باطن میں نعمت ہے، جس کا نتیجہ استعمال کرنے والا سمجھے گا۔ رغد۔ وسعتِ عیش۔ صورت۔ حضرت یوسفؑ کی صورت ایک جام تھی اس میں سے حضرت یعقوبؑ مست کرنے والی شراب پیتے تھے اور بھائی زہر کا گھونٹ پیتے تھے۔

باز اخواں را ازاں زہراب بُود — کاندر ایشاں زہرِ کینہ میفزود

پھر بھائیوں کے لیے اُس میں زہریلا پانی تھا — جو اُن کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا

باز[1] ازوے مر زلیخا را شکر — می کشید از عشق افیونِ دگر

پھر اس میں سے زلیخا کے لیے شکر — عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی

غیر آں چہ بُود مر یعقوبؑ را — بُود از یوسفؑ غذا آں خوب را

اُس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لیے تھی — اُس حسینہ کے لیے یوسفؑ میں سے غذا تھی

گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے — تانماند در مئے غیبت شکے

طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے — تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے۔

بادہ از غیب ست و کوزہ زیں جہاں — کوزہ پیدا بادہ دروے بس نہاں

شراب غیب کی ہے اور پیالہ اس جہان کا ہے — پیالہ ظاہر ہے، اُس میں شراب بہت مخفی ہے

بس[2] نہاں از دیدۂ نامحرماں — لیک بر محرم ہویدا و عیاں

نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے — لیکن محرم پر، ظاہر اور کھلی ہوئی ہے

یَآ اِلٰهِی سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا — فَاعْفُ عَنَّا اُثْقِلَتْ اَوْزَارُنَا

اے میرے خدا ہماری بینائیاں مدہوش کر دی گئی ہیں — ہمیں معاف کر، ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہو گئے ہیں

یَا خَفِیًّا قَدْ مَلَاتَ الْخَافِقَیْن — قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُوْرِ الْمَشْرِقَیْن

اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو پُر کر دیا ہے — تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے

اَنْتَ[3] سِرٌّ کَاشِفٌ اَسْرَارَنَا — اَنْتَ فَجْرٌ مُّفْجِرٌ اَنْهَارَنَا

تو راز ہے، ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے — تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے

یَا خَفِیَّ الذَّاتِ مَحْسُوسَ الْعَطَا — اَنْتَ کَالْمَآءِ وَنَحْنُ کَالرُّحَا

اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے — تو پانی کی طرح اور ہم پن چکی کی طرح ہیں

اَنْتَ کَالرِّیْحِ و نَحْنُ کَالْغُبَار — یَخْتَفِی الرِّیْحُ وَغَبْرَاهُ جِهَار

تو ہوا کی طرح، اور ہم غبار کی طرح ہیں — ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے

تو بہاری ما چو باغِ سبز و خوش — اُو نہان و آشکارا بخششش

تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں — وہ پوشیدہ اور اُس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثالِ دست و پا — قبض و بسطِ دست از جاں شُد روا

تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں — ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا، جان سے ممکن ہوا

---

[1] باز۔ پھر زلیخا کو جو یوسف سے شراب ملی وہ اس شراب کے علاوہ تھی جو حضرت یعقوبؑ نے پی۔ خوب۔ یعنی زلیخا۔ گونہ۔ ایک پیالے سے مختلف قسم کی شرابیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ غیبی شراب کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہے۔

[2] بس نہاں۔ پیالہ کی شراب نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔ سُکِّرَت۔ مست کردی گئی ہیں یعنی ہماری نگاہیں صحیح کام نہیں کر رہی ہیں۔ ابصار۔ بصر کی جمع ہے، بینائی۔ اوزار۔ وزر کی جمع ہے، بوجھ، گناہ۔ یا خفیا۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات مخفی ہے لیکن کائنات کو محیط ہے۔ الخافقین۔ مشرق و مغرب۔ المشرقین۔ یعنی جاڑوں کے زمانے کی مشرق اور گرمیوں کے زمانے کی مشرق۔

[3] انت۔ اے خدا تو مخفی اور راز ہے لیکن ہمارے راز تجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ انت فجر۔ فجر، صبح کا سفیدہ، پانی کو جاری کرنا۔ رحا۔ پن چکی۔ غبرٰی۔ غبار۔ تو۔ بہاری۔ باغ کی بہار دراصل موسم بہار کی وجہ سے ہے۔ اُو نہاں۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے تَفَکَّرُوْا فِی الْاٰیَةِ وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِهٖ "اللہ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اُس کی ذات میں غور نہ کیا کرو"۔ تو چو جانے۔ جس طرح جان اور روح مخفی ہے لیکن ہاتھ پاؤں کے لیے وہ محرک ہے یہی صورت حضرت حق تعالیٰ اور کائنات کی ہے۔

تو چو[1] عقلی ما مثالِ ایں زباں — ایں زباں از عقل دارد ایں بیاں

تو عقل کی طرح ہے، ہم اس زبان جیسے ہیں — اس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے

تو مثالِ شادی و ما خندہ ایم — کہ نتیجہ شادیِ فرخندہ ایم

تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں — کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں

جنبشِ ما ہر دمے خود اشہدست — کو گواہِ ذوالجلالِ سرمد ست

ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے — کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے

گردشِ سنگ آسیا در اضطراب — اشہد آمد بر وجودِ جوئے آب

پن چکی کے پتھر کی گردش، بے قراری میں — نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی

اے[2] بروں از وہم و قال و قیلِ من — خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے — میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک

بندہ نشکیبد ز تصویرِ خوشت — ہر دمے گوید کہ جانم مَفرشت

تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے — ہر لمحہ کہتا ہے، کہ میری جان تیرا فرش ہو

ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا — پیشِ چوپانِ محبِّ خود بیا

اُس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا، اے خدا! — اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آ جا

تا شپشِ جویم من از پیراہنت — چارقت دوزم بوسم دامنت

تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں — تیرا چپل سی دوں، تیرا دامن چوموں

کس[3] نبودش در ہوا و عشق جُفت — لیک قاصر بُود از تسبیح و گفت

محبت اور عشق میں کوئی اُس جیسا نہ تھا — لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا

عشقِ اُو خرگاہ بر گردوں زدہ — جاں سگِ خرگاہِ آں چوپاں شُدہ

اُس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا — جان، اُس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی

چونکہ بحرِ عشقِ یزداں جوش زد — بر دلِ اُو زد تُرا بر گوش زد

جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا — اُس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

حکایت جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میانِ زناں نشست و حرکتے کرد زنے اُو را بشناخت کہ مرد ست و نعرہ بزد

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور اُس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اُس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اس نے نعرہ مارا

---

[1] تو چو عقلی۔ زبان کو عقل، گویا بناتی ہے۔ تو مثال۔ جس طرح مسکراہٹ خوشی کا نتیجہ ہے اسی طرح ہم سب حضرت حق تعالیٰ کی شئون کے مظاہر ہیں۔ جنبش۔ ہماری حرکات حضرت حق تعالیٰ کے وجود کی گواہ ہیں۔ گردش۔ پن چکی کے پاٹ کی حرکت نہر کے پانی کے وجود کی گواہ ہے۔ اشہد۔ زیادہ گواہ۔

[2] اے بروں۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات وہم وقیاس سے بالاتر ہے لہٰذا اسکی کوئی مثال اسکے مطابق نہیں ہے۔ بندہ۔ مثالیں دینے کی مجبوری یہ ہے کہ بندہ محض تصور پر صبر نہیں کرتا، مزید وضاحت چاہتا ہے۔ ہمچو۔ حق تعالیٰ کیلئے مثالوں کی یہی حقیقت ہے جسطرح گڈریے نے اسکی ذاتی تعبیر کی تھی۔ شپش۔ جوں۔ چارق۔ چپل۔

[3] کس نبودش۔ اس گڈریے کی تعبیرات اگرچہ غلط تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے اس کا عشق بے مثال تھا۔ عشق۔ اس کے عشق کا مقام عالم بالا تھا اور جان جیسی معزز چیز اس کے خیمہ کا کتا بنی ہوئی تھی۔ چونکہ۔ عشق کا اثر اس کے دل پر تھا تیرے صرف کان پر ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ دل پر اور کسی دوسرے عضو پر اثر میں بہت بڑا فرق ہے۔ جوحی۔ ایک شخصیت ہے جس کی طرف بہت سے پُرمذاق قصے منسوب ہیں جیسی کہ اُردو ادب میں ملا دو پیازہ یا شیخ چلی۔

واعظے بُد بس گزیدہ[1] در بیاں
زیرِ منبر جمع مردان و زناں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا
(اس کے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

رفت جوحیؔ چادر و رُوبند ساخت
درمیانِ آں زناں شد نا شناخت
جوحی چلا، چادر اور نقاب پہنا
اُن عورتوں میں اَن جان ہو گیا

سائلے پُرسید واعظ را بر از
مُویِ عانہ ہست نقصانِ نماز
ایک سوال کرنیوالے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا
زیرِ ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں؟

گفت[2] واعظ چوں شود عانہ دراز
پس کراہت باشد ازوے در نماز
واعظ نے کہا جب زیرناف کے بال بڑھ جائیں
تو اس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

یا بنورہ یا بسُترہ بسترش
تا نمازت کامل آید خوب و خوش
چونے سے یا اُسترے سے اُن کو مونڈ دے
تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو

گفت سائل آں درازی تاچہ حد
شرط باشد تا نماز اکمل بُود
سوال کرنے والے نے کہا، لمبائی کس حد تک
مناسب ہے، تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟

گفت چوں قدرِ جوے گردد بطول
پس سُتردن فرض باشد اے سئول
اس نے کہا، اگر جو کی بقدر لمبے ہو جائیں
اے بجھکو! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیشِ جُوحی یک زنے بنشستہ بُود
ہوش را بر وعظِ واعظ بستہ بُود
جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی
جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا

گفت جُوحی زود اے خواہر ببیں
عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں
جوحی نے کہا، اے بہن! جلد دیکھ لے
میرے زیر ناف بال ایسے ہو گئے ہوں گے

بہرِ خوشنودیِ حق پیش آر، دست
کاں بمقدارِ کراہت آمد ست
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہاتھ بڑھا
کہ وہ کراہت کی بقدر ہو گئے ہیں؟

دست زن در کرد در شلوارِ مرد
کیرِ اُو بر دستِ زن آسیب[3] کرد
عورت نے، مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈال دیا
اُس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

نعرۂ زد سخت اندر حالِ زن
گفت واعظ بردلش زد گفتِ من
عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا
واعظ نے کہا میری بات نے اس کے دل پر اثر کیا ہے

صدق رازیں زن بیاموزید ہیں
چونکہ بردل زدو را گفتِ چنیں
ہاں، تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو
جبکہ ایسی گفتگو نے اسکے دل پر اثر کیا ہے

[1] گزیدہ۔ منتخب۔ روبند۔ نقاب۔ موی عانہ۔ زیرِ ناف کے بال۔ عانہ۔ جب زیرِ ناف بال بڑھ جائیں تو نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ نورہ۔ چونا۔ سُترہ۔ اُسترہ۔ تاچہ حد۔ درازی کو متعین کر دیجئے کہ بال کس قدر بڑھ جانے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

[2] گفت۔ واعظ نے کہا۔ سئول۔ بہت زیادہ سوال کرنے والا۔ ہوش۔ یعنی واعظ کے وعظ کی جانب پوری متوجہ تھی۔ مرد۔ یا شلوار کا مضاف الیہ، یا کرد کا فاعل ہے دونوں صورتوں میں ترجمہ جداگانہ ہے۔

[3] آسیب۔ اثر۔ گفت۔ واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا اس کے دل پر اثر ہوا ہے اسی لیے اس نے نعرہ مارا ہے۔ سخت۔ واعظ نے مردوں سے کہا تم لوگ اُس عورت سے نصیحت حاصل کر لو۔

گفت[1] نے بردل نزد بردست زد
اُس (جوحی نے) کہا دل پر نہیں، ہاتھ پر اثر کیا ہے
وائے گر بردل زدے اے پُر خِرد
اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا

بردلِ آں ساحراں زد اندکے
اُن جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا
شُد عصا و دست ایشانرا یکے
اُن کے لیے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا

گرز پیرے در رُبائی تو عصا
اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اُڑا لے
بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا
وہ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوگا جتنا وہ گروہ ہاتھ پاؤں سے

نعرہ[2] لَا ضَیْرَ بر گردوں رسید
"کوئی حرج نہیں" کا نعرہ آسمان پر پہنچا
ہیں بُبرکہ جاں زجاں کندن رہید
ہاں کاٹ لے، جان، جاں کنی سے نجات پا گئی

چوں بدانستیم ماکیں تن نہ ایم
چونکہ ہم جان گئے، کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں
ازورای تن بیزداں میزئیم
جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں

اے خنک آں را کہ ذاتِ خود شناخت
قابل مبارکباد ہے، وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا
اندر امنِ سرمدی قصرے بساخت
ہمیشگی کے امن میں اُس نے محل بنا لیا

کودکے گرید پئے جوز و مویز
بچہ، جس اخروٹ اور منقی کے لیے روتا ہے
پیشِ عاقل باشد آں بس سہل چیز
عقلمند کے لیے وہ آسان چیز ہے

پیشِ دل جوز و مویز آمد جسد
دل کے لیے، جسم، اخروٹ اور منقی ہے
طفل کے در دانشِ مرداں رسد
بچہ، مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟

ہرکہ[3] محجوبست اُو خود کودکیست
جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے
مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست
مرد، وہ ہے، جو شک سے باہر ہے

گر بریش و خایہ مردستے کسے
اگر کوئی ڈاڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے
ہر بُزیرا ریش و خصیہ استے بسے
تو ہر بکرے کے ڈاڑھی اور خصیہ ہے

پیشوایِ بد بُود آں بُز، شتاب
وہ بکرا بُرا پیشرو ہے، جلد
میبرد اغنام را پیشِ قصاب
بکریوں کو قصاب کے آگے لے جاتا ہے

ریش شانہ کردہ کہ من سابقم
ڈاڑھی کو کنگھی کیے ہوئے، کہ میں راہنما ہوں
سابقی لیکن بسوئے درد و غم
تو راہنما ہے، لیکن درد اور غم کی جانب

ہیں روِش بگزیں و ترک ریش کُن
خبردار! روش اختیار کر اور ڈاڑھی کو چھوڑ
ترکِ ایں ماؤ من و تشویش کُن
اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر

---

[1] گفت۔ جوحی نے کہا دل پر نہیں محض ہاتھ پر اثر ہوا ہے اس لیے کہ اسکا ہاتھ جوحی کی شرمگاہ پر لگا تھا۔ بردل۔ فرعون کے جادوگروں کے دل پر اثر ہوا تھا تو عشق الٰہی میں اُن کیلئے ہاتھ پاؤں کٹنا ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی لکڑی کا کٹنا۔ گر۔ اگر تو بوڑھے کی لاٹھی چھین لے تو اسکو اس سے زیادہ رنج ہوگا جیسا کہ اُن کو ہاتھ پاؤں کٹنے پر ہوا تھا۔

[2] نعرہ۔ جس وقت فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا تو انھوں نے جواب میں کہا تھا "لَا ضَیْرَ" کوئی نقصان نہیں۔ چوں۔ جادوگروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل زندگی جسم کی نہیں ہے بلکہ روح کی ہے۔ اے خنک۔ حدیث شریف ہے جس نے اپنی حقیقت سمجھ لی اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ کودکے۔ بچہ کے لیے اخروٹ اور منقی عزیز ہیں عقلمند کے لیے وہ حقیر ہیں۔ پیش دل۔ اہل دل کے لیے ہاتھ پاؤں اخروٹ اور منقی کی جگہ ہیں۔

[3] ہرکہ۔ جو شخص اپنی حقیقت نہیں سمجھا وہ بچہ ہے۔ گر بریش۔ اگر مرد ہونا ڈاڑھی اور خصیہ کی وجہ سے ہو تو یہ چیزیں بکرے کے بھی ہوتی ہیں۔ پیشوا۔ بکرے میں عقل خام ہے اسی لیے ذبح جاتے وقت وہ بکریوں کا پیشوا بن جاتا ہے۔ ریش۔ بناوٹی پیر بھی ڈاڑھی میں کنگھا کر کے کہتا ہے کہ میں پیشوا ہوں ہاں تو پیشوا ہے لیکن بکرے کی طرح کا پیشوا ہے۔ ہیں۔ انسان کو سیدھے راستہ کی روش اختیار کرنی چاہیے ڈاڑھی پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔

ریشِ[1] خود را خندہ زارے کردہٗ ناز کم کُن چونکہ ریش آوردہٗ

تو نے اپنی ڈاڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے جبکہ تیرے ڈاڑھی نکل آئی ہے، نخرے نہ دکھا

تاشوی چوں بوئ گل بر عاشقاں پیشوا وَ رہنمایِ گلستاں

تاکہ پھول کی خوشبو کی طرح، عاشقوں کے لیے بجائے باغ ، کا رہنما اور پیشوا

چیست بوئ گل دمِ عقل و خِرد خوش قلاوُزِ رہِ باغِ ابد

پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات جو ابدی باغ کے لیے بہترین راہنما ہے

فرمودنِ شاہ با ایاز بارِ دیگر کہ شرحِ چارق و پوستیں را آشکارا بگو تا

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا تاکہ تیرے آقا

خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند گیرند کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

شریک اُس اشارے سے نصیحت حاصل کر لیں چونکہ ''دین نصیحت ہے''

سرِ چارق را بیاں کُن اے ایاز پیشِ چارق چیستت چندیں نیاز

اے ایاز! چپل کا راز بتا چپل کے سامنے تیری اس قدر نیازمندی کیوں ہے؟

تا نیوشد سُنقر[2] و بگیا رُقت سِرِّ سِرِّ پوستین و چارقت

تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سُن لیں تیرے پوستین اور چپل کے راز کا راز

اے ایاز از تو غلامی نُور یافت نورت از پستی سُوئ گردوں شتافت

اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا

حسرتِ آزادگاں شُد بندگی بندگی را چوں تو دادی زندگی

غلامی، آزادوں کے لیے (باعث) حسرت بن گئی جبکہ تو نے غلامی کو زندگی بخشی

مومن[3] آں باشد کہ اندر جزر و مد کافر از ایمانِ اُو حسرت خورد

مومن وہ ہوتا ہے، کہ جوار بھاٹے میں کافر اُس کے ایمان پر حسرت کرے

حکایت گبرے کہ در عہدِ شیخ بایزید قُدِّسَ سِرَّہٗ گفتندش

اُس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں نے اُس سے کہا

کہ مسلماں شود جوابِ اُو ایشاں را

کہ مسلمان ہو جا اور اُس کا ان کو جواب دینا

---

[1] ریش۔ تو نے اپنی ڈاڑھی کا بھی مذاق اُڑوایا ہے، تیرے ڈاڑھی نکل آئی ہے اب ناز و انداز مناسب نہیں ہے، راہِ سلوک اختیار کر ورنہ ڈاڑھی کی مذاق اُڑے گی۔ تاشوی۔ پھر تو خوشبو کی طرح عاشقوں کے لیے باغ کا رہنما بن جائے گا۔ چیست۔ خوشبو سے مراد عقلمندی کی باتیں کرنا ہے۔ قلاوُز۔ رہنما۔ الدین النصیحۃ۔ دین اخلاص ہی ہے۔ سرِ چارق۔ محمود نے ایاز سے کہا جوتی کا راز بیان کر اس کے ساتھ تیری نیازمندی کیوں ہے۔

[2] سنقر۔ غلام کا نام ہے۔ بگیارق۔ خواجہ تاش۔ اے ایاز۔ تیرے غلام ہونے نے، غلامی کو منور کر دیا ہے۔ حسرت۔ تیرے وجود سے آزاد لوگ غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں چونکہ غلامی کو تو نے ایک زندگی عنایت کر دی ہے۔

[3] مومن۔ جس طرح ایاز کی غلامی آزادوں کے لیے باعثِ حسرت تھی اسی طرح مومن وہ ہے جس کے ایمان کو دیکھ کر کافر حسرت کرے جیسا کہ حضرت بایزید کا ایمان تھا کہ اُس کا ایسا ایمان ہو جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکے جیسا کہ مؤذن تھا۔

بُود گبرے[1] در زمانِ بایزیدؒ
حضرت بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا
گفت اُو را یک مسلمانِ سعید
اُس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا

کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو
تا بیابی صد نجات و سروری
تا کہ تو سیکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کر لے

گفت ایں ایماں اگر ہست اے مُرید
اُس نے کہا اے مرید! اگر ایمان وہ ہے
آنکہ دارد شیخِ عالم بایزیدؒ
جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں

من ندارم طاقتِ آں تابِ آں
میں اس کی طاقت، اس کی قوت نہیں رکھتا ہوں
کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

گرچہ در ایمان و دیں ناموقنم
اگرچہ میں (مسلمانوں کے) ایمان اور دین میں اعتقاد نہیں رکھتا ہوں
لیک در ایمانِ اُو بس مُؤمنم
لیکن اُن کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے

دارم[2] ایماں کاں ز جملہ برتر ست
میرا ایمان ہے، کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں
بس لطیف و با فروغ و بافرست
بہت پاکیزہ اور با رونق اور شان و شوکت والے ہیں

مؤمنِ ایمانِ اُویم در نہاں
میں پوشیدہ طور پر، ان کے ایمان کا مومن ہوں
گرچہ مُہرم ہست محکم بر دہاں
اگرچہ میرے منہ پر سخت مہر ہے

باز ایماں خود گر ایمانِ شماست
پھر اگر ایمان تمہارا ایمان ہے
نے بداں میلستم و نے اشتہاست
نہ اس کی طرف میرا جھکاؤ ہے، نہ خواہش ہے

آنکہ صد میلش سُوئے ایماں بُود
جس کو ایمان کی جانب سیکڑوں میلان ہوں
چوں شمارا دید آں فاتر شود
جب اُس نے تمہیں دیکھا وہ ست پڑ گیا

زانکہ[3] نامے بیند و معنیش نے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھیگا اور اسکی حقیقت کچھ نہیں ہے
چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دینا ہے

چوں بایمانِ شما اُو بنگرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا
عشقِ اُو ز آوردِ ایماں بفسرد
اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا

ایں حکایت یاد گیر اے تیز ہوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کر لے
صورتش بگذار و معنی را نیوش
اُس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سن لے

---

[1] گبر۔ کافر۔ کہ چہ باشد۔ مسلمان نے اُس کافر سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ گفت۔ اس کافر نے کہا کہ اگر ایمان وہ ہوتا ہے جو بایزیدؒ رکھتے ہیں تو مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین کا قائل نہیں ہوں لیکن اُن کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔

[2] دارم۔ اُس کافر نے مسلمان سے کہا کہ میرا یقین ہے کہ وہ بایزیدؒ سب سے بڑھ کر ہیں اور میرا اُن کے ایمان پر ایمان ہے لیکن زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ باز۔ اور اگر ایمان سے مراد تمھارا والا ایمان ہے تو مجھے ایسے ایمان کی نہ خواہش ہے نہ اس کی طرف میرا میلان ہے۔ آنکہ۔ تم تو ایسے مومن ہو کہ اگر کسی کو ایمان کی خواہش بھی ہو تو تمھیں دیکھ کر وہ ست پڑ جائے گا۔

[3] زانکہ۔ اسلئے کہ تمھارا ایمان تو برائے نام ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تم برعکس نام نہاد زنگی کافور کا مصداق ہو۔ بیاباں۔ جنگل دراصل ہلاکت کی جگہ ہے لیکن اسکو لوگ مفازہ یعنی کامیابی کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بہت سے مومن ایسے ہیں کہ کافر ان کو دیکھکر ایمان لانے کا ارادہ چھوڑ دیتا ہے۔

حکایتِ آں موذن زشت آواز کہ درکافرستان بانگ زد برای نماز و مرد کافر اُورا ہدیہ ہا داد

اس بھدی آواز والے موذن کی حکایت جس نے نماز کیلیے کفرستان میں اذان دی اور ایک کافر شخص نے اسکو بہت سے تحفے دیے

یک مُوذّن داشت بس آوازِ بد　　شب ہمہ شب میدریدے حلقِ[1] خود
ایک مُوذّن کی بُری آواز تھی　　وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا

خوابِ خوش بر مرداں کردہ حرام　　در صُداع افتادہ ازوے خاص و عام
اُس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی　　اُس کی وجہ سے عوام و خواص دردِ سر میں مبتلا تھے

کودِکاں ترساں ازو در جامہ خواب　　مرد و زن ز آوازِ اُو اندرِ عذاب
بچے بستروں میں اُس سے ڈرتے تھے　　مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں تھے

مجتمع گشتند مر توزیع را　　بہرِ دفعِ زحمت و تصدیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے　　دردِ سر اور تکلیف کو رفع کرنے کے لیے

پس طلب کردند اُو را در زماں　　اُقچہا دادند و گفتند اے فلاں
انھوں نے اُس کو فوراً طلب کیا　　نقدیاں دیں، اور اُنھوں نے کہا اے فلاں!

از اذانت جُملہ آسودیم[2] ما　　بس کرم کردی شب و روز اے کیا
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی　　اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا

چوں رسید از تو بہر یک دولتے　　خواب رفت از ما کنوں ہم مُدّتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آ گئی ہے　　اب کچھ مدت کے لیے ہماری نیند اُڑ گئی ہے

بہرِ آسائش زباں کوتاہ کُن　　در عوض ما ہمتے ہمراہ کُن
آرام کی خاطر، آپ زبان بند کر لیجیے　　اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمایئے

قافلہ می شُد بکعبہ از وَلَہ[3]　　اُقچہ بستد شُد رواں با قافلہ
شدتِ شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا　　اس نے نقدی لے لی، قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گیا

شَبگہے کردند اہلِ کارواں　　منزل اندر موضعِ کافرستاں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا　　کفرستان کے مقام پر پڑاؤ

واں مُوذّن عاشقِ آوازِ خود　　درمیانِ کافرستان بانگ زد
اس اپنی آواز کے عاشق مُوذّن نے　　کفرستان میں اذان دی

چند گفتندش مگو بانگِ نماز　　کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
بہت سے لوگوں نے اس سے کہا نماز کی اذان نہ دے　　ورنہ جنگ اور لمبی دُشمنیاں ہو جائیں گی

---

[1] حلقِ خود۔ چونکہ اس کا اپنی خوش الحانی پر عقیدہ تھا رات میں مناجات اور ذکر بآواز بلند کرتا ہوگا۔ صداع۔ دردِ سر۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ توزیع۔ چندہ۔ تصدیع۔ دردِ سر میں مبتلا کرنا۔ اُقچہا۔ سکّہ۔

[2] آسودیم۔ ان لوگوں نے طنزاً کہا۔ دولت۔ یعنی شب بیداری کی دولت۔ خواب۔ اب اس دولت کی خوشی میں ہم رات بھر نہیں سو سکتے ہیں۔ درعوض۔ جو نقدی ہم تجھے دے رہے ہیں اس کے بدلے میں ہمارے لیے دل سے دُعائیں کر دینا۔

[3] ولہ۔ شدتِ عشق۔ قافلہ۔ یعنی حاجیوں کا قافلہ۔ کافرستان۔ وہاں کے باشندے سب کافر تھے۔ بانگ زد۔ اذان دی۔ چند گفتندش۔ ساتھیوں نے اس کو کافرستان میں اذان دینے سے روکا اور کہا کہ یہ کافر لڑائی دنگا کریں گے ایسا نہ کر لیکن وہ نہ مانا اور اس نے اذان دے دی۔

اُو ستیزہ کرد و بس بے احتراز — گفت در کافرستاں بانگِ نماز
اس نے جھگڑا کیا اور بہت لا پروائی سے — کفرستان میں اذان دے دی

خلق[1] خائف شُد ز فتنہ عامۂ — خود بیامد کافرے با جامۂ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے — ایک کافر کپڑے لیے ہوئے خود آیا

شمع و حلواؤ یکے جامہ لطیف — ہدیہ آورد و بیامد چوں الیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس — تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا

پُرس و پُرساں کایں مؤذن کو کجاست — کہ صلای و بانگِ اُو راحت فزاست
پوچھتے ہوئے، کہ یہ مؤذن کہاں ہے؟ — جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے

ہیں چہ راحت بُود زاں آوازِ زشت — گو فتاد ازوے بناگہ در کنشت
ہائیں، اُس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟ — جو اچانک اُس سے مندر میں پہنچی

دخترے دارم لطیف و بس سَنی — آرزو می بُود اُو را مُومنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت — اُس کو مومن بننے کی آرزو تھی

ہیچ[2] ایں سودانمیرفت از سرش — پندہا میداد چندیں کافرش
یہ جنون اُس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا — بہت سے کافر اُس کو نصیحتیں کرتے تھے

دردلِ اُو مہرِ ایماں رُستہ بُود — ہمچو مجمر بُود ایں غم من چو عُود
اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی — یہ فکر انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا

در عذاب و درد و اِشکنجہ بُدم — کہ بجُنبد سلسلہ اُو دمبدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا — کیونکہ اس کا (یہ) سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا

ہیچ[3] چارہ میندانستم دراں — تافروخواند ایں مؤذن آں اذاں
میں اس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا — یہاں تک کہ اس موذن نے وہ اذان دی

گفت دُختر چیست ایں مکروہ بانگ — کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟ — جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں

من ہمہ عمر ایں چنیں آوازِ زشت — ہیچ نشنُیدم دریں دیر و کُنشت
میں نے تمام عمر اس طرح کی بھدی آواز — اس مندر اور بت خانہ میں کبھی نہیں سُنی

خواہرش گفتہ کہ ایں بانگِ اذاں — ہست اِعلام و شعارِ مُومناں
اُس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز — مومنوں کا اعلان اور علامت ہے

[1] خلق۔ یہ لوگ تو کافروں کے حملہ سے خائف تھے لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر تحفہ میں کپڑے اور حلوہ وغیرہ لیے آ رہا ہے۔ کیف۔ دوست ہے۔ پُرس۔ اس موذن کو پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ موذن کی اذان نے بہت راحت پہنچائی ہے۔ من چہ۔ اس کافر سے کسی نے کہا کہ اس بھدی آواز سے جو مندر میں پہنچی کیا راحت ملی ہے۔ دخترے۔ اس کافر نے کہا کہ میرے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔

[2] ہیچ۔ ہم لوگوں نے اس کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آ رہی تھی۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ عود۔ اگر کی لکڑی جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ درعذاب۔ اس لڑکی کے ارادہ سے میں مصیبت میں تھا اور وہ اس ارادہ میں پختہ ہوتی جا رہی تھی۔

[3] ہیچ۔ اس کو اس ارادہ سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ تھی حتیٰ کہ اس موذن نے اذان دی تو لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ بھیانک آواز کیسی ہے۔ میں نے ایسی بھدی اور خوفناک آواز کبھی نہیں سُنی۔ خواہرش۔ اس لڑکی کی بہن نے اس کو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی۔ اعلام۔ اعلان۔ شعار۔ وہ علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے اس کو بہن کی بات کا اعتبار نہ ہوا تو اس نے کسی دوسرے سے پوچھا اس نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔

باورش نامد بپرسید از دگر — آں دگر ہم گفت آرے اے قمر

اُس کو یقین نہیں آیا، اُس نے دوسرے سے پوچھا — دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاند!

چوں[1] یقیں گشتش رخِ او زرد شد — از مسلمانی دلِ اُو سرد شد

جب اُس کو یقین ہو گیا، تو اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا — مسلمانی سے اُس کا دل افسردہ ہو گیا

باز رستم من ز تشویش و عذاب — دوش خوش خفتم دراں بیخوف خواب

میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا — گزشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا

راحتم ایں بود از آوازِ او — ہدیہ آوردم بشکرِ آں مرد کو

مجھے اُس کی آواز سے یہ راحت پہنچی — میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟

چوں[2] بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر — کہ مرا گشتہ مجیر و دستگیر

جب اُس نے اس کو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کر لیجئے — کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں

آنچہ کردی بامن از احسان و بر — بندۂ تو گشتہ ام من مستمر

آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی — میں ہمیشہ کے لیے آپ کا غلام ہو گیا ہوں

گر بمال و ملک و ثروت فرد مے — من دہانت را پُر از زر کردمے

اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں منفرد ہوتا — میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا

ہست ایمانِ شما زرق و مجاز — راہزن ہمچوں کہ آں بانگِ نماز

تمھارا ایمان مکر اور مجاز ہے — اسی طرح کا ڈاکو ہے، جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایتِ گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے شکایت کی جانب رجوع

لیک[3] از ایمان و صدقِ بایزیدؒ — چند حسرت دردل و جانم رسید

لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے — میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آتی ہیں

ہمچو آں زن کو جماعِ خر بدید — گفت آوہ چیست ایں فحلِ فرید

اُس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جُفتی دیکھی — بولی، وہ کیسا یکتا نر ہے

گر جماع این ست کاید از خراں — بر کسِ ما میرِیند ایں شوہراں

اگر جُفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں — تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

داد جُملہ دادِ ایماں بایزیدؒ — آفرینہا بر چنیں شیرِ فرید

بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا — ایسے یکتا شیر کو آفرین ہے

---

[1] چوں یقین۔ جب اس کو یقین آ گیا تو مایوسی سے اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اسلام لانے کا ارادہ ٹھنڈا ہو گیا۔ باز رستم۔ جب اُس کا دل اسلام سے برگشتہ ہو گیا تو میری مصیبت ختم ہوئی اور رات کو آرام سے سویا مؤذن کی آواز سے مجھے اس طرح راحت ملی لہٰذا میں اُس کے لیے تحفے لایا ہوں۔

[2] چوں بدیدش۔ جب اُس کافر نے اُس مؤذن کو دیکھا تو کہا کہ یہ تحفے لے لے تو میرا پناہ دہندہ اور دستگیر ہے۔ بر نیکی۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ گر بمال۔ میں زیادہ مالدار نہیں ہوں ورنہ تیرا منہ سونے سے بھر دیتا۔ ہست۔ اُس کافر نے اسلام کی دعوت دینے والے مسلمان سے کہا تمھارا ایمان بھی مؤذن کی طرح انسانوں کو ایمان سے روکنے والا ہے۔

[3] لیک۔ اُس کافر نے یہ بھی کہا کہ بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی کو دیکھ کر مجھے بھی حسرت ہوتی ہے کہ ایسا ایمان مجھے کیوں میسر نہ آیا۔ ہمچو۔ اُس کافر کو بایزیدؒ کے ایمان پر ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ ایک عورت نے گدھے کو جفتی کرتے دیکھ کر حسرت کی تھی اور کہنے لگی تھی کہ اگر جفتی یہ ہے تو مرد ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ ہیچ ہے۔ داد۔ حضرت بایزیدؒ نے ایمان کا حق ادا کر دیا۔ فرید۔ بے مثال۔

قطرہ[1] زایمانش در بحر ار رَوَد — بحر اندر قطرہ اش غرقہ شود

اُن کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے — اُس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے

ہمچو آتش ذرّہ در بیشہا — کاندراں ذرّہ شود بیشہ فنا

جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں — کہ اُس ذرّہ میں جنگل فنا ہو جائیں

چوں خیالے دردلِ شہ با سپاہ — میکند در جنگ خصماں را تباہ

جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں — جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے

یک[2] ستارہ در محمدؐ رُو نمُود — تا فنا شُد کفرِ ہر گبرو جحُود

ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا — یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا

یک ستارہ در محمدؐ شد سطرب — تافنا شُد کفرِ جملہ شرق و غرب

ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا — یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا

آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں — کفرہائے باقیاں شُد در گماں

جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا — بقیہ کا کفر مشکوک ہو گیا

کفرِ صرفِ اولیں بارے نماند — یا مُسلمانی و یا بیمے نشاند

اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا — یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا

ایں بحیلہ آب و روغن کرد نیست — ایں مثالہا کُفوِ ذرّہ نور نیست

یہ تدبیر سے پانی اور تیل ملاتا ہے — یہ مثالیں نور کے ذرّے کی ہمسر نہیں ہیں

ذرّہ[3] نبود جُز ز چیز منجسم — ذرّہ نبود شارق لا ینقسم

ذرہ، جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے — ذرہ، روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے

گفتنِ ذرّہ مُرادے داں خفی — محرمِ دریا نہٖ ایں دم کفی

ذرہ کہنے کا مقصد، پوشیدہ سمجھو — تو اس وقت دربار کا رازداں نہیں ہے تو جھاگ ہے

آفتابِ نیّرِ ایمانِ شیخ — گر نماید رُخ ز شرقِ جانِ شیخ

شیخ کے ایمان کا روشن، سورج — اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رونما ہو جائے

جُملہ پستی گنج گیرد تاثرے — جُملہ بالا خُلد گردد اخضرے

تمام پست حصہ، تاثیر میں تحت الثریٰ خزانہ بن جائے — تمام بالائی حصہ، سرسبز جنت بن جائے

اُو یکے جاں دارد از نورِ منیر — اُو یکے تن دارد از خاکِ حقیر

وہ روشن کرنیوالے نور کی ایک جان رکھتا ہے — وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے

---

[1] قطرہ۔ان کے ایمان کی یہ وسعت تھی کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کو ڈبو دے۔ ہمچو۔ اُن کے ایمان کا قطرہ سمندر پر اسی طور پر حاوی ہو جائے جس طرح آگ کا ایک ذرہ جنگلوں پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ چوں۔ یا جس طرح بادشاہ کا معمولی خیال دشمنوں میں تباہی مچا دیتا ہے۔

[2] یک ستارہ۔ آنحضور کی تائید کے لیے خدائی تائید کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس سے سب کافروں کا کفر اس طور پر فنا ہوا کہ کچھ تو مسلمان ہی ہو گئے باقی کفر کے معاملہ میں مشکوک ہو گئے اور خالص کفر بالکل مٹ گیا اگر مسلمان بھی نہ ہوئے تو ذمی بن کر مسلمان نما کافر رہ گئے۔ ایں بحیلہ۔ ہم نے بایزیدؒ کے ایمان کے ذرے کی مثالیں دی ہیں یہ محض تکلف ہے اور یہ اس ذرے کی صحیح مثالیں نہیں ہیں۔ آب و روغن کردن۔ بیکار کوشش کرنا۔

[3] ذرہ۔ شیخ کے نور کو ذرہ سے تشبیہ دی تھی اب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مناسب نہیں ہے۔ متجسم۔ جسم اختیار کرنے والا۔ شارق۔ روشن۔ لاینقسم۔ وہ چیز جو تقسیم نہ ہو سکے۔ کفی۔ تو جھاگ ہے۔ نیّر۔ روشن۔ پستی۔ زمین کا پست حصہ خزانہ بنجائے اور بالائی حصہ جنت بن جائے۔ اُو۔ شیخ میں دو چیزیں ہیں جانِ نورانی اور جسم مٹی کا ہے۔

اے[1] عجب اینست اُو یا آں بگو — کہ بماندم در شکال و جستجو
تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ وہ ہے، بتا — کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں
گروے اینست اے برادر چیست آں — پُر شدہ از نُورِ اُو ہفت آسماں
اگر وہ یہ ہے، اے بھائی! وہ کیا ہے؟ — کہ جس کے نور سے ساتوں آسمان لبریز ہیں
وروے آنست ایں بدن اے دوست چیست — اے عجب زیں دو کُدامیں ست و کیست
اور اگر وہ ہے، تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟ — ہائے تعجب ان دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایتِ[2] آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گربہ خورد،
اُس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی شوہر
شوہر گُربہ را بترازو بر کشید، گربہ نیم من برآمد گفت اے
نے بلی کو ترازو میں رکھا، بلی آدھا من نکلی، شوہر نے اس سے
زن گوشت نیم من بُود و افزوں، اگر ایں گوشت ست
کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو
گُربہ کو و اگر ایں گُربہ ست گوشت کو
بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بُود مردے کدخدا[3] اُو را زنے — سخت طناز و پلید و رہزنے
ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی — سخت نخرے باز اور ناپاک اور لٹیری
ہرچہ آوردے تلف کردیش زن — مرد مُضطر بُود اندریں تن زدن
وہ جو کچھ لاتا بیوی اس کو برباد کر دیتی — شوہر چُپ رہنے سے عاجز آ گیا تھا
بہرِ مہماں گوشت آورد آں مُعیل — سُوی خانہ باد و صد جہدِ طویل
وہ بال بچوں والا، مہمان کے لیے گوشت لایا — گھر، دو سو طویل مشقتوں کے ساتھ
زن بخوردش با شراب و با کباب — مرد آمد گفت دفعِ ناصواب
بیوی نے اُس کو شراب و کباب کے ساتھ کھا لیا — شوہر آیا، اس نے اس کو غلط جواب دیا
مرد گفتش گوشت کو مہماں رسید — پیشِ مہماں لُوت میباید کشید
شوہر نے اُس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آ گیا — مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیے
گفت زن کیں گُربہ خورد آں گوشت را — گوشتِ دیگر خر گرت باید تُرا
بیوی نے کہا، یہ بلی وہ گوشت کھا گئی — اگر تجھے چاہیے اور گوشت خرید لا

---

[1] اے عجب۔ اب ہم حیران ہیں کہ شیخ جسم کو کہیں یا روح کو۔ اینست۔ یعنی شیخ اگر جسم ہے۔ چیست آں۔ تو روح کیا ہے۔ آنست۔ یعنی شیخ روح ہے۔

[2] حکایت۔ جس طرح شیخ کے بارے میں حیرانی ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو روح کو کیا کہیں اگر روح ہے تو جسم کو کیا کہیں اسی طرح اس شوہر کو حیرانی تھی کہ ترازو میں جو تولا ہے اگر وہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی۔

[3] کدخدا۔ صاحب خانہ۔ مرد۔ یعنی شوہر چپ رہتے رہتے عاجز آ گیا تھا۔ معیل۔ بال بچوں دار۔ دفع ناصواب۔ غلط جواب۔ لُوت۔ عمدہ کھانا۔ گفت زن۔ بیوی نے شوہر کو جواب دیا۔

گفت اے ایبک[1] ترازو را بیار
اُس نے کہا، او نوکر! ترازو لا
گربہ را من برکشم اندر عیار
میں بلی کا وزن کروں گا

برکشیدش بُود گربہ نیم من
اُس نے اس کو تولا، بلی آدھا من تھی
پس بگفت آں مرد کاے محتال زن
تو اُس شوہر نے کہا اے حیلہ گر عورت!

گوشت بُدشش اُوقیہ افزوں ازاں
گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا
گربہ ہم شش اُوقیہ ست اے حیلہ داں
اے حیلہ باز! بلی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بُود افزوں یک ستیر
گوشت نصف من سے ایک اِستار بڑھا ہوا تھا
ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر
اے پردہ نشین! بلی بھی نصف من ہے

ایں[2] اگر گربہ است پس آں گوشت کو
اگر یہ بلی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟
وربُود ایں گوشت بنما گربہ تُو
اور اگر گوشت ہے، تو تو بلی دکھا

بایزیدؒ اراایں بُود آں روح چیست
بایزیدؒ اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟
ورو ے آں روحست ایں تصویر کیست
اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟

حیرت اندر حیرتست اے یارِ من
اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے
ایں نہ کارِ تُست نے ہم کارِ من
یہ نہ تیرا کام ہے، نہ میرا کام ہے

ہر دو اُو باشد و لیک از ریع وزرع
وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں
دانہ باشد اصل واں کہ ہست فرع
دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمتِ[3] ایں اضداد را باہم بہ بست
حکمت خداوندی نے ان دوضدوں کو باہمی باندھ دیا ہے
اے قصاب ایں رگِرداں با گردنست
اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے

روح بے قالب نتاند کارکرد
روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کر سکتی ہے
قالبِ بیجاں فسُردہ بُود و سرد
بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالبِ بے جاں کم از خاکست دوست
اے دوست! بے روح جسم مٹی سے بھی کم ہے
روح چوں مغزست و قالب ہمچو پوست
روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

قالبِ بے جاں نمی آید بکار
بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا ہے
سعی کُن جانے بدست آر اے عیار
اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کر لے

قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے
راست شُد زیں ہر دو اسبابِ جہاں
دنیا کے کام، ان دونوں سے درست ہوئے ہیں

---

[1] ایبک۔ غلام۔ مَن۔ دورطل کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے تو من ایک سیر ہوا اور نیم من آدھ سیر ہوا محتال۔ حیلہ گر۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ وقیہ۔ اوقیہ۔ نیمن۔ آدھا من۔ ستیر۔ پہلے مصرع کے قافیہ میں استار کے معنی میں ہے استار ایک درہم وزن کو کہتے ہیں دوسرے مصرع میں پردہ نشین کے معنی میں ہے۔

[2] ایں۔ یہ جو کچھ تولا ہے اگر بلی ہے تو گوشت کہاں گیا اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی اسلیے کہ یہ تو ایک چیز کا وزن ہے۔ بایزیدؒ۔ اگر ہم بایزید جسم کو قرار دیں تو روح کو کیا کہیں اور اگر روح کو بایزید کہیں تو جسم کو کیا کہیں۔ ہر دو۔ جسم اور روح کے مجموعہ کو بایزید کہیں گے۔ ریع۔ پیداوار۔ دانہ۔ روح بمنزلہ دانہ کے اور جسم بمنزلہ بھوسے کے ہے۔

[3] حکمت۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم کو باہمی حکمت کے لیے ملا دیا ہے۔ روح۔ روح جسم کے بغیر بیکار ہے، جسم روح کے بغیر مردہ ہے۔ قالب۔ جسم روح کا قالب ہے روح مغز ہے اور جسم اس کا چھلکا ہے۔ سعی کن۔ انسان کو روح حاصل کرنی چاہیے۔ قالبت۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے دونوں ہی سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔

خاک[1] را برسر زنی سر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی
آب را بر بَر زنی بر نشکند
تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا

گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے
آب را و خاک را برہم زنی
پانی اور مٹی کو آپس میں ملا لے

چوں شکستی سر رود آبش باصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اُسکا پانی اصل کی طرف چلا جاتا ہے
خاک سُوی خاک آید روزِ فصل
جُدائی کے دن مٹی، مٹی کی جانب آ جاتی ہے

حکمتے کہ بُود حق را ز ازدواج
باہمی ملنے میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت تھی
گشت حاصل از نیاز و از لجاج
وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہو گئی

باشد[2] آنگہ ازدواجاتِ دگر
وہاں دوسرے ملاؤ ہوں گے
لَا سَمِعَ اُذُنٌ وَلَا عَيْنٌ بَصَر
جن کو نہ کان نے سُنا نہ آنکھ نے دیکھا

گر شُنیدے اُذن کے ماندے اُذن
اگر کان سنتا، کان کب رہتا؟
یا کُجا کردے دگر ضبطِ سخن
یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟

گر بدیدے برف وبخ خورشید را
اگر برف اور یخ، سورج کو دیکھ لیتا
از یخی برداشتے اُمید را
یخ پن سے اُمید ہٹا لیتا

آب گشتے بے عروق و بیگرہ
بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا
کہ ز لُطف از باد میگشتے زرہ
جو ہوا کی لطافت سے زرہ (کی طرح) بن جاتا ہے

پس[3] شُدے درمانِ جانِ ہر درخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا
ہر درختے از قُدومش نیک بخت
اُس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا

واں یخے بفسُردہ در خود ماندہَ
ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے
لا مَساسے با درختاں خواندہَ
"نہ چھوؤ" درختوں پر پڑھ دیا ہے

لَيسَ يَأْلَفُ لَيسَ يُؤْلَفُ جِسْمُهٗ
اُس کا جسم نہ محبت کرتا ہے، نہ محبت کیا جاتا ہے
لَيسَ اِلَّا شُحَّ نَفْسٍ قِسْمُهٗ
اُس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے

نیست ضائع .زُو شود تازہ جگر
وہ بیکار نہیں ہے، اُس سے جگر تازہ ہوتا ہے
لیک نبُود پیکِ سلطانِ خِضَر
لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

[1] خاک۔ آمیزش سے مقصد بماری ہوتی ہے صرف خاک سر نہ پھوڑے گی اُس میں پانی کی آمیزش کر کے ڈھیلا بنالو تو سر پھوڑ دے گی۔ بر۔ پہلو، سینہ، بغل۔ روز فصل۔ یعنی جب روح جسم سے جدا ہوگی قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا "بے شک جدائی کا دن مقرر ہے" ازدواج۔ روح اور جسم کا باہمی جوڑ جو دنیا میں لگا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ نیازمندوں اور سرکشوں کا امتیاز ہو جائے۔

[2] باشد آنگہ۔ عالم آخرت میں روح کا جو جوڑ لگے گا وہ نہ کان نے سُنا ہے نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ گر شنیدے۔ اگر کان اُس کی حقیقت سُن لے تو فنا ہو جائے یا اس کی قوتِ سماعت جاتی رہے۔ گر بدیدے۔ کان اسی طرح فنا ہو جائے جس طرح برف اور یخ سورج سے فنا ہو جاتا ہے۔ برف۔ برفانی ممالک میں جاڑے میں دو چیزیں آسمان سے گرتی ہیں ایک روئی کے گالوں کی طرح کی چیز ہے اُس کو برف کہتے ہیں اور ایک گاڑھی چیز رالہ کی طرح کی ہے اس کو یخ کہتے ہیں۔ بے عروق۔ یخ کی لڑیاں جمتی ہیں۔ ز لطف باد۔ ہوا کی لہریں پانی کی سطح کو موجوں کے ذریعہ زرہ کی طرح بناتی ہیں۔

[3] پس شدے۔ برف اور یخ سے درخت جل جاتے ہیں پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ یخ۔ یخ سامری کی طرح درخت کو کہتا ہے مجھے نہ چھونا۔ لیس۔ نہ وہ نباتات کا جزو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ خوشگوار لگتا ہے۔ شح۔ بخل یعنی برف اور یخ درختوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے۔ نیست ضائع۔ لیکن کوئی شخص برف اور یخ کو بیکار نہ سمجھے اُس سے ٹھنڈا کر کے پانی پیا جائے تو جگر میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ خضر۔ سبزی۔

اے[1] ایاز استارہَ تو بس بلند نیست ہر بُرجِ عبورش را پسند
اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے ہر بُرج اُس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے

ہر وفا راکے پسندد ہمتت ہر صفا را کے گزیند صفوتت
تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟ تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و سبوئے
اُس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب

مے آورد، در راہ زاہدے بُود امرِ معروف کرد، سنگے بزد و سبو
کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا، پتھر مارا

را بشکست، امیر بشنید قصدِ ہلاک و گوشمالِ زاہد کرد، زاہد
اور ٹھلیا کو توڑ دیا، امیر نے سُنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا

گریخت ایں قضیہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السلام بُود کہ ہنوز
زاہد بھاگ گیا، یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اس وقت تک

مے حرام نشدہ بُود لیکن زاہد تقذرے[2] میکرد و از لذت
شراب حرام نہ ہوئی تھی، لیکن زاہد گھن کرتا تھا اور مزے اُڑانے اور

وتنعم منع می کرد
عیش پرستی سے روکتا تھا

بُود امیرے خوشدلے مے بارہَ کہفِ ہر مخمور و ہر بیچارہَ
ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا

مُشفقے مسکیں نوازے عادلے مُکرمے زر بخشے و دریا دلے
مہربان، غریب پرور، مصنف تھا سخی، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا

شاہِ مردان و امیر المومنیں راہ[3] بان و راز دان و دُور بیں
بہادروں کا شاہ مومنوں کا امیر تھا راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دور بیں

دورِ عیسیٰ بود و ایامِ مسیحؑ خلق دلدار و کم آزار و ملیح
(حضرت) عیسیٰؑ کا دور تھا اور حضرت مسیحؑ کا زمانہ تھا لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش مزاج تھے

آمدش مہماں بناگاہاں شبے ہم امیرِ جنسِ اُو خوش مذہبے
ایک رات اچانک اُس کے پاس مہمان آیا جو اُس ہی جیسا حاکم، اور دیندار تھا

---

1. اے ایاز۔ یہاں سے پھر ایاز کے قصہ کی جانب رجوع کیا ہے۔ برج۔ ستارے کا محور۔ ہر وفا۔ ایاز میں خاص وفاداری اور خاص قسم کا خلوص تھا۔ حکایت۔ جس طرح ایاز کا خلوص اور وفا عام خلوص اور وفا سے برتر تھا اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ مختلف پرہیزگاروں کی پرہیزگاری میں بھی بڑا فرق ہے۔
2. تقذر۔ گھناؤنا سمجھنا۔ تنعم۔ عیش پرستی۔ مے بارہ۔ شراب کو محبوب رکھنے والا۔ کہف۔ غار، ملجاو ماوا۔ مکرم۔ سخی۔ شاہِ مردان۔ بہادر۔
3. راہ بان۔ راستہ کا محافظ۔ دورِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا زمانہ پیار و محبت کا زمانہ تھا۔ ہم۔ یعنی وہ بھی اسی طرح کا امیر اور مذہبی تھا جیسا کہ میزبان تھا۔

بادہ[1] میبایست شاں در نظمِ حال
اُن کو حالت کی باقاعدگی کے لیے شراب درکار تھی

بادہ بُود آنوقت مأذون و حلال
اُس وقت شراب جائز اور حلال تھی

بادہ شاں کم بُود و گفتا اے غلام
اُن کی شراب کم تھی اور اُس نے کہا اے غلام!

رَو سبُو پُر کُن بما آور مُدام
جا ٹھلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ

از فلاں راہب کہ دارد خمرِ خاص
فلاں راہب کے پاس سے، کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے

تاز خاص و عام یابد جاں خلاص
تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جُرعہ زاں جامِ راہب آں کُند
اُس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے

کہ ہزاراں جُرّہ و خمداں کُند
جو ہزاروں ٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں

اندراں مے مایۂ پنہانی ست
اُس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے

آنچناں کاندر عَبا سلطانی ست
جس طرح چوغہ میں شہنشاہی ہے

تو بدلقِ[2] پارہ پارہ کم نگر
تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ

کہ سیہ کردند از بیرونِ زر
کیونکہ اُوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے

از برایِ چشمِ بد مردود شُد
بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے

وز بروں آں لعل دُود آلود شد
اور باہر سے وہ لعل دھویں سے آلودہ ہے

گنج و گوہر کے میانِ خانہا ست
خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے؟

گنجہا پیوستہ در ویرانہا ست
خزانے، ویرانوں سے وابستہ ہیں

گنجِ آدمؑ چوں بویراں بُد دفیں
(حضرت) آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا

گشت طینش چشم بندِ آں لعیں
اس کی مٹی اس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی

اُو[3] نظرِ میکرد در طین سُست سُست
وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا

جاں ہمی گفتش کہ طینم سَدِّ تُست
روح اس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے

دوسبو بستد غلام و خوش دوید
غلام نے دو ٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا

در زماں در دیرِ رُہباناں رسید
فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا

زر بداد و بادۂ چوں زر خرید
سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی

سنگ داد و در عوض گوہر خرید
پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا

بادۂ کاں برسرِ شاہاں جَہد
وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے

تاجِ زر بر تارکِ ساقی نہد
ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے

---

[1] بادہ۔ وہ لوگ دیندار تھے اور شراب استعمال کر لیتے تھے چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے دور میں شراب حلال تھی۔ ماذون۔ جس کو اجازت حاصل ہو۔ مدام۔ شراب۔ راہب۔ نصرانی عبادت گذار جس نے دنیا ترک کر کے گرجا گھر میں اقامت کر لی ہو۔ رہبان اُس کی جمع ہے۔ خلاص۔ اوروں سے خریدنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جرعہ۔ ایک گھونٹ۔ جرہ۔ ٹھلیا۔ اندراں۔ اُس زاہد کی شراب میں ایک مخفی سرمایہ ہے، جس طرح عبا میں سلطانی مخفی ہوتی ہے۔

[2] تو بدلق۔ فقراء کی گدڑی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیے فقرا کی گدڑی میں وہ سلطانی ہوتی ہے جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ کہ سیہ۔ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کو کوئی نہ چرائے۔ مردود۔ نظر بد سے بچانے کے لیے سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے۔ لعل۔ لعل کو بھی دھویں سے آلودہ کر دیا جاتا ہے۔ گنج۔ حضرت آدمؑ کی روح چونکہ جسم کی مٹی میں تھی وہ مٹی شیطان کی آنکھ کا پردہ بن گئی۔

[3] اُو نظر۔ شیطان کی نظر صرف مٹی پر تھی۔ سد۔ روک۔ دیر۔ گرجا گھر۔ زر بداد۔ اشرفیوں سے عمدہ قسم کی شراب خرید لی۔ سنگ داد۔ سونا پتھر میں سے نکلتا ہے۔ بادہ۔ شاہ جب اس قسم کی شراب سے مست ہو جاتے ہیں تو ساقی کو بہت انعام ملتا ہے۔

فتنہا[1] و شورہا • انگیختہ
فتنے اور شور بر انگیختہ کر دیتی ہے
بندگان و خسرواں آمیختہ
غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ جملہ جاں شُدہ
ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بن جاتا ہے
تخت و تختہ آں زماں یکساں شُدہ
اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہُشیاری چو آب و روغن اند
انسان ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں
وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند
مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم
جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں
ہیچ سبقے نے در ایشاں فرق ہم
ان میں کوئی دوڑ نہیں، نہ ان میں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست
جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے
نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست
کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں[2] چنیں بادہ ہمی بُرد آں غلام
وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا
سُوئے قصرِ آں امیرِ نیک نام
نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدۂ
ایک غموں کا مارا زاہد، سامنے آ گیا
خشک مغزے در بلا پیچیدۂ
جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہائے دل بگداختہ
جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا
خانہ از غیرِ خدا پرداختہ
اُس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہار
بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے
داغہا برداغہا چندیں ہزار
داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد
وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اُٹھاتا تھا
روز و شب چفسیدہ اُو بر اجتہاد
وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ
سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا
صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
اُس کا صبر اور بُردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلامِ نیک پے
اُس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا
در شتابش اُو زمیں میکرد طے
وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں
زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟
گفت بادہ گفت آنِ کیست آں
اس نے کہا شراب، اُس نے کہا کس کی ہے؟

---

[1] فتنہا۔ شراب شور وشر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق غائب ہو جاتا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ وہ غلام ان اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ غم دیدہ۔ جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اُس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

[3] گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اُس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیے تھے۔ کردیدہ۔ اُس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب۔ اُس کو پتا نہ چلا اور اس میں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اس نے دیکھا غلام بھاگا جا رہا ہے۔ گفت زاہد۔ زاہد نے غلام سے پوچھا ٹھلیا میں کیا ہے اس نے کہا شراب ہے۔

گفت[1] ایں آنِ فلاں میرِ اَجل — گفت طالب را چنیں باشد عمل
اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے — اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے؟
طالبِ یزداں و آنگہ عیش و نوش — بادۂ شیطان و آنگہ تیز ہوش
خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا — شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟
ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است — ہوشہا باید براں ہوشِ تو بست
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مُرجھایا ہوا ہے — تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہییں
تاچہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر — اے چو مُرغے گشتہ صیدِ دامِ سُکر
پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہو گا؟ — اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایت[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بُود، و برادرش شیخ الاسلام
ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام
تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بُود، و ایں شیخ الاسلام از
تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام اپنے
برادرش ننگ داشت، روزے ضیا در آمد بدرسِ اُو، وہمہ
بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے
صدورِ بلخ حاضر بُودند بدرسِ اُو ضیا خدمتے کرد و بگذشت
اور بلخ کے تمام صدر اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چل دیے
شیخ الاسلام نیم قیامِ کرد سرسری، ضیا گفت آرے
شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے، ضیا نے کہا بے شک آپ
سخت درازی پارۂ درُزداز خود
بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرا لیا

آں ضیای بلخ خوش[3] اِلہام بُود — دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بُود
ضیا بلخی خوش طبع تھے — تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے
از برای علم خلقے پیشِ اُو — گشتہ دائم در ملازم ، درس جُو
علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے — ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب
تاجِ شیخ اسلام دارالملک بلخ — بُود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
دارالخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج — پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

[1] گفت ایں۔ غلام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیر اعظم کی ہے، زاہد نے کہا کہ طالب حق کے یہ کام ہوتے ہیں اُس کو تو ناؤ نوش سے بچنا چاہیے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ ہوش۔ انسان بغیر شراب کے بھی غافل ہے جس کے لیے سیکڑوں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرند جال میں۔
[2] حکایت۔ یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی مدہوش ہے شراب پی کر تو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا خود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہو گیا۔
[3] خوش الہام۔ ظریف، شستہ مزاج۔ دادر۔ برادر۔ ملازم۔ ملازمت۔ دارالملک۔ دارالخلافہ۔ فرخ۔ پرند کا بچہ۔

فتنہا[1] و شورہا انگیختہ
فتنے اور شور برانگیختہ کر دیتی ہے
بندگان و خسرواں آمیختہ
غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ جملہ جاں شدہ
ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بن جاتا ہے
تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ
اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہُشیاری چو آب و روغن اند
انسان ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں
وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند
مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم
جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں
ہیچ سبقے نے در ایشاں فرق ہم
ان میں کوئی دوڑ نہیں، نہ ان میں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست
جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے
نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست
کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں[2] چنیں بادہ ہمی بُرد آں غلام
وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا
سُوئے قصرِ آں امیرِ نیک نام
نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدۂ
ایک غموں کا مارا زاہد، سامنے آ گیا
خشک مغزے در بلا پیچیدۂ
جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہائے دل بگداختہ
جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا
خانہ از غیرِ خدا پرداختہ
اُس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہار
بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے
داغہا برداغہا چندیں ہزار
داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد
وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اُٹھاتا تھا
روز و شب چفسید اُو بر اجتہاد
وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ
سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا
صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
اُس کا صبر اور بُردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلامِ نیک پے
اُس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا
در شتابش اُو زمیں میکرد طے
وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں
زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟
گفت بادہ گفت آنِ کیست آں
اس نے کہا شراب، اُس نے کہا کس کی ہے؟

---

[1] فتنہا۔ شراب شور و شر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق غائب ہو جاتا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ وہ غلام ان اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ غم دیدہ۔ جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اُس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اُس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

[3] گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اُس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیے تھے۔ کہ دیدہ۔ اُس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب۔ اُس کو پتا نہ چلا اور اس میں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اس نے دیکھا غلام بھاگا جا رہا ہے۔ گفت زاہد۔ زاہد نے غلام سے پوچھا ٹھلیا میں کیا ہے اس نے کہا شراب ہے۔

گفت[1] ایں آنِ فلاں میرِ اجل ۔۔۔ گفت طالب را چنیں باشد عمل
اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے ۔۔۔ اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے؟

طالبِ یزداں و آنگہ عیش و نوش ۔۔۔ بادۂ شیطان و آنگہ تیز ہوش
خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا ۔۔۔ شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟

ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است ۔۔۔ ہوشہا باید بر آں ہوشِ تو بست
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مُرجھایا ہوا ہے ۔۔۔ تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں

تاچہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر ۔۔۔ اے چو مُرغے گشتہ صیدِ دامِ سُکر
پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہو گا؟ ۔۔۔ اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایت[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بُود، و برادرش شیخ الاسلام
ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام
تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بُود، و ایں شیخ الاسلام از
تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام اپنے
برادرش ننگ داشت، روزے ضیا در آمد بدرسِ اُو، وہمہ
بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے
صدورِ بلخ حاضر بُودند بدرسِ اُو ضیا خدمتے کرد و بگذشت
اور بلخ کے تمام صدر اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چل دیے
شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری، ضیا گفت آرے
شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے، ضیا نے کہا بے شک آپ
سخت درازی پارہ دردُزد از خود
بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرا لیا

آں ضیائے بلخ خوش[3] الہام بُود ۔۔۔ دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بُود
ضیا بلخی خوش طبع تھے ۔۔۔ تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے

از برای علم خلقے پیشِ اُو ۔۔۔ گشتہ دائم در ملازم. درس جو
علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے ۔۔۔ ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب

تاجِ شیخ اسلام دارالملک بلخ ۔۔۔ بُود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
دارالخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج ۔۔۔ پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

---

[1] گفت ایں۔غلام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیر اعظم کی ہے،زاہد نے کہا کہ طالب حق کے یہ کام ہوتے ہیں اُس کو تو نا و نوش سے بچنا چاہیے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ہوش۔انسان بغیر شراب کے بھی غافل ہے جس کے لیے سیکڑوں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرند جال میں۔

[2] حکایت۔یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی مدہوش ہے،شراب پی کر تو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا خود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہو گیا۔

[3] خوش الہام۔ظرافت مزاج۔دادر۔برادر۔ملازم۔ملازمت۔دارالملک۔دارالخلافہ۔فرخ۔پرند کا بچہ۔

گرچہ[1] فاضل بُود و فحل و ذُو فنُوں — ایں ضیا اندر ظرافت بُد فزوں
اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے — یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے

اُو بسے کوتہ ضیا بے حد دراز — بُود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
وہ بہت ٹھگنے، ضیاء بہت لمبے — شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے — آں ضیا ہم واعظے بُد با ہُدے
ان بھائی سے، اُن کو عار اور ذلت آتی — وہ ضیاء بھی با ہدایت واعظ تھے

روزِ محفل اندر آمد آں ضیا — بارگہ پُر قاضیان و اصفیا
مجلس کے دن، ضیاء اندر آئے — دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا

کرد شیخ اسلام از کبرِ تمام — ایں برادر را چنیں نصف[2] القیام
شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا — اس بھائی کے لیے، ایسے ہی آدھا قیام

پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش — انفعالے داد حالے در خورش
جب ضیا نے ان کے سر میں غرور دیکھا — ان کے مناسب فوراً ان کو شرمندہ کیا

گفت آرے بس درازی بہرِ مُزد — اندکے زاں قدِ سروت ہم بدزد
انھوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کے لیے — اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چُرا لیا

رجوع بحکایتِ زاہد با غلامِ امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس[3] تُرا خود ہوش کو و عقل کو — تاخوری مے اے تُو دانش را عدُو
پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے؟ — تاکہ تو شراب پیے، اے عقل کے دُشمن!

رُوت بس زیبا ست نیلی ہم بکش — ضحکہ باشد نیل بر رُویِ حبش
تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگا لے — حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے

در تو نورے کے در آمد اے غوی — تا تو مے نوشی و ظلمت جُو شوی
اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے؟ — کہ تو شراب پیے اور ظلمت کا طالب بن جائے

سایہ در روز ست جستن قاعدہ — در شبِ ابرے تو سایہ جُو شُدہ
سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ، دن میں ہے — تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے

گر حلال آمد پئے قُوتِ عوام — طالبانِ دوست را آمد حرام
اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کے لیے حلال ہے — دوست کے طلبگاروں کے لیے حرام ہے

---

[1] گرچہ۔ تاج شیخ الاسلام اگرچہ بڑے صاحب علم تھے لیکن ضیا جوشِ طبعی میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ آن ضیا۔ ضیا ہدایت یافتہ واعظ تھے، شیخ الاسلام کا ان کی بھائی بندی سے ذلت محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔ اصفیاء۔ برگزیدہ۔

[2] نصف القیام۔ یعنی تعظیم کے لیے آدھے کھڑے ہوئے۔ پس ضیا۔ چونکہ ضیا کو محسوس ہوا کہ دماغ میں تکبر ہے اس لیے فوراً اُن کو شرمندہ کرنا چاہا۔ بہرِ مزد۔ یعنی لوگوں کو معتقد بنا کر نذرانہ وصول کرنے کے لیے۔ قدِ سروت۔ طنزاً کہا۔

[3] پس ترا۔ زاہد کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ روت۔ حسین چہرے پر نظرِ بد سے بچانے کیلیے ماتھے پر نیل لگا دیا جاتا ہے، اب اگر کوئی بدصورت نیل لگائے تو اُس کا مزید مذاق بنے گا۔ ضحکہ۔ ہنسی کی چیز۔ گر حلال۔ شراب اگرچہ عوام کی تقویت کیلیے حلال ہے لیکن نفس کی لذت کیلیے حلال چیز بھی پرہیزگاروں کیلیے ممنوع ہوتی ہے۔

عاشقاں[1] را بادہ خونِ دل بُود
عاشقوں کی شراب، خونِ دل ہوتا ہے
چشمِ شاں بر راہ و بر منزل بُود
اُن کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

در چنیں راہ و بیابانِ مخوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں
اے قلاووزِ خرد باصد کسوف
(اور) اے عقل کے رہنما سیکڑوں گہن میں

خاک در چشمِ قلاووزاں زنی
تو رہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے
کارواں را ہالک و گمرہ کنی
قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے

نانِ جَو حقّا حرام ست و فسوس
جو کی روٹی (بھی) حرام اور (باعثِ) افسوس ہے
نفس را در پیش نہ نانِ سبوس
نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ

دشمنِ[2] راہِ خدارا خوار دار
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر
دُزد را منبر منہ بردار دار
چور کے لیے منبر نہ بچھا، سولی پر چڑھا

دُزد را تو دست ببریدن پسند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر
از بُریدن عاجزی دستش بہ بند
اگر تو کاٹنے سے عاجز ہے، اس کے ہاتھ باندھ دے

گر نہ بندی دستِ اُو دستِ تو بست
اگر تو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دے گا
گر تُو پایش نشکنی پایت شکست
اگر تو اُس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دے گا

تو عدُو را مے دہی و نیشکر
تو دشمن کو شراب اور گنا دیتا ہے
بہرِ چہ گو زہر نوش و خاک خور
کس لیے؟ کہہ دے زہر پے اور خاک پھانکے

زد[3] ز غیرت بر سبو سنگ و شکست
اس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا
اُو سبو انداخت از زاہد بجست
اس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینک دی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

رفتنِ امیر خشم آلودہ برائے گو شمالِ زاہد

امیر کا غصہ میں بھر کر، زاہد کو سزا دینے کے لیے جانا

رفت پیشِ میر و گفتش بادہ کو
وہ غلام امیر کے سامنے پہنچا امیر نے اس سے کہا شراب کہاں ہے؟
ماجرا را گفت یک یک پیشِ اُو
اُس نے ایک ایک کر کے، اس کے سامنے قصہ کہہ دیا

میر چوں آتش شُد و برجست راست
امیر آگ جیسا ہو گیا اور سیدھا اُٹھا
گفت بنُما خانۂ زاہد کُجا ست
بولا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟

تابدیں گُرزِ گراں کوبم سرش
تاکہ میں اس بھاری گرز سے اُس کا سر توڑ دوں
آں سرِ بے دانشِ مادر غرش
وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے

---

[1] عاشقاں۔ عاشق شراب کے بجائے خونِ دل پیتے ہیں اور وہ راہ و منزل کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو عیش پرستی کی فرصت کہاں ہے۔ در چنیں۔ راہ طریقت، خوفناک راستہ ہے اس میں تو بہت سے حواس کی ضرورت ہے عقل جب شراب کے گہن میں ہو تو کیا راہنمائی کر سکتی ہے۔ خاک۔ مدہوش کی عقل کیا رہنمائی کرے گی وہ تو قافلہ کو گمراہ کر دے گی۔ نانِ جو۔ اگر جو کی روٹی سے بھی حظِ نفس حاصل ہو تو بھوسی کی روٹی کھانی چاہیے۔

[2] دشمن۔ نفس راہِ خدا کا دشمن ہے اس کو ہر وقت ذلیل رکھ اس کی عزت نہ کر، پھانسی پر چڑھا دے۔ دزد۔ چور کا ہاتھ کاٹنا چاہیے یہ ممکن نہ ہو تو ہاتھ باندھ دیے جائیں۔ گر نہ بندی۔ اگر تو نے چور کو آزاد چھوڑا تو وہ تجھے تباہ کر دے گا۔ بہر چہ۔ اس کو راحت سے کیوں رکھتا ہے؟

[3] زد۔ زاہد کو غیرت آئی اور اس نے شراب کی ٹھلیا پر پتھر مارا۔ رفت۔ غلام بھاگا بھاگا امیر کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو سارا قصہ سنا دیا۔ مادر غرش۔ زانیہ ماں۔

اُو چہ[1] داند امرِ معروف از سگی　طالبِ معروفی ست و شُہرگی

وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے　نام آوری اور شہرت کا طالب ہے

تا بدیں سالوس خود را جا کُند　تا بچیزے خویشتن پیدا کُند

تاکہ اس مکر سے اپنی جگہ بنائے　تاکہ کسی ڈھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے

کُو ندارد خود ہنر اِلّا ہُماں　کہ تسلّس میکُند با این و آں

وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے، بجز اس کے　کہ ہما شما سے مکاری کرتا ہے

اُو اگر دیوانہ است و فتنہ کاوَ　دارُوِیِ دیوانہ باشد کیرِ گاوَ

وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز　دیوانہ کی دوا، بیل کا آلۂ تناسل ہے

تاکہ شیطاں از سرش بیروں رود　بے لتِ خر بندگاں خر چوں رود

تاکہ اُس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے　گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے؟

میر[2] بیروں جست و دبّوسے بدست　نیم شب آمد بزاہد نیم مست

امیر باہر نکلا، اور گرز ہاتھ میں تھا　زاہد کے پاس آدھی رات کو ادھوری مستی میں پہنچا

خواست کُشتن مردِ زاہد را ز خشم　مردِ زاہد گشتہ پنہاں زیرِ پشم

غصہ سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا　زاہد انسان، اُون کے نیچے چھپ گیا

مردِ زاہد میشنود از میرِ آں　زیرِ پشم آں رسن تاباں نہاں

زاہد انسان، امیر سے وہ سن رہا تھا　رسی بٹنے والوں کی اُون کے نیچے چھپا ہوا

گفت در رُو گفتنِ زشتی مرد　آئینہ تاند کہ رُو را سخت کرد

بولا، انسان کی بُرائی منہ در منہ　آئینہ کر سکتا ہے، جس نے منہ کو سخت کر لیا ہے

رُویِ باید آئینہ وار آہنیں　تات گوید رُویِ زشتِ خود ببیں

آئینہ جیسا لوہے کا منہ چاہیے　تاکہ تجھ سے کہے، کہ اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایت[3] مات کردنِ دلقک سید شاہِ ترمذ را

ایک مسخرے کی سید شاہ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ بادلقک ہمی شطرنج باخت　مات کردش زُود خشمِ شہ بتاخت

بادشاہ نے مسخرے کیساتھ شطرنج کی بازی لگائی　اس نے اُس کو مات دے دی بادشاہ کا غصہ جلد دوڑ پڑا

گفت شہ شہ واں شہِ کبر آورش　یک یک آں شطرنج میزد برسرش

اس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ　شطرنج کا ایک ایک مہرہ اُس کے سر پر مارتا تھا

---

[1] اُو چہ۔ امیر نے غصے سے کہا وہ زاہد خود کتا ہے اس کو امر بالمعروف سے کیا واسطہ وہ محض شراب کا طالب ہے۔ جا کند۔ مرتبہ بنائے۔ کو۔ اس کا ہنر صرف لوگوں سے مکر کرنا ہے۔ فتنہ کاو۔ فتنہ برپا کرنے والا۔ کیر گاو۔ بیل کا قضیب سکھا کر اس کا درہ بنا لیا جاتا تھا۔ بے لت۔ گدھا لاتوں کے بغیر کب چلتا ہے۔

[2] میر۔ امیر غصہ میں پاگل ہو رہا تھا۔ دبوس۔ تازیانہ۔ زیر پشم۔ زاہد بھاگ کر اُون کی رسی بانٹنے والوں کی اُون میں چھپ گیا اور وہاں امیر کی بُری بھلی باتیں سنتا رہا۔ گفت۔ زاہد نے اپنے دل میں کہا کہ کسی کے منہ پر برائی کرنے کے لیے آئینہ کا سا لوہے کا چہرہ ہونا چاہیے تاکہ مار کھا سکے۔ آئینہ لوہے سے بنتا تھا۔

[3] حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ مسخرے نے نمدوں میں لیٹ کر بادشاہ کو شہ شہ کہا تاکہ چوٹ سے بچ سکے۔ دلقک۔ مسخرہ۔ مات کردش۔ مسخرے نے بادشاہ کو ہرا دیا۔ گفت شہ شہ۔ ہارنے والے کی تحقیر کے لیے لفظ شہ شہ کہہ دیا جاتا ہے۔ آں۔ شطرنج یعنی شطرنج کے مہرے۔

کہ[1] بگیر اینک شہت اے قلتباں — صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں

کہ اے دیوث! لے یہ تیری شہ ہے — اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی

دستِ دیگر باختن فرمود میر — اُو چناں لرزاں کہ عُور از زمہریر

امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا — وہ اس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے

باخت دستِ دیگر و شہ مات شُد — وقتِ شہ شہ گفتن و میقات شُد

اس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہو گئی — شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی

برجہید آں دلقک و در کنج رفت — شش نمد برخود فگند از بیم تفت

وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا — فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لیے

زیرِ بالشہا و زیرِ شش نمد — خُفت پنہاں تاز زخمِ شہ رہد

تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے — چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے

گفت[2] شہ ہے ہے چہ کردی چیست ایں — گفت شہ شہ شہ اے شاہِ گزیں

بادشاہ نے کہا، ہائیں ہائیں تو نے کیا کیا، یہ کیا ہے؟ — بولا اے منتخب شاہ، شہ شہ شہ شہ

کے تواں حق گفت جز زیرِ لحاف — باچو تو خشم آورِ آتش سجاف

حق (بات) لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟ — آپ جیسے غصیلے آگ کے استر والے کے سامنے

اے تو مات و من ز زخمِ شاہ مات — میزنم شہ شہ ز زیرِ رختہات

آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا — میں کپڑوں کے نیچے سے آپ کو شہ شہ کہتا ہوں

آمدنِ امیر بدر خانۂ زاہد و بہ لکد کوفتنِ در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں[3] محلہ پُر شُد از ہیہایِ میر — وز لکد بر در زدن وز دار و گیر

جب امیر کی ہا ہو سے محلہ بھر گیا — دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے

خلق بیروں جست زود از چپ و راست — کاے مقدم وقتِ عفو ست و رضا ست

دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے — کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے

مغزِ اُو خشک ست و عقلش ایں زماں — کمتر ست از عقل و فہمِ کودکاں

اس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اور اب اس کی عقل — بچوں کی عقل اور سمجھ سے کم تر ہے

زُہد و پیری ضُعف بر ضُعف آمدہ — واندراں زُہدش کشادے ناشُدہ

زہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آ گئی — اور اُس زہد میں اُس کو بسط حاصل نہ ہوا

---

[1] کہ بگیر۔ بادشاہ مسخرے کے سر پر شطرنج کے مہرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ لے یہ تیری شہ ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ دست دیگر۔ دوسری بازی۔ عور۔ ننگا۔ وقت شہ۔ اب مسخرے کے لیے شہ کہنے کا وقت آ گیا۔ برجہید۔ مسخرہ بھاگ کر ایک گوشہ میں چھ نمدے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔

[2] گفت شہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا حرکت ہے۔ گفت۔ مسخرے نے کہا شہ کہنے کے لیے نمدوں میں چھپ گیا ہوں۔ کے تواں۔ غصہ ور آدمی سے حق بات لحافوں میں گھس کر ہی کہی جا سکتی ہے ورنہ زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

[3] چوں محلہ۔ امیر کے شور و غوغا اور زاہد کے کواڑوں پر لاتیں مارنے سے محلہ کے آدمی جمع ہو گئے۔ مقدم۔ پیشرو۔ مغز او۔ زاہد کا دماغ خشک ہو گیا ہے ایک تو بڑھاپا پھر زہد جس نے اس کو مزید کمزور کر دیا اور پھر اس پر کشادگی یعنی بسط کی کیفیت طاری نہیں ہوئی ہے۔

رنج[1] دیدہ گنج نادیدہ زیار
اس نے تکلیف برداشت کی، یار کا خزانہ نہ دیکھا
کارہا کردہ ندیدہ مُزدِ کار
کام کیے، کام کی مزدوری نہ دیکھی

یا نبُود آں کارِ اُو را خود گہر
یا تو اُس کے کام میں خود جوہر نہ تھا
یا نیامد وقتِ پاداش از قدر
یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے

یا کہ بُود آں سعی چوں سعیِ جہود
یا اُس کی کوشش، یہود کی کوشش کی طرح تھی
یا جزا وابستۂ میقات بُود
یا بدلہ، وقتِ مقرر سے وابستہ تھا

مر وُرا درد و مصیبت ایں بس ست
اس کے لیے یہ درد اور مصیبت کافی ہے
کاندریں وادیِ پُرخوں بیکس ست
کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

چشم[2] پُر درد و نشستہ اُو بہ کُنج
آنکھ درد سے پُر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے
رُو ترش کردہ فروافگندہ لُنج
منہ بنائے ہوئے ہے، ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے

نَے یکے کحّال کُو را غم خورد
نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہے کہ اُس کی فکر کرے
نیش عقلے کُو بکحلے پے برد
نہ اُس کو عقل ہے، کہ وہ سُرمہ کی تلاش کرے

اجتہادے میکُند با وہم و ظن
وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے
کار در بُوک ست تا نیکو شُدن
معاملہ ٹھیک ہونے تک، وہ وہم میں ہے

زاں رہش دور ست تا دیدارِ دوست
اسی لیے دوست کے دیدار تک کا راستہ اس کے لیے دور ہے
کہ نمانَدش مغزِ سر از عشقِ پوست
کیونکہ چھلکے کے عشق سے اس کے سر میں گودا نہیں رہا

ساعتے[3] اُو با خدا اندر عتاب
کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے
کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب
کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے

ساعتے بابختِ خود اندر جدال
کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے
کہ ہمہ پرّاں و ما بریدہ بال
کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں

ہر کہ محبوس ست اندر بُو و رنگ
جو شخص بُو اور رنگ میں مُقید ہے
گرچہ در زُہد ست باشد خوش بہ تنگ
اگرچہ وہ زُہد میں ہے، بہت تنگ ہو گا

تابرُوں ناید ازیں تنگیں مناخ
جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے
کے شود خُویش خوش و صدرش فراخ
اُس کی عادت بھلی اور اس کا سینہ فراخ کب ہو گا؟

زاہداں را در خلا پیش از گشاد
(اسی لیے) زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں
تیغ و اُسترہ نشاید ہیچ داد
تلوار اور اُسترہ کبھی نہ دینا چاہیے

---

1. رنج۔ زاہد نے تکلیفیں اُٹھائیں اور ابھی تک کچھ فیض نہ پایا ہے، محنت کی ہے اور ابھی تک کوئی مزدوری نہیں ملی ہے۔ خود گہر۔ یعنی اس کی عبادت میں خلاص نہ تھا۔ یا نیامد۔ عبادت تو مقبول ہوئی ہے اور اجر کا وقت نہیں آیا ہے۔ سعی جہود۔ یہود کی عبادت بیکار ہے۔ مر ورا۔ اُس زاہد کو تو اپنی ہی مصیبتیں کافی ہیں آپ اور کیوں مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ وادی پُرخون۔ راہِ عشق۔
2. چشم۔ وہ مایوسی کی حالت میں گوشہ نشین ہے۔ لنج۔ ہونٹ۔ کحال۔ معالج چشم۔ بوک۔ بود کہ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی معاملہ میں شک کی صورت میں کہا جاتا ہے۔ زاں۔ چونکہ ابھی اس کا اپنی ہستی سے تعلق ہے اسی لیے مشاہدہ کی منزل اُس سے دور ہے۔ ساعتے۔ وہ کسی وقت تو خدا سے بھی لڑنے لگتا ہے۔
3. ساعتے۔ کسی وقت خود اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ہر کہ۔ جس میں خودی باقی ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو وہ تنگی میں رہتا ہے۔ تابروں۔ جب تک خودی کے تنگ راستہ کو فنا نہ کرے گا اس کو بسط کی کیفیت حاصل نہ ہوگی۔ زاہداں۔ بسط کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے قبض کی حالت میں بسا اوقات سالک خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے لہٰذا اس کو تنہائی میں کبھی تلوار اور اُسترہ نہ دینا چاہیے۔

کز ضجر[1] خود را بدَرانَد شکم ۔۔۔ غصۂ آں بے مرادیہا و غم

کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ لے گا ۔۔۔ اُن ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)

بے مُرادی ہای ایں دنیا خوش ست ۔۔۔ بامُرادی تُند خُوی و سرکش ست

اس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں ۔۔۔ مراد مندی، بدمزاج اور سرکش ہے

انداختنِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہِ حرا از

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ سے

وحشت و دیر نمودنِ دیدار، و نمودنِ جبرئیل علیہ السلام

سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو ان پر ظاہر

خود را بوے کہ مینداز کہ تُرا دولتہا وسعادتہا در پیش ست

کرنا کہ نہ گرائیے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں

مصطفیٰ را ہجر[2] چوں بفراختے ۔۔۔ خویش را از کوہ می انداختے

(حضرت) مصطفیٰ پر جب فراق غلبہ پاتا ۔۔۔ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے

تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکُن ۔۔۔ کہ تُرا بس دولت ست از امر کُن

حتیٰ کہ اُن کو جبرئیل کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے ۔۔۔ کیونکہ امر کن کی وجہ سے آپ کے لیے بہت دولتیں ہیں

مصطفیٰ ساکن شُدے ز انداختن ۔۔۔ باز ہجراں آوریدے تاختن

(حضرت) مصطفیٰ گرانے سے رُک جاتے ۔۔۔ پھر، فراق حملہ کرتا

باز خود را سر نگوں از کوہ اُو ۔۔۔ میفگندے از غم و اندوہ اُو

پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا ۔۔۔ غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے

باز خود پیدا شُدے آں جبرئیل ۔۔۔ کہ مکُن ایں اے تو شاہے بے بُدیل

پھر وہ جبرئیل خود رونما ہوتے ۔۔۔ کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے

ہم چنیں[3] می بُود تا کشفِ جیب ۔۔۔ تا بیابید آں گُہر را اُو زجیب

پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا ۔۔۔ یہاں تک کہ انھوں نے جیب میں سے وہ موتی پا لیا

بہرِ ہر محنت چو خود را می کُشند ۔۔۔ اصلِ محنتہا ست ایں چونش کشند

جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو مار ڈالتے ہیں ۔۔۔ یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اس کو کیسے برداشت کریں؟

از فدائی مردماں را حیرتیست ۔۔۔ ہر یکے از ما فدائے سیرتیست

قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے ۔۔۔ (حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے

---

[1] کز ضجر۔ قبض کی حالت میں اس قدر دل تنگ ہوتا ہے کہ اپنی نامرادی کے رنج میں سالک اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مرادی۔ دنیا کی ناکامی انسان کے لیے بہتر ہے۔ بامراد۔ بدمزاج اور سرکش ہو جاتا ہے۔ انداختن۔ آنحضورؐ سے جب وحی کا انقطاع ہوا تو قبض کی ایک کیفیت ہوئی، آنحضورؐ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا حضرت جبرئیلؑ آ کر تسلی دیتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔

[2] ہجر۔ یعنی قبض کی کیفیت جو مزید مشاہدہ نہ ہونے سے پیدا ہوئی تھی ورنہ ذات اقدس کو ایک گونہ مشاہدہ ہر وقت حاصل تھا۔ امر کن۔ یعنی اللہ کے حکم سے۔ بے بدیل۔ بے نظیر۔

[3] ہم چنیں۔ آنحضورؐ پر جب تک مزید مشاہدہ کا پردہ نہ ہٹ جاتا اور گوہر مقصود جیب میں سے نہ پالیتے یہی کیفیت رہتی۔ بہر ہر محنت۔ انسان دنیا کی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے قبض کی یہ کیفیت تو تمام مصائب کی جڑ ہے۔ از فدائی۔ انبیا اور بزرگ جو راہِ حق میں فدا ہوتے ہیں اس پر لوگوں کو تعجب آتا ہے حالانکہ ہر انسان اُس سیرت پر جان دیتا ہے جو اس کی ہے۔

اے[1] خنک آنکو فدا کردست تن — بہرِ آں کار زد فدایِ آں شُدن

وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا — اُس کام پر جو قربان ہو جانے کے لائق ہے

مردِ حق بارے فدایِ ایں فن ست — کاندر و صد زندگی در کشتن ست

بہرحال مردِ خدا اس فن پر قربان ہے — جس میں فنا ہو جانے میں سیکڑوں زندگیاں ہیں

عاشق و معشوق و عشقش بردوام — در دو عالم بہرہ مند و نیک نام

عاشق اور معشوق اور اس کا عشق ہمیشہ — دونوں جہان میں نصیبہ ور اور نیک نام ہیں

در جہاں ہر کس فدایِ آں فنے ست — کاندراں رہ صرفِ عمر و کُشتنے ست

دنیا میں ہر شخص اُس فن پر قربان ہے — کہ اُس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مر جانا ہے

کُشتنی اندر غروبی یا شروق — کہ نہ شائق ماند آنجانے مشوق

غروبی یا شروق میں مر جانا (بجا ہے) — کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے، نہ معشوق

یَا کِرَامِیْ اِرْحَمُوْا[2] اَهْلَ الْهَوٰی — شَاْنُهُم وِرْدُ التَّوٰی بَعْدَ التَّوٰی

اے میرے مہربانو! اہلِ عشق پر رحم کرو — ان کی حالت ہلاکت کے بعد، ہلاکت کے گھاٹ پر اترنا ہے

عفو کُن اے میر بر سختیِ اُو — در نگر در درد و بد بختیِ اُو

اے امیر! اُس کی سختی کو معاف کر دے — اُس کے درد اور بدبختی پر نظر کر

تاز جُرمت ہم خدا عفوے کُند — زلّتت را مغفرت در آگند

تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے — تیری لغزش کو معافی سے بھر دے

توز[3] غفلت بس سبُو بشکستۂ — بر امیدِ عفو دل در بستۂ

تو نے غفلت سے بہت سی ٹھلیاں توڑی ہیں — معافی کی اُمید سے دل وابستہ کیا ہے

عفو کُن تا عفو یابی در جزا — می شگافد مُوقدر اندر سزا

معاف کرتا کہ بدلے میں تو معافی حاصل کر لے — تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے

مُوشگافانِ قدر را ہوش دار — قصۂ ما را تو نیکو گوش دار

قدر (خداوندی) کے نکتہ چینیوں کے لیے ہوش کر — تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سن لے

باز بشنو قصۂ میراں دِگر — تا بیابی زیں حکایت صد خبر

پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے — تاکہ تجھے اس قصہ سے سیکڑوں خبریں حاصل ہوں

---

[1] اے خنک۔ راہِ حق میں فدا ہو جانا قابل مبارکباد ہے یہ راہِ حق اس کے سزاوار ہے کہ اس پر قربان ہو جانا چاہیے۔ مردِ حق۔ اس راستہ پر قربان ہونے سے سیکڑوں زندگیاں حاصل ہوتی ہیں۔ معشوق۔ یعنی حق تعالیٰ۔ در جہاں۔ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مشغلہ پر ایسا فریفتہ ہوتا ہے جس میں عمر صرف کر دیتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو غروبی یعنی ہجرِ حق میں فنا کر دے یا وصل میں فنا کر دے۔ وصل میں فنا کر دے گا تو نہ پھر عاشق باقی ہے نہ معشوق کی حیثیت سے باقی نہ رہے گی مجرد ذاتِ حق باقی رہے گی۔ غروبی۔ یعنی ہجر۔ شروق۔ یعنی حالتِ مشاہدہ۔

[2] اہل الہوٰی۔ محبت کرنے والے عاشق۔ شانہم۔ عاشق پر محویت طاری رہتی ہے اور وہ ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے۔ عفو کن۔ محلہ والوں نے زاہد پر غضبناک امیر سے کہا۔ در نگر۔ وہ خود بدبختی میں مبتلا ہے تو اس کو اور کیا سزا دیتا ہے۔ از جرمت۔ حدیث شریف ہے اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ "تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔

[3] توز غفلت۔ یعنی تو نے بھی غفلت سے بہت سے قصور کیے ہیں۔ می شگافد۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ، یعنی جو ایک ذرہ خیر کریگا اُس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ شر کریگا اُس کو دیکھے گا۔ باز بشنو۔ دوسرے ظالم امیروں کے انجام کے قصے سن کر عبرت حاصل کر لے۔

جواب گفتنِ امیر مرآں شفیعانِ زاہد را کہ گستاخی چرا کرد و

امیر کا اُن زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اُس نے گستاخی کیوں کی؟

سُبوی ما را چرا بشکست، من دریں باب شفاعت قبول
اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اس سلسلے میں سفارش قبول

نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای او بدہم
نہ کروں گا کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اُس کو سزا دوں گا

میر[1] گفت آں کیست تا سنگے زند
امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے
بر سبُوی ما سبُو را بشکند
ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟

چوں گذر سازد زکویم شیرِ نر
جب میرے کوچہ سے نر شیر گذرتا ہے
ترس ترساں بگذرد با صد حذر
سیکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے

بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را
بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے
مور گردد پیشِ قہرم اژدہا
اژدہا میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بن جاتا ہے

بندۂ ما را چرا آزرد دِل
اُس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دُکھایا؟
کرد مارا پیشِ مہماناں خجل
اس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا

شربتِ[2] کاں بہ زخونِ اُوست ریخت
وہ شراب جو اُس کے خون سے بہتر تھی اس نے بہا دی
ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت
اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا

لیک جاں از دستِ من اُو کے بَرَد
لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا؟
گرچہ ہمچوں مُرغ بر بالا پرَد
اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اُڑ جائے

تیرِ قہر خویش بر پرّش زنم
میں اپنے قہر کا تیر اُس کے پروں پر ماروں گا
پرّ و بالِ مُردہ ریگش بر کنم
اس کے ورثہ کے بال اور پر نوچ دوں گا

ور شود چوں ماہی اندر آب در
اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے
از نہیبِ من شود زیر و زبر
میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا

جاں[3] نخواہد بُرد از شمشیرِ من
وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا
ورکند صد حیلہ و تدبیر و فن
خواہ سیکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کر لے

گر رود در سنگِ سخت از کوششم
اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا
از دلِ سنگش کنوں بیروں کشم
اُس کو پتھر کے اندر سے باہر نکال لوں گا

---

[1] میر گفت۔ سفارشیوں کے جواب میں امیر نے کہا کہ اس زاہد کی کیسے ہمت ہوئی کہ میری مٹکی پھوڑی، میری گلی سے نر شیر بھی گذرتا ہے تو ڈرتا ہوا گذرتا ہے بلکہ خوف سے اپنے پنجے چھوڑ بھاگتا ہے، میرے سامنے اژدہا بھی چیونٹی بنجاتا ہے۔ بندہ۔ اس نے میرے غلام کو ستایا مجھے مہمان کے سامنے شرمندہ کیا۔

[2] شربت۔ ایسی قیمتی شراب بہادی جو اس کے خون سے بھی زیادہ قیمت کی تھی اور اب ڈر کر عورتوں کی طرح گھر میں گھس گیا۔ لیک۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے بچ نہ سکے گا اگر یہ پرند بن کر اڑے گا تو بھی تیر چلا کر ہلاک کر دوں گا۔ ورشود۔ اگر مچھلی بن کر پانی میں گھسے گا میرا قہر وہاں بھی اس کو تہ و بالا کر دے گا۔

[3] جاں نخواہد۔ وہ خواہ کوئی تدبیر کرے مجھ سے جان نہ بچا سکے گا۔ گر رود۔ اگر وہ پتھر کے دل میں گھسے گا میں اُس کو وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔

من برانم بر تنِ اُو ضربتے[1] | کہ بُود مر دیگراں را عبرتے
میں اس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا | جو دوسروں کے لیے (باعث) عبرت ہو گی

کارِ اُو سالوس و زرق و حیلت ست | لیک مقصودش بیانِ شُہرت ست
اس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے | لیکن اُس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے

باہمہ سالوس و باما نیز ہم | دادِ اُو و صد چو اُو ایں دم دہم
سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی | میں اُس کا اور اس جیسے سیکڑوں کا بھی انصاف کروں گا

برسرش چنداں زنم گُرزِ گراں | کز تنش بیروں رود جان و رواں
بھاری گرز اس کے سر پر اتنے ماروں گا | کہ اس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے

خشمِ خونخوارش شُدہ بُد سرکشے | از دہانش می برآمد آتشے
اس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا | اس کے منہ سے آگ نکل رہی تھی

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لابہ کردنِ
اس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ

شفیعان و ہمسایگانِ زاہد
دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیعاں[2] از دم و ہیہایِ اُو | چند بُوسیدند دست و پایِ اُو
اُن سفارشیوں نے اس کے شور وغوغا اور دعوے کی وجہ سے | اُس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

کاے امیر از تو نشاید کیں کشی | گر بشُد بادہ تو بے بادہ خوشی
کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے | اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں

بادہ سرمایہ ز لُطفِ تو بَرَد | لُطفِ آب از لُطفِ تو حسرت خورَد
شراب، آپ کے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے | پانی کا لطف، آپ کے لطف پر حسرت کرتا ہے

بادشاہی کُن بہ بخشش اے رحیم | اے کریم ابنُ الکریم ابنُ الکریم
اے رحم کرنے والے! بادشاہی کر، اس کو بخش دے | اے داتا! داتا کے بیٹے، داتا کے پوتے

ہر شرابے[3] بندۂ ایں قد و خد | جُملہ مستاں را بُود بر تو حسد
ہر شراب اس قد اور رُخسار کی غلام ہے | تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے

ہیچ محتاجِ مئے گلگوں نۂ | ترک کُن گلگونہ تو گلگونۂ
تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے | تو گُلال کو چھوڑ، تو خود گُلال ہے

---

[1] ضربت۔ مار۔ کہ بود۔ اس کا پٹنا دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں گے اور ان کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہو گی۔ کارِ اُو۔ اس زاہد کا کام مکاری اور حیلہ بازی ہے اور یہ طریقہ اُس نے اپنی شہرت کا تلاش کیا ہے، سب سے تو مکر کرتا تھا مجھ سے بھی اُس نے مکاری برتی اب اس کو اور اس جیسے سیکڑوں کو سزا دوں گا۔ خشم۔ اس امیر کو اس قدر غصہ آ رہا تھا کہ اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

[2] آں شفیعاں۔ سفارشیوں نے دوبارہ اُس امیر کے ہاتھ پاؤں خوب چومے۔ کیں کشی۔ بدلہ لینا۔ گر بشد۔ میرے کہا اگر آپ کی شراب ضائع ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے، آپ بغیر شراب کے بھی خوب بھلے ہیں۔ بادہ۔ شراب تو آپ کے سرور سے فیضیاب ہے، اور پانی کی پاکیزگی آپ کی پاکیزگی کے سامنے ہیچ ہے۔

[3] ہر شرابے۔ آپ کا قد اور رُخسار بغیر شراب کے حسین اور خوبصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہے کہ مست اس پر حسد کرتے ہیں۔ ہیچ۔ آپکا رنگ خود گلگون ہے آپکو گلگوں شراب کی اور گُلال کی کیا ضرورت ہے۔

اے[1] رُخ چوں زُہرہ ات شمس الضُحیٰ — اے گدائے رنگِ تو گلگونہا

تیرا زہرہ جیسا رُخ دن چڑھے کا سورج ہے — گلال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں

بادہ کاندر خُم ہمی جوشد نہاں — ز اشتیاقِ رُوی تو جوشد چُناں

چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے — تیرے چہرے کے شوق میں اس طرح جوش مار رہی ہے

اے ہمہ دریا، چہ خواہی کرد، نم — وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم

اے مجسم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا؟ — اے مجسم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟

اے مہِ تاباں چہ خواہی گرد کرد — اے کہ خور در پیش رُویت رُوی زرد

اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟ — اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کانِ ہر خوشی — تو چرا خود منتِ بادہ کشی

تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے — تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟

تاجِ[2] کرّمناست بر فرقِ سرت — طوق اعطیناک آویزِ برت

تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے — "ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے

جوہر ست انساں و چرخ اُو را عرض — جُملہ فرع و سایہ اند و اُو غرض

انسان جوہر ہے اور آسمان اُس کا عرض ہے — سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش — چوں چنینی خویش را ارزاں فروش

اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں — تو اپنے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے؟

خدمتت[3] بر جُملہ ہستی مفترض — جوہرے چوں مُزد خواہد از عرض

تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے — جوہر، عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟

علم جوئی از کتبہا اے فسوس — ذوق جُوئی توز حلوای سبوس

ہائے افسوس، تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے — تو بھوسی کے حلوے سے لطف حاصل کرتا ہے

بحرِ علمی در نمے پنہاں شُدہ — در سہ گز تن عالمے حیراں شُدہ

تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے — تین گز کے جسم میں، عالم حیران ہو گیا ہے

مے چہ باشد یا جماع و یا سماع — تا بجوئی زُو نشاط و انتفاع

شراب، یا جماع، یا سماع کیا ہوتا ہے؟ — کہ تو اس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے

---

[1] اے۔ جبکہ آپ کا رُخ خود منور ہے اور گلال آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو آپ کو شراب درکار ہے نہ گلال۔ بادہ۔ شراب میں جو جوش ہے وہ آپ کے چہرے کے شوق کی وجہ سے ہے۔ اے ہمہ۔ سمندر کو قطرے کی کیا ضرورت ہے۔ وے۔ آپ مجسم وجود ہیں زاہد کو معدوم کر کے کیا کریں گے۔ تو خوشی۔ آپ خود مجسم خوشی ہیں شراب سے خوشی حاصل کر کے کیا کریں گے!

[2] تاج کرّمنا۔ کائنات پر انسانی نضیلت کے بیان میں قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْۤ آدَمَ "اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے"۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَر "بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے"۔ اگرچہ یہ آنحضور کی خصوصیت ہے لیکن یہ نضیلت آنحضور کو انسان کامل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بر۔ سینہ، بغل۔ جوہر ست۔ انسان بمنزلہ جوہر کے ہے اور تمام کائنات بمنزلہ عرض کے ہے۔ قرآن پاک میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا "جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے"۔ چوں چنینی۔ جبکہ انسان کے یہ فضائل ہیں تو اسکو اپنے آپکو رائیگاں نہ کرنا چاہیے۔

[3] خدمت۔ کائنات انسان کی خدمتگار ہے۔ علم۔ انسان کو علم لدنی حاصل کرنا چاہیے۔ حلوای سبوس۔ یعنی گھٹیا چیز۔ بحر علمی۔ انسان علم کا سمندر ہے اُس کو معمولی علوم میں منہمک نہ ہونا چاہیے۔ نم۔ قطرہ۔ در سہ۔ صوفیا کے نزدیک انسان عالم اکبر ہے۔ مے چہ باشد۔ دنیاوی لذتیں فانی ہیں۔ انتفاع۔ نفع حاصل کرنا۔

آفتاب[1] از ذرّہ کے شُد وام خواہ — زُہرہ از جمرہ کے شُد کام خواہ

سورج ذرّے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟ — زہرہ، انگارے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟

جانِ بے کیفے شُدہ محبوسِ کیف — آفتابے حبسِ عُقدہ اینت حیف

بے کیف جان، کیف میں مقید ہو گئی — سورج عقدہ میں پھنس گیا یہ افسوس ہے

باز جواب گفتنِ امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریفِ آں میم — من بذوقِ ایں خوشی قانع نیم

اُس نے کہا نہیں نہیں، میں اُس شراب کا دوست ہوں — میں اس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں

وارہیدہ از ہمہ خوف و اُمید — کژ ہمی گردم بہر سُو ہمچو بید

میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں — بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں

من[2] چناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں — کژ شوم گاہے چُناں گاہے چُنیں

میں ایسا چاہتا ہوں، کہ یاسمین کی طرح — جھوموں، کبھی یوں کبھی یوں

ہمچو شاخِ بید گرداں چپ و راست — کہ زبادش گونہ گونہ رقصہاست

بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں — جس کے ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

آنکہ خُو کردست با شادیِ مے — ایں خوشی را کے پسندد خواجہ کے

جس نے شراب (معرفت) کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو — اس خوشی کو کب پسند کرتا ہے، اے صاحب کب؟

انبیا زاں زیں خوشی بیروں شُدند — کہ سرشتہ در خوشیِ حق بُدند

انبیاء اس خوشی سے اسی لیے علیحدہ ہو گئے — کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشی میں گندھے ہوئے ہیں

زانکہ جانِ شاں آں[3] خوشی را دیدہ بُود — ایں خوشیہا پیشِ شاں بازی نمُود

کیونکہ اُن کی جان نے اُس خوشی کو دیکھا ہے — یہ خوشیاں اُن کے لیے کھیل نظر آتی ہیں

ہر کہ را نورِ حقیقی رُو نمُود — کے شود قانع بتاریکی و دُود

جس کے لیے حقیقی نور نمودار ہو گیا ہو — وہ اندھیرے اور دھویں پر کب قناعت کرتا ہے؟

وانکہ در جوعِ اُو طعام اللہ خورَد — کے زنان و شور با حسرت برد

اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے — وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟

وانکہ! شد خفتہ اندر گلستاں — میلِ گلخن کے کند چوں ابلہاں

اور جو شخص گلستاں میں سویا ہوا ہو — وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟

---

[1] آفتاب۔ انسان آفتاب ہے اور کائنات ذرات ہے۔ زُہرہ۔ یہ ستارہ خود چمک دار ہے۔ جاں۔ روح مجرد وہ کم اور کیف سے منزہ ہے۔ عقدہ۔ وہ برج جس میں پہنچ کر سورج گہن میں آجاتا ہے۔ گفت۔ امیر نے کہا میں اس شراب کا دوست نہیں ہوں بلکہ میں شرابِ معرفت کا دوست ہوں۔ بید۔ بید کا درخت پابند نہیں ہے ہر طرف کو جھومتا ہے۔

[2] من چناں۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔ آنکہ۔ جس کو معنوی شراب حاصل ہو گئی وہ اس شراب سے مستی کیوں حاصل کرے گا۔ انبیا۔ انبیا کو معنوی شراب حاصل ہے اُن کی فطرت میں اللہ سے محبت کرنا ہے۔

[3] آں خوشی۔ اللہ کی خوشی۔ ایں خوشیہا۔ ظاہری خوشیاں۔ ہر کہ۔ حقیقی نور کے بالمقابل ہر چیز تاریک ہے۔ وانکہ۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُرْزَقُ بِہِ الصَّادِقِیْنَ "بھوک اللہ کا کھانا ہے جس کے ذریعہ سچوں کو رزق دیا جاتا ہے"۔ گلستان۔ اللہ کی خوشی۔ گلخن۔ بھٹی یعنی ظاہری خوشی۔

چوں[1] کُند مُستسقی از آب اِجتناب
استقا کا مرض، پانی سے کیسے پرہیز کرے؟
چوں کُند مخمور دُوری از شراب
شرابی، شراب سے کیسے دُور ہو؟

سیر نبُود ہیچ عاشق از حبیب
عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے
صبر نکُند ہیچ رنجور از طبیب
کوئی بیمار، طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے

بابَت[2] زندہ کے چوں گشت یار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہو گیا ہو
مُردہ را چوں در کشد اندر کنار
وہ مردے سے بغل گیر کب ہو گا؟

مُردہ را کس در کنار آرد مگر
ہاں، مُردے کو وہ بغل میں لے گا
گو ندارد در جہاں از دل خبر
جس کو دنیا میں دل کا پتا نہ چلے

تفسیرِ ایں آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا
اس آیت کی تفسیر کہ "اور بے شک آخرت کا گھر وہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے،
یَعْلَمُوْنَ کہ در و دیوار و عرصۂ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت
کیونکہ اُس عالم کے در اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت
ہمہ زندہ اند و سخن گو، و سخن شنو، جہتِ آں فرمودہ مصطفیٰ
سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے، اسی لیے حضرت مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کہ اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مُردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں
اگر آخرت را حیات نبُودے، آخرت ہم جیفہ بُودے، جیفہ
اگر آخرت کے لیے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی، مُردار کو
را از برائے مُردگیش جیفہ[3] گویند نہ برائے بُوئ زشت
اس کے مُردہ ہونے کی وجہ سے مُردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرّہ ذرّہ زندہ اند
جبکہ اُس جہان کا ذرّہ ذرّہ زندہ ہے
نکتہ دانند و سخن گویندہ اند
وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں

در جہانِ مُردہ شاں آرام نیست
مُردہ جہاں میں، اُن کو راحت نہیں ہے
کایں علف جُز لائقِ انعام نیست
کیونکہ یہ چارہ، چوپاؤں ہی کے لائق ہے

ہر کرا گلشن بُود بزم و وطن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو
کے خورد اُو بادہ اندر گولخن
وہ بھٹی میں شراب کب پیے گا؟

---

[1] چوں کند۔ جس طرح استسقاء کا مریض پانی سے سیر نہیں ہوتا اور شرابی شراب سے کنارہ کش نہیں ہوتا یہی حال نورِ حقیقی کے عاشق کا ہے۔

[2] باپتِ زندہ۔ یعنی عالمِ آخرت کا عاشق۔ مردہ۔ یعنی یہ دنیا۔ کنار۔ بغل۔ تفسیر۔ اس آیت میں عالمِ آخرت کی زندگی اور دنیا کی مُردگی بتائی ہے۔

[3] جیفہ۔ مُردار۔ شاں۔ یعنی اہلِ آخرت۔ علف۔ حیوانات، چارہ۔ انعام۔ چوپائے۔ گولخن۔ بھٹی۔

جایِ رُوحِ پاک عِلّیّین[1] بُود
پاک روح کا مقام علیین ہے

جایِ رُوحِ ہر نجس سجّیں بُود
ہر ناپاک روح کا مقام سجین ہے

جایِ بُلبل گُلبن و نسریں بُود
بلبل کا مقام، بوٹا اور نسرین ہے

کِرم باشد کِش وطن سرگیں بُود
کیڑا ہوتا ہے، جس کا وطن گوبر ہوتا ہے

بہرِ مخمورِ خدا جامِ طُہور
خدا کے مست کے لیے (شرابِ) طہور کا جام ہے

بہرِ ایں مُرغانِ کور ایں آبِ شور
ان اندھے پرندوں کے لیے کھاری پانی ہے

ہر کرا عدلِ عمرؓ نمود ست
جس کے لیے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا

پیشِ اُو حجاج خونی عادل ست
اس کے لیے خونی حجاج منصف ہے

دُختراں را لُعبتِ مُردہ دہند
لڑکیوں کو مردہ گڑیاں دیتے ہیں

کہ ز لَعبِ زندگاں بے آگہند
کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں

چوں ندارند از فتوّت زورِ دست
جبکہ جوانی کی قوتِ بازو نہیں رکھتے ہیں

کودکاں را تیغِ چوبیں بہتر ست
بچوں کے لیے لکڑی کی تلوار بہتر ہے

کافراں قانع بہ نقشِ انبیا
کافر، انبیا کی تصویروں پر قانع ہیں

کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
جو کہ انھوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

واں[2] جہاں ما را چو روزِ روشنے ست
وہ جہان ہمارے لیے روشن دن کی طرح ہے

ہیچ ماں پروایِ نقش و سایہ نیست
ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے

واں یکے نقشش نشستہ دَر جہاں
اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے

واں دگر نقشش چو مہ بر آسماں
اور اُن کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے

ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس
اُن کا یہ منہ، ہم نشین سے نکتے کہتا ہے

واں دِگر باحق بگفتار و انیس
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہمکلام اور دوست ہے

گوشِ[3] ظاہر ضبطِ ایں افسانہ کُن
ظاہری کان اس افسانے کو سننے والا ہے

گوشِ جانش جاذبِ اسرارِ کُن
اس کی جان کا کان ''کن'' کے رازوں کو جذب کرنیوالا ہے

چشمِ ظاہر ضابطِ حُلیہ بشر
ظاہری آنکھ انسان کے حلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے

چشمِ سِرّ حیران مَا زاغَ البَصر
باطنی آنکھ ''مازاغ البصر'' میں حیران ہے

دستِ ظاہر میکُند داد و ستد
ظاہری ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے

دستِ باطن بر درِ فردِ صمد
باطنی ہاتھ، یکتا بے نیاز کے در پر ہے

---

[1] علیّین۔ جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ سجّین۔ جہنم کا بُرا مقام ہے۔ کِرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ بہر۔ جو خاصانِ خدا ہیں وہ شراب طہور پیتے ہیں۔ مُرغانِ کور۔ دنیا دار۔ حجاج۔ یعنی یوسف ثقفی کا بیٹا۔ لعبۃ۔ کھلونا، گڑیا۔ لعبِ زندگاں۔ یعنی شادی بیاہ۔ فتوت۔ جوانی۔ نقش۔ یعنی بُت، تصویر۔

[2] واں جہاں۔ چوں کہ ہمارے لیے عالمِ آخرت روزِ روشن کی طرح ہے لہٰذا ہمیں تصاویر کی کوئی پروا نہیں ہے۔ نقش وسایہ۔ تصویر، نقوش سے اور عکس سے بنتی ہے۔ یکے نقشش۔ انبیا کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے اور ایک نقش عالمِ بالا پر ہوتا ہے۔ ایں دہاں۔ ظاہری نقش کے اعضا دنیا کے کاموں میں ہوتے ہیں اور دوسرے اعضا حضرتِ حق کے ساتھ مصروف رہتے ہیں۔

[3] گوشِ ظاہر۔ ظاہری کان انسانوں کی باتیں سنتا ہے باطنی کان اللہ تعالیٰ کے اسرار سنتا ہے۔ چشمِ ظاہر۔ وہ ظاہری آنکھوں سے انسانوں کے حلیے دیکھتے ہیں۔ مازاغ البصر۔ آنحضورؐ کے بارے میں ہے کہ ان کی آنکھ نے نہ کجی برتی اور نہ سرکشی کی بلکہ صحیح دیکھا یعنی اولیاء مشاہدۂ حق میں حیران رہتے ہیں۔

پایِ ظاہر در صفِ مسجد صواف[1] ‏ پایِ معنی فوقِ گردوں در طواف
ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے ‏ باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے

جُزو جُزوش را تو بشمر ہم چنیں ‏ ایں درونِ وقت و آں بیرونِ حیں
تو اس کے جُزو جُزو کو اسی طرح گن لے ‏ یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے

اینکہ در وقتست باشد تا اجل ‏ واں دگر یارِ ابد قرنِ ازل
یہ جو وقت میں ہے، موت تک ہے ‏ اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے

ہست[2] یک نامش ولیُّ الدَّولتین ‏ واں دِگر نامش امام القبلتین
اُس کا ایک نام ''دونوں دولتوں کا والی'' ہے ‏ اور اُس کا دوسرا نام ''دونوں قبلوں کا امام'' ہے

خلوت و چلّہ برو لازم نماند ‏ ہیچ غیمے مر وُرا غائم نماند
تنہائی اور چلہ کشی اس کے لیے ضروری نہ رہی ‏ کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا

قُرصِ خورشید ست خلوت خانہ اش ‏ کے حجاب آرد شبِ بیگانہ اش
اُس کا تنہائی کا گھر، سورج کی ٹکیا ہے ‏ اجنبی رات اس کے لیے کب پردہ ڈال سکتی ہے؟

علت[3] و پرہیز شُد بحراں نماند ‏ کفرِ اُو ایماں شُد و کفراں نماند
بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، بحران نہ رہا ‏ اُس کا کفر، ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی

چوں اَلِف از استقامت شُد بہ پیش ‏ اُو ندارد ہیچ از اوصافِ خویش
الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا ‏ اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا

گشت فرد از کسوتِ خُوہائے خویش ‏ شُد برہنہ جاں بجاں افزایِ خویش
وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا ‏ ننگی جان کیساتھ اپنی جان بڑھانیوالے کیجانب روانہ ہو گیا

چوں برہنہ رفت پیشِ شاہ فرد ‏ شاہش از اوصافِ قُدسی جامہ کرد
جب یکتا شاہ کے پاس، وہ ننگا پہنچا ‏ شاہ نے اُس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ ‏ بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ
اس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا ‏ کنویں سے رُتبہ کے محل پر اُڑ کر چلا گیا

ایں چنیں باشد چو دُردے صاف گشت ‏ از بنِ طشت آمد اُو بالائے طشت
یہی ہوتا ہے، جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے ‏ طشت کی تلی سے طشت کے اُوپر آ جاتی ہے

---

[1] صواف۔صف بندی کرنے والے۔ایں۔جسمِ ظاہری زمان ومکان کا پابند ہے۔واں۔یعنی جسم علوی وقت اور مکان سے پاک ہے۔اینکہ۔یعنی جسم عنصری۔ اجل۔موت۔قرن۔قرین ساتھی یعنی جسمِ علوی ابدی اور ازلی ہے۔

[2] ہست۔جس طرح اُس کے دو جسم ہیں اسی طرح نام بھی دو ہیں۔ولی الدولتین۔دنیا اور آخرت کے سلطنت کا والی۔امام القبلتین۔یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کا امام۔خلوت۔اب اُس کو نہ تنہائی کی ضرورت ہے نہ چلہ کشی کی وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے دنیا اُس کے لیے حجاب نہیں بن سکتی۔شب بیگانہ۔یعنی اُس کے لیے ہر وقت دن ہے رات کی تاریکی اس کے لیے حجاب نہیں ہے۔

[3] علت۔یعنی نہ اُس میں مرض ہے نہ پرہیز کی ضرورت ہے۔بحران۔مرض کی شدت۔پیش۔درگاہ الوہیت۔گشت۔وہ اپنے اوصاف بشری سے برہنہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں پہنچا تو حضرت حق تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا جامہ اُس کو پہنا دیا۔اب وہ خدائی اخلاق والا ہے۔خلعتے۔اب چونکہ وہ اوصاف خداوندی سے متصف ہے لہٰذا اس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ایں چنیں۔جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے طشت کے بالائی حصہ میں آ جاتی ہے۔

دربنِ[1] طشت ارچہ بُود او دردناک
طشت کی تلی میں وہ دردمند کیوں تھی؟
شومیِ آمیزشِ اجزایِ خاک
خاک کے اجزا کی آمیزش کی بدبختی کی وجہ سے

یارِ ناخوش پرّ و بالش بستہ بُود
بُرے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیے تھے
ورنہ اُو دراصل بس برجستہ بُود
ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی

چوں عتابِ اِھبِطُوْا انگیختند
جب انھوں نے "نیچے اُترو" کا عتاب برپا کیا
ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
اُس کو ہاروت کی طرح اُلٹا لٹکا دیا

بُودے[2] ہاروت از ملائک بیگماں
ہاروت، یقینا فرشتوں میں سے تھا
از عتابے شُد معلّق ہمچناں
وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح لٹکا دیا گیا

سرنگوں زاں شُد کہ از سر دور ماند
وہ اندھا اس لیے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دور ہو گیا
خویش را سر ساخت تنہا پیش راند
اس نے اپنے آپ کو سر بنایا، تنہا آگے چل دیا

آں سبد خود را چو پُر از آب دید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا
کرد استغنا و از دریا بُرید
اُس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جُدا ہو گئی

در جگر چوں قطرۂ آبش نماند
جب اُس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا
بحرِ رحمت کرد اُو را باز خواند
سمندر نے رحم کیا، اُس کو واپس بلا لیا

رحمتِ بے علتے بے خدمتے
بغیر سبب، بغیر تکلیف کے رحمت
آید از دریا مبارک ساعتے
دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے

اللہ[3] اللہ گرد دریا باز گرد
خدا کے لیے، دریا کی جانب واپس ہو
گرچہ باشند اہلِ دریا بار زرد
اگرچہ دریا والے زرد ہوں

تا کہ آید لُطفِ بخشایش گری
حتیٰ کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے
سُرخ گردد رُویِ زرد از گوہری
جوہر پن سے زرد چہرہ سُرخ ہو جائے

زردیِ رُو بہترینِ رنگہا ست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے
زانکہ اندر انتظارِ آں لقاست
کیونکہ وہ اُس ملاقات کے انتظار میں ہے

لیک سُرخی بر رُخے کاں لامعست
لیکن اُس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے
بہرِ آں آمد کہ جانش قانع ست
اس لیے آئی ہے کہ اُس کی جان قانع ہے

---

[1] دربن۔ طشت کی تلی میں اس وقت تک ہے جب تک کہ اس میں خاک کی آمیزش ہے۔ روح جب جسمانی عوارض سے پاک ہو جاتی ہے عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہے۔ یار ناخوش۔ جسمانی علائق نے اس روح کو روک رکھا تھا ورنہ وہ پرواز میں چالاک ہے۔ چوں عتاب۔ حضرت آدمؑ کو نیچے اُترنے کا حکم گندم کھا لینے کی وجہ سے ملا اسی لیے روح کو جسم کے کنویں میں آویزاں کر دیا گیا۔

[2] بود ہاروت۔ ہاروت ملائکہ میں سے تھا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی وجہ سے وہ کنویں میں لٹکا دیا گیا۔ سرنگوں۔ وہ اس لیے سرنگوں ہوا کہ اُس نے سرکشی کی اور اصل سے دور ہوا۔ آن سبد۔ ٹوکری جو دریا میں ہے اپنے پانی پر گھمنڈ کر کے دریا سے دور ہوئی تو پانی سے خالی ہو گئی اس پر سمندر نے رحم کیا اور اس کو دوبارہ بلا لیا۔ روح کو جب ذلتِ افتقار بدرجہ اتم محسوس ہوئی اور شائبہ کبر ختم ہوا تو بغیر سبب اور بغیر محنت کے دریائے وحدت کی رحمت آ پہنچی اور اس کو واپس بلا لیا۔

[3] اللہ اللہ۔ انسان کو قربِ الٰہی کی جستجو کرنی چاہیے۔ اہل دریا۔ یعنی اہل اللہ۔ بار۔ کثرت کے لیے ہے۔ سرخ۔ وہ چہرہ جو غم واندوہ سے زرد ہے اس میں جوہر پیدا ہو جائے گا اور وہ سرخرو ہو جائے گا۔ زردی۔ اہل اللہ کا چہرہ زرد، اللہ کی ملاقات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن سرخی۔ جو ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اسکا چہرہ سرخ رہتا ہے۔

کہ[1] طمع لاغر کند زرد و ذلیل — نے ز درد و علت آید آں علیل

کیونکہ لالچ کمزور، زرد اور ذلیل کرتا ہے — وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے

چوں بہ بیند رُوئے زردِ بے سقم — خیرہ گردد عقلِ جالینوس ہم

جب بغیر بیماری کا، زرد چہرہ دیکھتی ہے — جالینوس کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے

چوں طمع بستی تو در انوارِ ہُو — مصطفیٰؐ گوید کہ ذَلَّتْ نَفْسُهٗ

جب تو نے اللہ تعالیٰ کے انوار سے طمع وابستہ کر دی — مصطفیٰؐ فرماتے ہیں کہ اس کا نفس ذلیل ہو گیا

نُورِ بے سایہ لطیف و عالیست — آں مُشبّک سایہ غربالیست

بے سایہ نور، پاکیزہ اور بلند ہے — جالیدار سایہ، چھلنی والا ہے

عاشقاں[2] عُریاں ہمی خواہند تن — پیشِ عِنّیناں چہ جامہ چہ بدن

عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں — نامردوں کے لیے کیا کپڑا کیا بدن؟

روزہ داراں را بُود آں نان و خواں — خرمگس را چہ اباچہ دیگ داں

وہ روٹی اور خوان، روزہ دار کے لیے ہے — بڑی مکھی کے لیے کیا شوربا، کیا چولہا؟

دیگر بار استدعائے شاہ از ایاز کہ تاویلِ کارِ خود بگو و مشکلِ منکراں
شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور

وطاعناں را حل کُن کہ ایشاں را در التباس رہا کردن مروّت نیست
معترضوں کی مشکل کو حل کر دے، کیونکہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروّت نہیں ہے

ایں سخن از حد و انداز ست بیش — اے ایاز اکنوں بگو احوالِ خویش

یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے — اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا

ہیں بگو احوالِ[3] خود را اے ایاز — گرچہ تصویرِ حکایت شُد دراز

ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا — اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے

ہست احوالِ تو از کانِ نوی — تو بدیں احوال کے راضی شوی

تیرے احوال، نئی کان کے ہیں — تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟

ہیں حکایت کُن ازاں احوالِ خوش — خاک بر احوالِ درسِ پنج و شش

ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر — پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے

---

[1] کہ طمع۔ جو مزید درجات کے لالچ میں رہتے ہیں وہ لاغر اور زرد رہتے ہیں۔ نے ز درد۔ اہل اللہ کے چہرے کی زردی، درد اور بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔ چوں بہ بیند۔ اہل اللہ کے چہروں کی زردی جبکہ کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہے تو اطبا ظاہری اُس سے حیران ہوتے ہیں۔ چوں طمع۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کے انوار سے اپنی طمع وابستہ کر دیتا ہے تو اس کے نفس کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔ نور بے سایہ۔ جب بشری صفات بالکل فنا ہو جاتی ہیں تو سالک کو نور بے سایہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر صفاتِ بشری کچھ باقی رہتی ہیں تو نور بے سایہ حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ ایسا نور حاصل ہوتا ہے جیسے کہ چھلنی میں سے گذر کر نور آئے اس میں کچھ نور ہوگا کچھ سایہ ہوگا۔

[2] عاشقاں۔ جو عاشق ہیں وہ بالکل بشری صفات سے عاری ہونا چاہتے ہیں، نامرد کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ روزہ دار۔ جو مجاہدے کرتے ہیں وہ بشری صفات سے خالی ہو جاتے ہیں تو یہ خوانِ نعمت اُن روزہ داروں کیلیے ہے، دنیا دار جو بڑی مکھی جیسے ہیں ان کے لیے شوربا اور چولہا یکساں ہے وہ انہی کو جانتے ہیں۔ تاویل۔ مصداق۔ ایں سخن۔ یعنی محبوب کی باتیں۔

[3] احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کان نوی۔ تیرے اوپر نئے نئے احوال طاری ہوتے ہیں۔ بدین احوال۔ یعنی جو کیفیات سے حاصل ہو چکی ہیں۔ ہیں۔ اپنی اچھی کیفیات کی بات سنا، شش جہات اور پنج حواس کی باتوں پر خاک ڈال۔

حالِ[1] باطن گر نمی آید بگفت
باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آ سکتا
حالِ ظاہر گویمت در طاق و جُفت
میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں

کہ ز لُطفِ یار تلخی ہایِ مات
کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے
گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات
جان کے لیے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں

زاں نبات ار گرد در دریا رود
اگر اس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے
تلخیِ دریا ہمہ شیریں شود
سمندر کا کھارا پن سب میٹھا ہو جائے

صد ہزار احوالِ عالم ایں چنیں
اسی طرح، عالم کے لاکھوں احوال
باز سُویِ غیب رفتند اے امیں
اے امانت دار! پھر غیب کی جانب چلے گئے

حالِ[2] ہر روزے بہ دی مانند نے
ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے
ہمچو جُو اندر روشِ کش بند نے
جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس پر کوئی بند نہیں ہے

شادیِ ہر روز از نوعِ دگر
ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے
فکرتِ ہر روز را دیگر اثر
ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

تمثیلِ تنِ آدمی بمہمان خانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں مہماناں، و عارف
آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح ہیں اور عارف

صابر دراں اندیشہا چوں مردِ مہمان دوست، غریب نواز خلیل وار
صابر اُن فکروں کے معاملہ میں مہمان دوست، غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ہے

ہست مہماں خانہ ایں تن اے جواں
اے جوان! یہ جسم مہمان خانہ ہے
ہر صباحے[3] ضیفِ نو آید دواں
ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے

نے غلط گفتم کہ آید دمبدم
نہیں، میں نے غلط کہا، لمحہ بہ لمحہ آتا ہے
ضیفِ تازہ فکرتِ شادی و غم
خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان

میزبانِ تازہ رُو شو اے خلیل
اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن
دَر مبند و منتظر شو در سبیل
دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ

ہرچہ آید از جہانِ غیب وش
غیب جیسے جہان سے جو آئے
دردلت ضیفست اُو را دار خوش
وہ تیرے دل میں مہمان ہے اس کو خوش رکھ

---

1. حال باطن۔ ایاز نے کہا اگر باطنی احوال ناقابل بیان ہیں تو ظاہری احوال خالص اور تشبیہات کے ساتھ سنائے دیتا ہوں۔ طاق۔ یعنی خالص حال۔ جفت۔ یعنی تشبیہات کے ساتھ حال سنانا۔ کہ ز لطف۔ اگر یار کی مہربانی ہو تو امتحان کی تلخیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں۔ زاں۔ اُن تلخیوں میں اس قدر شیرینی ہوتی ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کا کھارا پن ختم ہو جائے۔ صد ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں ہے وہ طاری ہوتے ہیں اور پھر عالم غیب کی طرف چلے جاتے ہیں۔
2. حال۔ ہر روز کا حال کل کو معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا حال آ جاتا ہے جس طرح نہر کا پانی گذرتا رہتا ہے اور اس کی جگہ نیا پانی لیتا رہتا ہے۔ شادی۔ ہر روز ایک نئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔ تمثیل۔ جو عارف صابر ہیں وہ اپنے احوال کو اسی طرح نوازتے ہیں جس طرح کوئی معزز مہمان کو نوازتا ہے۔
3. ہر صباحے۔ جب انسان صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک نیا خیال آتا ہے۔ نے غلط۔ میں نے یہ غلط کہا کہ صبح کو خیال مہمان بن کر آتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت خوشی اور غم کا خیال انسان کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ ہرچہ۔ جو خیال بھی دل میں آئے اس کو مہمان تصور کر کے اس کی خاطر تواضع کرنی چاہیے۔

ہیں[1] مگو کیں ماند اندر گردنم ‏ کو ہم اکنوں باز پرّد در عدم

خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا ‏ کیونکہ وہ بھی اب عدم کی جانب پرواز کر جائے گا

حکایتِ آں مہمان وزنِ خداوندِ خانہ کہ آہ باراں

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی

گرفت و مہمان در گردنِ ما ماند

اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد قُنُق ‏ ساخت اُو را ہمچوں طوق اندر عُنُق

ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آ گیا ‏ اس نے اس کو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا

خواں کشید اُو را کرامتہا نمود ‏ آں شب اندر کوئے ایشاں سُور بُود

اس کے لیے دسترخوان بچھایا، تواضع کی ‏ اُس رات میں ان کی گلی میں شادی تھی

مردزن[2] را گفت پنہانی سخن ‏ کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کُن

شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا ‏ اے خاتون! آج رات کو دو بستر بچھانا

بسترِ مارا بگستر سُوئے در ‏ بہرِ مہماں گستراں سُوئے دگر

ہمارا بستر، دروازے کی جانب بچھا ‏ مہمان کے لیے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم ‏ سمع و طاعت اے دو چشمِ روشنم

بیوی نے کہا خدمت بجا لاؤں گی، خوش ہوں گی ‏ اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

ہر دو بستر گسترید و رفت زن ‏ سُوئے خانہ[3] سور کرد آنجا وطن

بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی ‏ شادی کے گھر کی جانب، وہاں ٹھہر گئی

ماند مہمانِ عزیز و شوہرش ‏ نُقل بنہادند از خشک و تُرش

مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے ‏ خشک اور کھٹا چبینا اُنھوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند ہر دو منتجب ‏ سرگذشتِ نیک و بد تا نیم شب

دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا ‏ آدھی رات تک، نیک اور بد کا قصہ

بعد ازاں مہماں ز خواب و از سمر ‏ شد دراں بستر کہ بُد آنسوئے در

اس کے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان ‏ اس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوہر از خجلت بدو چیزے نگفت ‏ کہ تُرا ایں سُوست اے جان جائے خفت

شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اُس سے کچھ نہ کہا ‏ کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اس جانب ہے

---

[1] ہیں۔کسی مہمان خیال کو یہ نہ کہہ کہ یہ میری گردن کا ہار بن گیا۔حکایت۔بیوی نے مہمان کو گلے کا ہار سمجھا۔خداوندِ خانہ۔گھر والا۔بیگہاں۔بے وقت۔قنق۔مہمان۔عنق۔گردن۔سور۔شادی بیاہ۔

[2] مرد۔شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج چونکہ مہمان بھی ہے دو بستر بچھانا۔جامۂ خواب۔سونے کا بستر۔بسترِ مارا۔میرا بستر دروازہ کے قریب بچھانا اور مہمان کا بستر اندر کو بچھانا۔سمع وطاعت۔سننا اور کرنا۔

[3] خانہ سور۔شادی والا گھر۔نقل۔چبینا۔سمر۔رات کی کہانی۔منتجب۔میزبان اور مہمان دونوں برگزیدہ شخص تھے۔بعد ازاں۔کھانے اور کہانیوں کے بعد مہمان میزبان کے بستر پر لیٹ گیا۔شوہر۔شوہر نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ کے سونے کے لیے دوسرا بستر ہے۔

که برای خوابِ تو اے بُوالکرم[1] — بستر آں سُوی دگر افگنده ام

کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لیے — میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے که بزن او داده بُود — گشت مُبدل واں طرف مہماں غنود

وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی — بدل گئی، اور اُس جانب مہمان سو گیا

آنشب آنجا سخت باراں در گرفت — کز شکوهِ ابر شاں آمد شگفت

اس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی — کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہو گئے

زن بیامد بر گمانِ آنکه شو — سُوی در خفته است و آنسو آں عمو

بیوی آئی، اس گمان سے کہ شوہر — دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اُس جانب وہ چچا

رفت عُریاں در لحاف آندم عروس — داد مہماں را برغبت چند بوس

دلہن، ننگی ہو کر فوراً لحاف میں گھس گئی — اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لیے

گفت می ترسیدم اے مردِ کلاں — خود ہُماں آمد ہُماں آمد ہُماں

اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں — وہی ہوا، وہی ہوا، وہی

مردِ[2] مہماں را بگِل و باراں نشاند — بر تو چوں صابونِ سلطانی بماند

مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھا دیا — تم پر شاہی ٹیکس کی طرح ہو گیا۔

اندریں باران و گِل او کے رود — برسر و جانِ تو او تاواں شود

اس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا — آپ کے سر اور جاں پر وہ تاواں بنے گا

زود مہماں جست و گفت اے زن بہل — موزه دارم من ندارم غم ز گِل

جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے — میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے

من[3] رواں گشتم شمارا خیر باد — در سفر یکدم مبادا روح شاد

میں چل دیا، تم سلامت رہو — خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کے لیے بھی روح خوش نہ ہو

تاکه زُو تر جانبِ معدن رود — کایں خوشی اندر سفر رہزن شود

تاکہ بہت جلد کان کی جانب چلی جائے — کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بن جاتی ہے

زن پشیماں شُد ازاں گفتارِ سرد — چوں رمید و رفت آں مہمان فرد

عورت اُس سرد (مہری کی) بات سے شرمندہ ہو گئی — جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا

زن بسے گفتش که آخر اے امیر — که مزاحے کردم از طیبت مگیر

عورت نے اس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر — میں نے مذاق کیا ہے، مذاق سے رنجیدہ نہ ہو

---

[1] بُوالکرم۔ مہربان۔ آں قرارے۔ جو بات بیوی سے طے ہوئی تھی وہ الٹی ہوگئی۔ آنشب۔ اس رات ایسی بارش ہوئی کہ اس کے ابر کو دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ عریاں۔ ننگا۔ مہماں۔ مہمان کو شوہر سمجھ کر اس کے بوسے لینے لگی۔ گفت۔ پھر مہمان کو شوہر سمجھ کر کہنے لگی کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہی ہوئی۔

[2] مردِ مہماں۔ اب کیچڑ اور بارش کی وجہ سے مہمان روانہ نہ ہوگا۔ صابونِ سلطانی۔ کسی شخص کے لیے ایک مجمع پر کوئی چیز بادشاہ کی جانب سے مقرر ہونا۔ گِل۔ کیچڑ۔ موزہ دارم۔ میرے پاس چمڑے کے موزے ہیں مجھے کیچڑ کی فکر نہیں ہے۔

[3] من رواں گشتم۔ چلتے وقت مہمان نے میزبانوں کو دعا دی۔ در سفر۔ دنیا کی زندگی سفر کی حالت ہے اور منزل آخرت ہے سفر میں خوشی اور آرام رہزن بنتا ہے۔ گفتارِ سرد۔ یعنی مہمان کا شکوہ۔ فرد۔ بے مثال بزرگ تھا۔ مزاح۔ مذاق۔ طیبت۔ خوش طبعی کی بات۔

سجدہ و زاریِ زن سُودے نداشت　　رفت و ایشاں را دراں حسرت گذاشت
عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا　　وہ چلا گیا اور ان کو اُس حسرت میں چھوڑ گیا

جامہ[1] ازرق کرد زاں پس مردوزن　　صورتش دیدند شمع بے لگن
میاں اور بیوی نے اس کے بعد کپڑے نیلے کر لیے　　انھوں نے اس کی صورت، بے شمعدان کی شمع دیکھی

میشُد و صحرا ز نُورِ شمعِ مرد　　چوں بہشت از ظلمتِ شب گشت فرد
وہ جا رہا تھا اور جنگل، مرد کی شمع کے نُور سے　　بہشت کی طرح، رات کی تاریکی سے جدا ہوگیا

کرد مہمانخانہ خانہ خویش را　　از غم و از خجلتِ ایں ماجرا
اس نے اپنے گھر کو، مہمان خانہ بنا دیا　　اس قصہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درونِ ہر دو، ازراہِ نہاں　　ہر زماں گفتے خیالِ میہماں
مخفی راہ سے، دونوں کے باطن میں　　ہر وقت مہمان کا خیال کہتا

کہ بُدم[2] یارِ خضر صد گنج جُود　　می فشاندم لیک روزی تاں نبُود
کہ میں خضر یار تھا، بخشش کے سیکڑوں خزانے　　میں نے بکھیرے، لیکن تمھارا حصہ نہ تھے

تمثیلِ فکرِ ہر روزینہ کہ اندر دل آید بمہمانِ نو کہ از اوّل روز در خانہ

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اس نئے مہمان کے ساتھ جو پہلے ہی دن گھر میں آیا

فرود آید و تحکم و بدخوی کند و فضیلتِ مہمانداری و نازِ مہمان کشیدن

ہے اور حکم چلاتا ہے اور بدمزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت اور مہمان کی ناز برادری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمانِ عزیز　　آید اندر سینہء ہر روز نیز
ہر وقت، عزیز مہمان کی طرح ایک فکر　　ہر روز، سینہ میں بھی آتا ہے

فکر را اے جاں بجایِ شخص داں　　زانکہ[3] شخص از فکر دارد قدرِ جاں
اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ　　کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

فکرِ غم گر راہِ شادی میزند　　کارسازیہائے شادی میکُند
غم کا فکر، اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے　　وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

خانہ میروبد بہ تُندی اُوز غیر　　تادر آید شادیِ نوز اصلِ خیر
وہ سختی سے، غیر سے گھر کو صاف کر دیتا ہے　　تاکہ اصل خیر سے، نئی خوشی آئے

---

[1] جامہ ازرق۔ رنج میں نیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ صورت۔ اس مہمان سے جنگل روشن ہو رہا تھا اور جنت کا نمونہ بن گیا۔ کرد۔ اُس میزبان نے اس شرمندگی میں اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا۔

[2] کہ بُدم۔ دونوں میاں بیوی کے دل میں مہمان کا تصور یہ کہتا تھا کہ میں تمھیں فائدہ پہنچانے آیا تھا لیکن تمھارے مقدر میں نہ تھا۔ یارِ خضر۔ ہم نے ترجمہ خضر یار کیا ہے یعنی وہ خیال کہتا تھا کہ میں تمہارا دوست خضر تھا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں خضر کا ایک دوست تھا اور اگر خضر خاء کے زیر اور ضاد کے زبر سے پڑھا جائے تو سبزی و شادابی کے معنی میں ہے۔ تمثیل۔ فکر خواہ ناخوشگوار ہو اس کو بدمزاج مہمان سمجھو جس کی لامحالہ خدمت کرنی ہے۔ تحکم۔ حکم چلانا۔

[3] زانکہ۔ جان کی قدر اسی لیے ہے کہ اس میں قوتِ فکریہ ہے۔ فکرِ غم۔ غم کا فکر سیکڑوں خوشیوں کا پیش خیمہ ہے۔ خانہ۔ غمگین فکر میں انسان دوسرے افکار بھول جاتا ہے۔ اصلِ خیر۔ اللہ تعالیٰ۔

میفشاند[1] برگِ زرد از شاخِ دل — تا بروید برگِ سبزِ متصل
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے — تاکہ مسلسل سبز پتے اُگیں

می کند اُو بیخ سروِ کہنہ را — تا خرامد سروِ نو از ما وَرا
وہ پرانے سرو کی جڑ اُکھاڑ دیتا ہے — تاکہ عالمِ غیب سے نیا سرو جھومے

غم کند بیخِ کژِ بوسیدہ را — تانماید بیخ رُو پوشیدہ را
غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اُکھاڑتا ہے — تاکہ جڑ چھپے رُخ کو رونما کر دے

غم زدل ہرچہ بریزد یا بَرَد — در عوض حقا کہ بہتر آورد
غم، دل سے نکالتا یا ڈالتا ہے — یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں — کہ بُود غم بندۂ اہلِ یقیں
خصوصاً اس کے لیے جس کو یہ یقین ہو — کہ غم اہلِ یقین کا غلام ہوتا ہے

گر تُرش[2] رُوئی نیارد ابر و برق — رز بسوزد از تبسم ہایِ شرق
اگر ابر اور بجلی بدمزاجی نہ کرے — مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے

سعد و نحس اندر دلت مہماں شود — چوں ستارہ خانہ خانہ میرود
تیرے دل میں اچھا اور برا مہمان ہوتا ہے — ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے

آں زماں کہ اُو مقیمِ بُرجِ تُست — باش ہمچوں طالعش شیریں و چُست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے — تو اُس کے عروج کی طرح شیریں اور چست بن

تاکہ بامہ چوں شود اُو متصل — شُکر گوید از تو با سُلطانِ دل
تاکہ جب وہ سورج سے ملے — دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے

ہفت سال ایوبؑ[3] با صبر و رضا — در بلا خوش بُود باضیفِ خدا
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کے ساتھ سات سال — خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے

تا چو وا گردد بلایِ سخت رُو — پیشِ حق گوید بصد گوں شکرِ اُو
تاکہ جب سخت مصیبت واپس ہو — اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سیکڑوں طرح اس کا شکریہ ادا کرے

کز محبت بامنِ محبوب کُش — رُو نکرد ایوبؑ یک لحظہ تُرش
کہ مجھ دوست کُش کے ساتھ محبت سے — (حضرت) ایوبؑ نے ایک لحہ کے لیے بھی منہ نہ بنایا

از وفا و خجلتِ حکمِ خُدا — بُود چوں شیر و عسل اُو با بلا
وفاداری اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے لحاظ سے — وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے

---

[1] می فشاند۔ غم انگیز فکر تمام افکار کو ختم کر دیتا ہے تاکہ دل میں خوشی اُگے۔ ماورا۔ عالمِ غیب۔ غم۔ غم پرانے افکار کی بوسیدہ جڑیں اُکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ چھپی ہوئی نئی جڑ برگ وبار لائے۔ بہتر آورد۔ یعنی روح کی صفائی، عقبیٰ کا خیال۔ اہلِ یقیں۔ غم ان کی رضامندی سے ان کے پاس آتا ہے۔

[2] گر ترش روئی۔ بجلی اور ابر کی ترشروئی انگور کی بیل کی حیات ہے محض سورج کی مسکراہٹیں اس کو جلا ڈالتی ہیں۔ شرق۔ مشرق۔ سعد و نحس۔ رنج و خوشی اسی طرح دل کے خانوں کو طے کرتے ہیں جس طرح سعد و نحس ستارے آسمان میں اپنے منازل کو طے کرتے ہیں۔ او۔ یعنی خیال۔ برج۔ یعنی دل۔ تاکہ۔ وہ فکر بارگاہِ خداوندی میں تمھاری شکرگذاری کا ذکر کرے۔

[3] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ ضیفِ خدا۔ خدائی مہمان یعنی مصیبت۔ محبوب کُش۔ فکر و غم جس سے تعلق پیدا کرتے ہیں اس کو مار ڈالتے ہیں۔ خجلت۔ حضرت ایوبؑ اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ کے حکم سے آئی ہے۔

فکر[1] در سینہ در آید نو بنو — خند خنداں پیشِ اُو تو باز رو
فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے — تو ہنستا ہنساتا پھر اُس کے سامنے جا

کہ اَعِذْنِیْ خَالِقِیْ مِنْ شَرِّہٖ — لَا تُحَرِّمْنِیْ اَنِلْ مِنْ بِرِّہٖ
کہ اے میرے پیدا کرنیوالے مجھے اسکے شر سے پناہ دے — مجھے محروم نہ کر، مجھے اسکی بھلائی عطا کر

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنِ اشْکُرْ مَآ اَرٰی — لَا تُعَقِّبْ حَسْرَۃً لِّیْ اِنْ مَّضٰی
اے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں جو دیکھتا ہوں اسکا شکر ادا کروں — اگر وہ چلا جائے، اس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیرِ رُو تُرش را پاسدار — آں تُرش را چوں شکر شیریں شمار
تُرشرو خیال کا تو لحاظ کر — تو اُس تُرش کو شکر شمار کر

ابر را گر ہست ظاہر رُو تُرش — گلشن آرندہ ست ابرو شورہ کُش
ابر اگرچہ بظاہر تُرش رُو ہے — وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو مٹانے والا ہے

فکرت[2] غم را مثالِ ابر داں — با تُرش تو رو تُرش کم کُن چناں
تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ — اس طرح تو تُرشرو کے ساتھ تُرشروئی نہ کر

بُو کہ آں گوہر بدستِ اُو بُوَد — جہد کُن تا از تو اُو راضی رَوَد
ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اس کے ہاتھ میں ہو — کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے

ورنباشد گوہر و نبُوَد غنی — عادتِ شیرینِ خود افزوں کُنی
اگر گوہر بھی نہ ہو اور وہ مال دار بھی نہ ہو — تو تُو اپنی شیریں عادت بڑھا لے گا

جایِ دیگر سُود دارد عادتت — ناگہاں روزے بر آید حاجتت
تیری عادت، دوسری جگہ مفید ہو گی — اچانک، کسی روز تیری مُراد بر آئے گی

فکرتے[3] کز شادیت مانع شود — آں بامرو حکمتِ صانع شود
وہ فکر جو تیرے لیے خوشی سے مانع ہو — وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے

تو مخواں دو چار دانگش اے جواں — بُو کہ نجمے باشد و صاحبقراں
اے جوان! تو اُس کو حقیر نہ سمجھ — ہو سکتا ہے کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو

تو مگو فرعے ست اُو را اصل گیر — تاشوی پیوستہ بر مقصود چیر
تو (اس کو) شاخ نہ کہہ اس کو جڑ سمجھ — تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے

ورتو آں را فرع گیری و مُضِر — چشمِ تو دراصل باشد منتظر
اگر تو، اُس کو شاخ اور مضر سمجھے گا — تیری آنکھ جڑ کے لیے منتظر رہے گی

[1] فکر۔ جو نئے نئے افکار دل میں آئیں ان کو اسی خوشی قبول کر۔ کہ۔ خوشی سے قبول کرنا یہ ہے کہ تو یہ دعا کر کہ اللہ تعالیٰ اس فکر کے شر سے مجھے محفوظ رکھ اور مجھے اس کی بھلائی سے محروم نہ کر، جو میں تیری جانب سے دیکھوں اُس پر شکر کروں اور اس کے چلے جانے کے بعد مجھے یہ حسرت نہ ہو کہ میں نے اس پر صبر کیوں نہ کیا۔ ابر۔ زمین کے لیے ابر ترشرو ہے لیکن وہی چمن پیدا کر دیتا ہے اور اس کے شور پن کو زائل کر دیتا ہے۔

[2] فکرت۔ اپنے غم کو ابر کی طرح سمجھ اور اس کے فوائد پر غور کر۔ بو۔ ہو سکتا ہے کہ اس فکر میں تیری خیر مضمر ہو۔ ورنباشد۔ اگر خیر بھی مضمر نہیں ہے تو تیرے صبر میں لامحالہ اضافہ کا سبب ہے۔ جای دیگر۔ یہ صبر کی عادت دوسری جگہ بھی مفید ہوگی۔

[3] فکرتے۔ جو غم شادی سے مانع ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور اس میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ دو چار دانگ۔ دو چار رتی یعنی حقیر۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب ہے جس کی ولادت یا نطفہ کے استقرار کے وقت زُحل اور مشتری ایک برج میں ہوں۔ تو مگو۔ اس فکر کو اصل سمجھ اور اسی کو مقصود بنا تاکہ مقصد رس ہو ورنہ تو مقصود سے محروم اور اس کا منتظر رہے گا۔

زہر[1] آمد انتظار اندر چشش — دائما در مرگ باشی زاں روش

انتظار ذائقہ میں زہر ہے — اس روش سے تو ہمیشہ موت میں رہے گا

اصل داں آنرا بگیرش در کنار — باز رہ دائم ز مرگِ انتظار

اُس کو جڑ سمجھ، اُس کو بغل میں لے لے — موت کے انتظار سے، ہمیشہ نجات حاصل کر

نواختن سُلطان محمود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایازِ پُر نیازِ صدق کیش — صدقِ تو از بحر و زکوہ ست بیش

اے نیازمند، سچائی کے طریقہ والے ایاز! — تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے

نے بوقتِ شہوتت باشد عِثار — کہ رود عقل چو کوہست کاہ وار

نہ شہوت کے وقت تیرے لیے لغزش ہے — کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے

نے[2] بوقتِ خشم و کینہ صبرہات — سُست گردد در قرار و در ثبات

نہ غصے اور کینے کے وقت، تیرے صبر — ٹکاؤ اور جماؤ میں سست ہوتے ہیں

ہست مَردی ایں نہ آں ریش و ذَکر — ورنہ بُودے میرِ میراں کیرِ خر

مردانگی یہی ہے، نہ وہ ڈاڑھی اور شرمگاہ — ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی

حق کرا خواندست در قرآں رجال — کے بُود ایں جسم را آں جا مجال

جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کہا ہے — وہاں اس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟

رُوحِ حیواں را چہ قدرست اے پسر — آخر از بازارِ قصاباں گذر

اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟ — آخر قصائیوں کے بازار سے گذر

صد[3] ہزاراں سر نہادہ بر شکم — ارزِ شاں از دُنبہ و از دُم کم

لاکھوں سریاں، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں — جن کی قیمت چکدی اور دمچی سے سستی ہے

تا توانی بندۂ شہوت مشو — درپئے شہوت مکُن دل را گرو

جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن — شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر

ورنہ شہوت خان و مانت برکند — زندہ ات در گورِ تاریک افگند

ورنہ شہوت تیرا گھر بار اُکھاڑ دے گی — تجھے زندہ، اندھیری قبر میں پھینک دے گی

روسپی باشد کہ از جولانِ کیر — عقلِ اُو موشے شود شہوت چو شیر

رنڈی ہو گی کہ (مرد کی) شرمگاہ کی حرکت سے — اس کی عقل چوہے جیسی اور شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

---

1. زہر آمد۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جو کچھ وقت سے آتا ہے اس کو خدا کے اسماء میں سے کسی اسم کا مظہر سمجھتا ہے۔ یہی اسماء و صفات کے عشق کا اثر ہے۔ صدق کیش۔ وہ جس نے سچائی کو مذہب بنالیا ہو۔ عشار۔ لغزش۔ کہ رود۔ یعنی پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے۔
2. نے۔ عام طور پر انسان غصہ میں صبر و ثبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہست۔ اصل مردانگی یہی ہے کہ غصہ کیوقت انسان اپنے آپ پر قابو پالے۔ ڈاڑھی اور آلۂ تناسل پر مردانگی کا اطلاق نہیں ہے ورنہ گدھا سب سے بڑا مرد ہوتا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے رجال ان لوگوں کو کہا ہے جنکی روح مصفیٰ ہو چکی ہے اور روح سے مراد روح حیوان نہیں۔
3. صد ہزاراں۔ روح حیوانی کو ذلت کا منظر دیکھنا ہو تو قصائیوں کے بازار میں جا کر دیکھ لے۔ ارز۔ قیمت۔ شہوت۔ شہوت پرستی انسان کی بربادی کا باعث ہے اور انسان کو زندہ در گور کر دیتی ہے۔ روسپی۔ فاحشہ عورت شہوت میں اندھی ہو جاتی ہے۔

وصیت[1] پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، تاکہ تو اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجۂ بُود ست اُو را دُخترے　زُہرہ خدّے مہ رُخے سیمیں برے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی　زُہرہ جیسے رخسار، چاند جیسے چہرے، چاندی کے جسم والی

گشت بالغ داد دختر را بشو　شو نبُود اندر کفایت کفوِ اُو
وہ بالغ ہو گئی اُس نے وہ شوہر کو دے دی　شوہر حیثیت میں اُس کا ہمسر نہ تھا

خُربزہ چوں در رسد شُد آبناک　گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہو جاتا ہے　اگر تو اس کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہو جائے گا

چوں ضرورت بُود دُختر را بداد　اُوبنا کفُوے ز تخویفِ فساد
چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی　اُس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو

گفت[2] دُختر را کزیں دامادِ تو　خویشتن پرہیز کُن حامِل مشو
اس نے لڑکی سے کہا، کہ تو اس داماد سے　اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو

کز ضرورت بُود عقدِ ایں گدا　ایں غریب خوار را نبُود وفا
اس لیے کہ اس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی　اس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہو گی

ناگہاں بجہد کُند ترکِ ہمہ　برتو طفلِ اُو بماند مظلمہ
اچانک بھاگ جائے گا، سب کو چھوڑ دے گا　اس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا

گفت دُختر اے پدر خدمت کُنم　ہست پندت دلپذیر و مغتنم
لڑکی نے کہا اے ابا! تعمیل کروں گی　آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے

ہر دو روزے ہرسہ روزے آں پدر　دُخترِ خود را بفرمُودے حذر
ہر دوسرے اور تیسرے دن، وہ باپ　لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

ایں[3] چنیں قومے بعالم ہم بُدند　کز چنیں نوعے نصیحت گر شُدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے　کہ اسطرح کی نصیحت کرنے والے ہوئے ہیں

حاملہ شُد ناگہاں دُختر ازو　چونکہ بُد ہر دو جواں خاتون و شو
اچانک لڑکی اس سے حاملہ ہو گئی　چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

از پدر آں را نہاں میداشتش　پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
اس نے اس کو باپ سے چھپائے رکھا　بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہو گیا

گشت پیدا گفت بابا چیست ایں　من نہ گفتم کہ اُزو دوری گزیں
وہ ظاہر ہو گیا، باوا نے کہا یہ کیا ہے؟　میں نے تجھے نہیں کہا تھا اس سے دوری اختیار کر

---

[1] وصیت پدر۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی شہوت سے مغلوب ہو گئی تھی۔ سیمیں بر۔ چاندی جیسے جسم والی۔ کفو۔ ہمسر۔ آبناک۔ پانی والا۔ تخویف فساد۔ یعنی جوان لڑکی ہے کوئی خرابی نہ کر بیٹھے۔

[2] گفت۔ باپ نے اس لڑکی کو حاملہ نہ بننے کی ہدایت کی۔ عقد۔ نکاح۔ بجہد۔ یعنی چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ مظلمہ۔ ظلم کی پاداشت۔ حذر۔ بچاؤ۔

[3] ایں چنیں۔ مولانا کہتے ہیں کہ ایسے بیوقوف بھی دنیا میں ہیں جو اس طرح کی لغو نصیحتیں کرتے ہیں۔ کودک۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔

آں وصیتہایِ من خود باد[1] بُود — کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سُود
وہ میری نصیحتیں خود بادِ ہوائی ہوئیں — کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا

گفت بابا چوں کُنم پرہیز من — آتش و پُنبہ است بیشک مرد و زن
اس نے کہا ابا! میں کیسے بچتی؟ — مرد و عورت آگ اور روئی ہیں

پُنبہ را پرہیز از آتش کجا ست — یا در آتش کے حفاظ ست و تقاست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟ — یا آگ میں۔ نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتم کہ سُوئے اُو مرو — تو پذیرایِ منیِ اُو مشو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس نہ جا؟ — (یہ کہا تھا) تو اس کی منی کو قبول کرنے والی نہ بن

در زمانِ حال و انزال و خوشی — خویشتن باید کہ ازوے در کشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت — چاہیے (تھا) کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچتی

گفت[2] کے دانم کہ انزالش کیست — ایں نہان ست و بغایت دُور دست
اس نے کہا مجھے کب معلوم تھا، کہ اس کو انزال کب ہوگا؟ — یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے

گفت چوں چشمش کلا پیسہ شود — فہم کُن کاں وقتِ انزالش بُود
اس نے کہا، جب اس کی آنکھیں چڑھیں — سمجھ لیتی کہ اُس کے انزال کا وقت ہے

گفت تا چشمش کلا پیسہ شُدن — کور میگردد ز شہوت چشمِ من
اس نے کہا، اس کی آنکھیں چڑھنے تک — شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

نیست ہر عقلِ حقیرے پائدار — وقتِ حرص و وقتِ جنگ و کارزار
ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے — حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

وصفِ[3] ضعفِ دلی و سستیِ صوفی سایہ پروردہ، مجاہدہ ناکردہ، درد و داغِ عشق ناچشیدہ، بسجدہ و دست بوسِ عام و بحرمتِ نظر کردن و بانگشت نمودنِ ایشاں کہ

اس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا، مجاہدہ نہ کیے ہوئے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا، سجدے اور عوام کی دست بوسی اور احترام سے دیکھنے، اور ان کی انگلی اٹھانے سے

---

1. بادؔ۔ یعنی میری نصیحت ہوا تھی جو اڑ گئی۔ گفتؔ۔ لڑکی نے باپ سے کہا پنبہؔ۔ اگر آگ اور روئی ایک جگہ ہو تو روئی کب بچاؤ کر سکتی ہے۔ حفاظؔ۔ نگہداشت۔ تقاؔ۔ بچاؤ۔ گفتؔ۔ باوا نے کہا کہ میں نے شوہر کے پاس جانے کو منع نہیں کیا تھا۔ منیؔ۔ یعنی انزال کے وقت اپنے آپ کو محفوظ کر لینے کو کہا تھا۔
2. گفتؔ۔ لڑکی نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو انزال کس وقت ہو رہا ہے۔ دور دستؔ۔ وہ مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کلا پیسہؔ۔ آنکھوں کا چڑھ جانا کہ پتلی نظر نہ آئے۔ گفتؔ۔ لڑکی نے کہا اس وقت تو میں خود شہوت سے اندھی ہوئی تھی۔ وقتِ حرصؔ۔ لالچ اور جنگ میں بہت کم عقلیں قائم رہتی ہیں۔
3. وصفؔ۔ ان صوفی صاحب کے قصہ سے یہ بتایا ہے کہ جنگ کے وقت اُن کی عقل بیکار ہو گئی تھی، یہ صوفی صاحب، خانقاہ کے سایہ میں پلے تھے مجاہدے کی مشقتیں نہ اٹھائی تھیں عوام کی دست بوسی سے اپنے آپ کو کامل انسان سمجھ بیٹھے تھے۔ انگشتؔ۔ مشہور آدمی کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارے کرتے ہیں۔

امروز در زمانہ صوفی اُوست، غرّہ شُدہ و بوَہم بیمار شدہ چوں
کہ آجکل دنیا میں وہی صوفی ہے، وہ دھوکے میں آ گیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا
آں معلّم کہ کودکاں گفتند کہ رنجوری، وبایں وہم کہ من مجاہدم
اس استاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں
مرا دریں راہ پہلوان میدانند با غازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر
لوگ مجھے اس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا، کہ میں ظاہری
نیز بنمایم جہاد، کہ در جہادِ اکبر مستثنیٰ ام، جہادِ اصغر خود پیشِ
جہاد بھی کروں گا، کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں، چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا
من چہ محل دارد، و خیالِ شیر دردیدہ و دلیریہا کردہ و مست
وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جما کر اور ان
ایں دلیریہا شُدہ و رُوی بہ بیشہ نہادہ بقصدِ شیرو
بہادریوں میں مست ہو کر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رُخ کیا اور
شیر بزبانِ حال گفتہ کہ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ
شیر نے زبانِ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لو گے پھر

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لو گے

رفت یک صوفی بہ لشکر در غزا ناگہاں آمد قطاریق و وغا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہو گئی

ماند صوفی بابُنہ و خیمہ و ضِعاف فارساں راندند تاصفِ مصاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کے ساتھ رہ گیا شہسواروں نے میدان جنگ کی طرف گھوڑے دوڑا دیے

مُثقلانِ خاک برجا ماندند سَابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ در راندند
مٹی کے بوجھل، (اپنی) جگہ پر رہ گئے سبقت کرنے والے پیش قدم، آگے دوڑ گئے

جنگہا کردہ مظفر آمدند باز گشتہ باغنائم سُود مند
جنگ کر کے کامیاب واپس آ گئے مالدار ہو کر غنیمتوں کے ساتھ لوٹ آئے

ارمغاں دادند کاے صوفی تو نیز اُو بروں انداخت نستد ہیچ چیز
انھوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے) اس نے باہر پھینک دیا، کوئی چیز نہ لی

چوں معلّم۔ پہلے مولانا نے قصہ سنایا تھا کہ مکتب کے بچوں نے استاد کو بلا وجہ بیمار بنا دیا تھا۔ جہادِ اکبر۔ نفس کے ساتھ جہاد۔ مستثنیٰ۔ ممتاز۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد کرنا۔

کلّا سوف۔ قرآن نے کافروں کے غلط خیالات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب حقیقت حال سامنے آ جائے گی۔ غزا۔ جہاد۔ قطاریق۔ جنگ کا شور غل۔ وغا۔ جنگ۔ بُنہ۔ سامان۔ مصاف۔ صفوں کی جگہ میدان جنگ۔ مثقلاں۔ سست، بوجھل۔

جنگہا۔ مجاہد، جہاد میں کامیاب ہو کر مال غنیمت کے ساتھ واپس آ گئے۔ ارمغان۔ یعنی مال غنیمت میں سے تحفہ۔

پس بگفتندش کہ خشمینی[1] چرا — گفت من محروم ماندم از غزا
پھر انھوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟ — اُس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا

زاں تلطف ہیچ صوفی خوش نشد — کو میانِ غز و خنجر کش نشد
اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا — کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آوردیم اسیر — آں یکے را بہر کُشتن تُو بگیر
تو انھوں نے اس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں — اس ایک کو تو قتل کرنے کے لیے لے لے

سربرش تا توہم غازی شوی — اندکے خوش گشت صُوفی دل قوی
اس کا سر قلم کر دے، تاکہ تو بھی غازی بن جائے — صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا

کاب را گر در وضو صد روشنی ست — چونکہ آں نبود تیمم کردنیست
کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں — جب وہ نہ ہو، تو تیمم کرنا ہی ہے

بُرد صوفی آں اسیرِ بستہ را — در پسِ خرگہ کہ آرد اُو غزا
اُس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا — خیمہ کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے

دیر[2] ماند آں صوفی آنجا با اسیر — قوم گفتند اے عجب چوں شُد فقیر
صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا — لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟

کافر بستہ دو دست اُو کشتنی ست — بسملش را مُوجبِ تاخیر چیست
دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے — اُس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

رفت آں یک در تفحص در پیش — دید کافر را بالائِ ویش
جستجو میں، ایک اُس کے پیچھے چلا — اُس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا

ہمچو نر بالائِ مادہ آں اسیر — ہمچو شیرے خفتہ بالائِ فقیر
وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا — وہ فقیر، پر، شیر کی طرح پڑا تھا

دستہا[3] بستہ ہمی خائید اُو — از سرِ اِستیزہ صُوفی را گلو
ہاتھ بندھے ہوئے، وہ چبا رہا تھا — صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے

گبر میخائید باندناں گلوش — صوفی اُفتادہ بزیر و رفتہ ہوش
کافر دانتوں سے اُس کا گلا چبا رہا تھا — صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اُڑ گئے تھے

دست بستہ گبر ہمچوں گربہء — خستہ کردہ حلقِ اُو بے حربہء
ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے، بلی کی طرح — بغیر نیزے کے اُس کے گلے کو زخمی کر دیا

---

[1] خشمینی۔ تو غصہ میں کیوں ہے۔ تلطف۔ مہربانی۔ اسیر۔ قیدی۔ غازی۔ یعنی اُس قیدی کا سر قلم کر کے غازی بن جا۔ کاب۔ صوفی نے کہا وضو ممکن نہ ہو تو تیمم سے کام چل جاتا ہے۔ اصل جہاد تو میدانِ جنگ میں تھا یہ بھی مجبوری کا جہاد ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔

[2] دیرماند۔ صوفی کی واپسی میں دیر ہوئی تو لوگ حیران ہوئے۔ کافر۔ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر کا کام ہے۔ تفحص۔ جستجو۔

[3] دستہابستہ۔ وہ دونوں ہاتھ بندھا ہوا کافر صوفی کے گلے کو دانتوں سے چبا رہا ہے۔ گبر۔ اس کافر نے اس صوفی کا گلا اس قدر چبایا کہ صوفی بیہوش ہو گیا۔ حربہ۔ نیزہ۔

نیم[1] کشتش کرد با دنداں اسیر
قیدی نے دانتوں سے اُس کو ادھ موا کر دیا
ریشِ اُو پُرخوں ز حلقِ آں فقیر
اُس فقیر کے حلق کے خون سے اسکی ڈاڑھی بھری ہوئی تھی

ہمچو تُو کز دستِ نفسِ بستہ دست
تیری طرح، کہ ہاتھ بندھے نفس سے
ہمچو آں صُوفی فتادتی بہ پست
اُس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے

اے شدہ عاجز ز تلِ کیشِ تُو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے
صد ہزاراں کوہہا درپیشِ تُو
تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں

زینقدر خر پُشتہ مُردی از شکوہ
تو ڈر سے، اس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مر گیا
چوں روی بر عقبہائے ہمچو کوہ
تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گذرے گا؟

غازیاں کشتند کافر را بہ تیغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا
ہمدراں ساعت زحمیت بیدریغ
بے دریغ اُسی وقت غصہ سے

بر رُخِ صُوفی زدند آب و گلاب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا
تا بہوش آید ز بیہوشی و خواب
تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آ جائے

چوں[2] بخویش آمد بدید آں قوم را
وہ جب ہوش میں آیا، اس نے قوم کو دیکھا
پس پرسیدند چوں بُد ماجرا
تو انھوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟

اللہ اللہ اینچہ حال ست اے عزیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟
ایں چنیں بیہوش گشتی از چہ چیز
تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا؟

از اسیرِ نیم کشتہ بستہ دست
ادھ موئے، ہاتھ بندھے، قیدی سے
ایں چنیں بیہوش اُفتادی و پست
اس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا

گفت چوں قصدِ سرش کردم بخشم
اس نے کہا، جب میں نے غصہ سے اس کے سر کا ارادہ کیا
طُرفہ در من بنگرید آں شوخ چشم
اس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا

چشم را وا کرد پہنِ اُو سوی من
اس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں
چشم گردانید و شُد ہوشم ز تن
آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اُڑ گئے

گردشِ[3] چشمش مرا لشکر نمُود
اس کی آنکھوں کا گھومنا، مجھے لشکر نظر آیا
می ندانم گفت چوں پر ہول بُود
میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں

قصہ کوتہ کن کزاں چشم ایں چنیں
قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے میں ایسا
رفتم از خود اُو فتادم بر زمیں
بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا

---

[1] نیم کشتش۔ اس کافر نے صوفی کو نیم مردہ بنا دیا اور اُس کی ڈاڑھی اُس صوفی کے خون میں لتھڑ گئی۔ ہمچو تو۔ اس صوفی کا ہاتھ بندھے کافر سے جو حال ہوا وہی نفس کے ہاتھوں تیرا حال ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ خر پشتہ۔ وہ ٹیلہ جس کے کنارے ڈھلواں ہوں۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ حمیت۔ عار کی وجہ سے غصہ کرنا۔

[2] چوں۔ جب صوفی کو ہوش آیا تو اس سے بیہوش ہونے کا قصہ پوچھا کہ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کے نیچے پڑے ہوئے بے ہوش کیوں ہوئے۔ طرفہ۔ اس کافر نے عجب طرح پر گھور کر دیکھا بڑی بڑی آنکھیں نکالیں اور ان کو گھمایا تو میں بے ہوش ہو گیا۔

[3] گردش۔ اس کے آنکھیں چمکانے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی لشکر آ گیا ہے میں اس کی خوفناکی کا بیان بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

فتنہ کوتہ کن کزاں غمزۂ[1] گراں　رفتم از خود اوفتادم من دراں
فتنہ کو مختصر کر، کہ اس کی تیکھی نظروں سے　میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردنِ مبارزاں اُو را کہ بایں دل و زہرہ کہ تو داری
اس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے
از کلا پیسہ شُدنِ چشمِ کافرِ اسیر دست بستہ بیہوش و دشنہ
ہاتھ بندھے ہوئے قیدی، کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ
از دست بیفکندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازمِ مطبخِ خانقاہ
ہاتھ سے گرا دیا، خبر دار، خبر دار کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ
باش و سُوئےِ پیکار مرو تا رُسوا نشوی
اور جنگ کی طرف نہ جا تا کہ رُسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد　با چنیں زہرہ کہ تو داری مگرد
لوگوں نے اس سے کہا لڑائی اور جنگ میں　اس پتے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا
گردِ مطبخ گردد اندر خانقاہ　تا دِگر رُسوا نگردی در سپاہ
مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹ　تا کہ لشکر میں دوبارہ رُسوا نہ ہو
چوں ز چشمِ آں اسیرِ بستہ دست　غرقہ گشتہ کشتیِ تو در شکست
جب اُس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے　تو ڈوب گیا، تیری کشتی ٹوٹ گئی
پس میانِ حملۂ شیرانِ نر　کہ بُود با تیغِ شاں چوں گوی سر
تو نر شیر کے حملہ کے دوران　جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں
کہ ز طاقا[2] طاقِ گرد نہا زدن　طاق طاقِ جامہ کوباں ممتحن
کہ ان کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے　دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے
کہ ز فشا فاش تیرِ جانستاں　ابرِ آذاری خجل در امتحاں
کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے　موسمِ بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے
کے توانی کرد در خوں آشنا　چوں نۂ با جنگِ مرداں آشنا[3]
تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟　جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے
بس تنِ بے سر کہ دارد اضطراب　بس سرِ بے تن بخوں بر چوں حُباب
بہت سے بے سر کے دھڑ تڑپتے ہیں　بہت سے بے دھڑ کے سر، خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

[1] غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ زہرہ۔ پتہ۔ کلا پیسہ شدنِ چشم۔ آنکھوں کی پتلیاں چڑھنا۔ گردِ مطبخ۔ خانقاہ کے مطبخ کے چکر لگایا کرتا کہ پھر شرمندہ نہ ہو۔ کہ بُود۔ جو ایسے بہادر ہیں کہ اُن کی تلوار کے سامنے بہادروں کے سر بلے کی گیند کی طرح ہیں۔
[2] طاقا طاق۔ تلواروں کی آواز۔ طاق طاق۔ دھوبی کے کپڑوں کے پٹڑے پر پٹخنے کی آواز۔ فشا فاش۔ تیروں کے چلنے کی آواز۔ خجل۔ شرمندہ۔
[3] آشنا۔ پہلے مصرع کے آخر میں بہ معنی واقف ہے۔ بس۔ کچھ دھڑ بغیر جسم کے ہیں اور کچھ سر بغیر دھڑ کے ہیں۔ حباب۔ بلبلہ۔

زیرِ دست و پایِ اسپاں در غزا[1] صد فناکُن، غرقہ گشتہ در فنا
جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے سیکڑوں قاتل، فنا میں غرق ہیں

ایں چنیں ہوشے کہ از مُوشے پرید اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید
ایسا ہوش، جو چوہے سے اُڑا اُس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟

چالش ست ایں، خمر خوردن نیست ایں تا تو بر مالی بخوردن آستیں
یہ جنگی تگ و دو ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے تاکہ تو پینے کے لیے، آستین چڑھائے

نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں حمزۂ باید دریں صف آہنیں
یہ جگہ ترہ و تیزک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ اس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے

نیست لُوتِ چرب، تیغ و خنجر ست جاں بباید باخت چہ جایِ سر ست
لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار اور خنجر ہے سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہیے

کار[2] ہر نازک دلے نبُود قتال کہ گریزد از خیالے چوں خیال
ہر نازک دل کا کام، جنگ کرنا نہیں ہے جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے

کارِ تُرکان ست نے ترکاں برو جایِ ترکاں ہست خانہ خانہ شو
بہادروں کا کام ہے، بُو بُو کا نہیں ہے، جا بُو بُو کی جگہ گھر ہے، گھر میں جا بیٹھ

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم ایں چنیں رفتی از دست و فتادی بر زمیں
قصہ مختصر کہ ان آنکھوں سے اس طرح تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

حکایت عیاضی[3] رحمۃ اللہ علیہ کہ نوَد بار بغزوہ رفتہ بُود سینہ برہنہ و غزاہا کردہ، بامید شہید شُدن، وچوں نومید شُد از جہادِ اصغر رُوی بجہادِ اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آوازِ طبلِ غازیاں شُنید نفس از اندروں کہ رنجہ می داشت سُوی غزا و متہم داشتن اُو نفسِ خود را دریں رغبت کہ کرد

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کہ وہ نوے بار جہاد میں گئے تھے کھلے سینے، اور شہید ہو جانے کی امید پر، جہاد میں گئے اور جب جہادِ اصغر سے مایوس ہو گئے، تو جہادِ اکبر کا رُخ کیا اور خلوت اختیار کر لی، انھوں نے اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا اور ان کا نفس کو اس رغبت کے بارے میں متہم بنانا جو اس نے کی

[1] غزا۔ جہاد۔ فناکُن۔ فنا کر دینے والا۔ چالش۔ رفتار یعنی جنگی رفتار۔ بر مالی آستیں۔ تو آستین چڑھائے۔ حمزہ۔ مصرع اوّل بہ معنی ترا میرا کا پتہ دوسرے مصرع میں آنحضورؐ کے چچا کا نام ہے جن کی بہادری مشہور ہے۔

[2] کار۔ جنگجوئی، نازک دل کا کام نہیں ہے جو محض دشمن کے وہم پر خیال کی طرح بھاگ جائے۔ ترکاَن۔ ترک کی جمع ہے، بہادر۔ ترکاَن۔ عورت۔

[3] عیاضی۔ مشہور بزرگ صوفی ہیں اُن کا نام ابوبکر محمد بن احمد ہے اپنے کسی دادا عیاض کی طرف منسوب ہیں۔ مولانا نے ان کا قصہ سنا کر سمجھایا ہے کہ ہر صوفی کو ان صوفی صاحب کی طرح نہ سمجھنا جو ہاتھ بندھے قیدی کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد۔ جہادِ اکبر۔ نفس سے جہاد۔

گفت عیاضی نود بار آمدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوے بار پہنچا
تن برہنہ بُو کہ زخمے آیدم
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے

تن برہنہ می شُدم در پیشِ تیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا
تا یکے تیرے خورم من جایِ[1] گیر
تاکہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن بر گلو یا مقتلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا
در نیابد جز شہیدے مُقبلے
سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے

برتنم یک جائے گہ بے زخم نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے
ایں تنم از تیر چوں پرویز نیست
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے

لیک بر مقتل نیامد تیرہا
لیکن تیر، مقتل پر نہ پہنچے
کارِ بختست ایں نہ جلدی و دَہا
یہ مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی

چوں[2] شہیدی روزیِ جانم نبُود
چونکہ شہادت میری جان کی روزی نہ تھی
رفتم اندر خلوت و در چلہ زُود
میں جلد خلوت اور چلّہ میں چلا گیا

در جہادِ اکبر افگندم بدن
میں نے جہادِ اکبر میں جسم ڈال دیا
در ریاضت کردن و لاغر شُدن
محنت کرنے اور لاغر ہونے میں

بانگِ طبلِ غازیاں آمد بگوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی
کہ خرامیدند جیشِ غزو کوش
کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہو گیا

نفسم از باطن مرا آواز داد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی
کہ بگوشِ حِس شنیدم بامداد
جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سُنی

خیز ہنگامِ غزا آمد برو
اُٹھ جہاد کا وقت آ گیا، جا
خویش را در غزو کردن کُن گرو
اپنے آپ کو جہاد میں مصروف کر دے

گفتم[3] اے نفسِ خبیثِ بے وفا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس!
از کُجا میلِ غزا تو از کُجا
تجھے جہاد کی خواہش کہاں ہے، کہاں سے

راست گو اے نفس کایں حیلت گریست
اے نفس! سچ بتا یہ تیری حیلہ بازی ہے
ورنہ نفسِ شہوت از طاعت بریست
ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے

گر نگوئی راست حملہ آرمت
اگر تو سچ نہ کہے گا، میں تجھ پر حملہ کر دوں گا
در ریاضت سخت تر افشارمت
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا

---

[1] جای گیر۔ گھس جانے والا۔ مقتل۔ بدن کا وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے انسان مرجائے۔ مقبلے۔ بانصیب۔ پرویزن۔ چھلنی۔ جلدی۔ بہادری۔ دہا۔ تدبیر۔

[2] چوں شہیدی۔ حضرت عیاضی فرماتے ہیں جب مجھے یقین ہوگیا کہ شہادت میرے مقدر میں نہیں ہے تو میں نے خلوت میں چلّہ کشی شروع کردی۔ جیش۔ لشکر۔ گرو۔ گروی۔

[3] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا، خبیث تجھے جہاد کی رغبت کیوں پیدا ہوتی ہے، سچ بتادے ورنہ تجھے بہت کچلوں گا۔

نفس[1] بانگ آورد آندم از درُوں
نفس نے اندر سے آواز دی

با فصاحت بے دہاں اندر فسُوں
بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ جادو (گری) میں

کہ مرا ہر روز ایں جا، می کشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے

جانِ من چوں جانِ گبراں میکشی
میری جان کو، کافروں کی جان کی طرح قتل کرتا ہے

ہیچ کس را نیست از حالم خبر
کسی کو میری حالت کی خبر نہیں

کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور
کہ تو مجھے بغیر سوئے اور کھائے قتل کر رہا ہے

در غزا بجہم بیک زخم از بدن
میں جہاد میں ایک زخم سے، بدن سے بھاگ نکلوں گا

خلق بیند مردی و ایثارِ من
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لیں گے

گفتم[2] اے نفسک منافق زیستی
میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا

ہم منافق میمری تو چیستی
منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟

خوار و خود رای و مُرای بودۂ
تو ذلیل، خود سر، اور ریاکار ہے

در دو عالم تو چنیں بیہودۂ
دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے

نذر کروم کہ ز خلوت ہیچ من
میں نے منت مان لی ہے، کہ میں خلوت سے کبھی

سر بروں نارم چو زندہ ست ایں بدن
باہر نہیں نکلوں گا، جب تک یہ بدن زندہ ہے

زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند
اس لیے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے

نز برایِ رُویِ مرد و زن کند
وہ مرد و عورت کے دکھاوے کے لیے نہیں کرتا ہے

جنبش[3] و آرامش اندر خلوتش
خلوت میں اُس کی حرکت اور سکون

جُز برایِ حق نباشد نیتش
اللہ (تعالیٰ) کے سوا کے لیے اس کی نیت نہیں ہوتی ہے

ایں جہادِ اکبر ست آں اصغر ست
یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے

ہر دو کارِ رستم ست و حیدر ست
دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں

کارِ آنکس نیست کو را عقل و ہوش
اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جس کی عقل اور ہوش

پرّد از تن چوں بجُنبد دُمِ موش
بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دُم ہلے

کارِ آنکس نیست ایں سودا و جوش
یہ جنون اور جوش اُس کا کام نہیں ہے

کوز مُوش و جنبشش گم کرد ہوش
جو چوہے اور اس کے ہلنے سے، ہوش گنوا دے

آنچناں کس را بباید چوں زناں
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہیے

دُور بودن از مصاف و از سناں
میدانِ جنگ اور نیزے سے دور رہنا

---

[1] نفس۔ نفس نے جواب دیا تو مجھے یہاں چلہ کشی میں روز کافروں کی طرح قتل کرتا ہے۔ ہیچ کس۔ یہاں تنہائی میں میرے قتل سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔ در غزا۔ جہاں میں مروں گا تو یکبارگی مر جاؤں گا اور لوگ بھی میری جان نثاری کو دیکھ لیں گے۔

[2] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا تو نفاق کے ساتھ جیا اور اب لوگوں کے دکھاوے کیلئے جہاد کر کے منافق کی موت مرنا چاہتا ہے۔ خوار۔ تو دونوں جہانوں میں ذلیل ہو گا۔ مرائی۔ ریاکار۔ خلوت۔ تنہائی کی عبادت ریاکاری سے خالی ہوتی ہے۔ ایسا جہاد اکبر۔ خلوت میں چلہ کشی جہادِ اکبر ہے جو حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کام ہے۔

[3] جہادِ اصغر۔ دشمن سے لڑنا، یہ بہادر اور رستم کا کام ہے۔ کارِ آنکس۔ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر اُس بزدل کا کام نہیں ہے جو چوہے کی دُم سے ڈرے۔ آنچناں۔ اس شخص کو عورتوں کی طرح خانہ نشیں ہو جانا چاہیے۔

صوفیے آں[1] صوفیِ ایں اینت حیف
ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے، عجب افسوس ہے
آں ز سوزن گشتہ ایں را طُعمہ سیف
وہ سوئی کا مقتول، اس کی خوراک تلوار ہے

نقشِ صوفی باشد اُو را نیست جاں
وہ صوفی کی تصویر ہے، اس میں جان نہیں ہے
صُوفیاں بدنام ہم زیں صُوفیاں
ان صوفیوں سے، صوفی بھی بدنام ہیں

بر در و دیوار جسمِ گِل سرشت
مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر
حق ز غیرت نقشِ صد صُوفی نوشت
اللہ (تعالیٰ) نے غیرت سے سیکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنا دیں

تاز[2] سحرِ آں نقشہا جُنباں شوَد
تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں
تا عصایِ موسوی پنہاں شود
جب تک موسوی عصا مخفی رہے

نقشہا را می خورد صدقِ عصا
ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے
چشمِ فرعونی ست پُر گَرد و حصا
فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پُر ہے

حکایتِ مجاہدِ دیگر و جانبازیِ اُو در غزا
دوسرے مجاہد، اور جہاد میں اُس کی جان بازی کی حکایت

صُوفیِ دیگر میانِ صفِ حرب
جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی
اندر آمد بِست بار از بہرِ ضرب
تلوار بازی کے لیے بیس بار آیا

با مسلماناں بکافر وقتِ کرّ
مسلمانوں کے ساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کے وقت
وانگشت اُو با مسلماناں بفرّ
فرار کے وقت وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ پلٹتا تھا

زخم[3] خورد و بَست زخمے را کہ خورد
زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اُس کی بندش کرتا
بارِ دیگر حملہ آورد و نبرد
دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف
تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مر جائے
تا خورد اُو بیست زخم اندر مصاف
یہاں تک کہ اس نے جنگ میں بیس زخم کھائے

حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد
اس کو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دے دے
جاں زدستِ صدقِ اُو آساں رہد
جان اس کی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایتِ آں مجاہد کہ از همیانِ سیم، ہر روز یک درم در خندق
اس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے، ہر روز ایک درہم خرچ بنا کر خندق میں
انداختے بتفاریق از بہرِ ستیزۂ حرص و آزادیِ نفس
پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لیے

1. آں۔ یعنی وہ صوفی جو دست بستہ کافر سے مغلوب ہو گیا۔ ایں۔ یعنی حضرت عیاضی۔ نقش۔ وہ بزدل صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے والا ہے۔ بر در۔ انسانی جسم کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے، بہت سے صوفیوں کی تصویریں بنا دی ہیں تاکہ اس کے محبوب صوفی ان تصویروں میں مخفی رہیں۔
2. تاز سحر۔ یہ تصویریں محض جادوگری سے متحرک ہیں اور صوفیانہ حرکات کر رہی ہیں یہ اسی وقت تک ہے جب تک حقیقی صوفی جلوہ گر نہیں ہوتا ہے، اس کی جلوہ گری ان سب کو ہضم کر جائے گی۔ حکایت۔ اس میں بھی ایک صوفی کی بہادری کے کارنامے ذکر کیے ہیں۔ ضرب۔ تلوار بازی۔ کر۔ اقدامی حملہ۔ فر۔ پسپائی۔
3. زخم۔ اس کے ایک زخم لگتا تو فوراً مرہم پٹی کر کے حملہ آور ہو جاتا تاکہ ایک ہی زخم سے موت نہ آ جائے۔ حکایت۔ جس طرح پہلے مجاہد یکبارگی مرنا نہ چاہتے تھے اسی طرح یہ مجاہد یکبارگی سرمایہ تلف نہ کرتے تھے بلکہ نفس کو بار بار تکلیف پہنچانے کے لیے روزمرہ ایک درہم تلف کرتے تھے۔

وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار بینداز تا خلاص یابم

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے، اب ایک اور پھینک دے تا کہ میں چھٹکارا پا جاؤں

کہ[1] الیأس احدی الرّاحتین و او میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک ہے اور وہ نفس سے کہتا تھا کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

آں یکے بودش بکف در چل درم — ہر شب افگندے یکے در آبِ یم

ایک (صوفی) کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے — وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا

تا کہ گردد سخت بر نفسِ مجاز — در تأنّی دردِ جاں کندن دراز

تا کہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے — جان کنی کا دراز درد، ست روی ہیں

نفسِ او فریاد کردے ہر شبے — در فتادے زار در تاب و تبے

اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا — تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا

کیں[2] چرا می نفگنی یک بارگی — کُشتیم در غصہ و بے چارگی

کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟ — تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا

بہرِ حق یک بارگی بگذار دین — نفس را کالیأس احدی الرّاحتین

خدا کے لیے ایک مرتبہ میں قرض اتار دے — نفس کا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں سے ایک ہے

او نگشتے ملتفت مر نفس را — ہم چنیں کُشتے مر او را در عنا

وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا — اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا

ہم چنیں آں صوفی اندر صفِ جنگ — بہرِ حق بگرفتہ بُد بر نفس تنگ

اسی طرح اُس صوفی نے جنگ کی صف میں — اللہ (تعالیٰ) کے لیے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی

با مسلماناں[3] بکرّ او پیش رفت — وقتِ فرّ او وانگشت از خصم تفت

حملہ کے وقت، مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا — پسپائی کے وقت، دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا

زخمِ دیگر خورد آں را ہم بہ بست — بیست کرّت رُمح و تیر ازوے شکست

دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا — بیس مرتبہ نیزے اور تیر اُس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش — مقعدِ صدقِ او ز صدقِ عشق خویش

اس کے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا — اپنی سچائی کہ جگہ میں، اپنے عشق کی سچائی کیوجہ سے

---

[1] الیأس۔ مقصد پورا ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یم۔ دریا۔ مجاز۔ یعنی حقیقت سے غافل۔ تأنّی۔ آہستہ روی۔ نفس۔ اس صوفی کا نفس درہم کو دریا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

[2] کیں۔ اور یہ کہتا کہ درہموں کو پھینکنا ہے تو ایک دفعہ پھینک دے۔ کشتیم۔ تو مرا کشتی۔ کالیأس۔ اگر یکبارگی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ ملتفت۔ متوجہ۔ عنا۔ مشقت۔ ہم چنیں۔ اسی طرح اس صوفی نے نفس کی گرفت کر رکھی تھی۔ ایک زخم کھا کر شہید نہ ہونا چاہتا تھا۔

[3] با مسلماناں۔ مسلمانوں کے حملہ کے وقت آگے بڑھتا لیکن پسپائی کے وقت جلد پسپا نہ ہوتا دشمن کے مقابلے میں جما رہتا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ رمح۔ نیزہ۔ مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں، نیکوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ سچائی کی جگہ ہوں گی صاحب قدرت خدا کے پاس۔

صدق[1] جاں دادن بود ہیں سابقُوا
سچائی، جان دے دینا ہوتی ہے، خبردار! آگے بڑھو
از نُبی بر خواں رِجالٌ صَدَقُوا
قرآن میں سے رجال صدقوا پڑھ لے

ایں ہمہ مُردن نہ مرگِ صورتست
یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے
ایں بدن مر روح را چوں آلتست
یہ بدن، روح کے لیے آلہ کی طرح ہے

اے بسا خامے کہ ظاہر خویش ریخت
بہت سے ناقص ہیں کہ انھوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہا دیا
لیک نفسِ زندہ آں جانب گریخت
لیکن زندہ نفس اس جانب بھاگ گیا

آلتش[2] بشکست و رہزن زندہ ماند
اس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا
نفس زندہ است ارچہ مرکب خوں فشاند
نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا

اسپ کُشت ورہ نرفت آں خیرہ سر
گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا
ماند خام و زشت از حق بے خبر
اللہ (تعالیٰ) سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا

گر بہر خونریزی گشتے شہید
اگر ہر خون بہانے سے شہید بن جایا کرتا
کافرِ کُشتہ بُدے ہم بو سعید
مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

اے[3] بسا نفسِ شہیدِ معتمَد
بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں
مُردہ، در دنیا چو زندہ میرود
مرے ہوئے، دنیا میں زندہ کی طرح چلتے پھرتے ہیں

رُوحِ رہزن مُرد و تن کہ تیغِ اوست
ڈاکو نفس مر گیا اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے
ہست باقی در کفِ آں غزوِ دوست
جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے

تیغ آں تیغست مرد آں مرد نیست
تلوار وہی تلوار ہے، مرد وہ مرد نہیں ہے
لیک ایں صورت تُرا حیراں کنیست
لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنے والی ہے

نفس چوں مبدل شود ایں تیغِ تن
نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار
باشد اندر دستِ صُنعِ ذُوالمنن
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

آں یکے مردیست قوتش جملہ درد
ایک وہ مرد ہے جس کی ساری خوراک درد ہے
ویں دگر مردے میاں تی ہمچو گرد
اور یہ دوسرا مرد ہے جس کی کمر گرد کی طرح خالی ہے

---

1. صدق۔ پہلی آیت میں جو صدق آیا ہے اس کا مطلب اللہ کے راستہ میں جان دے دینا ہے۔ صدقوا۔ قرآن پاک میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ یعنی بعض مومن وہ ہیں جنھوں نے اس معاہدہ کو سچ کر دکھایا جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا یعنی راہ خدا میں شہید ہو گئے۔ ایں ہمہ۔ راہِ خدا میں مرنا، جسم کا مرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا ایک آلہ ہے بلکہ اوصاف رذیلہ کا ازالہ اور نفس کو مارنا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جہاد میں مرتے ہیں لیکن ان کا نفس زندہ رہتا ہے تو وہ راہِ خدا میں نہیں مرتے۔
2. آلتش۔ نفس کا زندہ رہنا اور جسم کا مر جانا تو ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو زندہ رہے اور اس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا ہو جائے۔ اسپ۔ اس شخص کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے سے پہلے گھوڑے کو مار ڈالے۔ گر بہر خونریزی۔ اگر محض خون بہا دینا شہادت ہو تو ہر کافر جو جنگ میں مرے اس کو شہید کہو۔ بوسعید۔ نیک بخت یا حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ۔
3. اے بسا۔ جن لوگوں نے نفس کشی کر لی ہے ان کا نفس مردہ ہو چکا ہے لیکن وہ دنیا میں زندہ چلتے پھرتے ہیں آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا جو کسی مردہ کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ روح۔ جو نفس راہزن تھا وہ مر گیا ہے اس کی جو تلوار تھی یعنی جسم وہ اس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے۔ تیغ۔ جسم تو وہی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپ کو فنا کر کے بقا باللہ حاصل کر چکا ہے۔ نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت سے کام کرتی ہے۔

صفت کردنِ مردِ غماز و نمودن صورتِ کنیزک مصور

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا

در کاغذ و عاشق شُدنِ خلیفۂ مصر بر نقشِ آں کاغذ و فرستادنِ خلیفہ

اور اس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہو جانا اور خلیفہ کا ایک سردار کو

امیرے با سپاہِ گراں بدرِ موصل و قتل و ویرانی بسیار کردن بہرِ ایں غرض

بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیج دینا اور اس مقصد کے لیے بہت قتل اور تباہی کرنا

مر خلیفہ مصر را غماز[1] گفت — کہ شہِ موصل بحورے گشت جُفت

چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا — کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے

یک کنیزک دارد اُو اندر کنار — کہ بعالَم نیست مانندش نگار

وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے — اس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے

در بیاں ناید کہ حُسنش بیحدست — نقشِ اُو اینست کاندر کاغذ ست

بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے — اس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد — خیرہ گشت و جام از دستش فتاد

اُس بادشاہ نے کاغذ پر اس کی تصویر دیکھی — حیران ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے جام گر گیا

پہلوانے[2] را فرستاد آں زماں — سُوئے موصل با سپاہِ بس گراں

فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا — بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب

گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را — برکَن از بُن آں در و درگاہ را

کہا اگر وہ اُس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے — اُس در اور درگاہ کو جڑ سے اُکھاڑ ڈال

ور دہد ترکش کُن و مہ را بیار — تاکشم[3] من بر زمیں مہ در کنار

اور اگر دے دے اُس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ — تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں

پہلواں شُد سُوئے موصل باحشم — باہزاراں رستم و طبل و علم

بہادر خادموں کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا — ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کے ساتھ

چوں ملخہا بے عدد برگردِ کشت — قاصدِ اہلاکِ اہلِ شہر گشت

کھیتی کے چاروں طرف کی ان گنت ٹڈیوں کی طرح — شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنے والا بن گیا

ہر نواحے منجنیقے از نبرد — ہمچو کوہِ قاف اُو بر کار کرد

جنگ کے لیے ہر جانب ایک گوپھن — کوہ قاف جیسی اُس نے کام پر لگا دی

---

1. غماز۔ چغلخور۔ بحورے۔ یعنی موصل کے بادشاہ کے پاس ایک حور صفت لونڈی ہے۔ کنار۔ پہلو۔ نگار۔ حسین۔ کیقباد کے معنی عادل "قباد" بمعنی برحق، شاہ ایران کا نام ہے جو بڑا عیاش تھا اور سو سال اس نے حکومت کی اب مطلقاً منصف بادشاہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔
2. پہلوانے شاہ مصر نے بہادر سردار کو بھاری لشکر دیکر موصل روانہ کر دیا موصل۔ صاد کے زیر کے ساتھ عراق اور جزیرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔ آں ماہ حسین لونڈی۔
3. تاکشم۔ وہ آسمان کا چاند ہے لیکن میں اس سے زمین پر بغلگیر ہوں گا۔ رستم۔ مطلقاً پہلوان۔ ہر نواحے۔ اس سردار نے موصل کے چاروں طرف گوپھنیں قائم کر دیں جو کوہ قاف کی طرح بلند تھیں۔

زخمِ تیر و سنگہائے منجنیق
تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر
تیغہا در گرد چوں برق از بریق[1]
غبار میں تلواریں چمک کی وجہ سے بجلی کی طرح

ہفتہء کرد ایں چنیں خونریز گرم
ایک ہفتہ اُس نے اسی طرح خونریزی گرم رکھی
بُرج سنگیں سُست شُد چوں مومِ نرم
پتھر بلا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا

شاہِ موصل دید پیکارِ مہول
موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی
پس فرستاد از دروں پیشش رسول
تو اندر سے اُس کے پاس قاصد بھیجا

کہ[2] چہ میخواہی ز خونِ مُومناں
کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟
کشتہ میگردند زیں حربِ گراں
جو اس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں

گر مُرادت مُلک و شہرِ موصل ست
اگر تیرا مقصود، ملک اور موصل شہر ہے
بے چنیں خونریز اینت حاصل ست
بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

من روم بیرونِ شہر اینک در آ
میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں، لے تو اندر آ جا
تانگیرد خونِ مظلوماں تُرا
تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑ لے

ور مُرادت مال و زرّ و گوہرست
اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں
ایں ز ملک و شہر خود آساں ترست
یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں

ہرچہ می باید تُرا از سیم و زر
جو تجھے چاندی اور سونا چاہیے
میفرستم چیست ایں آشوب[3] و شر
میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزکِ خود را بخلیفہء مصر تاخوں ریزیِ مسلماناں زیادہ نہ شود

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفہ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیشِ پہلواں
جب قاصد، پہلوان کے سامنے آیا
گفت پیغامِ مَلِک اندر زماں
اس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا

گفت من نے ملک میخواہم نہ مال
اس نے کہا نہ میں ملک چاہتا ہوں، نہ مال
لیک میجویم یکے صاحب جمال
لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں

داد کاغذ اندرو نقش و نشاں
اس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی
گفت پیشش بر بگو اُو را عیاں
کہا اس کے سامنے اس کو صاف بتا دے

1. بریق۔ چمک۔ برج سنگیں۔ یعنی اس موصل کے بادشاہ کا قلعہ موم کی طرح بن گیا۔ مہول۔ خوفناک۔ رسول۔ قاصد۔
2. کہ چہ۔ موصل کے بادشاہ نے قاصد کے ذریعہ پہلوان سے کہلایا کہ حملہ سے تیرا کیا مقصد ہے۔ اینت۔ ایں ترا۔ ایں ز ملک۔ جب میں سلطنت چھوڑنے کو تیار ہوں تو روپیہ پیسہ تو بہت آسان ہے۔
3. آشوب۔ فتنہ۔ مَلِک۔ یعنی موصل کا بادشاہ۔ گفت۔ پہلوان نے کہا۔ صاحب جمال۔ یعنی لونڈی۔

کاندریں[1] کاغذ نگرچہ صورتست
کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے
زود بفرستش کہ ملک و جانت رست
اس کو جلد بھیج دے تاکہ تیری سلطنت اور جان نجات پائے

بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم
کاغذ میں دیکھ لے، میں اس کا طلبگار ہوں
ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم
خبردار! دے دے ورنہ اب میں غالب ہوں

چوں رسولش بازگشت و گفت حال
جب اس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی
داد کاغذ را و بنمود آں مثال
اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی

گشت معلومش چہ گفت آں شاہِ نر
اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟
صورتے کم گیر و زود ایں را ببر
مان لے ایک (حسین) صورت نہ رہی اور جلد اس کو لے جا

من نیم[2] در عہدِ ایماں بُت پرست
میں ایمان کے عہد میں، بت پرست نہیں ہوں
بُت بَرِ آں بُت پرست اولیٰ ترست
بُت، اُس بُت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے

باتبرُک داد دختر را و بُرد
اس نے لونڈی مع تحفہ کے دی، اور وہ لے گیا
سُویِ لشکر گاہ و در ساعت سپُرد
لشکر گاہ کی جانب، اور فوراً سپُرد کر دی

چونکہ آوردش رسول آں پہلواں
جب قاصد اُس کو لایا، وہ سردار
گشت عاشق بر جمالش آں زماں
فوراً اس کے حسن پر عاشق ہو گیا؟

عشق بحرے آسماں بروے کفے
عشق ایک سمندر ہے، آسمان اس پر ایک جھاگ ہے
چوں زلیخا در ہوایِ یوسفے
جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی

دورِ گردونہا ز موجِ عشق داں
آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ
گر نبودے عشق بفسردے جہاں
اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر جاتا

کے جمادے[3] محو گشتے در نبات
جماد، نبات میں کب فنا ہوتا؟
کے فدایِ رُوح گشتے نامیات
نمو پانے والیاں، رُوح پر کب فدا ہوتیں؟

رُوح کے گشتے فدایِ آں دمے
رُوح اس دم پر کب فدا ہوتی؟
کز نسیمش حاملہ شد مریمے
جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں

ہر یکے بر جا ترنجیدے چویخ
ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا
کے بُدے پرّاں و جویاں چوں ملخ
ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذرہ ذرہ عاشقانِ آں جمال
ذرہ ذرہ اس حسن کا عاشق ہے
می شتابد در عُلو ہمچوں نہال
پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے

کاندریں۔ اپنے بادشاہ سے کہہ دے کہ اس کاغذ پر جس کی تصویر ہے اس کو ہمیں دے دے تب تیری نجات ہوگی۔ آں مثال۔ یعنی لونڈی کی تصویر۔ گشت معلومش۔ جب شاہ موصل کو بہادر کی خواہش کا علم ہو گیا تو اس نے کہا۔ شاہ نر۔ یعنی شاہ موصل۔ صورت۔ یعنی اگر ایک لونڈی نہ رہی تو کیا ہوا۔

من نیم۔ شاہ موصل نے کہا میں بُت پرست نہیں ہوں لہٰذا یہ بت لونڈی شاہ مصر بُت پرست کیلئے مناسب ہے۔ چونکہ۔ جب قاصد لونڈی کو لے کر آیا تو یہ پہلوان اس پر عاشق ہو گیا۔ عشق۔ عشق الٰہی۔ صوفیاء ذات الٰہی مراد لیتے ہیں۔ زلیخا۔ آسمان کی تشبیہ ہے۔ دورِ گردوں۔ تمام کائنات کی حرکت کا سبب عشق ہے جو اُس میں پنہاں ہے۔ ورنہ کائنات درجہ کمال کو نہ پہنچتی۔

جمادے۔ جماد اپنے آپ کو نبات میں فنا کرتا ہے۔ مٹی پانی سے نباتات غذا حاصل کر کے بڑھتی ہیں۔ روح۔ اس نفخہ پر قربان ہوتی ہے جس سے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ ہر یکے۔ اگر عشق کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز ٹھٹھر کے رہ جائے۔ ذرہ۔ کائنات کا ہر ذرہ کمال کا خواہاں ہے۔

سبحٰن[1] اللہ ہست آں اشتاب شاں
اُن (ذروں) کی تیز روی اللہ کی تسبیح ہے

تنقیہ تن می کنند از بہرِ جاں
جو جان کے لیے جسم کو صاف کرتے ہیں

پہلواں چہ را چُورہ پنداشتہ
سردار نے جب کنویں کو راستہ سمجھ لیا

شورہ اش خوش آمد و حَب کاشتہ
شوریلی زمین اُس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا

چوں[2] خیالے دید آں خفتہ بخواب
جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا

جمع شُد با آں و ازوے رفت آب
اس کے ساتھ جماع کیا اور اس کی منی بہہ نکلی

چوں بجست از خواب و شُد بیدار زود
وہ جب نیند سے اُٹھا اور جلد بیدار ہو گیا

دید کاں لُعبت بہ بیداری نبُود
دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی

گفت بر ہیچ آبِ خود بُردم دریغ
اس نے کہا افسوس ہے، میں نے معدوم پر اپنی منی بہائی

عشوۂ آں عشوہ دہ خوردم دریغ
افسوس ہے، اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا

پہلوانِ تن بُدآں مَردی نداشت
جسم کا پہلوان تھا انسانیت نہ رکھتا تھا

تخمِ مردی در چناں ریگے بکاشت
اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا

مرکبِ عشقش دریدہ صد لگام
اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیے

نعرہ می زد لا اُبالے کالحمام
وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پروا نہیں کرتا ہوں

اَیْشٍ[3] اُبَالِیْ بِالْخَلِیْفَۃِ فِی الْھَوٰی
میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پروا کرتا ہوں

اِسْتَوٰی عِنْدِیْ وَجُوْدِیْ وَالتَّوٰی
میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہیں

ایں چنیں سوزاں و گرم آخر مکار
ایسی سوزش اور گرمی سے بیج نہ بو

مشورت کُن بایکے دانستہ کار
کسی جانکار سے مشورہ کر لے

مشورت کو، عقل کو، سیلابِ آز
مشورہ کہاں، عقل کہاں، حرص کے سیلاب نے

در خرابی کرد ناخنہا دراز
تباہی کے لیے ناخون دراز کر لیے ہیں

بَیْنَ اَیْدِیْ سَدّ و سوئے خلف سَدّ
سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے

پیش و پس کے بیند آں مفتونِ خد
وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے؟

آمدہ در قصدِ جاں سیلِ سیاہ
کالا سیلاب، جان کے ارادے سے آ چکا ہے

تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ
تاکہ لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دے

از چہے بنمود معدُوے خیال
ایک معدوم خیال کنویں سے نمودار ہوا

تا در اندازد اَسُوْدًا کَالْجِبَال
تاکہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے

[1] سبح اللہ۔ قرآن پاک میں ہے یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض۔ یعنی آسمان اور زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کا تسبیح خواں ہے یہ اس کی تسبیح اُن کے عشق کی دلیل ہے اور اس کے ذریعہ وہ جان کے لیے جسم کو فنا کرتے ہیں۔ پہلوان۔ پہلوان حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور لونڈی پر عاشق ہو گیا اُس نے کنویں کو صاف راستہ سمجھ لیا۔

[2] چوں خیالے۔ وہ پہلوان غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ بیٹھا جس طرح انسان خواب میں بے حقیقت حسین سے جماع کر ڈالتا ہے اور اپنا مادہ ضائع کرتا ہے اور بیدار ہو کر پھر افسوس کرتا ہے۔ تخم مردی۔ عشق۔ ریگے۔ لونڈی۔ نعرہ۔ اگرچہ لونڈی سے عشق کرنے میں اندیشہ ہے کہ شاہ مصر قتل کرا دے گا لیکن مجھے موت کی پروا نہیں ہے۔

[3] ایش۔ ای شی، کیا چیز۔ الھویٰ۔ عشق۔ التویٰ۔ ہلاکت۔ مکار۔ کشت کاری نہ کر۔ مشورت کو۔ پہلوان پر تو لالچ سوار تھا وہ کہاں مشورہ کر سکتا تھا۔ مفتون خد۔ رخسار کے عاشق کو آگا پیچھا نظر نہیں آتا۔ آمدہ۔ جب تباہی آتی ہے تو لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دیتی ہے جیسا کہ پہلے دفتر میں بیان ہو چکا ہے۔ از چہے۔ پہلے دفتر میں لومڑی اور شیر کو اپنا عکس کنویں میں، شیر نظر آیا اور وہ اس سے لڑنے کے لیے کنویں میں کود گیا۔ اسودا۔ اسد کی جمع ہے شیر۔ کالجبال۔ جبل کی جمع ہے پہاڑ کی طرح۔

ہیچ[1] کس را بازناں محرم مدار
کہ مثالِ ایں دو، پنبہ است و شرار

کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا
کہ ان دونوں کی مثال روئی اور چنگاری کی ہے

آتشے باید نشستہ زابِ حق
ہمچو یوسفؑ معتصم اندر رہق

خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی ہونی چاہیے
جیسے کہ معصوم یوسفؑ جوانی میں

کز زلیخائے لطیفِ سرو قد
ہمچو شیراں خویشتن را وا کشد

کہ حسین سرو قد زلیخا سے
شیروں کی طرح، اپنے آپ کو کھینچ لیا

نفسِ[2] خود را کے تواں کردن زبوں
جُز بامدادِ عقولِ ذو فنوں

اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے
اہلِ کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر

جانبِ اتمامِ قصہ باز راں
کایں سخن پایاں ندارد پہلواں

قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل
اے پہلوان اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مُراجعت کردنِ پہلوان از موصل بجانبِ مصر و صحبتِ اُو در راہ با کنیزک

پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ میں اس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

بازگشت از موصل و میشد براہ
تا فرود آمد بہ بیشہ مرجگاہ

وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا
یہاں تک کہ اس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا

آتشِ عشقش فروزاں آں چناں
کہ ندانست اُو زمیں از آسماں

اس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی
کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکا

قصدِ آں مہ کرد اندر خیمہ اُو
عقل کو و از خلیفہ خوف کو

اس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا
عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟

چوں[3] زند شہوت دریں وادی شرار
عقل را سوزد دراں شعلہ چُو خار

جب شہوت اس میدان میں آگ لگا دیتی ہے
عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں زند شہوت دریں وادی دہل
چیست عقلِ تو فُجل ابن الفُجل

جب شہوت اس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے
تو اے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟

صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس
پیشِ چشمِ آتشینش آں نفس

سیکڑوں خلیفہ، مکھی سے کم بن گئے
اس وقت اُس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے

---

1. ہیچ کس۔ یہ خرابی اس لیے آئی کہ شاہِ مصر نے پہلوان کو لونڈی کا محرم بنایا۔ آتشے۔ یہ آگ صرف اللہ تعالیٰ کا آبِ رحمت بجھا سکتا ہے۔ یوسفؑ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو بچالیا۔ معتصم۔ معصوم۔ رہق۔ بلوغ کا زمانہ۔ شیراں۔ حضرت یوسفؑ شیر مردوں کی طرح زلیخا سے بچ نکلے۔
2. نفس۔ نفس کو کسی شیخ کے مشورے سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ بازگشت۔ پہلوان لونڈی کو لے کر موصل سے چلا تو ایک جنگل اور چراگاہ میں اُس کا پڑاؤ ہوا۔ آتش۔ اُس کے عشق کی آگ اس قدر بھڑکی ہوئی تھی کہ وہ اندھا ہو رہا تھا۔ قصد آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر لونڈی کے خیمہ میں گھس گیا۔ اب نہ اس میں عقل تھی نہ خلیفہ کا ڈر۔
3. چوں زند۔ جب شہوت آگ لگاتی ہے تو عقل خس و خاشاک کی طرح جل جاتی ہے۔ فُجل۔ ذلیل۔ صد خلیفہ۔ شاہِ مصر کیا سیکڑوں شاہ اس کی نظر میں مکھی سے کم تھے۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست
جب پاجامہ اُتار دیا اور بیٹھ گیا
درمیانِ پائے زن، آں زن[1] پرست
وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان

چوں ذکر سوئے مقر میرفت راست
جب ذکر سیدھا ٹکاؤ کی طرف گیا
رُست خیز و غلغل از لشکر بخاست
قیامت اور شوروغل لشکر سے اُٹھا

برجہید اُو کون برہنہ سوئے صف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا
ذوالفقارِ ہمچو آتش اُو بکف
آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لیے

دید شیرِ نر سیہ از نیستاں
اس نے دیکھا، کالے نر شیر نے جنگل سے
برزدہ بر قلبِ لشکر ناگہاں
اچانک وسطِ لشکر پر حملہ کر دیا ہے

تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ
عربی گھوڑے، دیو کی طرح جوش میں آ گئے ہیں
صد طویلہ و خیمہ اندر ہمزدہ
سیکڑوں پچھاڑیاں اور خیمے درہم برہم کر دیے

شیرِ نر گنبد ہمیکرد از لغز
نر شیر گھسنے کے لیے جست لگا رہا تھا
در ہوا چوں موجِ دریا بیست گز
فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح

پہلواں مردانہ بُود و بے حذر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف
پیشِ شیر آمد چو شیرِ مست نر
مست نر شیر کی طرح شیر کے سامنے آ گیا

زد[2] بشمشیر و سرش را بر شگافت
تلوار ماری، اور اس کا سر پھاڑ دیا
زود سُوے خیمۂ مہر و شتافت
حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا

چونکہ خود را اُو بداں حورا نمود
جب اُس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا
مردیِ اُو ہمچناں بر پائے بُود
اس کی مردی اُسی طرح قائم تھی

باچناں شیرے بچالش[3] گشتہ جُفت
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا
مردیِ اُو ماند بر پای و نخفت
اُس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

آں بُتِ شیریں لقائے ماہرو
وہ بت شیریں دیدار چاند سے مکھڑے والی
در عجب درماند از مردیِ او
اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی

جفت شُد با اُو بشہوت آں زماں
وہ فورا شہوت سے اُس سے جُڑ گیا
متحد گشتند حالی آں دوجاں
فوراً وہ دو جانیں ایک ہو گئیں

ز اتصالِ ایں دو جاں باہمدگر
ان دونوں جانوں کے باہمی پیوست ہونے سے
میرسد از غیب شاں جانِ دگر
غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے

---

[1] زن پرست۔ یعنی پہلوان۔ مقر۔ لونڈی کی شرمگاہ۔ کون برہنہ۔ اسی حالت میں جس میں وہ لونڈی سے مصروف تھا۔ ذوالفقار۔ عمدہ تلوار۔ دید۔ اس پہلوان نے دیکھا کہ ایک کالا نر شیر لشکر کے درمیانی حصہ پر حملہ آور ہے۔ تازیاں۔ عربی گھوڑے۔ طویلہ۔ پچھاڑی، اصطبل۔ گنبد ہمی کرد۔ چھلانگ لگا رہا تھا۔ لغزیدن۔ خزیدن۔

[2] زد۔ پہلوان نے شیر پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر پھاڑ دیا اور بہت جلد اُس لونڈی کے خیمہ میں چلا گیا۔ چونکہ۔ جب اُس لونڈی کے پاس پہنچا تو اس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

[3] چالش۔ جنگی رفتار۔ مردی۔ اس کی شہوت سرد نہ پڑی تھی وہ لونڈی اس کی مردانگی کی اس طاقت سے حیرت میں پڑ گئی۔ جفت شد۔ ہم نے اس کا فاعل پہلوان کو قرار دے کر ترجمہ کیا ہے اگر فاعل لونڈی کو قرار دیا جائے تو ترجمہ دوسرا ہوگا۔ جانِ دگر۔ یعنی ہونے والا بچہ۔

رُو نماید از طریقِ زادنے
گر نباشد[1] از علوقش رہزنے
جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے
اگر حمل کے لیے کوئی رہزن نہ ہو
ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں
جمع آید ثالثے زاید یقیں
جب دو انسان محبت یا کینہ سے
جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے
لیک اندر غیب زاید آں صُور
چوں روی آں سُو بہ بینی در نظر
لیکن (عالم) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں
جب تو اس جانب جائے گا، آنکھ سے دیکھ لے گا
آں نتائج کز قِراناتِ تو زاد
ہیں بگرد از ہر قرینے زود شاد
ان نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں
خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو
منتظر میباش آں میقات[2] را
صدق داں الحاقِ ذُرّیات را
تو اُس وعدہ گاہ کا منتظر رہ
ذرّیات کے ملا دینے کو سچا سمجھ
کز عمل زاینده اند و از علل
ہر یکے را صورتِ نطق و کلل
کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں
ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی (صورت) حاصل ہے
بانگِ شاں در میرسد زاں خوش جمال
کاے زما غافل ہلا زُوتر تعال
ان حسینوں سے انھیں آواز آ رہی ہے
کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آ جا
منتظر[3] در غیب جانِ مرد و زن
مُول مُولت چیست زوتر گام زن
مرد عورت کی جان (عالم) غیب میں منتظر ہے
تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اُٹھا
راہ گم کرد اُو ازاں صبحِ دروغ
چوں مگس افتاد اندر دیگِ دوغ
اس نے صبح کاذب کی وجہ سے راستہ گم کر دیا
مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گر گیا

پشیماں شُدنِ آں سرِ لشکر از خیانتے کہ کردہ بُود و سوگند
اس لشکر کے سردار کا اُس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اُس نے کی تھی اور اس کا
دادنِ اُو آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت
اس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بُد بعد ازاں
شُد پشیماں اُو ازاں جُرمِ گراں
وہ چند روز اُسی (حالت) پر رہا اس کے بعد
وہ اس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا

---

[1] گر نباشد۔ اگر نطفہ کے استقرار سے کوئی مرض وغیرہ مانع نہ ہو۔ ہر کجا۔ جب مرد و عورت جفتی کرتے ہیں خواہ محبت سے خواہ کینہ سے تو حمل ٹھہر جاتا ہے، اسی طرح دو شخص کوئی اور معاملہ کرتے ہیں یا کوئی شخص کسی عمل کے ساتھ جفت بنتا ہے تو اس کے نتائج صورِ معنویہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیک۔ موالید صوری تو نظر آ جاتے ہیں لیکن یہ موالید معنوی عالم آخرت میں نظر آئیں گے۔ ہیں۔ تو اب انسان کا فرض ہے کہ اپنے اس قرین کو خوب دیکھ لے جس کے ملاپ سے نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم کا ہے۔

[2] میقات۔ عالم آخرت۔ الحاق ذریات۔ قرآن پاک میں ہے ہم قیامت میں مومنین کی مومن ذریت یعنی اولاد کو اس کے ساتھ کر دیں گے۔ مولانا نے یہاں ذریت سے اعمال کے نتائج مراد لیے ہیں۔ عمل۔ یعنی نیک عمل۔ علل۔ یعنی برے کاموں کے اسباب۔ ہر یکے۔ آخرت میں ہر عمل گویا بنے گا۔ شاں۔ یعنی عمل کرنے والے۔ خوش جمال۔ اعمال کے نتائج۔

[3] منتظر۔ عالم غیب میں ہر شخص کے اعمال اس کے منتظر ہیں۔ جان۔ یعنی نتیجہ عمل۔ راہ گم کرد۔ یہ شعر پہلوان سے متعلق ہے کہ اس نے غلطی کی اور نقصان اٹھایا۔ صبح دروغ۔ صبح کاذب جس سے دھوکا کھا کر مسافر چل پڑتا ہے اور لٹ جاتا ہے۔ خیانتے۔ لونڈی کے ساتھ ہمبستری۔ جرم۔ جو اس نے لونڈی کے ساتھ کیا۔

داد[1] سوگندش کہ اے بدرِ منیر
اس نے اس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند
کُن حذر تاشہ نگردد زیں خبیر
احتیاط برت، تاکہ بادشاہ اس سے خبردار نہ ہو

داد سوگندش کہ اے خورشید رُو
اس نے اس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرے والی
با خلیفہ زانچہ شُد رمزے مگو
جو کچھ ہوا خلیفہ سے اس کا اشارہ نہ کرنا

مختصر گویم بُبرد آں پہلواں
میں مختصراً بتاتا ہوں، وہ پہلوان لے گیا
مر کنیزک را سُوئے شاہِ جہاں
شاہِ جہاں کی جانب لونڈی کو

چوں بدید اُو را خلیفہ مست گشت
جب خلیفہ نے اس کو دیکھا مست ہو گیا
پس زبام افتاد اُو را نیز طشت
تو اس کا طشت بھی بالا خانے سے گر گیا

دید صد چندانکہ وصف اِشنیدہ بُود
جو تعریف اس نے سنی تھی اس کو سو گنا دیکھا
کے بُود خود دیدہ مانندِ شنُود
دیکھا ہوا، سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے

وصفِ تصویرست بہرِ چشمِ ہوش
تعریف، ہوش کی آنکھ کے لیے تصویر کھینچنا ہے
صورت آنِ چشم داں نے آن گوش
صورت آنکھ کی ملکیت سمجھ، نہ کہ کان کی

یک[2] مثالے گویم اکنوں گوش دار
میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سُن
فہم کُن امثالِ معنی ہوش دار
مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال
ایک شخص نے ایک سخندان سے دریافت کیا
حق و باطل چیست اے نیکو مقال
اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟

گوش را بگرفت و گفت ایں باطل ست
اس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے
چشم حقست و یقینش حاصل ست
آنکھ حق ہے، اور اس کو یقین حاصل ہے

آں[3] بہ نسبت باطل آمد پیشِ ایں
وہ کان اس آنکھ کے مقابلہ میں نسبت کے اعتبار سے باطل ہے
نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں
اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے

ز آفتاب ار کرد خفاش احتجاب
اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے
نیست محجوب از خیالے آفتاب
سورج، خیال سے پردے میں نہیں ہے

خوفِ اُو را خود خیالش میدہد
روشنی کا ڈر اس کو خود اس سورج کا خیال دے رہا ہے
آں خیالش سُوئے ظلمت میکشد
وہ خیال اُس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

آں خیالِ نُور می ترساندش
روشنی کا خیال اس کو ڈرا رہا ہے
بر شبِ ظلمات می چفساندش
تاریکیوں کی رات سے اُس کو چمٹا رہا ہے

---

[1] داد۔ پہلوان نے لونڈی کو قسم دی کہ تو راستہ کا واقعہ شاہ مصر سے نہ کہنا۔ حذر۔ بچاؤ۔ خبیر۔ باخبر۔ رمزے۔ کوئی اشارہ۔ پس زبام۔ یعنی لڑکی کے عشق میں بدنام ہو گیا۔ کے بُود۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ وصف۔ کسی چیز کے اوصاف سننے سے اس کی تصویر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور اس کی صورت آنکھ سے نظر آتی ہے۔

[2] یک مثالے۔ اس مثال اور حکایت سے یہی سمجھایا ہے کہ اہل شنید کا رتبہ اہلِ دید سے کمتر ہے۔ کرد۔ ایک صاحب نے ایک صاحب سے حق اور باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ گوش۔ اس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اس کے ذریعہ جو علم حاصل ہو وہ باطل ہے آنکھ کے ذریعہ جو ہو وہ صحیح اور یقینی ہے۔

[3] آں بہ نسبت۔ ہم نے سنی ہوئی بات کو دیکھی ہوئی کے مقابلہ میں جو باطل کہا ہے وہ کثرت کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ ز آفتاب۔ ورنہ چمگادڑ کو سورج کا علم مشاہدہ سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی درست ہے۔ خوف۔ روشنی کا خوف اسکو سورج کا خیال دلاتا ہے اور وہ خیال اسکو تاریکی میں لیجاتا ہے۔

از[1] خیالِ دشمن و تصویرِ اُوست — کہ تو بر چفسیدہٗ بر یارو دوست

دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے — کہ تو یار اور دوست سے چمٹا ہوا ہے

موسیا کشف لمع بر کہ فراشت — آں مخیل تابِ تحقیقت نداشت

اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا — وہ خیال کرنے والا آپ کی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا ہے

ہیں مشو غرہ بداں کہ قابلی — مر خیالش را وزیں رہ واصلی

خبردار! تو اس میں دھوکا نہ کھا کہ تو قبول کرنے والا ہے — اس کے خیال کو، اور تو اس راہ سے واصل بحق ہے

از[2] خیالِ حرب نہراسید کس — لَا شُجَاعَةَ قَبْلَ حَرْبٍ ایں داں وبس

جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا — ''جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے'' اس کو سمجھ لے اور بس

بر خیالِ حرب، حیز اندر فکر — میکند چوں رستماں صد کرّ و فر

نامرد، لڑائی کے خیال سے فکر میں — رستموں کی طرح سیکڑوں کر و فر کرتا ہے

نقشِ رُستم کاں بحمامے بُود — قرنِ حملہ فکرِ ہر خامے بُود

رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے — ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیالِ سمع چوں مُبصر شود — حیز چہ بُود رُستمے مُضطر شود

جب کان کا یہ خیال دیکھے ہوئے کی طرح ہو جائے — نامرد کیا ہوتا ہے، ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے

جہد[3] کُن کز گوش در چشمت رَوَد — آنچہ آں باطل بُدست آں حق شود

تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آ جائے — جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبعِ چشم — گوہرے گردد دوگوشت ہمچویشم

اس کے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائے گا — تیرے یشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے

بلکہ جُملہ تن چو آئینہ شود — جُملہ چشم و گوہرِ سینہ شود

بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا — سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا

گوش انگیزد خیال و آں خیال — ہست دلالہ وصالِ آں جمال

کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال — اس حسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے

جُہد کُن تا ایں خیال افزوں شوَد — تا دلالہ رہبرِ مجنوں شود

کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے — تاکہ مجنوں کے لیے مشاطہ، رہبر بن جائے

---

[1] از خیالؔ۔ دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دوست پیدا کرنے اور ان سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ موسیاؔ۔ حضرت موسیٰ کو مشاہدہ کے درجہ کا علم تھا کوہِ طور کو اس درجہ کا علم نہ تھا لیکن پھر بھی وہ پہاڑ پر مؤثر ہوا۔ لمعؔ۔ چمک۔ تجلی کہ کوہ۔ مخیلؔ۔ یعنی پہاڑ جس کو مشاہدہ حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا۔ ہیںؔ۔ لیکن انسان کو حق تعالیٰ کے خیال پر اکتفا نہ کرنا چاہیے وہ محض خیال سے واصل بحق نہ ہوگا۔

[2] از خیالؔ۔ لڑائی کا محض خیال اور تصور کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اصل ہے۔ حیزؔ۔ مخنث اور بزدل بھی خیالی لڑائی میں بہت کرّ و فر دکھاتا ہے۔ نقشؔ۔ رستم کی خیالی تصویر سے تو ہر کوئی حریف بنتا ہے۔ ایں خیالؔ۔ خیال بیکار ہے لیکن اگر خیال، مشاہدہ کے درجے میں آ جائے تو پھر مفید ہو جاتا ہے۔

[3] جہد کنؔ۔ انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا مسموع مشہود بن جائے اور اس میں کسی باطل کا احتمال نہ رہے۔ زاں سپسؔ۔ اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ حاصل کر لے گا۔ یشمؔ۔ معمولی پتھر ہے یعنی کان جو کم قیمت چیز ہے اب وہ گوہرِ بیش قیمت بن جائے گا۔ بلکہؔ۔ کوشش سے صرف کان ہی نہیں تمام جسم آنکھ کا رتبہ حاصل کر لے گا۔ گوہر سینہ۔ دل۔ گوشؔ۔ حسن کی بات سن کر انسان وصالِ محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ ایں خیالؔ۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوتا ہے اس کو وصال کا رہبر بنا لے۔

آں[1] خلیفہ گول ہم یک چند نیز
اس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن
ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز
اُس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی

مُلک را تو مُلکِ غرب و شرق گیر
تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت فرض کر لے
چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
جبکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اس کو بجلی (کی کوند) سمجھ

مملکت کاں می نماند جاوداں
وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے
اے دلت خُفتہ تو آں را خواب داں
اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اس کو خواب سمجھ

تاچہ خواہی کرد آں بادِ بروت
تو اس غرور کا کیا کرے گا؟
کہ بگیرد ہم چو جلّادے گلوت
جو جلّاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے

ہم[2] دریں عالم بداں کہ مامنے ست
اسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے
از منافق کم شنو کہ گفت نیست
منافق سے نہ سن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حجتِ منکرانِ آخرت و بیانِ ضعف آں حجت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اس دلیل کی کمزوری کا بیان

حجّتش این ست و گوید ہر دمے
اس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے
گر بُدے چیزے دگر من دیدمے
اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آ آتی

گرنہ بیند کودکے احوالِ عقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے
عاقلے ہرگز کُند از عقل نقل
(تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا

ورنہ[3] بیند عاقلے احوالِ عشق
اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہے
کم نگردد ماہِ نیکو فالِ عشق
(تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے

حسنِ یوسفؑ دیدۂ اِخواں ندید
یوسفؑ کے حسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا
از دلِ یعقوبؑ کے شُد ناپدید
(حضرت) یعقوبؑ کے دل سے کب مٹا؟

مر عصا را چشمِ موسیٰؑ چوب دید
(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا
چشمِ قبطی افعی و آشوب دید
قبطی کی آنکھ نے (اس کو) اژدہا اور مصیبت دیکھا

چشمِ سِرّ با چشمِ سَر در جنگ بُود
باطن کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی
غالب آمد چشمِ سِرّ حُجت نُمود
باطن کی آنکھ غالب ہو گئی، ثبوت پیش کر دیا

---

[1] آں خلیفہ۔ شاہ مصر بھی اس لڑکی سے احمقانہ عشق کرنے لگا۔ ملک۔ یہ اس کی خرمستی سلطنت کی وجہ سے تھی سلطنت خواہ مشرق و مغرب کی ہو وہ بجلی کی کوند سے زیادہ نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان جس کو سلطنت سمجھتا ہے اس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ تاچہ۔ یہ سلطنت کا گھمنڈ انسان کے لیے جلاد کا کام کرتا ہے۔

[2] ہم دریں عالم۔ اس دنیا کو اور اس کی سلطنت کو امن کی جگہ نہ سمجھ، امن کی جگہ عالم آخرت ہے۔ حجتش۔ عالم آخرت کے منکر کی دلیل یہ ہے کہ اگر عالم آخرت ہوتا تو میں اس کو دیکھ سکتا۔ گر نہ بیند۔ لیکن کسی کے نہ دیکھ سکنے سے اس چیز کا انکار کیسے ہو سکتا ہے بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند تو اس کا انکار نہ کرے گا۔

[3] ورنہ بیند۔ اگر کوئی صاحب عقل عشق کے احوال نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی زوال نہیں آتا ہے۔ حسن یوسف کا حسن بھائیوں کو نظر نہ آیا تو اس سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مر عصا۔ حضرت موسیٰ ابتداءً عصا کی حقیقت نہ دیکھ سکے لیکن اس کا وجود تھا تب ہی قبطی نے اُس کو دیکھ لیا۔ چشم سِر۔ باطنی آنکھ اور ظاہری آنکھ میں اختلاف تھا باطنی آنکھ نے دلیل پیش کر دی اور حقیقت واضح ہو گئی۔

چشم[1] موسیٰ دستِ خود را دست دید — پیشِ چشمِ غیب نورے بُد پدید
(حضرت) موسیٰ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا — غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا

ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال — پیشِ ہر محروم باشد چوں خیال
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، ہر کمال — ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے

چوں حقیقت پیشِ اُو فرج و گلوست — کم بیاں کُن پیشِ اُو اسرارِ دوست
جبکہ اس کے سامنے حقیقت، شرمگاہ اور حلق ہے — دوست کے راز اُس کے سامنے بیان نہ کر

پیشِ ما فرج و گلو باشد خیال — لاجرم ہر دم نماید جاں جمال
ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے — لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے

ہر کرا فرج و گلو آئین و خُوست — آں لَکُم[2] دِیْنُ وَّلِیَ دِیْن بہرِ اوست
جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے — تمھارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین اسکے لیے ہے

باچُناں انکار کوتہ کُن سخن — احمدا کم گوے باگبرِ کُہن
ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر — اے احمدا پُرانے کافر سے بات نہ کر

آمدنِ آں خلیفہ نزد آں خوبرو از برائے جماع

ہمبستری کے لیے خلیفہ کا اُس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رایِ اجتماع — سُوی آں زن رفت از بہر جماع
خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی — ہمبستری کے لیے اس لونڈی کے پاس گیا

ذِکرِ اُو کرد و ذکر برپایِ کرد — قصدِ خُفت و خیز مہر افزایِ کرد
اس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا — اس محبت بڑھانیوالی کیساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا

چوں[3] میانِ پایِ آں خاتوں نشست — پس قضا آمد رہِ عیشش بہ بست
جب اُس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا — تو تقدیر آ پہنچی، اس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا

خِشت خِشتِ مُوش در گوشش رسید — خُفت کیرش شہوتش کُلّی رمید
اس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی — اس کا آلہ تناسل سو گیا، اس کی شہوت بالکل بھاگ گئی

وہم آں کز مار باشد ایں صریر — کہ ہمی جُنبد بہ تُندی از حصیر
وہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہو گی — جو تیزی سے چٹائی میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتنِ آں کنیزک را از ضعفِ شہوتِ خلیفہ و قوتِ

اُس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا

---

1. چشم موسیٰ۔ ایک ہی چیز ایک کیلئے خالی ہے دوسرے کے لیے یقینی۔ ایں سخن۔ ایک ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں مختلف حیثیت کا بیان۔ فرج وگلو۔ جو شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اس کو اسرار کی باتیں سنانا بیکار ہے۔ پیشِ ما۔ جو لوگ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے بری ہیں ان کو نور باطنی حاصل ہوتا ہے۔
2. لکم دینکم۔ سورۃ الکافرون میں آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ ان کافروں سے کہہ دیجئے تمھارے لیے تمھارا دین ہے میرے لیے میرا دین ہے۔ باچناں۔ آنحضورؐ سے کہہ دیا گیا کہ ان سے بات نہ کیجئے۔
3. چوں۔ جب بالکل تیار ہو گیا تو قضا نے راہ روک دی اور ایک چوہے کی کھٹ کھٹ کی آواز آئی جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور اسکی شہوت ختم ہو گئی۔ وہم۔ اس چوہے کی کھٹ کھٹ کے بارے میں اسکو یہ خیال آیا کہ یہ سانپ کے چلنے کی آواز ہے جو بستر کے نیچے ہے۔ خندہ۔ شاہ مصر کی نامردی اور پہلوان کی مردانگی کو یاد کر کے لونڈی ہنسنے لگی۔

شہوتِ آں امیر و فہم کردنِ آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سستیِ اُو از شگفت — آمد اندر قہقہہ خندش گرفت
عورت نے حیرانی سے اُس کی سستی کو دیکھا — وہ قہقہہ مارنے لگی، اُس پر ہنسی طاری ہو گئی

یادش آمد مردیِ آں پہلواں — کہ بکُشت اُو شیر و اندامش چناں
اس کو اس پہلوان کی مردانگی یاد آ گئی — کہ اس نے شیر کو مار ڈالا اور اس کا عضو اسی طرح رہا

غالب آمد خندۂ زن شُد دراز — جہد میکرد و نمی شُد لب فراز
عورت کی ہنسی غالب آ گئی، لمبی ہو گئی — وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا

سخت[1] می خندید ہمچوں بنگیاں — غالب آمد خندۂ برسُود و زیاں
وہ بھنگڑوں کی طرح بہت ہنسی — نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آ گئی

ہر چہ اندیشید خندہ می فزود — ہمچو بندِ سیلِ ناگاہاں کشود
جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی — بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادیِ دل — ہر یکے را معدنے داں مستقل
رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم — ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہر یکے را مخزن و مفتاحِ آں — اے برادر در کفِ فتّاح داں
ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی — اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشُد آں خندہ زُو — پس خلیفہ تیرہ گشت و تُند خو
اس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی — تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہو گیا

زود[2] شمشیر از غلافش بر کشید — گفت سِرِّ خندہ وا گو اے پلید
اس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی — کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

دردلم زیں خندہ ظنّی اوفتاد — راستی گو عشوہ نتوانیم داد
اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی ہے — سچ بتا دے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی

ور خلافِ راستہ بفریبیم — یا بہانہ چرب آری تو برم
اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی — یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائے گی

من بدانم دردِل من روشنی ست — بایدت گفتن ہرانچہ گفتنی ست
میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے — تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہیے

---

[1] سخت۔ اُس کو ایسی ہنسی چھوٹی جیسی بھنگڑوں کو چھوٹتی ہے اور اس ہنسی میں اس کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ بادشاہ کی ناگواری اُس کو نقصان پہنچائے گی۔ گریہ و خندہ۔ ہنسی اور رونے کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ھُوا ضحکَ وابکی وہی ہنساتا ہے وہی رُلاتا ہے۔

[2] زود۔ لونڈی کے بے تحاشا ہنسی پر شاہ کو غصہ آ گیا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا ہنسی کا راز صحیح بتا دے غلط بات سے تو مجھے مطمئن نہ کر سکے گی میرے دل میں عقل

در دلِ شاہاں تو ماہے داں سَطبر
تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ

گرچہ گہہ گہہ شُد ز غفلت زیرِ ابر
اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آ جاتا ہے

یک چراغے ہست در دل وقتِ گشت
چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے

وقتِ خشم و حرص آید زیرِ طشت
جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہو جاتا ہے

آں[1] فراست ایں زماں یارِ من ست
اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے

گر نگوئی آنچہ حقِ گفتن ست
اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے

من بدیں شمشیر بُرّم گردنت
میں اس تلوار سے تیری گردن اُڑا دوں گا

سُود نبُوَد خود بہانہ کردنت
تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہو گا

ایں زماں بکشم ترا بے ہیچ شک
اب میں تجھے یقیناً قتل کر دوں گا

تیغ را کرد اُو حوالہ گفت ہِک
اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے

ور بگوئی راست آزادت کُنم
اگر تو سچ کہہ دے گی میں تجھے آزاد کر دوں گا

حقِ یزداں نشکنم شادت کُنم
خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کر دوں گا

ہفت مُصحف آں زماں برہم نہاد
س نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے

خورد سوگند و چنیں تقریر داد
قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردنِ آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیمِ زخمِ شمشیر

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا

اکراہِ خلیفہ کہ راست بگو سببِ ایں خندہ را وگرنہ بکشمت

اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن[2] چو عاجز بگفت احوال را
عورت جب عاجز آ گئی اس نے حالات بتا دیے

مردیِ آں رستمِ صد زال را
سیکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے

شرحِ آں گردک کہ اندر راہ بُود
اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا

یک بیک باآں خلیفہ وانمود
وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھول دی

شیر کشتن، سُوئے خیمہ آمدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا

واں ذَکر قائم چو شاخِ کرگدن
اور اس کے ذکر کا گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا رہنا

اُو بداں قوت کہ از شیرِ شکار
وہ اُسی طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے

ہیچ تغییرش نشُد بُد برقرار
اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا

---

[1] آں فراست۔ وہ نور اور روشنی اس وقت میرے ساتھ ہے اگر تو صحیح بات نہ کہے گی میں فوراً سمجھ جاؤں گا اور تجھے مار ڈالوں گا اور یہ کہہ کر تلوار اس کے سامنے کر دی اور سات قرآن اوپر نیچے رکھ کر قسم کھائی کہ اگر تو سچ بتا دے گی تو تجھے آزاد کر دوں گا۔

[2] زن۔ لونڈی جب عاجز آ گئی تو اس نے پہلوان کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اس نے شیر کو بھی قتل کیا اور پھر خیمہ میں واپس آیا اور اُس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

تو بدیں[1] سُستی کہ چوں کردی بگوش
تو اس سُستی میں کہ جب تو نے سُنی

خشت خشتِ مُوشکے رفتی ز ہوش
چوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہو گیا

من چو دیدم از تو ایں و از وے آں
میں نے جب تجھ سے یہ دیکھا اور اس سے وہ

زاں سبب خندیدم اے شاہِ جہاں
اے شاہجہاں! میں اس سبب سے ہنسی

رازہا را میکُند حق آشکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے

چوں بخواہد رُست، تخمِ بدمکار
جبکہ اُگ کر رہے گا، بُرا بیج نہ بو

آب و ابر و آتش و ایں آفتاب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج

رازہا را می برارند از تُراب
مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں

ایں بہارِ نو ز بعدِ برگ ریز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد

ہست بُرہانِ وجودِ رُستخیز
قیامت کے وجود پر دلیل ہے

در[2] بہاراں سِرّہا پیدا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں

ہر چہ خوردست ایں زمیں رُسوا شود
اس زمین نے جو کھایا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے

بَرو َمد آں از دہان و از لبش
اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ اُگ پڑتا ہے

تا پدید آید ضمیر و مذہبش
یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے

سِرِ بیخِ ہر درختے و خورش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اُس کی خوراک

جملگی پیدا شود آں برسرش
سب اُس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے

ہر غمے کزوے تو دل آزردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے

از خمارِ مے بُود کاں خوردۂ
اس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے

لیک[3] کے دانی کہ آں رنجِ خُمار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف

از کدامیں مے برآمد آشکار
کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے؟

ایں خمار اِشگوفۂ آں دانہ است
یہ خمار اس دانہ کا شگوفہ ہے

آں شناسد کآگہ و فرزانہ است
وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے

نُطفہ کے ماند تنِ مردانہ را
نطفہ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟

نیست مانندِ ہیولا با اثر
مادہ، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

دانہ کے مانند آید با شجر
دانہ، درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

---

[1] تو بدیں سستی۔ لونڈی نے کہا لیکن تیری یہ حالت ہے کہ چوہے کی کھٹ کھٹ سے شہوت کافور ہو گئی، میرے ہنسنے کا یہ سبب ہے۔ رازہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہر راز ظاہر ہو کر رہتا ہے لہٰذا بدی کا بیج نہ بونا چاہیے اس لیے کہ وہ اُگے گا۔ آب۔ پانی، گرمی اور سورج زمین میں چھپے راز ظاہر کر دیتے ہیں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز اُگ آتی ہے۔ ایں بہار۔ موسم بہار میں اُجڑے ہوئے چمن پھر زندگی حاصل کر لیتے ہیں جو حشر و نشر کے لیے ایک دلیل ہے۔

[2] در بہاراں۔ موسم بہار میں زمین سے ہر وہ بیج اُگ پڑتا ہے جو زمین میں چھپا ہوا تھا اور اس سے اس بیج کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ برسرش۔ یعنی پھلوں کی صورت میں۔ ہر غمے۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے کسی عمل کا ثمر ہوتی ہے۔

[3] لیک۔ لیکن انسان یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تکلیف اور رنج کس گناہ کا نتیجہ ہے۔ ایں خمار۔ اہل باطن یہ سمجھ لیتے ہیں۔ شاخ۔ گناہ اور اسکے ثمرہ میں کوئی ظاہری مشابہت نہیں ہوتی ہے جس طرح بیج اور پھل میں۔ نطفہ۔ منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچے اور منی میں مشابہت نہیں ہے۔ ہیولا۔ مادہ۔ اثر۔ جو چیز مادہ سے بنی ہے۔

نُطفه[1] از نانست کہ ماند بناں
نطفہ، روٹی سے (بنا) ہے، روٹی کے مشابہ کب ہے؟
مردم از نطفه است کے باشد چناں
انسان نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟

جِنّی از نارست کے ماند بنار
جن آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کب ہے
از بخارست ابر و نَبُوَد چوں بخار
ابر، بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے

ازدمِ جبریل عیسیٰ شُد پدید
(حضرت) عیسیٰ جبرئیل کی پھونک سے پیدا ہوئے
کے بصورت ہمچو اُو بُد ناپدید
صورت کے اعتبار سے ان کی طرح مخفی کب ہوئے؟

آدمؑ[2] از خاکست کے ماند بخاک
(حضرت) آدمؑ مٹی سے ہیں، مٹی کے مشابہ کب ہیں؟
ہیچ انگورے نمی ماند بتاک
کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بُوَد طاعت چو خُلدِ پائیدار
عبادت، مستقل جنت کی طرح کب ہے؟
کے بُوَد دُزدی بشکلِ پائیدار
چوری، سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے؟

ہیچ اصلے نیست مانندِ اثر
کوئی اصل، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے
پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سر
تو تو رنج اور درد سر کی اصل نہیں جان سکتا

لیک بے اصلے نباشد ایں جزا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے
بیگناہے کے برنجاند خدا
خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟

آنچہ اصلست و کشندہ آں شی ست
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے
گر نمی ماند بوے ہم ازوے ست
اگرچہ وہ اسکے مشابہ نہیں ہے تاہم وہ اسی کے سبب سے ہے

پس بداں رنجت نتیجہ زَلَّتے ست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے
آفتِ ایں ضربتت از شہوتیست
تیری اس چوٹ کی آفت، کسی شہوت کی وجہ سے ہے

گر[3] ندانی آں گنہ را ز اعتبار
اگر عبرت کے لیے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے
زود زاری کُن طلب کُن اِغتفار
بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ

سجدہ کُن صد بار میگو اے خدا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!
نیست ایں غم غیر در خوردِ سزا
یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

اے تو سبحاں پاک از ظلم و ستم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے
کے دہی بے جرم جانرا درد و غم
تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معیّن می ندانم جُرم را
میں جُرم کو متعین کر کے نہیں جانتا ہوں
لیک ہم جُرمے بباید کرم را
لیکن بخشش کے لیے جرم بھی چاہیے

---

[1] نطفہ۔ منی روٹی سے بنی لیکن آپس میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جنی۔ جن آگ سے پیدا ہوا لیکن آپس میں مشابہت نہیں ہے۔ دم جبرئیل۔ حضرت مسیحؑ حضرت جبرئیلؑ کے دم سے پیدا ہوئے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

[2] آدمؑ۔ آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے، انگور بیل سے پیدا ہوا، ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کے بود۔ جنت، عبادت کا ثمرہ ہے، چوری کا نتیجہ سولی ہے لیکن باہمی مشابہت نہیں ہے۔ آنچہ۔ اصل اور نتیجہ میں اگرچہ کوئی مشابہت نہیں ہوتی لیکن نتیجہ کو اصل سے ہی سمجھو۔ پس بداں۔ لہٰذا مصیبت کو گناہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔

[3] گرندانی۔ خواہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لیے اس گناہ کو نہ سمجھ سکے جس کے نتیجہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن اس کو گناہ کی معافی کی درخواست کرنی چاہیے۔ سجدہ کن۔ سجدہ کرکے کہنا چاہیے کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ اے سبحان۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا چاہیے کہ تیری ذات ظلم و ستم سے پاک ہے بغیر خطا کے تو سزا نہیں دیتا ہے۔ کرم۔ بخشش، گناہ کی متقاضی ہے۔

چوں[1] پوشیدی سبب را ز اعتبار — دائما آں جُرم را پوشیدہ دار
جبکہ تو نے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے — اُس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ

کہ جزا اظہارِ جرمِ من بُوَد — کز سیاست دُزدیم ظاہر شود
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا — کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی

باز گردم سُوئے توبہ شاہ باز — تاشود معلوم اسرارِ نیاز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں — تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم[2] کردنِ شاہ چوں واقِف شُد براں خیانت کہ
جب بادشاہ اُس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کر لے

بپُوشاند و عفو کُند و اُو را با اُو دہد و دانست کہ آں فتنہ
اور معاف کر دے اور اس کو اس ہی کو دے دے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ

جزائے قصدِ اُو بُود و ظلمِ اُو بر صاحب موصل کہ مَن
موصل کے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے

اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا و اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ وترسید کہ اگر ایں انتقام
برائی کی تو وہ اس پر ہے اور بے شک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر یہ بدلہ لے

کشد آں انتقام باز ہم برسرِ اُو آید چنانکہ ایں ظلم و طمع برسرش آمد
گا تو یہ بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص اس کے سر پر آیا

شاہ باخود آمد استغفار کرد — یادِ جُرم و زَلّت و اصرار کرد
شاہ ہوش میں آیا، اس نے توبہ کی — جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی

گفت[3] با خود آنچہ کردم باکساں — شُد جزائے آں بجائے من رساں
اپنے آپ سے بولا، میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا — اُس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی

قصدِ جُفتِ دیگراں کردم ز جاہ — برمن آمد آں و اُفتادم بچاہ
میں نے رُتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا — وہی مجھے پیش آیا اور میں کنویں میں گر گیا

من درِ خانہ کسِ دیگر زدم — اُو درِ خانہ مرا زد لا جرم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا — اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

---

[1] چوں۔ اے خدا جب تو نے میری خطا کو اس بارے میں پوشیدہ کر دیا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مصیبت کس خطا کی وجہ سے آئی ہے تو اب ہمیشہ کے لیے میری اس خطا کو چھپا دے۔ کہ جزا۔ سزا جرم کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے جب چور کی پٹائی ہوتی ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ تاشود۔ عاجزی اور نیاز مندی بہت سے اسرار پر مشتمل ہے۔

[2] عزم کردن۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ پہلوان کی خیانت میرے ظلم کی سزا ہے لہٰذا اس نے طے کیا کہ اب پہلوان پر ظلم نہ کرے ورنہ اور سزا ملے گی بلکہ یہ لونڈی اس کو دے دے۔ زَلّت۔ لغزش۔ اصرار۔ یعنی گناہ پر جماؤ۔

[3] گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے ظلم کی سزا ہے۔ قصد۔ جفت میں نے شاہِ موصل کی لونڈی پر نظرِ بد ڈالی تو اس کے بدلے میں میری لونڈی پر نظرِ بد پڑی۔ من در خانہ۔ میں نے دوسرے کی پردہ دری کی تو میری پردہ دری ہوئی۔

ہر کہ[1] با اہلِ کساں شد فسق جو — اہلِ خود را داں کہ قوّا دست اُو

جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا — سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے

زانکہ مثل آں جزاےِ آں شود — چوں جزاےِ سیئہ مثلش بود

کیونکہ اس کی جزا اس کی مثل ہوتی ہے — چونکہ برائی کا بدلہ اس جیسا ہوتا ہے

چوں سبب گردی کشیدی سُوےِ خویش — مثلِ آں را پس تو دیوثی ز پیش

جب تو سبب بنا، تو نے اپنی جانب کھینچا — اُس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے

غصب کردم از شہِ موصل کنیز — غصب کردند از من اُو را زود نیز

میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی — انھوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کر لیا

اُو امینِ من بُد و لالاے من — خائنش کرد آں خیانتہاے من

وہ میرا امین تھا اور میرا غلام — اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا

نیست[2] وقتِ کیں گذاری و انتقام — من بدستِ خویش کردم کارِ خام

کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے — میں نے بُرا کام اپنے ہاتھ سے کیا

گر کشم کینہ ازاں میر و حرم — آں تعدّی ہم بیاید برسرم

اگر میں اس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں — وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا

ہم چناں کیں یک بیامد در جزا — آزمودم باز نزمائم وُرا

جیسا کہ یہ ایک، بدلے میں آیا — میں نے آزما لیا پھر میں اس کو نہ آزماؤں گا

دردِ صاحبِ موصلم گردن شکست — من نیارم ایں دگر را نیز خست

موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑی — میں اس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں

داد حق ماں از مکافات آگہی — گفت اِنْ عُدْتُّمْ بہ عُدْنَا بہ

بدلے سے خدا نے ہمیں خبردار کر دیا — فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کرو گے ہم دوبارہ (یہ سزا) دینگے

چوں[3] فزونی کردن اینجا سُود نیست — غیرِ صبر و مرحمت محمود نیست

چونکہ اس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے — سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے

رَبَّنَآ اِنَّا ظَلَمْنَا سہو رفت — رحمتے کن اے رحیمیہات زفت

اے ہمارے رب بے شک ہم نے ظلم کیا، بھول ہوئی — رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں

عفو کردم تو ہم از من عفو کن — از گناہانِ نو و جرمِ کہن

میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے — نئے گناہوں اور پرانی خطاؤں کو

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص دوسروں کی بیویوں سے فسق کرتا ہے وہ دیوث ہے دراصل وہ اپنی بیوی کے بارے میں چاہتا ہے کہ لوگ اس سے فسق وفجور کریں۔ زانکہ۔ اس لیے کہ بُرائی کا بدلہ اسی جیسی بُرائی ہوتی ہے۔ چوں سبب۔ جب تیرا فسق وفجور اپنی بیوی کے فسق وفجور کا سبب بنا تو معلوم ہوا کہ تو دیوث تھا۔ غصب۔ میں نے شاہ موصل کی لونڈی غصب کی میرے سردار نے میری لونڈی غصب کر لی۔ لالای۔ غلام۔

[2] نیست۔ تو میں دوسرے سے کیا بدلہ لوں یہ تو میرا خود کردہ ہے۔ گر کشم۔ اب اگر میں پہلوان کو سزا دوں گا تو اس کا خمیازہ بھی مجھے بھگتنا پڑے گا۔ ہمچناں۔ ایک دفعہ میں آزما چکا کہ برائی کا بدلہ برائی سے ملا ہے اب میں ایسا نہ کروں گا۔ ان عُدتم۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پھر وہی (شرارتیں) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

[3] چوں۔ اب اس پہلوان پر کوئی ظلم وزیادتی مناسب نہیں ہے صبر اور رحم سے کام لینا ہی مناسب ہے۔ ربنا۔ اب تو بارگاہ خداوندی میں یہی دعا کرنی چاہیے کہ ہم سے ظلم ہوا غلطی ہوئی تو معاف کر دے۔ عفو کردم۔ شاہ مصر نے دعا میں کہا اے خدا میں نے معاف کر دیا ہے تو بھی مجھے معاف کر دے۔

گفت[1] اکنوں اے کنیزک وامگو — ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا — یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی

پاس دارد با کسے عرضہ مکن — آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ — اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی

با امیرت جُفت خواہم کرد من — اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
میں امیر سے تیرا نکاح کر دوں گا — خدا کے لیے اس قصہ کو نہ کہو

تانگردد اُو ز رویم شرمسار — کو یکے بد کرد و نیکی صد ہزار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو — کیونکہ اس نے ایک برائی اور لاکھوں بھلائیاں کی ہیں

بارہا من امتحانش کردہ ام — خُوب[2] تراز تو بدو بسپردہ ام
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے — تجھ سے زیادہ حسین اُس کے سپرد کیے ہیں

در امانت یافتم اُو را تمام — ایں قضائے بُود ہم از کرد ہام
میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے — یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہِ بحیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیرِ خویش را — گشت در خود خشمِ قہر اندیش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بُلایا — قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا دیا

کرد با اُو یک بہانہ دلپذیر — کہ شُدستم زیں کنیزک بس نفیر
اُس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا — کہ میں اس لونڈی سے بہت تنفر ہو گیا ہوں

زاں[3] سبب کز غیرت و رشکِ کنیز — مادرِ فرزند دارد صد ازیز
اس لیے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے — لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے

زاں سبب کز غیرتِ اُو دائما — مادرِ فرزند ہست اندر عنا
اس لیے کہ اُس کی غیرت سے مستقلاً — لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادرِ فرزند را بس حقہا ست — اُو نہ در خوردِ چنیں جور و جفاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں — وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے

رشک و غیرت میبرد خوں میخورد — زیں کنیزک سخت تلخی می برد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے — اس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے

---

1. گفت۔ شاہ مصر نے لونڈی کو ہدایت دی کہ پہلوان کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔ با امیرت۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ پہلوان سے تیری شادی کردوں گا تو اب پہلوان کا راستہ کا قصہ کسی سے نہ کہنا۔ تانگردد۔ اس نے اگر ایک برائی کی ہے تو سینکڑوں بھلائیاں بھی کی ہیں میں اس کو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔
2. خوب تر۔ میں نے تجھ سے بھی زیادہ حسین لونڈیاں اس کے سپرد کی ہیں لیکن اس نے خیانت نہیں کی۔ ایں قضائے۔ یہ میری برائیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔ اس کے بعد شاہ نے اس امیر پہلوان کو بلایا اور اس سے یہ بہانہ کیا کہ میں اس لونڈی سے تنفر ہوں۔
3. زاں۔ اور میری نفرت کا سبب یہ ہے کہ میری بیوی بہت نالاں ہے۔ ازیز۔ ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ زاں سبب۔ میرا لونڈی سے تنفر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے بچہ کی ماں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ درخورد۔ لائق۔

چوں[1] کسے را داد خواہم ایں کنیز — پس تُرا اَولیٰ ترست ایں اے عزیز
چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا — اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے

کہ تو جانبازی نمُودی بہرِ اُو — خوش نباشد دادنِ آں جُز بتُو
کیونکہ تو نے اس کے لیے جانبازی دکھائی ہے — تیرے سوا کسی کو اس کا دینا اچھا نہ ہو گا

عقد کردش با امیر اُو را و داد — خشم را و حرص را یکسُو نہاد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اس کو دے دی — غصہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا

عقد کردش با امیر اُو را سپُرد — کرد خشم و حرص را او خورد مُرد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا، اس کو سپرد کر دی — اس نے غصہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیان آنکہ نَحنُ قَسمنا کہ یکے را قوّتِ و شہوتِ خراں دہد
اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت

و یکے را کیاست و قوّتِ انبیا و فرشتگاں دہد
دے دیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دے دیتا ہے

سرز[2] ہوا تافتن از سروریست ترکِ ہوا قوّتِ پیغمبری ست
خواہش نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری سے ہے خواہش نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے

تخم ہائے کہ شہوتی نبُود برِ اُو جُز قیامتی نبُود
وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں اُن کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہو گا

گر بُدش سُستی زِتَرِیِ خراں — بُود اُو را مردیِ پیغمبراں
اگر اس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی — تو اس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی

ترکِ[3] خشم و شہوت و حرص آوری — ہست مردی ورگِ پیغمبری
غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا — مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نریِ خر گومباش اندر رگش — حق ہمی خواند اُلغ بگلر بگش
گو اس کی رگ میں گدھے کا سا نر بنا نہ ہو — اللہ (تعالیٰ) اسکی امیرالامرائی کو چاہتا ہے

مردۂ باشم بمن حق بنگرد — بہ ازاں زندہ کہ باشم دور ورد
(اگر) میں مردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو — اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور اور مردود ہوں

مغزِ مَردی ایں شناس و پوست آں — آں بَرَد در دوزخ و ایں در جناں
اس کو مردانگی کا مغز سمجھ۔ اور وہ چھلکا ہے — وہ دوزخ میں لے جائے گی اور یہ جنتوں میں

---

[1] چوں کسے۔ اب جبکہ یہ لونڈی مجھے کسی کو دینی ہے تو تو زیادہ مستحق ہے۔ کہ تو۔ کیونکہ تو نے اس کے لانے میں جانبازی کی ہے۔ عقد۔ شاہ مصر نے اس لونڈی کا اس پہلوان سے نکاح کر دیا اور اپنے غصہ کو ختم کر دیا۔ بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے حیوانی طاقتوں کی تقسیم ہر ایک کے مناسب حال کی ہے کسی کو تو گدھوں کی سی قوت شہوانی دی ہے کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی ذہانت اور ذکاوت عطا کی ہے۔

[2] سرز ہوا۔ خواہشات پر قابو پالینا سرداری کی دلیل ہے اور یہ پیغمبری صفت ہے یہ شعر مولانا کا نہیں ہے بلکہ سنائی کا ہے۔ تخم ہائے۔ جو شخص شہوت کی تخم ریزی کرے گا وہ قیامت میں اپنی تخم ریزی کا پھل پائے گا یہ شعر بھی مولانا کا نہیں ہے حکیم سنائی کا ہے۔ گر بدش۔ شاہ مصر میں گدھوں کی سی شہوت نہ تھی اس میں معنوی مردی تھی۔

[3] ترکِ خشم۔ نفسانی رذائل کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے۔ اُلغ۔ بزرگ۔ بگلر بگ۔ امیرالامراء۔ مردہ باشم۔ وہ مردگی جو خدا کی منظور نظر ہو اس زندگی سے بہتر ہے جو مردود بارگاہ ہو۔ مغز۔ اصل وہ ہے جو پیغمبروں میں ہے وہی جنت میں لے جائے گی۔ شہوت پرست کی مردی چھلکا اور دوزخ کی رہنما ہے۔

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ مَکَارِہ را رسید[1] — حُفَّتِ النَّار از ہوا آمد پدید

''جنت گھیر دی گئی ہے'' ناپسندیدہ چیزوں کو ملا — ''دوزخ گھیر دی گئی ہے'' خواہشِ نفسانی سے ظاہر ہوا

دیگر بار خطابِ پادشاہ با ایاز و امتحان کردنِ ارکانِ

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکانِ دولت کا امتحان لینا

دولت را و نمودنِ فرمانبرداریِ ایاز بایشاں

اور ایاز کی فرمانبرداری اُن کو دکھانا

اے ایازِ شیر نرِ دیو کُش — مردیِ خرکم فزوں مردیِ ہُش

اے ایاز! نر شیر دیو کو مار ڈالنے والے — گدھے کی مردانگی کم ہے، ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے

آنچہ چندیں صدر ادراکش نکرد — لعبِ کودک بُود پیشت اینت مرد

جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا — تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا، زہے مردانگی

اے[2] بدیدہ لذتِ امرِ مرا — جاں سپردہ بہرِ امرم در وفا

اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے — وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کر دی

اے کہ از تعظیم امرش آگہی — ایں حکایت گوش کن تاوارہی

اے وہ! کہ تو اُس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے — یہ حکایت سُن لے، تاکہ تو نجات پا جائے

داستانِ ذوق امر و چاشنیش — بشنُو اکنوں در بیانِ معنویش

حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان — اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سن لے

دادنِ شاہ گوہر را درمیانِ دیوان[3] و مجمع بدستِ وزیر ایں بچند

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس

ارزد و مبالغہ کردنِ وزیر در قیمت و فرمودنِ شاہ کہ اکنوں

قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ

ایں را بشکن و گفتنِ وزیر کہ ایں گوہر نفیس را چگونہ بشکنم

کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت، روزے شاہ محمودِ غنی — آں شہِ غزنی و سُلطانِ سَنی

کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن — جو غزنی کا بادشاہ و بزرگ شاہ تھا

---

[1] رسید۔ اس کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ ''یہ بات پہنچی ہے کہ جنت مکروہات سے گھیر دی گئی ہے اور دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی یہ کیا ہے کہ آگ خواہشِ نفس سے گھیر دی گئی ہے ظاہر ہوا ہے، یعنی یہ بات حدیث کی ہمیں پہنچی ہے اور یہ بات حدیث سے ظاہر ہوئی ہے۔ دیگر بار۔ سلطان محمود نے ایاز کو دوبارہ خطاب کیا اور ان کو ایاز کی فرمانبرداری دکھائی۔ مردیِ ہُش۔ یعنی پیغمبروں کی مردی۔ آنچہ۔ یہ دوسرے سردار وہ نہ سمجھے جو تو آسانی سمجھ گیا۔

[2] اے بدیدہ۔ اے ایاز تو میرے حکم کی لذت سے واقف ہے اسی لیے تو میرے حکم پر جان چھڑکتا ہے۔ اے۔ یہ مولانا کا کلام ہے امرش میں شین کی ضمیر شاہ کی جانب ہے چاشنیش کی ضمیر امر کی جانب اور معنویش کی ضمیر حکایت کی جانب لوٹتی ہے۔

[3] دیوان۔ دفتر، دربار۔ چندارزد۔ کس قیمت کا ہے۔ گفت۔ یعنی بیان کرنے والے نے کہا ہے۔ سَنی۔ بلند۔

شاہ روزے جانبِ دیواں شتافت
ایک دن، بادشاہ کچہری کی جانب گیا
جُملہ ارکاں را دراں دیواں بیافت
اس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا

گوہرے بیروں کشید اُو مستنیر[1]
اس نے ایک روشن موتی باہر نکالا
پس نہادش زود در کفِ وزیر
پھر اس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت چون ست و چہ ارزد ایں گہر
کہا کیسا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے
گفت بیش ارزد ز صد خروارِ زر
اس نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے

گفت بشکن گفت چونش بشکنم
کہا، توڑ دے اس نے کہا اس کو کیسے توڑوں؟
نیک خواہِ مخزن و مالت منم
میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیرخواہ ہوں

چوں روا دارم کہ مثلِ ایں گہر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی
کہ نیاید در بہا گردد ہدر
جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا، رائگاں ہو جائے

گفت شاباش و بدادش خلعتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی
گوہر ازوے بستد آں شاہِ فتے
اس جوانمرد شاہ نے موتی اس سے لے لیا

کرد ایثارِ وزیر آں شاہِ جُود
اس شاہِ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا
ہر لباس و حُلہ[2] کو پوشیدہ بُود
جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا

ساعتے شاں کرد مشغولِ سخن
ان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا
از قضیہ تازہ و رازِ کہن
نئے معاملہ اور پرانے راز میں

بعد ازاں دادش بدستِ حاجبے
اس کے بعد اس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا
کہ چہ ارزد ایں بہ پیشِ طالبے
کہ خریدار کے لیے یہ کس قیمت کا ہے؟

گفت[3] ارزد ایں بہ نیمہ مملکت
اس نے کہا، یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے
کش نگہدارد خدا از مہلکت
خدا اُس کو بربادی سے بچائے

گفت بشکن گفت اے خورشیدِ تیغ
کہا تو اسکو توڑ دے اس نے کہا اے سورج کی تلوار والے!
بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
اس کا توڑنا بہت قابل افسوس ہے، بہت قابلِ افسوس!

قیمتش بگذار بیں تاب و لمع
اس کی قیمت کو رہنے دیجیے چمک اور روشنی کو دیکھیے
کہ شدست ایں نورِ روز اُو را تبع
کہ دن کی روشنی اس کے تابع بن گئی ہے

دست کہ جنبد مرا در کسرِ اُو
اس کے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟
کہ خزینہ شاہ را باشم عدُو
میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟

---

[1] مستنیر۔ روشن۔ خروار۔ گدھے پر لادنے کا بورا۔ مخزن۔ خزانہ۔ نیاید در بہا۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ہدر۔ رائگاں۔ خلعتے۔ شاہی لباس۔ فتے۔ فتی کا امالہ ہے، نوجوان۔

[2] حلہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔ مشغولِ سخن۔ چونکہ بادشاہ کو سب کا امتحان لینا تھا تو بات کاٹ دی تاکہ از سرِ نو دوسروں سے سوال و جواب کرے۔ حاجب۔ چوبدار جو چیشی کا وزیر ہوتا تھا۔

[3] گفت۔ حاجب نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے۔ خورشید تیغ۔ یعنی وہ جس کی تلوار سورج جیسی چمکدار ہے۔ لمع۔ چمک۔ کہ شدست۔ دن کی روشنی اس کے سامنے ماند ہے۔

شاہ خلعت داد و اِدرارش[1] فزود | پس دہاں در مدحِ عقلِ اُو کشود
شاہ نے اس کو خلعت دی اس کی تنخواہ بڑھا دی | پھر اس کی عقل کی تعریف میں منہ کھولا

بعد یک ساعت بدستِ میر داد | دُرّ را آں امتحاں کُن بازداد
تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا | اس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا

اُو ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں | ہر یکے را خلعتے داد اُو ثمیں
اس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی | اس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی

جامگیہا شاں ہمی افزود شاہ | آں خسیساں را بُرد از رہ بچاہ
بادشاہ ان کے (کپڑوں کے) جوڑے بڑھا رہا تھا | اُن کمینوں کو راستہ سے کنویں میں لے گیا

ایں[2] چنیں گفتند پنجہ شصت امیر | جُملہ یک یک ہم بتقلیدِ وزیر
پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا | وزیر کی تقلید میں ایک ایک کر کے سب نے

گرچہ تقلید ست استونِ جہاں | ہست رُسوا ہر مقلِد ز امتحاں
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے | آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے

شاہ چوں کرد امتحانِ جملگاں | مال و خلعت بُرد ہریک بیکراں
شاہ نے جب سب کا امتحان لیا | ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا

ہم چنیں در دور گرداں شد گہر | تا بدستِ آں ایازِ دیدہ وَر
موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا | یہاں تک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)

آخریں بنہاد در کفِ ایاز | گفت اُو را کاے حریفِ دیدہ باز
بالآخر اس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا | اس سے کہا، اے صاحب نظر، دوست!

یک[3] بیک دیدند ایں گوہر تو ہم | در شعاعش در نگر اے محترم
انھوں نے ایک ایک کر کے اس موتی کو دیکھا تو بھی | اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدنِ گوہر از دست بدست آخرِ دور با یاز و کیاستِ
موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچا اور ایاز کی
ایاز و مقلدِ نا شدنِ اُو ایشاں را و مغرور ناشدنِ اُو
ذہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اسکا دھوکے میں نہ پڑنا
بمالِ دادنِ شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردن و
بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

[1] ادرار۔ ماہواری تنخواہ۔ کشود۔ اس کی تعریف اس لیے کی تاکہ دوسروں کا امتحان کر سکے۔ بعد۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ نے وہ موتی ایک دوسرے امیر کے ہاتھ میں دیا۔ ثمیں۔ قیمتی۔ جامگیہا۔ وہ لباس جو ملازمین کو سالانہ ملتے ہیں۔ آں خسیساں۔ یہ داد و دہش اُن سب کے لیے گمراہی کا سبب تھی چونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاہ کو جواب پسند آ رہا ہے اس لیے وہ انعام دے رہا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ جو جواب پہلے امیر نے دیا اس کی تقلید میں سب امیروں نے وہی جواب دیا۔ گرچہ۔ دنیا کا کام تقلید سے ہی چل رہا ہے۔ دردور۔ وہ موتی یکے بعد دیگرے اسی طرح امیروں کے ہاتھ میں جاتا رہا آخر میں شاہ نے ایاز کے ہاتھ میں دے دیا۔

[3] یک بیک۔ شاہ نے ایاز سے کہا اس موتی کو سب سردار دیکھ چکے اب تو بھی دیکھ لے۔ رسیدن۔ موتی ایاز کے ہاتھ میں جب پہنچا تو اس نے پہلے سرداروں کی تقلید میں جواب نہ دیا اور بادشاہ کے ان کو خلعت وغیرہ دینے سے دھوکے میں نہ آیا۔

مدحِ عقلِ ایشاں کردن یمکن[1] کہ نشاید مقلِد را مسلمان دانستن

ان کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے

مسلمان باشد اما نادر باشد کہ مقلد ثبات کند براں اعتقاد و

مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور

مقلد ازیں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثباتِ بینا یاں ندارد

مقلدان امتحانات سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآ ہو، کیونکہ وہ دوراندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر — چند می ارزد بدیں تاب و ہنر

اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی — اس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟

گفت افزوں زانچہ تانم گفت من — گفت اکنوں زود خردش در شکن

اس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اس سے بڑھا ہوا ہے — اس نے کہا اب اس کو فوراً ریزہ ریزہ کر دے

سنگہا در آستیں بُودش شتاب — خُرد کردش پیشِ اُو آں بُد صواب

پتھر اُس کی آستین میں تھے، جلد — اس کو توڑ دیا اس کے نزدیک یہ درست تھا

ز اتفاقِ طالعِ بادولتش — دست داد آں لحظہ نادر حکمتش

اس کے با اقبال نصیبہ کے اتفاق سے — اس وقت نادر حکمت اس کے ہاتھ آ گئی

یا بخواب ایں دیدہ بُود آں پُر صفا — کردہ بُود اندر بغل دو سنگ را

یا اُس روشن دل نے خواب میں دیکھا تھا — اس نے دو پتھر بغل میں دبا لیے تھے

ہمچو[2] یوسفؑ کاندرونِ قعرِ چاہ — کشف شُد پایانِ کارش از اِلٰہ

یوسفؑ کی طرح کہ کنویں کی گہرائی میں — ان کے لیے انجام کار اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے کھل گیا تھا

ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد — پیشِ اُو یک شُد مراد و بے مُراد

جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا — اس کے لیے مراد اور نامراد یکساں ہے

ہر کہ پابندانِ[3] وے شُد وصلِ یار — اُو چہ ترسد از شکستِ کارزار

یار کا وصل جس کا ضامن ہو گیا — وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات — فوتِ اسپ و فیل پیشش تُرہات

جب اس کو یقین ہو گیا کہ وہ مات دے گا — اسپ اور فیل کا مارا جانا اس کے لیے بکواس ہے

گر بُرد اسپش ہر آنکہ اسپ جُوست — اسپ اُو گوئی کہ پیش آہنگِ اوست

جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اس کا اسپ مار لے جائے — تو گویا اسپ اس کا پیشرو ہے

[1] یمکن۔ تقلیدی ایمان معتبر نہیں ہے ایمان کا تعلق یقین سے ہے اور مقلد کو عموماً یقین حاصل نہیں ہوتا ہے معمولی شکوک سے اس کا علم زائل ہو جاتا ہے۔ بینایاں۔ وہ لوگ جن کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے موتی کی قیمت، ایاز سے لگوائی اس نے جواب دیا کہ یہ اس قدر بیش قیمت ہے کہ اس کی قیمت کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے کہا اس کو توڑ ڈال اس کی آستین میں پتھر تھا اس نے اس کے ذریعہ فوراً اس کو توڑ ڈالا اس کا نصیبہ تھا کہ دانائی نے اس کا ساتھ دیا۔ ممکن ہے کہ اس نے خواب میں یہ قصہ دیکھا ہو اور اسی لیے وہ آستین میں پتھر لے کر مجلس میں آیا ہو۔

[2] ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے قید ہی میں خواب میں آنے والے واقعات دیکھ لیے تھے۔ ہر کرا۔ جس شخص کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری مل چکی ہو اس کے لیے فتح و شکست کے اسباب یکساں ہو جاتے ہیں۔

[3] پابنداں۔ ضامن۔ چوں۔ جب بازی کی کامیابی پر یقین ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے اسپ اور فیل کے پٹ جانے کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ گر برد۔ اس کا حریف اگر اس کے اسپ کو مارے تو اسپ کا پٹنا اس کی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

مرد[1] را با اسپ کے خویشی بُود — عشقِ اسپش از پئے پیشی بُود

انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟ — گھوڑے سے اس کا عشق آگے بڑھنے کے لیے ہوتا ہے

بہرِ صُورتہا مکش چندیں زحیر — بے صُداعِ صُورتے معنی بگیر

صورتوں کے لیے اس قدر پیچ و تاب نہ اٹھا — صورت کا دردِ سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر

ہست زاہد را غمِ پایانِ کار — تاچہ باشد حالِ اُو روزِ شمار

زاہد کو انجام کا غم ہے — کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہو گا؟

عارفاں ز آغاز گشتہ ہوشمند — از غم و احوالِ آخر فارغ اند

عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں — آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں

بُود عارف را ہمیں خوف و رجا — سابقہ دانیش خورد آں ہر دورا

عارف کو یہی خوف اور امید تھی — اس کی پیشگی دانش نے ان دونوں کو ختم کر دیا ہے

دید[2] کو سابق زراعت کرد ماش — اُو ہمی داند چہ خواہد بُود چاش

وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے اڑد کی کاشت کی ہے — وہ جانتا ہے کہ اس کی پیداوار کیا ہو گی

عارف ست اُو باز رَست از خوف و بیم — ہائے و ہُو را کرد تیغِ حق دو نیم

وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی تلوار نے شور و فغاں کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں

بُود اُو را بیم و اُمید از خدا — خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا

اس کو خدا سے خوف اور امید تھی — خوف فنا ہو گیا وہ امید ظاہر ہو گئی

خوف[3] طے شد جملگی اُمید شُد — نور گشت و تابعِ خورشید شُد

خوف لپٹ گیا، وہ مجسم امید ہو گیا — نور بن گیا اور سورج کے تابع ہو گیا

ز امتحانِ شاہ بُود آگہ ایاز — وز فریبِ شہ نشُد گمرہ ایاز

ایاز، بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا — شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا

خلعت و ادرار از راہش نبُرد — کرد اُو گوہر زامرِ شاہ خُرد

خلعت اور وظیفہ نے اس کو گمراہ نہ کیا — اس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست اُو گوہرِ خاص آنز ماں — زاں امیراں خاست صد بانگ و فغاں

جب اس نے خاص موتی توڑا، اس وقت — امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی

کاینچہ بیباکیست واللہ کافر ست — ہر کہ ایں پُر نور گوہر را شکست

کہ یہ کیا بے باکی ہے، خدا کی قسم کافر ہے — جس نے اس منور موتی کو توڑا

---

1. مردرا۔ شطرنجی کو اسپ سے کوئی محبت نہیں ہوتی وہ تو جیتنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ صداع۔ دردِ سر۔ صورت۔ یعنی اسپ۔ معنی۔ یعنی کامیابی۔ ہست۔ معنی کے ادراک کے بھی مراتب مختلف ہیں زاہد کو انجام کا غم رہتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ عارفاں۔ جو لوگ مکمل ہیں ان کو ابتدا سے ہی انجام کا علم ہو جاتا ہے اور ان کا علم خوف اور امید کو ختم کر دیتا ہے۔

2. دید۔ عارف جان لیتا ہے جو بویا ہے اس کی پیداوار کیا ہو گی چونکہ اس کو پیشگی ہی علم حاصل ہو گیا ہے لہٰذا انجام کے فکر کا شور و غل ختم ہو گیا ہے۔ بود۔ اس کو بھی انجام کے بارے میں خوف اور امید کی کشمکش تھی لیکن اس پر حقیقت واضح ہو جانے کی وجہ سے اب خوف ختم ہو گیا ہے اور امید باقی رہ گئی ہے۔

3. خوف۔ اس کے لیے اب خوف ختم ہو گیا اور وہ نور بن کر نورِ مطلق کے تابع ہو گیا۔ زامتحان۔ ایاز بھی انہی میں سے تھا جن کو انجام کی خبر ہو جاتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکام وغیرہ سے دھوکے میں نہ پڑا۔ گوہر۔ اس نے موتی کو شاہ کے حکم کے مطابق فوراً توڑ ڈالا۔ کاینچہ۔ امیروں نے شور کیا اور ایاز سے کہا کہ یہ کیا بے باکی ہے کہ ایسے عمدہ موتی کو تو نے توڑ ڈالا۔

وان[1] جماعت جملہ از جہل و عمیٰ — در شکستہ دُرِّ امرِ شاہ را

اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے — بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا

قیمتِ گوہر نتیجہ مہر وُد — برچناں خاطر چرا پوشیدہ شُد

دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت — ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدنِ اُمرا بر ایاز کہ چرا شکستی و جواب دادنِ ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہترانِ نامور — امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

ایاز نے کہا اے نامور سردارو! — قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی

امرِ سُلطاں بہ بُوَد پیشِ شُما — یا کہ ایں نیکو گُہر بہرِ خدا

تمھارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے — یا یہ اچھا موتی! خدا کے لیے بتاؤ

اے[2] نظر تاں بر گُہر، بر شاہ نے — قبلہ تاں غولست جادہ راہ نے

ارے تمھاری نظر موتی پر ہے، شاہ پر نہیں ہے — تمھارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من ز شہ بر می نگردانم بصر — من چو مشرک روئے نارم در حجر

میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں — میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رُخ نہیں کرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگِ راہ — برگزیند پس نہد اُو امرِ شاہ

وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر — پسند کرے، وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی

پُشت[3] سُوئے لُعبتِ گلرنگ کُن — عقل در رنگ آورندہ دنگ کُن

پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پشت کر لے — عقل، رنگ دینے والے میں حیران کر دے

اندر آدر جُو سبو برسنگ زن — آتش اندر بُو و اندر رنگ زن

نہر میں آ جا، ٹھلیا کو پتھر پر مار دے — بُو اور رنگ میں آگ لگا دے

گر نہٖ در راہِ دیں از رہزناں — رنگ و بُو مپرست مانند زناں

اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہے — عورتوں کی طرح رنگ و بُو کی پرستش نہ کر

گوہر امرِ شہ بُوَد اے ناکساں — جُملہ بشکستید گوہر را عیاں

اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے — تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا

چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند — جُملہ ارکاں خوار گشتند و نژند

جب ایاز نے اس راز کو میدان میں ڈال دیا — سب ارکان خوار اور ذلیل ہو گئے

---

[1] واں جماعت۔ سرداروں کی جماعت اپنے جہل سے یہ نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا اور ان لوگوں نے بادشاہ کا حکم توڑا۔ قیمت۔ محبت اور دوستی کے موتی کو انھوں نے اس موتی سے زیادہ قیمتی نہ سمجھا۔ امر شہ۔ ایاز نے ان امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ کا حکم!

[2] اے نظر۔ تم لوگوں کا منظورِ نظر موتی تھا بادشاہ کا حکم نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ سیدھا راستہ چھوڑ کر چھلاوے کو بنا لیا۔ من ز شہ۔ بادشاہ کو چھوڑ کر موتی کی طرف توجہ کرنا محبت کا شرک ہے۔ بے گہر۔ جو شخص راستہ کے رنگین پتھر کو بہتر سمجھے اور شاہ کے حکم کو پس پشت ڈال دے وہ خود بے جوہر ہے۔

[3] پشت۔ مصنوعات سے روگردانی کر کے صانع کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔ اندر۔ ظاہر کی طرف رخ کر مظاہر پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بو۔ دنیا کی خوشنمائی راہ کی رکاوٹ ہے۔ گوہر۔ اصل موتی شاہ کا حکم تھا نافرمانی کر کے تم نے اس کو توڑ ڈالا۔ چوں۔ ایاز کی یہ تقریر سن کر سب امیر شرمندہ اور حیران ہو گئے۔

سرفِگندہ انداختند آں سروراں عذر[1] گویاں گشتہ زاں نسیاں بجاں

اُن سرداروں نے سر نیچے جھکا لیے (دل و) جان سے اس بھول پر عذر خواہ بن گئے

از دلِ ہریک دو صد آہ آں زماں ہمچو دُودے میشُدے تا آسماں

اس وقت سیکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

قصد کردنِ شاہ بقتلِ اُمرا و شفاعت کردنِ ایاز پیشِ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش

تخت کہ اَلْعَفْوُ اَوْلٰی

کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد[2] اشارت شہ بجلّادِ کہن کہ ز صدرم ایں خساں را پاک کُن

شاہ نے پرانے جلاد کو اشارہ کیا کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے

ایں خساں چہ لائقِ صدرِ منند کز پئے سنگ امرِ مارا بشکنند

یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟ جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں

امرِ ما پیشِ چنیں اہلِ فساد بہرِ رنگیں سنگ شُد خوار و کساد

ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا

پس ایازِ مہرافزا بر جہید پیشِ تختِ آں اُلغ سُلطاں دَوِید

پھر محبت بڑھانے والا، ایاز اٹھا سلطانِ اعظم کے تخت کے سامنے دوڑ کر گیا

سجدۂ کردو گلوی خود گرفت کاے قبادے کز تو چرخ آرد شگفت

سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب میں ہے

اے[3] ہُمای کہ ہمایاں، فرّخی از تو دارند و سخاوت ہر سخی

اے ہُما! کہ سب ہما برکت اور تمام سخی سخاوت، تجھ سے حاصل کرتے ہیں

اے کریمے کہ کرمہائے جہاں محو گردد پیشِ ایثارت نہاں

اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گُلِ سُرخت چودید از خجالت پیرہن را بر درید

اے وہ صاحب لطف کہ جب گلِ سُرخ نے تجھے دیکھا شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا

از غفوریِ تو غفراں چشم سیر رُوبہاں برشیر از عفوِ توچیر

تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے تیری معافی سے، لومڑیاں شیر پر غالب ہیں

---

1. عذر۔ معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھول ہوگئی اور ہر ایک آہیں بھرنے لگا۔
2. کرد۔ شاہ نے ان سرداروں کی نافرمانی پر انکو قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کمینے میری مجلس کے لائق نہیں ہیں ان سے مجلس کو پاک کر دینا چاہیے انھوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی اس پر ایاز شاہی تخت کیطرف دوڑا اور اسکے سامنے سجدہ کر کے سفارش کرنے لگا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہدیا جاتا ہے۔
3. اے ہمای۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ ہُما ہیں دنیا کے جس قدر ہما ہیں اُن میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے۔ آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کرم حاصل کیا ہے آپ اس قدر حسین ہیں کہ گلاب نے شرمندگی سے اپنا لباس چاک کر لیا ہے آپ کا عفو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مغفرت آپ سے سیر چشم ہو رہی ہے اور لومڑیاں آپ کے عفو کی بنیاد پر شیروں پر غالب ہیں۔

جز کہ[1] عفوِ تو کرا دارد سند ہر کہ با امرِ تو بیباکی کند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟ جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے

غفلت و گستاخیِ ایں مجرماں از وفورِ عفوِ تُست اے عفوراں
ان خطاواروں کی غفلت اور گستاخی اے معافی دینوالے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

دائماً غفلت ز گستاخی دمد کہ برد تعظیم از دیدہ رمد
غفلت، ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے

غفلت و نسیانِ بد آموختہ ز آتشِ تعظیم گردد سُوختہ
سیکھی ہوئی بُری غفلت اور بھول تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فِطنت دہد سہو و نسیاں از دلش بیروں جَہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے بھول اور نسیان اُس کے دل سے نکل جاتا ہے

وقتِ[2] غارت خواب ناید خلق را تا نبرد باید کسے زُو دلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے تاکہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اُڑے

خواب چوں در میرمد از بیمِ دلق خواب و نسیاں کے بود با بیمِ حلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟

لَا تُؤَاخِذْ اِنْ نَّسِیْنَا شد گواہ کہ بُوَد نسیاں بوَجہے ہم گناہ
"اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر" گواہ ہے کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے

زانکہ استکمالِ تعظیم اُو نہ کرد ورنہ نسیاں درنیاوردے نبرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی ورنہ بھول، مصیبت نہ لاتی

گرچہ نسیاں لابُدو ناچار بُود در سبب ورزیدن اُو مختار بُود
اگرچہ بھول ضروری اور لاعلاج ہے (لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحب اختیار ہے

چوں[3] تہاون کرد در تعظیم ہا تا کہ نسیاں زاد با سہو و خطا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی یہاں تک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا

ہمچو مستے کو جنایتہا کند گوید اُو معذور بُودم من زخود
اس مست کی طرح جو ظلم کرے اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا

[1] ہجو۔ جو شخص آپ کی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپ کے عفو کا سہارا لیکر آتا ہے۔ غفلت۔ آقا کی رحمدلی اور عفو کی صفت غلاموں کو گستاخ اور غافل بنا دیتی ہے، جب انسان کی آنکھیں دُکھ رہی ہوں تو وہ تعظیم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہیبتش۔ آقا کی ہیبت اور خوف غلاموں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور بھول ختم کر دیتا ہے۔

[2] وقتِ غارت۔ جب غنیم لوٹ رہا ہو تو کوئی نہیں سو سکتا اس لیے ہر شخص اپنی گدڑی بچانے کی فکر کرنے لگتا ہے یہ تو گدڑی کا ڈر تھا اب اگر جان کا ڈر ہو تو پھر نیند کیسے آ سکتی ہے۔ لاتواخذ۔ قرآن پاک میں ہے "اللہ ہماری بھول پر ہماری گرفت نہ کر" اس سے معلوم ہوا کہ بھول بھی گناہ ہے ورنہ گرفت نہ کرنے کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ زانکہ۔ وہ بھول جو بے پروائی سے ہو مؤاخذہ کے قابل ہے البتہ اگر یاد کرنے کی ساری تدبیریں کر لی ہوں اور پھر بھول ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے وہ اسباب بنا اختیار کیے جو وہ کر سکتا تھا۔

[3] چوں تہاون۔ جب یاد رکھنے کے ذرائع اور اسباب کو ترک کرتا ہے اور اس سے بھول سرزد ہوتی ہے تو مؤاخذہ ہوتا ہے۔ ہمچو۔ جو شخص بھول کے اسباب اختیار کرے اور پھر بھول کو عذر بنائے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو شراب میں مست ہو کر جرم کرے اور پھر کہے کہ میں بیخود تھا لہٰذا معذور ہوں حاکم اس سے یہی کہے گا بدبخت بیخودی کا سبب تو نے اختیار کیا تھا تو نے خود اپنا اختیار ختم کیا تھا لہٰذا تو معذور نہیں ہے۔

گویدش لیکن سبب اے زشت کار
اس کو (حاکم) کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب
از تو بُد در رفتنِ آں اختیار
تیری جانب سے تھا اس اختیار کے چلے جانے میں

بیخودی نامد بخودتش خواندی
بے خودی خود نہیں آئی تو نے خود اس کو بلایا
اختیارت خود نشدتش راندی
تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تو نے اس کو بھگایا

گر[1] رسیدے مستیِ بے جہدِ تو
اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی
حفظ کردے ساقیِ جاں عہدِ تو
تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا

پُشت دارت اُو بُدے، عُذر خواہ
وہ تیرا عذر خواہ ہوتا (اور) مددگار ہوتا
من غلامِ زلّتِ مستِ اِلٰہ
میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

عفوہائے جملہ عالم ذرّہٴ
تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں
عکسِ عفوت اے ز تو ہر بہرہٴ
اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے

عفوہا گفتہ ثنایِ عفوِ تو
تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے
نیست کفوش اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا
اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اے لوگو! ڈرو

جانِ شاں بخش وز خود شاں ہم مراں
اس کی جان بخش دے اور اپنے آپ سے ان کو علیحدہ نہ کر
کامِ شیرینِ تُو انداے کامراں
اے مُراد مند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں

رحم[2] کُن بروے کہ رُوے تو بدید
اس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے
فرقتِ تلخِ تو چوں خواہد چشید
وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

از فراق و ہجر میگوئی سخن
تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے
ہرچہ خواہی کُن و لیکن ایں مکن
جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در جہاں نبُود بتر از ہجرِ یار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے
ایں سخن از عاشقِ خود گوشدار
اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ

صد ہزاراں مرگِ تلخِ شصت[3] تو
بیاسٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں
نیست مانندِ فراقِ شستِ تُو
تیرے حلقہ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں

تلخیِ ہجر از ذکور و از اناث
مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو
دور دار اے مجرماں را مستغاث
اے خطاکاروں کے فریاد رس! دور رکھ

بر اُمیدِ وصلِ تو مُردن خوش ست
تیرے وصل کی اُمید پر مرنا بھلا ہے
تلخیِ ہجرِ تو فوقِ آتش ست
تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

---

[1] گر رسیدے۔ اگر تو اپنے طور پر مست نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیری پشت پناہی کرتا اور تیرا عذر خواہ ہوتا ایسے خدائی مست کی لغزش کے تو ہم غلام ہیں۔ عفوہائی۔ ایاز نے کہا اے شاہ آپ کے عفو کے مقابلہ میں تمام جہاں کی معافیاں ذرہ ہیں اور دنیا کی سب معافیاں تیرے عفو کی ثنا گو ہیں، اے انسانو! اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اس کا ہمسر قرار دینے سے بچتے رہو۔ جانِ شاں۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا ان کی جان بخشی کر دیجئے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کیجئے آپ کے مقاصد بڑے شیریں ہیں۔

[2] رحم کن۔ جس نے ایک بار بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ جدائی کی تلخی کیسے برداشت کرے گا اس پر رحم کر دیجئے آپ ہجر و فراق کی بات کر رہے ہیں ان کے ساتھ یہ نہ کیجئے اور جو چاہے کر دیجئے عاشق کے لیے یار کی جدائی سے بدتر کوئی سزا نہیں ہے۔

[3] شصت۔ ہم نے عذر کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں اس کا املا شصت ہونا چاہیے مصرعِ اول میں تو بمعنی درجہ ہے دوسرے مصرع میں شست سے مراد زلف کا حلقہ لیا جائے۔ تلخی۔ آپ خطا کاروں کے فریاد رس ہیں کسی شخص کو بھی فراق کی سزا نہ دیں یہ ایاز کا شاہ کے لیے مقولہ ہے۔ برامید۔ وصل کی امید میں جان دے دینا فراق کی زندگی سے بہتر ہے۔

گبر[1] میگوید میانِ آں سَقَر — چہ غمم بُودے گرم کردے نظر

دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے — اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا، مجھے کیا غم ہوتا

کاں نظر شیریں کُنندہ رنجہا ست — ساحراں را خونبہائے دست و پاست

کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے — جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیر گفتنِ ساحراں فرعون را در وقتِ سیاست کہ

سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے ''کوئی نقصان نہیں بے شک ہم اپنے

لَا ضَیْرَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ

رب کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کہنے کی تفسیر

نعرۂ لَاضَیْرَ بشنید آسماں — چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں

آسمان نے ''کوئی ضرر نہیں'' کا نعرہ سنا — اس بلّے کے لیے آسمان گیند بن گیا

ضربت[2] فرعون مارا نیست ضَیر — لُطفِ حق غالب بُود بر قہرِ غیر

فرعون کی سزا ہمارے لیے نقصان نہیں ہے — دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے

گر بدانی سرِّ مارا اے مُضِل — میرہانی ماں زرنج اے کوردل

اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے — اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دے دیتا

ہیں بیا ایں سُوبہ‌بیں کایں ارغنون — میزند یا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ

خبردار! ادھر آ دیکھ یہ باجا — ''کاش میری قوم جان لیتی'' بجا رہا ہے

داد مارا فضلِ حق فرعونیے[3] — نے چنیں فرعونیے بے عونیے

اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کر دی ہے — وہ فرعونی نہیں، جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو

سر بر آور مُلک بیں زندہ و جلیل — اے شُدہ غِرّہ بمصر و رودِ نیل

سر اُٹھا، زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ — اے، مصر اور دریائے نیل پر مغرور

گر تو ترکِ ایں نجس خرقہ کُنی — نیل را در نیلِ جاں غرقہ کُنی

اگر تو اس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے — تو نیل کو، جان کے نیل میں ڈبو دے

ہیں بدار از مصر اے فرعون دست — درمیانِ مصرِ جاں صد مصر ہست

خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اُٹھا لے — جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں

---

[1] گبر۔ کافر بھی جہنم میں یہ کہے گا کہ آپ کی نظر کرم ہو تو جہنم بھی گوارا ہے۔ ساحراں۔ آپ کی نظر کرم نے فرعون کے جادوگروں کے لیے ہاتھ پاؤں کٹوا دینا آسان کر دیا اور انھوں نے آپ کی شیریں نظر کو اپنے ہاتھ پاؤں کے خون کا بدلہ سمجھا۔ تفسیر۔ جب فرعون نے ساحروں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا ہاتھ پاؤں کٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چرخ۔ اس نعرہ سے آسمان بھی رقص کرنے لگا۔

[2] ضربت۔ مار۔ گر بدانی۔ اگر تو ہمارے اس جذبہ کو سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ دیتا۔ ہیں۔ انطاکیہ والوں نے، جب حبیب نجار حضرت عیسیٰؑ کے حواری کو شہید کیا تو انھوں نے فرمایا کاش میری قوم یہ بات جان لیتی کہ میرے رب نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے معزز بنا دیا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے جسکو افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔

[3] فرعونیے۔ یعنی شہنشاہی۔ نے چنیں۔ وہ شہنشاہی فرعون کی سی شاہی نہیں ہے۔ سر بر آور۔ ان جادوگروں نے کہا تھا کہ خواب غفلت سے سر اُبھار اور ہماری پائندہ اور عظیم سلطنت کو دیکھ لے مصر اور نیل کی سلطنت پر غرور نہ کر۔ گر تو۔ اگر تو اس حقیر سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری روح میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ دریائے نیل اس میں غرق ہو جائے گا۔ ہیں بدار۔ ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اس مصر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر ہاتھ آ جائیں گے۔

تو[1] اَنَا رَبّ را ہمی گوئی بعام — غافل از ماہیتِ ایں ہر دو نام

تو عوام سے ''میں خدا ہوں'' کہتا ہے — (حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے

رب بر مربوب کے لرزاں بود — کے اَنَا داں بندِ جسم و جاں بُود

پروردگار زیرِ پرورش سے کب لرزتا ہے؟ — ''انا'' کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

نِک انا مائیم رَستہ از انا — از اَنائے پُر بلائے پُر عنا

دیکھ! ''انا'' ہم ہیں ''انا'' سے چھوٹے ہوئے — اس ''انا'' سے جو مصیبت (اور) مشقت سے پُر ہے

آں[2] انائے بر تُو اے سگ شُوم بُود — در حقِ مادولتِ محتوم بُود

اے کتے! وہ ''انا'' تیرے لیے منحوس تھی — ہمارے حق میں یقینی دولت تھی

گر نبودَت ایں انائے کینہ کش — کے زدے برما چنیں اقبال خوش

اگر یہ کینہ نکالنے والا ''انا'' تیرے اندر نہ ہوتا — تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؟

شکر آں کزدارِ فانی میرہیم — برسرِ ایں دار پندت میدہیم

اس کا شکر ہے کہ ہم دارِ فانی سے چھوٹ رہے ہیں — اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں

دارِ قتلِ ما براقِ رحلت ست — دارِ ملک تو غرور و غفلت ست

ہمارے قتل کی سولی، سفر کا براق ہے — تیرا دارالسلطنت، غرور اور غفلت ہے

ایں[3] حیاتِ خفیہ در نقشِ ممات — واں مماتِ خفیہ در قشرِ حیات

یہ خفیہ زندگی ہے، جو موت کی صورت میں ہے — وہ خفیہ موت ہے جو زندگی کے چھلکے میں ہے

می نماید نور نار و نار نُور — ورنہ دنیا کے بُدے دارُالغُرور

نور، آگ اور آگ نور، نظر آتی ہے — ورنہ دنیا دارالغرور کب ہوتی؟

ہیں مکُن تعجیل اوّل نیست شَو — چوں غروب آری برار از شرق ضو

خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن — جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا

آں اَنائے در ازل دل تنگ شُد — زیں اِنا جاں بیخود و دل دنگ شُد

وہ ''انا'' ازل میں دل تنگ ہے — اس ''انا'' سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا

آں انائے سرد گشت و تنگ شد — ایں انا خم دادہ ہمچو چنگ شد

وہ ''انا'' سرد اور تنگ ہے — یہ مست ''انا'' چنگ کی طرح ہے

---

[1] تو انا۔ فرعون قوم سے کہتا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں ساحروں نے کہا تو انا اور رب دونوں کی حقیقت سے بے بہرہ ہے انا وہ ہے جو فنا کے بعد حاصل ہو تو اس سے ناواقف ہے۔ رب۔ تو رب کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے جو اپنی رعایا کے بگڑ جانے سے خوفزدہ ہو وہ رب کیسے ہوسکتا ہے۔ انا مائیم۔ اصل انانیت تو جب حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ چکے جو مصیبت اور مشقت سے پُر ہے۔

[2] آں انا۔ تیری انانیت خودی لیے ہوئے ہے تو منحوس ہے، ہم فنا کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ہماری انانیت ایک دولت ہے۔ گر نبودت۔ تیری انانیت ہماری خوش بختی کا سبب بن گئی ہے۔ شکر۔ تیری انانیت نے ہمیں اس فانی دنیا سے نجات دے دی ہے اب ہم سولی پر چڑھ کر تجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ دار۔ یہ سولی ہمارے لیے قربِ خداوندی کا براق بن گئی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی براقِ رحلت، حیات بصورت ممات ہے۔ واں۔ تیرا دارالملک موت بصورت حیات ہے۔ دارالغرور۔ دھوکے کا گھر دنیا کو اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حقائق بالعکس نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ پہلے فنا حاصل کر پھر غروب کے بعد منور طلوع ہوگا۔ آں انائے۔ اوصافِ بشری فنا کرنے سے پہلے انا کہنا ازل سے مردود ہے۔ زیں انا۔ فنا کے بعد انا کہنا محمود ہے۔ چنگ۔ ایک باجا ہے جس کی آواز خوش کن ہے۔

زاں[1] اَنائے بے اَنا خوش گشت جاں ‌ ‌ شد جہانِ اُو از انائے ایں جہاں

اس بے "انا" کے "انا" کہنے سے جان خوش ہو گئی ‌ ‌ وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہو گئی

از انا چوں رَست اکنوں شد اَنا ‌ ‌ آفرینہا بر انائے بے عنا

جب "انا" سے چھوٹ گئی اب "انا" ہو گئی ‌ ‌ بے مشقت کی "انا" کو شاباش ہے

اُو گریزان و انائے درپیش ‌ ‌ می دود چوں دید وے را بے ویش

وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اس کے درپے ہے ‌ ‌ وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اس کو اپنے بغیر دیکھتی ہے

طالبِ اُوئی نگردو طالبت ‌ ‌ چوں بمُردی طالبت شُد مطلبت

تو اس کا طلبگار ہے، وہ تیری طلبگار نہ بنے گی ‌ ‌ جب تو مر گیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا

زندۂ[2] کے مُردہ شو شوید تُرا ‌ ‌ طالبی کے مطلبت جوید تُرا

تو زندہ ہے، مردے کو نہلانے والا تجھے کب نہلائے گا؟ ‌ ‌ تو طلبگار ہے، مطلوب تجھے کب ڈھونڈے گا؟

اندریں بحث ار خرد رہ بیں بُدے ‌ ‌ فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی ‌ ‌ (تو) فخر (الدین) رازی دین کے راز دار ہوتے

لیک چوں مَن لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدرِ بود ‌ ‌ عقل و تخیلاتِ اُو حیرت فزود

لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا" ہے ‌ ‌ ان کی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کر دیا

کے شود کشف از تفکر ایں انا ‌ ‌ ایں انا مکشوف شُد بعد الفنا

غور کرنے سے یہ "انا" کب کھلتی ہے ‌ ‌ یہ "انا" فنا کے بعد کھلی ہے

می فتد ایں عقلہا در[3] اِفتقاد ‌ ‌ در مغاکے و حلول و اتحاد

جستجو میں یہ عقلیں جا گرتی ہیں ‌ ‌ گڑھے اور حلول و اتحاد میں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب ‌ ‌ ہمچو اختر در شعاعِ آفتاب

اے ایاز! تو قُرب میں فانی بن گیا ہے ‌ ‌ جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں

بلکہ چوں نُطفہ مبدّل تو بتَن ‌ ‌ نز حلول و اتحادِ مفتتن

بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا ‌ ‌ نہ کہ حلول اور پُر فتنہ اتحاد سے

---

[1] زاں۔ جس انا میں بشری انانیت نہ ہو اس سے روح خوش ہوتی ہے اور انسان اس انا کے ذریعہ اس دنیا کی انا سے نجات پا جاتا ہے، پہلے مصرع کے شروع میں جہاں جہندہ کے معنی میں ہے دوسرا جہاں دنیا کے معنی میں ہے۔ از انا۔ جب انسان بشری انانیت سے چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی انا اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اُو گریزاں۔ فانی حقیقت کے لیے گریزاں ہے اور بقا اس کے درپے ہے اور اس مظہر میں صفات الٰہی اپنا ظہور چاہتے ہیں اور جب تک انسان اپنی انا کا طالب ہے فنائے حقیقی اس کو حاصل نہ ہوگی جب اپنی صفات بشری سے مردہ ہو جائے گا تو فنا خود اس کی طالب بن جائے گی۔

[2] زندۂ۔ جب تک انسان اپنی انا سے زندہ ہے تو اس مردے کو نہلانے والا یعنی فنا اس کے ساتھ مصروف عمل نہ ہوگی۔ اندریں۔ اس بحث میں کہ فنا اپنی انا ختم کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عقل رہنمائی نہیں کرتی ہے ورنہ امام فخر الدین رازی جو دلائل عقلی پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین کے اسرار کے سب سے بڑے عالم ہوتے۔ لیک۔ یہ مسائل ذوقی ہیں جس نے ان کا مزانہ چکھا وہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ان مسائل میں دلائل عقلیہ حیرت میں اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ ایں انا۔ حقیقی انا کا علم فنا کے بعد واضح ہوتا ہے۔

[3] در افتقاد۔ اگر محض عقل کے ذریعہ ان مسائل کو حل کیا جائے گا تو انسان حلول اور اتحاد جیسے عقیدوں میں مبتلا ہو جائے گا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجود عبد کے بغیر صفات رب کے ساتھ متصف ہوتا ہے حلول کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجود عبد کو اپنا محل بنا لیتے ہیں یا عبد اور رب میں اتحاد ہو جانے کی صورت سے ہے۔ اے ایاز۔ بقا اور فنا کی صحیح مثال اگر ہے تو یہ ہے کہ جس طرح ستارہ شعاع شمس میں گم ہو جاتا ہے اسی طرح عبد حادث، اپنے آپ کو رب قدیم میں گم کر دیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی مثال ہے یا یہ سمجھو۔ نطفہ منی جسم انسانی میں تبدیل ہو جاتا ہے، یہ تبدیلِ ذاتی کی مثال ہے۔

عفو کُن اے عفو در صندوقِ تو سابقِ لُطفی ہمہ مسبوقِ تُو

معاف کر دے، اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے! تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

مجرم داشتنِ ایاز خود را دریں شفاعت گری و عذرِ ایں جرم

اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی

خواستن[1] و دراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی

چاہنا اور اس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی

از شناخت وعظمت شاہ خیزد و اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشَاکُمْ

شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے ''اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ

زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو جاننے والے ڈرتے ہیں

من کہ باشم کہ بگویم عفو کُن — اے تو سلطان و خلاصۂ امرِ کُن

میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟ — اے وہ کہ آپ بادشاہ اور ''کُن'' کے امر کے خلاصہ ہیں

من کہ باشم کہ بُوَم من بامنت — اے گرفتہ جملہ مَنہا دامنت

میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری ہستی کے سامنے موجود رہوں؟ — اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

من کے[2] آرم رحمِ خِلم آلود را — رہ نمایم علم حِلم اندود را

میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟ — میں تو حلم سے بھرے ہوئے علم کی رہنمائی کرتا ہوں

صد ہزاراں صفع را ارزانیم — گر زبونِ صفعہا گردانیم

میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں — اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنا لیں

مَن کیم تا پیشت اعلامے کنم — یا کہ وا یادت دہم شرطِ کرم

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟ — یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

آنچہ معلوم تُو نبُود چیست آں — وآنچہ یادت نیست گو اندر جہاں

جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟ — جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟

اے[3] تو پاک از جہل وعِلمت پاک ازاں — کہ فراموشی کُند ویرانہاں

اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اُس سے پاک ہے — کہ بھول اُس کو چھپا دے

ہیچکس را تو کسے انگاشتی — ہمچو خورشیدش بنُور افراشتی

تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا — تو نے اس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا

---

[1] خواستن۔ ایاز نے اُس سفارش کے بارے میں بھی اپنے آپ کو قصوروار سمجھا اور عذرخواہی کرنے لگا اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان شاہ کی عظمت کو سمجھ چکا ہو چنانچہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور خدا سے تم سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ من کہ باشم۔ میرا تیرے سامنے سفارش کرنا اپنی ہستی کا اقرار کرنا ہے جو غیر مناسب ہے۔

[2] من۔ میرے رحم میں تو خلوص نہیں ہے میں تو صرف آپ کے علم کی رہنمائی کر رہا ہوں۔ صد ہزاراں۔ اگر تو مجھے سزا دینا پسند کرے تو میں لاکھوں طمانچوں کا مستحق ہوں، سفارش کرنا میری گستاخی ہے۔ من کیم ہیں۔ کون ہوتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں اور کرم کی شرط یاد دلاؤں جب کہ آپ کو ہر چیز معلوم ہے اور ہر بات یاد ہے۔

[3] اے تو پاک۔ آپ خود جہل سے پاک ہیں اور کوئی بھول کسی چیز کو آپ سے پوشیدہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہیچکس۔ آپ نے معافی کا اختیار مجھے دے کر مجھے کسی قابل بنا دیا اب جبکہ آپ نے مجھے کسی قابل بنا دیا ہے تو کرم کر کے میری خوشامد کو بھی سن لیجئے۔

چوں گسم کردی اگر لابہ کنم
جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا، اگر میں عاجزی کروں
مستمع شو لابہ ام را از کرم
تو کرم کر کے میری خوشامد کو سن لے

زانکہ[1] از نقشم چو بیروں بُردہٗ
اس لیے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے
آں شفاعت ہم تو خود را کردہٗ
تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے

چوں زرختِ من تہی گشت ایں وطن
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہو گیا
تَر و خشکِ خانہ نبُود آنِ من
تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے

ہم دُعا از من رواں کردی چو آب
تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کر دی
ہم ثُباتش بخش و گرداں مستجاب
تو ہی اس کو جماؤ عطا کر اور قبول فرما

ہم تو بُودی اوّل آرندہ دُعا
تو ہی ابتداءً مجھ سے دعا کرانے والا ہے
ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید بن

تازنم من لاف کاں شاہِ جہاں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اس شاہجہاں نے
بہرِ بندہ عفو کرد از مجرماں
ان خطا کاروں کو غلام کی خاطر معاف کر دیا

درد[2] بُودم سَر بسَر من خود پسند
میں متکبر سراسر درد تھا
کرد شاہم داروئ ہر دردمند
شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا

دوزخے بُودم پُر از شور و شرے
میں شور و شر سے پُر، ایک دوزخ تھا
کرد دستِ فضلِ اُویم کوثرے
اسکی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا

ہر کہ را سوزید دوزخ در قوَد
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے
من بُرویانم دگر بار از جسَد
میں اس کے جسم کو دوبارہ اُگا دیتا ہوں

کارِ کوثر چیست کہ ہر سوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا
گردد از وے نابت و اندوختہ
اس سے اُگ جانے والا اور مجتمع ہو جائے

قطرہ[3] قطرہ اُو منادیِ کرم
اس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے
کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا

ہمچو مرہم برسرِ زخمِ عفن
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم
یُنْبِتُ لَحْمًا جَدِیْدًا خَالِصًا
خالص نیا گوشت اُگا دیتا ہے

ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے
ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

---

[1] زانکہ۔ اب میں، میں نہیں ہوں لہٰذا میری یہ سفارش میری نہیں ہے آپ کی ہے۔ چوں۔ جبکہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے میری ملکیت نہیں ہے تو نے ہی مجھے سفارش کی توفیق دی ہے اب تو ہی اس کو قبول فرما لے۔ ہم تو۔ دعا کرنے والا تو ہی ہے تو تجھی سے قبول کر لینے کی امید وابستہ ہے۔ تازنم۔ جبکہ میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے تو خواہ مخواہ کا فخر ہوگا کہ بادشاہ نے میری سفارش پر خطا کاروں کو معاف کیا ہے۔

[2] درد۔ میں تو خود مرض تھا شاہ نے مجھے دوا بنا دیا۔ میں دوزخ تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے اس شاہ کے فضل نے مجھے کوثر بنا دیا جو جلے ہوؤں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ ہر کہ۔ اب چونکہ میں کوثر ہوں دوزخ نے سزا میں جن کا جسم جلا کر خاکستر کر دیا ہے اُن کو دوبارہ جسم دے دیتا ہوں۔ نابت۔ اگنے والا۔ اندوختہ۔ جمع شدہ۔

[3] قطرہ۔ کوثر کا ایک ایک قطرہ پکار کر کہتا ہے کہ میرے قریب آ جاؤ میں جلے ہوئے کو دوبارہ جسم عطا کروں گا میری مثال مرہم کی سی ہے جو سڑے ہوئے زخم پر دوبارہ عمدہ گوشت پیدا کر دیتا ہے۔ دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کیطرح اور کوثر موسم بہار کیطرح ہے دوزخ موت ہے کوثر نفخ صور ہے، جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔

ہست دوزخ ہمچو مرگ و چوں فنا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے
ہست دوزخ ہمچو مرگ و خاکِ گور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے
اے[1] ز دوزخ سوختہ اجسام تاں
اے وہ کہ تمھارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں
چوں خَلَقْتُ الْخَلْقَ کے یَربَح عَلَی
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے
لَا لِاَنْ اَرْبَحْ عَلَیْھِمْ جُودِ تُست
"نہ یہ کہ میں اُن سے نفع کماؤں" تیری عطا ہے
عفو کُن زیں ناقصانِ تن پرست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرما دے
عفوِ[2] خلقاں ہمچو جُوی و ہمچو سیل
مخلوق کی معافی نہر کی طرح اور بہاؤ کی طرح
عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا
معافیاں، ہر شب کو ان دل کے ٹکڑوں سے
بازشاں وقتِ سحر پرّاں کُنی
تو اُن کو پھر صبح کے وقت اُڑا دیتا ہے
پر زناں بارِ دگر در وقتِ شام
دوبارہ، شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے
تاکہ[3] از تن تارِ وصلت بگسلند
یہاں تک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں
پر زناں ایمن زرجع سرنگوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہو کر اڑتی ہیں
بانگ می آید تَعَالَوْا زاں کرم
اس کرم کی جانب سے "آ جاؤ" کی آواز آتی ہے

ہست کوثر نفخِ صُور از کبریا
کوثر، اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے
ہست کوثر بر مثالِ نفخِ صُور
کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے
سُوئے کوثر میکشد اکرام تاں
(اللہ کا) کرم تمھیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے
لُطف تو فرمود اے قَیُّوْمُ حَیّ
اے حیّ قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے
کہ شود زو جُملہ ناقصہا دُرست
تاکہ اس سے سب ناقص مکمل بن جائیں
عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
معافی کے سمندر کی جانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے
ہم بداں دریائے خود تازند خیل
وہ ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے
چوں کبوتر سُوئے تو آید شہا
اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں
تا بشب محبوسِ ایں ابداں کُنی
رات تک کے لیے ان جسموں میں قید کر دیتا ہے
می پرند از عشق آں ایوان و بام
عشق کی وجہ سے اس محل اور بالا خانے سے پرواز کرتی ہیں
پیشِ تو آیند کز تو مُقبلند
آپ کے پاس آجاتی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس آنیوالی ہیں
در ہوا کَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْن
ہوا میں کہ ہم اُسی کی طرف لوٹنے والی ہیں
بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اُس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

[1] اے۔ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل گئے ہیں انکو اللہ کا کرم کوثر کی جانب بلاتا ہے۔ چوں۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے مخلوق اسلیے پیدا کی ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائے نہ کہ اسلیے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں۔ کہ شود۔ یہ فرمانِ خداوندی اس لیے ہے کہ اسکی ذات سے ناقص درست ہو جائیں۔
[2] عفو خلقاں۔ مخلوق کا معاف کرنا بھی اُسی دریائے عفو کا ایک حصہ ہے۔ عفوہا۔ مخلوق کی معافیاں اپنی اصل کیطرف پرواز کرتی ہیں۔ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِهٖ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ بازشاں۔ پھر اللہ تعالیٰ انکو دن بھر کیلیے انسانی بدنوں میں محبوس کر دیتا ہے اور پھر شام کیوقت اسی محل کیطرف پرواز کر جاتی ہیں۔
[3] تاکہ۔ یہ ان کی آمد و رفت اس وقت تک ہے جب تک کہ زندگی مقدر ہے۔ پرزناں۔ ان کی پرواز فسّاق اور کفار کی پرواز کی طرح اوندھے منہ نہیں ہے۔ بانگ۔ ان کی واپسی پر اللہ کا کرم آواز دیتا ہے کہ آ جاؤ اب اس واپسی کے بعد دنیا کا درد اور رنج ختم ہو جائے گا۔

بس[1] غریبیہا کشیدید از جہاں — قدرِ من دانستہ باشید اے مہاں
تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کیے — اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے

زیرِ سایہ ایں درختم مستِ ناز — ہیں بیندازید پاہا را دراز
میرے اس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر — آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو

پایہائے پُر عناں ازراہِ دیں — برکنار و دستِ حوراں خالدیں
وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں — ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں

حُوریاں گشتہ مغمِّز مہرباں — کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں
غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں — کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

صوفیانِ صافیاں چوں نورِ خُور — مُدتے اُفتادہ بر خاک و قذَر
ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور — جو ایک مُدت تک مٹی اور پلیدی میں پڑے رہے

بے اثر پاک از قذَر باز آمدند — ہمچو نورِ خُور سُوئے قُرصِ بلند
بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں — جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب

ایں[2] گروہِ مجرماں ہم اے مجید — جملہ سَرہا شاں بدیوارے رسید
اے بزرگ! خطا کاروں کا یہ گروہ بھی — ان سب کا منہ دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

بر خطا و جُرمِ خود واقف شدند — گرچہ ماتِ کعبتینِ شہ بُدند
اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں — اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے

رُو بتُو کردند اکنوں آہ کُناں — اے کہ لُطفت مجرماں را رہ کُناں
اب آہیں بھرتے ہوئے اُنھوں نے تیری جانب رُخ کیا ہے — اے وہ کہ تیری مہربانی خطا کاروں کو راستہ دکھانیوالی ہے

راہ دِہ آلودگاں را العَجل — در فراتِ عفو و عینِ[3] مغتسل
آلودہ ہو جانے والوں کو بہت جلد راستہ عطا کر — معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا

تاکہ غُسل آرند زاں جُرمِ دراز — در صفِ پاکاں روند اندر نماز
تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کر لیں — نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

اندراں صفہا ز اندازہ بروں — غرقہ گانِ نور نَحنُ الصَّافُّوْن
اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ — ''ہم صف باندھنے والے ہیں'' کے نور میں غرق ہیں

---

[1] بس غریبیہا۔ اُن سے کرم خداوندی کہتا ہے تم نے مسافرت کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاؤ۔ پایہاَی۔ اب اُن پاؤں کو جنھوں نے اللہ کی عبادتوں میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں حوروں کے ہاتھوں اور پہلوؤں میں پھیلا دو۔ مغمِّز۔ غمزہ کرنیوالا۔ صوفیاں۔ ان لوگوں کیحالت سورج کی روشنی کی سی ہے جو مٹی اور نجاستوں پر سے بھی گذرتی ہے لیکن پاک وصاف سورج کیطرف لوٹ آتی ہے یہ صوفی بھی دنیا کی نجاستوں پر سے پاک وصاف گذر کر واپس آتے ہیں۔

[2] ایں گروہ۔ خطاوار بھی اب شرمندہ ہیں۔ سر بدیوار شدن۔ شرمندہ ہونا۔ بر خطا۔ اگر وہ قدرت سے مغلوب تھے لیکن اپنے جرم وخطا سے واقف ہیں۔ شعر (گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ۔ تو در طریق ادب کوش وگو گناہ من ست) کعبتین۔ دو نردیں ہوتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی چھ سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح پر عدد کندہ ہوتا ہے اُن سے بازی کھیلی جاتی ہے۔

[3] عین مغتسل۔ وہ چشمہ جس میں حضرت ایوبؑ کو غسل کرایا گیا تھا۔ تاکہ۔ پاک ہو کر نماز میں شریک ہو سکیں۔ اندراں۔ ان صفوں میں اندازے سے زیادہ نمازی ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۔ فرشتوں کا مقولہ ہے اور بے شک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

چوں سخن[1] در وصفِ ایں حالت رسید
جب بات اس حالت کے بیان میں پہنچی

ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید
قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

بحر را پیمودہ ہیچ اُسکرہ
کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟

شیر را برداشت ہرگز برہ
کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اُٹھایا ہے؟

گر حجابستت بروں رو ز احتجاب
اگر تیرے لیے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل

تا بہ بینی بادشاہیِ عُجاب
تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

گرچہ بشکستند جامت قومِ مست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے

آنکہ مست از تو بُوَد عذریش ہست
جو تیرا مست ہو، اس کے لیے ایک عذر ہے

مستیِ[2] ایشاں باقبال و بمال
ان کی اقبال اور مال کی مستی

نے زبادہ تست اے شیریں فعال
(کیا) اے شیریں کارناموں والے تیری شراب سے نہیں ہے؟

اے شہنشہ مستِ تخصیصِ تو اند
اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کر دینے کی وجہ سے مست ہیں

عفو کن از مستِ خود اے عفو مند
اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کر دے

لذتِ تخصیصِ تو وقتِ خطاب
خطاب کے وقت، تیرے خاص کرنے کی لذت

آں کند کہ ناید از صد خُمِ شراب
وہ کرتی ہے، جو شراب کے سیکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا

چونکہ مستم کردہ حدّم مزن
جب تو نے مجھے مست کر دیا، مجھ پر حد جاری نہ کر

شرعِ مستاں را نیارد حد زدن
شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے

چوں شوم ہُشیار آنگاہم بزن
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اس وقت مارنا

کہ[3] نخواہم گشت خود ہشیار من
کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

ہر کہ از جامِ تو خورد اے ذوالمنن
اے احسانوں والے! جس نے تیرے جام سے پی لی

تا ابد رست از ہُش و از حد زدن
وہ ہمیشہ کے لیے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے نجات پا گیا

خَالِدِيْنَ فِيْ فَنَآءِ سُكْرِهِمْ
وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں

مَنْ يُّفَانِيْ فِيْ هَوَا كُمْ لَمْ يَقُمْ
جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا

فضلِ تو گوید دلِ مارا کہ رَو
تیری مہربانی، ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا

اے شُدہ در دوغِ عشقِ ما گرو
اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہے

---

[1] سخن۔ یعنی اسرار شفاعت کا بیان۔ بحر۔ اسرار کا ایک بے پایاں سمندر ہے اور ہماری مثال اُس پر تیرنے والے سکورے کی سی ہے سکورہ سمندر کو نہیں ناپ سکتا، بکری کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے۔ گر حجابستت۔ اگر اسرار تجھے نظر نہیں آتے تو حجاب سے باہر نکلنے کی کوشش کر پھر عجیب بادشاہی دیکھے گا۔ گرچہ۔ ایاز کا مقولہ ہے کہ اگرچہ اس مست قوم نے آپ کے حکم کا جام توڑا ہے لیکن چونکہ یہ آپ کے مست ہیں لہٰذا معذور ہیں۔

[2] مستی۔ ان کی مستی اس رتبہ اور مال کی وجہ سے ہے جو آپ نے ان کو دیا ہے۔ تخصیص۔ یعنی چونکہ تو ان سے خصوصیت برتتا ہے اس لیے یہ مست ہو گئے ہیں۔ وقتِ خطاب۔ جب تو ان سے خاص طور پر خطاب کرتا ہے تو ان پر شراب کے سیکڑوں خموں کی مستی طاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ۔ شرعی حکم ہے کہ مست پر نشہ کی حالت میں شراب پینے کی حد یعنی کوڑے نہیں لگائے جاتے ہیں۔ چوں۔ جب مست کا نشہ دور ہو جاتا ہے تب اُس کے کوڑے مارے جاتے ہیں۔

[3] کہ نخواہم۔ لیکن میں ایسا مست ہوں کہ اسکی مستی تیرے جام کی مستی ہے جو قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی۔ خالدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ پھر کبھی نہیں سنبھلا۔ فضلِ تو۔ تیری مہربانی ہماری مستی کے عذر پر کہتی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جام کا مست نہیں ہے بلکہ چھاچھ پی کر مستی کا اظہار کر رہا ہے لیکن پھر بھی تیرا عذر قبول ہے۔

چوں مگس در دوغِ ما افتادهٔ — تو نۂ مست اے مگس تو[1] بادهٔ

تو مکھی کی طرح ہماری چھاچھ میں پڑا ہے — اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے

کرگساں مست از تو گردند اے مگس — چونکہ بر بحرِ عسل رانی فرس

اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے — جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا دوڑائے گی

کوہہا چوں ذرّہا سرمستِ تُو — نقطہ و پرکار و خط در دستِ تُو

ذروں کی طرح پہاڑ، تیرے مست ہیں — نقطہ اور پرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں

فتنہ کہ لرزند زو لرزانِ تُست — ہر گراں قیمت گہر ارزانِ تُست

وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزتا ہے — ہر گراں قیمت موتی، تیرے لیے سستا ہے

گر[2] خدادادے مرا پانصد دہاں — گفتمے شرحِ تو اے جانِ جہاں

اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا — تو اے جانِ جہاں! میں تیری شرح کرتا

یک زباں دارم من آنہم منکسر — در خجالت از تو اے دانائے سِرّ

میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی — اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں

منکسر تر خود نباشم از عدم — کز دہانش آمدستند ایں اُمم

میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں — جس کے منہ سے یہ امتیں آئی ہیں

صد ہزار آثارِ غیبی منتظر — کز عدم بیروں جہند بالُطف و بر

لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں — کہ پاکیزگی اور بھلائی کے ساتھ عدم سے باہر نکل آئیں

از[3] تقاضائے تو میگردد سَرم — اے بمُردہ من بہ پیشِ آں کرم

تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے — اے وہ کہ میں اُس کرم کے سامنے جان دے چکا ہوں

رغبتِ ما از تقاضائے تواست — جذبۂ حق ست ہر جا رہروست

ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے — جہاں کہیں رہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے

خاک بے بادے ببالا کے جہد — کشتیِ بے بحر پا در رہ نہد

غبار، بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟ — بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟

پیشِ آبِ زندگانی کس نمُرد — پیشِ آبت آبِ حیوانست دُرد

آبِ حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا — تیرے پانی کے سامنے آبِ حیات تلچھٹ ہے

---

[1] تو بادهٔ۔ اس کا تعلق آیندہ شعر سے ہے یعنی باایں ہمہ تو ایسی شراب ہے کہ کرگس یعنی اہلِ دل تجھ سے مستی حاصل کرتے ہیں۔ بحرِ عسل۔ یعنی اسرارِ حقیقت۔ کوہہا۔ اب تیری مستی کا یہ حال ہے کہ جملہ کائنات تیرے تصرف میں ہے۔ فتنہ۔ دنیا کے مصائب تجھ سے لرزہ براندام ہیں اور دنیا کی ہر قیمتی چیز تیرے لیے بے قیمت ہے۔

[2] گر خدا۔ یہ بھی ایاز کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے مراد سلطان ہے یا یہ مولانا کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے سلطانِ حقیقی مراد ہے۔ یک۔ ایک زبان ہے اور وہ بھی شرمندگی سے شکستہ ہے تو میں کیسے تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ از عدم۔ لیکن باایں ہمہ کچھ نہ کچھ مجھے تعریف کرنی ہے اس لیے کہ میں عدم سے تو گیا گذرا نہیں ہوں اس سے بھی غیبی آثار ظاہر ہو رہے ہیں جو تجھ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

[3] از تقاضائے۔ تیری ہی ذات کا تقاضا ہے کہ میں اس کے اوصاف بیان کروں، اس کرم پر میں قربان ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی طرف ہماری رغبت تیرے تقاضے اور جذبے کی وجہ سے ہے۔ خاک۔ غبار ہوا کے سہارے اُڑتا ہے، کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح ہمارا ہر کام جذبہ سے ہے۔ پیش۔ آبِ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے آبِ رحمت کے مقابلہ میں وہ مکدر پانی ہے۔

آبِ[1] حیواں قبلۂ جاں دوستاں
آبِ حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے
زاب باشد سبز و خنداں بُوستاں
پانی سے باغ سبز و خنداں ہوتا ہے

مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند
موت کو پی جانے والے، اُس کے عشق سے زندہ ہوتے ہیں
دل ز جان و آبِ جاں برکندہ اند
جان اور آبِ حیات سے دل برداشتہ ہیں

آبِ عشقِ تو چو مارا دست داد
جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آ گیا
آبِ حیواں شد بہ پیشِ ما کساد
ہمارے سامنے آبِ حیات بیکار ہو گیا

زابِ حیواں ہست ہر جاں رانوی
آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی ہے
لیک آبِ آبِ حیوانی توئی
لیکن آبِ حیات کی زندگی تو ہے

ہردمے مرگے و حشرے دادیم
تو نے مجھے ہر لحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے
تا بدیدم دستبردِ آن کرم
یہاں تک کہ میں نے اس کرم کا غلبہ دیکھ لیا ہے

ہمچو[2] خفتن گشت ایں مُردن مرا
یہ مرنا، میرے لیے سونے کی طرح بن گیا ہے
ز اعتمادِ بعث کردن اے خدا
اے خدا! حشر کے بھروسہ پر

ہفت دریا ہر دم ار کردد سَراب
ساتوں سمندر، اگر ہر وقت ریت بنیں
گوش گیری آوریش اے آبِ آب
تو ان کا کان پکڑ کر لے آئے گا اے پانی کی جان!

عقل لرزاں از اجل واں عشق شوخ
عقل، موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیباک ہے
سنگ کے ترسد ز باراں چوں کلوخ
پتھر، ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

از[3] صحافِ مثنوی ایں پنجم ست
مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے
در بروجِ چرخِ جاں چوں انجم ست
جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے

رہ نیابد از ستارہ ہر حواس
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پا سکتا ہے
جز کہ کشتیبانِ استارہ شناس
ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا

جز نظارہ نیست قسمِ دیگراں
دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے
از سعودش غافل اند و از قِراں
وہ اس کی نیک بختی، اور میل سے غافل ہیں

آشنائی گیر شبہا تا بروز
راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ
با چنیں استارہائے دیو سُوز
اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں ہے

---

[1] آبِ حیوان۔ آبِ حیات کا تلچھٹ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس کو وہ پسند کرتے ہیں، جو اپنی جان کو بچانا چاہتے ہیں۔ مرگ۔ لیکن جو لوگ فنا کو پسند کرتے ہیں وہ تیرے آبِ عشق سے زندہ ہیں ان کے لیے آبِ حیات ہیچ ہے۔ زآبِ حیواں۔ آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے لیکن اس آبِ حیات کی زندگی تو ہے۔ ہردمے۔ شعر۔ (کشتگانِ خنجرِ تسلیم را۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست)

[2] ہمچو خفتن۔ چونکہ مجھے موت کے بعد کی زندگی کا یقین ہے لہٰذا میرے لیے موت کی حقیقت نیند سے زیادہ نہیں ہے۔ ہفت۔ تیرے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر ساتوں سمندر خشک ہو کر ریت بن جائیں تو ان کا کان پکڑ کر کہہ دے گا پانی بن جاؤ تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل موت سے ڈرتی ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لاپرواہ ہے کچا ڈھیلا بارش سے ڈرتا ہے پتھر کبھی نہیں ڈرتا۔

[3] صحاف۔ صحفہ کی جمع ہے بمعنی پیالہ بعض نسخوں میں صحائف ہے جو صحیفہ بمعنی کتاب کی جمع ہے مراد مثنوی کے دفاتر ہیں۔ رہ نیابد۔ جس طرح ستاروں سے ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح مثنوی سے ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا۔ سعودش۔ یعنی ستاروں کے نیک اثرات۔ اقتراں۔ دو ستاروں کا باہم ملنا۔ آشنائی۔ مثنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کر لو گے۔

ہر یکے[1] در دفعِ دیوِ بدگماں — ہست نِفط اندازِ قلعہء آسماں
بدگمان، شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک — آسمان کے قلعہ سے، نفط پھینکنے والا ہے

اختر ار با دیو ہچوں عقرب ست — مشتری را او وَلِیُّ الْاَقْرَبْ ست
ستارہ اگرچہ شیطان کے لیے بچھو کی طرح ہے — خریدار کے لیے وہ قریبی دوست ہے

قوس اگر از تیر دوزد دیو را — دلو پُر آب ست زرع و میوہ را
کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے — ڈول، کھیتی اور میوے کے لیے پانی سے لبریز ہے

حوت اگرچہ کشتیِ غی بشکَنَد — دوست را چوں ثور کِشتے میکند
مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے — دوست کے لیے بیل کی طرح کھیتی بوتا ہے

شمس اگر شب را بدرّد چوں اَسَد — لعل رازو خلعتِ اَطلس رَسَد
سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے — لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے

صورتِ خرچنگ اگرچہ کجروست — ہیئتِ میزاں ازو بیروں شوست
کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے — ترازو کی ہیئت اس سے الگ ہے

پیشہء مریخ[2] اگر خونریزی ست — اُو زبونِ شمسیِ تبریزی ست
مریخ کا پیشہ اگر خونریزی ہے — وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے

گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل — دِقتِ فکر آید ازوے در عمل
زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے — عمل میں اُس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے

ماہم از مہر ار دو کف برہم زند — زُہرہ نبود زُہرہ را تا دم زَنَد
میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے — زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے

بل عطارد[3] خانہء خود گم کند — وز جنوں اُو جوزِ جوزا بشکند
بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے — اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے

مُشتری را دست لرزد دل طپد — برسرِ آب اُوفتد مہ چوں سبد
مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے، دل تڑپتا ہے — چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے

[1] ہر یکے۔ ستارے شیطان کو جلا دیتے ہیں۔ نفط۔ ایک آتشگیر مادہ ہے۔ اختر۔ مولانا نے مثنوی کے دفاتر کو بمنزلہ ستاروں کے قرار دیا ہے اور جان کے لیے وہ برج ثابت کئے ہیں جو آسمان میں برج ہیں لہٰذا ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے لفظی معنی بھی مراد لئے جا سکیں اور وہ ستاروں اور برجوں کے نام بھی ہیں جو شیطان کے لیے بچھو کا کام کرتے ہیں اور ستارہ شناس اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہی حال مثنوی کا ہے۔ عقرب۔ بچھو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ مشتری۔ خریدار، ایک ستارہ کا نام بھی ہے۔ قوس۔ کمان، ایک برج کا نام بھی ہے۔ دلو۔ ڈول، ایک برج کا نام بھی ہے۔ حوت۔ مچھلی، ایک برج کا نام بھی ہے۔ ثور۔ بیل، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اسد۔ شیر، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اطلس۔ غیر منقش ریشمیں کپڑا، نویں آسمان پر بھی اطلاق کرتے ہیں۔ خرچنگ۔ کیکڑا، برج سرطان کو بھی کہتے ہیں۔ میزان۔ ترازو، ایک برج کا نام بھی ہے۔

[2] مریخ۔ مشہور ستارہ ہے اس کو آسمان کا جلاد بھی کہا جاتا ہے، مولانا نے منکرِ اسرار مراد لیا ہے۔ شمس تبریزی۔ سورج کو تبریزی اس لیے کہا ہے کہ تبریز آذربائیجان کا ایک شہر ہے جو جانب مشرق واقع ہے اور اس سے شمس تبریزی بھی مراد ہیں جو مولانا کے پیر ہیں۔ زحل۔ مشہور ستارہ ہے جس شخص کا ستارہ زحل ہوتا ہے اس میں قوت فکریہ بہت ہوتی ہے۔ ماہم۔ یعنی اگر میری مثنوی سرور بخشی کرے تو زہرہ جو رقاصہ فلک ہے وہ دم بخود رہ جائے۔

[3] عطارد۔ ستارہ جس کو دبیر فلک بھی کہا جاتا ہے۔ جوزا۔ ایک برج کا نام ہے۔ مشتری۔ ستارے کا نام ہے۔

نسرِ[1] طائر را بریزد پر ز شرم
نسرِ طائر کے شرم سے پر جھڑتے ہیں
وز طمع تنّیں شود چوں موم نرم
اژدہا، لالچ سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے

دختران[2] نعش آبستن شوند
بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہے
مجتمع گردند و دستک زن شوند
اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں

در گذر زیں رمزہا بے گاہ شُد
ان اشاروں سے درگذر کر، بے وقت ہو گیا
کہکشاں از سُنبلہ پُرکاہ شُد
کہکشاں سنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی

آفتاب[3] از کوہ سرزد اِتّقُوا!
سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا، بچو
لیک تلخ آمد تُرا ایں گفتگو
لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی

تو عدوی وز عدو شہد و لبَن
تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ
بے تکلّف زہر گردد دَر بَدَن
بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے

ہر وجودے کز عدم بنمود سَر
جس وجود نے عدم سے سر اُبھارا
بریکے زہر ست و بردیگر شکر
ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے

دوست شو وز خوی ناخوش شوبری
دوست بن جا، اور بری عادت سے خالی ہو جا
تاز خُمرہ زہر ہم شکّر خوری
تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھائے

زاں نشُد فاروق را زہرے گزند
اسی لیے (عمر) فاروقؓ کے لیے زہر مضر نہ ہوا
کہ بُد آں تریاقِ فاروقیش قند
کیونکہ ان کا فاروقی تریاق شکر تھا

ہیں بجو تریاقِ فاروق اے غلام
اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کر لے
تاشوی فاروقِ دوراں والسلام
تاکہ تو فاروقِ دوراں بن جائے، والسلام

---

[1] نسرِ طائر۔ اڑنے والا گدھ ستاروں کا ایک مجموعہ ہے جو اڑنے والے گدھ کی طرح نظر آتا ہے۔ تنّیں۔ اژدہا، عقدۃ الراس اور عقدۃ الذنب کا درمیانی حصہ، کہکشاں۔

[2] دخترانِ نعش۔ بنات تین ستارے ہیں اور نعش چار ستاروں کا مجموعہ ہے بنات النعش ان سات ستاروں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو چارپائی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ کہکشاں۔ ایک لمبی سفیدی ہے جو راستہ کی صورت میں نظر آتی ہے موسم برسات میں سرِ شام نظر آنے لگتی ہے اس کا ایک سرا جنوب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب ہوتا ہے۔ سنبلہ۔ گیہوں کی بال، ایک برج کا نام بھی ہے۔ پُرکاہ شُد۔ اب اس مثنوی کے رموز کے بیان کو ختم کر و بیان کے طول کی وجہ سے اس کے صاف مضامین بھی سمجھنا مشکل ہو رہے ہیں۔

[3] آفتاب۔ مثنوی کا سورج طلوع کر آیا ہے جس کی روشنی پھیل گئی ہے لیکن منکر کو یہ بھی ناگوار ہے دشمن، شہد اور دودھ کو بھی زہر سمجھتا ہے۔ ہر وجودے۔ یہ شہد اور زہر ہونا مثنوی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ خُمرہ۔ مٹکی۔ زاں نشُد۔ حضرت عمرؓ کے لیے اُن کے فاروقی تریاق کی وجہ سے مخالفین کا زہر قند بن گیا تھا اس لیے ان کے لیے وہ زہر مضر نہ رہا۔ ہیں بجو۔ وہی تریاق فاروقی اگر تو حاصل کر لے گا تو بھی اپنے زمانہ کا فاروق بن جائے گا۔

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفترِ ششم

مصنف

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

مقدمہ

آج جبکہ میں مثنوی شریف دفترِ ششم کے لیے یہ چند سطور قلم بند کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دفترِ ششم، کتابت کے آخری مراحل طے کر رہا ہے اور اب انشاءاللہ طباعت کے بعد وہ عنقریب منظرِ عام پر آ جائے گا۔ جس وقت میں نے اس کام کا آغاز کیا تھا وسائل اور ذرائع کی کمی کے باعث انجام بالکل نظروں سے اوجھل تھا، میری زبان وقلم اُس مُسبّب الاسباب، خدائے وہاب کا شکریہ ادا کرنے سے یکسر عاجز اور قاصر ہے جس نے اپنے عالمِ غیب سے ہر ہر قدم پر میری بے پایاں مدد فرمائی اور میں چند ہی سال میں اس کو پایۂ تکمیل کو پہنچا سکا۔ پہلا دفتر 9 ستمبر 1974ء میں شائع ہوا تھا اور آج جبکہ جون 1978ء ہے دفترِ ششم پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، غیب سے میرے اندر توانائی آئی اور تکمیل کے شوق نے مجھ سے دیگر مصروفیتوں کے علاوہ یومیہ پانچ چھ گھنٹے کام لے لیا، صحت نے بھی اس قدر ساتھ دیا کہ کوئی دن مجھے ایسا یاد نہیں کہ صحت کی خرابی کام میں خلل انداز ہوئی ہو اور میں سفر وحضر میں مسلسل اپنے کام کو جاری رکھ سکا، غیر متوقع مالی امداد اور دیگر ذرائع کے علاوہ میری نورِ چشم عارفہ رضیہ سلمہا (بی اے پرشین) بھی میرے اس کام میں میری قوتِ بازو ثابت ہوئی۔ مُسودے، پروف اور کاپی کی تصحیح میں اُس نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔ دعا ہے کہ خدا اُس کو دونوں جہان میں خوش وخرم رکھے اور وہ دنیوی واُخروی نعمتوں سے مالا مال ہو۔ آخر میں اگر میں اپنے کاتب منشی منظور الدین صاحب خوشنویس کا شکریہ ادا نہ کروں تو میری ناسپاسی ہوگی، انھوں نے عام کاتبوں کی روش کے خلاف نہایت پابندی اور جانفشانی سے میری تمناؤں کو پورا کیا، میں اُن کے لیے بھی دست بدعا ہوں اور اب میں اُن صاحبان سے جو میری محنت سے فائدہ اُٹھائیں ملتجی ہوں کہ وہ بارگاہِ رب العزت میں میرے لیے صمیمِ قلب سے دعا کریں کہ حضرتِ حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ میری اس کاوش کو قبولِ عام کا شرف عطا فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت کر دے اور اس کتاب میں جن روحانی مراتب کا ذکر ہے، مجھے بھی اُس کا اہل بنا دے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

خاتمہ

مولانائے رومؒ نے چھٹا دفتر ایسی حالت میں ختم کر دیا کہ قلعہ ذات الصُّوَر میں جو تین شہزادے داخل ہوئے تھے اُن میں سے دو کا ذکر مکمل ہوا اور تیسرے کا ذکر ناقص رہ گیا۔ نیز مولانا نے کاہلوں کا قصہ شروع فرمایا تھا وہ قصہ بھی ناتمام رہ گیا۔ مولاناؒ کے صاحبزادے حضرت سلطان بہاؤالدین ولدؒ نے مثنوی کا خاتمہ تحریر فرمایا ہے، اُس میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والدِ مکرم سے ان دونوں قصوں کو ناقص چھوڑ دینے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا:

هست باقی شرحِ ایں لیکن درُوں　　بستہ شُد دیگر نمی آید بُروں
اس کی شرح باقی ہے، لیکن باطن　　بستہ ہو گیا، اب باہر نہیں آتا ہے

اور فرمایا:

باقی ایں گفتہ آید بے زباں　　در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں
اسکا باقی بغیر زبان کے کیسے کہے ہوئے آجائے گا　　اُس شخص کے دل میں جو جان کا نور رکھتا ہو گا

مولانا کے اس فرمان کی بنیاد پر کچھ اہلِ دل نے اِن مضامین کی تکمیل کی ہے۔ اس سلسلہ میں دو بزرگوں کا کلام ہمارے پیشِ نظر ہے ایک مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے چھٹے دفتر کی تکمیل کے لیے خاتمہ تحریر فرمایا اور دوسرا مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے تکمیل کے لیے ساتواں دفتر تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ اپنے دور کے علماءِ فحول میں اُن کا شمار ہے اور حضرتِ حق تعالیٰ نے اُن کو شریعت و طریقت میں بہت بلند مقام عنایت فرمایا تھا۔ سنِ پیدائش 1230ھ اور سنِ وفات 1296ھ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نُزہۃ الخواطر میں اُن کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ كَانَ مُفرطَ الذَّكَاءِ سَرِيعَ الْاِدْرَاكِ قَوِيَّ الْحِفْظِ حُسْنَ الْكَلَام۔ بہت ذہین، جلد سمجھ جانے والے، قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے۔ حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''غذاءِ روح'' میں اپنے شیخ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

ہیں خلیفہ ان کے گرچہ بیشمار　　لیک ان میں سے ہیں دُو اعلیٰ وقار
ان میں سے دو شخص ہیں اہلِ ہدیٰ　　ماہِ بُرجِ معرفت شمس الضحیٰ
یعنی ہیں حافظ محمد ضامن اب　　فیض کے طالب ہیں جن کے لوگ سب
دوسرے شیخ محمد مولوی　　علم و زہد اُن کا ہے عالم پر جلی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ لکھا تو فرمایا:

اے کجا رفت آں تقی و آں نقی　　مولوی شیخ محمد تھانوی
بُود دریائے بعلمِ ظاہری　　بحرِ مواجے بعلمِ باطنی
در کلامش آنچناں تاثیر بُود　　مردماں را ہوش و صبرے می ربود
قطبِ کامل بُود مقبولِ خدا　　یا الٰہی پوش در رحمت وُرا

مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کا پورا ایک دفتر ہفتم تحریر فرمایا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اُس کو بھی ہم شریکِ اشاعت کریں لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر سرِ دست ایسا نہیں ہو سکتا، خدا کی توفیق شاملِ حال ہوئی تو انشاء اللہ اُس کو کسی اور موقع پر مستقل شائع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ سرِ دست تبرّکاً اُس کے کچھ ابتدائی اور آخری اشعار ذکر کیے جاتے ہیں، ابتدا اس طور پر فرمائی ہے:

اے محمد دیر شُد جذبِ حُسام　　ہمچو صمصامِ تو ہست اندر نیام
خوش بیا و از میانش کش چو نور　　تا شود تاریکیِ احوال دُور
یا الٰہی بخش الٰہی بخش را　　کز جلالش بود ذکرے در وَرا
دفترِ سادس مکمل کرد و رفت　　عُقدۂ کاں بُود ہم حل کرد و رفت

آخری چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:

محوِ گرداں در جمالِ باکمال　　چشم بے چشمک نما اے ذوالجلال
دلدہی فرما و تسکینم بہ بخش　　دیں پناہم حاصلِ دینم بہ بخش
آخرش تا چند ایں ہجران و فصل　　بادۂ بحرِ محمدؐ دہ ز وصل

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے مثنوی کا ایک دفتر ہفتم مکہ معظمہ میں بھی دیکھا اور ہندوستان میں بھی، جس کو مولانا رومؒ کی طرف منسوب کیا۔ مولانا نے اس دفتر کے آغاز کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

اے ضیاء الحق حسام الدیں سعید　　دولتت پاینده نفرت بر مزید
چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر　　برفرازِ چرخِ ہفتم کن مقر

اور آخری شعر یہ نقل کیا ہے:

حسبی اللہ ما عنانِ اختیار　　با تو دادیم اے قدیم کردگار

اور پھر مثنوی کے انداز میں ہی اپنی رائے تحریر فرمائی ہے۔

مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ پیدائش 1162ھ، تاریخ وفات 1245ھ، آپ ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا اسم گرامی الشیخ الطیب شیخ الاسلام ہے اور سلسلۂ نسب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کی اور چودہ سال کی عمر میں تمام علومِ نقلیہ اور عقلیہ سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو سعادتِ ازلی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا اُن کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا اور ان کے فیض سے آپ باطنی علوم میں بھی، اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے اور شاہ صاحبؒ کی نگرانی میں آپ نے درس دینا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب اپنے شاگردوں میں سے آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ اس حقیقت کا اُس سند سے اظہار ہوتا ہے جو شاہ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی تھی، نواب ضابطہ خاں نے آپ کے علم و فضل کی بدولت آپ کو حضرت شاہ صاحب سے اپنے لیے مانگ لیا اور مفتی صاحب کچھ عرصہ ان سے متعلق رہے۔ لیکن نواب صاحب کے وصال کے بعد آپ نے دہلی کو خیر باد کہہ دیا اور آپ بھوپال تشریف لے گئے وہاں عہدۂ افتاء پر فائز رہے۔ پھر بھوپال کا قیام ترک کر کے اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے آئے اور تادمِ واپسیں کاندھلہ ہی میں رونق افروز رہے۔ حواشی اور تعلیقات کے علاوہ آپ کی تصانیف 34 گنائی جاتی ہیں لیکن ہمارے ہاتھوں میں اُن میں سے چند ہی ہیں۔ منجملہ ان کے خاتمہ مثنوی کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ مثنوی شریف کے چند اڈیشن ایسے ہیں جن میں آپ کے تحریر فرمودہ خاتمہ کو جز بنایا گیا ہے ہم نے بھی ضروری سمجھا کہ اس اڈیشن میں اس کو شامل کریں۔

دفترِ ششم سے متعلق اصطلاحات

ہمت

مولانا بحر العلومؒ نے فرمایا ہے کہ ہمت صوفیا کی اصطلاح میں مکمل توجہ یا جمعیت کو کہتے ہیں اور ایسی جمعیت کہ اُس چیز کے سوا کسی اور چیز کی طرف بالکل توجہ نہ رہے عارف اسی ہمت سے تصرُّفات کرتا ہے اور اسی سے خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن یہ ہمت کاملین کے شایانِ شان نہیں ہے، بلکہ اُن کی ہمت میں تصرُّف کی یہ تاثیر ہی نہیں ہوتی۔ اُن کی ہمت صرف علوم و معارف کی طلب میں کام کرتی ہے۔

توحید فی الذات

یہ ہے کہ سالک کی نظر میں ذاتِ خدا کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے۔اس کو اصطلاح میں معائنہ بھی کہتے ہیں۔

توحید فی الصفات

یہ ہے کہ سالک کی نظر میں صرف صفاتِ خداوندی رہ جائیں اور غیر اللہ کی صفات نہ رہیں، اس کو اصطلاح میں مشاہدہ بھی کہا جاتا ہے۔

توحید فی الافعال

یہ ہے کہ سالک کے اپنے افعال والتفات سے غائب ہو جائیں اور صرف افعالِ حق پر نظر رہ جائے۔

مراقبۂ موت

یہ ہے کہ سالک کسی وقت قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ خیال جمائے کہ اس وقت سب انسان عالمِ نزع میں ہیں اور ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور جو باتیں کوئی ایک دوسرے سے کر رہا ہے وہ گویا مرنے کے وقت کی وصیتیں ہیں۔ مولانا نے اس مراقبہ کا ذکر حسبِ ذیل اشعار میں کیا ہے:

در ہمہ عالم اگر مردو زنند دمبدم در نزع و اندر مُردن اند

ایں سخن شاں را وصیتہا شمر کہ پدر گوید دراں دم باپسر

اس مراقبہ سے سالک کے دل میں عبرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض اور شک اور کینہ زائل ہوتا ہے۔

عروج ونزول

عروج سالک کی وہ حالت ہے جس میں اس کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔مخلوق کی طرف بالکل التفات نہیں ہوتا۔اس کے مقابل نزول ہے۔اس حالت میں مخلوق کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے اور یہ توجہ مخلوق کا خالق سے تعلق استوار کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

عملِ خطائین

یہ مجہول عدد کو معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔مثلاً اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ وہ کونسا عدد ہے جس کا دو تہائی

اور ایک اگر اُس پر بڑھا دیں تو مجموعہ دس عدد ہو جائے۔ ہم اس عدد کو معلوم کرنے کے لیے کوئی ایک عدد فرض کریں گے۔ مثلاً ہم نے نو کا عدد فرض کیا۔ ہم اس کو مفروضِ اوّل کہیں گے۔ ہم نے اس پر اس کا دو ثلث یعنی چھ اور ایک کا اضافہ کیا تو مجموعہ سولہ ہو گیا۔ یہ مقصود عدد کے مطابق نہ نکلا تو ہم مقصود عدد یعنی دس اور اس عدد میں جو فرق ہے اس کو نکالیں گے وہ چھ کا عدد ہے ہم اس کو خطاءِ اوّل کہیں گے پھر صحیح جواب معلوم کرنے کے لیے ایک اور عدد فرض کریں گے یعنی اس کا دو ثلث چار اور ایک کا اضافہ کریں گے تو مجموعہ گیارہ ہو جائے گا۔ اب بھی عددِ مقصود حاصل نہ ہوا، عددِ مقصود اور اس مجموعہ میں ایک کا فرق ہوا۔ یہ ایک کا عدد خطاءِ ثانی کہلائے گا۔ پھر مفروضِ اوّل یعنی نو کو خطاءِ ثانی یعنی ایک میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب نو ہو گا اس کو محفوظِ اوّل کہیں گے اور مفروضِ ثانی یعنی چھ کو خطاءِ اول یعنی چھ میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب چھتیس ہو گا اس کو محفوظِ ثانی کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ خطاءِ اوّل یعنی چھ اور خطاءِ ثانی یعنی ایک، عددِ مقصود یعنی دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے اور ایک کم۔ اگر دونوں زاید ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسا کہ یہاں ہے تب دیکھو خطاءِ اوّل اور خطاءِ ثانی میں کیا فرق ہے۔ مثلاً یہاں چھ اور ایک میں پانچ کا فرق ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظِ اوّل اور محفوظِ ثانی میں کیا فرق ہے تو یہاں نو اور چھتیس میں ستائیس کا فرق ہے تو اس فرق کو جو دونوں محفوظوں میں ہے یعنی ستائیس کو اُس فرق پر جو دونوں خطاؤں میں تھا یعنی پانچ پر تقسیم کر دو تو حاصل تقسیم عددِ مطلوب ہو گا۔ یعنی ہم نے ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم پانچ صحیح اور دو خمس بنا۔ یہی عددِ مطلوب ہے۔ چنانچہ ہم اگر اس پر دو ثلث اور ایک بڑھا دیں گے تو دس بن جائے گا۔ بڑھانے اور جمع کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عددِ صحیح کو کسر کی جنس بنا لو تو پانچ کے پچیس خمس ہوئے اس کو تجنیس کہیں گے اور دو خمس پہلے تھے اب یہ ستائیس خمس ہو گئے۔ اب اس پر اس کا دو تہائی یعنی اٹھارہ خمس بڑھا دو مجموعہ پینتالیس خمس ہو گئے، اب اس کو عدد صحیح بنائیں گے یعنی اس پینتالیس کو پانچ پر تقسیم کر دیں گے تو عدد صحیح نو بن جائے گا اس کو رفع کہیں گے۔ اس پر ایک کا اضافہ کر دیں گے تو مجموعہ دس بن جائے گا۔ یہ طریقہ تو جب اختیار کیا جاتا ہے جبکہ دونوں خطائیں مطلوب سے زائد یا ناقص ہوں لیکن اگر ایک زائد اور ایک ناقص ہو تو پھر مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائین پر تقسیم کیا جائے گا اور حاصلِ تقسیم عدد مطلوب ہو گا۔

جبر و قدر

جُز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ در کفِ شیرِ نرِ خونخوارۂ

کے ماتحت مفتاح العلوم شرح مثنوی میں مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر مسئلہ جبر و قدر پر نقل کی ہے جو بے حد مفید ہے، اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا نانوتویؒ نے فرمایا:

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اختیار مستعار ملا ہے اور بندہ کے اس اختیار کو خدا کے اختیار سے وہی نسبت ہے جو قلم کو کاتب کے ساتھ ہے اگر یہ نسبت نہ مانی جائے تو بندہ کے اختیار کو منجانب اللہ کہنا غلط ہوگا اور ارادہ انسانی خدا کا مخلوق نہ ہوگا۔ انسان کا ارادہ خدا کے ارادہ کا پرتو اور عکس ہے اور انسانی ارادہ کی حرکت، خداوندی ارادہ کی حرکت کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے فرمایا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔

عبادتِ تسخیری وتشریعی

جملہ کائنات اور مخلوقات خدا کی عبادت گذار ہے، کچھ مخلوق کی عبادت تسخیری ہے اور وہ اپنی عبادت میں نہ مختار ہے، نہ اس کو اپنی عبادت گذاری کا احساس وشعور ہے۔ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ ۔ ''بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کے لیے ہے ہر چیز اس کی عبادت گذار ہے''۔ اس آیت میں اسی تسخیری عبادت کا ذکر ہے، عبادتِ تشریعی بالاختیار ہوتی ہے اور اس عبادت میں عبادت گذاروں کے مختلف مراتب ہیں، بعض وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے واسطے سے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ صفات کے واسطہ سے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ پہلا درجہ عوام عبادت گذاروں کا ہے دوسرا درجہ خواص کا ہے اور تیسرا درجہ اخص الخواص کا ہے۔ افعال وصفات توجہ ذات اور ادراک کا ذریعہ ہیں لیکن اخص الخواص کا ان کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ نے عبادت کے ان مراتب کا مختلف اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

عالمِ خلق وامر

صوفیاء کے نزدیک آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوق عالمِ خلق ہے اور اس سے اوپر کا عالم جس میں عالمِ ارواح بھی ہے عالمِ امر ہے۔

قُلّہ

پانی کا مٹکا جس میں تین سو سیر پانی آ جائے۔ اگر اس طرح کے دو مٹکوں کی بقدر پانی ہو تو امام شافعیؒ کے نزدیک اُس میں نجاست گر جانے سے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

بیت المعمور

یہ ساتویں آسمان پر کعبہ کے بالمقابل کعبہ جیسی ایک چیز ہے، جس طرح انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں

فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیت المعمور کو ساتویں آسمان پر دیکھا اور فرمایا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنھیں پھر دوبارہ داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی وہ مٹی جس سے آنحضورؐ کا جسمِ اطہر متصل ہے، عرش سے بھی افضل ہے۔

ابو القاسم عبدالکریم بنی ہوازن القشیری

376ھ میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں 465ھ میں وفات پائی۔ اُن کی کتاب ''رسالہ قشیریہ'' تصوف کی مشہور کتاب اور تصوُّف کی کتابوں کا اہم ماخذ ہے۔

ابو طالب مکی

مشہور بزرگ ہیں ان کی کتاب قوت القلوب تصوُّف کی بلند مرتبہ کتاب ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں اس کے اقتباسات درج کیے ہیں۔

اصحابِ ایکہ

قرآن پاک میں ہے۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ ''انھوں نے اُس کی تکذیب کی تو اُن کے سائبان کے دن کے عذاب نے آ پکڑا۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب ہے''۔ ''ایکہ'' والوں نے حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی تو ایک روز سخت گرمی پڑنے لگی جس سے وہ گھبرا کر اپنے تہہ خانوں میں گھس گئے، تہہ خانے خود تنور کا کام دے رہے تھے، وہ وہاں سے نکلے تو اُن پر ایک بادل آ گیا جس کو وہ سمجھے کہ اُس کے سائے میں آرام حاصل کر سکیں گے لیکن اس بادل سے آگ برسنے لگی جس سے وہ جل کر راکھ ہو گئے۔

زرتُشت

یہ لقب ہے، اصل نام ابراہیم ہے۔ یہ منوچہر کی نسل سے تھے اور فیثا غورث حکیم کے شاگرد تھے۔ گشتاشپ

شاہِ ایران کے دور میں اُنھوں نے نبوت کا اعلان کیا اور آتش پرستی کا مذہب ایجاد کیا۔ مجوس ان کو پیغمبر جانتے ہیں اور اُن کی کتاب ژند کو الہامی کتاب قرار دیتے ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے بھی اُن کو نبی اور حکیم قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی مجوس کو اہلِ کتاب قرار دیا ہے۔

امرؤ القیس

یہ عرب کا مشہور شاعر ہے اور مشہور معلقہ

قِفَانَبْکِ مِن ذِکْرَی حَبِیْبٍ وَّمنزِلِ بِسِقطِ اللِّوٰی بَینَ الدُّخُولِ فَحَومَلِ

اسی امرؤ القیس کا ہے۔ یہ جاہلیت کے دور کا شاعر ہے اور یہ جس طرح اپنی فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل ہے اسی طرح اپنے فسق و فجور میں بھی ضرب المثل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے۔ یُقَدِّمُ الشُّعَرَآءَ اِلَی النَّارِ۔ لیکن مولانا رومؒ امرؤ القیس کو ایک تارک الدنیا اور باخدا انسان ظاہر کررہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مشہور امرؤ القیس کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہو اور ان میں قِفَا نَبْکِ الخ الحاقی عبارت ہو۔

کیخسرو

ایران کا عظیم شہنشاہ گذرا ہے۔ اس کا باپ سیاوُش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہو کر کیکاؤس کے حریف افراسیاب، شاہِ توران کے یہاں چلا گیا تھا۔ افراسیاب نے ابتداءً اُس کی بہت خاطر تواضع کی اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی اُس سے کر دیا لیکن کچھ دن بعد سیاوُش سازشوں کا شکار ہو گیا اور افراسیاب نے اُس کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا۔ سیاوُش کی بیوی حاملہ ہو چکی تھی۔ کچھ دن بعد اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو افراسیاب کے خوف سے چھپا دیا گیا اور اس کی پرورش دیہات میں ہوئی۔ یہی لڑکا کیخسرو ہے۔ کیخسرو جب بڑا ہو گیا اور اُس کو اپنے احوال کا علم ہوا تو وہ اپنے دادا کیکاؤس کے پاس ایران چلا گیا اور کیکاؤس کے مرجانے کے بعد ایران کا بادشاہ قرار دیا گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اُس نے اپنے باپ کے انتقام میں افراسیاب پر حملہ کیا اور باپ کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا اور پھر اپنی آخری عمر میں یہ تارک الدنیا ہو گیا اور اپنے بیٹے لہراسپ کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہو کر ایسا غائب ہوا کہ کسی کو پتا نہ چلا کہ کہاں گیا۔ الوداع کے وقت اس نے دنیا کی ناپائیداری پر اس قدر عبرت انگیز تقریر کی کہ آج بھی سننے والوں کے لیے موجب عبرت ہے۔ فردوسی نے شاہنامہ میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صفورا

یہ حضرت شعیبؑ کی بیٹی ہیں جن کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعمِیْ وَیُصِمُّ

''تیری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے''۔ اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے اس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن دوسرے بعض ائمہ اس کو حَسَن کے درجہ میں رکھتے ہیں اور حضرت ابوداؤدؒ کے سکوت سے اس کے حَسَن ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

مُوتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

''مر جاؤ اس سے پہلے کہ تم مرو'' اکثر صوفیاء اس مقولہ کو حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان کو زندگی میں فنا کا مرتبہ حاصل کر لینا چاہیے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کو حدیث قرار نہیں دیا۔

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ

''عالم کا سونا عبادت ہے''۔ ملا علی قادریؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں ہے، ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ علم کی تھوڑی دیر کی مشغولیت ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اِنَّ السَّیْفَ مَحَّآءٌ لِلْخَطَایَا

''تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے'' یہ روایت مجاہد کی فضیلتوں کے سلسلہ کی ہے۔ مولانا نے ''خطایا'' کی بجائے قافیہ کی رعایت سے ''الذنوب'' ذکر کیا ہے۔

مَا وَسِعَنِیْ اَرضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنَّ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنُ

''مجھے اپنے اندر نہ میری زمین نے سمایا نہ میرے آسمان نے، ہاں میرے بندے مومن کے دل نے مجھے سمایا''۔ یہ قدسی حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور مولانائے رومؒ نے مثنوی میں کئی جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس

میں حسبِ ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ ”بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا انھوں نے اس سے انکار کیا کہ وہ اس کو اُٹھائیں اور اس سے ڈرے اور اُس کو انسان نے اُٹھالیا“۔ صوفیاء کے نزدیک مردِ کامل حضرتِ حق تعالیٰ کا ”مظہرِ اتم“ ہے۔ اس لیے صوفیاء انسان کو عالمِ اکبر قرار دیتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور عینیت

ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حقیقۃً تمام کمالات حضرتِ حق تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور مخلوق کے کمالات عارضی اور اللہ تعالیٰ کی عطا و حفاظت کے سبب اُس میں موجود ہیں۔ ایسے وجود کو اصطلاح میں ظلّی وجود کہا جاتا ہے۔ ظِلّ کے معنی اگرچہ سایہ کے ہیں، لیکن یہاں سایہ سے مراد حفاظت اور پناہ ہے۔ جس طرح بولا جاتا ہے کہ ہم آپ کے زیرِ سایہ ہیں۔ یعنی ہم آپ کی حمایت اور حفاظت میں ہیں۔ اور ہمارا امن و عافیت آپ کی توجہ کی بدولت ہے۔ اسی طرح چونکہ ہمارا وجود عنایتِ خداوندی کی بدولت ہے اس لیے ہمارا وجود ظلّی ہے۔ یہ بات یقیناً ثابت ہے کہ ممکنات کا وجود اصلی اور حقیقی نہیں ہے۔ عارضی اور ظلّی ہے۔ اب اگر وجودِ ظلّی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجودِ حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد سمجھا جائے گا یہ ”وحدۃ الوجود“ ہے اور اگر ظلّی وجود کا بھی اعتبار کریں کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو نہیں ہے تو یہ ”وحدۃ الشہود“ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چاند کا نور، سورج کے نور سے حاصل شدہ ہے۔ اب اگر اس کے نور کا اعتبار نہ کریں تو صرف سورج کو منور اور چاند کو تاریک کہا جائے گا۔ یہ مثال ”وحدۃ الوجود“ کی ہے۔ اور اگر چاند کے نور کا بھی اعتبار کریں، خواہ وہ سورج کے نمودار ہونے کے وقت نمودار نہ رہے تو یہ مثال ”وحدۃ الشہود“ کی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں محض لفظی اختلاف ہے اور چونکہ اصل اور ظلّ میں تعلق نہایت قوی ہوتا ہے۔ اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں عینیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ اصل وجود اور ظلّی وجود دونوں ایک ہو گئے۔ یہ تو صریح کفر ہے۔ چنانچہ محققین صوفیاء اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں تو یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی۔ اس کے علاوہ جو کچھ صوفیاء نے کہا ہے وہ سُکر کی حالت میں کہا ہے وہ نا قابلِ ملامت ہے، نہ لائقِ تقلید۔

سجاد حسین

۱۶ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۷۸ء

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب
ہو مُبارک صاحبِ عزّ و شرف یہ فضلِ رَب
مثنوی کے شارح و فاضِل مُترجِم مَرحَبا
مولوی سجّاد بحرِ علم صَد رشکِ عَرب

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی
1976ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے حیاتِ دلِ حُسام الدین بسے ؎۱ — میل می جوشد بقسمِ سادسے

اے دل کی زندگی حُسام الدین! بہت — چھٹے دفتر کی جانب خواہش جوش مار رہی ہے

گشت از جذبِ چو تو علّامۂ — دَر جہاں گرداں حُسامی نامۂ

آپ جیسے علامہ کی کشش کی وجہ سے — حسامی نامہ، دنیا میں رائج ہو گیا

پیش کش بہرِ رضایت می کشم — دَر تمامِ مثنوی قِسمِ ششم ؎۲

آپ کی رضامندی کے لیے میں پیش کش کرتا ہوں — چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لیے

پیش کش می آرمت اے معنوی — قِسمِ سادس در تمامِ مثنوی

اے معنوی! میں پیش کش کرتا ہوں — چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لیے

شش جہت را نوردہ زیں شش صُحُف — کَے یَطُوفُ حَوْلَهُ مَن لَّمْ یَطُفْ

ان چھ دفتروں کے ذریعہ چھ جہت کو نور عطا کر دے — تاکہ اس کا چکر وہ کاٹے جس نے چکر نہیں کاٹا

عشق را با پنج و با شش کار نیست ؎۳ — مقصدِ اُو جُز کہ جذبِ یار نیست

عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے — یار کی توجہ کے سوا اُس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے

بُو کہ فیما بعد دستوری رَسد — رازہائے گفتنی گفتہ شود

ہو سکتا ہے کہ بعد میں اجازت ہو جائے — کہنے کے قابل راز کہہ دیے جائیں

---

۱ اے۔ مولانا کا اپنے مُرید ضیاء الحق حُسام الدین کو خطاب ہے۔ قِسمِ سادس۔ یعنی مثنوی کا چھٹا دفتر۔ جذب۔ یعنی یہ تمھاری باطنی کشش ہے۔ حسامی نامہ۔ یعنی مثنوی۔ معنوی۔ جو ظاہر سے بے نیاز ہے اور حقیقت کا طالب ہے۔

۲ در تمام۔ چونکہ چھٹے دفتر سے مضامین مکمل ہو جائیں گے لہٰذا اسکے بعد اور کوئی دفتر لکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ شُرّاح کا یہی خیال ہے کہ اس دفتر میں مولانا نے تصوف کے آخری اور بیش بہا مضامین ذکر فرما دیے ہیں شش جہات بھی چھ ہیں دفتر بھی چھ لکھ دیے گئے ہیں تا کہ ہر جہت میں اسکا نور پھیل جائے۔

۳ عشق۔ مثنوی کا اصل مقصد قربِ حق اور عشقِ حق ہے اور عشق کو پانچ دفتروں اور چھ دفتروں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے مقصد پورا ہونا چاہیے۔ بو کہ۔ چھٹا دفتر اس امید پر شروع کیا جا رہا ہے کہ شاید کچھ مُغلق الاسرار بیان کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے اور اس چھٹے دفتر میں بیان کر دیے جائیں۔

با بیانے کاں بُوَد نزدیک تر — زیں[1] کنایاتِ دقیقِ مستتر

ایسے بیان کے ساتھ جو زیادہ نزدیک ہو — ان دقیق پوشیدہ کنایوں کے اعتبار سے

راز جز با رازداں انباز نیست — راز اندر گوشِ منکر راز نیست

راز، رازوں کے مناسب ہے — منکر کے کان میں راز، راز نہیں ہے

لیک دعوت واردست از کرد گار — با قبول و ناقبول اُو راچہ کار

لیکن خدا کی جانب سے دعوت دینے کا حکم آیا ہے — اُسے ماننے نہ ماننے سے کیا واسطہ؟

نوحؑ نہ صد سال دعوت می نمود — دمبدم انکارِ قومش میفزود

(حضرت) نوحؑ نو سو سال دعوت دیتے رہے — لحظہ بہ لحظہ اُن کی قوم کا انکار بڑھتا رہا

ہیچ از گفتن عِناں واپس کشید — ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید

انھوں نے کہنے سے کبھی باگ موڑی؟ — وہ کبھی خاموشی کے غار میں گھسے؟

زانکہ[2] از بانگ و عُلالائے سگاں — ہیچ وا گردد ز راہے کارواں

کیونکہ کتوں کے بھونکنے اور شور سے — قافلہ کبھی راستے سے لوٹا ہے؟

یا شبِ مہتاب از غوغائے سگ — سُست گردد بدر را در سیر تگ

یا چاندنی رات میں کتے کے بھونکنے سے — چودھویں کے چاند کی دوڑنے میں رفتار ست پڑی ہو

مہ فشاند نور و سگ عوعو کُند — ہر کسے بر خِلقتِ خود می تند

چاند نور چھڑکتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے — ہر ایک اپنی فطرت پر کام کرتا ہے

ہر کسے را خدمتے دادہ قضا — درخورِ آں گوہرش در ابتلا

قضاءِ خداوندی نے ہر ایک کو ایک خدمت عطا کی ہے — اس کی استعداد کے مناسب آزمائش کے لیے

چونکہ نگذارد سگ آں بانگِ سقم — من مہم سیرانِ خود را چوں ہلم

جبکہ کتا اس مرض کی آواز کو نہیں چھوڑتا ہے — میں چاند ہوں، میں اپنی رفتار کیسے چھوڑوں؟

چونکہ[3] سرکہ سرکگی افزوں کُند — پس شکر را واجب افزونی بُود

جب سرکہ، سرکہ پن بڑھائے — تو شکر کی زیادتی ضروری ہے

قہر سرکہ لُطف ہم چوں انگبیں — کایں دو باشد رکنِ ہر اسکنجبیں

قہر سرکہ ہے، مہربانی بھی شہد کی طرح ہے — کہ سکنجبیں کے یہی دو جز ہوتے ہیں

---

1. پہلے دفتروں میں جو کچھ رمز واشارے میں بیان ہوا ہے اب اس کا کھل کر بیان کر دیا جائے۔ از۔ ہو سکتا ہے کہ اسرار کا بیان بعض لوگوں کے انکار کا سبب بنے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں کو حق کی دعوت دی جائے لہٰذا دعوت دینے والے کو اس سے بحث نہیں ہے کہ کوئی اس دعوت کو قبول کرے گا یا انکار کرے گا۔ نوح۔ حضرت نوحؑ نو سو سال تک دعوت دیتے رہے لیکن ان کی قوم کا انکار بھی بڑھتا ہی رہا۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کا زمانہ ساڑھے نو سو سال ہے مولانا نے کسر کو حذف کر دیا ہے۔ ہیچ۔ حضرت نوحؑ منکروں کے انکار سے دعوت سے نہ رُکے۔

2. زانکہ۔ منکروں کی مثال کتوں کی سی اور دعوت دینے والوں کی مثال قافلہ کی سی ہے۔ قافلہ کتوں کے بھونکنے سے راستہ سے واپس نہیں ہوتا ہے، بلکہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ علالا۔ شور وغل، سخت آواز۔ یا شب۔ چودھویں کا چاند کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا ہے۔ عوعو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ ہر کسے۔ قدرت نے ہر شخص کی استعداد کے مطابق ایک کام پر اس کو مامور کر دیا ہے اور اس سے مقصد خداوندی اُس کی آزمائش ہے۔ سیراں۔ سیر

3. چونکہ۔ منکرین کے انکار کے دعوت کو ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں اور شدت پیدا کر دی جاتی ہے۔ سرکہ۔ منکروں کا انکار۔ شکر۔ دعوت۔ سکنجبین۔ سکنجبین جو امراض میں مفید ہے وہ سرکہ اور شہد سے بنتی ہے اگر سرکہ تیز ہوتا ہے تو اس میں شکر کا اضافہ ضروری ہو جاتا ہے ورنہ وہ سکنجبین ناقص ہوگی۔ قہر۔ منکروں کا انکار سرکہ ہے اور لطف یعنی دعوت شہد ہے۔

انگبیں گر پائے وا دارد زخَل ... آید آں سکنجبیں اندر خلل

اگر شہد سرکہ سے کم ہو ... اس سکنجبین میں خلل پڑ جائے گا

قوم[1] بروے سرکہا می ریختند ... نوحؑ را دریا فزوں ریخت قند

قوم اُن پر سرکے بہاتی تھی ... دریا، نوحؑ پر شکر زیادہ بہاتا تھا

قندِ اُو را بُد مَدد از بحرِ جُود ... بس ز سرکہ اہلِ عالَم می فزود

اُن کی شکر کی مدد، سخاوت کے سمندر سے تھی ... تو دنیا والوں کے سرکہ کے سبب وہ بڑھتی تھی

واحد کالالفِ کہ بُوَد، آں ولی ... بلکہ صد قرن ست آں عبدالعلی

ایک، ہزار کی طرح کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہے ... بلکہ وہ (خدا) عالیشان کا بندہ سو قرن ہوتا ہے

خُم کہ از دریا درو راہے شود ... پیشِ اُو جیحونہا زانو زند

وہ مٹکا جس میں دریا کی جانب سے راستہ ہو جائے ... اُس کے سامنے بہت سے جیحوں، ادب کرنے لگیں

خاصہ[2] ایں دریا کہ دریاہا ہمہ ... چوں شُنیدند ایں مثال و دمدمہ

خصوصاً یہ دریا بلکہ تمام دریا ... جب اُنھوں نے یہ مثال اور شہرت سُنی

شُد دہاں شاں تلخ زیں شرم و خجل ... کہ قریں شد نامِ اعظم با اقل

اس شرم اور خجالت سے اُن کا منہ کڑوا ہو گیا ... کہ (دریائے) اعظم کا نام (دریائے) احقر کا ساتھی ہوگیا

در قرانِ ایں جہاں با آنجہاں ... ایں جہاں از شرم میگردد جہاں

اس جہان کے اس جہان کے ساتھ ملنے میں ... یہ جہان شرم سے کود بھاگتا ہے

ایں عبارت تنگ و قاصر رُتبت ست ... ورنہ خس رابا اخص چہ نسبت ست

یہ عبارت تنگ اور کم رتبہ ہے ... ورنہ تنکے کو اخص سے کیا نسبت ہے؟

زاغ[3] در رز نعرۂ زاغاں زند ... بلبل از آوازِ خوش کے کم کند

انگورستان میں کوا کووں کے نعرے لگاتا ہے ... بلبل حسین آواز کو کب کم کرتی ہے؟

پس خریدارست ہریک را خدا ... در مزاد يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَا

پھر ہر ایک کا خریدار خدا ہوتا ہے ... ''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے'' کے بازار میں

نقلِ خارستاں غذای آتش ست ... بُویِ گُل قُوتِ دماغِ سرخوش ست

کانٹوں کی جھاڑی کا چبینا آگ کی غذا ہے ... نشیلے دماغ کی روزی، پھول کی خوشبو ہے

---

[1] قوم۔ حضرت نوحؑ کی قوم کا انکار جس قدر بڑھا قدرت نے حضرت نوحؑ پر اسی قدر زیادہ شکر بہادی۔ بحرِ جود۔ دریائے سخاوت یعنی حضرت حق تعالیٰ۔ واحد۔ شکر کے اضافہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس قدر منکرین سخت ہوتے ہیں اتنا ہی اولوالعزم پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جاتا ہے وہ ایک پیغمبر لاکھوں داعیوں کے وزن کا ہوتا ہے بلکہ سو قرن کے انسانوں کے برابر ہوتا ہے۔ خم۔ چونکہ اس نبی اور رسول کا بحرِ حقیقی سے رابطہ ہوتا ہے تو وہ ایک کروڑوں پر غالب آجاتا ہے۔

[2] خاصہ ایں دریا۔ اللہ تعالیٰ کے فیض کی عموماً سمندر اور دریا سے مثال دی جاتی ہے اس تمثیل سے یہ دریا شرمندہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ در قران۔ جب دونوں عالموں کا ساتھ ذکر ہوتا ہے تو عالمِ حسی کو اپنی حقارت محسوس ہوتی ہے۔ ایں جہان۔ عالمِ حسی۔ آں جہاں۔ عالمِ غیبی۔ جہاں۔ کودنے والا۔ ایں عبارت۔ یعنی یہ تعبیر کہ حضرت حق تعالیٰ کو دریا قرار دیا ایک ناقص تعبیر ہے ورنہ خس یعنی دریا کو اخص یعنی حضرت حق تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

[3] زاغ۔ مولانا نے پھر سابق مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ منکرین کے انکار کی وجہ سے اسرار کا بیان نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔ پس۔ بعض منکروں کا اتباع کرتے ہیں بعض داعیوں کا یہ خدا کی مشیت ہے۔ مزاد۔ نیلام کا بازار۔ نقل۔ کانٹا دوسروں کے لیے ناپسندیدہ ہے لیکن آگ کو بہت بھاتا ہے کیونکہ اس کی غذا ہے اسی طرح منکرین کو انکار بھاتا ہے۔ سرخوش۔ معتدل مست۔ اس کو خوشبو پسند ہے اسی طرح دعوت کو قبول کرنے والوں کو دعوت پسند آتی ہے۔

گر[1] پلیدی پیشِ ما رسوا بُود — خوک و سگ را شکّر و حلوا بُود
اگر گندگی ہمارے سامنے رُسوا ہے — سور اور کتے کے لیے شکر اور حلوا ہے

گر پلیداں ایں پلیدیہا کنند — آبہا بر پاک کردن می تنند
اگر پلید لوگ، پلیدیاں کرتے ہیں — پانی، پاک کرنے پر مستعد ہیں

ورجہانے پُر شود از خار و خس — آتشے محوش کند دریک نفس
اگر دنیا کانٹے اور تنکے سے پُر ہو جائے — آگ اُس کو ایک سانس میں مٹا دیتی ہے

گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند — ورچہ تلخاں ماں پریشاں می کنند
اگرچہ سانپ، زہر افشانی کرتے ہیں — اگرچہ، بدمزاج ہمیں پریشان کرتے ہیں

نحلہا برکوہ و کندُو و شجر — می نہند از شہد انبارِ شکر
شہد کی مکھیاں پہاڑ اور کوٹھی اور درختوں پر — شہد سے شکر کے انبار لگاتی ہیں

زہرہا[2] ہر چند زہری می کنند — زُود تریاقات، شاں بری کنند
زہر، ہر چند زہریلا پن پھیلاتے ہیں — تریاق، اُن کو فوراً زائل کر دیتے ہیں

ایں جہاں جنگ ست کُل چوں بنگری — ذرہ با ذرّہ چوں دیں با کافری
یہ دنیا پوری جنگ ہے، جب تو غور کرے — ذرّہ، ذرّے کیساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ دین کافری کیساتھ

آں یکے ذرّہ ہمی پرّد بچپ — واں دگر سُوئے یمیں اندر طلب
ایک ذرّہ بائیں کو اُڑتا ہے — تو دوسرا طلب میں دائیں جانب کو

ذرّہ[3] بالا و آں دیگر نگوں — جنگِ فعلی شاں بہیں اندر رُکوں
ایک ذرہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو — رجحان میں اُن کو عملی جنگ کو دیکھ

جنگِ فعلی ہست از جنگِ نہاں — زیں تخالف آں تخالف را بداں
عملی جنگ، مخفی جنگ کی وجہ سے ہے — اس اختلاف کو اس اختلاف سے سمجھ لے

ذرّہ کاں محو شُد در آفتاب — جنگِ اُو بیروں شُد از وصفِ حساب
وہ ذرّہ جو سورج میں فنا ہو گیا — اس کی جنگ حساب سے خارج ہو گئی

چوں ز ذرّہ محو شُد نفس و نفَس — جنگش اکنوں جنگِ خورشید ست و بس
جب ذرّے کا نفس اور سانس فنا ہو گیا — اس کی جنگ اب محض سورج کی جنگ ہے

---

1. گرپلیدی۔ نجاست انسان کے سامنے رسوا ہے کتے اور سور کی خوراک ہے۔ گر۔ ہر چیز بمقاضائے فطرت اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ نجاست نجس بناتی ہے تو پانی پاک کر دیتا ہے، یعنی منکرین انکار کرتے ہیں اور داعی اُنکو بھلائی کیطرف بلاتے ہیں۔ در جہانے۔ خار وخس اپنا کام کرتے ہیں تو آگ اپنا کام کرتی ہے منکرین کی شرارتوں کو داعیوں کی دعوت فنا کر دیتی ہے۔ گرچہ۔ سانپ اپنا کام کرتے ہیں تو شہد کی مکھیاں اپنا، لہٰذا ہمیں مفسدوں کی وجہ سے تبلیغ کو ترک نہ کرنا چاہیے۔

2. زہرہا۔ منکروں کے انکار سے جب زہر پھیلتا ہے تو مصلحین اپنے تریاق سے اس کا اثر زائل کر دیتے ہیں۔ ایں جہاں۔ اس عالم کا بقا ہی اختلاف سے ہے لہٰذا منکرین کے اختلاف سے مصلح کو اپنا کام نہ روکنا چاہیے۔ ایں جہاں۔ عالم امکان مختلف اجزا کا مجموعہ ہے اس کے ہر ذرے کو دوسرے ذرے سے وہی نسبت ہے جو دین کو کفر سے۔ آں یکے۔ ایک ذرے کا رُخ بائیں جانب ہے تو دوسرے کا دائیں جانب۔

3. ذرہ۔ ایک ذرّے کا رُخ اوپر کو ہے، دوسرے کا نیچے کو غرضکہ ان ذروں کی باہمی کشش اور باہمی اختلاف ہے۔ جنگ فعلی۔ یعنی ذرات عالم کا افعال وخواص میں مختلف ہونا۔ رکوں۔ میلان۔ جنگ نہاں۔ یعنی ذرات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء وصفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے ذرہ کو جب مقام فنا حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اختلاف طبعی اس ذرہ کی طرف منسوب نہیں رہتا ہے۔ چوں۔ ذرہ کے محو ہو جانے کے بعد اس کے افعال سورج کی طرف منسوب ہوں گے۔ جنگش۔ چونکہ اب اس کی جنگ طبعی نہیں ہے بلکہ من اللہ ہے تو اس کی جنگ خدا کی جنگ ہے۔

رفت[1] از وے جنبشِ طبع و سکون
اُس میں سے طبیعت کی حرکت اور سکون جاتا رہا

از چہ از اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
کیوں؟ ''ہم اُس ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کی وجہ سے

مابہ بحرِ نورِ خود راجع شُدیم
ہم اپنے نور کے سمندر کی جانب لوٹ آئے

وز رضاعِ اصلِ مُسترضع شُدیم
اور ہم اصل کی رضاعت سے دودھ پینے والے بن گئے

در فروعِ راہ اے ماندہ زغول
اے چھلاوے کیوجہ سے راستہ کی پگڈنڈیوں میں بھٹکنے ہوئے

لاف کم زن از اصول اے بے اصول
اے بے اصول! اصول کی شیخی نہ بگھار

جنگِ ما و صلحِ ما دَر نُورِ عین
نورِ عین میں ہماری جنگ اور صلح

نیست از ما، ہست بین الاصبعین
ہماری جانب سے نہیں ہے دوانگلیوں کے درمیان کیوجہ سے ہے

جنگِ[2] طبعی جنگِ فعلی جنگِ قول
طبعی جنگ، عملی جنگ، قولی جنگ

درمیانِ جزوہا حربیست ہول
اجزا کے درمیان خوفناک جنگ ہے

ایں جہاں زیں جنگ قائم می بُود
یہ دنیا اسی جنگ سے قائم رہتی ہے

در عناصر در نگر تاحل شَوَد
عناصر میں غور کر لے، تاکہ حل ہو جائے

چار عنصر چار استونِ قوی ست
چاروں عنصر، چار مضبوط ستون ہیں

کہ بر ایشاں سقف دنیا مستوی ست
جن پر دنیا کی چھت قائم ہے

ہر ستونے اشکنندہ آں دگر
ہر ستون دوسرے کو توڑنے والا ہے

اُستنِ آب اشکنندہ آں شرر
پانی کا ستون، آگ کے ستون کو توڑنے والا ہے

پس بنائے خلق بر اضداد بُود
تو دنیا کی بنا اضداد پر ہے

لاجرم جنگی شدند از ضرّ و سُود
لامحالہ نقصان اور نفع کے اعتبار سے لڑنے والے ہو گئے

ہست[3] احوالت خلافِ ہمدگر
تیرے احوال ایک دوسرے کے خلاف ہیں

ہر یکے باہم مخالف در اثر
ہر ایک اثر میں ایک دوسرے کا مخالف ہے

چونکہ ہر دم راہِ خود را می زنی
جبکہ تو ہر وقت اپنی رہزنی کرتا ہے

باد گر کس سازگاری چوں کُنی
دوسرے سے کیسے موافقت برتے گا؟

فوجِ لشکرہائے احوالت ببیں
اپنے احوال کے لشکر کی فوج کو دیکھ لے

ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں
ہر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ اور کینہ میں ہے

---

[1] رفت۔ فنا کے بعد ذرے کا ہر سکون وحرکت اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ منجانب اللہ ہے۔ ما۔ عارفین فانی فی اللہ۔ بحر نور۔ ذات حق۔ مسترضع۔ دودھ پینے والا۔ در فروع۔ جو فنا کے مقام پر نہیں پہنچا اس کے افعال خود اس کی طرف منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنے چاہئیں لاف زنی نہ کرنی چاہیے۔ جنگِ ما۔ فانی کا ہر کام خدا کی طرف منسوب ہے۔ نورِ عین۔ یعنی چشم بصیرت کا ادراک۔ بین الاصبعین۔ حدیث شریف ہے انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹ دیتا ہے لہٰذا ہمارے افعال خدا کی طرف منسوب ہیں۔

[2] جنگ۔ عالم کے اجزا میں جنگِ طبعی یعنی اجزا میں آثار اور طبائع کا اختلاف، جنگِ فعلی یعنی افعال وخواص کا اختلاف، جنگِ قولی یعنی اقوال کا باہمی اختلاف بہت خوفناک ہے۔ ایں جہاں۔ اس کیوجہ یہ ہے کہ اس فانی دنیا کا قیام ہی اس جنگ پر ہے۔ عناصر کی باہمی جنگ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ چار عنصر۔ دنیا کی چھت چار متضاد عنصروں پر قائم ہے۔ استنِ آب۔ پانی، آگ کو فنا کر دیتا ہے۔ پس۔ جبکہ مخلوق کی بنیاد ہی مختلف عناصر پر ہے تو مخلوق باہمی مختلف ہے۔

[3] ہست۔ مختلف چیزوں میں ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک چیز کے احوال میں بھی اختلاف ہے۔ چونکہ۔ جبکہ خود ایک انسان کے احوال باہمی مختلف ہیں تو وہ دوسرے سے کیسے متفق ہو سکتا ہے۔ فوج۔ انسان کے احوال ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔

می[1] نگر درخود چنیں جنگِ گراں ۔ پس چہ مشغولی بجنگِ دیگراں
ایسی سخت لڑائی کو تو اپنے اندر دیکھ لے ۔ تو دوسروں کی جنگ میں کیوں مبتلا ہے؟

تامگر زیں جنگ حقت واخرد ۔ در جہانِ صلح یک رنگت برد
تا کہ شاید اللہ (تعالیٰ) تجھے اس جنگ سے نجات دے دے ۔ تجھے صلح کے یک رنگ جہان میں پہنچا دے

آں جہاں جز باقی و آباد نیست ۔ زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست
وہ جہاں، باقی اور آباد کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ ترکیب اضداد کی نہیں ہے

ایں تفانی از ضد آید ضدّ را ۔ چوں نباشد ضدّ نبُود جز بقا
یہ باہمی فنا کرنا، ضد سے ضد کو پہنچتا ہے ۔ جب ضد نہ ہو تو بقا کے سوا کچھ نہ ہو گا

نفیِ ضد کرد از بہشت آں بے نظیر ۔ کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر
اس بے نظیر نے بہشت سے ضد کی نفی کر دی ۔ کہ نہ سورج ہو گا اور نہ اس کی ضد زمہریر

ہست بے رنگی اصولِ رنگہا ۔ صلحہا[2] باشد اصولِ جنگہا
بے رنگی، رنگوں کی اصل ہے ۔ صلحیں، جنگوں کی اصل ہیں

آں جہانست اصل ایں پُر غم وثاق ۔ وصل باشد اصلِ ہر ہجر و فراق
وہ جہاں اس پُر غم گھر کی اصل ہے ۔ ہر ہجر اور فراق کی اصل، وصل ہے

ایں تخالف از چہ آید وز کجا ۔ وزچہ زاید وحدت ایں اضداد را
یہ باہمی مخالفت کس چیز سے اور کہاں سے آتی ہے؟ ۔ اور یہ وحدت ان مخالف چیزوں میں کس چیز سے پیدا ہوتی ہے

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل ۔ خویِ خود در فرع کرد ایجاد اصل
اس لیے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں ۔ اصل نے فرع میں اپنی خصلت پیدا کر دی ہے

گوہرِ[3] جاں چوں ورایِ فصلہاست ۔ خویِ اُو ایں نیست خویِ کبریاست
روح کا گوہر چونکہ ان اضداد سے جداگانہ چیز ہے ۔ اس کی خصلت یہ نہیں ہے، خدائی خصلت ہے

جنگہا بیں کاں اصولِ صلحہاست ۔ چوں نبیؐ کہ جنگِ اُو بہرِ خدا ست
ان جنگوں کو دیکھ، جو صلحوں کی اصول ہیں ۔ جیسا کہ نبیؐ کہ اس کی جنگ خدا کے لیے ہے

طُرفہ آں جنگے کہ رُکنِ صلحہاست ۔ شاد اُو کایں جنگِ اُو بہرِ خدا ست
وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کی رکن ہے ۔ وہ خوش نصیب ہے، جس کی یہ جنگ خدا کے لیے ہے

---

[1] می نگر۔ اگر انسان اپنے احوال پر نظر رکھے تو دوسروں سے جنگ کرنے میں مشغول نہ ہو۔ تامگر۔ اگر خدا کسی کو صلح کے یک رنگ جہاں میں پہنچا دے تو بے شک وہ اختلاف سے بچ سکتا ہے۔ آں جہاں۔ عالم آخرت کی ترکیب اضداد سے نہیں ہے لہٰذا اس میں بقا ہے۔ ایں تفانی۔ عالم دنیا کی فنا اضداد کی ترکیب کی وجہ سے ہے۔ کہ نباشد۔ عالم آخرت میں نہ سورج کی گرمی ہو گی نہ جاڑے کی سردی۔ بے رنگی۔ یعنی عالم آخرت اصل اور مقصود ہے۔

[2] صلحہا۔ عالم شہود میں عالمِ آخرت ہی متصرّف ہے وہی بے رنگ یہاں آ کر رنگ حاصل کر لیتا ہے اور وہی اشیاء جن میں وہاں صلح تھی یہاں آ کر جنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ وصل۔ عالمِ آخرت میں وصل ہے اور عالمِ دنیا میں ہجر و فراق ہے اور ہجر و فراق کی اصل وصل ہوتا ہے۔ ایں تخالف۔ عالم دنیا میں جو باہمی اختلاف اور اتحاد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم کی بنیاد اضداد پر ہے اور چونکہ ان اشیاء میں روح بھی ہے جو اس عالمِ اضداد سے نہیں ہے اس کی وجہ سے باہمی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

[3] گوہر جاں۔ روح کا تقاضا اختلاف نہیں ہے اس میں کبریائی اخلاق ہیں جو اتحاد پیدا کر دیتے ہیں۔ جنگہا۔ رسولوں کے جہاد، شر کو ختم کرنے کے لیے ہیں لہٰذا وہ جنگیں صلح کی اصول ہیں۔ طرفہ۔ یہ جنگ دراصل فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ہے اور یہ جنگ اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ خدا کے لیے ہوتی ہے۔

غالب[1] و چست و چیر در ہر دو جہاں ۔۔۔ شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
وہ دونوں جہان میں غالب اور فاتح ہے ۔۔۔ اس غالب کی شرح منہ میں نہیں سماتی

آبِ جیحوں را اگر نتواں کشید ۔۔۔ ہم ز قدرِ تشنگی نتواں برید
جیحوں کے پانی کو اگر کوئی نہ کھینچ سکے ۔۔۔ پیاس کی بقدر سے بھی تعلق منقطع نہ کرے

گر شُدی عطشانِ بحرِ معنوی ۔۔۔ فرجہء کن در جزیرہ مثنویؒ
اگر تو معنوی سمندر کا پیاسا ہے ۔۔۔ تو مثنوی کے جزیرے کی سیر کر

فرجہ[2] کُن چندانکہ اندر ہر نفس ۔۔۔ مثنوی را معنوی بینی و بس
تو اس قدر سیر کر کہ ہر سانس میں ۔۔۔ مثنوی کو صرف معنوی دیکھنے لگے

باد کہ را ز آبِ جُو چو واکند ۔۔۔ آب یک رنگیِ خود پیدا کند
ہوا، جب گھاس کو نہر کے پانی سے جُدا کر دیتی ہے ۔۔۔ پانی اپنی یک رنگی دکھاتا ہے

شاخہایِ تازۂ مرجاں ببیں ۔۔۔ میوہائے رُستہ زابِ جاں ببیں
مونگے کی نئی شاخیں دیکھ لے ۔۔۔ جان کے پانی سے اُگے ہوئے میوے دیکھ لے

چوں ز حرف و صوف و دم یکتا شود ۔۔۔ آں ہمہ بگذارد و دریا شود
جب حرف اور آواز اور سانس سے جدا ہو جائے ۔۔۔ اُن سب کو چھوڑ کر دریا ہو جائے

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا ۔۔۔ ہرسہ جاں گردند اندر انتہا
بات کہنے والا اور بات سننے والا اور باتیں ۔۔۔ آخر میں تینوں رُوح بن جائیں گی

ناں[3] دہند و ناں ستان و نانِ پاک ۔۔۔ سادہ گردند از صُوَر گردند خاک
روٹی دینے والا اور روٹی لینے والا اور پاک روٹی ۔۔۔ صورتوں سے سادہ بن جائیں گی، مٹی بن جائیں گی

لیک معنیٰ شاں بُوَد در سہ مقام ۔۔۔ در مراتب ہم ممیّز ہم مدام
لیکن اُن کی روح تین مقام پر ہو گی ۔۔۔ مرتبوں میں بھی جداگانہ اور دوام میں بھی

خاک شُد صورت ولے معنیٰ نشُد ۔۔۔ ہرکہ گوید شُد تو گویش نے نشُد
صورت مٹی ہو گئی لیکن معنی نہ ہوئے ۔۔۔ جو کہے کہ ہو گئے تو اس سے کہہ دے نہیں، نہیں ہوئے۔

در جہانِ رُوح ہرسہ منتظر ۔۔۔ گہ ز صُورت ہارب و گہ مستقر
عالمِ روح میں تینوں منتظر ہیں ۔۔۔ کبھی صورت سے متنفر اور کبھی قرار پانیوالے

---

[1] غالب۔ اس طرح کی جنگ کرنے والا دونوں جہان میں غالب رہتا ہے۔ آبِ جیحوں۔ ان جنگوں کے فضائل جو معیت حق کے ساتھ ہوتی ہیں دریائے ناپیدا کنار ہیں اگر ان کی پوری فضیلت نہیں بیان کی جا سکتی ہے تو بقدر ضرورت بیان ضروری ہے۔ مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ "جس چیز کا کل حاصل نہ کیا جا سکے اس کو پورا چھوڑا نہیں جاتا۔

[2] فرجہ کن۔ اگر یہ مقصد حاصل کرنا ہے تو مثنوی کی سیر کر اور اسکے معانی پر غور کر۔ باد کہ۔ دریا جو گھاس میں چھپا ہوا ہے جب ہوا اس کی گھاس ہٹاتی ہے تو دریا کی یکرنگی نظر آنے لگتی ہے یہی حال مثنوی کا ہے الفاظ کو ہٹا کر معانی پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہو گی۔ شاخہای۔ گھاس ہٹ جانیکے بعد دریا میں مونگے کی شاخیں نظر آئیں گی۔ چوں۔ کسی مضمون کیلئے حروف بمنزلہ گھاس کے ہیں۔ حرف۔ غور کرنیکے بعد کہنے والا اور سننے والا اور حروف سب حقیقت بنجاتے ہیں۔

[3] ناں دہند۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے روٹی دینے والا اور روٹی کھانیوالا اور روٹی اپنی صورتیں ختم کر دینے کے بعد سب خاک بن جاتے ہیں۔ لیک۔ یہ تینوں چیزیں روح بن جائیں گی لیکن ہر روح کا مقام جداگانہ ہے۔ خاک شد۔ جسم فانی ہے اور روح باقی ہے اس کے بقاء کا انکار نہ کرنا چاہیے۔ در جہاں۔ صورت کے فنا ہونے کے بعد روح ہمیشہ کیلئے صورت سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ حضرت حق تعالیٰ اسکو مختلف صورتیں عنایت کرتے رہتے ہیں۔ ہارب۔ بھاگنے والا۔

امر[1] آید در صور رو در رود
حکم ہوتا ہے، جسموں میں جا، چلی جاتی ہے
بازہم ز امرش مجرد میشود
پھر اسی کے حکم سے علیحدہ ہو جاتی ہے

پس لَهُ الْخَلْقُ لَهُ الْأَمْرُ بداں
''اسی کے لیے خلق ہے اور اسی کے لیے امر ہے'' تو سمجھ لے
خلق صورت، امر جاں راکب براں
خلق صورت ہے، امر اُس پر سوار، رُوح ہے

راکب و مرکوب در فرمانِ شاہ
سوار اور سواری، شاہ کے حکم میں ہیں
جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
جسم درگاہ پر اور رُوح دربار کے اندر ہے

چونکہ خواہد کاب آید در سبو
جب وہ چاہتا ہے کہ پانی ٹھلیا میں آ جائے
شاہ گوید جیشِ جاں را کارکبُوا
شاہ، رُوح کے لشکر کو کہہ دیتا ہے کہ ''سوار ہو جاؤ''

باز[2] جانہا را چو خواند بر علو
پھر جب روحوں کو اوپر بلاتا ہے
بانگ آید از نقیباں کانزلُوا
نقیبوں کی جانب سے آواز آتی ہے کہ ''اُترو''

بعد ازیں باریک خواہد شد سخن
اس کے بعد بات باریک ہو جائے گی
کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن
آگ کو کم کر اُس کے ایندھن کو نہ بڑھا

تانجوشد دیگہائے خُرد زُود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلد نہ اُبل پڑیں
دیگِ ادراکات خُردست و فرود
ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہے

پاک سبحانے کہ سیبستاں کند
وہ سبحان پاک ہے، جو سیبوں کا باغ لگاتا ہے
در غمامِ حرف شاں پنہاں کند
اُن کو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے

زیں غمامِ بانگ و حرف و گفتگو
اس آواز اور حروف اور گفتگو کے ابر کی وجہ سے
پردۂ کز سیب ناید غیر بُو
ایسا پردہ ہے کہ سیب کی خوشبو کے سوا کچھ نہیں آتا

بارے[3] افزوں کش تو ایں بُو را بہوش
تو اس خوشبو کو ضرور، ہوش کے ساتھ خوب کھینچ
تاسُوی اصلت برد بگرفتہ گُوش
تاکہ تجھے کان پکڑ کر اصل کی جانب لے جائے

بُو نگہدار و پرہیز از زُکام
خوشبو کی حفاظت کر اور زکام سے بچ
تن بپوش از باد و بُودِ سردِ عام
جسم کو عوام کی سرد ہوا اور ہستی سے چھپا

تانیندآید مَشامت از اثر
تاکہ تیرے نتھنے اثر سے، بند نہ ہو جائیں
اے ہوا شاں از زمستاں سرد تر
اے (مخاطب)! اُن کی ہوا جاڑوں سے زیادہ سرد ہے

چوں جماداند و فسردہ تن شگرف
وہ جماد (جیسے) اور ٹھٹھرے ہوئے عجیب جسم ہیں
می جہد انفاسِ شاں از تلِ برف
اُن کے سانس برف کے تودے سے نکل رہے ہیں

---

[1] امر آید۔ کبھی رُوح کے مصور ہونیکا حکم ہوتا ہے۔ کبھی مجرد ہونیکا۔ لہ الخلق۔ اس آیت میں خلق سے صورت اور امر سے رُوح مراد ہے۔ جسم۔ جسم چونکہ مادی ہے [illegible] بارگاہ سے باہر ہے اور رُوح چونکہ مجرد ہے [illegible] اسکا رُتبہ بارگاہ کے اندر ہے۔ چونکہ۔ جب خدا رُوح کو مصور کرنا چاہتا ہے اسکو حکم دے دیتا ہے کہ جسم کی سواری پر سوار ہو جا۔

[2] باز جانہا۔ جب پھر ان کو جسم سے مجرد کرتا ہے تو ان کو حکم دیتا ہے کہ اپنی سواریوں سے اتر آؤ۔ بعد ازیں۔ اب یہ بات عوام کے ذہن سے دور ہو رہی ہے، لہٰذا اس کو ختم کر دیا جائے، آتش سے کلام اور ہیزم سے اس کی طوالت مراد ہے۔ تانجوشد۔ رُوح کے جسم میں آنے جانے کی پوری کیفیت عوام کی عقول سے بالاتر ہے۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ معانی کے سیبستان پیدا فرماتا ہے اور ان کو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور لوگوں کو صرف خوشبو پہنچتی ہے۔

[3] بارے۔ جب اسرار کی خوشبو پہنچے تو اس کے ذریعہ اصل تک پہنچنے کی کوشش کر۔ بو نگہدار۔ خوشبو کی حفاظت کر اور اپنے آپ کو زکام سے بچا جو عوام کے خلط ملط سے پیدا ہوتا ہے۔ تانیندآید۔ عوام کی صحبت روحانی امراض پیدا کرنے میں بہت سخت ہے۔ چوں۔ عوام کی صحبت سے جسم ٹھٹھر جاتا ہے جب ایسا ہو تو کسی کامل کی صحبت اختیار کریں۔ جسم۔ برف۔ عوام کی صحبت۔

چوں زمیں زیں برف در پوشید کفن
جب زمین اس برف کا کفن پہن لے
تیغِ خورشید حسام الدیں[1] بزن
حسام الدین کے سورج کی تلوار چلا دے

ہیں برآر از شرق سیف اللہ را
خبردار! مشرق سے اللہ کی تلوار کو نکال لے
گرم کن زاں شرق ایں درگاہ را
اس سورج سے اُس درگاہ کو گرم کر دے

برف را خنجر زند آں آفتاب
وہ سورج برف کے خنجر مار دے گا
سیلہا ریزد زکہہا بر تراب
پہاڑوں سے زمین پر بہت سے بہاؤ بہا دے گا

زانکہ لا شرقی و لا غربی ست او
کیونکہ وہ نہ شرقی ہے، نہ غربی ہے
با منجم روز و شب حربی ست او
وہ شب و روز منجم سے لڑائی میں ہے

کہ چرا جز من، نجومِ بے ہدیٰ
کہ تو نے کیوں میرے علاوہ بے ہدایت ستاروں کو
قبلہ کردی از لئیمی و عمیٰ
کمینہ پن اور اندھے پن سے قبلہ بنایا ہے؟

تا خوشت ناید مقالِ آں[2] امین
یہاں تک کہ تجھے اس امین کی بات بھلی نہ لگی
در نبے کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
قرآن میں، کہ میں غروب کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا

از قزح در پیشِ مہ بستی کمر
تو نے سورج کے سامنے دھنک کمان کو پٹکا باندھا
زاں ہمی رنجی ز وَانْشَقَّ الْقَمَرُ
اسی وجہ سے تو ''اور سورج شق ہوگیا'' سے رنجیدہ ہے

منکری ایں را کہ شَمْسُ کُوِّرَتْ
تو اس کا منکر ہے کہ ''سورج لپیٹ دیا جائے گا''
شمس پیشِ تست اعلیٰ مرتبت
تیرے نزدیک سورج بلند مرتبہ ہے

از ستارہ دیدہ تصریفِ ہوا
تو ہوا میں تصرف، ستارے سے سمجھا ہے
تا خوشت آید اِذَا النَّجْمُ ھَوٰی
اسی لیے تجھے ''جبکہ ستارہ گر جائے گا'' ناپسند ہے

خود[3] مؤثر تر نباشد مہ زناں
چاند، یقیناً روٹی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے
اے بسا نانے کہ بُرید عرقِ جاں
اے (مخاطب) بہت سی روٹیاں ہیں جنھوں نے روح کی رگ کاٹ دی ہے

خود مؤثر تر نباشد زہرہ زآب
یقیناً زہرہ، پانی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے
اے بسا آبا کہ کرد او تن خراب
اے (مخاطب) بہت سے پانی ہیں جنھوں نے جسم کو تباہ کیا ہے

مہرِ آں در جانِ تست و پندِ دوست
اس (ستارے) کی محبت تیری جان میں ہے اور دوست کی نصیحت
میزند برگوشِ تو بیرونِ پوست
کھال سے باہر، کان سے ٹکراتی ہے

پندِ ما، در تو نگیرد اے فلاں
اے فلاں! ہماری نصیحت تجھ میں اثر نہیں کرتی ہے
پندِ تو در ما نگیرد ہم بداں
سمجھ لے، تیری نصیحت بھی ہم میں اثر نہیں کرتی

[1] حسام الدین۔ یعنی کامل ولی۔ شرق۔ مشرق۔ شرق۔ سورج۔ درگاہ۔ جسم۔ برف۔ سورج کی حرارت سے برف گھل جائے گا۔ زانکہ۔ اولیا کی صحبت ایسا سورج ہے جس کا شرق اور غرب سے تعلق نہیں ہے۔ کہ چرا۔ یہ سورج منجم سے کہتا ہے کہ تو نے ستاروں کو اپنا قبلہ کیوں بنا رکھا ہے۔

[2] آں امین۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ میں ان غروب کر جانے والے ستاروں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ انشق القمر۔ نجومی قمر کے شق ہونے کی بات سے ناخوش ہوتا ہے۔ منکری۔ نجومی اس بات کا بھی منکر ہے کہ قیامت میں سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور ستارے ٹوٹ جائیں گے۔

[3] خود۔ بے شک علم نجوم سے فوائد ہیں لیکن ستاروں کو مؤثر حقیقی سمجھنا غلطی ہے جیسے روٹی میں فوائد ہیں لیکن اُس کا غلط استعمال ہلاک کر دیتا ہے۔ نیز زہرہ ستارے میں پانی سے زیادہ تاثیر نہیں ہے لیکن پانی کا غلط استعمال بھی بربادی کا سبب ہے۔ مہر آں۔ ستارے کی محبت نجومی کے دل سے پیوستہ ہو گئی ہے اور نصیحت صرف کان کے اوپر لگتی ہے۔ پند ما۔ منکر پر ہماری نصیحت اثر نہیں کرتی ہے ہاں اگر خدا اس کے کان کھول دے تو نصیحت اثر کرنے لگے۔

جز مگر مفتاحِ خاص آید ز دوست
اس کے سوا کہ دوست کی جانب سے خاص کنجی آ جائے

ایں[1] سخن ہمچوں ستارہ است و قمر
یہ بات بھی ستارے اور چاند کی طرح ہے

ایں ستارہ بیجہت، تاثیرِ اُو
یہ ستارہ بے جہت ہے، اس کی تاثیر

کہ بیائید از جہت تا بیجہات
کہ جہت سے بے جہات کی جانب آ جاؤ

آنچناں کہ لمعۂ دُرپاشِ اُوست
اس طرح پر کہ اُس کی موتی برسانے والی روشنی

ہفت[2] چرخے ازرقی در رقِّ اُوست
سات نیلے آسمان، اُس کی غلامی میں ہیں

زُہرہ چنگ مسئلہ دروے زدہ
زہرہ نے سوال کا ہاتھ اُس سے وابستہ کر دیا ہے

در ہوایِ دست بوسِ اُو زُحل
زحل، اس کی دست بوسی کی خواہش میں ہے

دست[3] و پا مرّیخ چندیں خست ازو
مرّیخ کے ہاتھ پاؤں اس سے زخمی ہیں

با منجّم ایں ہمہ انجم بجنگ
یہ ستارے نجومی سے جنگ میں ہیں

جاں ویست و ماہمہ رنگ و رقوم
جان وہی ہے اور ہم سب رنگ اور نقوش ہیں

فکر کو آنجا ہمہ نور ست پاک
فکر کہاں؟ وہاں تو سب پاک نور ہے

ہر ستارہ خانہ دارد در عُلا
بلندی میں ہر ستارے کا ایک خانہ ہے

کہ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰت آنِ اُوست
کیونکہ آسمانوں کی کنجیاں اُس کی ملکیت ہیں

لیک بے فرمانِ حق ندہد اثر
لیکن خدا کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی ہے

میزند بر گوشہائے وحی جُو
وحی کے جویاں کانوں میں پہنچتی ہے

تا ناند راند شمارا گرگِ مات
تاکہ تمھیں موت کا بھیڑیا پھاڑ نہ ڈالے

شمسِ دُنیا در صفت خفاشِ اُوست
دنیا کا سورج، صفت میں اُس کی چمگادڑ ہے

پیکِ ماہ اندر تپ و در دقِ اُو ست
چاند کا قاصد، اُس سے تپ اور دق میں ہے

مشتری بانقدِ جاں پیش آمدہ
مشتری نقدِ جاں لے کر اُس کے سامنے آ گیا ہے

لیک خود را می نہ بیند آں محل
لیکن اپنے لیے یہ رتبہ نہیں دیکھتا ہے

واں عطارد صد قلم بشکست ازو
عطارد نے اُس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ دیے ہیں

کاے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ
کہ اے وہ! جس نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو پسند کرلیا ہے

کوکبِ ہر فکرِ اُو جانِ نجوم
اس کی فکر کا ہر ستارہ، ستاروں کی جان ہے

بہرِ تُست ایں لفظ فکر اے فکر ناک
اے متفکر! فکر کا لفظ تیرے لیے ہے

ہیچ خانہ در نگنجد نجمِ ما
ہمارا ستارہ کسی خانہ میں نہیں سماتا ہے

---

1. ایں سخن۔ یعنی خدائی نصیحت ستارے کی طرح ہے جو خدا کے حکم سے ہی مؤثر بنتی ہے۔ ایں ستارہ۔ یعنی دوست کی نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جو وحی کا مشتاق ہے۔ کہ بیائید۔ انسانوں کو باجہت ستارے کو چھوڑ کر بے جہت ستارے یعنی دوست کی نصیحت کی طرف رجوع کرنا چاہیے تاکہ ہلاکت سے بچ سکیں۔ آنچناں۔ یہ بے جہت ستارہ اس قدر منور ہے کہ سورج اُس کی شعاع سے چمگادڑ کی طرح منہ چھپاتا ہے۔
2. ہفت۔ اس ستارے کے ساتوں آسمان غلام ہیں۔ چانداس کے سامنے تپ اور دق میں مبتلا نظر آتا ہے۔ زہرہ۔ زہرہ ستارہ اُس کا بھکاری ہے، مشتری اُس پر جان نثار کرتا ہے زحل ستارہ اُس کی دست بوسی کرنا چاہتا ہے لیکن اپنے آپ کو اس فضیلت کا مستحق نہیں سمجھتا ہے۔
3. دست۔ مریخ جو جلاد الفلک ہے اسنے اسکی خدمت میں اپنے ہاتھ پاؤں زخمی کر لیے ہیں عطارد جو دبیر الفلک ہے اسنے اسکی تعریف میں سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں۔ با منجم۔ ستارے نجومی کو ملامت کرتے ہیں کہ تو نے روح یعنی بے جہت ستارے کو چھوڑ کر ہم سے کیوں تعلق پیدا کیا ہے۔ ہر ستارہ۔ یہ ستارہ محدود ہے وہ ستارہ لامحدود ہے۔

جانِ[1] بے سُو در مکاں کے در رود — نورِ نا محدود را حد کے بُود
بے جہت جان، مکاں میں کب جاتی ہے؟ — لامحدود نور کی حد کہاں ہوتی ہے؟

لیک تمثیلے و تصویرے کنند — تا کہ دریا بد ضعیفِ دزد مند
لیکن ایک مثال اور تصویر بنا دیتے ہیں — تا کہ کمزور دردمند سمجھ لے

مثل نبُود لیک باشد آں مثیل — تا کُند عقلِ مجمد را گسیل
وہ مثل نہیں ہوتی، لیکن وہ مثال ہوتی ہے — تا کہ منجمد عقل کو کشادہ کر دے

عقلِ سر تیزست لیکن پایِ سُست — زانکہ دل ویراں شُد ست وتن دُرست
سر کی عقل تیز ہے، لیکن سُست قدم ہے — کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے

عقلِ[2] شاں در نقلِ دُنیا پیچ پیچ — فکرِ شاں در ترکِ شہوت ہیچ ہیچ
ان کی عقل دُنیا کو منتقل کرنے میں پیچ در پیچ ہے — شہوت کو ترک کرنے میں ان کی فکر، ہیچ در ہیچ ہے

صدرِ شاں در وقتِ دعویٰ ہمچو شرق — صبرِ شاں در وقتِ تقویٰ ہمچو برق
ان کا سینہ دعوے کے وقت، سورج کی طرح ہے — ان کا صبر، تقوے کے وقت، برق کی طرح ہے

عالمے اندر ہُنر ہا خود نما — ہمچو عالم بے وفا وقتِ وفا
وہ خودنما ہنروں میں ایک عالم ہے — وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا ہے

وقتِ خود بینی نگنجد در جہاں — در گلو و معدہ گم گشتہ چوناں
خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے — حلق اور معدے میں روٹی کی طرح گم ہے

ایں[3] ہمہ اوصافِ شاں نیکو شود — بد نماند چونکہ نیکو خو شود
ان کے یہ سب اوصاف بھلے ہو جاتے ہیں — جب نیک خصلت ہو جاتا ہے وہ برے نہیں رہتے ہیں

گر منی گندہ بُود ہمچو منی — چوں بجاں پیوست یابد روشنی
اگرچہ خودی، منی کی طرح گندی ہے — جب جان سے وابستہ ہوتی ہے روشنی حاصل کر لیتی ہے

ہر جمادے کو کُند رُو در نبات — از درختِ بختِ اُو رُوید حیات
جو جماد، نبات کی طرف رُخ کر لیتا ہے — اس کے نصیبہ کے درخت سے زندگی اگ آتی ہے

ہر نباتے کو بجاں رُوسوی آورد — خضرؑ وار از چشمۂ حیواں خورد
ہر نبات جو جاں کی جانب رُخ کر لیتی ہے — وہ (حضرت) خضرؑ کیطرح آبِ حیات سے سیراب ہوجاتی ہے

باز چوں جاں رُو سُوی جاناں نہد — رخت را در عمرِ بے پایاں نہد
جب جان، جاناں کی طرف رُخ کرتی ہے — ختم نہ ہونے والی زندگی میں سامان جا رکھتی ہے

[1] جان۔ روح لامکانی چیز ہے وہ کسی مکاں میں محدود نہیں ہوسکتی ہے۔ لیک۔ روح کی مثالیں محض کمزور عقل والوں کو سمجھانے کیلئے بیان کر دیجاتی ہیں لیکن وہ چیز اس روح کی مثل نہیں ہوتی جو تمام اوصاف میں شریک ہو بلکہ مثال اور مثیل ہوتی ہے۔ مجمد۔ جامد۔ گسیل۔ کشادہ کرنا، آزاد کرنا۔ عقل سر۔ تن پرور روح کی تعمیر نہیں کرتا ہے۔

[2] عقلِ شاں۔ ان کو صرف عقلِ معاش حاصل ہے عقلِ معاد سے وہ بالکل محروم ہیں۔ صدرِ شاں۔ غلط دعووں میں بڑی حیثیت کے مالک ہیں لیکن تقوے کے اعتبار سے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عالمے۔ خودنمائی میں وہ ایک دنیا معلوم ہوتا ہے اور وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا معلوم ہوتا ہے۔ وقت۔ خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے اور گلے اور معدے کی لذت کے وقت روٹی کی طرح گم ہوجاتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ انسان جب نیک خصلت بن جاتا ہے تو اسکی برائیاں بھلائیوں میں بدل جاتی ہیں۔ گر منی۔ خودی بری چیز ہے لیکن جب اس کا تعلق روح سے ہوجائے تو بھلی بن جاتی ہے۔ ہر جمادے۔ جب جماد نبات کا جزو بن جاتا ہے تو فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ ہر نباتے۔ جو نبات روح سے تعلق پیدا کر لیتی ہے اس میں مزید فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ باز۔ جب روح اپنا تعلق روح الارواح سے کر لیتی ہے تو اس کو نہ مٹنے والی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

سوال[1] سائل از واعظ کہ مُرغے برسرِ ربض نشستہ بُود سَر
ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرند احاطہ پر بیٹھا ہو اُس کا
اُو فاضل ترست و شریف تر و عزیز تر و مُکرم تر
سر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے
یا دُمِ اُو و جواب دادنِ واعظ، سائل را بقدرِ فہم
یا اُس کی دُم اور واعظ کا سائل کو اس کے فہم اور ادراک کے مطابق
وادراکِ اُو
جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے
ایک روز ایک سوال کرنے والے نے ایک واعظ سے کہا
کاے تو منبر راسنی[2] تر قابلے
کہ اے جناب! آپ منبر کے اعلیٰ درجہ کے قابل ہیں
یک سوالستم بگواے ذُولباب
میرا ایک سوال ہے، اے عقلمند! فرمایئے
اندریں مجلس سوالم را جواب
اس مجلس میں میرے سوال کا جواب
برسرِ بارد یکے مُرغے نشست
قلعہ کی دیوار پر ایک پرند بیٹھا ہے
از سر و از دُم کُدامینش بہ است
اُس کے سر اور دُم میں سے کون افضل ہے؟
گفت اگر رُویش بشہر و دُم بدہ
اسنے کہا کہ اگر اسکا منہ شہر کیطرف اور دُم گاؤں کیجانب ہو
رُویِ اُو از دُمِ اُو میداں کہ بہ
سمجھ لے، کہ اس کا منہ اس کی دم سے بہتر ہے
ورسُوی شہر ست دُم رویش بدہ
اگر دُم شہر کی جانب اور منہ گاؤں کی جانب ہو
خاکِ آں دُم باش و از رُویش بجہ
اُس دم کی خاک بن جا، اور اُس کے چہرے سے بچ
مُرغ با پَر می پرد تا آشیاں
پرند، پروں سے آشیانہ کی طرف پرواز کرتا ہے
پَرِ مردم ہمت ست اے مرداں
اے لوگو! انسان کا پَر، ہمت ہے
عاشقے کالودہ شُد در خیر و شر
وہ عاشق جو خیر اور شر میں ملوث ہے
خیر و شر منگر تو در ہمت نگر
خیر اور شر کو نہ دیکھ تو ہمت کو دیکھ
باز[3] اگر باشد سپید و بے نظیر
باز اگر سفید اور بے مثال ہو
چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر
جبکہ اس کا شکار چوہا ہو، وہ حقیر ہے
ور بُود چغدے و میلِ اُو بشاہ
اور اگر وہ چغد ہو اور اس کا میلان شاہ کی جانب ہو
اُو سَرِ بازست منگر در کلاہ
وہ باز کا سر ہے، چوٹی کو نہ دیکھ

---

[1] سوالؔ۔ اس سوال و جواب سے یہی بتایا ہے کہ ہر چیز اپنے افضل کی معیت سے مزید فضیلت حاصل کر لیتی ہے۔ ربضؔ۔ ماحول، احاطہ۔

[2] سَنی۔ بلند۔ باَرو۔ قلعہ۔ درہمتؔ۔ یعنی عاشق کے افعال پر نظر نہ کر بلکہ اس کی ہمت کو دیکھ جو بہر حال قابلِ تعریف ہے۔

[3] بازؔ۔ باز اگر چوہے کا شکار کرنے لگے تو ذلیل ہے۔ ور بُوَد۔ اگر چغد شاہ کی طرف نظر رکھے شریف ہے۔

ورہمی[1] شیرے خورد از مُردہ خر ❊ سگ بُود اُو شکلِ شیرے کم نگر
اگر شیر مردہ گدھا کھا رہا ہے ❊ وہ کتا ہے، شیر کی شکل کو نہ دیکھ

ور پلنگ و گرگ را افگند سگ ❊ شیر میداں مرد را بے ریب و شک
اگر کتے نے، چیتے اور بھیڑیے کو پچھاڑ دیا ❊ بے شک و شبہ اُس کو شیر سمجھ

آدمی بسرشتہ از یک مُشتِ گل ❊ برگذشت از چرخ و از کوکب بدل
آدمی، ایک مٹھی، مٹی سے گندھا ہوا ❊ قلب کے ذریعہ آسمان اور ستارے سے بڑھ گیا

آدمی بر قدرِ یک طشتِ خمیر ❊ برفزود از آسمان و از اثیر
آدمی جو خمیر کے ایک طشت کی بقدر ہے ❊ آسمان اور کرۂ ناری سے بڑھ گیا

ہیچ کرّمنا شنید ایں آسماں ❊ کہ شنید ایں آدمیِ پُر غماں
اس آسمان نے کبھی ''ہم نے مکرم بنایا'' سنا ہے ❊ جو اس غموں کے بھرے ہوئے آدمی نے سنا ہے

بر زمین و چرخ عَرضہ کرد کس ❊ خوبی و عقل و عبارات و ہوس
کسی نے زمین اور آسمان پر پیش کیا ہے ❊ حسن اور عقل اور عبارتیں اور تمنا؟

جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں ❊ خوبیِ روی و اصابت در گماں
کبھی تو نے آسمان پر رونمائی کی ہے ❊ چہرے کی خوبصورتی اور گمان میں رائے کی درستگی کی

پیشِ[2] صورتہایِ حمام اے ولد ❊ عَرضہ کردی ہیچ سیم اندامِ خود
اے صاحبزادے! حمام کی تصویروں کے سامنے ❊ اپنا چاندی جیسا جسم کبھی تو نے پیش کیا ہے؟

بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور ❊ جلوہ آری باعجوزے نیم کور
تو اُن حور جیسی تصویروں سے گذر جاتا ہے ❊ ایک چندھی بڑھیا کو جلوہ دکھاتا ہے

در عجوزہ چیست کاینشاں را نبُود ❊ کو ترا زاں نقشہا باخود ربُود
بڑھیا میں کیا ہے، جو ان میں نہیں تھا ❊ جو تجھے اُن تصویروں سے اپنی جانب اُچک لے گئی

تو نگوئی من بگویم در بیاں ❊ عقل و حس و درک و تدبیر ست و جاں
تو نہ بتا، میں بیان میں بتاتا ہوں ❊ عقل اور حس اور ادراک اور تدبیر اور جان ہے

در[3] عجوزہ جانِ آمیزش کُنے ست ❊ صورتِ گرمابہا را روح نیست
بڑھیا میں جان ہے جو آمیزش کرنے والی ہے ❊ حمام کی تصویروں میں روح نہیں ہے

صورتِ گرمابہ گر جنبش کند ❊ در زماں از صد عجوزت بر کند
حمام کی تصویر اگر حرکت کرنے لگے ❊ فوراً تجھے سیکڑوں بوڑھیوں سے جدا کر دے

---

[1] ورہمی۔ جو شیر مردہ گدھے کا شکار کرے وہ کتا ہے اور اگر کتا چیتے یا شیر کا شکار کرے تو وہ شیر ہے۔ آدمی۔ انسان جس کی سرشت مٹی اور پانی سے ہے ہمت کی وجہ سے آسمان اور ستاروں سے بلند ہے۔ کرمنا۔ ''ہم نے فضیلت دی''۔ یہ انسان کی فضیلت اس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہے، انسانی خصوصیات جو آسمان اور زمین کو حاصل نہیں ہیں وہ محض اس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہیں۔

[2] پیش صورتہا۔ حمام کی تصویریں ہمت سے خالی ہیں اور بے قدر ہیں۔ بگذری۔ حمام کی تصویروں سے انسان کوئی تعلق نہیں رکھتا اور ایک بدصورت بڑھیا سے تعلق پیدا کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصویریں بےروح اور بے ہمت ہیں۔

[3] در عجوزہ۔ بڑھیا کی طرف میلان کی وجہ اس کا حس وادراک اور عقل ہی ہے۔ در عجوزہ۔ بڑھیا میں روح اور جان ہے جو حمام کی تصویروں میں نہیں ہے۔ صورت۔ اگر حمام کی تصویریں باروح ہو جائیں تو بڑھیا کی طرف کبھی میلان نہ ہو۔

جاں[1] چہ باشد باخبر از خیر و شر
جان کیا ہوتی ہے؟ جو خیر اور شر سے باخبر ہے
شاد با احسان گریاں از ضرر
احسان سے خوش اور نقصان سے رونے والی ہے

چوں سرّ و ماہیتِ جاں مخبر ست
جبکہ جان کا راز اور ماہیت اس کا باخبر ہونا ہے
ہر کہ اُو آگاہ تروبا جاں ترست
جو زیادہ آگاہ ہے، جان کے اعتبار سے زیادہ ہے

اقتضایِ جاں چو اے دل آگہیست
اے دل! جب جان کا اقتضاء باخبری ہے
ہر کہ آگہ تر بُود جانش قویست
جو زیادہ باخبر ہو گا اس کی جان زیادہ قوی ہو گی

خود جہانِ جاں سراسر آگہیست
عالمِ ارواح خود سراسر باخبری ہے
ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست
جو بے جان ہے، وہ دانش سے خالی ہے

رُوح را تاثیر آگاہی بُود
روح کی تاثیر باخبری ہے
ہر کرا ایں بیش اللّہی بُود
جس کو یہ زیادہ حاصل ہے وہ اللہ والا ہے

چوں[2] خبرہا ہست بیروں از نہاد
چونکہ بہت سی خبریں وجود سے باہر کی ہیں
باشد ایں جانہا دراں میداں جماد
تو جانیں اُس میدان میں جماد ہوں گی

جانِ اوّل مظہرِ درگاہ شُد
جان اوّل درگاہ کا مظہر ہے
جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شُد
جان جاں خود اللہ (تعالیٰ) کا مظہر ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بُدند
ملائک، مجسم عقل اور روح تھے
جانِ نو آمد کہ جسمِ آں شُدند
نئی روح آئی جس کے لیے وہ جسم بن گئے

از سعادت چوں براں جاں برزدند
سعادت کی وجہ سے جب اُس روح سے جا ملے
ہمچو تن آں رُوح را خادم شُدند
جسم کی طرح، اس روح کے خادم ہو گئے

آں[3] بلیس از جاں ازاں سر بُردہ بُود
اُس شیطان نے اُس جان سے سرتابی کی
یک نشُد باجاں کہ عضوِ مُردہ بُود
جان کے ساتھ ایک نہ بنا کیونکہ مردہ عضو تھا

چوں نبُودش آں فدایِ آں نشُد
چونکہ اسکو وہ (سعادت) حاصل نہ تھی وہ اُس روح پر قربان نہ ہوا
دست بشکستہ مطیعِ جاں نشُد
ٹوٹا ہوا ہاتھ تھا، جان کا فرماں بردار نہ بنا

جاں نشد ناقص گر آں عضوش شکست
اگر اس کا وہ عضو ٹوٹ گیا جاں ناقص نہ ہوئی
کاں بدستِ اُوست تاند کرد ہست
کیونکہ وہ اس کے قبضہ میں ہے اس کو موجود کر سکتی ہے

سرِّ دیگر ہست کو گوشِ دِگر
ایک دوسرا راز ہے، دوسرا کان کہاں ہے؟
طوطیِ کو مُستعدِّ آں شکر
وہ طوطی کہاں ہے جو اس شکر کی استعداد رکھے؟

---

[1] جاں۔ جان کے خواص یہ ہیں کہ وہ بھلے برے کو پہچانتی ہے۔ چوں۔ جبکہ جان کے یہ خواص ہیں تو جو زیادہ باخبر ہوگی وہ مکمل جان ہوگی اور جو شخص زیادہ باخبر ہوگا اس کی جان زیادہ قوی ہوگی۔ بے جان، دانش اور عقل سے خالی ہوتا ہے۔ روح۔ روح کی تاثیر آگاہی ہے جو روح اس صفت میں بڑھی ہوئی ہوگی وہ خدائی روح ہوگی۔

[2] چوں۔ اگر طبیعت میں علم و احساس کا مادہ نہیں ہے تو وہ ذی روح بمنزلہ جماد کے سمجھا جائے گا۔ جان اوّل۔ وہ روح جو مدبر بدن ہے وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہے اور جان کی جان جو علوم و معارف سے متصف ہو جاتی ہے وہ مظہرِ ذات حق ہو جاتی ہے۔ آں ملائک۔ ملائک مجسم عقل و جان تھے لیکن وہ حضرت آدمؑ کی روح کے اس طرح تابع ہو گئے جس طرح جسم روح کے تابع ہے۔

[3] آں بلیس۔ شیطان نے اس روح سے رابطہ منقطع کر لیا وہ مردہ عضو بن کر رہ گیا۔ دست بشکستہ۔ جو عضو ٹوٹ جاتا ہے وہ روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ جاں نشد۔ لیکن شیطان کی نافرمانی سے آدمؑ کے کمال میں نقصان نہیں آیا۔ سر دیگر۔ شیطان کی نافرمانی کا ایک اور راز بھی ہے جو عوام کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سرِ دیگر۔ دوسری جگہ مولانا نے یہ راز بھی ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کی صفت مضل کا مظہر ضروری تھا اس لیے بھی شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔

طوطیانِ[1] خاص را قندیست ژرف
خاص طوطیوں کے لیے شکر بہت ہے
طوطیانِ عام ازیں خور بستہ ظرف
عام طوطیوں نے اس خوراک سے آنکھ بند کر رکھی ہے

کے چشد درویشِ صورت زاں نکات
صورت کا بھکاری ان نکتوں کو کیا چکھ سکتا ہے؟
معنی ست آں نے فعولن فاعلات
وہ معنیٰ ہیں فعولن فاعلات نہیں ہے

از خرِ عیسیٰ در یغش نیست قند
(حضرت) عیسیٰ کو اپنے گدھے سے شکر کے بارے میں رکاوٹ نہیں
لیک خر آمد بخلقت کہ پسند
لیکن گدھا طبعًا گھاس کو پسند کرتا ہے

قند خر را گر طرب انگیختے
اگر گدھے کو شکر خوش کر سکتی
پیشِ خر قنطارِ شکّر ریختے
تو وہ گدھے کے سامنے ہی شکر کا بورا ڈال دیتے

معنیِ نَخۡتِمُ عَلٰٓى اَفۡوَاهِهِمۡ
"ہم ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے" کے معنی
ایں شناس، اینست رہرو را مہم
یہ سمجھ لے، یہ سالک کے لیے ضروری ہے

تا ز[2] راہِ خاتمِ پیغمبراں
پیغمبروں کے خاتم کے راستے کے ذریعہ
بُو کہ برخیزد ز لب ختمِ گراں
ہو سکتا ہے کہ ہونٹ سے بھاری مہر ہٹ جائے

ختمہائے کانبیا بگذاشتند
وہ مہریں جو انبیاء باقی چھوڑ گئے تھے
آں بدینِ احمدیؐ برداشتند
اُن کو احمدیؐ دین کے ذریعہ ہٹا دیا ہے

قُفلہایِ ناکشادہ ماندہ بُود
وہ بغیر کھلے ہوئے تالے رہ گئے ہیں
از کفِ اِنَّا فَتَحۡنَا بر کشود
"بیشک ہم نے کھولا" کے ہاتھ سے کھلے

اُو[3] شفیع ست ایں جہان و آنجہاں
وہ اس جہاں اور اس جہان کے سفارشی ہیں
ایں جہاں دردین و آنجا در جناں
اس جہان میں دین کے اور اس جہان میں جنتوں کے

ایں جہاں گوید کہ تورہ شاں نما
یہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو راستہ دکھائیں
واں جہاں گوید کہ تومہ شاں نما
وہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو چاند دکھائیں

پیشہ اش اندر ظہور و در کمون
ظاہر اور باطن میں اُن کی عادت
اِهۡدِ قَوۡمِیۡ اِنَّهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ
"میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ بے خبر ہیں" ہے

---

[1] طوطیاں۔ خاصانِ خدا کے لیے اسرار کی شکر بکثرت موجود ہے وہ اس سے غذا حاصل کر رہے ہیں عوام اس طرف توجہ نہیں کرتے ہیں۔ کے چشد۔ جو شخص محض لفظوں کا بھکاری ہے اس کو معانی کا لطف حاصل نہیں ہوتا یہ مثنوی محض شاعری نہیں ہے بلکہ اسرار کا بیان ہے۔ از خرِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے گدھے کو بھی اسرار کی تعلیم دے سکتے تھے لیکن اس میں استعداد ہی نہ تھی۔ قند۔ اگر ان کا گدھا اسرار سننے کی اہلیت رکھتا تو وہ اس کو اسرار کی تعلیم دیتے۔ علی افواہہم۔ "آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے"۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں اسرار کو ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

[2] تا ز راہ۔ اگر یہ بے استعداد لوگ آنحضورؐ کا طریقہ اختیار کرلیں تو ہو سکتا ہے ان میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو اُن لوگوں کے منہ پر لگی ہے آنحضورؐ کی برکت سے اُکھاڑ دی جائے۔ قفلہای۔ اُن لوگوں کے منہ پر جو قفل لگے ہوئے ہیں وہ آنحضورؐ کی برکت سے کھل جائیں گے۔ اِنَّا فَتَحۡنَا۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ "بے شک ہم نے ان کے لیے فتح کر دیا" اس میں صرف مکہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے۔

[3] او شفیع۔ آنحضورؐ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں ان کی سفارش سے اسرارِ دین تک رسائی ہوئی ہے اور آخرت میں جنت تک رسائی ہوگی۔ اہلِ جہان۔ دنیا بزبانِ حال آپ سے کہتی ہے کہ ان کو راہِ ہدایت دکھائیے اور آخرت کہے گی کہ اُن کو دیدارِ خداوندی کرائیے۔ اہد۔ آنحضورؐ کی دعا تھی کہ "خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں"۔

بازگشته[1] از دمِ اُو ہر دو باب — در دو عالم دعوتِ اُو مُستجاب
ان کی دُعا سے دونوں دروازے کھلے — دو جہاں میں اُن کی دعا قبول ہے

بہرِ ایں خاتم شدست اُو کہ بجود — مثلِ اُو نے بود و نے خواہند بود
اسی لیے وہ خاتم بنے، کیونکہ سخاوت میں — اُن جیسا کوئی نہ تھا اور نہ کوئی ہوں گے

چونکہ در صنعت برد اُستاد دست — نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو است
جب کوئی اُستاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے — کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اُس پر ختم ہے؟

در[2] کشادِ ختمہا تو خاتمی — در جہانِ رُوح بخشاں حاتمی
آپ مہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں — رُوح بخشنے والوں کے جہان میں آپ حاتم ہیں

ہست اشاراتِ محمدؐ المراد — کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کے ارشادات — سب فتوح در فتوح در فتوح ہیں

صد ہزاراں آفریں برجانِ اُو — بر قدوم و دورِ فرزندانِ اُو
آپ کی جان پر لاکھوں آفرین ہیں — اُنکی تشریف آوری اور آپکے فرزندوں کے دور پر (بھی)

آں خلیفہ زادگانِ مقبلش — زادہ اند از عنصرِ جان و دِلش
اُن کے دو بااقبال شہزادے — جو اُن کے دل اور جان کے جوہر سے پیدا ہوئے

گرز بغداد و ہری یا از رے اند — بیمزاجِ آب و گِلِ نسلِ وے اند
خواہ وہ بغداد اور ہرات یارے کے ہیں — بغیر پانی اور مٹی کے ملاؤ کے آپ کی نسل سے ہیں

شاخِ گل ہرجا کہ رُوید ہم گل ست — خُمِ مُل ہرجا کہ جوشد، ہم مُل ست
پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے پھول ہے — شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے شراب ہے

گر ز[3] مغرب برزند خورشید سر — عینِ خورشید ست نے چیزے دگر
اگر سورج مغرب سے رونما ہو — بعینہٖ سورج ہے نہ کہ دوسری چیز

عیب چیناں را ازیں دم کور دار — ہم بستاریِ خود اے کرد گار
عیب نکالنے والوں کو اس کلام سے اندھا رکھ — اے خدا! اپنی ستاری سے

گفت حق چشمِ خفاشِ بدسگال — بستہ ام من ز آفتابِ بے مثال
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ بدخواہ چمگاڈر کی آنکھ کو — میں نے بے مثال سورج سے بند کر دیا ہے

از نظرہائے خفاشِ کم و کاست — انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
چمگاڈروں کی ناقص نظروں سے — ستارے اور وہ سورج بھی پوشیدگی میں ہے

[1] بازگشتہ۔ آنحضورؐ کی دونوں دعائیں مقبول ہیں۔ بہرایں۔ آنحضورؐ کو خاتم النبیین محض اس لیے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لیے بھی کہ فیض رسانی میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا یعنی جس طرح آپ خاتمِ زمانی ہیں اسی طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں۔ چونکہ۔ جب کوئی استاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کر لیتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ دستکاری اس پر ختم ہے۔

[2] درکشاد۔ آنحضورؐ کو مہروں کے کھولنے میں اسی درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔ اشارات۔ آنحضورؐ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جن سے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے۔ فرزنداں۔ یعنی روحانی اولاد۔ آں خلیفہ زادگاں آپ کے جانشین جو آپ کے عنصر سے بنے ہیں۔ گر۔ یہ جانشین خواہ کسی ملک کے ہوں وہ آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ شاخ۔ کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگاؤ وہ اسی درخت کا فرد ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

[3] گرزمغرب۔ سورج جہاں سے بھی طلوع کرے سورج ہی ہے۔ عیب چیناں۔ ان بزرگوں کے جو عیب چین ہیں تکوینی اعتبار سے ان کو میرے اس کلام سے محروم رکھ۔ گفت حق۔ جن کے قلوب پر مہر لگ گئی ہے اُن کی آنکھیں بے مثال سورج سے بند ہیں۔

نکوہیدنِ[1] ناموسہائے پُوسیدہ را کہ مانعِ ذوقِ ایمان و
پُرانی عزتوں کی برائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف

دلیلِ ضعفِ صدق اندو راہزنِ صد ہزار ابلہ چنانکہ
کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لیے راہزن ہیں جیسا کہ

راہزنِ آں مخنث شدہ بُودند گوسفنداں و نمی یارست گذشتن و
اس ہیجڑے کے لیے بکریاں ہو گئی تھیں اور وہ گذر نہ سکا اور ہیجڑے

پُرسیدنِ مخنث از چوپاں کہ ایں گوسفندانِ تو عجب
نے گڈریئے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی

مرا می گزند گفت اگر مردی و در تورگِ مردی ہست
ہیں، اس نے کہا کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو

ہمہ فدایِ تو اندو اگر مخنثی ہریکے تُرا اژدرہاست مخنثے
یہ سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لیے

دیگر ہست کہ در حالے کہ گوسفنداں دید بازگشت و از
اژدہا ہے، ایک دوسرا ہیجڑا ہے کہ جیسے ہی اس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہو گیا اور

پُرسیدن ترسید کہ اگر من پرسم گوسفنداں اندر من
دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کر دیں گی

افتند ومرا بگزند
اور مجھے کاٹ لیں گی

اے ضیاء الحق حُسام الدین بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آ جائیے

اے صقالِ روح و سلطانِ ہُدیٰ
اے روح کی صیقل اور ہدایت کے شہنشاہ!

مثنوی را مسرحِ[2] مشروح دہ
مثنوی کو کشادہ میدان دے دیجئے

صورتِ امثالِ اُو را رُوح دہ
اس کی مثالوں کی صورت کو روح دے دیجئے

تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند
تاکہ اس کے حروف مجسم عقل اور جان بن جائیں

سُوئے خلدستانِ جاں پرّاں شوند
جان کی جنت کی طرف اڑنے لگیں

ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند
آپ ہی کوشش سے (عالم) ارواح سے آئے ہیں

سُوئے دامِ حرف مستحقن شُدند
حروف کے جال میں قیدی ہو گئے ہیں

---

[1] نکوہیدن۔ جس طرح یہ ہیجڑے بلاوجہ بکریوں سے ڈر گئے اسی طرح کم ہمت لوگ اپنے جاہ وناموس کے خیال سے حق کے قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔
[2] مسرح۔ چراگاہ۔ مشروح۔ کشادہ۔ مثال۔ حکایات۔ سوئے۔ یعنی مثنوی کے الفاظ عالم غیب کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

باد عمرت در جہاں ہمچوں خضرؑ[1]
دنیا میں آپ کی عمر خضرؑ کی طرح ہو
جاں‌فزا و دستگیر و مستمر
جان کو بڑھانے والی اور دستگیر اور زندۂ جاوید

چوں خضرؑ و الیاسؑ مانی در جہاں
آپ حضرت خضرؑ اور الیاسؑ کی طرح دنیا میں رہیں
تا زمیں گردد ز لطفت آسماں
تاکہ آپ کی عنایت سے زمین آسمان بن جائے

گفتمے از لطف تو جزوے ز صد
میں تیری مہربانی میں سے ایک فی سیکڑہ بیان کرتا
گر نبودے طمطراقِ چشمِ بد
اگر نظرِ بد کا زور و شور نہ ہوتا

لیک از چشمِ بدِ زہر آب دم
لیکن بُری نظر کے زہریلے پانی کے اثر سے
زخم ہائے رُوح فرسا خوردہ ام
روح کو گھٹانے والے میں نے بہت سے زخم کھائے ہیں

جُز[2] برمزِ ذکرِ حالِ دیگراں
سوائے دوسروں کے ذکر کے اشارے کے
شرحِ حالت می نیارم در بیاں
میں آپ کی حالت کا بیان نہیں کر رہا ہوں

ایں بہانہ ہم ز دستانِ دلے ست
یہ بہانہ بھی اس دل کے مکر کی وجہ سے ہے
کہ از و پاہای دل اندر گلے ست
جس کی وجہ سے دل کے پاؤں مٹی میں (پھنسے ہوئے) ہیں

صد دل و جاں عاشقِ صانع شُدہ
سیکڑوں جان اور دل صانع کے عاشق ہوئے
چشمِ بد یا گوشِ بد مانع شُدہ
بُری نظر یا بُرا کان مانع بنا

خود یکے بُو طالب آں عمِ رسولؐ
ایک ابوطالب ہی رسولؐ کے چچا
می نمودش شُنعتِ عرباں مہول
اُن کو عربوں کا (طعن و) تشنیع خوفناک نظر آیا

کہ چہ گویندم عرب کز طفلِ خود
کہ عرب مجھے کیا کہیں گے کہ اپنے بچے کی وجہ سے
اُو بگردانید دینِ معتمد
اس نے اپنا معتمد دین بدل دیا

منصبِ[3] اجداد و آبا را بماند
آباء و اجداد کا منصب چھوڑ دیا
در پےِ احمدؐ چنیں بیرہ براند
احمدؐ کے پیچھے بے راہ روانہ ہو گیا

آں رسولِ پاکباز و مجتبیٰ
اس منتخب اور پاکباز رسولؐ نے
ازپئے آں تا رہاند مر وُ را
اس لیے کہ اُن کو نجات دے

گفتش اے عمِ یک شہادت تو بگو
اُن سے کہا اے چچا! ایک گواہی دے دیجئے
تا کنم باحق شفاعت بہرِ تُو
تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سفارش کروں

گفت لیکن فاش گردد از سماع
انھوں نے کہا لیکن سننے سے مشہور ہو جائے گا
كُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الْاِثْنَيْنِ شَاعَ
جو راز دو سے بڑھا مشہور ہوا

[1] خضرؑ۔ حضرت خضرؑ پریشانوں کی حوصلہ افزائی اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور جب سے پیدا ہوئے ہیں برابر زندہ ہیں یہ تینوں باتیں حضرت حسام الدین کو حاصل ہو جائیں۔ الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے ہیں۔ گفتمے۔ لوگوں کی نظرِ بد کے ڈر سے میں آپکے معمولی احوال بھی ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

[2] جز۔ دوسرے بزرگوں کے پیرایہ میں آپ کا ذکر کرتا ہوں۔ ایں بہانہ۔ یعنی صراحۃً ذکر نہ کرنا۔ دلے۔ یعنی حاسد کا دل۔ پاہای دل۔ یعنی میرے دل کے پاؤں۔ صد۔ لوگوں کی نظرِ بد اللہ کے عشق سے بھی مانع بنی ہے۔ بوطالب۔ ابوطالب لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ شنعت۔ بدگوئی۔ عرباں۔ اہل عرب۔ مہول۔ خوفناک۔ دینِ معتمد۔ یعنی قریش کا دین۔

[3] منصب۔ یعنی یہ طعنہ دیں گے کہ سرداری خاک میں ملادی۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے فرمایا چچا چپکے سے کلمۂ شہادت پڑھ لیجئے مجھے آپ کی سفارش کا حق ہو جائے گا۔ گفت۔ ابوطالب نے کہا، راز راز نہ رہے گا مشہور ہو جائے گا۔

من[1] بمانم در زبانِ ایں عرب
میں ان عربوں کی زبانوں پر رہوں گا
پیشِ ایشاں خوار گردم زیں سبب
اس سبب سے ان کے سامنے ذلیل ہو جاؤں گا

لیک اگر بودیش لطفِ ما سبق
لیکن اگر اُن پر ازلی مہربانی ہوتی
کے بُدے ایں بد دلی با جذبِ حق
حق کے جذبہ کے سامنے یہ بددلی کب رہتی؟

الغیاث اے تو غیاث المستغیث
المدد، اے فریاد رسوں کی مدد!
زیں دو شاخہ اختیاراتِ خبیث
دوراہے کے ان خبیث اختیارات سے

من زدستان و ز مکرِ دل چناں
میں دل کے مکر اور فریب سے ایسا
مات گشتم کہ بماندم از فُغاں
عاجز آ گیا ہوں کہ فریاد سے (بھی) عاجز ہوں

من[2] کہ باشم چرخ باصد کاروبار
میں کون ہوں؟ آسمان نے (بھی) سیکڑوں کاروبار کے ہوتے ہوئے
زیں کمیں فریاد کرد از اختیار
اختیار کی وجہ سے اس گھات کی جگہ سے فریاد کی ہے

کاے خداوندِ کریمِ بُردبار
کہ اے حلیم، کریم خدا!
دہ امانم زیں دوشاخہ اختیار
اس اختیار کے دوراہے سے مجھے امن عطا کر

جذب یک راہِ صراط المستقیم
سیدھے راستہ کی ایک راہ کی کشش
بہ ز دو راہہ تردد اے کریم
اے کریم! دوراہے کے تردد سے بہتر ہے

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی
اس دوراہے سے اگرچہ تو ہی مقصود ہے
لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی
لیکن یہ دوئی خود جان کنی ہے

زیں دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست
اس دوراہے سے اگرچہ تیرے سوا کا ارادہ نہیں ہے
لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست
لیکن رزم، بزم کی طرح ہرگز نہیں ہے

در نُبی[3] بشنو بیانش از خدا
قرآن میں اس کا بیان خدا سے سُن
آیت اَشْفَقْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا
آیت "وہ اس سے ڈرے کہ اُس کو اٹھائیں"

ایں تردُّد ہست دردل چوں وغا
یہ تردُّد دل میں جنگ کی طرح ہے
کایں بُوَد بہ یا کہ آں حالے مرا
کہ میرے لیے یہ بہتر ہو گا، یا وہ حال

در تردُّد میزند بر ہمدگر
تردُّد میں ایک دوسرے پر حملہ کرتی ہے
خوف و امیدِ بہی در کرّ و فر
خوف اور بھلائی کی اُمید کشمکش میں

زیں تردُّد عاقبت ماں خیر باد
انجام کار اس تردُّد سے ہمارے لیے خیریت ہو
اے خدا مرجانِ مارا کُن توشاد
اے خدا! ہماری جان کو تو خوش رکھ

---

1. من بمانم۔ ابوطالب نے کہا میں ہمیشہ عربوں کی زبان سے بدنام رہوں گا اور ذلیل ہو جاؤں گا۔ لیک۔ ابوطالب پر اللہ کی مہربانی نہ تھی ورنہ وہ کلمہ پڑھ لیتے۔ بددلی۔ یعنی کلمۂ شہادت پڑھنے سے۔ دوشاخہ۔ یعنی رائے کا تذبذب۔ مات گشتم۔ انسان تذبذب کی حالت میں عاجز آ جاتا ہے۔
2. من کہ باشم۔ اختیار کے دوراہے سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ آسمان بھی پریشان ہوا۔ کمین۔ عالم شہادت یعنی دوشاخہ اختیار جس میں مکلف ہونا پڑتا ہے۔ جذب۔ دوراہے سے یہ بہتر ہے کہ خدا ایک صراط مستقیم کی ہدایت فرما دے۔ زیں دورہ۔ اگرچہ عاصی اور مطیع دونوں اسماءِ الٰہی کا مظہر ہیں لیکن تشریعاً مطلوب اطاعت ہے۔ رزم۔ معصیت مظہر قہر ہے اور بزم یعنی اطاعت مظہر مہر ہے لہٰذا دونوں یکساں نہیں ہیں۔
3. در نبی۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ "امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی وہ اُس کے برداشت کرنے سے ڈر گئے" مولانا نے امانت سے مراد یہی اختیار کا دوراہہ لیا ہے۔ وغا۔ انسان کا تردُّد۔ تردُّد۔ اس حالت میں خوف اور بھلائی کی باہمی کشمکش رہتی ہے۔ زیں۔ تردُّد کی حالت میں خدا عاقبت بخیر کرے۔

مُناجات[1] و پناہ جُستن بحق سبحانہ تعالیٰ از فتنۂ اختیار و از
دُعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے
فتنۂ اسبابِ اختیار کہ سمٰوات و ارضین از اختیار و اسبابِ
اسباب کے فتنہ سے، کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے
اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خلقتِ[2] آدمی مُولع افتاد
خوف کھا گئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلت اپنے اختیار کے اور
بر طلبِ اختیار و اسبابِ اختیارِ خویش چنانکہ بیمار
اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لالچی ہو گئی جیسا کہ بیمار
باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سببِ اختیار
ہوتا ہے، اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو وہ صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا
ست تا اختیارش بیفزاید و منصب خواہد تا اختیارش
سبب ہے، تاکہ اُس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تاکہ اس کے اختیار میں اضافہ
بیفزاید و مہبط[3] قہرِ حق اُو عزوجل درامم ماضیہ فرطِ
ہو جائے اور پہلی امتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار
اختیار و اسبابِ اختیارات بُودہ است، ہرگز فرعون
کے اسباب کی زیادتی ہوئی ہے، کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور
بے نوا و گرسنہ کس ندیدہ است
بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے

اے کریم ذُوالجلالِ مہرباں ... دائم المعروف، دارای جہاں
اے مہربان، عظمت والے کریم! ... سدا احسان والے، جہان تھامنے والے

یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ حَيّ لَمْ یَزَلْ ... یَا کَثِیْرَ الْخَیْرِ شاہِ بے بدل
اے ہمیشہ رہنے والے، زندہ بھلی معافی والے! ... اے گھنی خیر والے، بے بدل شہنشاہ!

اوّلم ایں جزر و مد از تو رسید ... ورنہ ساکن بُود ایں بحر اے مجید
یہ جزر و مد ابتدا مجھے تجھی سے ملا ... ورنہ اے بزرگ! یہ سمندر ساکن تھا

ہم ازانجا کایں تردُّد دادیم ... بے تردُّد کُن مرا ہم از کرم
جس جگہ سے تو نے مجھے یہ تردد دیا ہے ... مجھے کرم سے بے تردُّد بھی کر دے

---

[1] مناجات۔ تردد کی حالت میں مولانا نے عاقبت بخیر ہونے کی دعا شروع کی ہے۔
[2] خلقت۔ انسان ہمیشہ اختیار کا طالب بنتا ہے، بیماری سے صحت اسی لیے چاہتا ہے کہ اختیار میں اضافہ ہو اور یہ اختیار کی زیادتی ہی انسان کی تباہی کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرعون اور پہلی اُمتوں کے واقعات سے ظاہر ہے۔
[3] مہبط۔ جائے نزول۔ دارای جہاں۔ قیوم۔ جزر و مد۔ یعنی تردُّد میں گھٹا و بڑھاؤ۔

ابتلا[1] ام می کُنی آہ الغیاث
آہ، تو میری آزمائش کرتا ہے، فریاد ہے

اے ذکور از ابتلائت چوں اناث
اے وہ کہ تیری آزمائش کے سامنے مذکر مونث کیطرح ہیں

تابکے ایں ابتلا یارب مکن
یہ آزمائش کب تک؟ اے خدا! نہ کر

مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن
مجھے ایک راستہ عنایت کر دے، دس راستے نہ بنا

اُشترے ام لاغرے و پُشت ریش
میں کمزور اُونٹ ہوں اور زخمی ہوکر

ز اختیارِ ہمچو پالاں شکلِ خویش
اپنے پالان جیسی شکل کے اختیار سے

ایں کژاوہ گہ شود ایں سُوگراں
کنارہ کبھی اس جانب بھاری ہو جاتا ہے

آں کژاوہ گہ شود آں سُوکشاں
وہ کنارہ کبھی اُس طرف کھنچ جاتا ہے

بفگن از من حملِ ناہموار را
مجھ سے ناہموار بوجھ کو گرا دے

تابہ بینم روضۂ ابرار را
تاکہ میں نیکوں کے باغیچے کو دیکھ لوں

ہمچو[2] آں اصحابِ کہف از باغِ جُود
اصحابِ کہف کی طرح، سخاوت کے باغیچے سے

می چرم ز ایقاظ نے بَلْ هُمْ رُقُوْدٌ
میں غذا حاصل کروں جاگتے ہوئے نہیں بلکہ وہ سوتے ہیں

خُفتہ باشم بریمین یابر یسار
میں دائیں پر سویا ہوا ہوں یا بائیں پر

بر نگردم جُز چو گُو بے اختیار
میں صرف بے اختیار گیند کی طرح کروٹ بدلوں

ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین
تیرے ہی پلٹنے سے، دائیں جانب

یا سُوی ذات الشمال اے ربِ دیں
یا بائیں جانب اے دین کے رب!

صد ہزاراں سال بُودم در مَطار
میں، اُڑنے کی جگہ میں لاکھوں سال رہا

ہمچو ذرّاتِ ہوا بے اختیار
ہوا کے ذرّوں کی طرح، بے اختیار

گر فراموشم شُد ست آں وقت و حال
اگرچہ وہ حال اور وقت میں بھول گیا ہوں

یادگارم ہست در خواب ارتحال
نیند میں منتقل ہو جانا میرے لیے یادگار ہے

می[3] رہم زیں چارمیخ، چار شاخ
میں اس چار میخ، چار شاخ سے نجات پا جاتا ہوں

می جہم در مَسرحِ جاں زیں مناخ
اس باڑے سے جان کی سیرگاہ میں کود جاتا ہوں

شیرِ آں ایامِ ماضیہائے خود
اپنے اُن گذرے ہوئے دنوں کا دودھ

می چشم از دایۂ خواب اے صمد
اے بے نیاز! میں اپنی نیند کی دایہ سے چکھتا ہوں

جُملہ عالم ز اختیار و ہستِ خود
تمام جہاں اپنی ہستی اور اختیار سے

می گریزد در سَرِ سَرمستِ خود
اپنے سرمست سر کی جانب بھاگتا ہے

---

1. ابتلا۔ تردد جس میں ہر راہ پہ چلنے کا اختیار ہو، اللہ کی جانب سے ایک آزمائش ہے۔ ذکور۔ اس مقام پر بڑے بڑے بہادر ناکام ہوگئے ہیں۔ اختیار۔ انسان پر اختیار ایسا ہی لدا ہوا ہے جیسا کہ اونٹ پر پالان۔ ایں کژاوہ۔ انسان کا اختیار کبھی برائی کی طرف جھکتا ہے کبھی بھلائی کی جانب۔ روضہ۔ باغِ جنت جو ہر بھلائی کا نتیجہ ہے۔
2. ہمچو۔ اصحابِ کہف کا سونا خدا کے حکم سے تھا لہٰذا وہ اس غیر اختیاری حالت میں بھی اطاعت میں مصروف تھے۔ خفتہ۔ ہم بھی غیر اختیاری حالت میں اطاعت میں مصروف ہیں۔ ہم بتقلیب۔ خدا ہی اُن اصحابِ کہف کی کروٹیں بدلواتا تھا۔ مطار۔ یعنی عالمِ ارواح، اس میں انسان غیر اختیاری حالت میں تھا۔ گر فراموشم۔ انسان عالمِ ارواح کی زندگی بھولے ہوئے ہے نیند میں اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔
3. می رہم۔ اس وقت انسان عالمِ شہود کی تکلیفات سے غیر مکلف ہو جاتا ہے۔ چارمیخ۔ مجرموں کو سزا دینے کا ایک طریقہ تھا۔ چار شاخ۔ ایک قسم کی قید اور طوق تھا جو مجرموں کی گردن میں ڈالا جاتا تھا۔ مسرح۔ چراگاہ۔ مناخ۔ اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ۔ شیر۔ نیند کی حالت میں عالمِ ارواح کا مزہ چکھ لیتا ہوں۔ جملہ عالم۔ بیخودی اور بے اختیاری کے لیے انسان شراب پیتا ہے اور سرود و نغمہ سنتا ہے۔

تا دمے از ہوشیاری وارہند
تاکہ تھوڑی دیر کے لیے ہوشیاری سے نجات پائیں
ننگِ خمر و زمر بر خود می نہند
شراب اور باجے کی ذلت اختیار کرتے ہیں

جملہ[1] دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست
سب نے جان لیا ہے کہ یہ ہستی جال ہے
فکر و ذکرِ اختیاری دوزخ ست
اختیاری فکر اور ذکر جہنم ہے

میگریزند از خودی در بیخودی
خودی سے بیخودی کی جانب بھاگتے ہیں
یا بمستی یا بشُغل اے مُہتدی
یا مستی کے ذریعہ یا کسی شغل کے ذریعہ اے ہدایت یافتہ!

نفس را زاں نیستی وامی کشی
آپ نفس کو اس نیستی سے اس لیے جدا کر دیتے ہیں
زانکہ بے فرماں شُد اندر بیہشی
کیونکہ وہ بغیر حکم کے بے ہوش ہوا ہے

نیستی باید کہ آں از حق بُود
وہ نیستی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو
تاکہ بیند اندراں حُسنِ احد
تاکہ اُس میں احد کا حسن دیکھے

لَیْسَ[2] لِلْجِنِّ وَلَا لِلْاِنْسِ اَنْ
نہ جن کے لیے اور نہ انسان کے لیے یہ (ممکن) ہے
تَنْفُذُوْا مِنْ حَبسِ اَقْطَارِ الزَّمَنْ
کہ تم زمانے کے اطراف سے نکل بھاگو

لَا نَفُوْذَ اِلَّا بِسُلْطَانِ الْهُدٰی
بجز ہدایت کے بادشاہ کے نکلنا نہیں ہے
مِنْ تَجَاوِیفِ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی
بلند آسمانوں کے جوفوں سے

لَا هُدٰی اِلَّا بِسُلْطَانٍ یَّقِیْ
ہدایت نہیں ہے مگر اُس شاہ سے جو بچاتا ہے
مِنْ حُرَاسِ الشُّهُبِ رُوْحَ الْمُتَّقِی
متقی کی روح کو ٹوٹنے والے ستاروں کے نگہبانوں سے

ہیچ کس را تا نگردد اُو فنا
کسی شخص کے لیے جب تک وہ فنا نہ ہو جائے
نیست رہ در بارگاہِ کبریا
کبریا کی بارگاہ میں راستہ نہیں ہے

چیست معراجِ فلک، ایں نیستی
آسمانوں کی معراج کیا ہے؟ یہ نیستی ہے
عاشقاں را مذہب و دیں نیستی
عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

پوستین[3] و چارق آمد از نیاز
عاجزی کی وجہ سے پوستین اور چپل
در طریقِ عشق محرابِ ایاز
ایاز کے لیے راہِ عشق میں محراب ہے

گرچہ اُو خود شاہ را محبوب بُود
اگرچہ وہ خود شاہ کا محبوب تھا
ظاہر و باطن لطیف و خوب بُود
ظاہر اور باطن پاکیزہ اور اچھا تھا

گشتہ بے کبر و ریاوٴ کینۂ
وہ بغیر تکبر اور ریا اور کینہ کے بن گیا
حُسنِ سلطاں را رخش آئینۂ
اُس کا رُخ شاہ کے حسن کا آئینہ تھا

[1] جملہ۔ سب انسان محسوس کرتے ہیں کہ خودی ایک جال ہے اسی لیے کوئی مستی کے ذریعہ کوئی کسی اور شغل کے ذریعہ بیخودی اختیار کرتا ہے (مے سے غرض نشاط ہے کس رُوسیاہ کو۔ اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے) نفس۔ جو مستی اور استغراق، عبادت سے پیدا ہوتا ہے اس میں دوام ہوتا ہے کسی معصیت سے پیدا شدہ بیخودی عارضی ہوتی ہے۔ نیستی۔ جو بیخودی عبادت اور اطاعت سے پیدا ہوتی ہے اس سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] لیس۔ کسی ولی کو معراجِ روحانی اور عالمِ ملکوت کی سیر اُسی وقت میسر آتی ہے جب جذبِ الٰہی ہو اور خدا اُس کو اُن ستاروں سے بچائے جو عالمِ ملکوت سے باتیں چُرانے والے شیاطین کو جلا ڈالتے ہیں۔ ہیچ کس۔ فنا کے بعد ہی بقاء کا درجہ ممکن ہے اور نیستی کے بعد روحانی معراج حاصل ہوتی ہے۔

[3] پوستین۔ ایاز کا مقصد پوستین اور چپل محفوظ رکھنے سے نیاز مندی تھا جو فنا اور نیستی کا سبب ہے۔ گرچہ۔ ایاز کا پوستین اور چپل کو محفوظ رکھنا اور روزانہ اُن کو دیکھنا اس بنا پر نہ تھا کہ اس کی نیستی اور فنا ناقص تھی اور اس کو ڈر تھا کہ ہستی اور خودی کے مصاحب کبر وغیرہ نہ پیدا ہو جائیں بلکہ اسکو نیستی کے اسباب کو دیکھنا فی نفسہٖ پسند تھا۔

چونکہ از ہستیِ خود مفقود شُد　　مُنتہایِ کارِ اُو محمود شُد
جبکہ وہ اپنی ہستی سے گم ہو گیا　　اُس کا انجام کار قابلِ تعریف بنا

زاں[1] قوی تر بُود تمکینِ ایاز　　کو زخوفِ کبر کردے احتراز
ایاز کا جماؤ اس سے قوی تھا　　کہ وہ تکبر کے خوف سے بچاؤ کرتا

اُو مُہذب گشتہ بُود و آمدہ　　کبر را و نفس را گردن زدہ
وہ مہذب بن گیا تھا اور اُس نے　　تکبر اور نفس کی گردن کاٹ دی تھی

یا پئے تعلیم میکرد آں حِیَل　　یا برایِ حکمتے دور از وجل
یا وہ حیلے، سکھانے کے لیے کرتا تھا　　یا کسی اور حکمت کے لیے، جو خوف سے علیحدہ تھی

یا کہ دیدِ چارقش زاں شُد پسند　　کز نسیمِ نیستی ہستی ست بند
یا اُس کو چپل دیکھنا اس لیے پسند آیا　　کہ ہستی، نیستی کی ہوا کا بند ہے

تاکشاید[2] دخمہ کاں برنیستی ست　　تابیابد آں نسیم و عیش و زیست
تاکہ وہ دخمہ کھل جائے جو نیستی پر ہے　　تاکہ وہ عیش اور زندگی کی ہوا پا لے

تابہ بندد دخمہ بر ایں مُردگاں　　تابیابد بُویِ عیشِ زندگاں
تاکہ ان مردوں کا دخمہ بند ہو جائے　　تاکہ زندوں کے عیش کی خوشبو پا لے

ملک[3] و مال و اطلسِ ایں مرحلہ　　ہست برجانِ سبک رو سلسلہ
اس منزل کا ملک اور مال اور اطلس　　تیز رفتار جاں کی زنجیر ہے

سلسلہء زریں بدید و غرہ گشت　　ماندہ در سُوراخِ چاہے جاں زدشت
اس نے زریں زنجیر دیکھی اور دھوکے میں آ گئی　　جان، وسیع میدان سے ایک کنویں کے سوراخ میں رہ گئی

صورتش جنت بمعنیٰ دوزخے　　افعی پُر زہر و نقشش گلرخے
اس کی صورت جنت ہے حقیقتاً دوزخ ہے　　زہر سے بھرا ہوا اژدہا ہے اور اس کی صورت گل جیسی ہے

گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر　　لیک ہم بہتر بُود زانجا گذر
اگرچہ مؤمن کو دوزخ نقصان نہیں پہنچاتی ہے　　لیکن وہاں سے گذر جانا ہی بہتر ہے

گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال　　لیک جنت بہ وُرا در کلِّ حال
اگرچہ دوزخ اس سے عذاب کو دور رکھتی ہے　　لیکن ہر حالت میں اس کے لیے جنت بہتر ہے

---

[1] زاں۔ ہستی پر ایاز کا جماؤ اس قدر قوی تھا کہ اس کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ کبر کے خوف سے اس سے اپنا بچاؤ کرے، وہ ہستی کے تمام عیبوں سے پاک ہو چکا تھا اور کبر اور نفس کو فنا کر چکا تھا۔ یا پئے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوستین اور چپل کی زیارت دوسروں کی تعلیم کے لیے کرتا ہو۔ یا کہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہستی کے لوٹنے کا تو احتمال نہ تھا لیکن فنا کے مراتب میں کمی آ گئی تھی اس کی تکمیل کے لیے یہ کرتا ہو۔

[2] تاکشاید۔ اس کی نیستی گویا پارسیوں کے دخمہ میں بند ہے اور وہ چاہتا تھا کہ نیستی کی خوشبو اس دخمہ میں سونگھے تاکہ روح کی زیست کی نسیم اور عیش اس کو حاصل ہو جائے۔ دخمہ۔ مجوس کا گورستان جو تہ خانہ یا ایک مکان کی صورت میں ہوتا ہے جس میں مُردوں کو لیجا کر بٹھا دیتے ہیں۔ تابہ بندد۔ یعنی وہ دخمہ جو اُن مُردوں کا ہے، جو ہستی میں مبتلا ہیں بند ہے اور زندوں یعنی ان لوگوں کے دخمہ کی خوشبو اسکو حاصل ہوتی رہے جو اپنے آپ کو فنا کر کے زندگی حاصل کر چکے ہیں۔

[3] ملک و مال۔ دنیا کی دولت اور مال، فانی کی جان کی سبکروی کے لیے مانع بنتا ہے ایاز اسی کیفیت کو دور کرتا تھا۔ سلسلہ۔ یہ دنیا کی دولتیں سونے کی زنجیریں ہیں جن کے ظاہر کو دیکھ کر انسان ان میں اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے لیکن اس کے انجام سے کہ وہ کنویں کے سوراخ میں مقید ہو رہا ہے غافل رہتا ہے۔ صورتش۔ دنیا کا ظاہر بڑا خوشنما ہے لیکن اس میں زہر بھرا ہوا ہے۔ گرچہ۔ مومن کو یہ دنیا کا جہنم اگرچہ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے بہر حال جنت اُس سے بہتر ہے۔

الحذر اے ناقصاں[1] زیں گُلرخے ۔۔۔ کہ بگاہِ صُحبت آمد دوزخے

اے ناقصو! اس گل رخ سے بچو ۔۔۔ جو صحبت کے وقت دوزخ ثابت ہوتی ہے

الفرار اے غافلاں زیں گلشنے ۔۔۔ کہ حقیقت بدتر ست از گلخنے

اے غافلو! اس گلشن سے بھاگو ۔۔۔ کیونکہ وہ حقیقتاً بھٹی سے بدتر ہے

زینہار اے جاہلاں زیں گلشکرے[2] ۔۔۔ کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر

اے جاہلو! اس گلقند سے بچو! ۔۔۔ کیونکہ وہ چنگاری کی طرح مُنہ کو جلا دیتا ہے

چند گویم مر تُرا کیں انگبیں ۔۔۔ زہرِ قتالست زُو دوری گزیں

میں تجھے کتنا کہوں کہ یہ شہد ۔۔۔ قاتل زہر ہے؟ اُس سے دُوری اختیار کر

لیک تلخ آید تُرا گفتارِ من ۔۔۔ خواب می گیرد تُرا ز انذارِ من

لیکن تجھے میری بات کڑوی لگتی ہے ۔۔۔ میرے ڈرانے سے، تجھے نیند گھیرتی ہے

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو ۔۔۔ وز حیاتِ خویش برخوردار شو

صاحب! آخر تھوڑی دیر کے لیے جاگ جا ۔۔۔ اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا

حکایتِ[3] آں غلامِ ہندو کہ بخداوند زادۂ خود پنہاں ہوا

اُس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقا زادی سے مخفی طور پر محبت

آوردہ بُود چوں دختر را با مہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت

رکھتا تھا جب لڑکی کا امیرزادہ سے نکاح کیا تو غلام کو معلوم ہو گیا

و رنجور شُد و می گداخت، ہیچ کس علّتِ اُو را نمی یافت

وہ بیمار پڑ گیا اور پگھلتا تھا کوئی شخص اُس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا

و اُو را زہرۂ گفتن نے، و اطبا از معالجۂ اُو فروماندند و

اور اُس کو کہنے کی ہمت نہ تھی اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز آ گئے اور

چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد

جب آقا کو معلوم ہوا تو اُس نے تدبیر سے علاج کر دیا

خواجہ را بُود ہندو بندۂ ۔۔۔ پروریدہ کردہ اُو را زندۂ

ایک آقا کا ایک ہندوستانی غلام تھا ۔۔۔ جس کو اُس نے پرورش کر کے زندہ کر دیا

علم و آدابش تمام آموختہ ۔۔۔ در دِلش شمعِ ہُنر افروختہ

اُس کو سب علم اور آداب سکھائے ۔۔۔ اُس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کر دی

---

[1] ناقصاں۔ جبکہ کاملوں کے لیے بھی دنیا سے احتراز بہتر ہے تو ناقصوں کے لیے تو وہ بالکل تباہی کا سبب ہے۔ گلخنے۔ یعنی ہستی کے اسباب، دنیاوی کی رونق۔

[2] گلشکر۔ گلقند یعنی دنیا کی لذتیں۔ زانذار۔ انداز کا ہمزہ گرا کر زاء کو نون سے ملا کر پڑھا جائے۔

[3] حکایت۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ غافل انسان دنیا کی ظاہری رونق پر فریفتہ ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ بہت بُری ثابت ہوتی ہے اب اسی مضمون کو اس قصہ سے سمجھایا ہے۔ ہندو۔ یعنی ہندوستان کا رہنے والا۔ زندہ۔ یعنی طاقتور۔

پروریدش از طفولیت[1] بناز
در کنارِ لُطفِ آں اِکرام ساز

اُس کو بچپن سے ناز سے پالا
اُس کرم کرنے والے نے، مہربانی کے پہلو میں

بُود ہم ایں خواجہ راایک دُخترے
سیم اندامے گشے خوش گوہرے

اس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی
چاندی کے بدن والی، حسین، خوش مزاج

چوں مُراہق گشت دختر طالباں
بذل میکردند کابینِ گراں

جب لڑکی بلوغ کے قریب ہوئی، طلبگار
بھاری مہر خرچ کرنے لگے

می رسیدش از سُوئ ہر مہترے
بہرِ دختر دمبدم خواہش گرے

اس کے پاس ہر سردار کی جانب سے پہنچتا
ہر لحہ لڑکی کے لیے درخواست کرنے والا

گفت خواجہ مال را نبُود ثُبات
روز آید شب رود اندر جہات

آقا نے کہا، مال کے لیے ٹکاؤ نہیں ہے
دن میں آتا ہے رات کو ادھر ادھر چلا جاتا ہے

حُسنِ صورت ہم ندارد اعتبار
کہ شود رُخ زرد از یک زخمِ خار

صورت کا حُسن بھی اعتبار نہیں رکھتا
کیونکہ چہرہ ایک کانٹے کے زخم سے زرد ہو جاتا ہے

سہل[2] باشد نیز مہتر زادگی
کہ بُود غرّہ بمال و بارگی

سردار کا بیٹا ہونا بھی معمولی ہوتا ہے
کیونکہ وہ مال اور گھوڑے پر مغرور ہوتا ہے

اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر
شُد ز فعلِ زشت خود ننگِ پدر

بہت سے رئیس زادے ہیں کہ شور و شر کی وجہ سے
اپنے بُرے کام کی وجہ سے باپ کے لئے عار ہیں

پرہُنر را نیز اگر باشد نفیس
کم پرست و عبرتے گیر از بلیس

ہُنر مند بھی اگر وہ حاسد ہے
اچھا نہ سمجھ، شیطان سے عبرت حاصل کر لے

علم بودش چوں نبودش عشقِ دیں
اُو ندید از آدم اِلا نقشِ طیں

اس کو علم حاصل تھا، اس کو چونکہ دین کا عشق نہ تھا
اس نے آدمؑ میں مٹی کی صورت کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

گرچہ[3] دانی دقّتِ علم اے امیں
زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں

اے امانتدار! اگرچہ تو علم کی باریکیاں جانتا ہے
اس سے تیری غیب کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں

چوں نہ بیند غیرِ دستارے و ریش
از مُعرّف پُرسد از بیش و کمیش

چونکہ وہ پگڑی اور ڈاڑھی کے سوا نہیں دیکھتا ہے
جاننے والے سے اس کی کمی و بیشی پوچھتا ہے

عارفا تو از معرّف فارغی
خود ہمی بینی کہ نورِ بازغی

اے عارف! تو بتانے والے سے بے نیاز ہے
تو خود دیکھ لیتا ہے، کیونکہ تو چمکتا نور ہے

---

[1] طفولیت۔ بچپن۔ اکرام ساز یعنی آقا۔ گش۔ حسین، خوش رفتار۔ مراہق۔ وہ جو بالغ ہونے کے قریب ہو۔ کابین۔ مہر۔ خواہشگر۔ درخواست کرنے والا۔ ثبات۔ ٹکاؤ۔

[2] سہل۔ معمولی۔ بالغو۔ غرہ۔ مغرور۔ بارگی۔ گھوڑا۔ نفیس۔ حاسد۔ بلیس۔ شیطان ہنرمند تھا لیکن حاسد تھا۔ نقشِ طین۔ یعنی آدمؑ کا مٹی کا پتلا۔

[3] گرچہ۔ علم کی باریکیوں سے غیب بیں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں۔ چوں نہ بیند۔ ظاہر بیں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ باطن کی حالت کسی دوسرے سے پوچھتا ہے۔ نورِ بازغی۔ تو چمکدار نور ہے۔

کار[1] تقویٰ دارد و دین و صلاح — کہ ازو باشد بدو عالم فلاح

تقویٰ اور دین اور نیکی کام آتی ہے — کیونکہ اُسی سے دونوں جہاں میں نجات ہے

کرد یک دامادِ صالح اختیار — کہ بُد او فخرِ ہمہ خیل و تبار

اس نے ایک نیک داماد پسند کر لیا — جو تمام خاندان اور قبیلہ کے لیے فخر تھا

پس زناں گفتند او را مال نیست — مہتری و حُسن و استقلال نیست

تو عورتوں نے کہا اُس کے پاس مال نہیں ہے — سرداری اور مستقل ہونے کی خوبی نہیں ہے

گفت آنہا تابعِ زہد اندو دیں — بے زر او[2] گنجے ست بر رُوئے زمیں

اس نے کہا وہ چیزیں زہد اور دین کے تابع ہیں — وہ روئے زمین پر بغیر سونے کا خزانہ ہے

چوں بجد تزویجِ دختر گشت فاش — دست پیمان و نشانی و قماش

جب واقعۃً لڑکی کا رشتہ مشہور ہو گیا — چڑھاوا اور نشانی اور جوڑا (بھی)

پس غلامِ خواجہ کاندر خانہ بُود — گشت بیمار و ضعیف و زار زُود

آقا کا غلام جو گھر میں تھا — بہت جلد بیمار اور ضعیف اور کمزور ہو گیا

ہمچو بیمارِ[3] دقے او می گداخت — علتِ او را طبیبے کم شناخت

وہ دق کے بیمار کی طرح پگھلتا تھا — اُس کی بیماری کوئی طبیب نہ پہچانتا تھا

عقل می گفتے کہ رنجش از دل ست — داروِی تن در غمِ دل باطل ست

عقل کہتی تھی کہ اُس کی بیماری دل کی ہے — جسم کی دوا، دل کے غم میں بیکار ہے

آں غلامک دم نزد از حالِ خویش — گرچہ می آمد وُرا در سینہ ریش

اُس بیچارے غلام نے اپنے حال کے بارے میں دم نہ مارا — اگرچہ اُس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا

گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تُو — باز پُرسش در خلا از حالِ او

ایک رات شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو — تنہائی میں اُس سے اُس کا حال دریافت کر

تو بجایِ مادرے او را بُود — کو غمِ خود پیشِ تو پیدا کُند

تو اُس کی ماں کے بجائے ہے — (ہو سکتا ہے) کہ وہ اپنا غم تجھے ظاہر کر دے

چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام — روزِ دیگر رفت نزدیکِ غلام

بیوی نے جب یہ بات کان میں ڈال لی — وہ دوسرے دن غلام کے پاس گئی

پس سرش را شانہ می کرد آں ستی — با دو صد مہر و دلال و دوستی

وہ بیوی اسکے سر میں کنگھی کر رہی تھی — دو سو محبتوں اور ناز اور دوستی کے ساتھ

---

[1] کار۔ دین ودنیا کی فلاح تقوے اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ کرد۔ چونکہ انسان کی فلاح دارین کا مدار تقوے پر ہے لہٰذا اُس سردار نے دامادی کے لیے ایک متقی شخص کو پسند کر لیا۔ خیل۔ قبیلہ۔ تبار۔ خاندان۔ استقلال۔ یعنی گذارے کی پائیداری۔

[2] او۔ یعنی وہ لڑکا جو پسند کیا ہے۔ دست پیماں۔ وہ چیزیں جو منگنی کے وقت دلہن کو دی جاتی ہیں۔ نشانی۔ وہ انگوٹھی رومال وغیرہ جو منگنی کے وقت دولہا کو دیا جاتا ہے۔ قماش۔ جوڑے، پارچہ جات۔

[3] بیمار دقے۔ مرضِ دق کا بیمار۔ داروی۔ عشق کی بیماری میں جسم کی دوا بیکار ہے۔ ریش۔ زخم۔ خلا۔ تنہائی۔ پیدا۔ ظاہر۔ شانہ۔ کنگھی۔ ستی۔ بیگم۔ دلال۔ ناز۔

آں چناں کہ مادرانِ مہرباں
جیسا کہ مہربان مائیں.
نرم گردش تا در آمد در بیاں
اُس نے اس کو نرم کر دیا یہاں تک کہ وہ کہنے پر آ گیا

کہ مرا اُمید از تو ایں نبُود
کہ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی
کہ دہی دختر بہ بیگانہ عنُود
کہ آپ لڑکی کو اجنبی، سرکش کو دیں گی

خواجہ زادہ ما و ما خستہ جگر
وہ میری آقازادی ہے اور میں زخمی جگر ہوں
حیف نبُود کو رود جائے دگر
(کیا) افسوس نہ ہو گا کہ وہ دوسری جگہ جائے؟

خواست آں خاتون زخشمے کامدش
اُس غصہ کی وجہ سے جو اس کو آیا، بیوی نے چاہا
کش زند و ز بام زیر اندازدش
کہ اس کو پیٹے اور بالاخانہ سے نیچے گرا دے

گو کہ باشد ہندوی مادر غرے
کہ وہ ہندی مادر بخطا کون ہوتا ہے؟
کہ طمع دارد بخواجہ دخترے
کہ آقا کی لڑکی کا لالچ کرے

گفت صبر اولیٰ بُود خود را گرفت
بولی صبر بہتر ہے، اپنے آپ کو قابو میں کر لیا
گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت
خواجہ سے کہا، کہ یہ عجیب بات سُن

ایں چنیں گرّا کیے خائن بُود
ایسا کمینہ غلام خائن ہو گا
ماگماں بُردہ کہ ہست اُو معتمد
ہم نے گمان کیا کہ وہ بھروسہ کا ہے

حالِ خود را ایں چنیں گفت اُو مرا
اُس نے اپنا حال مجھے اس طرح بتایا
خواستم کز خشم بکشم مرورا
میں نے چاہا غصہ سے اس کو مار ڈالوں

صبر فرمودنِ خواجہ مادرِ دختر زا کہ غلام را زجر مکُن من
آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں
بے زجر اُو را ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوزد و
بغیر جھڑکے اُس کو اس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دوں گا کہ نہ سیخ جلے اور
نہ کباب خام ماند
نہ کباب کچا رہے

گفت خواجہ صبر کُن با اُو بگُو
آقا نے کہا صبر کر، اُس سے کہہ دے
کہ ازو ببریم و بدہیمش بُو
کہ ہم اُس سے چھڑا لیں گے اور اس کو تجھے دے دیں گے

تا مگر ایں از دلش بیروں کُنم
تاکہ شاید اس کو اُس کے دل سے نکال دوں
پس تماشا کُن کہ دفعش چوں کُنم
پھر تماشا دیکھنا کہ میں اس کو کس طرح دفع کرتا ہوں

عنُود۔سرکش۔حیف۔افسوس،ظلم۔رود۔یعنی شادی کردینے پر۔بام۔بالاخانہ۔مادرغرے۔جس کی ماں زانیہ ہو۔
گرّا کیے۔گرا،غلام،حجام،اس میں یا زیادہ اور کاف تصغیر کا ہے۔زجر۔سرزنش۔بدہیمش۔اُور ابدہیم۔

تو دلش خوش کُن بگو میداں دُرست
تو اُس کا دل خوش کر دے کہہ دے صحیح سمجھ
کہ حقیقت دُخترِ ما جُفتِ[1] تُست
کہ حقیقتاً ہماری لڑکی تیرا جوڑا ہے

ماندانستیم اے خوش مُشتری
اے بہترین خریدار! ہم نہ سمجھے تھے
چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری
جب ہم سمجھ گئے، تو زیادہ مناسب ہے

آتشِ ماہم دریں کانونِ ما
ہماری آگ بھی ہماری بھٹی میں
لیلیٰ آنِ ما و بتو مجنونِ ما
لیلیٰ (بھی) ہماری اور تو مجنون (بھی) ہمارا

تاخیال و فکر خوش بروے زند
تاکہ اچھا خیال اور فکر اُس پر چھا جائے
فکرِ شیریں مردُ را فربہ کُند
شیریں خیال اُس کو موٹا کر دے

جانور فربہ شود لیک از علف
جانور موٹا ہوتا ہے لیکن چارے سے
آدمی فربہ ز عزت و شرف
آدمی عزت اور بڑائی سے پھولتا ہے

آدمی فربہ شود ازراہِ گوش
آدمی کان کے راستہ سے موٹا ہوتا ہے
جانور فربہ شود از حلق و نوش
جانور، حلق اور کھانے سے موٹا ہوتا ہے

گفت آں خاتوں کزیں ننگِ مہیں
اُس بیوی نے کہا، کہ اس ذلت اور رسوائی سے
خود زبانم کے بجنبد اندریں
اس معاملہ میں میری زبان کیسے ہلے گی؟

ایں چنیں ژاژے[2] چہ خایم بہرِ اُو
میں اس کی خاطر ایسی بکواس کیا بکوں؟
گو بمیر آں خائنِ ابلیس خُو
گو وہ شیطان صفت، خائن، مر جائے

گفت خواجہ نے مترس و دم دہش
خواجہ نے کہا، نہیں نہ ڈر اور تسلی دے دے
تارود علت ازو زیں لُطفِ خوش
تاکہ اس اچھی مہربانی سے اس کی بیماری جاتی رہے

دفعِ اُو را دلبرا بر من نویس
اے دلربا! اس کا دفعیہ میرے ذمہ لکھ دے
ہِل کہ صحت یا بدایں باریک ریس
مہلت دے تاکہ یہ باریک کاتنے والا صحت یاب ہو جائے

چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں
جب خاتون نے اس خستہ حال سے یہ کہہ دیا
می نگنجید از تبختر بر زمیں
وہ ناز سے زمین پر نہ سماتا تھا

زفت گشت و فربہ و سُرخ و شگفت
موٹا اور فربہ اور سرخ ہو گیا اور کھل گیا
چوں گلِ سُرخ اُو ہزاراں شکر گفت
گلِ سرخ کی طرح، اس نے ہزاروں شکریے ادا کیے

گہہ گہے می گفت اے خاتونِ من
کبھی کبھی کہتا، اے میری بیگم!
کہ مبادا باشد ایں دستان و فن
کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ مکر و فریب ہو

---

1. جُفت۔یعنی بیوی۔اولیٰ۔مستحق،قریب تر۔کانون۔بھٹی۔جانور۔جانور چارے سے پھولتا ہے انسان رتبہ اور بڑائی سے پھولتا ہے۔آدمی۔انسان اپنی بڑائی کی باتیں سن کر پھولتا ہے۔
2. ژاژ۔بکواس۔باریک ریس۔باریک سوت کاتنے والا یعنی خیالی پلاؤ پکانے والا۔تبختر۔تفاخر۔دستاں۔مکر

لیک خاتوں جزم میگفتش کہ ما — درپئے اینیم فارغ باش ہا
لیکن بیگم اس کو یقینی طور پر کہتی کہ ہم — اس کے درپے ہیں، تو اب مطمئن رہ

خواجہ چوں دیدش کہ سُرخ و زفت گشت — رفت ازوے علّت و آمد بگشت
خواجہ نے جب اسکو دیکھا کہ سرخ اور فربہ ہو گیا — اس سے بیماری جاتی رہی اور چلنے پھرنے لگا

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے — کہ ہمی سازم فرج[1] را وصلتے
خواجہ نے مجمع کیا اور دعوت کی — کہ میں "فرج" کی شادی کر رہا ہوں

تا جماعت عشوہ می دادند و گال — کاے فرج بادت مُبارک اتّصال
یہاں تک کہ مجمع فریب اور دھوکا دیتا تھا — کہ اے فرج! تجھے جوڑ مبارک ہو

تا یقیں ترشد فرج را آں سخن — علّت ازوے رفت کُل از بیخ و بُن
یہاںتک کہ فرج کو اُس بات پر بہت یقین ہو گیا — جڑ اور بنیاد سے اُس میں سے بیماری چلی گئی

بعد ازاں اندر شب گردک بفن — امردے را بست حِنّا ہمچو زن
اس کے بعد شب عروسی میں، مکر سے — ایک لڑکے کو عورت کی طرح مہندی لگائی

پُر نگارش کرد ساعد چوں عروس — پس نمودش ما کیاں دادش خروس
دلہن کی طرح اس کی کلائیاں آراستہ کیں — پھر اُس کو مرغی دکھائی، مرغا دے دیا

مِقنعہ[2] و حُلہ عروسانہ نکو — گنگ امرد را بپوشانید رُو
اوڑھنی اور دلہنوں والے عمدہ جوڑے سے — ہٹے کٹے لونڈے کا منہ چھپا دیا

شمع را ہنگامِ خلوت زود کشت — ماند ہندو باچناں گنگ و درشت
تنہائی کے وقت شمع کو فوراً بجھا دیا — غلام ایسے سخت ہٹے کٹے کے ساتھ رہ گیا

ہندوک فریاد میکرد و فُغاں — از بروں نشنید کس ازدفِ زناں
بیچارہ غلام فریاد اور آہ و زاری کرتا تھا — دف بجانے والوں کی وجہ سے باہر کسی نے نہ سنا

ضربِ دف و کف و نعرۂ مردوزن — کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن
ہتھیلیوں اور دف کے بجانے اور مرد عورت کے نعروں نے — اس نعرے مارنے والے کے نعروں کو دبا دیا

تابروز آں ہندوک را می فشارد — چوں[3] بُود در پیشِ سگ انبانِ آرد
دن نکلنے تک وہ اس بیچارے غلام کو جھنجھوڑتا رہا — جس طرح کہ کتے کے آگے آٹے کی بوری ہو

روز آوردند طاس و بوغِ زفت — رسم داماد آں فرج حمّام رفت
وہ دن میں طشلا اور بھاری بقچہ لائے — داماد کی رسم کے مطابق وہ فرج حمام میں گیا

---

[1] فرج۔ غلام کا نام ہے۔ وصلت۔ یعنی شادی۔ گال۔ فریب، ٹھگنی۔ گردک۔ وہ خیمہ جو شب عروسی کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔ امرد۔ بے ڈاڑھی والا۔ ساعد۔ ہاتھ کا پہنچا۔ پس۔ یعنی غلام کو دکھایا تو یہ کہ اُس کی شادی عورت سے کر رہے ہیں اور شادی لونڈے سے کر دی۔

[2] مقنعہ۔ دوپٹہ۔ حلّہ۔ جوڑا۔ گنگ۔ قوی ہیکل۔ ہندو۔ جب وہ نوجوان اُس غلام کو چمٹا وہ شور کرنے لگا لیکن ڈھول اور دف کے شور وغل میں اُس کی آواز کوئی نہ سُن پاتا تھا۔

[3] چون بود۔ جب کتے کو آٹے کی بوری میں سے اپنی غذا نہ ملے گی اُس کو جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالے گا۔ بوغ۔ زفت، بھاری بقچہ۔

رفت در حمّام او رنجور جاں
وہ نیم مردہ حمام میں گیا
کوں[1] دریدہ ہمچوں دلقِ تونیاں
بھٹی والوں کی گدڑی کی طرح مقعد دریدہ

آمد از حمام در گردک فسوس
وہ رنجیدہ حمام سے خیمہ میں آیا
پیشِ اُو بنشست دختر چوں عروس
لڑکی دلہن کی طرح اس کے سامنے بیٹھ گئی

مادرش آنجا نشستہ پاسباں
اس کی ماں محافظ بن کر وہاں بیٹھ گئی
کہ نباید گو کُند روز امتحاں
تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن میں آزمائے

ساعتے دروے نظر کرد از عناد
اس نے تھوڑی دیر، دشمنی سے اس کو دیکھا
آنگہاں باہر دو دستش دہ بداد
پھر دونوں ہاتھوں سے اس کو دھکا دیا

گفت کس را خود مبادا اتصال
بولا، خدا کرے کسی کا جوڑ نہ لگے
باچو تو ناخوش عروسِ بد فعال
تجھ جیسی بدکار بُری دلہن سے

روز رویت ہمچوں خاتونِ ختن[2]
دن میں تیرا چہرہ ختن کی خاتون جیسا ہے
شب عمودت ہمچو شاخِ کرگدن
رات کو تیری شاخ گینڈے کے سینگ کی طرح ہے

روزِ رویت ہمچو خاتوں تتر
دن میں تیرا چہرہ تتار کی خاتون کی طرح ہے
کیر زشتت شب بتراز کیرِ خر
رات کو تیرا خایہ گدھے کے خایہ سے بدتر ہے

ہمچناں[3] جملہ نعیم ایں جہاں
اس دنیا کی تمام نعمتیں اسی طرح
بس خوش ست از دور پیش از امتحاں
امتحان سے پہلے، دور سے بہت اچھی ہیں

می نماید در نظر از دور آب
دور سے نگاہ میں پانی نظر آتی ہیں
چوں روی نزدیک آں باشد سراب
جب تو زیادہ نزدیک جائے گا، وہ سراب ہوں گی

گُند پیر ست اُو و از بس چاپلوس
وہ کھوسٹ بڑھیا ہے اور بہت چاپلوسی سے
خویش را جلوہ کُند چوں نو عروس
اپنے آپ کو نئی دلہن دکھاتی ہے

ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اش
خبردار اُس کے اُبٹن سے دھوکا نہ کھا
نوشِ نیشں آلودہ اُو را مچش
اس کے زہریلے شہد کو نہ چکھ

تا نیفتی چوں فرج در صد حرج
تاکہ تو فرج کی طرح سیکڑوں مصیبتوں میں نہ پڑ جائے
صبر کُن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر، کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

آشکارا دانہ پنہاں دامِ اُو
اس کا دانہ ظاہر ہے، جال چھپا ہوا ہے
خوش نماید ز اوّلت انعامِ اُو
شروع میں اس کا انعام تجھے اچھا نظر آتا ہے

---

[1] کوں۔ مقعد۔ دلق۔ گدڑی۔ تونیاں۔ بھٹی جھونکنے والے۔ مادرش۔ لڑکی کی ماں پاس بیٹھ گئی تاکہ وہ غلام یہ نہ دیکھ لے کہ یہ اور ہے اور رات اور تھا۔ عناد۔ دشمنی۔ دہ بداد۔ دھتکارا، دھکا دیا۔

[2] ختن۔ چین میں ایک شہر ہے جس کا حسن مشہور تھا۔ شاخِ کرگدن۔ گینڈے کا سینگ جو بہت سخت ہوتا ہے۔ تتر۔ تتار، تتاری حسن بھی مشہور تھا۔ کیر۔ شرمگاہ، خایہ۔

[3] ہمچناں۔ جس طرح اُس غلام کے لیے یہ دلہن مصیبت ثابت ہوئی، دنیا کی نعمتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ کند پیر۔ بوڑھی عورت اسی کا معرب قندفیر ہے۔ گلگونہ۔ گلال۔ فرج۔ اُس ہندی غلام کا نام ہے، کشادگی۔

در[1] بیان آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبُود بلکہ ہر آدمی

اس بیان میں کہ یہ دھوکا تنہا اُس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی

بچنیں غرورِ مبتلا ست در ہر مرحلہ اِلَّا مَن عَصَمَهُ اللّٰهُ

ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے

چوں بہ پیوتی بدام اے ہوشیار
اے ہوشیار! جب تو جال میں پھنس جائے گا
چند نالی در ندامت زار زار
ندامت سے زار زار کتنا روئے گا

نام میری و وزیری و شہی
نام سرداری اور وزارت اور شاہی کا ہے
در نہانش مرگ و درد و جاں دہی
اس میں موت اور درد اور جان دینا پوشیدہ ہے

بندہ باش و بر زمیں رَو چوں سمند
غلام بن اور زمین پر گھوڑے کی طرح چل
چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند
نہ کہ جنازے کی طرح جس کو کاندھے پر لے جائیں

جملہ را حمّالِ خود خواہد کفور
ناشکرا! سب کو اپنا بار بردار (بنانا) چاہتا ہے
بارِ مردم گشتہ چوں اہلِ قبُور
مُردوں کی طرح لوگوں کے لیے بوجھ بن گیا

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب
تو جس کو خواب میں جنازے پر دیکھے
فارسِ منصب شود عالی رکاب
وہ بلند مرتبہ کسی عہدہ پر سوار ہو گا

زانکہ[2] آں تابوت بر خلقست بار
کیونکہ وہ تابوت لوگوں پر بوجھ ہے
بار بر خلقاں فگندند ایں کبار
ان بڑوں نے لوگوں پر بوجھ ڈالا ہے

برتنِ خود بارِ خود نہ اے پسر
اے بیٹا! اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ
برکسِ دیگر منہ زیں الحذر
اس سے بچ، کسی دوسرے پر نہ رکھ

بارِ خود برکس منہ برخویش نہ
اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈال اپنے اوپر رکھ
سروری را کم طلب درویش بہ
سرداری نہ طلب کر، درویش بہتر ہے

مرکب[3] اعناق مردم را مپای
لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ ہو
تانیاید نقرست اندر دوپای
تاکہ تیرے دونوں پاؤں میں نقرس نہ ہو جائے

مرکبے را کاخرش تودہ دہی
جس سواری کو تو آخر میں دھکے دے گا
کہ بشہرے مانی و ویراں دہی
کہ تو شہر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے اور ویران گاؤں ہے

دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود
اس کو اب دھکے دیدے جبکہ وہ تجھے شہر نظر آ رہا ہے
تانباید رخت در ویراں کشُود
تاکہ تو ویرانے میں پڑاؤ نہ ڈالے

---

[1] دربیاں۔اس طرح کے دھوکے میں صرف وہ غلام ہی مبتلا نہ تھا بلکہ ہر شخص کسی نہ کسی مرحلہ میں اس طرح کے دھوکے میں مبتلا ہے۔سمند۔گھوڑا۔کفور۔خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو بر سر کار نہ لانا کفر ہے۔بر جنازہ۔اگر کوئی کسی شخص کو خواب میں جنازہ پر مُردہ دیکھتا ہے تو اُس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اُس شخص کو کوئی بڑا رتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

[2] زانکہ۔اس خواب کی یہ تعبیر اسلئے ہے کہ تابوت بھی لوگوں کے کاندھے کا بوجھ ہوتا ہے اور بڑے لوگ بھی دوسروں پر اپنا بوجھ لادتے ہیں۔درویش۔فقیر کسی کا بار دوش نہیں بنتا ہے۔اعناق۔عنق کی جمع ہے، گردن۔نقرس۔ایک درد ہے جو عموماً پاؤں کے انگوٹھے سے شروع ہوتا ہے اس کو راج روگ بھی کہا جاتا ہے۔

[3] مرکب۔یعنی وہ عہدہ جس پر تو سوار ہے۔چوں۔شہرت یعنی تو اس سے کہیگا کہ اسوقت تو پُر رونق شہر کیطرح نظر آرہا ہے حالانکہ انجام کار ویران گاؤں ثابت ہوگا۔

ده دهش اکنوں کہ صد بُستانت هست — تانگردی عاجز و ویراں پرست

تو اس کو اب دھکے دے دے جبکہ تیرے پاس سو باغ ہیں — تاکہ تو عاجز اور ویران پرست نہ بنے

گفت[1] پیغمبرؐ کہ جنت از اِلٰہ — گر همی خواہی ز کس چیزے مخواہ

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ خدا سے جنت — اگر چاہتا ہے، تو کسیؐ سے کچھ نہ مانگ

چوں نخواہی من کفیلم مرتُرا — جنّتُ المأویٰ و دیدارِ خُدا

جب تو نہ مانگے گا، میں تیرا کفیل ہوں — جنت الماویٰ اور خدا کے دیدار کا

آں صحابی زیں کفالت شد عیار — تایکے روزے کہ گشتہ بُد سوار

وہ صحابی اس کفالت سے، کھرے بنے — یہاں تک کہ وہ ایک روز سوار تھے

تازیانہ از کفش افتاد راست — خود فرُود آمد ز کس آں را نخواست

ان کے دائیں ہاتھ سے، کوڑا گر گیا — خود نیچے اُترے اس کو کسی سے نہ مانگا

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد — داند اُو بیخواہشے خود می دہد

جس کے دینے سے کوئی برائی نہیں آتی ہے — وہ جانتا ہے، بغیر مانگے خود دیتا ہے

وَر بامرِ حق بخواہی آں رواست — آنچناں خواہش طریقِ انبیاست

اگر تو خدا کے حکم سے مانگے وہ جائز ہے — ایسا مانگنا، نبیوں کا طریقہ ہے

بَد[2] نماند چوں اشارت کرد دوست — کفر ایماں شُد چو کفر از بہرِ اُوست

جب دوست نے اشارہ کر دیا، وہ بُرا نہ رہا — کفر ایمان بن گیا جبکہ کفر اس کے لیے ہو

ہر بدے کہ امرِ اُو پیش آورد — آں زنیکی ہائے عالم بگذرد

ہر بُرائی جو اُس کا حکم بجا لائے — وہ جہاں کی نیکیوں سے بڑھ جاتی ہے

زاں صدف گر خستہ گردد نیز پوست — دہ مدہ کہ صد ہزاراں دُر در دست

اگر اُس سیپ کی کھال بھی زخمی ہو جائے — دھکا نہ دے، کیونکہ اِس میں ہزاروں موتی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سُوئے شاہ و ہم مزاجِ باز گرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بہ واپس چل — بادشاہ کی جانب، اور باز کا ہم مزاج بن جا

باز[3] رو در کاں چوں زرِّ دہ دہی — تا رہد دستانِ تُو از دہ دہی

کان میں خالص سونے کیطرح واپس ہو جا — تاکہ تیرے ہاتھ دھکے دینے سے نجات پائیں

صورتِ بَد را چو در دل رہ دہند — از ندامت آخرش دہ می دہند

جب بُری صورت کو دل میں جگہ دیتے ہیں — آخر میں شرمندگی سے اس کو دھکے دیتے ہیں

[1] گفت۔ یہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے آنحضورؐ نے حضرت حکیم ابن حزامؓ کو بھی اسی طرح کی نصیحت فرمائی تھی۔ آں صحابی۔ حضرت حکیم ابن حزامؓ کے بارے میں یہی مذکور ہے۔ آنکہ۔ اپنی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے۔ ور۔ ہاں اگر خدا کا حکم ہو تو دوسروں سے مانگا جاسکتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کو تھا کہ آپ اُن سے صدقہ وصول کیجیے۔

[2] بدنماند۔ امرِ خداوندی کے بعد سوال برا نہیں ہے اگر انسان کلماتِ کفر اللہ کے لیے اختیار کرے تو وہ عین ایمان ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے اسلام کی مدد کے لیے اختیار کیے یا جبر کی صورت میں کوئی مومن بامرِ خداوندی کلماتِ کفر کہہ دے۔ ہر بدے۔ اضطرار کے وقت مُردار کا کھانا نیکی ہے۔ زاں صدف۔ نیکی کی خاطر کوئی برائی برائی نہیں ہے۔ دہ مدہ۔ اس کو دھکا نہ دے۔ مزاجِ باز۔ باز شکار کر کے بادشاہ کے ہاتھ پر آ بیٹھتا ہے۔

[3] باز رو۔ انابت الی اللہ اختیار کرتا کہ تجھے دنیا میں پھنس کر آخر میں افسوس نہ کرنا پڑے۔ کان۔ یعنی ذاتِ حق تعالیٰ۔ زرِّ دہ دہی۔ وہ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دستان۔ ہاتھ۔ دہ دہی۔ دھکے دینا۔

دُزد[1] را چوں قطعِ تلخی می دہد — ذوقِ دُزدی را چو زن دہ می دہد

چور کو جب ہاتھ کٹنا تلخی دیتا ہے — تو وہ چوری کے ذوق کو عورت کی طرح دھکے دیتا ہے

دیدۂ دہ دادن از دستِ حزیں — دہ بدادن زیں بُریدہ دست بیں

تو نے غمگین کے ہاتھ کے دھکے دینے کو دیکھا ہے — اس ہاتھ کٹے کے دھکے دینا دیکھ

ہم چنیں قلّاب و خونی و لَوَند — وقتِ تلخی عیش رادہ میدہند

اسی طرح ملمع ساز اور خونی اور غنڈا — تلخی کے وقت، عیش کو دھکے دیتے ہیں

توبہ می آرند ہم پروانہ وار — باز نسیاں می کشد شاں سُوئے کار

پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں — بھول، پھر ان کو کام کی طرف کھینچ لیتی ہے

ہمچو پروانہ ز دور آں نار را — نور دید و بستہ آں سُو بار را

پروانہ کی طرح کہ اُس نے دور سے اُس آگ کو — نور دیکھا اور اُس جانب رختِ سفر باندھ لیا

چوں بیامد سوخت پرش وا گریخت — باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت

جب آیا اُس کے پر جلے، واپس بھاگا — پھر بچوں کی طرح گر پڑا اور نمک گرا دیا

بارِ دیگر بر گمانِ طمع سُود — خویش زد بر آتشِ آں شمع زُود

نفع کے لالچ کے گمان پر دوبارہ — اُس شمع کی آگ پر بہت جلد اپنے آپ کو لیجا ڈالا

بارِ[2] دیگر سوخت ہم واپس بجست — باز کردش حرصِ دل ناسی و مست

دوبارہ جلا واپس کودا — دل کے لالچ نے پھر اس کو بھولنے والا اور مست بنا دیا

آں زماں کز سوختن وامی جہد — ہمچو ہندو شمع را دیدہ میدہد

جس وقت جلنے سے واپس کودتا ہے — ہندوستانی غلام کی طرح شمع کو دھکے دیتا ہے

کاے رُخت تاباں چو ماہِ شب و روز — وے بصحبت کاذب و مغرور سُوز

کہ اے شمع تیرا رُخ رات کو منور کرنیوالے چاند کیطرح روشن ہے — اور اے شمع تو دوستی میں جھوٹی اور دھوکے میں مبتلا کو جلانیوالی ہے

باز از یادش رود توبہ وانیں — کاَوْهَنَ الرَّحْمٰنُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن

پھر توبہ اور رونا اُس کی یاد سے جاتا رہتا ہے — کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کے مکر کو کمزور کر دیا ہے

درعموم تاویل ایں آیہ کُلَّمَآ[3] اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَ ھَا اللّٰہُ

اس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں ”جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو بجھا دیتا ہے“

کُلَّمَا ھُم اَوْقَدُوْا نَارَالْوَغٰی — اَطْفَأَ اللّٰہُ نَارَھُمْ حَتّٰی انْطَفَا

جب بھی انھوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی — اللہ نے ان کی آگ کو بجھا دیا یہاں تک کہ وہ بجھ گئی

---

[1] دزد۔ چور کو جب سزا ملتی ہے تب وہ چوری کی لذت کو دھکے دیتا ہے۔ دیدہ۔ غمگین کو جس چیز سے غم پہنچا وہ اُس کو دھکے دیتا ہے چنانچہ چور ہاتھ کٹنے پر چوری کو دھکے دیتا ہے۔ قلاب۔ جعلساز۔ لوند۔ غنڈا۔ توبہ۔ ہر خطاوار اپنی خطا کو اسی طرح دھکے دیتا ہے جس طرح پروانہ شمع سے جلنے پر اس کو دھکے دیتا ہے لیکن پھر اُس خطا کا دوبارہ ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ بار۔ ساماں۔ طفلاں۔ جب بچہ گرتا ہے تو اس کو بہلانے کے لیے کہتے ہیں اوہو نمک گرا دیا۔

[2] بار دیگر۔ لیکن پروانہ پھر نور کے لالچ میں شمع کی نار پر گرتا ہے۔ بار دیگر۔ پروانہ کا بار بار یہی حال ہوتا ہے۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہمچو۔ پروانہ شمع سے وہی کہتا ہے جو اُس غلام نے آقا کی لڑکی کو کہا تھا۔ انیں۔ رونے کی آواز۔

[3] کلما۔ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کفار اللہ کے منشا کے خلاف مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر بھول طاری کر دیتا ہے اور اُس لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ یہی حال ہر انسان کا ہے جب وہ قدرت کے منشا کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اس پر بھول طاری کر دی جاتی ہے۔

عزم کردہ کہ دِلا ایں جا مایست — گشتہ ناسی زانکہ اہلِ عزم نیست

اُس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اے دل! یہاں نہ ٹھہر — وہ پھر بھولنے والا بن گیا کیونکہ پختہ ارادہ والا نہ تھا

چوں نبُودش تخمِ صِدقے[1] کاشتہ — حق بُرو نسیانِ آں بگماشتہ

کیونکہ اس کے پاس سچائی کا بویا ہوا بیج نہ تھا — اللہ نے اُس پر اُس کی بھول کو مسلط کر دیا

گرچہ بر آتش زنہ دل می زند — آں ستارش را کفِ حق می کُشد

اگرچہ وہ چقماق پر دل کو رگڑتا ہے — اُس کی چنگاری کو اللہ کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

قصہ ہم در تفسیر ایں معنی

انہی معنی کی تفسیر میں قصہ

رفت دُزدے شب بخانہ یک بزرگ — آمد و پنہاں در آمد ہمچو گُرگ

ایک چور رات میں ایک بزرگ کے گھر میں گیا — گیا اور چپکے سے بھیڑیے کی طرح گھسا

شرفہٗ بشنُید در شب معتمد — بر گرفت آتش زنہ کاتش زند

(بزرگ) معتمد نے رات میں آہٹ سُنی — چقماق اٹھایا تاکہ آگ روشن کرے

صاحبِ[2] خانہ شب آوازے شنید — بر گرفت آتش زنہ زد آں وحید

صاحب خانہ نے رات کو آواز سُنی — اُس یکتا نے چقماق اُٹھا کر رگڑا

میزد آتش بہرِ شمع افروختن — تا سِرِ آواز را بیند علن

وہ آگ روشن کرتا تھا تاکہ شمع روشن کرے — تاکہ آواز کا راز علانیہ دیکھ لے

دُزد آمد آں زماں پیشش نشست — چوں گرفتے سوختہ میکرد پست

اُس وقت چور آیا، اُس کے سامنے بیٹھ گیا — جب چیتھڑا آگ پکڑتا وہ اس کو دبا دیتا

می نہاد آنجا سَرِ انگشت را — تاشود استارہ[3] آتش فنا

وہ اُس جگہ اُنگلی کا سرا رکھ دیتا — تاکہ آگ کی چنگاری فنا ہو جائے

تر ہمیکرد اُو سَرِ انگشت را — ز اصبع آں استارہ را کردے فنا

وہ اُنگلی کے سرے کو تر کر لیتا — اُس چنگاری کو اُنگلی سے بُجھا دیتا

خواجہ می پنداشت کز خود می مُرد — ایں نمیدید اُو کہ دُزدش می کُشد

خواجہ سمجھتا کہ وہ خود بُجھ جاتی ہے — وہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ چور اس کو بجھاتا ہے

خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بُود — می مُرد استارہ از تریش زُود

خواجہ نے کہا، یہ چیتھڑا گیلا تھا — اُس کی تری سے چنگاری فوراً بجھ جاتی ہے

---

[1] صدقے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمانِ صادق۔ نسیان۔ بھول۔ آتش زنہ۔ ہر وہ چیز جس سے آگ سلگائی جائے۔ گرگ۔ بھیڑیا بھی چپکے سے حملہ کرتا ہے۔ شرفہ۔ شین کے ساتھ، آہٹ سین کے ساتھ، کھانسی۔

[2] صاحبِ خانہ۔ چور کے گھسنے پر جب آہٹ ہوئی تو مکان کے مالک نے کپڑے کا چیتھڑا اٹھایا تاکہ اُس میں آگ لگا کر روشنی کرے اور دیکھے کہ گھر میں کون ہے۔ چون۔ جب کپڑے میں چنگاری پیدا ہوتی وہ چور چپکے سے اُس پر انگلی رکھ کر بجھا دیتا۔

[3] استارہ۔ جو شعلہ کپڑے سے نکلتا چور اس کو اپنی تر انگلی سے بجھا دیتا۔ خواجہ۔ مکان کا مالک یہی سمجھتا رہا کہ وہ چنگاری خود بجھ جاتی ہے۔ کپڑا گیلا ہوگا اس کو یہ محسوس نہ ہوا کہ چور اُس کو بجھا دیتا ہے۔

بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش
چونکہ سامنے کی تاریکی اور بہت اندھیرا تھا
می ندید آتش کُشے را پیشِ خویش
وہ آگ بجھانے والے کو اپنے سامنے نہ دیکھتا تھا

اینؔ چنیں آتش کُشے اندر دلش
اسی طرح اپنے دل کے اندر آگ بجھانے والے کو
دیدۂ کافر نہ بیند از عمش
کافر کی آنکھ اندھے پن سے نہیں دیکھتی ہے

چوں نمی داند دلِ دانندۂ
جاننے والے کا دل کیوں نہ جانے گا
ہست با گردندہ گردانندۂ
کہ گھومنے والے کے ساتھ کوئی گھمانے والا ہے؟

چوں نمی گوئی کہ روز و شب بخود
تو کیوں نہیں کہتا کہ دن اور رات خود
بے خداوندے کے آید کے رود
بغیر خدا کے کیسے آ جا سکتے ہیں؟

گردِ معقولات میگردی ببیں
تو معقولات کے چکر لگاتا ہے، غور کر
ایں چنیں بے عقلیِ خود اے مہیں
اے ذلیل! اس طرح کی اپنی بے عقلی کو

خانہ با بنّا بُود معقول تر
گھر، بنانیوالے کے ساتھ، زیادہ سمجھ کے قابل ہے
یا کہ بے بنّا بگو اے کم ہُنر
یا بغیر بنانے والے کے اے بے ہُنرے! بتا

خانۂ با ایں بزرگی و وقار
گھر، اس وسعت اور خوبی کے ساتھ
کے بُود بے اُوستادے خوبکار
بغیر اچھے کاریگر کے کب بنتا ہے؟

خط۲ با کاتب بُوَد معقول تر
خط، کاتب کے ہوتے ہوئے زیادہ معقول ہے
یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر
اے بیٹا! سوچ لے، یا بغیر کاتب کے

جیم گوش و عینِ چشم و میمِ فم
کان کا جیم، آنکھ کی عین، منہ کا میم
چوں بُود بے کاتبے اے متّہم
اے تہمت زدہ! کاتب کے بغیر کیسے ہو گا؟

شمع روشن بے ز گیرانندۂ
شمع، بغیر کسی روشن کرنے والے کے روشن ہے
یا با بگیرانندۂ دانندۂ
یا روشن کرنے والے، جانکار کی وجہ سے؟

صنعتِ خوب از کفِ شلِ ضریر
عمدہ دستکاری اندھے لنجے کے ہاتھ سے
باشد اولیٰ یاز گیرایِ بصیر
بہتر ہو گی، یا بینا گرفت کرنے والے سے

پس۳ چو دانستی کہ قہرت میکنند
جیسا تو جان گیا کہ تجھے مجبور کرتے ہیں
بر سرت دبوسِ محنت میزنند
تیرے سر پر آزمائش کا گرز مارتے ہیں

پس بکُن دفعش چو نمرودے بجنگ
تو اُس کو نمرود کی طرح جنگ سے دفع کر
سُوئِ او کش در ہوا تیرِ خدنگ
اُس کی جانب ہوا میں خدنگ کا تیر چلا

۱ ایں چنیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے منشا کے خلاف ارادہ کو گنہگار کے دل سے مٹا دیتا ہے۔ چوں نمی داند۔ یہ گنہگار یہ نہیں سمجھتا کہ ہر کام خداوندی تصرف سے ہو رہا ہے۔ معقولات۔ محض عقلی دلائل سے خدا کا انکار کرتا ہے اور اپنی بے عقلی کو نہیں سمجھتا ہے۔ خانہ۔ کوئی گھر بغیر معمار کے تعمیر نہیں ہوتا۔ خانہ۔ یہ اس قدر عظیم گھر دنیا کسی کے بنائے کیسے بن سکتی ہے۔

۲ خط۔ بغیر کسی لکھنے والے کے خط کا لکھا جانا غیر معقول ہے۔ جیم گوش۔ کان کے دائرے کو جیم سے اور آنکھ کے دائرے کو عین سے اور منہ کی گولائی کو میم کے سرے سے تعبیر کیا ہے۔ شمع۔ شمع کے بارے میں یہ سمجھنا مناسب ہے کہ وہ بغیر جلانے والے کے روشن ہو گئی یا یہ سمجھنا کہ اس کو روشن کرنے والے نے روشن کیا ہے۔ ضریر اندھا۔ اچھی دستکاری کو اندھے کی جانب منسوب کرنا بہتر ہے یا بینا کاریگر کے۔ شل۔ لنجا۔

۳ پس چو۔ جب انسان کو معلوم ہو گیا کہ اس پر کوئی دوسری طاقت مسلط ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ دبوس۔ گرز۔ نمرود۔ وہی بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا اس نے خدا سے جنگ کرنے کے لیے آسمان کی طرف تیر چلائے تھے۔ خدنگ۔ ایک درخت تھا جس کی لکڑی کے تیر بناتے تھے۔

ہمچو اسپاہِ[1] مغل بر آسماں　تیر می انداز دفعِ نزعِ جاں
مغلوں کے لشکر کی طرح، آسمان پر　تیر چلا، جان کے نکلنے کے دفعیہ کے لیے

یا گریز از وے اگر تانی برو　چوں روی چوں در کفِ اُوئی گرو
یا بھاگ جا، اگر جا سکتا ہے　تو کیسے بھاگے گا؟ جبکہ تو اس کے ہاتھ میں گروی ہے

در عدم بُودی نرستی از کفش　از کفِ اُو چوں رہی اے دستِ خوش
تو عدم میں تھا اس کے ہاتھ سے نہ بچا　اے عاجز! تو اس کے ہاتھ سے کیسے بچے گا؟

آرزو جُستن بُود بگریختن　پیشِ عدلش خونِ تقویٰ ریختن
آرزو کرنا، بھاگنا ہے　اس کے انصاف کے سامنے، تقوے کی خونریزی کرنا ہے

ایں جہاں دام ست و دانہ اش آرزُو　در گریز از دامہاي آز، زُو
یہ دنیا جال ہے، اور آرزو اس کا دانہ ہے　حرص کے جالوں سے جلد بھاگ

چوں چنیں رفتی بدیدی صد کشاد　چوں شُدی در ضدِ آں دیدی فساد
جب تو ایسے چلا تو سو کشادگیاں دیکھے گا　جب تو اُس کی ضد میں لگا فساد دیکھے گا

چوں[2] شُدی در ضد بدانی ضدِ آں　ضدّ را از ضدّ شناسی اے جواں
جب تو ضد میں مبتلا ہو گا اس کی ضد کو سمجھے گا　اے جوان! تو ضد کو ضد سے پہچان لے گا

پس پیمبرؐ گفت اِسْتَفْتُوا الْقُلُوْب　گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے دلوں سے فتویٰ لو　اگرچہ ظاہر میں مفتی تجھ سے بڑی باتیں کہے

گوش کن اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ از رسولؐ　گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول
رسولؐ کی جانب سے "اپنے قلب سے فتویٰ لے" سن لے　اگرچہ مفتی ظاہر میں تجھ سے زیادہ باتیں کہے

آرزو[3] بگذار تا رحم آیدش　آزمودم کایں چنیں می بایدش
آرزو کو چھوڑ دے، تاکہ اُس کو رحم آئے　میں نے آزمایا ہے کہ اسکو یہی چاہیے ہے

چوں نتانی جست پس خدمت کنش　تاروی از حبسِ اُو در گلشنش
جب تو بھاگ نہیں سکتا، تو اس کی خدمت کر　تاکہ اُس کی قید سے اس کے گلشن میں پہنچ جائے

دمبدم چوں تو مراقب میشوی　داد می بینی ز داور اے غوی
لحہ بہ لحہ جب تو غور کرے گا　اے گمراہ! تو خدا کی جانب سے انصاف دیکھے گا

وَر بہ بندی چشم خود را ز احتجاب　کارِ خود را کے گذارد آفتاب
اگر پردے میں (رہ کر) تو آنکھ بند کر لے گا　سورج اپنا کام کب چھوڑتا ہے؟

---

[1] سپاہِ مغل۔ یعنی مغل تیراندازوں کی طرح تو آسمانوں کی طرف تیر چلا یا کسی مغل بادشاہ نے ایسا کیا ہے یا اس سے مراد یاجوج ماجوج ہیں جو مغلوں کے ہم جد ہیں۔

[ش] دستِ خوش۔ عاجز، تابع فرماں۔ آرزو۔ اللہ کے حکم کے خلاف آرزو کرنا بھی اس سے بھاگنے کے مرادف ہے۔ آز۔ حرص۔ زو۔ زود کا مخفف ہے، جلد۔

[2] چوں شدی۔ اگر تم ہوا و حرص میں مبتلا ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں ترکِ حرص کی حقیقت معلوم ہو گی۔ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا "چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں"۔ پس پیمبر۔ تقویٰ اختیار کرنے کے بعد انسان کا دل خود بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے لگتا ہے۔ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَ اِنْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ "تو اپنے دل سے فتویٰ حاصل کر خواہ تجھے مفتی کچھ فتویٰ دیں۔

[3] آرزو۔ اللہ کو یہ پسند ہے کہ انسان اپنی حرص اور آرزو کو ختم کر دے۔ چوں۔ جبکہ خدا سے گریز ممکن نہیں ہے تو اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ دمبدم۔ جب تو اس فلسفہ پر غور کرے گا تو تجھے شرحِ صدر ہو جائے گا۔ کارِ خود۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنا عدل ترک نہیں کرے گا۔

باز راں سُوئے ایاز و رُتبتش … واں فضیلت در کمالِ رِفعتش
ایاز اور اُس کے رتبے کی جانب پھر چل … بلندی کے کمال میں اُس کی فضیلت کی جانب

وانمودن[1] پادشاہ با اُمرا و متعصّبان سببِ فضیلت و مرتبت و قربت و جامگی بُردن ایاز بروجہے کہ ایشان را حجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا امراء اور متعصبوں پر فضیلت اور رتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ اُن کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شُدند … عاقبت برشاہِ خود طعنہ زدند
جب امیر حسد سے جوش میں بھر گئے … آخر کار انھوں نے اپنے بادشاہ پر طعنہ زنی کی

کایں ایازِ تو ندارد سی خرد … جامگیِ سی امیر اُو چوں خورد
کہ یہ آپ کا ایاز تیس عقلیں نہیں رکھتا ہے … وہ تیس امیروں کی تنخواہ کیوں کھاتا ہے؟

شاہ[2] بیروں رفت باآں سی امیر … سُوئے صحراوَ کہستاں صید گیر
بادشاہ اُن تیس امیروں کے ساتھ گیا … جنگل اور پہاڑ کی جانب شکار کھیلتے ہوئے

کاروانے دید از دور آں ملک … گفت امیرے را کہ رو اے موتفِک
اُس بادشاہ نے دور سے ایک قافلہ دیکھا … ایک امیر سے کہا اے واپس آنے والے! جا

رو بپُرس آں کارواں را بر رصد … کز کدامیں شہر اندر می رسد
جا، اس قافلہ سے تحقیق کے طور پر دریافت کر … کہ وہ کون سے شہر سے اندر آ رہا ہے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ ز رے … گفت عزمش تا کجا درماند وے
وہ گیا اور پوچھا اور آیا، کہ رے سے … کہا اُس کا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ عاجز ہو گیا

دیگرے را گفت رو اے بُوالعلا … باز پُرس از کارواں کہ تا کجا
دوسرے سے کہا، جا اے بزرگ! … قافلہ سے پوچھ کہ کہاں کا قصد ہے؟

رفت[3] و آمد گفت تا سُوئے یمن … گفت رختش چیست ہاں اے موتَمن
وہ گیا اور آیا، کہا یمن کی جانب … اُس نے کہا، اے امین اس کا سامان کیا ہے

ماند حیراں گفت بامیرے دگر … کہ برو واپُرس رختِ آں نفر
وہ حیران رہ گیا، اُس نے دوسرے امیر سے کہا … کہ جا، اُن لوگوں کا سامان واضح طور پر دریافت کر

باز آمد گفت از ہر جنس ہست … اغلب آں کاسہائِ رازی ست
وہ واپس آیا کہا ہر قسم کی چیز ہے … زیادہ تر رے کے پیالے ہیں

---

[1] وانمودن۔ شاہ محمود نے ایک طریقہ اختیار کیا جس سے ایاز کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور دیگر امرا طعنہ زنی سے باز آ گئے۔ چوں۔ امیروں نے شاہ محمود پر اعتراض کیا کہ ایاز کو تیس امیروں کی تنخواہ کیوں دی جاتی ہے ایاز کے بھی ایک عقل ہے۔ جامگی۔ وہ تنخواہ جو کپڑوں کے لیے دی جائے۔

[2] شاہ۔ شاہ محمود اُن تیسوں امیروں کو شکار کے بہانے سے شہر کے باہر لے گیا۔ موتفک۔ واپس آنے والا۔ ز رے۔ یعنی شہر رے سے آ رہا ہے۔ درماند۔ اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ تا کجا۔ کہاں جا رہا ہے۔

[3] رفت۔ اس دوسرے نے دریافت کیا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ یمن شہر کو جا رہے ہیں۔ موتمن۔ امانت دار۔ رخت۔ یعنی قافلہ کیا سامان لے جا رہا ہے۔ کاسہائی رازی۔ رے کے بنے ہوئے پیالے۔

گفت[1] کے بیروں شُدند از شہرِ رے ۔۔۔ ماند حیراں آں امیرِ سُست پے
اُس نے کہا وہ رے شہر سے کب نکلے؟ ۔۔۔ وہ سُست قدم امیر حیران رہ گیا

آں دگر را گفت رو واپُرس ہاں ۔۔۔ تاکہ کے بُودست نقلِ کارواں
دوسرے سے کہا، جا صاف پوچھ خبردار! ۔۔۔ کہ قافلہ کا سفر کب سے شروع ہوا؟

بازگشت و گفت ہشتم از رجب ۔۔۔ گفت در رے چیست تسعیر اے عجب
وہ واپس آیا اور کہا، رجب کی آٹھویں سے ۔۔۔ کہا، اے عجیب! رے میں کیا بھاؤ ہے؟

چوں نمیدانست دیگر دم نزد ۔۔۔ شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
چونکہ وہ نہ جانتا تھا اُس نے سانس نہ لیا ۔۔۔ بادشاہ نے اُن میں سے دوسرے کو بھیجا

ہم چنیں تا سی امیر و بیشتر ۔۔۔ سُست رای و ناقص اندر کرّ و فر
اسی طرح تیس امیر تک اور زیادہ تک ۔۔۔ آنے جانے میں ست رای اور ناقص (نکلے)

ہر یکے رفتند بہرِ یک سوال ۔۔۔ ناقص و عاجز ز ادراکِ کمال
ہر ایک، ایک سوال کے پیچھے پڑا ۔۔۔ کمال کے حاصل کرنے سے ناقص اور عاجز (رہا)

گفت امیراں را کہ من روزے جدا ۔۔۔ امتحاں کردم ایازِ خویش را
اس نے امیروں سے کہا کہ میں نے ایک روز، تنہا ۔۔۔ اپنے ایاز کا امتحان لیا

کہ بپُرس از کارواں تا از کجا ست ۔۔۔ اُو برفت ایں جملہ را پرسید راست
کہ دریافت کر کہ قافلہ کہاں کا ہے؟ ۔۔۔ وہ گیا اور یہ سب باتیں صحیح دریافت کر لیں

بے وصیت بے اشارت یک بیک ۔۔۔ حالِ شاں دریافت بے ریبے و شک
بغیر کہے، اشارے کے ایک ایک ۔۔۔ بغیر شک و شبہ کے اُن کا حال دریافت کر لیا

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام ۔۔۔ کشف شُد زو آں بیکدم شد تمام
جو کچھ اُن تیس امیروں سے تیس دفعہ میں ۔۔۔ معلوم ہوا اُس سے ایک دم مکمل ہو گیا

مرافعہ[2] آں امرا آں حجت بشبہِ جبریانہ و جواب دادن شاہِ محمود ایشاں را

اُن امرا کا جبریوں کی طرح ان کے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا اُن کو جواب دینا

پس[3] بگفتند آں امیراں کایں فنے ست ۔۔۔ از عنایتہاست کارِ جہد نیست
تو اُن امیروں نے کہا کہ یہ ہنر ہے ۔۔۔ جو اللہ تعالیٰ کی عنایتوں سے ہے، کوشش کا معاملہ نہیں ہے

---

1. گفت۔شاہ نے کہا وہ رے سے کب چلے تھے۔تسعیر۔یعنی اُن پیالوں کا رے میں کیا بھاؤ تھا۔زاں عدد۔یعنی اُن تیس سرداروں میں سے۔ہر یکے۔اُن تیسوں سرداروں میں سے کوئی پوری بات معلوم کر کے نہ آیا۔گفت۔سلطان محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ ایک روز میں نے ایاز کو ایسی ہی معلومات کے لیے اکیلا بھیجا تھا تم تیس آدمیوں نے جو جوابات لا کر دیے اُس نے تنہا سب جواب دے دیے تھے۔
2. مرافعہ۔اب ان امیروں نے دوبارہ اس معاملہ کو اٹھایا اور اس طرح کی باتیں شروع کر دیں جو جبری کرتے ہیں اور اپنا قصور قضا و قدر پر رکھنے لگے۔
3. پس۔ان امیروں نے کہا کہ ایاز کی یہ ہنرمندی تو خدا کی عطا کردہ ہے اس میں ہماری یا اُن کی کسی کوشش کو کیا دخل ہے۔

قِسمتِ[1] حق ست مہ را رویِ نغز — دادهٔ بخت ست گُل را بُویِ نغز
چاند کا حسین چہرہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے — پھول کی عمدہ خوشبو، نصیب کا عطیہ ہے

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکُند — از تفاخر خیمہ بر مَہ میزند
بلکہ شاہ جب مہربانی کرتا ہے — تو وہ فخر سے، چاند پر خیمہ لگا لیتا ہے

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد — ریعِ تقصیرست و دخلِ اجتہاد
سلطان محمود نے کہا بلکہ جو نفس سے پیدا ہوتا ہے — کوتاہی کی پیداوار اور کوشش کی آمدنی ہے

ورنہ آدمؑ کے بگفتے باخدا — رَبَّنَآ اِنَّا ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
ورنہ (حضرت) آدمؑ خدا سے کب کہتے؟ — اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا

خود بگفتے کایں گناہ از بخت بُود — چوں قضا ایں بود حزمِ ما چہ سُود
خود کہہ دیتے کہ یہ گناہ تقدیر سے تھا — جب قضاءِ خداوندی یہ تھی ہماری احتیاط سے کیا فائدہ

ہمچو[2] ابلیسے کہ گفت اَغْوَيْتَنِیْ — تو شکستی جام و ما را می زنی
شیطان کی طرح کہ اُس نے کہا تو نے مجھے گمراہ کیا — تو نے جام توڑا اور مجھے مارتا ہے

بل قضا حق ست و جہدِ بندہ حق — ہیں مباش اَعور چو ابلیسِ خلق
بلکہ قضا (خداوندی) حق ہے اور بندہ کی کوشش بھی حق ہے — ارے شیطان کی طرح کانا نہ بن

در تردُّد ماندہ ایم اندر دوکار — ایں تردُّد کے بُود بے اختیار
دو کاموں کے درمیان تردُّد میں ہیں — بغیر اختیار کے یہ تردُّد کب ہوتا ہے؟

ایں کنم یا آں کنم کے گوید اُو — کہ دودست و پاش بستست اے عمو
میں یہ کروں یا وہ کروں وہ کب کہتا ہے؟ — اے چچا! جس کے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں

ہیچ[3] باشد ایں تردُّد در سرم — کہ روم در بحر و یا بالا پرم
کبھی میرے سر میں یہ تردُّد ہوتا ہے؟ — کہ میں سمندر پر چلوں یا اوپر کو اڑوں

ایں تردُّد ہست کہ موصل روم — یا برائِ سحر تا بابل روم
یہ تردُّد ہوتا ہے، کہ موصل جاؤں — یا جادو کے لیے، بابل تک جاؤں

پس تردُّد را بباید قدرتے — ورنہ آں خندہ بُود بر سبلتے
تو تردُّد کے لیے قدرت چاہیے — ورنہ وہ محض مذاق ہو گا

برقضا کم نہ بہانہ اے جواں — جُرمِ خود را چوں نہی بر دیگراں
اے جوان! قضاء (خداوندی) پر بہانہ نہ رکھ — اپنا قصور دوسروں پر کیوں ڈالتا ہے؟

---

[1] قسمت۔ یہ خدائی تقسیم ہے کہ اُس نے چاند کو خوبصورت چہرہ عطا کر دیا اور پھول کو خوشبو عطا کر دی۔ گفت۔ شاہ محمود نے کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے خدا نے بندے کو بھی اختیار دیا ہے انسان جو کام کرتا ہے اس میں اس کی کوتاہی اور کوشش کا دخل ہے۔ ورنہ۔ حضرت آدمؑ نے یہی سمجھا ورنہ اپنی کوتاہی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے بلکہ خدا کی طرف منسوب کر دیتے۔

[2] ہمچو۔ اس طرح کے کاموں کی خدا کی طرف نسبت کر دینا شیطان کا کام ہے اس نے اپنی غلطی کو خدا کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے۔ میرا کیا قصور ہے۔ بل۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر بھی حق ہے اور انسان کی کوشش بھی اپنی جگہ صحیح ہے صرف ایک جانب دیکھنا شیطان کی بھینگی آنکھ کا کام ہے۔ در تردُّد۔ انسان اکثر کاموں میں متردد ہوتا ہے اگر اس کو اختیار نہ ہوتا تو وہ تردُّد کیوں کرتا جبر کی حالت میں اس کو کبھی تردُّد نہ ہوتا۔

[3] ہیچ۔ جبکہ انسان کو اوپر اڑنے پر قدرت ہی نہیں ہے تو وہ کبھی متردد نہیں ہوتا کہ مجھے اوپر اڑنا چاہیے، یا سمندر میں کودنا چاہیے۔ ایں تردد۔ اس کو موصل اور بابل جانے کا اختیار ہے اس میں اس کو تردد ہوتا ہے۔ برقضا۔ انسان کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار قضاءِ خداوندی کو نہ بنانا چاہیے۔

خوں[1] کُند زید و قصاصِ اُو بعمرو
زید خون کرے اور اُس کا بدلہ عمر پر
مے خورد بکر و بر احمد حدِّ خمر
بکر شراب پیئے اور شراب کی سزا احمد پر

گِردِ خود برگرد و جُرمِ خود ببیں
اپنا چکر کاٹ، اپنا قصور دیکھ
جنبش از خود بیں و از سایہ مبیں
حرکت اپنی سمجھ اور سایہ کی نہ سمجھ

کہ نخواہد شُد غلط پاداشِ میر
حاکم کی سزا غلط نہ ہو گی
خصم را میداند آں میرِ بصیر
وہ بینا حاکم، مجرم کو جانتا ہے

تو عسل خوردی نیاید تب بغیر
تو نے شہد پیا، غیر کو بخار نہ آئے گا
مُزدِ روزِ تو نیابد شب بغیر
تیری دن کی مزدوری، رات کو غیر نہ حاصل کرے گا

درچہ کردی جہد کاں با تو نگشت
تو نے کس چیز میں کوشش کی کہ وہ تجھے نہ ملی؟
توچہ کاریدی کہ نامد ریع کشت
تو نے کیا بویا کہ کھیتی کی پیداوار نہ آئی؟

فعلِ[2] تو کاں زاید از جان و تنت
وہ تیرا کام جو تیری جان اور جسم سے پیدا ہوتا ہے
ہمچو فرزندت بگیرد دامنت
وہ تیری اولاد کی طرح تیرا دامن پکڑے گا

فعل را در غیب صورت می کنند
(عالمِ) غیب میں کام کی ایک صورت بنا دیتے ہیں
فعلِ دُزدی را نہ دارے میزنند
چوری کے کام کے لیے کیا پھانسی نہیں لگاتے ہیں؟

دار کے ماند بدُزدی لیک آں
پھانسی، چوری سے کب مشابہ ہے؟ لیکن وہ
ہست تصویرِ خدائے غیب داں
غیب داں خدا کی جانب سے ایک صورت بنائی ہوئی ہے

دردلِ شحنہ چو حق اِلہام داد
جب اللہ تعالیٰ نے کوتوال کے دل میں الہام کر دیا
کایں چنیں صورت بساز از بہرِ داد
کہ انصاف کے لیے ایسی صورت بنا لے

تاتو[3] عالِم باشی و عادل، قضا
تاکہ تو عالم اور منصف بنے، قضاءِ (خداوندی)
نامناسب چوں دہد داد و سزا
جزا اور سزا نامناسب کیسے دے گی؟

چونکہ حاکم ایں کُند اندر گزیں
جب کہ انتخاب میں حاکم یہ کرتا ہے
چوں کُند حکم اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن
تو حاکموں کا حاکم کیا کرے گا؟

چوں بکاری جو نروید غیرِ جو
جب تو جو بوئے گا جو کے سوا نہ اُگے گا
قرض تو کردی ز کہ خواہم گرد
قرض تو نے لیا ہے میں گروی کس سے مانگوں؟

جُرمِ خود را بر کسے دیگر منہ
اپنا قصور کسی دوسرے پر نہ رکھ
ہوش و گوشِ خود بدیں پاداش دہ
اپنا ہوش اور کان اس بدلہ پر لگائے رکھ

---

[1] خوں۔ اپنے جرم کی ذمہ داری قضا پر ڈالنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قتل زید کرے اور بدلہ عمرو سے لیا جائے، شراب بکر پیئے اور احمد کے کوڑے مارے جائیں۔ کہ نخواہد۔ اللہ تعالیٰ کبھی غیر مجرم کو سزا نہیں دیتا۔ تو عسل۔ شہد کوئی کھائے اور اس کے اثر سے بخار دوسرے کو آئے، دن میں مزدوری کوئی کرے اور اُس کی اُجرت رات کو دوسرے کو دے دی جائے یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ درچہ۔ ظاہری اعمال کے نتیجے خود کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔

[2] فعل۔ انسان کے اعمال ہی اس کے دامن گیر ہوں گے، جس طرح اس کی ظاہری اولاد اس کی دامن گیر ہوتی ہے، آخرت میں اعمال مصور کر دیے جائیں گے ہاں عمل اور جزاء میں ظاہری مشابہت نہ ہوگی۔ دار۔ چوری اور ڈاکازنی اور اس کی سزا پھانسی میں کوئی ظاہری مناسبت نہیں ہے لیکن خدا نے دنیا میں انصاف قائم کرنے کے لیے اس کی وہ سزا تجویز کر دی ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔

[3] تاتو۔ جبکہ انصاف قائم کرنے کیلئے خدا نے یہ الہام کر دیا ہے تو پھر قضاءِ خداوندی غیر مناسب جزا اور سزا کہاں دے سکتی ہے۔ چونکہ۔ جب دنیا کا حاکم مناسب جزا اور سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین لامحالہ مناسب جزا اور سزا دیگا۔ قرض۔ جب تو نے قرض لیا ہے تو ہی گروی رکھے گا۔ جرم۔ اپنا جرم کسی دوسرے پر نہ رکھ اور اسکے بدلے کا منتظر رہ۔

جُرم برخود نہ کہ تو خود کاشتی — باجزا و عدلِ حق کُن آشتی

اپنے آپ کو قصور وار ٹھہرا کیونکہ تو نے خود بویا ہے — اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا سے صلح رکھ

رنج را باشد سبب بد کردنی — بد ز فعلِ خود شناس از بخت نی

بُرا کرنا، تکلیف کا سبب ہے — بُرائی اپنے کام کی وجہ سے سمجھ، نہ تقدیر سے

آں نظر در بخت چشم اَحول کُند — کلب را گہدانی و کاہل کُند

تقدیر پر نظر رکھنا آنکھ کو بھینگا بنا دیتا ہے — کتے کو پاخانہ والا اور کاہل بنا دیتا ہے

متہم کُن نفسِ خود را اے فتیٰ — متہم کم کُن جزائے عدل را

اے نوجوان! اپنے نفس کو متہم سمجھ — انصاف کے بدلے کو متہم نہ کر

توبہ کُن مردانہ سر آور برہ — کہ فَمَنْ یَّعْمَلْ بِمِثْقَالٍ یَّرَہٗ

مردوں کی طرح توبہ کر راستہ پر چل پڑ — کیونکہ جو مثقال برابر عمل کرے گا وہ اس کو دیکھے گا

درفسونِ نفس کم شو غرّہ — کافتابِ حق نپوشد ذرّہ

نفس کے مکر سے دھوکے میں نہ پڑ — کیونکہ حق کا سورج ذرے کو نہیں چھپاتا ہے

ہست ایں ذرّاتِ جسمی اے مُفید — پیشِ ایں خورشیدِ جسمانی پدید

اے فائدہ مند! یہ جسمانی ذرے — اس جسمانی سورج کے سامنے ظاہر ہیں

ہست ذرّاتِ خواطر و افتکار — پیشِ خورشیدِ حقائق آشکار

خیالات اور فکر کے ذرے — حقیقتوں کے سورج کے سامنے ظاہر ہیں

پیشِ حق پیدا و پیشِ تو نہاں — سِرِّ غیب ست ایں مکُن فکرے دراں

خدا کے سامنے ظاہر ہیں، تیرے سامنے پوشیدہ ہیں — یہ غیبی راز ہے تو اس میں غور نہ کر

حکایتِ آں صیّادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بُود، و
اُس شکاری کا قصہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور
دستۂ گُل و لالہ کُلہ وار برسر فروکشیدہ، تا مُرغان اُو را گیاہ
گُل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سر پر رکھ لیا تھا تاکہ پرندے اُس کو گھاس
پندارند و آں مُرغ زیرک اند کے بُوی بُرد کہ ایں آدمی ست
سمجھیں اور ایک ہوشیار پرند نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے
کہ برشکلِ گیاہ می نماید، اماہم تمام بُوی نَبُرد بافسونِ اُو
جو گھاس کی شکل پر نظر آ رہا ہے، لیکن وہ بھی پورا نہ سمجھا مکر سے وہ بھی دھوکے

رنج۔ انسان کی بدعملی اس کی تکلیف کا سبب ہے اور بدعملی کا وہ خود ذمہ دار ہے مقدر اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔ آں نظر۔ محض تقدیر پر نظر رکھنا انسان کو کج بیں بنا دیتا ہے اور انسانی نفس کو برائی کا عادی اور کاہل بنا دیتا ہے۔ متہم۔ برائی کی تہمت اپنے اوپر رکھنی چاہیے اللہ کے انصاف کو متہم نہ بنانا چاہیے، خدا نے فرمایا ہے جو ایک ذرہ عمل کرے گا اُس کا نتیجہ اُس کے سامنے آئے گا۔

درفسون۔ انسان کو نفس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے اس کے عمل کا ذرہ ذرہ علم الٰہی میں ہے۔ ہست۔ جس طرح سے جسمانی ذرات ظاہری سورج میں چمک اٹھتے ہیں اسی طرح سے خیالات کے ذرات علم الٰہی میں چمک اٹھتے ہیں۔

سرِّ غیب۔ علم الٰہی، عالمِ غیب کے اسرار میں سے ہے اس میں عالمِ شہود میں غور و فکر نہ کرنا چاہیے، تیرے اختیار سے جو خیالات مخفی ہیں وہ سب علم الٰہی میں ظاہر ہیں۔
حکایت۔ جبر و اختیار کی یہ حکایت ذکر کی گئی ہے کہ اپنے جرم کو کسی دوسرے کے ذمہ نہ لگانا چاہیے۔

مغرور شُد زیرا کہ درِ ادراکِ اوّل قاطعے نداشت و در
میں پڑ گیا کیوں کہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور
ادراکِ دوم قاطعے داشت وَهُوَ الْحِرْصُ وَالطَّمْعُ لَاسِیَّمَا
دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصاً حاجت
عِنْدَ فَرطِ الحَاجَةِ وَالْفَقْرِ قال النبی علیہ الصلوٰۃ
اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
والسلام [1]كَادَ الفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا صَدَقَ
نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ
سچ فرمایا ہے اُن پر اور اُن کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

رفت مرغے درمیانِ مرغزار — بُود آنجا دام از بہرِ شکار
ایک پرند، چمن میں گیا — وہاں شکار کے لیے جال تھا

دانۂ چندے نہادہ بر زمیں — واں صیّاد آنجا نشستہ در کمیں
چند دانے زمین پر رکھے تھے — اور شکاری وہاں گھات میں بیٹھا تھا

خویشتن پیچیدہ در برگ و گیاہ — وز[2] گل و لالہ وُرا بر سر کلاہ
اپنے آپ کو پتوں اور گھاس میں لپیٹ لیا تھا — اور اُس کے سر پر گل و لالہ کی ٹوپی تھی

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ — تا در اُفتد صید بیچارہ زراہ
گھات میں بیٹھا تھا اور نگاہ لگائے ہوئے تھا — تاکہ بیچارہ شکار، راستہ سے بھٹک جائے

مُرغک آمد سُوئِ اُو از ناشناخت — پس طوافے کرد و پیشِ مرد تاخت
انجان پن سے ایک بیچارہ پرند اس کی جانب آیا — چکر کاٹا اور اُس شخص کی طرف دوڑا

گفت[3] اُو را کیستی اے سبز پوش — در بیاباں درمیانِ ایں وُحوش
اس نے کہا، اے سبز پوش! تو کون ہے؟ — جنگل میں ان وحشیوں کے درمیان

گفت مردے زاہدم من منقطع — باگیاہ و با حشیشے مقتنع
انسان نے کہا، اے سبز پوش، تو کون ہے؟ — گھاس اور پھونس پر قناعت کرنے والا

زہد و تقویٰ را گزیدم دین و کیش — زانکہ می دیدم اجل را پیشِ خویش
میں نے زہد اور تقویٰ کو دین اور مذہب بنا لیا ہے — کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے رکھ رہا ہوں

---

[1] کاد۔ فقر اور احساسِ کامل مومنوں کے لیے باعث فضیلت ہے آنحضور کا ارشاد ہے الفقر فخری "فقر میرا فخر ہے" لیکن کمزور ایمان والوں کے لیے فقر خطرناک ہے بسا اوقات وہ کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ مرغزار۔ چمن۔ کمین۔ گھات۔

[2] وزگل۔ اس شکاری نے اپنے آپ کو چھپانے کے لیے بدن پر گھاس اور سر پر پھولوں کی ٹوپی اوڑھ لی تھی۔ ناشناخت۔ وہ پرند یہ نہ سمجھا کہ وہ شکاری ہے اور اس نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے۔

[3] گفت۔ اس شکاری نے کہا میں ایک متقی اور زاہد ہوں اور صرف گھاس پھوس پر گزارہ کرتا ہوں۔ چونکہ موت ہر وقت میرے پیشِ نظر ہے میں نے دنیا سے زُہد اختیار کر لیا ہے۔

مرگ[1] ہمسایہ مرا واعظ شُدہ — کسب و دُکانِ مرا برہم زدہ
پڑوسی کی موت میرے لیے واعظ بن گئی ہے — میری کمائی اور دُکان کو تہ و بالا کر دیا ہے

چوں بآخر فرد خواہم ماندن — خُو نباید کرد با ہر مرد وزن
چونکہ میں آخر میں اکیلا رہ جاؤں گا — مجھے ہر مرد و عورت کی عادت نہ ڈالنی چاہیے

رُوی خواہم کرد آخر در لحد — آں بہ آید کہ کُنم خُو با اَحد
آخر میں قبر کی طرف رُخ کروں گا — یہ اچھا لگتا ہے کہ خدا کی عادت ڈالوں

چوں زنخ را بست خواہم اے صنم — آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
اے پیارے! چونکہ میں ٹھوڑی کو باندھوں گا — یہ بہتر ہے کہ میں بکواس نہ کروں

اے بزربفت و کمر آموختہ — آخرستت جامۂ نادوختہ
اے زربفت اور پٹکے کے عادی! — تیرا انجام بلا سلا کپڑا ہے

رُو[2] بخاک آریم کزوے رُستہ ایم — دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم
ہم مٹی کا رُخ کریں گے کیوں کہ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں — ہم نے بے وفاؤں سے دل کیوں وابستہ کیا ہے؟

جدّ و خویشانِ ماں قدیمی چار طبع — مابخویشِ عاریت بستیم طمع
ہمارے قدیم دادا اور رشتہ دار چار عنصر ہیں — ہم نے عارضی رشتہ داروں سے لالچ وابستہ کیا ہے

سالہا ہم صحبتے و ہمدمی — باعناصر داشت جسمے آدمی
سالوں ہم صحبت اور ساتھی — انسان کا جسم عناصر سے رہا

رُوحِ اُو خود از نفوس و از عقول — روح، اصلِ خویش را کردہ نکول
اُس کی رُوح نفوس اور عقل سے ہے — روح، اپنی اصل سے اعراض کیے ہوئے ہے

از[3] عقول و از نفوسِ پُر صفا — نامہ می آید بجاں کاے بیوفا
مصفّٰی عقول اور نفوس سے — روح کو پیام آتا ہے کہ اے بے وفا!

یارگانِ پنج روزہ یافتی — رُو ز یارانِ کہن برتافتی
تو نے کچھ دن کے دوست پا لئے ہیں — پُرانے دوستوں سے منہ موڑ لیا ہے

کودکاں ہر چند در بازی خوش اند — شب کشاں شاں سُوی خانہ می کشند
بچے یقیناً کھیل میں خوش ہیں — رات کو اُن کو گھر کی جانب کھینچ لے جاتے ہیں

---

[1] مرگ۔ایک پڑوسی سے مجھے عبرت حاصل ہوگئی اور میں نے اپنی دکان وغیرہ خیرات کر ڈالی ہے۔چوں۔مرنے کے بعد مجھے قبر میں تنہا رہنا ہے اسی لیے میں نے دنیا والوں سے تعلقات منقطع کر لیے ہیں اور خدا سے لو لگالی ہے۔چوں۔موت کے وقت منہ پر ڈھاٹا باندھ دیا جاتا ہے۔زنخ زدن۔بکواس کرنا۔ اے۔جو لوگ زندگی میں زربفت کا لباس اور زریں پٹیاں باندھتے ہیں وہ بھی موت کے بعد بلا سلا کفن پہنتے ہیں۔

[2] رُو۔انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اس کو مر کر مٹی میں جانا ہے لہٰذا اُسی سے تعلق رکھنا چاہیے۔جد۔انسان کا اصلی رشتہ چاروں عنصروں سے ہے لیکن انسان عارضی رشتہ داروں سے دل وابستہ کر لیتا ہے۔سالہا۔انسان کے جسم کی تخلیق سے قبل اُس کا جسم عناصرِ اربعہ کا ساتھی تھا۔روحِ اُو۔انسان کی رُوح عالمِ نفوس اور عالمِ عقول کی چیز ہے لیکن وہ اپنی اصل کو فراموش کر دیتی ہے۔

[3] از عقول۔جب رُوح اپنی اصل کو فراموش کرتی ہے تو وہ عقول اور نفوس اس سے کہتے ہیں کہ تو نے ہمیں بھلا دیا ہے اور عارضی یاروں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ کودکاں۔انسانوں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو دن بھر کھیل میں لگے رہتے ہیں اور رات کو اُن کے والدین اُن کو پکڑ کر جبراً گھر لے جاتے ہیں۔یہی حال انسان کا ہے کہ اُس کی رُوح کو لامحالہ اصل وطن کی طرف جانا ہے۔

شُد[1] برہنہ وقتِ بازی طفلِ خُرد — دُزد از ناگہ قبا و کفش بُرد
کھیل کے وقت چھوٹا بچہ ننگا ہوا — چور، اچانک چوغہ اور جوتے لے بھاگا

آنچناں گرم اُو ببازی در فتاد — کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد
وہ کھیل میں اس قدر لگا — کہ وہ ٹوپی اور لباس اُس کی یاد سے نکل گیا

شب شُد و بازیِ اُو شُد بے مدد — رُو ندارد کہ سُویِ خانہ رود
رات ہو گئی اور اُس کا کھیل بغیر مدد کے رہ گیا — اُس کا منہ نہیں ہے کہ گھر کو جائے

نے[2] شنیدی اِنَّمَا الدُّنْیَا لَعِبٌ — باد دادی رخت و گشتی مُرتعِب
کیا تو نے نہیں سُنا، کہ دنیا کھیل ہے؟ — تو نے سامان برباد کر دیا اور تو خوفزدہ ہو گیا

پیش ازانکہ شب شود جامہ بجُو — روز را ضائع مکن در گفتگو
اس سے پہلے کہ رات ہو، کپڑے تلاش کر لے — باتوں میں دن ضائع نہ کر

من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام — خلق را من دُزدِ جامہ دیدہ ام
میں نے جنگل میں تنہائی اختیار کر لی ہے — میں نے لوگوں کو کپڑوں کا چور سمجھا ہے

نیم[3] عُمر از آرزویِ دلِستاں — نیم عُمر از غُصہائے دُشمناں
آدھی عمر معشوق کی تمنا میں — آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں

جُبّہ را بُرد آں کُلہ را ایں بُبرد — غرقِ بازی گشتہ ما چوں طفلِ خُرد
جبہ وہ لے گیا، ٹوپی یہ لے گیا — ہم چھوٹے بچے کی طرح کھیل میں غرق ہیں

نِک شبانگاہِ اجل نزدیک شُد — خَلِّ هٰذَا اللَّعْبَ بَسَّکَ لَا تَعُدْ
اب موت کی رات قریب آ گئی ہے — اس کھیل کو چھوڑ، بس کر، واپس نہ ہو

ہیں سوارِ توبہ شو در دُزد رس — جامہا از دُزد بستاں بازپس
خبردار! توبہ پر سوار ہو جا چور تک پہنچ جا — چور سے کپڑے واپس لے لے

مرکبِ توبہ عجائب مرکب ست — برفلک تازد بیک لحظہ ز پست
توبہ کی سواری عجب سواری ہے — ایک لحظہ میں نیچے سے آسمان تک دوڑ جاتی ہے

لیک مرکب را نگہ میدار ازاں — کو بدُزدید آں قبایت را نہاں
لیکن سواری کی اُس سے حفاظت کر — جس نے چپکے سے تیرا چوغہ چرا لیا ہے

---

[1] شُد۔ بچہ کھیل میں اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتا ہے اور کھیل میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ چور اس کے کپڑے لے بھاگتا ہے۔ شب شُد۔ جب رات کو وہ گھر لوٹنا چاہتا ہے تو کپڑوں کی چوری کی شرمندگی سے گھر لوٹنے کی ہمت نہیں کرتا ہے، یہی حال انسان کا ہے کہ دنیا کے شغل میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور پھر آخرت کی طرف رُخ کرنے سے شرماتا ہے۔

[2] نے شنیدی۔ قرآن پاک میں ہے: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ "جان لو دنیا کھیل کود ہے" لہٰذا تمھارا حال اُس بچہ کا سا نہ ہو جو کھیل کود میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ مرتعب۔ خوفزدہ۔ شب شود۔ واپسی کے وقت سے پہلے اپنا جائزہ لے لو۔ من بصحرا۔ اُس شکاری نے پرندے سے کہا۔

[3] نیم عمر۔ انسان غفلت میں اسی طرح دن گذار دیتا ہے کہ آدھی عمر تو مرغوبات کی تمنا میں گذری اور آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں۔ جبہ۔ غرضکہ سفرِ آخرت کے لیے جو سامان تیار کرنا تھا وہ سب برباد ہو جاتا ہے۔ نک۔ واپسی کا وقت قریب ہے، کھیل کو چھوڑ کر چلنے کی تیاری کرنی چاہیے۔ ہیں۔ یعنی غلطیوں کی تلافی کی تدبیر توبہ اور استغفار ہے۔ مرکب توبہ۔ شعر (ہر چہ از عمرِ گرامی صرف در غفلت شود۔ می تواں یک صبحدم در ملکِ استغفار یافت) لیک۔ توبہ کی حفاظت ضروری ہے کہیں شیطان اُس کو نہ تڑوا ڈالے۔

تا نہ دُزدد مرکبت را نیز ہم — پاس دار ایں مرکبت را دمبدم

تاکہ تیری سواری کو بھی نہ چرا لے — ہر وقت اپنی اس سواری کی حفاظت کر

حکایتِ آں شخص کہ دُزداں قچ اُو بدزدیدند و براں قناعت نکردند بحیلہ جامہاش راہم دُزدیدند

اُس شخص کا قصہ جس کا دُنبہ چوروں نے چرالیا اور اُس پر بس نہ کی تدبیر سے اُس کے کپڑے بھی چرا لیے

آں یکے قچ داشت از پس میکشید — دُزد قچ را بُرد و حبلش را بُرید

ایک شخص کے پاس دُنبہ تھا وہ اس کو پیچھے سے کھینچ رہا تھا — دُنبہ کو چور لے گیا اور اس کی رسی کاٹ دی

چونکہ شُد آگہ دواں شُد چپ و راست — تا بیابد کاں قچ بُردہ کجاست

جب وہ واقف ہوا، دائیں اور بائیں جانب بھاگا — تاکہ معلوم کرے کہ وہ چرایا ہوا دُنبہ کہاں ہے؟

بر سرِ چاہے بدید آں دُزد را — کو فغاں میکرد کاے واویلتا

اُس چور کو ایک کنویں پر دیکھا — کہ وہ فریاد کر رہا ہے، کہ ہائے تباہی

گفت نالاں از چہٖ اے اوستاد — گفت ہمیانِ زرم درچہ فتاد

اُس نے کہا اے اُستاد! تو کیوں رو رہا ہے؟ — اس نے کہا میری نقدی کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے

گر توانی در روی بیروں کشی — خمس بدہم مر ترا بادل خوشی

اگر تو جا سکے، باہر نکال لائے — میں دل کی خوشی کے ساتھ تجھے پانچواں حصہ دے دوں گا

ہست در ہمیانِ من پانصد درم — گر کنی با من چنیں لطف و کرم

میری ہمیانی میں پانچسو درہم ہیں — اگر تو میرے ساتھ اس طرح کی مہربانی اور کرم کرے

خمس، صد دینار بستانی بدست — گفت با خود ایں بہایِ دہ قچ ست

پانچواں حصہ سو درہم، تو ہاتھ سے لے لے — اُس نے سوچا، یہ دس دنبوں کی قیمت ہے

گر درے بر بستہ شُد صد در کشاد — گر قچے شد حق عوض اُشتر بداد

اگر ایک دروازہ بند ہوا ہے سو دروازے کھل گئے — اگر دُنبہ گیا، اللہ نے بدلے میں اونٹ دے دیا

جامہا برکند و اندر چاہ رفت — جامہا را بُرد ہم آں دُزد تفت

کپڑے اُتارے اور کنویں میں اُتر گیا — وہ چور فوراً کپڑوں کو بھی لے گیا

حازمے باید کہ رہ تا دہ برد — حزم نبود طمع طاعون آورد

پختہ کار چاہیے، تاکہ گاؤں تک کا راستہ طے کر لے — پختہ کاری نہ ہو تو لالچ طاعون پیدا کر دیتا ہے

تانہ دُزدد۔اُس شیطان چور نے تمہارا سامان تو چُرا ہی لیا اب اُس تو بہ کی سواری نہ چرا لے۔حکایت۔اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ انسان لالچ میں پڑ کر پے در پے چور کو چوری کا موقع دے دیتا ہے۔قچ۔دُنبہ۔آں یکے۔یہ شخص اپنا دُنبہ رسی میں باندھے لے جا رہا تھا چور نے پیچھے سے آ کر رسی کاٹ کر دُنبہ چُرا لیا اب یہ شخص اُس کی تلاش میں بھاگا تو چور ایک کنویں پر کھڑے ہو کر رونے لگا اور چور نے اُس دُنبہ والے سے کہا کہ میری پانچ سو اشرفیوں کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے اگر کوئی اس کو کنویں میں سے نکال دے تو میں اس کو اُس میں سے سو اشرفیاں دے دوں گا یہ شخص لالچ میں آ گیا اور کپڑے اُتار کر کنویں میں اتر گیا چور اس کے کپڑے بھی لے بھاگا۔

گر توانی۔چور نے دُنبہ والے سے کہا اگر تو میری ہمیانی نکال دے گا تو اُس کا پانچواں حصہ تجھے دے دوں گا۔خُمس۔پانچوں حصہ۔گفت۔دُنبہ والے نے دل میں سوچا کہ مجھے تو دس دنبوں کی قیمت کی برابر اشرفیاں مل رہی ہیں۔

گر درے۔اگر دُنبہ گیا تو کیا پروا ہے مجھے اس کے بدلے میں اونٹ مل رہا ہے۔جامہا۔اس دُنبہ والے نے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیے اور کنویں میں اتر گیا وہ چور اس کے کپڑے لے بھاگا۔حازمے۔منزل طے کرنے کے لیے بڑی پختہ کاری کی ضرورت ہے۔

اُو[1] یکے دُزدیست فتنہ سیرتے — چوں خیالِ اُو را بہر دم صُورتے

وہ (شیطان) ایک فتنہ سیرت چور ہے — خیال کی طرح اُس کی ہر لحہ ایک (نئی) صورت ہے

کس نداند مکرِ اُو اِلّا خدا — در خدا بگریز و وارہ زاں دغا

اُس کا مکر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا — خدا (کی پناہ) میں بھاگ اُس دغا (باز) سے نجات حاصل کر

مناظرۂ مُرغ با صیّاد در ترہُّب و در معنیِ ترہُّبی کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نہی کرد ازاں اُمتِ خود را کہ لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو روکا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

مُرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست — دینِ احمدؐ را ترہُّب نیک نیست

پرندے نے اُس سے کہا اے خواجہ! خلوت میں نہ ٹھہر — احمدؐ کے دین میں رہبانیت اچھی نہیں ہے

از ترہُّب نہی کرد آخر رسولؐ — بدعتے چوں در گرفتی اے فضول

آخر رسولؐ نے رہبانیت سے منع کیا ہے — اے فضول! تو نے بدعت کیوں اختیار کر لی؟

جمعہ[2] شرطست و جماعت در نماز — امرِ معروف و ز منکر احتراز

جمعہ اور نماز میں جماعت ضروری ہے — بھلی بات کا حکم دینا اور بری بات سے بچنا

رنجِ بد خُویاں کشیدن زیرِ صبر — منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر

صبر کے ماتحت بدمزاجوں کی تکلیف برداشت کرنا — ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچانا

خَيْرُ نَاسٍ اَنْ يَّنْفَعَ النَّاسَ اے پدر — گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر

اے بابا! بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے — اگر تو پتھر نہیں ہے تو ڈھیلوں سے دوستی کیسی؟

درمیانِ اُمتِ مرحوم باش — سنتِ احمدؐ مہل محکوم باش

مرحوم اُمت کے درمیان رہ — احمدؐ کی سنت نہ چھوڑ، محکوم بنا رہ

چوں[3] جماعت رحمت آمد اے پسر — جہد کُن رحمت آری تاجِ سر

اے بیٹا! جب کہ جماعت رحمت ہے — تو کوشش کرتا کہ تو رحمت سے سر کا تاج حاصل کر لے

در جوابش گفت صیادِ عیار — نیست مُطلق اینکہ گفتی ہوشدار

اُس کے جواب میں چالاک شکاری نے کہا — سمجھ لے یہ مطلقاً نہیں ہے جو تو نے کہا

---

[1] اُو۔شیطان ہر لحہ بھیس بدل کر دھوکا دیتا ہے۔کس نداند۔اس کی چالوں کو خدا ہی پہچان سکتا ہے بس اس کی پناہ مانگتے رہو۔ترہب۔رہبانیت اختیار کرنا۔ رہبانیت یہ ہے کہ انسان تمام دنیوی علائق منقطع کر کے جنگلوں میں عبادت گذاری کرے آنحضورؐ نے اس رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔بدعتے۔ رہبانیت اسلامی طریقہ نہیں ہے لہٰذا وہ بدعت ہے۔

[2] جمعہ۔اسلام، جمعہ اور جماعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے، رہبانیت اس کے منافی ہے۔رنج۔شریعت کا حکم ہے کہ لوگوں کی بدخلقی پر صبر کرو اور ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔خیر الناس۔حدیث شریف ہے "بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے" گر نہ سنگی۔ڈھیلوں سے دوستی کرنا پتھر کا کام ہے، انسان کا کام نہیں ہے۔درمیان۔عوام سے مل کر زندگی گذارنا سنت ہے۔

[3] چوں جماعت۔حدیث شریف ہے الجماعۃُ رحمة والفرقة عذاب "جماعت رحمت ہے الگ رہنا عذاب ہے"۔در جوابش۔اس چالاک شکاری نے کہا کہ جماعت کو تنہائی پر مطلقاً فضیلت نہیں ہے، بسا اوقات گوشۂ تنہائی جماعت سے افضل ہوتا ہے اگر بُرے ساتھی ہوں تو تنہائی افضل ہوگی۔

ہست تنہائی بہ از یارانِ بد
بُرے دوستوں سے تنہائی بہتر ہے
نیک بابد چوں نشیند بد شود
نیک، بد کے ساتھ جب بیٹھتا ہے، بد ہو جاتا ہے

زانکہ[1] عقلِ ہر کرا نبُوَد رسوخ
کیونکہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو
پیشِ عاقل اُو چو سنگ ست و کلوخ
وہ عقل مند کے نزدیک پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے

چوں حمار ست آنکہ بے اہلیت ست
جو نااہل ہے، وہ گدھے کی طرح ہے
صحبتِ اُو عینِ رہبانیت ست
اُس کی صحبت بالکل رہبانیت ہے

ہوشِ اُو سوئے علف باشد چو خر
اُس کا ہوش گدھے کی طرح چارے کی طرف ہوتا ہے
بگذر ازوے تانمانی بے ہُنر
اس سے بھاگ تاکہ تو بے ہُنر نہ رہ جائے

زانکہ غیرِ حق ہمہ گردد رُفات
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب ریزہ ریزہ ہو جائے گا
کُلُّ اٰتٍ بَعْدَ حِیْنٍ فَھُوَ اٰتٍ
تھوڑی دیر کے بعد ہر آنے والے، پہنچنے والا ہے

ہرچہ جز آں وجہ باشد ہالک ست
جو کچھ اُس وجہ کے سوا ہے، وہ ہلاک ہونے والا ہے
مُلک و مالک عکسِ آں یک مالک ست
ملک اور مالک، اُس ایک مالک کا عکس ہے

گرچہ[2] سایہ عکسِ شخص ست اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ سایہ شخص کا عکس ہے
ہیچ از سایہ نتانی خورد بر
تو سایہ سے کبھی پھل نہ کھائے گا

ہیں ز سایہ شخص را می کُن طلب
آگاہ، سایہ کے ذریعہ شخص کو ڈھونڈ لے
در مسبّب رَو گذر کُن از سبب
مسبب کی طرف جا، سبب سے گذر جا

یارِ جسمانی بُوَد رُویش بمرگ
جسمانی دوست کا رُخ موت کی طرف ہے
صحبتش شوم ست باید کرد ترک
اُس کی صحبت منحوس ہے، چھوڑنی چاہیے

حکمِ اُو ہم حکمِ قبلہ اُو بُود
اُس کا حکم بھی اُس کے قبلہ کا حکم ہو گا
مُردہ اش خواں چونکہ مُردہ جُو بُود
جبکہ وہ مُردے کا جویاں ہے اُس کو مردہ سمجھ

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب ست
جو اس قوم کے ساتھ ہو وہ راہب ہے
کہ کلوخ و سنگ اُو را صاحب ست
کیونکہ ڈھیلا اور پتھر اُس کا ساتھی ہے

بگذر[3] از سنگ وکلوخِ بے وجود
بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گذر جا
سُوئے کانِ لعل رَو از بہرِ جُود
بخشش کے لیے لعل کی کان میں جا

خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند
ڈھیلا اور پتھر خود کبھی کی رہزنی کرتے ہیں؟
زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد
ان ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں پہنچتی ہیں

---

[1] زانکہ۔ بے عقل انسان، عقل مند کے نزدیک ڈھیلا اور پتھر ہے۔ چوں حمار۔ بے عقل انسان پتھر تو کیا بلکہ گدھا ہے اسکے ساتھ رہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسا کہ تو رہبانیت کی برائی کر رہا ہے۔ ہوشِ اُو۔ اس بے عقل انسان کو چرنے اور کھانے کی فکر ہے اس کی صحبت بے ہنر بنا دے گی۔ زانکہ۔ اس بے عقل کا مقصود جبکہ غیر حق ہے وہ بالکل فنا ہو جائے گا بلکہ وہ فنا شدہ ہے۔ کل آت۔ جو چیز ہونے والی ہے سمجھو کہ ہو چکی۔ ہرچہ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ "خدا کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے"۔

[2] گرچہ۔ ممکنات بمنزلہ سایہ کے ہیں اور سایہ مفید نہیں ہے۔ ہیں ز سایہ۔ ممکنات اور کائنات سے گذر کر ذاتِ باری سے علاقہ قائم کرنا چاہیے۔ یار۔ غیر اللہ جو فانی ہے اس کی صحبت بُری ہے۔ مرگ۔ مولانا نے اس شعر میں مرگ کو ترک کا ہم قافیہ بنایا ہے۔ حکم۔ چونکہ اس فانی یار نے اپنا مقصود فانی کو بنا رکھا ہے لہٰذا خود فانی ہے۔ ہر کہ۔ جو دنیاداروں کی صحبت اختیار کرے وہ بھی راہب ہے کیونکہ یہ دنیادار ڈھیلے اور پتھر ہیں۔

[3] بگذر۔ بُرے ساتھیوں سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کان لعل۔ اللہ تعالیٰ۔ خود۔ جنگل کے ڈھیلے اور پتھر کسی راہب کی رہزنی نہیں کرتے اور یہ بُرے ساتھی سیکڑوں مصائب کا سبب ہیں۔

گفت[1] مرغش پس جہاد آنگہ بُود کایں چنیں رہزن میانِ رہ بُود

پرند نے اُس سے کہا، جہاد جب ہوتا ہے جب راستہ میں ایسا رہزن ہو

از برایِ حفظ و یاری و نبرد بر رہِ ناایمن آید شیر مرد

حفاظت اور مدد اور جنگ کے لیے شیر مرد، خوفناک راستہ پر آتا ہے

عِرقِ مردی آنگہے پیدا شود کہ مُسافر ہمرہِ اعدا شود

مردانگی کی رگ اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ مسافر دشمنوں کے ہمراہ ہو

چوں نبی السّیف بود ست آں رسول اُمّتِ اُو صفدرانند و فحول

چونکہ وہ رسولؐ نبی السیف ہیں اُن کی اُمت صف شکن اور جوانمرد ہے

مصلحت[2] در دینِ ما جنگ و شکوہ مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

ہمارے مذہب میں جنگ اور دبدبہ مصلحت ہے عیسیٰؑ کے دین میں، غار اور پہاڑ مصلحت ہے

مصلحت دادست ہریک را جدا مصلحت جُو گر توئی مردِ خدا

ہر ایک کو جداگانہ مصلحت دی ہے اگر تو مردِ خدا ہے، مصلحت تلاش کر

گفت آرے گر بُود یاری و زور تابقُوّت برزند بر شرّ و شور

اس نے کہا، ہاں اگر مدد اور طاقت ہو تاکہ قوتؑ سے شور و شر پر حملہ کرے

قوتے[3] باید دریں رہ مرد وار یار می باید دریںجا فرد وار

اس راستہ میں مردانہ قوت چاہیے اس جگہ یکتا یار چاہیے

چوں نباشد قوتے پرہیز بہ در فرارِ لایطاق آساں بجہ

جب طاقت نہ ہو، بچنا بہتر ہے بے بسی کی بات سے بھاگنے میں آسانی سے کود جا

صنعت ایں ست اے عزیزِ نامدار فکرتے کُن در نگر انجامِ کار

اے نامدار عزیز! کاریگری یہی ہے غور کر لے، انجام کار دیکھ لے

یار می جُو تایابی راہ را ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را

دوست کی تلاش کر، تاکہ تو راستہ پا لے ورنہ تو راستہ اور کنویں کو کیا سمجھے گا؟

گفت صدقِ دل بباید کار را ورنہ یاراں کم نیابند یار را

اس نے کہا کام میں دل کی سچائی چاہیے ورنہ یار کے لیے، یار کم نہیں ہیں

---

[1] گفت۔ پرند نے کہا کہ انہی بُرے ساتھیوں کے ساتھ رہنے سے ہی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہو سکے گا اگر دشمن نہ ہو تو جہاد کی فضیلت کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ از برای۔ بہادر وہی راہ اختیار کرتا ہے جس پر اس کو دوستوں کی مدد کا موقع اور راہزنوں سے جنگ کا موقع مل سکے اور دشمنوں کی موجودگی میں اس کی بہادری کی رگ اُبھرتی ہے۔ چوں۔ آنحضورؐ کو نبی السیف "تلوار والے نبی" بھی کہا جاتا ہے تو "ان کی امت" بھی بہادر اور مجاہد ہے۔

[2] مصلحت۔ اسلام میں کافروں سے جہاد نیکی اور مصلحت ہے اور رہبانیت اختیار کرنا اور غاروں میں بیٹھ کر عبادت کرنا حضرت عیسیٰؑ کا دین تھا۔ جدا۔ ہر مذہب میں وقت کی مناسبت سے احکام دیے گئے ہیں۔ گفت۔ شکاری نے کہا کہ بیشک گوشہ نشینی پر جہاد کو فضیلت ہے لیکن اُسی شخص کے لیے جسمیں جہاد کی طاقت ہو۔

[3] قوتے۔ شکاری نے کہا جہاد کے لیے قوت اور مخلص ساتھی ضروری ہیں۔ صنعت۔ کاریگری یہی ہے کہ انسان انجام پر نظر رکھ کر کام شروع کرے۔ یار۔ راہِ جہاد کے لیے یار کی ضرورت ہے اور اس زمانے میں مخلص دوست، کہاں ہیں۔ گفت۔ پرندنے کہا کہ اگر اپنے دل میں صداقت ہو تو دنیا میں یاروں کی کمی نہیں ہے تو خود دوسرے کا دوست بن پھر دیکھ کس قدر دوست ملتے ہیں اور زندگی کی راہ میں یار کی بے حد ضرورت ہے۔

یار شو یا یار بینی بے عدد
یار بن جا، تاکہ تو بے شمار یار دیکھے

زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد
کیونکہ تو یاروں کے بغیر بے مدد رہ جائے گا

دیو[1] گرگست و تو ہمچوں یوسفی
شیطان بھیڑیا ہے اور تو یوسفؑ کی طرح ہے

دامنِ یعقوبؑ مگذار اے صفی
اے برگزیدہ! یعقوبؑ کا دامن نہ چھوڑ

گرگ اغلب آنگہے گیرا بُود
عموماً بھیڑیا اُس وقت پکڑنے والا بنتا ہے

کز رمہ شیشک بخود تنہا رود
جبکہ ایک سالہ بکری کا بچہ گلے سے اکیلا چلتا ہے

آنکہ سُنت باجماعت ترک کرد
جس نے سنت مع جماعت کے ترک کر دی

در چنیں مسبع نہ خونِ خویش خورد
کیا ایسے درندوں کے مقام میں اس نے اپنا خون نہیں پیا؟

ہست[2] سُنت رہ جماعت چوں رفیق
سنت راستہ، اور جماعت سفر کے ساتھی کی طرح ہے

بے رہ و بے یار افتی در مضیق
تو بغیر راستہ اور بغیر یار کے تنگی میں پھنس جائے گا

راہِ سُنت باجماعت بہ بُود
سنت کا راستہ، اور جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے

اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود
گھوڑا، گھوڑوں کے ساتھ یقیناً اچھا چلتا ہے

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں
لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ نہ سمجھ

غافلانِ خفتہ را آگہ مداں
سوئے ہوئے غافلوں کو، باخبر نہ سمجھ

ہمرہے را جُو کز و یابی مدد
ایسا ہمراہ تلاش کر جس سے تجھے مدد حاصل ہو

ہمدل و ہمدرد و جویانِ احد
جو ہمدل اور ہمدرد ہو اور خدا کا جویاں ہو

ہمرہے نے کو بُود خصمِ خِرد
وہ ہمراہی نہیں جو عقل کا دشمن ہو

فرصتے جُوید کہ جامہ تو برد
موقع کی تلاش کرے کہ تیرے کپڑے لے اُڑے

میرود با تو کہ یابد عقبہء[3]
تیرے ساتھ چلتا ہے، تاکہ کوئی گھاٹی ملے

کہ تواند کردت آنجا نہبہء
تاکہ وہاں تجھے لوٹ سکے

میرود با تو برائے سُودِ خویش
وہ تیرے ساتھ اپنے نفع کے لیے چلتا ہے

ہیں منوش از نوشِ اُو کاں ہست نیش
خبردار! اُس کا شہد نہ پی، کیونکہ وہ ڈنک ہے

یا بُود اشتر دلے چوں دید ترس
یا وہ بزدل ہو کہ جب اُس نے خوف محسوس کیا

گوید اُو بہرِ رجوع از راہ درس
وہ راستہ سے لوٹنے کا سبق پڑھائے

یار را ترساں کنند ز اُشتر دلی
بزدلی سے دوست کو ڈرا دیتا ہے

ایں چنیں ہمرہ عدو داں نے، ولی
ایسے ساتھی کو دشمن سمجھ، نہ کہ دوست

---

[1] دیو۔ شیطان کو بھیڑیا سمجھا اور بھیڑیا ہمیشہ اس بکری پر حملہ کرتا ہے جو ریوڑ سے جدا ہے۔ گیرا۔ گیرندہ۔ شیشک۔ بکری کا ایک سالہ بچہ۔ آنکہ۔ جو شخص سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کرتا ہے وہ اس بکری کی طرح ہے جو خوفناک درندوں کے جنگل میں ریوڑ سے جدا رہے۔

[2] ہست۔ سنت راستہ، اور جماعت اس کا ساتھی ہے اس کے بغیر انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے لیکن سفر کا ساتھی جانچ کر بنانا چاہیے اور وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو خدا کا طلب گار ہو اور ہمدرد ہو۔ ہمرہے۔ وہ ساتھی عقل کا دشمن نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ موقع پا کر تیرا سامان ہی لے بھاگے۔ می رود۔ وہ تیرے ساتھ اس لیے لگ گیا ہو کہ کوئی پہاڑ کی گھاٹی آئے تو تجھے وہاں لوٹ لے۔

[3] عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ نہبہ۔ لوٹ۔ نوش۔ اس ساتھی کی چپڑی باتوں سے دھوکا نہ کھانا۔ یا بود۔ وہ ساتھی ایسا بزدل بھی نہ ہونا چاہیے کہ اگر دین کی کچھ مشکلات پیش آئیں تو دینداری چھوڑنے کا مشورہ دینے لگے۔ یار ترسا۔ بزدل، دوسرے کو بھی بزدل بنا دیتا ہے۔

یارِ بد[1] مارست ہیں بگریز ازو
بُرا دوست سانپ ہے، خبردار! اس سے بھاگ
تا نریزد در تو زہر آں زشت خُو
تاکہ وہ بد عادت تجھ میں زہر نہ ڈال دے

یار را از راہ بُرد آں راہزن
وہ راہزن یار کو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے
مرد نُبود آنکہ افتد زیرِ زَن
مرد نہ ہو گا، جو عورت سے مغلوب ہو جائے

راہ جانبازیست در ہر عیشۂ
زندگی کی ہر حالت میں جانبازی، راستہ ہے
آفتے در دفعِ ہر جاں شیشۂ
ہر نازک دل کو بھگانے کے لیے (وہ) آفت ہے

راہِ دیں ہر گمرہی خود چوں رود
ہر گمراہ دین کے راستہ پر خود کیسے چلے؟
حازمے باید کہ مردِ رہ بُود
کوئی پختہ کار چاہیے جو مردِ راہ ہو

راہِ دیں زاں رُو پر از شور و شرست
دین کا راستہ اسی وجہ سے شور و شر سے بھرا ہوا ہے
کہ[2] نہ راہِ ہر مخنث گوہر ست
کیونکہ وہ ہر ہیز طبیعت کا راستہ نہیں ہے

در رہِ ایں ترس امتحانہائے نفوس
اس راستہ میں خوف نفسوں کے امتحانات ہیں
ہمچو پرویزن بہ تمیز سبُوس
جس طرح کہ چھلنی بھوسی جدا کرنے کے لیے

راہ چہ بُود پُر نشانِ پایہا
راستہ کیا ہوتا ہے؟ پاؤں کے نشانوں سے پُر
یار چہ بُود نردبانِ رایہا
دوست کیا ہوتا ہے؟ تدبیروں کی سیڑھی

گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط
میں نے مانا، احتیاط کی وجہ سے وہ بھیڑیا تجھے نہ پکڑے گا
بے ز جمعیت نیابی آں نشاط
جماعت کے بغیر تو وہ خوشی نہ محسوس کرے گا

آنکہ[3] اندر راہ تنہا خوش رود
وہ شخص جو راستہ میں، اکیلا اچھا چلتا ہے
با رفیقاں سیرِ اُو صد تو شود
دوستوں کے ساتھ اُس کی رفتار سو گنا ہو جائے گی

با غلیظی خر ز یاراں اے فقیر
اے فقیر! باوجود کثافت کے، گدھا دوستوں کی وجہ سے
در نشاط آید شود قوت پذیر
خوش ہو جاتا ہے، قوت پکڑتا ہے

ہر خرے کز کارواں تنہا رود
جو گدھا قافلہ سے جدا چلتا ہے
بروے آں راہ از تعب صد تُو شود
مشقت کی وجہ سے وہ راستہ اس پر سو گنا ہو جاتا ہے

چند سیخ و چند چوب افزوں خورد
چند سیخ اور چند لاٹھیاں زیادہ کھاتا ہے
تا کہ تنہا آں بیاباں را بُرد
جبکہ اکیلا اُس جنگل کو طے کرتا ہے

---

[1] یار بد۔ بُرا ساتھی بمنزلہ سانپ کے ہے۔ یار را۔ بزدل، رہزن ہے جو ساتھی کو بے راہ کر دیتا ہے جو شخص ایسے ساتھی سے مغلوب ہو وہ مرد نہیں ہے۔ زن۔ یعنی مردانگی سے خالی بزدل۔ راہ۔ شعر (شیوۂ نازک دلاں نبود سلوکِ راہِ خطر۔ سخت دشوار ست بارِ شیشہ در رہ سنگلاخ) راہِ دیں۔ شعر (خطر بسیار دارد راہِ حق ہوشیار شو صاحب۔ کہ موسیٰ بے عصا در وادیِ ایمن نمی آید)

[2] کہ نہ راہ۔ دین کے راستہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پر خطر بنایا ہے تاکہ چلنے والوں کی آزمائش ہو سکے۔ ترس۔ اس راستہ کا ڈر اچھے برے کو اسی طرح جدا کر دیتا ہے، جس طرح چھلنی آٹے اور بھوسی کو جدا کر دیتی ہے۔ راہ۔ صحیح راستہ وہی ہے جس پر دوسرے سالکوں کے نشانات قدم ہوں، دوست وہی ہے جس کی عقل تیرا سہارا ہو۔ گیرم۔ تنہا سفر کرنے میں ہو سکتا ہے کہ احتیاط کی وجہ سے نقصان نہ پہنچے لیکن نشاط جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔

[3] آنکہ۔ تنہائی میں بھی اگر بہتر کام کرتا ہے تو جماعت میں رہ کر اس سے زیادہ بہتر کر سکے گا۔ با غلیظی۔ گدھا جیسا کثیف مزاج بھی دوسرے گدھوں کے ساتھ ہونے سے تیز رفتار بن جاتا ہے۔ اگر تنہا چلتا ہے تو سست رفتاری کی وجہ سے اُس کی زیادہ پٹائی ہوتی ہے۔

مرترا[1] می گوید آں خر، خوش شنو — گر نۂ خر ہم چنیں تنہا مرو
وہ گدھا تجھ سے کہتا ہے اچھی طرح سُن لے — اگر تو گدھا نہیں ہے اس طرح تنہا نہ چل

آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد — با رفیقاں بے گماں خوشتر رود
جو کمین گاہ میں اکیلا ٹھیک چلتا ہے — بلاشک دوستوں کے ساتھ زیادہ بہتر چلے گا

ہر نبیّے اندریں راہِ دُرست — معجزہ بنمود و ہمراہاں بجُست
اس سچے راستہ میں ہر نبی نے — معجزہ دکھایا اور ساتھی تلاش کیے

گر نباشد یاریِ دیوارہا — کے برآید خانہ و انبارہا
اگر دیواروں کی دوستی نہ ہو — گھر اور ڈھیر کب حاصل ہوں؟

ہر یکے دیوار اگر باشد جُدا — سقف چوں باشد معلّق بر ہوا
اگر ہر دیوار جُدا ہو — ہوا میں چھت کیسے معلق ہو گی؟

گر نباشد[2] یاریِ حبر و قلم — کے فتد بر رُوی کاغذہا رقم
اگر روشنائی اور قلم کی دوستی نہ ہو — تو کاغذ پر تحریر کب آئے؟

ویں حصیرے کہ کسے می گسترد — گر نہ پیوندد بہم بادش برد
وہ بوریا جو کوئی بچھاتا ہے — اگر آپس میں نہ جُڑے، اس کو ہوا لے جائے

حق ز ہر جنسے چو زوجین آفرید — پس نتائج شُد ز جمعیت پدید
جب اللہ (تعالیٰ) نے ہر جنس کے جوڑے پیدا کیے — تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

درمیانِ مرغ و صیاد اے عجب — بس شکال افتاد و شُد نزدیک شب
تعجب ہے، پرند اور شکاری میں — بہت سے اشکال پیدا ہوئے اور رات قریب آ گئی

اُو[3] بگفت و ایں بگفت از اہتزاز — بحثِ شاں شُد اندریں معنیٰ دراز
اُس نے کہا اور اس نے کہا، جوش کی وجہ سے — اس مسئلہ میں اُن کی بحث لمبی ہو گئی

مثنوی را چابک و دلخواہ کُن — ماجرا را مُوجز و کوتاہ کُن
مثنوی کو چالو اور دل پسند بنا — قصہ کو مختصر اور کوتاہ کر دے

مُرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد — نفسِ اُو بے طاقت آمد در گشاد
پرند کی آنکھ جب گیہوں پر پڑی — اس کا نفس خوشی میں بے قابو ہو گیا

---

[1] مرترا۔ انسان کو گدھے ہی سے عبرت حاصل کر لینی چاہیے اور جماعت کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ آنکہ۔ تنہا مسافر غیر مطمئن رہتا ہے ساتھیوں کا ہمراہی آرام سے سفر کرتا ہے۔ ہر نبی۔ انبیاء نے بھی جماعت بنانے کی خاطر معجزے دکھائے اور تنہا روی اختیار نہ کی۔ گر نباشد۔ اگر دیواروں کی باہمی یاری نہ ہو اور صرف ایک دیوار ہو تو اس سے نہ گھر بنے گا اور نہ اس میں غلے کے انبار لگیں گے۔

[2] گر نباشد۔ روشنائی اور قلم کی اجتماع سے کتابت ہوئی ورنہ تنہا روشنائی اور قلم بیکار ہے۔ ایں حصیرے۔ بوریا کھجور کے پتوں کے اجتماع سے بنتا ہے ورنہ ہر پتے کو ہوا اُڑا لے جائے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جنس کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور اُن کے اجتماع سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ درمیان۔ پرند اور شکاری میں رہبانیت اور اجتماعی زندگی کی افضلیت کی بحث رات تک ہوتی رہی۔

[3] اُو بگفت۔ پرند اور شکاری میں اس مسئلہ میں بہت سے سوال و جواب ہوئے لیکن چونکہ ہمیں مثنوی کے اور مضامین بیان کرنے ہیں لہٰذا اس بحث کو مختصر کرتے ہیں۔ مُرغ۔ جال میں دانہ کو دیکھ کر پرند بے قابو ہو گیا اور شکاری سے دریافت کرنے لگا کہ یہ گیہوں کس کے ہیں، شکاری نے کہا لاوارث، یتیم بچوں کے ہیں چونکہ لوگ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں میرے پاس امانت رکھ دیتے ہیں۔

بعد ازاں گفتش کہ گندم آنِ کیست
اُس کے بعد اُس نے اُس سے کہا، گیہوں کس کے ہیں؟

گفت امانت از یتیمِ بے وصی ست
اس نے کہا، بغیر وصی کے بچہ کی امانت ہیں

مالِ ایتام ست[1] امانت پیشِ من
چند یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے

زانکہ پندارند مارا موتمن
کیونکہ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں

گفت من مضطرم و مجروحِ حال
اس نے کہا میں مضطر اور پھٹے حال ہوں

ہست مُردار ایں زماں برمن حلال
اس وقت مجھ پر مُردار حلال ہے

ہیں بدستورے ازیں گندم خورم
ہاں اجازت ہے، کہ میں اس گیہوں میں سے کھا لوں

اے امین و پارسا و محترم
اے امین اور پارسا اور محترم!

گفت مفتیِ ضرورت ہم توئی
اس نے کہا ضرورت کے بارے میں تو ہی فتویٰ دینوالا ہے

بے ضرورت گر خوری مجرم شوی
بغیر ضرورت کے اگر کھائے گا، گنہگار ہو جائے گا

ور ضرورت ہست ہم پرہیز بہ
اگر ضرورت بھی ہے، تو بھی بچنا بہتر ہے

ور خوری بارے ضمانِ آں بدہ
اگر کھائے گا پھر اُس کا تاوان دیدیا

مُرغ بس در خور فرو رفت آں زماں
پرند اُس وقت اپنے اندر ڈوب گیا

توسنش سر بستد از جذبِ عناں
اس کا گھوڑا، باگ کھینچنے سے قابو میں آ گیا

چوں[2] بخورد آں گندم اندر فخ بماند
اس نے جیسے ہی گیہوں کھایا جال میں رہ گیا

چند اُو یٰسین والانعام خواند
اس نے (سورۂ) یٰسین اور انعام بہت پڑھی

بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ

پیش ازاں بایست ایں دُودِ سیاہ
یہ کالا دھواں اس سے پہلے چاہیے

پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود
اس سے پہلے کہ یہ دانہ تیرے لیے جال بنے

گرمیِ حرصِ تو ہمچوں یخ شود
تیرے لالچ کی گرمی برف کی طرح ہو جائے

آہ[3] و دود و نالہ آں دم کاربند
آہ اور دھویں اور نالہ پر اُس وقت عمل کر

حرص را آوارہ کُن اے ہوشمند
اے ہوشمند! حرص کو دفع کر دے

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس
جب حرص۔ اور ہوا حرکت میں آ گئے

آں زماں می گو کہ اے فریاد رس
اس وقت کہہ، کہ اے فریاد رس

کاں زماں پیش از خرابیِ بصرہ است
کیونکہ وہ وقت بصرہ کی خرابی سے پہلے ہے

بُو کہ بصرہ وا رہد ہم زاں شکست
ہو سکتا ہے کہ بصرہ شکست سے نجات پا جائے

---

[1] ایتام۔ یتیم کی جمع ہے۔ موتمن۔ امانتدار۔ گفت۔ پرندے نے کہا میں بھوک سے مجبور ہو رہا ہوں ایسی حالت میں تو مردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس گیہوں کو کھالوں۔ مفتی۔ شکاری نے کہا کہ تو خود اپنے بارے میں فتویٰ دے کہ تو مجبور ہے یا نہیں! ور ضرورت۔ اگر مجبوری بھی ہے تو حرام سے بچنا بہتر ہے اور اگر تو بہ مجبوری کھائے گا تو پھر ضمان بھی دینا پڑے گا۔ مرغ۔ پرند دانہ کھانے پر مجبور ہو گیا۔

[2] چوں بخورد۔ دانہ چکھتے ہی پرند جال میں پھنس گیا اُس نے سورہ یٰسین اور سورہ انعام پڑھی جن کا پڑھنا مصیبت میں مفید ہوتا ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ بعد درماندن۔ جب عذاب الٰہی آ پکڑتا ہے پھر توبہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ یخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے لالچ ٹھنڈا پڑ جائے۔

[3] آہ و دود۔ توبہ اور آہ و زاری عذاب اور موت کے نرغہ سے پہلے مفید ہے۔ آں زماں۔ انسان کا نفس جب گناہ پر مجبور کرے تب خدا کی طرف رجوع مفید ہے۔ خرابی بصرہ۔ بصرہ شہر کی تباہی یعنی تباہی سے قبل اس کی روک تھام مفید ہے تباہی کے بعد تدبیر بیکار ہے۔

اِبْکِ لِیْ یَا بَاکِیَّ یَا ثَاکِلِیْ[1] قَبْلَ ہَدْمِ الْبَصْرَۃِ وَالْمُوْصِلِیْ

اے میرے رونے والے اے مجھے گم کرنیوالے! مجھ پر رو موصل اور بصرہ کی تباہی سے پہلے

نُحْ عَلَیَّ قَبْلَ مَوْتِیْ وَاغْتَفِرْ لَا تَنُحْ لِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ وَاصْطَبِرْ

میرے مرنے سے پہلے مجھ پر رو اور مغفرت چاہ میرے مرنے کے بعد نہ رو اور صبر کر

اِبْکِ لِیْ قَبْلَ ثُبُوْرِیْ فِی التَّوٰی بَعْدَ طُوْفَانِ التَّوٰی خَلِّ الْبُکَا

میری ہلاکت میں تباہی سے پہلے مجھ پر رو لے ہلاکت کے طوفان کے بعد رونا چھوڑ دے

آں زماں کہ دیو می شُد راہزن آں زماں بایست یٰسیں خواندن

جس وقت شیطان رہزن بنا اس وقت یٰسین پڑھنی چاہیے

پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں آں زماں چوبک بزن اے پاسباں

اس سے پہلے کہ قافلہ تباہ ہو اے چوکیدار! اس وقت ڈنکا پیٹ دے

حکایت[2] پاسبانے کہ خاموش کرد تا دُزداں رختِ تاجراں

اس چوکیدار کا قصہ جس نے خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ چور تاجروں کا سب

بُردند بکلی بعد ازاں ہیہای و پاسبانی بنیاد می کرد

سامان لے گئے، اُس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بُود دریک کارواں حارسِ مال و قماشِ آں مہاں

ایک قافلہ میں ایک چوکیدار تھا اُن بڑے تاجروں کے سامان اور مال کا محافظ

پاسباں شب خفت و دُزد اسباب بُرد رختہا را زیرِ ہر خاکے فشرد

چوکیدار رات کو سو گیا اور چور سامان لے گیا سامان زمین کے اندر دبا دیا

روز شُد بیدار شُد آں کارواں دید رفتہ رخت وسیم و اُشتراں

دن ہوا، وہ قافلہ جاگا اُس نے دیکھا کہ سامان اور چاندی اور اونٹ جا چکے ہیں

پاسباں[3] درہے ہے و چوبک زدن گرم گشتہ خود ہمو بُد راہزن

چوکیدار ہائے ہائے اور ڈنکا پیٹنے میں مصروف ہو گیا، خود وہی چور تھا

پس بدُو گفتند اے حارِس بگو کہ چہ شُد ایں رخت و ایں سباب کو

تو لوگوں نے اس سے کہا اے چوکیدار! بتا کہ یہ سامان کیا ہوا! اور یہ اسباب کہاں ہے؟

گفت دُزداں آمدند اندر نقاب رختہا بُردند از پیشم شتاب

اس نے کہا چور نقاب ڈالے ہوئے آئے میرے سامنے سے فوراً سامان لے گئے

---

[1] ثاکلی۔ وہ شخص جس کا کوئی مرگیا ہو۔ ھدم البصرۃ۔ بصرہ اور موصل کی تباہی سے خود انسان کی تباہی مراد ہے۔ نح۔ یہ خود اپنے نفس کو خطاب ہے تو نوحہ کر۔ ثبور۔ ہلاکت۔ التوٰی۔ ہلاکت۔ آں زماں۔ جب شیطان گناہ پر مجبور کرے گناہ سے بچنے کی تدبیر مفید ہے۔ پیش ازاں۔ قافلہ کی تباہی سے قبل بچاؤ کی تدبیر مناسب ہے۔

[2] حکایت۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ چوکیدار نے قافلہ کے لٹنے کے بعد اپنا فریضہ ادا کیا جو مفید نہ تھا۔ حارس۔ نگہباں۔ مہاں۔ مہ کی جمع ہے۔ بڑا، بزرگ۔ رختہا۔ چوری کا سامان، چور نے زمین میں دفن کر دیا۔ روز شد۔ جب دن نکلا تو قافلہ والوں کا سب سامان لٹ چکا تھا۔

[3] پاسباں۔ قافلہ لٹنے کے بعد چوکیدار نے ہائے ہائے شروع کی۔ ہمو بد۔ چونکہ اس چوکیدار نے چور کو بھگانے کی تدبیر نہ کی اس لیے گویا وہ خود چور ہوا۔ گفت۔ چوکیدار نے کہا چور نقاب پہن کر آئے اور میری موجودگی میں جلدی سے سامان لے گئے۔

قوم گفتندش کہ اے چوں تلِ ریگ[1] پس چہ میکردی چہ تو مُردہ ریگ

قوم نے اُس سے کہا، اے ریت کے ٹیلے جیسے! پھر تو کیا کر رہا تھا، تو کیسا ذلیل ہے

گفت من یک کس بُدم ایشاں گروہ باسلاح و باشجاعت با شکوہ

اس نے کہا، میں اکیلا تھا وہ گروہ تھا ہتھیار اور بہادری اور دبدبہ کے ساتھ

گفت اگر در جنگ کم بُودت اُمید نعرہ بایستی زدن کہ برجہید

کہا اگر تجھے لڑائی میں اُمید نہ تھی تجھے نعرہ مارنا چاہیے تھا کہ اُٹھو

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ کہ خمش ورنہ کشیمت بیدریغ

اس نے کہا، اس وقت انھوں نے چھری اور تلوار دکھائی کہ خاموش ورنہ ہم تجھے بیدریغ قتل کر دیں گے

آں زماں از ترس بستم من دہاں ایں زماں فریاد و ہیہائے و فغاں

اس وقت میں نے ڈر سے منہ بند کر لیا اب فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں ہے

آں[2] زماں بست ایں دمم کہ دم زنم ایں زماں چندانکہ خواہی میکنم

اس وقت میرا یہ سانس رُک گیا، کہ دم ماروں اب جس قدر تو چاہے میں کروں گا

چونکہ عمرت بُرد دیوِ فاضحہ بے نمک باشد اعُوذُ و فاتحہ

جب کہ رُسوا شیطان تیری عمر لے گیا تو اعوذ اور فاتحہ بے مزہ ہے

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں

اگرچہ اب رونا بے مزہ ہے یقیناً غفلت اُس سے زیادہ بے مزہ ہے

ہم چناں[3] ہم بے نمک می نال نیز کہ ذلیلاں را نظر کن اے عزیز

ایسے ہی بے مزہ روتا بھی رہ کہ اے عزیز! آپ ذلیلوں کی طرف نظر فرمائیں

قادری بیگاہ چہ بُوَد یا بگاہ از تو چیزے فوت کے شد اے اِلٰہ

تو قادر ہے، بے وقت اور باوقت کیا ہوتا ہے؟ اے خدا! تجھ سے کوئی چیز کب فوت ہوئی ہے؟

گفت لَا تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ کے شود از قدرتش مطلوب گم

اس نے فرمایا ہے "جوتم سے فوت ہو جائے اس پر غم نہ کرو" اُس کی قدرت سے مطلوب کب غائب ہوتا ہے

حوالہ کردنِ مرغ، گرفتاریِ خود را در دام، بفعل و مکر و زرقِ زاہد و جواب گفتنِ زاہد مُرغ را

پرند کا جال میں اپنی گرفتاری کو زاہد کے فعل اور مکر اور دھوکے سے وابستہ کرنا اور زاہد کا پرند کو جواب دینا

---

1. تلِ ریگ۔ ریت کا ٹیلہ یعنی بے حس۔ مردہ ریگ۔ مُردے کی میراث، ناچیز۔ گفت۔ چوکیدار نے جواب دیا کہ وہ بہت اور ہتھیار بند تھے میں اکیلا نہتا تھا۔ نعرہ۔ قافلہ والوں نے کہا اگر اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو شور مچا دیتا۔ آں دم۔ چوکیدار نے کہا کہ انھوں نے تلوار دکھا کر مجھے چپ کر دیا تھا۔ آں زماں۔ اس وقت تو میں دم نہ مار سکتا تھا اب میں فریاد کر رہا ہوں۔

2. آں زماں۔ اس وقت میں دم نہیں مار سکتا تھا، اب تم جس قدر چاہو میں شور وغل مچا دوں۔ چونکہ۔ جس طرح قافلہ کے لٹ جانے کے بعد اس چوکیدار کا شور وغل بیکار تھا اسی طرح پوری عمر برباد کرنے کے بعد اعوذ اور فاتحہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ گرچہ۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی توبہ غفلت سے بہتر ہے۔

3. ہم چناں۔ آخر عمر میں ہی آہ و زاری کر لے اور دربار خداوندی میں عرض کر کہ اے خدا تو قادر مطلق ہے میرے لیے وقت اور بے وقت کوئی چیز نہیں ہے۔ گفت۔ انسان کے اعتبار سے کسی کام کا وقت گذرتا ہے اور فوت ہو جاتا ہے خدا سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی اسی لیے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جو تم سے فوت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مجھ سے فوت ہو جائے۔

گفت[1] آں مُرغ ایں سزای آں بُوَد — کہ فسونِ زاہداں را بشنَوَد

پرند نے کہا، یہ اُس کی سزا ہے — جو زاہدوں کی مکاری کو سنے

گفت زاہد نے سزای آں نشاف — کہ خورد مالِ یتیماں از گزاف

زاہد نے کہا، نہیں (یہ) اُس دیوانگی کی سزا ہے — کہ بیہودگی سے یتیموں کا مال کھائے

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد — کہ فخ و صیاد لرزاں شُدز درد

اس کے بعد اُس نے ایسا رونا شروع کیا — کہ درد سے جال اور شکاری لرز گئے

کز تناقضہای دل پشتم شکست — برسرم جانا بیامی مال دست

کہ دل کے متضاد خیالوں سے میری کمر ٹوٹ گئی — اے محبوب! آ میرے سر پر ہاتھ پھیر دے

زیر[2] دستِ تو سرم را راحتے ست — دست تو در شکر بخشی آیتے ست

آپ کے ہاتھ کے نیچے میرے سر کو راحت ہے — آپ کا ہاتھ شکر عطا کرنے میں دلیل ہے

سایۂ خود از سرِ من برمدار — بیقرارم بیقرارم بیقرار

میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹایئے — میں بے قرار ہوں، میں بے قرار ہوں، بیقرار

خوابہا بیزار شُد از چشمِ من — درغمت اے رشکِ سرو و یاسمن

میری آنکھ سے نیندیں غائب ہو گئیں — آپ کے غم میں اے سرو اور یاسمین کے لیے (باعثِ) رشک

گر نیَم لائق چہ باشد گر دمے — ناسزائے را بپُرسی در غمے

اگر چہ میں نالائق ہوں، کیا ہو جائے گا اگر تھوڑی دیر کے لیے — کسی غم میں آپ کسی نالائق کی پرسش کر لیں گے

مرِ[3] عدم را خود چہ استحقاق بُود — کہ برو لُطفت چنیں درہا کشُود

خود عدم کا کیا استحقاق تھا؟ — کہ آپ کی مہربانی نے اُس پر ایسے دروازے کھول دیے

خاکِ گرگیں را کرم آسیب کرد — دہ گہر از نُورِ حسِ در جیب کرد

خارشی خاک کو کرم والا کر دیا — حس کے نور کے دس موتی جیب میں ڈال دیے

پنج حسِ ظاہر و پنج نہاں — کہ بشر شُد نُطفۂ مُردہ ازاں

پانچ ظاہری حس اور پانچ پوشیدہ — کہ مُردہ نطفہ اُن سے انسان بن گیا

توبہ بے توفیقت اے نورِ بلند — چیست جُز بر ریشِ توبہ ریشخند

اے بلند نور! آپ کی توفیق کے بغیر، توبہ — سوائے توبہ کا مذاق اُڑانے کے، کیا ہے؟

1. گفت۔ پھنسنے کے بعد پرندنے کہا کہ جو زاہدوں کے مکر میں پھنس جائے اُس کی یہی سزا ہے جو مجھے ملی ہے۔ زاہد۔ زاہد نے کہا کہ اپنی سزا کو اپنے فعل سے وابستہ کر، تو نے یتیموں کا مال کھایا یہ اس کی سزا ہے۔ نشاف۔ دیوانگی۔ بعدازاں۔ پھر اس پرند نے اس سزا کو اپنے فعل کی سزا سمجھ کر اس دردناک طریقہ پر رونا شروع کر دیا، جس سے شکاری اور جال لرز گیا۔ تناقضہای۔ انسان کے ذہن میں متضاد خیالات آتے رہتے ہیں کبھی گناہ کی طرف میلان ہوتا ہے کبھی اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔
2. زیردست۔ اب اُس پرند یعنی گناہوں میں مبتلا شخص نے یہ دعا شروع کر دی کہ اے خدا میرے سر پر دستِ کرم رکھ دے تیرے دستِ کرم کے نیچے میرے سر کو راحت ہے تیرا دستِ کرم مجھے نعمت بخشتا ہے اور شکر کی توفیق دیتا ہے۔ شکر بخشی۔ نعمت بخشی۔ سایہ۔ اے میرے خدا میرے سر پر اپنا سایہ نہ ہٹا میں بیقرار ہوں اور تیرے غم میں میری نیند اُڑ گئی ہے، میں اگر چہ نالائق ہوں لیکن ایک نالائق پر کرم کرنے سے تیرا کچھ نہیں بگڑتا ہے۔
3. مرعدم۔ تو نے مجھے بغیر کسی استحقاق کے اپنے کرم سے پیدا کر دیا۔ خاک گرگیں۔ خارشی مٹی، یعنی ذلیل مٹی۔ کرم آسیب۔ یعنی کرم کے اثر والا یعنی اُس نے مٹی کو حواس عطا کر دیے۔ دہ گہر۔ یعنی باطنی پانچ حواس اور ظاہری پانچ حواس۔ پنج۔ نطفہ ایک بے جان چیز ہے پھر اس میں دسوں حواس پیدا ہو جاتے ہیں۔ توبہ۔ اگر توبہ میں توفیقِ الٰہی شامل نہ ہو تو اس توبہ کا ہونا مشکل ہے اور پھر اُس توبہ کا مذاق اُڑتا ہے۔

سُلطانِ[1] توبہ بیک یک بر کَنی
آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اُکھاڑ دیتے ہیں
توبہ سایہ است و تو ماہِ روشنی
توبہ سایہ ہے آپ روشنی کا چاند ہیں

اے ز تو ویراں دکان و منزلم
اے (محبوب)! آپ کیوجہ سے میری دکان اور منزل ویران ہے
چوں نالم چوں بیفشاری دلم
میں کیوں نہ روؤں جبکہ آپ میرا دل بھینچ رہے ہیں؟

چونکہ بے تو نیست کارم را نظام
کیونکہ آپ کے بغیر میرا کام منظم نہیں ہے
بے تو ہرگز کار کے گردد تمام
آپ کے بغیر کام کب مکمل ہو گا؟

چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست
میں کیسے بھاگوں، کیونکہ تیرے بغیر کوئی زندہ نہیں ہے
بے خداوندیت بُودِ بندہ نیست
تیری آقائی کے بغیر، بندہ کا وجود نہیں ہے

جانِ من بستاں تو اے جاں را اصول
اے جانوں کی جڑ! تو میری جان لے لے
زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول
کیونکہ میں تیرے بغیر جان سے رنجیدہ ہوں

عاشقم[2] من بر فنِ دیوانگی
میں دیوانگی کے ہنر پر عاشق ہوں
سیرم از فرہنگی و فرزانگی
میرا عقلمندی اور فرزانگی سے پیٹ بھر چکا ہے

چوں بدرّد شرم گویم راز فاش
جب شرم چاک ہو گئی میں راز کو کھول کر کہوں گا
چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش
یہ صبر اور پیچ و تاب اور کپکپانا کب تک؟

درحیا پنہاں شُدم ہمچوں سجاف
میں حیا میں گوٹ کی طرح پوشیدہ رہا
ناگہاں بجہم ازیں زیرِ لحاف
اچانک اس لحاف کے نیچے سے کودوں گا

اے[3] رفیقاں راہہا را بست یار
اے دوستو! دوست نے راستے بند کر دیے ہیں
آہوئے لنگیم و اُو شیرِ شکار
ہم لنگڑے ہرن ہیں، وہ شکاری شیر ہے

جُز کہ تسلیم و رضا کو چارہٗ
تسلیم اور رضا کے سوا کیا چارہ ہے؟
در کفِ شیرِ نرے خونخوارہٗ
خونخوار نر شیر کے پنجے میں

اُو ندارد خواب و خور چوں آفتاب
وہ سورج کی طرح سونا اور کھانا نہیں رکھتا
رُوحہا را می کند بیخورد و خواب
وہ روحوں کو بغیر کھانے اور نیند کے بناتا ہے

کہ بیامن باش یاہم خُوئے من
کہ آجا، میں بن جا، یا میرا ہم خصلت (بن جا)
تابہ بینی در تجلّی رُوئے من
تاکہ تو تجلی میں میرا رُخ دیکھ سکے

---

[1] سُلطاں۔ تو توبہ کی مونچھیں اُکھاڑ دیتا ہے، توبہ ایک سایہ ہے اور تو چاند ہے، چاند کے سامنے سایہ کہاں باقی رہتا ہے۔ اے زتو۔ اے خدا تیری ہی قضا اور قدر کی وجہ سے میرے حواس اور دل تباہ ہیں۔ چونکہ۔ جب تک تو میرے اعمال کو منظم نہ کرے گا میرا کام ناقص رہے گا۔ چوں گریزم۔ بغیر خدا کی توفیق کے کام کا نظام درست ہونا تو درکنار، زندگی ہی ممکن نہیں ہے، خدا کی خدائی کے بغیر بندہ کا وجود ممکن نہیں ہے۔

[2] عاشقم۔ شعر (دری طاعتِ دیوانگاں زما مطلب۔ کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست) دیوانگی۔ یعنی حالت سُکر۔ فرزانگی۔ یعنی عقلِ معاشی۔ راز۔ یعنی تقدیر کا راز حالت صحو میں بیان نہیں کیا جا سکتا، عوام کے لیے مضر ہے حالتِ سُکر میں کہا جا سکتا ہے۔ زحیر۔ پیچش، ارتعاش، اضطراب، یہ کیفیتیں راز کے ضبط کرنے کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں۔ درحیا۔ صحو کی حالت، راز بیان کرنے سے مانع ہے۔ لحاف۔ گوٹ جو لحاف کے استر اور ابرے کے درمیان دبی ہوئی ہوتی ہے۔

[3] اے رفیقاں۔ وہ راز یہ ہے کہ قضا و قدر کی اور ہماری مثال یہ کہ لنگڑا ہرن ہو اور شیر شکاری ہو تو وہ کہاں بچ سکتا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے کہ معاصی کی وجہ سے قضا و قدر نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے۔ جز۔ لنگڑے ہرن کے لیے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شیر کے سپرد کر دے۔ اُو ندارد۔ وہ خود چونکہ کھانے پینے اور سونے سے بے نیاز ہے اسنے ہمیں بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ کہ بیا۔ حضرت حق تعالیٰ انسان کو اپنے اخلاق والا بنانا چاہتا ہے تاکہ اس کو مشاہدہ حاصل ہو سکے۔

در ندیدی چوں چنیں شیدا شُدی
خاک بُودی طالبِ احیا شُدی

اگر تو نے نہیں دیکھا ہے تو ایسا عاشق کیوں بنا؟
تو مٹی تھا، زندگی کا طالب بن

گر زنے[1] بے سویت نداد ست اُو علف
چشمِ جانت چوں بماند ست آنطرف

اگر اُس نے لامکان سے تجھے خوراک نہیں دی ہے
تیری جان کی آنکھ اُس طرف کیوں لگی ہے؟

گُربہ بر سُوراخ زاں شُد مُعتکِف
کہ ازاں سُوراخ اُو شد مُعتلِف

بلی، سوراخ پر اس لیے بیٹھی ہے
کہ اُس سوراخ سے وہ غذا پانے والی بنی ہے

گُربۂ دیگر ہمی گردد ببام
کز شکارِ مُرغ یابید اُو طعام

دُوسری بلی کوٹھے پر چکر لگا رہی ہے
کیونکہ اُس نے پرند کے شکار سے غذا پائی ہے

آں یکے را قبلہ شُد جولاہگی
واں یکے حارسِ برائے جامگی

ایک کا قبلہ جولاہہ پن بنا
اور ایک تنخواہ کے لیے چوکیدار ہے

واں[2] یکے بیکار و رُو در لا مکاں
کہ ازاں سُو دادیش تو قُوتِ جاں

اور ایک بیکار ہے اور منہ لامکان کی طرف ہے
کیونکہ اُسی جانب سے آپ نے اسکو جانی روزی عطا کی ہے

کار آں دارد کہ حق را شُد مُرید
بہرِ کارے اُو ز ہر کارے بُرید

کام وہی رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرنے والا بنا
اُس نے ایک کام کے لیے ہر کام سے علیحدگی کر لی

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند
تا شبِ تر حال بازی می کُنند

دوسرے ان بچوں کی طرح یہ چند روز
سفر کی رات تک، کھیلتے رہے ہیں

خوابناکے کو ز یقظہ می جہد
دایۂ وسواس عشوش می دہد

وہ سویا ہوا جو بیداری کے ذریعہ اُٹھتا ہے
وسوسے کی دایہ اُس کو فریب دیتی ہے

رو[3] بخسپ اے جاں کہ بگذاریم ما
کہ کسے از خواب بجہاند تُرا

اے جان! جا، سو جا، ہم کسی کو موقع نہ دیں گے
کہ کوئی تجھے نیند سے اُٹھائے

ہم تو خود را برکنی از بیخ خواب
ہمچو تشنہ کہ شنود اُو بانگِ آب

تو خود ہی اپنے آپ کو نیند کی جڑ سے علیحدہ کر لے
اُس پیاسے کی طرح جو پانی کی آواز سُن لے

بانگِ آبم من بگوشِ تشنگاں
ہمچو باراں می رسم از آسماں

میں پیاسوں کے کان میں پانی کی آواز ہوں
بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں

[1] گر۔ چونکہ روح لامکان سے غذا حاصل کر چکی ہے لہٰذا اس کی نظریں اُدھر لگی ہوئی ہیں۔ گربہ۔ بلی کو جب کسی سوراخ سے غذا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ وہاں ہی انتظار میں بیٹھی رہتی ہے۔ دیگر۔ کسی بلی نے اگر بالا خانہ پر شکار پکڑا ہے تو وہ وہاں کے چکر کاٹتی ہے۔ آں یکے۔ جس شخص کو جس پیشے سے فائدہ ہو چکا ہے وہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جامگی۔ تنخواہ۔

[2] واں یکے۔ جن کو عالم بالا سے روحانی غذا حاصل ہوتی ہے انکی توجہ عالم بالا کی طرف رہتی ہے۔ کار۔ پہلے شعر میں چونکہ عالم بالا کی طرف متوجہ رہنے والوں کو بیکار کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اصل کام انہی لوگوں کا ہے۔ دیگراں۔ دنیاداروں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو کھیل کود میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ تر حال۔ سفر۔ خوابناکے۔ ان دنیاداروں میں سے جسکو ہوش بھی آتا ہے شیطان اسکو اسطرح تھپک کر دوبارہ غافل بنا دیتا ہے جسطرح دایہ بچہ کو تھپک کر سُلا دیتی ہے۔

[3] رو بخسپ۔ وسوسہ کی دائی، شیطان اُس کو سلاتے ہوئے کہتا کہ آرام سے سو رہ میں کسی کو موقع نہ دوں گا کہ تیرے آرام میں خلل انداز ہو۔ ہم تو خود۔ انسان کو چاہیے کہ غفلت کی نیند کے اسباب خود ختم کر دے اور اس طرح بیدار رہے جس طرح کہ پیاسا پانی کی آواز سُن کر بیدار رہتا ہے۔ بانگ۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح پانی کی آواز جو آسمان سے نازل ہوتا ہے پیاسوں کی غفلت کو دور کرتی ہے میں بھی غافلوں کو اسی طرح بیدار کر رہا ہوں۔

برجہ[1] اے عاشق برآور اضطراب — بانگِ آب و تشنہ و آنگاہ خواب
اے عاشق! اُٹھ اور بے چین ہو جا — پانی کی آواز ہو اور پیاسا اور پھر نیند

حکایتِ آں عاشقے کہ شب بیامد بر اُمیدِ وعدۂ معشوق بداں
اُس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی اُمید پر اُس حجرے میں
وثاقے کہ اشارت کردہ بُود و بعضے از شب منتظر بُود کہ خوابش
پہنچا جس کا اُس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا پھر
بَربود معشوق آمد اُو را خُفتہ یافت جیبش پُر جوز کرد و اُورا
اُس کو نیند آ گئی معشوق آیا اُس کو سویا ہوا پایا اس کی جیب اخروٹوں سے بھر دی
خُفتہ گذاشت و بازگشت و در بیانِ تحقیقِ ماہیتِ آں
اور اس کو سوتا چھوڑ دیا اور واپس ہو گیا اور اس کی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں

عاشقے بُودست در ایامِ پیش — پاسبانِ عہد اندر عہدِ خویش
اگلے زمانہ میں ایک عاشق تھا — اپنے زمانے میں عہد کا پابند

سالہا در بندِ وصلِ ماہِ[2] خود — شاہ مات و ماتِ شاہنشاہِ خود
سالوں اپنے چاند کے وصل کی فکر میں (تھا) — عاشقوں کا شاہ اور اپنے شہنشاہ کا مقتول (تھا)

عاقبت جویندہ یابندہ بُود — کہ فرج از صبر زایندہ بُود
انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہے — کیونکہ کشادگی صبر سے پیدا ہونے والی ہوتی ہے

گفت روزے یارِ اُو کامشب بیا — کہ بہ پختم از پئے تو لوبیا
ایک دن اس کے معشوق نے اس سے کہا کہ آج رات آ جا — کیونکہ میں نے تیرے لیے لوبیا پکایا ہے

در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب — تا بیایم نیم شب من بے طلب
آدھی رات تک فلاں حجرے میں بیٹھ — تاکہ میں بغیر بلائے آدھی رات کو آ جاؤں

مرد قرباں کرد و نانہا بخش کرد — چوں پدید آمد مہش از زیرِ گرد
مرد نے قربانی دی اور روٹیاں خیرات کیں — جبکہ اُس کا چاند غبار میں سے رونما ہوا

شب دراں حجرہ نشست آں گرم وار — بر اُمیدِ وعدۂ آں یارِ[3] غار
وہ گرم جوشی سے رات کو اُس حجرے میں بیٹھ گیا — اُس مخلص دوست کے وعدے کی اُمید پر

منتظر بنشستہ خوابش در ربود — اُو فتاد و گشت بیخود آں عنود
منتظر بیٹھا تھا اُس کو نیند آ گئی — وہ سرکش گر پڑا اور غافل ہو گیا

---

[1] برجہ۔ سالک کو غفلت ترک کر کے مشاہدہ کے لیے مضطرب ہو جانا چاہیے ورنہ یہ طلب حقیقی نہ ہو گی اور یہ عاشق عشق کے دعوے میں جھوٹا ہو گا۔ حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ اس عاشق کا حقیقی عشق نہ تھا اسی لیے وہ سو گیا، ورنہ عشق اور نیند میں ضد ہے۔ وثاق۔ حجرہ۔ جوز۔ اخروٹ۔ پاسبان۔ یعنی یہ عاشق اپنے زمانہ میں عشق کے عہد کا پابند سمجھا جاتا تھا۔

[2] ماہ۔ معشوق۔ شاہ مات۔ مات سے مقتول عاشق مراد ہے یعنی وہ عاشقوں کا بادشاہ تھا۔ کہ فرج۔ حدیث شریف ہے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔ لوبیا۔ ترکاری کا دانہ ہے جو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ مرد۔ وصل کے مژدہ اور اُمید پر عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں۔

[3] یارِ غار۔ حضرت ابوبکرؓ جو کہ ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، مطلقاً پکا دوست۔ منتظر۔ اس عاشق نے ابتدائے شب میں معشوق کا انتظار کیا اور پھر سو گیا۔

ساعتے بیدار بُد خوابش گرفت
وہ دیر تک بیدار رہا، اُس کو نیند نے پکڑ لیا
عاشقِ دلدادہ را خواب اے شگفت
تعجب ہے، دلدادہ عاشق کو نیند؟

بعدِ نصف اللّیل آمد یارِ اُو
اس کا دوست آدھی رات کے بعد آیا
صادق الوعدانہ آں دلدارِ اُو
وہ اُس کا معشوق، سچے وعدے والوں کی طرح

عاشقِ خود را فتادہ خُفتہ دید
اپنے عاشق کو پڑا ہوا، سویا ہوا دیکھا
اندکے از آستینش اُو درید[1]
تھوڑی سی اُس کی آستین پھاڑی

گردگانِ چندش اندر جیب کرد
چند اخروٹ اس کی جیب میں ڈال دیے
کہ تو طفلی گیر ایں می باز نَرد
کہ تو بچہ ہے، یہ لے لے، کھیل

چوں سحر از خواب عاشق برجَہید
جب صبح کو عاشق نیند سے جاگا
آستین و گردگانہا را بدید
آستین اور اخروٹ دیکھے

گفت شاہِ ماہمہ صدق و وفاست
بولا، ہمارا شاہ، مجسم سچائی اور وفا ہے
آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست
جو کچھ ہم پر نازل ہوتا ہے، وہ ہماری جانب سے ہے

اے[2] دِل بے خواب مازیں ایمنیم
اے بے خواب دل! ہم اس سے مطمئن ہیں
چوں حَرَس بربام چوبک میزنیم
ہم بالا خانے پر نگہبان کی طرح ڈنکا بجاتے ہیں

گردِگان مادریں مطحن شکست
ہمارے اخروٹ اس چکی میں پس گئے
ہرچہ گویم از غمِ خود اندکست
اپنے غم کے بارے میں جو کچھ کہوں، کم ہے

عاذلا چندیں صُداع و ماجرا
اے ملامت گرا! دردِ سر اور قصہ کب تک؟
پند کم دہ بعد ازیں دیوانہ را
اس کے بعد دیوانے کو نصیحت نہ کر

من[3] نخواہم عشوۂ ہجراں شنُود
میں فراق کا فریب نہ سنوں گا
آزمودم چند خواہم آزمُود
میں نے آزما لیا، کتنا آزماؤں گا؟

ہرچہ غیرِ شورش و دیوانگی ست
شورش اور دیوانگی کے علاوہ جو کچھ ہے
اندریں رہ دوری و بیگانگی ست
اس راستہ میں دُوری اور بیگانگی ہے

ہیں بنہ برپایم آں زنجیر را
ہاں میرے پاؤں میں یہ زنجیر ڈال دے
کہ دریدم سلسلۂ تدبیر را
کیونکہ میں نے تدبیر کا سلسلہ توڑ دیا ہے

---

[1] درید۔ نشانی کے طور پر معشوق نے عاشق کی آستین پھاڑ دی۔ گردگان۔ بچوں کو اخروٹ دے کر بہلا دیا جاتا ہے معشوق نے اس عاشق کو طفلِ مکتب قرار دے کر اس کی جیب میں اخروٹ ڈال دیے۔ چوں سحر۔ جب صبح کو عاشق بیدار ہوا اور اس نے اپنی آستین پھٹی ہوئی اور جیب میں اخروٹ دیکھے تو بولا کہ معشوق تو سچا ہے اور محرومی خود میری وجہ سے ہوئی۔

[2] اے۔ اب مولانا اپنے آپکو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ہم اس خوابِ غفلت سے محفوظ ہیں اور چوکیدار کیطرح بالا خانہ پر بیٹھ کر نقارہ بجاتے ہیں اور ہم نے غفلت کے اسباب کو فنا کر دیا ہے۔ عاذلا۔ مولانا نے اپنے عشق کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے فرماتے ہیں ملامتگر ہم دیوانوں کو ملامت نہ کر اس سے دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔

[3] من نخواہم۔ ملامت گر عموماً فراق سے ڈر کر عشق ترک کرنے کو کہتا ہے۔ آزمودم۔ میں ہجر کو آزما چکا ہوں وہ ہجر ہی نہیں ہے نیز اُس میں بھی میرے لیے لذت ہے۔ ہرچہ۔ راہِ عشق میں دیوانگی اور شورش کے سوا ہر چیز معشوق سے بیگانگی ہے۔ شعر (فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب۔ کہ حیف باشد ازو غیرِ اُو تمنائے) ہیں۔ اب میں دیوانگی اختیار کر چکا ہوں لہٰذا میں زنجیر کا مستحق ہوں۔

غیر[1] جعدِ آں نگارِ مقبلم
میرے اقبال مند معشوق کے گھنگرالے بالوں کے علاوہ

گر دو صد زنجیر آری بگسلم
اگر تو دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

عشق و ناموس اے برادر راست نیست
عشق اور آبرو، اے بھائی! مناسب نہیں ہے

بر درِ ناموس اے عاشق مایست
اے عاشق! آبرو کے دروازے پر نہ ٹھہر

وقت آں آمد کہ من عُریاں شوم
وہ وقت آ گیا کہ میں ننگا ہو جاؤں

نقش بگذارم سراسر جاں شوم
نقش کو چھوڑ دوں، سراسر جان بن جاؤں

اے عدوِ شرم و اندیشہ بیا
اے فکر اور شرم کے دشمن! آ جا

کہ دریدم پردۂ شرم و حیا
کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا پردہ چاک کر دیا ہے

اے[2] بہ بستہ خوابِ جاں از جادوئی
اے وہ کہ تو نے جان کی نیند کو جادوگری سے روک دیا ہے

سخت دل یارا کہ در عالم توئی
اے سخت دل دوست! کہ جہان میں تو ہی ہے

ہیں گلوی صبر گیر و می فشار
ہاں صبر کا گلا پکڑ اور دبا دے

تا خُنک گردد دلِ عشق اے سوار
اے سوار! تاکہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جائے

تانسوزم کے خنک گردد دِلش
جب تک میں جل نہ جاؤں گا اس کا دل کب ٹھنڈا ہو گا؟

اے دل ما خاندان و منزلش
اے وہ کہ جس کا خاندان اور مکان ہمارا دل ہے

خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز
تو اپنا گھر جلاتا ہے، جلا دے

کیست آنکس کہ بگوید لا یجُوز
وہ کون ہے جو کہے کہ جائز نہیں ہے؟

خوش بسوز ایں خانہ را اے شیر مست
اے مست شیر! اس گھر کو خوب جلا دے

خانۂ عاشق چنیں اولیٰ ترست
عاشق کا گھر ایسا ہی بہتر ہے

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم
اس کے بعد میں سوزش کو قبلہ بناؤں گا

زانکہ شمعم من بسوزش روشنم
کیونکہ میں شمع ہوں، اس کے سوز سے روشن ہوں

خواب[3] را بگذار امشب اے پدر
اے باوا! آج کی رات نیند کو ترک کر

یک شبے در کوئِ بے خواباں گذر
ایک رات جاگنے والوں کے کوچہ میں گذر

بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند
اُن کو دیکھ کہ وہ مجنون ہو گئے ہیں

ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند
پروانہ کی طرح اُس کے وصل سے مقتول ہوئے ہیں

بنگر ایں کشتیِ خلقاں غرقِ عشق
دیکھ مخلوق کی کشتی عشق میں غرق ہے

اژدہائے گشتہ گوئی حلقِ عشق
گویا کہ عشق کا حلق اژدہا بن گیا ہے

---

[1] غیر جعد۔ میں صرف محبوب کی زلف کی زنجیر کا قیدی بن سکتا ہوں اسکے علاوہ سب زنجیروں کو توڑ ڈالوں گا۔ عشق۔ عشق کے ساتھ رسوائی اور ذلت ہی جمع ہو سکتی ہے، عاشق آبرو سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ وقت۔ اب مجھے جسمانی صفات سے عریاں ہو کر سراسر جان بن جانا چاہیے۔ عدو شرم۔ یعنی محبوب، عشق میں شرم وحیا وصل سے مانع ہے۔

[2] اے بہ بستہ۔ عشق کا عجب جادو ہے کہ اُس نے نیند کو آنکھوں سے روک دیا ہے۔ سخت دل۔ مولانا نے غلبۂ حال میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ہیں۔ عشق جب خوش ہوتا ہے جبکہ عاشق کا صبر و قرار فنا ہو جائے۔ تانسوزم۔ جب تک میں عشق کی آگ سے جل کر خاک نہ ہو جاؤں گا وہ محبوب خاموش نہ ہو گا، میرا دل ہی اُس کا خاندان اور مکان ہے وہ اسی کو اگر پھونکنا چاہتا ہے پھونک دے اس کو برا کہنے والا کون ہے؟ خوش بسوز۔ عاشق کے دل کو پھونک ڈال وہ اسی قابل ہے، دل کے جلنے سے جو اس میں سوزش ہو گی وہی میرا مقصود ہے شمع سوزش ہی سے روشن رہتی ہے۔

[3] خواب۔ اگر انسان عشق سے خالی ہے تو اسکو عاشقوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ بنگر۔ عاشقوں کو دیکھ لے کہ وہ مجنون بنے ہوئے ہیں اور وصل کی خاطر پروانہ کی طرح قربان ہو رہے ہیں۔ کشتی۔ ان عاشقوں کی کشتی کو دیکھ، دریائے عشق میں کس طرح ڈوب رہی ہے گویا عشق ایک اژدہا ہے، جس کا حلق سب کو نگل گیا ہے۔

اژدہائے[1] ناپدیدِ دلرُبا
غیر محسوس اژدہا، دل کو چھیننے والا

عقلِ ہمچو کوہ را اُو کہربا
وہ پہاڑ جیسی عقل کے لیے کہربا ہے

عقلِ ہر عطار کاگہ شُد ازُو
جس عطار کی عقل اُس سے واقف ہو گئی

طبلہا را ریخت اندر آبِ جُو
اُس نے ڈبّے، نہر کے پانی میں بہا دیے

رو کزیں جُو بر نیائی تا ابد
جا تو اُس نہر سے قیامت تک باہر نہ آئے گا

لَمْ یَکُنْ حَقّاً لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ
یقیناً اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

اے مُزوِّر چشم بکشاوَ ببیں
اے مکار! آنکھ کھول اور دیکھ

چند گوئی می ندانم آن و ایں
تو کہاں تک کہے گا، میں اس کو اور اس کو نہیں جانتا

از وباءِ زرق و محرومی برآ
مکر اور محرومی کے مرض سے باہر آ جا

در جہانِ حیّ و قیّومی درآ
حی و قیوم والے جہاں میں آ جا

تا نمی بینم ہمی بینم شود
تاکہ ''میں نہیں دیکھتا ہوں'' دیکھتا ہوں بن جائے

ویں ندانمہات میدانم شود
اور یہ ''سب میں نہیں جانتا ہوں'' جانتا ہوں بن جائیں

بگذر[2] از مستی و مستی بخش باش
مستی سے گذر جا اور مستی بخشنے والا بن جا

زیں تلوُّن نقل کن در استواش
اس تلوُّن سے اُس کی استقامت میں منتقل ہو جا

چند نازی تو بدیں مستیِ پست
تو اس پست مستی پر کتنا ناز کرے گا

برسرِ ہر کویِ چنداں مست ہست
ہر کوچہ کے سرے پر ایسے مست بہت ہیں

گر دو عالم پُر شود سرمستِ یار
اگر یار کے سرمستوں سے دنیا بھر جائے

جُملہ یک باشند و آں یک نیست خوار
سب ایک ہوں گے اور وہ ایک ذلیل نہیں ہے

ایں[3] زبسیاری نیابد خواریے
کثرت سے ذلیل نہیں ہوتا ہے

خوار کہ بُوَد تن پرستے ناریۓ
ذلیل کون ہوتا ہے؟ تن پرست، دوزخی

گر جہاں پُرشُد ز تابِ نورِ مہ
اگر چاند کے نُور کی چمک سے تمام جہان بھر جائے

کے کساد آید بر صاحب دُوکہ
عاشق کے لیے اُس میں کب کھوٹ آتا ہے؟

گر جہاں پُر شد ز نورِ آفتاب
اگر تمام جہان سورج کے نور سے بھر جائے

کے بُود خوار آں تفِ خوش التہاب
وہ بخوبی بھڑکنے والی روشنی کب ذلیل ہو گی؟

---

[1] اژدہای۔ عشق ایک ایسا اژدہا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا ہے لیکن دل کو نگل جاتا ہے اور پہاڑ جیسی عقل کو بھی مغلوب کر دیتا ہے۔ عقل۔ عقل جب عشق سے باخبر ہو جاتی ہے اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ رو۔ سب کچھ قربان کرتے ہوئے عقل کہتی ہے کہ اب یہ چیزیں اُس محبوب پر قربان ہیں جو بے نظیر ہے لہٰذا ان چیزوں کی واپسی کی کبھی خواہش نہ ہو گی۔ اے مزوّر۔ مکار، عاشق کے احوال سے قصداً آنکھیں بند کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان احوال کو نہیں دیکھتا ہوں وہ محروم ہے اگر وہ عشق کے میدان میں آ جائے تو اس کو سب احوال نظر آنے لگیں جن احوال کے بارے میں وہ کہتا تھا ''میں نہیں دیکھتا ہوں'' اُن کے بارے میں کہنے لگے گا کہ ''میں دیکھتا ہوں''۔

[2] بگذر۔ عقل کی مستی سے گذر کر عشق کی مستی تقسیم کرنے والا بن جا۔ تلوّن۔ مختلف رنگ بدلنا۔ چند نازی۔ عقل کے مست تو بہت ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں۔ گر دو عالم۔ اللہ کے مستوں سے اگر دونوں عالم بھی بھر جائیں تو یہ ان کی ذلت کا سبب نہ ہو گا کیونکہ وہ سب مل کر ایک ہیں۔

[3] ایں زبسیاری۔ علاوہ ازیں محض کثرت ذلت کا سبب نہیں ہے ذلیل تو تن پرست اور جہنمی ہوتا ہے۔ گر جہاں۔ چاند کی چاندنی سے سارا عالم بھی پُر ہو جائے تو اُس میں کوئی کھوٹ نہیں آتا ہے، اسی طرح سورج کی روشنی سے سارا عالم پُر ہو تو سورج کی روشنی بے قدر نہیں ہوتی۔

لیک[1] با ایں جملہ بالا تر خرام — چونکہ ارض اللہ واسع بود و رام
لیکن اس سب کے ہوتے ہوئے، اوپر چل — جبکہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع اور تابع ہے

گرچہ ایں مستی چوبازِ اشہب ست — برتر از وے در زمینِ قدس ہست
اگرچہ یہ مستی بھونسلے باز کی طرح ہے — قدس کی سرزمین میں اس سے بھی بہتر مقام ہے

مست ز ابرار، و مُقرّب زوبہ است — بر مُقرّب شیرِ اُو چوں روبہ است
مست ابرار میں سے ہے، اور مقرب اس سے بہتر ہے — مقرب کے نزدیک اُس کا شیر، لومڑی کی طرح ہے

رو، سرافیلے شو اندر امتیاز — در دمندہ رُوح و مست و مست ساز
جا، امتیاز کرنے میں اسرافیلؑ بن جا — رُوح کا پھونکنے والا اور مست اور مست بنانے والا

مست[2] را چوں دل مزاح اندیشہ شُد — ایں ندانم واں ندانم پیشہ شُد
مست کا دل چونکہ مذاق سوچنے والا بن گیا — میں یہ نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتا اس کا پیشہ بن گیا

ایں ندانم واں ندانم بہرِ چیست — تا بگوئی آنکہ میدانم کیست
میں اسکونہیں جانتا اور میں اسکونہیں جانتا کس لیے ہے؟ — تاکہ تو کہے کہ جس کو میں جانتا ہوں وہ کون ہے؟

نفی[3] بہرِ ثبت باشد در سخن — نفی بگذار و ز ثبت آغاز کن
بات میں نفی، اثبات کے لیے ہوتی ہے — نفی کو چھوڑ دے اور اثبات سے ابتدا کر

نیست این و نیست آں ہیں واگذار — آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر
خبردار! یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے کو چھوڑ دے — جو کہ موجود ہے اُس کو سامنے لا

نفی بگذار و ہماں مستی طلب — تُرک و مطرب را بگو احوالِ شب
نفی کو چھوڑ دے اور وہی مستی طلب کر — تُرک اور مطرب کے رات کے احوال سُنا

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست — ایں بیاموز اے پدر زاں تُرک مست
نفی کو چھوڑ اور اُس ہستی کو پوج — اے باوا! یہ اُس ترک مست سے سیکھ لے

استدعای امیرِ تُرکِ مخمور مُطرب را بوقت صبُوح و تفسیر ایں حدیث کہ

ایک مخمور ترک امیر کا گویئے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اس حدیث کی تفسیر

اِنَّ لِلّٰهِ شَرَابًا اُعِدَّ لِاَوْلِیَآئِهٖ اِذَا شَرِبُوْا

کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شراب ہے جو اُس کے دوستوں کے لیے تیار کی گئی ہے

سَكِرُوْا وَاِذَا سَكِرُوْا طَابُوْا اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ

وہ جب اُس کو پیتے ہیں مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں پاکیزہ بن جاتے ہیں

---

[1] لیک باایں۔ مستی اور سکر کی ان فضیلتوں کے باوجود سالک کو اُس سے اعلیٰ مقام صحو حاصل کرنا چاہیے۔ گرچہ۔ مستی اور سکر بھی اگرچہ قیمتی چیز ہے لیکن میدانِ سلوک میں اُس سے بھی بہتر مقام ہے اور وہ "صحو" ہے۔ مست۔ سکر کا مقام ابرار کا ہے اور صحو کا مقام مقربین کا ہے ادنیٰ رتبہ کا مقرب اعلیٰ درجہ کے ابرار سے افضل ہے۔ رو۔ حضرت اسرافیلؑ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے صُور پھونکیں گے تو مُردے زندہ ہو جائیں گے جو سالک مقامِ صحو میں ہوتا وہ بھی حضرت حق تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے۔

[2] مست۔ سکر کی حالت حیرت کی حالت ہوتی ہے اُس میں وہ بے اصل باتیں کرتا ہے اور ہر معاملہ میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ ایں ندانم۔ سکر کی حالت میں جو لاعلمی کا اظہار ہے اُس سے مقصود اُس ذات کی طرف اشارہ ہے جس کو جانتا ہے۔

[3] نفی۔ انکار کسی چیز کے اقرار کی تمہید ہوتی ہے لہٰذا تمہید کو چھوڑ کر مقصود پر آ جاؤ "لا الٰہ" میں نفی "الا اللہ" کے اثبات کے لیے ہے تو الا اللہ پر پہنچ جانا چاہیے، "نیست" کو چھوڑ کر "ہست" کی جستجو کرنی چاہیے جس طرح مست ترک اور مطرب کے قصہ میں مذکور ہے۔ مطرب۔ گویا۔ صبوح۔ صبح کی شراب۔

مے در خُمِ اسرار ازاں میجوشد　تا ہر کہ مجرّد ست ازاں می نوشد
اسرار کے خم میں شراب اس لیے جوش مارتی ہے　تاکہ جو مجرّد ہے وہ اسے پئے

قال اللّٰہ تعالیٰ انَّ الا برارَ یشربُونَ (الآیہ)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے

ایں مے کہ تو میخوری حرام ست ما مے نخوریم جز حلالے
یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے ہم جائز شراب کے سوا نہیں پیتے ہیں

جہد کن تاز نیست ہست شوی وز شرابِ خدای مست شوی
کوشش کر تاکہ تو نیست سے ہست بن جائے اور خدا کی شراب سے مست بن جائے

اعجمی[1] ترکے سحر آگاہ شُد　وز خُمارِ خمر، مُطرب خواہ شُد
ایک عجمی ترک صبح کو بیدار ہوا　اور شراب کے خمار کی وجہ سے گویّے کا خواہش مند ہوا

مُطربِ جاں مُونسِ مستاں بُود　نُقل و قُوت و قوّتِ مست آں بُود
روحانی گویا مستوں کا دوست ہوتا ہے　چبینا اور روزی اور مست کی طاقت، وہ ہوتا ہے

مُطربِ ایشاں را سُوئ مستی کشد　باز مستی ازدمِ مُطرب چشد
گویا اُن کو مستی کی جانب کھینچتا ہے　پھر مستی گویّے کے کلام سے غذا حاصل کر لیتی ہے

آں[2] شرابِ حق بداں مُطرب برد　ویں شرابِ تن ازیں مُطرِب چرد
خدائی شراب اس مطرب کی طرف لے جاتی ہے　اور یہ جسمانی شراب اس گویّے سے غذا حاصل کرتی ہے

ہر دو گریک نام دارد در سخن　لیکن فرقست زیں حَسن تا آں حَسن
اگرچہ لفظوں میں دونوں ایک ہی نام رکھتے ہیں　لیکن اس حسن سے اُس حسن تک فرق ہے

اشتباہے ہست لفظی در بیاں　لیک خود کو، آسماں گو ریسماں
بیان کرنے میں لفظی مشابہت ہے　لیکن خود آسمان کہاں ریسمان کہاں؟

اِشتراکِ لفظ دائم رہزن ست　اشتراکِ گبر و مومن در تن ست
لفظی شرکت، ہمیشہ رہزن ہے　مومن اور کافر کا، اشتراک جسم میں ہے

جسمہا[3] چوں کوزہائے بستہ سَر　تاکہ در ہر کوز چہ بُود آں نگر
جسم منہ بندھے ہوئے پیالوں کی طرح ہیں　ہر کوزے میں کیا ہے، اُس کو دیکھ

کوزۂ آں تن پُر از آبِ حیات　کوزۂ ایں تن پُر از زہرِ ممات
اس جسم کا پیالہ آبِ حیات سے بھرا ہوا ہے　اس جسم کا پیالہ موت کے زہر سے بھرا ہوا ہے

---

1. اعجمی۔ ایک تُرک سردار جب صبح کو بیدار ہوا تو اس پر خُمار کی کیفیت طاری تھی اس نے گویّے کو طلب کیا۔ مطرب۔ گویا، یہاں شیخ مراد ہے۔ مستاں۔ یعنی سُکر کی کیفیت میں مبتلا۔ سوئ مستی۔ شیخ کی توجہ ان کے لیے مزید سُکر کا سبب بنتی ہے۔
2. آں شراب۔ یعنی سُکر کی کیفیت شیخ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور شراب قوّال کی جانب کھینچتی ہے۔ ہر دو۔ یہاں ہم نے مُطرب شیخ اور گویّے دونوں کے لیے کہا ہے۔ زیں حسن۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ایک بادشاہ کے دو وزیر حسن نامی تھے لیکن ان دونوں میں بہت فرق تھا۔ اشتباہے۔ ان دونوں میں محض لفظی مشابہت ہے لیکن آسمان اور ریسمان کی طرح دونوں میں بہت فرق ہے۔ رہزن۔ لفظی اشتراک لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ گبر و مومن۔ مومن اور کافر میں بھی جسم یکساں ہے۔
3. جسمہا۔ محض جسم کو نہ دیکھنا چاہیے اس کی اندرونی حالت پیشِ نظر رہنی چاہیے۔ کوزۂ آں تن۔ یعنی مومن کا جسم ایمان سے لبریز ہے جو آبِ حیات ہے اور کافر کا جسم کفر سے بھرا ہوا ہے جو زہر ہے اب اگر دونوں کے باطن پر نظر رکھو گے تو تم شاہ ہو ورنہ گمراہ ہو۔

گر بمظروفش نظر داری شہی　ور بظرفش بنگری تُو گمرہی

اگر تو برتن کی چیز کی طرف نظر رکھے تو شاہ ہے　اور اگر تو برتن پر نظر کرے تو گمراہ ہے

لفظ[1] را مانندۂ ایں جسم داں　معنیش را در دُروں مانندِ جاں

لفظوں کو اس جسم کی طرح سمجھ　اُن کے معانی اُن میں جان کی طرح ہیں

دیدۂ تن دائماً تن بیں بُود　دیدۂ جاں جانِ پُر فن بیں بُود

جسم کی آنکھ، ہمیشہ جسم کو دیکھنے والی ہوتی ہے　رُوح کی آنکھ، ہنرمند روح کو دیکھنے والی ہوتی ہے

پس زنقشِ لفظہائے مثنوی　صورتش ضال ست و ہادی معنوی

مثنوی کے الفاظ کے نقوش　انکی صورت گمراہ کرنیوالی اور معنی کے اعتبار سے ہدایت کرنیوالی ہے

در نُبے فرمُود کایں قرآں زدل　ہادیِ بعضے و بعضے را مُضِل

قرآن میں فرمایا ہے، کہ یہ قرآن دل کے اعتبار سے　بعض کو ہدایت دینے والا اور بعض کو گمراہ کرنے والا ہے

اللہ اللہ، چونکہ عارف گفت مے　پیشِ عارف کے بُود معدُوم شے

توبہ توبہ، جب عارف شراب کہے　عارف کی نظر میں معدوم، شئے کب ہوتا ہے؟

فہمِ[2] تو چوں بادۂ شیطاں بُود　کے تُرا وہمِ مئے رحماں بُود

تیری عقل میں جبکہ شیطانی شراب ہو　تجھے رحمانی شراب کا خیال کب آتا ہے؟

ایں دو انبازند مُطرِب باشراب　ایں بداں و آں بدیں آرد شتاب

قوال اور شراب یہ دونوں ساتھی ہیں　یہ اُس تک وہ اس تک جلد پہنچا دیتا ہے

پُر خماراں از دمِ مُطرب چرند　مُطرباں شاں سُوئے میخانہ برند

پُرخمار، قوال کے گانے سے غذا حاصل کرتے ہیں　قوال اُن کو میخانہ کی جانب لے جاتے ہیں

آں سرِ میدان و ایں پایانِ اُوست　دل شُدہ چوں گوئے در چوگانِ اوست

وہ میدان کی ابتدا ہے اور یہ اُس کی انتہا　برباد دل، اُس کے بلے میں گیند کی طرح ہے

درسر[3] آنچہ ہست گوش آنجا رود　در سَرار صفراست آں سودا شود

دماغ میں جو ہے کان اُس کی طرف جاتا ہے　اگر دماغ میں صفرا ہے، وہ سودا بن جاتا ہے

بعد ازاں ایں دوبہ بیہوشی روند　والد و مولود آنجا یک شوند

اس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف جاتے ہیں　سبب اور نتیجہ، اس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

---

[1] لفظ۔ الفاظ کو بمنزلہ جسم اور معانی کو بمنزلہ روح کے سمجھو۔ دیدۂ۔ جسمانی آنکھ جسم کو دیکھتی ہے رُوحانی آنکھ رُوح کو دیکھتی ہے۔ پس۔ مثنوی کا بھی یہی حال ہے کہ جو شخص اس کی حکایتوں کے محض لفظوں کو دیکھے گا وہ اس سے بدعقیدہ ہو جائے گا اور جو حکایتوں کے معانی اور مقاصد پر غور کرے گا وہ اس سے مستفید ہوگا۔ در نُبے۔ قرآن میں خود قرآن کے بارے میں یہی فرمایا گیا ہے۔ مے۔ جب کوئی عارف لفظ شراب بولتا ہے تو اُس سے یہ حقیر اور ظاہری شراب مراد نہیں ہوتی بلکہ شرابِ معرفت مراد ہوتی ہے۔

[2] فہم تو۔ جو شخص محض دنیاوی شراب کو جانتا ہے وہ شراب کے لفظ سے شرابِ محبت کب سمجھ سکتا ہے۔ ایں دو۔ شراب اور گانا دونوں اس بارے میں یکساں ہیں کہ ان میں ہر ایک دوسرے تک پہنچا دیتا ہے۔ پُر خمار۔ مخمور، گویے سے غذا حاصل کرتا ہے گویا اُس کو شراب خانہ تک لے جاتا ہے۔ آں سرِ میداں۔ میدانِ عشق کی ابتدا گانا ہے اور اس کی انتہا شراب ہے، دل گویے کے قابو میں ہوتا ہے۔

[3] درسر۔ انسان کے دماغ میں جو خیال ہوتا ہے وہ لفظوں کو اُسی طرف لے جاتا ہے اگر دماغ میں تھوڑی سی صحیح بات ہوتی ہے تو وہ ان الفاظ کے غلطی سے بدل جاتی ہے۔ بعد ازاں۔ اگر سر میں صفرا ہے اور سودا کے غلبہ سے سودا بن گیا ہے تو سودا اور صفرا دونوں بیہوشی کا سبب بن جائیں گے اور پھر سبب اور مُسبب ایک سی تاثیر کریں گے۔

چونکہ[1] کردند آشتی شادی و دَرد — مُطرباں را تُرکِ ما بیدار کرد
جب خوشی اور درد باہم مل گئے — ہمارے ترک نے قوالوں کو بیدار کیا

مُطرب آغازید بیتے خوابناک — کہ اَیلْنِی الْکَاْسَ یَامَن لَّا اَرَاك
قوال نے ایک مست شعر شروع کیا — کہ اے وہ! کہ میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں مجھے پیالہ عطا کر

اَنتَ وَجْہِیْ لَا عَجَبْ اَن لَّا اَرَاہ — غَایَۃُ الْقُرْبِ حِجَابٌ وَاشْتِبَاہ
تو میرا چہرہ ہے، کوئی تعجب نہیں اگر میں اس کو نہیں دیکھتا — انتہائی قُرب، پردہ اور اشتباہ ہے

اَنْتَ[2] عَقْلِی لَا عَجَبْ اِنْ لَّمْ اَرَاك — مِن وُّفُوْرِ الْاِلْتِبَاسِ الْمُشْتَبَکْ
تو میری عقل ہے کوئی تعجب نہیں اگر میں تجھے نہیں دیکھتا — یہ پیچ در پیچ التباس کی زیادتی کی وجہ سے ہے

حَیْثُ اَقْرَبْ اَنْتَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد — لَمْ اَقُلْ یَا یَانِدَآءٌ لِّلْبَعِیْد
چونکہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے — میں نے لفظ یا نہیں کہا یا دور کے پکارنے کے لیے ہے

بَلْ اُغَالِطُھُمْ اُنَادِیْ فِی الْقِفَار — کَیْ لَاَکْتُم مَن مَّعِیَ مِمَّنْ اَغَار
بلکہ میں ان کو مغالطہ دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں — تاکہ اپنے ساتھی کو اُن لوگوں سے چھپاؤں جس سے مجھے غیرت آتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز
اے عزیز! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اب ایک صاحب تمیز کا نکتہ سن لے

آمدنِ ضریر[3] در خانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و
نابینا کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور

گریختنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از پیشِ ضریر و
نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور

گفتنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کہ چہ می گریزی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟ وہ

کہ اُو تُرا نمی بیند و جواب دادنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا

عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم را
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیشِ پیغمبرؐ ضریر — کاے نوا بخشِ تنورِ ہر خمیر
نابینا پیغمبرؐ کے سامنے اندر آیا — کہ اے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے توشہ بخشنے والے

---

[1] چونکہ۔ جب اُس تُرک نے گانے کی خوشی اور خُمار کی تکلیف محسوس کی تو اُس نے گویوں کو بیدار کر دیا اور گویوں نے یہ اشعار گانے شروع کر دیے۔ کاس۔ پیالہ۔ انت۔ انسان باوجود قرب کے اپنے چہرے کو خود نہیں دیکھتا ہے انتہائی قرب اشتباہ کا سبب ہو جاتا ہے۔

[2] انت عقلی۔ انسان کی عقل انسان سے کس قدر قریب ہے لیکن وہ اُس کو بھی نہیں دیکھتا ہے۔ یا۔ یا حرف ندا، دور سے اُس شخص کو پکارا جاتا ہے جو دور ہوتا ہے۔ میں تجھے اس لفظ سے اس لیے پکارتا ہوں تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو مجھ سے قریب ہے۔

[3] ضریر۔ نابینا۔ کاے۔ آنحضورؐ ہر شخص کو اس کے مناسب غذا عنایت فرماتے ہیں۔

اے تو میرِ آب، من مستسقیم[1] | مستغاث المستغاث اے ساقیم
اے آپ پانی کے مالک ہیں اور میں پانی مانگنے والا ہوں | اے میرے ساقی! فریاد ہے، فریاد

چوں در آمد آں ضریر از در شتاب | عائشہؓ بگریخت بہرِ احتجاب
جب وہ نابینا دروازے سے آیا، جلد | پردہ کرنے کے لیے عائشہؓ بھاگیں

زانکہ واقف بُود آں خاتونِ پاک | از غیوری رسولِؐ رشک ناک
کیونکہ وہ پاک بی بی واقف تھیں | غیور رسولؐ کی غیوری سے

ہر کہ زیبا تر بُود رشکش فزوں | زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں
جو زیادہ حسین ہوتا ہے، اس میں غیرت زیادہ ہوتی ہے | کیونکہ اے فرزند! غیرت ناز سے پیدا ہوتی ہے

گندہ پیراں شُویِ را قُما دہند | چونکہ از زشتی و پیری آگہ اند
بوڑھیاں، شوہر کو لونڈی دے دیتی ہیں | کیونکہ بھدے پن اور بڑھاپے سے باخبر ہیں

چوں جمالِ احمدیؐ در ہر دو کون | کے بُدست اے فرِ یزدانیش عون
احمدیؐ حسن کی طرح دونوں جہانوں میں | کب ہوا ہے؟ اے مخاطب اللہ کا نور اُن کا مددگار

نازہای ہر دو کون اُو را رسد | غیرت آں خورشید صد تو را رسد
دونوں جہانوں کے نازوں کا اُن کو حق ہے | غیرت کرنا اُس سو درجہ کے سورج کا حق ہے

کاندر[2] افگندم بکیواں گویِ را | در کشید اے اختراں ہی رویِ را
کہ میں نے زُحل پر گیند پھینکی ہے | خبردار! اے ستارو اپنا منہ چھپا لو

در شعاعِ بے نظیرم لا شوید | ورنہ پیشِ نورِ من رُسوا شوید
میری بے مثال شعاع میں معدوم ہو جاؤ | ورنہ میرے نور کے سامنے رُسوا ہو جاؤ گے

از[3] کرم من ہر شبے غایب شوم | کے رَوَم اِلّا نمایم کہ روم
کرم کی وجہ سے میں ہر رات کو غائب ہو جاتا ہوں | میں کب جاتا ہوں، ہاں دکھاتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں

تاشما بے من شبے خُفاش وار | پر زناں گردید گردِ ایں مَطار
تاکہ تم میرے بغیر چمگادڑ کی طرح رات میں | اس فضا کے گرد چکر لگا لو

ہمچو طاؤساں پَرِے عرضہ کُنید | باز مست و سرخوش و مُعجب شوید
موروں کی طرح پر دکھاؤ | پھر مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو

بنگرید آں پایِ زشت از امتیاز | ہمچو چارق کو بود شمعِ ایاز
امتیاز کے لیے، بھدے پاؤں کو دیکھ لو | چپل کی طرح جو ایاز کی شمع تھی

---

1. مستسقیم۔ میں پانی مانگنے والا ہوں۔ احتجاب۔ پردہ کرنا۔ ہر کہ۔ جو شخص زیادہ حسین ہوتا ہے اُس میں رشک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک، ناز کی پیداوار ہے اور ناز زیادہ حسین میں زیادہ ہوتا ہے۔ گندہ پیر۔ جب بیوی خود بوڑھی ہو جائے تو اُس میں نہ ناز رہتا ہے نہ رشک وہ خود شوہر کو باندی مہیا کر دیتی ہے تاکہ اس سے ہم صحبت ہو سکے۔ چوں۔ جبکہ آنحضورؐ حسن میں بڑھ چڑھ کر تھے اور نورِ خداوندی اُن کا مددگار تھا تو آپ میں ناز بھی بڑھا ہوا تھا اور رشک بھی۔ قما۔ ترکی لفظ ہے، لونڈی۔
2. کاندر۔ آنحضورؐ کو اپنے حسن و جمال کی بنیاد پر یہ کہنے کا حق ہے کہ میں نے اپنے حسن کے دعوے کی گیند زُحل پر پھینک دی ہے لہٰذا اب کسی حسین کو حسن کی نمائش کا حق نہیں ہے۔ در شعاع۔ اب جس قدر حسین ہیں وہ اپنے حسن کو میرے حسن میں گم کر دیں ورنہ رسوا ہو جائیں گے۔
3. از کرم۔ میں کبھی بظاہر روپوش ہو جاتا ہوں تاکہ دوسرے حسین اپنے حسن کا مظاہرہ کر سکیں، سورج اگرچہ دنیا سے غائب نہیں ہوتا کچھ سمتوں سے اُس کی روپوشی ہو جاتی ہے تاکہ چمگادڑیں کچھ اُڑ لیں۔ مطار۔ اُڑنے کی جگہ۔ مست۔ نشہ کے چار مرتبے ہیں سرخوش، تر دماغ، شیر مست، خراب۔ بنگرید۔ مشہور ہے کہ مور پروں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور ناچتا ہے اور پاؤں چونکہ بھدے ہیں ان کو دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے انسان کو بھی چاہیے کہ جب اس میں تکبر کی کیفیت پیدا ہو اپنی برائیوں پر نظر کرے جس طرح ایاز نے اپنے تکبر کے علاج کے لیے اپنی چپل کو محفوظ کر رکھا تھا۔

رُونمایم¹ صبحِ بہرِ گوشمال تا نگردید از منی ز اہلِ شمال

تنبیہ کے لیے میں صبح کو رُونمائی کرتا ہوں تا کہ تم خودی کی وجہ سے بائیں ہاتھ میں سے نہ بن جاؤ

ترکِ آں کُن کہ در از ست ایں سخن نہی کردست از درازی امر کُن

اُس کو چھوڑ، کیونکہ یہ بات دراز ہے حکم کرنے والے نے درازی سے منع کیا ہے

امتحان کردنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا را

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا

کہ چہ پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمٰی ترانمی بیند تا

کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ، کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے

پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

تاکہ واضح ہو جائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم واقف ست یا خود مقلدِ گفتِ ظاہر ست

کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبرؐ برائے امتحاں اُو نمی بیند تُرا کم شو نہاں

امتحان کے لیے پیغمبرؐ نے فرمایا وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے، مت چھپ

کرد² اشارت عائشہؓ بادستہا اُو نمی بیند من ہمی بینم وُرا

عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا وہ نہیں دیکھتا ہے، میں اُس کو دیکھتی ہوں

غیرتِ عقل ست بر خوبیِ رُوح پُرز تشبیہات و تمثیل اے نصُوح

روح کے حُسن پر عقل کو غیرت آتی ہے جو کہ تشبیہات اور تمثیل سے پُر ہے، اے مخلص!

باچنیں پنہانیِ کیں روح راست عقل بروے ایں چنیں رشکیں چراست

ایسی پوشیدگی کے باوجود جو روح کو ہے عقل اُس پر اس قدر غیرت کرنے والی کیوں ہے؟

از³ کہ پنہاں می کُنی اے رشک خُو آنکہ پوشیدست نورش رُویِ اُو

اے غیرت مند! تو کس سے پوشیدہ کرتی ہے اس کو جس کے نور نے اُس کے منہ کو چھپا دیا ہے؟

میرود بے رُویِ پوش ایں آفتاب فرطِ نورِ اُوست رُویش را نقاب

یہ سورج بغیر نقاب کے چلتا ہے اُس کے نور کی زیادتی، اُس کے چہرے کا نقاب ہے

از کہ پنہاں می کُنی اے رشک ور کافتاب از وے نمی بیند اثر

اے غیرت مند! تو کس سے چھپاتی ہے؟ کیونکہ آفتاب بھی اُس کا پتا نہیں پاتا ہے

---

¹ رُونمایم۔ سورج پھر صبح کو نمودار ہو جاتا ہے، تاکہ ستارے متکبر بن کر روز غی نہ بنیں۔ امر کُن۔ امر کنندہ، کلام کا بے ضرورت طول شرعاً ممنوع ہے۔ کہ چہ۔ آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ کی آزمائش کے لیے ان سے سوال کیا کہ تمھیں اندھے سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟

² کرد۔ حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کے لیے کیا تاکہ آپ کی آواز غیر مرد نہ سن سکے۔ او۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ تو نہیں دیکھتا لیکن میں تو اس کو دیکھتی ہوں اور غیر مرد پر میری نگاہ پڑنا آپ کی غیرت کے منافی ہے۔ غیرت۔ عقل کو روح کے حسن پر غیرت ہے اسی لیے وہ روح کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتی ہے محض تشبیہات سے اس کو سمجھا دیتی ہے، ان اشعار میں روح سے مراد حق سبحانہ ہے۔

³ از کہ۔ عقل کو خطاب ہے کہ تو ایسی چیز کو کیوں چھپاتی ہے جس کا نور خود اس کے لیے حجاب ہے۔ میرود۔ سورج بغیر نقاب کے پھرتا ہے، نور کی زیادتی کی وجہ سے کوئی اُس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ از کہ۔ جس چیز کو سورج بھی نہیں دیکھ سکتا ہے جس کی جہاں گردی مشہور ہے تو اس کو کیوں چھپاتی ہے۔

رشک[1] ازاں افزوں ترست اندر تنم
میرے اندر غیرت اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے
کز خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم
کیونکہ میں اُس کو خود اپنے سے چھپانا چاہتی ہوں

ز آتشِ رشکِ گراں آہنگِ من
سخت رشک کی آگ کی وجہ سے میرا لشکر
باد و چشم و گوشِ خود در جنگِ من
اپنی دونوں آنکھوں اور کان سے جنگ میں ہے

چوں چنیں رشکےست ایجان و دل
اے جان اور دل! ایسے رشک کے ہوتے ہوئے جو تجھ میں ہے
پس دہاں بربند و گفتن را بہل
تو منہ بند کر لے اور گفتگو کو چھوڑ

ترسم[2] ارخامش کنم آں آفتاب
میں ڈرتی ہوں، اگر میں خاموشی اختیار کروں تو وہ سورج
از سُوئِ دیگر بدرّاند حجاب
دوسری جانب سے پردے کو چاک کر دے

در خموشی گفتِ ما اَظہر شود
خاموشی میں ہماری بات زیادہ کھل جاتی ہے
کہ ز منعِ آں میل افزوں تر شود
کیونکہ اس کے روکنے سے خواہش بڑھ جاتی ہے

گر بغرّد بحرغرّش کف شود
اگر سمندر جوش مارتا ہے، اُس کا جوش جھاگ بن جاتا ہے
جوشِ اُحِبَّتْ بِاَنْ اُعْرَفْ شود
وہ جھاگ میں چاہتا ہوں کہ میں پہچانا جاؤں گا جوش بنجاتا ہے

حرف گفتن بستنِ آں روزن ست
بات کرنا، اُس سوراخ کو بند کرنا ہے
عینِ اظہارِ سخن، پوشیدن ست
بات ظاہر کرنا بعینہٖ چھپانا ہے

بُلبلانہ[3] نعرہ زن بر رُوئِ گل
پھول پر، بلبل کی طرح نعرہ مار
تا کُنی مشغول شاں از بُوئے گل
تاکہ تو اُن کو پھول کی خوشبو سے مشغول کر دے

تا بقُل مشغول گردد گوشِ شاں
تاکہ اُن کا کان بات میں مشغول ہو جائے
سُوئِ رُوئِ گل نپرّد ہوشِ شاں
اُن کا ہوش پھول کے چہرے کی جانب پرواز نہ کرے

پیشِ ایں خورشید کو بس روشن ست
اس سورج کے پیش نظر جو کہ بہت روشن ہے
در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست
درحقیقت، ہر دلیل، رہزن ہے

حکایتِ آں مُطربے کہ در بزمِ امیرِ تُرک ایں غزل آغاز کرد
اُس قوال کا قصہ جس نے ترک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

[1] رشک۔ کوئی دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے رشک کا تقاضا تو یہ ہوتا ہے کہ عاشق محبوب کو خود اپنے آپ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ ز آتش۔ چونکہ مجھ میں رشک کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو میری خود اپنی آنکھ اور اپنے کان سے جنگ ہے کہ وہ کیوں محبوب کی بات سنتا ہے۔ چوں چنیں۔ اے عقل اگر تجھ میں ایسا ہی رشک ہے تو پھر اُس کی بات بھی نہ کر۔ شعر (غیرت از چشم برم رُوئے تو دیدن ندہم۔ گوش را نیز حدیثے تو شنیدم ندہم)

[2] ترسم۔ عقل کا جواب ہے کہ اگر میں بالکل خاموشی اختیار کروں تو وہ خموشی پردہ چاک کردے گی، کسی معاملہ میں اگر بالکل خاموشی اختیار کی جائے تو لوگ اُس کے معلوم کرنے کے اور زیادہ درپے ہو جاتے ہیں، مشہور مقولہ اَلْمَرْءُ حَرِیْصٌ فِیْمَا مُنِعَ جس بات سے انسان کو روکا جائے اُس کے متعلق وہ اور زیادہ حریص بن جاتا ہے۔ گر بغرد۔ سمندر میں جب جوش آتا ہے تو جھاگ نمودار ہو جاتے ہیں اور اُس کا یہ جوش اُس کے پہچاننے کا ذریعہ بن جاتا ہے لیکن وہ جھاگ ہی اُس کو پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ گفتن۔ محبوب کی تھوڑی سی تعریف کر دینا گویا اُس کو چھپا دینا ہے اگر باتوں میں نہ لگایا جاتا تو اس کو دیکھنے کے درپے ہو جاتے۔

[3] بلبلانہ۔ بلبل گُل پر جو نعرے لگاتی ہے اُس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ تماشائی اس کے نعرے سننے میں مصروف ہو جائیں اور پھول کو نہ دیکھ پائیں۔ پیش ایں۔ سورج کی جس قدر وضاحت کی جائے وہ اسی قدر مخفی ہوتا چلا جائے گا۔ شعر (چگونہ قطرہ تو اند محیط دریا شد۔ زراہ فکر رسیدن بذات ممکن نیست) حکایت۔ اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت بیان نہ کی جائے اُس کی سلبی صفات سے اُس کا ذکر کیا جاتا ہے اسی لیے حضرت حق تعالیٰ کی سلبی صفات ذکر کی جاتی ہیں۔

گُلی یا سوسنی یا سرو یا ماہی نمیدانم وزیں آشفتہ بیدل چہ میخواہی نمیدانم

"تو پھول ہی یا سوسن یا سرو یا چاند ہے میں نہیں جانتا اس پریشان، بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا"

وبانگ برزدن امیر تُرک اُو را کہ بگو کہ می دانی و جواب

اُس پر امیر ترک کا چیخ پڑنا کہ وہ کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال

مُطرب، امیر تُرک را

کا امیر ترک کو جواب

مُطرِب آغازید پیشِ تُرکِ مست
در حجابِ نغمہ اَسرارِ الست

مست ترک کے سامنے قوال نے شروع کیے
نغمہ کے پردے میں الست کے اسرار

میندانم کہ تو ماہی یا وثن
می ندانم کہ چہ میخواہی زمن

میں نہیں جانتا کہ تو چاند ہے یا بُت
میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

من[1] ندانم تا چہ خدمت آرمت
تن زنم یا در عبارت آرمت

میں نہیں جانتا، کہ تیری کیا خدمت کروں،
میں خاموش ہو جاؤں یا تیرا بیان کروں

ایں عجب کہ نیستی از من جُدا
من ندانم من کجایم تو کجا

یہ تعجب ہے کہ تو مجھ سے جدا نہیں ہے
میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے؟

میندانم کہ مرا چوں می کشی
گاہ در برگاہ در خوں میکشی

میں نہیں جانتا کہ تو مجھے کیوں کھینچتا ہے
کبھی بغل میں، کبھی خون میں قتل کرتا ہے؟

ہم[2] چنیں لب در ندانم باز کرد
می ندانم می ندانم ساز کرد

اسی طرح پر اُس نے "میں نہیں جانتا" میں لب کشائی کی
میں نہیں جانتا، میں نہیں جانتا، اُس نے گایا

چوں زحد شُد می ندانم از شگفت
تُرکِ ما را زیں حرارہ دل گرفت

جب "میں نہیں جانتا" حد سے بڑھا تعجب سے
اُن آوازوں سے ہمارا تُرک رنجیدہ ہو گیا

برجہید آں تُرک و دَبُّو سے کشید
تاعلیہا برسرِ مُطرب رسید

وہ ترک کودا اور گرز اُٹھایا
یہاں تک کہ فی الجملہ قوال کے سر پر پہنچ گیا

گُرز[3] را بگرفت سرہنگے بدست
گفت نے مطرِب کُشی ایندم بَداست

محافظ نے گرز کو ہاتھ سے پکڑ لیا
بولا نہیں، قوال کو اس وقت مارنا بُرا ہے

گفت ایں تکرار بیحد و مرش
کوفت طبعم را بکوبم من سرش

اُس نے کہا اس بیحد اور بے شمار تکرار نے
مجھے کوفت پہنچائی میں اُس کا سر کچل دوں گا

---

[1] من ندانم۔ قوال نے اپنی پوری غزل میں معشوق کی سلبی صفات کا اظہار کیا۔ ایں عجب۔ تو ہر وقت میرے ساتھ ہے پھر بھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں اور تو کہاں ہے۔ می ندانم۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کبھی مجھے کیوں پیار کرتا ہے اور کبھی کیوں قتل کرتا ہے۔

[2] ہم چنیں۔ وہ گویا "میں نہیں جانتا"، "میں نہیں جانتا" گاتا رہا جب اُس کا یہ گانا حد سے بڑھا تو تُرک کو غصہ آ گیا۔ برجہید۔ وہ ترک غصہ سے ہاتھ میں گرز لے کر قوال کی طرف دوڑا۔ علیہا۔ محاورے میں فی الجملہ کے معنی میں ہے۔

[3] گرز۔ ایک سپاہی نے دوڑ کر ترک کا گرز پکڑ لیا اور کہا کہ گویے کو مارڈالنا مناسب نہیں ہے۔ گفت۔ ترک نے غصہ میں جواب دیا کہ اس "میں نہیں جانتا" نے مجھے کوفت پہنچائی میں بھی اس قوال کا سر پھوڑ دوں گا اور غصہ میں قوال سے کہنے لگا کہ اے دیوث اگر تو نہیں جانتا ہے تو گو مت کہا اور جو کچھ جانتا ہے وہ گا کر اپنا انعام لے جا۔

قلتبانا، میندانی گُہہ مخور
اے دیوث! تو نہیں جانتا، تو گوہ نہ کھا
زانچہ میدانی بزن مقصود بَر
جو جانتا ہے وہ بجا، مقصد حاصل کر لے

آن[1] بگو اے گیج کہ میدانیش
اے احمق! وہ کہہ جو تو جانتا ہے
میندانم میندانم در مکش
میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا کو نہ کھینچ

من پُرسم کز کجائی بے مرے
میں بغیر کسی جھگڑے کے پوچھتا ہوں کہ تو کہاں کا ہے؟
تو بگوئی نے زبلخ و نز ہرے
تو کہتا ہے نہ بلخ کا نہ ہرات کا

نے زرُوم و نے زہند و نے زچین
نہ روم کا، نہ ہندوستان کا، نہ چین کا
نے زشام و نے عراق و بار دیں
نہ شام کا۔ اور نہ عراق کا اور نہ بار دین کا

نے زبغداد و نہ موصل نے طراز
نہ بغداد کا اور نہ موصل کا، نہ طراز کا
در کشی دَر نے و نے راہِ دراز
''نہیں نہیں'' میں لمبی مسافت کھینچتا چلا جاتا ہے

خود[2] بگو تا از کجائی باز رہ
بتا دے تو کہاں کا ہے، چھوٹ جا
ہست تنقیحِ مناط ایں جاگہ
اصلی مقصد اسی جگہ ہے

یا بُپرسم کہ چہ خوردی تاشتاب
یا میں پوچھتا ہوں، کہ تو نے کیا کھایا، خبردار! تو جلدی سے
تو بگوئی نے شراب و نے کباب
کہنے لگے، نہ شراب اور نہ کباب

نے بقُول و نے پنیر و نے بصل
نہ سبزیاں اور نہ پنیر اور نہ پیاز
نے زشیرو نے زشکرِ نے عسل
نہ دودھ اور نہ شکر، نہ شہد

نے قدید و نے ثرید و نے عدس
نہ گوشت کے پارچے اور نہ ثرید اور نہ مسور
آنچہ خوردی آن بگو تنہا و بس
جو تو نے کھایا ہے، وہ بتا دے اور بس

ایں سخن خائی دراز از بہرِ چیست
یہ لمبی بکواس کس لیے ہے؟
گفت[3] مُطرِب زانکہ مقصودم خفی ست
قوال نے کہا اس لیے کہ میرا مقصود پوشیدہ ہے

میرمد اِثبات پیش از نفی تو
نفی سے پہلے اثبات تیرے سامنے سے بھاگ جاتا ہے
نفی کردم تابَری ز اثبات بُو
میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کا پتا لگا لے

در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را
میں اس باجے کو نفی میں بجاتا ہوں
چوں بمیری مرگ گوید راز را
جب تو مر جائے گا، موت راز بتا دے گی

تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مر جاؤ قبل اس کے کہ مرو کی تفسیر

[1] آں بگو۔ جو تو جانتا ہے وہ کہہ اور ''میں نہیں جانتا'' کی رٹ نہ لگا۔ من پرسم۔ تیری حالت تو یہ ہے کہ میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ میں نہ بلخ کا ہوں نہ ہرات کا نہ روم کا اور نہ نہ کرتا چلا جائے۔

[2] خود بگو۔ تیرا کام ہے کہ تو سیدھے طریقہ پر یہ بتا دے کہ میں فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں۔ یا بپرسم۔ یا اگر میں یہ دریافت کروں کہ تو نے کیا کھایا ہے اور تو کہنا شروع کر دے کہ یہ بھی نہیں کھایا وہ بھی نہیں کھایا۔ بصل۔ پیاز۔ قدید۔ گوشت کے سوکھے پارچے۔ عدس۔ مسور۔

[3] گفت مطرب۔ قوال نے جواب دیا، جب مقصود تصور سے بالاتر ہو تو اس کے اثبات کا پہلو پیش نہیں کیا جا سکتا ہے لامحالہ اس کے غیر کی نفی کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو دراز ہوتا ہے اور اسی طور پر وہ مقصود سمجھ میں آتا ہے۔ درنوا۔ میں نے اس باجے کو نفی پر بجانا شروع کیا تاکہ جب سب کی نفی ہو جائے تو مقصود سمجھ میں آ جائے، اسی لیے سکر کا مرتبہ صحو کے مرتبہ کے لیے سیڑھی سمجھا جاتا ہے، اسی مضمون کو حدیث اور حکیم سنائی کے شعر سے سمجھایا ہے: موتوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

وبیت حکیم سنائی قدس سرہٗ

اور حکیم سنائی قدس سرہ کے شعر کی تفسیر

بمیرا اے دوست پیش از مرگ اگر[1] می زندگی خواہی کہ ادریسؑ از چنیں مُردن بہشتی گشت پیش از ما

اے دوست! مرنے سے پہلے مرجا، اگر تو زندگی چاہتا ہے کیونکہ ادریسؑ ہم سے پہلے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں

جاں بسے کندی و اندر پردۂ
تو نے بہت جان کھپائی اور تو پردے میں ہے
زانکہ مُردن اصل بُد ناوردۂ
کیونکہ مرنا اصل تھا، وہ تو نے حاصل نہ کیا

تا نمیری نیست جاں کندن تمام
جب تک تو مر نہ جائے جان کھپانا مکمل نہیں ہے
بے کمالِ نردباں نائی بہ بام
سیڑھی کے مکمل ہوئے بغیر تو کوٹھے پر نہیں جا سکتا

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بُوَد
جب سو پایوں میں سے دو کم ہوں
بام را کوشندہ نامحرم بُوَد
کوٹھے کی کوشش کرنے والا، نامحرم ہو گا

چوں[2] رسن یک گز ز صد گز کم بُوَد
جب رسی سو گز میں سے ایک گز کم ہو
آب اندر دلو از چہ کے رود
کنویں سے ڈول میں پانی کب پہنچے گا؟

غرقِ ایں کشتی نیابی اے امیر
اے امیر! اس کشتی کا ڈوبنا تجھے حاصل نہ ہو گا
تا بہ ننہی اندر و مَنِّ الاخیر
جب تک کہ تو اس میں آخری من نہ رکھے گا

مَنِ آخر اصل داں کو طارق ست
آخری من کو اصل سمجھ کیونکہ وہ رات کا ستارہ ہے
کشتیِ وسواس و غی را غارق ست
وسوسہ اور گمراہی کی کشتی کو ڈبونے والا ہے

آفتابِ گنبدِ ازرق شود
نیلے گنبد کا سورج بن جاتا ہے
کشتیِ ہُش چونکہ مستغرق شود
جبکہ ہوش کی کشتی ڈوب جاتی ہے

چوں[3] نمردی گشت جاں کندن دراز
جب تو نہ مرا تو جان۔کھپانا دراز ہو گیا
مات شو در صبح اے شمعِ طراز
صبح کے وقت جان دے دے اے طراز کی شمع!

تا نگشتند اخترانِ ما نہاں
جب تک ہمارے ستارے نہ چھپیں گے
دانکہ پنہان ست خورشیدِ جہاں
سمجھ لے کہ جہاں کا سورج پوشیدہ ہے

گرز بر خود زن منی را در شکن
اپنے گرز مارا خودی کو توڑ
زانکہ پنبہ گوش آمد چشمِ تن
اس لیے کہ جسم کی آنکھ، کان کی روئی ہے

---

1. اگر۔ اگر زندگی می خواہی۔ ادریسؑ۔ حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ جاں بسے۔ مجاہدات کے بعد جب تک فنا کا درجہ حاصل نہ ہوگا مشاہدہ نہ ہو سکے گا۔ بے کمال۔ مشاہدہ کی سیڑھی فنا ہے اگر اس میں کمی ہے تو مشاہدہ تک نہ پہنچایا جا سکے گا۔ چوں۔ اگر سیڑھی سو درجوں کی ہے اور دو درجے بھی باقی ہیں تو چھت پر پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ نامحرم۔ یعنی اس کو معلوم نہ ہوگا کہ چھت پر کیا ہے۔
2. چوں رسن۔ اگر کنویں میں سو گز کی رسی جاتی ہے اور رسی میں ایک گز کی بھی کمی ہوگی پانی ڈول میں نہ آئے گا۔ غرق۔ کشتی اس وقت تک نہ ڈوبے گی جب تک اس میں وہ آخری وزن نہ رکھ دیا جائے جو ڈبونے کے لیے ضروری ہے یہ آخری وزن بمنزلہ اس ستارے کے ہے جو رات میں چمک کر رہنمائی کرتا ہے اور یہی اس گمراہی کی کشتی کو غرق کرے گا، ہستی فنا کے بعد آسمان کا سورج بن جاتی ہے۔ گنبد ازرق۔ آسمان۔
3. چوں نمردی۔ اگر تو نے فنا کا درجہ حاصل نہیں کیا تو مجاہدوں کا زمانہ طویل ہو جائیگا۔ صبح کے وقت شمع کو جان دے دینی چاہیے۔ طراز۔ ایک شہر ہے جس کے حسین مشہور تھے شمع سے حسین مراد ہے۔ تانگشتند۔ سورج جب نکلتا ہے جب ستارے غروب کر جائیں، مشاہدہ جب ہی حاصل ہوگا، جب غیر اللہ سے بالکلیہ تعلق منقطع ہو جائے۔ گرز۔ مجاہدے کے گرز سے اپنی خودی کو فنا کر دے جب تک تجھ میں جسمانی اوصاف ہیں، اسرار نہ سن سکے گا یہ قوال کی جانب سے ترک کو خطاب ہے۔

گرزِ[1] برخود میزنی خود اے دنی — عکسِ تست اندر فعالم ایں منی

اے کمینہ! تو خود اپنے گرز مار رہا ہے — میرے کام میں یہ خودی تیرا عکس ہے

عکسِ خود در صورتِ من دیدۂ — در قتالِ خویش بر جوشیدۂ

تو نے میری صورت میں اپنا عکس دیکھا ہے — تو اپنے آپ سے لڑنے کے لیے جوش میں آ رہا ہے

ہمچو[2] آں شیرے کہ درچہ شُد فرُو — عکسِ خود را خصمِ خود پنداشت اُو

اُس شیر کی طرح جو کنویں میں اُترا — اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

نفی، ضِدِّ ہست باشد بیشکے — تاز ضد ضد را بدانی اندکے

بیشک نفی ہست کی ضد ہے — تاکہ تو تھوڑا سا ضد کے ذریعہ ضد کو جان لے

ایں زماں جُز نفیِ ضد اعلام نیست — اندریں نشاۃ دمے بیدام نیست

اس وقت ضد کی نفی کے سوا بتانا (ممکن) نہیں ہے — اس زندگی میں کوئی سانس بغیر جال کے نہیں ہے

بے حجابت باید آں اے ذُولباب — مرگ را بگزیں و بردر آں حجاب

اے عقلمند! وہ تجھے بے پردہ چاہیے — (تو) موت کو اختیار کر، اُس پردے کو چاک کر دے

نے[3] چناں مرگے کہ در گورے روی — مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی

ایسی موت نہیں کہ تو قبر میں چلا جائے — تبدیلی کی موت تاکہ تو نُور میں پہنچ جائے

مرد بالغ گشت آں طفلی بمُرد — رومیی شُد، صبغتِ زنگی سُتُرد

مرد بالغ ہوا، تو بچپن مر گیا — رومی پن پیدا ہوا، حبشی رنگ صاف ہو گیا

خاک زر شُد ہیأتِ خاکی نماند — غم فرح شُد خارِ غمناکی نماند

مٹی سونا بنی، مٹی کی ہیئت نہ رہی — غم خوشی بن گیا، غم کا کانٹا نہ رہا

مصطفیؐ زیں گفت کے اسرار جُو — مُردہ را خواہی کہ بینی زندہ تُو

اسی وجہ سے مصطفیؐ نے فرمایا ہے کہ اے اسرار کے جویان — تو مُردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے؟

می رود چوں زندگاں بر خاکداں — مُردہ و جانش شُدہ بر آسماں

جو زمین پر زندوں کی طرح چل رہا ہے — وہ مُردہ ہے، اُس کی جان آسمان پر پہنچ گئی ہے

جانش را ایندم ببالا مسکنے ست — گر بمیرد رُوحِ اُو را نقل نیست

اس وقت اس کی جان کی منزل اُوپر ہے — اگر وہ مرے تو اُس کی روح کو منتقل ہونا نہیں ہے

---

[1] گرز۔ جس عیب کی بنا پر تو میرے گرز مار رہا ہے وہ خود تیرے اندر ہے تو گویا تو گرز میرے نہیں، اپنے مار رہا ہے اور میری یہ خودی کہ میں نے یہ سمجھا کہ تو میرے گرز مار رہا ہے تیری خودی کا عکس ہے۔ عکسِ خود۔ تو نے میرے اندر اپنی صورت دیکھی ہے اور مجھے قتل کرنا در اصل تیرا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے۔

[2] ہمچو۔ تیری اور میری مثال اُس شیر کی سی ہے جس نے خود اپنا عکس پانی میں دیکھا اور اُس پر حملہ کر دیا جیسا کہ پہلے ایک قصہ میں گذر چکا ہے۔ نفی۔ کسی چیز کی ضد کی نفی سے اُس چیز کا اثبات ہوتا ہے اور سلبی صفات سے ذات کا کچھ تعارف ہو جاتا ہے۔ ایں زماں۔ دنیا کے دور میں ذاتِ حق کی معرفت غیر اللہ کی نفی سے ہی ہو سکتی ہے اس لیے کہ انسان علائقِ دنیوی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے حجابت۔ اگر انسان بے حجاب مشاہدہ چاہتا ہے تو فنا اختیار کرے اور پردے چاک کر دے۔

[3] نے چناں۔ اس موت سے وہ موت مراد نہیں ہے جس کے بعد انسان قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے بلکہ اوصافِ جسمانی کی تبدیلی مراد ہے۔ مرد۔ جب انسان بالغ ہو جاتا ہے تو اُس کا بچپن فنا ہو جاتا ہے اگر کسی سیاہ چیز کو سرخ کر دو تو اس کی سیاہی مر جاتی ہے۔ رومیی۔ یعنی سُرخ رنگت۔ زنگی۔ یعنی سیاہی۔ خاک۔ مٹی جب سونا بن جاتی ہے اُس کا مٹی پن مُردہ ہو جاتا ہے غم جب خوشی میں بدل جاتا ہے، غم مر جاتا ہے۔ مصطفیؐ۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی مردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے شرط کی جزا ساتواں شعر مرا ابوبکر ہے۔ می رود۔ اگر کوئی ایسے مردے کو دیکھنا چاہے جو زندوں کی طرح زمین پر چلتا پھرتا ہے وہ مردہ ہو اور اس کی روح کو عالمِ بالا منتقل ہونے کی ضرورت نہ رہی ہو۔

زانکہ[1] پیش از مرگ اُو کردست نقل ... ایں بمُردن فہم آید نے بعقل
کیونکہ وہ مرنے سے قبل منتقل ہو گئی ہے ... یہ مرنے سے سمجھ میں آئے گا، نہ کہ عقل سے

نقل باشد نے چو نقلِ جانِ عام ... ہمچو نقلے از مقام تا مقام
منتقل ہونا ہوتا ہے، عوام کے منتقل ہونے کی طرح نہیں ... ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہونے کی طرح

ہر کہ خواہد کُو بہ بیند بر زمیں ... مُردہَ را می رود ظاہر چنیں
جو چاہے کہ زمین پر دیکھے ... مردے کو جو بظاہر چل رہا ہے

مر ابوبکرِؓ تقی را گو بہ بیں ... شُد ز صدیقی امیر المحشریں
کہہ دو، کہ وہ متقی ابوبکرؓ کو دیکھ لے ... جو صدیقیت کی وجہ سے محشر والوں کے سردار بن گئے ہیں

اندریں نشاۃ نگر صدیقؓ را ... تا بحشر[2] افزوں کُنی تصدیق را
تو اس زندگی میں صدیقؓ کو دیکھ لے ... تاکہ حشر کی تصدیق میں اضافہ کر لے

پس محمدؐ صد قیامت بُود نقد ... زانکہ حل شُد در فنایش حلّ و عقد
تو محمدؐ فی الحال سو قیامت تھے ... کیونکہ آپ کے دربار میں معاملہ حل ہو گیا

زادہَ ثانی ست احمدؐ در جہاں ... صد قیامت بُود اُو اندر عیاں
دنیا میں احمدؐ کی دوسری ولادت ہے ... آپ، کھلم کھلا سو قیامتیں تھے

زو[3] قیامت را ہمی پرسیدہ اند ... کاے قیامت تا قیامت راہ چند
اُن سے لوگ قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ... کہ اے قیامت! قیامت تک کس قدر راستہ ہے؟

با زبانِ حال می گفتے بسے ... کہ ز محشر حشر را پُرسد کسے
آپ اکثر زبان حال سے فرما دیتے ... کہ محشر کو کسی نے پوچھا ہے؟

بہرِ ایں گفت آں رسولِؐ خوش پیام ... رمزِ مُوتُوا قَبلَ مُوتُوا یا کرام
اسی لیے خوش خبر رسولؐ نے فرمایا ہے ... اشارہ، اے کرام! مرنے سے پہلے مر جاؤ

ہمچنانکہ مُردہ ام من قبلِ موت ... زاں طرف آوردہ ام ایں صیت و صوت
جیسا کہ میں مرنے سے پہلے مُردہ ہوں ... اُسی سے شہرت اور آواز لایا ہوں

---

[1] زانکہ۔ ظاہری موت کے بعد روح کے منتقل ہونے کو عقلاً نہیں سمجھا جا سکتا ہے، اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مقام فنا حاصل کر لیا ہو۔ نقل۔ یہ روح کا عالم بالا کی طرف منتقل ہو جانا اسطرح کا ہے جیسے زندہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مر ابوبکرؓ۔ یہ شعر اُس شرط کی جزا ہے یعنی جو چلتے پھرتے مُردے کو دیکھنا چاہے وہ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لے یہ قول حدیث کے نام سے مشہور ہے لیکن اُس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے وہ یہ ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ "جو شخص ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ ابوقحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے۔

[2] تا بحشر۔ حشر مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، ابوبکرؓ کو دیکھ کر اُس کو اس کا یقین آ جائے گا اُن کو فنا کے بعد بقا حاصل ہو گئی ہے۔ پس محمدؐ۔ قیامت میں فنا کے بعد بقا حاصل ہو گی اسی طرح آنحضورؐ کی صحبت اور دربار میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ زادہ۔ آنحضورؐ کو خود فنا کے بعد بقا حاصل تھی اس لیے آنحضورؐ گویا قیامت کا نمونہ تھے۔

[3] زو۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب آئیگی۔ با زبانِ حال۔ آپ اُن کو زبان حال سے جواب دیتے تھے کہ قیامت کو قیامت سے کون دریافت کرتا ہے۔ بہرِ ایں۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یہ حدیث ثابت نہیں ہے ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ صوفیاء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے فنا کا درجہ حاصل کر لو۔ ہمچنانکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں موت طبعی سے پہلے مر چکا ہوں اسی لیے اس عالم سے یہ باتیں لا کر سناتا ہوں۔ صیت۔ شہرہ، آواز۔ صوت۔ آواز۔

پس[1] قیامت شو قیامت را ببیں — دیدنِ ہر چیز را شرط ست ایں

تو قیامت بن جا، قیامت دیکھ لے — ہر چیز کے دیکھنے کی یہ شرط ہے

تانگردی اُو ندانیش تمام — خواہ آں انوار باشد یا ظلام

جب تک تو وہ نہ بنے گا اس کو پورا نہ سمجھے گا — خواہ وہ نور ہوں یا تاریکی

تانگردی اُو ندانی ایں تمام — خواہ اُو آزاد باشد یا غلام

اگر تو وہ نہ بنے گا، اس کو نہ سمجھے گا — خواہ وہ آزاد ہو، یا غلام ہو

عقل گردی عقل را دانی کمال — عشق گردی عشق را بینی جمال

عقل بن جا، عقل کو مکمل جان لے گا — عشق بن جا، عشق کا حسن دیکھ لے گا

گفتمے[2] برہانِ ایں دعویٰ مبیں — گر بُدے ادراک اندر خوردِ ایں

میں اس دعویٰ کی واضح دلیل پیش کر دیتا — اگر سمجھ اس کے لائق ہوتی

ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار — گر رسد مُرغے قنق انجیر خوار

ادھر انجیر بہت سستا ہے — اگر انجیر کھانے والا پرند مہمان آئے

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند — دمبدم در نزع و اندر مُردن اند

تمام دنیا میں اگر مرد اور عورتیں ہیں — ہر وقت نزع اور مرنے میں ہیں

ایں سخن شاں را وصیتہا شمر — کہ پدر گوید دراں دم باپسر

اُن کی ان باتوں کو وصیت شمار کر — جو بات اُس وقت باپ بیٹے سے کہتا ہے

تا بروید غیرت و رحمت بدیں — تا بِبُرّد بیخِ بغض و رشک و کیں

تاکہ اُس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو — تاکہ بغض اور رشک اور کینہ کی جڑ کٹ جائے

تو[3] بداں نیّت نگر در اقرُبا — تا ز نزعِ اُو بسوزد دل تُرا

تو رشتہ داروں کو اسی نیت سے دیکھ — تاکہ اُس کے نزع سے تیری دلسوزی ہو

کلُّ آتٍ آتَ آں را نقد داں — دوست را در نزع و اندر فقد داں

''جو آنے والا ہے آ گیا'' اس کو اس وقت سمجھ لے — دوست کو نزع اور گم ہونے میں سمجھ لے

در غرضہا زیں نظر گردد حجیب — ایں غرضہا را بروں افگن ز جیب

اگر اغراض اس نظر کا پردہ بنیں — ان غرضوں کو جیب سے نکال پھینک

---

[1] پس قیامت۔ آنحضورؐ نے سوال کرنے والے سے فرمایا تو خود قیامت بن جا تب تجھے قیامت کا مشاہدہ ہو جائے گا ہر چیز کے مشاہدے کی یہی شرط ہے کہ اُس چیز میں اس قدر انہماک ہو جائے کہ وہ مشاہد خود وہ چیز بن جائے۔ تانگردی۔ جب تک انسان روشنی کے آثار اپنے اُوپر طاری نہ کرے گا روشنی کو نہ دیکھ سکے گا اسی طرح عقل اور عشق کے آثار طاری کر لینے سے عقل اور عشق کو جان سکے گا۔

[2] گفتمے۔ یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اس قاعدے کے مطابق تو جب تک انسان خدا نہ بن جائے ذاتِ حق کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن نہیں، مولانا اس کو شاید اس طرح سمجھاتے کہ بے شک مشاہدے کے لیے خدا کے ساتھ اتحاد فی الصفات ضروری ہے اور جب تک انسان تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کا مصداق نہ بن جائے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لیکن اس اتحاد کا سمجھنا عام عقلوں سے بالاتر ہے۔ ہست۔ ہمارے پاس اس قسم کے دلائل بہت ہیں، لیکن اُن کے سمجھنے والے کم ہیں۔ در ہمہ۔ یہ تصور قائم کرو کہ دنیا کے تمام انسان موت کے نزع میں مبتلا ہیں اور ان کی باتیں گویا مرنے کے وقت کی باتیں ہیں یہ صوفیا کی اصطلاح میں مراقبۂ موت کہلاتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں ایک غیرت اور حمیت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔

[3] تو بداں نیت۔ رشتہ داروں کے بارے میں نزع کی کیفیت کا تصور کرو گے تو تمہارے دل میں سوز و گداز پیدا ہو گا۔ کل آت۔ جو موت آنے والی ہے سمجھو کہ وہ آ گئی۔ در غرضہا۔ اگر نفسانی اغراض اس مراقبہ سے مانع ہوں تو اُن کو دل سے نکال دو۔ جیب۔ یعنی دل۔

ورنیاری[1] خشک بر عجزے مایست — زانکہ با عاجز گزیدہ معجزیست

اگر تو نہ کر سکے محض عجز پر قائم نہ رہ — کیونکہ ہر عاجز کے ساتھ ایک برگزیدہ عاجز کرنے والا ہے

عجز زنجیریست زنجیرت نہاد — چشمِ در زنجیر نہ باید گشاد

عجز ایک زنجیر ہے، اُس نے تجھے زنجیر میں باندھ دیا — زنجیر دھرنے والے میں آنکھ کھولنی چاہیے

پس تضرّع کن کہ اے ہادیِ زیست — باز بُودم پشّہ گشتم ایں ز چیست

پھر عاجزی کر کہ اے زندگی کے ہادی! — میں باز تھا، مچھر بن گیا ہوں، اس کی کیا وجہ ہے؟

سخت تر افشردہ ام در شر قدم — کہ لفی خسرم ز قہرت دمبدم

میں نے شر میں سختی سے قدم جمایا ہے — کیونکہ تیرے قہر کی وجہ سے میں مسلسل ٹوٹے میں ہوں

از[2] نصیحتہایِ تو کر بُودہ ام — بُت شکن دعوٰی و بتگر بُودہ ام

میں تیری نصیحتوں سے بہرا ہو گیا ہوں — دعویٰ بُت شکنی کا ہے اور میں بُت گر ہو گیا ہوں

یادِ صنعت فرض، تریا یادِ مرگ — مرگ مانندِ خزاں تو اصل و برگ

دستکاری کی یاد زیادہ ضروری ہے یا موت کی — موت خزاں کی طرح ہے تو پتے اور جڑ ہے

سالہا ایں مرگ طبلک می زند — گوشِ تو بیگاہ جنبش میکُند

موت سالوں سے ڈھپڑی بجا رہی ہے — تیرا کان بے وقت حرکت کرے گا

گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ — ایں زماں کردت ز خود آگاہ مرگ

جان نکلنے کے وقت ہائے موت کہے گا — موت نے اب تجھے اپنے آپ سے باخبر کیا

ایں[3] گلویِ مرگ از نعرہ گرفت — طبلِ اُو بشگافت از ضرب اے شگفت

نعرے میں موت کا یہ گلا بیٹھ گیا — ہائے تعجب، پیٹنے سے اُس کا ڈھول پھٹ گیا

در دقائق خویش را در بافتی — رمزِ مُردن ایں زماں دریافتی

تو نے اپنے آپ کو باریکیوں میں جلا رکھا — مرنے کی حقیقت اب پہچانا

تشبیہ مغفلے کہ عمر ضائع کند و وقتِ مرگ دراں تنگا تنگ

اُس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اس تنگی میں

توبہ و استغفار کردن گیرد و بہ تعزیت داشتن شیعہ اہلِ

توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے

۔ حلب ماند ہر سالے در ایامِ عاشورا بدروازۂ انطاکیہ و

مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزا داری کرتے ہیں اور

---

[1] درنیاری۔ اگر تم ان اغراض کو دل سے نہ نکال سکو تو اپنے اس عجز پر قائم نہ رہو۔ عجز۔ یہ تمہارا عاجز ہونا ایک زنجیر ہے جو زنجیر باندھنے والے نے باندھی ہے اُس کی طرف رجوع کرو۔ پس۔ اس زنجیر باندھنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے کہو کہ اے حقیقی زندگی کی طرف ہدایت کرنے والے میں فطرت کے اعتبار سے باز تھا اب عاجز مچھر کیوں بن گیا ہوں، اب میں نے بُرائی میں قدم جما رکھا ہے اور تیرے قہر کی وجہ سے میں ٹوٹے میں جتلا ہوں۔

[2] از نصیحتہای۔ میں نصیحتوں سے بہرا بن گیا تھا، بت شکنی کا مدعی تھا لیکن دراصل میں بتگر تھا۔ یاد صنعت۔ اے موت سے غافل تو یہ بتا کہ تیرے لیے اپنی دستکاری کی یاد ضروری ہے یا موت کی یاد، موت بمنزلہ خزاں کے ہے اور تو پتہ ہے جو خزاں میں لامحالہ جھڑ جاتا ہے۔ سالہا۔ موت اپنا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے لیکن تو نہیں سنتا ہے جب سننے کا وقت ختم ہو جائے گا تب تو سنے گا نزع کے وقت تو ہائے موت کہے گا اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

[3] ایں گلو۔ اعلان کرتے کرتے موت کا گلا بیٹھ گیا اور اس کا نقارہ پھٹ گیا لیکن تو دنیاداری کی باریکیوں میں لگا رہا نزع کے وقت اس کے اشارے کو سمجھا۔ تشبیہ۔ انسان کی موت کے وقت کی آہ وزاری ایسی ہی ہے جیسا کہ شیعہ صاحبان کا شہدائے کربلا پر ہر عاشورا کو نوحہ کرنا۔

رسیدنِ غریب شاعر از سفر و پُرسیدن کہ ایں غریو[1] و نعرہ
ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ

چہ تعزیت ست تا فرا خورِ آں مرثیہ گوید
کس کی تعزیت میں ہے تاکہ اُس کے مناسب مرثیہ پڑھے

روزِ عاشورا ہمہ اہلِ حلب ‌ ‌ بابِ انطاکیہ اندر تا بشب
عاشورے کے دن سب حلب کے باشندے ‌ ‌ انطاکیہ کے دروازے میں رات تک

گِرد آید مرد و زن جمعے عظیم ‌ ‌ ماتمِ آں خانداں دارد مقیم
مردوں اور عورتوں کا بڑا مجمع جمع ہوتا ہے ‌ ‌ اس خاندان کا ماتم قائم رکھتا ہے

نالہ و نوحہ کُنند اندر بُکا ‌ ‌ شیعہ عاشورا برائے کربلا
رونے میں نالہ اور نوحہ کرتے ہیں ‌ ‌ شیعہ، عاشورے میں کربلا کے لیے

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں ‌ ‌ کز یزید و شمر دید آں خانداں
وہ ظلم اور آزمائش شمار کرتے ہیں ‌ ‌ جو اُس خاندان نے یزید اور شمر سے دیکھی ہیں

از غریو نعرہا در سرگذشت ‌ ‌ پُر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
گذرے ہوئے معاملہ میں نعروں کے شور سے ‌ ‌ صحرا اور دشت پُر ہو جاتا ہے

یک غریبے شاعرے ازرہ رسید ‌ ‌ روزِ عاشورا و آں افغاں[2] شنید
راستہ سے ایک مسافر شاعر آ پہنچا ‌ ‌ عاشورا کے دن اور اُس نے وہ شور سُنا

شہر را بگذاشت واں سُو رای کرد ‌ ‌ قصد جُست و جوئے آں ہیہائے کرد
شہر کو چھوڑا اور اُس جانب کی رائے کر لی ‌ ‌ اُس ہائے ہائے کی جستجو کا ارادہ کیا

پُرس پُرساں می شد اندر افتقاد ‌ ‌ چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
وہ جستجو میں پوچھتا پوچھتا چلا ‌ ‌ یہ غم کیا ہے اور یہ ماتم کس کا ہے؟

ایں[3] رئیسے زفت باشد کو بمرد ‌ ‌ ایں چنیں مجمع نباشد کار خُرد
یہ کوئی بڑا رئیس ہو گا جو مر گیا ہے ‌ ‌ اس طرح کا مجمع چھوٹی بات نہ ہو گی

نامِ اُو القابِ اُو شرحم دہید ‌ ‌ کہ غریبم من شما اہلِ دہید
اس کا نام اور اُس کے القاب مجھے بتاؤ ‌ ‌ کیونکہ میں پردیسی ہوں، تم گاؤں والے ہو

چیست نام و پیشہ و اوصافِ اُو ‌ ‌ تا بگویم مرثیہ ز الطافِ اُو
اُس کا نام اور پیشہ اور اوصاف کیا ہیں؟ ‌ ‌ تاکہ میں اُس کی مہربانیوں کا مرثیہ کہوں

---

[1] غریو۔شور۔ فراخور۔ مناسب حال۔ عاشورا۔ محرم کی دسویں تاریخ۔ آں خانداں۔ یعنی اہلِ بیتِ اطہار۔ کربلا۔ اس علاقہ میں امام حسینؓ اور ان کے ساتھی شہید کیے گئے ہیں۔ یزید۔ اس کے دورِ حکومت میں یہ واقعہ پیش آیا۔ شمر۔ یہ حضرت حسینؓ کا قاتل ہے۔

[2] افغاں۔ شور، فریاد۔ آں سو۔ یعنی حلب کا انطاکیہ کی جانب کا دروازہ۔ افتقاد۔ گم شدہ کی تلاش۔

[3] ایں۔ اُس شاعر نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ یہ ماتم یقیناً کسی بڑے انسان کا ہوگا مجھے نام اور اُس کے اوصاف بتادو میں اُس کا مرثیہ کہوں گا تاکہ کچھ سامان اور لنگر مجھے بھی مل جائے۔

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم — تا ازیں جا برگ و لانگے برم
میں مرثیہ تیار کروں گا کیونکہ میں شاعر انسان ہوں — تاکہ یہاں سے سامان اور لنگر حاصل کروں

آں[1] یکے گفتش کہ ہے دیوانہء — تو نہء شیعہ عدوِ خانہء
ایک شخص نے اُس سے کہا، ہائیں! تو دیوانہ ہے — تو شیعہ نہیں ہے، اہلِ بیت کا دشمن ہے

روزِ عاشورا نمیدانی کہ ہست — ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است
تجھے معلوم نہیں کہ عاشورے کا دن ہے — اُس جان کا سوگ ہے جو ایک قرن سے بہتر ہے

پیشِ مومن کے بُود ایں غصہ خوار — قدرِ عشقِ گوش عشقِ گوشوار
مومن کے لیے یہ رنج بے وقعت کب ہو گا؟ — کان کے عشق کے بقدر گوشوارہ کا عشق ہوتا ہے

پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح — شُہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوحؑ
مومن کے لیے اُس پاک روح کا ماتم — نوحؑ کے سیکڑوں طوفانوں سے زیادہ مشہور ہو گا

نکتہ گفتنِ آں شاعر جہتِ طعنِ شیعہء حلب

شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لیے ایک نکتہ کہنا

گفت[2] آرے لیک کو دَورِ یزید — کے بُدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید
اُس نے کہا ہاں، لیکن یزید کا زمانہ کہاں؟ — یہ رنج کب پہنچا تھا؟ یہاں کس قدر دیر میں پہنچا

چشمِ کوراں آں خسارت را بدید — گوشِ کَراں آں حکایت را شُنید
اندھوں کی آنکھ نے اُس نقصان کو دیکھا — بہروں کے کان نے وہ قصہ سُنا

خفتہ بُودستید تا اکنوں شما — کہ کنوں جامہ دریدید از عزا
کیا تم اب تک سو رہے تھے؟ — کہ تم نے اب تعزیت میں کپڑے پھاڑے

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں — زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں
اے غافلو! اپنا ماتم کرو — کیونکہ یہ گہری نیند بُری موت ہے

رُوحِ[3] سلطانے ز زندانے بجست — جامہ چہ دریم و چہ خائیم دست
ایک شاہ کی رُوح قید خانہ سے چھوٹ گئی — ہم کپڑے کیا پھاڑیں ہاتھ کیا چبائیں؟

چونکہ ایشاں خسروِ دیں بُودہ اند — وقتِ شادی شُد چو بشکستند بند
چونکہ وہ دین کے شاہ ہوئے ہیں — جب انھوں نے بیڑی توڑ دی، خوشی کا وقت ہے

سُوئے شادُروانِ دولت تاختند — کُندہ و زنجیر را انداختند
وہ سلطنت کے خیمہ کے طرف دوڑ گئے — اُنھوں نے کاٹھ اور بیڑی کو پھینک دیا

---

[1] آں یکے۔ایک صاحب نے اُس شاعر کو جواب دیا کہ تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے تو شیعہ نہیں ہے اہلِ بیت کا دشمن ہے تجھے معلوم نہیں کہ دسویں محرم ہے اور اُس جان کا ماتم ہو رہا ہے جو ایک پیڑی سے افضل تھی، ایک مسلمان کے لیے یہ قصہ معمولی نہیں ہے جتنی آنحضورؐ سے محبت ہوگی اُسی قدر اُن کے اہلِ بیت سے محبت ہوگی۔
پیشِ مومن۔ایک مسلمان کے لیے اس نیک روح کا ماتم حضرت نوحؑ کے سو طوفانوں سے زیادہ مشہور ہے۔

[2] گفت۔شاعر نے کہا جو تو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن یزید کا دور گذرے ہوئے تو عرصہ دراز گذر گیا اور یہ واقعہ اُسوقت ہوا تھا یہاں اتنے عرصہ بعد خبر پہنچی یہ واقعہ تو ایسا دردناک تھا کہ اندھوں اور بہروں تک نے دیکھ لیا اور سُن لیا، کیا تم اُسوقت سو رہے تھے جواب ماتم میں کپڑے پھاڑ رہے ہو اگر تم اسقدر غافل ہو تو اپنے اوپر ماتم کرو۔

[3] روحِ سلطانے۔حضرت حسینؓ ایک شاہ تھے اُن کی روح قید خانہ سے چھوٹ گئی تو اس پر ماتم کا کیا موقع ہے اَلدُّنیا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ "دنیا مومن کا قید خانہ ہے" شادرواں۔خیمہ۔کُندہ و زنجیر۔کاٹھ اور زنجیر جو قیدی کے ہاتھ پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔

روزِ[1] مُلک ست و گہِ شاہنشہی
سلطنت کا دن ہے اور شہنشاہی کا وقت ہے
گر تو یک ذرّہ از ایشاں آگہی
اگر تو ایک ذرّہ بھی اُن سے واقف ہے

ور نۂ آگہ برو برخود گری
اور اگر تو واقف نہیں ہے، جا اپنے اُوپر رو
زانکہ در انکارِ نقل و محشری
کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

بردل و دینِ خرابت نوحہ کُن
اپنے برباد دل اور دین پر نوحہ کر
کہ نمی بیند جز ایں خاکِ کہن
کیونکہ وہ اس پرانی مٹی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

ور ہمی بیند چرا نبُود دلیر
اور اگر دیکھتا ہے کیوں دلیر نہ ہو گا؟
پُشت دار و جاں سپار و چشم سیر
بھروسہ کرنے والا اور جان دینے والا اور سیرچشم

در رُخت کُو ازمیِ دیں فرّخی
تیرے چہرے پر دین کی شراب کی رونق کہاں ہے؟
گر بدیدی بحر کُو کفِ سخی
اگر تو نے سمندر دیکھا ہے تو سخی ہاتھ کہاں ہے؟

آنکہ[2] جُو دید آب را نکُند دریغ
جس نے نہر دیکھ لی، وہ پانی کی ممانعت نہیں کرتا
خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ
خصوصاً جس نے وہ سمندر اور ابر دیکھ لیا ہو

تمثیلِ مردِ حریص نا بینندۂ رزّاقیِ حق را و خزائنِ رحمت
اُس لالچی کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزّاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا

اُو را بمورے کہ در خرمن گاہِ بزرگ باوانۂ گندم می کوشد
نہیں ہے، اُس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے

و می جوشد و می لرزد و بعجیل می کشد وُسعتِ آں
اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے، اُس ڈھیر

خرمن را می بیند
کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

مور[3] بردانہ ازاں لرزاں شوَد
چیونٹی دانہ پر اس لیے لرزتی ہے
کو ز خرمنہاِ خوش عمیاں بُود
کیونکہ وہ اچھے ڈھیروں سے اندھی ہوتی ہے

می کشد آں دانہ را با حرص و بیم
حرص اور ڈر سے، دانہ کو کھینچتی ہے
کو نمی بیند چناں چاشِ عظیم
کیونکہ وہ ایسے ڈھیر کو نہیں دیکھتی ہے

صاحبِ خرمن ہمی گوید کہ ہے
ڈھیر والا کہتا ہے، کہ افسوس ہے
اے زکوری پیشِ تو معدوم، شے
او! اندھے پن کی وجہ سے تیرے لیے معدوم، کوئی چیز ہے؟

---

[1] روزِ ملک۔ یہ اُن کے شہنشاہ بننے کا وقت ہے اگر تو اس سے واقف نہیں ہے تو اپنے اوپر ماتم کر۔ بردل۔ تجھے اپنے دل اور دین پر ماتم کرنا چاہیے کیونکہ تجھے اس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ورہمی۔ اگر وہ دوسرے عالم کو دیکھتا ہے تو اُس کے حصول کے لیے بہادر اور جانباز اور دنیا سے چشم سیر کیوں نہ ہوگا۔ دررُخت۔ جو عالم آخرت کو دیکھتا ہے اُس کے چہرے پر ایک خاص نُور رہتا ہے۔ بحر۔ جو سمندر کے خزائن کو دیکھ لیتا ہے پھر وہ سخاوت میں دریغ نہیں کرتا ہے۔

[2] آنکہ۔ جس نے نہر دیکھ لی ہو وہ کبھی پانی پر بخل نہ کرے گا۔ تمثیل۔ جس نے حضرتِ حق کے خزانے نہیں دیکھے ہیں اُس کی مثال اُس چیونٹی کی سی ہے جو غلہ کے بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ ہی کو سب کچھ سمجھ رہی ہے۔

[3] مور۔ چیونٹی جو ایک دانہ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے ڈھیروں سے اندھی ہے۔ چاش۔ خرمن ہائے۔ تو اندھے پن سے ناچیز کو چیز سمجھ رہی ہے۔

تو زِ[1] خرمنہای ما آں دیدۂ
تو نے ہمارے ڈھیروں میں سے وہی دیکھا ہے

کہ دراں دانہ بجاں پیچیدۂ
کہ اُس دانے میں (دل و) جان سے چپٹی ہوئی ہے

اے بصورت ذرّہ کیواں رابہبیں
اے وہ جو بظاہر ذرّہ ہے! زحل کو دیکھ

مورِ لنگی رَو سلیماں را ببیں
تو لنگڑی چیونٹی ہے، جا سلیمان کو دیکھ

تونۂ ایں جسم بل آں دیدۂ
تو یہ جسم نہیں ہے، بلکہ وہ آنکھ ہے

وارہی از جسم گر جاں دیدۂ
اگر تو جان کو دیکھ لے، جسم سے نجات پا جائے

آدمی دیدست و باقی لحم و پوست
آدمی دید ہے، اور باقی گوشت و پوست ہے

ہرچہ چشمش دیدہ است آں چیز اُوست
جو اُس کی آنکھ نے دیکھا ہے، چیز وہی ہے

کوہ را غرقہ کند یک خُم زنم
ایک مٹکا پہاڑ کو ڈبو دیتا ہے

چشمِ خُم چوں باز باشد سُوئے یم
جبکہ مٹکے کی آنکھ سمندر کی جانب کھلی ہوئی ہو

چوں بدریا راہ شد از جانِ خم
جب مٹکے کی جان سے دریا کی جانب راستہ ہو جاتا ہے

خُم با جیحوں بر آرد اُشتلم
مٹکا، جیحوں سے زور آزمائی کرتا ہے

زاں[2] سبب قل گفتۂ دریا بُود
اسی وجہ سے "کہہ دے" دریا کا کہا ہوا ہو گا

گرچہ نُطقِ احمدِ گویا بُود
اگرچہ بولنے والے احمدؐ کا بول ہو گا

گفتۂ[3] اُو جملہ درِّ بحر بوذ
اُن کا کہا ہوا سب سمندر کا موتی تھا

کہ دلش را بُود در دریا نفوذ
کیونکہ اُن کے دل کا دریا میں نفوذ تھا

دادِ دریا چوں ز خُمِ ما بُود
جب ہمارے مٹکے سے دریا کی عطا ہو

چہ عجب ور ماہیے دریا بُود
کیا تعجب ہے! اگر کوئی مچھلی دریا بن جائے

چشمِ حِس افسُردہ بر نقشِ مَمَر
حس کی آنکھ راستہ کے نقش پر ٹھٹھری ہوئی ہے

تُش ممر می بیٖنی و اُو مُستقَر
تو اُس کو گذرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ قرارگاہ ہے

ایں دوئی اوصافِ دیدِ احوَل ست
یہ دوئی، بھینگا دیکھنے کے اوصاف میں سے ہے

ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ست
ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ہے

---

[1] تو۔اُس چیونٹی نے اُس ڈھیر میں سے صرف یہی دانہ دیکھا۔اے بصورت۔انسان جسم کے اعتبار سے ایک حقیر ذرہ ہے لیکن روح کے اعتبار سے سب سے اُونچا زُحل ستارہ ہے۔مورِ لنگی۔انسان جسم کے اعتبار سے لنگڑی چیونٹی ہے روح کے اعتبار سے سلیمان ہے۔تونۂ۔انسان جسم کا نام نہیں ہے بلکہ انسان دیدۂ حق بیں ہے۔ آدمی۔انسان کی حقیقت دیدِ حق کا آلہ یعنی رُوح ہے اور بقیہ محض گوشت پوست ہے۔جو کچھ اُس کی حق بیں آنکھ دیکھتی ہے، چیز وہی ہے ورنہ سب ناچیز ہے۔کوہ۔وہ مٹکی جس کا تعلق سمندر سے ہو وہ اپنے پانی میں پہاڑ کو غرق کر دیتی ہے۔اُشتلم۔زور، غلبہ۔

[2] زاں سبب۔چونکہ آنحضورؐ کے صفات، حضرتِ حق کے صفات میں فنا ہو چکے تھے لہٰذا آنحضورؐ کا مقولہ حضرتِ حق تعالیٰ کا مقولہ ہے۔قرآن میں مختلف جگہ پر لفظ "قل" آیا ہے وہ بظاہر آنحضورؐ کا مقولہ ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے۔شعر (گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بُود)

[3] گفتۂ اُو۔آنحضورؐ کے دل کی وابستگی جبکہ بحرِ حقیقت سے تھی تو آپ کا مقولہ اُسی سمندر کا موتی ہے۔دادِ دریا۔جبکہ پوری اطاعت کے بعد انسانوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کہ کسی عارف کو فنافی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ماہی۔یعنی عارف۔دریا۔یعنی بحرِ حقیقت۔چشمِ حس۔جس مٹکی میں سے سمندر کا پانی گذر رہا ہے تیری ظاہر بیں نظر محض پانی کی گذرگاہ کو دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ خود سمندر ہے۔ممر۔یعنی نلی۔تُش۔تو اُس۔مستقر۔ یعنی دریا۔ایں دوئی۔مٹکی اور بحر کو دو سمجھنا بھینگا پن ہے ورنہ دونوں میں اتحاد ہے۔

ہیں[1] گذر از نقشِ خُم در خُم نگر
خبردار! مٹکے کی صورت سے بڑھ، مٹکے میں دیکھ

کاندر و بحر ست بے پایان و سر
اُس میں سمندر ہے، جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا

پاک از آغاز و آخر آں عذاب
وہ شیریں پانی ابتدا اور انتہا سے پاک ہے

ماندہ محروماں ز قہرش در عذاب
محروم اُس کے قہر سے عذاب میں ہیں

تا چنیں سِر در جہاں ظاہر شود
تاکہ ایسا راز دنیا میں ظاہر ہو جائے

مُقبِل اندر جستجو ماہر شود
نصیبہ ور جستجو میں ماہر ہو جائے

تافزاید[2] در جہاد و کوشش او
تاکہ وہ مجاہدے اور کوشش میں ترقی کرے

تا میسّر گردش دیدارِ ہُو
تاکہ اُس کو اللہ (تعالیٰ) کا دیدار میسر آ جائے

اہلِ دل ہمچوں کہ جُو درو ے رواں
اہلِ دل ایسے ہیں کہ نہر اُن میں جاری ہے

بے دوئی یک گشتہ با دریائے جاں
جان کے دریا کے ساتھ بغیر دوئی کے ایک ہو گئے ہیں

ایں چنیں خم را تو در یم داں یقیں
ایسے مٹکے کو تو یقیناً دریا میں سمجھ

زندہ ازوے آسمان و ہم زمیں
اُس سے آسماں بھی زندہ ہے اور زمین بھی

بلکہ وحدت گشت اُو را در وصال
بلکہ وصال میں اُس کو وحدت حاصل ہو گئی ہے

شُد خطاب اُو خطابِ ذُوالجلال
اُس کا کلام (اللہ) ذُوالجلال کا کلام بن گیا ہے

بعد ازاں گوید ھم منصور وار
اُس کے بعد وہ منصور کی طرح اناالحق کہتا ہے

تا شود بردارِ شہرت اُو سوار
تاکہ وہ بدنامی کی سولی پر سوار ہو جائے

ہے[3] زچہ معلوم گردد ایں زبعث
ہاں یہ کس طرح سے معلوم ہوگا؟ دوبارہ زندہ ہونے سے

بعث راجُو، کم کُن اندر بعث بحث
دوبارہ زندگی کو تلاش کر، دوبارہ زندہ ہونے میں بحث نہ کر

شرطِ روزِ بعث اوّل مُردن ست
دوبارہ زندہ ہونے کے دن کی شرط، پہلے مر جانا ہے

زانکہ بعث از مُردہ زندہ کردن ست
کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا، مُردے سے زندہ کرنا ہے

جُملہ عالم زیں غلط کردند راہ
تمام جہاں نے اسی لیے راستہ غلط کر لیا

کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
کہ وہ عدم سے ڈرتے ہیں اور وہی پناہ ہے

از کُجا جوئیم عِلم، از ترکِ عِلم
ہم علم کہاں سے تلاش کریں، علم کو ترک کریئے

از کُجا جوئیم سِلم، از ترکِ سِلم
صلح کہاں سے تلاش کریں، صلح کو ترک کریئے

---

[1] ہیں۔ مٹکے کو نہ دیکھ جو کچھ مٹکے میں ہے اس کو دیکھ اُس میں ایک لامحدود سمندر ہے انسان کامل کے اندر فیوضِ الٰہی ہیں جو لامحدود ہیں جو پاک اور شیریں ہیں جو شخص اُن فیوض سے محروم ہے وہ خدائی قہر کی وجہ سے عذاب میں ہے۔ تا چنیں۔ کامل، انسان کو اُن فیوض کا مظہر بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اُس سے رازِ وحدت ظاہر ہو اور کوئی بلند اقبال اُس کی جستجو میں لگے۔

[2] تافزاید۔ اس مظہر کو دیکھ کر بانصیب، مزید مجاہدے اور کوشش میں لگے گا اور اُس کو مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔ اہلِ دل۔ اہلِ دل کی مثال یہ سمجھو کہ اُن میں ایک نہر جاری ہے اور ان کو ذاتِ حق سے اتحاد حاصل ہے۔ ایں چنیں۔ یہی اہلِ دل وہ ہیں جن سے زمین آسمان قائم ہے۔ بلکہ۔ اتحاد تو دو چیزوں میں ہوتا ہے اُن کا ذاتِ حق سے ایسا ہی وصال ہے کہ دوئی ختم ہو چکی ہے اب ان کی بات خدا کی بات ہے۔ بعد ازاں۔ جب یہ وحدت حاصل ہو جاتی ہے وہ منصور حلاج کی طرح اناالحق کا نعرہ لگا دیتا ہے اور موت کی سولی نہ سہی بدنامی کی سولی پر چڑھ جاتا ہے۔

[3] ہے۔ یہ تعلق مع اللہ بقا بعد الفنا سے معلوم ہوگا اور اس مقام میں بحث نہ کرو اس کو حاصل کرو۔ بعث۔ یعنی بقا بعد الفنا۔ شرط۔ حشر اور بعث بعد الموت جب ہی ہوگا جبکہ پہلے موت آ جائے گی کیونکہ بعث تو مرنے کے بعد زندہ کرنے کو کہتے ہیں تو اس بعث کے لیے موت ضروری ہے جو موت سے ڈرتے ہیں ان کی راہ غلط ہے۔ از کجا۔ تعلق مع اللہ کا علم جب ہی حاصل ہوگا جب تعلق غیر اللہ کا علم چھوڑ دو گے اللہ سے صلح اور محبت جب ہی پیدا ہوگی جب غیر اللہ سے تعلق منقطع کرو گے۔

از کُجا جوئیم حال[1] از ترکِ حال ——— از کُجا جوئیم قال، از ترکِ قال
حال کہاں ہے تلاش کریں، حال کو چھوڑنے سے ——— قال کہاں ہے تلاش کریں، قال کو ترک کرنے سے

از کُجا جوئیم ہست، از ترکِ ہست ——— از کُجا جوئیم دست، از ترکِ دست
وجود کو کہاں سے تلاش کریں؟ وجود کو چھوڑنے سے ——— قدرت کو کہاں سے تلاش کریں، قدرت کو ترک کرنے سے

ہم تو تانیکرد یا نِعمَ المُعیں ——— دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
اے بہترین مددگار! تو ہی کر سکتا ہے ——— معدوم کو دیکھنے والی آنکھ کو، موجود کو دیکھنے والی

دیدۂ کو از عدم آمد پدید ——— ذاتِ ہستی راہمہ معدُوم دید
وہ آنکھ جو عدم سے آئی ——— اس نے موجود ذات کو بالکل معدوم دیکھا

ایں[2] جہانِ منتظم محشر شوَد ——— گر دو دیدہ مُبدل و انور شود
یہ منظم دنیا محشر بن جائے ——— اگر دونوں آنکھیں تبدیل اور منور ہو جائیں

زاں نماید ایں حقائق ناتمام ——— کہ بریں خاماں بُود فہمش حرام
یہ حقیقتیں غیر مکمل اس لیے نظر آتی ہیں ——— کہ ان ناقصوں کے لیے اُن کا سمجھنا حرام ہے

نعمتِ جَنّات خوش بر دوزخی ——— شُد محرّم گرچہ حق آمد سخی
عمدہ جنتوں کی نعمت دوزخی پر ——— حرام ہو گئی، اگرچہ اللہ (تعالیٰ) سخی ہے

در دہانش تلخ آمد شہدِ خُلد ——— چوں نبُود از وافیاں در عہدِ خُلد
جنت کا شہد، اُس کے منہ میں کڑوا ہے ——— چونکہ وہ عہدِ الست کے وفاداروں میں سے نہ تھا

مرشما[3] را نیز در سوداگری ——— دست کے جنبد چو نبُوَد مشتری
تمہارا بھی تجارت میں ——— ہاتھ کب ہلتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو؟

کے نظارہ ز اہل بخریدن بُوَد ——— آں نظارہ گول گردیدن بُود
تماشائی خریدنے کے اہل کب ہوتے ہیں؟ ——— وہ تماشا، بیہودہ گردی ہوتی ہے

پُرس پُرساں کایں بچندو آں بچند ——— از پئے تغییر وقت و ریشخند
پوچھتے پھرنا، کہ یہ کتنے کی اور وہ کتنے کی؟ ——— وقت کاٹنے کے لیے اور تفریح کے لیے ہے

از ملولی کالہ میخواہد ز تُو ——— نیست آنکس مُشتری و کالہ جو
تھکن (اُتارنے) کے لیے تجھ سے سودا مانگتا ہے ——— وہ شخص خریدار اور سامان کا جویاں نہیں ہے

---

[1] حالؔ۔ اخلاق اور اس کے مبادی اور آثار مثلاً شہوت ایک مذموم خُلق ہے اور میلان اُس کا مبداء ہے اور شہوت کا جماع اُس کا اثر ہے تو اُن کے چھوڑنے سے عفت پیدا ہوگی۔ قالؔ۔ یعنی قول بُرا قول چھوڑ دو گے تو اچھا قول حاصل کر سکو گے۔ ہستؔ۔ بقا فنا کے بعد حاصل ہوگی اور فنائے افعال سے بقائے افعال حاصل ہوگی۔ تاؔنی۔ توانی۔ دیدہ۔ یعنی فانی اشیا کو دیکھنے والی آنکھ کو تو باقی کو دیکھنے والی آنکھ بنا سکتا ہے۔ از عدم۔ ہماری جسمانی آنکھ عدم سے وجود میں آئی اُس کو معدوم سے ہی مناسبت ہے وہ وجودِ مطلق کو بھی معدوم دیکھتی ہے۔

[2] ایں جہاں۔ اگر یہ آنکھ حقیقت بین بن جائے تو وہ منظم دنیا کو محشر بنا ہوا دیکھے۔ زاںؔ۔ ناقص مکمل کو بھی ناقص دیکھتا ہے۔ نعمتؔ۔ جنت کی جس قدر نعمتیں ہیں وہ دوزخیوں پر حرام ہیں۔ در دہانش۔ دوزخی کے لیے جنت کا شہد بھی کڑوا ہو جائے گا۔ خُلد۔ جنت۔

[3] مرشما۔ جب تک خریدار نہ ہو سودا دینے میں سوداگر کا ہاتھ حرکت نہیں کرتا ہے اسی طرح جب کوئی اللہ کی جنت کا طالب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو جنت عطا نہیں کرتا ہے۔ نظارہ۔ تماشائی، بضرورتِ شعری میں نظارہ بغیر تشدید کے پڑھا جائے گا دوسرے مصرع میں بغیر تشدید کے لفظ نظارہ دیکھنے کے معنی میں ہے۔ پُرسؔ۔ تماشائی کا یہ پوچھنا کہ یہ چیز کتنے کی ہے اور وہ کتنے کی ہے محض وقت گذاری اور تفریح کے لیے ہوتا ہے۔ از ملولیؔ۔ وہ تھکن اُتارنے کے لیے سودا کرتا پھرتا ہے۔

کالہ[1] را صد بار دید و باز داد — جامہ کے پیمود اُو پیمود باد
اُس نے سودے کو سو بار دیکھا اور واپس کر دیا — اُس نے کپڑا کب ناپا؟ ہوا ناپی

گو قدوم و کرّ وفرِّ مُشتری — گو مزاح و گنگلی و سرسری
کجا خریدار کی کروفر اور آنا؟ — کجا مذاق اور دل لگی اور بیہودگی؟

چونکہ در مِلکش نباشد حبّۂ — جُز پئے گنگل چہ جوید جُبّۂ
جبکہ اُس کے پاس ایک دمڑی نہیں ہے — سوائے دل لگی کے وہ جُبہ کیا تلاش کرتا ہے؟

در تجارت نیستش سرمایۂ — پس چہ شخصِ زشت اُو چہ سایۂ
تجارت کے لیے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے — تو کیا اُس کا منحوس وجود، کیا سایہ

مایہ در بازارِ ایں دنیا زرست — مایہ آنجا عشق و دو چشمِ ترست
اس دنیا کے بازار میں سرمایہ، سونا ہے — وہاں سرمایہ، عشق اور دو تر آنکھیں ہیں

ہر کہ[2] اُو بے مایہ در بازار رفت — عُمر رفت و بازگشت اُو خام تفت
جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں گیا — عُمر برباد ہو گئی اور وہ ناقص واپس آیا

ہے کُجا بُودی برادر، ہیچ جا — ہے چہ پختی بہرِ خوردن، ہیچ با
ہاں بھائی تو کہاں تھا؟ کہیں نہیں — ہاں! کھانے کے لیے تو نے کیا پکایا؟ کوئی سالن نہیں

مُشتری شو تا بجُنبد دستِ من — لعل زاید معدنِ آبستِ من
خریدار بن، تاکہ میرا ہاتھ ہلے — میری حاملہ کان، لعل جنے

مُشتری گرچہ کہ سُست و بارِ دست — دعوتِ دیں کُن کہ دعوت واردست
خریدار اگرچہ سُست اور افسردہ ہے — تو دین کی دعوت دے کیونکہ دعوت کا حکم ہے

باز[3] پرّاں کُن حمامِ رُوح گیر — ورز رہِ دعوت طریقِ نوحؑ گیر
باز کو اُڑا رُوح کا کبوتر پکڑ لے — دعوت کی راہ میں (حضرت) نوحؑ کا طریقہ اختیار کر

خدمتے می کُن برای کردگار — باقبول وردِ خلقانت چہ کار
اللہ (تعالیٰ) کے لیے کام میں لگا رہ — لوگوں کے ماننے اور انکار سے تجھے کیا واسطہ؟

داستانِ آں شخص کہ بردرِ سرائے نیم شب سحوری میزد ہمسایہ
ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجا رہا تھا پڑوسی

[1] کالہ۔ ایسا خریدار کپڑا کب حاصل کرتا ہے، وقت ضائع کرتا ہے۔ گو۔ خریدار کی آمدورفت اور حالت میں اور نہ خریدنے والے کی مذاق اور دل لگی میں بہت فرق ہے۔ چونکہ۔ اُس کے پاس دمڑی بھی نہیں ہے وہ محض مذاق اور تفریح کیلئے جبہ کو چھورہا ہے۔ درتجارت۔ جب کاروبار کے لیے اس کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو وہ خود اور اُس کا سایہ یکساں ہے۔ مایہ۔ دنیاوی کاروبار کے لیے روپیہ پیسہ ضروری ہے اور آخرت کے کاروبار کے لیے عشق اور آہ وزاری ضروری ہے۔

[2] ہر کہ۔ جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں آجاتا ہے وہ اپنی عمر برباد کرتا ہے۔ ہے۔ اُس شخص سے اگر کوئی پوچھے کہ تو کہاں گیا تھا تو وہ جواب میں یہی کہیگا کہ کہیں بھی نہیں اُس سے کوئی دریافت کرے کہ تو نے کیا پکایا ہے اُسکو کہنا پڑیگا کچھ بھی نہیں۔ با۔ سالن۔ مشتری۔ اے مخاطب تو خریدار بن پھر دینے کیلئے حضرت حق تعالیٰ کا ہاتھ حرکت میں آئیگا اور اُسکی بھرپور کان تجھے لعل و جواہر عطا کرے گی۔ باز۔ مصلحین کو خطاب ہے جنت کے طالب خواہ سست ہوں لیکن تمھیں حکم ہے کہ اپنا فریضہ پورا کرو۔

[3] باز۔ مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے باز کے ذریعہ قوم کی روح کا شکار کرے اور حضرت نوحؑ کے طریقہ پر عمل کرے۔ خدمتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی ہے لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے اُس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ داستان۔ اس داستان سے یہ بتایا ہے کہ سحری میں بیدار کرنے والا بہرحال اپنا فرض پورا کرتا تھا۔ سحوری۔ رمضان میں سحری کے وقت بیدار کرنے کا نقارہ۔

اُو را گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست و دیگر آنکہ دریں
نے اُس سے کہا کہ آدھی رات ہے، سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس
سرائے کسے نیست بہر کہ میزنی و جواب گفتنِ مطرِب اُو را
گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لیے بجا رہا ہے اور بجانے والے کا اس کو جواب دینا

آں[1] یکے میزد سحوری بردرے — دَر گہے بُود و رُواقِ مِہترے
ایک شخص ایک دروازے پر، سحری کا نقارہ بجا رہا تھا — جو دربار اور ایک سردار کا محل تھا

نیم شب میزد سحوری براجِدّ — گفت اُو را قائلے کاے مُستمِدّ
وہ محنت سے آدھی رات میں نقارہ بجا رہا تھا — اُس کو ایک کہنے والے نے کہا اے بھکاری!

اوّلاً وقتِ سحر زن ایں سحور — نیم شب افغاں مکن اے ناصبور
ایک تو سحری کے وقت یہ نقارہ بجا — اے بے صبرے! آدھی رات میں شور نہ کر

دیگر آنکہ فہم کُن اے بُوالہوس — کاندریں خانہ دروں خود ہست کس
دوسرے یہ کہ اے بوالہوس! سمجھ لے — کہ اس گھر میں خود کوئی ہے بھی؟

کس[2] دریںجا نیست جُز دیو و پری — روزگارِ خود چہ یاوہ می بری
اس جگہ دیو اور پری کے سوا کوئی نہیں ہے — تو اپنا وقت کیوں برباد کرتا ہے؟

بہرِ گوشے میزنی دف گوش کُو — ہوش باید تابداند، ہوش کُو
تو کان کے لیے نقارہ بجا رہا ہے، کان کہاں ہے؟ — ہوش چاہیے، تاکہ سمجھے، ہوش کہاں ہے؟

گفت گفتی، بشنو از چاکر جواب — تانمانی در تحیُّر و اضطراب
اُس نے کہا، تو نے کہہ لیا، خادم سے جواب سُن لے — تاکہ تو حیرانی اور پریشانی میں نہ رہے

گرچہ ہست ایندم برتو نیم شب — نزدِ من نزدیک شُد صبحِ طرب
اگرچہ اس وقت تیرے لیے آدھی رات ہے — میرے نزدیک خوشی کی صبح قریب آ گئی ہے

ہر[3] شکستے پیشِ من فیروز شد — جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شد
ہر شکست میرے لیے کامیابی ہو گئی ہے — تمام راتیں میری نگاہ میں دن بن گئی ہیں

پیشِ تو خون ست آبِ رودِ نیل — پیشِ من آبست نے خوں اے نبیل
نیل، نہر کا پانی تیرے سامنے خون ہے — اے شریف! میرے سامنے پانی ہے نہ کہ خون

در حقِ تو آہن ست و آں رخام — پیشِ داوٗدِ نبیؑ موم ست و رام
تیرے حق میں لوہا ہے اور وہ پتھر — داوٗدؑ نبی کے لیے موم اور فرماں بردار ہے

[1] آں یکے۔ ایک شخص نے ایک دروازے پر آدھی رات کو سحری کا نقارہ بجا دیا۔ رواق۔ محل۔ قائل۔ کہنے والا۔ مستمد۔ امداد طلب کرنے والا۔ افغاں۔ شور۔ ناصبور۔ بے صبرا۔ دیگر۔ پھر یہ سمجھ لے کہ اس گھر پر کوئی ہے بھی؟

[2] کس۔ یہ گھر خالی ہے اُس میں بھوت اور پریوں کے علاوہ کوئی انسان نہیں ہے۔ یاوہ۔ بیہودہ، بیکار۔ بہر۔ نقارہ ہوش و گوش کے لیے بجایا جاتا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ گفت۔ اس نقارہ بجانے والے نے کہا تو اپنی بات کہہ چکا اب میرا جواب سن لے تاکہ تیری پریشانی دُور ہو۔ نیم شب۔ تیرے لیے یہ آدھی رات ہے لیکن میرے لیے مستی کی صبح ہے، تہجد پڑھ کر مستی پیدا کی جا سکتی ہے۔

[3] ہر شکست۔ جو تیری نظر میں شکست ہے، میری نظر میں فتح ہے، اور جس کو تو سیاہ سمجھتا ہے وہ میری نظر میں نور ہے۔ پیش تو۔ یہ رات اور دن کی تبدیلی ایسی ہے جیسا کہ دریائے نیل سبطیوں کے لیے پانی تھا اور قبطیوں کے لیے خون بن گیا۔ در حق۔ سخت پتھر حضرت داوٗدؑ کے لیے موم تھا منکروں کے لیے سخت پتھر تھا۔

پیشِ[1] تو کہ بس گران ست و جماد — مطرب ست اُو پیشِ داؤدؑ اوستاد
تیرے سامنے پہاڑ بہت بھاری اور پتھر ہے — اُستاد داؤدؑ کے سامنے وہ قوّال ہے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکت ست — پیشِ احمدؐ اُو فصیح و قانت ست
تیرے لیے پتھر کا ریزہ خاموش ہے — احمدؐ کے سامنے وہ بولنے والا اور دعا کرنے والا ہے

پیشِ تو اُستونِ مسجد مُردہ ایست — پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بُردہ ایست
تیرے نزدیک مسجد کا ستون مُردہ ہے — احمدؐ کے سامنے دلدادہ عاشق ہے

جُملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام — مُردہ و پیشِ خدا داناؤ رام
عوام کے سامنے دنیا کے سب اجزاء — مُردہ ہیں اور خدا کے سامنے عقلمند اور فرمانبردار ہیں

آنچہ[2] گفتی کاندریں قصر و سَرا — نیست کس، چوں میزنی ایں طبل را
تو نے جو کہا کہ اس محل اور سرائے میں — کوئی نہیں ہے، تو کیوں نقارہ بجا رہا ہے؟

بہرِ حق ایں خلق زرہا میدہند — صد اساسِ خیر و مسجد می نہند
یہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے لیے مال دیتے ہیں — مسجد اور خیر کی سیکڑوں بنیادیں رکھتے ہیں

مال و تن در راہِ حج دور دست — خوش ہمی بازند چوں عُشّاقِ مست
حج کے دراز راستہ میں، مال اور جسم — مست عاشقوں کی طرح خرچ کرتے ہیں

ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست — ایں سخن کے گوید آں کش آگہی ست
کبھی کہتے ہیں کہ گھر خالی ہے — یہ بات وہ شخص کب کہے گا جو باخبر ہے؟

پُر ہمی بیند سرایِ دوست را — آنکہ از نورِ الٰہستش ضیا
دوست کے گھر کو بھرا ہوا دیکھتا ہے — وہ جس کو خدا کے نور سے روشنی حاصل ہے

بس[3] سرایِ پُرز جمع و انبہی — پیشِ چشمِ عاقبت بیناں تہی
بہت سے گھر جو مجمع اور کثرت سے بھرے ہوئے ہیں — انجام پر نظر رکھنے والوں کی آنکھ کے لیے خالی ہیں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجُو — تابروید در زماں پیشِ تو اُو
جس کو تو چاہتا ہے، کعبہ (دل) میں تلاش کر — تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے نمایاں ہو جائے

صُورتے کُو فاخر و عالی بُود — اُوز بیت اللہ کے خالی بُود
جو صورت صاحبِ فخر اور بلند ہوتی ہے — وہ بیت اللہ سے کب خالی ہوتی ہے؟

---

[1] پیشِ تو۔ حضرت داؤدؑ جس وقت خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے پہاڑ بھی پڑھنے لگتے تھے۔ پیشِ احمدؐ۔ آنحضورؐ کے ہاتھ کے سنگریزوں نے آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور تسبیح پڑھی تھی۔ پیشِ تو۔ اُسطوانہ حنانہ عام انسانوں کی نظر میں بے جان کھجور کا تنہ تھا لیکن آنحضورؐ کی جدائی میں رویا۔ جملہ۔ جمادات ونباتات عوام کے اعتبار سے مُردہ ہیں لیکن حضرت حق تعالیٰ کے اعتبار سے سمجھدار اور زندہ ہیں۔

[2] آنچہ گفتی۔ دوسری بات کا جواب شروع کیا ہے۔ بہرِ حق۔ خدا کے لیے جو کام کیا جائے اُس کی جستجو نہیں ہوتی کہ وہاں کوئی انسان ہے یا نہیں۔ مال وتن۔ خدا کے عاشق حج کرنے جاتے ہیں اور خدا کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں، کوئی یہ کہتا ہے کہ گھر تو خالی ہے۔ پُر۔ جس کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی ہے وہ بیت اللہ کو بھرا ہوا ہی سمجھتا ہے۔

[3] بس سرای۔ بہت سے ایسے مکانات ہیں جو انسانوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ انسان چونکہ حقیقتاً انسان نہیں ہیں اہلِ دل اُن مکانات کو خالی سمجھتے ہیں۔ ہر کرا۔ انسان جس محبوبِ حقیقی کا طالب ہے اُس کو کعبہ یعنی قلبِ مومن میں تلاش کرے۔ صورتے۔ جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے فخر اور بلندی عطا فرمائی ہے وہ اللہ کے گھر سے خالی نہیں ہیں اُن کا دل اللہ کا گھر ہے۔

اُو[1] بُوَد حاضر منزّہ از رِتاج ۔۔۔ باقیِ مردم برائے احتیاج
وہ حاضر ہے، دروازے کی بندش سے پاک ہے ۔۔۔ باقی انسان احتیاج کے لیے ہیں

ہیچ میگویند کایں لبیکہا ۔۔۔ بے ندایِ میکنم آخر چرا
کبھی کہتے ہیں کہ یہ "حاضر ہوں، حاضر ہوں" ۔۔۔ بغیر پکار کے آخر، میں کیوں کرتا ہوں؟

گو ندا، تا خود تو لبیکے دہی ۔۔۔ از ندا لبیک تو چوں شُد تہی
پکارنا کہاں ہے؟ کہ تو خود "میں حاضر ہوں" کہتا ہے ۔۔۔ تیرا "میں حاضر ہوں" پکارنے سے کیوں خالی ہے؟

بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد ۔۔۔ ہست ہر لحظہ ندائے از احد
بلکہ وہ توفیق جو "میں حاضر ہوں" کہلا رہی ہے ۔۔۔ وہ ہر لمحہ خدا کی جانب سے پکار ہے

من بُو، دانم کہ ایں قصر و سرا ۔۔۔ بزمِ جاں افتاد و خاکش کیمیا
میں خوشبو سے جانتا ہوں کہ یہ محل اور سرائے ۔۔۔ جان کی محفل واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک کیمیا ہے

مسِ[2] خود را بر طریقِ زیر و بم ۔۔۔ تا ابد بر کیمیا اش میزنم
زیر و بم کے طریقہ پر میں اپنے تانبے کو ۔۔۔ ہمیشہ اُس کی کیمیا پر مل رہا ہوں

تابجوشد ز ایں چنیں ضربِ سحور ۔۔۔ در دُر افشانی ز بخشایش بحور
تاکہ اس طرح نقارے کی چوٹ سے جوش میں آجائیں ۔۔۔ دریا بخشش سے، موتی برسانے میں

خلق در صفِ قتال و کارزار ۔۔۔ جاں ہمی بازند بہرِ کردگار
لوگ قتال اور جنگ کی صف میں ۔۔۔ خدا کے لیے جاں بازی کرتے ہیں

آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار ۔۔۔ واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
ایک مصیبت میں ایوبؑ کی طرح ہے ۔۔۔ اور دوسرا صبر کرنے میں یعقوبؑ کی طرح ہے

آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب ۔۔۔ واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِ حرب
ایک نوحؑ کی طرح رنج اور مصیبت میں ہے ۔۔۔ اور دوسرا احمدؐ کی طرح جنگ کی صف میں ہے

ایں[3] ز دنیا چوں ابوذرؓ پُر حذر ۔۔۔ واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
یہ ابوذرؓ کی طرح دنیا سے محتاط ہے ۔۔۔ اور دوسرا جہاد میں (حضرت) عمرؓ کی طرح ہے

صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند ۔۔۔ بہرِ حق از طمع جہدے میکنند
لاکھوں انسان پیاسے اور حاجت مند ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے لیے لالچ سے کوشش کرتے ہیں

من ہم از بہرِ خداوندِ غفور ۔۔۔ میزنم بردر بامیدش سحور
میں بھی، بخشنے والے خدا کے لیے ۔۔۔ اُس سے اُمید پر، دروازے پر نقارہ بجا رہا ہوں

---

[1] اُو۔ عارف کامل کا دل ہروقت فیض رسانی کرتا ہے اس گھر کا دروازہ کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے اور سب انسان اس کے محتاج ہیں۔ لبیکہا۔ حاجی لبیک لبیک کہتا ہے جس کے معنیٰ "میں حاضر ہوں" ہیں یہ لفظ پکارنے والے کے ہیں جواب میں کہا جاتا ہے لیکن حاجی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تجھے کون پکار رہا ہے جس کے جواب میں تو لبیک کہہ رہا ہے۔ بلکہ توفیقے۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ حاجی کو یہ توفیق جو خدا نے دی ہے وہ خدا کی جانب سے پکار ہے جس کے جواب میں حاجی لبیک کہہ رہا ہے۔

[2] مسِ خود۔ میں اپنے بدن کے تانبے کو اُونچے نیچے سُر کے طریقہ پر اُس مکان کی کیمیا پر مل رہا ہوں۔ تا بجوشد۔ میں یہ نقارہ اس لیے بجا رہا ہوں تاکہ رحمت کا سمندر جوش میں آکر مجھ پر موتی برسانے لگے۔ خلق۔ میرا یہ کام تو معمولی ہے لوگ تو خدا کے لیے جہاد میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ آں یکے۔ خدا کی رضا کے لیے انبیاء نے بڑے بڑے مصائب جھیلے ہیں حضرت ایوبؑ کے بدن کا گلنا اور اس پر ان کا صبر، حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی گمشدگی پر صبر ضرب المثل ہے، حضرت نوحؑ نے خدا کی خاطر قوم کے مصائب جھیلے آنحضورؐ نے اللہ کی خاطر دشمنوں سے جہاد کیے۔

[3] ایں۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ابوذرؓ کا زہد اختیار کرتے ہیں، بعض حضرت عمرؓ کا سا دین پر جماؤ اختیار کرتے ہیں۔ مستمند۔ محتاج۔ من ہم۔ جس طرح ان لوگوں نے خدا کے لیے کام کیے میں بھی خدا کے لیے سحری کا نقارہ بجاتا ہوں اگر انسان اپنا کوئی خریدار چاہتا ہے تو خدا سے بہتر خریدار کون ہوگا۔

مُشتری خواہی کہ ازوے زر بَری — بہ ز حق کے باشد اے دل مشتری

تو خریدار چاہتا ہے، جس سے تو مال کمائے — اے دل! اللہ (تعالیٰ) سے بہتر کب کوئی خریدار ہو گا؟

می[1] خرد از مالت انبانِ نجِس — می دہد نورِ ضمیرِ مقتبِس

وہ تیرے مال میں سے، ناقص تھیلا خریدتا ہے — وہ روشنی حاصل کرنے والے قلب کا نور عطا کر دیتا ہے

می ستاند ایں نجس جسمِ فنا — می دہد مُلکے بروں از وہمِ ما

وہ اس ناپاک فانی جسم کو لے لیتا ہے — ہمارے خیال سے بالا سلطنت دے دیتا ہے

می ستاند قطرۂ چندے ز اشک — می دہد کوثر کہ آرد قند رشک

آنسو کے چند قطرے لے لیتا ہے — وہ کوثر عنایت کر دیتا ہے جس پر شکر رشک کرتی ہے

می ستاند آہ پُر سودا و دُود — می دہد ہر آہ را صد جاہ و سُود

عشق اور دھویں سے پُر آہ لے لیتا ہے — ہر آہ کو سیکڑوں رُتبے اور منافع عطا کر دیتا ہے

بادِ آہے کابرِ اشکِ چشم راند — مرخلیلے را بداں اوّاہ خواند

اُس آہ کی ہوا نے جس نے آنسوؤں کے ابر کو چلایا — (حضرت) خلیلؑ کو اُس کی وجہ سے اوّاہ کہا

ہیں[2] دریں بازارِ گرمِ بے نظیر — کُہنہا بفروش و مُلکِ نو بگیر

آگاہ، اس چالو بے مثال بازار میں — پُرانی چیزیں فروخت کر دے اور نئی سلطنت حاصل کر لے

ور تُرا شکّے و ریبے رہ زند — تاجرانِ انبیا را کُن سند

اگر شک و شبہ تجھے روکے — انبیا کے تاجروں سے دلیل حاصل کر لے

بسکہ افزود آں شہنشہ بختِ شاں — می نتاند کہ کشیدن رختِ شاں

اُس شہنشاہ نے اُن کا نصیبہ بہت بلند کر دیا — پہاڑ بھی اُن کا سامان نہیں اُٹھا سکتا

قصہ[3] اَحَد اَحَد گفتنِ بلال رضی اللہ عنہ در حرِّ حجاز از محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم در چاشت گاہ کہ خواجہ اش از تعصب جہودی بشاخِ خارش می زد پیشِ آفتاب حرِّ حجاز و از زخمِ خار خوں از تنِ بلالؓ برمی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ، حجاز کی گرمی میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دن چڑھے احد احد کہنا جبکہ اُن کا آقا، انکار کے تعصب سے اُن کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی کی دھوپ میں مارتا تھا اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون

---

[1] می خرد۔ اللہ تیرے ناقص اعمال خریدتا ہے اور اُس کے عوض میں نور عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان کا فانی جسم خرید کر اُس کے بدلے میں ابدی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان جب اس کے دربار میں روتا ہے تو آنسوؤں کے چند قطروں کا عوض وہ حوضِ کوثر عطا کر دیتا ہے۔ اوّاہ۔ آہ آہ کرنے والا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یہ صفت قرآن میں مذکور ہے۔

[2] ہیں۔ اللہ کے بازار میں پہنچ کر اپنا پُرانا مال فروخت کر دے اور اُس کے بدلے میں نئی سلطنت حاصل کر لے اگر تجھے اس کاروبار میں شک ہے تو انبیا کو دیکھ لے انھوں نے اس قدر نفع کمایا ہے کہ پہاڑ بھی اُن کی دولت کو نہیں اٹھا سکتا ہے۔

[3] قصہ۔ اس نفع کی مثال کے لیے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ احد۔ باری تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ حر۔ گرمی۔ خواجہ اش۔ اُس کا نام اُمیہ بن خلف تھا۔

جوشید وا زُو اَحَد اَحَد می جَست بے قصدِ اُو چنانکہ از درد مندان
اُبلتا تھا اور اُن کے ارادے کے بغیر اُن سے احد احد نکلتا تھا جیسا کہ دوسرے
دیگر نالہ جَہد بے قصد، زیرا کہ از دردِ عشق ممتلی بُود و اہتمامِ دفعِ
مصیبت زدوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پُر تھے اور کانٹوں
زخمِ خار را مَدخَل نبُود ہمچوں سَحَرۂ فرعون و جرجیس علیہ السلام
کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا، جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جرجیس علیہ السلام
وغیرہم لاَ یُعَدُّ وَلاَ یُحْصیٰ و برگذشتنِ صدیق رضی اللہ عنہ در آں
وغیرہ، جو نہ گنے جاسکیں نہ شمار کیے جاسکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گذرنا
طرف و احوالِ اُو را مشاہدہ کردن و نصیحت کردنِ بلال رضی اللہ عنہ را
اور اُن کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

تن[1] فدائے خار میکرد آں بلالؓ
بلالؓ جسم کو کانٹوں پر قربان کر رہے تھے
خواجہ اش میزد برائے گوشمال
اُن کا آقا سزا کے لیے اُن کو مارتا تھا

کہ چرا تو یادِ احمدؐ میکنی
کہ تو احمدؐ کو کیوں یاد کرتا ہے؟
بندۂ بد منکرِ دینِ منی
تو بُرا غلام اور میرے دین کا منکر ہے

میزد اندر آفتابش اُو بخار
وہ اُن کو کانٹوں سے دھوپ میں مارتا تھا
اُو اَحَد میگفت بہرِ افتخار
وہ سرفرازی کے لیے احد کہتے تھے

تا کہ[2] صدیقؓ آں طرف بگذشت تفت
حتیٰ کہ صدیقؓ وہاں سے تیزی سے گذرے
آں اَحَد گفتن بگوشِ اُو برفت
وہ احد کہنا اُن کے کان میں پڑا

چشمِ اُو پُر آب شُد دل پُر عنا
اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، دل تکلیف سے بھر گیا
زاں احد می یافت بُوئے آشنا
اُس احد سے وہ اپنائیت کی بُو محسوس کرتے تھے :

بعد ازاں خلوت بدیدش پندداد
اُس کے بعد اُن کو تنہائی میں دیکھا، نصیحت کی
کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد
کہ کافروں سے اعتقاد کو چھپائے رکھ

عالِمُ السِّر[3] ست پنہاں دار کام
وہ راز کا جاننے والا ہے، مقصد پوشیدہ رکھو
گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام
اُنھوں نے کہا، اے بزرگ! میں نے آپکے سامنے توبہ کرلی

روزِ دیگر از پگہ صدیقؓ تفت
دوسرے دن صبح کو صدیقؓ تیزی سے
آں طرف از بہرِ کارے می برفت
اُس طرف کسی کام کو جا رہے تھے

---

[1] تن فدا۔ چونکہ وہ بچاؤ کی صورت نہ اختیار کرتے تھے تو گویا خود اپنا جسم قربان کر رہے تھے۔ گوشمال۔ سزا۔ بندہ۔ تو میرا غلام ہو کر میرے مذہب کا انکار کرتا ہے۔ بخار۔ یعنی کانٹوں دار لکڑی۔ افتخار۔ یعنی بلالؓ کا احد احد کہنا آہ وزاری کے طور پر نہ تھا بلکہ اپنے دین پر فخر کے لیے تھا۔

[2] تا کہ۔ جہاں بلالؓ کا آقا اُن کو مار رہا تھا وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو انھوں نے حضرت بلالؓ کی احد احد کی آواز سنی۔ چشمِ اُو۔ ان کو محسوس ہوا کہ بلالؓ مسلمان ہیں اور ان کو اس قدر پیٹا جا رہا ہے تو انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ بعد ازاں۔ حضرت بلالؓ سے تنہائی میں کہا کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ۔

[3] عالم السر۔ اللہ تعالیٰ تیرے پوشیدہ ایمان کو جانتا ہے۔ گفت۔ حضرت بلالؓ نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کرلیا۔ ہمام۔ سردار۔ پگہ۔ پگاہ، صبح۔

باز اَحَد بشنید و ضربِ زخمِ خار
پھر احد اور کانٹوں کی مار سُنی

برفروزید از دلش شور و شرار
اُن کے دل سے شور اور چنگاریاں بھڑک اُٹھیں

باز پندش داد باز اُو توبہ کرد
اُنھوں نے پھر ان کو نصیحت کی، انھوں نے توبہ کر لی

عشق[1] آمد توبۂ اُو را بخورد
عشق آیا اور اُن کی توبہ کو نگل گیا

توبہ کردن زیں نمط بسیار شُد
اسی طرح توبہ کرنا بہت سی مرتبہ، ہوا

عاقبت از توبہ اُو بیزار شُد
آخر کار وہ توبہ سے بیزار ہو گئے

فاش کرد اِسپرد تن را در بلا
ظاہر کر دیا، جسم کو مصیبت کے سپرد کر دیا

کاے محمدؐ اے عدُوّے توبہا
کہ اے محمدؐ! اے توبہ کے دشمن!

اے تنِ من، وے رگِ من پُر ز تُو
اے وہ! کہ میرا جسم اور رگیں تجھ سے پُر ہیں

توبہ را گنجہ کجا باشد درُو
اُن میں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟

توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم
اس کے بعد توبہ کو دل سے نکال دوں گا

از حیاتِ خلد توبہ چوں کنم
جنت کی زندگی سے کیسے توبہ کر لوں؟

عشق[2] قہارست و من مقہورِ عشق
عشق غالب ہے اور میں عشق میں مغلوب ہوں

چوں شکر شیریں شُدم از شورِ عشق
میں عشق کے نمک سے شکر کی طرح میٹھا ہو گیا ہوں

برگِ کاہم پیشِ تُو اے تُند باد
اے تیز ہوا! میں تیرے سامنے گھاس کا تنکا ہوں

من چہ دانم تا کُجا خواہم فتاد
میں کیا جانوں کہ میں کہاں گروں گا؟

گر ہلالم گر بلالم می دوَم
خواہ میں چاند ہوں خواہ بلال، میں دوڑ رہا ہوں

مقتدی بر آفتابت می شوم
میں تیرے سورج کا پیرو ہوں

ماہ[3] را بازفتی و زاری چہ کار
چاند کو موٹاپے اور لاغری سے کیا غرض؟

در پئے خورشید پُوید سایہ وار
وہ سایہ کی طرح سورج کے پیچھے دوڑتا ہے

با قضا ہر کُو قرارے میدہد
تقدیر کے مقابلے میں جو کوئی بات طے کرتا ہے

ریشخندِ سُبلتِ خود میکند
وہ اپنی مونچھوں کی مذاق اُڑاتا ہے

کاہ برگے پیشِ باد، آنگہ قرار
گھاس کا تنکا ہوا کے سامنے؟ پھر ٹکاؤ

رُستخیزے، وانگہانے عزمِ کار
قیامت، اور اُس وقت کام کا قصد؟

گربہ در انبانم اندر دستِ عشق
میں عشق کے ہاتھ میں، تھیلے میں بلی ہوں

یکدمے بالا و یکدم پستِ عشق
کبھی اُوپر اور کبھی عشق کے نیچے

---

1. عشق۔ایمان کے عشق نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی توبہ پھر تڑوادی۔توبہ کردن۔حضرت بلالؓ ایمان کے اظہار سے توبہ کرتے تھے اور وہ بار بار ٹوٹ جاتی تھی تو وہ توبہ سے بیزار ہو گئے اور اپنے ایمان کا اظہار کر کے جسم کو مصیبتوں کے سپرد کر دیا۔کاے۔اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ اے محمد تم میری توبہ کے دشمن ہو اور چونکہ تمھاری محبت میری رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے وہاں توبہ کی گنجائش کہاں ہے۔توبہ۔اب میں توبہ سے توبہ کرتا ہوں اور جس ایمان کی بدولت جنت کی زندگی حاصل ہوتی ہے اُس کے اظہار سے کیسے توبہ کروں؟

2. عشق۔حضرت بلالؓ نے کہا اب میں عشق سے مجبور ہو چکا ہوں میں عشق کی تیز ہوا کے مقابلہ میں ایک تنکا ہوں معلوم نہیں وہ مجھے کس جگہ لے جا کر پھینکے گی میں خواہ چاند ہوں یا بلال، اب میں عشق کے سورج کا پیرو ہوں۔

3. ماہ را۔چاند کو تو سورج کے پیچھے رہنا ہے خواہ اُس میں اُس کا گھٹاؤ ہو یا بڑھاؤ ہو لفظ ماہ سے حضرت بلالؓ کی طرف بھی اشارہ ہے جن کا ذکر آگے آئے گا رضی اللہ عنہ۔ باقضا۔تقدیر کے بالمقابل کوئی بات طے کرنا اپنی مونچھوں کا مذاق اُڑانا ہے۔کاہ۔قضائے خداوندی اور انسان کی مثال تیز آندھی اور گھاس کے تنکے کی ہے۔رُستخیز۔ قیامت۔گربہ۔بلی تھیلے میں رہ کر بے چین ہوتی ہے اور اُچھل کود کرتی رہتی ہے۔

اُوہمی[1] گردانَدم بر گِردِ سَر — نے بزیر آرام دارم نے زبر
وہ مجھے سر کے گرد گھماتا ہے — نہ مجھے نیچے آرام ہے نہ اوپر

عاشقاں در سیلِ تُند افتادہ اند — بر قضائے عشق دل بنہادہ اند
عاشق، سخت بہاؤ میں پھنسے ہیں — وہ عشق کے فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں

ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار — روز و شب نالاں و گرداں بیقرار
وہ چکی کی طرح چکر میں ہیں — دن رات رونے میں اور بیقرار ہو کر چکر میں ہیں

گردشش برجُوی جویاں شاہد ست — تانگوید کس کہ آں جُو را کِدست
اُس کی گردش متحرک نہر کی گواہ ہے — تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ نہر ٹھہری ہوئی ہے

گر نمی بینی تو جُورا در کمیں — گردشِ دولابِ گردونی ببیں
اگر تو اُس نہر کو نہیں دیکھتا جو پوشیدگی میں ہے — آسمانی رہٹ کی گردش کو دیکھ لے

چوں قرارے نیست گردوں را ازُو — اے دلِ اختر وار آرامے مجُو
جبکہ اُس (قضا) کی وجہ سے آسمان کو قرار نہیں ہے — اے ستارے جیسے دل! آرام نہ چاہ

گرزنی[2] در شاخ دستے کے ہلد — ہر کجا پیوند سازی بگسلد
اگر تو شاخ کو پکڑے گا وہ کب چھوڑے گی؟ — جہاں کہیں تو جوڑ لگائے گا، وہ توڑ دے گی

گر نمی بینی تو تدویرِ قدر — در عناصر جوشش و گردش نگر
اگر تو قضا کے گھمانے کو نہیں دیکھتا ہے — عناصر میں جوش اور گردش کو دیکھ لے

زانکہ گردشہای آں خاشاک و کف — باشد از غلیانِ بحرِ باشرف
اس لیے کہ کوڑے اور جھاگ کی گردشیں — بڑے دریا کے جوش سے ہوتی ہیں

بادِ سرگرداں ببیں اندر خروش — پیشِ امرش موجِ دریا بیں بجوش
گھومنے والی ہوا کو شور میں دیکھ لے — اس کے حکم کے سامنے دریا کی موج کو جوش میں دیکھ لے

آفتاب[3] و ماہ دوگاوِ خراس — گرد می گردند و میدارند پاس
سورج اور چاند، چکی کے دو بیل ہیں — چکر لگاتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں

اختراں ہم خانہ خانہ می دوند — مرکبِ ہر سعد و نحسے می شوند
ستارے بھی گھر گھر دوڑتے ہیں — سعادت اور نحوست کی سواری بنتے ہیں

اخترانِ چرخ گر دورند — ویں حواست کاہل اند و سُست پے
آسمان کے ستارے اگر دور ہیں، ہاں — اور تیرے یہ حواس کاہل اور ست قدم ہیں

[1] اُوہمی گردانَدم۔ عشق عاشق کو مسلسل چکر میں رکھتا ہے۔ سیل۔ عشق کی مثال سخت بہاؤ کی سی ہے۔ ہمچو سنگ۔ پن چکی کا پاٹ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے۔ گردشش۔ جس طرح چکی کا پاٹ نہر کے وجود کی علامت ہے اسی طرح انسان کا تذبذب اور بیقراری قضاءِ خداوندی کی دلیل ہے۔ گرنمی بینی۔ اگر تجھے خداوندی قضاء نظر نہیں آتی ہے تو اُس کے آثار دیکھ لے اے دل۔ جب قضا کی وجہ سے اتنی عظیم الشان چیزیں بیقرار ہیں تو دل ایک چھوٹی سی چیز بیقرار کیوں نہ ہوگی۔

[2] گرزنی۔ قضا کے بالمقابل تو جو سہارا ڈھونڈے گا قضا اُس کو فنا کر دے گی۔ گرنمی بینی۔ اگر انسان اللہ کے اس فعل کو نہیں دیکھ سکتا ہے جو وہ عالم کے اجزا میں کر رہا ہے تو اس کے فعل کے اس اثر کو دیکھ لے جو اجزاءِ عالم میں ہے۔ زانکہ۔ سمندر کے اُوپر کے جھاگ اور تنکوں میں جو حرکت ہے سب سمجھتے ہیں کہ وہ سمندر کے جوش کی وجہ سے ہے۔ باد۔ ہوا کا شور، دریا کی موج کا جوش خدائی تصرف ہے۔

[3] آفتاب۔ چاند اور سورج جو آسمان کی چکی کے دو بیلوں کیطرح ہیں اُسکے فرمانبردار ہیں اور حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اختراں۔ ساتوں ستاروں کی مختلف برجوں میں مختلف تاثیرات اُسی کے تصرف کا نتیجہ ہیں۔ اختراں۔ اگر تمہاری نگاہ آفاق کی علامتوں کو نہیں دیکھ سکتی ہے تو اسکے ان تصرفات کو دیکھ جو تمھارے نفس میں ہیں۔

اختران چشم و گوش و ہوشِ ما
ہمارے ہوش و گوش اور آنکھ کے ستارے

شب[1] کجایند و بہ بیداری کجا
رات کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں ہیں؟

گاہ در سعد و وصال و دلخوشی
کبھی سعادت اور وصال اور خوشدلی میں ہیں

گاہ در نحس و فراق و بیہشی
کبھی نحوست اور جدائی اور بے ہوشی میں ہیں

ماہِ گردوں چوں دریں گر دیدن ست
آسمان کا چاند چونکہ اس گردش میں ہے

گاہ تاریک و زمانے روشن ست
کبھی تاریک اور کسی وقت روشن ہے

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر
کبھی (موسم) بہار اور گرمی شہد اور دودھ جیسا ہے

گہ سیاستہائے برف و زمہریر
کبھی برف اور ٹھٹھر کی سزائیں ہیں

چونکہ کلیات پیشِ او چو گوست
جبکہ مجموعے اُس کے سامنے گیند کی طرح ہیں

سخرہَ و سجدہ کُنِ چوگانِ اُو ست
اُس کے بلے کے بیگاری اور تابع ہیں

تو کہ[2] یک جزوے دلازیں صد ہزار
اے دل! تو کہ ان لاکھوں میں سے ایک جزو ہے

چوں نباشی پیشِ حکمش بیقرار
تو اُس کے حکم کے سامنے بے قرار کیوں نہ ہو گا؟

چوں ستُورے باش در حکمِ امیر
تو حاکم کے حکم میں گھوڑے کی طرح رہ

گہ در آخُر حبس و گاہے در مَسیر
کبھی اصطبل میں بند اور کبھی چلنے میں

چونکہ برمیخت بہ بندد بستہ باش
جب وہ تجھے کھونٹے سے باندھے، بندھ جا

چونکہ بکشاید برو برجستہ باش
جب وہ کھول دے چل پڑ، اور چالاک بن

آفتاب ار بر فلک کژ می جہد
سورج اگر آسمان پر ٹیڑھا چلتا ہے

در سیہ روئی کسوفش می دہد
سیاہ روئی میں اُس کو گرہن لگا دیتا ہے

کز ذَنب[3] پرہیز کُن ہیں ہوشدار
کہ ذنب سے بچ، ہوش رکھ

تانگردی تو سیہ رُو دیگ وار
تاکہ تو دیگ کی طرح سیاہ رُو نہ بنے

ابر را ہم تازیانہٴ آتشیں
ابر کے لیے بھی آگ کا کوڑا

میزنندش کاں چناں رَو نے چنیں
مارتے ہیں، کہ اس طرح چل، اُس طرح نہیں

بر فلاں وادی ببار ایں سُو مبار
فلاں وادی پر برس، اس جانب نہ برس

گوشمالش میدہد کہ گوشدار
اُس کو سزا دیتا ہے، کہ سُن

عقلِ تو از آفتابے بیش نیست
تیری عقل سورج سے بڑھ کر نہیں ہے

اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست
جس خیال کے بارے میں ممانعت آئی ہے، نہ ٹھہر

---

[1] شب۔ یہ تمھارے حواس رات کو کہاں ہوتے ہیں اور ان پر کیا کیا کیفیات طاری ہوتی ہیں ان سب پر غور کرو۔ گہ بہار۔ زمانہ کے تغیرات کو دیکھو۔ چونکہ۔ یہ غور کرو کہ دنیا کی اس قدر بڑی بڑی چیزیں قدرت کے ہاتھوں کس قدر تغیّر پذیر ہیں۔

[2] تو کہ۔ انسان کا دل اس کائنات کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی سی چیز ہے، تو پھر وہ قدرت کے احکام سے بیقرار کیوں نہ ہو گا۔ ستور۔ اس کا اطلاق اونٹ، گھوڑے بیل پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جانور اپنے مالک کا ہر طرح سے مطیع ہوتا ہے اسی طرح انسان کو اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہیے۔

[3] ذنب۔ نون کے زبر کے ساتھ بمعنی دم ہے، ایک ستارے کا نام ہے جس کو ذنب الفرس بھی کہتے ہیں سورج اُس کے قریب پہنچ کر گرہن میں آ جاتا ہے اور ذنب نون کے سکون کے ساتھ گناہ کے معنی میں ہے، اشارہ ہے کہ جس طرح ذنب کا قرب سورج کے گرہن اور روسیاہی کا سبب ہے اسی طرح ذنب، گناہ کا قرب انسان کی رُو سیاہی کا سبب ہے۔ ابر۔ فرشتے ابر کو مختلف مقامات پر لے جا کر برساتے ہیں۔ عقل۔ انسانی عقل آفتاب سے بڑی چیز نہیں ہے جب غلط روی سے وہ روسیاہ ہو جاتا ہے انسان کی عقل اگر غلط روی اختیار کرے گی وہ بھی رُوسیاہ ہو جائے گی۔

کژ مَنہ اے عقل تو ہم گامِ خویش
اے عقل! تو بھی اپنا قدم ٹیڑھا نہ رکھ
تا نیاید آں کسوفت زُو بہ پیش
تاکہ اُس کی وجہ سے تجھے گرہن درپیش نہ ہو

چوں[1] گنہ کمتر بُوَد نیمِ آفتاب
جب گناہ تھوڑا ہوتا ہے، آدھا سورج
منکسِف بینی و نیمے نور و تاب
تو گرہن میں دیکھتا ہے اور آدھا نور اور چمک میں

کہ بقدرِ جُرم میگیرم تُرا
کہ میں تجھے جرم کی بقدر پکڑتا ہوں
ایں بُوَد تقدیر در داد و جزا
عطا اور سزا میں یہی اندازہ ہوتا ہے

خواہ[2] نیک و خواہ بد فاش و ستیر
خواہ نیک ہو اور خواہ بُرا، کھلا اور چھپا
بر ہمہ اشیا سمیعم و بصیر
ہم تمام چیزوں پر، سمیع اور بصیر ہیں

زیں گذر کن اے پدر نو روز شُد
اے بابا! اس سے آگے بڑھ عید آ گئی
خلق از اخلاقِ خوش فیروز شُد
مخلوق اچھے اخلاق سے بہرہ مند ہو گئی

باز آمد آبِ جاں در جُوئے ما
ہماری نہر میں آبِ حیات پھر آ گیا
باز آمد شاہِ ما در کُوئے ما
ہمارا شاہ، ہمارے کوچہ میں پھر آ گیا

می[3] خرامد بخت و دامن میکشد
نصیبہ، ناز سے چلتا ہے اور دامن کھینچتا ہے
نوبتِ توبہ شکستن میرسد
توبہ شکنی کا موقع آ رہا ہے

توبہ را بارِ دگر سیلاب بُرد
توبہ کو دوبارہ سیلاب بہا لے گیا
فرصت آمد پاسباں را خواب بُرد
موقع آ گیا، چوکیدار کو نیند آ گئی

ہر خُماری مست گشت و بادہ خورد
ہر شرابی مست ہو گیا اور شراب پی لی
رخت را اِمشب گرو خواہیم کرد
ہم آج کی رات سامان کو گروی کر دیں گے

زاں شرابِ لعل و لعلِ جانفزا
اُس سُرخ شراب اور جانفزا (لب) لعل سے
لعل اندر لعل اندر لعلِ ما
ہمارا لعل، لعل در لعل ہے

باز خُرم گشت و مجلس دلفروز
مجلس پھر پُر لطف اور دلفروز ہو گئی
خیز دفعِ چشمِ بد اسپند سوز
اُٹھ نظرِ بد کو دُور کرنے کے لیے کالا دانہ جلا

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
مجھے مستانہ نعرہ بھلا لگتا ہے
تا ابد جاناں چنیں میبایدم
اے محبوب! ہمیشہ مجھے یہی چاہیے

نک ہلالے با بلالے یار شُد
اب ہلالؓ، بلالؓ کے یار ہو گئے
زخمِ خار اُو را گُل و گلزار شُد
اُن کے لیے کانٹے کا زخم گل و گلزار ہو گیا

---

[1] چوں گنہ۔ اگر انسان کے مکمل گناہ ہوں گے تو اس کی روسیاہی مکمل ہوگی اگر گناہ ادھورے ہیں تو روسیاہی بھی ادھوری ہوگی۔ کہ بقدر۔ قرآن پاک میں ہے وقضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون "اور اُن کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا"۔

[2] خواہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ڈھکی چھپی نیکی اور بدی کو دیکھنے اور سننے والا ہے۔ زیں۔ اب قدرت کی بحث ختم کرو کیونکہ عاشقوں میں عشق کے غلبہ سے عید کی سی خوشی طاری ہو گئی ہے اور معشوق اپنے عاشقوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ رہا ہے۔ آبِ جاں۔ یعنی عشق۔ شاہ۔ یعنی محبوب۔

[3] می خرامد۔ عاشقوں کا نصیبہ اب ناز کر رہا ہے اور عشق کے غلبہ سے توبہ شکنی کا وقت آ گیا ہے۔ توبہ۔ حضرت بلالؓ دوبارہ اظہارِ ایمان سے توبہ کو توڑنے پر مجبور ہو گئے۔ خماری۔ وہ شرابی جس پر نشہ کا اثر ہو۔ شرابِ لعل۔ یعنی عشق کی سُرخ شراب۔ لعلِ جانفزا۔ یعنی معشوق کا ہونٹ۔ لعل اندر۔ یعنی ہمیں عشق کی دولتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ اسپند۔ کالا دانہ جس کی نظرِ بد کے دفعیہ کے لیے دھونی دی جاتی ہے۔ نک ہلالے۔ حضرت ہلالؓ کا قصہ آگے مذکور ہے۔ مصرع: خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔

گرز[1] زخمِ خار، تن غربال شُد — جان و جسم گلشنِ اقبال شُد
اگر کانٹے کے زخم سے جسم چھلنی ہو گیا ہے — میری جان اور جسم نصیبہ وری کا چمن بن گیا ہے

تن بہ پیشِ زخمِ خارِ آں جہُود — جانِ من ست و خرابِ آں ودوُد
میرا جسم اُس منکر کے کانٹے کے زخم کے سامنے ہے — میری جان اُس محبوب سے مست و خراب ہے

بُویِ جانے سُویِ جانم میرسد — بُویِ یارِ مہربانم میرسد
ایک جان کی خوشبو میری جان کو پہنچ رہی ہے — مجھے مہربان دوست کی خوشبو آ رہی ہے

از سُویِ معراج آمد مصطفیٰؐ — بر بلالشؓ حبّذا آں حبّذا
مصطفیٰؐ عروج سے آئے — اُن کے بلالؓ کو مبارک ہو، وہ مبارکباد

باز گردانیدنِ صدیق رضی اللہ عنہ واقعۂ بلال رضی اللہ عنہ را و ظلمِ[2] جہوداں بروے و احد احد گفتنِ اُو و فزوں شدنِ کینۂ جہوداں و قصۂ اُو پیشِ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم گفتن و مشورت کردن در خریدنِ اُو از جہوداں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلالؓ کے واقعہ اور اُن پر کافروں کے ظلم اور اُن کے احد احد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے، اور اُن کے قصہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرانا اور منکروں سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صدیقؓ از بلالِؓ دم دُرست — ایں شنید از توبۂ اُو دست شُست
جب صدیقؓ نے سچے بلالؓ سے — یہ سُنا، اُن کی توبہ سے ہاتھ دھو لیا

بعد ازاں صدیقؓ پیشِ مصطفیٰؐ — گفت حالِ آں بلالِؓ با وفا
اُس کے بعد صدیقؓ نے آنحضورؐ کے سامنے — اُن وفادار بلالؓ کا حال کہا

کاں فلک پیمائے میموں خال چُست — ایں زماں در عشق و اندر دامِ تُست
کہ وہ آسمان کو طے کرنے والا، مبارک فال، مستعد — اب وہ آپ کے عشق اور جال میں ہے

بازِ سلطان ست زاں چُغداں[3] برنج — در حدث مدفون شُد آں زفت گنج
شاہی باز، اُن چغدوں سے تکلیف میں ہے — وہ بھاری خزانہ گندگی میں دفن ہو گیا

چُغدہا بر باز اِستم می کنند — پرّ و بالش بیگناہے می کنند
چغد، باز پر ظلم کر رہے ہیں — بغیر خطا کے اُس کے پر و بال اُکھاڑ رہے ہیں

---

[1] گرز زخم۔ یعنی حضرت بلالؓ نے کہا۔ غربال۔ چھلنی۔ تن۔ جسم کو اگرچہ یہ کافر زخمی کر رہا ہے لیکن اللہ کے عشق سے مست ہے۔ ودود۔ اللہ تعالیٰ۔ بُوی جانے۔ یعنی آنحضور کی خوشبو۔ معراج۔ یعنی آنحضورؐ نے عروجِ روحانی سے نزول فرمایا اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔

[2] ظلم جہوداں۔ حضرت بلالؓ پر کفار جو ظلم کر رہے تھے اُس کا سارا قصہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا۔ دم دُرست۔ سچا۔ دست شست۔ یعنی حضرت بلالؓ کی توبہ سے مایوس ہو گئے۔ کاں فلک۔ حضرت بلالؓ کو شاہی باز قرار دے کر ان صفات کا ذکر کیا ہے۔ سلطان۔ یعنی آنحضورؐ۔

[3] چنداں۔ یعنی کفارِ قریش۔ حدث۔ یعنی کفارِ قریش۔ گنج۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ چغدہا۔ پہلے قصہ بیان کر چکے ہیں کہ ایک شاہی باز چغدوں میں جا پھنسا تھا۔

جُرم اُو اینست کو باز ست و بس
اُس کی خطا صرف یہی ہے کہ وہ باز ہے

غیر[1] خُوبی جُرم یوسف چیست پس
یوسف کا سوائے حُسن کے کیا جُرم ہے؟

چُغد را ویرانہ باشد زاد و بُود
چغدوں کا مولد اور مسکن ویرانہ ہوتا ہے

ہست شاں بر باز زاں خشم و جُحود
باز پر اُن کا انکار اور غصہ اس لیے ہے

کہ چرا تو یاد می آری ازاں
کہ تو کیوں یاد کرتا ہے، اُس

لالہ زار و جُویبار و گلستاں
لالہ زار اور نہر اور چمن کو

کہ چرا می یادآری زاں دِیار
کہ تو اُس وطن کو کیوں یاد کرتا ہے؟

یا ز قصر و ساعدِ آں شہر یار
یا اُس شاہ کے قلعہ اور کلائی کو

دردہِ چغداں فضولی می کُنی
تو چغدوں کی بستی میں بیوقوفی کرتا ہے

فتنہ و تشویش در می افگنی
تو فتنہ اور تشویش پیدا کرتا ہے

مسکنِ مارا کہ شُد رشکِ اثیر
ہماری قیام گاہ، جو رشکِ فلک ہے

تو خرابہ خوانی و نامِ حقیر
تو (اُس کو) ویرانہ کہتا ہے اور حقیر نام (دھرتا ہے)

شید آوردی کہ تا چُغدانِ ما
تو مکاری کرتا ہے، تاکہ ہمارے چُغد

مر تُرا سازند شاہ و پیشوا
تجھے شاہ اور پیشوا بنا لیں

وہم[2] و سودائی در ایشاں می تنی
تو اُن میں وہم اور دیوانگی پیدا کر رہا ہے

نامِ ایں فردوس ویراں می کنی
تو اس جنت کا نام، ویرانہ دھرتا ہے

بر سَرت چنداں زنیم اے بد صفات
اے بد صفات! ہم تیرے سر پر اتنا ماریں گے

کہ بگوئی ترک شِید و تُرّہات
کہ تو مکر اور بکواس کو چھوڑ دے

پیشِ مشرق چار میخش می کُنند
مشرق کے رُخ اُس کو چار میخ کرتے ہیں

تن برہنہ شاخِ خارش میزنند
ننگے بدن، اُس پر کانٹے دار لکڑی مارتے ہیں

از[3] تنش صد جایِ خون بر می جہد
اُس کے جسم سے سیکڑوں جگہ سے خون اُبل پڑتا ہے

اُو احد میگوید و سر می نہد
وہ احد کہتا ہے، اور سر ڈال دیتا ہے

پندہا دادم کہ پنہاں دار دیں
میں نے نصیحتیں کیں کہ دین کو پوشیدہ رکھ

سِرّ پوشاں از جہودانِ لعیں
ملعون کافروں سے، راز چھپا

عاشق ست اُو را قیامت آمد ست
وہ عاشق ہے، اُس کے لیے قیامت آگئی ہے

تا درِ توبہ بُرو بستہ شُدہ ست
حتیٰ کہ توبہ کا دروازہ اُس پر بند ہو گیا ہے

---

[1] غیر خوبی۔ حضرت یوسف سے اُن کے بھائیوں کی دشمنی اُن کے حسن کی وجہ سے تھی۔ جحود۔ انکار۔ کہ چرا۔ جب باز لالہ زار اور چمن کو یاد کرتا ہے تو چغدوں کو غصہ آتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو شاہی کلائی اور محلات کا ذکر کر کے ہمیں کیوں پریشان کرتا ہے۔ مسکن۔ چغد یہ بھی کہتے ہیں کہ تو ہمارے مسکن کو جو آسمانوں سے بھی افضل ہے ویرانہ کہتا ہے۔ شید۔ یہ تیری سب مکاری سردار بننے کے لیے ہے۔

[2] وہم۔ تو ہم کو دیوانہ بنانا چاہتا ہے اور ہماری جنت کو ویرانہ کہتا ہے۔ ترہات۔ بکواس۔ پیش۔ حضرت بلالؓ کو اس طرح سزا دیتے تھے کہ ننگا کر کے چاروں ہاتھ پاؤں کو چار کیلوں سے باندھ دیتے تھے اور خاردار لکڑی سے مارتے تھے یہ باتیں حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیں۔

[3] از تنش۔ مار کھانے سے اُن کے بدن پر سیکڑوں زخموں سے خون بہتا ہے اور وہ برابر احد احد کہتے رہتے ہیں اور اس سزا سے نہیں گھبراتے ہیں۔ پندہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے ان کو دین و ایمان پوشیدہ رکھنے کی نصیحتیں بھی کیں، لیکن وہ خدا اور رسول کا ایسا عاشق ہے کہ گویا قیامت آگئی ہے اور اُس کے لیے اس عشق کو ظاہر کرنے کی توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

عاشقی[1] و توبہ یا امکانِ صبر
عاشقی اور توبہ، یا صبر کا امکان

ایں محالے باشد اے جاں بس سطبر
اے جان! یہ بہت عظیم محال ہوتا ہے

توبہ کِرم و عشق ہمچوں اژدہا
توبہ کیڑا ہے اور عشق اژدہے کی طرح ہے

توبہ وصفِ خلق و آں وصفِ خدا
توبہ مخلوق کی صفت ہے اور وہ خدا کا وصف ہے

عشق ز اوصافِ خدایِ بے نیاز
عشق، بے نیاز خدا کے اوصاف میں سے ہے

عاشقی بر غیرِ اُو باشد مجاز
اُس کے غیر سے عاشقی مجاز ہے

زانکہ آں مس زر اندود آمد ست
کیونکہ وہ ملمع شدہ تانبا ہے

ظاہرش نور، اندروں دود آمدست
اُس کا ظاہر روشن، اندر دھواں ہے

چوں رود نور و شود پیدا دُخاں
جب چمک چلی جاتی ہے اور دھواں نمودار ہو جاتا ہے

بفسرد عشقِ مجازی آں زماں
اُس وقت، مجازی عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

چوں شود پیدا دُخانِ غم فزا
جب غم کو بڑھانے والا دھواں ظاہر ہو جاتا ہے

بفسرد نے عشق ماند نے ہوا
وہ ٹھٹھر جاتا ہے، نہ عشق رہتا ہے نہ ہوس

وارود[2] آں حُسن سُویِ اصلِ خود
وہ حسن اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے

جسم ماند گندہ و رُسوا و بَد
جسم گندہ اور ذلیل اور بدحال رہ جاتا ہے

نورِ مہ راجع شود ہم سُویِ ماہ
چاند کی چاندنی، چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے

وارود عکسش ز دیوارِ سیاہ
اُس کا عکس کالی دیوار سے واپس ہو جاتا ہے

نے[3] درُو نورے بُود نے زندگی
نہ اُس میں نور رہتا ہے، نہ زندگی

نے جمالش ماند و نے فرخندگی
نہ اُس کا حسن رہتا ہے، اور نہ خوبی

پس بماند آب و گلِ بے آں نگار
اُس حسین کے بغیر پانی اور مٹی رہ جاتی ہے

گردد آں دیوار بے مہ دیو وار
وہ دیوار چاندنی کے بغیر بھوت کے طرح رہ جاتی ہے

قُلب را کہ زر ز رُویِ اُو بجست
کھوٹا، جس کے اُوپر سے سونا اُڑ گیا

باز گشت آں زر بکانِ خود نشست
وہ سونا واپس ہو گیا، اپنی کان میں جا بیٹھا

پس مِسِ رُسوا بماند دود وش
رسوا تانبا دھوئیں کی طرح رہ جاتا ہے

زُو سیہ تر رُو بماند عاشقش
اُس کا عاشق، اُس سے زیادہ روسیاہ ہو جاتا ہے

عشقِ بینایاں بُود برکانِ زر
عقل مندوں کا عشق سونے کی کان سے ہوتا ہے

لاجرم ہر روز باشد بیشتر
وہ لامحالہ ہر روز بڑھتا ہے

---

1. عاشقی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق ہو اور پھر وہ محبوب کے ذکر سے توبہ کرے یہ ناممکن بات ہے۔ توبہ۔ عشق کے سامنے توبہ ایک کمزور چیز ہے توبہ بندے کی صفت ہے اور عشق خدا کی صفت ہے، اللہ کی صفت اور بندے کی صفت کا کیا مقابلہ۔ عشق۔ حقیقی عشق خدا کی صفت ہے دوسری چیز سے عشق، عشق مجازی ہے۔ زانکہ۔ غیر خدا سے عشق ایسا ہی ہے جیسے ملمع شدہ سونے کا عشق۔ چوں۔ جب مجازی معشوق سے خدائی عکس جدا ہو جاتا ہے اُس معشوق سے عشق بھی نہیں رہتا۔
2. وارود۔ مجازی معشوق کا حسن جب اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو معشوق کا جسم گندہ اور بُرا معلوم ہونے لگتا ہے۔ نورمہ۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کالی دیوار سے جب چاند کی چاندنی غائب ہو جاتی ہے تو پھر دیوار کالی نظر آنے لگتی ہے۔
3. نے درو۔ مجازی معشوق پر سے اللہ تعالیٰ کے حسن کا عکس ہٹ جانے سے نہ اُس میں زندگی رہتی ہے نہ حسن اور وہ محض ایک مٹی اور پانی رہ جاتا ہے۔ قلب۔ ملمع شدہ چیز پر سے جب سونا اُڑ کر اپنی کان میں پہنچ جاتا ہے تو تانبا زرد سیاہ رہ جاتا ہے اور اُس کا عاشق اس سے بھی زیادہ رُسوا ہو جاتا ہے۔ عشق۔ جو عقلمند ہیں وہ اصل پر عاشق ہوتے ہیں چونکہ وہ باقی رہنے والی چیز ہے لہٰذا عشق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

مرحبا[1] اے کانِ زر لَا شکَّ فِیْکَ ❊ زانکہ کاں را در زری نبُوَد شریک

اے سونے کی کان تجھے شاباش، تیرے بارے میں شک نہیں ہے ❊ کیونکہ سونے پن میں کان کا کوئی شریک نہیں ہے

ہر کہ قلبے را کند انبازِ کان ❊ وا رود زر تا بکانِ لا مکان

جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائے ❊ سونا لامکانی کان میں چلا جائے گا

عاشق و معشوق مُردہ ز اضطراب ❊ ماندہ ماہی رفتہ زاں گردابِ آب

عاشق اور معشوق اضطراب سے مر گئے ❊ مچھلی رہ گئی اس بھنور سے پانی چلا گیا

عشقِ ربانی ست خورشیدِ کمال ❊ امرِ نورِ اُوست خلقاں چوں ظِلال

خدائی عشق کمال کا سورج ہے ❊ (عالم) امر اُس کا نور ہے (عالم) خلق سایوں کی طرح ہے

مصطفیٰ[2] زیں قصہ چوں گل بو شگفت ❊ رغبت افزوں گشت اُو را ہم بگفت

(حضرت) مصطفیٰؐ اس قصہ سے پھول کی طرح کھل گئے ❊ کہنے سے، اُن کی رغبت بھی بڑھ گئی

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰؐ ❊ ہر سرِ مویش زبانے شد جُدا

جبکہ سننے والا (حضرت) مصطفیٰؐ جیسا پایا ❊ اُن کا ہر سر مُو مستقل زبان بن گیا

مصطفیٰؐ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست ❊ گفت ایں بندہ مر اُورا مشتری ست

(حضرت) مصطفیٰؐ نے فرمایا اب کیا تدبیر ہے؟ ❊ عرض کیا، یہ غلام اُس کا خریدار ہے

ہر بہا کہ گوید اُو را می خرم ❊ در زیان و حیفِ ظاہر ننگرم

وہ جو قیمت بھی کہے گا، میں اُس کو خرید لوں گا ❊ ظاہری نقصان اور بے انصافی کو نہ دیکھوں گا

کُو اسیر اللہ فی الارض آمد ست ❊ سخرَۂ خشمِ عدُوّ اللہ شدست

کیونکہ وہ سرزمین میں اللہ (تعالیٰ) کا قیدی ہے ❊ اللہ (تعالیٰ) کے دشمن کے غصہ کا پابند ہو گیا ہے

وصیت[3] کردنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم صدیق رضی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب

اللہ تعالیٰ عنہ را کہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را مُشتری میشوی

تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا وہ لوگ لامحالہ مخالفت

ہر آئینہ ایشاں از ستیزہ بسیار بہاۓ اُو را خواہند افزود و مرا دریں

کی وجہ سے اُس کی بہت قیمت بڑھا دیں گے اور مجھے اس

فضیلت شریکِ خودکن و وکیلِ من باش و نیم بہا از من بستاں

فضیلت میں اپنا شریک کر لے اور میرا وکیل بن جا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

---

1. مرحبا۔ اب مولانا جوش میں معشوق حقیقی کو خطاب کرتے ہیں تیری صفات کے حقیقی ہونے میں کوئی شک نہیں اور تیری اس صفت میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر کہ۔ جو مجازی موصوف کو حقیقی موصوف کا شریک کریگا۔ عاشق۔ وہ عاشق جو کھوٹے کو کان شریک بنائے گا، جب کھوٹے کا ملمع اُڑ جائے گا تو عاشق اور معشوق دونوں پریشانی سے ایسے مُردہ ہو جائیں گے، جیسا کہ وہ مچھلی جو گرداب کا پانی خشک ہو جانے کے بعد پڑی رہ جائے۔ عالم امر۔ قرآن میں ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ "خلق خدا اُسی کے لیے ہے" عالم امر دہ عالم ہے جو مادے سے خالی ہے اور عالم خلق جسمانی عالم ہے اصل عالم امر ہے اور عالم خلق اس کا سایہ ہے۔
2. مصطفیٰ۔ حضرت بلالؓ کا قصہ سن کر آنحضور خوش ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اُس کی خوب تشریح کی۔ مصطفیٰ۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے حضرت بلالؓ کا پورا قصہ سن کر فرمایا، اب کیا تدبیر ہے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں اس کو خرید لوں گا وہ جو بھی قیمت طلب کریں گے، ان کو دے دوں گا اور کسی ظاہری نقصان کی پروا نہ کروں گا کیونکہ وہ خدا کا قیدی دشمنوں کے ہاتھ میں پھنسا ہوا ہے۔
3. وصیت۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگ عداوت کی وجہ سے بہت قیمت طلب کریں گے اس کو خرید لے اور مجھے بھی اس خریداری میں شریک کر لے۔

مصطفیٰؐ گفتش کاے اقبال جو
(حضرت) مصطفیٰؐ نے اُنسے فرمایا کہ اے نیک بختی کی جستجو کرنیوالے
در خریدن می شوم انبازِ تُو
خریداری میں، میں تیرا شریک بنتا ہوں

تو[1] وکیلم باش و نیمے بہرِ من
تو میرا وکیل بن جا، اور آدھے کا میرے لیے
مُشتری شو قبض کُن از من ثمن
خریدار بن جا، مجھ سے قیمت لے لے

گفت صد خدمت کنم رفت آں زماں
عرض کیا سو بار خدمت کرتا ہوں فوراً روانہ ہو گئے
سُوئے خانہ آں جہودِ بے اماں
اُس بے پناہ کافر کے گھر کی جانب

گفت با خود کز کفِ طفلاں گہر
اپنے آپ سے کہنے لگے کہ بچوں کے ہاتھ سے موتی
می تواں آساں خریدن اے پدر
اے بابا! آسانی سے خریدا جا سکتا ہے

عقل و ایماں را ازیں قومِ جہول
اس نادان قوم سے، عقل اور ایمان کو
می خرد با ملکِ دنیا دیوِ غُول
شیطان، دنیا کے ملک کے بدلے میں خرید لیتا ہے

آنچناں[2] زینت دہد مُردار را
وہ مُردار کو اس قدر مزین کر دیتا ہے
کہ خرد ز ایشاں دو صد گلزار را
کہ اُن سے دو سو چمن خرید لیتا ہے

آنچناں مہتاب بنماید بسحر
چاندنی کو جادو کے ذریعہ اس طرح دکھا دیتا ہے
کز خساں صد کیسہ بُرباید بسحر
کہ شعبدے کے ذریعہ کمینوں سے سو تھیلیاں اچک لیجاتا ہے

انبیا شاں تاجری آموختند
اُن کو نبیوں نے تجارت سکھائی
پیشِ ایشاں شمعِ دیں افروختند
اُن کے سامنے دین کی شمع روشن کی

دیو و غُولِ ساحر از سحر و نَبرد
جادوگر بھوت اور چھلاوے نے جادوگری اور مخالفت سے
انبیا را در نظرِ شاں زشت کرد
اُن کی نظر میں نبیوں کو بے وقعت کر دیا

زشت گرداند بجادوئیِ عدو
دشمن جادو سے بُرا بنا دیتا ہے
تا طلاق اُفتد میانِ جُفت و شُو
حتیٰ کہ بیوی اور شوہر میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

دیدہا[3] شاں را بسحرے دوختند
جادو سے، انھوں نے اُن کی آنکھیں سی دیں
تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند
یہاں تک کہ انھوں نے ایسا موتی تنکے کے بدلے بیچ ڈالا

ایں گہر از ہر دو عالم برترست
یہ موتی، دونوں جہان سے بالاتر ہے
ہیں بخر زیں طفلِ جاہل کو خرست
ہاں اس نادان بچے سے خرید لے کیونکہ وہ گدھا ہے

پیشِ خر خرمہرہ و گوہر یکیسیت
گدھے کے سامنے کوڑی اور موتی یکساں ہے
آں اِشک را در دُرو دریا شکیست
اُس گدھے کو موتی اور سمندر میں شک ہے

---

[1] تو وکیلم۔ بلالؓ کی خریداری میں تم میرے وکیل بن جاؤ۔ آں جہود۔ اُمیہ بن خلف۔ گفت۔ ابوبکرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کافر بلالؓ کی قدر و قیمت سے بے خبر ہیں میں اُنسے بلالؓ کو آسانی سے اسی طرح خرید لوں گا جس طرح بچے سے موتی خرید لیا جاتا ہے۔ عقل۔ ان کفار سے شیطان دنیا کے بدلے عقل و ایمان خرید لیتا ہے۔

[2] آنچناں۔ شیطان ان کافروں کے لیے مُردار دُنیا کو اس قدر پُر رونق کر کے دکھا دیتا ہے کہ اُن سے آخرت کے چمن خرید لیتا ہے۔ مہتاب۔ چاندنی کو کپڑا بنا کر دکھا دیتا ہے اور اُن کی ہمیانیاں اُڑا لے جاتا ہے۔ انبیاء نے اُن کو تجارت کرنا سکھایا لیکن شیطان اُن کی نظروں میں انبیاء اور اُن کی تعلیمات کو بُرا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشت۔ شیطان ایسے اثرات پیدا کر دیتا ہے کہ میاں بیوی میں نفرت ہو جاتی ہے اور طلاق تک نوبت آ جاتی ہے۔

[3] دیدہا۔ جس طرح شیطان میاں اور بیوی میں جادوگری کرتا ہے اسی طرح جادو سے ان کو اندھا کر دیا اور اُن کفار نے حضرت بلالؓ کو چند ٹکوں میں بیچ ڈالا۔ ایں گہر۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ زیں طفل۔ یعنی اُمیہ۔ خرمہرہ۔ کوڑی۔ اِشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔

منکرِ بحر[1] ست و گوہرہای او
وہ سمندر اور اُس کے موتیوں کا منکر ہے
کے بُوَد حیواں درو پیرایہ جو
جانور، اُس سے آرائش کا کب طالب ہوتا ہے؟

در سرِ حیواں خدا ننہادہ است
خدا نے جانور کے سر میں نہیں رکھا ہے
کو بُوَد در بندِ لعل و دُر پرست
کہ وہ لعل کی فکر میں اور موتی کا پرستار ہو

مرخراں را ہیچ دیدی گوشوار
تو نے گدھوں کے کان کا آویزہ کبھی دیکھا ہے
گوش و ہوشِ خر بُوَد در سبزہ زار
گدھے کا گوش و ہوش سبزہ زار ہوتا ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم در وَالتِّین بخواں
"احسن التقویم" کو (سورۃ) والتین میں پڑھ لے
کہ گرامی گوہر ست اے دوست، جاں
کہ اے پیارے! جان قیمتی موتی ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از عرشش فزوں
احسن التقویم اُس کے عرش سے بڑھ کر ہے
اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از فکرت بروں
احسن التقویم تیری سمجھ سے باہر ہے

گر بگویم قیمت، ایں[2] ممتنع
اگر میں اس کی قیمت بتاؤں، ناممکن ہے
ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع
میں بھی جل جاؤں، سننے والا بھی جل جائے

لب بہ بند اینجا و خرآں سُو مراں
اس جگہ ہونٹ بند کر لے، اُس جانب گدھا نہ ہنکا
رفت آں صدیقؓ سُوئے آں خراں
صدیقؓ، اُن گدھوں کی جانب روانہ ہو گئے

حلقہ در زد چو در را بر کشود
کنڈی بجائی، جب اُس نے دروازہ کھولا
رفت بیخود در سرایِ آں جہود
بیخودی میں اُس کافر کے گھر میں پہنچ گئے

بیخود و سرمست در آتش نشست
بیخود اور مدہوش (غصہ کی) آگ میں، جا بیٹھے
از دہانش بس کلامِ تلخ جست
اُن کے منہ سے بہت کڑوی باتیں نکلیں

کیں[3] ولی اللہ را چوں میزنی
کہ تو اللہ تعالیٰ کے اس دوست کو کیوں مارتا ہے؟
ایں چہ حقدست اے عدوِ روشنی
اے نور کے دشمن! یہ کیسا کینہ ہے؟

گر تُرا صدقیست اندر دینِ خود
اگر تجھ میں اپنے دین کے بارے میں سچائی ہے
ظلم بر صادق دلت چوں میدہد
تیرا دل، ایک سچے پر ظلم کیسے گوارا کرتا ہے؟

اے تو در دینِ جہودی مادہٗ
ارے تو کفر کے دین میں نامرد ہے
کیں گماں داری تو بر شہزادۂ
کہ تو ایک شہزادے پر یہ گمان کرتا ہے

---

[1] بحر۔ یعنی ایمان کا سمندر۔ گوہرہای۔ یعنی مومنین۔ پیرایہ۔ آرائش۔ درسر۔ حیوان میں اللہ تعالیٰ نے اتنی سمجھ نہیں دی کہ وہ لعل اور موتی کی قیمت کو سمجھ سکے۔ مرخراں۔ چونکہ وہ موتی کی قیمت نہیں سمجھتے اس لیے وہ کانوں میں موتی کے آویزے نہیں ڈالتے ہیں۔ سبزہ زار۔ یعنی خورد ونوش۔ والتین۔ سورۂ التین میں مذکور ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ "بیشک ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا ہے"۔ فزوں۔ روحِ کامل، عرش سے افضل ہے اور انسان اس دنیا میں اُس کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔

[2] ایں ممتنع۔ روحِ کامل جس کی حقیقت کا بیان ناممکن ہے اگر میں اُس کی قدر و قیمت بیان کروں تو میں بھی اور تم بھی جل جاؤ گے اور کچھ وصول نہ ہوگا۔ لب بہ بند۔ لہٰذا اس سلسلہ میں خاموشی بہتر ہے حضرت ابوبکرؓ کے ان کفار کے پاس جانے کا ذکر شروع کر۔ حلقہ در۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُمیہ کے گھر کے کواڑ کھلوائے اور گھر میں چلے گئے اور چونکہ حضرت بلالؓ کے پٹنے کا رنج تھا اُس کو سخت باتیں کیں۔

[3] کیں۔ یہ کہا کہ تو اس اللہ کے ولی کو کیوں مارتا ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان اپنے مذہب میں سچا ہے تو دوسرے مذہب کے سچے دل والے کی حقیقت کو وہ سمجھ سکتا ہے اور اُس پر ظلم کرنا پسند نہ کریگا۔ اُسکے اعتقاد پر اُسکو مجبور سمجھے گا۔ اے تو۔ جب تو کسی سچے دیندار پر ظلم کو روا رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ تو اپنے دین کا پکا نہیں ہے۔ شہزادہ۔ یعنی حضرت بلالؓ۔

درہمہ[1] ز آئینۂ کژ ساز خود — منگر اے مردودِ نفرینِ ابد

اپنے بنائے ہوئے ٹیڑھے آئینہ سے سب کو — اے ابدی لعنت کے مردود! نہ دیکھ

آنچہ آں دم از لبِ صدیقؓ جست — گر بگویم گم کُنی تو پاو دست

اُس وقت (حضرت) صدیقؓ کے ہونٹوں سے جو کچھ نکلا — اگر میں کہوں، تو ہاتھ پاؤں گم کر دے

آں ینابیع الحِکم ہمچوں فرات — از دہانِ اُو رواں از بے جہات

حکمتوں کے فرات جیسے چشمے — لامکاں کی جانب سے اُن کے منہ سے جاری تھے

ہمچو[2] از سنگے کہ آبے شد رواں — نے ز پہلو مایہ دارد نز میاں

جس طرح ایک پتھر سے پانی جاری ہوا تھا — جو نہ پہلو میں سرمایہ رکھتا ہے نہ اندر

اِسپرِ خود کردہ حق آں سنگ را — بر کشادہ آبِ مینا، رنگ را

اللہ تعالیٰ نے اُس پتھر کو اپنی ڈھال بنایا تھا — جس سے آبگینہ جیسا پانی بہا دیا

ہمچناں کز چشمۂ چشمِ تو نُور — اُو رواں کردست بے بُخل و فتور

جس طرح تیری آنکھ کے چشمہ سے نور — اُس نے بغیر بخل اور کمی کے جاری کر دیا ہے

نے زپیہ آں مایہ دارد نے زپوست — رویِ پوشی کردہ در ایجاد دوست

وہ نہ چربی سے سرمایہ رکھتی ہے، نہ کھال سے — دوست نے ایجاد کرنے میں آڑ بنائی ہے

در[3] خلایِ گوش بادِ جاذبش — مُدرکِ صدقِ کلام و کاذبش

اُس کی جذب کرنے والی ہوا، کان کے سُوراخ میں — اُس کے جھوٹے اور سچے کلام کا ادراک کرنے والی ہے

آں چہ بادست اندراں خرد استخواں — کہ پذیرد حرف و صوتِ قصہ خواں

اُن چھوٹی ہڈیوں میں یہ کیسی ہوا ہے؟ — کہ بات کرنے والے کے حرف اور آواز کو قبول کرے

استخوان و باد رُوپوش ست و بس — در دو عالم غیرِ یزداں نیست کس

ہڈی اور ہوا، محض پردہ ہے — دونوں جہان میں خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مستمع اُو قائل اُو بے احتجاب — زانکہ الاذنان من راس اے مثاب

بلاشک سننے والا وہی ہے، بولنے والا وہی ہے — کیونکہ اے ثواب پانے والے دونوں کان سر کا حصہ ہیں

گفت رحمت گر ہمی آید برُو — زر بدہ بستانش اے اِکرام خُو

اُس نے کہا اگر (تجھے) اُس پر رحم آتا ہے — اے کرم کی عادت والے! روپیہ دے اس کو لے لے

---

[1] درہمہ۔ چونکہ تیری فطرت کج ہے تو دوسروں کو بھی کج فطرت سمجھتا ہے۔ آنچہ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت حیران کن باتیں کہیں جو بڑی پُرحکمت تھیں۔ آں ینابیع۔
• اُن باتوں کے پُرحکمت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ باتیں اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے جاری تھیں لیکن ان کا اصل سرچشمہ حضرتِ حق تعالیٰ تھا۔ ینابیع۔ ینبوع کی جمع ہے، چشمہ۔ حِکم۔ حکمت کی جمع ہے۔

[2] ہمچو۔ حضرت ابوبکرؓ کے منہ سے ان چشموں کے جاری ہونے پر کیا تعجب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پتھر سے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ اسپر۔ حضرتِ حق نے اس پتھر کو اپنے لیے پردہ بنا لیا تھا۔ اسپر۔ سپر، ڈھال، یعنی پردہ۔ مینا۔ آبگینہ۔ ہمچناں۔ تیری آنکھ کو بھی حق تعالیٰ نے اپنا نور عطا کرنے کا ایک حجاب بنا رکھا ہے ورنہ آنکھ کے اجزا میں نور کہاں ہے۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

[3] درخلای۔ انسان کا کان بھی قدرت کا ایک پردہ ہے ورنہ اس کے اجزاء میں سننے کی طاقت کہاں ہے۔ خرد استخواں۔ کان کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں۔ غیر یزداں۔ ہر معاملہ میں اصل متصرف خدا ہی ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کان سر کا حصہ ہیں اور ظاہر ہے کہ سر ایک حادث چیز ہے اُس میں خود یہ صفات کہاں ہو سکتی ہیں۔ گفت۔ اُمیہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اگر تجھے بلالؓ پر رحم آتا ہے تو اس کو خرید لے۔

از منش واخر چو می سوزد دلت — بے مؤنت[1] حل نگردد مشکلت
اگر تیرا دل جلتا ہے، مجھ سے اس کو خرید لے — بغیر خرچہ کے تیری مشکل حل نہ ہو گی

گفت صد خدمت کنم پانصد سجود — بندۂ دارم نکو لیکن جہود
(حضرت ابوبکرؓ نے) کہا سو عبادتیں، پانچسو سجدے کروں گا — میرے پاس ایک اچھا غلام ہے، لیکن یہودی ہے

تن سپید و دل سیاہستش بگیر — در عوض دہ تن سیاہ و دل مُنیر
اُس کا جسم سفید اور دل کالا ہے، لے لے — بدلے میں کالے جسم اور روشن دل کو دے دے

پس فرستاد و بیاورد آں ہُمام — بُود الحق سخت زیبا آں غلام
پھر اُن سردار نے بھیجا اور بلوایا — سچ مچ وہ غلام نہایت حسین تھا

آں[2] چنانکہ ماند حیراں آں جہود — آں دِل چوں سنگش از جا رفت زُود
ایسا کہ وہ کافر حیران رہ گیا — اُس کا پتھر جیسا دل فوراً بے قابو ہو گیا

حالتِ صورت پرستاں ایں بُود — سنگِ شاں از صورتے مومیں بُود
ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہوتی ہے — اُن کا پتھر، صورت (دیکھنے) سے موم ہو جاتا ہے

باز کرد استیزہ و راضی نشُد — کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بُد
اُس نے جھگڑنا شروع کر دیا، اور راضی نہ ہوا — کہ لامحالہ اس پر اضافہ کرد

یک نصابِ نقرہ ہم بروے فزُود — تا کہ راضی گشت حرصِ آں جہُود
اُنھوں نے چاندی کی ایک مقدار بھی اُس پر بڑھا دی — حتیٰ کہ اُس کافر کی حرص راضی ہو گئی

بیع[3] کرد و داد و بستد بے غرض — داد گوہر سنگ بستد در عوض
اُس نے فروخت کر دیا اور بلا مقصد لین دین کر لیا — موتی دے دیا اور بدلے میں پتھر لے لیا

برخیالِ آنکہ سودے کردہ ام — دادم اسود ابیضے آوردہ ام
اس خیال سے کہ میں نے نفع کمایا ہے — کالا دے دیا ہے، سفید حاصل کر لیا ہے

منعقدِ چوں گشت بیع اندر میاں — یافت ایجاب و قبول ہر دوآں
جب باہمی معاملہ طے ہو گیا — دونوں کا ایجاب اور قبول ہو گیا

خندیدنِ جہود و پنداشتن کہ صدیقؓ مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

قہقہہ زد آں جہودِ سنگ دل — از سرِ افسوس و طنز و غش و غل
اُس سنگ دل کافر نے قہقہہ لگایا — مذاق اور طنز اور مکر و فریب کے طور پر

---

[1] بے مؤنت۔ یہ مشکل بغیر خرچ کے آسان نہ ہو گی۔ گفت۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ معاملہ ہو جائے تو خدا کا شکر ادا کروں گا اور فرمایا میرے پاس ایک سفید رنگ کا حسین غلام ہے لیکن اس کا دل کفر کی وجہ سے کالا ہے اس کے بدلے میں کالے بلالؓ کو دے دے جن کا دل منور ہے۔ ہمام۔ سردار۔

[2] آں چنانکہ۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام اس قدر خوبصورت تھا کہ اُس کو دیکھ کر اُمیہ کا دل بے قابو ہو گیا۔ حالت۔ ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہے کہ وہ ظاہر اور صورت پر قربان ہوتے ہیں۔ باز کرد۔ اُس نے اصرار شروع کیا کہ بلالؓ کے عوض اسی غلام کے ساتھ کچھ چاندی بھی دو حضرت ابوبکرؓ نے چاندی کا اضافہ کر دیا۔

[3] بیع کرد۔ چاندی کے اضافہ پر وہ راضی ہو گیا اور لین دین ہو گیا اس نے موتی دے کر پتھر لے لیا اس کو یہ خیال تھا کہ میں نے بہت نفع کما لیا، کالا دے کر گورا غلام لے لیا۔ منعقد۔ جب بیع مکمل ہو گئی تو وہ بہت ہنسا اور اس کو یقین تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس معاملہ میں ٹوٹا اُٹھایا ہے۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ قہقہہ۔ معاملہ مکمل ہونے پر اس نے قہقہہ لگایا جس میں مذاق اور طنز کا پہلو تھا حضرت ابوبکرؓ نے وجہ دریافت کی تو وہ اور زیادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اگر اس غلام کی خریداری میں آپ کو اصرار نہ ہوتا تو میں اس کے دام نہ بڑھاتا اور اب جو قیمت لی ہے اس کے دسویں حصہ میں فروخت کر ڈالتا۔

گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بُود
(حضرت) صدیق نے اُس سے کہا کہ یہ قہقہہ کیسا ہے؟
در جواب و پرسشِ اُو خندہ فزُود
جواب میں اور ان کے دریافت کرنے پر اور زیادہ ہنسا

گفت اگر جدت نبُودے و اہتمام
اُس نے کہا اگر تیرا اصرار اور اہتمام نہ ہوتا
در خریدارئِ ایں اسود غلام
اس کالے غلام کی خریداری میں

من ز استیزہ نمی افروختم
میں جھگڑ کر اس کو نہ بیچتا
خود بعُشرِ انیش می بفروختم
خود اُس کو دسویں حصہ میں بیچ ڈالتا

کہ[1] بنزدِ من نیرزد نیم دانگ
کیونکہ وہ میرے نزدیک آدھی دمڑی کے لائق نہیں ہے
تو گراں کردی بہایش را ببانگ
تو نے شور کر کے اُس کی قیمت بڑھا دی

پس جوابش داد صدیقؓ اے غبی
تب (حضرت) صدیقؓ نے اس کو جواب دیا، اے بیوقوف!
گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
تو نے بچہ کی طرح اخروٹ کے بدلے میں موتی دے دیا

کُو بہ نزدِ من ہمی ارزد دو کون
کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں جہان کی قیمت کا ہے
من بجانش ناظرستم تو بلون
میں اُس کی روح کو دیکھتا ہوں، تو رنگ کو

زرِ سُرخست و سیہ تاب آمدہ
وہ سُرخ سونا ہے اور کالے رنگ کا ہو گیا ہے
از برائِ رشکِ ایں احمق کدہ
اس احمقستان کے رشک کی وجہ سے

دیدہ[2] ایں ہفت رنگِ جسمہا
ست رنگے جسموں کی آنکھ
در نیابد زیں نقاب آں روح را
اس پردے کی وجہ سے اُس روح کا ادراک نہیں کرتی

گر میکسی کردہٖ در بیع بیش
اگر تو سودے میں زیادہ کھینچ تان کرتا
دادمے من جملہ مال و ملکِ خویش
میں اپنا تمام مال اور ملکیت دے دیتا

ور مکیس افزودئی من ز اہتمام
اگر تو کھینچ تان بڑھاتا میں اہتمام کی وجہ سے
دامنے زر کردمے از غیر وام
دامن بھر سونا کسی دوسرے سے قرض لے لیتا

سہل[3] دادی زانکہ ارزاں یافتی
تو نے آسانی سے دے دیا، چونکہ تو نے سستا خریدا
دُر ندیدی حُقّہ را نشگافتی
تو نے موتی نہ دیکھا، ڈبیہ نہ کھولی

حُقّۂ سر بستہ جہلِ تو بداد
تیری نادانی نے، بند ڈبیہ دے دی
زود بینی کہ چہ غبنت اُوفتاد
تو جلد دیکھے گا کہ تجھے کس قدر ٹوٹا ہوا

حُقّۂ پُر لعل را دادی بباد
تو نے لعل بھری ڈبیہ برباد کر دی
ہمچو زنگی در سیہ رُوئی تو شاد
تو حبشی کی طرح سیاہ رُوئی پر خوش ہے

---

1. کہ بنزد۔ کیونکہ یہ کالا غلام میرے نزدیک دمڑی کا بھی نہیں ہے تو نے شور وشر کر کے اُس کے دام بڑھوا لیے۔ پس۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس کو جواب دیا کہ تو پیر نابالغ ہے تو نے اخروٹ کے بدلے میں موتی دے ڈالا میرے نزدیک اس کی قیمت ہر دو عالم ہے، کیونکہ میری نظر اُس کے باطن پر ہے۔ زر۔ یہ غلام تو کالا سونا ہے اُس پر سیاہی رشک کی وجہ سے ہے تا کہ احمق اُس کو نہ پہچان سکیں۔
2. دیدہ۔ جو آنکھیں محض رنگوں کا ادراک کرتی ہیں وہ روح کا ادراک نہیں کر سکتیں میکسی اور مکیس، معاملہ میں کھینچ تان کرنا۔ دامنے۔ کسی اور سے قرض لے کر ادائیگی کر دیتا۔
3. سہل۔ چونکہ تجھے سستا ہاتھ آیا تھا سستا بیچ ڈالا، یہ نہ دیکھا کہ ڈبیہ میں موتی ہے۔ غبن۔ ٹوٹا۔ حقہ۔ حضرت بلالؓ موتی بھری ڈبیہ تھے جو آبنوسی تھی۔ ہمچو۔ تو بھی اس معاملہ میں سیاہ رُو بنا اور اُس پر خوش ہو رہا ہے۔

عاقبت[1] واحسرتا گوئی بسے　　بخت و دولت را فروشد خود کسے

انجام کار تو بہت واحسرتا کہے گا　　کوئی نصیبے اور دولت کو فروخت کرتا ہے؟

بخت با جامہ غلامانہ رسید　　چشمِ بدبختت بجز ظاہر ندید

نصیبہ، غلامی کے لباس میں تیرے پاس آیا　　تیری بدبخت نگاہ نے ظاہر کے سوا کچھ نہ دیکھا

اُو نمودت بندگیِ خویشتن　　خویِ زشتت کرد با اُو مکر و فن

اُس نے تجھ پر اپنی غلامی ظاہر کی　　تیری بدخصلت نے اس کے ساتھ مکر اور چالاکی کی

ایں سیاہ اَسرار تن اسپید را　　بُت پرستانہ بگیر اے ژاژخا

اس سیاہ باطن، سفید جسم کو　　اے بیہودے! بُت پرستوں کی طرح لے لے

ایں تُرا و آں مرا بُردیم سُود　　ہیں لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ اے جہود

یہ تیرا اور وہ میرا، ہم نے نفع کمایا　　ہاں اے کافر! تمہارا دین تمہارے لیے میرا دین میرے لیے

خود[2] سزایِ بُت پرستاں ایں بُود　　جُلِّش اطلس، اسپ اُو چوبیں بُود

بُت پرستوں کی سزا خود یہی ہوتی ہے　　اُس کی جھول اطلس کی، اُس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے

ہمچو گورِ کافراں پُر دود و نار　　وز بروں بربستہ صد نقش و نگار

کافروں کی قبر کی طرح، دھویں اور آگ سے بھری ہوئی　　اور باہر سے سیکڑوں نقش و نگار کیے ہوئے

ہمچو مالِ ظالماں بیروں جمال　　وز دروں‌ش خونِ مظلوم و وبال

ظالموں کے مال کی طرح، ظاہر حسین　　اور اُس کے اندر مظلوم کا خون اور وبال

چوں[3] مُنافق از بروں صوم و صلوٰۃ　　وز دروں خاکِ سیاہِ بے ثبات

منافق کی طرح، بظاہر روزہ اور نماز　　اور اندر سے کالی خاک، بے بُنیاد

ہمچو ابر خالی پُر قرّ و قرّ　　نے دُرو نفعِ زمیں نے قُوتِ بَر

خالی ابر کی طرح، گڑگڑاہٹ سے پُر　　نہ اُس میں زمین کا فائدہ، نہ پھل کی غذا

ہمچو وعدۂ مکر و گفتارِ دروغ　　آخرش رُسوا و اوّل با فروغ

مکر کے وعدے اور جھوٹی بات کی طرح　　اُس کا آخر رسوا اور اوّل پُر رونق

بعد ازاں بگرفت اُو دستِ بلالؓ　　آں ز زخمِ ضرس محنت چوں خلال

اُس کے بعد انھوں نے بلال کا ہاتھ پکڑا　　وہ مشقت کی کچلی کے زخم سے خلال جیسے (تھے)

شُد خلالے در دہانے راہ یافت　　جانبِ شیریں زبانے می شتافت

وہ خلال بن گئے، منہ میں راستہ پا لیا　　ایک شیریں زبان کی جانب دوڑ رہے تھے

---

[1] عاقبت۔ جب حقیقت کھلے گی تو بہت افسوس کرے گا۔ بخت۔ تیرا نصیبہ بشکل غلامی تیرے پاس آیا اور تو اس کو نہ پہچانا۔ اُو۔ اس نے غلامی کا اظہار کیا تو نے مکاری اور چالاکی برتی۔ ایں سیاہ۔ تو اس غلام کو لے لے جس کا جسم سفید ہے لیکن باطن سیاہ ہے یہی بت پرستوں کا طریقہ ہے۔

[2] خود۔ بت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ اُن کو کاٹھ کا گھوڑا جس پر اطلس کی جھول ہو، حاصل ہوتا ہے۔ ہمچو۔ اُن کا ماحصل کافر کی قبر جیسا ہوتا ہے کہ اُس کے اوپر نقش و نگار ہوتے ہیں لیکن اندر آگ اور دھواں ہوتا ہے۔ مالِ ظالماں۔ کافر کے ماحصل کی مثال ظالموں کا مال ہے جس کا ظاہر بڑا پیارا اور اُسکے باطن میں مظلوموں کا خون مخفی ہے۔

[3] چوں منافق۔ کافر کے ماحصل کی مثال منافق بھی ہے کہ بظاہر وہ اسلامی فرائض ادا کرتا ہے لیکن اسکا باطن ایمان و یقین سے خالی ہوتا ہے نیز اسکو اُس بادل سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے جو صرف گرجے اور نہ برسے یا جھوٹے وعدہ سے تشبیہ دے لو جس کی ابتدا خوش کن اور انتہا مایوس کن ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ خریداری کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کا ہاتھ پکڑا اور انکو آنحضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ ضرس۔ دانت کی کچلی۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ شیریں زباں۔ آنحضورؐ۔

آوریدش تا بنزدِ آں رسولؐ — کہ بجاں او کردہ بُد دیش قبول

وہ اُن کو رسولؐ کے پاس لائے — کیونکہ اُنھوں نے دل سے اُن کا دین قبول کر لیا تھا

چوں[1] بدید آں خستہ، رُوئے مصطفےٰؐ — خَرَّ مَغْشِیًّا فتاد او برقفا

جب اُن بدحال نے مصطفیٰؐ کا چہرہ دیکھا — وہ غش کھا کر گر گئے، پشت کے بل جا پڑے

تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند — چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند

وہ دیر تک بے خود اور بے ہوش رہے — جب ہوش میں آئے، خوشی سے آنسو بہانے لگے

مصطفیٰؐ اش در کنارِ خود کشید — کس چہ داند بخششے کو را رسید

اُن کو مصطفیٰؐ نے بغل میں لے لیا — اُس عنایت کو کوئی کیا جانے جو اُن کو حاصل ہوئی؟

چوں بُوَد مِسّے کہ بر اکسیر زد — مفلسے بر گنجِ پُر توفیر زد

اُس تانبے کا کیا حال ہو گا جو اکسیر سے جا لگا؟ — ایک مُفلس بھرپور خزانہ پر پہنچ گیا

ماہیِ پژمردہ در بحر اُوفتاد — کاروانِ گم شدہ زد بر رشاد

ادھ موئی مچھلی، دریا میں جا پڑی — بھٹکا ہوا قافلہ، راستہ پر پڑ گیا

آں[2] خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ — گر زند بر شب بر آید از شبی

وہ ارشادات، جو نبیؐ نے اُس وقت فرمائے — اگر رات پر پڑیں، وہ رات پن سے خارج ہو جائے

روزِ روشن گردد آں شب چوں صباح — کے توانم گفت من آں اصطلاح

وہ رات صبح کی طرح روشن دن بن جائے — میں اُس اصطلاح کو کہاں بیان کر سکتا ہوں؟

خود تو دانی کافتاب اندر حمل — تاچہ گوید با نبات و با دقل

تو خود جانتا ہے کہ سورج (برج) حمل میں — نباتات اور دقل (کھجور) سے کیا کہتا ہے

خود تو دانی ہم کہ آں آبِ زُلال — می چہ گوید با ریاحین و نہال

تو خود بھی جانتا ہے، کہ وہ صاف پانی — بوٹوں اور پودوں سے کیا کہتا ہے؟

صُنعِ[3] حق با جُملہ اجزائے جہاں — چوں دم و حرفست از افسوں گراں

جہاں کے سب اجزا کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی کارگیری — ایسی ہی ہے جیسا کہ جادوگروں کی پھونک اور حرف

جذبِ یزداں با اثرہا و سبب — صد سخن گوید نہاں بیحرف و لب

آثار اور سبب کے ذریعہ خدا کی کشش — بغیر حرف اور ہونٹ کے چپکے سے سیکڑوں باتیں کہہ دیتی ہے

---

[1] چوں بدید۔ جب حضرت بلالؓ کی نظر آنحضورؐ کے روئے انور پر پڑی تو خوشی کی زیادتی کی وجہ سے بیہوش ہو کر چت گر پڑے، تھوڑی دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا خوشی سے رونے لگے۔ مصطفیٰؐ۔ آنحضورؐ نے ان کو سینہ سے لگا لیا سینہ سے لگانے سے اُن کو کیا فیض حاصل ہوئے اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے، البتہ اس کی وضاحت چند مثالوں سے کی جاتی ہے یہ سمجھو کہ ایک تانبا تھا جو اکسیر کو چٹ گیا یا کوئی مفلس تھا کہ اچانک اُس کا پاؤں بھرپور خزانہ پر پڑ گیا یا ادھ موئی مچھلی تھی جو سمندر میں پہنچ گئی یا گم کردہ راہ کوئی قافلہ تھا جس کو راستہ مل گیا۔

[2] آں خطاباتے۔ پھر آنحضورؐ نے اُن سے ایسی مؤثر باتیں فرمائیں جو رات سے کہہ دی جائیں تو وہ منور ہو جائے۔ اصطلاح۔ انبیاء اور اولیاء کی صحبت سے بغیر کچھ کہے ہوئے جو قلوب پر اثر طاری ہوتا ہے وہ محض ذوقی ہے الفاظ میں اُس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ خود۔ بغیر کلام کے جو تاثیر ہے اُس کو چند مثالوں سے واضح کیا ہے سورج جب برج حمل میں پہنچتا ہے تو اس کی تاثیر سے پھلوں میں شیرینی پیدا ہو جاتی ہے۔ دقل۔ پھلدار کھجور، کھجور کی ایک معمولی قسم ہے۔ زُلال۔ صاف پانی پھولوں اور پودوں میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔

[3] صنع حق۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات بغیر کسی آلہ کے ہیں اور سرعت تاثیر میں جادوگروں کے افسوں کی طرح ہیں۔ جذب۔ اسباب کا وجود اور اُن سے اثرات کا تعلق بھی خداوندی حکم کے تابع ہے جو بغیر لب و حرف کے صادر ہوتا ہے۔

نے[1] کہ تاثیر از قدر معمول نیست　لیک تاثیرش ازو معقول نیست
یہ نہیں ہے، کہ تاثیر (اللہ کی) قدرت کا عمل نہیں ہے　لیکن اُس (قدرت) کی تاثیر (عوام کی) سمجھ میں نہیں آتی

چوں مُقلِد بُود عقل اندر اصول　داں مُقلِد در فروعش اے فضول
جب اصول کے بارے میں عقل مقلِد ہے　اے فضول (بحث کرنیوالے) اسکو فروع میں بھی مقلد سمجھ

گر بپُرسد عقل چوں باشد مرام　گو چُنانکہ تو ندانی والسلام
اگر عقل دریافت کرے کہ یہ مقصد کیسے پورا ہو گا؟　تو کہہ دے کہ اُس طریقہ پر جس کو تو نہیں سمجھتی ہے والسلام

معاتبہ کردن حضرتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم با صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ تُرا وصیت کردم کہ بشرکتِ من بخر بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہرِ خود تنہا خریدی و عُذر گفتنِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کرنا، کہ میں نے تجھ سے کہا تھا، کہ بلال رضی اللہ عنہ کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لیے کیوں خریدا؟ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سیّد[2] کونین و سلطانِ جہاں　در عتاب آمد زمانے بعد ازاں
دونوں جہانوں کے سردار اور شہنشاہِ عالم　اُس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے غصہ ہوئے

گفت اے صدّیق آخر گفتمت　کہ مرا انباز کُن در مکرمت
فرمایا، اے صدیقؓ! آخر میں نے تجھ سے کہا تھا　کہ اعزاز میں مجھے شریک کر لے

تو چرا تنہا خریدی بہرِ خویش　باز گو احوال اے پاکیزہ کیش
تو نے تنہا، اپنے لیے کیوں خریدا؟　اے پاکیزہ فطرت! احوال بتا

گفت ما دوبندگانِ کویِ تو　کردمش آزاد من بر رُوئے تو
انھوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچہ کے غلام ہیں　میں نے آپ کے سامنے اُن کو آزاد کر دیا

تو مرا میدار بندہ و یارِ غار　ہیچ آزادی نخواہم زینہار
آپ مجھے غلام اور یارِ غار بنا لیں　میں ہرگز، کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا

---

[1] نے کہ۔ اسباب کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن عوام اُس کو سمجھنے سے قاصر ہیں جبکہ عوام کی عقل اللہ کی ذات کے معاملے میں انبیا کی مقلد ہے تو ان جزوی مسائل میں بھی اُس کو تقلید سے کام لینا چاہیے۔ حوادث یومیہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں یا نہیں حکما انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارادۂ باری تعالیٰ کا تعلق اگر اس حادث سے قدیم مانا جائے تو اس حادث کو بھی قدیم ماننا پڑے گا اور اگر حادث مانا جائے تو پھر اس حادث میں بھی وہی سوال پیدا ہوگا جس کا نتیجہ یا تو حادث کو قدیم ماننا ہے ورنہ تسلسل لازم آجائے گا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، لہٰذا قدیم کا حادث سے تعلق بالارادہ نہیں ہوسکتا اس لیے حوادث کو حوادث کا فعل ماننا چاہیے نہ کہ قدیم کا۔ متکلمین محققین نے اس کا جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ارادہ کا حادث سے تعلق حادث ہے لیکن اس حادث کے لیے مستقل ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایجاد تو اس حادث کی ہے اور اس کے ضمن میں اس تعلق کا حدوث وجود میں آجاتا ہے۔ مولانا نے اس مقام پر اپنے منصب کے مطابق اجمالی تقریر کر کے مسئلہ کا جواب دے دیا ہے۔

[2] سید کونین۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو صرف اپنے روپے سے خریدا تو حضور کو ناگواری ہوئی۔ انباز۔ شریک۔ مکرمت۔ بلالؓ کی خریداری کی عزت۔ گفت۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے بلالؓ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا تھا لہٰذا آپ کے سامنے ان کو آزاد کرتا ہوں اور آپ اپنی غلامی میں مجھے قبول کر لیں۔

کہ مرا از بندگیت آزادی ست　　بے تو برمن محنت و بیدادی ست
کیونکہ میرے لیے آپ کی غلامی ہی آزادی ہے　　آپ کے بغیر، میرے اوپر مشقت اور ظلم ہے

اے[1] جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا　　خاص کردہ عام را، خاصہ مرا
اے وہ کہ جس نے برگزیدگی سے جہان کو زندہ کر دیا　　عوام کو خواص بنا دیا، خصوصاً مجھے

خوابہا میدید جانم در شباب　　کہ سلامم کرد قُرصِ آفتاب
جوانی میں میری روح خوابیں دیکھتی تھی　　کہ مجھے سورج کی ٹکیا نے سلام کیا ہے

از زمینم برکشید اُو برسما　　ہمرہِ اُو گشتہ بُودم ز اِرتقا
اُس نے، مجھے زمین پر سے آسمان پر کھینچ لیا　　چڑھنے کی وجہ سے میں اس کا ساتھی بن گیا ہوں

گفتم ایں ماخولیا بُودو محال　　ہیچ گردد مستحیلے وصفِ حال
میں نے سمجھا یہ دیوانگی اور محال تھا　　کبھی محال فی الحال وصف بن سکتا ہے

چوں[2] تُرا دیدم بدیدم خویش را　　آفریں آں آئینۂ خوش کیش را
جب میں نے آپ کو دیکھا، میں نے اپنے آپ کو دیکھ لیا　　اُس بہتر وصف کے آئینہ پر آفرین ہے

چوں تُرا دیدم محالم حال شُد　　جانِ من مُستغرقِ اِجلال شُد
جب میں نے آپ کو دیکھا میرا محال، حال بن گیا　　میری روح، عظمت میں غرق ہو گئی

چوں تُرا دیدم خود اے رُوحُ البلاد　　مہرِ ایں خورشید از چشمم فتاد
اے شہروں کی جان! جب میں نے آپ کو دیکھا خود　　اس سورج کی وقعت میری نظر سے گر گئی

گشت عالی ہمت از تو چشمِ من　　جُز بخواری ننگرد اندر زمن
آپ کی وجہ سے میری نظر عالی ہمت بن گئی　　زمانے کو سوائے بے قدری کے نہیں دیکھتی ہے

نور[3] جستم خود بدیدم نورِ نور　　حُور جستم خود بدیدم رشکِ حور
میں نے نور کی تلاش کی اپنے آپ کو نور ہی نور دیکھا　　میں نے حور کی تلاش کی میں نے خود رشکِ حور کو دیکھ لیا

یُوسفے جستم لطیف و سیمتن　　یُوسفستانے بدیدم در تو من
میں نے پاکیزہ اور چاندی کے سے جسم والا یوسف تلاش کیا　　میں نے آپؐ کے اندر یوسفستان دیکھ لیا

درپئے جنت بُدم در جستجو　　جنتے بنمود از ہر جُزوِ تو
میں تلاش میں جنت کے درپے تھا　　آپ کے ہر جُزو سے جنت نمودار ہوئی

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا　　ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا
میرے اعتبار سے یہ تعریف اور ثنا ہے　　آپ کے اعتبار سے یہ، برائی اور ہجو ہے[4]

---

[1] اے۔ آنحضور کی ذات گرامی کے فیضان سے ایک جہان برگزیدہ بن گیا، عوام خواص بن گئے۔ خاصہ مرا۔ حضرت ابوبکرؓ کے لیے خاص فیضان تھا۔ خوابہا۔ اس خصوصی فیضان کی تفصیل یہ ہے کہ میں جوانی میں خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے اور اُس نے مجھے زمین سے آسمان پر کھینچ لیا ہے اور میں بلندی پر پہنچ جانے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوں، اُس وقت میں سمجھتا تھا کہ یہ میری خلل دماغی ہے کہیں محال کا بھی وقوع ہوتا ہے۔

[2] چوں تُرا۔ لیکن جب آپکا شرف صحبت حاصل ہوا تو مجھ پر اپنی حقیقت کھلی اور آپکی ذات نے میرے لیے آئینہ کا کام دیا اور وہ بات جسے میں محال سمجھتا تھا اب اس سے دوچار ہو گیا آپکے دیدار کے بعد معاملہ کھلا وہ سورج تو آپکی ذات گرامی ہے اور یہ دنیا کا سورج آپکے سامنے ہیچ ہے اور یہ سورج ہی بے حقیقت نہ بنا بلکہ دنیا کی ہر چیز۔

[3] نور جستم۔ مجھے تمنا تھی کہ نور دیکھوں جب میں نے آپ کا دیدار کیا تو نورالنور کو دیکھا اور حور ہی کو نہیں دیکھا بلکہ رشکِ حور کو دیکھ لیا حضرت یوسف کے حسن کی شہرت پر ان کے دیکھنے کی تمنا تھی آپ کے دیدار سے مجھے یوسفستان کا دیدار حاصل ہو گیا آپ کے دیدار سے ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتوں کا دیدار حاصل ہو گیا۔

[4] ہست۔ میں ان الفاظ میں آپ کی تعریف کر رہا ہوں لیکن چونکہ کماحقہ تعریف نہیں ہے لہٰذا یہ تعریف آپ کے فضائل کے اعتبار سے ناقص باتوں کا ذکر ہے اور میری یہ تعریف ایسی ہے جیسی چرواہے نے حضرت موسیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کی تھی۔

ہمچو مدحِ مردِ چوپانِ سلیم ‌ ‌ ‌ مر خدا را پیشِ موسیٰؑ کلیم

جیسی بھولے، چرواہے انسان کی تعریف ‌ ‌ ‌ خدا کی، موسیٰ کلیم (اللہ) کے سامنے

کہ[1] بجُویم اشپشت شیرت دہم ‌ ‌ ‌ چارقت دوزم من و پیشت نہم

کہ میں تیری جوئیں پکڑوں گا، تجھے دودھ پلاؤں گا ‌ ‌ ‌ میں تیرے چپل سی دوں گا اور تیرے سامنے رکھ دوں گا

قدحِ اُو را حق بمدحے بر گرفت ‌ ‌ ‌ گر توہم رحمت کنی نبُود شگفت

اللہ (تعالیٰ) نے اُسکی برائی کو تعریف کے بدلے میں لے لیا ‌ ‌ ‌ اگر آپ بھی رحمت فرمائیں تو تعجب نہ ہو گا

رحم فرما بر قصورِ فہمہا ‌ ‌ ‌ اے ورایِ عقلہا و وہمہا

عقلوں کی کوتاہی پر رحم فرما دیجئے ‌ ‌ ‌ اے وہ کہ عقلوں اور وہموں سے برتر ہے

اَیُّہَا الْعُشَّاقُ اِقبالِ جدید ‌ ‌ ‌ از جہانِ کُہنہ، نو در رسید

اے عاشقو! نیا نصیبہ ‌ ‌ ‌ پُرانے جہان سے، تازہ بتازہ آ پہنچا ہے

زاں[2] جہاں کو چارۂ بیچارہ جُوست ‌ ‌ ‌ صد ہزاراں نادرہ عالم درُوست

اُس جہان سے جو ہر لاچار کا چارہ جُو ہے ‌ ‌ ‌ اُس میں (اس) جہان کے لاکھوں عجائب ہیں

اَبْشِرُوا یَاقَوْمُ اِذْ جَآءَ الْفَرَجْ ‌ ‌ ‌ اِفْرَحُوْا یَاقَوْمُ قَدْ زَالَ الْحَرَجْ

اے قوم! بشارت حاصل کرو کیونکہ کشادگی آ گئی ہے ‌ ‌ ‌ اے قوم! خوش ہو بیشک تنگی زائل ہو گئی ہے

آفتابے[3] رفت درکازۂ ہلال ‌ ‌ ‌ در تقاضا کہ اَرِحْنَا یا بلال

ہلالؓ کی جھونپڑی میں سورج گیا ہے ‌ ‌ ‌ تقاضے میں ہے کہ اے بلالؓ! ہمیں راحت پہنچا

زیرِ لب میگفتی از بیمِ عدو ‌ ‌ ‌ بر منارہ رو بگو کوریِ او

دشمن کے خوف سے تم آہستہ کہتے تھے ‌ ‌ ‌ منارہ پر چڑھ، اُس کے اندھے پن کو بیان کر

میدمد در گوشِ ہر غمگیں بشیر ‌ ‌ ‌ خیز اے مُدبرِ رہِ اقبال گیر

بشیر (آنحضورؐ) ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں ‌ ‌ ‌ اے بدبخت! اُٹھ اقبال (مندی) کا راستہ اختیار کر

اے دریں حبس و دریں گندہ و شپش ‌ ‌ ‌ ہیں کہ تاکس نشنود زشتی خمش

اے! اِس قید اور اس گندگی اور جوؤں میں ‌ ‌ ‌ خبردار! کہ کوئی نہ سُن لے، تو بُرا ہے، چپ ہو جا

چوں کُنی خامش کنوں اے یارِ من ‌ ‌ ‌ کز بُنِ ہر مُو برآمد طبل زن

اے میرے محبوب! آپ کیسے خاموش ہوں گے ‌ ‌ ‌ کیونکہ ہر بال کی جڑ سے اعلان کرنے والا پیدا ہو گیا ہے

---

[1] کہ بجویم۔ اُس چرواہے نے اللہ کے عشق میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ میں تیرے جوئیں بلاؤنگا تجھے دودھ پلاؤں گا تیرے چپل سی کر دوں گا۔ قدح۔ چرواہے کی یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو قبول فرمایا اسطرح اگر آپ بھی میری ناقص تعریف کو قبول فرمائیں تو آپکے کرم سے بعید نہیں ہے کیونکہ ہماری ناقص عقلیں آپکے کمالات اور اوصاف تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ ایہا العشاق۔ آنحضورؐ کے فیوض کی بشارت ہے۔ جہانِ کہنہ۔ یعنی عالم ملکوت۔

[2] زاں۔ وہ عالم ملکوت ہر گمراہ کے لیے رہنمائی کرتا ہے اور اُس عالم میں بہت سے عجائبات ہیں، وحی جیسی چیز جس سے بیچاروں کی رہنمائی ہوتی ہے اُس عالم سے آتی ہے۔ جنت اور پل صراط جیسی عجیب چیزیں اُس میں موجود ہیں اب جبکہ آپ کی ذاتِ گرامی اُس جیسے عالم سے آ گئی ہے تو قوم کیلیے بشارت ہے اس لیے کہ آپ کی آمد تمام گمراہیوں کو ختم کر دے گی۔

[3] آفتابے۔ حضور کی آمد سب کے لیے باعث بشارت ہے خصوصاً حضرت ہلالؓ اور حضرت بلالؓ کے لیے۔ کازہ۔ جھونپڑی۔ ارحنا۔ حضرت بلالؓ سے آنحضورؐ نے اذان دینے کی فرمائش کی تھی۔ ہر غمگین۔ یہ حضورؐ کے عام فیض کا ذکر ہے۔ اے۔ وہ بشیر مدبر کو کہتا ہے کہ تو اس دنیا کے قید خانہ اور گندگی میں کب تک رہے گا۔ شپش۔ جوں، مراد شیاطین ہیں۔ وہ مدبر کہتا کہ یہ باتیں زور سے نہ کہہ کوئی سن نہ لے۔ چوں کنی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ خاموشی کیسے اختیار کر سکتے ہیں آپ کے جسم کا ہر رونگٹا دعوت کا اعلان کر رہا ہے۔

آنچناں[1] کرشد عدوِ رشک خو — گوید ایں چندیں دُہل را بانگ کو
حاسد دشمن، ایسا بہرا ہو گیا ہے — اتنے ڈھولوں کی آواز کو کہتا ہے، آواز کہاں ہے؟

میزند بر رُوش ریحاں کہ طریست — اُو زکوری گوید ایں آسیب چیست
(کوئی) اُس کے منہ پر تازہ پھول مارتا ہے — وہ اندھے پن سے کہتا ہے، یہ تکلیف کیسی ہے؟

می شکنجد حور و دستش میکشد — کور حیراں کز چہ دردم میکُند
حور چٹکی لیتی ہے اور اُس کا ہاتھ کھینچتی ہے — اندھا حیران ہے کہ مجھے کیوں ستاتی ہے؟

ایں کشاکش چیست بر دست و تنم — خُفتہ ام بگذار تا خوابے کنم
میرے ہاتھ اور جسم پر یہ کشمکش کیوں ہے؟ — میں سو رہا ہوں، چھوڑ تاکہ میں سو لوں

آنکہ[2] در خوابش ہمی جوئی ویست — چشم بکشا کاں مہ نیکو پےست
تو جس کو خواب میں تلاش کرتا ہے، وہی ہے — آنکھ کھول، وہی مبارک قدم چاند ہے

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بُود — کاں تجمش یار باخوباں نمُود
اسی لیے پیاروں پر مصیبتیں زیادہ آتی ہیں — کیونکہ محبوب نے وہ چھیڑ چھاڑ حسینوں سے کی ہے

لاغ با خُوباں کند در ہرر ہے — نیز کوراں را بشوراند گہے
وہ حسینوں سے ہر راہ ملیں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے — کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریو از کُویِ کوراں بر جہد
کبھی اپنے آپ کو اندھوں کے سپرد کر دیتا ہے — تاکہ اندھوں کے کوچہ سے شور برپا ہو

قصۂ ہلالؓ[3] کہ بندۂ مخلص بُود خدایِ را صاحبِ بصیرت
ہلالؓ کے قصہ جو صاحبِ بصیرت بغیر تقلید کے خدا کے مخلص بندے
بے تقلید، پنہاں شُدہ در بندگیِ مخلوق بجہتِ مصلحت، نہ از عجز
تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے، مخلوق کی غلامی میں پوشیدہ تھے
چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام ازرُویِ ظاہر، وغیرِ ایشاں و ایں
جیسا کہ بظاہر لقمان اور یوسف علیہما السلام وغیرہ اور یہ بلالؓ ایک
ہلال بندۂ سائس بُود مر امیرے را وآں امیر مسلمان بُود اما چشم کور بُود
سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا، لیکن اندھا تھا

---

[1] آنچناں۔ باوجود ہر رو تنگنے کے اعلانچی بن جانے کے دشمن اس قدر بہرا بنا ہوا ہے کہ اس قدر ڈھول پٹ رہے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ آواز کہاں ہے۔ می زند۔ وہ دشمن اس قدر اندھا ہو گیا ہے کہ نبی اُسکے چہرے پر تر پھول مار رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے کسی چیز سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ می شکنجد۔ اُس منہ بری کی مثال اُس اندھے کی ہے حُور جسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور اندھا حیران ہو کہ وہ کیوں ستاتی ہے، اور یہ کہے کہ یہ میرے ہاتھ اور جسم کی کھینچ تان کیوں ہو رہی ہے میں سونا چاہتا ہوں مجھے سونے دو۔

[2] آنکہ۔ اُس اندھے کو یہ معلوم نہیں کہ جس حور کے وہ خواب دیکھتا ہے وہ یہی حور ہے۔ زاں بلاہا۔ جبکہ معلوم ہوا کہ احکام کا مکلف بنانا نفس کو اگرچہ ناگوار ہے لیکن نفس الامر میں ایسا پر لطف ہے جیسا کہ حور ہاتھ پکڑ کر کھینچے تو بلاؤں کا آنا بھی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہوئی تو فرماتے ہیں کہ ابتلا اور آزمائش محبوبوں کی ہوتی ہے۔ لاغ۔ مصائب میں مبتلا ہونا عموماً محبوبیت کی دلیل ہے لیکن کبھی اجنبیوں سے بھی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تاکہ اُن میں بھی شعور برپا ہو جائے۔

[3] ہلالؓ۔ ہلالؓ یہ شاید ہلالؓ بن حارث ہیں جن کی کنیت ابوالحمرا ہے جو آنحضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے شاید آنحضورؐ کے آزاد کرنے سے پہلے کسی سردار کے غلام ہوں۔ ایک سردار کے اصطبل میں ملازم تھے اور چونکہ اس سردار کو بصیرت حاصل نہ تھی وہ اُن کا رتبہ نہ پہچانتا تھا اور وہ حضرت لقمانؑ اور حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے آپ کو غلامی میں چھپائے ہوئے تھے۔

داند[1] اعمیٰ کہ مادرے دارد لیک چونے بوہم در نارد
اندھا جانتا ہے کہ ماں رکھتا ہے لیکن وہ کیسی ہے؟ خیال میں نہیں لا سکتا ہے

اگر بایں دانش تعظیم مادر کند ممکن بُود کہ خلاص یابد کہ اِذَا
اگر اس جاننے پر ماں کی تعظیم کرے تو ممکن ہے، کہ نجات حاصل کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے

اَرَادَاللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَتَحَ عَيْنَي قَلْبِهٖ لِيُبْصِرَ بِهِمَا الْغَيْبَ
کیساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکے دل کی دونوں آنکھیں کھولدیتا ہے تاکہ وہ اُن کے ذریعہ غیب کو دیکھ لے

ایں راہ ز زندگیِ دل حاصل کن کیں زندگیِ تن صفتِ حیوانیست
دل کی زندگی سے یہ راستہ حاصل کر کیونکہ یہ جسم کی زندگی حیوان کی صفت ہے

چوں شنیدی بعضِ اوصافِ بلالؓ بشنو اکنوں قصۂ ضُعفِ ہلالؓ
جبکہ تو نے بلالؓ کے بعض اوصاف سُن لیے اب ہلالؓ کے ضعف کا قصہ سُن لے

از[2] بلالؓ اُو بیش بُود اندر روِش خوئے بد را بیش کردہ بُد، کنش
وہ بلالؓ سے سلوک میں بڑھے ہوئے تھے اُنھوں نے بد عادت سے کینہ وری زیادہ کی تھی

نے چو تو پس رو کہ ہردم پستری سُوئے سنگی میروی از گوہری
تیری طرح پیچھے چلنے والے تھے کہ تو ہردم زیادہ پیچھے ہے موتی پن سے پتھر پن کی طرف جا رہا ہے

در تقریرِ ہمیں معنیٰ

اس معنیٰ کے بیان میں

ہمچناں[3] کاں خواجہ را مہماں رسید خواجہ از ایّامِ سالش پُرسید
جیسا کہ ایک صاحب کے یہاں مہمان پہنچا (اُن) صاحب نے اُس کی عمر دریافت کی

گفت عُمرت چند سال ست اے پسر باز گو و در مدزد و بر شمر
کہا اے بیٹا! تیری عمر کے سال کی ہے؟ بتا، اور نہ چرا، اور شمار کر

گفت ہژدہ ہفدہ یا خود شانزدہ یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ
اُس نے کہا اٹھارہ سترہ یا خود سولہ یا پندرہ اے بھائی! خواہ دس

گفت واپس واپس اے خیرہ سرت باز میرو تابفرجِ مادرت
اُس نے کہا پیچھے لوٹ جا اے کہ تیرا دماغ پریشان ہے اپنی ماں کی شرمگاہ تک واپس چلا جا

حکایت در تقریرِ ہمیں سخن

اس معنیٰ کے اثبات میں حکایت

---

[1] داند۔ اندھا اتنا تو جانتا ہے کہ اُس کے ماں ہے لیکن یہ تصور نہیں کرسکتا ہے کہ وہ کیسی ہے اب اگر وہ صرف اسی قدر جاننے پر اس کی تنظیم کرلے تو اُس کو نجات حاصل ہو جائے۔ ایں راہ۔ دل کی بصیرت دل کی زندگی سے حاصل ہوسکتی ہے۔

[2] از بلالؓ۔ حضرت بلالؓ سے مجاہدوں اور سلوک میں بڑھے ہوئے تھے۔ نے۔ اے مخاطب۔ اُن کی حالت تیری طرح نہ تھی کہ تو ہردم اور پستی کی طرف جارہا ہے اپنے موتی پن کو پتھر بنارہا ہے۔

[3] ہمچناں۔ انسان کا اپنے رتبہ سے پیچھے ہٹتے چلے جانے پر قصہ سنایا ہے، مہمان نے اپنی عمر اٹھارہ سال تک پہنچادی تھی۔ باز میرو۔ یعنی یہ کہہ دے کہ میں ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہوں۔ ہمیں سخن۔ اس میں بھی گھوڑے کے پیچھے ہٹنے کا قصہ ہے۔

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر
ایک شخص نے سردار سے ایک گھوڑا مانگا
گفت رو آں اسپ اشہب[1] را بگیر
اُس نے کہا، جا وہ سفید گھوڑا پکڑ لے

گفت آں را من نخواہم گفت چوں
اُس نے کہا وہ میں نہیں چاہتا، اُس نے کہا کیوں؟
گفت اُو واپس روست و بس حروں
اُس نے کہا وہ ہٹی ہے اور بہت سرکش ہے

سخت پس پس میرود اُو سوئے بُن
وہ دُم کی جانب بہت ہی پیچھے کو ہٹتا ہے
گفت دمش را بسوئے خانہ کن
اُس نے کہا، اُس کی دُم گھر کی جانب کر لے

دُمِ ایں استورِ نفست شہوتست
تیرے اس جانور نفس کی دُم شہوت ہے
زاں سبب پس پس رود آں خود پرست
اسی لیے وہ خود پرست ہٹتا چلا جاتا ہے

شہوتِ اُو را کہ دُم آمد ز بُن
اُس کی شہوت کو جو اصل میں دُم ہے
اے مُبدِّل شہوتِ عقبیش کن
اے مخاطب اس کو آخرت کی شہوت میں تبدیل کر دے

چوں[2] بہ بندی شہوتش را از رغیف
جب تو روٹی کی جانب سے اُس کی شہوت کو بند کر دے گا
سر کُند آں شہوت از عقلِ شریف
وہ شہوت، شریف عقل میں سر اُبھارے گی

ہمچو شاخے کش ببری از درخت
اُس شاخ کی طرح جسے تو درخت سے کاٹ دے
سرکند قُوت ز شاخ اے نیکبخت
اے نیکبخت! دوسری شاخ سے قوت اُبھرتی ہے

چونکہ کردی دُمِ اُو را آں طرف
جب تو نے اُس کی دم اُس جانب کر دی
گر رود پس پس رود تا مکتنف
اگر وہ پیچھے ہٹتا چلا جائے گا محفوظ جگہ پہنچ جائے گا

حبذا[3] اسپانِ رامِ پیش رو
قابلِ مبارکباد ہیں، آگے بڑھنے والے، مطیع گھوڑے
نے سپس رونے حرونی را گرو
نہ پیچھے ہٹنے والے ہیں، نہ سرکشی کے عادی ہیں

گرم رو چوں جسمِ موسیٰؑ کلیم
حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے جسم کی طرح تیز رفتار بن
تا بجرینیش چو پہنائے گلیم
مجمع البحرین تک جو اُن کے لیے کملی کی چوڑائی کی طرح تھا

ہست ہفصد سالہ راہِ آں حُقُب
وہ حُقُب سات سو سالہ راستہ ہے
کہ بکرد اُو عزم در سیرانِ حُب
سفرِ عشق میں جس کا انھوں نے عزم کیا

ہمت سیرِ تنش چوں ایں بُود
جب اُن کے جسم کی سیر کی یہ ہمت تھی
سیرِ جانش تا بہ علیین بُود
اُن کی روح کی سیر علیین تک ہو گی

---

[1] اشہب۔ کالے رنگ کا گھوڑا جس پر سفیدی غالب ہو۔ واپس رو۔ یعنی وہ گھوڑا آگے کو چلنے کے بجائے پیچھے کو ہٹتا ہے۔ حروں۔ سرکش۔ بن۔ یعنی دُم۔ گفت۔ اُس سردار نے کہا تو اس کی دُم گھر کی جانب کر دیا کر، وہ پیچھے ہٹے گا تو تو اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ دم۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تیرا نفس تو بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور یہ بھی ہٹی گھوڑا ہے اور اُس کی دُم شہوت ہے تو اُس کی شہوت کا رُخ دنیا سے موڑ کر عقبیٰ کی طرف کر دے، منزل پر پہنچ جائے گا۔ بن۔ یعنی اصل۔

[2] چوں۔ جب تو شہوت کا رُخ دنیاوی لذتوں کیطرف سے موڑ دیگا تو پھر وہ شہوت عقل کے راستہ سے اُبھرے گی اُسکی مثال یہ ہے کہ درخت کی جب ایک شاخ کاٹ دی جاتی ہے تو اُسکی قوت دوسری شاخ میں نمودار ہو جاتی ہے۔ چونکہ۔ جب تو نفس کی دُم یعنی شہوت کو آخرت کیجانب کر دیگا تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے محفوظ مقام پر پہنچ جائیگا۔

[3] حبذا۔ وہ لوگ قابل مبارکباد ہیں جن کے نفوس قدسیہ اعلیٰ مراتب طے کرتے چلے جا رہے ہیں۔ گرم رو۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضر کی ملاقات کے سلسلہ میں فرمایا تھا لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ یعنی جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ جاؤں اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا اسی طرح سالہا سال چلتا رہوں گا۔ حُقُب۔ اسی سال، زمانہ دراز۔ ہمت۔ جبکہ اُن کی جسمانی ہمت کی سیر یہ تھی کہ سات سو سال کی مسافت طے کر ڈالی تو روح کی سیر لامحالہ جنت کے اعلیٰ مقام تک ہو گی۔

شہسواراں در سباقت[1] تاختند ۔ خربطاں در پاگہ انداختند
شہسوار گھوڑ دوڑ میں دوڑ پڑے ۔ احمقوں نے معمولی جگہ (ڈیرے) ڈال دیے

حکایت ہم در تقریرِ ایں معنی

اسی معنی کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید ۔ در دہے آمد درے را باز دید
جیسا کہ ایک قافلہ آ رہا تھا ۔ ایک گاؤں میں آیا ایک دروازہ کھلا دیکھا

آں یکے گفت اندریں بردُ العجوز ۔ بار بندازیم اینجا چند روز
ایک شخص نے کہا اس سخت سردی میں ۔ چند روز اسی جگہ سامان ڈال دیں

بانگ آمد نے بینداز از بروں ۔ وانگہانے اندر آ تو اندروں
آواز آئی نہیں، باہر ڈال دے ۔ تب تو اندر آ

ہم[2] بروں افگن ہرانچہ افگندنی ست ۔ درمیا باآں کہ ایں مجلس سنی ست
تو بھی ہر اُس چیز کو پھینک دے جو پھینکنے کی ہے ۔ اُس کو لے کر اندر نہ آ، کیونکہ یہ مجلس بلند ہے

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کے قصہ کیجانب رجوع

بُد ہلالؓ اُستاد دل جاں روشنے ۔ سائس و بندہ امیرِ مُومنے
ہلالؓ کا دل استاد تھا اور روح نورانی تھی ۔ ایک مسلمان سردار کے سائیس اور غلام (تھے)

سائسی کردے در آخر آں غلام ۔ لیک سلطانِ سلاطیں، بندہ نام
وہ غلام اصطبل میں سائیسی کرتے تھے ۔ لیکن شاہوں کے شاہ تھے، اور نام کے غلام تھے

سائسِ اسپان و نفسِ خویش ہم ۔ از فراواں کس شدہ در پیش ہم
وہ گھوڑوں کے سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی ۔ بہت سے لوگوں سے آگے بھی بڑھے ہوئے تھے

آں امیر از حالِ بندہ بے خبر ۔ کہ نبُودش جز بلیسانہ[3] نظر
وہ امیر غلام کی حالت سے لاعلم تھا ۔ کیونکہ اُس کی نظر محض شیطانی تھی

آب و گِل میدید و دروے گنج نے ۔ پنج و شش میدید و اصلِ پنج نے
وہ پانی اور مٹی دیکھتا تھا اور ان میں خزانہ نہ دیکھتا تھا ۔ پانچ اور چھ کو دیکھتا تھا اور پانچ کی اصل کو نہیں

رنگِ طیں پیدا و نورِ دیں نہاں ۔ ہر پیمبر ایں چنیں بُد در جہاں
مٹی کا رنگ ظاہر ہے اور دین کا نور چھپا ہوا ہے ۔ دُنیا میں ہر پیغمبر اسی طرح ہوا ہے

---

[1] سباقت۔ گھوڑ دوڑ۔ خربطاں۔ احمق لوگ۔ در۔ یعنی اُس گاؤں کی چہار دیواری کا دروازہ۔ بردالعجوز۔ سردی کے چلہ میں سات دن سخت جاڑے کے ہوتے ہیں اُن کو بردالعجوز کہا جاتا ہے۔ بانگ۔ گاؤں کے اندر سے آواز آئی کہ سامان گاؤں کے باہر ڈال کر اندر آ سکتے ہو۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو مال کی محبت ہوگی وہ سامان چھوڑ کر گاؤں کے اندر آرام کی جگہ نہ جا سکے ہوں گے۔

[2] ہم بروں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مقام قرب بھی ایک بلند مجلس ہے اسمیں بھی سامان باہر پھینک کر پہنچا جا سکتا ہے۔ بُد ہلال۔ اب پھر حضرت ہلالؓ کا قصہ شروع کیا ہے وہ دل کے اُستاد تھے یعنی اُنکا دل طریق سلوک کا اُستاد تھا اور روح روشن تھی۔ سائسی۔ وہ ہلالؓ اُس سردار کی غلامی کرتے تھے اور اُس کے اصطبل میں سائیس تھے نام کے غلام تھے لیکن حقیقتاً شاہ تھے۔ نفس۔ وہ جس طرح گھوڑے کے سائیس تھے اپنے نفس کے بھی مصلح تھے اسی لیے اُنکا رتبہ بہت سے انسانوں سے بڑھا ہوا ہے۔

[3] بلیسانہ۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اسی طرح اُس سردار کی نظر بھی صرف حضرت ہلالؓ کے ظاہر پر تھی۔ پنج و شش۔ یعنی پانچ حواس اور چھ جہتیں یعنی جسمانی احوال کو دیکھتا تھا اور جو ان پانچ حواسوں کی اصل یعنی روح ہے اس کو نہ دیکھتا تھا۔ رنگ۔ جسمانی احوال تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن دین کا نور پوشیدہ ہوتا ہے اسی لیے ظاہر بینوں نے ہر نبی کے ساتھ بھی معاملہ کیا کہ ظاہر کو دیکھا اس کے باطن پر نظر نہ کی۔

آں[1] منارہ دید و بروے مُرغ نے — بر منارہ شاہبازِ پُرفنے

اُس نے منارہ دیکھا اور اُس پر کا پرند نہیں — منارے پر ہنرمند شاہباز ہے

واں دوم میدید مُرغِ پر زنے — لیک مُوئے اندر دہانِ مُرغ نے

دوسرا پھڑپھڑانے والے پرند کو دیکھتا تھا — لیکن پرند کے منہ کے اندر کے بال کو نہیں

وانکہ اُو یَنظُر بنُورِ اللّٰہ بُود — ہم ز مُرغ و ہم زمُو آگہ بُود

وہ شخص جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ہو — وہ پرند سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے

گفت[2] آخر چشم سُوئے مُوئے نہ — تانہ بینی مُو نہ بکشاید گرہ

اُس نے کہا، آخر بال کی طرف نظر کر — جب تک تو بال کو نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی

آں یکے گِل دید نقشیں در وَحَل — واں دگر دل دید پُر علم و عمل

ایک شخص نے کیچڑ میں منقش مٹی دیکھی — دوسرے نے علم اور عمل سے بھرپور دل دیکھا

تن منارہ علم و طاعت ہمچو مُرغ — خواہ سی صد مُرغ گیر و یا دو مرغ

جسم منارہ ہے، علم اور عمل پرند کی طرح ہیں — خواہ تین سو پرند فرض کر لے یا دو پرند

مردِ اوسط مُرغ بین ست اُو و بس — غیرِ مُرغے می نہ بیند پیش و پس

اوسط (درجہ) کا انسان وہ فقط پرند دیکھنے والا ہے — پرند کے سوا آگے اور پیچھے نہیں دیکھتا ہے

مُوئے آں نوریست پنہاں آنِ مُرغ — کہ بداں پایندہ باشد جانِ مُرغ

بال پرند کی چھپی صفت، نور ہے — جس سے پرند کی روح پائیدار رہتی ہے

مُرغ[3] کاں مُوئیست در منقارِ اُو — ہیچ عاریت نباشد کارِ اُو

وہ پرند جس کی چونچ میں بال ہے — اُس کا عمل کبھی عارضی نہیں ہوتا ہے

علمِ اُو از جانِ اُو جوشد مُدام — پیشِ اُونے مستعار آمد نہ وام

اُس کا علم ہمیشہ اُس کی رُوح سے جوش مارتا ہے — وہ اُس کے پاس نہ مانگا ہوا ہے، نہ قرض

رنجُور شدنِ ہلال رضی اللہ عنہ و بے خبریِ خواجۂ اُو از رنجوریِ اُو از تحقیر و ناشناخت، و واقف شُدنِ دلِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم از رنجوری و حالِ اُو و افتقاد و عیادتِ رسول

ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہو جانا اور اُن کے آقا کی حقارت اور پہچان نہ ہونے سے اُن کی بیماری سے لاعلمی اور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا اُن کی بیماری اور حالت سے واقف ہو جانا اور رسول صلی اللہ

---

[1] آں منارہ۔ حقیقت تک پہنچنے میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں اس کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ایک منارہ ہے اُس پر ایک پرند ہے اُس پرند کے منہ میں ایک بال ہے جو اُس پرند کے لیے مدارِ حیات ہے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اُن کی نگاہ صرف منارے پر پڑتی ہے کچھ ایسے ہیں جو منارے کے ساتھ پرند کو بھی دیکھتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو منارے اور پرند اور اس کے منہ کے اندر کے بال کو بھی دیکھتے ہیں۔

[2] گفت۔ انسان کے جسم کی مثال تو منارہ کی سی ہے اور علم و عبادت پرند کی طرح ہے اور انسان کے نورِ باطن کی مثال اُس بال کی سی ہے جو پرند کے منہ میں ہے۔ وحل۔ کیچڑ۔ سی صد۔ علم و عمل کی جزئیات۔ دو مرغ۔ علم و عمل۔ مردِ اوسط۔ اوسط درجہ کا وہ شخص ہے کہ جو جسم کے ساتھ انسان کے علم و عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

[3] مرغ۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی نظر انسان کے نورِ باطنی پر بھی پڑتی ہے۔ کارِ او۔ یعنی اُس کا علم و عمل عارضی نہیں ہے کہ کسی سے مانگا ہوا یا قرض لیا ہوا ہو۔ رنجور۔ ایک بار حضرت ہلالؓ بیمار ہو گئے اُن کے آقا کو علم نہ ہوا آنحضور اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ افتقاد۔ دلجوئی۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال را رضی اللہ تعالیٰ عنہ را

علیہ وسلم کی ہلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پُرسی

ازقضا[1] رنجور و ناخوش شد ہلالؓ — مصطفیٰؐ را وحی شد غمّازِ حال
تقدیر سے ہلالؓ بیمار اور علیل ہو گئے — مصطفیٰؐ کے لیے وحی، حال کی مخبر بن گئی

بُد ز رنجوریش خواجہ بے خبر — کہ برِ اُو بُد کساد و بے خطر
آقا اُن کی بیماری سے لاعلم رہا — کیونکہ وہ اُس کے نزدیک کھوٹے اور معمولی تھے

خُفتہ نُہ روز اندر آخر محسنے — ہیچ کس از حالِ اُو آگاہ نے
ایک نکوکار نو دن سے اصطبل میں پڑا تھا — اُس کی حالت سے کوئی شخص واقف نہ تھا

آنکہ[2] کس بُود و شہنشاہِ کساں — عقل چوں صد قلزمش ہرجا رساں
وہ جو کہ انسان اور انسانوں کا شہنشاہ تھا — اس کی سو سمندروں جیسی عقل ہر جگہ پہنچنے والی تھی

وحیش آمد رحمِ حق غمخوار شُد — کہ فلاں مُشتاقِ تو بیمار شُد
اُن کو وحی آئی، اللہ تعالیٰ کی رحمت غمخوار بنی — کہ آپ کا فلاں عاشق بیمار ہو گیا ہے

مصطفیٰؐ بہرِ ہلالؓ باشرف — رفت از بہرِ عیادت آں طرف
مصطفیٰؐ صاحب شرف ہلالؓ کے لیے — اُس جانب مزاج پُرسی کے لیے گئے

درپے[3] خورشیدِ وحی آں مہ دواں — واں صحابہؓ در پیش چوں اختراں
وحی کے سورج کے پیچھے وہ چاند چلا رہا تھا — اور صحابہؓ اُس سے پیچھے ستاروں کی طرح تھے

ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم — لِلسُّرٰی قُدْوَہٌ وَ لِلطَّاغِیْ رُجُوْم
چاند فرماتا ہے، کہ میرے صحابہؓ ستارے ہیں — رات کے چلنے کے لیے پیشرو اور سرکش کیلئے رجوم ہیں

میر را گفتند کاں سُلطاں رسید — اُو ز شادی بیدل و جاں برجہید
لوگوں نے سردار سے کہا، شاہ تشریف لے آئے — وہ خوشی سے بے اختیار اُچھل پڑا

برگمانِ آں ز شادی زد دو دست — کاں شہنشہ بہرِ آں میر آمد ست
اس خیال سے وہ دونوں ہاتھ بجانے لگا — کہ وہ شہنشاہ اُس سردار کی وجہ سے آئے ہیں

چوں فرود آمد زغُرفہ آں امیر — جاں ہمی افشاند پامُزدِ بشیر
جب وہ سردار بالاخانے سے نیچے اُترا — خوشخبری دینے والے کے انعام میں جان چھڑکتا تھا

پس زمیں بُوس و سلام آورد اُو — کرد رُخ را از طرب چوں وَرد اُو
پھر وہ زمین بوسی اور سلام بجا لایا — اُس نے خوشی سے چہرہ گلاب کی طرح کر لیا

[1] ازقضا۔ تقدیر سے حضرت ہلالؓ بیمار ہوئے آنحضورؐ کو وحی کے ذریعہ ان کی بیماری کا پتا چلا۔ غمّاز۔ اشارہ کرنے والا۔ کہ۔ چونکہ آقا کے نزدیک ان کی کوئی قدرومنزلت نہ تھی وہ ان کی بیماری سے لاعلم رہا اور نو روز تک وہ تنہا اصطبل میں پڑے رہے۔

[2] آنکہ۔ حضرت ہلالؓ کی بیماری کا حال باوجود آنحضورؐ کی عقل کے کمال کے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکا اس لیے کہ اُن کی بیماری عقلی نہ تھی، منقولات کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے، جب آنحضورؐ کو اُن کی بیماری کا علم ہوا تو عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے۔

[3] درپے۔ آنحضورؐ خورشید وحی کی روشنی میں چلے جا رہے تھے اور صحابہ ستاروں کی طرح آپ کے ساتھ تھے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ السریٰ۔ رات کو چلنا۔ قدوہ۔ پیشرو۔ طاغی۔ سرکش۔ رجوم۔ رجم کی جمع ہے وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے۔ میر۔ آنحضورؐ کی آمد کی سردار کو اطلاع دی تو وہ خوشی سے بے قابو ہو گیا۔ چوں۔ جب خوشخبری دینے والے نے اُس سردار کو آنحضورؐ کی آمد کی اطلاع دی تو بالا خانہ سے نیچے اتر کر آیا اور خوشخبری دینے والے پر قربان ہونے لگا۔ پس۔ اس نے نیچے اتر کر آنحضورؐ کی قدم بوسی کی اور سلام کیا۔ طرب۔ مستی۔

گفت بسم اللہ مُشرف کُن وطن[1] — تا کہ فردوسے شود ایں انجمن
اس نے عرض کیا بسم اللہ سے گھر کو مشرف کر دیجئے — تا کہ یہ مجلس جنت بن جائے

تافزاید قصرِ من بر آسماں — کہ بدیدم قُطبِ دورانِ زماں
تاکہ میرا محل، آسمان سے بڑھ جائے — کہ میں نے زمانے کا قطب دیکھا ہے

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم — من برائے دیدنِ تو نامدم
اُن محترم نے ناراضی سے فرمایا — میں تیرے دیکھنے کے لیے نہیں آیا ہوں

گفت روحم آنِ تو خود روح چیست — ہیں بفرما کیں تجشم بہر کیست
اُسنے عرض کیا میری جان آپکی ملکیت ہے، جان ہے کیا؟ — ہاں فرمایئے، کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لیے ہے؟

تاشوم من خاکپائے آں کسے — کہ بباغِ لُطفِ تستش مُغرسے
تا کہ میں اُس شخص کے پیروں کی خاک بن جاؤں — کیونکہ آپ کی مہربانی کے باغ میں اُس کی جگہ ہے

چوں چنیں گفت اُو و نخوت را براند — مصطفٰےؐ ترکِ عتابِ اُو بخواند
جب اُس نے یہ کہا اور تکبر کو دور کر دیا — مصطفٰیؐ نے اُس پر ناراضی ترک فرما دی

پس[2] بگفتش کاں ہلالِ عرش کُو — ہمچو مہتاب از تواضع فرش کُو
پھر اُس سے کہا کہ وہ عرش کا چاند کہاں ہے؟ — تواضع کی وجہ سے چاندنی جیسا وہ فرش کہاں ہے؟

آں شہے در بندگی پنہاں شُدہ — بہرِ جاسوسی بدُنیا آمدہ
وہ بادشاہ ہے، غلامی میں چھپا ہوا ہے — جاسوسی کے لیے دُنیا میں آیا ہوا ہے

تو مگو کاں بندہ و آخُرچیِ ماست — ایں بدانکہ گنج در ویرانہاست
تو نہ کہہ وہ ہمارا غلام اور سائیس ہے — یہ سمجھ لے ویرانوں میں خزانہ ہے

اے[3] عجب چون ست از سقم آں ہلالؓ — کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال
تعجب ہے، بیماری کی وجہ سے وہ چاند کیسا ہے؟ — کہ جس سے ہزاروں چودھویں کے چاند پائمال ہیں

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست — لیک روزے چند بر درگاہ نیست
اُس نے عرض کیا اس کی بیماری کا مجھے علم نہیں ہے — لیکن چند روز سے ڈیوڑھی پر نہیں ہے

صحبتِ اُو باستور و اُشترست — سائس ست و منزلش آں آخُرست
اُس کی صحبت جانوروں اور اونٹ کے ساتھ ہے — وہ سائیس ہے اور اُس کی قیامگاہ اصطبل ہے

در آمدنِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم از بہرِ عیادت

ہلال رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لیے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس سردار

---

1. وطن۔ یعنی مکان۔ تافزاید۔ وہ میرا محل، اپنی آسمان پر فوقیت کی وجہ زبان حال سے بتائے گا کہ میں نے آج اُس ذات کو دیکھا ہے جو کائنات کے وجود کا مدار ہے۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے عتاب اس وجہ سے فرمایا کہ وہ آمد کی اصل وجہ معلوم کرے تو اس کو حضرت ہلالؓ کی بیماری کا علم ہو جائے۔ تجشم۔ تکلیف اُٹھانا۔ مغرس۔ پودے کا تھالا۔ نخوت۔ تکبر۔

2. پس۔ حضرت ہلال رتبہ کی بلندی کی وجہ سے عرش کے چاند ہیں اور فروتنی کی وجہ سے فرش ہیں۔ آں شہے۔ شعر (بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ۔ تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں) آخُرچی۔ اصطبل کا نگراں، سائیس۔

3. اے عجب۔ عرفی چاند بیمار ہو کر ہلال بن جاتا ہے لیکن اُس ہلال کی بیماری قابل تعجب ہے جس پر چودھویں کے چاند قربان ہیں۔ گفت۔ اُس سردار نے کہا کہ حضرت ہلالؓ کی بیماری کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن چند روز سے وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ در آمدن۔ یہ سن کر کہ حضرت ہلالؓ اصطبل میں ہیں آنحضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور اُن کی دلجوئی کی۔

ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ درستورگاہ[1] آں امیر و نواختن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را

کے اصطبل میں جانا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہلال رضی اللہ عنہ کو نوازنا

رفت پیغمبرؐ برغبت بہرِ اُو — اندر آخُر آمد و اندر جستجو

پیغمبرؐ خوشی سے اُن کے لیے روانہ ہوئے — تلاش میں اصطبل کے اندر آئے

بُود آخُر مُظلم و زشت و پلید — و ایں ہمہ برخاست چوں اُلفت رسید

اصطبل، تاریک اور خراب اور ناپاک تھا — جب محبت پہنچی، یہ سب رفع ہو گئے

بُویِ پیغمبرؐ بُرد آں شیرِ نر — ہم چنانکہ بُویِ یوسفؑ را پدر

اُس نر شیر نے پیغمبرؐ کی خوشبو محسوس کی — جیسے کہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو باپ نے

مُوجبِ[2] ایماں نباشد معجزات — بُویِ جنسیت کُند جذبِ صفات

معجزے، ایمان کا سبب نہیں ہوتے ہیں — جنسیت کی خوشبو صفات کو جذب کرتی ہے

معجزات از بہرِ قہرِ دشمن ست — بُویِ جنسیت پئے دل بُردن ست

معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں — جنسیت کی خوشبو دل اُچکنے کے لیے ہے

قہر گردد دشمن اما دوست نے — دوست کے گردد بہ بستہ گردنے

دشمن مغلوب ہو جاتا ہے، لیکن دوست نہیں بنتا ہے — گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے؟

اندر آمد اُو ز خواب از بُویِ اُو — گفت سرگیں داں، درو زینگونہ بُو

اُن کی خوشبو سے وہ نیند سے بیدار ہو گئے — سوچا، گوبر خانہ اور پھر اُس میں اس طرح کی خوشبو؟

از[3] میانِ پایِ استوراں بدید — دامنِ پاکِ رسولِؐ بے ندید

جانوروں کے پاؤں کے درمیان سے دیکھا — بے نظیر رسولِؐ پاک کا دامن

پس ز کُنجِ آخُر آمد غو غُواں — رُویِ با پایش نہاد آں پہلواں

وہ کھسکتے ہوئے اصطبل کے گوشہ سے آئے — اُس پہلوان نے آپ کے پاؤں پر چہرہ رکھ دیا

پس پیمبرؐ رُویِ بر رُویش نہاد — بر سر و بر چشم و رُویش بوسہ داد

پھر پیغمبرؐ نے اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا — اُن کے سر اور آنکھوں اور چہرے کو چُوما

گفت یارا تاچہ پنہاں گوہری — اے غریبِ عرش چونی، خوشتری

فرمایا اے دوست! تو کس قدر چھپا ہوا موتی ہے؟ — اے عرش کے مسافر! تو کیسا ہے؟ اچھا ہے؟

---

[1] ستورگاہ۔ اصطبل۔ بہرِ اُو۔ یعنی حضرت ہلالؓ سے ملاقات کے لیے۔ بود۔ اصطبل میں اندھیرا اور گندگی تھی لیکن آنحضورؐ کے انوار سب پر غالب آ گئے۔ بوی۔ حضرت ہلالؓ نے آنحضورؐ کی خوشبو کو اسی طرح محسوس کر لیا جس طرح حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی تھی۔

[2] موجب۔ ایمان لانے کے لیے معجزے مؤثر قریب نہیں ہیں بلکہ ایمان لانے والا اگر نبی کا ہم جنس ہے تو وہ نبی کی صفات کو جذب کرتا ہے تو ایمان کا قریبی سبب جنسیت کی بُو ہے۔ معجزات۔ نبی کے معجزوں سے صرف دشمن عاجز ہو جاتا ہے لیکن اُس کا ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ قہر۔ جو عاجز اور مغلوب ہو اُس کے دل میں دوستی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اندر۔ آنحضورؐ کی خوشبو پا کر حضرت ہلالؓ جاگ گئے۔

[3] از میاں۔ حضرت ہلالؓ کو جو پاؤں کے پاؤں میں سے آنحضورؐ کے دامن کی جھلک نظر آئی تو کھسکتے ہوئے آنحضورؐ کی طرف بڑھے اور قدم بوسی کے لیے پاؤں پر منہ رکھ دیا۔ پس پیمبر۔ آنحضورؐ نے اُن کے منہ کے پاس سے پاؤں ہٹا کر محبت میں اپنا منہ اُن کے منہ پر رکھ دیا اور سر و چشم کا بوسہ لیا۔ اے غریب۔ آنحضورؐ نے حضرت ہلالؓ سے فرمایا تو عرشی ہے اور دنیا میں مسافر ہے تیری کیسی طبیعت ہے۔

گفت[1] چوں باشد خود آں شوریدہ خواب — کہ در آید در دہانش آفتاب
عرض کیا، اُس پریشان خواب والے کا کیا حال ہو گا؟ — جس کے منہ میں دُھوپ آ جائے

چوں بُود آں تشنۂ کو گِل خورد — آب بر سر بنہدش خوش می برد
اُس پیاسے کا کیا حال ہو گا؟ کہ مٹّی چوسے — پانی اُس کو سر پر رکھ لے، اچھی طرح لے جائے

در بیان[2] آنکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم شُنید کہ عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بر رُوی آب رفت
اس کا بیان کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ عیسیٰ ہمارے نبی پر اور اُن پر درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے

فرمود کہ لَوْ اِزْدَادَ يَقِيْنُهٗ لَمَشٰى عَلَى الْهَوَآءِ
فرمایا کہ اگر اُن کا یقین بڑھ جاتا تو یقیناً ہوا پر چلتے

ہمچو[3] عیسیٰؑ بر سرش گیرد فرات — کایمنی از غرقہ در آبِ حیات
(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرات ان کو سر پر اُٹھالیتی ہے — کہ تو آبِ حیات میں (ہونے کیوجہ سے) ڈوبنے سے محفوظ ہے

گوید احمدؐ گر یقینش افزوں بُدے — خود ہوایش مرکب و ہاموں شُدے
احمدؐ فرماتے ہیں، اگر اُن کا یقین بڑھا ہُوا ہوتا — خود ہوا اُن کے لیے سواری اور جنگل ہوتی

ہمچو من کہ بر ہوا راکب شُدم — در شبِ معراج مستصحِب شُدم
میری طرح کہ میں ہوا پر سوار ہوا — معراج کی رات میں اور صحبت حاصل کرنے والا بنا

گفت چوں باشد سگے کورِ پلید — جست اُو از خواب و خود را شیر دید
(ہلالؓ نے) عرض کیا اُس اندھے ناپاک کُتّے کا کیا حال ہوگا؟ — جو نیند سے اُٹھا اور اُس نے اپنے آپ کو شیر دیکھا

نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند — بل زبیمش تیغ و پیکاں بشکند
ایسا شیر نہیں کہ کوئی اُس پر تیر چلائے — بلکہ اُس کے خوف سے تلوار اور تیر ٹوٹ جائے

کور بر اشکم رَوندہ ہمچو مار — چشمہا بکشادہ در باغ و بہار
اندھا جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلنے والا ہو — باغ اور بہار میں آنکھیں کھول دے

---

[1] گفت۔ حضرت ہلالؓ نے عرض کیا میں تو اس وقت ایسا خوش ہوں جیسا کہ وہ شخص جس کی نیند رات میں اُچٹ ہوا اور وہ سورج کے طلوع کرنے کا منتظر ہوا اور اچانک اُس کے منہ پر دُھوپ پھیل جائے یا وہ پیاسا کہ پیاس کی شدت سے کیچڑ چوس رہا ہو اور اچانک پانی کا اس قدر سیلاب آجائے کہ وہ اس میں تیرنے لگے۔

[2] در بیان۔ آنحضورؐ نے یہ سُنا کہ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا اگر اُن کا یقین بڑھ جاتا تو ہوا پر چلتے یہ حدیث احیا العلوم کی شرح زبیدی میں منقول ہے، محدث عراقی نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے راوی غیر ثقہ ہیں صحیح حدیث یہ ہے کہ حواریین نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ آپ پانی پر کس طرح چلتے ہیں اُنھوں نے فرمایا ایمان اور یقین کے ذریعہ تو حواریین نے کہا کہ ایمان اور یقین تو ہمیں بھی حاصل ہے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تو تم بھی پانی پر چلو جب وہ چلے تو ڈوبنے لگے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا یہ کیا ہوا تو اُنھوں نے کہا کہ جب موج آئی تو ہم ڈرے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم موج سے ڈرے اور پھر اُن کو پانی میں سے نکالا، یقین سے یہاں توکل علی اللہ کا مرتبہ مراد ہے ایمانی کیفیت مراد نہیں ہے حوادثِ یومیہ میں اگر انسان ایک پہلو پر ایسا یقین جمالیتا ہے کہ دوسرے پہلو کا احتمال بھی اس کے ذہن میں نہ ہو تو عادت اللہ یہ ہے کہ اس کے یقین کے مطابق وقوع عمل میں آجاتا ہے لیکن یہ چیز نہ کمال نبوت سے متعلق ہے نہ کمال ولایت سے۔ فرات۔ مطلقاً دریا۔ ہاموں۔ جنگل۔

[3] ہمچو۔ آنحضورؐ شبِ معراج میں براق پر سوار تھے اور بُراق ہوا پر چل رہا تھا۔ مستصحب۔ صحبت رکھنے والا آنحضورؐ کو ملائکہ اور حضرتِ حق تعالیٰ کی صحبت میسر آئی۔ گفت۔ حضرت ہلالؓ نے اپنے لیے تیسری مثال بیان کی یعنی میں پہلے بمنزلہ کتے کے تھا آنحضورؐ کی زیارت سے شیر ہو گیا۔ کور۔ یہ حضرت ہلالؓ نے اپنی چوتھی مثال بیان کی کہ میں پہلے اندھا اور سانپ کی طرح پیٹ کے بل زمین پر رینگنے والا تھا اب آنکھ کھلی تو باغ و بہار میں ہوں۔

چوں[1] بُود آں چوں کہ از چونی رہید — در حیاتستانِ بیچونی رسید

وہ چوں کیسا ہو گا جو پانی سے نجات پا گیا؟ — (اور) بے چونی کی حیات گاہ میں پہنچ گیا ہو

گشت چونی بخش اندر لامکاں — گردِ خوانش جملہ شیراں چوں سگاں

وہ لامکان میں چونی بخشنے والا بن گیا — اسکے دسترخوان کے چاروں طرف تمام شیر کتوں کیطرح ہوں

اُوز بیچونی دہد شاں استخواں — در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں

وہ بے چونی سے اُن کو ہڈی دیتا ہے — تو جنابت کی حالت میں خاموش رہ، سورت نہ پڑھ

تاز چونی غسل ناری تُو تمام — تو بریں مصحف مَنِہ کف اے غلام

تو جب تک چونی سے مکمل غسل نہ کر لے — اے لڑکے! تو اِس قرآن پر ہاتھ نہ رکھ

گر پلیدم[2] ور نظیفم اے شہاں — ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں

اے شاہو! خواہ میں ناپاک ہوں یا پاک ہوں — دُنیا میں یہ نہ پڑھوں تو پھر کیا پڑھوں؟

تو مرا گوئی کہ از بہرِ ثواب — غسل ناکردہ مرو در حوضِ آب

آپ مجھ سے کہیں کہ ثواب کے لیے — تو غسل کیے بغیر پانی کی حوض میں نہ جا

از بروںِ حوض غیرِ خاک نیست — ہر کہ اُو درِ حوض ناید پاک نیست

حوض کے باہر خاک کے سوا نہیں ہے — جو حوض میں نہ جائے وہ پاک نہیں ہے

گر[3] نباشد آبہا را ایں کرم — کہ پذیرد مر خَبث را دمبدم

اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو — کہ وہ ناپاک کو ہر وقت قبول کر لیا کریں

وائے بر مُشتاق و بر اُمیدِ اُو — حسرتا بر حسرتِ جاویدِ اُو

تو مشتاق اور اس کی امید پر افسوس ہوتا — اُس کی دائمی حسرت پر حسرت ہوتی

آب دارد صد کرم صد احتشام — کو پلیداں را پذیرد والسلام

پانی سیکڑوں کرم (اور) سیکڑوں حشمتیں رکھتا ہے — کہ وہ ناپاکوں کو قبول کر لیتا ہے والسلام

---

[1] چوں بُود۔ چوں کے لغوی معنی کیفیت کے ہیں یہاں اس سے کیفیت اور عوارض بشریہ مراد ہیں اسی لیے بیچونی کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے اس شعر میں چوں بُود کے اندر چوں بمعنی کیسا ہے اور آں چوں میں چوں سے مراد وہ شخص ہے جو اوصاف بشریہ سے خالی ہو گیا ہو اور چونی سے مراد اوصاف بشری ہیں۔ درحیاتستان۔ فنا کے بعد مقام بقا آتا ہے جس کو حیاتستان سے تعبیر کیا ہے اس شعر میں مرشد کے اوصاف کا ذکر ہے۔ گشت۔ اس شعر میں مرشد کے افاضہ کا ذکر ہے۔ چونی بخش۔ یعنی سالک پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ یعنی وہ مرشد اب مادی اوصاف سے پاک ہو چکا ہے۔ چوں سگاں۔ یعنی وہ سالکین اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اُوز بیچونی۔ جب تک سالک ابتدائی کیفیات میں ہوتا ہے تو اُس کی مقصودِ حقیقی کی طلب مناسب نہیں ہوتی ہے اُس کو مرشد کہہ دیتا ہے کہ ابھی تو اس حالت میں نہیں ہے کہ مقصود تک پہنچ سکے اور تیری حالت اُس ناپاک کی سی ہے جس کو قرآن پڑھنا منع ہے۔

[2] گر پلیدم۔ سالک عرض کرتا ہے کہ کیفیات کی نفی ہو یا نہ ہو اگر میں مقصود حاصل نہ کروں تو اور کیا کروں۔ تو مرا۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ غسل کے بغیر قرآن نہ پڑھوں یعنی جب تک اوصاف بشری کا ازالہ نہ ہو مقصود تک پہنچنے کی کوشش نہ کروں حالانکہ مقصود تک پہنچنے پر ہی بشری صفات کی نفی ہو گی تو یہ تو ایسا ہے کہ کوئی ناپاک کو کہے کہ بغیر پاکی کے حوض سے پانی لینے کے لیے نہ جا اگر وہ نہ جائے تو پاک کیسے ہو گا؟ اس لیے کہ حوض کے باہر تو خاک ہے پانی نہیں ہے اور پاکی پانی سے حاصل ہو گی۔

[3] گر نباشد۔ مرشد کی طرف سے جواب ہے کہ میرا یہ مقصد نہ تھا جو تو سمجھا ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ اوصاف بشری کو مقصود بالذات نہ بنا نجاست تو اُن کو مقصود بنانا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پانی ہی کے ذریعہ ناپاکی دُور ہو سکے گی۔ آب دارد۔ مقصد پر پہنچ کر ہی صفات بشری کی نفی ہو گی، پانی کا یہ کام ہے کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرتا ہے اور پاک بنا دیتا ہے۔

اے[1] ضیاء الحق حسام الدین کہ نور
اے ضیاء الحق حسام الدین! کہ نور
پاسبانِ تست از شرِّ الطیور
بدترین پرندے سے آپ کا محافظ ہے

پاسبانِ تست نور و ارتقاش
نور اور اُس کی بلندی تمہاری محافظ ہے
اے تو خورشیدِ مستّر از خفاش
اے وہ کہ تیرا سورج چمگادڑ سے چھپا ہوا ہے

چیست پردہ پیشِ نورِ آفتاب
سورج کی روشنی کے آگے پردہ کیا ہے؟
جز فزونی شعشعہ و تیزی و تاب
شعاع کی زیادتی اور تیزی اور چمک کے سوا

پردہ[2] خورشید ہم نورے ربست
سورج کا پردہ بھی خدا کا نور ہے
بے نصیب از وَے خفاش ست وشب ست
چمگادڑ اور رات اُس سے محروم ہے

ہر دو چوں در بُعد و پردہ ماندہ اند
جبکہ دونوں دوری اور پردے میں رہ گئے ہیں
باسیہ رُویاں فسُردہ ماندہ اند
سیاہ رُو لوگوں کے ساتھ ٹھٹھر کر رہ گئے ہیں

چوں نوشتی بعضے از قصّہ ہلالؒ
جبکہ تو نے ہلالؒ کا تھوڑا سا قصہ بیان کیا ہے
داستانِ بدر آر اندر مقال
چودھویں کے چاند کا قصہ گفتگو کے دائرہ میں لا

آں ہلال و بدر دارند اتحاد
وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں
از دوئی دوراند و از نقص و فساد
دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دور ہیں

آں ہلال از نقص، در باطن بریست
وہ ہلال باطنی نقص سے پاک ہے
آں بظاہر نقص تدریج آوریست
وہ ظاہری نقص، درجہ بدرجہ بلندی پر لاتا ہے

درس[3] گوید شب بشب تدریج را
وہ ہر رات میں ترقی کا درس دیتا ہے
در تأنّی بردہد تفریج را
آہستہ روی میں کشادگی کا پھل دیتا ہے

در تأنّی گوید اے عجولِ خام
آہستہ روی کے بارے میں کہتا ہے اے جلد باز کچے!
پایہ پایہ برتواں رفتن ببام
درجہ بدرجہ، بالا خانے پر جایا جا سکتا ہے

دیگ را تدریج و استادانہ جوش
دیگ کو رفتہ رفتہ اور اُستادوں کی طرح جوش دے
کار ناید قلیۂ دیوانہ جوش
دیوانے کا جوش دیا ہوا قلیہ کام نہیں آتا ہے

---

[1] اے ضیاء الحق۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ تربیت درجہ بدرجہ ہونی چاہیے سالک کی تعجیل اور تقاضا مضر ہے وہ قبل از وقت شیخ بن بیٹھتا ہے، اے ضیاء الحق ندا کا جواب چھٹا شعر چوں نوشتی جس سے اصل مضمون شروع ہوگا درمیان میں مولانا ضیاء الحق کا ذکر کیا ہے۔ پاسبان۔ یعنی تمہارا نور چمگادڑوں سے تمہارا محافظ ہے وہ نور اُن کو چندھیا دیتا ہے۔ شر الطیور۔ یعنی مخالف جو بمنزلہ چمگادڑ کے ہیں۔

[2] پردہ۔ سورج کے لیے اُس کا نور پردہ ہے جس کی وجہ سے رات اور چمگادڑ نور سے محروم ہیں۔ ضیاء الحق کے نور سے کچھ تو وہ محروم ہیں کہ جن میں صلاحیت ہے لیکن وہ توجہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ چمگادڑ اور کچھ وہ ہیں جن میں صلاحیت ہی نہیں ہے جیسا کہ رات۔ ہر دو۔ چمگادڑ صلاحیت کے ہوتے ہوئے اور رات اس لیے کہ اُس میں صلاحیت مفقود ہے دونوں محروم ہیں۔ چوں۔ اب جبکہ ہلالؒ یعنی طالب سالک۔ بدر۔ یعنی شیخ جو افاضہ کرتا ہے۔ آں ہلالؒ۔ مُرید اور شیخ میں اتحاد ہے وہ دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دُور ہیں، اس تشبیہ سے مغالطہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ از نقص۔ ہلال یعنی مرید میں ظاہری کمی ہے اُس کا باطن رفتہ رفتہ مکمل ہو رہا ہے۔

[3] درس۔ وہ بدر یعنی شیخ ہلال کو یعنی مرید کو ہر شب میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ آہستہ آہستہ مکمل کر رہا ہے۔ در تأنّی۔ اس تدریجی ترقی کے بارے میں سمجھا رہا ہے کہ سلوک میں جلد بازی مناسب نہیں ہے۔ بالا خانے پر سیڑھی کے درجات طے کر کے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ دیگ۔ صحیح طور پر دیگ دھیمی آنچ پر تیار ہوتی ہے۔

حق¹ نہ قادر بُود بر خلقِ فلک
در یکے لحظہ بکُن بے ہیچ شک

کیا اللہ تعالیٰ آسمان کے پیدا کرنے پر قادر نہ تھا؟
کُن کے ذریعہ بغیر کسی شک کے ایک لحظہ میں

پس چرا شش روز آنرا در کشید
کُلُ یَوْمٍ اَلْفُ عَام اے مستفید

پھر چھ روز اُس کو کیوں کھینچا
اے طالب! ہر دن ایک ہزار سال کا

خلقتِ طفل ازچہ اندر نہ مہ است
زانکہ تدریج از شعارِ آں شہ است

بچے کی پیدائش نو مہینے میں کیوں ہے؟
کیونکہ درجہ بدرجہ کرنا اُس شاہ کی عادت ہے

خلقتِ آدمؑ چرا چل صبح بُود
اندراں گل اندک اندک میفزود

حضرت آدمؑ کی پیدائش چالیس روز میں کیوں ہوئی؟
اُس مٹی میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا تھا

زیں سحر تا آں سحر سالے ہزار
تا با آخر یافت آں صورت قرار

اس صبح سے اُس صبح تک ایک ہزار سال
یہاں تک کہ بالآخر اُس صورت نے قرار پایا

نے² چو تو اے خام کاکنوں تاختی
طفلی و خود را تو شیخے ساختی

نہ کہ تیری طرح اے کچے! کہ تو ابھی سے دوڑ پڑا
تو بچہ ہے، اور تو نے اپنے آپ کو شیخ بنا لیا

بر دویدی چوں کدُو فوقِ ہمہ
کو ترا پایِ جہاد و ملحمہ

تو کدُو کی طرح سب سے بڑھ کر دوڑ پڑا
تجھ میں جہاد اور جنگ کا دم قدم کہاں ہے؟

تکیہ کردی بر درختان و جدار
بر شُدی اے اقرعک ہم قرع وار

تو نے درختوں اور دیوار کا سہارا لیا
اے حقیر گنجے! تو کدو کی طرح بڑھ گیا

اوّل ار شُد مرکبت سروِ سہی
لیک آخر خشک سے بے مغز و تہی

ابتدا اگرچہ تیری سواری سیدھا سرو بن گیا
لیکن آخر میں تو خشک، بے مغز اور خالی ہے

رنگِ سبزت زرد شُد اے قرع زود
زانکہ از گلگونہ بُود اصلی نبُود

اے کدو! بہت جلد تیرا سبز رنگ زرد ہو گیا
کیونکہ وہ پوڈر کا تھا اصلی نہ تھا

داستانِ³ آں عجوزہ کہ رُوی زشتِ خود را گلگونہ می ساخت و ساختہ نمی شُد و پذیرا نمی آمد

اُس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدے چہرے پر پوڈر ملتی تھی وہ نہ لگتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بُود کمپیرے نود سالہ کلاں
پُر تشنج رُوی و رنگش زعفراں

ایک نوے سال کی بڑی بوڑھی تھی
چہرہ جھریوں بھرا اور اُس کا رنگ زرد تھا

---

¹ حق۔ آہستہ روی خدا کی صفت ہے اسی لیے باوجود قدرت کے اُس نے آسمانوں کو چھ روز میں پیدا فرمایا ہے۔ پس۔ قرآن پاک میں ہے خلق السمٰوٰتِ والارض فی ستۃ ایام "آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا" دوسری جگہ قرآن میں ہے وانّ یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدّون یعنی اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ خلقت۔ اللہ تعالیٰ بچہ کو بھی ایک منٹ میں پیدا کر سکتا ہے لیکن سنتِ الٰہی یہ ہے کہ نو مہینے میں اُس کی پیدائش ہوتی ہے۔ آدم۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش کی تکمیل بھی چالیس روز میں ہوئی اور ہر روز ایک ہزار سال کا تھا۔

² نے چو تو۔ سالک کو یہ نہ چاہیے کہ جلد بازی کرے اور قبل از وقت شیخ بن بیٹھے۔ بر دویدی۔ کدو کی بیل بہت جلد پھیل جاتی ہے اس صورت میں سالک کو مجاہدوں کی نوبت نہیں آتی ہے۔ تکیہ۔ کدو کی بیل دوسرے کے سہارے پھیلتی ہے۔ اقرعک۔ ناچیز۔ گنجا۔ قرع۔ کدو۔ اوّل۔ بے شک دوسرے کے سہارے ترقی ہو جاتی ہے لیکن وہ پائیدار نہیں ہوتی ہے اور وہ رنگ جلد اُتر جاتا ہے۔

³ داستاں۔ اس قصہ سے بھی یہ بتایا ہے کہ اصل اور بناوٹ میں بہت فرق ہے۔ کمپیر۔ بڑھیا۔ پُر تشنج رُو۔ یعنی اُس کے منہ کی کھال میں بڑھاپے کی وجہ سے سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

چوں سر سُفرہ[1] رُخِ اُو تو بتوی
مقعد کے سرے کی طرح اُس کا چہرہ تہ بہ تہ تھا

لیک دروَے بُود ماندہ عشقِ شوی
لیکن اُس میں شوہر کی ہوس تھی

ریخت دندانہاش و مُوچوں شیر شُد
اسکے دانت گر گئے تھے اور بال دودھ کیطرح سفید ہو گئے تھے

قد کمان و ہر حِسش تغییر شُد
قد، کمان کی طرح اور اُس کا ہر حس بدل گیا تھا

عشقِ شوی و شہوت و حرصش تمام
شوہر کا شوق اور اُس کی شہوت اور حرص مکمل تھی

عشقِ صید و پارہ پارہ گشتہ دام
شکار کا شوق تھا اور جال ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا

مُرغِ بے ہنگام و راہی بیرہے
بے وقت کا مُرغ اور بغیر راستہ کا مسافر

آتشِ پُر در بُنِ دیگِ تہی
خالی دیگ کے نیچے، بھری ہوئی آگ ہے

عاشقِ[2] میدان و اسپ و پائے نے
میدان کا عشق، اور گھوڑا اور پاؤں ندارد

عاشقِ زمر و لب و سَرنائے نے
بجانے کا شوق اور ہونٹ اور بانسری ندارد

حرص در پیری جہوداں را مباد
خدا کرے بڑھاپے میں حرص کافروں کو بھی نہ ہو

اے شقیے کہ خداش ایں حرص داد
ہائے وہ بدبخت جس کو خدا نے یہ حرص دی ہو

ریخت دنداں ہایِ سگ چوں پیر شُد
کتا جب بوڑھا ہو گیا، دانت گر گئے

ترکِ مردم کرد و سرگیں گیر شُد
اُس نے انسانوں کو چھوڑا اور گوبر حاصل کرنے والا بن گیا

ایں سگانِ شصت سالہ را نگر
ان ساٹھ سالہ کتوں کو دیکھ

ہردمے دنداں سگ شاں تیز تر
کتے کا سا اُن کا دانت لحہ بہ لحہ زیادہ تیز ہے

پیرِ[3] سگ را ریخت پشم از پوستیں
بوڑھے کتے کی کھال سے بال جھڑ گئے

ایں سگانِ پیر اطلس پُوش بیں
اطلس پہننے والے ان بوڑھے کتوں کو دیکھ

عشقِ شان و حرصِ شاں در فرج و زر
شرمگاہ اور سونے پر اُن کا عشق اور ان کی حرص

دمبدم چوں نسلِ سگ بیں بیشتر
کتے کی نسل کی طرح لحہ بہ لحہ زیادتی پر دیکھتا رہ

ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست
ایسی عمر جو دوزخ کا سرمایہ ہے

مرقصابانِ غضب را مسلخ ست
قہر خداوندی کے قصائیوں کا کمیلا ہے

چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز
جب لوگ اُس سے کہتے ہیں تیری عمر دراز ہو

میشَود دلخوش دہانش از خندہ باز
خوش دل ہوتا ہے، اُس کا منہ ہنسی سے کھل جاتا ہے

---

[1] سفرہ۔ مقعد۔ عشق شوی۔ یعنی اُس کی خواہش تھی کہ کوئی شوہر کرے۔ ریخت۔ بڑھاپے سے اُس کے دانت ٹوٹ گئے تھے، بال دودھ کی طرح سفید ہو گئے تھے اور قد کبڑا ہو گیا تھا، حواس میں تغیر آ گیا تھا۔ عشقِ صید۔ یعنی شوہر تو چاہتی تھی اور اُس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اُس سے کوئی نکاح کرنے پر راضی ہو سکے۔ مرغ۔ یعنی اُس بڑھیا کی خواہش بالکل بے معنی تھی۔

[2] عاشق۔ اُس بڑھیا کی مثال اُس شخص کی ہے جس کو میدانِ جنگ میں جانے کا شوق ہو لیکن اُس کے پاس نہ گھوڑا ہو نہ اُس کے پاؤں ہوں، یا کسی کو منہ سے باجا بجانے کا شوق ہو لیکن نہ اُس کے ہونٹ ہوں نہ اُس کے پاس بانسری ہو۔ حرص۔ ایسی بے موقع حرص خدا دشمن کو بھی نہ دے۔ ریخت۔ کتا بھی دانت ٹوٹ جانے کے بعد انسانوں کو کاٹنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنی غذا گوبر کو بنا لیتا ہے۔ ایں سگاں۔ لیکن انسان کا یہ حال ہے کہ مصرع: (مرد چوں پیر شود حرص جواں می گردد)

[3] پیر سگ۔ بڑھاپے میں کتے کے بال جھڑ جاتے ہیں لیکن انسان کی حرص کا یہ حال ہے کہ بڑھاپے میں بھی اطلس کو زیبِ تن کرتا ہے۔ نسل سگ۔ کتیا کئی کئی بچے دیتی ہے۔ ایں چنیں۔ جو عمر گناہوں میں بسر ہو وہ دوزخ کا سرمایہ ہے اور عذاب کے فرشتوں کا کمیلا ہے۔ چوں۔ اس سیاہ کار کو جب عمر کی درازی کی دعا ملتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مزید عذاب کی دعا ہے۔

ایں چنیں نفرین[1] دُعا پندارد او — چشم نگشاید سرے برنارد او

ایسی لعنت کو وہ دُعا سمجھتا ہے — وہ آنکھ نہیں کھولتا ہے، سر نہیں اُٹھاتا ہے

گر بدیدے یک سرِ مُو از معاد — اُوش گفتے ایں چنیں عمرِ تو باد

اگر وہ آخرت کو ایک بال برابر دیکھ لیتا — وہ اُس سے کہہ دیتا کہ ایسی عمر تیری ہو

داستانِ آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد کہ خدائے تعالیٰ تُرا بسلامت بخان و مانِ تو باز رساند

اُس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ گھر بار کو واپس پہنچا دے

گفت[2] یک روزے بخواجہ گیلئے — ناں پرستے نرگدا زنبیلئے

ایک روز، گیلانی سردار سے کہا — نکر گدا، پیٹ کٹے، بھکاری جھولی والے نے

ناں همی باید مراناں دہ مرا — تا بگویم مر ترا من یک دُعا

مجھے روٹی چاہیے، مجھے روٹی دے — تاکہ میں تجھے، ایک دُعا دوں

چوں ستد زوناں بگفت اے مستعاں — خوش بخان و مانِ خود بازش رساں

جب اُس نے اُس سے روٹی لے لی، کہا اے خدا! — اُس کو بہتر طریقہ پر اپنے گھر بار کو لوٹا دے

گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام — حق تُرا آنجا رساند اے دژم

اُس نے کہا کہ اگر گھر وہی ہے، جو میں نے دیکھا ہے — اے پراگندہ! خدا تجھے وہاں پہنچا دے

ہر[3] محدّث راخساں بددل کنند — حرفش ار عالی بُود نازِل کنند

کمینے، بیان کرنے والے کو بد دل کر دیتے ہیں — اُس کی تقریر اگر بلند ہو تو پست کر دیتے ہیں

زاں کہ قدرِ مستمع آید نبا — برقدِ خواجہ بُرد درزی قبا

کیونکہ سننے والے کی بقدر کلام ہوتا ہے — درزی قبا خواجہ کے قد کے مطابق تراشتا ہے

چونکہ مجلس بے چنیں بیغارہ نیست — از حدیثِ پست و نازل چارہ نیست

چونکہ مجلس ایسے طعنہ سے خالی نہیں ہوتی ہے — پست اور کم درجہ کی تقریر کے سوا چارہ نہیں ہے

واستاں ہیں ایں سخن را از گرو — سُوئِ افسانہ عجوزہ باز رو

ہاں، اس بات کو گرفت سے چھوڑ دے — بوڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

نفرین۔ گنہگار کی عمر کی درازی کی دُعا، دعا نہیں ہے بلکہ اُس کے لیے بددعا ہے۔ گر بدیدے۔ اگر اس کو آخرت کا کچھ بھی خیال ہوتا تو اُس کو بددعا سمجھتا اور دعا دینے والے سے کہہ دیتا کہ ایسی دراز عمر تجھے نصیب ہو۔ داستان۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ فقیر نے وطن کی واپسی کی دعا کو دعا سمجھا اور وہ سردار چوں کہ وطن والوں سے تنگ ہو کر نکلا تھا تو اس نے اس دعا کو بددعا سمجھا۔ گیلی۔ گیلانی، گیلان ایک شہر ہے۔

گفت۔ فقیر نے کہا مجھے روٹی دے دے تو میں تجھے دُعا دوں۔ چوں ستد۔ جب فقیر نے روٹی لے لی اور فقراء کے عام دستور کے مطابق خیریت کے ساتھ وطن کی واپسی کی دعا دے دی۔ گفت۔ وہ گیلانی سردار چونکہ وطن سے ناخوش تھا اس نے فقیر کو غصہ سے کہا کہ خدا تجھے اُس وطن میں پہنچا دے۔

ہر محدث۔ جس طرح اس فقیر کی دعا کو اُس سردار نے اچھا نہ سمجھا اسی طرح بزرگوں کی بات کو پست فطرت لوگ پست معنٰی پر محمول کر لیتے ہیں نتیجہ میں وہ بزرگ ان سامعین کے لیے پست کلام بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقرر کو سامعین کی قابلیت کے مطابق کلام کرنا پڑتا ہے۔ نبا۔ خبر، بات۔ برقد خواجہ۔ درزی کپڑے سلوانے والے کے قد کے مطابق قبا تراشتا ہے۔ چونکہ۔ مجالس میں عموماً ایسے عوام ہوتے ہیں کہ اُن کے رُوبرو لامحالہ پست کلام کرنا پڑتا ہے۔

صفتِ آں عجوز و رجوع بحکایتِ آں

اُس بڑھیا کا بیان اور اُس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں[1] مُسن گشت و دریں رہ نیست مرد — تو بنہ نامش عجوزِ سالخورد

جب کوئی معمر ہو جائے اور وہ اس راہ کا مرد نہیں ہے — تو اُس کا نام پُرانی بڑھیا رکھ دے

نے مر اُورا رابِ مال و مایۂ — نے پذیرایِ قبول و پایۂ

اُس کے پاس نہ پونجی اور سرمایہ ہے — نہ وہ مقبولیت اور رُتبے کو قبول کرنے والا ہے

نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی — نے در و معنی و نے معنی کشی

نہ وہ خوشی عطا کرنے والا ہے، نہ قبول کرنے والا — نہ اُس میں کمال ہے اور نہ اُس میں کمال کی طلب ہے

نے[2] زباں نے گوش نے عقل و بصر — نے ہُش و نے بیہشی و نے فکر

نہ زبان ہے، نہ کان، نہ عقل اور بصیرت — نہ ہوش، اور نہ بے ہوشی اور نہ فکر

نے نیاز و نے جمالے بہرِ ناز — تو بتوئش گندہ مانندِ پیاز

نہ نیاز ہے اور نہ ناز کرنے کے لیے حُسن — وہ تہ بہ تہ، پیاز کی طرح گندہ ہے

نے رہے بُریدہ و نے پایِ راہ — نے تپش آں قحبہ رانے سوز و آہ

نہ راہ سلوک طے کیے ہوئے ہے اور نہ راہ کا قدم ہے — نہ اُس قحبہ کے لیے گرمی ہے نہ سوز اور آہ

قصہ[3] درویشے کہ از خانہ ہرچہ میخواست می گفتند کہ نیست

اُس فقیر کا قصہ کہ ایک گھرانے سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہہ دیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسُوئے خانۂ — خشک نانے خواست یا تر نانۂ

ایک سائل ایک گھر کی جانب آیا — ایک سوکھی یا تازہ روٹی مانگی

گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست — خیرہَ کے ایں دُکانِ نانباست

گھر والے نے کہا، روٹی یہاں کہاں ہے؟ — تو پاگل ہے، یہاں نانبائی کی دُکان کہاں ہے؟

گفت بارے اندکے پیہم بیاب — گفت آخر نیست دُکانِ قصاب

اُس نے کہا تو چربی کا ایک ٹکڑا دے دے — اُس نے کہا قصائی کی دُکان تو نہیں ہے

گفت مُشتِ آرد دہ اے کد خدا — گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا

اُس نے کہا اے گھر کے مالک! آٹے کی مٹھی دے دے — اُس نے کہا تو یہ سمجھتا ہے، کہ یہ چکی ہے

گفت بارے آب دہ از مِکرعہ — گفت آخر نیست جُویا مِشرعہ

اُس نے کہا، آخر پانی پینے کے برتن سے پانی دے دے — اُس نے کہا، نہر یا گھاٹ تو نہیں ہے

---

1. چوں مسن۔ پھر حریص بوڑھوں کا ذکر شروع کر دیا ہے کہ جس بڑھیا کا ذکر ہم نے کیا ہے اُن حریص بوڑھوں کو وہی بڑھیا سمجھو۔ نے مر اُورا۔ اس بوڑھے کا یہ حال ہے کہ اُس کا سرمایہ حیات ختم ہو گیا اور کوئی نیک کام نہ کیا جس سے اُس کو مقبولیت ہوتی اور مرتبہ بلند ہوتا۔ نے دہندہ۔ یعنی نہ اُس میں افادہ کی صلاحیت ہے نہ استفادہ کی۔ نہ اُس میں کوئی خوبی ہے اور نہ وہ خوبی کا طالب ہے۔

2. نے زباں۔ نہ اُس میں حق گوئی کی زبان ہے، نہ حق سننے کا کان، نہ حق فہم عقل ہے نہ حق بیں بصر ہے، نہ اُس میں صحو ہے نہ سُکر، نہ اللہ کی آیات میں فکر کرنا۔ نے نیاز۔ نہ اُس میں طالب کا نیاز ہے نہ صاحب کمال کا ناز ہے۔ رہے۔ نہ اُس نے راہِ سلوک طے کی نہ اُس کے قدم چلے، نہ اُس میں راہِ سلوک کا عزم ہے، نہ محبت کی گرمی ہے نہ محبت کا سوز و گداز ہے۔

3. قصہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ اُس بوڑھے حریص میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اب اسی مناسبت سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ سائل نے بہت سی چیزوں کا سوال کیا اور مالک مکان ہر چیز کی نفی کر دیتا تھا۔ خیرہ۔ بیہودہ۔ نانبا۔ نانبائی۔ پیہ۔ چربی۔ آسیا۔ چکی۔ مکرعہ۔ پانی نکالنے یا پینے کا برتن۔ مشرعہ۔ پنگھٹ۔

ہر چہ اُو درخواست از نان و سبوس[1]
اُس نے جو کچھ بھی روٹی اور بھوسی مانگی

چربکے میگفت و میکردش فسوں
وہ پھبتی کستا تھا اور مذاق اُڑاتا تھا

آں گدا در رفت و دامن در کشید
وہ فقیر اندر پہنچ گیا اور دامن سمیٹا

و اندراں خانہ بجست و خواست رید
وہ اُس گھر میں کودا اور ہگنا چاہا

گفت ہے ہے گفت تن زن اے دژم
اُس نے کہا، ہائیں ہائیں، اُس نے کہا اے پاگل چپ رہ

تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
تاکہ میں اسی ویرانے میں فراغت حاصل کر لوں

چوں دریں جانیست وجہ زیستن
جبکہ اس جگہ جینے کا کوئی سامان نہیں ہے

در چنیں خانہ بباید ریستن
ایسے گھر میں ہگنا چاہیے

چوں نۂ بازے کہ گیری تو شکار
جبکہ تو باز نہیں ہے کہ شکار پکڑے

دست آموزِ شکارِ شہر یار
بادشاہ کے ہاتھ سے شکار پکڑنا سیکھے ہوئے

نیستی[2] طاؤس باصد نقش و بند
تو سیکڑوں نقش و نگار والا مور نہیں ہے

کہ بنقشت چشمہا روشن کنند
کہ تیرے نقش و نگار سے آنکھیں روشن کریں

ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند
تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے قند کھلائیں

گوش سوئے گفتِ شیرینت نہند
تیری میٹھی گفتگو پر کان دھریں

ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار
تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار وزار

خوش بنالی در چمن بالالہ زار
لالہ زار والے چمن میں خوب نوحہ کرے

ہم نہ ہُد ہُد کہ پیکہا کنی
تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ پیغامبری کرے

نے چولکلک کہ وطن بالا کنی
نہ لقلق کی طرح ہے کہ وطن کو بڑھیا بنائے

در زمستاں سوئے ہندوستاں روی
جاڑوں میں ہندوستان چلا جائے

در بہاراں سوئے تُرکستاں شوی
(موسم) بہار میں تُرکستان کی جانب پہنچ جائے

درچہ کاری تو و بہرِ چہ ت خرند
تو کس کام کا ہے اور تجھے کس لیے خریدیں؟

توچہ مرغی و تُرا با چہ خورند
تو کیسا پرند ہے اور تجھے کس چیز سے کھائیں؟

زیں[3] دکانِ با مکیساں برتر آ
کھینچ تان کرنے والوں کی اس دکان کے آگے بڑھ

تا دکانِ فضلِ اللہ اشتریٰ
"اللہ نے خریدا"، کی مہربانی کی دُکان کی طرف

کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرید
وہ سامان کہ کسی انسان نے اس کی طرف نظر نہ کی

از خلاقت آں کریم آں را خرید
کہنگی کے سبب، اُس داتا نے اُس کو خرید لیا

[1] سبوس۔ بھوسی۔ چربک۔ مذاق کی بات۔ رید۔ ریدن ہگنا۔ دژم۔ پراگندہ دماغ۔ فارغ کنم۔ یعنی پاخانہ سے اپنے آپ کو فارغ کراوں۔ چوں دریں۔ فقیر نے کہا جبکہ اس گھر میں زندگی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ایسا ویرانہ اسی قابل ہے اس میں پاخانہ پھر لیا جائے۔ چوں نہ۔ اب پھر کمالات سے خالی ہونے کا بیان شروع کیا ہے یعنی تو ایسا باز بھی نہیں ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر شکار پکڑنا سیکھا ہو۔

[2] نیستی۔ تجھ میں کوئی حسن ظاہری بھی نہیں ہے۔ طوطی۔ طوطی کو جب شکر کھلاتے ہیں وہ خوب بولتی ہے۔ بلبل۔ بلبل آہ وزاری میں چمن کے اندر لالے کی ہمنوائی کرتی ہے۔ ہُد ہُد۔ ہُد ہُد نے حضرت سلیمانؑ کی پیغامبری کی تھی۔ بالا کنی۔ لقلق ہر موسم میں اپنے لیے بہترین وطن بناتا ہے جاڑوں میں ہندوستان آ جاتا ہے اور موسم بہار میں ترکستان چلا جاتا ہے۔ درچہ۔ جب تو تمام کمالات سے خالی ہے تو لوگ تیرے گاہک کیوں بنیں۔

[3] زیں دکاں۔ جب تجھ میں کوئی کمال نہیں ہے تو اپنی بناوٹی باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر، وہاں مقبولیت کے لیے کمال کی ضرورت نہیں ہے وہاں تو صرف تیرا ادھر کو رجوع کرنا مقبولیت کے لیے کافی ہے۔ کالہ۔ سامان۔ خلاقت۔ پرانا ہونا۔ کریم۔ اللہ تعالیٰ۔

ہیچ قلبے[1] پیشِ اُو مردود نیست — زانکہ قصدش از خریدن سُود نیست
کوئی کھوٹا، اُس کے دربار سے مردود نہیں ہے — کیونکہ خریدنے سے اُس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے

سُودِ اُو و بیع آں یارِ نکو — کوست نیکو خُلق وہم نیکوش خُو
اُس بھلے دوست کا نفع اور خریداری یہی ہے — کہ وہ اچھے اخلاق والا ہے اور اُس کی عادت بھی بھلی ہے

بیحدست افضالِ اُو آیس مشو — سُوئِ دستانِ عجوزہ باز رو
اُس کی مہربانیاں بے حد ہیں، تو مایوس نہ ہو — بوڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

باز میگردم سُوئِ قصۂ عجوز — زانکہ پایانے ندارد ایں رموز
میں پھر بڑھیا کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں — کیونکہ ان نکتوں کی انتہا نہیں ہے

رجوع بداستانِ آں کمپیر

اُس بوڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بُود[2] در ہمسایہ اش سُورِ عجب — کردہ بُودند از قضا اُو را طلب
اُس کے پڑوس میں بڑھیا، شادی تھی — تقدیر سے اُنھوں نے اس کو بھی بلایا تھا

چوں عروسی خواست رفت آں گندہ پیر — کرد ابر و را سیاہ اُو ہمچو قیر
جب اُس بڑھیا نے شادی میں جانا چاہا — اُس نے ابرو کو تارکول کی طرح کالا کیا

چوں عروسی خواست رفتن آں حریف — مُوئِ ابر و پاک کرد آں مستحیف
جب اُس حرفتی نے شادی میں جانا چاہا — اُس ظالم نے ابرو کے بال صاف کیے

پیشِ رُو آئینہ بگرفت آں عجوز — تا بیارایڈ رُخ و رُخسار و پُوز
اُس بڑھیا نے منہ کے سامنے آئینہ رکھا — تاکہ منہ اور رخسار اور ٹھوڑی کو سجائے

چند گلگونہ[3] بمالید از بطر — سُفرۂ رُویش نشُد پوشیدہ تر
اُس نے اکڑ سے بہت سا پوڈر ملا — اُس کے منہ کی مقعد زیادہ نہ چھپی

عُشر ہائے مصحف از جا می برید — می بچسپانید بر رُو آں پلید
وہ قرآن کے عُشر جگہ سے کاٹتی تھی — وہ ناپاک، چہرے پر چپکاتی تھی

تا کہ سُفرہ رُوئِ اُو پنہاں شود — تانگینِ حلقۂ خوباں شود
تاکہ اُس کے منہ کی مقعد چھپ جائے — تاکہ حسینوں کے حلقہ کا رنگ بن جائے

عُشر ہا بر رُوی ہر جا می نہاد — چونکہ بر می بست چادر می فتاد
چہرے پر ہر جگہ عشر رکھتی تھی — وہ جب چادر اوڑھتی تھی وہ گر جاتے تھے

---

[1] قلبؔ۔ وہ اللہ تعالیٰ کھوٹے کو بھی خرید لیتا ہے کیونکہ اُس کا منشا نفع کمانا نہیں ہے۔ سُودِ اوؔ۔ وہاں نفع اور معاملہ صرف اس بنا پر ہے کہ وہ کریم ہے۔ آیسؔ۔ مایوس۔ رموزؔ۔ اللہ کی مہربانیاں۔

[2] بودؔ۔ اُس بڑھیا کے پڑوس میں ایک شادی تھی پڑوسیوں نے اتفاقاً اُس کو بھی دعوت دے دی۔ قیرؔ۔ تارکول کی قسم کا ایک مادہ ہے یعنی اُس نے اپنی سفید ابرووں کو خوب کالا کرلیا۔ حریفؔ۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ پاک کردؔ۔ یعنی اُس نے ابرووں کو تراش کر صحیح کرلیا۔ مستحیفؔ۔ ظالم۔ پوزؔ۔ ٹھوڑی۔

[3] گلگونہؔ۔ اُبٹن۔ پوڈر۔ بطرؔ۔ اکڑ۔ سفرہؔ۔ مقعد۔ عُشر ہاؔ۔ قرآن پاک کی ہر دس آیتوں پر نشان بنایا جاتا تھا اس کو عُشر کہتے تھے وہ شاید سنہرے ہوں۔ تاکہؔ۔ منہ پر عشر اس لیے چسپاں کر رہی تھی کہ منہ کی سلوٹیں چھپ جائیں۔ چونکہؔ۔ عشر چپکانے کے بعد جب چادر اوڑھتی تھی وہ چادر کی رگڑ سے گر جاتے تھے۔

باز اُو آں عُشرہا را با خدو[1] — می بچفسانید بر اطرافِ رُو
وہ پھر اُن عشروں کو تھوک سے — منہ کے اطراف پر چپکاتی
باز چادر راست کردے آن تگیں — عُشرہا افتادے از رُو بر زمیں
وہ بہادر پھر چادر کو ٹھیک کرتی — عشر چہرے پر زمین پر گر پڑتے
چوں بسے میکرد فن و آں می فتاد — گفت صد لعنت براں ابلیس باد
جب اُس نے بہت سی تدبیریں کیں اور وہ گرے — بولی، اُس شیطان پر سو لعنتیں ہوں
شُد مصوّر آں زماں ابلیس زُود — گفت اے قحبہ قدید بے وُرود
اُس وقت فوراً شیطان مجسم ہو گیا — اُس نے کہا اے بدکار سوکھے گوشت جسکے پاس کوئی نہ آئے
من[2] ہمہ عُمر ایں نیندیشیدہ ام — نے ز جز تو قحبۂ ایں دیدہ ام
میں نے تمام عمر یہ نہیں سوچا ہے — نہ میں نے تجھ بدکار کے سوا کسی سے یہ دیکھا ہے
تخمِ نادر در فضیحت کاشتی — در جہاں تو مصحفے نگذاشتی
تو نے رُسوائی میں عجیب بیج بویا ہے — تُو نے دنیا میں قرآن کو بھی نہ چھوڑا
صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس — ترکِ من گو اے عجوزِ درد بیس
تو لشکر در لشکر سیکڑوں شیطان ہے — اے گندی بڑھیا! مجھے چھوڑ دے
چند دُزدی عُشر از ام الکتیب — تاشود رُویت مُلوّن ہمچو سیب
تو قرآن کے عُشر کب تک چُرائے گی؟ — تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگین ہو جائے
چند دُزدی حرفِ مردانِ خدا — تا فروشی و ستانی مرحبا
تو مردانِ خدا کے حرف کتنے چرائے گا؟ — تاکہ تو بیچے اور مرحبا وصول کرے
رنگ بربستہ ترا گلگوں نکرد — شاخِ بربستہ فنِ عرجوں نکرد
جمائے ہوئے رنگ نے تجھے گلابی رنگ کا نہ بنایا — بندھی ہوئی شاخ نے اصل شاخ کا کام نہ کیا
عاقبت[3] چوں چادرِ مرگت رسد — از رُخت ایں عُشرہا اندر فتد
انجام کار جب تیرے پاس موت کی چادر آئے گی — تیرے رُخ سے یہ عشر جھڑ جائیں گے
چونکہ آید خیز خیز آں رحیل — گم شود زاں پس فسونِ قال و قیل
جبکہ اُس کوچ کا چل چلاؤ آ جائے گا — اُس کے بعد قال و قیل کا جادو گم ہو جائے گا
عالمِ خاموشی آید پیش بیست — وائے آنکو در دروں اُنسیش نیست
خاموشی کا عالم آ جائے گا کہ سامنے کھڑا ہو — اُس شخص پر افسوس ہے جس کے اندر محبت نہیں ہے

---

[1] خدو۔ تھوک۔ باز چادر۔ وہ ہمت کر کے دوبارہ چادر اوڑھتی تو وہ عشر پھر گر جاتے۔ چوں۔ جب بہت تدبیریں کر چکی اور وہ عشر چہرے پر نہ جمے تو شیطان پر لعنت بھیجنے لگی۔ شد مصوّر۔ شیطان مجسم بن کر اس کے سامنے آ گیا۔ قحبہ۔ رنڈی۔ قدید۔ گوشت کا سوکھا ٹکڑا۔ بے ورود۔ یعنی جسے کوئی لینے نہ آئے۔

[2] من ہمہ عمر۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تمام عمر ایسی خباثت نہیں سوچی نہ تیرے سوا کسی کو ایسی حرکت کرتے دیکھا۔ مصحف۔ قرآن پاک۔ خمیس۔ لشکر۔ درد بیس۔ بہت بوڑھی عورت مریل، گندی۔ ام الکتیب۔ قرآن پاک۔ ملوّن۔ رنگین۔ چند دزدی۔ اب مولانا حکایت کے مقصود کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بناوٹی شیخ تو کب تک بزرگوں کے اقوال چُرا کر لوگوں کی واہ واہ حاصل کریگا یہ فرضی رنگ حقیقی رنگ نہ ہوگا کسی درخت پر بندھی ہوئی شاخ اصلی شاخ کا سا کام نہ کریگی۔

[3] عاقبت۔ جب تو موت کی چادر اوڑھے گا یہ چپکائے ہوئے عشر بڑھیا کی طرح جھڑ جائیں گے۔ چونکہ۔ جب چل چلاؤ کا وقت آئے گا یہ فرضی قصے سب ختم ہو جائیں گے۔ عالمِ خاموشی۔ عالم آخرت۔ پیش۔ یعنی یہ حکم ہوگا کہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہو۔ انسیش۔ اُس کو خدا سے اُنس اور محبت تھی۔

صیقلے[1] کُن یک دو روزے سینہ را — دفترِ خود ساز آں آئینہ را

دو ایک دن سینہ کی صیقل کر لے — اُس آئینہ کو اپنا دفتر بنا لے

کہ ز سایہ یوسفِ صاحبقراں — شُد زلیخاۓِ عجوز از سَر جواں

کہ صاحبقراں یوسفؑ کے سایہ سے — بوڑھی زلیخا، از سرِنو جوان ہو گئی

میشود مُبدَل بخورشیدِ تموز — آں مزاجِ باردِ بردالعجوز

ساون کے سورج سے بدل جاتا ہے — چلّے کا جاڑے کا ٹھنڈا مزاج

می شود مُبدَل بسوزِ مریمی — شاخِ لب خشکے بہ نخلِ خُرمی

مریمی سوز سے بدل جاتی ہے — خشک لب شاخ خوشی کی کھجور سے

اے[2] عجوزہ چند کوشی باقضا — نقد جُو اکنوں رہا کن ما مضیٰ

اے بڑھیا! تو حکمِ خداوندی کے مقابلہ میں کب تک کوشش کرے گی — اب نقد کی جستجو کر لے، گذشتہ کو چھوڑ

چوں رُخت را نیست در خوبی امید — خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید

جبکہ تیرے چہرے کو حسن کی اُمید نہیں ہے — خواہ پوڈر لگا اور خواہ سیاہی

حکایتِ آں رنجور کہ طبیب درو اُمیدِ صحت ندید

اُس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی اُمید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شُد سُوۓِ طبیب — گفت نبضم را فروبیں اے لبیب

ایک بیمار طبیب کے پاس پہنچا — بولا، اے عقلمند! میری نبض غور سے دیکھ لے

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل — کہ رگِ دست ست بادل متصل

تاکہ تو نبض سے دل کی حالت پر آگاہ ہو جائے — کیونکہ ہاتھ کی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے

چونکہ[3] دل غیبست خواہی زومثال — زُو بجوکہ بادلستش اِتّصال

چونکہ دل پوشیدہ ہے، تو اُس کی مثال چاہتا ہے — اُس سے تلاش کر لے کیونکہ اُس کا دل سے اتصال ہے

باد پنہانست از چشم اے امیں — در غُبار و جنبشِ برگش ببیں

اے امین! ہوا آنکھ سے پوشیدہ ہے — غبار اور پتوں کے ہلنے میں اُس کو دیکھ لے

کز یمین ست اُو وزاں یا از شمال — جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال

کہ وہ دائیں جانب سے چل رہی ہے یا بائیں سے — پتوں کی حرکت حال بتا دے گی

---

[1] صیقلے۔ اللہ تعالیٰ نے محبت پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مجاہدوں کے ذریعہ دل کو مانجھ پھر اُس میں اسرار ظاہر ہوں گے اور تیرا دل تیرے لیے دفتر اور کتاب کا کام دے گا۔ کہ زسایہ۔ جب حضرت یوسفؑ کے سایہ سے زلیخا جوان ہو سکتی ہے تو جب تیرے سینہ میں انوارِ الٰہی پیدا ہوں گے تو جواب مثل بڑھیا کے ہے جوان بن جائے گا۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری دونوں ستارے ایک برج میں جمع ہو جائیں۔ می شود۔ جس طرح سردی سورج کے اثر سے گرمی میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح تیرے اندر تبدیلی ہو جائے گی۔ تموز۔ ساون کا مہینہ۔ مریمی۔ حضرت مریمؑ کی تاثیر سے خشک کھجور پھل دینے لگی تھی اسی طرح تیرے اندر تبدیلی آ جائے گی۔

[2] اے عجوز۔ انسان کو گذشتہ معصیتوں سے مایوس ہو کر آئندہ احوال کی اصلاح کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ گذشتہ سے قطع نظر کر کے اصلاحِ حال میں لگ جانا چاہیے۔ چوں رخت۔ پہلے تو نے جو کچھ فرضی باتیں کیں وہ کسی طرح مفید نہ ہوں گی۔ اب صحیح حالات پیدا کر لے۔ حکایت۔ فرضی باتوں کا حقیقت بنا اسی طرح ناممکن ہے، جس طرح اس مریض کی صحت ناممکن تھی۔ رنجور۔ بیمار۔ لبیب۔ ذہین۔ تازنبض۔ دل کی حالت نبض سے معلوم کر لے نبض والی رگ سے جڑی ہوئی ہے۔

[3] چونکہ۔ دل نظروں سے غائب ہے اگر اس کی حالت سمجھنے کے لیے کسی مثال کی ضرورت ہے تو نبض سے سمجھ لو اُس کا اس سے اتصال ہے وہ نبض اس کی حالت بتا دے گی۔ باد۔ جو چیز مخفی ہو اس سے مکمل چیز سے اُس کی حالت معلوم کی جاتی ہے، ہوا مخفی چیز ہے غبار اور پتے اُس سے متصل ہیں اُنسے اسکی حالت کا پتہ چل جاتا ہے۔

مستیِ[1] دل را نمی دانی کہ کو — وصفِ اُو از نرگسِ مخمور جُو
اگر تو دل کی مستی کو نہیں سمجھتا، ہے کہ وہ کہاں ہے — تو خمار آلود آنکھوں میں اس کی حالت تلاش کر لے

چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات — باز دانی از رسول و معجزات
جبکہ تو خدا کی ذات سے دور ہے، ذات کی صفت — تو رسول اور معجزوں سے معلوم کر لے گا

معجزاتے و کراماتے خفی — برزند بردل ز پیرانِ صفی
معجزے اور مخفی کرامات — برگزیدہ پیروں کی جانب سے دل پر اثر کرتی ہیں

کہ دروں شاں صد قیامت نقد ہست — کمتریں آنکہ شود ہمسایہ مست
کیونکہ اُن کے باطن میں سیکڑوں قیامتیں موجود ہیں — اُن میں سے کمتر یہ ہے کہ پڑوسی مست ہو جاتا ہے

پس[2] جلیس اللہ گشت آں نیک بخت — کو بہ پہلوئے سعیدے بُرد رخت
وہ نیک بخت خدا کا ہم نشین بنا — جس نے کسی نیک بخت کے پہلو میں سامان لے جا ڈالا

معجزہ کاں بر جمادے زد اثر — یا عصا یا بحر یا شق القمر
وہ معجزہ جس نے بے جان پر اثر کیا — لاٹھی ہو، یا دریا، یا چاند کا پھٹنا

گر اثر برجاں کند بے واسطہ — متصل گردد بہ پنہاں رابطہ
اگر بغیر واسطہ کے جان پر اثر کرے — تو مخفی طور پر رابطہ جڑ جائے گا

برجمادات[3] آں اثرہا عاریہ است — آں پے روحِ خوشِ متواریہ است
بے جانوں پر وہ اثرات عارضی ہیں — وہ مخفی پاکیزہ روح کے لیے ہیں

تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر — حبذا ناں بے ہیولایِ خمیر
تاکہ اُس بے جان سے دل اثر قبول کرے — خمیر کے مادے کے بغیر روٹی کیا ہی اچھی ہے

حبذا خوانِ مسیحی بے کمی — حبذا بے باغ میوہ مریمیؑ
بغیر کمی کے مسیحی دسترخوان خوب ہے — (حضرت) مریمؑ کا بغیر باغ کا میوہ خوب ہے

برزند از جانِ کامل معجزات — برضمیرِ جانِ طالب چوں حیات
معجزے مکمل روح سے اثر کرتے ہیں — زندگی کی طرح، طلبگار کی روح کے ضمیر پر

---

[1] مستی۔ دل کے عشق کا آنکھیں حال بتا دیتی ہیں۔ چوں۔ ذات باری بھی مخفی ہے اُس کے صفات کا حال رسول اور اُس کے معجزوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ پیرانِ صفی۔ یعنی رسول اور اولیاء کی برکت سے معجزے اور کرامات دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کہ دروں۔ چونکہ اُن کے باطن میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور قیامت مُردوں کو زندہ کر دیتی ہے، اس لیے اُنکا باطن مردہ قلوب کو زندگی بخش دیتا ہے اُس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا ہمسایہ مست ہو جاتا ہے۔

[2] پس۔ اُن کا ہم نشین اللہ تعالیٰ کا ہم نشین بن جاتا ہے یعنی اُس میں اللہ کی ہم نشینی کا اثر جو تعلق مع اللہ ہے پیدا ہو جاتا ہے۔ معجزہ۔ معجزے کی تاثیر دل پر خاص مواد کی تاثیر کے واسطے سے پڑتی ہے معجزے کا اثر عصا پر پڑا اور وہ اژدہا بن گئی یا سمندر پر پڑا اور وہ حضرت موسیٰ کے لیے گذرنے کی بقدر خشک ہو گیا یا شق القمر پر پڑا اور ان کے ذریعہ سے اُس کی تاثیر ان پر پڑی تو اگر معجزہ بغیر موادِ خاصہ کے واسطہ کے دل پر اثر کرے گا تو اُس سے معجزے کا مقصد بدرجہ اتم پورا ہو جائے گا یعنی دل میں اور حضرت حق میں ربط پیدا ہو جائے گا۔

[3] برجمادات۔ معجزوں کا اصل مقصد ان مواد کو متاثر کرنا نہیں ہے بلکہ روح کو متاثر کرنا ہے۔ تا ازاں۔ بے جان معجزے سے اس لیے متاثر ہوتی ہے کہ اس سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے تو اگر جان کے واسطے کے بغیر یہ بات حاصل ہو جائے تو کیا اچھا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ روٹی پکانے اور آٹا گوندھنے کی زحمت کے بغیر پیٹ بھر جائے۔ حبذا۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریمؑ کو بغیر مادی وسائط کے نعمتیں حاصل ہوئیں۔ برزند۔ لیکن اُس تاثیر کے لیے طلب ضروری ہے۔

معجزہ[1] بحر ست و ناقص مرغِ خاک — مرغِ آبی در وے ایمن از ہلاک

معجزہ سمندر ہے اور ناقص، خشکی کا پرندہ ہے — پانی کا پرندہ اس میں ہلاک ہونے سے پُر امن ہے

عجز بخشِ جانِ ہر نامحرمے — لیک قدرت بخش جانِ ہمدمے

وہ معجزہ ہر نامحرم کی جان کو عاجزی بخشتا ہے — لیکن ہمدم کی جان کے لیے قدرت بخشنے والا ہے

چوں[2] نیابی ایں سعادت در ضمیر — پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر

اگر یہ سعادت تو باطن میں نہیں پاتا ہے — تو ہر وقت ظاہر سے دلیل پکڑنا سیکھ لے

کہ اثرہا بر مشاعر ظاہرست — ویں اثرہا از مؤثر مخبر ست

کیونکہ اثرات، حواس پر ظاہر ہیں — اور یہ اثرات، اثر کرنے والے کی خبر دینے والے ہیں

ہست پنہاں معنیِ ہر دارووے — ہمچو سحر و صنعتِ ہر جادووے

ہر دوا کی صفت پوشیدہ ہے — جیسا کہ ہر جادو کی سحر کاری اور کاریگری

چوں نظر در فعل و آثارش کنی — گرچہ پنہانست اظہارش کنی

تو جب اس کے اثرات اور کام پر نظر کرے گا — اگرچہ وہ مخفی ہے، تو اس کا اظہار کر دے گا

قوتے کاں اندرونش مضمر ست — چوں بفعل آید عیانِ مظہر ست

وہ قوت جو اس میں پوشیدہ ہے — جب کام میں آتی ہے ظاہر کر دینے والا مشاہدہ ہے

چوں[3] بآثار ایں ہمہ پیدا شدت — چوں نشد ظاہر بآثار ایزدت

جب یہ سب چیزیں تجھ پر آثار سے ظاہر ہو گئیں — تو تجھے خدا آثار سے کیوں نہ ظاہر ہوا؟

نے سببہا و اثرہا مغز و پوست — چوں بجوئی جملگی آثارِ اوست

کیا اسباب اور اثرات گودا اور چھلکا نہیں ہیں — جب تو جستجو کرے گا سب اسی کے آثار ہیں

دوست گیری چیزہا را از اثر — پس چرا از آثاربخشے بے خبر

اثر کی وجہ سے تو بہت سی چیزوں کو دوست بنا لیتا ہے — تو پھر تو آثار بخشنے والے سے بے خبر کیوں ہے؟

از خیالے دوست گیری خلق را — چوں نگیری شاہِ غرب و شرق را

تو ایک خیال سے مخلوق کو دوست بنا لیتا ہے — مغرب اور مشرق کے شاہ کو کیوں نہیں بنا لیتا؟

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد — حرصِ ما را اندریں پایاں مباد

اے شاہ! یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے — اس میں ہماری حرص ختم نہ ہو

رجوع بقصہ آں رنجور

اس بیمار کے قصہ کی طرف واپسی

[1] معجزہ۔ معجزے کو دریا سمجھو اور ناقص کو خشکی کا پرندہ جو دریا میں نہیں جی سکتا ہے اور روحِ کامل، بمنزلہ آبی پرندے کے ہے جو دریا میں ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے۔ عجز بخش۔ معجزے کا اثر ناقص پر اس کے عجز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں عاجز آ جاتا ہے اور کامل کو قوت اور عمل کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔

[2] چوں نیابی۔ نامحرم اور ہمدم کے علاوہ انسانوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو بین بین ہے اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ ظاہری امور سے استدلال کرے اللہ تعالیٰ کے اثرات حواس پر ظاہر ہو جاتے ہیں جو مؤثر کی خبر دیتے ہیں۔ ہست۔ دوا کا اثر اور سحر دونوں نظروں سے مخفی ہیں لیکن ان کے اثرات دیکھ کر تو ان کا اظہار کر دیتا ہے۔ دوا کی قوت اور جادو کا اثر جب وجود میں آتا ہے محسوس ہو جاتا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ ہر مخفی چیز اپنے آثار سے پہچان لی جاتی ہے تو خدا کے آثار سے اس کو کیوں نہیں پہچانا جا سکتا۔ نے۔ دنیا میں جس قدر اسباب اور ان کے آثار ہیں سب اللہ تعالیٰ کے آثار ہیں۔ دوست۔ دنیا کی اشیا سے ان کے آثار کی بنا پر محبت ہوتی ہے تو پھر ان آثار کے پیدا کرنے والے سے محبت کیوں نہیں ہے۔ از خیالے۔ اگر کسی کے بارے میں اچھا خیال قائم ہو جاتا ہے تو خواہ وہ غیر واقعی ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جو شاہِ شرق و غرب ہے اس سے دوستی کیوں نہیں ہے۔

باز گرد و قصۂ رنجور گو | باطبیبِ آگہ و ستّارِ[1] خُو

واپس لوٹ اور بیمار کا قصہ کہہ | واقف کار اور پردہ پوشی کرنے والے طبیب کے ساتھ

نبضِ اُو بگرفت و واقف شُد زحال | کہ اُمیدِ صحتِ اُو بُد محال

اُس نے اُس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہو گیا | کہ اُس کی تندرستی کی اُمید ناممکن تھی

گفت ہر چت دل بخواہد آں بکُن | تارود از جسمت ایں رنجِ کہن

اس نے کہا، جو تیرا دل چاہے وہ کر | تاکہ تیرے جسم سے یہ پرانی بیماری جاتی رہے

ہر چہ خواہد خاطرِ تو وامگیر | تانگردد صبر و پرہیزت زحیر

جس چیز کو تیرا دل چاہے، نہ روک | تاکہ تیرا صبر اور پرہیز مصیبت نہ بن جائے

صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں | ہر چہ خواہد دل در آرش درمیاں

صبر اور پرہیز کو اس مرض کے لیے مضر سمجھ | جو، دل چاہے وہ کر

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو | حق تعالیٰ اعمَلُوا مَا شِئتُم

اے چچا! ایسے ہی بیمار کے لیے۔ فرمایا ہے | اللہ تعالیٰ نے تم جو چاہو کرو

گفت[2] رو ہیں خیر بادت جانِ عم | من تماشائے لبِ جُو میروم

اُس نے کہا اے چچا جان! جاؤ تمہارا بھلا ہو | میں دریا کے کنارے سیر کو جاتا ہوں

بر مُرادِ دل ہمی گشت اُو بر آب | تاکہ صحت را بیابد فتحِ باب

وہ دل کی خواہش کے مطابق پانی پر گشت لگا رہا تھا | تاکہ صحت کے دروازے کی کشادگی ہو جائے

برلبِ جُو صوفیِ بنشستہ بُود | دست و رُومی شُست و پاکی میفزود

دریا کے کنارے، ایک صوفی بیٹھا تھا | ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا

اُو قفایش دید چوں تخیلیے | کرد اُو را آرزوئے سیلیے

اُس نے اس کی گدی دیکھی، تو سودائی آدمی کی طرح | اُس نے طمانچہ لگانے کی تمنا کی

برقفائے[3] صوفی آں حیرت پرست | راست میکرد از برائے صفع دست

وہ حیرت پرست، صوفی کی گدی پر | طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ تان رہا تھا

کآرزو را گر نرانم تا رَوَد | آن طبیبم گفت کاں علت شود

کہ اگر میں آرزو پوری نہ کروں حتیٰ کہ وہ جاتی رہے | تو اُس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بیماری بن جائے گی

---

[1] ستارخو۔ مریضوں کی پریشانی کی وجہ سے وہ طبیب مریضوں کی پوری کیفیت سے اُن کو مطلع نہ کرتا تھا۔ بُد محال۔ وہ دق کے آخری درجہ میں پہنچ چکا تھا۔ ہر چت دل۔ دل تو ہر چہ۔ رنجِ کہن۔ یعنی پرہیز کی پرانی تکلیف یا مریض کی تسلی کے لیے کہہ دیا ورنہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔ صبر۔ اب صبر اور پرہیز نہ کرو ورنہ طبیعت اور کمزور ہو گی مرض کا غلبہ ہو جائے گا۔ ایں چنیں۔ اب مولانا کا ذہن مایوس العلاج روحانی مریضوں کی طرف منتقل ہو گیا فرماتے ہیں قرآن نے ایسے ہی روحانی مایوس العلاج مریضوں کے لیے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو اگرچہ قرآن کا یہ قول زجر و توبیخ پر مبنی ہے اور طبیب کا قول مریض کو اجازت کے لیے تھا۔

[2] گفت۔ مریض نے طبیب کا قول سُن کر اُس کو رخصت کیا اور خود دریا کی سیر کو چل دیا جو اُس کی دلی خواہش تھی اور طبیب کی نصیحت کے مطابق صحت کی خاطر اس نے دل کی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میفزود۔ یعنی باطنی طہارت (وضو) کر رہا تھا تاکہ ایک کے بجائے دو طہارتیں حاصل ہو جائیں۔ اُو۔ مریض نے صوفی کی گدی دیکھی تو اس پر طمانچہ مارنے کی تمنا پیدا ہو گئی۔ تخیلیے۔ یعنی وہ آدمی جو سودائی ہو۔

[3] برقفا۔ اس مریض نے صوفی کو گدی پر طمانچہ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ حیرت پرست۔ یعنی حیران عقل والا۔ صفع۔ طمانچہ۔ کارزو۔ دل میں سوچا کہ اگر یہ تمنا پوری نہ کروں گا تو طبیب کے کہنے کے مطابق بیماری میں اضافہ ہوگا اور یہ ہلاکت ہے اور قرآن نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے۔

سیلیش اندر برم در معرکہ ‌‌ ‌ زانکہ لَا تَلقُوا بِاَیدِی تَهلُکَة

میں لڑائی میں اُس کے طمانچہ مارنے کو لایا ہوں ‌ کیونکہ حکم ہے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں ‌ خوش[1] بکوبش تن مزن چوں کاہلاں

اے فلاں! یہ صبر اور پرہیز ہلاکت ہے ‌ اُس کو خوب کوٹ، کاہلوں کی طرح خاموش نہ ہو

چُو زدش سیلی برآمد یک طراق ‌ گفت صُوفی ہے ہے اے قوادِ عاق

جب اُس نے اس کے طمانچہ مارا طراق (کی آواز) نکلی ‌ صوفی نے کہا ہائیں، ہائیں اے دیوث، نافرمان

خواست صوفی تا دوسہ مشتش زند ‌ سبلت و ریشش یکایک برکند

صوفی نے چاہا کہ اُس کے دو تین مکے مارے ‌ یکبارگی اُس کی مونچھ اور ڈاڑھی اُکھاڑ دے

لیک اُو را خستہ و رنجور دید ‌ بس ضعیف و خوار و زار و عُوردید

لیکن اُس کو تھکا ہوا اور بیمار دیکھا ‌ بہت کمزور اور خوار اور لاغر اور برہنہ دیکھا

باز اندیشید اُز ضعف وُرا ‌ گفت اگر مُشتش زنم گردد فنا

پھر اُس کی کمزوری کو اُس نے سوچا ‌ کہا اگر اُس کے گھونسا ماروں گا، مر جائے گا

رنجِ دِق ازوے برآوردہ دِمار ‌ دید شخصے سخت مدقوق و نزار

دق کی بیماری نے اُس کی تباہی مچا دی ہے ‌ اُس نے ایسا شخص دیکھا جو دق میں مبتلا اور کمزور تھا

خلق[2] رنجورِ دِق و بیچارہ اند ‌ وز خداعِ دیو سیلی بارہ اند

مخلوق دِق کی مریض اور لاعلاج ہے ‌ اور شیطان کے ورغلانے سے طمانچہ مارنے کی شوقین ہے

جُملہ در ایذائے بجرماں حریص ‌ در قفایِ ہمدگر جویاں نقیص

سب، بے خطاؤں کو ستانے کے شوقین ہیں ‌ ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے عیب کے جویاں ہیں

اے زنندہ بے گُناہاں را قفا ‌ در قفایِ خود نمی بینی چرا

اُو بے گناہوں کی گدی پر مارنے والے! ‌ تو اپنی گدی کو کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

اے ہوا را طبِ خود پنداشتہ ‌ بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ

اے وہ کہ نفس کی خواہش کو علاج سمجھے ہوئے ہے ‌ کمزوروں پر طمانچہ تانے ہوئے ہے

برتو[3] خندید آنکہ گفت ایں دواست ‌ اُوست کادمؑ را بگندم رہنما ست

تجھ پر وہ ہنسا جس نے تجھ سے کہا کہ یہ دوا ہے ‌ وہ وہی ہے جو آدمؑ کا گیہوں کی جانب رہنما ہے

کہ خورید ہیں ایں دانہ اے دو مستعیں ‌ بہرِ دارو تا تکونا خالدین

کہ اے دونوں مدد چاہنے والو! اس دانہ کو کھا لو ‌ دوا کیلئے تا کہ تم دونوں جنت میں ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ

---

[1] خوش۔ یعنی مریض نے اپنے آپ کو کہا۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ قواد۔ دیوث۔ خواست۔ صوفی نے اُس کی لاغری کی وجہ سے یہ سوچا کہ اگر میں اُس کو ماروں گا تو وہ مر جائے گا۔ عور۔ ننگا۔ دمار۔ ہلاکت، تباہی۔ مدقوق۔ وہ شخص جو دق کا بیمار ہو۔

[2] خلق۔ اب مولانا ارشادی مضمون بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیب کی بات سے غلط فہمی میں اُس بدنی مریض نے صوفی کے طمانچے مارے اسی طرح عوام روحانی مریض شیطان کے ورغلانے سے مخلوق خدا کو ستانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ سیلی بارہ۔ طمانچہ بازی کا شائق۔ نقیص۔ عیب۔ سعدیؒ۔ شعر (در برابر چو گوسفندِ سلیم۔ در قفا ہمچو گرگِ مردم خوار)

[3] برتو۔ وہی شیطان جو تیرا اغوا کرتا ہے تیری مذاق اُڑاتا ہے، اُسی نے تیرے باوا آدمؑ کا اغوا کیا تھا۔ مستعین۔ مدد کا طالب۔ دارو۔ دوا۔

اُوش لغزانید و زد اُو را قفا — آں قفا[1] واگشت و گشت ایں را جزا

اُس نے اُن کو پھسلایا اور گدی پر مارا — وہ (گدی پر) مارنا، پلٹ اور اُس کی سزا بن گئی

اُوش لغزانید سخت اندر زلق — لیک پُشت و دستگیرش بُود حق

اُس نے اُن کو پھسلن میں پھسلایا — لیکن اللہ تعالیٰ اُن کا سہارا اور مددگار تھا

کوہ بُود آدمؑ اگر پُر مار شُد — کانِ تریاقست و بے اضرار شُد

حضرت آدمؑ پہاڑ تھے خواہ سانپوں بھرے ہو گئے — وہ تریاق کی کان ہیں اور بے ضرر ہو گئے

تو کہ تریاقے نداری ذرّۂ — از خلاصِ خود چرائی غرّۂ

تو جو کہ تریاق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا — اپنی نجاست سے تو کیوں غافل ہے؟

آں توکل کو خلیلانہ ترا — واں کرامت چوں[2] کلیمت از کجا

حضرت خلیلؑ کا سا توکل تجھے کہاں حاصل ہے؟ — کلیم اللہؑ کی عزت تجھے کہاں سے حاصل ہے؟

تانبُرد تیغت اسمٰعیلؑ را — تا کُنی شہ راہ قعرِ نیل را

تا کہ تیری تلوار (حضرت) اسماعیلؑ کو نہ کاٹے — تا کہ تو نیل (دریا) کی گہرائی کو شاہراہ بنا لے

گر سعیدے از منارہ اُوفتید — بادش اندر جامہ اُوفتاد و رہید

اگر کوئی سعید منارے سے گر پڑے — ہوا اُن کے کپڑوں میں بھر گئی اور وہ بچ گئے

چوں یقینت نیست آں بختِ حسن — تو چرا برباد دادی خویشتن

جب وہ اچھا نصیبہ یقیناً تیرے لیے نہیں ہے — تو نے اپنے آپ کو کیوں برباد کیا؟

زیں[3] منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد — در فتادند و سراسر باد داد

اس منارے سے لاکھوں آدمی عاد کی طرح — گرے اور سراسر برباد ہوئے

سرنگوں افتادگاں زیرِ منار — می بِنگر تو صد ہزار اندر ہزار

منارے کے نیچے اوندھے گرے ہوئے — تو لاکھوں لاکھ دیکھ لے

تو رسَن بازی نمی دانی یقیں — شُکر پاہا گو و میرو بر زمیں

تو یقیناً نٹ پنا نہیں جانتا ہے — پاؤں کا شکر ادا کر اور زمین پر چل

پَر مساز از کاغذ و از کہ مپر — کہ دراں سودا بسے رفتست سر

کاغذ کے پَر نہ بنا اور پہاڑ پر سے نہ اُڑ — کیونکہ اُس جنون میں بہت سے سر ختم ہوئے ہیں

[1] آں قفا۔ اُس شیطان کے لیے وہی طمانچہ سزا بنا اس لیے کہ اُس نے توبہ نہ کی۔ زلق۔ پھسلن۔ لیک۔ حضرت آدمؑ کی خطا سے اپنے لیے خطا کا جواز نہ پیدا کر تجھ میں اُن کی جیسی خوبیاں کہاں ہیں حضرتِ حق اُن کا دستگیر تھا۔ کوہ۔ حضرت آدمؑ کی مثال تو اس پہاڑ کی سی ہے جس میں سانپ ہوں تو تریاق بھی ہو۔ تو زتریاقے۔ عوام میں وہ صلاحیتیں کہاں ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کو جو توکل کا مرتبہ حاصل تھا وہ تجھ میں کہاں ہے، اسی توکل کی بنا پر اُن کی تلوار حضرت اسماعیلؑ کا گلا نہ کاٹ سکی۔

[2] چوں کلیمت۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا سا توکل تجھ میں کہاں ہے۔ اسی توکل کی وجہ سے دریائے نیل اُن کو نہ ڈبو سکا۔ سعیدے۔ حضرت شیخ شجاع سید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو ایک منارے پر سے گرا دیا لیکن نہ گرے۔ چوں۔ جبکہ تیرا وہ نصیبہ نہیں ہے جو شیخ شجاع سعید کا تھا تو اپنے آپ کو منارے پر سے گرا کر برباد نہ کر۔

[3] زیں منارہ۔ یہی ہوا جو اُن کے کپڑوں میں بھری جس کی وجہ سے وہ بچ گئے۔ قوم عاد کی طرح لاکھوں کی تباہی کا سبب بنی ہے، تو لاکھوں کی تباہی تاریخ میں پڑھ لے۔ رسن بازی۔ نٹ یہ کھیل دکھاتے ہیں کہ وہ رسی تان کر اُس پر سے چل کر گذر جاتے ہیں۔ پر مساز۔ کاغذ کے بناوٹی پر لگا کر پہاڑ پر سے اُڑنے کی کوشش نہ کرو ورنہ گر کر ہلاک ہو جاؤ گے۔

گرچہ[1] آں صُوفی پُر آتش شد زخشم
اگرچہ وہ صوفی غصہ کی آگ سے بھر گیا
لیک اُو بر عاقبت انداخت چشم
لیکن اُس نے انجام پر نظر ڈالی

اوّلِ صف برکسے ماند بکام
پہلی صف میں وہی شخص بامُراد رہتا ہے
کو نگیرد دانہ بیند بندِ دام
جو دانہ نہ چُگے، جال کا پھندا دیکھ لے

حبّذا دو چشمِ پایاں بینِ راد
عقلمند کی وہ دو انجام بیں آنکھیں بڑی مبارک ہیں
کہ نگہدارند تن را از فساد
جو جسم کو خرابی سے بچا لیں

آں ز پایاں دید احمدؐ بُود کو
جس نے انجام کو دیکھ لیا وہ احمدؐ تھے کہ انھوں نے
دید دوزخ راہم ایں جا مُو بمُو
اسی جگہ دوزخ کو ذرہ ذرہ دیکھ لیا

دید عرش و کرسی و جنّات را
اُنھوں نے عرش اور کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا
تا درید اُو پردۂ غفلات را
یہاں تک کہ انھوں نے غفلتوں کے پردے کو چاک کر دیا

گرہمی خواہی سلامت از ضرر
اگر تو نقصان سے بچاؤ چاہتا ہے
چشم ز اوّل بند و پایاں را نگر
آغاز سے آنکھ بند کر لے اور انجام کو دیکھ لے

تاعدمہا را بہ بینی جملہ ہست
تاکہ تو سب عدموں کو موجود دیکھ لے
ہستہا[2] را بنگری محبوس و پست
تو موجودات کو مقید اور پست دیکھ لے

ایں بہ بیں بارے کہ ہر کش عقل ہست
ذرا اس کو دیکھ لے کہ جس کو عقل ہے
روز و شب در جستجوئے نیست ہست
وہ دن رات عدم کی جستجو میں ہے

در گدائی طالبِ جُودے کہ نیست
فقیری میں اُس سخاوت کا طالب ہے، جو کہ عدم ہے
بر دُکانہا طالبِ سُودے کہ نیست
دکانوں پر اُس نفع کا طالب ہے، جو عدم ہے

در[3] مزارع طالبِ غلّے کہ نیست
کھیتوں میں اُس پیداوار کا طالب ہے، جو عدم ہے
در مغارس طالبِ نخلے کہ نیست
تھانولوں میں اُس پودے کا طالب ہے، جو عدم ہے

در مدارس طالبِ علمے کہ نیست
مدرسوں میں اُس علم کا طالب ہے، جو عدم ہے
در صوامع طالب حلمے کہ نیست
عبادتخانوں میں اُس حلم کا طالب ہے، جو عدم ہے

ہستہا را سُوئے پس افگندہ اند
انھوں نے وجودوں کو پیچھے کو پھینک دیا ہے
نیستہا را طالب اندو بندہ اند
عدموں کے طالب ہیں اور غلام ہیں

زانکہ کان و مخزنِ صنعِ خدا
کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری کی کان اور خزانہ
نیست غیرِ نیستی در انجلا
ظہور میں، عدم کے علاوہ کچھ نہیں ہے

---

1. گرچہ۔ صوفی کو غصہ ضرور آیا لیکن وہ عاقبت بین تھا۔ اوّل۔ بامراد وہی شخص ہوتا ہے جو انجام پر نظر کرے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ سب سے زیادہ انجام بین تھے آنحضورؐ پر آخرت کی تمام چیزیں منکشف ہوگئی تھیں۔ گرہمی خواہی۔ انسان اگر نجات چاہتا ہے تو آغاز سے آنکھ بند کرلے اور انجام پر نظر رکھے۔ عدمہا۔ آخرت کی چیزیں جو اس وقت نظروں سے معدوم ہیں۔

2. ہستہا۔ دنیاوی چیزیں جو اس وقت پیشِ نظر ہیں۔ ایں بہ بیں۔ غور کر دنیا میں ہر شخص معدوم کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ در گدائی۔ فقیر روپے پیسے کا طالب ہے جو اُس کے اعتبار سے معدوم ہے کاروباری نفع کا طالب ہے جو فی الحال مفقود ہے۔

3. در مزارع۔ کاشتکار پیداوار کا طالب ہے، جو معدوم ہے، باغبان پودوں کا طالب ہے، جو معدوم ہیں۔ در مدارس۔ طالب علم اُس علم کا طالب ہے، جو معدوم ہے، عبادت گذار اُس بُردباری کا طالب ہے، جو معدوم ہے۔ ہستہا۔ ان سب نے اپنے موجود کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور معدوم کی طلب میں کوشاں ہیں۔ زانکہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ایجاد کرنا ہے اور وہ معدوم کو موجود کرتا ہے تو اس کی صفت کا تعلق معدوم سے ہے لہٰذا اُس کے بندوں میں بھی یہی صفت ہے۔

پیش[1] ازیں رمزے بگفتستم ازیں — این و آں را تو یکے بیں، دو مبیں
اس سے پہلے اس سے متعلق میں اشارہ کر چکا ہوں — تو اس کو اور اس کو ایک دیکھ دو نہ دیکھ

گفتہ شُد کہ ہر صناعت گر کہ رُست — در صناعت جائگاہِ نیست جُست
کہا گیا ہے کہ جو کاریگر بھی پیدا ہوا ہے — اُس نے عدم میں جگہ تلاش کی ہے

جُست بنّا موضعے نا ساختہ — گشت ویراں سقفہا انداختہ
معمار نے بغیر بنی جگہ تلاش کی — جو ویران ہو گیا ہو، چھتیں گری ہوئی ہوں

جُست سقا کوزۂ کِش آب نیست — واں درو گر خانۂ کِش باب نیست
سقے نے وہ پیالہ تلاش کیا جس میں پانی نہیں ہے — اور بڑھئی نے وہ گھر جس کا دروازہ نہیں ہے

وقتِ[2] صید اندر عدم ہیں حملہ شاں — وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں
شکار کے وقت عدم میں اُن کا حملہ دیکھ لے — پھر بھی سب عدم سے گریزاں ہیں

چوں اُمیدت لاشُت زو پرہیز چیست — با انیسِ طبعِ خود استیز چیست
جبکہ تیری امید عدم ہے اُس سے پرہیز کیا ہے؟ — اپنی طبیعت کے مرغوب سے جھگڑا کیا ہے؟

چوں انیسِ طبعِ تو آں نیستی ست — از فنا و نیست ایں پرہیز چیست
جبکہ تیری طبیعت کا مرغوب وہ عدم ہے — تو فنا اور عدم سے یہ پرہیز کیوں ہے؟

گر انیس لانۂ اے جاں بسر — در کمینِ لا چرائی منتظر
اے جان! اگر تو مخفی طور پر عدم سے اُنس کرنیوالا نہیں ہے — عدم کی گھات میں تو منتظر کیوں ہے؟

زانکہ[3] داری جُملہ دل برکندۂ — شستِ دل در بحرِ لا افگندۂ
تیرے پاس جو کچھ ہے تو اُس سے دل برداشتہ ہو گیا ہے — تو نے دل کی شست کو عدم کے دریا میں ڈال دیا ہے

پس گریز از چیست زیں بحرِ مراد — کو بشستت صد ہزاراں صید داد
تو اس بحر مراد سے گریز کیوں ہے؟ — جس نے شست کے ذریعہ تجھے لاکھوں شکار دیے ہیں

ازچہ نامِ برگ را کردی تو مرگ — جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ
تو نے سازوسامان کا نام موت کیوں رکھا ہے؟ — اُس جادو کو دیکھ جو تجھے برگ کو مرگ دکھا رہا ہے

ہر دو چشمت بست سحرِ صنعتش — تا کہ جاں رادر چہ آمد رغبتش
اُسکی کاریگری کے جادو نے تیری دونوں آنکھیں بند کر دی ہیں — حتیٰ کہ جان کنویں کی طرف راغب ہے

در خیالِ اُو ز مکرِ کردگار — جُملہ صحرا فوقِ چہ زہرست و مار
اُس کے خیال میں خدا کی مخفی تدبیر سے — کنویں کے اُوپر کا تمام جنگل زہر اور سانپ ہے

پیش ازیں۔ دفتر پنجم میں اس موضوع پر مولانا نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ صناعت گر۔ ہر کاریگر معدوم کو موجود کرتا ہے۔ بنا۔ معمار غیر تعمیر شدہ کی تعمیر کرتا ہے، سقا اُس برتن میں پانی ڈالتا ہے جس میں پانی نہ ہو، بڑھئی وہاں دروازہ بنا کر لگاتا ہے جہاں دروازہ نہ ہو۔

وقتِ صید۔ جب مقصد کا شکار کرتے ہیں عدم پر حملہ کرتے ہیں پھر بھی عدم یعنی موت سے بھاگتے ہیں۔ چوں امیدت۔ جبکہ ہر شخص نے معدوم سے امید وابستہ کر رکھی ہے تو پھر اپنی مرغوب چیز عدم سے مخالفت کیوں ہے، انسان کو ان حالات میں تو فنا اور نیستی سے رغبت ہونی چاہیے۔ گر انیس۔ اگر عدم سے محبت نہیں ہے تو ہر وقت عدم کی گھات میں کیوں لگا ہے۔

زانکہ۔ انسان کا دل موجود پر مطمئن نہیں ہوتا۔ مزید جو کہ معدوم ہے اُس کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ بحرِ لا۔ فنا کا سمندر۔ بحرِ مراد۔ معدوم انسان کی مراد ہے۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ برگ۔ سازوسامان۔ چہ۔ دنیاداری کا کنواں جو در اصل موت ہے۔ در خیال۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کا کنواں ہے اور اُس کے اوپر کا جنگل عالم غیب زہر اور سانپ ہے۔

لاجرم چہ راپناہ ساخت ست — تاکہ[1] مرگ اُو را بچاہ انداخت ست
لامحالہ اُس نے کنویں کو پناہ گاہ بنا لیا ہے — یہاں تک کہ موت نے اُس کو کنویں میں ڈال دیا ہے
آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز — ہم بریں بشنیدم از عطار نیز
اے پیارے! میں نے جو کچھ اُس کی غلطیاں بتائیں — ایسی ہی میں نے عطار سے بھی سُنی ہیں

قصہ سلطان محمود و غلامِ ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است — ذکرِ شہ محمود غازی سُفتہ است
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے — (سلطان) محمود غازی کا ذکر (نظم کی لڑی میں) پرویا ہے
کز غزایِ ہند پیشِ آں ہمام — در غنیمت اُو فتادش یک غلام
کہ ہندوستان کے غزوے سے اُس سردار کی پیشی میں — غنیمت میں ایک غلام آ گیا
پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند — برسپہ[2] بگزیدش و فرزند خواند
پھر اُس کو قائم مقام بنایا اور اس کو تخت پر بٹھایا — اُس کو لشکر کا سردار بنایا اور فرزند کہا
طول و عرض و وصفِ قصہ تو بتو — در کلامِ آں بزرگِ دیں بجُو
قصہ کی لمبائی اور چوڑائی اور تہ بہ تہ باتیں — دین کے اُس بزرگ کے کلام میں تلاش کر لے
حاصل آں کودک براں تختِ نضار — شستہ پہلوئے قُبادِ شہریار
خلاصہ یہ کہ وہ لڑکا اس زریں تخت پر — سلطان فرمانروا کے پہلو میں بیٹھ کر
گریہ کردے اشک میراندے بسُوز — گفت شاہ اُو را کہ اے پیروز رُوز
رونے لگا (اور) سوز کے ساتھ آنسو بہانے لگا — بادشاہ نے اُس سے کہا اے نیک بخت!
از چہ گریٔ دولتت شُد ناگوار — فوقِ[3] افلاکی قرینِ شہر یار
تو کیوں روتا ہے، تجھے سلطنت ناگوار ہوئی — تو آسمانوں پر فوقیت رکھتا ہے، شاہ کا ہمنشین ہے
تو بریں تخت و وزیران و سپاہ — پیشِ تخت صف زدہ چوں نجم و ماہ
تو اس تخت پر ہے اور وزیر اور لشکر — چاند اور ستاروں کیطرح تیرے تخت کے سامنے صف بصف ہیں
گفت کودک گریہ ام ز انست زار — کہ مرا مادر دراں شہر و دیار
بچہ نے کہا میرا پھوٹ پھوٹ کر رونا اس لیے ہے — کہ میری ماں اُس شہر اور وطن میں
از توام تہدید کردے ہر زماں — بینمت در دستِ محمود ارسلاں
ہر وقت مجھے تجھ سے ڈراتی تھی — میں تجھے محمود شیر کے ہاتھوں میں دیکھوں

---

[1] تاکہ۔ موت نے اُس پر واضح کر دیا کہ جس کو وہ جائے پناہ سمجھتا تھا وہ کنواں یعنی ہلاکت کا سبب تھا۔ غلطہا۔ یعنی اسبابِ ہلاکت کو اسبابِ نجات اور اسباب نجات کو اسبابِ ہلاکت سمجھنا۔ قصہ۔ اس قصہ میں یہی مذکور ہے کہ ہندو غلام غلط بات سمجھے ہوئے تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ یعنی شیخ فریدالدین عطار۔ آں ہمام۔ سلطان محمود۔

[2] برسپہ۔ یعنی اُس کو لشکر کا سردار بنا دیا اور فرزند کا لقب عطا کر دیا۔ نضار۔ نون کے ضمہ کے ساتھ زر و طلا، ہر خالص چیز۔ شست۔ نشست۔ قُباد۔ قاف کے ضمہ کے ساتھ بعض بادشاہوں کا نام ہے، ہر بڑا بادشاہ۔ گریہ کردے۔ وہ ہندو غلام تخت پر بیٹھ کر زار زار رونے لگا۔ دولت۔ تجھے یہ ناگوار ہوا ہے کہ میں تجھے سلطنت کا مالک بنا رہا ہوں۔

[3] فوقِ افلاکی۔ تیرا رتبہ آسمان سے بھی اُونچا ہو گیا۔ پیش۔ تیرے سامنے وزراء اور سپاہی چاند ستاروں کی طرح صف باندھے کھڑے ہیں۔ دیار۔ ہندوستان۔ از توام۔ میری ماں ناراض ہو کر جب مجھے ڈراتی تھی تو یہ کہتی تھی کہ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھ میں دیکھوں۔ ارسلاں۔ شیر۔

پس[1] پدر مر مادرم را در جواب — جنگ کردے کاینچہ خشم ست و عتاب

پھر میرا باپ ماں کے جواب میں — لڑتا کہ یہ کیا غصہ اور ناراضی ہے

می نیابی ہیچ نفرینِ دگر — زیں چنیں نفرینِ مُہلک سہل تر

تجھے کوئی دوسری بددعا نہیں ملتی — جو اس مہلک، بددعا سے آسان ہو

سخت بے رحمی و بس سنگیں دلی — کہ بصد شمشیر اُو را قاتلی

تو بہت بے رحم اور بہت سنگین دل ہے — کہ سیکڑوں تلواروں سے تو اس کی قاتل ہے

من ز گفتِ ہر دو حیراں گشتمے — دردل اُفتادے مرا بیم و غمے

میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوتا — میرے دل میں خوف اور رنج پیدا ہوتا

تاچہ دوزخ خُوست محمود اے عجب — کہ مَثَل گشت ست درویل و کرَب

ہائے تعجب! محمود کیسا دوزخ خصلت ہے؟ — کہ ہلاکت اور مصائب میں ضرب المثل بن گیا ہے

من[2] ہمی لرزیدمے از بیمِ تُو — غافل از اکرام و از تعظیمِ تُو

میں تیرے ڈر سے لرزتا رہتا — تیرے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا

مادرم کو تا بہ بیند ایں زماں — مرمرا بر تخت اے شاہِ جہاں

میری ماں کہاں ہے؟ کہ اب دیکھے — اے شاہ جہاں! مجھے تخت پر

یا پدر کو تامرا بیند چنیں — خوش نشستہ پہلوئے سُلطانِ دیں

یا باپ کہاں ہے؟ کہ وہ مجھے ایسا دیکھے — دین کے بادشاہ کے پہلو میں آرام سے بیٹھا ہوا

فقرآں محمودِ تُست اے بے سعت — طبع ازو دائم ہمی ترساندت

اے بے ہمت! فقر، تیرا محمود ہے — طبیعت تجھے اُس سے ہمیشہ ڈراتی ہے

گر بدانی رحمِ ایں محمودِ راد — خوش بگوئی عاقبت محمود باد

اگر تو اس سخی محمود کا رحم سمجھ لے — تو خوشی سے کہے گا، بہتر انجام ہو

فقرآں محمودِ تُست اے نیم دل — کم شنو زیں مادرِ طبعِ مُضِل

اے تھڑدلے! فقر تیرا محمود ہے — اے گمراہ کرنے والی ماں، طبیعت کی بات نہ سُن

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں — ہمچوں کودک اشک باری یوم دیں

جب تو فقر کا شکار ہو جائے گا تو یقیناً — قیامت کے دن بچے کی طرح آنسو بہائے گا

گرچہ اندر پرورش تن مادر ست — لیک از صد دشمنت دشمن ترست

اگرچہ جسم، پرورش کرنے میں ماں کی طرح ہے — لیکن تیرے سو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے

[1] پس پدر۔ میرا باپ میری ماں سے کہتا تھا کہ اس قدر سخت بددعا کیوں دیتی ہے اس سے نرم کوئی بددعا دے دیا کر۔ کہ بصد۔ سلطان محمود کے ہاتھ میں کسی کا پڑ جانا سیکڑوں تلواروں سے قتل ہونا ہے۔ من زگفت۔ میں دونوں کی باتوں سے حیران ہوتا تھا اور غمگین ہوتا تھا۔ تاچہ۔ ان بددعاؤں سے میں سوچا کرتا تھا سلطان محمود کس قدر ظالم ہے جو تباہی اور بربادی کے لیے ضرب المثل بن گیا ہے۔

[2] من ہمی لرزیدمے۔ میں آپ کے نام سے کانپتا تھا اور آپ کے اکرام اور عظمت عطا کرنے سے غافل تھا۔ آج میرے ماں باپ ہوں تو دیکھیں کہ اُن کے خیالات کس قدر غلط تھے۔ فقر۔ فقر اور عدم سے انسان کا ڈرنا ایسا ہی غیر واقعی ہے جیسا کہ ہندو غلام کا سلطان محمود سے ڈرنا تھا۔ خوش بگوئی۔ تو یہ دعا کرے گا کہ خدا کرے میری عاقبت محمود ہو اس کے دونوں معنی ہیں کہ قابل تعریف ہو یا انجام کار ہمیں بھی سلطان محمود میسر آ جائے۔

[3] مادر۔ جس طرح اس لڑکے کی ماں غلط طور پر ڈراتی تھی اسی طرح انسان کی طبیعت انسان کو فقر سے غلط طور پر ڈراتی ہے۔ شکار فقر۔ جب تجھے فقر حاصل ہو جائے گا تو پھر اسی طرح روئے گا جس طرح اپنی پہلی معلومات پر وہ ہندو غلام رویا تھا۔ گرچہ۔ انسان کا جسم، انسان کو اسی طرح پرورش کرتا ہے جس طرح ماں بچے کی پرورش کرتی ہے لیکن وہ انسان کا سو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے۔

تن[1] چو شد بیمار دارو جوت کرد — ور قوی شد مر تُرا طاغوت کرد
جسم جب بیمار ہوا اُس نے تجھے دوا کا جستجو کرنے والا بنایا — اگر قوی ہوا، تجھے شیطان بنا دیا

چوں زرہ داں این تنِ پُر حیف را — نے شتا را شاید و نے صیف را
اس ظالم جسم کو زرہ کی طرح سمجھ — نہ جاڑوں کے لائق ہے اور نہ گرمیوں کے

یارِ بد نیکو ست بہرِ صبر را — کہ کشاید صبر کردن صدر را
صبر کے لیے بُرا دوست اچھا ہے — کہ صبر کرنے کے لیے سینہ کو کھول دیتا ہے

صبرِ مہ باشب مُنوّر داردش — صبرِ گل باخار اذفر داردش
چاند کا رات کے ساتھ صبر، اُس کو منور بنا دیتا ہے — پھول کا صبر کانٹے کے ساتھ، اُس کو مہکتا ہوا بنا دیتا ہے

صبرِ[2] شیر اندر میانِ فرث و خوں — کرد او را ناعشِ ابنَ اللبُون
لید اور خون میں دودھ کے صبر نے — اس کو دودھ پیتے بچے کے لیے زندگی بخشنے والا بنا دیا

صبرِ جُملہ انبیا با مُنکراں — کردشاں خاصِ حق و صاحبقراں
منکروں کے ساتھ انبیاء کے صبر نے — ان کو اللہ تعالیٰ کا خاص اور با اقبال بنا دیا

ہر کہ را بینی یکے جامہ دُرست — دانکہ اُو آں را بصبر و کسب جُست
تو جس کسی کا لباس اچھا دیکھے — سمجھ لے کہ اُس نے وہ صبر اور کمائی سے حاصل کیا ہے

ہر کرا بینی برہنہ و بینوا — ہست بر بے صبریِ اُو آں گوا
تو جس کو ننگا اور محتاج دیکھے — وہ اُس کی بے صبری پر گواہ ہے

ہرکہ[3] مُستوحش بُوَد پُر غصہ جاں — کردہ باشد بادغائی اقتراں
جو وحشت زدہ ہو، جان غصہ سے بھری ہوئی ہو — اُس نے دھوکے باز کے ساتھ جوڑ لگایا ہے

صبر اگر کردے ز اُلف آں بیوفا — از فراقِ اُو نخوردے ایں قفا
اگر وہ بے وفا دوستی سے صبر کر لیتا — اُس کی جدائی کا یہ طمانچہ نہ کھاتا

خُویِ باحق ساختے چوں انگبیں — بالبن کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
اللہ کے ساتھ موافقت کرتا جس طرح شہد — دودھ کیساتھ کرتی ہیں غروب کر جانے والوں کو محبوب نہیں رکھتا

لاجرم تنہا نماندے ہمچناں — کاتشے ماندہ براہ از کارواں
لامحالہ اُس طرح اکیلا نہ رہتا — جس طرح قافلے سے آگ پیچھے رہ گئی

---

[1] تن چوشد۔ اگر جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان دوا کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور اگر وہ تندرست ہو تو پھر انسان میں شیطنیت پیدا کر دیتا ہے۔ چون زرہ۔ جس طرح لوہے کی زرہ بدن کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتی ہے اسی طرح جسم، انسان کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتا ہے۔ یار بد۔ جسم اگرچہ بُرا ساتھی ہے لیکن اُس کے مصائب پر صبر کرو تو پھر اُس سے یہ فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ صبر مہ۔ کالی رات میں چاند کا صبر اس کو منور کرتا ہے پھول کا کانٹے کے ساتھ صبر اس میں مہک پیدا کرتا ہے۔

[2] صبر۔ دودھ لید اور خون کے درمیان صبر کرتا ہے تو بچہ کو زندگی بخشنے والا بن جاتا ہے۔ ابن اللبون۔ دودھ پیتا بچہ۔ جملہ انبیاء۔ تمام انبیا کے اخروی مراتب صبر کرنے سے بلند ہوئے ہیں۔ ہر کرا۔ دنیاوی منافع بھی صبر سے حاصل ہوتے ہیں انسان کے لباس کی درستگی صبر کے ساتھ کمائی پر لگنے کا نتیجہ ہے اور برہنہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ محنت پر صبر نہیں کر سکا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص غمگین ہو اس کے بارے میں سمجھ لو کہ اُس نے تعلق مع اللہ پر صبر نہیں کیا بلکہ اللہ سے بیوفائی کی اور دغا دینے والی چیز سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اقتراں۔ باہمی جڑنا۔ آن بے وفا۔ اگر یہ فانی اس بے وفا سے تعلق نہ پیدا کرتا تو آج غمگین نہ ہوتا۔ خوی۔ وہ خدا سے تعلق پیدا کرتا اور حضرت ابراہیم کی طرح کہہ دیتا کہ مجھے غائب ہو جانے والی چیزوں سے محبت نہیں ہے۔ کاتشے۔ قافلہ روانہ ہو جاتا ہے اور آگ تنہا پڑی رہ جاتی ہے۔

چون[1] ز بے صبری قرینِ غیر شُد — در فراقش پُر غم و بے خیر شُد
جب بے صبری کی وجہ سے غیر کا ساتھی بنا — اُس کی جدائی کے وقت غمگین اور بے خبر بن گیا

صحبت چوں ہست زرِ دہ دہی — پیشِ خائن چوں امانت می نہی
جبکہ تیری دوستی خالص سونا ہے — خیانت کرنے والے کے پاس امانت کیوں رکھتا ہے؟

خوی با اُو کُن کاماتہائے تُو — ایمن آید از افول و از عتُو
اُس سے عادت ڈال کہ تیری امانتیں — مفقود ہونے اور تعدّی سے محفوظ ہوں

خوی با اُو کن کہ خُورا آفرید — خوبہای انبیا را پرورید
عادت اُس سے ڈال جس نے عادت پیدا کی — انبیاء کی عادتوں کو پرورش کیا

برہَ بدہی رَمہ بازت دہد — پرورِندہَ ہر صفت خود ربّ بُود
تو بکری کا بچہ دیتا ہے وہ گلا لوٹاتا ہے — ہر صفت کا پرورش کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے

برہ[2] پیشِ گرگ امانت می نہی — گرگ و یوسفؑ را مفَر ما ہمرہی
تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے — بھیڑیے اور یوسفؑ کے ساتھ رہنے کا حکم نہ دے

گرگ اگر با تو نماید رُوبہی — ہیں مکُن باور کہ ناید زُوبہی
بھیڑیا اگر تجھ سے چالاکی برتے — خبردار! یقین نہ کر کیونکہ اُس سے بھلائی نہیں آتی ہے

جاہل ار با تو نماید ہمدلی — عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر جاہل تجھ سے دوستی دکھائے — انجام کار جہالت سے تکلیف دے گا

اُو[3] دو آلت دارد و خنثی بُود — فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
وہ دو آلے رکھتا ہے اور ہجڑا ہے — یقیناً دونوں کا کام ظاہر ہو گا

اُو ذَکر را از زناں پنہاں کُند — تا کہ خود را خواہرِ ایشاں کُند
وہ عورتوں سے ذکر چھپاتا ہے — تاکہ اپنے آپ کو اُن کی بہن بنائے

شُلّہ از مرداں بکف پنہاں کُند — تا کہ خود را جنسِ آں مرداں کُند
ہاتھ سے فرج کو مردوں سے چھپاتا ہے — تاکہ اپنے آپ کو مردوں کی جنس بنائے

گفت یزداں زاں کُسِ مکتومِ اُو — شُلّۂ سازیم بر خرطومِ اُو
خدا تعالیٰ نے فرمایا اس کی چھپی ہوئی فرج کو — ہم اُس کی ناک پر فرج بنا دیں گے

---

[1] چون ز بے صبری۔ جب انسان اپنی بے صبری سے خدا کے غیر کا ساتھی بنتا ہے تو جب اس سے جدائی ہوتی ہے غمگین ہوتا ہے۔ صحبت۔ اللہ نے تجھ میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ تو تعلق مع اللہ پیدا کر سکتا تھا وہ بہت یقینی چیز ہے کسی خیانت کرنیوالے کے پاس اسکو امانت نہ رکھ یعنی اس صلاحیت کو غیر اللہ کیلئے صرف کریگا تو فائدہ نہ ہوگا اور گویا وہ امانت ضائع ہو جائے گی۔ افول۔ امانت کا ضائع ہونا غائب ہو جانے سے اور عتو یعنی انکار سے ہوتا ہے۔ خوی۔ جو عادتیں پیدا کرنے والا ہے اور جس نے انبیاء کو بہترین عادتیں اور اخلاق عطا فرمائے، انسان کو اس سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔

[2] برہ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس امانت کریگا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اسکو بکری کا ایک بچہ دیگا تو وہ بکریوں کا ریوڑ تجھے عطا کر دیگا۔ گرگ۔ اگر اپنی صفات اور صحبت کو تونے غیر اللہ میں صرف کیا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت میں رکھدے۔ جاہل۔ نادان کی صحبت کبھی نہ اختیار کر۔ اُو دو آلت۔ اللہ اور دین سے جاہل منافق ہوتا ہے اور اسکے دو چہرے اسطرح ہوتے ہیں جیسے خنثیٰ۔ اسمیں مرد اور عورت دونوں کے اعضائے تناسل ہوتے ہیں۔

[3] اُو۔ وہ خنثیٰ عورتوں میں جاتا ہے تو مرد والے آلہ تناسل کو چھپاتا اور مردوں میں بیٹھتا ہے تو عورتوں والے آلہ تناسل کو چھپاتا ہے۔ شلہ۔ عورت کی شرمگاہ۔ گفت۔ اہل بصیرت اس کے دو غلے پن کو سمجھ جائیں گے خدا ان کو اس کی ایسی علامتیں دکھا دیگا جن سے وہ اسکے نفاق کو سمجھ لیں گے۔ خرطوم۔ قرآن پاک میں ولید بن مغیرہ کافر کے بارے میں فرمایا گیا ہے ہم اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔ کس۔ عورت کی شرمگاہ۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

تا کہ بینایانِ ما زاں دو دلال ... درنیابند از فنِ اُو در جُوال[1]
تا کہ ہمارے بینا ان دو ناز (و انداز) سے ... اُس کے فریب سے دھوکے میں نہ آئیں

حاصل آں کز ہر ذکر ناید نری ... ہیں ز جاہل ترس گر دانشوری
خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرد میں مردانگی نہیں ہوتی ہے ... خبردار! اگر تو عقلمند ہے تو جاہل سے ڈر

دوستیِ جاہلِ شیریں سخن ... کم شنو کاں ہست چوں سمِ کہن
میٹھی بات والے جاہل کی دوستی (کی باتیں) ... نہ سُن کیونکہ وہ پُرانے زہر کی طرح ہیں

جانِ مادر، چشمِ رُوشن گویدت ... جُز غم و حسرت ازاں نفزویدت
وہ تجھے جانِ مادر، روشن آنکھ کہے ... اُس سے سوائے غم اور حسرت کے کچھ نہ بڑھے گا

مر پدر را گوید آں مادر جہار ... کہ ز مکتب بچہ ام شد و بس نزار
ماں، علی الاعلان باپ سے کہتی ہے ... کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا

از زنِ دیگر گرش آوردہٗ ... بروے ایں جور و جفا کم کردہٗ
اگر وہ تیری دوسری بیوی سے ہوتا ... تو اُس پر یہ ظلم و ستم نہ کرتا

ارجزے[2] از تو گربُدے ایں بچہ ام ... ایں فشار آں زن بگفتے نیز ہم
اگر وہ میرا بچہ تیرے سوا کسی عورت سے ہوتا ... وہ عورت بھی یہی بکواس کرتی

ہیں بجہ زیں مادر و تیہایِ اُو ... سیلیے بابا بہ از حلوائے اُو
خبردار! اُس ماں اور اس کے افسون سے کود (بھاگ) ... باپ کا طمانچہ اُس کے حلوے سے بہتر ہے

ہست مادر نفس و بابا عقلِ راد ... اولش تنگی و آخر صد گشاد
ماں، نفس اور دانا عقل، باپ ہے ... اس کی ابتدا تنگی اور آخر سیکڑوں کشادگیاں ہیں

اے دہندہ عقلہا فریاد رس ... تانخواہی تو نخواہد ہیچ کس
اے عقل عطا کرنے والے، مدد کر ... جب تک تو نہ چاہے کوئی شخص نہیں چاہ سکتا

ہم[3] طلب از تست و ہم آں نیکوئی ... ما کئیم اوّل توئی آخر توئی
طلب بھی تیری جانب سے ہے اور نیکی بھی ... ہم کیا ہیں؟ اوّل تو ہے آخر تو ہے

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش ... ماہمہ لاشیئم با چندیں تراش
تو ہی کہہ، تو ہی سن، تو ہی رہ ... باوجود اس قدر تراش (خراش) کے ہم کچھ نہیں ہیں

زیں حوالت رغبت افزا در سجود ... کاہلی جبر مفرست و خمود
اس حوالہ سے سجدہ کرنے میں رغبت بڑھا دے ... جبر کی کاہلی اور افسردگی نہ بھیج

---

[1] جوال۔ بڑا تھیلا، فریب۔ حاصل۔ جسطرح خنثیٰ، مردانگی نہیں رکھ سکتا اسی طرح جاہل کی میٹھی باتیں بھی کام کی نہیں ہیں۔ دوستی۔ جاہل کی دوستی کی مثال ماں کی محبت ہے جو بچہ کے لیے مضر ہے وہ جاہل محبت سے تجھے اپنی جان اور اپنی روشن آنکھ کہتا ہے۔ مر پدر۔ باپ بچہ کو تعلیم کے لیے مکتب بھیجتا ہے تو بچہ کی محبت میں ماں بچہ کے باپ سے لڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بچہ تیری کسی دوسری بیوی کا ہوتا تو اُس پر تو اس قدر ظلم نہ کرتا۔

[2] ارجز۔ باپ جواب دیتا ہے کہ عورتوں کی یہی بے عقلی کی باتیں ہیں اگر یہ بچہ میری کسی دوسری بیوی سے ہوتا تو وہ بھی یہی کہتی جو تو کہہ رہی ہے۔ ہست۔ انسان کے نفس کو ماں اور عقل کو باپ سمجھ۔ اے دہندہ۔ چونکہ نفس کے فریب سے نجات مشکل ہے اس لیے مولانا نے اس کے بیان کے بعد دعا شروع کر دی۔

[3] ہم طلب۔ ہماری طلب تیری توفیق سے ہے اور نیکی بھی تیری توفیق کی وجہ سے ہے۔ ہم بگو۔ قرآن پاک میں ہے "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ" اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے" انسانی افعال سب اللہ کی ایجاد پر موقوف ہیں۔ زیں حوالت۔ اے اللہ ہم نے باتیں تیرے حوالہ کر دیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ تو ہمارے اندر اطاعت و عبادت کی طاقت بڑھا دے اور یہ حوالہ کرنا جبریوں کے عقیدہ کے اعتبار سے نہیں ہے جو انسان کو کاہل اور سست بناتا ہے۔

جبر[1] باشد پرّ و بالِ کاملاں — جبر ہم زندان و بندِ کاہلاں

جبر کاملوں کا پروبال ہے — جبر ہی کاہلوں کا قید خانہ اور بیڑی ہے

ہمچو آبِ نیل داں ایں جبر را — آبِ مومن را و خوں مر گبر را

اس جبر کو نیل کے پانی کی طرح سمجھ — جو مومن کے لیے پانی اور کافر کے لیے خون ہے

بال، بازاں را سُوئے سلطاں برد — بال زاغاں را بگورستاں برد

شہبازوں کو بازو شاہ کی جانب لے جاتا ہے — کوؤں کو بازو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے

باز گرد اکنوں تو در شرحِ عدم — گو چو پا زہر ست و پندارِیش سم

اب تو پھر عدم کی شرح کی طرف لوٹ — کیونکہ وہ تریاق ہے اور تو اس کو زہر سمجھتا ہے

ہمچو[2] ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش — رَو ز محمودِ عدم ترساں مباش

اے آقا بھائی! خبردار تو ہندو بچہ کی طرح — چل، عدم کے محمود سے خوفزدہ نہ ہو

از وجودے ترس کاکنوں درویٖ — آں خیالت لاشیٔ و تو لاشیٔ

اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے — تیرا وہ خیال معدوم ہے اور تو (بھی) معدوم ہے

لاشیٔ بر لاشیٔ عاشق شُد ست — ہیچ نے مرہیچ نے راہ زدست

ایک معدوم، دوسرے معدوم پر عاشق ہو گیا ہے — معدوم نے، معدوم کی رہزنی کی ہے

چوں بروں شُد ایں خیالات از میاں — گشت نامعقولِ تو بر تو عیاں

جب درمیان سے یہ خیالات خارج ہو گئے — تیرا نامعقول، تجھ پر واضح ہو گیا

قَالَ[3] النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ

نبی صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم نے فرمایا جانے والوں کو موت کا غم نہیں ہے

لِلْمَاضِیْنَ هَمُّ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا لَهُمْ حَسْرَتُ الْفَوْتِ

اُن کو فوت کی حسرت ہے

راست فرمود آں سپہدارِ بشرؑ — کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر

انسانوں کے سردار نے سچ فرمایا — کہ جو دنیا سے گذر گیا

نیستش درد و دریغ و غبنِ موت — بلکہ ہستش صد دریغ از بہرِ فوت

اس کو موت کا درد اور افسوس اور نقصان نہیں ہے — بلکہ اُس کو فوت پر سیکڑوں افسوس ہیں

---

[1] جبر۔ مولانا کئی بار سمجھا چکے ہیں کہ ایک جبر تو اہل سنت کا عقیدہ ہے وہ باعث نجات ہے اور ایک جبر، جبریوں کا عقیدہ بھی ہے اور مذموم بھی اسکی مثال دریائے نیل ہے جو سبطیوں کیلیے پانی اور قبطیوں کیلیے خون ثابت ہوا۔ بال۔ شہباز کے بازو اسکو شاہ کیطرف لے جاتے ہیں کوؤں کے بازو اُن کو مردار کھانے کیلیے قبرستانوں میں لیجاتے ہیں۔ شرح عدم۔ سلطان محمود نے اوپر عدم اور معدوم کے مطلوب ہونیکا ذکر کیا تھا اب پھر اسکی طرف رجوع کیا ہے کہ تو اسکو زہر سمجھتا ہے حالانکہ وہ تریاق ہے۔

[2] ہمچو۔ اس عدم کے معاملہ میں تیری مثال اُس ہندو بچے کی سی ہے جو سلطان محمود کے نام سے لرزتا تھا اور وہی اُس کے لیے انتہائی شفیق ثابت ہوا۔ از وجودے۔ جو اس وقت تیرا وجود ہے دراصل وہ عدم اور معدوم ہے اور یہ خیالات بھی فانی ہیں اور تو بھی فانی ہے تیرا اس وجود پر عاشق ہونا گویا معدوم کا معدوم پر عاشق ہونا ہے۔ چوں بروں شد۔ جب تیرا یہ وجود فنا ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو کن نامعقول باتوں میں پھنسا ہوا تھا۔

[3] قال النبی۔ اس مضمون کی حدیث تو ثابت نہیں البتہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ کفار مرنے کے بعد مرنے پر افسوس کریں گے کیونکہ ان کو معلوم ہو جائے گا وجود فانی کا فوت ہو جانا رنج کی بات نہیں ہے بلکہ اعمال صالحہ جن کو وہ معدوم سمجھتے تھے اُن کے نہ کرنے پر افسوس کریں گے۔ نیستش۔ دنیا سے جو مر کر جائے گا اس کو مرنے کا افسوس نہ ہوگا بلکہ یہ افسوس ہوگا کہ معدوم کے لیے کوشش کیوں کی اور نیک عمل کیوں نہ کیا۔

لَیْسَ لِلْمَاضِیْنَ هَمُّ الْمَوْتِ گفت — لیک شاں با حسرتِ فوت اند جفت
فرمایا جانے والوں کو موت کا رنج نہیں ہے — لیکن وہ فوت کی حسرت سے وابستہ ہیں

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را — مخزنِ[1] ہر دولت و ہر برگ را
کہ ہم نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا؟ — ہر دولت اور ہر سامان کے خزانے کو

قبلہ کردم من ہمہ عمر از حَوَل — آں خیالاتے کہ گم شُد در اجل
ہم نے بھینگے پن سے تمام عمر قبلہ بنایا — اُن خیالات کو جو موت میں گم ہو گئے

حسرتِ آں مُردگاں از مرگ نیست — زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
اُن مُردوں کی حسرت موت پر نہیں ہے — اس سے ہے کہ ہم نے نقوش (خیالی) میں بسر کی

ما ندیدیم اینکہ ایں نقش ست و کف — کف ز دریا جُنبد و یابد علف
ہم نے یہ دیکھا کہ یہ نقش اور جھاگ ہے — جھاگ دریا سے ہلتے ہیں اور غذا پاتے ہیں

چونکہ بحر افگند کفہا را ببر — رو بگورستاں رواں کفہا نگر
جب سمندر نے جھاگوں کو خشکی پر پھینک دیا — جا، بہتے جھاگوں کو قبرستان میں دیکھ

پس بگو گو جنبش و جولانِ تاں — بحرِ افگندست در بحران تاں
پھر کہہ کہ تمہاری جنبش اور جولانی کہاں ہے؟ — سمندر نے تمھیں تغیر میں مبتلا کر دیا ہے

تا بگویندت[2] بلب نے بل بحال — کہ ز دریا کُن نہ از ما ایں سوال
تاکہ وہ تجھ سے کہیں ہونٹ سے نہیں، بلکہ حال سے — کہ یہ سوال ہم سے نہیں، دریا سے کر

نقش چوں کف کے بجنبد بے ز موج — خاک بے بادے کجا آید باوج
نقش، جھاگ کی طرح بغیر موج کے کب حرکت کرتا ہے — خاک بغیر کسی ہوا کے بلندی پر کب پہنچتی ہے

چوں[3] غبارِ نقش دیدی باد بیں — کف چو دیدی قلزمِ ایجاد بیں
جبکہ تو نے نقش کا غبار دیکھا ہے، ہوا کو دیکھ — جب تو نے جھاگ کو دیکھا ایجاد کے سمندر کو دیکھ

ہیں بہ بیں کز تو نظر آید بکار — باقیت شحمے و لحمے پُود و تار
خبردار! نظر کر، تیرا نظر کرنا کام آئے گا — تیرا باقی (جسم) چربی اور گوشت اور تانا بانا ہے

شحمِ تو در شمعہا نفزود تاب — لحمِ تو مخمور را نامد کباب
تیری چربی نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی — تیرا گوشت، مخمور کے لیے کباب نہ بنا

در گداز ایں جُملہ تن را در بصر — در نظر رو، در نظر رو، در نظر
نظر میں اس تمام جسم کو پگھلا دے — نظر میں جا، نظر میں جا، نظر میں

---

1. مخزن۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے۔ خیالاتے۔ موت کے بعد معلوم ہوگا کہ دنیاوی تمام خیالات لاحاصل تھے۔ نقشہا۔ زندگی عالم آخرت میں ہے دنیاوی چیزیں بے روح تصاویر ہیں۔ ماندیدم۔ افسوس یہ ہوگا کہ ہم دنیاوی چیزوں کو تصویر، بے روح اور فانی جھاگ کیوں سمجھتے تھے۔ کف۔ جھاگ خود بے حقیقت چیز ہے اُس کی حرکت اور بقا محض دریا کی وجہ سے ہے جب وہ خشکی میں جا پڑے تو بالکل بے حس و حرکت ہیں۔
2. تا بگویندت۔ وہ حباب اور کف دریا جواب دیں گے چونکہ وہ بالکل مردہ ہیں ان کی زبان قال نہیں ہے اس لیے زبان حال سے جواب دیں گے کہ ہماری اصل تو دریا ہے اس سے سوال و جواب کر۔ نقش۔ عالم امکان بغیر بحرِ وحدت کی موج کے کب حرکت کر سکتا ہے عالم امکان خاک ہے وہ بغیر ارادۂ خداوندی کی ہوا کے وجود اور بلندی کب حاصل کر سکتا ہے۔
3. چوں غبار۔ عالم امکان کو دیکھنے کے بعد نظرِ توحیدی پیدا کر یہ نظرِ توحیدی تیرے کام آئے گی باقی تیرا تانا بانا گوشت و پوست سب بیکار ہے نہ دنیا میں کار آمد نہ آخرت میں، نہ تیری چربی سے شمع بنی ہے نہ تیرے گوشت کے کباب بنتے ہیں۔ درگداز۔ جبکہ تیرے اندر اصل نظرِ توحیدی اور روح کا فعل ہے اور معلوم ہو گیا کہ جسم مقابلۃً بیکار چیز ہے تو مجاہدوں کے ذریعہ جسم کو نظر کے حاصل کرنے میں پگھلا دے۔

یک[1] نظر دو گز همی بیند ز راہ | یک نظر دو کون دید و روی شاہ
ایک نظر ہے جو راستے کے دو گز دیکھتی ہے | ایک نظر ہے جس نے دونوں جہانوں اور شاہ کا چہرہ دیکھا

درمیانِ ایں دو فرقِ بیشمار | سُرمہ جُو واللہ اعلم بالسرار
ان دونوں میں لاتعداد فرق ہے | سُرمہ کی تلاش کر، اور اللہ غیب کا جاننے والا ہے

چوں شُنیدی شرحِ بحرِ نیستی | کوش دائم تا دریں بحر ایستی
جب تو نے عدم کے سمندر کی شرح سُن لی | ہمیشہ کوشش کر تاکہ تو اُس سمندر میں ٹھہر جائے

چونکہ[2] اصلِ کارگاہ ایں نیستی ست | کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
چونکہ اصل کارخانہ یہ عدم ہے | جو کہ خلا اور بے نشان اور خالی ہے

جملہ اُوستاداں پئے اظہارِ کار | نیستی جُویند و جایِ انکسار
تمام اُستاد کاریگری کے اظہار کے لیے | عدم اور شکست کی جگہ کے جویاں ہیں

لاجرم اُستادِ اُستاداں صمد | کار گاہش نیستی ولا بُود
لامحالہ اُستادوں کا اُستاد، خدا | اُس کا کارخانہ نیستی اور عدم ہو گا

ہر کُجا ایں نیستی افزوں ترست | کارِ حق و کار گاہش آں سرست
جہاں کہیں یہ عدم بہت زیادہ ہے | اللہ کی کاریگری اور کارخانہ اُس جانب ہے

نیستی چوں ہست بالائیں طَبَق | بر ہمہ بُردند درویشاں سبق
فنا، چونکہ بالائی طبقہ ہے | درویش سب پر سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شُد بے جسم و مال | کارِ فقرِ جسم دارد نے سُوال
خصوصاً وہ درویش جو بے جسم اور بے مال بن گیا | اعتبار جسمی فقر رکھتا ہے، نہ کہ سوال

سائل[3] آں باشد کہ مالِ اُو گداخت | قانعؔ آں باشد کہ جسمِ خویش باخت
سوالی وہ ہو گا جس کا مال ضائع ہو گیا ہو | قانع وہ ہو گا جس نے اپنے جسم کو ہلا دیا

پس ز درد اکنوں شکایت بر مدار | کوست سُوی نیست اسپے راہوار
تو اب درد کی شکایت کا اظہار نہ کر | کیونکہ وہ فنا کی جانب تیز رفتار گھوڑا ہے

ایں قدر گفتیم و باقی فکر کُن | فکر اگر جامد بُود رَو ذکر کُن
ہم نے اس قدر کہہ دیا اور باقی تو سوچ | فکر اگر افسردہ ہو، جا ذکر کر

---

[1] یک نظر۔ تاثر سے مؤثر کی طرف نظر کرنے کے دو درجے ہیں ایک بدن سے روح پر نظر کرنا دوسرا روح سے موثر حقیقی کی طرف نظر کرنا ہے ہمارا مقصود دوسرا درجہ ہے، پہلا درجہ نہیں ہے ان دونوں نظروں میں بہت فرق ہے۔ چوں شنیدی۔ اب پھر عدم اور نیستی کی خوبیوں کا بیان شروع فرمایا ہے۔ بحرِ نیستی۔ یعنی عالمِ ارواح چونکہ وہ نظروں میں معدوم ہے۔

[2] چونکہ۔ ہر کاریگر معدوم کو اپنی کاریگری سے وجود میں لاتا ہے، قدرت کی کاریگری بھی معدوم ہی کو موجود کرتی ہے جو بالکل خلا اور بے نشان اور خالی ہے۔ صمد۔ یعنی اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ لا۔ معدوم۔ ہر کجا۔ جہاں نیستی زیادہ ہوگی وہاں اللہ تعالیٰ کی کاریگری زیادہ ظہور پذیر ہوگی۔ بالائیں طبق۔ نیستی چونکہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور عموماً درویشوں کو حاصل ہے لہٰذا وہ سب سے سبقت لے گئے ہیں خصوصاً وہ درویش جس نے جسم کو بھی لٹا دیا ہو اور مال کو بھی۔ کارِ فقرِ جسم۔ اصل فقیری جسمانی فقر ہے کہ انسان جسم کو گھلا دے، نہ کہ بھیک مانگنا۔

[3] سائل۔ بھکاری وہ بنتا ہے جس کا صرف مال گھلا ہو جس شخص نے جسم کو گھلا دیا وہ قانع اور صابر ہوتا ہے کبھی سائل نہیں بنتا۔ درد۔ مال کا درد ہو یا جسمانی درد اس کا شکوہ نہ کر کیونکہ وہ نیستی کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیگا۔ ایں قدر۔ نیستی اور ترک کے جو فضائل میں نے بیان کیے ہیں انکے علاوہ فضائل پر تو غور کر لے اور غور و فکر کو بیدار کرنے کا طریقہ ذکر اللہ ہے۔ ذکر۔ ذکر فکر کو بیدار کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے، جو ٹھٹھرے ہوئے کے لیے سورج کرتا ہے۔

ذکر آرد فکر را در اہتزاز ‏ ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر، فکر کو حرکت میں لے آتا ہے ‏ ذکر کو اس ٹھٹھرے ہوئے کا سورج بنا دے

اصل[1] خود جذب است لیک اے خواجہ تاش ‏ کارکن موقوف آں جذبہ مباش
اصل، خودکشش ہے، لیکن اے آقا بھائی! ‏ کام کر، اس کشش پر موقوف نہ رہ

زانکہ ترکِ کار چوں نازے بُود ‏ نازکے در خوردِ جانبازے بُود
چونکہ عمل کا ترک کرنا، ناز ہوتا ہے ‏ ناز، جانباز کے مناسب کب ہوتا ہے؟

نے قبول اندیش نے ردائے غُلام ‏ امر را و نہی را می بیں مُدام
اے لڑکے! نہ قبولیت کو سوچ نہ رد کو ‏ ہمیشہ، امر اور نہی کو دیکھتا رہ

مُرغِ[2] جذبہ ناگہاں پرّد ز عُش ‏ چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکُش
جذب کا پرند، اچانک گھونسلے سے اڑے گا ‏ جب تو صبح کو دیکھ لے تب شمع بجھا دے

چشمہا چوں شُد گزارہ نورِ اُوست ‏ مغزہا می بیند اُو در عینِ پُوست
جب آنکھیں کھل گئیں، اس کا نور ہے ‏ وہ بعینہٖ چھلکے میں گودوں کو دیکھ لیتا ہے

بیند اندر ذرّہ خورشیدِ بقا ‏ بیند اندر قطرۂ کُل بحر را
وہ بقا کے سورج کو ذرّے میں دیکھ لیتا ہے ‏ سب سمندر کو ایک قطرے میں دیکھ لیتا ہے

بارِ دیگر رجوع کردن بقصۂ آں صوفی و قاضی

صوفی اور قاضی کے قصہ کی جانب دوبارہ واپسی

گفت[3] صوفی در قصاصِ یک قفا ‏ سر نشاید باد دادن از عمیٰ
صوفی نے کہا ایک طمانچہ کے بدلے میں ‏ اندھے پن سے، سر نہ گنوانا چاہیے

خرقۂ تسلیم اندر گردنم ‏ برمن آساں کردِ سیلی خوردنم
تسلیم کا خرقہ میری گردن میں ہے ‏ جس نے طمانچہ کھانا مجھ پر آسان کر دیا ہے

دید صوفی خصمِ خود را سخت زار ‏ گفت اگر مُشتش زنم من خصم وار
صوفی نے اپنے مخالف کو سخت کمزور دیکھا ‏ سوچا اگر میں اس کے مخالفانہ گھونسا ماروں

اُو بہ یک مُشتم بریزد چوں رصاص ‏ شاہ فرماید مرا زجر و قصاص
وہ میرے ایک گھونسے سے رانگ کی طرح بکھر جائے گا ‏ شاہ میرے اوپر تنبیہ اور بدلے کا حکم فرما دے گا

خیمہ ویرانست و بشکستہ وَتد ‏ اُو بہانہ میکُند تا در فتد
خیمہ ویران ہے اور کھونٹی ٹوٹ گئی ‏ وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تاکہ گر پڑے

---

1. اصل۔ محض ذکر و عبادت سے قرب میسر نہیں آتا جب تک اللہ کی جانب سے جذب و کشش نہ ہو لیکن انسان کو عبادت اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے جذب کے انتظار میں نہ بیٹھنا چاہیے۔ زانکہ۔ محنت کو چھوڑنا ناز دکھانا ہے جو عاشق جانباز کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نے قبول۔ بندہ کا کام بندگی ہے اس کو مقبول ہونے یا مردود ہونے میں نہ پڑنا چاہیے۔ جو خدا کے احکام ہیں ان کی پابندی کرنی چاہیے۔
2. مرغ۔ جب تو برابر مجاہدہ کیے جائے گا تو جذب اپنے مقام سے اڑ کر تیرے پاس آ جائے گا پھر اسقدر مجاہدوں کی ضرورت نہ رہے گی جذب صبح ہے اور مجاہدے شمع ہیں صبح کو شمع کی ضرورت نہیں رہتی۔ چشمہا۔ جب بندہ نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کے افعال حضرت حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ بیند۔ اس کو کائنات کے ہر ذرہ میں حق کا مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔
3. گفت صوفی۔ صوفی نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس بیمار کے طمانچہ ماروں گا تو قصاص میں میرا سر کاٹ لیا جائے گا۔ تسلیم۔ یعنی قضاء خداوندی سے جو بات پیش آئے اس پر سر تسلیم خم کر دینا پھر قاضی کے پاس اس لیے لے گیا تاکہ کچھ تنبیہ ہو اور دوسرے صوفیوں پر وہ ظلم نہ کرے۔ رصاص۔ رانگ۔ خیمہ۔ اس بیمار کی حالت بوسیدہ خیمہ کی سی ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے گر جائے گا۔ وتد۔ کھونٹا جس سے خیمہ کی رسیاں باندھتے ہیں۔

بہرِ این مُردہ دریغ آید دریغ
افسوس پر افسوس ہو گا اس مردے کی وجہ سے
کہ قصاصم اُفتد اندر زیرِ تیغ
کہ مجھ پر تلوار کے نیچے قصاص واقع ہو

چوں نیاتانست کف بر خصم زد
جب وہ مخالف پر ہاتھ نہ مار سکا
عزمش آں شُد کش سُوے قاضی برد
اس کا ارادہ ہوا کہ اُس کو قاضی کی جانب لے جائے

کہ ترازوئے حق ست وکیلِ اُو
کیونکہ وہ حق کی ترازو اور پیمانہ ہے
زاں سُوی حق ست دائم میلِ اُو
اسی لیے ہمیشہ اس کا جھکاؤ حق کی طرف ہے

مخلص ست از مکرِ دیو وحیلہ اش
شیطان کے مکر اور اس کے حیلہ سے غلامی کا سبب ہے
مامَن ست از قیدِ دیو و قیلہ اش
شیطان کی قید اور اس کے قول سے امن کا سبب ہے

ہست اُو مقراضِ احقاد و جدال
وہ کینوں اور لڑائی کی قینچی ہے
قاطعِ جنگِ دو خصم و قیل و قال
وہ مخالفوں کی جنگ اور سوال و جواب کو قطع کرنیوالا ہے

دیوے در شیشہ کُند افسونِ اُو
اُس کا منتر، بھوت کو شیشی میں اُتار لیتا ہے
فتنہ ہا ساکن کُند قانونِ اُو
اُس کا قانون، فتنے کو ساکن کر دیتا ہے

چوں ترازو دید خصمِ پُر طمع
جب لالچی مخالف نے ترازو دیکھی
سرکشی بگذارد و گردد تبع
سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور تابع بن جاتا ہے

ور ترازو نیست گر افزون دہیش
اور اگر ترازو نہیں ہے اگر تو اس کو زیادہ دے
از قسم راضی نگردد آں کہیش
اُس کی چالاکی قسم سے راضی نہ ہو گی

کے شود راضی ز تو طبعِ تہیش
اس کی کھوکھلی طبیعت کب تجھ سے راضی ہو گی
از پئے بے دانشی و ابلہیش
اُس کی بیوقوفی اور بے عقلی کی وجہ سے

ہست قاضی رحمت و دفعِ ستیز
قاضی رحمت اور لڑائی کا دفعیہ ہے
قطرۂ از بحرِ عدلِ رُستخیز
قیامت کے انصاف کے سمندر کا ایک قطرہ ہے

قطرہ گرچہ خُرد و کوتہ پا بُوَد
قطرہ اگرچہ چھوٹا اور کم رفتار ہوتا ہے
لُطفِ آبِ بحر ازو پیدا بُوَد
اس سے سمندر کے پانی کی لطافت ظاہر ہو جاتی ہے

از غُبار ار پاک داری کلّہ را
اگر تو کلہ کو غبار سے صاف رکھے
تو زیک قطرہ بہ بینی دجلہ را
تو ایک قطرے سے دجلہ کو دیکھ لے

جُزوہا بر حالِ کُلہا شاہد ست
اجزا مجموعوں کے حال پر گواہ ہیں
چوں شفق غمازِ خورشید آمد ست
جس طرح شفق، سورج کی غماز بنی ہے

بہرایں۔ یہ بیمار جو مردے کی طرح ہے اس کے بدلے میں سر کٹوانا مناسب نہیں ہے۔ کہ ترا۔ قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے کسی کو کسی کا حق نہ مارنے دے۔ مخلص۔ شیطان قاصب کو جو حیلہ و مکر سکھاتا ہے قاضی کا فیصلہ اس کو ختم کر دیتا ہے۔ ہست اُو۔ مدعی اور مدعی علیہ کی جنگ و جدل اور بحث و تمحیص قاضی کے فیصلے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

دیو۔ جو فریق شیطنت پر آمادہ ہوتا ہے، قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی شیطنت ختم ہو جاتی ہے۔ چون ترازو۔ جبکہ قاضی ترازو ہے تو اس میں ترازو کے اوصاف ہیں جب کوئی شخص حصے سے زیادہ لینے کا خواہشمند ہوتا ہے تو ترازو کو دیکھ کر اس کی یہ تمنا ختم ہو جاتی ہے اگر ترازو نہ ہو اور دوسرا فریق تمہیں بھی کھائے تو یہ شخص راضی نہیں ہوتا۔ ہست۔ قاضی قیامت کے دن کے عدل کا ایک نمونہ ہے۔ قطرہ۔ قطرے سے دریا کے پانی کا مزا معلوم ہو جاتا ہے۔ کوتہ پا۔ قطرے میں وہ روانی نہیں جو دریا میں ہوتی ہے۔ از غبار۔ اگر تو قطرے میں سمندر کے جلوے دیکھنا چاہتا ہے تو کلی حلال کی عادت ڈال۔ جزوہا۔ اجزا کل پر اسی طرح دلالت کرتا ہے جس طرح شفق سورج کے وجود کا پتا دیتی ہے۔

آں[1] قسم بر جسمِ احمدؐ راند حق — آنچہ فرمودہ ست کَلّا والشّفق
وہ قسم اللہ تعالیٰ نے احمدؐ کے جسم پر جاری فرمائی ہے — جو یہ فرمایا ہے کلا والشفق

مور بردانہ چرا لرزاں بُدے — گر ازاں یک دانہ خرمن در بُدے
چیونٹی دانہ کے بارے میں کیوں لرزتی؟ — اگر اُس دانہ کے بجائے، کھلیان میں ہوتی

برسرِ حرف آ کہ صُوفی بیدل ست — در مکافاتِ جزا مستعجِل ست
مطلب پر آ جا، کیونکہ صوفی بے دل ہے — بدلہ لینے میں جلد بازی کرنے والا ہے

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی — از تقاضائے مکافا غافلی
اے وہ کہ تو نے بہت ظلم کیے ہیں، کیونکر خوشدل ہو — بدلے کے تقاضے سے تو غافل ہے

یا فراموشت شدست آں کردہات — کہ فروآویخت غفلت پردہات
یا وہ کارنامے تو بھول گیا — کہ غفلت نے تیرے اوپر پردے لٹکا دیے ہیں

گرنہ[2] خصمیہاستے اندر قفات — جرمِ گردوں رشک بُردے بر صفات
اگر تیرے درپے دُشمنیاں نہ ہوتیں — تیری صفائی پر آسمان کا جسم رشک کرتا

لیک محبوسی برایِ آں حُقوق — اندک اندک عُذر میخواہ از عقوق
لیکن تو اُن حقوق کی وجہ سے مقید ہے — نافرمانی سے تھوڑی تھوڑی معافی چاہ لے

تا بیک بارت نگیرد محتسب — آبِ خود روشن کُن اکنوں یا محبّ
تاکہ تجھے محتسب یکبارگی نہ پکڑ لے — اے پیارے! اپنے پانی کو صاف کر لے

رفتنِ صوفی سُویِ سیلی زنش و بُردنِ اُو را بقاضی

صوفی کے اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اُس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت[3] صُوفی سُویِ آں سیلی زنش — دست زد چوں مدعی بر دامنش
صوفی اپنے اس طمانچہ مارنے والے کی جانب روانہ ہوا — مدعی کی طرح اُس کے دامن پر ہاتھ مارا

اندر آوردش برِ قاضی کشاں — کایں خرِ اِدبار را بر خرنشاں
اُس کو قاضی کے پاس کھینچتا ہوا لایا — کہ اس نحوست کے گدھے کو، گدھے پر بٹھا

یا بزخمِ دُرّہ اُو را دہ جزا — آنچنانکہ رایِ تو بیند سزا
یا دُرّے کی مار سے اس کو سزا دے — جس طرح تیری رائے مناسب سمجھے

کانکہ از زخمِ تو میرد در دمار — برتو تاواں نیست باشد آں جُبار
کیونکہ جو شخص تیری مار سے سزا دینے میں مر جائے — تجھ پر تاوان نہیں ہے، وہ (خون) معاف ہو گا

---

1. آں قسم۔ قرآن پاک میں ہے فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، مولانا نے شفق سے آنحضورؐ کا جسمِ اطہر مراد لیا ہے جو کہ روح احمدی کا مظہر ہے۔ مور۔ چیونٹی دانہ کے گم ہونے پر لرزتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے دانہ سے خرمن کو نہیں پہچانا۔ انسان بھی اگر ممکنات کے ذریعہ واجب کو پہچان لے تو کبھی کسی ممکن کے فوت ہونے سے نہ لرزے۔ برسر۔ پھر صوفی کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ مستعجل۔ جلدی میں مبتلا۔ مکافا۔ مکافات، بدلہ۔ کردہا۔ کارنامے۔
2. گرنہ خصمیہا۔ اگر انسان مظالم سے پاک و صاف ہو تو اس کا دل آسمان سے بھی زیادہ منور ہو۔ محبوسی۔ یعنی تاریکیوں میں مقید۔ عقوق۔ نافرمانی۔ محتسب۔ یعنی محاسب حقیقی۔ آب۔ نیک عمل سے کنایہ ہے۔
3. رفت۔ صوفی طمانچہ مارنے والے کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا۔ برخرنشاں۔ رُسوا کرنے کے لیے مجرم کو گدھے پر بٹھا کر گھمایا جاتا تھا۔ دِرّہ۔ مجرم کو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے۔ کانکہ۔ اگر کوئی مجرم سزا کے دوران بغیر کسی زیادتی کے مرجائے تو قاضی پر تاوان نہیں آتا ہے۔

کانکہ[1] از زجرِ تو بیند مرگِ خویش ۔۔۔ فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش

جو تیری سزا سے اپنی موت دیکھے ۔۔۔ دوزخ سے بچ کر آگے جنت تک چلا جائے گا

در حد و تعزیرِ قاضی ہر کہ مُرد ۔۔۔ نیست بر قاضی ضماں کو نیست خُرد

قاضی کی حد اور تعزیر میں جو مرا ۔۔۔ قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹا (آدمی) نہیں ہے

نائبِ حق ست و سایۂ عدلِ حق ۔۔۔ آئینہ ہر مستحِق و مستحَق

اللہ کا نائب اور اللہ کے انصاف کا سایہ ہے ۔۔۔ وہ ہر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا آئینہ ہے

کو ادب از بہرِ مظلومے کند ۔۔۔ نے برائے عرض و خشم و دخلِ خود

کیونکہ وہ مظلوم کی خاطر سزا دیتا ہے ۔۔۔ نہ یہ کہ مال اور غصہ اور اپنی آمدنی کے لیے

چوں برائے حق و روزِ آجل ست ۔۔۔ گر خطای شُد دیت بر عاقلست

جبکہ اللہ اور قیامت کے لیے ہے ۔۔۔ اگر غلطی ہوئی، عاقلہ پر دیت ہے

عاقلہ[2] اُو کیست دانی ہست حق ۔۔۔ سُوئے بیت المال برگرداں ورق

اُس کے عاقلہ کون ہیں؟ تو جانتا ہے، اللہ ہے ۔۔۔ بیت المال کی جانب ورق پلٹ

آنکہ بہرِ خود زند اُو ضامن ست ۔۔۔ آنکہ بہرِ حق زند اُو آمن ست

جو اپنے لیے مارے وہ ضامن ہے ۔۔۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے مارے وہ محفوظ ہے

گر پدر زد مر پسر را اُو بمُرد ۔۔۔ آں پدر را خونبہا باید شمُرد

اگر باپ نے بیٹے کو مارا، وہ مر گیا ۔۔۔ اُس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہیے

زانکہ اُو را بہرِ کارِ خویش زد ۔۔۔ خدمتِ اُو ہست واجب بر ولد

کیونکہ اُس نے اپنے معاملہ کے لیے مارا ۔۔۔ اُس کی خدمت، لڑکے پر واجب ہے

چوں[3] معلّم زد صبی را شُد تلف ۔۔۔ بر معلّم نیست چیزے لَا تَخَف

جب اُستاد نے بچہ کو مارا اور وہ مر گیا ۔۔۔ اُستاد پر کچھ نہیں ہے، تو نہ ڈر

کاں معلّم نائبِ اُفتاد و امیں ۔۔۔ ہر امیں را ہست حکمش ہم چنیں

وہ اُستاد نائب اور امین واقع ہوا ہے ۔۔۔ ہر امین کا حکم اسی طرح ہے

نیست واجب خدمتِ اُستا برو ۔۔۔ پس بزجرش نبُود اُستا کارجو

اُستاد کی خدمت اُس پر واجب نہیں ہے ۔۔۔ تو اُس کے مارنے میں، اُستاد کام کا طالب نہیں ہے

---

[1] کانکہ۔ بعض علما کے نزدیک حدِ شرعی جاری ہونے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اور مجرم معصوم بن کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ نیست خُرد۔ قاضی معمولی شخصیت نہیں ہے وہ خدا کا قائم مقام ہے۔ مستحِق۔ صیغہ اسم فاعل مدعی۔ مستحَق۔ صیغہ اسم مفعول، مدعیٰ علیہ۔ کو ادب۔ قاضی جو سزا دے رہا ہے اُس میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے بلکہ وہ مظلوم کے لیے سزا دیتا ہے۔ چوں۔ مجرم کے مر جانے پر کسی طرح کا ضمان نہ ہونا تو جب تھا کہ سزا قاعدہ کے موافق دی جا رہی ہو لیکن اگر سزا میں کوئی زیادتی ہو اور مر جائے تو اب اُس کا ضمان ہے۔ روزِ آجل۔ قیامت کا دن۔

[2] عاقلہ۔ اگر قاتل نے خطاءً قتل کیا ہو تو مقتول کی دیت قاتل کے عصبات پر آتی ہے جن کو عاقلہ کہا جاتا ہے قاضی نے جو سزا دی تھی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کے لیے تھی لہٰذا اُس کی غلطی سے اگر مجرم مرا تو اس کی دیت قاضی کے عاقلہ پر آئے گی اس کا عاقلہ اللہ تعالیٰ ہے۔ برگرداں ورق۔ بیت المال کے مسائل کتابوں میں دیکھو معلوم ہو جائے گا کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائے گی۔ آمن۔ قاضی بہر حال دیت سے بچ گیا خواہ دیت بیت المال سے ادا کر دی گئی۔ گر پدر۔ باپ بیٹے کو خدمت نہ کرنے پر مارتا ہے لہٰذا باپ پر بیٹے کا خونبہا واجب ہے۔

[3] چوں معلّم۔ اُستاد کی شاگرد کو مارنے میں کوئی ذاتی غرض نہیں لہٰذا وہ خونبہا سے بری ہے، اُستاد بچہ کو بچہ کے مفاد میں مارتا ہے شاگرد پر اُستاد کی خدمت واجب نہیں ہے کہ مارنا اس کے مطالبہ میں سمجھا جا سکے، باپ کی خدمت بیٹے پر واجب ہے اس کا مارنا خدمت کے مطالبہ کی وجہ سے ہے یہ امام ابو حنیفہؒ کا مرجوع قول ہے صاحبین کے نزدیک باپ پر خونبہا واجب نہیں ہے۔

در پدر زد از برائے خود زدست　　لاجرم از خوںبہا دادن نرست

اگر باپ نے مارا تو اپنے لیے مارا ہے　　لامحالہ خوںبہا دینے سے نہ چھوٹا

پس[1] خودی را سر ببُر با ذوالفقار　　بیخودے شو فانی و درویش وار

تو ذوالفقار سے خودی کا سر کاٹ دے　　درویش کی طرح بے خود اور فانی بن جا

چوں شُدی بیخود ہرانچہ تو کنی　　ما رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ایمنی

جب تو بے خود ہو گیا جو کچھ تو کرے گا　　"جب تو نے پھینکا تو نے نہ پھینکا" تو محفوظ ہے

آں ضماں برحق بُود نے بر امیں　　ہست تفصیلش بفقہ اندر ببیں

وہ تاوان اللہ پر ہو گا نہ امانت دار پر　　اُس کی تفصیل فقہ میں ہے، دیکھ لے

ہر دُکانے راست سودائی دگر　　مثنوی دُکانِ فقر ست اے پسر

ہر دکان میں ایک دوسرا سودا ہے　　اے بیٹا! مثنوی فقر کی دُکان ہے

در دکانِ کفش گر چرمست خوب　　قالبِ کفش ست اگر بینی تو چوب

موچی کی دُکان میں اچھا چمڑا ہے　　اگر تو نے لکڑی دیکھی تو جوتے کا فرمہ ہے

پیشِ قزّازاں[2] خزادکن بُود　　بہرِ گز باشد اگر آہن بُود

ریشمین کپڑا فروشوں کے سامنے ریشمی کالا کپڑا ہو گا　　اگر لوہا ہو گا تو گز کے لیے ہو گا

مثنوی ما دُکانِ وحدت ست　　غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بُت ست

ہماری مثنوی وحدت کی دُکان ہے　　واحد کے علاوہ تو جو کچھ دیکھے وہ بُت ہے

بُت ستودن بہرِ دامِ عامہ را　　ہم چناں داں کالْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی

بُت کی تعریف کرنا عوام کے جال کے لیے　　ایسا ہی سمجھ جس طرح الغرانیق العلیٰ کا قصہ

خواندش در سورۂ والنجم زود　　لیک آں فتنہ بُداز سُورہ نبُود

اُس کو سُورۂ والنجم میں جلدی سے پڑھ دیا　　لیکن وہ آزمائش تھی، سورت میں سے نہ تھا

جملہ[3] کفار آں زماں ساجد شدُند　　ہم سرے بُود آنکہ سر بردر زدند

اُس وقت سب کافر سجدہ کرنے والے بن گئے　　راز بھی تھا کہ انھوں نے در پر سر رکھ دیا

بعد ازیں حرفیست پیچا پیچ و دُور　　باسلیمانؑ باش و دیواں را مشور

اس کے بعد پیچ در پیچ حرف ہے　　(حضرت) سلیمانؑ کیساتھ رہ اور شیطان کو شورش میں مبتلا نہ کر

---

[1] پس۔ جب معلوم ہوا کہ اگر مارنے میں خودی اور اپنی غرض نہ ہو تو خون بھی معاف ہے، لہٰذا خودی کو ختم کر دے۔ چوں شدی۔ جب تو خودی چھوڑ کر فانی بن جائے گا تیرا فعل اپنا فعل نہ رہے گا۔ ہردُکانے۔ مثنوی میں فقہی مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہے اس لیے ہم نے دیت اور بیت المال کے مسائل کے لیے فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیدیا ہے۔ مثنوی میں اصل مقصد توحید کا بیان ہے۔ دردکان۔ موچی کی دکان میں اصل مقصود چمڑا ہے اگر تو لکڑی کے فرمے دیکھے گا تو وہ اصل مقصود نہیں ہے اسی طرح ریشمی کپڑوں کی دکان میں اصل ریشمی تھان ہیں اگر لوہے کا گز ہے تو وہ اصل مقصود نہیں ہے۔

[2] قزاز۔ ریشمی کپڑا فروخت کرنے والا۔ خزادکن۔ ریشمی کالا کپڑا۔ مثنوی۔ مثنوی صرف توحید کی دکان ہے، توحید کے مضامین کے علاوہ جو کچھ مذکور ہے وہ بت ہے۔ بت۔ مثنوی میں توحید کے علاوہ جو کچھ بطور بُت کے بیان کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضورؐ کی زبان پر سورۂ والنجم کی تلاوت کے دوران تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی جاری ہو گیا تھا اور وہ حقیقتاً سورۂ والنجم کا جز نہ تھا۔ محقق محدثین اس قصہ کو بے اصل سمجھتے ہیں۔

[3] جملہ کفار۔ جب کفار نے وہ الفاظ بتوں کی تعریف میں سنے تو سب سجدے میں گر گئے، اسی طرح عوام جب غیر توحیدی مضامین سنتے ہیں تو متوجہ ہو جاتے ہیں پھر توحیدی مضامین سننے کا بھی اُن کو اتفاق ہو جاتا ہے۔ بعدازیں۔ بتوں کی تعریف آنحضورؐ کی زبان پر جاری ہونے میں اور باتیں بیان کی جا سکتی ہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کے سوال و جواب میں نہ پڑنا چاہیے ورنہ شبہات پیدا کرنے والے مزید شبہات پیدا کریں گے لہٰذا تو بھی محققین کی راہ اختیار کر سلیمان سے مراد محققین کا گروہ اور دیواں سے شبہات پیدا کرنے والے مراد ہیں۔

ہیں حدیثِ صوفی و قاضی بیار — واں ستمگارِ ضعیفِ زار زار

خبردار! صوفی اور قاضی کا قصہ لا — اور کمزور، لاغر، ظالم کا

ہم در تقریرِ قصۂ قاضی و صُوفی

قاضی اور صوفی کے قصہ کی تقریر

گفت[1] قاضی ثَبِّتِ العرش اے پسر — تا بَرُو نقشے کنم از خیر و شر

قاضی نے کہا اے بیٹا! تخت بچھا — تاکہ میں اُس پر بھلے اور بُرے کا نقش قائم کروں

کوزنندہ کو محلِ انتقام — ایں خیالے گشتہ است اندر سقام

مارنے والا کہاں ہے، انتقام کی جگہ کہاں ہے؟ — یہ تو بیماری میں، خیال بن گیا ہے

شرع بہرِ زندگان و اغنیاست — شرع بر اصحابِ گورستاں کجاست

شرع زندوں اور مال والوں کے لیے ہے — قبرستان کے باشندوں کے لیے شرع کہاں ہے؟

آں[2] گروہے کز فقیری پے برند — صد جہت زاں مُردگاں فانی ترند

وہ گروہ جس نے فقیری کا پتا لگا لیا ہے — سو حیثیتوں سے مُردوں سے زیادہ فانی ہیں

مُردہ از یک روست فانی در گزند — صُوفیاں از صد جہت فانی شُدند

مُردہ ایک حیثیت سے مرض میں فانی ہے — صوفیا سو حیثیتوں سے فانی ہو گئے ہیں

مرگ یک قتل ست و ایں سیصد ہزار — ہر یکے را خُونبہائے بے شمار

موت ایک قتل ہے اور یہ تین لاکھ — ہر ایک کا بے شمار خونبہا ہے

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا — ریخت بہرِ خوبہا انبارہا

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بارہا قتل کیا ہے — خونبہا کے لیے انبار بہا دیے ہیں

ہمچو جرجیس[3] اندر ہریک در سرار — کشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار

باطن میں ہر ایک، جرجیس کی طرح ہے — ساٹھ بار قتل ہوا، زندہ ہوا

کشتہ از ذوقِ سِنانِ دادگر — می بزارد کہ بزن زخمِ دگر

منصف کی بھال کے ذوق سے مقتول — روتا ہے کہ دوسرا زخم لگا

واللہ از عشقِ وجودِ جاں پرست — کشتہ بر قتلِ دُوم عاشق ترست

خدا کی قسم جان پرست وجود کے عشق کی بہ نسبت — دوسرے قتل پر، یہ مقتول زیادہ عاشق ہے

گفت قاضی من قضا دارِ حیم — حاکمِ اصحابِ گورستاں کیَم

قاضی نے کہا میں زندہ پر حکم لگانے والا ہوں — میں قبرستان کے باشندوں کا حاکم کب ہوں؟

---

[1] گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا مدعی علیہ کو متعین کر۔ ثبت۔ مشہور مثل ہے ثَبِّتِ العرش ثُمّ انقش، پہلے تخت بچھا پھر اس پر نقش بنا یعنی کام کرنے سے پہلے جگہ متعین کر۔ کوزنندہ۔ مدعی علیہ تو محض خیالی انسان رہ گیا ہے اس سے بدلہ کہاں لیا جا سکتا ہے۔ شرع۔ ضمان اور تاوان تو زندہ اور مالدار سے لیا جا سکتا ہے مردے سے نہیں۔

[2] آں گروہے۔ مولانا نے اُن درویشوں کا بیان شروع کر دیا ہے جو سُکر کی حالت میں ہوتے اور خودی سے گزر کر مقام فنا حاصل کر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سیکڑوں حیثیتوں سے مُردہ ہیں حقیقی مُردہ تو محض ایک مرض سے مُردہ بن جاتا ہے۔ مرگ۔ شعر (کشتگانِ خنجرِ تسلیم را۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست) ریخت۔ چونکہ اللہ ان کو قتل کرتا ہے اس نے خونبہا میں محبت اور قرب کے خزانے عطا کر دیے ہیں۔

[3] جرجیس۔ ان کو شاہِ وقت نے ساٹھ بار قتل کیا اور وہ ہر بار زندہ ہو گئے۔ دادگر۔ اللہ کے بھالے کا زخم ان کو ایسا پیارا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔ وجود جاں پرست۔ یعنی عنصری زندگی جس میں زندگی سے محبت ہوتی ہے۔ گفت۔ قاضی نے کہا میں تو زندوں پر حکم جاری کرتا ہوں مردوں پر حکم جاری کرنا میرا کام نہیں۔

ایں بصورت گرنہ در گورست پست — گورہا در دودمانش[1] آمدہ است

یہ اگرچہ بظاہر قبر میں دبا ہوا نہیں ہے — بہت سی قبریں اُس کے خاندان میں ہیں

بس بدیدی مُردہ اندر گور تُو — گور را در مُردہ بیں اے کور تُو

تو نے قبر میں بہت سے مردے دیکھے ہیں — اے اندھے! تو مُردے میں قبر کو دیکھ لے

گرز گورے خشت بر تو اُوفتاد — عاقلاں از گور کے خواہند داد

اگر قبر کی اینٹ تیرے اوپر گر پڑے — عقلمند قبر سے کب انصاف چاہتے ہیں؟

گردِ خشم و کینۂ مُردہ مگرد — ہیں مکن بانقشِ گرمابہ نبرد

مُردے کے غصہ اور کینہ کے درپے نہ ہو — خبردار! حمام کی تصویر سے نہ جھگڑ

شُکر کن کہ زندہَ بر تو نزد — کانکہ زندہ ردکند حق کردرَد

شکر ادا کر کہ زندہ نے تجھے نہیں مارا — کیونکہ جس کو زندہ رد کر دے اللہ تعالیٰ رد کرتا ہے

خشمِ[2] احیا خشمِ حق و زخمِ اُوست — کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست

زندوں کا غصہ، اللہ کا غصہ اور مار ہے — کیونکہ وہ پاکیزہ کھال، باقی باللہ ہے

حق بکُشت اُورا و در پاچہ اش دمید — پوستش از سر چو قصاباں کشید

اللہ تعالیٰ نے اسکو قتل کیا اور پاؤں میں پھونک بھر دی — قصائیوں کی طرح اوپر سے کھال کھینچ لی

نفخ در وے باقی آمد تامآب — نفخِ حق نبود چو نفخِ آں قصاب

اس میں قیامت تک پھونک باقی رہی — اللہ تعالیٰ کا پھونک بھرنا قصائی کے پھونک بھرنے کیطرح نہیں

فرق بسیار ست بین النفختین — اینہمہ زین ست و آں سر جملہ شین

دونوں پھونکوں میں بڑا فرق ہے — یہ بالکلیہ خوبی ہے، وہ اور اس جانب سب برائی ہے

ایں حیات ازوے بُرید و شد مضر — واں حیات از نفخِ حق شُد مستمر

اس نے اس سے زندگی جدا کر دی اور مضر ہوئی — وہ زندگی اللہ تعالیٰ کی پھونک سے دائمی ہو گئی

ایندم[3] آں دم نیست کاید آں بشرح — ہیں بر آزیں قعرِ چہ بالائے صرح

یہ پھونک وہ پھونک نہیں ہے جس کی تشریح ہو سکے — خبردار! کنویں کی اس گہرائی سے، قلعہ کے اوپر آ جا

نیستش بر خر نشاندن مجتہد — نقش ہیزم را کسی برخرنہد

اُس کو گدھے پر سوار کرنا، محلِ اجتہاد نہیں ہے — ایندھن کے نقش کو کوئی گدھے پر لادتا ہے

برنشستِ اُو نہ پُشتِ خر سزد — پشتِ تابوتیش اولیٰ ترسزد

اس کی نشست کے لیے گدھے کی پشت مناسب نہیں ہے — تابوت کی پشت اس کے لیے زیادہ لائق ہے

---

1. دودمانش۔ یعنی اس مدعی علیہ کا جسم۔ گور۔ کیونکہ صوفی اُس کو مردہ نہ سمجھ رہا تھا اس لیے اس کو کہہ رہا ہے۔ گر۔ جبکہ مدعی علیہ مجسم قبرستان ہے اگر قبرستان میں سے کوئی اینٹ کسی پر آ پڑے تو اس پر کون دعویٰ کرتا ہے۔ گرد۔ جبکہ مدعی علیہ مردہ ہے تو اس پر غصہ نہ کرو وہ تو محض ایک بے جان تصویر ہے اُس سے جھگڑا کرنا بیوقوفی ہے۔ زندہ۔ اب اُس شخص کا ذکر شروع فرمایا ہے جس کو بقا اور زندگی بحق حاصل ہو گئی ہو اُس کا ہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے۔
2. خشم۔ ایسے باقی باللہ کا غصہ اللہ کا غصہ ہوتا ہے۔ حق بکشت۔ اس باقی باللہ کو اللہ نے پہلے فنا کیا اور اُس کو رذائل بشری سے پاک کر دیا اور پھر اُس میں نفخ روح کر دیا۔ قصاباں۔ قصائی بکرے کی کھال کھینچ کر پھر اس میں پھونک بھرتے ہیں تا کہ چربی وغیرہ پھول جائے اور گوشت چکنا معلوم ہونے لگے۔ نفخ۔ قصائی اور اللہ کے پھونک بھرنے میں فرق ہے۔ ایں ہمہ۔ اللہ کا قتل کرنا اور پھونک بھر کر پھر زندہ کرنا بڑی خوبی ہے، قصائی کا معاملہ برا ہے اس لیے کہ قصائی اس کی زندگی ہمیشہ کے لیے ختم کر کے پھونک بھرتا ہے۔
3. ایندم۔ باقی باللہ میں جو اللہ کا نفخ ہے وہ ایک ذوقی چیز ہے اس کی شرح نہیں ہو سکتی تو اس دنیا کے کنویں سے نکل کر اعلیٰ مقام حاصل کر لے خود پتا لگ جائے گا۔ نیستش۔ جبکہ وہ مردہ ہے اس کو گدھے پر بٹھانا مناسب نہیں اس کے مناسب تو مردے کا تابوت ہے لکڑیاں گدھے پر لادی جاتی ہیں نہ کہ لکڑیوں کی تصویر۔

ظلم[1] چہ بُود وضعِ غیرِ موضعش
ظلم کیا ہے؟ غیر جگہ پر اُس کا رکھنا

ہیں مکُن در غیرِ موضع ضائعش
خبردار! غیر جگہ میں اُس کو برباد نہ کر

گفت صُوفی پس رواداری کہ اُو
صوفی نے کہا تو پھر تم اس کو جائز سمجھتے ہو کہ اُس نے

سیلیم زد بے قصاص و بے تسُو
میرے طمانچہ مارا بغیر قصاص اور بغیر دمڑی کے

کے روا باشد کہ ہر خرسِ قلاش
کب جائز ہو گا کہ ہر ریچھ بے آبرو

صُوفیاں را صفع اندازد بَلاش
صُوفیوں کے طمانچہ کھینچ مارے، بغیر کسی چیز کے؟

گفت صوفی را چہ باک از صفع خیز
اس نے کہا صوفی کو طمانچہ کی کیا پروا، اُٹھ

باچنیں بیمار کمتر کن ستیز
ایسے بیمار سے جھگڑا نہ کر

گفت قاضی توچہ داری بیش و کم
قاضی نے کہا، تو کم و بیش کیا رکھتا ہے؟

گفت دارم در جہاں من شش درم
اُس نے کہا دنیا میں میرے پاس چھ درہم ہیں

گفت قاضی سہ درم تو خرج[2] کن
قاضی نے کہا، تین درہم تو خرچ کر لے

آں سہ دیگر را بُدو دِہ بے سخن
دوسرے تین، اُس کو بغیر حجت دے دے

زار و رنجورست و درویش و ضعیف
کمزور اور بیمار ہے اور فقیر و ضعیف ہے

سہ درم باید تُرا بہرِ رغیف
تین درہم روٹی کھانے کے لیے تجھے چاہییں

قاضی و صوفی بہم در قال و قیل
قاضی اور صوفی آپس میں بات چیت میں تھے

لیک آں رنجور برگشتہ سَبیل
لیکن وہ بیمار، راستہ سے بھٹکا ہوا

برقفایِ قاضی اُفتادش نظر
اُس کی نظر قاضی کی گدی پر پڑی

از قفایِ صُوفی آمد خوب تر
وہ صوفی کی گدی سے بہتر معلوم ہوئی

راست[3] میکرد از پئے سیلیش دست
اُس کے طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ سیدھا کیا

کہ قصاصِ سیلیم ارزاں شُدست
کہ میرے طمانچہ کا بدلہ سستا ہو گیا ہے

سُویِ گوشِ قاضی آمد بہرِ راز
راز کی بات کے لیے قاضی کے کان کے پاس آیا

سیلیے آورد قاضی را فراز
قاضی کے ایک طمانچہ مارا

گفت ہرشش را بگیرید اے دو خصم
بولا اے دونوں مخالفو! تم سب پورے چھ لے لو

من شوم آزاد و بے خرخاش و وصم
میں آزاد اور بغیر خرخشہ اور بے عیب ہو جاؤں گا

---

[1] ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے تو اس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوا۔ گفت صوفی۔ صوفی نے قاضی سے کہا پھر تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جو میرے طمانچہ مارا ہے نہ اس کا جسمانی بدلہ ہے نہ مالی۔ کے روا۔ اگر آپ اس کو اس طرح چھوڑ دیں گے تو پھر صوفیوں کی خیر نہیں ہر آوارہ بے آبرو صوفیوں کو مار لیا کرے گا۔ بلاش۔ بلاشی یعنی بغیر کسی عوض کے۔ گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا کہ صوفی تو بہت مجاہدے کرتا ہے ایک طمانچہ کی اس کو کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بیش و کم۔ قاضی نے کہا جھگڑا تو بغیر کسی عوض کے ختم ہو جانا چاہیے پھر بھی تجھے کچھ دلائے دیتا ہوں اور قاضی نے بیمار سے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے بیمار نے کہا میرے پاس چھ درہم ہیں۔

[2] تو خرج کن۔ قاضی نے بیمار سے کہا ان چھ درہموں میں سے تین تو خرچ کے لیے رکھ لے اور تین صوفی کو دے دے۔ زار۔ صوفی سے یہ کہا کہ وہ بیمار اور کمزور ہے تو تین درہم اس کے پاس رہنے دے اور تین درہم اپنی خوراک کے لیے لے لے۔ قاضی۔ قاضی اور صوفی میں تو یہ گفتگو چل رہی تھی اُدھر اس بیمار کی نظر قاضی کی گدی پر پڑی جو اس کو طمانچہ مارنے کے لیے صوفی کی گدی سے بھی بہتر معلوم ہوئی۔

[3] راست۔ اس بیمار نے یہ سوچ کر کہ طمانچہ بلا عوض تو بہت سستا ہو گیا ہے اپنے ہاتھ کو طمانچہ مارنے کے لیے تیار کیا۔ سُوی۔ قاضی کے پاس اس طرح پر آیا جیسے اس سے کوئی راز کی بات کہے گا اور قاضی کی گدی پر ایک طمانچہ مار دیا۔ گفت۔ قاضی کے طمانچہ مار کر بیمار بولا اب تم دونوں مدعی ہو دونوں تین تین درہم لے لو میرا سب مال چلا جائے گا تو نہ کوئی خرخشہ باقی رہے گا اور نہ مالدار ہونے کا عیب رہے گا۔

تیرہ[1] شدنِ قاضی از سیلیے آں درویشِ رنجور و

اُس بیمار فقیر کا طمانچہ سے قاضی کا مکدر ہونا اور صوفی

سرزنش کردن صُوفی قاضی را

کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صُوفی گفت ہے — حکمِ تو عدل ست لاشک نیست غَے

قاضی مکدر ہوا، صوفی نے کہا، ہائیں — آپ کا حکم بے شک انصاف ہے، گمراہی نہیں ہے

آنچہ[2] نہ پسندی بخود اے شیخِ دیں — چوں پسندی بربرادر اے امیں

اے دین کے شیخ! جو آپ اپنے لیے پسند نہیں کرتے — اے امانتدار! بھائی کے لیے کیوں پسند کرتے ہیں؟

ایں ندانی کزپئے من چہ کَنی — ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی

آپ یہ نہیں جانتے کہ میرے لیے جو کنواں کھودیں گے — اُس کنویں میں انجام کار آپ خود گریں گے

مَن حَفَرَ بِئرًا نخواندی از خبر — آنچہ خواندی کُن عمل جانِ پدر

حدیث میں آپ نے مَن حَفَرَ بِئرًا نہیں پڑھا — اے جانِ پدر! جو آپ نے پڑھا ہے، اُس پر عمل کیجیے

ایں یکے حکمت چنیں بُد در قضا — کو تُرا آورد سیلے در قفا

فیصلہ میں آپ کا یہ حکم ایک ایسا حکم تھا — جس نے آپ کی گدی پر طمانچہ وارد کیا

وائے بر احکامِ دیگرہائے تو — تاچہ آرد بر سر و بر پایِ تُو

ہائے، آپ کے دوسرے فیصلے — آپ کے سر پاؤں پر کیا لائیں گے؟

ظالمے[3] را رحم آری از کرم — کہ برایِ نفقہ بدہش سہ درم

آپ نے کرم کر کے ظالم پر رحم کیا — کہ اُس کے خرچ کے لیے تین درہم دیے

دستِ ظالم را ببرچہ جایِ آں — کہ بدستِ اُو نہی حکم و عناں

ظالم کا ہاتھ کاٹو، بجائے اس کے — تو نے اُس کے ہاتھ میں حکم اور باگ دے دی

تو بداں بزمانی اے مجہول داد — کہ نژادِ گرگ را اُو شیر داد

اے مجہول العدل! تو اُس بکری کی طرح ہے — کہ بھیڑیے کے بچہ کو اُس نے دودھ پلایا

جواب دادنِ قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا — ہر قفا و ہر جفا کآرد قضا

قاضی نے کہا، ہماری رضامندی ضروری ہے — ہر اُس طمانچہ اور ظلم پر جو قضا لائے

---

[1] تیرہ شدن۔ قاضی طمانچہ کھا کر بدمزہ ہوا تو صوفی نے قاضی سے کہا۔ حکمِ تو۔ بے شک آپ کا یہ فیصلہ کہ طمانچہ کا عوض تین درہم ہوتے ہیں بالکل منصفانہ تھا اس میں کوئی گمراہی نہ تھی اس فیصلہ کو آپ کو بھی بلاتامل قبول کرنا چاہیے۔

[2] آنچہ۔ ہرچہ برخود نہ پسندی بدیگراں مپسند۔ مَن حَفَرَ۔ مشہور مقولہ ہے مَن حَفَرَ بِئرًا لِاَخِیهِ فَقَد وَقَعَ فِیهِ "جس نے اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودا وہ خود اُس میں گرا" ایں۔ تیرا فیصلہ خود تیرے لیے طمانچہ کا سبب بنا ہے۔ وائے۔ یہ تو ایک فیصلہ کی پاداش تھی نہ معلوم دوسرے فیصلے تیرے اوپر کیا ظلم ڈھائیں گے۔

[3] ظالمے۔ تو نے ظالم کو خرچہ کے تین درہم دلائے۔ دست۔ ظالم کا تو ہاتھ کاٹنا چاہیے تھا نہ کہ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں دینا۔ تو بداں۔ تیری مثال تو اس بڑھیا کی سی ہے جس نے بھیڑیے کے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر پالا اور آخر میں وہ بھیڑیا اس کی بکری کو کھا گیا۔ گفت قاضی۔ قاضی نے کہا قضاءِ خداوندی جو بھی نازل کرے خواہ طمانچہ ہو یا سزا اُس پر راضی ہونا ہمارا فرض ہے۔

خوش دلم در باطن از حکم زُبُر[1] گرچہ شُد رُویم تُرش کَالْحَقُّ مُرّ
کتابوں کے حکم سے میں باطن میں خوشدل ہوں اگرچہ میرا چہرہ تُرش ہو گیا کیونکہ حق کڑوا ہے

ایں دلم باغست و چشمم ابروش ابر گرید باغ خندد شاد و خوش
میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی طرح ہے ابر روتا ہے، باغ خوش اور شاد ہو کر ہنستا ہے

سالِ قحط از آفتابِ خیرہ خند باغہا در مرگ و جانکندن رسند
قحط کے سال میں بے باکی سے ہنسنے والے سورج سے باغ موت اور جاں کنی میں پہنچ جاتے ہیں

زاہرِ[2] حق وَابْکُوْا کَثِیْرًا خواندۂ چوں سرِ بریاں چہ خنداں ماندۂ
اور زیادہ روؤ تو نے خدائی حکم پڑھا ہے بھنی ہوئی سری کی طرح تو کیوں ہنس رہا ہے؟

روشنیِ خانہ باشی ہمچو شمع گر فروباری تو ہمچوں شمع دمع
تو گھر کی روشنی ہو گا، شمع کی طرح اگر تو شمع کی طرح آنسو بہائے گا

آں تُرش رُوئیِ مادر یا پدر حافظِ فرزند شُد از ہر ضَرَر
ماں باپ کی تُرش رُوئی ہر نقصان سے لڑکے کی نگہبان بنی

ذوقِ خندہ دیدۂ اے خیرہ خند ذوقِ گریہ بیں کہ ہست آں کانِ قند
اے بیہودہ، ہنسنے والے! تو نے ہنسی کا مزہ چکھ لیا رونے کا مزہ دیکھ جو شکر کی کان کی طرح ہے

چوں[3] جہنم گریہ آرد یادِ آں پس جہنم خوش تر آید از جناں
جب جہنم کی یاد رُلائے تو جہنم جنتوں سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے

خندہا در گریہا آمد کتیم گنج در ویرانہا جُو اے سلیم
ہنسیاں، رونے میں چھپی ہوئی ہیں اے بھولے! خزانے ویرانوں میں تلاش کر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند آبِ حیواں را بظلمت بُردہ اند
مزا، غموں میں ہے، انھوں نے نشان گم کر دیا ہے آبِ حیات کو تاریکی میں لے گئے ہیں

باژگونہ نعل در رہ تا رُباط چشمہا را چار کن در احتیاط
راستہ میں منزل تک اُلٹے نعل ہیں احتیاط میں چار آنکھیں کر لے

چشمہا را چار کن در اعتبار یار کن با چشمِ خود دو چشمِ یار
عبرت حاصل کرنے میں چار آنکھیں کر لے یار کی دو آنکھوں کو اپنی آنکھوں کا ساتھی بنا لے

اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بخواں اندر صحف یار را باش و مکن از ناز اُف
پاروں میں اَمرُھُم شُوریٰ پڑھ لے یار کا ہو جا اور ناز سے اُف نہ کر

---

[1] زُبُر۔ زبور کی جمع ہے، بمعنی کتاب۔ الحق مر۔ سچ بات کڑوی لگتی ہے۔ ایں دلم۔ آنکھ کے رونے سے دل میں شادابی پیدا ہوتی ہے جس طرح ابر سے باغ میں شادابی آتی ہے۔ سالِ قحط۔ سورج کی چمک کو سورج کا خندہ قرار دیا ہے جس کو باغ کے جلنے کا سبب قرار دیا ہے۔

[2] زاہرِ حق۔ قرآن پاک میں ہے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا "چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں"۔ سر بریاں۔ جب سری کو آگ پر بھونا جاتا ہے تو کھال سکڑ کر دانت کھل جاتے ہیں۔ روشنی۔ موم آنسو کی طرح گرتا ہے تو شمع روشن رہتی ہے۔ مادر۔ ماں باپ کی سختی بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ ذوق۔ یادِ الٰہی میں رونے میں جو لطف ہے وہ ہنسنے میں نہیں ہے۔

[3] چوں۔ جہنم کا خوف رُلائے تو وہ جنت کی یاد سے زیادہ بہتر ہے۔ خندہا۔ گریہ کا انجام ہنسنا ہے۔ ذوق۔ غموں میں لذت اسی طرح چھپی ہوئی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی میں۔ باژگونہ۔ منزل کو چھپانے کے لیے جوتوں میں اُلٹے نعل لگا لیے جاتے ہیں۔ رباط۔ منزل۔ چشمہا۔ جبکہ نشان پوشیدہ ہے تو اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھوں کو جوڑ لے تب نشان منزل کا پتا چلے گا۔ چشمہا۔ عبرت حاصل کرنے اور نشان کو پہچاننے کے لیے اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھیں شامل کر لے۔ امرہم۔ صحابہ کے لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔ اُف۔ شیخ سے بے نیازی نہ برت۔

یار[1] باشد راہ را پُشت و پناہ — چونکہ نیکو بنگری یارست راہ

یار راستہ کا مددگار ہوتا ہے — جب تو غور کرے گا یار، راستہ ہے

چونکہ در یاراں رسی خامُش نشیں — اندراں حلقہ مکن خود را نگیں

جب تو یاروں میں پہنچے چپ بیٹھ جا — اُس حلقہ میں اپنے آپ کو نگ نہ بنا

در نمازِ جمعہ بنگر خوش بہوش — جملہ جمع اند ویک اندیش و خموش

جمعہ کی نماز میں اچھی طرح ہوش سے دیکھ لے — سب جمع ہیں اور ایک خیال کے اور چپ ہیں

رختہا را سُوئے خاموشی کشاں — چوں نشاں جوئی مکن خود را نشاں

سامان کو خاموشی کی جانب کھینچ لے جا — جب کہ تو نشان تلاش کرتا ہے اپنے آپ کو نشان نہ بنا

گفت پیغمبرؐ کہ در بحرِ ہموم — در دلالت داں تو یاراں را نجُوم

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ فکروں کے سمندر میں — تو رہنمائی میں یاروں کو ستارے سمجھ

چشم[2] در استارگاں نہ، رہ بجُوی — نطق تشویشِ نظر باشد، مگوی

ستاروں پر آنکھ جمادے، راستہ تلاش کر — بولنا دیکھنے کے لیے پریشان کُن ہوتا ہے نہ بول

گردد حرفِ صدق گوئی اے فلاں — گفت تیرہ در تبع گردد رواں

اے فلاں! اگر تو سچائی کے دو حرف بولے گا — مکدر گفتگو پیچھے پیچھے روانہ ہو جائے گی

ایں نخواندی کالکلام اے مُستہام — فِیْ شُجُوْنٍ جَرُّہٗ جَرُّ الْکَلَام

اے حیران! یہ تو نے نہیں پڑھا کہ گفتگو — مختلف شعبوں میں ہے، گفتگو کا کھینچنا اسکو کھینچتا ہے

ہیں[3] مشو شارع دراں حرفِ رَشد — چوں سخن پیشک سخُن را می کشد

خبردار! تو اُس بھلی بات کو شروع کرنے والا نہ بن — کیونکہ یقیناً بات، بات کو کھینچتی ہے

نیست در ضبطت چو بکشادی دہاں — از پئے صافی شود تیرہ رواں

جب تو نے منہ کھول دیا، تیرے قابو میں نہیں ہے — صاف کے پیچھے، مکدر روانہ ہو جاتا ہے

آنکہ معصومِ رہِ وحیِ خداست — چوں ہمہ صافست بکشاید رَواست

جو خدائی وحی کی راہ کا معصوم ہے — جبکہ وہ سب صاف ہے منہ کھولے تو مناسب ہے

زانکہ مَا یَنْطِقُ رَسُوْلٌ بِالْھَوٰی — کے ہوا زاید ز معصومِ خدای

کیونکہ کوئی رسول خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا — خدائی معصوم سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے؟

---

[1] یار۔ شیخ راستہ کا مددگار ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ خود راستہ ہے۔ چونکہ۔ بزرگوں کی مجلس میں خودنمائی مناسب نہیں ہے خاموشی سے بیٹھ کر اُن سے استفادہ کر "صحبت پیراز ذکر وفکر برتر ست" درنماز۔ جمعہ کی نماز میں سب خاموشی سے خطبہ سنتے ہیں۔ رختہا۔ سالک کو شیخ کی صحبت میں زیادہ خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ گفت۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم نے جسکی اقتدا کی ہدایت یافتہ بنے۔"

[2] چشم۔ ستاروں سے ہدایت جبھی حاصل ہوگی کہ خاموشی سے اُن پر نظر کرو گے، بولنا نظر میں خلل انداز ہوتا ہے۔ گردد حرف۔ عام حالت میں بھی بولنا مفید نہیں ہے انسان دو باتیں صحیح کہتا ہے تو اُن کے ساتھ غلط باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں۔ اَلْکَلَامُ فِیْ شُجُوْنٍ۔ یعنی گفتگو مختلف شعبوں میں واقع ہوتی ہے۔ جَرُّہٗ جَرُّ الْکَلَام۔ کلام کا دراز کرنا اُس کو کھینچ لاتا ہے یعنی جب گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو پھر مختلف گوشوں تک پہنچتی ہے۔

[3] ہیں۔ انسان بھلی بات شروع کرتا ہے تو کلام کی درازی اُس کو بری بات تک پہنچا دیتی ہے۔ نیست۔ جب ڈاٹ کھول کر بوتل کو اُلٹا کرو تو صاف کے بعد تلچھٹ آتی ہے۔ آنکہ۔ یہ صرف معصوم انبیاء کی شان ہے کہ اُن کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلتی ہے۔ مَا یَنْطِقُ۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا ہے "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" "وہ خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے ہیں وہ وحی ہے جو اُن کو بھیجی جاتی ہے"۔

خویشتن را ساز منطیقے[1] ز حال تانگردی ہمچو من سُخرہ مقال
اپنے آپ کو حال سے بہت بولنے والا بنا لے تاکہ تو میری طرح گفتگو سے مغلوب نہ ہو

سوال کردنِ صُوفی از قاضی

صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی چوں ز یک کان ست زر ایں چرا نفع ست و آں دیگر ضرر
صوفی نے کہا جبکہ سونا ایک کان کا ہے یہ نفع کیوں ہے اور وہ دوسرا نقصان کیوں ہے؟

چونکہ ایں جُملہ ز یک دست آمد ست ایں چرا ہشار و آں مست آمد ست
جبکہ یہ سب ایک ہی ہاتھ سے ہے یہ ہوشیار اور وہ مست کیوں بنا ہے؟

چوں[2] ز یک دریا ست ایں جُوہا رواں ایں چرا نوش ست و آں زہرِ دہاں
یہ نہریں جب ایک دریا سے رواں ہیں شہد اور وہ منہ کا زہر کیوں ہے؟

چوں ہمہ انوار از شمسِ بقاست صُبحِ صادق صبحِ کاذب از چہ خاست
جبکہ سب نورِ آفتاب بقا کے ہیں سچی صبح اور جھوٹی صبح کیوں پیدا ہوئی؟

چوں ز یک سُرمہ است ناظر را کحل از چہ آمد راست بینی و حَوَل
جب آنکھ کا سرمہ ایک ہی سرمہ سے ہے صحیح دیکھنا اور بھینگا پن کیسے ہوا؟

چونکہ دارُالضَّرب را سلطاں خداست نقد را چوں ضرب خوب و نارواست
جبکہ ٹکسال کا بادشاہ خدا ہے سکہ پر کھرا ٹھپہ اور کھوٹا ٹھپہ کیوں ہے؟

چوں[3] خدا فرمود رہ را راہِ من ایں خفیر از چیست و آں یک راہ زن
جبکہ خدا نے فرمایا راستہ، میرا راستہ ہے یہ راہنما اور رہزن کیوں ہے؟

از یک اشکم چوں رسد حبر و سفیہ چوں یقیں شُد کالولد سِرّ ابیہ
ایک ہی پیٹ سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوئے؟ جبکہ یقینی ہے کہ بیٹا باپ کا راز ہے

وحدتے کہ دید با چندیں ہزار صد ہزاراں جنبش از عینِ قرار
اتنے ہزار کے ہوتے ہوئے وحدت کس نے دیکھی ہے؟ لاکھوں جنبشیں عین قرار سے

جواب گفتنِ آں قاضی صوفی را

قاضی کا اُس صوفی کو جواب دینا

---

1. منطیقے ز حال۔ زبان حال کے ذریعہ بہت بولنے والا۔ تانگردی۔ مولانا نے اپنے آپ کو فروتنی کے اعتبار سے مغلوب مقال کہا ہے۔ سوال۔ پہلے قاضی نے کہا تھا کہ تمام مقدرات پر راضی رہنا چاہیے تو صوفی سوال کرتا ہے کہ ذات خداوندی جبکہ واحد بسیط ہے تو اُس سے متضاد چیزیں جفا و وفا، سخط و رضا، منع و عطا، کا صدور کسطرح ہوتا ہے۔ گفت صوفی۔ جبکہ سب کا خالق ایک ہے تو ایک مفید اور مضر کیوں ہے۔ یک دست۔ جبکہ ایک دستِ قدرت کے پیدا کردہ ہیں تو ایک عقلمند اور ایک مست کیوں ہے۔
2. چوں۔ ایک دریا کی نہروں کے پانی کا ایک مزا ہوتا ہے لیکن مخلوق کوئی شیریں اور کوئی کڑوی ہے۔ چوں ہمہ۔ جبکہ سب ذات باقی کے نور ہیں تو ایک صبح صادق اور ایک صبح کاذب کیوں ہے۔ یک سرمہ۔ جبکہ سب کی آنکھیں ایک ہی سرمہ سے سرگیں ہیں تو پھر راست بینی اور کج بینی کیوں ہے۔ چونکہ۔ جب سب ایک ٹکسال سے ڈھلے ہوئے ہیں تو بعض سکے کھرے بعض کھوٹے کیوں ہیں۔
3. چوں خدا۔ جبکہ خدا نے دین کے راستہ کو اپنا راستہ فرمایا ہے تو اس میں راہنما اور راہزن کا فرق کیوں ہے۔ از یک اشکم۔ جبکہ سب ایک پیٹ کی پیداوار ہیں اور بیٹے میں باپ کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں تو پھر اسی ایک پیٹ سے ایک عالم اور ایک جاہل کیسے پیدا ہوا ہے۔ وحدتے۔ خدا کی وحدت اور غیر متغیر اور غیر متضاد ہونے کا تو یقین ہے پھر اس سے اس قدر کثیر متغیر اور متضاد چیزیں کیسے صادر ہوئی ہیں۔ مصدر میں سکون اور صادر میں حرکتیں ہونا بھی سمجھ سے باہر ہے، غرضیکہ واحدِ حقیقی سے اس قدر کثیر اور متضاد چیزوں کا مخلوق ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

گفت[1] قاضی صوفیا خیرہ مشو
قاضی نے کہا، اے صوفی! تو حیران نہ ہو

یک مثالے در بیانِ ایں شنو
اس کے بیان میں ایک مثال سُن لے

ایں ببیں و حالِ آں را نیک داں
یہ دیکھ لے اور اُس کے حال کو خوب جان لے

ورنہ بینی حال را نیکو بخواں
اگر نہ دیکھے، حال کو خوب پڑھ لے

ہمچنانکہ ، بیقرارِیِ عاشقاں
جس طرح کہ عاشقوں کی بے قراری

حاصل آمد از قرارِ دلستاں
معشوق کے قرار سے پیدا ہوتی ہے

اُو چوکُہ در ناز ثابت آمدہ
وہ پہاڑ کی طرح ناز پر قائم ہے

عاشقاں چوں برگہا لرزاں شُدہ
عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں

خندہَ اُو گریہہا انگیختہ
اُس کے ہنسنے نے رونے پیدا کیے

آبرو لیش آبرُوہا ریختہ
اس کے چہرے کی رونق نے آبروئیں بہا دیں

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد
یہ سب کیفیات جھاگ کی طرح

برسر دریائے بیچوں می طپد
بے کیفیت دریا کے اُوپر حرکت کرتی ہیں

ضِدّ[2] وندّش نیست در ذات و عمل
اُس کا ضد اور ند ذات اور فعل میں نہیں ہے

زاں بپوشیدند ہستیہا حلل
اسی لیے موجودات نے لباس پہن لیے ہیں

ضد ضد را بُود و ہستی کے دہد
ضد، ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے؟

بلکہ زُو بگریزد و بیروں جہد
بلکہ اُس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ند[3] چہ بُود مِثل، مِثلِ نیک و بد
ند کیا ہے؟ مثل ہے، نیک اور بد کی مثل

مِثل، مِثلِ خویشتن را کے کند
مثل، اپنی مثل کو کب بناتی ہے؟

چونکہ دو مثل آمدند اے متقی
اے پرہیز گار! جبکہ دو چیزیں مثل ہیں

ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی
یہ دوسرے سے خالق ہونے میں بہتر کیوں ہے؟

برشمارِ برگِ بُستاں ضِدّ و نِدّ
ضد اور ند باغ کے پتوں کی شمار پر

چوں کفے بر بحر بے ندّست و ضِدّ
بے ند اور بے ضد دریا پر جھاگ کی طرح ہیں

بے چگونہ بیں تو بُرود و ماتِ بحر
سمندر کی مات اور بُرد بے کیف سمجھ

چوں چگونہ گنجد اندر ذاتِ بحر
کیف، سمندر کی ذات میں کیسے سما سکتا ہے؟

---

[1] گفت قاضی۔ قاضی نے کہا ذات غیر متغیر اور غیر متضاد کا، متغیر اور متضاد چیزوں کے مبداء بننے سے حیران نہ ہو ایک مثال سُن لے اور حال کو سمجھ لے۔ ہمچنانکہ۔ معشوق کا قرار اور سکون عاشقوں کی بیقراری کا مبداء ہے معشوق پہاڑ کی طرح ناز پر جما ہوا ہے اور عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں معشوق کا مسکرانا عاشقوں کے رونے کا مبداء ہے تو ان باتوں سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ مبداء اور اس کے آثار میں یکسانیت ضروری نہیں ہے۔ ایں ہمہ۔ چون و چگونہ سے کیفیات اور وہ ممکنات جن پر کیفیات طاری ہوتی ہیں مراد ہیں۔ بیچوں۔ ذات باری تعالیٰ جو عوارض سے منزہ ہے۔

[2] ضِدّ وندّ۔ مبداء اور اثر، علت اور معلول میں مشابہت اور ایک دوسرے کی مثل ہونا تو شرط نہیں ہے البتہ تضاد نہ ہونا چاہیے، اب ثابت کرتے ہیں کہ مبداء جو ذات واحد ہے اور اس کے آثار جو ممکنات ہیں اُن میں تضاد نہیں ہے اور نہ کوئی اس کی ذات اور افعال میں اس کا مثل ہے۔ زاں۔ چونکہ ذات باری اور ممکنات میں تضاد نہیں ہے اسی لیے ممکنات نے وجود کا لباس پہنا ہے۔ ضد۔ ایک ضد دوسری ضد کو موجود نہیں کر سکتا ہے یعنی اس کی علت نہیں بن سکتا ہے بلکہ اُس سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے تو دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

[3] ند۔ ذات باری کا ند اور مثل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ند مثل کو کہتے ہیں اور ایک ہستی اپنے مثل کو وجود عطا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ دونوں یکساں ہیں تو ایک کو خالق اور دوسرے کو مخلوق کہنا بلا وجہ ترجیح ہے جو باطل ہے۔ برشمار۔ اب پھر سابق مضمون کیطرف رجوع کیا ہے کہ تمام ممکنات جو ایک دوسرے کی ضد اور ند ہے بحر وحدت پر جو بے ضد و ند ہے جھاگ کیطرح نمودار ہیں۔ بے چگونہ۔ اسکے تمام افعال ایسے ہیں کہ انکی کیفیت کی گہرائی تک نہیں پہنچا جا سکتا ہے تو پھر ذات کی کنہ تک کہاں رسائی ہو سکتی ہے۔

کمترین[1] لُعبتِ اُو جانِ تُست
تیری جان اُس کا چھوٹا سا کھلونا ہے

ایں چگونہ و چوں جاں کے شُد درست
جان کے لیے چون و چگون کب درست ہیں؟

پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں
ایسا سمندر کہ اُس کے ہر قطرے سے

زیں بدن ناشی تر آمد عقل و جاں
اس جسم سے زیادہ عقل اور جان پیدا ہوتی ہیں

کے بگنجد در مَضیقِ چند و چوں
وہ مقدار اور کیفیت کے تنگ مقام میں کب سما سکتی ہے؟

عقلِ کُل آنجا ست از لَا یَعْلَمُوْں
وہاں عقلِ کل (بھی) ناواقفوں میں سے ہے

عقل گوید مرجسد را کاے جماد
عقل، جسم سے کہتی ہے کہ اے بے روح

بُوِی بُردی ہیچ ازاں بحرِ معاد
تو نے اس بحرِ معاد کا کچھ پتا پایا؟

جسم گوید من یقیں سایۂ توام
جسم کہتا ہے میں یقیناً تیرا سایہ ہوں

یاری از سایہ کہ جُوید جانِ عم
اے چچا جان! سایہ سے کون مدد چاہتا ہے؟

عقل گوید کایں نہ آں حیرت سراست
عقل کہتی ہے کہ یہ ایسا حیرت کدہ نہیں ہے

کہ سزا گستاخ تر از نا سزاست
کہ قابل، ناقابل سے زیادہ دلیر ہو

اندریں[2] جا آفتابِ انورے
اُس جگہ روشن سورج

خدمتِ ذرّہ کُند چوں چاکرے
خادم کی طرح ذرّے کی خدمت کرتا ہے

شیر ایں سُو پیشِ آہو سرنہد
یہاں شیر، ہرن کے سامنے سر رکھ دیتا ہے

باز ایں جا پیشِ تیہو پرنہد
یہاں باز، تیتر کے سامنے پر بچھاتا ہے

ایں تُرا باور نیاید مصطفیٰؐ
اگر تجھے اس کا یقین نہیں ہے تو مصطفیٰؐ

چوں ز مسکیناں ہمی جُوید دُعا
مسکینوں سے دُعا کیوں چاہتے ہیں؟

گر[3] بگوئی از پئے تعلیم بُود
اگر تو کہے سکھانے کے لیے تھی

عینِ تجہیل از چہ رُو تفہیم بُود
بعینہٖ جہالت میں مبتلا کرنا، سمجھانا کیونکر تھا

بلکہ میداند کہ گنجِ بے شمار
بلکہ وہ جانتے تھے کہ لا تعداد خزانہ

در خرابیہا نہد آں شہریار
وہ شاہ ویرانوں میں رکھ دیتا ہے

---

[1] کمترین۔ روح اُس کی معمولی مخلوق ہے۔ اُس کی حقیقت اور کنہ تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ پس چناں۔ وہ ذاتِ باری جو لاتعداد عقلوں اور جان کی علت ہے اُس کی حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے وہ کسی طرح بھی کیفیات کی قید میں مقید نہیں ہو سکتی، اُس کی حقیقت کے بارے میں عقلِ کامل بھی ناواقف ہے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ "اے خدا میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے نفس کی تعریف کی ہے"۔ عقل گوید۔ جب عقلِ کامل کا یہ حال ہے تو عام عقلیں لامحالہ اُس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔ جماد۔ جسم بغیر روح کے بے جان ہے۔ بحرِ معاد۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ سایہ۔ یعنی تابع۔ عقل گوید۔ جسم کا جواب سن کر عقل کہتی ہے کہ ذاتِ باری کی حقیقت کے ادراک کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں قابلِ ادراک اور نا قابلِ ادراک یکساں ہیں۔

[2] اندریں جا۔ عقل نے چونکہ جسم ناقابلِ ادراک سے ذاتِ باری کی کنہ معلوم کرنی چاہی تھی اور اس نے جواب دیا تھا کہ جب تجھے ہی معلوم نہیں تو تیرا مجھ سے سوال کرنا کیا مناسب ہے۔ تو عقل کہتی ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ کرتا ہے سورج ذرّے کی خدمتگاری کرتا ہے، شیر ہرن سے عاجز ہے، باز تیتر کے مقابلہ میں عاجز ہے۔ ایں ترا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کر لینا۔

[3] گر بگوئی۔ آنحضورؐ کی دعا کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ استفادہ کے لیے نہ تھی بلکہ بسا اوقات آنحضورؐ اپنے مقام سے تنزل اختیار کرتے تھے اور تعلیمِ امت کے لیے اس قسم کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے تو مطلب یہ ہوا کہ آنحضورؐ نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا تاکہ امت کو تعلیم دیں کہ انھیں کا اعلیٰ فرد ادنیٰ فرد سے استفادہ کیا کرے اور یہ بات مسلم ہو کہ اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ نہیں کر سکتا تو پھر آنحضورؐ کی یہ تعلیم کہاں ہوئی یہ تو امت کو جہالت میں مبتلا کرنا ہوا۔ بلکہ۔ آنحضورؐ کا دعا کے لیے فرمانا تعلیم کے لیے نہ تھا بلکہ آنحضورؐ جانتے تھے کہ خزانے ویرانے میں ہوتے ہیں اور جنت حق تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے بسا اوقات ان لوگوں کے پاس ہوتے ہیں جو بظاہر معمولی نظر آتے ہیں۔

بدگمانی[1] نعلِ معکوسِ ویست — گرچہ ہر جزویش جاسوسِ ویست
بدگمانی، اُس کا اُلٹا نعل ہے — اگرچہ اُس کا ہر جز اُس کا جاسوس ہے

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شُد — زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شُد
بلکہ درحقیقت، حقیقت غائب ہو گئی — اس لیے ستر. بلکہ سو فرقے ہو گئے

باتو قُلْ مَا شِئْتُ خواہم گفت ہاں — صُوفیا خوش پہن بکشا گوشِ جاں
میں تجھ سے ایک نکتہ کہوں گا، خبردار! — اے صوفی! جان کے کان کو خوب کھول لے

مرترا ہر زخم کاید ز آسماں — منتظر می باش خلعت بعد ازاں
تجھے جو تکلیف آسمان سے پہنچے — اس کے بعد تو خلعت کا منتظر رہ

آں قفا دیدی صفا را ہم ببیں — گردِ راں[2] باگردن آمد اے امیں
تو نے وہ طمانچہ تو دیکھا، خلوص بھی دیکھ لے — اے امین! ران کا گوشت گردن کے ساتھ ہے

گونہ آں شاہ ست کت سیلی زند — کہ نہ تاج و تخت بخشد مُستند
کیونکہ وہ ایسا شاہ نہیں ہے کہ تیرے طمانچہ مارے — اور سہارے کا تخت اور تاج نہ بخشے

جُملہ دنیا را پرِ پشہ بہا — سیلئے را رشوتِ بے منتہا
تمام دنیا کی قیمت مچھر کا پَر ہے — ایک طمانچہ کا عطیہ لاتعداد ہے

گردنت زیں طوقِ زرینِ جہاں — چُستہ در دُزد و زحق سیلی ستاں
تو اپنی گردن دنیا کے اس زریں طوق سے — جلد نکال لے، اور اللہ کا طمانچہ لے لے

آں[3] قفاہا کانبیا برداشتند — زاں بلا سرہائے خود افراشتند
وہ طمانچے جو انبیاء نے برداشت کیے ہیں — اُس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ — تا بخانہ اُو بیابد مر تُرا
لیکن اے جوان! تو اپنے اندر موجود رہا کر — تاکہ وہ تجھے گھر میں پا لے

ورنہ خلعت را برد اُو باز پس — کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
ورنہ وہ خلعت کو لوٹا لے جائے گا — کہ میں نے گھر میں کسی کو نہ پایا

---

[1] بدگمانی۔ شعر (خاک سامانِ جہاں را بحفاظت نگر۔ تو چہ دانی کہ دریں گردسوادے باشد) مساکین اور بظاہر حقیر انسانوں کے ساتھ بدگمانی اُلٹا نعل ہے جس سے انسان غلط راہ اختیار کر لیتا ہے اگرچہ عقلمند انسان کی نظر میں اُس کا جُز جُز جاسوس اور مخبر بنا ہوا ہے جو اُسکی رہنمائی کرتا ہے۔ بل۔ گمراہوں کیلئے یہ معکوس نعل صرف اُلٹا نشان ہی نہیں ہے بلکہ اُن کی نگاہوں سے حقیقت بالکل چھپ گئی ہے اسی لیے اُن کے ستر، بلکہ سو فرقے بن گئے ہیں۔ باتو۔ قاضی کے اصل جواب کی طرف عود ہے کہ راضی بالقضا رہنا چاہیے۔ قل ماشئ۔ قل ماشئت کا مخفف ہے اس کے معنی بکواس اور گھر کے سامان کے ہیں یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی میں تجھ سے ایک اور کی بات کہتا ہوں غور سے سن لے کہ اللہ کی جانب سے ہر سزا کے ساتھ عطا بھی ہے۔ آں قفا۔ تو نے وہ طمانچہ تو دیکھ لیا اُس سے جو باطن کی صفائی ہوئی وہ بھی دیکھ لے۔

[2] گردراں۔ جب قصائی ران کا حصہ کاٹ کر دیتا ہے اور اُس میں ہڈی کم اور گوشت زیادہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ گردن کا حصہ بھی دیتا ہے جس میں ہڈی زیادہ ہوتی ہے اب اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر اچھائی برائی کے ساتھ ہے، خدا کی ذات سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ صرف سزا دے اور اُس کے ساتھ عطا نہ ہو۔ جملہ دنیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی سے دنیا کی کوئی چیز چھینتا ہے تو اُس کی حقیقت مچھر کے پر سے زیادہ نہیں ہے اُس کے بدلے میں لاتعداد نعمتیں عطا کر دیتا ہے۔ طوقِ زریں۔ یعنی دنیا کی نعمتیں۔

[3] آں قفاہا۔ انبیا نے جو تکالیف برداشت کی ہیں وہ اُن کی سرفرازی کا سبب بنی ہیں۔ لیک۔ سزا کے عوض میں عطا کی شرط یہ ہے کہ حضور مع الحق ہو۔ یعنی اللہ کی جانب رضا اور محبت کے ساتھ قلب کے ذریعہ رجوع ہو۔ تا بخانہ۔ وہ تیرے دل پر فیضان کرے گا۔ ورنہ۔ اگر حضور قلب نہ ہوگا تو خلعت واپس ہو جائے گی کیونکہ گھر میں کوئی نہ تھا جس کے سپرد کر دی جاتی۔

باز سُوال کردنِ آں صُوفی ازاں قاضی

پھر اُس صوفی کا اُس قاضی سے سوال کرنا

گفت[1] صوفی کہ چہ بودے کایں جہاں ابروِی رحمت گشادے جاوداں

صوفی نے کہا کیا ہو جاتا؟ کہ یہ عالم ہمیشہ رحمت کی ابرو کو کشادہ رکھتا

ہردمے شورے نیاوردے بہ پیش برنیاوردے ز تلوینہاش نیش

ہر لمحہ شور سامنے نہ لاتا اپنی نیرنگیوں سے ڈنک نہ نکالتا

شب نہ دُزدیدے چراغِ روز را دے نبودے باغِ عیش اندوز را

رات، دن کے چراغ کو نہ چُراتی عیش والے باغ کے لیے خزاں نہ ہوتی

جامِ صحت را نبُودے سنگِ تب ایمنی را خوف ناوردے کرب

صحت کے جام کے لیے بخار کا پتھر نہ ہوتا اطمینان کو مصیبت نہ ڈراتی

خود چہ کم گشتے ز جُود و رحمتش گر نبُودے خرخشہ در نعمتش

اُس کی سخاوت اور رحمت میں خود کیا کمی آ جاتی؟ اگر اُس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا

حال[2] بُودے خوب و خوش بر جُملگاں تیرہ کم بُودے روانِ انس و جاں

سب کی حالت اچھی اور بہتر ہوتی انسانوں اور جنوں کی روح مکدر نہ ہوتی

جاوداں بُودے حضور و ذوقِ خوش دائما در جاں بُدے ہم شوقِ خوش

حضور اور عمدہ ذوق ہمیشہ ہوتا روح میں بھی ہمیشہ بہترین شوق ہوتا

جواب[3] قاضی سوالِ صُوفی را و قصّۂ تُرک و درزی را مثل آوردن

صوفی کے سوال پر قاضی کا جواب دینا اور ترک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رُو صوفیی خالی از فطنت چو کافِ کوفیی

قاضی نے کہا، تو بہت خشک دماغ صوفی ہے تو کوفی کے کاف کی طرح سمجھ سے خالی ہے

تو نہ بشنیدی کہ آں پُرقند لب غدرِ خیّاطاں ہمی گفتے بشب

تو نے نہیں سُنا کہ وہ شیریں لب رات کو درزیوں کی غداری بیان کر رہا تھا

خلق را در دُزدیِ آں طائفہ می نمُود افسانہائے سالفہ

لوگوں کو اس گروہ کی چوری کے بارے میں پہلے قصے سنا رہا تھا

قصّۂ پارہ رُبائی در بُریں می حکایت کرد اُو با آن و ایں

تراشنے میں ٹکڑا چرا لینے کا قصہ اس اور اُس سے بیان کر رہا تھا

---

[1] گفت صوفی۔ صوفی نے کہا کہ یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ دو متضاد چیزوں کا ایک مبداء سے صدور ہو سکتا ہے لیکن یہ بات باقی ہے کہ متضاد چیزوں کے صدور میں کیا حکمت ہے، اگر رحمت ہی رحمت ہوتی اور زحمت نہ ہوتی تو کیا مضائقہ تھا۔ شب۔ دن ہی دن ہوتا رات نہ ہوتی، موسم بہار ہوتا خزاں نہ ہوتی۔ جامِ صحت۔ صرف صحت ہوتی بیماری نہ ہوتی۔ خرخشہ۔ بے موقع جھگڑا۔

[2] حال۔ اگر صرف رحمت ہوتی تو سب خوش رہتے کسی کی طبیعت میں تکدر نہ پیدا ہوتا۔ جاوداں۔ شعر (پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ خداوند روزی بحق مشتغل)

[3] جواب۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محض عیش و عشرت ہوتا تو اس سے بہت سی دینی مضرتیں پیدا ہو جاتیں اسی مناسبت سے ترک اور درزی کا قصہ سنایا ہے کہ ترک نے مسرت میں پڑ کر اپنا کپڑا گنوا دیا۔ کاف کوفی۔ کاف نقطہ سے خالی ہے۔ تو نہ۔ ایک شیریں سخن، درزیوں کی چوری کے قصے سنا رہا تھا۔ طائفہ۔ گروہ۔ سالفہ۔ گذشتہ۔ بریں۔ کتائی۔

در سمر[1] می خواند در زی نامۂ گردِ اُو جمع آمدہ ہنگامۂ

لسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا مجمع اُس کے چاروں طرف جمع تھا

تفسیر قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ يُلَقِّنُ الْحِكْمَةَ عَلٰى لِسَانِ الْوَاعِظِيْنَ بِقَدْرِ هِمَمِ الْمُسْتَمِعِيْنَ

آنحضورؐ کے قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مستمع چوں یافت جاذِب آں وقود جُملہ اجزائش حکایت گشتہ بُود

جبکہ اُس آتش بیان نے، سننے والے کو قبول کرنیوالا پایا اُس کے سارے اجزاء حکایت بن گئے تھے

جذبِ سمع ست ار کسے را خوش لبی ست گرمی وجدِ معلم از صبی ست

اگر کسی میں خوش بیانی ہے تو سننے کی کشش ہے اُستاد کی سرگرمی اور کوشش بچہ کی وجہ سے ہے

چنگیے را کو نوازد بست و چار چوں نیابد گوش گردد چنگ وار

وہ سارنگ بجانے والا جو چوبیس راگ گاتا ہے جب کان نہیں پاتا سارنگی کی طرح ہو جاتا ہے

نے[2] حرارہ یادش آید نے غزل نے دہ انگشتش بجنبد در عمل

نہ اُس کو ترانہ یاد آتا ہے، نہ غزل نہ عمل میں اُس کی دس انگلیاں ہلتی ہیں

گر نبُودے گوشہائے غیب گیر وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر

اگر غیب کو قبول کرنے والے کان نہ ہوتے ایک بشارت دینے والا بھی وحی نہ لاتا

ور نبُودے دیدہائے صُنع بیں نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں

اگر کاریگری کو دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں نہ آسمان گردش کرتا، نہ زمین مسکراتی

آں دمِ لولاک[3] ایں باشد کہ کار از برائے چشمِ تیزست و نزار

لولاک کا مضمون یہی ہے کہ تخلیق باریک اور تیز آنکھ کے لیے ہے

عامہ را از عشقِ ہمخوابہ و طبق کے بُود پروائے عشقِ صنعِ حق

عوام کو ہم بستر اور دسترخوان سے عشق کی وجہ سے اللہ کی کاریگری کی پروا کب ہوتی ہے؟

آبِ تُتماجی نریزی در تغار تا سگے چندے نباشد طُعمہ خوار

تو آش کا پانی تغار میں نہ ڈالے گا جب تک کہ چند کتے خوراک کھانے والے نہ ہوں گے

روسگِ کہفِ خداوندیش باش تا رہا ندزیں تغارت اصطفاش

جا، اُس کی خداوندی کے غار کا کتا بن جا تاکہ اُس کی برگزیدگی تجھے اس تغار سے چھڑا دے

---

[1] سمر۔ قصہ گوئی۔ تفسیر۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس قدر سننے والے کی صلاحیت ہوتی ہے اُسی قدر اس کو وعظ کے بیان سے دانائی کا حصہ ملتا ہے۔ مستمع۔ سننے والے شوقین ہوتے ہیں تو واعظ بھی دل جمعی سے وعظ کہتا ہے۔ وقود۔ یعنی قصہ سنانے والا۔ جذب سمع۔ اگر کسی واعظ کی خوش بیانی دیکھو تو سمجھ لو کہ سننے والوں کی کشش ہے، بچہ ذہین ہوتا ہے تو اُستاد محنت سے پڑھاتا ہے۔ چنگیے۔ اگر سننے والے ماہر اور شائق نہیں ہوتے ہیں تو سارنگی نواز کا دل بجھ جاتا ہے۔

[2] نے حرارہ۔ سارنگی نواز نہ چند ملی جلی آوازیں یاد آتی ہیں نہ غزل نہ اُس کی انگلیاں کام کرتی ہیں۔ گر نبودے۔ اگر انبیاء میں وحی سننے کی استعداد نہ ہوتی تو جبرئیل وحی لے کر نہ آتے۔ ور نبودے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صنعت کو دیکھنے والے نہ ہوتے تو نہ آسمان پیدا ہوتا نہ زمین پیداوار دیتی۔

[3] لولاک۔ آنحضورؐ کے بارے میں لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ "اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا" کا مطلب یہی ہے کہ چونکہ آپ کامل صاحب نظر ہیں اس لیے آسمان پیدا کیے گئے ہیں۔ محدثین نے اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔ عامہ۔ عوام، معشوق اور دسترخوان کے شیدائی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرنے کی توفیق کہاں ہے۔ تتماجی۔ ایک قسم کا آش ہے۔ طعمہ۔ لقمہ۔

دعویٰ[1] کردن و گرو بستنِ تُرک کہ درزی از من چیزے نتواند بُرد

ایک تُرک کا دعویٰ کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چرا سکتا

چونکہ دُزدیہائے بیرحمانہ گفت — کہ کنند آں در زیاں اندر نہفت

جب اُس نے ظالمانہ چوریاں بیان کیں — جو درزی چپکے سے کرتے ہیں

اندراں ہنگامہ تُرکے از خطا — سخت تیرہ شُد ز کشفِ آں غطا

اُس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک — اُس پردے کے کھلنے سے سخت مکدر ہو گیا

شب چوروزِ رُستخیز آں راز ہا — کشف میکرد ازپئے اہلِ نہی

رات کے وقت، قیامت کے دن کی طرح رازوں کو — وہ عقلمندوں کے لیے کھول رہا تھا

ہر کجا آئی تو در کُنجِ فراز — بینی آنجا دو عدُو در کشفِ راز

تو جہاں کہیں بھی کسی گوشہ میں پہنچے گا — راز کھولنے میں دو دشمنوں کو دیکھے گا

آں زباں را محشرِ مذکور داں — واں گلوئے راز گو را صُورداں

زبان کو تو مذکور محشر سمجھ — اور راز کہنے والے گلے کو صُور سمجھ

کہ خدا[2] اسبابِ خشمی ساخت ست — واں فضائح را بکُوی انداخت ست

کیونکہ خدا نے غصہ کے اسباب پیدا فرمائے ہیں — اور رُسوائیوں کو کوچہ میں ڈال دیا ہے

بس کہ غدرِ درزیاں را ذکر کرد — حیف آمد تُرک را و خشم و درد

اُس نے درزیوں کی بہت سی غداریوں کا ذکر کیا — تُرک کو افسوس اور غصہ اور درد ہوا

نشان جستنِ تُرک خانۂ درزی را

تُرک کا درزی کے گھر کا پتا معلوم کرنا

گفت اے قصاص در شہرِ شما — کیست اُستا تر دریں مکر و دغا

اُس نے کہا اے قصہ گو! تمہارے شہر میں — اس مکر اور دغا میں سب سے زیادہ اُستاد کون ہے؟

گفت[3] خیاطیست نامش پورشش — اندریں دُزدی و چُستی خلق کُش

اُس نے کہا ایک درزی ہے، اُس کا نام پورشش ہے — اِس چوری اور چالاکی میں لوگوں کو ذبح کرنے والا ہے

گفت من ضامن کہ باصد اضطراب — اُو نیارد بُرد پیشم رشتہ تاب

اُسنے کہا میں ضامن ہوں، سیکڑوں ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود — وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا دھاگا نہیں لے جا سکتا

پس بگفتندش کہ از تو چُست تر — ماتِ اُو گشتند در دعویٰ مپر

لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک — اُس سے مات کھا گئے ہیں، دعوے میں پرواز نہ کر

---

[1] دعویٰ۔ تُرک نے دعویٰ کیا کہ وہ درزی میرا کپڑا کبھی نہ چُرا سکے گا۔ اندراں۔ اس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک تھا جو درزیوں کی چوری کے قصے سن کر برہم ہو گیا۔ اہلِ نہی۔ عقلمند لوگ۔ ہر کجا۔ رازوں کے فاش ہونے کا سبب ایک زبان ہے اور ایک راز کہنے والے کا گلا ہے۔

[2] کہ خدا۔ راز فاش کرنے کا سبب عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اور راز فاش ہونے سے رُسوائی ہوتی ہے۔ بس۔ جب اُس نے درزیوں کی چوریوں کا ذکر کیا تو تُرک کو بہت افسوس اور دُکھ ہوا۔ قصاص۔ قصہ گو۔ اُستا تر۔ زیادہ اُستاد۔

[3] گفت۔ قصہ گو نے کہا سب سے زیادہ اُس چالاک درزی کو، پورشش کہتے ہیں۔ گفت۔ تُرک نے کہا کہ وہ باوجود اپنی حرکتوں کے میرے سامنے بٹا ہوا ایک دھاگا بھی نہیں چرا سکے گا۔ پس۔ لوگوں نے تُرک سے کہا کہ تجھ سے زیادہ ہوشیاروں کو وہ دھوکا دے چکا ہے۔

تو[1] بعقلِ خود چنیں غرّہ مباش — کہ بشوی یاوہ تو در تزویرہاش

تو اپنی عقل پر ایسا مغرور نہ ہو — کیونکہ اُس کی چالاکیوں میں تو گم ہو جائے گا

گرم تر شد تُرک و بست آنجا گرو — کہ نیارد بُرد نے کُہنہ نہ نو

تُرک اور گرما گیا اور وہاں بازی لگائی — کہ وہ نہیں لے جا سکتا نہ پُرانا نہ نیا

مُطمعانش گرم، تر کردند زُود — اُو گرو بست و دہاں را بر کشُود

بھڑکانے والوں نے اُس کو فوراً بھڑکا دیا — اُس نے شرط لگائی اور بولا

کہ گرو ایں مرکبِ تازیِ من — بدہم ار دُزدد قماشم را بفن

کہ میرا یہ عربی گھوڑا گروی ہے — اگر فریب سے اُس نے میرا کپڑا چرا لیا، دے دوں گا

ورنتاند بُرد اسپے از شما — داستانم بہرِ رہنِ مبتدا

اور اگر نہ اڑا سکا، تم سے ایک گھوڑا — ابتدائی رہن کے مقابلہ میں لے لوں گا

تُرک را آں شب نبُرد از غصہ خواب — باخیالِ دُزد میکرد اُو حراب

ترک کو غصہ سے اُس رات نیند نہ آئی — وہ چور کے خیال سے لڑائی لڑتا رہا

بامداداں اطلسے زد در بغل — شُد بہ بازار و دُکانِ آں دغل

صبح کو اطلس بغل میں دبائی — اُس مکار کے بازار اور دُکان پر پہنچا

پس[2] سلامش کرد گرم و اُستاد — جست از جالب، پرسُش بر کُشاد

اُس نے اس کو گرمجوشی سے سلام کیا اور اُستاد — جگہ سے اُٹھا، اُس کی مزاج پرسی کے لیے لب کشائی کی

گرم پُرسیدش ز حدِّ تُرک بیش — تا فگند اندر دلِ اُو مہرِ خویش

اُسنے ترک کی اسکے مرتبہ سے زیادہ گرمجوشی سے پرسش کی — حتیٰ کہ اُس کے دل میں اپنی محبت ڈال دی

چوں شُنید ازوے نوائے بُلبلے — پیش افگند اطلسِ اصطبلے

اُس نے جب اُس سے بلبل کا نغمہ سنا — استنبولی اطلس اُس کے سامنے ڈال دی

کہ[3] بُبر ایں را قبائے روزِ جنگ — زیرِ دامن واسع و بالاش تنگ

کہ اس کی جنگ کے دن کی قبا تراش دے — نیچے کا دامن وسیع ہو اور اس کا اوپر کا حصہ تنگ ہو

تنگ بالا بہرِ جسم آرائے را — زیر واسع تا نگیرد پائے را

اوپر کا تنگ حصہ، جسم کی آرائش کے لیے — نیچے کا وسیع تاکہ پاؤں نہ اُلجھے

گفت صد خدمت کنم اے ذُو وِداد — در قبولش دست بر سینہ نہاد

اُس نے کہا اے دوست! میں سو خدمتیں بجا لاؤنگا — اُس کے قبول کرنے میں سینہ پر ہاتھ رکھا

---

[1] تو بعقلِ خود۔ تو اپنی عقل پر گھمنڈ نہ کر اُس کی مکاریوں میں تو گم ہو جائے گا۔ گرم تر۔ لوگوں کی ان باتوں سے تُرک اور گرما گیا اور اُس نے بازی لگائی۔ کہ۔ اگر وہ میرا کپڑا لے گا تو اپنا عربی گھوڑا ہار جاوے گا۔ ورنتاند۔ اور اگر وہ نہ چرا سکا تو تم سے ایک گھوڑا لوں گا۔ ترک۔ اس رات کو ترک غصہ سے نہ سو سکا اور ساری رات اس کی چوری کے داؤں پیچ اور اس کے توڑ کو سوچتا رہا۔ دغل۔ کمینہ، مکار۔

[2] پس۔ تُرک اطلس لے کر درزی کی دُکان پر پہنچا تو درزی اپنی جگہ سے اٹھا اس کو سلام کیا اور اس کی مزاج پرسی شروع کر دی۔ گرم۔ جس قدر تُرک کی مزاج پُرسی کرنی تھی اُس سے بہت زیادہ مزاج پُرسی کی جس سے تُرک کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی۔ اصطبل۔ استنبول استنبولی اطلس مشہور تھا۔

[3] کہ بُبر۔ ترک نے درزی سے کہا اس اطلس کی قبا سی دے اوپر سے چست ہو اور دامن فراخ ہوں۔ تنگ۔ اوپر کا حصہ تنگ ہوگا تو سینہ اور ڈنڈ حسین معلوم ہوں گے، دامن وسیع ہوں گے تو پاؤں نہ الجھیں گے۔ ذُو وداد۔ دوست۔ در قبولش۔ سینہ پر ہاتھ رکھنا بات تسلیم کرنے کا اشارہ ہے۔

پس بہ پیمود و بدید اُو رُوئے کار　　بعدازاں بکشاد لب را دَر فُشار[1]

پھر ناپا اور کام کا اندازہ کیا　　اس کے بعد بکواس کے لیے اس نے ہونٹ کھول دیا

از حکاتہائے میرانِ دگر　　وز کرمہائے و عطائے آں نفر

دوسرے سرداروں کی حکایتوں کا　　اور اُس جماعت کے کرم اور عطا کا

وز بخیلان و ز تخسیراتِ شاں　　از برائے خندہ داد اُو ہم نشاں

اور بخیلوں اور ان کے گھٹانے کا　　ہنسانے کے لیے اُس نے پتا بھی بتایا

ہمچو آتش کرد مقراضے بروں　　می بُرید و لب بر افسانہ و فسُوں

آگ جیسی ایک قینچی نکالی　　کاٹ رہا تھا اور قصہ اور منتر ہونٹ پر تھا

مضاحک گفتنِ درزی تُرک را و از قوتِ خندہ بستہ شُدن

درزی کا تُرک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا

دو چشمِ تنگ و فرصت یافتنِ درزی در دُزدی

بند ہو جانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

یک[2] مضاحک چُست گفت آں اُوستاد　　تُرکِ مست از خندہ شُد سُست و فتاد

اُس اُستاد نے ایک ہنسی کی بات فوراً کہی　　مست تُرک ہنسی سے سُست ہو گیا اور گر پڑا

تُرک خندیدن گرفت از داستاں　　چشمِ تنگش گشت بستہ آں زماں

قصہ سے، تُرک نے ہنسنا شروع کر دیا　　اُس وقت اُس کی تنگ آنکھ بند ہو گئی

پارۂ دُزدید و کردش زیرِ راں　　غیرِ حق از جملۂ اَحیا نہاں

اُس نے ایک ٹکڑا چرایا، اُس کو ران کے نیچے کر لیا　　خدا کے علاوہ، سب زندوں سے پوشیدہ

حق[3] ہمیدید آں ولے ستار خُوست　　لیک چوں از حد بری غمّاز اُوست

اللہ تعالیٰ اُسکو دیکھ رہا تھا لیکن وہ پردہ پوشی کی عادت والا ہے　　لیکن جب تو حد سے گذرے، وہ غمّاز ہے

تُرک را از لذتِ افسانہ اش　　رفت از دل دعوئِ پیشانہ اش

اُس کے قصہ کی لذت سے تُرک کے　　دل سے اُس کا پہلا دعویٰ جاتا رہا

اطلسے چہ دعوی چہ رہن چہ　　تُرک سرمست ست در لاغ اے اَچہ

کیسی اطلس، کیسا دعویٰ، کیسا رہن؟　　اے بھائی! تُرک مذاق میں مست ہے

لابہ کردش تُرک کز بہرِ خدا　　لاغ می گوکاں مرا شد مغتذی

تُرک نے اُس کی خوشامد کی کہ خدا کے لیے　　مذاق کی بات سنا کیونکہ وہ میری غذا بن گئی ہے

---

1. فشار۔ بیہودہ کلام۔ از حکاتہائی۔ اُس درزی نے اُس تُرک کو دوسرے سرداروں کی عطا اور بخشش کے قصے سنائے اور بخیلوں کے قصے بھی سنائے۔ مقراض۔ درزی نے تیز قینچی نکالی اور قصے سناتا رہا۔ مضاحک۔ مضحکہ کی جمع ہے ہنسنے کی باتیں مولانا نے اس کو مفرد کے معنی میں بولا ہے۔ دو چشم تنگ۔ ترکوں کی آنکھیں فراخ نہیں ہوتی ہیں۔

2. یک مضاحک۔ درزی نے ہنسی کی ایک بات شروع کی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے سُست پڑ گیا اور گر گیا اور ہنسی میں اُس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پارہ۔ درزی نے موقع پا کر اطلس کا ایک ٹکڑا ران کے نیچے چھپا لیا جو سب سے پوشیدہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا تھا۔

3. حق۔ خدا کی صفت ستاری ہے وہ پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو راز فاش کر دیتا ہے۔ تُرک۔ تُرک درزی کی باتوں سے ایسا خوش ہوا کہ اپنے دعوے کو بھی بھلا بیٹھا۔ اطلسے۔ اب اس کو نہ اطلس کی پرواتھی نہ دعوے کی نہ اُس گھوڑے کی جو اُس نے گروی رکھا تھا۔ اچہ۔ ترکی لفظ ہے، برادر۔ لابہ۔ خوشامد۔

گفت[1] لاغِ خندہ انگیز آں دغا ۔۔۔ کہ فتاد از قہقہہ اُو بر قفا

اُس مکار نے ہنسانے والی ایسی بات کہی ۔۔۔ کہ قہقہہ کی وجہ سے وہ چت گر گیا

پارۂ اطلس سُبک بر نیفہ زد ۔۔۔ تُرکِ غافل خوش مضاحک می مزد

اُس نے جلدی سے اطلس کا ٹکڑا نیفہ میں لگا لیا ۔۔۔ غافل ترک ہنسانے والی بات چوس رہا تھا

ہم چنیں بارِ سِوُم تُرکِ خطا ۔۔۔ گفت لاغے گوئے از بہرِ خدا

اسی طرح خطا کے ترک نے تیسری بار ۔۔۔ کہا، خدا کے لیے مذاق کی بات سُنا

گفت لاغے خندہ میں ترزاں دوبار ۔۔۔ کرد اُو ایں تُرک را کلّی شکار

اُس نے دوبار سے زیادہ ہنسی لانے والی بات سُنائی ۔۔۔ اُس نے اس ترک کو پورا شکار کر لیا

چشم بستہ عقل جستہ مُولہہ ۔۔۔ مست، تُرکِ مدعی از قہقہہ

آنکھ بند، عقل روانہ شُدہ، فریفتہ ۔۔۔ مدعی ترک، قہقہے سے مست تھا

پس[2] سِوُم بار از قبا دُزدید شاخ ۔۔۔ کہ ز خندش یافت میدانِ فراخ

پھر تیسری بار اُس نے قبا میں سے ٹکڑا چرایا ۔۔۔ کہ اس کو اُس کی ہنسی کی وجہ سے وسیع میدان ملا

چوں چہارم بار آں تُرکِ خطا ۔۔۔ لاغ زاں اُستاہی کرد اقتضاء

جب اُس خطا کے تُرک نے چوتھی بار ۔۔۔ اُس اُستاد سے مذاق کی بات کا تقاضا کیا

رحم آمد بروے آں اُوستاد را ۔۔۔ کرد در باقی فنِ بیداد را

اُس اُستاد کو اُس پر رحم آ گیا ۔۔۔ ظلم کے فن کو باقی (لوگوں) کے لیے رکھ چھوڑا

گفت مُولع[3] گشتہ ایں مفتوں دریں ۔۔۔ بیخبر کیں چہ خسارت و غبیں

کہا یہ پاگل اس پر فریفتہ ہو رہا ہے ۔۔۔ اس سے بے خبر کہ یہ کیا خسارہ اور نقصان ہے؟

بوسہ افشاں کرد بر اُستاد اُو ۔۔۔ کہ بمن بہرِ خدا افسانہ گو

اُس نے اُستاد پر بوسہ نثار کیا ۔۔۔ کہ خدا کے لیے مجھ سے افسانہ کہہ

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود ۔۔۔ چند افسانہ بخواہی آزمود

اے شخص! تو فسانہ بن گیا اور اپنے وجود سے بے خبر ہے ۔۔۔ فسانے کو کہاں تک آزمائے گا؟

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست ۔۔۔ برلبِ گورِ خرابِ خویش ایست

تجھ سے زیادہ ہنسانے والا کوئی افسانہ نہیں ہے ۔۔۔ اپنی برباد قبر کے کنارے کھڑا ہو جا

خطاب با ہر نفسے کہ بمثلِ ایں بلا مبتلا ست

اس نفس کو خطاب جو اس جیسی بلا میں پھنسا ہے

---

[1] گفت۔ درزی نے پھر کوئی ہنسی کا قصہ سنایا جس سے ترک چت لیٹ گیا۔ پارہ۔ اب چونکہ ترک بالکل غافل تھا درزی کو موقع ملا اُس نے اطلس کا ٹکڑا ران کے نیچے سے نکال کر نیفے میں اڑس لیا۔ ہم چنیں۔ ترک نے تیسری بار پھر فرمایش کی۔ کرد اُو۔ اب درزی نے ایک اور ٹکڑا بھی چرا لیا۔ از قہقہہ۔ قہقہے مارنے سے ترک کی آنکھیں بند تھیں عقل بھاگ چکی تھی اور وہ قصہ پر فریفتہ تھا۔

[2] پس۔ اب تیسری بار۔ شاخ۔ یعنی اطلس کا ٹکڑا۔ فراخ۔ وسیع۔ چون چہارم۔ چوتھی بار پھر ترک نے فرمائش کی۔ اقتضا۔ تقاضا کرنا۔ رحم۔ اب درزی کو اُس ترک پر رحم آیا اور اُس نے اپنے فن کو دوسرے لوگوں یا دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھا۔

[3] مُولع۔ فریفتہ۔ مفتوں۔ پاگل۔ غبیں۔ ٹوٹا۔ بوسہ۔ اُس ترک نے اُس درزی کا خوشامد میں بوسہ بھی لیا۔ اے فسانہ۔ انسان کا وجود کٹ کر وہ محض افسانہ رہ جاتا ہے۔ خندہ میں تر۔ اے انسان تجھ سے زیادہ ہنسی کا کوئی افسانہ نہیں ہے تو قبر کے کنارے جا کر اپنا انجام سوچ۔

اے فرو رفتہ بقبرِ جہل و شک　　چند جوئی لاغ[1] و دستانِ فلک

اے نادانی اور شک کی قبر میں اُترے ہوئے　　فلک کا مکر اور مذاق کہاں تک طلب کرے گا؟

تابکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں　　کہ نہ عقلت ماند بر قانوں نہ جاں

تو کب تک اس دنیا کا فریب کھائے گا؟　　کہ نہ تیری عقل قاعدے میں رہی نہ رُوح

لاغِ ایں چرخِ ندیمِ کُرد و مُرد　　آبرُوئے صد ہزاراں چوں تو بُرد

اس آسمان کے مذاق نے جو کُرد و بے ریش کا ہمنشین ہے　　تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کی ہے

می درّد می دوزد ایں درزیِ عام　　جامہ صد سالگان و طفلِ خام

یہ عام درزی، پھاڑتا ہے اور سیتا ہے　　سو سالہ اور ناتجربہ کار بچے کے کپڑے

پیر و طفلاں شستہ پیشش بہرِ گد　　تابسعد و نحس اُو لاغے کند

بوڑھے اور بچے اس کے سامنے بھیک کے لیے بیٹھے ہیں　　تاکہ وہ نیک اور بدبخت سے مذاق کرے

لاغِ[2] اُو گر باغہا را داد داد　　چوں دے آمد دادہا برباد داد

اُس کے مذاق نے اگر باغوں کو عطا دی ہے　　جب خزاں آئی اُس نے عطاؤں کو برباد کر دیا ہے

گفتنِ درزی تُرک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحکِ

ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہو جا، کہ اگر ہنسی کی دوسری

دیگر بگویم قبایت تنگ آید

بات کہوں گا، تیری قبا تنگ ہو جائے گی

گفت درزی تُرک را ازیں در گذر　　وائے بر تو گر کُنم لاغِ دگر

درزی نے ترک سے کہا اس کو جانے دے　　تیری حالت پر افسوس ہو گا اگر میں اور مذاق کروں گا

بس قبایت تنگ آید باز پس　　ایں کند باخویشتن خود ہیچ کس

پھر تیری قبا بہت تنگ ہو جائے گی　　اپنے ساتھ ایسا ـ کوئی کرتا ہے؟

سِرِّ[3] ایں خندہ اگر دانستیے　　آں ز صد گریہ بتر دانستیے

اس ہنسی کا راز اگر تو جان لیتا　　تو اس کو سو رونوں سے بدتر سمجھتا

ترکِ خندہ کن ایا اے تُرکِ مست　　زانکہ عُمرت رفت، خواہی گشت پست

اے مست ترک! تو ہنسی کو چھوڑ دے　　کیونکہ تیری عمر گذر گئی، تو پست ہو جائے گا

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست　　اسپ را برباد داد آں تُرکِ مست

جب اُس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی　　اُس مست ترک نے گھوڑا برباد کر دیا

---

[1] لاغ۔ بیہودہ بات۔ دستاں۔ مکر۔ عشوہ۔ فریب۔ لاغ۔ فلک کے مذاق نے لاکھوں کو برباد کیا ہے۔ کُرد۔ ایک قوم ہے یہاں مراد ڈاڑھی والے ہیں۔ مُرد۔ اَمرد کی جمع ہے نوخیز لڑکا۔ می درد۔ یہ آسمان انسانوں کے ساتھ وہی کرتا ہے جو درزی نے ترک کے ساتھ کیا۔ صد سالگاں۔ پرانی عمر کے لوگ۔ تابسعد۔ آسمان اپنے سعد اور نحس کے ذریعہ لوگوں سے مذاق کرتا ہے۔

[2] لاغِ اُو۔ آسمان کا مذاق یہ ہے کہ اگر موسم بہار میں وہ باغ کو بخشش دیتا ہے تو خزاں میں چھین لیتا ہے۔ گفتن۔ درزی نے ترک سے کہا کہ بس اب چپ ہو جا اگر میں اور کوئی ہنسی کی بات سناؤں گا تو تیری قبا بہت تنگ ہو جائے گی۔ ایں کند۔ تیرا ہنسی کی بات کو طلب کرنا اپنا کپڑا چوری کرانا ہے ایسا کوئی اپنے ساتھ نہیں کیا کرتا۔

[3] سِر۔ درزی نے کہا کہ اگر تو اس ہنسی کا راز سمجھ جاتا کہ میں تجھے کیوں ہنسا رہا ہوں تو اس ہنسی کو سیکڑوں رونوں سے بدتر سمجھتا۔ ترک خندہ۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تو بھی مذاق، دل لگی چھوڑ دے کیونکہ زیادہ عمر تو گذر گئی ہے اب بھی باز نہ آئے گا تو بالکل برباد ہو جائے گا۔ چونکہ۔ جب درزی نے ہاتھ سے اطلس رکھ دی اور ظاہر ہو گیا کہ اس میں چوری ہو چکی ہے تو وہ ترک گھوڑا بھی ہار گیا۔

مخلصش[1] بشنو توئی آں ترکِ گول — عالمِ غدّار خیّاطِ چو غول
اُس کا خلاصہ سُن، وہ احمق ترک تو ہے — غدار عالم، بھوت جیسا درزی ہے

اطلسے کز بہرِ تقویٰ و صلاح — دوخت باید خرچ کردی از مزاح
وہ اطلس جو تقوے اور نیکی کے لیے — سینا چاہیے تھا، تو نے مذاق سے اس کو خرچ کر دیا

اطلست عُمر و مَضاحِک شہوت ست — روز و شب مقراض و خندہ غفلت ست
تیرا اطلس عُمر ہے، ہنسانے والی باتیں شہوت ہے — دن اور رات قینچی ہے اور ہنسنا غفلت ہے

اسپ[2] ایمان ست و شیطاں در کمیں — با خود آ افسانہ را بگذار ہیں
گھوڑا ایمان ہے اور شیطان گھات میں ہے — خبردار! ہوش میں آ، افسانہ کو چھوڑ

بیان آنکہ بیکاراں و افسانہ جُویاں مثلِ آں تُرک اند و عالمِ
اس کا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اُس ترک جیسے ہیں اور
غدارِ غرّار ہمچوں آں درزی و شہوات و زناں، مضاحِک
دھوکے باز غدار عالم اُس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اس دنیا کی
گفتن ایں دنیا ست و عُمر ہمچوں آں اطلس پیشِ ایں درزی
ہنسانے والی باتیں کہنا ہے اور عُمر اس اطلس کی طرح ہے اُس درزی کے سامنے
جہتِ قبائے بقا و لباسِ تقویٰ ساختن
بقا کی قبا اور تقویٰ کا لباس بنانے کے لیے

اطلسِ عُمرت بمقراضِ شہور — بُرد پارہ پارہ خیّاطِ غرور
مہینوں کی قینچی سے تیری عمر کا اطلس — دھوکے کا درزی ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے اُڑا

تو تمنای بری کاختر مُدام — لاغ کردے سعد بُودے بر دوام
تو تمنا کرتا ہے کہ ستارہ ہمیشہ — ہمیشہ مذاق کرتا (اور) سعد ہوتا

سخت می[3] تولی ز تربیعاتِ اُو — وز وبال و کینہ و آفاتِ اُو
تو اُس کی نحوستوں سے سخت گھبراتا ہے — اور اُس کے وبال اور کینہ اور آفتوں سے

سخت می رنجی ز خاموشیِ اُو — وز نحوس و قبض و کیں کوشیِ اُو
اس کی خاموشی سے تو سخت رنجیدہ ہوتا ہے — اور اس کی نحوست اور قبض اور کینہ وری سے

مُشتری و زُہرہ چوں در رقص نیست — چونکہ بہرام و زُحل را نقص نیست
جب مشتری اور زُہرہ رقص میں نہیں ہیں — جبکہ بہرام اور زُحل میں گھٹاؤ نہیں ہے

---

[1] مخلصش۔ اب مولانا قاضی کی زبان سے فرماتے ہیں کہ اے انسان تو مست ترک ہے، اور یہ دنیا غدار درزی ہے، تیری عمر اطلس ہے، اور تیری شہوت ہنسی مذاق کی باتیں ہیں اور دن رات قینچی ہے، اور غفلت ہنسنا ہے۔

[2] اسپ۔ گھوڑا تیرا ایمان ہے اور شیطان اسی طرح گھات میں ہے، جس طرح شرط باندھنے والے تھے۔ اطلسِ عمرت۔ تیری عمر کی اطلس کو ماہ و سال کی قینچی سے زمانہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے چرا رہا ہے۔ تو تمنا۔ یعنی اے صوفی تو یہ تمنا کرتا ہے کہ تیرے ستارے ہمیشہ سعد رہتے اور وہ ہمیشہ تجھ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرتے۔

[3] می تولی۔ فعلِ حال ہے تولیدن سے بمعنی رمیدن، بھاگنا یعنی رنجیدہ ہونا۔ تربیع۔ کسی ستارہ کا برج سوم ہے جو ربع فلک ہے کسی دوسرے ستارے پر نظر کرنا یہ نحوست سے کنایہ ہے۔ سخت می رنجی۔ تجھے ستاروں کی تاثیرات سے بہت رنج ہوتا ہے۔ مشتری۔ یعنی ان ستاروں کی اچھی تاثیرات نہ ہوں تب تو رنجیدہ ہوتا ہے۔

کہ چرا زہرہ طرب در رقص نیست
کہ مستی کی زہرہ رقص میں کیوں نہیں ہے؟
برسعود[1] و رقص و سعدِ اُو مایست
تو اُس کے سعود اور رقص اور سعد پر نہ ٹھہر

اخترت گوید کہ گر افزوں کنم
تجھ سے ستارہ کہتا ہے کہ اگر میں بڑھا دوں
لاغ را پس کلّیت مغبوں کنم
مذاق کو تو تجھے بالکل ٹوٹے میں کر دوں گا

تو مبیں قلّابیِ ایں اختراں
تو ان ستاروں کی گردش کو نہ دیکھ
عشقِ خود بر قلب زن بیں اے فلاں
اے فلاں! اپنے عشق کو گردش دینے والے پر دیکھ

تمثیلِ[2] ایں جہاں در تسکینِ فقیراں از جورِ روزگار

زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شُد برہ سوئے دُکاں
ایک شخص دُکان کی جانب راستہ پر پڑا
پیشِ رہ رابستہ دید اُو از زناں
اُس نے راستہ کا آگا، عورتوں سے بند دیکھا

پائے اُو می سوخت از تعجیل و راہ
جلدی کی وجہ سے اُس کا پاؤں جل رہا تھا اور راستہ
بستہ از جُوقِ زنانِ ہمچو ماہ
چاند جیسی عورتوں کے مجمع سے بند تھا

رُو بیک زن کرد و گفت اے مستہاں
اُس نے ایک عورت کی جانب منہ کیا اور کہا اے ذلیل!
ہے چہ بسیارند ایں دخترِ چگاں
اوہو، یہ نوعمر لڑکیاں کتنی زیادہ ہیں

رُوئے[3] بدُو کرد آں زن و گفت اے مہیں
اُس عورت نے اس کی طرف منہ کیا اور کہا اے ذلیل!
ہیچ بسیاریِ ما منگر چنیں
ہماری کثرت کو کبھی ایسا نہ دیکھ

بیں کہ بابسیاریِ ما بر بساط
دیکھ، فرش پر ہماری کثرت کے باوجود
تنگ می آید شمارا انبساط
تمھیں خوش عیشی تنگ معلوم ہوتی ہے

در لواطہ می فتید از قحطِ زن
عورتوں کے ناپید ہونے سے تم لواطت میں مبتلا ہوتے ہو
فاعل و مفعول رسوائے زمن
فاعل اور مفعول جہاں میں رسوا ہوئے ہیں

تو مبیں ایں واقعاتِ روزگار
تو زمانہ کے ان واقعات پر نظر نہ کر
کز فلک می گردد اینجا ناگوار
جو اس جگہ فلک سے ناگوار ہوتے ہیں

تو مبیں تخسیرِ روزی و معاش
تو روزی اور معاش کو کم نہ سمجھ
تو مبیں ایں قحط و خوف و ارتعاش
تو اس قحط اور ڈر اور لرزہ کو نہ دیکھ

---

[1] برسعود۔ انسان کو ستاروں کی سعادت اور نحوست کا پابند نہ ہونا چاہیے۔ اخترت۔ اگر تو ہمیشہ خوشی میں رہے گا تو اس تُرک کی طرح بالکل ٹوٹے میں پڑ جائے گا۔ تو مبیں۔ ان ستاروں کی گردش پر نظر نہ کرنی چاہیے بلکہ جو ذات ان کو گھمارہی ہے اُس سے عشق پیدا کر۔ شعر (چھوڑ پروائے کواکب نہ ہو پابندِ فلک۔ وہی ہوتا ہے جو کرتا ہے خدا اہلِ فلک)

[2] تمثیل۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ ستاروں کی گردش نہ دیکھ بلکہ گردش دینے والے کو دیکھ اس قصہ میں بھی عورت نے یہی کہا ہے کہ ہماری کثرت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہماری کثرت کے باوجود لوگ کس بدکرداری میں مبتلا ہیں۔ جوق۔ مجمع۔ ہمچو ماہ۔ حسین عورتیں تھیں۔ رو بیک زن۔ اُس شخص نے ایک عورت سے مخاطب ہو کر کہا کہ عورتیں اس قدر زیادہ ہو گئیں کہ راستہ چلنا دشوار ہے۔

[3] رُو بدُو کرد۔ اُس عورت نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہماری کثرت دیکھنے کے قابل نہیں بلکہ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہماری کثرت کے باوجود بدفعل لوگ بدفعلی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دونوں رُسوا ہوتے ہیں۔ تو مبیں۔ اسی طرح اے صوفی تو آسمان اور زمانہ کی تلخیوں کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ان کے باوجود تو زمانہ پر جان دیتا ہے اور دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تخسیر۔ خسارہ میں ڈالنا۔ ارتعاش۔ لرزہ۔

ہیں کہ با ایں جملہ تلخیہائے اُو — مُردۂ اُویندو ناپروائے اُو
خبردار! کہ اُس کی ان تمام تلخیوں کے باوجود — اُس پر مٹے ہوئے ہیں اور اُس سے بے پروا ہیں

رحمتے[1] داں امتحانِ تلخ را — نقمتے داں مُلکِ مَرو و بلخ را
تلخ امتحان کو تو رحمت جان — مَرو اور بلخ کی سلطنت کو عذاب سمجھ

آں ابراہیم از تلف بگریخت و ماند — ایں ابراہیمؑ از شرف بگریخت و راند
وہ ابراہیم تلف سے بھاگا اور رہ گیا — یہ ابراہیمؑ وجاہت (دنیوی) سے بھاگے اور آگے بڑھ گئے

ایں[2] نسوزد ویں بسوزد اے عجب — نعلِ معکوس ست در راہِ طلب
یہ نہ جلے اور یہ جلے، تعجب ہے — طلب کے راستہ میں اُلٹا نعل ہے

باز مکرّر کردنِ صوفی آں سوال را
صوفی کا اُس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صوفی قادر ست آں مُستعاں — کہ کُند سودائے مارا بے زیاں
صوفی نے کہا وہ مددگار قادر ہے — کہ ہمارے معاملہ کو بغیر نقصان کا بنا دے

آنکہ آتش را کُند وَرد و شجر — ہم تواندکرد ایں را بے ضرر
جو آگ کو پھول اور درخت بنا دیتا ہے — اس کو بھی بغیر نقصان والا بنا سکتا ہے

آنکہ گُل آرد بُروں از عینِ خار — ہم تواند کرد ایں دے را بہار
جو بعینہٖ کانٹے سے پھول پیدا کر دیتا ہے — اس خزاں کو بھی بہار بنا سکتا ہے

آنکہ زُو ہر سرو آزادی کُند — قادرست از غصہ را شادی کُند
وہ کہ جس کی وجہ سے ہر سرو آزادی برتتا ہے — وہ قادر ہے اگر غصہ کو خوشی بنا دے

آنکہ شُد موجود از وے ہر عدم — گر بدارد باقیش اُو را چہ غم
وہ کہ جس سے ہر عدم موجود بنا — اگر وہ اُس کو باقی رکھے تو کیا غم ہے؟

آنکہ[3] تن را جاں دہد تا حَی شود — گر نمیراند زیانش کے شود
وہ جو جسم کو جان عطا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ زندہ ہو جاتا ہے — اگر وہ اس کو نہ مارے اُس کا نقصان کب ہو گا؟

خود چہ باشد گر بجشد آں جواد — بندہ را مقصودِ جاں بے اجتہاد
خود کیا ہو جائے گا اگر وہ سخی عطا فرما دے — بندہ کو جان کا مقصد بغیر مجاہدے کے؟

[1] رحمتے۔ جس تلخ امتحان سے تو گریزاں ہے اس کو رحمت سمجھ کیونکہ وہ صبر و رضا کے ظہور کا سبب ہے اور دنیاوی عیش و عشرت کو عذاب سمجھ کیونکہ وہ غفلت اور اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ آں ابراہیم۔ ابراہیم نامی ایک یہودی بہرام گور کے زمانہ میں تھا جو بخل اور خسیسی میں ضرب المثل ہے۔ از تلف۔ یعنی مال کے خرچ کرنے سے گریز کرتا تھا۔ ماند۔ یعنی نجات پانے سے رہ گیا۔ ایں ابراہیم۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ شرف۔ یعنی دنیاوی وجاہت۔ راند۔ یعنی دربارِ حق میں سواری بڑھا دی اور مقربِ بارگاہ ہو گئے۔

[2] ایں نسوزد۔ حضرت ابراہیمؑ نے دنیا پر لات ماری اور تکالیف برداشت کیں تو ان کو آگ نہ جلا سکی۔ ویں بسوزد۔ ابراہیم بخیل مال و دولت کے تلف کی سوزش سے بچا لیکن جہنم کی آگ میں جلا۔ نعلِ معکوس۔ جس طرف مطلوب کے نہ ہونے کا خیال ہے ادھر چلو تو مطلوب تک پہنچو گے۔ گفت صوفی۔ صوفی کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ لذتوں کو تلخیوں سے خالی کر کے بے ضرر بنا دے، ایسا کیوں نہیں کیا۔

[3] آنکہ۔ حضرت حق تعالیٰ جبکہ آگ کو چمن بنا سکتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ اس کو بے ضرر بنا دے، جو ذات خار سے پھول پیدا کر سکتی ہے، وہ خزاں کو بہار بھی بنا سکتی ہے، جو ذات زمین میں گڑے ہوئے سرو کو آزادی بخش سکتی ہے، وہ رنج کو خوشی بھی بنا سکتی ہے، جس ذات نے معدوم کو موجود بنایا وہ موجود کو باقی اور دائم بھی بنا سکتی ہے، جو مردہ جسم کو حیات عطا کرتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ زندہ کو موت نہ آئے۔ خود۔ اس میں کیا مضائقہ تھا کہ بغیر کوشش کے مقاصد حاصل ہو جایا کرتے، وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ کمزوروں پر شیطان کو غالب نہ آنے دے۔

دُور دارد از ضعیفاں در کمیں — مکرِ نفس و فتنۂ دیوِ لعیں
کمزوروں سے، گھات میں دور رکھے — نفس کا مکر اور ملعون شیطان کا فتنہ

جواب[1] گفتنِ قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبُودے امرِ مُر — ورنبُودے خوب و زشت و سنگ و دُر
قاضی نے کہا، اگر تلخ معاملہ نہ ہوتا — اور اگر اچھا اور بُرا اور پتھر اور موتی نہ ہوتا

ورنبُودے نفس و شیطان و ہوا — ورنہ بُودے زخم و چالیش و وغا
اور اگر نفس اور شیطان اور خواہش نفسانی نہ ہوتی — اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی

پس بچہ نام و لقب خوانَدے مَلِک — بندگانِ خویش را اے منہتِک
تو شاہ کس نام اور لقب سے پکارتا؟ — اے پردہ درا! اپنے بندوں کو

چوں بگفتے اے صبُور واے حلیم — چوں بگفتے اے شجاع واے حکیم
اے بہت صبر کرنے والے اور اے بردبار کیسے فرماتا؟ — اے بہادر اور اے دانا کیسے فرماتا؟

صابرین و صادقین و منفقین — چوں بُدے بے رہزنِ دیوِ لعین
صبر کرنے والے اور سچے اور خرچ کرنے والے — بغیر ملعون، ڈاکو، شیطان کے کیسے ہوتے؟

رُستم و حمزہؓ مخنث یک بُدے — علم و حکمت باطل و مُندک بُدے
رستم اور حمزہؓ اور ہجڑا ایک ہوتے — علم اور دانائی باطل اور ریزہ ریزہ ہو جاتی

علم و حکمت بہرِ راہ و بیرہی ست — چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم اور دانائی راہ اور بے راہی کی وجہ سے ہے — جب سب راہ ہوتی، حکمت خالی ہوتی

بہرِ[2] ایں دُکانِ طبع، شورہ آب — ہر دو عالم را روادارى خراب
کھاری پانی، مزاج کی اس دکان کے لیے — تو دونوں عالم کا خراب ہونا روا رکھتا ہے

من[3] ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام — ویں سوالت ہست از بہرِ عوام
میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے، نہ کہ خام — تیرا یہ سوال، عوام کے لیے ہے

جورِ دوران و ہرآں رنجیکہ ہست — سہل تر از بُعدِ حق و غفلت ست
زمانہ کا ظلم اور ہر وہ تکلیف جو ہے — اللہ سے دوری اور غفلت سے آسان ہے

---

[1] جواب گفتن۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مصرتیں اور تلخیاں بالکل ختم ہو جائیں تو پھر ابتلا اور امتحان باقی نہ رہے گا جس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت کا اجر اور روحانی کمال ہے۔ ورنبودے۔ یعنی نفس اور شیطان کی پیدا کردہ وہ برائیاں اور تلخیاں نہ رہیں۔ پس بچہ۔ اللہ کی جانب سے کسی کو صبور کسی کو حلیم اور کسی کو شجاع اور حکیم کہا گیا ہے وہ نہ کہا جاتا اس لیے کہ جب مصائب نہ ہوں تو صبر نہ پایا جائے گا اور جب برائیاں نہ ہوں تو نہ حلم کا تحقق ہوگا نہ شجاعت اور حکمت کا۔ صابرین۔ یہ خطابات بھی بغیر شیطان کے وجود کے ممکن نہ تھے۔ رستم۔ بہادر اور بزدل یکساں ہوتے۔ علم وحکمت۔ علم اور دانائی کا تحقق بھی جب ہی ہے کہ راہ روی اور گمراہی ہو۔

[2] بہرایں دکان۔ تو اپنے کڑوے کسیلے مزاج کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ دونوں عالم برباد ہو جائیں، آخرت تو اسی لیے ہے کہ فضائل حاصل کیے جائیں اور وہاں اُن کا بدلہ ملے۔ جب ابتلا اور امتحان ہی ختم ہو جائے گا تو فضائل اعمال حاصل نہ ہوں گے اور نہ دنیا مزرعۃ الآخرۃ بنے گی لہٰذا دونوں عالم ویران ہو جائیں گے۔

[3] من ہمیدانم۔ قاضی نے صوفی سے معذرت اور جہل کی نفی کرتے ہوئے بتایا کہ صوفی کے یہ سوالات عوام کے شبہات دور کرنے کے لیے تھے۔ جورِ دوراں۔ اگر مصائب نہ ہوں تو حق تعالیٰ سے غفلت ہو جائے گی۔

زانکہ[1] اینہا بگذرد واں نگذرد — دولت آں دارد کہ جاں آگہ بَرَد

کیونکہ یہ گذر جائیں گی اور وہ ختم نہ ہو گی — دولت وہ رکھتا ہے، جو آگاہ جان لے جائے

رنج و درد و جور و فقرِ ایں دیار — صعب نُبود چوں فراق و بُعدِ یار

اس جہان کا رنج اور درد اور ظلم اور افلاس — دوست کی دوری اور فراق سے سخت نہیں ہے

حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنجِ کار سہل تر، از صبر در فراق یار و محنتِ اُو باشد

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کر لینا، دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اُس کی مشقت سے زیادہ آسان ہے

آں[2] یکے زن شُوئِ خود را گفت ہے — اے مُروّت را بیک رہ کرد طے

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا خبردار! — اے شخص جس نے یکبارگی مروت کو لپیٹ دیا ہے

ہیچ تیمارم نمیداری چرا — تا بکے داری دریں خُواری مرا

تو کیوں میری خبرگیری نہیں کرتا ہے؟ — تو مجھے اس ذلت میں کب تک رکھے گا؟

گفت شُو من نفقہ چارہ می کنم — گرچہ عورم دست و پائے می زنم

شوہر نے کہا میں خرچ کی تدبیر کرتا ہوں — میں اگرچہ مفلس ہوں، ہاتھ پاؤں مارتا ہوں

نفقہ و کِسوہ ست واجب اے صنم — از منت ایں ہر دو ہست و نیست کم

اے صنم! خرچ اور لباس واجب ہے — میری جانب سے یہ دونوں ہیں اور کم نہیں ہیں

آستینِ پیرہن بنمود زن — بس دُرشت و پُر وَسَخ بُد پیرہن

عورت نے کرتے کی آستین دکھائی — کرتا بہت موٹا اور میلا تھا

گفت[3] از سختی تنم را میخورد — کس کسے را کِسوہ زینساں آورد

بولی، سختی کی وجہ سے میرے بدن کو کاٹتا ہے — کوئی کسی کو ایسا لباس لا کر دیتا ہے

گفت اے زن یک سوالت میکنم — مردِ درویشم ہمیں آمد فنم

اُس نے کہا اے بیوی! میں ایک بات پوچھتا ہوں — میں فقیر انسان ہوں میری تدبیر یہی ہے

ایں دُرشت ست و غلیظ و ناپسند — نیک اندیشہ کُن اے اندیشمند

یہ سخت اور موٹا اور ناپسند ہے — اے سوچنے والی! خوب سوچ لے

ایں دُرشت و زشت تر یا خود طلاق — ایں تُرا مکروہ تر یا خود فراق

یہ زیادہ سخت اور بھدا ہے یا طلاق — یہ تجھے زیادہ ناپسند ہے یا جدائی

---

[1] زانکہ۔ دُنیا کے مصائب برداشت کرنا آسان ہیں چونکہ وہ اس زندگی کے بعد ختم ہو جائیں گی لیکن اگر اللہ سے دوری ہے تو اس کے مصائب دائمی ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا کہ کپڑے اور روٹی کی تنگی طلاق سے سہل تر ہے۔

[2] آں یکے۔ بیوی نے شوہر سے نان نفقہ کی کمی کی شکایت کی۔ تیمار۔ خبر گیری۔ خواری۔ نفقہ کی کمی۔ چارہ۔ تدبیر۔ عور۔ ننگا، مفلس۔ نیست کم۔ خرچ اور لباس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آستیں۔ بیوی نے اپنے کرتے کی آستین دکھائی جو بہت میلی اور موٹے کپڑے کی تھی۔

[3] گفت۔ بیوی نے کہا کہ یہ کرتا میرے بدن کو کھائے جاتا ہے۔ گفت اے زن۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے مقدور میں جو کچھ ہے میں کرتا ہوں بے شک یہ لباس گھٹیا ہے اگر تو اس میں گذارہ نہیں کر سکتی تو پھر باہمی تفریق مناسب ہے اب تو غور کر لے کہ یہ لباس بہتر ہے یا طلاق؟

ہمچناں[1] اے خواجۂ تشنیع زن — از بلاوَ فقر از رنج و محن

اسی طرح اے طعنہ زن صاحب! — بلا اور افلاس اور رنج اور محنت کے بارے میں

لاشک ایں ترکِ ہوا تلخی دہ است — لیک از تلخیِ بُعدِ حق بہ است

یقیناً یہ خواہش کا چھوڑنا کڑواہٹ پیدا کرتا ہے — لیکن اللہ کی دوری کی کڑواہٹ سے بہتر ہے

گر جہاد و صوم سخت ست و خشن — لیک آں بہتر ز بُعد اے ممتحن

اگرچہ جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے — لیکن اے آزمانے والے! دوری سے بہتر ہے

رنج کے ماند دمے کاں ذوالمنن — گویدت چونی تو اے رنجورِ من

اُس وقت رنج کہاں رہے گا جب وہ احسانوں والا — تجھے یوں کہے اے میرے بیمار تو کیسا ہے؟

ورنہ گوید بِکت نہ آں فہم و فن ست — لیک آں ذوقِ تو پرسش کردن ست

اور اگر وہ نہ کہے کیونکہ تجھ میں وہ سمجھ اور فن نہیں ہے؟ — لیکن تیرا ذوق، پرسش کرنا ہے

آں[2] ملیحاں کہ طبیبانِ دل اند — سُوی رنجوراں بہ پُرسش مائل اند

وہ حسین جو دل کے طبیب ہیں — بیماروں کی جانب، پرسش پر مائل ہیں

ور حذر از ننگ و از نامی کنند — چارۂ سازند و پیغامی کنند

اور اگر ننگ و نام کی وجہ سے اندیشہ کرتے ہیں — تو تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں

ورنہ در دل شاں بُود آں مفتکر — نیست معشوقے ز عاشق بیخبر

ورنہ وہ اپنے دل میں فکر مند ہوتے ہیں — کوئی معشوق، عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا

اے تو جویائے نوادر داستاں — ہم فسانہ عشق بازاں را بخواں

اے شخص تو جو نادر داستانوں کا جویاں ہے — عاشقوں کا فسانہ بھی پڑھ لے

بس[3] بجوشیدی دریں عہدِ مَدید — تُرک جوشے ہم نکشتی اے قدید

تو اس دراز وقت میں بہت جوش میں آیا — اے گوشت کے سوکھے پارچے! تو آدھا بھی نہ پکا

دیدۂ عمرے تو داد و داوری — وانگہ از نادیدگاں ناسی تری

تو نے عمر بھر عطا اور حکومت دیکھی — پھر بھی تو نہ دیکھنے والوں سے زیادہ بھول میں ہے

ہر کہ شاگردیش کرد اُستاد شُد — تو سپس تر رفتۂ اے گولِ لُد

جس نے اُس کی شاگردی کی اُستاد بن گیا — اے جھگڑالو احمق! تو زیادہ پیچھے کو لوٹا

---

[1] ہمچناں۔ بلا اور فقر کا نہ ہونا جبکہ اللہ سے دوری کا سبب ہے تو بلا اور فقر کی تلخی زیادہ بہتر ہے۔ گر جہاد۔ عبادات کی تلخی اللہ کی دوری سے بہتر ہے۔ رنج۔ اس لیے کہ یہ تکالیف عارضی ہیں جب خدا اپنا کہہ کر پکارے گا تو ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ ورنہ گوید۔ الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا لیکن ایک قلبی سکون اکثر اہل نسبت محسوس کر لیتے ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ کی پکار سمجھ لو۔

[2] آں ملیحاں۔ اس کو سمجھنے کے لیے مجازی عاشقوں اور معشوقوں کے بارے میں سمجھ لو معشوق بیمار عاشق کی مزاج پرسی کرتا ہے اور اگر بدنامی کی وجہ سے نہیں آتا ہے تو پیغام کے ذریعہ مزاج پُرسی کرتا ہے۔ ورنہ۔ اگر پیغام بھیجنا بھی ممکن نہیں ہوتا تو دل میں متفکر ہوتا ہے بہر حال معشوق عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا۔ اے تو۔ عشقبازوں کی داستان پڑھو یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی۔

[3] بس بجوشیدی۔ اوپر کے اشعار میں اللہ سے دوری کی مذمت تھی اب بیان کرتے ہیں کہ تمام عمر تو نے اس برائی کے ازالہ کی کوشش نہ کی۔ تُرک جوش۔ نیم پختہ کے معنی میں ہے تُرک ادھکچرا گوشت کھاتے تھے پورا جوش نہ دیتے تھے۔ دیدۂ۔ ایسے اسباب موجود تھے جن سے تو تنبیہ حاصل کر سکتا تھا۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہر کہ۔ اگر ان چیزوں سے تنبیہ حاصل کر لیتا تو اُستاد بن جاتا۔

خود نبُود از والدینت[1] اعتبار　ہم نبُودت عبرت از لیل و نہار

تجھے نہ اپنے ماں باپ سے عبرت ہوئی　نہ تجھے دن و رات سے عبرت ہوئی

مَثَل پُرسیدنِ عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری از ریش یا ریش از تو

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کی تو ڈاڑھی سے زیادہ عمر کا ہے یا ڈاڑھی تجھ سے

عارفے پُرسید زاں پیرِ کشیش　کہ توئی خواجہ مُسِن تر یا کہ ریش

اُس بوڑھے پادری سے ایک عارف نے دریافت کیا　کہ اے صاحب! تم زیادہ عمر کے ہو یا ڈاڑھی

گفت نے من پیش ازو زائیدہ ام　بے ز ریشی بس جہاں را دیدہ ام

اُس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں　میں نے دنیا کو بے ڈاڑھی کا ہوتے ہوئے بہت دیکھا ہے

گفت ریشت شُد سفید از حال گشت　خُوئے زِشتِ تو نگردیدست وَشت

اُس نے کہا تیری ڈاڑھی سفید ہوگئی، حالت سے بدل گئی　تیری بُری عادت بھلی نہ ہوئی

اُو پس از تو زاد و از تو بگذرید　تو چنیں خشکی ز سودایِ ثرید[2]

وہ تیرے بعد پیدا ہوئی اور تجھ سے سبقت لے گئی　تو ثرید کے عشق میں ویسا ہی خشک ہے

تو براں رنگی کہ اوّل زادہٗ　یک قدم زاں پیشتر ننہادہٗ

تو ایسا ہی رنگ پر ہے جس پر شروع میں پیدا ہوا　اُس سے ایک قدم آگے نہیں رکھا ہے

دُوغِ تُرشی ہمچناں در معدنی　خود نگردی زُو مخلّص روغنی

تو معدن میں اُسی طرح کھٹی چھاچ ہے　اُس سے چھوٹ کر، تو روغن نہ بنا

ہم خمیری خمّرِ الطینہ دری　گرچہ عمرے در تنورِ آذری

تو خمیر ہی ہے آب و گِل کے خمیر میں ہے　اگرچہ ایک زمانہ سے آگ کے تنور میں ہے

چون[3] حشیشی پا بگِلِ بر ہشتہٗ　گرچہ از بادِ ہوس سرگشتہٗ

تو نے گھاس کی طرح مٹی میں پاؤں جما رکھا ہے　اگرچہ ہوس کی ہوا سے سرگرداں ہے

ہمچو قومِ موسیٰ اندر حَرِّ تیہ　ماندہٗ چِل سال بر جا اے سفیہ

(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تیہ کی گرمی میں　اے بیوقوف! تو چالیس سال سے (ایک) جگہ پر ہے

میروی ہر روز تا شب ہر ولہ　خویش می بینی در اوّل مرحلہ

تو ہر روز رات تک بھاگ کر چلتا ہے　اپنے آپ کو پہلی منزل پر دیکھتا ہے

---

[1] والدینت۔ اپنے ماں باپ سے ہی عبرت حاصل کرتا کہ وہ آج کہاں ہیں۔ مثل۔ اس مثال سے اپنی اصلاح نہ کرنے پر شرم دلاتے ہیں۔ کشیش۔ راہب، پادری۔ مُسِن۔ زیادہ عمر والا۔ حال۔ یعنی پہلے کالی تھی اب سفید ہوگئی۔ وشت۔ خوب، خوش۔ او پس۔ ڈاڑھی بعد میں پیدا ہوئی اور اس میں تبدیلی آ گئی لیکن تو اس سے پہلے پیدا ہوا پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

[2] ثرید۔ یعنی لذیذ کھانا۔ دوغ معدن۔ اُس ہنڈیا کو کہتے ہیں جس میں دہی بلو کر روغن نکالا جاتا ہے یعنی چھاچ کی طرح اصل حالت پر ہے۔ ہم خمیری۔ ایک روایت میں حضرت حق نے فرمایا خمّرت طینۃ آدم اربعین صباحا ''یعنی آدمؑ کی مٹی چالیس دن تک خمیر کی حالت میں رہی''۔ آذر۔ آگ۔

[3] چوں حشیشی۔ ہوا اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہلتی ہے۔ یہی تیری حالت ہے کہ تو جہاں تھا وہیں ہے۔ تیہ۔ تیہ میدان میں حضرت موسیٰ کی قوم چکر کاٹتی رہی اور جہاں تھی وہیں رہی۔ ہرولہ۔ تیز روی کی ایک کیفیت ہے۔

نگذری[1] زیں بُعدِ سہ صد سالہ تُو
تو اس تین سو سالہ مسافت کو طے نہ کر سکے گا
تا کہ داری عشقِ آں گوسالہ تُو
جب تک تو اُس بچھڑے کا عشق رکھتا ہے

تا خیالِ عجل شاں از جاں نرفت
جب تک بچھڑے کا خیال اُن کی جان سے نہ نکلا
بُد بر ایشاں تیہ چوں گردابِ زفت
اُن کے لیے تیہ سخت بھنور کی طرح تھا

غیرِ ایں عجلے، کز و یابیدۂ
وہ اس بچھڑے کے علاوہ ہے، کہ تو نے اُس سے پائی ہے
بے نہایت لُطف و نعمت دیدۂ
بے انتہا مہربانی اور نعمت دیکھی ہے

گاوِ طبعی زاں نکوئیہائے زفت
تو بیل کی سی طبیعت والا ہے اسی لیے بڑی بھلائیاں
از دلت در عشقِ آں گو سالہ رفت
بچھڑے کے عشق میں تیرے دل سے نکل گئیں

بارے اکنوں تو زہر جزوت بپُرس
آخر، اب تو اپنے ہرجز سے دریافت کر لے
صد زباں دارند ایں اجزائے خرس
یہ گونگے اجزا سیکڑوں زبانیں رکھتے ہیں

ذکرِ[2] نعمتہائے رزّاقِ جہاں
جہان کے رزّاق کی نعمتوں کا تذکرہ
کہ نہاں شد آں در اوراقِ زماں
جو زمانہ کے اوراق میں پوشیدہ ہو گئی ہیں

روز و شب افسانہ جویائی تو چُست
تو مستعدی سے دن رات افسانہ کا جویاں ہے
جُزو جُزوِ تو فسانہ گویِ تُست
تیرا جُز جُز تیرا افسانہ بیان کرنے والا ہے

جُزوِ[3] جُزوت تا برستت از عدم
جب سے تیرا جُز جُز عدم سے پیدا ہوا ہے
چند شادی دیدہ است و چند غم
اُس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں

زانکہ بے لذّت نروید ہیچ جُزو
اس لیے کہ کوئی جُز بغیر لذت کے نہیں اُگتا ہے
بلکہ لاغر گردد از ہر ہیچ جُزو
بلکہ جُز ہر غم سے لاغر ہو جاتا ہے

جُزو ماند و آں خوشی از یاد رفت
جُز رہ گیا اور وہ خوشی حافظہ سے نکل گئی
بل نرفت آں خُفیہ شد از پنج و ہفت
بلکہ نکلی نہیں، پانچ اور سات سے پوشیدہ ہو گئی

ہمچو تابستاں کہ ازدے پُنبہ زاد
گرمی کے موسم کی طرح کہ اُس سے روئی پیدا ہوئی
ماند پُنبہ رفت تابستاں زیاد
روئی رہ گئی، گرمی کا موسم حافظہ سے چلا گیا

یا مثالِ یخ کہ زاید از شتا
یا جیسے یخ، جو جاڑے کے موسم سے پیدا ہوا
شُد شتا پنہان و آں یخ پیشِ ما
جاڑے کا موسم چھپ گیا، وہ یخ ہمارے سامنے ہے

---

[1] نگذری۔ جب تک تیرا عشق دنیا سے ہے تیرا مقام نہ بدل سکے گا۔ بعدِ سہ صد سالہ۔ یعنی طویل مسافت۔ تا خیالِ۔ جب تک حضرت موسیٰ کی قوم کے دل سے گوسالہ کی محبت نہ نکلی وہ تیہ میں چکر کاٹتی رہی۔ غیر۔ جس سے تجھے عشق کرنا چاہیے۔ وہ گوسالہ نہیں ہے اُسکے علاوہ ہے اُسکی لاکھوں نعمتوں سے تو بہرہ اندوز ہے۔ گاوِ طبعی۔ چونکہ تیرا مزاج شیطانی ہے لہٰذا شیطان ہی سے تجھے عشق ہے۔ بارے۔ جو خدائی نعمتیں تو فراموش کر بیٹھا ہے اُن پر تیرا جُز جُز گواہ ہے۔ خرس۔ اُخرس کی جمع گونگا۔

[2] ذکرِ نعمتہائی۔ اجزا سے اُن نعمتوں کو دریافت کر لے تو بھول گیا ہے۔ روز و شب۔ تو افسانے سننے کا شوقین ہے اپنے اجزا سے نعمتوں کے افسانے سُن لے۔ جُزو جُزوت۔ تو جب سے وجود میں آیا ہے تیرے اجزا نے سیکڑوں شادیاں اور غم دیکھے ہیں۔ زانکہ۔ غم تو تجھے یاد ہیں شادیاں یاد نہیں شادی دیکھنے کی یہ دلیل ہے کہ تیرے اجزا نے خوشی کی لذت سے نشو و نما پایا ہے اور تو بچپن سے جوان، اسی لذت کی وجہ سے ہوا ہے۔

[3] جزو ماند۔ تیرے اجزا تو باقی ہیں لیکن وہ خوشیاں تیرے حافظہ سے نکل گئی ہیں۔ بلکہ نکلی بھی نہیں ہیں تیرے حواسِ خمسہ اور ہفت اندام سے مخفی ہو گئی ہیں۔ پنج۔ حواسِ خمسہ۔ باصرہ، شامہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ۔ ہفت۔ یعنی ہفت اندام، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ تابستاں۔ جاڑوں اور گرمیوں کا موسم چلا جاتا ہے اور اُن کی یادگاریں روئی اور یخ پانی رہ جاتا ہے۔

ہست آں یخ زاں صعوبت یادگار | یادگارِ صیف در دَے ایں ثمار
وہ یخ اُس دشواری کی یادگار ہے | یہ پھل موسم خزاں میں گرمی کے موسم کی یادگار ہیں

ہمچناں[1] ہر جُزو جُزوت اے فتے | در تنت افسانہ گوئے نعمتے
اے نوجوان! اسی طرح تیرا ہر ہر جُز | تیرے جسم میں ایک نعمت کا افسانہ گو ہے

چوں زنے کہ بیست فرزندش بُود | ہر یکے حاکیِ حالِ خوش بُود
جیسی کہ وہ عورت جس کے بیس اولادیں ہوں | ہر ایک اچھی حالت کی ناقل ہو

حمل نبُود بے ز مستی و ز لاغ | بے بہارے کے شود زایندہ باغ
بغیر مستی اور مذاق کے حمل نہیں ٹھہرتا | بغیر بہار، باغ کب جنتا ہے؟

حاملان و بچگاں شاں در کنار | شُد دلیلِ عشقبازی با بہار
حمل والے اور اُن کی بغل میں بچے | بہار کے ساتھ عشقبازی کی دلیل ہیں

ہر[2] درختے در رضاعِ کودکاں | ہمچو مریمؑ حامل از شاہِ جہاں
ہر درخت بچوں کو دودھ پلانے میں | شاہِ جہاں سے حضرت مریمؑ کی طرح حمل والا ہے

گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شُد | صد ہزاراں کف برُو جوشیدہ شُد
اگرچہ آگ پانی میں پوشیدہ ہو گئی | لاکھوں جھاگ اُس پر جوش مارنے لگے

گرچہ آتش سخت پنہاں می تند | کف بدہ انگشت اشارت میکُند
اگرچہ آگ بہت مخفی طور پر اُٹھ رہی ہے | جھاگ دس انگلیوں سے اشارہ کر رہا ہے

ہم چنیں اجزائے مستانِ وصال | حامل از تمثالہائے حال[3] و قال
اسی طرح وصال کے مستوں کے اجزاء | حال اور قال کے پیکروں سے حمل والے ہیں

در جمالِ حال واماندہ دہاں | چشم غائب ماندہ از نقشِ جہاں
حال کے حُسن میں منہ کھلا رہ گیا | دنیا کے نقش سے آنکھ غیر حاضر ہو گئی

آں موالید از رہِ ایں چار نیست | لاجرم منظورِ ایں ابصار نیست
وہ پیداوار ان چار کے طریقہ کی نہیں ہے | لامحالہ ان نگاہوں سے نظر آنے والی نہیں ہے

آں موالید از تجلی زادہاند | لاجرم مستورِ پردہ سادہ اند
وہ پیداوار تجلی سے جنی ہوئی ہے | لامحالہ بے رنگ پردے میں پوشیدہ ہے

---

[1] ہمچناں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی پہلی نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی یادگار جسم کا جز و جز و باقی رہ جاتا ہے۔ چوں زنے۔ جماع کی لذت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی نشانی اولاد باقی رہتی ہے۔ حمل۔ استقرار حمل اُس وقت ہوتا ہے جبکہ زوجین میں مستی اور نفسی مذاق ہو جب تک موسم بہار کی مستی نہیں آتی چمن میں پھول نہیں کھلتا۔ حاملاں۔ درختوں کا پھلنا اور پھولنا اس کی دلیل ہے کہ اُن درختوں نے موسم بہار سے عشق بازی کی ہے۔

[2] ہر درخت۔ حضرت حق کے حکم سے ہر درخت اسی طرح حاملہ بنتا ہے جس طرح حضرت مریمؑ بنیں تھیں۔ گرچہ در آب۔ پانی میں آگ کی گرمی نظر نہیں آتی لیکن اُس کے آثار بلبلے نظر آتے ہیں اور وہ گرمی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم چنیں۔ جس طرح ان چیزوں میں مؤثر پوشیدہ ہے اور ظاہری آثار اس پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح جو لوگ وصالِ حق سے مست ہیں اُن کے اجزا میں حال و قال مخفی ہے اور اُن مستوں کے اجزا اُن پر دلالت کرتے ہیں۔

[3] حال و قال۔ حال وہ کیفیت ہے جو مشاہدۂ حق سے انسان پر طاری ہوتی ہے قال سے مراد بھی وہ مضامین اور کلام نفسی ہے جو مشاہدۂ حق سے پیدا ہوتا ہے۔ در جمال۔ جب انسان پر حال طاری ہوتا ہے تو حیرانی میں منہ کھلا رہ جاتا ہے اور آنکھ دنیا کے نقش نہیں دیکھ پاتی ہے۔ آں موالید۔ وہ حال و قال عنصری نہیں ہے لہٰذا عنصری آنکھیں اُن کو نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ از تجلی۔ وہ تجلی رب کی پیداوار ہے لہٰذا بے رنگی کے پردے میں مخفی ہیں۔

زادہ[1] گفتیم و حقیقت زاد نیست
ہم نے جنا ہوا کہہ دیا اور جننے کی حقیقت نہیں ہے
ایں عبارت جز پئے ارشاد نیست
عبارت سوائے رہنمائی کے نہیں ہے

ہیں خمش کن تا بگوید شاہ قُل
خبردار! چُپ ہو جا جب تک کہ شاہ کہے کہ کہہ
بُلبُلی مفروش با ایں جنسِ گل
پھول کی اس جنس کے ساتھ بلبل پن نہ جتا

ایں گلِ گویاست پُرجوش و خروش
یہ جوش و خروش سے بھرا ہوا پھول بولنے والا ہے
بلبلا ترکِ زباں کن باش گوش
اے بلبل! زبان کو ترک کر، کان بن جا

ہر دو گوں تمثال پاکیزہ مثال
دونوں قسم کے پاکیزہ مثال پیکر
شاہدِ عدل اند بر سِرِّ وصال
وصال کے راز پر، عادل گواہ ہیں

ہر دو گوں حسنِ لطیفِ مُرتضٰی
دونوں قسم کے پسندیدہ لطیف، حسن
شاہدِ احیا و حشرِ ما مضٰی
گزشتہ بقا اور فنا پر گواہ ہیں

ہمچو یخ[2] کاندر تموزِ مستجد
جیسا کہ یخ، جدید موسم گرما میں
ہر دم افسانہ زمستاں می کند
ہر وقت جاڑوں کا ذکر کرتا ہے

ذکرِ آں ارياحِ سردِ زمہریر
سخت سرد ہواؤں کا ذکر
اندراں ایام و ازمانِ عسیر
جو اُن دنوں اور سخت زمانوں میں تھیں

ہمچو آں میوہ کہ در وقتِ شتا
اُس میوے کی طرح جو کہ جاڑوں کے موسم میں
می کند افسانۂ لُطفِ صبا
صبا کے لطف کا قصہ بیان کرتا ہے

قصۂ دورِ تبسمہائے شمس
سورج کی مسکراہٹوں کے زمانہ کا قصہ
واں عروسانِ چمن را طمس و لمس
چمن کی دلہنوں کو چھونے اور ملنے کا (قصہ)

حال رفت و ماند جُزوت یادگار
حال چلا گیا اور تیرا جُز یادگار رہ گیا
یا ازو واپُرس یا خود یاد آر
یا اُس سے پُوچھ لے یا خود یاد کر لے

چوں[3] فرو گیرد غمت گر چستیی
اگر تو چست ہوتا، جب تجھے غم گھیرتا
زاں دمِ نومید کن وا جستیی
تو مایوس کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا

گفتیش اے غصۂ منکر بحال
تو اس سے کہتا، اے غصے! حالت کے ذریعہ منکر
راتبہ انعامہا را زاں کمال
کمال والے کی جانب مقررہ انعاموں کے

ہر دمت گر نہ بہار و خرمی ست
اگر تجھے ہر وقت بہار اور خوشی نہیں ہے
ہمچو چاشِ گل تنت انبار چیست
پھولوں کے تودے کی طرح تیرا جسم ڈھیر کیوں ہے؟

---

[1] زادہ۔ ان دونوں کو جنا ہوا کہنا محض سمجھانے کے لیے ہے ورنہ وہاں جننے کی حقیقت نہیں ہے۔ قُل۔ جب تک خدائی حکم نہ ہو اس وقت تک حال وقال کی تفصیل نہ کر۔ ایں گل۔ یہ حال وقال خود زبان حال سے گویا ہیں تو چپ رہ ان کی بات سن۔ ہر دو گوں۔ حال وقال اللہ سے وصل کے گواہ ہیں۔ احیا و حشر۔ بقا و فنا۔

[2] یخ۔ یخ جاڑوں کی یاد دلاتا ہے اور جاڑے کی سخت ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کرتا ہے۔ ہمچو۔ گرمیوں کا پیدا شدہ میوہ جاڑوں میں گرمیوں کی یاد دلاتا ہے۔ قصہ۔ سورج کی شعاعوں سے پھل پکتے ہیں۔ حال رفت۔ گذری ہوئی نعمتوں کے بارے میں اپنے اجزا سے دریافت کر لے یا خود یاد کر لے۔

[3] چوں فرو۔ جب تجھے مصائب گھیریں اور اُن کی وجہ سے تجھ پر غم و غصہ طاری ہو تو اُس غصے سے یہ دریافت کر کہ اگر تو ان نعمتوں کا منکر ہے تو پھر بتا کہ تیرے جسم نے نشوونما کیسے پایا۔ چاش۔ ڈھیر۔

چاشِ[1] گُل تن، فکرِ تو ہمچوں گلاب
جسم پھولوں کا ڈھیر، تیری فکر گلاب کی طرح

مُنکرِ گُل شد گُلاب اینت عُجاب
گلاب، گُل کا منکر ہوا، یہ تعجب ہے

از کپی خویانِ کفراں کہ دریغ
بندر خصلت ناسپاس لوگوں سے، گھاس (بھی) دریغ ہے

بر نبی خویاں نثارِ مہر و میغ
نبی خصلت لوگوں پر سورج اور ابر نثار ہے

آں لجاج و کفر قانونِ کپی ست
جھگڑا اور کفر، بندر کا قانون ہے

واں سپاس و شُکر منہاجِ نبی ست
اور شُکر اور سپاس نبی کا راستہ ہے

با کپی[2] خویاں تہتکہا چہ کرد
بندر خصلت لوگوں کے ساتھ پردہ دری نے کیا کیا؟

با نبی رُویاں تنُسکہا چہ کرد
نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات نے کیا کیا؟

در عمارتہا سگانند و عقور
عمارتوں میں کُتّے ہیں اور کٹ کھنے کُتّے

در خرابہاست گنجِ عزّ و نُور
ویرانوں میں عزت اور نور کا خزانہ ہے

گر نبودے ایں بزوغ اندر کسوف
اگر یہ طلوع (سورج) گرہن میں نہ ہوتا

گم نکردے راہ چندیں فیلسوف
تو اتنے فلاسفر راہ گم نہ کرتے

زیرکاں و مُوشگافانِ دہی
ذہین اور عقلمند باریک بینوں نے

دیدہ بر خرطوم داغِ ابلہی
بیوقوفی کا داغ، ناک پر دیکھ لیا

قصہء[3] فقیر روزی طلب بے واسطہء کسب و رنج

اُس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارہَ مفلس ز درد
ایک بے چارہ مفلس درد سے

کہ ز بے چیزی ہزاراں زخم خورد
جس نے بے سروسامانی کیوجہ سے ہزاروں تکالیف برداشت کی تھیں

لابہ کردے در نماز و در دُعا
نماز اور دُعا میں خوشامد کرتا

کاے خداوند و نگہبانِ رُعا
کہ اے خداوند اور گلہ کے محافظ!

بے ز جہدے آفریدی مرمرا
تو نے مجھے بغیر مشقت کے پیدا کیا

بے فنِ من روزیم دہ زیں سرا
اس دنیا سے بغیر ہنر کے مجھے روزی عطا کر

پنج گوہر دادیم دُرّ دُرجِ سر
تو نے مجھے سر کی ڈبیہ میں پانچ موتی عطا کیے

پنج حسِ دیگرے ہم مُستتر
دوسرے پانچ حواس باطنی بھی

---

[1] چاش۔جسم پھولوں کا ڈھیر ہے اور فکر اُس کا عرق ہے یہ تعجب کی بات ہے کہ عرقِ گلاب، گلاب کا انکار کرے۔از کپی۔کفران کی برائی اور شکر کی تعریف ہے، خدا کرے ناسپاس لوگ گھاس کے تنکے تک سے محروم ہوں اور شکرگزاروں پر علوی چیزیں نثار ہو جائیں۔آں لجاج۔ناسپاسی بندروں کی خصلت ہے اور شکرگزاری انبیا کا طریقہ ہے۔منہاج۔راستہ۔

[2] با کپی خویاں۔ناشکرگزار دنیا میں بھی رُسوا ہوئے اور آخرت میں بھی۔تہتکہا۔شکرگزاروں کے مراتب بلند ہوئے۔در عمارتہا۔جو تن پرور ہیں وہ کتے بلکہ کٹ کھنے کتے ہیں اور جن لوگوں نے مجاہدات میں بدن کو ویران کیا ہے اُن کی روحیں نور اور عزت کا خزانہ ہیں۔گر نبودے۔اگر یہ خزانے چھپے ہوئے نہ ہوتے تو فلاسفر گمراہ نہ ہوتے اُس کو سمجھنے کے لیے عقلِ دین کی ضرورت ہے۔زیرکاں۔جو شخص عقلِ دنیاوی رکھتے ہیں اُن کی بیوقوفی نمایاں ہوگی۔دہی۔داہی، چالاک۔

[3] قصہ۔اس قصے سے بھی عقلِ دنیاوی کی بیوقوفیاں واضح کی ہیں۔ز درد۔یعنی درد سے نماز اور دعا میں عاجزی کرتا تھا۔رُعا۔گلہ۔بے ز جہدے۔انسان کی پیدائش میں انسان کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا اسی طرح مجھے دنیا میں زندہ باقی رکھ اور بغیر کسب کے روزی عنایت کر۔پنج گوہر۔باصرہ، سامعہ، شامّہ، ذائقہ، لامسہ۔پنج حس۔حسِ مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متخیلہ۔

لَا یَعُدُّ ایں داد وَلَا یُحْصٰی ز تو　　من کلیلم[1] از بیانش شرم رُو
تیری عطا لاتعداد اور بے شمار ہے　　میں اُس کے بیان سے عاجز اور شرمندہ ہوں

چونکہ در خلّاقیم تنہا توئی　　کارِ رزّاقیم کن تو مستوی
جبکہ میرے پیدا کرنے میں تو تنہا ہے　　میری رزق رسانی کے کام کو درست کر دے

سالہا زُو ایں دُعا بسیار شُد　　عاقبت زاریِ اُو برکار شد
اُس کی جانب سے یہ دُعا سالوں بہت ہوئی　　بالآخر اس کی عاجزی کار آمد ہو گئی

ہمچو آں شخصے کہ روزیِ حلال　　از خدا میخواست بے کسب و کلال
اُس شخص کی طرح جو حلال روزی　　خدا سے بغیر کمائے اور تھکن کے چاہتا تھا

گاوَ آوردش سعادت عاقبت　　عہدِ داوٗدِ لدُنّی مَعدلت
بلآخر نیک بختی اُس کے پاس بیل لے آئی　　(حضرت) داوٗد کے زمانہ میں جو خدائی انصاف والے تھے

ایں متیّم نیز زاریہا نمود　　ہم ز میدانِ اجابت گُور بُود
اس دردمند نے (بھی) عاجزیاں دکھائیں　　یہ بھی قبولیت کے میدان سے گیند جیت لے گیا

گاہ بَدظن میشُدے اندر دُعا　　از پےٗ تاخیرِ پاداش و جزا
کبھی دعا کے دوران بدظن ہو جاتا　　نتیجہ اور جزا کی تاخیر کی وجہ سے

باز اِرجائے خداوندِ کریم　　دردلش بشّار گشتے و زعیم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا　　اس کے دل کو خوشخبری دینے والا اور ذمہ دار بن جاتا

چوں شُدے نومید در جَہد از کلال　　از جنابِ حق شُنیدے کہ تعال
جب محنت میں تھکن کی وجہ سے ناامید ہوتا　　اللہ تعالٰی کی جانب سے سنتا، آ جا

خافض[2] ست و رافعست ایں کرد گار　　بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
خداپست کرنے والا اور بلند کرنے والا ہے　　ان دو کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا

خفضِ[3] ارضی بین و رفعِ آسماں　　بے ازیں دو نیست دورانش اے فلاں
زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی کو دیکھ　　اے فلاں! ان دو کے بغیر اس کی گردش نہیں ہے

خفض و رفعِ ایں زمیں نوعِ دگر　　نیم سالے شورہ نیمی سبز و تر
اس زمین کی پستی اور بلندی دوسرے قسم کی بھی ہے　　نصف سال شور اور نصف سال سبز و تر ہے

خفض و رفعِ روزگارِ با کُرَب　　نوعِ دیگر نیم روز و نیم شب
پُر مصائب، زمانہ کی پستی اور بلندی　　دوسری قسم کی ہے، آدھا دن ہے اور آدھا رات ہے

[1] کلیل۔ درماندہ۔ برکار شد۔ دعا مقبول ہوگئی۔ آں شخصے۔ اُس شخص کا قصہ دفتر سوم میں مذکور ہے۔ کلال۔ تھکن۔ گاوَ۔ اُس شخص کے گھر میں خود بیل گھس آیا تھا۔ لدُنّی معدلت۔ خدائی انصاف والا۔ متیّم۔ فریفتہ، عاشق۔ گاہ بدظن۔ دعا کے دور میں اُس پر مختلف کیفیتیں گذر رہی تھیں۔ ارجا۔ امید دلانا۔ بشّار۔ خوشخبری دینے والا۔ زعیم۔ کفیل۔ تعال۔ اللہ تعالٰی کی جانب سے الہام ہوتا کہ "آ جا" دعا کر قبول ہوگی۔

[2] خافض۔ چونکہ پہلے شعر میں متضاد کیفیتوں کا ذکر تھا اب ذکر کرتے ہیں کہ عالم میں متضاد کیفیتیں حکمت کی بنا پر ظہور پذیر ہوتی ہیں حضرت حق تعالٰی پست بھی کرتا ہے اور بلند بھی کرتا ہے، دنیا کے کام دونوں صفتوں سے مکمل ہوتے ہیں۔

[3] خفض۔ زمین کو پست کیا اور آسمان کو بلند کیا تب ہی دوران فلک ہو سکا۔ خفض و رفع۔ یہ دونوں صفتیں دو چیزوں میں ہی نہیں بلکہ ہر ایک چیز میں دونوں کا ظہور ہے، بنجر بھی پڑا رہنا زمین کا پست ہونا ہے سرسبز ہونا اُس کا بلند ہونا ہے۔ روزگار۔ زمانہ کا پست اور بلند ہونا رات اور دن کا ہونا ہے۔

خفض و رفعِ ایں مزاجِ[1] ممتزج — گاہ صحت گاہ رنجوریِ مضج

اس مرکب مزاج کی پستی اور بلندی — کبھی صحت، کبھی شور کرنے والی بیماری

ہم چنیں داں جملہ احوالِ جہاں — قحط و خصب و صلح و جنگ و افتتاں

دنیا کے سب احوال اسی طرح سمجھ لے — قحط اور ارزانی اور صلح اور جنگ اور فتنوں میں پڑنا

اینجہاں با ایں دو پر اندر ہوا ست — زیں دو جانہا موطنِ خوف ورجا ست

یہ عالم انہی دو پروں سے ہوا میں ہے — انہی دونوں سے جانیں خوف اور امید کا مقام ہیں

تاجہاں لرزاں بُود مانندِ برگ — در شمال و در سموم و بعث و مرگ

تاکہ جہان پتے کی طرح لرزتا رہے — شمالی ہوا میں اور لُو میں اور حیات اور موت میں

تاخُمِ[2] یک رنگیِ عیسیِٰ ما — بشکند نرخِ خُمِ صد رنگ را

تاکہ ہمارے عیسیٰ کا یک رنگی مٹکا — سو رنگ والے مٹکے کے نرخ کو سستا کر دے

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمد ست — ہرچہ آنجا رفت بے تلویں شُد ست

کیونکہ وہ جہاں نمک کی کان کی طرح ہے — جو وہاں گیا، وہ بے رنگ ہو گیا

خاک رابیں خلقِ رنگارنگ را — می کُند یک رنگ اندر گورہا

مٹی کو دیکھ، رنگا رنگ مخلوق کو — قبروں میں ایک رنگ کر دیتی ہے

ایں نمکسارِ جسومِ ظاہر ست — خود نمکسارِ معانی دیگر ست

یہ ظاہری جسموں کی کانِ نمک ہے — باطنی چیزوں کی کانِ نمک دوسری ہے

ایں[3] نمکسارِ معانی معنویست — از ازل آں تا ابد اندر نویست

باطنی اشیا کی کانِ نمک، باطنی ہے — ازل سے ابد تک تازگی میں ہے

ایں نوی را کہنگی ضدّش بُود — آں نوی بے ضدّ و بے ندّ و عدد

اس تازگی کی، کہنگی ضد ہے — وہ تازگی بغیر ضد اور بغیر مقابل اور عدد کے ہے

آں چناں کز صقلِ نُورِ مصطفیٰؐ — صد ہزاراں نوعِ ظلمت شُد ضیا

جیسے کہ مصطفیٰؐ کے نُور کی صیقل سے — لاکھوں قسم کی تاریکیاں روشنی بنیں

از جہود و مشرک و ترسا و مُغ — جملگی یکرنگ شُد زاں الپ و اُلغ

یہودی اور مشرک اور نصرانی اور مجوسی — اُس بزرگ کے ذریعہ سب یک رنگ ہوئے

[1] مزاج۔ انسانی مزاج کی پستی اور بلندی اس کی بیماری اور صحت ہے۔ مضج۔ شور کرنے والا۔ ہم چنیں۔ دنیا کے احوال کو اسی طرح سمجھ لو قحط بھی ہے اور ارزانی بھی، صلح بھی ہے اور جنگ وفتنہ میں مبتلا ہونا بھی ہے۔ اینجہاں۔ عالم کا بقا انہی متضاد کیفیتوں سے ہے اور جانوں میں امید وبیم انہی کی وجہ سے ہے۔ تاجہاں۔ اسی امید وبیم کی وجہ سے دنیا لرزتی رہتی ہے اور اس پر مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔

[2] تاخم۔ دنیا میں متضاد کیفیتیں اسی لیے پیدا کی گئی ہیں تاکہ عالمِ آخرت کی قدر ہو کہ وہاں راحت ہی راحت ہے، مصائب نہیں ہیں۔ عیسیٰ ما۔ حضرت حق تعالیٰ ہے۔ خمِ صدرنگی۔ عالمِ دنیا۔ نمکسار۔ نمک کی کان میں جو چیز پہنچ جاتی ہے وہ نمک ہی بن جاتی ہے۔ خاک۔ قبر، عالمِ آخرت کی ابتدا ہے وہاں پہنچ کر بھی تیرہ رنگی ختم ہو جاتی ہے۔ ایں۔ قبر جسموں کے لیے نمک کی کان ہے۔ نمکسارِ معانی۔ ارواح کا نمکسار عالمِ آخرت ہے۔

[3] ایں نمکسار۔ عالمِ آخرت میں نیا پرانا نہیں ہے بلکہ وہاں ہر چیز نئی ہے کیونکہ نئے پن کے بعد پرانا ہونا بے رنگی ہے۔ ایں نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد پرانا ہونا بے رنگی ہے۔ ایں نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد کہنگی آجاتی ہے۔ آں چناں۔ عالمِ آخرت کی یک رنگی اسی طرح کی ہوگی جیسے کہ آنحضورؐ کے نور سے مختلف قسم کے کفر کی تاریکیاں ایک قسم کے نور میں تبدیل ہو گئیں۔ مغ۔ آتش پرست۔ الپ الغ۔ دلیر و بزرگ۔

صد ہزاراں سایہ[1] کوتاہ و دراز
لاکھوں چھوٹے اور بڑے سائے

نے درازی ماند و نے کوتہ نہ پہن
نہ درازی رہی اور نہ کوتاہی نہ چوڑا پن

لیک یکرنگی کہ اندر محشرست
لیکن وہ یک رنگی جو محشر میں ہے

کہ معانی آں جہاں صُورت شود
کیونکہ مخفی چیزیں اُس عالم میں ظاہر بن جائیں گی

گردد انگہ فکر، نقشِ نامہا
اُس وقت فکر، خطوں کی تحریر بن جائے گا

ایں[2] زماں سِرّہا مثالِ گاوٌ پیس
اس وقت راز، چتکبرے بیل کی طرح ہیں

نوبتِ صد رنگی ست و صد دلی
صد رنگی اور صد دلی کا وقت ہے

نوبتِ زنگی ست و رومی شُد نہاں
حبشی کا زمانہ ہے اور رومی پوشیدہ ہو گیا ہے

نوبتِ[3] گرگ ست و یوسف زیرِ چاہ
بھیڑیے کا زمانہ ہے اور یوسف کنویں میں ہے

تا زرزقِ بے دریغ و خیرہ خند
تاکہ بے روک ٹوک رزق اور بیہودہ ہنسی

در درونِ بیشہ شیراں منتظر
کچھار میں شیر منتظر ہیں

پس بروں آیند آں شیراں ز مَرج
تو چراگاہ سے وہ شیر باہر آئیں گے

جوہرِ انساں بگیرد و برّ و بحر
انسان کا جوہر بر و بحر پر قبضہ کر لے گا

شُد یکے در نُورِ آں خورشیدِ راز
اُس معنوی سورج کی روشنی میں ایک ہوئے

گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن
قسم قسم کے سائے سورج میں رہن ہو گئے

بر بد و برنیک کشف و ظاہرست
بد پر اور نیک پر واضح اور ظاہر ہے

نقشہا ماں در خورِ خصلت شود
ہماری صورتیں، عادت کے مطابق ہو جائیں گی

ایں بطانہ رُوئے کارِ جامہا
یہ استر کپڑوں کا ابرا (بن جائے گا)

دُوکِ نُطق اندر ملل صد رنگ ریس
گویائی کا تکلہ مذہب میں سو رنگ کاتنے والا ہے

عالمِ یک رنگ کے گردد جلی
یک رنگ عالم کب ظاہر ہو گا؟

ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں
یہ رات ہے اور سورج قید میں ہے

نوبتِ قبطی ست و فرعون ست شاہ
قبطی کا دور دورہ ہے اور فرعون، بادشاہ ہے

ایں سگاں را حصہ باشد روز چند
چند روز ان کتوں کا حصہ ہے

تا شود اَمرِ تعالوا منتشر
تاکہ "آ جاؤ" کا حکم پھیل جائے

بے حجابے حق نماید دخل و خرج
اللہ بغیر پردے کے حجاب آمد و خرچ کر دے گا

پیسہ گاواں بسملانِ روزِ نحر
چتکبرے بیل قربانی کے دن ذبح ہوں گے

---

[1] سایہ۔ کفر کی تاریکی۔ نے درازی۔ ان کفروں کا تضادات ختم ہو گیا۔ لیک۔ عالمِ آخرت کی یک رنگی پوشیدہ ہے لیکن محشر کی یک رنگی سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ کہ معانی۔ وہاں پر معنوی چیز ظاہری صورت اختیار کرلے گی۔ گردد۔ وہاں کا یہ کہ استر جو اندر کی چیز ہے ابرا بن جائے گا، جو ظاہر ہے۔ بطانہ۔ استر۔ روی کار جامہ۔ ابرا۔

[2] ایں زماں۔ اخروی باتیں اس دنیا میں چتکبرے جانور کی طرح ہیں کہ اس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں انہی اخروی باتوں کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات ہیں اور مذہبی باتوں میں زباں کا تکلا مختلف رنگ کا دھاگا کات رہا ہے۔ عالمِ یک رنگ۔ عالمِ آخرت۔ نوبت زنگی۔ اس دنیا میں حقائق پر پردہ ہے۔ زنگی۔ یعنی بدرنگی۔ رومی۔ یعنی خوش رنگی۔ رہاں۔ گروی۔

[3] نوبت گرگ۔ یعنی باطل غالب اور حق مغلوب ہے۔ تا۔ یہ فضل الٰہی ہے کہ اہل باطل بھی کچھ دن مزے اُڑا لیں۔ در دروں۔ حقائق مخفی ہیں ظاہر ہونے میں جلکے منتظر ہیں۔ مرج۔ چراگاہ۔ دخل و خرج۔ جمع خرچ۔ جوہر۔ پھر حق کا غلبہ ہو جائیگا، باطل فنا ہو جائیگا۔ روز نحر۔ قیامت کا دن عید کا ہوگا جسمیں مومن خوشی منائیں گے اور کفار ہلاک ہونگے۔

روزِ نحر رستخیز سہمناک — مُومناں را عید و گاواں را ہلاک
خوفناک قیامت کا قربانی کا دن — مومنوں کی عید اور بیلوں کی ہلاکت ہے

جملہ[1] مُرغانِ آب آں روزِ نحر — ہمچو کشتیہا رواں بر رُوئے بحر
پانی کے سب پرند اُس قربانی کے دن — سمندر پر کشتیوں کی طرح رواں ہوں گے

تاکہ یَہْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَه — تاکہ یَنْجُوْا مَنْ نَجاوَا سْتَیْقَنَه
تاکہ جو ہلاک ہو وہ گواہوں کے ذریعہ ہلاک ہو — تاکہ نجات پائے اس حال میں کہ اُس دن کا یقین ہو

تاکہ بازاں جانبِ سُلطاں روند — تاکہ زاغاں سُوئے گورستاں روند
تاکہ باز، شاہ کی جانب روانہ ہوں — تاکہ کوّے قبرستان کی جانب جائیں

کاستخواں و اجزائے سرگیں ہمچو ناں — نُقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں
کیونکہ ہڈیاں اور گوبر کے اجزا روٹی کی طرح — دنیا میں کوّوں کی غذا بنے ہیں

قندِ[2] حکمت از کُجا زاغ از کُجا — کِرمِ سرگیں از کُجا باغ از کُجا
کہاں دانائی کی شکر، کہاں کوّا؟ — کہاں گوبر کا کیڑا کہاں چمن؟

نیست لائق غز و نفسِ مردِ غر — نیست لائق عُود و مُشک و کُونِ خر
بزدل مرد کا نفس، جہاد کے لائق نہیں ہے — عُود اور مشک، گدھے کی مقعد کے مناسب نہیں ہے

چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست — کے دہد آنکہ جہادِ اکبرست
جبکہ عورتوں کو جہاد کا موقع نہیں — تو جہادِ اکبر کا کیا موقع ہے؟

جُز بنادر در تنِ زن رُستمے — گشتہ باشد خُفیہ ہمچوں مریمے
سوائے نادر کے، عورت کے جسم میں کوئی بہادر — پوشیدہ ہو (حضرت) مریمؑ کی طرح

آنچناں[3] کہ در تنِ مرداں زناں — خُفیہ اند و ماندہ از ضُعفِ جناں
جیسے کہ مردوں کے جسم میں عورتیں — پوشیدہ ہیں اور وہ قلبی کمزوری کی وجہ سے عاجز ہیں

آنجہاں صُورت شود در مادگی — ہر کہ در مَردی ندید آمادگی
وہ اُس عالم میں مادہ کی صُورت میں ہو گا — جس نے مردانگی پر آمادگی نہ دیکھی ہو

روزِ عدل و عدل و داد اندر خورست — کفش زانِ پا کلاہ آنِ سرست
وہ انصاف کا دن ہے، اور انصاف اور عطا مناسب ہیں — جوتا پاؤں کی ملکیت اور ٹوپی سر کی ملکیت ہے

تا بمطلب در رسد ہر طالبے — تا بغربِ خود رود ہر غاربے
تاکہ ہر طالب مطلوب تک پہنچ جائے — تاکہ ہر غروب ہونے والا، اپنے غروب کو پہنچ جائے

---

[1] جُملہ مرغاں۔ مومناں کی مثال دریائی پرندوں کی سی ہوگی جو سمندر کی سطح پر تیریں گے، وہ پل صراط پر آرام سے گذر جائیں گے۔ تاکہ۔ حقائق اس لیے واضح کیے جائیں گے کہ نجات اور ہلاکت پورے ثبوت کے ساتھ ہو۔ بازاں۔ نجات پانے والے۔ زاغاں۔ بدباطن لوگ۔ کاستخواں۔ ان کوّوں کی جو غذا دنیا میں تھی وہی آخرت میں ہوگی۔

[2] قندِ حکمت۔ دانائی اور کوّے، گبرونڈے اور چمن میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ نیست۔ جہاد اور بزدل، عود و مشک اور گدھے کی مقعد میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ چون۔ صوفیا کے نزدیک کافروں سے جہاد، جہادِ اصغر اور نفس سے جہاد، جہادِ اکبر ہے۔ مریمؑ۔ حدیث شریف ہے، مرد تو بہت سے مکمل ہوئے عورتوں میں صرف حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہ مکمل ہوئیں اور حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جس طرح تمام کھانوں میں ثرید افضل ہے۔

[3] آنچناں۔ بہت سے مرد جو زنانہ صفت ہیں آخرت میں ان کی صفت واضح ہو جائے گی۔ روزِ عدل۔ عالمِ آخرت میں قیامت کا دن انصاف کا دن ہوگا وہاں پاؤں جوتا پہنے گا اور سر ٹوپی اوڑھے گا۔ تا بمطلب۔ تاکہ ہر طالب کو اس کا مطلوب مل جائے اور ہر انسان اپنے صحیح مقام پر پہنچ جائے۔

نیست[1] ہر مطلوبے از طالب دریغ ۔۔۔ جُفتِ تابشِ شمس و جُفتِ آب میغ
کوئی مطلوب، طالب سے ممنوع نہیں ہے ۔۔۔ تپش کا جوڑا سورج اور پانی کا جوڑا ابر ہے

ہست دُنیا قہرخانۂ کردگار ۔۔۔ قہر بیں چوں قہر کردی اختیار
دنیا اللہ تعالیٰ کا قہرخانہ ہے ۔۔۔ جب تو نے ظلم کرنا اختیار کیا تو قہر کو بھی دیکھ

استخوان و مُوئے مقہوراں نگر ۔۔۔ تیغِ قہر افگندہ اندر بحر و بر
قہر میں مبتلا لوگوں کی ہڈیاں اور بال دیکھ ۔۔۔ قہر کی تلوار نے ان کو سمندر اور خشکی میں بکھیر دیا ہے

پرّ و بالِ مُرغ بیں برگردِ دام ۔۔۔ شرحِ قہرِ حق کنندہ بے کلام
جال کے چاروں طرف، پرند کے پر و بال دیکھ لے ۔۔۔ جو اللہ تعالیٰ کے قہر کی، بغیر لفظوں کے شرح کررہے ہیں

مُرد[2] اُو برجائے خرپُشتہ نشاند ۔۔۔ وانکہ کُہنہ گشت پُشتہ ہم نماند
وہ مر گیا جگہ پر بڑا ڈھیر چھوڑ گیا ۔۔۔ اور جو پرانا ہو گیا ڈھیر بھی نہ رہا

ہر کسے را جُفت کردہ عدلِ حق ۔۔۔ پیل را با پیل و بق را جنسِ بق
اللہ کے انصاف نے ہر چیز کا جوڑ لگا دیا ہے ۔۔۔ ہاتھی کا ہاتھی سے، اور مچھر کا مچھر کی جنس سے

مُونسِ احمدؐ بمجلس چار یار ۔۔۔ مُونسِ بُوجہل عتبہ و ذُوالخمار
احمدؐ کی مجلس میں چار یار دوست ہیں ۔۔۔ ابُوجہل کے دوست، عتبہ اور ذوالخمار ہیں

کعبۂ جبریل و جانہا[3] سِدرہَ ۔۔۔ قبلۂ عبدالبطوں شُد سُفرہَ
جبریل اور روحوں کا قبلہ سدرہ ہے ۔۔۔ پیٹ کے بندوں کا قبلہ دسترخوان ہے

قبلۂ عارف بُود نُورِ وصال ۔۔۔ قبلۂ عقلِ مُفلسِت شُد خیال
عارف کا قبلہ وصال کا نور ہے ۔۔۔ فلسفی کی عقل کا قبلہ وہم ہے

قبلۂ زاہد بُود یزدانِ برّ ۔۔۔ قبلہ مطمع بُود ہمیانِ زر
زاہد کا قبلہ محسن خدا ہے ۔۔۔ لالچی کا قبلہ سونے کی ہمیانی ہے

قبلۂ مردانِ حق اعمالِ نیک ۔۔۔ قبلۂ نا اہل جہلِ مُرد ریگ
مردانِ خدا کا قبلہ نیک اعمال ہیں ۔۔۔ نااہل کا قبلہ ذلیل جہل ہے

قبلۂ معنی و راں صبر و درنگ ۔۔۔ قبلۂ صورت پرستاں نقشِ سنگ
اہلِ باطن کا قبلہ، صبر اور سکون ہے ۔۔۔ ظاہر پرستوں کا قبلہ، پتھر کا نقش ہے

---

[1] نیست۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے ہر طالب کو اُس کا مطلوب مل جاتا ہے۔ تپش کا مطلوب سورج، اور پانی کا مطلوب ابر ہے۔ ہست دنیا۔ دنیا میں بھی حضرتِ حق تعالیٰ کے قہر کا ظہور ہوجاتا ہے۔ جب انسان ظلم کرتا ہے تو اُس پر قہرِ خداوندی نازل ہوتا ہے۔ مقہوراں۔ جن پر قہرِ خداوندی نازل ہوا ہے اُن کا انجام دیکھ لو۔ پر و بال۔ جال میں پھنسے ہوئے پرندکے جو پر و بال جال کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں وہ اُس کے مقہور ہونے کی زبانِ حال سے شرح کرتے ہیں۔

[2] مرد۔ جن پر قہرِ خداوندی ہے مرنے کے بعد صرف قبر کی مٹی کا ڈھیر اُن کا نشان رہ جاتا ہے اور وہ بھی چند دن بعد مٹ جاتا ہے۔ ہر کسے۔ جس شخص کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے قدرت اُس کا جوڑ اس سے لگادیتی ہے۔ احمد۔ آنحضورؐ کا جوڑ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم سے لگایا۔ عتبہ۔ مکہ کا مشہور کافر سردار تھا جو جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ذوالخمار۔ ایک کاہن تھا، اپنا منہ ڈھکے رہتا تھا اس لیے وہ "اوڑھنی والا" کے نام سے مشہور تھا۔

[3] سدرہ۔ بیری کا درخت جو ساتویں آسمان پر ہے اور وہ مخلوق کے علم اور حضرت جبرئیلؑ کا منتہیٰ ہے۔ عبدالبطوں۔ پیٹو انسان۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ قبلہ۔ باخدا انسان نورِ وصال کا طالب ہے اور فلسفی کا مقصود وہم ہے۔ زاہد۔ زاہد کا مقصود خدا ہے اور لالچی انسان کا مقصود دولت ہے۔ قبلہ مرداں۔ جو خدا پرست ہیں اُن کا مطمعِ نظر نیک اعمال ہیں۔ معنی وراں۔ اہلِ باطن۔ نقشِ سنگ۔ پتھر کی مورتی۔

قبلۂ باطن[1] نشیناں ذُوالمنن　قبلۂ ظاہر پرستاں رُوئے زن
خلوت گزینوں کا قبلہ، خدا ہے　ظاہر پرستوں کا قبلہ، عورت کا چہرہ ہے

قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر　قبلۂ باطن بلیس ست اے پدر
اے بیٹا! عاشق کا قبلہ، خدا ہے　اے باوا! باطل کا قبلہ، شیطان ہے

قبلۂ فرعون نیلے سَر بسَر　قبلۂ خربندہ چہ بُوَد گونِ خر
فرعون کا قبلہ، سراسر نیل ہے　گدھے والے کا قبلہ کیا ہو گا؟ گدھے کی مقعد؟

ہم چنیں برمی شمر تازہ و کہن　ور ملولی برو توکارِ خویش کن
اسی طرح نئے اور پُرانے کو شمار کر لے　اور اگر تو تنگ دل ہے، جا اپنا کام کر

رزقِ ما در کاسِ زرّیں شُد عقار　واں سگاں[2] را آبِ تتماج و تغار
ہمارا رزق، زرّیں پیالہ میں شراب ہے　اُن کتوں کے لیے تتماج اور تغار کا پانی ہے

لائقِ آں کہ بُد اُو خود دادہ ایم　در خورِ آں را رزق اُو بفرستادہ ایم
جس کے وہ لائق تھا وہ ہم نے خود دے دیا　اُس کے لائق ہم نے رزق بھیج دیا ہے

عاشقِ ناں ساختیم آں خواجہ را　سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
اُن صاحب کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے　اس کو ہم نے جان سے بیزار کر دیا ہے کیوں؟

خُوئِ آں را عاشقِ ناں کردہ ایم　جانِ ایں را مستِ جاناں کردہ ایم
ہم نے اُس کی عادت کو روٹی کا عاشق بنا دیا　اس کی جان کو جاناں کا مست بنا دیا ہے

چوں[3] بخوئِ خود خوشی و خُرمی　پس چرا از خوردِ خویت می رمی
جبکہ تو اپنی عادت پر خوش و خرم ہے　تو پھر اپنی عادت کے مناسب سے تو کیوں بھاگتا ہے؟

مادگی خوش آیدت چادر بگیر　رُستمی خوش آیدت خنجر بگیر
تجھے زنانہ پن پسند ہے، تو چادر لے لے　تجھے رُستمی بھلی لگتی ہے، خنجر تھام لے

غازِیی خوش آیدت جوشن بپوش　ور بحیزی مائلی روگوں فروش
تجھے جہاد اچھا لگتا ہے، زرہ پہن لے　اگر تو ہیجڑے پن پر مائل ہے، جا مقعد بیچ

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر　گشتہ است از زخمِ درویشی عقیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ فقیر　محتاجی کے زخم سے زخمی ہو گیا ہے

---

[1] باطن نشیں۔ خلوت گزیں۔ بلیس۔ ابلیس۔ قبلۂ فرعون۔ فرعون کا مطلوب دنیا اور دریائے نیل ہے۔ گدھے والے کا مقصد گدھے کا مقعد ہے۔ شمر۔ ان مثالوں یا اور مثالوں کو شمار کر لے۔ کارِ خویش۔ اپنے کام میں لگ یہ تیرا کام نہیں ہے۔ عقار۔ شراب یعنی مضامینِ حالیہ میں جن سے ایک مضمون یہ بھی ہے۔

[2] سگاں۔ دنیا دار۔ آبِ تتماج۔ یعنی آشِ تتماج جو تتماج ایک ترش پھل سے تیار کیا جاتا ہے۔ مراد دنیوی لذتیں۔ لائق۔ پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ عاشق۔ ایک کو روٹی کا عاشق بنایا ہے اور ایک کو جان سے بھی بے نیاز بنایا ہے اس کی وجہ ہے۔ خوی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کی باطنی سرشت کو چونکہ اُس میں اُس کے آثار تھے روٹی کا عاشق کر دیا چونکہ اُس میں اُس کے آثار تھے۔

[3] چوں۔ جب انسان اپنی بُری عادتوں پر خوش ہے اور وہی جزا کا سبب ہیں تو اُس سے کیوں گریز کرتا ہے۔ مادگی۔ جب زنانہ پن پسند ہے تو دوپٹہ اوڑھنا بھی پسند کرنا چاہیے بہادری پسند ہے تو خنجر باندھنا بھی پسند ہونا چاہیے۔ جوشن۔ زرہ۔ گون۔ مقعد۔ ایں سخن۔ خدائی انصاف کا بیان۔ عقیر۔ زخمی۔

قصہ[1] آں گنج نامہ کہ گفتند پہلوئے قُبّہ رُوی بقبلہ کُن و تیر
اُس گنج نامہ کا قصہ کہ اُنھوں نے کہا، قُبّہ کے پہلو میں قبلہ کو رُخ کر اور تیر
در کمان نہ و بینداز از آنجا کہ اُوفتند گنج ست
کمان میں رکھ اور پھینک، جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

دید در خواب اُو شبے و خواب کو
اُس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا، اور خواب کہاں؟
واقعہ بے خواب صُوفی راست خُو
بغیر خواب کے واقعہ (دیکھنا) صوفی کی عادت ہے

ہاتفے[2] گفتش کہ اے دیدہ تعب
ہاتف نے اُس سے کہا اے مشقت جھیلے ہوئے!
رُقعہ در مشقِ ورّاقاں طلب
ایک پرچہ ردّی فروشوں کے عشق (شدہ کاغذوں) میں سے لے لے

خفیہ زاں ورّاق کت ہمسایہ است
چپکے سے اپنے پڑوسی ردّی فروش کے
سُویِ کاغذ پارہاش آورد تو دست
کاغذ کے ٹکڑوں کی جانب تو ہاتھ بڑھا

رُقعۂ شکلش چناں رنگش چنیں
ایک ایسی شکل کا پرچہ جس کا رنگ ایسا ہے
پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں
اے غمگین! پھر اُس کو تنہائی میں پڑھنا

چوں بُدزدی آں ز ورّاق اے پسر
اے بیٹا! جب تو اُس کو ردّی فروش سے اُڑا لے
پس بروں روز انبُہی و شور و شر
تو مجمع اور شور و شر سے باہر نکل جا

تو بخواں آں را بخود در خلوتے
تو تنہائی میں اُس کو خود پڑھ
ہیں مجُو در خواندنِ آں شرکتے
خبردار! اُس کے پڑھنے میں شرکت کی جستجو نہ کرنا

ور[3] شود آں فاش ہم غمگیں مشو
اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جائے تو بھی غمگین نہ ہونا
کہ نیابد غیرِ تو زاں نیم جَو
کیونکہ اُسمیں تیرے سوا کوئی اور آدھا جوبھی نہیں حاصلکر سکتا

ور کشد آں دیر ہیں زنہار تُو
اور اگر اُس میں دیر لگے خبردار! تو
وردِ خود کُن دمبدم لَا تَقْنَطُوْا
ہر وقت اپنا ورد لا تقنطوا رکھنا

ایں بگفت و دستِ خود آں مُژدہ ور
یہ کہا اور اُس خوشخبری دینے والے نے اپنا ہاتھ
بردلِ اُو زد کہ رَو زحمت ببر
اُس کے دل پر رکھ دیا کہ جا محنت کر

چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں
جب وہ جوان غیب سے ہوش میں آیا
می نگنجید از فرح اندر جہاں
خوشی سے دُنیا میں نہ سماتا تھا

---

[1] قصہ۔ اُس درویش کو ہاتف نے کہا ردّی فروش کے یہاں ایک پرچہ ہے وہ لے لے۔ اُس نے وہ پرچہ لے لیا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں قبہ کے پاس جاکر تیر چلا جہاں وہ تیر گرے اُس جگہ خزانہ مدفون ہے وہ نکال لینا۔ دید۔ اُس نوجوان نے خواب میں دیکھا پھر خود مولانا فرماتے ہیں خواب کی حالت نہ تھی بلکہ جس حالت میں اُس نے دیکھا وہ نیند اور بیداری کی درمیانی ایک کیفیت تھی اسی کو اصطلاح میں واقعہ کہا جاتا ہے جو صوفیوں کو پیش آتا رہتا ہے۔

[2] ہاتف۔ غیب سے آواز دینے والا۔ ورّاق۔ کاغذ فروش مراد ردّی کاغذ فروش ہے۔ رُقعہ۔ اُس پرچہ کی علامتیں بتائیں۔ حزیں۔ غمگین۔ بدزدی۔ حقیقت میں چوری نہ تھی اس لیے کہ ردّی کے ٹکڑے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تو بخواں۔ پھر اُس کو تنہائی میں بلاشرکتِ غیرے پڑھنا تا کہ راز نہ کھلے۔

[3] ور شود۔ ان احتیاطوں کے باوجود اگر راز کھل جائے تو غمگین نہ ہونا کیونکہ وہ خزانہ صرف تجھے ہی مل سکے گا۔ ور کشد۔ اگر خزانہ ملنے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہونا۔ لاتقنطوا۔ تم مایوس نہ ہو۔ ایں بگفت۔ اب وہ ہاتف نمودار بھی ہو گیا اور اُس نے اُس نوجوان کے سینہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ تا کہ اُس کو سکون حاصل ہو۔ غیبت۔ نیند اور بیداری کی کیفیت۔

زہرہ[1] اُو بر دریدے از قلق
دھڑکن سے اُس کا پتہ پھٹ جاتا
گر نبودے رفق و حفظ و لطفِ حق
اگر خدا کی نرمی اور حفاظت اور مہربانی نہ ہوتی

یک فرح آں کز پسِ ہفصد حجاب
ایک خوشی یہ کہ سات سو پردوں کے پیچھے سے
گوشِ اُو بشنید از حضرت جواب
اُس کے کان نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب سُنا

از حجب چوں حسِ سمعش در گذشت
جب اُس کے سننے کی حس پردوں سے بڑھ گئی
شُد سرافراز و ز گردوں برگذشت
وہ سربلند ہو گیا اور آسمان سے بڑھ گیا

چوں[2] گذارہ شُد حسِ سمعش ز حُجب
اُس کے سننے کی حس جب پردوں سے گذر گئی
بر فلک بُرد اُو سرافرازی ز عُجب
خود پسندی سے وہ اپنی سربلندی کو آسمان پر لے گیا

کے بُود کاں حسِ چشمش ز اعتبار
کب ہوگا کہ اس کی آنکھ کی حس عزت حاصل کرنے میں
زاں حجابِ غیب ہم یابد گذار
اُن غیب کے پردوں سے بھی گذر جائے

چوں گذارہ شُد حواسش از حجاب
جب اُس کے حواس، پردے سے گذر جائیں
پس پیا پے گرددش دید و خطاب
تو اُس کو پے در پے دیدار اور خطاب حاصل ہو گا

چوں سپاہِ زنگ پنہاں شد ز رُوم
جب حبش کا لشکر، روم والوں سے چھپ گیا
تیغ زد خورشید و پیدا شُد علوم
سورج نے تلوار چلا دی اور علوم پیدا ہو گئے

یک[3] فرح آں کز سُوال آمد خلاص
ایک یہ خوشی کہ سوال سے خلاصی ہو گئی
خواہدش حاصل شُدن آں گنجِ خاص
اُس کو وہ خاص خزانہ حاصل ہو جائے گا

یک فرح آنکہ نشُد ردّش دُعا
ایک یہ خوشی کہ اُس کی دُعا رد نہ ہوئی
عاقبت آمد اجابت مر وُرا
بالآخر اُس کو قبولیت حاصل ہو گئی

جانبِ دُکّانِ ورّاق آمد اُو
وہ ردّی فروش کی دُکان پر آیا
دست میزد اُو بمشقش سُو بسُو
اُس کے مشقی کاغذوں پر ادھر اُدھر ہاتھ مارتا تھا

پیشِ چشمش آمد آں مکتوب زُود
بہت جلد وہ لکھا ہوا (کاغذ) اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا
باعلاماتے کہ ہاتف گفتہ بُود
اُن علامتوں کے ساتھ جو ہاتف نے بتائی تھیں

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد
اُس نے بغل میں دبا لیا کہا جناب خیریت سے رہیں
ایں زماں وامیرسم اے اُوستاد
اے استاد! میں ابھی واپس آتا ہوں

---

[1] زہرہ۔ اس قدر خوش تھا کہ دھڑکن سے پتہ پھٹ جاتا اگر اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت نہ فرماتا۔ یک فرح۔ اس کی خوشی کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو دعا کا جواب دیا۔ ہفصد۔ سات سو بعض نسخوں میں نہصد نو سو ہے، پردوں کی کثرت مراد ہے۔ کے بُود۔ جس طرح اُس کی قوت سماعت حجابات سے گذر کر سامع بن گئی اسی طرح یہ کب ہوگا کہ اُس کی چشمِ دل، حجابات سے گذر جائے اور اُس کو قلبی مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے۔

[2] چوں گذارہ شد۔ جب سالک کی قوت سامعہ اور باصرہ حجابات کو طے کر جاتی ہے تو پھر اسکو مسلسل اللہ تعالیٰ کی دیدار و کلام حاصل ہونے لگتا ہے۔ چوں۔ اب سالک کی ایک تیسری کیفیت کا ذکر ہے کہ اُسکے قلب پر واردات ہونے لگتی ہیں اُسکو علوم و معارف لدنی حاصل ہونے لگتے ہیں۔ سپاہ زنگ۔ یعنی اوصاف بشری۔ رُوم۔ یعنی انوار خداوندی۔ تیغ زد خورشید۔ اب وجود حقیقی فنا کی تلوار چلا دیتا ہے اور یہ فانی ہو کر بقا باللہ حاصل کر لیتا ہے اور حضرت حق کی صفتِ علیہ سے مستفید ہونے لگتا ہے۔

[3] یک فرح۔ خوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اب اس کو خزانہ مل جائے گا۔ یک فرح آنکہ۔ خوشی کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اُس کی دعا مقبول ہو گئی۔ جانب۔ ہاتف کی آواز سننے کے بعد وہ پڑوسی ردی فروش کے یہاں گیا اور اُس نے وہ پرچہ تلاش کیا اور وہ اُس کو مل گیا۔ خیر باد۔ خدا آپ کو خیریت سے رکھے۔ وامیرسم۔ اس وقت کام ہے میں جا رہا ہوں پھر فوراً واپس آ جاؤں گا۔

رفت کنجِ خلوتے آں را بخواند — وز تحیّر والہ[1] و حیراں بماند

وہ تنہائی کے گوشہ میں گیا، اُس کو پڑھا — اور حیرانی سے سرگشتہ اور ششدر رہ گیا

کہ بدینساں گنج نامہ بے بہا — چوں فتادہ ماند اندر مشقہا

کہ اس طرح سے بے بہا گنجنامہ — مشقی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا؟

باز اندر خاطرش ایں فکر جست — کز پئے ہر چیز یزداں حافظ ست

پھر اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا — کہ خدا ہر چیز کا نگہبان ہے

کے گذارد حافظ اندر اکتناف — کہ کسے چیزے رباید از گزاف

نگہبان، اپنی حفاظت میں کب موقع دیتا ہے؟ — کہ کوئی آدمی کوئی چیز خواہ مخواہ اُڑا لے

گر بیاباں پُرشود زرّ و نقود — بے رضائے حق جوے نتواں ربود

اگر جنگل سونے اور نقد سے بھر جائے — اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ایک جو نہیں لیا جا سکتا

ور بخوانی صد صُحُف بے سکتۂ — بے قدر یادت نماند نکتۂ

اگر تو سو کتابیں بغیر وقفہ کے پڑھ جائے — تقدیر کے بغیر تجھے ایک نکتہ یاد نہ رہے گا

ورکُنی خدمت نخوانی یک کتیب — علمہائے نادرہ یابی زجیب

اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب (بھی) نہ پڑھے — تو گریباں میں سے نادر علوم حاصل کر لے گا

شُد زِ[2] جیب آں کفِ موسیٰ ضوفشاں — کاں فزوں آمد زماہِ آسماں

(حضرت) موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان میں سے نور افشاں ہوگیا — جو آسمان کے چاند سے بڑھ گیا

کانکہ می جستی زچرخِ بانہیب — سر برآوردست اے موسیٰ زجیب

کہ تو جس چیز کو پُرہیبت آسمان میں تلاش کرتا تھا — اے موسیٰ! وہ گریبان میں سے نمودار ہو گئی ہے

تابدانی کآسمانہائے سمی — ہست عکسِ مُدرکاتِ آدمی

تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بلند آسمان — انسان کے علوم کا عکس ہیں

نے[3] کہ اوّل دستِ یزدانِ مجید — از دو عالم پیشتر عقل آفرید

کیا نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے دست (قدرت) نے — دونوں جہاں سے پہلے عقل پیدا فرمائی؟

ایں سخن پیدا و پنہا نست و بس — کہ نباشد محرمِ عنقا مگس

یہ بات بہت واضح اور مخفی ہے — کیونکہ عنقا کی محرم مکھی نہیں ہے

---

[1] والہ۔ سرگشتہ۔ بے بہا۔ اس قدر قیمتی پرچہ کہ اُس کی قیمت کا اندازہ نہ لگایا جا سکے، ردی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا۔ باز۔ پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ کسی چیز کا محافظ ہو تو غیر مستحق اس کو کہاں لے جا سکتا ہے۔ گر بیاباں۔ یہ پرچہ تو چھپا ہوا تھا اگر بیابان سونے سے بھرا ہوا ہو جو سب کو نظر آئے تب بھی خدا کی مرضی کے بغیر اُس میں سے ایک دمڑی بھی نہیں لے سکتا۔ ور بخوانی۔ اسباب میں بھی تاثیر خدا ہی پیدا فرماتا ہے، ورنہ سب بیکار ہے۔ ورکنی۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر اسباب کے بھی مسبّب کو پیدا فرما دیتا ہے۔

[2] شد۔ حضرت موسیٰ کا ہاتھ گریبان میں ڈالنے سے چمکنے لگا تھا اور اُن کو یہ دکھا دیا گیا کہ جس نور کو تم آسمان سے طلب کر رہے تھے وہ تمہارے گریبان میں بھی موجود ہے۔ تابدانی۔ حضرت موسیٰ کو گریبان میں سے نور عطا کرنے میں یہ تنبیہ بھی مقصود تھی کہ بلند آسمان بھی انسان کی قوتِ مدرکہ عقلِ کامل کا عکس یعنی تابع ہے، اس سے انسان کی آسمانوں پر افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

[3] نے کہ۔ بعض احادیث میں ہے اوّل ما خلق اللہ العقل۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا، عقل سے مراد کامل عقل ہے جو معرفتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایں سخن۔ عقلِ کامل کی افضلیت جس قدر رسمی ہے وہ تو ظاہر ہے اور اس کا کشفی حصہ اہلِ قال کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ اس کی اور اہلِ قال کی سمجھ کی مثال عنقا اور مکھی کی ہے۔

بازؔ[1] سوئے قصہ باز آ اے پسر | قصۂ گنج و فقیر آور بسر

اے بیٹا! پھر قصہ کی جانب واپس آ جا | خزانہ اور فقیر کا قصہ ختم کر

تمامیِ قصۂ آں فقیر و نشانِ جایِ آں گنج

اُس فقیر کا قصہ کی تکمیل اور اُس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رُقعہ نوشتہ بُود ایں | کہ بروُنِ شہر گنجے داں دفیں

اُس پرچہ میں یہ لکھا تھا | کہ شہر کے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھ

آں فلاں قُبّہ کہ در روے مشہدست | پشتِ اُو در شہر و رُو در فدفدست

وہ فلاں قبہ جس میں مزار ہے | جس کی پشت شہر کی طرف اور اگلا حصہ جنگل میں ہے

پشت باوے کُن تو رُو با قبلہ آر | وانگہاں از قوس تیرے واگذار

تو اُس کی طرف پشت کر اور منہ قبلہ کی جانب کر | پھر کمان سے تیر چلا

چوں فگندی تیر از قوس اے سُعاد | برکَن آں موضع کہ تیرت اُو فتاد

اے محبوب! تو جب کمال سے تیر پھینکے | جس جگہ تیر گرے اُس کو کھود

پسؔ[2] کمانِ سخت آورد آں فتیٰ | تیر پرّانید در صحنِ فضا

وہ نوجوان ایک سخت کمان لایا | (اور) میدان کے صحن میں تیر پھینکا

بیل آورد و تبر اُو شاد شاد | کند آں موضع کہ تیرش اُوفتاد

(اور) وہ خوشی خوشی بیلچہ اور پھاوڑا لایا | جس جگہ تیر گرا اُس کو کھودا

کُند شُد ہم اُو و ہم بیل و تبر | خود ندید از گنجِ پنہانی اثر

وہ بھی کُند ہو گیا، اور بیلچہ اور پھاوڑا بھی | (اُس) مخفی خزانہ کا کوئی نشان نہ دیکھا

ہم چنیں ہر روز تیر انداختے | لیک جایِ گنج را نشناختی

وہ روزانہ اسی طرح تیر پھینکتا | لیکن خزانہ کی جگہ نہ پہچانتا

چونکہؔ[3] ایں را پیشہ کرد اُو بردوام | فُجّے در شہر اُفتاد و عوام

چونکہ اُس نے مسلسل یہ پیشہ بنا لیا | شہر اور عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں

فاش شُدنِ خبرِ آں گنج و رسیدنِ بگوشِ پادشاہ

اُس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

ہر کسے در گفتگوئے اُو فتاد | کایں چنیں بازی نباشد در نہاد

ہر شخص ایک بات کہنے لگا | کہ اس طرح کا کھیل کسی کی طبیعت میں نہیں ہوتا ہے

---

[1] باز۔ لہٰذا اِس بحث کو ختم کر کے اسی فقیر اور خزانہ کا قصہ شروع کرنا چاہیے۔ اندراں۔ وہ پرچہ جو اُس کو ردّی فروش کی دُکان سے ملا تھا اُس میں لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون ہے۔ مشہد۔ مزار۔ فدفد۔ جنگل، ہموار زمین۔ سُعاد۔ عرب کی ایک مشہور محبوبہ کا نام ہے یہاں مطلقاً محبوب کے معنٰی میں ہے۔

[2] پس کمان۔ مطلب تو یہ تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر بغیر چلہ کھینچے چھوڑنا وہ سخت قسم کی کمان لایا اور زور سے چلہ کھینچ کر تیر چلایا اسی لیے اُس کو پریشانی ہوئی۔ کند۔ کھودتے کھودتے وہ بھی تھک گیا اور بیلچہ اور تیر بھی کند ہو گیا۔ ہم چنیں۔ وہ روزمرہ زور سے تیر چلاتا اور تیر گرنے کی جگہ کو کھودتا لیکن خزانہ کا کوئی نشان نہ ملتا۔

[3] چونکہ۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص روز یہ کام کر رہا ہے اُس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ فاش شُدن۔ مشہور ہو جانا۔ کایں چنیں۔ اس کا کام کوئی کھیل تو نہیں ہے بلکہ اس کے کام میں کوئی خاص راز ہے۔

ہر کسے در گفتگوئی فاسدے — ہرطرف برخاستش یک حاسدے

ہر شخص ایک بیہودہ بات میں — ہر جانب اُس کا ایک حاسد پیدا ہو گیا

پس[1] خبر کردند سُلطاں را ازیں — آں گروہے کہ بُدند اندر کمیں

پھر انھوں نے اس کی بادشاہ کو خبر دی — اُن لوگوں نے جو گھات میں تھے

عرض کردند آں سخن را زیرِ دست — کہ فلانے گنجنامہ یافت ست

انھوں نے وہ بات مخفی طور پر کہہ دی — کہ فلاں کو گنجنامہ ملا ہے

چوں شنید آں شخص کیں باشہ رسید — جُز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید

جب اُس نے سُنا کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی — سوائے تسلیم اور رضا کے چارہ نہ دیکھا

پیش ازاں کاشکنجہ بیند زاں قباد — رُقعہ آورد و بہ پیشِ شہ نہاد

اس سے پہلے کہ اُس بادشاہ کی جانب سے کوئی سختی دیکھے — پرچہ لایا اور بادشاہ کے سامنے رکھ دیا

گفت[2] تا ایں رقعہ را یابیدہ ام — گنج نے ورنج بیحد دیدہ ام

عرض کیا کہ جب سے میں نے یہ پرچہ پایا ہے — خزانہ تو نہیں، البتہ بے حد تکلیف دیکھی ہے

خود نشُد یک حبّہ از گنج آشکار — لیک پیچدم بسے من ہمچو مار

خزانہ کی ایک دمڑی ظاہر نہ ہوئی — لیکن میں نے سانپ کی طرح بہت بل کھائے

مُدتِ ماہے چنینم تلخ کام — کہ زیان و سُود ایں برمن حرام

ایک ماہ کی مدت سے میں اسی طرح ناکام ہوں — کہ اُس کا نقصان و نفع مجھ پر حرام ہے

بُو کہ بخت برکند زیں کاں غطا — اے شہ پیروز جنگ و دژ گشا

ہوسکتا ہے کہ آپ کا نصیبہ اس معدن سے یہ پردہ ہٹا دے — اے جنگ میں کامیاب اور قلعہ کشا شاہ!

مُدتِ[3] شش ماہ و افزوں پادشاہ — تیر می انداخت و برمی کند چاہ

چھ مہینے سے کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ — تیر چلاتا تھا اور کنواں کھودتا تھا

ہر کجا سختہ کمانے بُود چُست — تیر می انداخت ہر سُو گنج جُست

جہاں کہیں بھی کوئی سنجیدہ کمان والا چالاک آدمی تھا — وہ تیر پھینکتا اور ہر جانب خزانہ کو تلاش کرتا تھا

غیرِ تشویش و غم و طامات نے — ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے

سوائے پریشانی اور غم اور بیہودگی کے کچھ نہیں — عنقا کی طرح نام مشہور اور ذات ندارد

نومید شُدنِ آں پادشاہ از نایافتنِ آں گنج و ملول

اُس خزانہ کے نہ پانے سے پادشاہ کا نامید ہونا اور اُس

---

[1] پس۔ لوگوں کو جستجو سے پتہ چل گیا کہ وہ خزانہ کی تلاش میں ہے اور اس کے ہاتھ کوئی گنجنامہ آیا ہے تو حاسدوں نے بادشاہ سے جا کہا۔ چون شنید۔ جب اُس فقیر نے سنا کہ بادشاہ تک خبر پہنچ گئی ہے تو اس سے پہلے کہ گنجنامہ مجبوراً بادشاہ کو دینا پڑے اپنی خوشی سے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

[2] گفت۔ بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ جب سے یہ گنج نامہ ملا ہے روز کھدائی کرتا ہوں لیکن سوائے تکلیف کے اب تک کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔ مارے۔ سانپ کا بل کھانا مشہور ہے۔ تلخ کام۔ ناکام۔ کہ زیاں۔ اگر خزانہ مل جاتا تو اس سے تجارت کرنے میں مجھے نفع و نقصان پہنچ سکتا تھا۔ بُو کہ۔ بُو دکہ۔ غطا۔ ڈھکن۔ اے شہ۔ اے شاہ آپ جو کہ فاتح جنگ اور قلعوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

[3] مدت۔ چھ ماہ تک بادشاہ تیر اندازی کرتا رہا اور جگہ جگہ اتنی گہری کھدواتا رہا کہ کنواں بن جاتا تھا۔ ہر کجا۔ بادشاہ ہر جگہ سے تیر انداز بلواتا تھا اور تیر گرنے کی جگہ خزانہ تلاش کرتا تھا۔ سختہ کمان۔ کمان کو صحیح تول کر تیر چلانے والا۔ طامات۔ بیہودہ باتیں۔

شدنِ اُو از طلب آں گنجِ سعادت
نیک بختی کے خزانہ کی طلب سے اُس کا عاجز آ جانا

چونکہ[1] تعویق آمد اندر عرض و طول　شاہ شُد زاں گنج دل سیر و ملول
جبکہ عرض و طول میں رکاوٹ آئی　بادشاہ کا اُس خزانہ سے دل بھر گیا اور ملول ہو گیا

دشتہا را گز گزاں شہ چاہ کَند　می ندید از گنجِ اُو جز ریشخند
جنگلوں میں ایک ایک گز پر بادشاہ نے کنواں کھدوا دیا　خزانہ سے، سوائے مذاق کے کچھ نہ دیکھا

پس طلب کرد آں فقیرِ درد مند　رُقعہ را از خشم پیشِ اُوفگند
پھر اُس نے اُس دردمند فقیر کو طلب کیا　غصہ سے پرچہ اُس کے سامنے پھینک دیا

گفت گیر ایں رُقعہ کِش آثار نیست　تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست
کہا یہ پرچہ لے لے اس کے کچھ نشان نہیں ہیں　تو اس کے مناسب ہے، چونکہ تجھے کوئی کام نہیں ہے

نیست ایں کارِ کسے کِش ہست کار　گر بسوزد گل نگردد گِردِ خار
یہ اُس کا کام نہیں ہے، جسے کوئی کام ہو　اگر پھول جل جائے تو وہ کانٹے کے چکر نہیں کاٹتا ہے

نادر[2] افتد اہلِ ایں ماخولیا　منتظر کِش روید از آہن گیا
ایسے ماخولیے والے کم ہوتے ہیں　جو منتظر ہوں کہ اُن کے لیے لوہے سے گھاس اُگے

سخت جانے باید ایں فن را چو تُو　توکہ داری جانِ سخت ایں راجُو
اس کام کے لیے تجھ جیسا سخت جان چاہیے　چونکہ تو سخت جان ہے اس کی تلاش کر

گرنیابی نبُودت ہرگز ملال　ور بیابی آں بتُو کردم حلال
اگر تو نہ پائے گا تجھے رنج نہ ہو گا　اور اگر تو پا لے گا تو میں نے تیرے لیے حلال کیا

عقل راہِ نااُمیدی کے رود　عشق باشد کاں طرف برسر دود
عقل، نااُمیدی کے راستہ پر کب دوڑتی ہے؟　عشق ہی ہوتا ہے جو اُس جانب سر کے بل دوڑتا ہے

لا[3] اُبالی عشق باشد نے خِرَد　عقل آں جُوید کزاں سُودے برد
بے پروا عشق ہوتا ہے، نہ کہ عقل　عقل وہ تلاش کرتی ہے، جس سے نفع اُٹھائے

ترکتازو تن گداز و بے حیا　در بلا چوں سنگ زیرِ آسیا
غارتگر اور بدن گھلانے والا ہے اور بے شرم ہے　مصیبت میں چکی کے نچلے پاٹ کی طرح ہے

سخت رُوئے کہ ندارد ہیچ پُشت　بہرہ جُوئی را درونِ خویش کُشت
ایسا ڈھیٹ کہ پُشت نہیں پھیرتا　اُس نے اپنے اندر مقصد برآری کو فنا کر دیا ہے

1. چونکہ۔ جب خزانہ کے ملنے میں لمبی چوڑی تاخیر ہوئی تو بادشاہ رنجیدہ ہو گیا۔ ریشخند۔ مذاق۔ تو بدیں۔ چونکہ تجھے اور کوئی کام نہیں ہے لہٰذا یہ بیکار کام کرتا رہ۔ گر بسوزد۔ یعنی اصل مقصد حاصل نہ ہو تو بیکار کام میں نہیں لگتا ہے۔
2. نادر افتد۔ خزانہ کا کھودنا تو ایسی دیوانگی ہے کہ کوئی لوہے میں سے گھاس اُگانا چاہے۔ ملال۔ تجھے رنج نہ ہو گا اس لیے کہ تجھے اور کام نہ تھا۔ عقل۔ بادشاہ کی جستجو عقلی تھی وہ مایوس ہو گیا لیکن اُس فقیر کی جستجو عشق کی بنیاد پر تھی وہ مایوس نہ ہوا۔
3. لا اُبالی۔ عشق بے پروا ہے اور عقل فائدے کی طرف دوڑتی ہے۔ ترکتاز۔ عشق اپنی ہر چیز لٹا دیتا ہے اور ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتا ہے، چکی کے نچلے پاٹ کی طرح مصائب جھیلتا ہے۔ سخت رُوی۔ ڈٹ جاتا ہے کبھی رُوگردانی نہیں کرتا ہے وہ مقصود جوئی کو فنا کر چکا ہے۔

پاک[1] می بازد نہ جُوید مُزدِ اُو
پاکبازی اختیار کرتا ہے، مزدوری کی جستجو نہیں کرتا ہے
آنچناں کہ پاک می گیرد ز ہُو
جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاک حاصل کرتا ہے

می دہد حق ہستیش بے علّتے
اللہ تعالیٰ ان کو کسی غرض کے بغیر وجود عطا کرتا ہے
می سپارد باز بے علّت فتے
پھر کسی سبب کے بغیر جوان اس کو واپس کر دیتا ہے

کہ فتوّت دادنِ بے علت ست
کیونکہ جوانمردی، بغیر غرض کے دینا ہے
پاکبازی خارج ہر ملت ست
پاکبازی ہر ملت سے خارج ہے

زانکہ مِلّت فضل جُوید یا خلاص
کیونکہ ملت ثواب ڈھونڈتی ہے یا نجات
پاکبازاند[2] قُربانانِ خاص
پاکباز لوگ، ذات کے قربان ہیں

نے خدارا امتحانے می کُنند
نہ وہ خدا کو آزماتے ہیں
نے درِ سُود و زیانے می زنند
نہ وہ نفع اور نقصان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں

نومید شدن و باز دادنِ پادشاہ آں گنج نامہ رلباآں فقیر کہ بگیر

پادشاہ کا ناامید ہو جانا اور گنج نامہ کو اس فقیر کو واپس کر دینا کہ لے

کہ ما از سَرِ ایں گنج در گذشتیم

کیونکہ ہم اس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رُقعۂ گنجِ پُر آشوب را
جب پُرفتنہ خزانہ کا پرچہ
شہ مُسلّم داشت آں مکروب را
شاہ نے اُس مصیبت زدہ کے سپرد کر دیا

گشت ایمن اُو زخصمان و زنیش
وہ دشمنوں اور نیش (زنی) سے مطمئن ہو گیا
رفت و می پیچید در سودائے خویش
وہ چلا گیا (اور) اپنے شوق میں پیچاں (اور غلطاں) ہو گیا

یار کرد اُو عشقِ درد[3] اندیش را
اُس نے درد اندیش عشق کو دوست بنا لیا
کلب لیسد خویش ریشِ خویش را
کُتا اپنے زخم کو خود چاٹتا ہے

عشق را در پیچش خود یار نیست
پیچ (وتاب) میں عشق کا کوئی دوست نہیں ہے
محرمش درده یکے دیّار نیست
اُس کا محرم، گاؤں میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر
عاشق سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے
عقل از سودایِ اُو کورست و کر
عقل، اُس کے جنون سے اندھی اور بہری ہے

زانکہ ایں دیوانگیِ عام نیست
کیونکہ یہ عام دیوانگی نہیں ہے
طب را ارشادِ ایں احکام نیست
طب کو ان احکام کی راہبری (حاصل) نہیں ہے

---

[1] پاک۔ یعنی پاکباز ہے، اُس کے کام غرض سے خالی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے کام بغیر غرض کے ہیں۔ می دہد۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو جود بغیر کسی غرض کے عطا کیا وہ بھی اپنا وجود اللہ کی جناب میں بغیر غرض کے پیش کر دیتا ہے۔ کہ فتوت۔ اصل جوانمردی یہی ہے کہ بغیر کسی غرض کے داد و دہش ہو اس طرح کی جوانمردی ملت کے ظاہر پرستوں میں نہیں ہوتی ہے۔ زانکہ۔ ظاہر پرست مذہبی انسان عبادت یا ثواب حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے یا دوزخ سے خلاصی کے لیے کرتا ہے۔

[2] پاکباز۔ بے غرض لوگ صرف ذات خداوندی پر قربان ہیں۔ چونکہ۔ جب بادشاہ نے اس کو پرچہ واپس کر دیا تو اب وہ ہر طرح مطمئن ہو گیا اور پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ پُرآشوب۔ اس پرچہ کی وجہ سے کھدائی کی مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ مکروب۔ مصیبت زدہ۔ نیش۔ یعنی دشمنوں کی نیش زنی۔

[3] درد اندیش۔ عشق درد اور غم و الم کی سوچتا ہے۔ کلب۔ جس طرح کتا خود اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اسی طرح عاشق اپنے عشق میں کسی دوسرے کا سہارا نہیں ڈھونڈتا۔ عشق را۔ عشق کا کوئی ساتھی نہیں نہ اس کا کوئی محرم ہے۔ دیوانہ تر۔ کوئی عقل کی بات نہیں سوچتا اس لیے عقل کو اس کے کاموں کی کوئی خبر نہیں ہے۔ زانکہ۔ طب میں عام جنونوں کا علاج ہے عشق کی دیوانگی میں طب کوئی راہنمائی نہیں کرتی۔

گر طبیبے[1] را رسد زیں گوں جنُوں
اگر کسی طبیب کو اس قسم کا جنون ہو جائے

دفترِ طب را فروشوید بخُوں
وہ خون سے، طب کا دفتر دھو ڈالے

طبِ جُملہ عقلہا مدہوشِ اُوست
تمام عقلوں کی طب اُس سے حیران ہے

رُوئِ جملہ دلبراں رُوپوشِ اُوست
تمام معشوقوں کا چہرہ اُس کا پردہ ہے

رُوئِ در رُوئِ خود آرائے عشق کیش
اے عاشق! اپنا رُخ اپنی طرف کر

نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش
اے دیوانے! تیرے سوا تیرا کوئی اپنا نہیں ہے

قبلہ از دل ساخت آمد در دُعا
اُس نے دل سے قبلہ بنایا، دعا میں لگ گیا

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کے لیے نہیں ہے، مگر وہ جو وہ کوشش کرے

پیش[2] ازاں کُو پاسخے نشنیدہ بُود
اس سے پہلے کہ اُس نے جواب نہ سُنا تھا

سالہا اندر دُعا پیچیدہ بُود
سالوں دعا سے لپٹا رہا تھا

بے اجابت بر دُعاہا می تنید
بغیر قبولیت کے دعاؤں پر مستعد تھا

از کرم لبیک پنہاں می شُنید
کرم سے، مخفی لبیک سُنتا تھا

چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل
جبکہ وہ بیمار بغیر دف کے رقص کرتا تھا

زاعتمادِ جُودِ خلاقِ جلیل
بزرگ خلاق کی سخاوت کے بھروسہ پر

سُوئِ اُو نے ہاتف و نے پیک بُود
اس کی جانب نہ کوئی ہاتف تھا اور نہ قاصد

گوش اُمیدش پُر از لبیک بُود
اُس کی امید کا کان لبیک سے پُر تھا

بے[3] زباں می گفت اُمیدش تعال
امید اُس کو بغیر زبان کے کہتی تھی، آ جا

ازدلش می رفت آں دعوت ملال
وہ بلانا اُس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا

آں کبوتر را کہ بام آموخت ست
جس کبوتر کو اٹاری (پر بیٹھنا) سکھا دیا ہے

تو مخواں میرانش کاں پرُدوخت ست
تو اس کو نہ بلا، اس کو بھگا کیونکہ اس کے پر سلے ہوئے ہیں

اے ضیاء الحق حُسام الدین برانش
اے ضیاء الحق حُسام الدین! اُس کو بھگا

کز ملاقاتِ تو بر رُستست جانش
کیونکہ تیری ملاقات سے اُس کی جان اُگی ہے

گر برانی مُرغِ جانش از گزاف
اگر تو بے وجہ اس کے مرغِ جان کو بھگائے گا

ہم بگردِ بامِ تو آرد طواف
وہ تیری اٹاری کا چکر لگائے گا

---

[1] گرطبیبے۔ یہ تو وہ بیماری ہے کہ اگر طبیب کو بھی لگ جائے تو وہ خون کے آنسوؤں سے طب کی کتابوں کو دھو ڈالے۔ طب۔ تمام عقلی طبیں عشق کے معاملہ میں حیران ہیں تمام معشوقوں کا چہرہ اُس عشق کا برقعہ ہے جس میں جمالِ عشق پوشیدہ ہے اور صورت پرست ان صورتوں کو مقصود سمجھ بیٹھے ہیں اور اُن کو اپنا رفیق بنانا چاہتے ہیں حالانکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ رُوی۔ جبکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے تو کسی دوسرے کی جانب رفاقت کی نظر سے نہ دیکھ، تو خود ہی اپنا رفیق ہے۔ قبلہ۔ یعنی اس فقیر نے دل کی طرف توجہ کر کے دُعا شروع کر دی۔ لیس۔ دعا اس لیے شروع کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی کوشش ہی اُس کے کام آتی ہے۔

[2] پیش ازاں۔ گنج نامہ نہ ملا تھا جب بھی وہ دعا کرتا تھا اب تو اس کو بشارت بھی مل گئی تھی۔ بے اجابت۔ دعا کی قبولیت کی بشارت بھی نہ ملی تھی لیکن دل سے دعا کرتا تھا اور لبیک کی مخفی آواز سنتا تھا یعنی سمجھتا تھا کہ دعا کی توفیق خدا کی قبولیت ہے۔ چونکہ۔ جبکہ بغیر دف یعنی بشارت کے اس کا رقص یعنی دعا کی مصروفیت تھی تو اب کیوں نہ ہوتی۔ ہاتف۔ اُس کو غیبی آواز نے پرچہ کی بشارت نہ دی تھی لیکن وہ قبولیت سے پُر امید تھا۔

[3] بے زباں۔ جب اس کی امید اللہ تعالیٰ کی جانب اس کو دعوت دیتی تھی تو اس کی سب تھکن اتر جاتی تھی۔ آں کبوتر۔ ایسی روح جیسی اُس فقیر کی تھی، پالتو کبوتر ہے اس کو بلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اے ضیاء الحق۔ جن شخصوں کی رُوح اُس فقیر کی روح کی طرح ہے اگر تم ان کو اپنی جناب سے ہٹاؤ گے تب بھی وہ تمہاری صحبت ترک نہ کریں گے۔ گزاف۔ یعنی بلا وجہ بھی بھگاؤ گے تو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوگا۔

چینہ[1] و نُقلش ہمہ بر بامِ تُست — پر زناں براوج مستِ دامِ تُست

اُس کا دانہ اور غذا سب تیری اٹاری پر ہے — بلندی پر پرواز کرتا ہوا تیرے جال کا عاشق ہے

گر دمے منکر شود دُزدانہ رُوح — در اداِیِ شُکرت اے فتحِ فتوح

اگر روح کسی وقت چوروں کی طرح منکر بنتی ہے — اے فیوض کی کشادگی! تیرے شکر کی

شحنۂِ عشقِ مکرّر کینہ اش — طشتِ آتش می نہد برسینہ اش

مکرر کینہ والا عشق کا کوتوال — اُس کے سینہ پر آگ کا طشت رکھ دیتا ہے

کہ بیا سُوئے مہ و بگذر ز گرد — شاہِ عشقت خواند زُو تر باز گرد

کہ سورج کی جانب آ اور گرد سے گذر جا — تجھے عشق کے شاہ نے بلایا ہے جلد پلٹ

گردِ ایں بام و کبوتر خانہ من — چوں کبوتر پر زنم مستانہ من

میں اس اٹاری اور کبوتر خانہ کے گرد — کبوتر کی طرح مستی میں اُڑتا ہوں

جبرئیلِ[2] عشقم و سِدرم توئی — من سقیمم عیسیٰ مریم توئی

میں عشق کا جبرئیل ہوں اور تو میرا سدرہ ہے — میں بیمار ہوں اور میرا عیسیٰ (ابن) مریم تو ہے

جوش دہ آں بحرِ گوہر بار را — خوش پُرس امروز ایں بیمار را

موتی برسانے والے اُس سمندر کو جوش میں لا — آج اُس بیمار کی اچھی طرح (مزاج) پُرسی کر لے

چوں تو آنِ اُو شُدی بحر آنِ تُست — گرچہ ایں دم نوبتِ بحرانِ تُست

جب تو اُس کا ہو گیا سمندر تیری ملکیت ہے — اگرچہ اس وقت تیرے بحران کی باری ہے

ایں خود آں نالہ ست کو کرد آشکار — آنچہ پنہان ست یا رب زینہار

یہ وہ نالہ ہے جس کو اُس نے ظاہر کیا ہے — جو چھپا ہوا ہے، خدا کی پناہ

دو[3] دہاں داریم گویا ہمچو نے — یک دہاں پنہانست در لبہائے وے

ہم "نے" کی طرح دو بولنے والے منہ رکھتے ہیں — ایک منہ اُس کے ہونٹوں میں پوشیدہ ہے

یک دہاں نالاں شدہ سُوئے شما — ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا

ایک منہ تمھاری جانب نالہ کر رہا ہے — اُس نے فضا میں شور برپا کر دیا ہے

لیک داند ہر کہ اُو را منظر ست — کہ فغانِ ایں سرے ہم زاں سرست

لیکن ہر وہ شخص جانتا ہے جس میں نظر ہے — کہ اس جانب کی فریاد بھی اُس جانب کی ہے

---

1. چینہ۔ چونکہ ان روحوں کو آپ کی محبت سے غذا ملتی ہے لہٰذا وہ اُسی کی شیدائی ہیں۔ گردمے۔ اگر کسی وقت یہ روح منکر ہوتی ہے یعنی تقاضائے عشق و محبت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو شحنۂ عشق پھر آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ مکرر۔ یعنی شحنۂ عشق بار بار اپنا کینہ نکالنے والا ہے۔ کہ بیا۔ عشق کا کوتوال کہتا ہے کہ چاند یعنی محبوب کی طرف رجوع کر شحنۂ عشق سے خود عشق مراد لیا جائے اور شاہ عشق سے مراد محبوب ہے۔ گرد۔ مولانا فرماتے ہیں ضیاء الحق کی اٹاری کا کبوتر ہوں۔

2. جبرئیل۔ حضرت جبرئیل کا ملجیٰ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ جوش۔ اپنے فیوض و برکات کے سمندر کو جوش دیجئے اور مجھ بیمار کی اچھی طرح پرسش کیجیے۔ چوں۔ بحر سے مراد حق تعالیٰ ہے حدیث شریف ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ "جو خدا کا ہو گیا خدا اُس کا ہو گیا" گرچہ۔ فی الحال اگرچہ تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ ایں خود۔ میں التجا اور زاری کر رہا ہوں یہ بھی اُسی کا عطیہ ہے اور یہ اس درد کا تھوڑا سا اظہار ہے۔

3. دو دہاں۔ جس طرح بانسری کے دو منہ ہوتے ہیں ایک بجانے والے کے منہ میں دوسرا سامعین کی جانب اور جو کچھ سننے والے سنتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو نے نواز کا منہ اُس کے منہ میں پھونکتا ہے اسی طرح میرا نالہ و شیون بھی اس محبوب کا فعل ہے۔ لیک۔ جو صاحب نظر ہے وہ جانتا ہے کہ میری آہ و فغان میری نہیں ہے بلکہ وہی محبوب مجھ سے کرا رہا ہے۔

دمدمہ[1] ایں نائِ از دمہائے اُوست
اس "نے" کا شور اُس کی پھونکوں سے ہے
ہائے ہوئے رُوح از ہیہائے اُوست
روح کی ہائے و ہو اس کی ہائے و ہو کی وجہ سے ہے

گر نبودے بالبش نے را سمر
اگر "نے" کا اُس کے ہونٹوں سے وصل نہ ہوتا
نے جہاں را پُر نکردے از شکر
"نے" دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتی

با کہ خفتی وزچہ پہلو خاستی
آپ کس کے ساتھ سوئے اور کس پہلو سے بیدار ہوئے؟
کہ چنیں پُرجوش چوں دریاستی
کہ آپ ایسے جوش میں، دریا کی طرح ہیں

یَا اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ خواندیٔ
یا آپ نے "میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں" پڑھا ہے
دردلِ دریایِ آتش راندیٔ
اپنے آپ کو آگ کے دریا کے وسط میں ڈال دیا ہے

نعرہ[2] یَا نَارُکُوْنِیْ بَارِدًا
"اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا" کا نعرہ
عصمتِ جانِ تو گشت اے مقتدا
اے مقتدا! آپ کی جان کی حفاظت بن گیا ہے

اے ضیاء الحق حُسام الدین و دل
اے ضیاء الحق! آپ دیں اور دل کی تلوار ہیں
کے تواں اندود خورشیدے بگل
سورج کو مٹی میں کب چھپایا جا سکتا ہے؟

قصد کردستند ایں گِلِ پارہا
ان مٹی کے ڈھیلوں نے ارادہ کیا ہے
کہ بپوشانند خورشیدِ ترا
کہ آپ کے سورج کو چھپا دیں

دردلِ کہ لعلہا دلّالِ تُست
پہاڑ کے دل کے لعل آپ کے دلال ہیں
باغہا از خندہ مالا مالِ تُست
باغ مسکراہٹ میں آپ سے مالا مال ہیں

محرمِ مردیت را کو رُستمے
آپ کی جوانمردی کا رازدار رستم کہاں ہے؟
تاز صد خرمن یکے جو گفتمے
کہ سیکڑوں انباروں میں سے ایک جو بھر بیان کر دیتا

چوں[3] بخواہم کز سِرت آہے کنم
میں جب چاہتا ہوں کہ آپ کے راز کی ایک آہ کروں
چوں علیؓ سر را فرو چاہے کنم
(حضرت) علیؓ کی طرح سر کنویں میں کرتا ہوں

چونکہ اِخواں را دل کینہ ورست
چونکہ بھائیوں کا دل کینہ ور ہے
یوسفم را قعرِ چہ اولیٰ ترست
میرے یوسف کے لیے کنویں کی گہرائی زیادہ بہتر ہے

مست گشتم خویش بر غوغا زنم
میں مست ہوگیا ہوں میں اپنے آپ کو شور وغل پر پھینکے مارتا ہوں
چہ چہ باشد خیمہ بر صحرازنم
کنواں کیا ہوتا ہے، جنگل میں خیمہ لگاتا ہوں

---

[1] دمدمہ۔ اس بانسری کا جو کچھ نوحہ ہے وہ اس کی پھونکوں کا اثر ہے۔ اَلسُّلْطَانُ یَتَصَرَّفُ فِیْ مِلْکِہٖ کَیْفَ یَشَاءُ "بادشاہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے"۔ گر نبودے۔ اگر یہ نالہ وزاری محبوب کی جانب سے نہ ہوتی تو اس میں اس قدر جذب نہ ہوتا اور وہ دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتا۔ با کہ خفتی۔ اے ضیاء الحق یقیناً آپ رات کو عشق کے ہم آغوش تھے تب ہی آپ میں اس قدر جوش وخروش ہے۔ یا ابیت۔ آنحضور کا ارشاد ہے اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ فَیُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ "میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں تو مجھے کھلا پلا دیتا ہے"۔ یعنی آپ کو رات میں وصالِ حق میسر آتا ہے۔

[2] نعرہ۔ باوجود اس کے کہ آپ نے خود کو دریائے آتش میں ڈال دیا پھر بھی آپ زندہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ والا معجزہ پیش آیا ہے۔ اے ضیاء الحق۔ جبکہ تمہارے جوش وخروش سے بہت سے مستفید ہو رہے ہیں تو چند حاسدوں کے سورج پر مٹی ڈالنے سے سورج نہیں چھپ سکتا۔ گل پارہا۔ مٹی کے ڈھیلے۔ محرم۔ آپ میں جو کمالات ہیں اگر کوئی ان کو سننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس خرمن میں سے ایک جو کی بقدر بیان کر سکتا ہوں اس شعر میں "را" زاید ہے۔

[3] چوں بخواہم۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بعض اسرار کے چھپانے سے عاجز آ جاتے تھے اور کوئی ہمراز نہ ملتا تھا جس کو سنا کر دل ہلکا کر سکیں تو کنویں میں منہ ڈال کر وہ راز کہہ دیتے تھے۔ چونکہ۔ جب باہر دشمن ہی دشمن ہوں تو پھر کنواں ہی بہتر ہے۔ اس میں جان تو بچی رہے گی۔ مست۔ لیکن اب میری کیفیت یہ ہے کہ مستی کی زیادتی کی وجہ سے رازوں کے چھپانے پر قدرت نہیں ہے لہٰذا اب میں علی الاعلان راز کہہ دوں گا۔

برکفِ[1] من نہ شرابِ آتشیں — وانگہاں کرّ و فرِ مستانہ بیں
میرے ہاتھ پر آتشیں شراب رکھ دو — پھر مستانہ شان و شوکت دیکھو

منتظر گو باش بے گنج آں فقیر — زانکہ ما غرقیم ایں دَم در عَصیر
کہہ دو، وہ فقیر بغیر خزانہ کے منتظر رہے — کیونکہ ہم اس وقت شراب میں غرق ہیں

از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ — از منِ غرقہ شُدہ یاری مخواہ
اے فقیر! اس وقت خدا سے پناہ چاہ — مجھ ڈوبے ہوئے سے مدد نہ چاہ

کہ مرا پروائے ایں اَسناد نیست — از خود و از ریشِ خویشم یاد نیست
کیونکہ مجھے اس سند کی پروا نہیں ہے — مجھے اپنی اور اپنی ڈاڑھی کی یاد نہیں ہے

بادِ سُبلت کے بگنجد و آبِ رُو — در[2] شرابے کہ نگنجد تارِ مُو
آبرو اور غرور کہاں سمائے گا؟ — اُس شراب میں جس میں بال نہیں سماتا ہے

در دہ اے ساقی یکے رطلِ گراں — خواجہ را از ریش و سُبلت وارہاں
اے ساقی! ایک بھاری جام دے — خواجہ کو ڈاڑھی اور مونچھوں سے نجات دے

نخوتش برما سبالے میزند — لیک ریش از رشکِ ما برمیکند
اُس کا تکبر ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے — لیکن وہ ہمارے رشک سے ڈاڑھی نوچتا ہے

ماتِ اُو شو ماتِ اُو شو ماتِ اُو — کہ ہمیدانیم تزویرات اُو
تو اُس سے مات کھا، تو اُس سے مات کھا، اُس سے مات — کیونکہ ہم تو اُس کی مکاریاں جانتے ہیں

از[3] پسِ صد سال اُنچہ آید بر اُو — پیر می بیند مُعیّن مُو بمُو
سو سال بعد جو اس پر آئے گا — شیخ معین طریقہ پر سب موجود دیکھ لیتا ہے

اندر آئینہ چہ بیند مردِ عام — کہ نہ بیند پیر اندر خشتِ خام
عام انسان آئینہ میں وہ کونسی چیز دیکھتا ہے؟ — جو شیخ کچی اینٹ میں نہ دیکھ لے

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید — ہست برکوسہ یکایک آں پدید
جو کچھ ڈاڑھی والے نے اپنے گھر میں نہ دیکھا — وہ بے ریش پر ایک ایک ظاہر ہے

---

[1] برکف۔ ایک توجہ اور ڈال دیجئے پھر میری مستی کی شان دیکھیے۔ منتظر۔ اگرچہ فقیر کا قصہ خزانہ ملنے تک میں پورا نہیں کر سکا ہوں اور وہ اس خزانہ کا منتظر ہے لیکن مجھ پر شراب کی مستی طاری ہے۔ اب مجھے اُس کی جگہ کی تلاش کی فرصت نہیں ہے۔ عصیر۔ یعنی انگور کا نچوڑ، شراب۔ از خدا۔ اب میں فقیر کی کوئی مدد نہیں کر سکتا وہ صرف خدا کی پناہ چاہ لے۔ اسناد۔ یعنی وہ پرچہ جس میں خزانہ کی بات مذکور تھی۔ از خود۔ میں خود اپنے آپ کو فراموش کر چکا ہوں تو پرچہ کی مجھے کیا پروا ہے۔ بادِ سبلت۔ تکبر و غرور۔ آبرو۔ وجاہت۔

[2] در شرابے۔ جو شراب اس قدر مصفی ہے کہ اس میں بال بھی نظر آ جاتا ہے اُس شراب کے بعد انسان میں تکبر اور حبِ جاہ بالکل باقی نہیں رہتی۔ در دہ۔ تکبر و غرور کے ازالہ کا یہی علاج ہے کہ انسان شرابِ عشق پئے۔ رطلِ گراں۔ بڑا پیالہ۔ نخوتش۔ چونکہ وہ خواجہ شرابِ عشق سے خالی ہے اور ہماری مستی کے خلاف مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے یعنی تفاخر کرتا ہے لیکن اُس کے اس فعل کا ضرر اُسی کو پہنچتا ہے اور وہ خود اپنی ڈاڑھی نوچتا ہے۔ ماتِ اُو شو۔ اب اُس خواجہ کو تو بھلا کہتے ہیں اچھا اگر تو ہم فقیروں سے تکبر کرتا ہے تو کرتا رہ ہمیں اس کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہم اس تکبر کی مکاریوں سے واقف ہیں۔

[3] از پس۔ تجھے لامحالہ اپنے اس غرور کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تو اس کی سزا کو فی الحال نہیں دیکھ رہا ہے لیکن ہمیں وہ نظر آ رہی ہے۔ اندر آئینہ۔ سزا اور تکبر کے بدنتائج جو تو سو سال کے بعد دیکھے گا ہمیں ابھی سے نظر آ رہے ہیں عوام جس چیز کو آئینہ میں دیکھتے ہیں شیوخ اُس کو کچی اینٹ میں دیکھ لیتے ہیں جس پر معمولی جلا بھی نہیں ہوتی ہے۔ لحیانی۔ گھر کے اندر کی چیز جو ڈاڑھی والا نہیں دیکھ پاتا بچہ اُس کو دیکھ لیتا ہے محرموں کے چھپے ہوئے اعضا بڑی عمر کا انسان نہیں دیکھ پاتا بچے دیکھ لیتے ہیں۔

رو[1] بدریائے کہ ماہی زادۂ
تو دریا میں جا کیونکہ تو مچھلی کا جنا ہے
ہمچو خس در ریش چوں افتادۂ
ڈاڑھی میں تنکے کی طرح کیوں پڑا ہے؟

خس نۂ، دور از تو، رشکِ گوہری
تو تنکا نہیں ہے، تجھ سے دور، تو رشکِ گوہر ہے
درمیانِ موج و بحر اولیٰ تری
تو موج اور سمندر میں زیادہ مناسب ہے

بحرِ وحدانیست فرد و زوج نیست
وہ وحدانی سمندر ہے، وہ فرد اور زوج نہیں ہے
گوہر و ماہیش غیر از موج نیست
اُس کا گوہر اور مچھلی موج کے سوا نہیں ہے

اے محال و اے محال اشراکِ اُو
اے مخاطب! محال در محال ہے اُس کا شریک کرنا
دور ازاں دریا و موجِ پاکِ اُو
اُس دریا اور اُس کی پاک موج سے بعید ہے

نیست[2] اندر بحر شرک و پیچ پیچ
دریا میں شرک اور پیچ پیچ نہیں ہے
لیک با احوال چگویم ہیچ ہیچ
لیکن بھینگے سے کیا کہوں، کچھ نہیں کچھ نہیں

چونکہ جُفتِ احولانیم اے شَمن
اے برہمن! چونکہ ہم بھینگوں کے ساتھی ہیں
لازم آمد مُشرکانہ دم زدن
مشرکانہ باتیں کرنا ضروری ہو گیا

آں یکے کہ زانسوئے وصفست وحال
وہ ذات جو وصف اور خیال سے وراء ہے
جز دُوئی ناید بمیدانِ مقال
گفتگو کے میدان میں بجز دوئی کے نہیں آتی

یا چو[3] اَحول ایں دُوئی را نوش کُن
یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو پی جا
یادہاں بربند و خوش خاموش کُن
یا منہ بند کر لے اور اچھی طرح چپ ہو جا

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام
یا باری باری، کبھی خاموشی اور کبھی گفتگو
اَحولانہ طبل می زن والسلام
بھینگوں کی طرح نقارہ بجا والسلام

چوں بہ بینی محرمے گو سِرِّ جاں
جب تو کوئی محرم دیکھے، جان کا راز کہہ
گُل بہ بینی نعرہ زن چو بلبلاں
پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگا

---

1. رو بدریا۔ پھر مغرور کو خطاب ہے کہ تو عاشق زادہ ہے آدمؑ کی اولاد ہے تیرا ماویٰ اور ملجا دریائے عشق ہے تو تنکے کی طرح ڈاڑھی یعنی غرور و تکبر میں کیوں مبتلا ہے۔ خس نۂ۔ ڈاڑھی سے تو تنکے کا تعلق ہے موتی کا تعلق دریا سے ہے۔ تو موتی ہے نہ کہ تنکا۔ بحر۔ چونکہ گذشتہ اشعار میں حضرت حق تعالیٰ کو بحر سے تشبیہ دی تھی اور اُس بحر کے لیے موتی، یہ مچھلی اور موج ثابت کی تھی اس سے جو شبہات پیدا ہوتے تھے اُن کا ازالہ شروع کیا ہے کہ خدا بحر تو ہے لیکن وہ ایسا بحر وحدانیت ہے کہ نہ اُس کو فرد کہا جا سکتا ہے نہ زوج یعنی وہ کسی عدد کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا۔ امام اعظمؒ کا مقولہ ہے اَللّٰہُ وَاحِدٌ لَیْسَ وَحْدَتُہٗ کَوَحْدَۃِ الْاَعْدَادِ بَلْ بِمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ”خدا واحد ہے لیکن اُس کی وحدت عددوں کی وحدت نہیں ہے بلکہ اُس کے یہ معنٰی ہیں کہ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے“۔ اُس کے گوہر یعنی ملائکہ اور مقربین ہیں اور اُس کی مچھلی یعنی عاشق، اُن کا وجود عینِ وجودِ حق ہے۔
2. نیست۔ اُس بحر کا کوئی شریک نہیں ہے وہاں موجود بھی عین ذات ہے ”لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ“۔ سوائے اللہ کے وجود مستقل سے کوئی متصف نہیں ہے۔ احول۔ بھینگا جس کو ایک وجود کے دو وجود نظر آتے ہیں۔ وجودِ واجب کے علاوہ کسی اور کو وجودِ مستقل سے موصوف ماننا تو شرک ہے، لیکن صوفیا کے نزدیک بغیر اس عقیدے کے کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو وجودِ مستقل کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہ بھی شرک ہے بھینگے کو وجود کی وحدت سمجھانا مشکل ہے لہٰذا میں اُن سے کچھ نہیں کہتا ہوں۔ لازم آمد۔ مجبوراً سمجھانے کے لیے متکلمین کو کہنا پڑتا ہے کہ موجودات سے صانع کے وجود کو سمجھو حالانکہ ممکنات کا وجود وجود ہی نہیں ہے۔ آں یکے۔ حضرت حق تعالیٰ کی وحدت وصف یعنی بیانِ لفظی اور خیالی یعنی تصوّر سے بالاتر ہے اب اگر اس کو سمجھاؤ گے تو لامحالہ دوئی پیدا ہو گی۔
3. یا چو احول۔ اب یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو گوارا کر لو ورنہ خاموش رہو۔ یا بنوبت۔ یا ایسا کر لو کہ جب صاحب باطن ملے اُس کو سمجھا دو ورنہ خاموشی اختیار کر لو۔ چوں بہ بینی۔ جب راز دار ملے تو اُس سے توحید عارفین کی بات کر لیا کرو وہ محرم بمنزلہ گُل کے ہے اُس کے سامنے بلبلانہ نعرے لگا۔

چوں[1] بہ بینی مشک پُر مکر و مجاز — لب بہ بندو خویشتن را خُنب ساز

جب تو کوئی مشک، مکر اور مجاز سے پُر دیکھے (تو) ہونٹ بند کر لے اور اپنے آپ کو مٹکا بنا لے

دشمنِ آبست پیشِ اُو مجنب — ورنہ سنگِ جہلِ اُو بشکست خُنب

وہ پانی کا دشمن ہے اُس کے سامنے نہ ہل ورنہ اُس کی جہالت کا پتھر مٹکا پھوڑ دے گا

با سیاستہائے جاہل صبر کن — خوش مدارا کن بعقلِ مِن لَدُن

جاہل کی تکالیف پر صبر کر خدائی عقل کے ذریعہ اچھی خاطر تواضع کر

صبر با نااہل اہلاں را جلے ست — صبر صافی میکند ہر جا دلے ست

نااہلوں کے ساتھ اہلوں کا صبر کرنا جلا ہے جہاں کہیں کوئی دل ہے، صبر اس کو صاف کر دیتا ہے

آتشِ[2] نمرُود ابراہیمؑ را — صفوتِ آئینہ آمد در جلا

نمرود کی آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لیے جلا میں آئینہ کی صفائی ثابت ہوئی

جورِ کفرِ نوحیان و صبرِ نوحؑ — نوحؑ راشد صیقلِ مرآتِ رُوح

نوحؑ والوں کے کفر کا ظلم اور (حضرت) نوحؑ کا صبر (حضرت) نوحؑ کے لیے روح کے آئینہ کا صیقل بنا

حکایتِ آں مُریدِ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کے مرید کا قصہ

رفت درویشے ز شہرِ طالقان — بہرِ صیتِ بوالحسنؒ تا خارقان[3]

ایک درویش طالقان سے روانہ ہوا خارقان کے لیے ابوالحسنؒ کی شہرت کی وجہ سے

کوہہا ۔ ببرید و وادیِ دراز — بہرِ دیدِ شیخ با صدق و نیاز

پہاڑ اور دراز وادی قطع کی سچائی اور نیازمندی کے ساتھ شیخ کے دیدار کے لیے

آنچہ در رہ دید از جور و ستم — گرچہ در خوردست کوتہ می کنم

جو ظلم و ستم اُس نے راستہ میں دیکھے اگرچہ (بیان کے) لائق ہیں میں مختصر کرتا ہوں

چوں بمقصد آمد از راہ آں جواں — خانۂ آں شاہ را جُست اُو نشاں

جب وہ جوان راستہ سے مقصود پر پہنچا اُس نے اُن شاہ کے گھر کا پتا تلاش کیا

چوں بصد حُرمت بزد حلقہ درش — زن بروں کرد از درِ خانہ سرش

جب بصد احترام اُس نے اُن کے دروازے کی کنڈی بجائی عورت نے دروازے سے باہر اپنا سر نکالا

کہ چہ میخواہی بگوائے بُوالکرم — گفت ۔ بر قصدِ زیارت آمدم

اے صاحب کرم! بتا تو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں

---

1. چوں بہ بینی۔ جب تو غیر عارف کو دیکھے اور وہ ایک مشک ہے جو مکر اور مجاز سے پُر ہے تو سر بمہر مٹکے کی طرح بن جا اور ہونٹ نہ ہلا۔ دشمن۔ یعنی وہ اسرار کا دشمن ہے جو تجھ میں ہیں اور تو ظاہر کرے گا تو وہ تجھے ستائے گا۔ باسیاستہائے۔ لیکن اگر وہ بغیر اظہار اسرار کے بھی ستائیں تو اُن کی ایذا رسانی کی وجہ سے تو اُن کو ایذا نہ پہنچا صبر کر اس میں تیرا فائدہ ہے تیرے دل میں صفائی پیدا ہوگی۔
2. آتش۔ نمرود کی آگ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب کو مزید مصفّٰی کر دیا۔ جور کفر۔ حضرت نوحؑ کو قوم نے ستایا تو اُن کے مراتب روحانی اور بلند ہو گئے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کو بیوی کی اذیتیں برداشت کرنے سے بڑے مراتب حاصل ہوئے تھے۔ طالقان۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صیت۔ شہرت۔
3. خارقان۔ خراسان کے نزدیک ایک گاؤں ہے اس کو خرقان بھی کہتے ہیں اسی لیے شیخ کی نسبت خرقانی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ مصائب بیان کرنے کے قابل ہیں لیکن میں بات کو مختصر کیے دیتا ہوں۔ آں شاہ۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ۔ حلقہ در۔ دروازے کی کنڈی۔ زن۔ یعنی شیخ کی بیوی۔ زیارت۔ یعنی شیخ کی زیارت۔

خندۂ زد زن کہ خہ خہ[1] ریش بیں　　ایں سفر گیری و ایں تشویش بیں

عورت نے قہقہہ لگایا، کہ واہ واہ ڈاڑھی دیکھ　　اس سفر کرنے اور پریشانی کو دیکھ

خود تُرا کارے نبُود آں جایگاہ　　کہ بہ بیہودہ کُنی ایں عزمِ راہ

اُس جگہ تجھے کوئی کام نہ تھا؟　　کہ تو نے خواہ مخواہ راستہ کا ارادہ کیا

اشتہایِ گول گردی آمدت　　یا ملولیِ وطن غالب شُدست

تجھے احمقانہ گردش کی خواہش ہوئی　　یا وطن کی تکلیف تجھ پر غالب ہوئی

یا مگر دیوَت دو شاخہ بر نہاد　　برتو وسواسِ سفر را در کشاد

یا شاید شیطان نے دو شاخہ رکھ دیا　　تجھ پر سفر کے وسوسہ کا دروازہ کھول دیا

گفت نافرجام و فحش و دمدمہ　　من[2] نتانم باز گفتن آں ہمہ

اُس نے نامناسب اور فحش اور لغو باتیں کیں　　میں وہ سب نہیں کہہ سکتا ہوں

از مثل وز ریشخند بے حسیب　　آں مُرید افتاد از غم در نشیب

مثل اور بے حساب مذاق　　وہ مرید غم سے گڑھے میں گر گیا

پُرسیدنِ آں وارِد از حرمِ شیخ کہ شیخ کجاست و کجا جویم و جوابِ نافرجام دادنِ حرمِ شیخ آں مرید را

اُس آنے والے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش کروں اور اُس مرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا۔

اَشکش از دیدہ بجَست و گفت اُو　　باہمہ آں شاہِ شیریں نام کُو

اُس کی آنکھ سے آنسو بہہ پڑے اور اُس نے کہا　　باوجود اس کے وہ شیریں نام شاہ کہاں ہیں؟

گفت[3] آں سالوس زرّاقِ تہی　　دامِ گولان و کمندِ گمرہی

اُس نے کہا وہ مکار، ریاکار، کورا　　احمقوں کا جاہل اور گمراہی کا پھانسہ

صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو　　اُوفتادہ از وے اندر صد عتُو

تجھ جیسے لاکھوں بے عقل　　اُس کی وجہ سے صدہا سرکشی میں مبتلا ہو گئے ہیں

گر نہ بینیش و سلامت واروی　　خیرِ تو باشد نگردی زُو غوی

اگر تو اُسے نہ دیکھے اور سلامتی سے واپس چلا جائے　　تیرے لیے بہتر ہوگا، تو اُس کی وجہ سے گمراہ نہ ہوگا

لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار　　بانگِ طبلش رفتہ اطراف و دیار

شیخی باز، لالچی، پیٹو ہے　　اس کے ڈھول کی آواز اطراف اور ملکوں میں پہنچ گئی ہے

---

[1] خہ خہ۔ واہ، واہ، کیا خوب ریش یعنی اپنی ڈاڑھی کو دیکھ اُس کے ہوتے ہوئے یہ بیوقوفی۔ خود۔ تجھے اپنے گھر کوئی کام نہ تھا کہ یہ بیہودہ سفر اختیار کیا۔ اشتہای۔ یا تو تجھے احمقوں کی طرح آوارہ گردی پسند ہے یا تجھے وطن کاٹتا ہے۔ دو شاخہ۔ ایک لکڑی تھی جس سے گردن کو شکنجہ میں کستے تھے۔

[2] من نتانم۔ اُن کا نقل کرنا بھی گستاخی ہے۔ بے حسیب۔ بے حساب۔ نشیب۔ گڑھا۔ وارد۔ آنے والا۔ حرمِ شیخ۔ شیخ کی بیوی۔ اشکش۔ بیوی کے شیخ کو بُرا بھلا کہنے سے وہ رو پڑا اور بولا کہ بہر حال یہ بتادے کہ شیخ کہاں ہیں۔

[3] گفت۔ وہ شیخ کو بُرے بُرے القاب سے ذکر کر کے بولی اگر تو اس کو نہ دیکھے تو اسی میں تیری خیر ہے۔ خام ریشاں۔ ناتجربہ کار، بے عقل، عتو۔ سرکشی یعنی گمراہی۔ غوی۔ گمراہ۔

سبطی[1] اند ایں قوم گو سالہ پرست
یہ بچھڑے کی پجاری قوم سبطی ہے
برچنیں گاوے ہمی مالند دست
وہ ایسے بیل پر ہاتھ پھیر رہے ہیں

جیفۃُ اللّیل ست و بطّالُ النّہار
وہ رات کا مُردار اور دن کا جھوٹا ہے
ہر کہ او شد غرّۂ ایں طبل خوار
جو اس پیٹو پر فریفتہ ہوا

ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال
اس قوم نے سیکڑوں علم و کمال چھوڑے
مکر و تزویرے گرفتہ کاینست حال
مکر اور فریب اختیار کر لیا، کہ یہ حال ہے

آلِ موسیٰ گو دریغا تا کنوں
افسوس موسوی کہاں ہیں؟ کہ اب
عابدانِ عجل را ریزند خوں
بچھڑے کے پجاریوں کی خوں ریزی کریں

گو رہِ پیغمبر و اصحابِ او
کہاں ہے پیغمبر اور اُن کے صحابہ کا راستہ؟
گو نماز و سُبحہ و آدابِ او
کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اُس کے آداب؟

شرع[2] و تقویٰ را فگندہ سُوئے پُشت
شریعت اور تقوے کو پس پشت پھینک دیا ہے
گو عمرؓ گو امر معروفِ دُرشت
کہاں ہیں عمرؓ، کہاں ہے بھلائی کا سخت حکم؟

کایں اباحت زیں جماعت فاش شُد
کیونکہ یہ، اباحت اس جماعت سے پھیلی ہے
رخصت ہر مفلس و قلّاش شُد
ہر مفلس اور آوارہ کو رخصت مل گئی

جواب گفتنِ مُرید و زجر کردنِ اُو آں طعانہ را از کفر و بیہودہ گفتن

مُرید کا جواب دینا اور اُس طعنہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بروے جوان و گفت بس
جوان اُس پر چیخ پڑا اور بولا بس
روزِ روشن از کُجا آمد عسس
روشن دن میں رات کا کوتوال کہاں سے آ گیا؟

نورِ[3] مرداں مشرق و مغرب گرفت
مردانِ خدا کے نور نے مشرق اور مغرب کو گھیر لیا
آسمانہا سجدہ کردند از شگفت
آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کیا

آفتابِ حق برآمد از حَمَل
چھپر کھٹوں سے حق کا سورج طلوع کر آیا
زیرِ چادر رفت خورشید از خجل
سورج، شرمندگی سے چادر کے نیچے چلا گیا

تُرّہاتِ چوں تو ابلیسے مرا
تجھ جیسے شیطان کی بکواس مجھے
کے بگرداند ز خاکِ ایں سرا
اس گھر کی خاک سے کب ہٹا سکتی ہے؟

من بباد ے نامدم ہمچوں سحاب
میں ابر کی طرح ہوا کے ذریعہ نہیں آیا ہوں
تا بگردے باز گردم زیں جناب
کہ ایک گرد سے اُس درگاہ سے واپس ہو جاؤں

---

1. سبطی اند۔ اُس کے مرید بھی وہ اسرائیلی ہیں جو بچھڑے کو پوجنے لگے۔ یعنی شیخ۔ چنیں گاوے۔ جیفہ۔ جو شخص اُس کا مُرید اور معتقد ہے وہ رات کو مُردار کی طرح پڑا رہتا ہے اور دن کو بھی اُس کے کچھ اشغال نہیں ہیں۔ ہشتہ۔ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ علم و کمال کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ یہ ایک باطنی حال ہے۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی علماءِ حق کہاں ہیں ان صوفیوں نے رسولؐ اور صحابہ کی سنت کو مٹا دیا اور نماز روزہ ختم کر دیا۔ سبحہ۔ تسبیح۔

2. شرع۔ ان لوگوں نے شریعت اور تقوے کو پس پشت ڈال دیا اس وقت حضرت عمرؓ جیسے شخص کی ضرورت ہے۔ اباحت۔ یعنی حرام کو حلال سمجھا۔ قلّاش۔ بے نام و ننگ، مفلس۔ طعانہ۔ طعنہ زن عورت یعنی شیخ کی بیوی۔ عسس۔ حفاظت کے لیے رات کو پہرے دینے والا شیخ کو روزِ روشن سے تعبیر کیا اور بیوی کو رات کا کوتوال کہا ہے۔

3. نورِ مرداں۔ تو بزرگوں اور صوفیوں کو برا کہہ رہی ہے حالانکہ اُن کی شان یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اُن کے نور سے منور ہے اُن کی عظمت کے سامنے آسمان کا سر جھکا ہوا ہے۔ آفتاب۔ اُن میں جو نور ہے وہ آفتاب میں کہاں ہے۔ ترّہات۔ جب میرے یہ عقیدے ہیں تو تجھ شیطان کے بہکانے سے میں اس شیخ کے در کو کب چھوڑ سکتا ہوں۔ من بباد ے۔ میں ہوائی باتیں سن کر نہیں آیا ہوں لہٰذا تیری کرزینی گالی گلوچ مجھے اس بارگاہ سے واپس نہیں کر سکتی ہے۔

عِجل[1] باآں نور شُد قبلۂ کرم
اُس نور کے ہوتے ہوئے بچھڑا بھی قبلۂ کرم ہو گیا

قبلہ بے آں نور شد کفر و صنم
اُس نور کے بغیر قبلہ، کفر اور بت ہو گیا

ہست اباحت کز ہوا آمد ضلال
جو ''اباحت'' خواہشِ نفس سے آئے وہ گمراہی ہے

ہست اباحت کز خدا آمد کمال
جو ''اباحت'' خدا کی جانب سے آئے وہ کمال ہے

کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت
کفر ایمان ہو گیا اور شیطان نے اسلام پا لیا

آں[2] طرف کاں نورِ بے اندازہ یافت
جس طرف وہ غیر محدود نور چمکا

مَظہرِ عشق ست و محبوبِ بحق
عشق کا مظہر ہے اللہ (تعالیٰ) کا محبوب ہے

از ہمہ کرّوبیاں بُردہ سبق
تمام (مقرب بارگاہ) فرشتوں سے بڑھ گیا

سجدہ آدمؑ را بیانِ سبقِ اُوست
آدمؑ کو سجدہ اس کی افضلیت کا بیان ہے

سجدہ آرد مغز را پیوستہ پُوست
جُڑا ہوا چھلکا مغز کو سجدہ کرتا ہے

شمعِ حق را پف کنی تو اے عجوز
اے بڑھیا! تو خدائی شمع کو پھونک مار رہی ہے

ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پُوز
اے گندہ ذہن! تو بھی جل جائے گی اور تیرا سر بھی

کے شود دریا ز پوزِ سگ نجس
کتے کے منہ سے دریا کب ناپاک ہوتا ہے؟

کے شود خورشید از تُف منطمس
سورج، پھونک سے کب مٹتا ہے؟

حکم بر ظاہر اگر ہم می کنی
اگر تو ظاہر پر بھی حکم لگاتی ہے

چیست ظاہر تر بگوزیں روشنی
تو بتا اس روشنی سے زیادہ ظاہر کیا ہے؟

جملہ[3] ظاہرہا بہ پیشِ ایں ظہور
اس ظہور کے سامنے سب ظاہر

باشد اندر غایتِ نقص و قصور
کمی اور کوتاہی میں انتہا پر ہیں

ہر کہ بر شمعِ خدا آرد پفو
جو خدائی شمع پہ پھونک مارے

شمع کے میرد بسوزد پوزِ اُو
شمع کب بجھے گی، اُس کا منہ جل جائے گا

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب
تجھ جیسی چمگادڑیں بہت خواب دیکھتی ہیں

کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
کہ یہ دنیا سورج سے یتیم رہ جائے

موجہائے تیز دریاہائے رُوح
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں

ہست صد چندانکہ بُد طوفانِ نوحؑ
جتنا (حضرت) نوحؑ کا طوفان تھا اس سے کئی سوگنا ہیں

---

[1] عِجل۔ تو نے اُن کے مریدوں کو بچھڑا پوجنے والا کہا ہے تو سُن لے کہ شیخ میں جو نور ...... حق ہے اگر وہ بچھڑے میں بھی نمودار ہو جائے تو بچھڑا قبلہ بن جائے اور اگر وہ نور قبلہ سے مفقود ہو جائے تو پھر اُس کو سجدہ کرنا کفر اور صنم پرستی بن جائے۔ اباحت۔ تو نے کہا ہے کہ اس گروہ سے اباحت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ اباحت کی دو قسمیں ہیں، ایک اباحت تو وہ ہے جس کو اہلِ کلام اباحت کہتے ہیں یعنی حرام کو حلال سمجھ ...... خواہش نفسانی سے پیدا ہوتی ہے اور گمراہی ہے ایک اباحت وہ ہے جو غلبہ حال سے پیدا ہوتی ہے جیسے سماع اور وجد یہ خدا کی جانب سے ہے اور کمال ہے۔

[2] آں طرف۔ اس سے مراد آنحضورؐ ہیں آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے برخلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ مظہرِ عشق۔ ایسے نور والا عشق کا مظہر ہے اور خدا کا محبوب اور فرشتوں سے افضل ہے۔ سجدہ۔ حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کرانا اسی فضیلت کا بیان ہے مفضول افضل کو سجدہ کیا کرتا ہے۔ شمعِ حق۔ یعنی شیخ۔ گندہ پوز۔ گندہ ذہن۔ کے شود۔ تیرے بُرا کہنے سے شیخ بُرا نہ ہوگا۔ منطمس۔ مٹنے والا۔ حکم۔ اگر تو شیخ کے باطنی اوصاف کو نہیں دیکھ سکتی اور ظاہر پر حکم لگاتی ہے تو بتا اس ظاہر سے زیادہ روشن کس کا ظاہر ہے۔

[3] جملہ۔ تمام انسانوں کے ظاہری اعمال شیخ کے اعمال کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ ہر کہ۔ شعر (چراغے را کہ ایزد بر فروزد۔ ہر آنکہ پف کند ریشش بسوزد)۔ چوں تو۔ تجھ جیسی چمگادڑ کی وجہ سے شیخ جیسا آفتاب معدوم نہیں ہو سکتا۔ موجہائے۔ روح کے دریا کی موجیں طوفانِ نوحؑ کی موجوں سے تیز ہوتی ہیں اُن سے ڈرتی رہ۔

لیک اندر چشمِ کنعاں[1] موئے رَست — نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جَست

لیکن کنعان کی آنکھ میں پڑوال اُگ آیا — (حضرت) نوحؑ اور کشتی کو چھوڑا اور پہاڑ پر کودا

کوہ و کنعاں را فرو بُرد آں زماں — نیم موجے تابقعرِ امتہاں

اُس وقت پہاڑ کو اور کنعان کو بہا لے گئی — ذلت کی گہرائی میں، آدھی موج

مہ فشاند نور و سگ وَع وَع کُند — سگ ز نورِ ماہ کے مرتع کُند

چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے — کتا چاند کے نور سے کب اقتباس کرتا ہے؟

شبروان و ہمرہانِ مہ بتگ — ترکِ رفتن کے کُنند از بانگِ سگ

رات کے مسافر اور دوڑ میں چاند کے ساتھی — کتے کے بھونکنے سے چلنا کب چھوڑتے ہیں؟

جُزو سُوئے کُل رواں مانندِ تیر — کے کُند وقف ازپئے ہر گندہ پیر

جُز کُل کی جانب، تیر کی طرح رواں ہے — وہ بڑھیا کی وجہ سے کب ٹھہرتا ہے؟

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارف ست — معرفت محصُول زُہدِ سالف ست

عارف، شرع کی جان اور تقوے کی جان ہے — معرفتِ خداوندی پہلے تقوے کا نتیجہ ہے

زہد[2] اندر کاشتن کوشیدن ست — معرفت آں کشت را روئیدن ست

تقویٰ کھیتی میں کوشش کرتا ہے — معرفت اُس کھیتی کا اُگنا ہے

پس چہ تن باشد جہاد و اعتقاد — جانِ ایں کِشتن نبات ست و حصاد

مجاہدہ اور اعتقاد جسم کی طرح ہے — اس بونے کا مقصد پیداوار اور کاٹنا ہے

امرِ معروف اُو و ہم معروف اُوست — کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اُوست

وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور معروف بھی — وہ رازوں کے کھولنے والے ہیں اور راز بھی وہی ہیں

شاہِ امروزینہ و فردائے ماست — پُوست بندہ مغز نغزش دائماست

وہ ہمارے آج اور کل کے شاہ ہیں — چھلکا، عمدہ مغز کا ہمیشہ غلام ہے

چوں[3] انا الحق گفت شیخ و پیش بُرد — پس گلوئے جملہ کوراں را فشرد

جب شیخ نے اناالحق کہا اور آگے بڑھ گئے — تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا

چوں انائے بندہ لا شد از وجود — پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود

جب بندے کا وجود (ذہنی) وجود کے اعتبار سے "لا" بن گیا — اے منکر! تو سوچ کہ کیا رہ گیا؟

---

[1] کنعان۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان نے حضرت نوحؑ اوران کی کشتی کو چھوڑ کر کہا سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ "میں پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا وہ مجھے محفوظ رکھے گا۔ کوہ۔ ایک معمولی موج آئی اور اُس نے کنعان اور پہاڑ کو ڈبو دیا۔ مہ۔ کتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی ضوفشانی نہیں چھوڑتا ہے۔ مرتع۔ چراگاہ۔ شبرواں۔ رات کے مسافر چاند کی روشنی سے فائدہ اُٹھا کر سفر کرتے رہتے ہیں کتوں کے بھونکنے سے وہ نہیں رکتے ہیں۔ جزو۔ یعنی مرید و معتقد۔ کل۔ یعنی شیخ۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ جانِ شرع۔ عارف باللہ شریعت اور تقوے کا خلاصہ ہوتا ہے اس کو جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ تقویٰ ہی کا نتیجہ ہے۔

[2] زہد۔ زہد اور تقویٰ کھیتی کرنے کی کوشش کی طرح ہے اور معرفت خداوندی اُس کھیتی کا اُگنا ہے۔ جہاد۔ یعنی عملِ صالح اور عقیدہ جسم کی طرح ہوئے اور اس بونے یعنی عمل اور عقیدہ کی جان روئیدگی اور اُس کا کاٹنا (معرفت) ہے۔ امر معروف۔ بھلی بات کا حکم یعنی تو نے کہا تھا کہ عزشہاں ہیں جو بھلائی کا حکم دیں یعنی شیخ میں بھلائی نہیں ہے تو سمجھ لے وہ خود مجسم امر بالمعروف اور خود بھلے ہیں اور اُن کے باطن کا حال یہ ہے کہ وہ کاشفِ اسرار ہیں اور خود مجسم اسرار ہیں یعنی شیخ ظاہراً و باطناً مکمل ہیں۔ شاہ امروزینہ۔ وہ دنیا میں بھی ہمارے شاہ ہیں اور عقبیٰ میں بھی ہم پوست ہیں وہ مغز ہیں اور ہم ان کے غلام ہیں۔

[3] چوں انا الحق۔ شیخ مجسم شریعت ہے اگر وہ انا الحق کہے اور ظاہر بینوں کے نزدیک حد سے تجاوز کر جائے اور اس کی وجہ سے ظاہر بین غصہ میں مبتلا ہوں تو یہ بھی خلافِ شرع نہیں ہے۔ چوں۔ جب بندہ کی اپنی ہستی اس کے ذہن سے فراموش ہوگئی تو پھر تو خود نہیں رہا اب سوائے خدا کچھ نہیں رہا۔

گر ترا[1] جسم ست بکشا در نگر — بعدِ لا آخر چہ می ماند دگر
اگر تیرے آنکھ ہے، کھول، دیکھ — "لا" کے بعد آخر اور کیا رہ گیا؟

اے بُریدہ آں لب و حلق و دہاں — کہ کُند تُف سُوئے مہ یا آسماں
اے (بڑھیا) وہ ہونٹ اور حلق اور منہ کٹ جائے — جو چاند یا آسمان کی طرف تھوکے

تُف برویش باز گردد بے شکے — تُف سُوئے گردوں نیابد مسلکے
بے شک تھوک اس کے منہ پر واپس آ جائے گا — تھوک آسمان کی جانب راہ یاب نہیں ہوتا

تا قیامت تُف برُو بارد زرب — ہمچو تبّت بر روانِ بُولہب
اللہ تعالیٰ کی جانب سے قیامت تک اس پر تھوک برسے گا — جیسا کہ ابولہب کی روح پر تبّت

طبل و رایت ہست مِلکِ شہریار — سگ کسے کہ خواند اُو را طبل خوار
طبل اور جھنڈا بادشاہ کی ملکیت ہے — وہ کتا ہے، جو اُس کو پیٹو کہے

آسمانہا[2] بندۂ ماہِ وے اند — شرق و مغرب جملہ ناں خواہِ وے اند
آسمان اُس کے چاند کے غلام ہیں — مشرق و مغرب سب اس کی روٹی کے بھکاری ہیں

زانکہ لولاک ست بر توقیعِ اُو — جملہ در انعام و در توزیعِ اُو
کیونکہ اُس کے طغرے میں "لولاک" ہے — سب اُس کے انعام اور بخشش میں ہیں

گر نبودے[3] اُو نیابیدے فلک — گردش و نُور و مکانیِ ملک
اگر وہ نہ ہوتا آسمان کو حاصل نہ ہوتی — گردش اور نور اور فرشتے کا مکان بنا

گر نبودے اُو نیابیدے بحار — ہیبتِ ماہی و دُرِّ شاہوار
اگر وہ نہ ہوتا سمندر کو حاصل نہ ہوتی — مچھلی اور دُرِّ شاہوار کی صورت

گر نبودے اُو نیابیدے زمیں — در درو نہ گنج و بیروں یاسمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو زمین کو حاصل نہ ہوتا — اندر خزانہ اور باہر چنبیلی

رزقہا ہم رزق خوارانِ وے اند — میوہا لب خشکِ بارانِ وے اند
رزق بھی اُس کے رزق خور ہیں — میوے اُس کی بارش کے پیاسے ہیں

ہیں کہ معکوس ست در امر ایں گرہ — صدقہ بخشِ خویش را صدقہ بدہ
امر (خداوندی) میں یہ اُلٹا عقیدہ ہے — اپنے صدقہ دینے والے کو تو صدقہ دے

---

[1] گر ترا۔ اگر تیری حقیقت میں آنکھ ہے تو غور کر لے۔ اے بریدہ۔ اگر اب بھی کوئی انا الحق پر اعتراض کرے تو آسمان کی طرف تھوکتا ہے جس کی برائی خود اس پر آئے گی۔ تف۔ ایسے بزرگوں کی تکفیر کرنے والا خود اس میں مبتلا ہے۔ تا قیامت۔ اور ایسے لوگوں پر خدا کی تف قیامت تک رہے گی جس طرح ابولہب کے بارے میں سورۂ تبت کی بددعا برستی رہتی ہے۔ طبل۔ جبکہ شیخ شاہ ہیں، اور شاہ نقارہ اور جھنڈے کا مالک ہوتا ہے تو ان کو طبل خوار یعنی پیٹو وہی کہے گا جو خود کتا ہو۔

[2] آسمانہا۔ جبکہ شیخ میں نورِ حق ہے تو زمین و آسمان اُس کے غلام ہیں اور بقاءِ کائنات اُسی کے طفیل ہے۔ زانکہ۔ یعنی وہ نور ہے جو آنحضورؐ میں تھا جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو نہ پیدا کرتا اور شیخ کو وہی نور حاصل ہوا ہے تو اب تمام عالم اُن کا طفیلی ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہیں۔

[3] گر نبودے۔ چونکہ ان میں وہ نور ہے کہ اگر وہ نور نہ ہوتا تو زمین و آسمان نہ ہوتے لہٰذا آسمان کی گردش اور اُس کا نور، اس کا فرشتوں کا مقام ہونا، سمندروں میں مچھلی اور موتی، زمین کے اندر کے خزانے اور باہر کے بیل بوٹے سب اُن کے طفیل سے ہیں۔ رزقہا۔ رزق خواروں کا رزق اور پھلوں کے لیے بارش سب اُن کے طفیل ہے۔ ہیں۔ فقراء کو جو صدقہ دینے کا حکم ہے اس میں یہ عجب لطیفہ ہے کہ فقراء اور شیوخ ہی کے طفیل ہمیں دولت ملی ہے تو گویا وہ دولت انھوں نے ہمیں عطا کی ہے اب ہم سے کہا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے تجھے صدقہ دیا ہے تو ان کو صدقہ دے۔

از فقیرستت ہمہ زرّ و حریر   ہیں[1] غنی را دہ زکاتے اے فقیر

تیرا تمام سونا اور حریر فقیر کی وجہ سے ہے   اے فقیر! تو مالدار کو زکوٰۃ ادا کر

چوں تو ننگے جُفتِ آں مقبولِ روح   چوں عیالِ کافر اندر عقدِ نوحؑ

تجھ جیسی ذلیل کا اس مقبول روح کی بیوی ہونا   جیسے کہ (حضرت) نوحؑ کے نکاح میں کافر بیوی

گر نبودے نسبتِ توزیں سرا   پارہ پارہ کردمے ایں دم تُرا

اگر اس گھر سے تیری نسبت نہ ہوتی   اسی وقت میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا

دادمے آں نوح را از تو خلاص   تا مُشرّف گشتمے من در قصاص

اس نوحؑ کو تجھ سے نجات دلاتا   تاکہ میں قصاص سے مشرف ہو جاتا

لیک[2] باخانہ شہنشاہِ زمن   ایں چنیں گستاخی ناید زمن

لیکن شاہِ زمانہ کے گھر کے ساتھ   مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی

رو دُعا کن کہ سگِ ایں موطنی   ورنہ اکنوں کردمے من کردنی

جا دعا دے کہ تو اس جگہ کی کتیا ہے   ورنہ میں جو کچھ کرنا تھا کر گزرتا

باز گشتنِ مُرید از وثاقِ شیخ و پُرسیدن از مردم و نشان دادنِ ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے مرید کا لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور اُن کا پتا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پُرساں شد اُو از ہر کسے   شیخ را می جُست از ہر سُو بسے

اُس کے بعد وہ ہر شخص سے سوالی بنا   وہ ہر جانب شیخ کو بہت ڈھونڈ رہا تھا

پس کسے گفتش کہ آں قطبِ دیار   رفت تا ہیزم کشد از کوہسار

تو کسی نے اُس سے کہا، کہ وہ قطب عالم   گئے ہیں تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لائیں

آں مریدِ ذوالفقار[3] اندیش تفت   در ہوایِ شیخ سوئے بیشہ رفت

وہ تیز سمجھ والا مرید جلد   شیخ کی محبت میں جنگل کی طرف چل دیا

دیو می آورد پیشِ ہوشِ مرد   وسوسہ تا خفیہ گردد مہ زگرد

شیطان مرد کی عقل کے سامنے لاتا تھا   وسوسہ تاکہ چاند گرد میں چھپ جائے

کایں چنیں زن را چرا ایں شیخ دیں   دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں

کہ دین کے شیخ نے ایسی عورت کو کیوں   گھر میں یار اور ساتھی بنایا ہے؟

---

[1] ہیں۔ تو اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ ہم فقیروں سے کہا جا رہا ہے کہ تو غنی یعنی فقیر اور شیخ کو صدقہ دے۔ چوں تو۔ شیخ کے مفاخر اور فضائل بیان کرنے کے بعد بیوی کو سرزنش شروع کی ہے کہ تجھ جیسی عورت اس شیخ کے گھر میں ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حضرت نوحؑ کے گھر میں کافر عورت تھی۔ گر نبودے۔ تجھے شیخ سے نسبت ہے ورنہ تیری گستاخی پر تیرے ٹکڑے کر ڈالتا اور نوح صفت شیخ کو تجھ سے نجات دلاتا۔ مشرف۔ اگر تیرے قتل کرنے پر مجھے بدلے میں قتل کیا جاتا تو میرے لیے باعث شرف ہوتا۔

[2] لیک۔ مجبوری یہی ہے کہ تجھے شیخ سے نسبت ہے۔ رو دعا کن۔ جا دعا دے کہ تو اس در کی کتیا ہے اس لیے میرے ہاتھ سے بچ گئی۔ بعد ازاں۔ بیوی کو یہ ملامتیں کرنے کے بعد وہ مرید شیخ کی جستجو میں لگ گیا۔ ہیزم کشد۔ کسی نے اس کو بتایا کہ شیخ جنگل سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔

[3] ذوالفقار اندیش۔ یعنی اس کا ذہن ایسا ہی تیز تھا، جیسے کہ حضرت علیؓ کی ذوالفقار تلوار تیز تھی۔ دیو۔ شیطان نے شیخ کی بیوی کے سلسلہ میں مرید کے دل میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیے۔ کایں چنیں۔ وسوسہ یہ تھا کہ شیخ نے اس بدزبان عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے شاید شہوت سے مغلوب ہیں۔

ضد را با ضد ایناس[1] از کجا — با امام الناس ، نسناس از کجا

ضد کو ضد سے اُنس کہاں ہے — انسانوں کے امام کے ساتھ بن مانس کہاں سے

باز اُو لَا حَوْل میکرد آتشیں — کاعتراضِ من برُو کُفر ست و کیں

پھر وہ آتشی لاحول پڑھتا — کہ میرا اُن پر اعتراض کرنا کفر اور کینہ ہے

مَن کہ باشم با تصرُّفہائے حق — کہ برآرد نفسِ من اشکال و ذَق

اللہ تعالیٰ کے تصرُّفات کے روبرو میں کون ہوتا ہوں — کہ میرا نفس اِشکال اور اعتراض کرے

باز نفسش حملہ می آورد زود — زیں تعرُّض دردلش چوں کاہ دُود

پھر اُس کا نفس جلد حملہ کرتا — اس تعرض سے اسکے دل میں جسطرح گھاس دھواں پیدا کرتی ہے

کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل[2] — کہ بُود با اُو بصحبت ہم مَقیل

کہ شیطان کو جبرئیلؑ سے کیا نسبت؟ — کہ وہ صحبت میں اُس سے ہمخواب ہو

چوں تواند ساخت با آزر خلیلؑ — چوں تواند ساخت با رہزن دلیل

خلیلؑ، آزر کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟ — رہنما، ڈاکو کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟

یافتنِ آں مُرید مُرادرا و ملاقاتِ اُو باشیخ نزدیک آں بیشہ

مرید کا مراد حاصل کر لینا اور جنگل کے قریب شیخ سے اُس کی ملاقات

اندریں بُود اُو کہ شیخِ نامدار — زُود پیش اُفتاد برشیرے سوار

وہ اسی میں تھا کہ نامور شیخ — ایک شیر پر سوار بہت جلد سامنے آ گئے

شیرِ غرّاں ہیزمش را میکشید — برسرِ ہیزم نشستہ آں سعید

شیر غراتا ہوا اُن کا ایندھن کھینچ رہا تھا — وہ نیک بخت ایندھن پر بیٹھے ہوئے تھے

تازیانہ اش مارِ نر بُود از شرف — مار را بگرفت چوں خرزن بکف

بزرگی کی وجہ سے اُن کا کوڑا نر سانپ تھا — سانپ کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے

تو[3] یقیں میداں کہ ہر شیخے کہ ہست — ہم سواری میکند برشیر مست

تو یقین کر کہ جو شیخ بھی ہے — وہ مست شیر پر سواری بھی کرتا ہے

گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست — لیک آں برچشمِ جاں ملبُوس نیست

اگرچہ وہ محسوس اور یہ محسوس نہیں ہے — لیکن وہ باطن کی آنکھ پر پوشیدہ نہیں ہے

صد ہزاراں شیر زیرِ رانِ شاں — پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں

لاکھوں شیر اُن کی ران کے نیچے — غیب داں آنکھ کے سامنے لکڑیاں ڈھونے والے ہیں

---

[1] ایناس۔ محبت۔ امام الناس۔ یعنی شیخ۔ نسناس۔ بن مانس یعنی بیوی۔ کاعتراض۔ یعنی شیخ پر بدگمانی۔ ذَق۔ اعتراض۔ تصرفہای۔ ایسی بدعورت کا شیخ کی بیوی ہونا خدائی تصرُّف ہے وہ خود مصلحت جانتا ہے ہمیں اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ باز۔ وہ لاحول پڑھتا لیکن نفس پھر اُس کے دل میں اسی طرح وسوسہ پیدا کر دیتا جیسا گھاس بہت دھواں پیدا کر دیتی ہے۔ دیو۔ شیطان یعنی بیوی۔

[2] جبرئیل یعنی شیخ۔ ہم مقیل۔ ہمخواب۔ آزر۔ حضور ابراہیمؑ کا باپ۔ اندریں۔ مرید اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ شیخ ایک شیر پر سوار اُس کے سامنے آ گیا۔ شیرِ غراں۔ اس نے دیکھا کہ شیر غرا رہا ہے اور اسکی کمر پر لکڑیاں ہیں اور شیخ اُن لکڑیوں پر بیٹھے چلے آ رہے ہیں۔ تازیانہ۔ ہاتھ میں ایک سانپ ہے جس سے کوڑے کا کام لے رہے ہیں۔

[3] تو یقین۔ شیخ ابوالحسنؒ ہی نہیں بلکہ ہر شیخ مست شیر پر سوار ہے۔ گرچہ۔ فرق اتنا ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ کا شیر نظر آ رہا تھا دوسرے شیوخ کے شیر عوام کو نظر نہیں آتے ہیں صرف ان لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کو چشمِ بصیرت حاصل ہو۔ صد ہزاراں۔ بزرگوں اور شیوخ کی سواری میں لاکھوں شیر ہیں جو ان کی خدمت کرتے ہیں مولانا کی مراد شیروں سے نفسِ امارہ ہے جیسا کہ گذشتہ دفتروں میں لومڑی اور شیر کے قصہ سے واضح ہو رہا ہے۔

لیک آں یک را خدا محسوس کرد
لیکن خدا نے اس ایک کو ظاہر کر دیا
تا کہ بیند نیز اُو کہ نیست مرد[1]
تا کہ وہ بھی دیکھ لے جو مرد (میدان) نہیں ہے

دیدش از دور و بخندید آں خدیو
انھوں نے اُس کو دور سے دیکھا اور وہ شاہ ہنس پڑے
گفت آں را مشنو اے مفتونِ دیو
فرمایا اے شیطان کے فریب خوردہ اُس کی نہ سُن

از ضمیرِ اُو بدانست آں جلیل
اُن بزرگ نے اُس کے دل میں سے جان لیا
ہم زنورِ دل بلے نعم الدّلیل
دل کے نور سے، ہاں وہ اچھا رہنما ہے

خواند بروے یک بیک آں ذوفنوں
اُن ہنرمند نے ایک ایک بتا دیا
انچہ در رہ رفت باوے تاکنوں
جو اُس پر راستہ میں اب تک گذرا

بعدازاں[2] در مشکلِ انکارِ زن
اُس کے بعد عورت کے انکار کے اشکال کے سلسلہ میں
برگشاد آں خوش سَرایندہ دہن
اُن خوش گو نے، منہ کھولا

کاں تحمّل از ہوایِ نفس نیست
کہ وہ برداشت، نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے
آں خیالِ نفسِ تُست اینجا مایست
وہ تیرے نفس کا وہم ہے، اس جگہ قائم نہ رہ

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
اگر بیوی کے بوجھ کو میرا صبر برداشت نہ کرتا
کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من
تو نر شیر، میری بیگار کب برداشت کرتا؟

اشترانِ بختیم اندر سبق
میں مسابقت میں بُختی اونٹ ہوں
مست و بیخود زیرِ محملہائے حق
اللہ کے کجاووں کے نیچے، مست اور بے خود ہوں

من[3] نیم در امر و فرماں نیم خام
میں حکم اور فرمان کے بارے میں ادھ کچرا نہیں ہوں
تا بیندیشم من از تشنیعِ عام
کہ عوام کے (طعن و) تشنیع کی فکر کروں

عامِ ما و خاصِ ما فرمانِ اُوست
ہمارے عام اور ہمارا خاص اُس کا حکم ہے
جانِ ما بر رُو دواں جویانِ اُوست
ہماری جان منہ کے بل، اُس کی تلاش میں دوڑ رہی ہے

دورم از تحسین و تشویقش ہمہ
میں اُن کی تعریف اور شوق دلانے سے بالکل دُور ہوں
فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ
اُن کے جھٹلانے اور تصدیق سے بالکل بے نیاز ہوں

فردیِ ما جفتیِ ما نہ از ہواست
ہمارا اکیلا پن اور جوڑا ہونا نفس کی خواہش سے نہیں ہے
جانِ ما چو مُہرہ در دستِ خداست
ہماری جان نرد کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہے

بارِ آں ابلہ کشیم و صد چو اُو
ہم اُس بیوقوف کا اور اُس جیسے سیکڑوں کا بار برداشت کرتے ہیں
نے ز عشقِ رنگ و نے سودائے بُو
نہ رنگت کے عشق سے اور نہ خوشبو کے خیال سے

[1] مرد۔ یعنی عوام بھی دیکھ لیں۔ آں را مشنو۔ یہ شیطان کے وسوسہ کی بات نہ سننا۔ از ضمیر۔ شیخ نے جو اُس کو نصیحت کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو کشف سے اُس کے دل کا وسوسہ معلوم ہو گیا تھا۔ نعم الدلیل۔ اُس کے دل کی بات کیوں نہ معلوم ہوتی۔ کشف بہترین راہنما ہے۔ خواند۔ اُسکے دل پر جو وساوس گذرے وہ سب اُسکو بتا دیے۔

[2] بعدازاں۔ عورت نے شیخ کی بزرگی کا ارتکاز کیا تھا اس سے اُس کے دل میں اشکال پیدا ہوا تھا کہ ایسی عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے، شیخ نے اس کا جواب دینا شروع کیا۔ کاں تحمل۔ اُس کو میں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے بیوی نہیں بنا رکھا ہے۔ بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور صبر کی طاقت بڑھانے کے لیے بیوی بنا رکھا ہے۔ اُشتراں۔ ہم صوفیوں کی مثال نیکیوں کی جانب سبقت کرنے میں بختی اونٹوں کی سی ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کا بوجھ مستی اور بیخودی سے برداشت کرتے ہیں۔

[3] من نیم۔ میں بھی خدا کے احکام کے بارے میں کچا نہیں کہ کسی معاملہ میں عام بدنامی، یا خاص بدنامی سے ڈروں۔ عامِ ما۔ ہمارا عوام و خواص سے واسطہ نہیں، ہمارا تعلق تو صرف فرمانِ خداوندی سے ہے۔ دورم۔ مجھے لوگوں کی تعریف کی پروا ہے نہ مذمت کی۔ فردی۔ کسی سے علیحدگی یا کسی کے ساتھ رہنا اپنی خواہش سے نہیں ہے بلکہ منشائے خداوندی کے مطابق ہے۔ بارِ آں۔ اس بیوقوف بیوی ہی کا کیا میں اُس جیسے سیکڑوں کا بار صرف رضائے خداوندی کے لیے برداشت کرتا ہوں۔

لینقدر[1] خود درسِ شاگردانِ ماست
اتنا تو ہمارے شاگردوں کا سبق ہے
کرّ و فرِّ ملحمہ ماتا کجاست
ہماری جنگ کا کروفر کہاں تک ہے؟

تا کجا آنجا کہ جارا راہ نیست
وہاں تک ہے، جہاں مکان کے لیے راستہ نہیں ہے
جز سَنا برقِ مہِ اللہ نیست
سوائے اللہ تعالیٰ کے چاند کے نور کی چمک نہیں ہے

ازہمہ اوہام و تصویرات دُور
تمام وہموں اور تصوروں سے دور ہے
نور نور نور نورِ نور
نور ہی نور، نور ہی نور، نور کا نور ہے

بہرِ تومن پست کردم گفتگو
تیری خاطر میں نے پست گفتگو کی
تابسازی با رفیقِ زشت خُو
تاکہ تو بد خو ساتھی سے بنائے رکھے

تاکشی خندان و خوش بارِ حرج
تاکہ تو تنگی کا بار، ہنسی خوشی برداشت کر لے
ازپئے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ
''صبر کشادگی کی کنجی ہے'' کی خاطر

چوں[2] بسازی باخسیِ ایں خساں
جب تو اُن کمینوں کے کمینہ پن سے بنا لے گا
گردی اندر نورِ سُنّتہا رساں
سنتوں کے نور میں پہنچ جائے گا

کانبیا رنجِ خساں بس دیدہ اند
کیونکہ نبیوں نے کمینوں سے بہت تکلیف اٹھائی ہے
از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند
ایسے سانپوں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں

چوں مُراد و حکمِ یزدانِ غفور
چونکہ اللہ غفور کا مقصود اور حکم
بُوذ در قدمت تجلّی و ظہور
ازل میں تجلی اور ظہور تھا

بے[3] ز ضدّے ضدّ را نتواں نمُود
کسی ضد کے بغیر ضد کو نہیں دکھایا جا سکتا
واں شہِ بیمثل را ضدّے نبُود
اور اُس بے مثل شاہ کا کوئی ضد نہ تھا

حکمت در اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ
''میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں'' میں حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینۂ
اس نے صاحب دل کو خلیفہ بنا دیا
تابُود شاہیش را آئینۂ
تاکہ وہ اُس کی شاہی کا آئینہ ہو

پس صفائی بیحدو دش داد اُو
پھر اُس نے اسکو بے حد صفائی اور آراستگی بخش دی
وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد اُو
پھر اُس نے اُس کی ضد تاریکی سے بنا دی

---

[1] لینقدر۔ جس قدر تعلق مع اللہ اور اس کے احکام کے اتباع کا ذکر ہے یہ تو ہمارے شاگردوں کو بھی ہے اور خدا کے کرم سے ہمارا مرتبہ تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ تا کجا۔ ہماری پہنچ تو ذاتِ لامکانی کے مشاہدہ میں ہے جہاں نور ہی نور ہے اور جو تصور اور خیال سے بالاتر ہے۔ بہرِ تو۔ میں نے جو اپنے آپ کو بختی اونٹ بتایا تھا اور کہا تھا کہ ہم بیوقوفوں کی صحبت اصلاحِ نفس کے لیے برداشت کرتے ہیں یہ اپنے مقام سے پست گفتگو تیری نصیحت کے لیے کی تھی تاکہ تو صبر کی عادت ڈال لے۔

[2] چوں بسازی۔ جب تو کمینوں کے کمینہ پن کو برداشت کرے گا تو رسولوں کی سنت کا عامل بن جائے گا۔ کانبیا۔ رسولوں اور نبیوں نے کمینوں کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور صبر کیا ہے اور ان سانپ بچھوؤں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں۔ چوں مرا۔ اب اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ ابرار و اشرار کی یہ آویزش کیوں ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے اپنی تجلی اور ظہور چاہا تو ظاہر ہے کہ ایک چیز کا پورا علمی ظہور جب ہو سکتا تھا کہ اس کی ضد بھی پیدا کر دی جائے۔

[3] بےز ضدے۔ جبکہ علمی اعتبار سے ایک چیز کا ظہور دوسری ضد کے ظہور پر موقوف ہے اور حق تعالیٰ کی کوئی ضد نہ تھی تو حضرت حق تعالیٰ نے ایک اپنا خلیفہ بنایا تاکہ اُس کے اوصاف کمالی حضرتِ حق تعالیٰ کے اوصاف کا آئینہ بن جائیں۔ پس۔ اللہ تعالیٰ نے اس خلیفہ میں اثباتی صفات ودیعت فرما دیں اور اس کے بالمقابل ایک مخلوق ایسی پیدا فرما دی جو تاریکی سے پُر ہے۔ دش۔ خود آراستگی۔

دو[1] علَم برساخت اِسفید و سیاہ — آں یکے آدمؑ دگر ابلیس راہ

سفید اور سیاہ دو جھنڈے بلند کر دیے — ایک آدمؑ کا دوسرا شیطانی راستہ

درمیانِ آں دو لشکر گاہِ زفت — چالش و پیکار آنچہ رفت رفت

ان دو عظیم لشکر گاہ میں — جنگ و پیکار جو بھی ہوئی وہ ہوئی

ہمچناں دورِ دوم ہابیل شُد — ضدِ نورِ پاکِ اُو قابیل شُد

اسی طرح دوسری بار ہابیل ہوا — اُس کے پاک نور کی ضد قابیل ہوا

ہمچناں ایں دو علَم از عدل و جَور — تا بہ نمرود آمد اندر دَور دَور

اسی طرح انصاف اور ظلم کے یہ دو جھنڈے — سلسلہ بہ سلسلہ نمرود تک آئے

ضدِ ابراہیمؑ گشت و خصمِ اُو — واں دو لشکر کین گذار و جنگجو

وہ (حضرت) ابراہیمؑ کی ضد اور دشمن ہوا — اور وہ دونوں لشکر کینہ کش اور جنگجو رہے

چوں[2] درازیِ جنگ آمد ناخوشش — فیصلِ آں ہر دو آمد آتشش

جب اُس کو جنگ کا طول ناگوار ہوا — اُن دونوں کا فیصلہ کرنے والی اس کی آگ آ گئی

حکم کرد اُو آتشے را و نکر — تا شود حلِّ مُشکل آں دو نفر

پھر اُس نے آگ اور عذاب کو حکم دے دیا — تاکہ دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جائے

دَور دَور و قَرن قَرن ایں دو فریق — تا بفرعون و بموسیٰؑ شفیق

زمانہ بہ زمانہ اور قرن بہ قرن یہ دونوں فریق — فرعون اور مہرباں موسیٰؑ تک

سالہا اندر میاں شاں حرب بُود — چوں زحد رفت و ملولی میفزود

اُن کے درمیان سالوں جنگ ہوئی — جب حد سے بڑھ گئی اور ملال بڑھانے لگی

آبِ[3] دریا را حکم سازید حق — تا کہ ماند کہ بَرد زیں دو سبق

اللہ تعالیٰ نے دریا کے پانی کو حکم بنایا — کہ کون ہارتا ہے اور ان دونوں میں کون بازی لے جاتا ہے

تا کہ فرعوں را باآں فرعونیاں — آبِ دریا غرق شاں کرد آں زماں

یہاں تک کہ فرعون کو مع فرعونیوں کے — اُس وقت اُن کو دریا کے پانی میں ڈبویا

ہم نکر سازید از بہرِ ثمود — صیحہ کہ جانِ شاں را در ربُود

ثمود کے لیے بھی عذاب بنا دیا — وہ چیخ کہ جو اُن کی جان کو اُچک لے گئی

ہم نکر سازید بہرِ قومِ عاد — زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد

قوم عاد کے لیے بھی عذاب بنا دیا — جلد اٹھنے والی تیز رفتار یعنی ہوا کو

---

[1] دو علَم۔ تو اب دو شخصیتیں رونما ہو گئیں ایک سفید اور ایک سیاہ یعنی حضرت آدمؑ اور شیطان۔ درمیان۔ اب دونوں قسم کی مخلوق میں متضاد اوصاف ہیں اور ہر ایک خدا کی متضاد صفات کا مظہر ہے سب سے پہلے تو حضرت آدمؑ اور شیطان ان صفات کے مظہر ہیں۔ دورِ دوم۔ پھر ہابیل اور قابیل مظہر ہیں۔ ضدِ ابراہیمؑ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں کشمکش ہوئی اور وہ دونوں مظہر بنے۔

[2] چوں درازی۔ جب ابراہیمؑ اور نمرود کی جنگ دراز ہو گئی، تو آگ کو دونوں کا حَکم بنا دیا اور اُس نے فیصلہ کر دیا کہ ابراہیمؑ حق پر ہیں اور نمرود باطل پر ہے۔ دَور دَور۔ ہر زمانہ میں اسی طرح کے دو گروہوں میں کشمکش جاری ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں یہی کشمکش تھی اور ان کی ایک جنگ و جدل نے طول پکڑا۔

[3] آبِ دریا۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی باہمی آویزش میں دریائے نیل کو حکم دے دیا اُس نے حضرت موسیٰؑ کو جتا دیا اور فرعون غرق ہو کر ہار گیا۔ بہرِ ثمود۔ ثمود چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ قومِ عاد۔ اس قوم کو تیز ہوا نے ہلاک کر دیا۔

ہم[1] نگر سازید برقاروں زکیں
غصہ سے قارون کے لیے بھی عذاب بنا دیا

تا فروبردش چو اژ درہا زمیں
حتیٰ کہ زمین اسکو اژدھے کی طرح نگل گئی

تا حلیمی زمیں شد جملہ قہر
حتیٰ کہ زمین کی بردباری سب قہر بن گئی

بُرد قاروں را و گنجش را بقعر
قارون اور اُس کے خزانے کو گہرائی میں لے گئی

لقمہ راکاں ستونِ ایں تن ست
اُس لقمہ کو جو اس جسم کا ستون ہے

دفعِ تیغِ جُوع ناں چوں جوشن ست
روٹی کی بھوک کی تلوار کے دفعیہ کیلیے زرہ کی طرح ہے

چونکہ حق قہرے نہد در نانِ تُو
جب خدا تیری روٹی میں قہر پیدا کر دیتا ہے

چوں خُناق آں ناں بگیرد در گلُو
وہ روٹی گلے میں خناق کیطرح پھنس جاتی ہے

ایں[2] لباسے کہ ز سرما شُد مجیر
یہ لباس جو سردی میں پناہ دینے والا تھا

حق دہد اُو را مزاجِ زمہریر
اللہ تعالیٰ اُس میں ٹھٹھر کا مزاج پیدا فرما دیتا ہے

تاشود برجسمت ایں جُبّہ شگرف
حتیٰ کہ یہ عجب جُبّہ تیرے جسم پر ہو جاتا ہے

سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
یخ کی طرح ٹھنڈا، برف کی طرح کاٹنے والا

تا گریزی از وشق ہم از حریر
حتیٰ کہ تو پوستین اور حریر سے بھی گریز کرے گا

زُو پناہ آری بسُوئے زمہریر
(اور) اُس سے زمہریر کی طرف پناہ پکڑے گا

تو دو قلّہ نیستی یک قلّہٗ
تو دو قلّے نہیں ہے ایک قلّہ ہے

غافل از قصۂ عذابِ ظُلّہٗ
یوم الظلہ کے عذاب کے قصہ سے غافل ہے

امرِ حق آمد بشہرستان وده
شہر اور گاؤں میں اللہ تعالیٰ کا حکم آیا

خانہ و دیوار را، سایہ مدہ
گھر اور دیوار کو، سایہ نہ دے

مانع[3] از باراں مباش و آفتاب
بارش اور سورج سے مانع نہ بن

تابداں مُرسل شُدند اُمت شتاب
یہاں تک کہ امت جلد اُس رسول کے پاس گئی

کہ بمُردیم اغلب اے مہترِ اماں
کہ ہم زیادہ تر مر گئے، اے سردار! اماں

باقیش از دفترِ تفسیر خواں
اس کا باقی تفسیر کی کتاب میں پڑھ لے

چوں عصا را مار کرد آں چُست دست
جبکہ اُس چابک دست نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا

گر تُرا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
اگر تیرے اندر عقل ہے، یہ نکتہ کافی ہے

ہم چنیں تا دور و طورِ مصطفےؐ
اسی طرح مصطفیؐ کے طور اور دور تک

با ابُوجہل آں سپہدارِ جفا
ابوجہل کے ساتھ، جو ظلم کا سپہ سالار تھا

---

[1] ہم نگر۔ قارون کیلیے زمین جیسی پُر وقار اور بردبار چیز کو سبب عذاب بنا دیا اور وہ اسکو اژدہے کی طرح نگل گئی۔ لقمہ۔ زمین میں بردباری تھی لیکن قارون کیلیے قہر آلود ہوگئی وہ تو غذا جیسی چیز کو جو انسان کی مددگار اور مدارِ حیات ہے موت کا سبب بنا دیتا ہے۔ خناق۔ یہ ایک مرض ہے جسمیں گلے اور حلق پر ورم آ جاتا ہے اور سانس بند ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

[2] ایں لباسے۔ گرم کپڑوں میں ٹھنڈک پیدا فرما دیتا ہے اور وہ برف کی طرح ہو جاتے ہیں۔ وشق۔ پوستین۔ زمہریر۔ سخت ٹھنڈک یعنی تو زمہریر کو اُس گرم کپڑے سے زیادہ غنیمت سمجھے گا۔ دو قلہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر دو مٹکے پانی ہو اور اسمیں نجاست گرے تو ناپاک نہیں ہوتا یعنی تو مرد کامل نہیں ہے۔ عذاب ظلہ۔ اصحاب ایکہ پر عذاب آیا تو خدا نے مکانات اور در و دیوار کو حکم دے دیا کہ وہ اُن پر سایہ نہ کریں اور وہ لوگ سورج کی گرمی سے مر گئے۔

[3] مانع۔ جب مکانات وغیرہ بارش اور دھوپ سے مانع نہ بنے تو وہ لوگ بھاگ کر اپنے رسول حضرت شعیبؑ کے پاس گئے۔ کہ بمُردیم۔ جا کر کہنے لگے کہ ہم مرنے کے قریب ہیں، امن دے دیجئے اب ہم اس قصہ کو چھوڑتے ہیں تو تفسیر کی کتابوں میں پڑھ لینا۔ چست دست۔ چابکدست یعنی حضرت موسیٰؑ۔ ایں نکتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کمال کو ثابت اور حق کو قبول کرنے کیلیے کچھیں۔ آنحضورؐ اور ابوجہل کا مقابلہ رہا اور آنحضورؐ سے یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ اسکے ہاتھ کی کنکریوں نے اُنکی رسالت کی گواہی دی۔

سنگ در تسبیح آمد در شتاب — از میانِ اصبعینِ آفتاب[1]

فوراً، سنگ (ریزے) تسبیح کرنے لگے — آفتاب کی انگلیوں میں سے

منکر آں دید و فرو ناورد سر — دشمنی اُو کور کردش از نظر

منکر نے اُس کو دیکھا اور سر نہ جھکایا — دشمنی نے اس کو دیکھنے سے اندھا کر دیا

تو نظر داری ولے امعانش نیست — چشمۂ افسردہ است و کردہ ایست

تو نظر رکھتا ہے لیکن اُس میں گہرائی نہیں ہے — ٹھہرا ہوا چشمہ ہے اور وہ رُک گیا ہے

زیں ہمی گوید نگارندہ فکر — کہ بکن اے بندہ اِمعانِ نظر

اسی لیے عقل کا (نقش و) نگار کرنے والا فرماتا ہے — کہ اے بندے! گہری نظر کر

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد — لیک اے پولاد بر داوُدؑ گرد

وہ نہیں چاہتا کہ تو ٹھنڈا لوہا کوٹے — لیکن اے فولاد! داوٗدؑ کا چکر کاٹ

تنِ[2] بُمردت سُوئے اسرافیل راں — دل فسردت رو بخورشیدِ رواں

تیرا جسم مر گیا ہو تو اسرافیلؑ کے پاس جا — تیرا دل ٹھٹھر گیا ہو تو روح کے آفتاب کے پاس جا

درخیال از بسکہ گشتی مکتسی — نک بسُوفسطائی بدظن رسی

تو خیالات کو بہت پہننے والا بن گیا — اب تو بدظن سوفسطائی کے پاس جاتا ہے

اُو خود از لُبِّ خرد معزول بُود — شد ز حس محروم و معزول از وُجود

وہ خود عقل کے جوہر سے جُدا تھا — حس سے محروم اور وجود سے جدا ہو گیا

گر ز خود و زلُبِّ خود معزول گشت — از وجودِ حس خود مفصول گشت

وہ اگر اپنے آپ سے اور عقل سے جُدا ہوا — (تو) اپنے حس کے وجود سے جدا ہو گیا

ہیں[3] سخن خا، نوبتِ لب خائی ست — گر بگوئی خلق را رُسوائی ست

خبردار! اے باتیں بنانیوالے! ہونٹ چبانے کا موقع ہے — اگر عوام سے کہے گا، رسوائی ہے

چیست اِمعاں؟ چشمہ را کردن رواں — چوں ز تن جاں رست گویندش رواں

امعان کیا ہے؟ چشمہ کو جاری کرنا — جب جان جسم سے چھوٹی اس کو "رواں" کہتے ہیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضورؐ۔ منکر۔ ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا لیکن پھر بھی سر تسلیم خم نہ کیا اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کا غور وفکر صحیح نہ تھا۔ تو نظر داری۔ اب نظر کی صحت اور اُس کی نفع رسانی کا بیان شروع کیا ہے کہ اگر نظر میں گہرائی نہ ہو تو وہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ زیں ہمی گوید۔ قرآن پاک میں ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ "دو مرتبہ نظر ڈال" نظر کی تکرار بھی اُس کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ آں نمی خواہد۔ نظر کے صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ خدا کے نیک بندوں سے جو حق کے متبع ہوں مدد حاصل کی جائے ورنہ محض فلاسفر کی طرز پر غور کرنا تو ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے۔

[2] تن بمردت۔ حضرت اسرافیلؑ تو جسم کو حیات بخشنے والے ہیں اور اہل اللہ روح کو زندہ کر دیتے ہیں لہٰذا اُن کی صحبت اختیار کرے گا تو تجھے صحیح نظر حاصل ہو جائے گی۔ درخیال۔ چونکہ تو فاسد اوہام میں مبتلا ہے لہٰذا اپنے ہم جنس فلسفی کے پاس جاتا ہے اور چونکہ وہ بھی فاسد خیالات میں مبتلا ہے وہ تجھے کبھی صحیح نظر نہیں عطا کر سکے گا۔ او زخود۔ چونکہ وہ سوفسطائی خود عقل سے بیگانہ ہے نتیجہ یہ ہے کہ اپنے وجود کو بھی ایک موہوم شے سمجھتا ہے۔ گر زخود۔ جبکہ وہ اپنی عقل اور وجود سے بیگانہ ہے تو اُس میں حس بھی باقی نہیں لہٰذا اس کی صحبت تیرے لیے بالکل نفع بخش نہیں ہے۔

[3] ہیں سخن خا۔ گفتگو یہ ہو رہی ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کا ظہور مخلوق کے وجود کے واسطے سے ہے یہ مسئلہ عوام نہ سمجھ سکیں گے لہٰذا خاموشی اختیار کر ورنہ سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا لہٰذا جہاں سے بات شروع ہوئی تھی یعنی صحیح نظر اور امعانِ نظر کی وہی بات کرنی چاہیے۔ چیست۔ امعان کے لغوی معنی چشمہ کو جاری کرنے اور روانہ کرنے کے ہیں چونکہ روح جسم سے جدا ہو کر روانہ ہوتی ہے اس لیے اُس کو رواں کہتے ہیں لہٰذا امعان کے معنی نظر کو گہرائی کی طرف روانہ کرنے کے ہوئے۔

آں حکیمے[1] را کہ جاں از بندِ تن — باز رَست و شُد رواں اندر چمن

وہ حکیم کہ جس کی جان جسم کی قید سے — چھوٹی اور چمن میں روانہ ہوئی

یا رواں شُد خود بسُوئے ھاویہ — ہمچُو مُوش از زاویہ در زاویہ[2]

یا جہنم کی جانب روانہ ہوئی — (یا) چوہے کی طرح، ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں

دو لقب را او بریں ہر دو نہاد — بہرِ فرق اے آفریں بر جانش باد

اُس نے ان دونوں کے دو لقب بنائے — فرق کرنے کے لیے اُس کی جان پر آفریں ہے

دربیانِ آنکہ بر فرماں رَوَد — گر گلے را خار خواہد آں شود

اُس شخص کے بیان کے لیے جو حکم پر چلے — اگر پھول کو کانٹا بنانا چاہے تو ہو جائے

معجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در تخلیصِ

پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہوا کے نازل

مُومنانِ اُمت بوقتِ نزولِ باد

ہونے کے وقت امت کے مومنوں کے بچانے کے لیے

ہودؑ گردِ مُومناں خطّے کشید — تاز باد آں قوم او رنجے ندید

ہودؑ نے مومنوں کے چاروں طرف ایک لکیر کھینچ دی — یہاں تک کہ اُس قوم نے ہوا سے کوئی تکلیف نہ دیکھی

مُومناں از دستِ بادِ ضائرہ[3] — جملہ بنشستند اندر دائرہ

مومن نقصان رسان ہوا کے ہاتھ سے بچ کر — سب دائرے میں بیٹھ گئے

باد طوفاں بُود و او کشتی عسے — ہست ازیں طوفاں و ایں کشتی بسے

ہوا طوفان تھی اور وہ یقیناً کشتی تھا — اس طرح کے طوفان اور کشتیاں بہت ہیں

باد طوفاں بُود و کشتی لُطفِ ہُو — بس چنیں کشتی و طوفاں دارد او

ہوا طوفان تھی اور کشتی اللہ تعالیٰ کی مہربانی — وہ ایسی بہت سی کشتیاں اور طوفان رکھتا ہے

پادشاہے را خدا کشتی کند — تا بحرصِ خویش برصفہا زند

اللہ تعالیٰ بادشاہ کو، کشتی بنا دیتا ہے — یہاں تک کہ وہ اپنی حرص کی وجہ سے صفوں پر حملہ کرتا ہے

---

[1] آں حکیمے۔ شیخ بوعلی سینا نے رسالہ معراجیہ میں کہا ہے کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک کو روحِ حیوانی کہا جاتا ہے وہ لطیف بخارات ہیں اور ایک کو روحِ انسانی جو بدن سے نکل کر روانہ ہو جاتی ہے اور وہ روحِ حیوانی کو نفس حیوانی اور جان سے تعبیر کرتا ہے اور روحِ انسانی کو نفسِ ناطقہ اور روان سے تعبیر کرتا ہے تو اُس نے بھی روان میں روانگی اور جاری ہونے کے معنٰی کا لحاظ کیا اسی طرح اِمعانِ نظر میں نظر کو گہرائی میں جاری کرنے اور روانہ کرنے کا مفہوم ماخوذ ہے۔ یاروان۔ شیخ بوعلی سینا کی بعض علما نے تکفیر کی ہے اس لیے مولانا نے فرمایا ہے کہ اس کا نفسِ ناطقہ اور روانٔ بدن سے جدا ہو کر چمن میں ہے یا ہاویہ یعنی جہنم کے گڑھے میں، ہاویہ۔ جہنم۔

[2] زاویہ۔ گوشہ یعنی جہنم کے ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ کی جانب۔ دولقب۔ شیخ نے دونوں چیزوں کے لیے دو لقب تجویز کیے ہیں ایک کو جان کہا دوسری کو روان کہا ہے۔ دربیان۔ اس مضمون کا مقصد اُس شخص کی حالت بیان کرنے کے لیے ہے جو خدا کے حکم کو بجالاتا ہے اگر وہ خدا سے دعا کرے کہ کانٹا پھول بن جائے تو وہ پھول بن جائے۔ معجزہ۔ اس قصہ سے یہ مقصود ہے کہ مقربین بارگاہ کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ کشید۔ یعنی ہوا کا عذاب آنے کے وقت۔

[3] ضائرہ۔ نقصان رسان۔ اُو کشتی۔ یعنی دائرہ ان کے لیے کشتی تھا۔ عسے۔ عسٰی کا امالہ ہے جو یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہو جاتا ہے۔ بسے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو ہوا کے طوفان کی طرح ہلاکت کا سبب اور کشتی کی طرح ذریعہ نجات بنا دیتا ہے۔ بادشاہے۔ جس طرح کشتی ذریعہ حفاظت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُس بادشاہ کو مفسدین سے حفاظت کا سبب بنا دیتا ہے جس کا دراصل ملک گیری مقصد ہوتا ہے۔

قصد[1] شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند
بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہے، کہ مخلوق محفوظ ہو
قصدش آنکہ مُلک گردد پائے بند
اُس کا قصد یہ ہے کہ ملک پابند ہو جائے

آں خراسی میدود قصدش خلاص
چکی کا بیل دوڑتا ہے، اُس کا قصد خلاصی حاصل کرنا ہے
تابیابد اُو ز زخم آں دم مناص
تاکہ فوراً مار سے چھٹکارا حاصل کر لے

قصدِ اُو آں نے کہ آبے برکشد
اُس کا یہ قصد نہیں ہے کہ پانی کھینچے
یا کہ کُنجد را بداں روغن کُند
یا اُس کے ذریعہ تلوں کو تیل بنائے

گاوٗ بشتابد زبیمِ زخمِ سخت
بیل سخت مار کے ڈر سے دوڑتا ہے
نے برائے بُردنِ گردوں و رخت
نہ کہ گاڑی اور سامان کے لے جانے کے لیے

لیک دادش حق چنیں خوف و وجع
لیکن اللہ نے اُس کو ایسا خوف اور درد عطا کیا ہے
تا مصالح حاصل آید در تبع
کہ ضمناً مصلحتیں حاصل ہو جائیں

ہم چنیں ہر کاسبے[2] اندر دُکاں
اسی طرح دکان میں ہر کمانے والا
بہرِ خود کوشد نہ اصلاحِ جہاں
اپنے لیے کوشش کرتا ہے، نہ دنیا کے فائدے کے لیے

ہریکے بر درد جُوید مرہمے
ہر شخص درد کے لیے مرہم تلاش کرتا ہے
در تبع قائم شُدہ زیں عالمے
ضمناً یہ جہاں قائم ہو گیا ہے

حق ستونِ ایں جہاں از ترس ساخت
اللہ تعالیٰ نے اس جہان کا ستون خوف سے بنایا ہے
ہریکے از ترسِ جاں درکار باخت
ہر شخص جان کے ڈر سے ایک کام میں لگا ہوا ہے

حمد ایزد را کہ ترسے را چنیں
اللہ کی تعریف ہے کہ خوف کو اس طرح
کرد اُو معمار و اصلاحِ زمیں
اُس نے معمار اور زمین کی اصلاح بنا دیا

ایں[3] ہمہ ترسندہ اند از نیک و بد
یہ سب اچھے اور بُرے سے ڈرنے والے ہیں
ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود
کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا ہے

پس حقیقت برہمہ حاکم کسے ست
تو حقیقتاً سب پر کوئی حاکم ہے
کہ قریب ست و اگر محسوس نیست
جو قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے

ہست اُو اندر کمیں اے بوالہوس
اے بوالہوس! وہ گھات میں ہے
تانگردی فارغ از شب اے عسس
تاکہ اے چوکیدار! تو رات سے بے نیاز نہ ہو جائے

---

[1] قصد شاہ۔ اُس بادشاہ کا مقصد مخلوق کو مطمئن کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ ملک گیری ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس سے مخلوق کی حفاظت کا کام لے لیتا ہے۔ خراسی۔ وہ جانور جو چکی چلاتا ہے۔ خلاص۔ یعنی مار سے بچنے کے لیے دوڑتا ہے۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ یا کہ۔ یعنی تلوں میں سے تیل نکالنا اُس کا مقصد نہیں ہے۔ گاوٗ۔ یعنی گاڑی کا بیل۔ گردوں۔ گاڑی۔ لیک۔ یہاں مقاصد دوسرے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اُن سے ان کے مقاصد کے علاوہ لوگوں کے نفع کا کام لے لیتا اور ممنون شکی بنا دیتا ہے۔

[2] کاسب۔ یعنی دوکاندار، دوکانداری اپنے نفع کے لیے کرتا ہے لیکن اُس کی وجہ سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنی غرض کے لیے کام کرتا ہے پھر بھی اس سے نظامِ عالم قائم ہے اور لوگوں کا مفاد وابستہ ہو جاتا ہے۔ حق ستون۔ ہر انسان اپنے مقصد کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور اسی خوف سے نظامِ عالم قائم ہے۔ حمد ایزد۔ اُس خدا کے لیے تعریف ہے جس نے اس خوف کو اس دنیا کا معمار اور آباد کنندہ بنا دیا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ دنیا کا ہر نیک و بد اپنے مقصود کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ ڈر خود بخود نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ پس۔ معلوم ہوا کہ ہر شخص پر کوئی ذات حاکم ہے اور اُس شخص کو ذات سے محکومیت کا قرب حاصل ہے لیکن وہ ذات اُس کو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ہست۔ محسوس تو نہیں ہے لیکن وہ تیری گھات میں ہے تاکہ تو اپنے فریضہ سے غافل نہ ہو۔

هست[1] اُو محسوس اندر مکمنے
وہ محسوس ہے، گھات میں
لیک محسوسِ حسِ ایں خانہ نے
لیکن اس جہان کے حس کا محسوس نہیں ہے

آں حسے کہ حق براں حس مُظہرست
وہ حس جس پر اللہ تعالیٰ ظاہر ہے
نیست حسِ ایں جہاں آں دیگرست
وہ اس جہاں کی حس نہیں ہے، وہ دوسری ہے

حسِ حیواں گر بدیدے آں صُوَر
گر حیوانی حسن اُن صورتوں کو دیکھ سکتی
بایزیدؒ وقت بُودے گاوَ وخر
تو گاوَ و خر (اپنے) وقت کے بایزید ہوتے

آنکہ تن را مَظہرِ ہر رُوح کرد
جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر بنایا
وانکہ کشتی را بُراقِ نوحؑ کرد
اور جس نے کشتی کو نوحؑ کا بُراق بنایا

گر بخواہد عینِ کشتی را بخُو
اگر وہ چاہے تو کشتی کو عادت میں
اُو کند طوفانِ تو اے نُور جُو
اے نور کے تلاش کرنے والے! وہ تیرا طوفان بنا دے

ہر[2] دمت طوفان و کشتی اے مُقِل
اے نادار! تیرے طوفان اور کشتی کو ہر وقت
باغم و شادیت کرد اُو متصل
اُس نے تیری خوشی اور غمی سے وابستہ کر دیا ہے

گرنہ بینی کشتی و دریا بہ پیش
اگر تو کشتی اور دریا کو سامنے نہیں دیکھتا ہے
لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش
اپنے تمام اجزا میں کپکپی کو دیکھ لے

چوں نہ بیند اصل ترسش را عیوں
جب اس کے ڈر کی اصل کو آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں
ترس دارد از خیالِ گوناگوں
تو وہ قسم قسم کے خیالات سے ڈرتا ہے

مُشت براعمیٰ زند یک جِلف مست
ایک گنوار، مست اندھے کے مکا مارتا ہے
کور پندارد لکد زن اُسترست
اندھا سمجھتا ہے مکا مارنے والا خچر ہے

زانکہ[3] آں دم بانگِ اُستر می شنید
کیونکہ اُس نے اُس وقت خچر کی آواز سُنی تھی
کور را گوش ست آئینہ، نہ دید
اندھے کا آئینہ، کان ہیں نہ کہ نظر

باز گوید کور نے ایں سنگ بُود
پھر کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا
یا مگر از قبہ پُر طنگ بُود
یا شاید پُر صدا قبہ سے تھا

ایں نبُود و آں نبُود و اُو نبُود
یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا
آنکہ اُو ترس آفرید ایںہا نمُود
جس نے خوف پیدا کیا ہے اس نے ان کو رونما کیا

---

1. ہست۔ اُس کو عقلِ کامل والے محسوس بھی کر لیتے ہیں عوام کے لیے غیر محسوس ہے چونکہ اس مکمن تک اُن کی رسائی نہیں ہے۔ آں حسے۔ خدا جس حس کا محسوس ہے وہ اس دنیا کی ظاہری حس نہیں ہے وہ دوسرے عالم کی حس ہے۔ حسِ حیواں۔ یعنی ظاہری حس جو حیوانات میں بھی ہے۔ گاوَ وخر۔ جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت میں مبتلا ہیں۔ آنکہ۔ وہ ذات جو غیر کشتی کو کشتی بنا دیتی ہے اُس میں یہ قدرت بھی ہے وہ کشتی کو طوفان بنا دے یعنی وہی چیز جو ذریعہ نجات تھی ہلاکت کا سبب بن جائے۔
2. ہر دمت۔ تیرا یہ غم اور خوشی تیرے لیے طوفان اور کشتی بنا دیا ہے اور پھر غم کو خوشی کا سبب بنا دیا جاتا ہے۔ گرنہ بینی۔ اگر تیرا غم اور خوشی تجھے نظر نہیں آتے ہیں تو اُن کے آثار سے اُن کو سمجھ لے۔ چوں نہ بیند۔ فلسفی چونکہ اس خوف کی اصل کو جو خدا سے ہے نہیں دیکھتا ہے تو وہ طبعی اسباب کو خوف کا سبب قرار دیتا ہے جو عموماً غلط ہوتا ہے۔ مشت۔ اُس فلسفی کی مثال اُس اندھے کی سی ہے جس کے کسی گنوار مدہوش نے مکا مارا ہو اور وہ اس کا سبب خچر کی لات کو سمجھے۔
3. زانکہ۔ خچر کو مکا مارنے والا اس لیے سمجھ لے کہ اسوقت اس نے خچر کا ہنہنانا سنا تھا اور اندھے کے کان اُسکی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ باز گوید۔ پھر وہ اندھا یہ کہتا ہے کہ نہیں یہ گدھے کی لات نہ تھی بلکہ کسی نے پتھر پھینک کر مارا ہے یا شاید کسی پُر آواز قبہ سے آ کر لگا ہے۔ طنگ۔ صدا قبہ پُر طنگ سے مراد پہاڑ ہو سکتا ہے۔ ایں نبود۔ اندھے نے پتھر کے لگنے کے تین سبب سمجھے گدھے کی لات، پھینکنے والا، پہاڑ اور تینوں غلط تھے جس ذات نے خوف پیدا کیا تھا اُسی نے اس اندھے کے یہ خیالات پیدا کر دیے۔

ترس[1] و لرزہ باشد از غیرے یقیں — ہیچکس از خود نترسد اے حزیں
یقیناً خوف اور کپکپی غیر سے ہوتی ہے — اے غمگین! کوئی شخص اپنے آپ سے نہیں ڈرتا ہے

آں حکیمک وہم خواند ترس را — فہم کژ کردست اُو ایں درس را
وہ فلسفی اس ڈر کو وہم بناتا ہے — اُس نے اس سبق کے سلسلہ میں سمجھ کو ٹیڑھا کر لیا ہے

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بُود — ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود
بغیر حقیقت کے کوئی وہم کب ہوتا ہے؟ — کوئی کھوٹا بغیر صحیح کے کب چلتا ہے؟

کے[2] دروغے قیمت آرد بے زراست — در دو عالم ہر دروغ از راست خاست
سچائی کے بغیر جھوٹ کے دام کب اُٹھتے ہیں؟ — دونوں جہان میں ہر جھوٹ سچ سے بنا ہے؟

راست رادید اُو رواجے و فروغ — بر اُمیدِ آں رواں کرد اُو دروغ
اُس نے سچ کا چالو ہونا اور فروغ دیکھا — اس اُمید پر اس نے جھوٹ چالو کر دیا

اے دروغے کہ ز صدقت ایں نواست — شکرِ نعمت کن مکن انکارِ راست
اے جھوٹ کہ تیرا سازوسامان سچ ہے — نعمت کا شکر ادا کر، سچ کا انکار نہ کر

از مفلسِف گویم و سودائے اُو — یا ز کشتیہا و دریاہائے اُو
فلسفی اور اُس کے خیال کی بات کروں — یا کشتیوں اور اُس کے دریاؤں کی

بل ز کشتیہاش کاں بندِ دلست — گویم از کُل جُزو دروے داخل ست
بلکہ اس کی کشتیوں کی، کیونکہ وہ دل کا مسخر کرنے والا ہے — کُل کی بات کروں، جُز اُس میں داخل ہے

ہر ولی را نوح و کشتیباں شناس — صحبتِ ایں خلق را طوفاں شناس
ہر ولی کو نوح اور کشتی بان سمجھ — ان عوام کی صحبت کو طوفان سمجھ

کم[3] گریز از شیر و اژدرہائے نر — زاشنایان وز خویشاں کن حذر
شیر اور نر اژدہے سے نہ ڈر — دوستوں اور اپنوں سے بچ

در تلاقی روزگارت می برند — یادہا شاں غائبی ات می چرند
ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں — اُن کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں

چوں خرِ تشنہ خیالِ ہر یکے — از قفِ تن فکر را شربت مکے
ہر شخص کا خیال پیاسے گدھے کی طرح — جسم کے تیف سے فکر کا شربت چوستا ہے

[1] ترس۔ یہ خوف اور لرزہ خود بخود نہیں پیدا ہوتا ہے کسی سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ آں حکیمک۔ وہ فلسفی وہم کو خلاق قرار دے کر اُس کو خوف کا خالق قرار دیتا ہے یہ اُس کی کج فہمی ہے۔ ہیچ وہمے۔ وہم کسی چیز سے جب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ اس چیز سے کبھی وہ چیز پیدا بھی ہوئی ہو مثلاً زید کو یہ وہم کہ مجھے کوئی مار نہ ڈالے جب ہی ہوا جبکہ ایسے واقعات حقیقتاً ہوتے بھی ہیں تو جب وہم کسی حقیقت پرمبنی ہوتا ہے تو لامحالہ اس حقیقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس کی وجہ سے یہ وہم رونما ہوا ہے، اس کو اس طرح سمجھو کہ وہم بمنزلہ کھوٹے سکے کے ہے اور کھرا اسکی حقیقت ہے تو کھوٹا تب ہی چلتا ہے جب کھرا چلتا ہے۔

[2] کے دروغ۔ جھوٹ اسی لیے ہوا کہ لوگوں نے سچ کا رواج دیکھا ہے۔ اے دروغ۔ سچ کا جھوٹ پر یہ احسان ہے کہ اُس کی وجہ سے اس کا رواج ہوا ہے۔ از مفلسف۔ فلسفی اور خدا کی کشتیوں کا بیان ہو رہا تھا اب میں سوچتا ہوں کہ مزید گفتگو فلسفی کے بارے میں کروں۔ گویم۔ کشتی کا بیان کرتا ہوں اُس کے ضمن میں فلسفی کا بھی رد ہو جائے گا۔ ہر ولی۔ اہل اللہ بمنزلہ نوح اور کشتی کے ہیں اور عوام بمنزلہ طوفان کے ہیں۔

[3] کم گریز۔ انسان کے لیے شیر اور سانپ اس قدر مہلک نہیں ہیں جس قدر دوست اور اپنے مہلک ہیں۔ در تلاقی۔ ان کی موجودگی میں ملاقات سے تضیعِ اوقات ہوتا ہے اور غیر موجودگی میں ان کی یاد میں تمہارا فکر برباد ہوتا ہے۔ چوں خرِ تشنہ۔ دوستوں اور اپنوں کی یاد تمہاری قوتِ فکریہ کو پیاسے گدھے کی طرح چوستی ہے۔ قف۔ قیف جس کے ذریعہ بوتل وغیرہ میں تیل بھرتے ہیں۔

نشف[1] کرد از تو خیالِ آں وشات
اُن چغلخوروں کی یاد نے تجھ سے چُوس لیا

شبنمے کہ داری از بحر الحیات
اُس تری کو جو تو آبِ حیات سے رکھتا تھا

پس نشانِ نشفِ آب اندر غصون
شاخوں میں چُوسنے کی علامت

آں بُود کہ می بجُنبد در رکون
یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں

عضو چوں شاخِ تروتازہ بُود
عضو، تروتازہ شاخ کی طرح ہوتا ہے

می کشی ہر سُو کشیدہ می شود
جس جانب تو کھینچے، وہ کھنچ جاتا ہے

گر سبد خواہی توانی کردنش
اگر تو ٹوکری چاہے، تو اُس کو بنا سکے گا

ہم توانی کرد چنبر گردنش
اُس کی گردن کو تو حلقہ بھی بنا سکے گا

چوں شُد آں ناشف زنشفِ بیخِ خود
جب وہ چوسنے والی اپنی جڑ کے چوسنے سے جدا ہو گئی

نایَد آں سُوئے کہ امرش میکشد
وہ اُس جانب نہ آئے گی کہ حکم اس کو کھینچتا ہے

پس بخواں قَامُوْا کُسَالٰی ازنُبے
تو قرآن میں ''قاموا کسالیٰ'' پڑھ لے

چوں نیابد شاخ از بیخش طَبے
جب شاخ اپنی جڑ سے پستان نہ پائے

آتشین[2] ست ایں نشاں کوتہ کنم
یہ علامت آتشین ہے، مختصر کرتا ہوں

بر فقیر و گنج و احوالش زنم
فقیر اور خزانہ اور اس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال
تو نے وہ آگ دیکھی ہے جو پودے کو جلا دیتی ہے

آتشِ جاں بیں کزو سوزد خیال
جان کی آگ کو دیکھ لے، جس سے خیال جل جاتا ہے

زاتشِ عشق ست سوزاں جان و دل
جان اور دل عشق کی آگ سے جلنے والے ہیں

لیک بے انوار زُو آں جان و دل
لیکن وہ جان اور دل اُس سے بے نور ہے

نے[3] خیال و نے حقیقت را اماں
نہ خیال کو امن ہے، نہ حقیقت کو

زیں چنیں آتش کہ شُعلہ زد زجان
ایسی آگ سے جس نے جان میں آگ لگا دی

خصم بر شیر آمد و ہر رُوبہ او
وہ شیر اور ہر لومڑی پر غالب آ گیا

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
اُس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہو جانے والی ہے

در وجوہِ وجہِ اُو رَو خرج شو
اُس کی ذات کی تجلیات میں جا، خرچ ہو جا

چوں الف در بسم دَر رَو درج شو
الف کی طرح بسم میں چلا جا، داخل ہو جا

---

[1] نشف۔ دوستوں اور عزیزوں کی یاد تعلق باللہ کو زائل کرتی ہے۔ وشات۔ چغلخور۔ پس نشان۔ شاخوں کے جڑ سے پانی چوسنے کی علامت یہ ہے کہ ان میں لچک ہوتی ہے۔ غصون۔ غصن کی جمع ہے، شاخ۔ رکون۔ میلان۔ عضو۔ اسی طرح جب اعضا میں تری ہوتی ہے تو ہر طرف کو مُڑ جاتے ہیں۔ گر سبد۔ تر شاخ کو موڑ کر ٹوکری بھی بنا سکتے ہیں اس کو گول موڑ کر گردن میں بھی ڈال سکتے ہیں۔ چوں۔ جب وہ اپنی جڑ سے پانی چوسنا چھوڑ دے تو اس میں یہ صفات نہیں رہتی ہیں۔ پس بخواں۔ اسی طرح جب قوتِ ارادیہ سے اعضا سیراب نہیں ہوتے ہیں تو ان میں جنبش کی کمی ہوتی ہے، کفار کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ''اور وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہل مند ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔

[2] آتشیں۔ یہ تعلق مع اللہ کا بیان عوام نہ سمجھ سکیں گے اور ان کو مضر ہوگا لہٰذا اب میں فقر اور خزانہ کی بات شروع کرتا ہوں۔ آتشے۔ تو نے یہ آگ تو دیکھی ہے عشق کی آگ کو بھی دیکھ لے جو جان و دل کو ہی نہیں بلکہ انانیت کے خیال کو بھی جلا ڈالتی ہے لیکن جس جان و دل میں تجلیات کی صلاحیت نہیں ہے ان میں سوزش تو ہوتی ہے روشنی بھی محسوس نہیں ہوتی ہے۔

[3] نے خیال۔ یہ عدم صلاحیت کی بات ہے ورنہ وہ آتشِ عشق جبکہ جان کو جلا ڈالتی ہے تو اس سے جلنے سے نہ خیال بچتا ہے نہ حقیقتِ واقعی۔ خصم۔ عشق ایسی چیز ہے کہ شیر یعنی حقیقت اور لومڑی یعنی خیال پر غالب آ جاتا ہے اور ہر دو کو فنا کر ڈالتا ہے۔ کل شی۔ اس عشق سے ماسوی اللہ سب جل کر خاک ہو جاتے ہیں۔ وجوہ وجہ۔ ذات کی تجلیات۔ خرج شو۔ خود کو فنا کر دے۔ چوں الف۔ در بسم در اصل باسم تھا اور اسکے وصل کی وجہ سے درمیاں کا الف حذف ہو کر فنا ہو گیا ہے تو بھی اسی طرح فنا ہو جا۔

آں[1] الفِ در بسم پنہاں کردہ ایست
اُس "الف" نے "بسم" میں خفیہ قیام کیا ہے

ہست اُو در بسم وہم در بسم نیست
وہ "بسم" میں ہے بھی اور نہیں بھی

ہم چنیں جُملہ حروف گشتہ مات
اسی طرح وہ تمام حروف جو فنا ہو جاتے ہیں

وقتِ حذف حرف از بہرِ صِلات
اتصال کے لیے حرف کے حذف کے وقت میں

اُو صلہ ست و بے وسیں زو وصل یافت
وہ صلہ ہے اور "با" اور "سین" اس کی وجہ سے جڑے

وصل بے وسین الف را بر نتافت
"با" اور "سین" کے وصل کو "الف" برداشت نہ کر سکا

چونکہ حرفے برنتابد ایں وصال
جب یہ وصال ایک حرف کی گنجائش نہیں رکھتا

واجب آمد کہ کُنم کوتہ مقال
تو ضروری ہو گیا کہ گفتگو کو مختصر کردوں

چوں یکے حرفے فراقِ زسین و بے ست
جبکہ ایک حرف "با" اور "سین" کی جدائی ہے

خامشی اینجا مہم تر واجب ست
تو اس جگہ چپ رہنا بہت زیادہ ضروری ہے

چوں[2] الف از خود فنا شد مُکتنِف
جب پہلو میں آنیوالا الف اپنائیت سے فنا ہو گیا

بے وسیں بے اُو ہمی گویند اَلِف
تو "با" اور "سین" اُس کے بغیر "الف" کہہ رہے ہیں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ بے وَیست
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" اُس کے بغیر ہے

ہم چنیں قال اللہ از ضمنش بجست
اسی طرح "اللہ نے کہا" اس کے ضمن میں مستفاد ہوا

تابُوَد دارُو ندارد اُو عمل
جب تک دوا موجود ہے، وہ عمل نہیں کرتی

چونکہ شُد فانی کند دفعِ عِلَل
جب فانی ہو گئی بیماریوں کا دفعیہ کرتی ہے

گر[3] شود بیشہ قلم دریا مدید
اگر جنگل قلم اور سمندر روشنائی بن جائے

مثنوی را نیست پایانی اُمید
مثنوی کے ختم کی توقع نہیں ہے

چار چوبِ خشت زن تا خاک ہست
پتھیے کا سانچہ جب مٹی تک ہے

میدہد تقطیع شعرش نیز دست
اُس کے شعروں کی تقطیع بھی میسر رہے گی

چوں نماند خاک و بادش حف کند
جب مٹی نہ رہے گی اور اُس کو ہوا صاف کردیگی

خاک سازد بحرِ اُو چوں کف کند
جب اُس کا سمندر جوش مارے گا مٹی بنا لے گا

---

[1] آں الف۔ وہ ہمزہ جو بسم میں پوشیدہ ہو گیا معنی کے اعتبار سے موجود ہے اور لفظوں کے اعتبار سے معدوم ہے تو بھی اسی طرح اُس ذات میں فنا ہو جا یعنی حسی اعتبار سے سند ہے۔ او۔ وہ ہمزہ وصل تھا جب ب اور س کا وصل ہوا وہ وصل اس ہمزہ کو برداشت نہیں کرتا تو میرا وصل باللہ میری تقریر کو کیسے برداشت کرے گا تو یہ میری تقریر اور بیان فنا کے خلاف ہے لہٰذا مجھے خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ چون یکے حرفے۔ جب ہمزہ کا وجود ب اور س کے وصل سے مانع ہے تو مقامِ فنا میں پہنچ کر خاموشی ضروری ہے بولنا وجود کے آثار میں سے ہے جو فنا کے منافی ہے۔

[2] چوں الف۔ جب ہمزہ نے خود کو فنا کر دیا تو اب ب اور س اس کو بتا رہے ہیں اسی طرح جب بندہ فانی فی ذات اللہ ہو جائے گا تو اس کو بقا بذات اللہ حاصل ہو جائے گا۔ ما رمیت۔ آنحضورؐ نے جنگ بدر میں ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی تو وہ اندھے ہو گئے، چونکہ آنحضورؐ کو مقامِ فنا حاصل تھا اس لیے آنحضورؐ کے اس فعل کا آنحضورؐ کے بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تو جب فانی کا فعل فانی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا ہے تو اس کا قول بھی اس کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ آنحضورؐ نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے کہا۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔

[3] گر شود۔ چونکہ مولانا نے گزشتہ اشعار میں بہت بلند مضامین ذکر فرمائے ان کے پیشِ نظر مثنوی کی تعریف شروع کر دی۔ بیشہ۔ جنگل یعنی اس کے درخت۔ مدید۔ مداد کا امالہ ہے، روشنائی۔ مثنوی۔ اس کے مضامین کلمات اللہ ہیں اور ان کے بارے میں قرآن پاک میں یہی کہا گیا ہے۔ چار چوب۔ جب تک زمین ہے یعنی دنیا قائم ہے زمین سے اینٹیں پتھتی رہیں گی اور اس وقت تک اس مثنوی کے اشعار بھی دستیاب رہیں گے۔ چوں نماند۔ جب یہ روئے زمین ختم ہو جائے گی اور قیامت کے دن کی ہوائیں اس کو تہ و بالا کر دیں گی تو اس مثنوی یعنی کلمات کا سمندر جوش مارے گا اور عالم آخرت میں ایک زمین بنائے گا۔

چوں[1] نماند بیشہ و سَر دَر کشند — بیشہا از عینِ دریا سر کشند
جب جنگل نہ رہیں گے اور سر چھپا لیں گے — یعنی دریا سے جنگل سر اُبھاریں گے

بہرِ ایں گفت آں خداوندِ فرج — حَدِّثُوْا عَنْ بَحْرِ نَا اِذْ لَاحَرَجْ
اسی لیے کشادگی کے خدا نے فرمایا — ہمارے سمندر سے بیان کرو کیونکہ تنگی نہیں ہے

باز گرد از بحر، رُو در خشک نہ — ہم زلعبت گو کہ کودک راست بہ
سمندر سے واپس ہو جا، خشکی کی جانب رُخ کر — کھیل کی بات کر کیونکہ بچے کے لیے وہ بہتر ہے

تاز لعبت اندک اندک در صبا — جانش گردد با یمِ عقل آشنا
تاکہ بچپن میں کھیل سے تھوڑا تھوڑا — اُس کی جان عقل کے سمندر سے آشنا ہو جائے

عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی — گرچہ با عقل ست در ظاہر ابی
بچہ کھیل سے عقل حاصل کرتا ہے — اگرچہ وہ بظاہر عقل کے منافی ہے

کودکِ دیوانہ بازی کے کند — جُزو باید تاکہ کُل راپے کُند
دیوانہ بچہ کب کھیلتا ہے؟ — جز چاہیے تاکہ کُل کا پتا لگائے

رجوع کردن بقصۂ قبہ و گنج

قبہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

نک[2] خیالِ آں فقیرِ بے ریا — عاجز آورد از بیاوٗ از بیا
اُس مخلص فقیر کے خیال نے — آ جا، آ جا کے ذریعہ عاجز کر دیا

بانگِ اُو تو نشنوی من بشنوم — زانکہ در اَسرار ہمرازِ ویم
تو اس کی آواز نہیں سنتا، میں سُن رہا ہوں — کیونکہ میں رازوں میں اُس کا ہمراز ہوں

طالبِ گنجش مبیں خود گنج اُو ست — دوست کے باشد بمعنی غیرِ دوست
اس کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ وہ خود خزانہ ہے — باطن میں دوست، دوست کا غیر کب ہوتا ہے؟

سجدہ خود را می کند ہر لحظہ اُو — سجدہ پیشِ آئینہ ست از بہرِ رُو
وہ ہر لحظہ اپنا سجدہ کرتا ہے — آئینہ کے ساتھ سجدہ کرنا چہرے کے لیے ہے

گر[3] بدیدے زائینہ اُو یک پشیز — بے خیالِ اُو نماندے ہیچ چیز
اگر وہ آئینہ سے ایک دمڑی دیکھ لیتا — اُس کے خیال کے سوا کچھ نہ رہتا

---

[1] چوں نماند بیشہ۔ جب یہ عالم دنیا کے جنگل ناپید ہو جائیں گے تو مثنوی یعنی کلمات اللہ اور عالم آخرت کے جنگل پیدا ہو جائیں گے۔ بہرایں۔ چونکہ کلمات اللہ غیر محدود ہیں لہٰذا اُن کی باتیں بھی لامحدود ہیں ان کو بیان کیے جاؤ کوئی تنگی نہ آئے گی۔ باز گرد۔ اب کلمات اللہ اور اسرار کے سمندر کی باتوں سے خشکی کی طرف یعنی ظاہری باتوں کی طرف رجوع اور کچھ کھیل کود کی بات کر وہ بچہ کے لیے مفید ہے جب وہ لکڑی کی تلوار سے کھیلنا سیکھ لیتا ہے تو اصلی تلوار خوب چلاتا ہے۔ تاز لعبت۔ کھیل کود سے عقل آشنا ہو جاتی ہے۔ بازی۔ کھیل کود سے بچہ ہنر سیکھ لیتا ہے اگرچہ بظاہر عقل اور کھیل میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کودک۔ کھیل سے عقل آتی ہے اور عقل ہی سے کھیل آتا ہے پاگل بچہ کبھی کھیل میں نہیں لگتا ہے۔

[2] نک اُس مخلص فقیر کا خیال مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اُس کے قصہ کو پورا کروں۔ بانگِ اُو۔ چونکہ میں اُس فقیر کا ہمراز ہوں اُس کی آواز بلانے کی مجھے آ رہی ہے۔ طالب گنجش۔ اُس فقیر کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ بلکہ وہ خود خزانہ ہے کیونکہ دوست باطن کے اعتبار سے دوست کا غیر نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلوب، طالب کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ کی جانب سجدہ کرنا اپنے لیے ہی سجدہ کرنا ہے، انسان کسی چیز کا طالب اپنی غرض کے لیے ہوتا ہے تو گویا وہ مطلوب خود طالب ہے۔

[3] گر بدیدے۔ طالب نے مطلوب کے آئینہ میں خود ہی کو دیکھا تو طلب میں اس قدر منہمک ہو گیا لیکن اگر وہ مطلوب میں اُس حقیقت کو دیکھ لیتا جس حقیقت کے لیے مخلوق اور مطلوب آئینہ ہے تو وہ اس حقیقت کے درپے ہو جاتا اور اُس کے ذہن سے ہر مطلوب خیال زایل ہو جاتا اور اُس حقیقت کے آئینہ بن جانے سے جب اس میں اپنا چہرہ نظر آتا تو منصور کی طرح اَنَا اللہ کا نعرہ لگانے لگتا۔

ہم خیالاتش ہم او فانی شُدے
اُس کے خیالات اور خود وہ بھی فانی ہو جاتے

دانشِ اُو محوِ نادانی شُدے
اُس کا علم بے علمی میں فنا ہو جاتا

دانشِ دیگر ز نا دانیؔ ما
ہماری بے علمی سے دوسرا علم

سر برآوردے عیاں کانّی انا
کھلم کھلا سر اُبھارتا کہ "انی انا"

اُسْجُدُوا[1] لِآدَم ندا آمد ہمے
آدم کو سجدہ کرو آواز آ رہی تھی

کادمید و خویش بینید ش دمے
کہ تم آدم ہو اور تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو آدم سمجھو

احولی از چشمِ ایشاں دُور کرد
اُن کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا

تازمیں شد عین چرخِ لاجورد
یہاں تک کہ زمین بعینہٖ نیلا آسمان ہو گئی

لَا اِلٰہ گفت و اِلَّا اللہ گفت
اُس نے "لا الٰہ" کہا اور "الا اللہ" کہا

گشت لَا اِلَّا اللہ و وحدت شگفت
"لا" الا اللہ" بن گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی

آں[2] حبیب و آں خلیلِ بارشد
وہ حبیب اور ہادی دوست

وقت آں آمد کہ گوشِ ما کشد
اس کا وقت آ گیا کہ ہمارے کان کھینچے

سُوئے چشمہ کہ دہاں زینہا بشُو
چشمہ کی جانب، کہ ان سے منہ دھوئے

آنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو
جو ہم نے مخفی کیا ہے، لوگوں سے نہ کہہ

وربگوئی خود نہ گردد آشکار
اگر تو کہے گا واضح نہ ہو گا

تو بقصدِ کشف گردی جُرم دار
تو اظہار کے ارادے میں مجرم ہو گا

لیک[3] من اینک پریشاں می تنم
لیکن میں اب پراگندہ بات کر رہا ہوں

قائلِ ایں، سامعِ ایں ہم منم
اس کا کہنے والا بھی اور سننے والا بھی میں ہی ہوں

صورتِ درویش و نقشِ گنج گو
درویش کی ظاہری صورت اور خزانہ کا نشان بیان کر

رنج کیشند ایں گروہ از رنج گو
یہ لوگ زحمت پسند ہیں زحمت کی بات کر

چشمۂ رحمت بر ایشاں شُد حرام
رحمت کا چشمہ ان پر حرام ہو گیا ہے

می خورند از زہرِ قاتل جام جام
زہرِ قاتل کے جام پر جام پیتے ہیں

---

[1] اُسجُدوا۔ آدمؑ فرشتوں کے مسجود اس لیے تھے کہ وہ مظہرِ حقیقت تھے تو بنی آدم کے لیے یہ اشارہ ہے کہ وہ بھی آدمؑ کی طرح مظہرِ حقیقت ہیں اور اُن کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس حقیقت کا مظہر سمجھیں۔ احولی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی آنکھ سے بھینگا پن دور کر دیا اور انھوں نے آدمؑ کو مٹی کو اسی طرح مہبطِ انوار دیکھا جس طرح فلک مہبطِ انوار ہے۔ لا الہ۔ اُس کا انّی انا اللّٰہ کہنا لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہی کہنا تھا جبکہ لا الہ یعنی غیر اللہ مظہرِ الا اللہ بن گیا تو لا الہ یعنی غیرِ الا اللہ عین حقیقت بن گیا۔ تو گویا انی انا اللہ کہنا بعینہٖ لا الہ الا اللہ کہنا تھا یعنی یہ محض دو عنوان ہیں معنون ایک ہی ہے۔

[2] آں حبیب۔ اب ان اسرار کا بیان اس درجہ پر آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کان کھینچ کر شرعی احکام کی طرف لے جائے اور حکم دے کہ شریعت کے چشمہ سے منہ دھو لے تاکہ ان اسرار کے بیان کا منہ میں جو اثر ہے وہ زائل ہو جائے اس لیے کہ شریعت اس طرح کے کلمات کی اجازت مغلوب الحال کے سوا کسی کو نہیں دیتی ہے اور یہ وہ اسرار ہے جو شریعت نے عوام سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ ور۔ اگر ان اسرار کو بیان بھی کیا جائے گا تو اسرار واضح نہ ہوں گے اور اس طرح کے کلمات کہنے والا مجرم قرار دیا جائے گا اور شریعت کے احکام کے اعتبار سے سولی کا مستحق ہو گا۔

[3] لیک۔ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ بھی پراگندہ باتیں ہیں جن سے اسرار کی حقیقت واضح نہیں ہوتی۔ نیز اُن کا کہنے والا بھی میں ہی ہوں اور سننے والا بھی میں ہی ہوں، چونکہ اور کوئی سمجھنے والا نہیں ہے لہٰذا میں عوام سے راز ظاہر کرنے کا مجرم بھی نہیں ہوں۔ صورتِ درویش۔ اسرار کا بیان تو اب ختم ہوا اب دو باتیں اور کہنی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ایک، درویش کا قصہ دوسرا چشمۂ رحمت یعنی شریعت کا ذکر۔ رنج کیشند۔ عوام کو وہی باتیں پسند ہیں جن کا ذکر غیر خدا کا ذکر ہے اور وہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہیں لیکن عوام کا چونکہ یہ مزاج بن گیا ہے لہٰذا مجبوراً ہمیں اس طرح کے قصے بیان کرنے پڑ رہے ہیں۔ چشمۂ رحمت۔ شریعت کی باتیں ان عوام نے اپنے اوپر حرام کر لی ہیں اور دوسرے قصے جو زہر ہیں اس کے عادی ہو گئے ہیں۔

خاکہا[1] پُر کردہ دامن می کشند
دامن کو مٹی سے بھر کر لا رہے ہیں
تاکنند ایں چشمہا را خشک بند
تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں

کے شود ایں چشمۂ دریا مدد
یہ دریا کا امدادی چشمہ کب ہو سکتا ہے
ملتبس زیں مُشتِ خاکِ نیک و بد
پٹا ہوا؟ اس اچھی بُری مٹی کی مٹھی ہے

لیک گوید باشما من بستہ ام
لیکن وہ کہتا ہے تمھارے اعتبار سے میں بند ہوں
بے شما من با ابد پیوستہ ام
تمھارے علاوہ میں ابد سے وابستہ ہوں

قومِ معکوس اند اندر مشتہا
مطلوب کے بارے میں وہ اُلٹی قوم ہے
خاک خوار و آب را کردہ رہا
مٹی پیتی ہے، پانی کو چھوڑ رکھا ہے

ضدِ[2] طبع انبیاء دارند خلق
لوگ انبیاء کی طبیعت کی ضد ہیں
اژدہا را مُتّکا دارند خلق
یہ لوگ اژدہے کو تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہیں

چشم بندِ خلق چوں دانستۂ
جبکہ تو نے لوگوں کی آنکھ کے پردے کو سمجھ لیا
ہیچ دانی ازچہ دیدہ بستۂ
تو جانتا ہے کہ تو نے کس چیز سے آنکھ بند کر لی ہے؟

برچہ بکشادی بدلِ ایں دیدہا
تو نے آنکھوں کو بدلہ میں کس چیز پر کھولا ہے؟
یک بیک بئس البدل داں آں ترا
اپنے لیے اُس کو سراسر بُرا بدلہ سمجھ

لیک خورشیدِ عنایت تافتہ است
لیکن مہربانی کا سورج چمکا ہے
آئیسان را از کرم دریافتہ است
اُس نے کرم سے، مایوس کو پا لیا ہے

نردبس[3] نادر زرحمت باختہ
اُس نے رحمت سے عجب نرد کھیلی ہے
عینِ کُفراں را اِنابت ساختہ
یعنی کفر کو رجوع (الی اللہ) بنا دیا ہے

ہم ازیں بدبختیِ خلق آں جواد
اُس سخی نے مخلوق کی اسی بدبختی سے
منفجر کردہ دو صد چشمۂ و داد
محبت کے دو سو چشمے جاری کر دیے

غنچہ را از خار سرمایہ دہد
وہ غنچہ کو کانٹے سے سرمایہ عطا کرتا ہے
مُہرہ را از مار پیرایہ دہد
وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا کرتا ہے

از سوادِ شب بروں آرد نہار
وہ رات کی سیاہی سے دن ظاہر کرتا ہے
وز کفِ مُعسِر برویاند یسار
وہ تنگدست کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے

---

1. خاکہا۔ یہ لوگ شریعت کے مسائل کو اپنی خرافات سے دبانا چاہتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ ملتبس۔ اگر نون سے ہے تو پوشیدہ کے معنی ہیں اور اگر با سے ہے تو پٹا ہوا کے معنی ہیں۔ لیک۔ مخالفوں کی مخالفت سے شریعت تو نہ مٹے گی، ہاں وہ محروم رہیں گے۔ قوم معکوس۔ یہ دین میں تاویلات کرنے والے اوندھی طبیعت کے ہیں کہ اُن کو شریعت کا صاف چشمہ پسند نہیں آتا اور تاویلات کی خاک چاٹتے ہیں۔
2. ضدِ طبع۔ انبیا تو حق کہتے تھے خواہ عوام کو پسند نہ آئے، یہ عوام پر تکیہ کرتے ہیں اور ان کو خوش کرنے کے لیے تاویلات کرتے ہیں۔ چشم بند۔ یہی فلسفیانہ توجیہات اُن کی آنکھوں کا پردہ ہیں انھوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ برچہ۔ شریعت کے اسرار کے بجائے فلسفیانہ تاویلات اُن کے پیشِ نظر ہیں جو حقائق شرعیہ کا بدترین بدل ہیں۔ لیک۔ اُن عقلی موشگافیاں کرنے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اصل شریعت کا تو انکار نہیں کرتے ہیں لیکن بعض جگہ سلف کے خلاف تاویلات کرتے ہیں اُن کو قدرے خدا کے کرم نے سنبھال لیا ہے۔
3. نردبس نادر۔ اللہ نے اُن پر کرم کیا اور ان کے بعض عقائد سلف کے خلاف ہوتے ہوئے بھی ان کو معذور قرار دیا ہے۔ ہم ازیں۔ ان کے بعض عقائد فاسدہ سے ہی اپنی محبت کے چشمے جاری کر دیے ہیں۔ غنچہ۔ اللہ تعالیٰ ایک ضد سے دوسری ضد پیدا فرما دیتا ہے خار سے غنچہ اور سانپ میں مہرہ پیدا کر دیتا ہے، جو سکنڈ زہر کا تریاق ہے، رات سے دن پیدا کر دیتا ہے، مفلس کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے ریت سے گیہوں کا آٹا پیدا فرما دیا۔ پہاڑ کو حضرت داؤدؑ کا ہم زبان بنا دیا۔

آرد سازد ریگ را بہرِ خلیل[1]　کوہ با داوٗدؑ گردد ہم رسیل
وہ خلیل (ابراہیمؑ) کے لیے ریت کو آٹا بنا دیتا ہے　پہاڑ (حضرت) داوٗدؑ کا ہم آواز بن جاتا ہے

کوہِ با وحشت دراں ابرِ ظلم　برگشاید بانگِ چنگ و زیر و بم
وحشت ناک پہاڑ، تاریک ابر میں　چنگ کی آواز اور زیر و بم کو ظاہر کرتا ہے

خیز اے داوٗدؑ از خلقاں نفیر　ترکِ آں کردی عوض از ما بگیر
اے لوگوں سے متنفر داوٗدؑ! اُٹھ　تو نے اُس کو چھوڑا ہم سے اس کا بدلہ لے لے

انابتِ آں طالبِ گنج بحق تعالیٰ بعد از طلبِ بسیار وعجز
بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اُس خزانہ کے طلبگار کا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا
و اضطرار کہ اے ولیُ الاظہار تو کن آں پنہاں را آشکار
کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اُس پوشیدہ کو ظاہر کر دے

گفت آں درویش اے دانایِ راز　از پئے ایں گنج کردم یاوہ تاز
اُس فقیر نے کہا، اے راز داں　میں نے اس خزانہ کے لیے، بیہودہ بھاگ دوڑ کی

دیوِ حرص و آز مستعجل تگی　نے تأنّی جست و نے آہستگی
دوڑ میں عجلت کرنے والے لالچ اور حرص کے دیو نے　نہ آہستہ روی کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو

من[2] ز دیگے لقمۂ نند و ختم　کف سیہ کردم دہاں را سوختم
میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ نہ حاصل کیا　ہاتھ کالا کر لیا، منہ جلا لیا

خود نگفتم چوں دریں ناموقنم　زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم
میں نے نہ کہا، جبکہ میں اس میں یقین کرنے والا نہیں ہوں　اُس گرہ لگانے والے سے، اس گرہ کو کھلواؤں

قولِ حق راہم ز حق تفسیر جو　ہیں مخاژاژ از گماں اے یاوہ گو
اللہ کے قول کی، اللہ سے تفسیر چاہ　اے بیہودہ گو! گمان سے بکواس نہ کر

آں گرہ کوزد ہمو بکشایدش　مہرہ[3] کو انداخت او بربایدش
جو گرہ اُس نے لگائی ہے وہی اُس کو کھولتا ہے　جو مُہرہ اُس نے بٹھایا ہے، وہی اس کو اُٹھاتا ہے

گرچہ آسانت نمود ایں ساں سخن　کے بُود آساں رموزِ مِن لدُن
اگرچہ تجھے اس قسم کا کلام آسان معلوم ہوتا ہے　لدنیہ رموز آسان کب ہوتے ہیں؟

گفت یا رب توبہ کردم زیں شتاب　چوں تو دربستی تو کن ہم فتحباب
اس نے کہا، اے خدا! میں نے اس جلد بازی سے توبہ کی　جب آپ نے دروازہ بند کیا ہے آپ ہی دروازہ کھولیے

---

[1] کوہ۔ حضرت داوٗدؑ کے ساتھ، پہاڑ زبور اور تسبیح پڑھنے میں ہم آواز رہتا تھا۔ خیز۔ حضرت داوٗدؑ عوام سے گھبرا کر گوشۂ تنہائی میں گئے تو پہاڑ اُن کا ہم آواز بنا۔ انابت۔ جب وہ فقیر خزانہ کی جستجو میں تھک گیا تو اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ آں پنہاں۔ یعنی خزانہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار بھاگ دوڑ۔ مستعجل تگی۔ جلد بازی۔

[2] من ز دیگے۔ یعنی خزانہ کی تلاش میں سوائے تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ خود نگفتم۔ میری یہ غلطی تھی کہ تیر پھینکنے کی تفسیر پر یقین نہ ہوتے ہوئے بھی تیری طرف رجوع نہ کیا۔ قولِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی تفسیر خود کر سکتا ہے چنانچہ قرآن، قرآن کی تفسیر ہے۔

[3] مہرہ۔ جو نرد اُس نے جس جگہ بٹھائی ہے وہی اس کو اُٹھا کر بازی جیت سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں ہے۔ گرچہ۔ قرآن پاک کو آسان بھی کہا ہے لیکن اُس کے رموز خدا ہی حل کرتا ہے۔

برسرِ[1] حرفہ شُدم بارِ دگر
میں دوبارہ ہنر کے سر ہو گیا

در دُعا کردن بُدم من بے ہُنر
میں دُعا کرنے میں بے ہُنر تھا

گو ہُنر، گو من، کُجا دل مُستوِی
کہاں ہُنر، کہاں میں، کہاں پُر قرار دل

ایں ہمہ عکسِ تُواست و خود توئی
یہ سب آپ کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہیں

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب
ہر رات کو سونے میں، میری تدبیر اور عقل

ہمچو کشتی غرقہ میگردد در آب
کشتی کی طرح پانی میں ڈوب جاتی ہے

خود نہ من می مانم و نے آں ہنر
نہ خود میں رہتا ہوں اور نہ وہ ہنر

تن چو مُردارے فتادہ بے خبر
جسم مُردے کی طرح بے خبر پڑا ہوتا ہے

تاسحر[2] جملہ شب آں شاہِ عُلا
تمام رات صبح تک وہ بلندی کا شاہ

خود ہمی گوید الست و ہم بلیٰ
خود ہی ''الست'' کہتا ہے۔اور خود ہی بلیٰ

گو بلیٰ گو، جملہ را سیلاب بُرد
''بلیٰ'' کہنے والے کہاں ہیں سب کو بہاؤ لے گیا

یا نہنگے کرد کل را خُرد مُرد
یا ناکے نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

صبحدم چوں تیغِ گوہر دارِ خود
صبح کا وقت جب اپنی جڑاؤ تلوار

از نیامِ ظلمتِ شب برکشد
رات کی تاریکی سے سونتتا ہے

آفتابِ شرق شب راطے کند
مشرق کا سورج، رات کو طے کرتا ہے

ایں نہنگ آں خوردہا راقے کند
یہ ناکہ کھائی ہوئی چیزوں کو اُگل دیتا ہے

رستہ چوں یونسؑ زمعدہ آں نہنگ
اُس ناکے کے معدہ سے (حضرت) یونسؑ کی طرح نکل کر

منتشر گردیم اندر بُو و رنگ
بو اور رنگ میں ہم پھیل جاتے ہیں

خلق[3] چوں یونسؑ مسبح آمدند
مخلوق (حضرت) یونسؑ کی طرح تسبیح پڑھنے والی بن گئی

کاندراں ظلمات پُر راحت شُدند
کیونکہ اُن تاریکیوں میں آرام سے ہو گئی

ہر یکے گوید بہنگام سحر
ہر شخص صبح کے وقت کہتا ہے

چوں ز بطنِ حُوتِ شب آید بدر
جب رات کی مچھلی کے پیٹ سے باہر آتا ہے

کاے کریمے کاندراں لیلِ وحش
کہ اے کریم! اُس وحشت ناک رات میں

گنجِ رحمت بنہی و چندیں چشش
تو رحمت کا خزانہ اور اس قدر لذت رکھتا ہے

چشم تیز و گوش تازہ تن سُبک
آنکھ تیز، کان تازہ اور جسم ہلکا ہو گیا

از شبِ ہمچوں نہنگِ ذوالحبک
رات کی وجہ سے جو ناکے کی طرح کالی زُلفوں والی ہے

---

[1] برسر حرفہ۔ یعنی میں نے دُعا اسی طرح نہ کی کہ خزانہ کا ملنا بھی ہلاک ہوجاتا اور اس کے تلاش کرنے میں مجھے محنت اور تدبیر کرنی پڑ گئی یہ میری دعا کا قصور تھا۔ گو۔ انسان ہیچ در ہیچ ہے جو کچھ ہے خدا کا عکس ہے بلکہ عینِ خدا ہے۔ ہر شبے۔ انسان کے ہنر اور تدبیر کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر رات کو غائب ہوجاتا ہے۔ خود۔ نیند کی حالت میں انسان کے تمام ہنر ختم ہوجاتے ہیں اور وہ ایک مردے کی صورت میں ہوتا ہے۔

[2] تاسحر۔ صبح تک سب انسان مردہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے اُن میں جواب دینے کی صلاحیت نہیں رہتی ہے۔ نہنگ۔ مگر مچھ۔ خُرد مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ صبحدم۔ صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے انسان کے ہوش وحواس واپس آجاتے ہیں۔ تیغ۔ یعنی سورج۔ نہنگ۔ یعنی رات۔ رستہ۔ اب صبح کو انسان بیدار ہو کر پھر دنیا کے رنگ وبُو میں منہمک ہوجاتا ہے۔

[3] خلق۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے فرمایا تھا لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ سُبْحَانَکَ ہر انسان اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ پُر راحت۔ انسان کو رات میں سونے سے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔ کاے۔ سو کر جب اُٹھتا ہے تو یہ تسبیح کرتا ہے۔ گنج رحمت۔ اسی خزانے سے حواس کو یہ طاقت ملتی ہے کہ بیداری پر وہ تیز ہوجاتے ہیں اور بدن ہلکا ہو جاتا ہے۔ ذوالحبک۔ حبیکہ بالوں کا مجموعہ۔

از[1] مقاماتِ وحش رُوزیں سپس — ہیچ نگریزیم ما باچوں تو کس
اس کے بعد وحشت ناک مقامات سے — آپ جیسی ذات کے ہوتے ہوئے کبھی نہ بھاگیں گے

موسیٰ آں را نار دید و نُور بُود — زنگی دیدیم شب را حُور بُود
موسیٰ نے اُس کو آگ سمجھا، وہ نور تھا — ہم نے رات کو حبشی سمجھا، وہ حُور تھی

ما نمی خواہیم غیر از دیدۂ — دیدۂ تیزے گشئے بگزیدۂ
ہم آنکھ کے سوا کچھ نہیں چاہتے ہیں — منتخب، اچھی، تیز آنکھ

بعد ازیں مادیدہ خواہیم از تو بس — تانپُوشد بحر را خاشاک و خس
اس کے بعد ہم تجھ سے بس آنکھ مانگتے ہیں — تاکہ سمندر کو کوڑا کرکٹ نہ چھپائے

ساحراں را چشم چوں رَست ازعمیٰ — کف زناں بُودند بے ایں دست وپا
جادوگروں کی آنکھ جب اندھے پن سے نجات پا گئی — وہ اس ہاتھ پاؤں کے بغیر ہتھیلیاں بجا رہے تھے

چشم بندِ خلق جُز اسباب نیست — ہر کہ لرزد برسبب ز اصحاب نیست
مخلوق کی آنکھ کا پردہ سوائے اسباب کے کچھ نہیں ہے — جو سبب سے لرزے، وہ اصحاب (دید) میں سے نہیں ہے

لیک[2] حق اصحاب و نا اصحاب را — در کشاد و بُرد تاصدرِ سرا
لیکن اللہ تعالیٰ نے اصحاب اور غیر اصحاب کے لیے — دروازہ کھول دیا ہے اور مکان کے صدر تک لے گیا ہے

باکفش نامستحق و مستحق — مُعتقانِ رحمتاند از بندِ رِق
اُس کی ہتھیلی میں مستحق اور غیر مستحق — غلامی کی قید سے رحمت کے آزاد کردہ ہیں

درعدم ما مستحقاں کے بُدیم — کہ بریں جان و بریں دانش زدیم
عدم میں ہم مستحق کب تھے؟ — کہ ہم اس جان اور اس عقل پر پہنچ گئے

اے بکردہ یار ہر اغیار را — وے بدادہ خلعتِ گُل خار را
اے وہ ذات جس نے غیروں کو دوست بنایا ہے — اور اے وہ کہ جس نے کانٹے کو پھول کا لباس عطا فرمایا ہے

خاکِ ما راثانیا پالیز کُن — ہیچ نے را بارِ دیگر چیز کُن
ہماری مٹی کو دوبارہ سرسبز کر دے — ناچیز کو دوبارہ چیز بنا دے

ایں[3] دُعا تو امر کردی زابتدے — ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بُدے
شروع سے، اس دُعا کا تو نے حکم دیا ہے — ورنہ ایک مٹی کو یہ حوصلہ کہاں ہوتا؟

چوں دُعا ماں امر کردی اے عُجاب — ایں دُعائے خویش را کُن مستجاب
جب تو نے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے اے عجیب! — اپنی اس دعا کو مقبول بنا

[1] ازمقامات۔ جبکہ وحشت ناک رات میں اللہ کی اس قدر رحمتیں مضمر ہیں تو اب خدا کی ذات کے سہارے کسی وحشت ناک چیز سے گریز نہ کرنا چاہیے۔ موسیٰ۔ ہر چیز ہمارے خیال کے مطابق نہیں ہوتی حضرت موسیٰ نے نور کو نار خیال کیا ہم نے رات کو بُرا سمجھا جو صحیح نہ تھا۔ مانمی خواہیم۔ سب سے بڑی نعمت صحیح آنکھ ہے جو ہر چیز کو اصلی حالت پر دکھا دے ہمیں اُس کی دعا کرنی چاہیے۔ گشی۔ خوب۔ تانپوشد۔ تاکہ ہماری نگاہ صحیح کام کرے اور ہماری نظر کے لیے خس وخاشاک دریا کو نہ چھپا سکے۔ ساحراں۔ فرعون کے جادوگروں کو صحیح نظر حاصل ہوگئی تھی وہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو کچھ نہ سمجھتے تھے اُن کے کٹنے پر رقص کر رہے تھے۔ چشم بند۔ صحیح نظر وہی ہے جو اسباب کے پردے اُٹھا کر مسبب الاسباب کو دیکھ لے۔

[2] لیک۔ جو صحیح نظر نہیں رکھتے ہیں وہ بھی مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ اُن کی بھی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ باکفش۔ اس کا دستِ کرم مستحق اور غیر مستحق سب کو عطا کرتا ہے۔ درعدم۔ جبکہ ہم معدوم تھے اُس کا ہم پر کرم ہوا اور اُس نے وجود اور حواس عنایت کر دیے حالانکہ ہم میں کوئی استحقاق نہ تھا۔ اے بکردہ۔ اللہ کی رحمت کافروں پر بھی ہے۔ خاکِ ما را۔ ابتدا جسمانی وجود عطا فرمایا اب روحانی حیات عطا فرما دے۔ پالیز۔ کھیت، چمن۔

[3] ایں دعا۔ دعا بھی ہم تیرے حکم اور توفیق سے کر رہے ہیں ورنہ ہماری ہمت کہاں تھی کہ تجھ سے دعا مانگتے۔ چوں دعا۔ جب تو نے دعا کی توفیق دی ہے تو یہ ہماری نہیں بلکہ تیری دعا ہے تو اس کو قبول بھی فرما لے۔

شب[1] شکستہ کشتیِ فہم و حواس
رات کو سمجھ اور حواس کی کشتی شکستہ ہو گئی
نے اُمیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس
نہ اُمید رہی نہ ڈر اور نہ مایوسی

بُردہ در دریائے حیرت ایزدم
اللہ تعالیٰ مجھے حیرت کے دریا میں لے گیا
تاز چہ فن پُر کند بفرستدم
دیکھ! مجھے کس ہنر سے پُر کر کے بھیجتا ہے؟

آں یکے را کردہ پُرنور و جلال
اُس ایک کو نور اور جلال سے پُر کر دیا
ویں دگر را کردہ پُر وہم و خیال
اور اس دوسرے کو وہم اور خیال سے پُر کر دیا

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بُدے
اگر میری اپنی کوئی رائے اور فن ہوتا
رائے وتدبیرم بحکمِ من بُدے
تو میری رائے اور تدبیر میرے قابو میں ہوتی

شب نرفتے ہوش بے فرمانِ من
رات کو میرے حکم کے بغیر ہوش روانہ نہ ہوتا
زیرِ دامِ مَن بُدے مُرغانِ من
میرے پرند میرے جال میں ہوتے

بُودے[2] مے آگہ ز منزل ہائے جاں
میں روح کی منزلوں سے باخبر ہوتا
وقتِ خواب و بیہشی و امتحاں
خواب اور بے ہوشی اور امتحان کے وقت

چوں کفم زیں حلّ و عقدِ اُو تہی ست
جب میرا ہاتھ اُس کے حل و عقد سے خالی ہے
اے عجب ایں معجبیِ من ز کیست
تعجب ہے! میری خود بینی کس وجہ سے ہے؟

دیدہ را نا دیدہ خود انگاشتم
میں نے دیکھے ہوئے کو ان دیکھا سمجھ لیا
باز زنبیلِ دُعا برداشتم
میں نے دُعا کی جھولی کو پھر اُٹھایا ہے

چوں اَلِف[3] چیزے ندارم اے کریم
اے کریم! میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا ہوں
جُز دلے دل تنگ تر از چشمِ میم
سوائے ایک دل کے جو "میم" کی آنکھ سے زیادہ سنگدل ہے

ایں اَلِف ایں میم اُمِّ بُودِ ماست
یہ "الف" یہ میم ہمارے وجود کی ماں ہے
میمِ اُم تنگ ست اَلِف زُو نر گداست
اُم کا میم تنگ ہے "الف" اس سے بھی زیادہ گدا ہے

ایں اَلِف چیزے ندارد غافلی ست
یہ "الف" کوئی چیز نہیں رکھتا، یہ غفلت کی حالت ہے
میم دلتنگ آں زمانِ عاقلی ست
"میم" دلتنگ ہے، وہ زیادہ عقلمندی کا ہے

در زمانِ بیخودی خود ہیچ من
میں بیہوشی کے وقت خود ہیچ ہوتا ہوں
در زمانِ ہوش اندر پیچ من
ہوش کے زمانہ میں پیچا پیچ میں ہوتا ہوں

ہیچ دیگر برچنیں ہیچی مَنہ
ایسے ناکارہ پر مزید ناکارہ پن نہ ڈال
نامِ دولت بر چنیں گیجی مَنہ
ایسے بھینگے پن کا نام دولت نہ رکھ

[1] شب۔ رات کو حواس اور اُس کے آثار یعنی خوف وبیم سب ختم ہو جاتے ہیں۔ بُردہ۔ شب کو اللہ تعالیٰ حواس کو دریائے حیرت میں غرق کر دیتا ہے پھر ان کو پُر ہنر بنا کر واپس کرتا ہے۔ آں یکے۔ عارفین کو نور سے پُر کرتا ہے۔ ویں دگر۔ دنیا داروں اور فلاسفہ کو وہم وخیال سے پُر کر دیتا ہے۔ گر بخویشم۔ اگر حواس وہُنر ہمارے ذاتی ہوتے تو پھر ہمارے حکم کے تابع ہوتے۔ شب۔ رات کو ہماری اجازت کے بغیر ہم سے جدا نہ ہوا کرتے۔

[2] بودے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ہماری روح کہاں کہاں کی سیر کر رہی ہے۔ امتحان۔ نیند کی حالت امتحان کی ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے حواس اور روح ہمارے قبضہ کی نہیں ہے۔ چوں کفم۔ جب ہم اپنے حواس اور عقل سے بھی تہی دست ہیں تو غرور اور تکبر کا کیا کام ہے۔ دیدہ۔ یہاں سے پھر اُس فقیر کی دُعا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اب تک جو دعا میں غلطی ہوئی اور باوجود خزانہ کا پتہ چل جانے کے خزانہ نہ ملا اس سب کو کالعدم قرار دے کر میں از سرِ نو دعا کرتا ہوں۔

[3] اَلِف۔ نقطہ سے خالی ہے میم کا سر یعنی چشم تنگ ہوتی ہے۔ اُم۔ اصل یعنی ہمارا اصل وجود اور اس کے لوازم سب الف اور میم کے سرے کی طرح ہیں۔ ایں۔ ہماری غفلت کا وقت ہو یا ہوش کا دونوں الف اور میم کی طرح ہیں۔ در زماں۔ غفلت اور ہوش کے جملہ اوقات پریشان کن ہیں۔ بیخودی کے وقت بالکل ناچیز ہوتا ہوں اور ہوش اور عقلمندی کے وقت دنیا کے دھندوں میں پیچ در پیچ ہوتا ہوں۔

خود[1] ندارم ہیچ بہ سازد مرا — کہ زوہم ست ایں کہ دارم صد عنا
میں خود کچھ نہیں رکھتا ہوں وہ مجھے بہتر بناتا ہے — یہ سیکڑوں رنج جو میں رکھتا ہوں وہم کی وجہ سے ہیں

ورندارم ہم تو دارائیم کن — رنج دیدم راحت افزائیم کن
اور اگر میں کچھ نہیں رکھتا ہوں، تو میری رکھوالی کر — میں نے تکلیف دیکھی ہے، تو میری راحت افزائی کر دے

ہم در آبِ دیدہ عُریاں نیستم — بر درِ تو چونکہ دیدہ نیستم
میں آنکھ کے آنسو کے معاملہ میں ننگا کھڑا ہوں — تیرے در پر، چونکہ میرے آنکھ نہیں ہے

زابِ دیدہ بندۂ بے دیدہ را — سبزۂ بخش و نباتے زیں چرا
بے بصیرت بندے کو آنکھ کے آنسو سے اس چراگاہ سے — سبزہ اور پیداوار بخش دیجئے

ورنماند آب آبم دہ ز عین — ہمچو عینینِ نبی ہطّالتین
اگر آنسو نہ رہے تو آنکھ سے مجھے آنسو عطا کر — جیسی نبیؐ کی دو جاری رہنے والی آنکھیں

اُو[2] چو آبِ دیدہ جُست از جودِ حق — باچناں اِجلال و اِقبال و سبق
جبکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بخشش سے آنسو مانگے — ایسی بزرگی اور اقبال اور سبقت کے ہوتے ہوئے

چون نباشم ز اشکِ خوں باریک ریس — من تہیدستِ فضولِ کاسہ لیس
تو میں خونی آنسو کے ساتھ باریک بیں کیوں نہ بنوں — میں خالی ہاتھ، فضول، خوشامدی

چوں چناں چشم اشک رامفتوں بُود — اشکِ من باید کہ صد جیحوں بُود
جبکہ ایسی آنکھ، آنسو کی عاشق ہو — تو میرے لیے سیکڑوں جیحوں آنسو چاہیے

قطرۂ زاں زیں دو صد جیحوں بہ است — کہ بداں یک قطرہ جن و انس رَست
اُس کا ایک قطرہ، ان دو سو جیحوں سے بہتر ہے — کیونکہ اُس قطرے سے جن اور انسان نجات پا گئے

چونکہ[3] باراں جست آں روضۂ بہشت — چوں نجوید آب، شورہ خاک زشت
جبکہ جنت کے اُس باغیچہ نے بارش مانگی — تو میری شوریلی زمین پانی کیوں نہ مانگے؟

اے اُخی دست از دُعا کردن مدار — با اِجابت یا رَدِ اُویت چہ کار
اے بھائی! دُعا کرنے سے ہاتھ نہ ہٹا — اُس کے قبول کرنے یا رد کرنے سے تجھے کیا کام؟

ناں کہ سدّ و مانعِ ایں آب بُود — دست زاں نامی می باید شست زود
وہ روٹی جو اس پانی کی روک اور مانع ہو — اس روٹی سے جلد ہاتھ دھو لینا چاہیے

---

[1] خود۔ جبکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو میرا کارساز بن جا۔ کہ ز وہم۔ انسان اپنے کچھ ہونے کے وہم سے سیکڑوں مصیبتوں میں پھنسا ہے یہی وہم دنیاوی اور دینی ترقی سے مانع بنتا ہے۔ ور۔ جبکہ یقیناً میرے پاس کچھ نہیں ہے تو شاہی برت اور میری رکھوالی کر۔ ہم۔ میں دعا کے آداب سے بھی محروم ہوں دعا کیلئے آنسوؤں کی ضرورت ہے میں اس سے بھی محروم ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس حقیقت بیں نظر ہی نہیں ہے۔ زاب۔ میری آنکھ میں آنسو پیدا فرما کر میرے اعمال کو سرسبز کر دیجئے۔ زیں چرا۔ یعنی دنیا جو آخرت کا کھیت اور چراگاہ ہے۔ ورنماند۔ اگر میری آنکھوں میں آنسو نہ ہیں تو آنسو بھی عنایت کر جس طرح تو نے آنحضورؐ کی آنکھوں کو آنسو عطا کر دیئے تھے۔ ہطّالتین۔ حدیث شریف ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ اے خدا مجھے دو جاری ہونے والی آنکھیں عنایت کر دے۔

[2] او۔ آنحضورؐ باوجود تمام بزرگیوں اور فضائل کے رونے والی آنکھوں کے طالب بنے۔ چوں نباشم۔ تو پھر ہم جیسوں کے لیے وہ بہت ہی ضروری ہیں اور ہماری نجات کے لیے تو سیکڑوں جیحوں دریا کی بقدر آنسو درکار ہیں۔ قطرہ۔ آنحضورؐ کی آنکھ کا ایک آنسو دو سو جیحوں برابر آنسوؤں سے افضل ہے اس لیے کہ اس قطرۂ آنسو کے ساتھ جب دُعا کی تو جن و انس قیامت میں حساب کتاب کے انتظار سے نجات پا گئے اور آنحضورؐ کی اس سلسلہ میں شفاعت منظور ہو گی ایسی صورت میں تو ہمیں دو سو جیحوں برابر نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ آنسو درکار ہیں۔

[3] چونکہ۔ آنحضورؐ جو خود جنت کے باغیچہ کی طرح ہیں جب آنسوؤں کی بارش کے طالب بنے تو ہم جو کہ بدترین زمین ہیں ہمیں آنسوؤں کی بارش کی ضرورت کیوں نہ ہو گی۔ اے اخی۔ جب تجھے دعا کی فضیلتیں معلوم ہو گئیں تو اب دعا کرتا رہ اور تجھے اس سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیے کہ وہ مقبول ہوئی ہے یا مردود۔ ناں۔ دعا میں اگر گریہ نہیں ہے تو اس کے موانع کو دور کر اور وہ دنیا کی لذتیں ہیں۔

خویش[1] را موزوں و چست و سختہ کُن　　زابِ دیدہ نانِ خود را پختہ کُن

اپنے آپ کو موزوں اور چست اور سنجیدہ بنا　　آنکھ کے آنسو سے اپنی روٹی کو پختہ کر لے

آواز دادنِ ہاتف مر طالبِ گنج را و اعلام کردن از حقیقتِ سِرِّ آں

غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بُود اُو کہ اِلہام آمدش　　کشف شُد ایں مُشکلات از ایزدش

وہ اس ہی میں تھا، کہ اُس کو اِلہام ہوا　　اُس کی یہ مشکلیں خدا کی جانب سے کھل گئیں

اندریں بُود اُو کز اِلہامِ خدا　　مشکلش حل گشت و حاجت شُد روا

وہ اس ہی میں تھا، کہ خدا کے الہام سے　　اُس کی مشکل حل ہو گئی اور ضرورت پوری ہو گئی

گفت گفتم در کماں تیرے بنہ　　کے بگفتم من کہ اندر کش تو زہ

اُس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ　　میں نے کب کہا تھا کہ چلّے کو کھینچ؟

من نگفتم کایں کماں را سخت کش　　در کماں نہ گفتمت نے بر کَش

میں نے یہ نہیں کہا تھا، کہ کمان کو خوب کھینچ　　میں نے تجھ سے کہا تھا، کمان میں رکھ نہ کہ اس کو باہر کر

از فضولی تو کماں افراشتی　　صنعتِ قوّاسیِ برداشتی

تو نے بیہودہ پن سے کمان بلند کی　　(اور) تیر اندازی کی کاریگری برداشت کی

تَرک ایں سختہ کمانی رو بگو　　در کماں نہ تیر و پرّیدن مجو

جا اس سختہ کمانی کو چھوڑ　　کمان میں تیر رکھ اور اُڑنے کی فکر نہ کر

چوں[2] بیفتد برکن آنجا می طلب　　زور بگذار و بزاری جو ذہب

جب وہ گر پڑے، کھود اُس جگہ تلاش کر　　زور چھوڑ دے زاری سے زر طلب کر

آنچہ حق ست اقرب از حبلِ الورید　　تو فگندہ تیرِ فکرت را بعید

جو حق ہے، وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے　　تو نے فکر کے تیر کو دور پھینکا

اے[3] کماں و تیرہا برساختہ　　صید نزدیک و تو دور انداختہ

اے وہ! جو تیر اور کمان تیار کیے ہوئے ہے　　شکار نزدیک ہے اور تو نے دور چلایا

ہر کہ اُو دُورست دُور از روئے اُو　　کازماید قوّتِ بازویِ اُو

جو اُس سے دور ہے، اُس کے چہرے سے دُور ہے　　کہ وہ اپنی قوت بازو آزما رہا ہے

ہرکہ دُور انداز تر اُو دُور تر　　وز چنیں گنج ست اُو مہجور تر

جو شخص دور پھینکنے والا ہے، وہ زیادہ دور ہے　　اور وہ ایسے خزانہ سے، زیادہ محروم ہے

---

[1] خویش۔ اپنے آپ کو دعا اور گریہ میں چست کر لے اور ان آنسوؤں کے ذریعہ آخرت کا توشہ تیار کر لے۔ اندریں۔ وہ فقیر اس دعا میں مصروف تھا کہ اُس کو غیب سے الہام ہوا جس میں اُس کی مشکلات حل ہو گئیں۔ گفت۔ ہاتف نے کہا کہ ہم نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر چلہ کھینچ کر زور سے پھینک بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ کمان میں رکھ کر گرا دے۔ افراشتی۔ جس طرح تیر انداز کمان اونچی کر کے تیر چلاتے ہیں۔ صنعت۔ تو نے اپنی کمان بازی کی کاریگری شروع کر دی۔ سختہ کمانی۔ تیراندازی کی مہارت۔

[2] چوں بیفتد۔ چلہ کھینچ تیر نہ چلا، کمان میں تیر رکھ کر گرا دے جہاں وہ گرے اُس جگہ کو کھود۔ زور۔ طاقت اور زور سے بچ اور عجز سے سونے کا طلبگار بن۔ آنچہ۔ مولانا فرماتے ہیں حق اور مقصد، قریب جگہ میں تھا وہ تیر دور پھینک کر اُس جگہ کو کھود کر خزانہ تلاش کرتا تھا، اللہ تعالیٰ جو حق ہے وہ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اُس کے بارے میں فکر کو دور نہ دوڑانا چاہیے۔

[3] اے۔ انسان کا مقصودِ حقیقی اس کے قریب ہے وہ اس کو ادھر ادھر تلاش کرتا پھرتا ہے۔ ہر کہ۔ جو مقصود کو دور سمجھ رہا ہے وہ مقصود سے بہت دور ہے وہ اپنی قوتِ بازو آزما رہا ہے جس سے مقصود حاصل نہ ہوگا۔ ہر کہ۔ جو عقلی تیر چلاتا ہے وہ مقصود سے زیادہ دور رہتا ہے۔

فلسفی[1] خود را ز اندیشہ بکُشت — گو بدُو کو را سُوئے گنجست پُشت

فلسفی نے خود کو غور (فکر) سے مار ڈالا — اس سے کہہ دے، کہ اس کی خزانہ کی جانب پُشت ہے

گُو بُدو چندانکہ افزوں میدود — از مرادِ دل جدا تر میشود

اُس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے — دل کی مُراد سے زیادہ جدا ہو رہا ہے

جَاهِدُوْا فِيْنَا بگفت آں شہریار — جَاهِدُوْا عَنَّا نگفت اے بیقرار

اُس شاہ نے "جاھدُوا فینا" کہا ہے — اے بیقرار! اُس نے "جاھدُوا عنا" نہیں کہا ہے

ہمچو[2] کنعاں کو ز ننگِ نوحؑ رفت — بر فرازِ قلّۂ آں کوہِ زفت

کنعان کی طرح جو (حضرت) نوحؑ کی ذلّت سے بھاگا — بڑے پہاڑ کی چوٹی کی بلندی پر

ہر چہ افزوں تر ہمی جُست اُو خلاص — سُوئے کُہ میشُد جُدا تر از مناص

اُس نے جس قدر خلاصی کی زیادہ جستجو کی — وہ بچاؤ کی جگہ سے پہاڑ کی جانب زیادہ جُدا ہو گیا

ہمچو ایں درویش بہرِ گنج و کاں — ہر صباحی سخت تر، جُستے کماں

جیسا کہ یہ فقیر، خزانہ اور کان کی خاطر — ہر صبح کو زیادہ سخت کمان تلاش کرتا

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر — بُودے از گنج و نشاں بدبخت تر

ہر وہ کمان جس کو وہ زیادہ سخت پکڑتا — خزانے اور پتا سے زیادہ بدبخت بنتا

ایں[3] مثل اندر زمانہ جانی ست — جانِ ناداں برنج ارزانی ست

زمانہ میں یہ مثال جان کے قابل ہے — نادان کی جان، تکلیف کے لائق ہے

زانکہ جاہل داشت ننگ از اُوستاد — لاجرم رفت و دُکانِ نو کُشاد

کیونکہ جاہل نے اُستاد سے ذلّت محسوس کی — لامحالہ وہ گیا اور اُس نے نئی دُکان کھول لی

آں دُکاں بالائے اُستادانِ کار — گندہ و پُرکژدُم ست و پُر ز مار

وہ دُکان جو فن کے اُستادوں سے اُوپر ہے — وہ گندی، بچھوؤں اور سانپ بھری ہے

زُود ویراں کن دُکاں و باز گرد — سُوئے سبز و گلستان و آب خورد

تو دُکان کو جلد ویران کر دے اور پلٹ — سبزہ اور چمن اور نہر کی جانب

نے چو کنعاں کو ز کبر و ناشناخت — از کُہِ عاصم سفینۂ فوز ساخت

نہ کہ کنعان کی طرح جس نے تکبّر اور جہالت سے — بچانے والے پہاڑ کو کامیابی کی کشتی بنایا

---

[1] فلسفی۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں فلسفی کا بھی یہی حال ہے اُس سے کہہ دو کہ مقصود کی طرف اُس کی پشت ہے۔ گو۔ اس سے کہہ دو کہ وہ جس قدر دوڑے گا مقصد سے دُور ہوتا جائے گا کیونکہ مقصود کی طرف اُس کی پشت ہے۔ جاھدوا۔ قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کے صحیح طور پر طلب کرنے والوں کے لیے اللہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ جاھدُوا فینا۔ یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں۔ جاھدُوا عنا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری جانب سے جانے میں کوشش کرتے ہیں۔

[2] ہمچو کنعاں۔ ایسی ہی بُری کوشش کی مثال حضرت نوحؑ کا لڑکا کنعان ہے جس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے سے ذلت محسوس کی اور طوفان سے بچاؤ کے لیے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگا۔ ہر چہ۔ وہ جس قدر کوشش کر رہا تھا بچاؤ کی جگہ سے دور ہو رہا تھا جو حضرت نوحؑ کی کشتی تھی۔

[3] ایں مثل۔ مقصد سے دُور ہونے کی وجہ اس مثال سے سمجھ میں آ جائے گی جو جان رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شاگرد اُستاد سے ذلت محسوس کرنے لگے اور اپنی دکان خود کھول بیٹھے۔ ظاہر ہے ایسا شاگرد مقصد سے دُور ہو جائے گا۔ آں دکان۔ ایسے شاگرد کی دکان ہنر سے خالی ہو گی اور نقصان رساں ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقصد تک پہنچنے کا راستہ اتباع حق کا اتباع ہے۔ زود۔ ایسے شاگرد کو چاہیے کہ فوراً اپنی دُکان کو ویران کر دے اور اُستاد کی شاگردی اختیار کر کے پھلے پھولے۔ نے۔ کنعان کی طرح نہ بنے کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کیا۔

علمِ[1] تیر اندازیش آمد حجیب | واں مراد اُو را بُدے حاضر بجیب
اُس کا تیر اندازی کا فن، پردہ بنا | اور وہ مقصد اُس کی جیب میں موجود تھا

اے بسا علم و ذکاوات و فطن | گشتہ رہرو را چو غول و راہزن
اے (مخاطب)! بہت سے علم اور ذہانتیں اور سمجھداری | سالک کے لیے چھلاوہ اور راہزن بنی ہیں

بیشتر اصحابِ جنّت ابلہ اند | تاز شرِّ فیلسوفی میرہند
اہلِ جنت زیادہ تر بھولے ہیں | جب ہی تو فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں

خویش را عُریاں کُن از فضل و فضول | تا کُند رحمت تُرا ہر دم نزول
اپنے آپ کو فضول اور فضیلت سے عاری کر لے | تاکہ ہر وقت تجھ پر رحمت نازل ہو

زیرکی[2] ضدِ شکست ست و نیاز | زیرکی بگذار و باگولی بساز
ذہانت، تواضع اور عاجزی کی ضد ہے | ذہانت چھوڑ اور بھولا پن اختیار کر

زیرکی داں دام بردد طمع گاز | تاچہ خواہد زیرکی را پاک باز
ذہانت کو سوہان سائی کا جال اور حرص کو گائی سمجھ | پھر ذہانت کو پاکباز کیا چاہیے گا؟

زیرکاں با صنعتے قانع شدہ | ابلہاں از صنع در صانع شدہ
ذہین، کاریگری پر بس کرنے والے ہو گئے | بھولے، کاریگری سے کاریگر میں پہنچ گئے

زانکہ طفلِ خُرد را مادر نہار | دست و پا باشد نہادہ بر کنار
کیونکہ چھوٹے بچے کے لیے ماں، دن میں | بغل میں لیے ہوئے، ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہوتی ہے

داستانِ[3] آں سہ مسافر مسلمان و ترسا و جہود و آنکہ بمنزلے قُوتے

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ، اُن کو راستہ

یافتند ترسا و جہود سیر بُودند، گفتند آں قُوت را فردا خوریم

میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے اُنھوں نے کہا

مسلمان صائم بُود و گرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بُود

کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر | تانگردی ممتحن اندر ہُنر
اے بیٹا! یہاں ایک حکایت سُن لے | تاکہ تو ہنر میں آزمائش میں نہ پڑے

آں جہود و مُومن و ترسا مگر | ہمرہی کردند باہم در سفر
اُس یہودی اور مومن اور عیسائی نے | سفر میں ہمراہی اختیار کی

---

[1] علمِ تیر۔ اس فقیر کو اس کے تیر اندازی کے علم نے ہی خزانہ سے دور رکھا ورنہ خزانہ بالکل اُس سے قریب تھا۔ اے بسا۔ مذموم ذہانت تباہ کن ہے اور مطلوب سے دُور کرتی ہے۔ بیشتر۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ ''مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے'' نیز مشہور مثل ہے اَھلُ الجنۃِ بُلْہٌ ''جنتی بھولے بھالے ہوتے ہیں''۔ خویش۔ ایسی مذموم ذہانت سے اپنے آپ کو بچالے پھر تجھ پر رحمت نازل ہوگی۔

[2] زیرکی۔ انسان کو ایسی غلط ذہانت اور چالاکی کو چھوڑ کر بھولا پن اختیار کرنا چاہیے۔ دام بُرد۔ یہ ذہانت سوہانِ روح ہے۔ زیرکاں۔ مذموم ذہین دنیا میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں اور بھولے آدمی صانع یعنی خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ زانکہ۔ جسطرح نادان بچہ کیلئے ماں ہاتھ پاؤں کا کام کرتی ہے اسیطرح بھولے مومن کی خدا دستگیری فرماتا ہے۔

[3] داستاں۔ اس قصہ میں مذکور ہے کہ ایک سفر میں یہودی، نصرانی اور مسلمان ہمسفر بنے، راستہ میں حلوا ملا تو دونوں نے چالاکی سے مسلمان کو حلوے سے محروم کرنا چاہا لیکن قدرت نے ایسا بندوبست کر دیا کہ حلوا مسلمان ہی کو ملا اور قدرت نے اُس کی دستگیری فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ چالاکی اللہ کو پسند نہ آئی اور بھولے مسلمان پر رحمت نازل ہوئی۔ تانگردی۔ تو اس قصہ کو سن کر چالاکی سے بچے گا اور اس میں ہنرمندی دکھا کر آزمائش میں گرفتار ہوگا۔ آں جہود۔ ان تینوں کا قصداً ساتھ ہوگیا یا اتفاقاً۔

بادو گمرہ ہمرہ آمد مومنے
ایک مومن دو گمراہوں کے ہمراہ ہو گیا

مرغزی و رازی اُفتند در سفر
مرغز کا رہنے والا اور رے کا رہنے والا سفر میں

در قفس اُفتند زاغ و چغد و باز
پنجرے میں کوا اور چغد اور باز واقع ہو جاتے ہیں

کردہ منزل شب بیک موضع بہم
رات میں ایک جگہ مل کر پڑاؤ کیا

ماندہ[2] در منزل ز رہ خُرد و شگرف
چھوٹے اور بڑے راستہ سے منزل میں رہ گئے

چوں کُشاید راہ و بردارند بند
جب راستہ کھل جائے گا اور وہ روک کو اٹھا دیں گے

چوں قفس را بشکند شاہِ خِرد
جب عقل کا شاہ پنجرے کو توڑ دے گا

پرگشادہ پیش ازیں پُر شوق و یاد
اس سے پہلے شوق اور یاد سے بھرے ہوئے پر کھولے ہوئے تھے

پرگشادہ[3] ہر دمے با اشک و آہ
ہر وقت آنسو اور آہ کے ساتھ پر کھولے ہوئے تھے

چونکہ رہ یابد پرد ہر یک چوباد
جب راستہ پا لیتا ہے ہر ایک ہوا کی طرف اُڑ جاتا ہے

آں طرف کش بود اشک و سوز و آہ
جس جانب اُس کا آنسو اور سوزش اور آہ تھی

در تنِ خود بنگر ایں اجزائے تن
اپنے جسم میں جسم کے ان اجزا کو دیکھ

آبی و خاکی و بادی و آتشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی

چوں[1] خرد با نفس و با آہرمنے
جس طرح عقل نفس اور شیطان کے ساتھ

ہمرہ و ہم سفرہ پیشِ ہمدگر
ہمراہ اور شریکِ دستر خوان ایک دوسرے کے سامنے ہوتا ہے

جُفت شُد در حبس پاک و بے نماز
قید خانہ میں پاک اور بے نماز جمع ہو گئے

مشرقی و مغربی قانع بہم
مشرقی اور مغربی نے آپس میں صابر بن کر

روزہا باہم ز سرما و ز برف
ایک دوسرے کیساتھ بہت دن تک سردی اور برف کیوجہ سے

بگسلند و ہر یکے جائے روند
ایک دوسرے سے جدا ہو جائینگے اور ہر شخص ایک جگہ چلا جائیگا

جمع مُرغاں ہر یکے سُوئے پرد
پرندوں کا مجمع ہر ایک، ایک جانب کو اُڑ جائے گا

در ہوائے جنسِ خود سُوئے معاد
لوٹنے کی جگہ کی جانب، اپنے (ہم) جنس کی محبت میں

لیک پریدن ندارد روئے وراہ
لیکن اُڑنے کی صورت اور راستہ نہ تھا

سُوئے آں کز یادِ آں پر میگُشاد
اُس کی جانب جس کی یاد میں پر کھولتا تھا

چونکہ فرصت یافت آں سُو کوفت راہ
جب موقع ملا اُس جانب چلنا شروع کر دیا

از کجا جمع آمدند اندر بدن
کہ جسم میں کہاں سے جمع ہو گئے ہیں؟

عرشی و فرشی و رومی و کشی
عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی

---

1. چوں ۔ یہ دونوں، نفس اور شیطان جیسے تھے اور مومن بمنزلۂ عقل کے تھا۔ مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا رہنے والا۔ سفرہ۔ دستر خوان۔ در قفس۔ یہ جوڑ ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک پنجرے میں بے جوڑ پرند جمع ہو جاتے ہیں یا قید خانہ میں مختلف قسم کے آدمی یک جا ہو جاتے ہیں۔ کردہ منزل۔ ایسا بھی اتفاقاً ہو جاتا ہے۔
2. ماندہ۔ یہی مثال اس عالم دنیا میں انسان کی ہے۔ چوں کشاید۔ راستہ کھلنے پر پڑاؤ کے مسافر اپنی اپنی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ چوں قفس۔ پنجرا کھلنے پر پرندا اپنے ہم جنس کی طرف اُڑ جاتا ہے۔ پر کشادہ۔ وہ پنجرے میں واپسی کی جگہ کے شوق میں پرندے پھڑ پھڑاتے ہیں۔
3. پر کشادہ۔ یہ پرند وطن کے شوق میں پر پھیلائے ہوئے ہیں لیکن اُڑنے کا راستہ نہیں ہے۔ چونکہ۔ راستہ ملنے پر تمنا پوری ہوتی ہے۔ در تنِ خود۔ انسان کے بدن کے اجزا کا یہی حال ہے۔ آبی۔ انسان عناصر اربعہ سے بنا ہے۔ کشی۔ کش شہر کا رہنے والا۔

ازا[1] اُمیدِ عَود ہریک بستہ طرف
ہر ایک واپسی کی اُمید پر نظر جمائے ہوئے ہے
اندریں منزل ہم از بیمِ برف
برف کے ڈر سے اس پڑاؤ میں جمع ہیں

برف گوناگوں جمودِ ہر جماد
قسما قسم برف ہر جماد کا سکون ہے
درشتاي بُعدِ آں خورشیدِ داد
انصاف کے اس سورج کی دوری کے جاڑے میں

چوں بتابد تفِ آں خورشیدِ خشم
جب قہر کے اُس سورج کی گرمی چمکے گی
کوہ گردد کاہ، ریگ و کاہ پشم
پہاڑ، تنکا، ریت اور گھاس اُون بن جائے گا

در گداز آید جماداتِ گراں
بھاری جمادات پگھل جائیں گے
چوں گدازِ تن بوقتِ نقلِ جاں
جس طرح جسم، روح کے منتقل ہونے کے وقت

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک پڑاؤ پر پہنچے
ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے[2]
ایک نصیبہ ور اُن کے لیے حلوا لایا

بُرد حلوا پیشِ آں ہرسہ غریب
ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا
محسنے از مطبخ اِنّی قَرِیْب
ایک محسن "اِنّی قَرِیب" کے مطبخ سے

نانِ گرم و صحنِ حلوائے عسل
گرم روٹی اور شہد کے حلوے کا طباق
بُردکاں اندر ثوابش بُد امل
وہ شخص لایا کہ اُس کو ثواب کی اُمید تھی

اَلْکِیَاسَةُ وَالْاَدَبُ لِاَهْلِ الْمَدَر
ذہانت اور ادب شہریوں میں ہے
اَلضِّیَافَةُ وَالْقِرٰی لِاَهْلِ الْوَبَر
مہمان نوازی اور کھانا دیہاتیوں میں ہے

اَلضِّیَافَةُ لِلْغَرِیْبِ[3] وَالْقِرٰی
مہمان نوازی اور کھانا مسافر کے لیے
اَودَعَ الرَّحْمٰنُ فِیْۤ اَهْلِ الْقُرٰی
اللہ تعالیٰ نے گاؤں والوں میں رکھی ہے

کُلَّ یومٍ فِی الْقُرٰی ضَیْفٌ حَدِیْث
دیہات میں ہر روز ایک نیا مہمان ہے
مَالَهٗ غَیْرُ الْاِلٰهِ مِنْ مُّغِیْث
جس کا خدا کے سوا کوئی فریاد رس نہیں

کُلَّ لَیْلٍ فِی الْقُرٰی وَفْدٌ جَدِیْد
دیہات میں ہر رات کو نیا قافلہ ہے
مَالَهُمْ ثَمَّ سِوَی اللّٰهِ الْمَجِیْد
جن کے لیے وہاں سوائے اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہے

تخمہ بُودند آں دو بیگانہ ز خور
اُن دو بیگانوں کو کھانے سے تخمہ لگ گیا تھا
بُود صائم روز آں مُومن مگر
وہ مومن دن بھر کا روزہ دار تھا

چوں نمازِ شام آں حلوا رسید
جب مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا
بُود مُومن ماندہ در جُوعِ شدید
مومن سخت بھوک کی حالت میں تھا

---

[1] ازامید۔ انسان کے اجزا اپنے مراکز کی طرف منتقل ہونے کے منتظر ہیں۔ برف۔ یہ ٹھہراؤ اسی وقت تک ہے جب تک حضرت حق کے سامنے تجلی نہیں ہوتی ہے۔ چوں بتابد۔ جب جلال خداوندی کی گرمی پڑے گی قیامت کا منظر سامنے آجائے گا۔ جماداتِ گراں۔ پہاڑ۔ چوں۔ پھر تینوں مسافروں کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] مقبلے۔ گاؤں کا کوئی مہمان نواز ہوگا۔ اِنّی قَرِیب۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ "جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں بس میں نزدیک ہوں"۔ ثوابش۔ وہ میزبان مسلمان تھا اُس کو مہمان نوازی میں ثواب کی امید تھی۔ الکیاسہ۔ ذہانت۔ اَهْلُ الْمَدَر۔ شہری۔ القرٰی۔ مہمانداری۔ اَهْلُ الْوَبَر۔ خیمہ بدوش، دیہاتی۔

[3] اَلْغَرِیْب۔ مسافر۔ اَهْلُ الْقُرٰی۔ دیہاتی۔ مغیث۔ مددگار۔ تخمہ بودند۔ یہودی اور عیسائی نے کھانا زیادہ کھالیا تھا جس سے ان کو دست اور قے آرہی تھی مومن روزے سے تھا اس لیے اس کو خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ چوں۔ مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا۔

آں دو کس گفتند ما از خور[1] پُریم
اُن دو شخصوں نے کہا، ہم کھانے سے پُر ہیں

امشبش بنہیم و فرداش خوریم
آج کی رات اس کو رکھ دیں اور کل کو کھائیں گے

صبر گیریم از خور امشب تن زنیم
ہم کھانے سے صبر کر لیں، آج کی رات چُپ رہیں

بہرِ فردا لُوت را پنہاں کنیم
کل کے لیے عمدہ کھانا چھپا کر رکھ دیں

گفت مومن امشب ایں خوردہ شود
مومن نے کہا یہ آج کی رات کھا لیا جائے

صبر را نہیم تا فردا بُود
کل ہونے تک صبر کو اُٹھا رکھیں

پس بدو گفتند زیں حکمت گری
تو اُنھوں نے اس سے کہا کہ تیرا اس چالاکی سے

قصدِ تو آنست تا تنہا خوری
یہ ارادہ ہے، کہ تو تنہا کھا لے

گفت[2] اے یاراں نہ کہ ما سہ تنیم
اُس نے کہا اے دوستو! کیا ہم تین شخص نہیں ہیں؟

چوں خلاف اُفتاد ما قسمت کنیم
جب اختلاف ہو گیا، ہم بانٹ لیں

ہر کہ خواہد قسمِ خود برجاں زند
جو چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے

وانکہ خواہد قسمِ خود پنہاں کند
اور جو چاہتا ہے، اپنا حصہ چھپا دے

آں دو گفتندش ز قسمت در گذر
اُن دونوں نے اس سے کہا کہ بانٹنے سے درگذر کر

گوش کن قسّام فی النّار از خبر
قسام جہنمی ہے، حدیث سے سُن لے

گفت قسّام آں بُود کو خویش را
اُس نے کہا قسام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو

کردِ قسمت برہوا نے برخدا
خواہشِ نفسانی پر تقسیم کر دیا، نہ کہ خدا پر

مِلکِ[3] حق و جملہ قسمِ اُوستی
تو خدا کی ملکیت اور سب اُس کا حصہ ہے

قسمِ دیگر را دہی دو گوستی
تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے تو وہ کہنے والا ہے

ایں اسد غالب شُدے ہم برسگاں
یہ شیر کتوں پر بھی غالب ہو جاتا

گر نبُودے نوبتِ آں بدر گاں
اگر اُن بدطینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا

ایں اسد کہ نیست غالب بربقُور
یہ شیر جو گایوں پر غالب نہیں ہے

نوبتِ گاواں بدُو آں گاوِ زُور
گایوں اور اُس مکار گائے کا دور دورہ ہے

قصدِ شاں آں کاں مسلماں غم خورد
اُن کا یہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھائے

شب برو در بینوائی بگذرد
اُس پر بے سروسامانی میں رات بسر ہو

بُود مغلوب اُو بتسلیم و رضا
وہ مغلوب تھا اُس نے تسلیم کرنے اور رضامندی سے

گفت سَمْعًا طَاعَةً اَصْحَابَنَا
کہا اے ہمارے ساتھیو! سُن لیا اور مان لیا

---

[1] ازخور۔ کھانا پیٹ میں زیادہ بھرا ہوا تھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ گفت۔ مومن نے کہا حلوا آج کھا لیا جائے صبر کل کے لیے رکھ دیا جائے۔ پس۔ ان دونوں نے کہا کہ تیرا مقصد تنہا خوری ہے کیونکہ ہم تو اس وقت نہیں کھا سکتے۔

[2] گفت۔ مومن نے کہا میں تنہا سب نہیں کھانا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ تقسیم کر لیا جائے۔ قسم۔ حصہ۔ خبر۔ قسّامٌ فی النّار "بانٹنے والا جہنمی ہے"۔ اگر یہ حدیث ہے تو اُس کا مطلب وہ نہیں ہے جو ان دونوں نے مُراد لیا بلکہ صحیح وہ ہے جو مومن نے بیان کیا۔ برہوا۔ یعنی تقسیم میں نفسانی غرض ہو۔

[3] مِلک۔ انسان اللہ کی ملک ہے اب اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو تقسیم کرے کچھ خدا کے لیے اور کچھ کسی دوسرے کے لیے تو گویا وہ مشرک ہے۔ ایں اسد۔ مومن کی بیائے نہ مانی گئی اور وہ غالب نہ آیا۔ بقور۔ بقرہ کی جمع ہے۔ زور۔ مکار۔ قصدِ شاں۔ اُن دونوں کا مقصد یہ تھا کہ مومن رات کو بھی بھوکا رہے۔ بُود۔ مومن ایک تھا اور وہ دو تھے مجبوراً اس نے اُن کا کہنا مان لیا۔

پس بخفتند آں شب و برخاستند — بامداداں خویش را آراستند
پھر وہ اُس رات سو گئے اور بیدار ہوئے — صبح کو اپنے آپ کو آراستہ کیا

روی[1] شستند و دہان و ہریکے — داشت اندر وِرد راہ و مسلکے
اُنھوں نے چہرہ اور منہ دھویا اور ہر ایک — وظیفہ میں ایک راہ اور مسلک رکھتا تھا

یک زمانے ہریکے آورد روی — سُوی وِردِ خویش از حق فضل جُوی
تھوڑی دیر ہر ایک متوجہ ہوا — اپنے وظیفہ کی طرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا طالب تھا

مُومن و ترسا جہود و گبر و مُغ — جُملہ را رُو سُویِ آں سُلطاں اُلُغ
مومن اور عیسائی اور یہودی اور کافر اور آتش پرست — سب کا رُخ سلطانِ معظم کی طرف ہے

مُومن و ترسا جہود و نیک و بَد — جملگاں را ہست رُو سُویِ احد
مومن اور عیسائی اور یہودی اور نیک اور بد — سب کا رُخ خدا کی جانب ہے

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را — ہست واگشتِ نہانی باخدا
بلکہ پتھر اور مٹی اور پہاڑ اور پانی کا — پوشیدہ طور پر خدا کی طرف رجوع ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہرسہ یار — رُوبہم کردند آں دم یار وار
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، تینوں دوستوں نے — دوستانہ، ایک دوسرے کی طرف رُخ کیا

آں[2] یکے گفتا کہ ہریک خوابِ خویش — آنچہ دید اُو دوش گو آور بہ پیش
ایک شخص نے کہا کہ ہر ایک اپنا خواب — جو اُس نے گزشتہ شب دیکھا، کہو کہ پیش کرے

ہر کہ خوابش بہتر ایں را اُو خورَد — قسمِ ہر مفضول را فاضل بَرد
جس کا خواب اچھا ہوا، اُس کو وہ کھا لے — گھٹیا کا حصہ بڑھیا لے جائے

آنکہ اندر عقل بالاتر رود — خوردنِ اُو خوردنِ جملہ بُود
جو عقل میں برتر ہو — اُس کا کھا لینا، سب کا کھا لینا ہو گا

فائق[3] آید جانِ پُر انوارِ اُو — باقیاں را بس بُود تیمارِ اُو
اُس کی انوار سے بھری ہوئی جان اونچی ہو گئی — بقیہ کے لیے اُس کی خدمت کافی ہو گی

عاقلاں را چوں بقا آمد اَبد — پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بُود
عقلمندوں کے لیے چونکہ ہمیشہ کی بقا ہے — تو معنیٰ یہ عالم باقی ہو گا

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بُود — تا کُجا شب رُوحِ اُو گرویدہ بُود
پھر یہودی لایا جو اُس نے دیکھا تھا — کہ کہاں اُس کی روح رات میں گھومتی تھی

---

1. رُوی۔ چہرہ اور منہ دھویا۔ ورد۔ عبادت کا معمول۔ از حق۔ مقصد سب کا اللہ کا فضل طلب کرنا تھا۔ مومن۔ ہر شخص خدا کا طالب ہے خواہ اُس نے طلب کا غلط طریقہ اختیار کر رکھا ہو۔ اُلغ۔ معظم۔ بلکہ۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی عبادت اور تسبیح، اپنے حال کے مطابق کرتی ہے۔ ایں سخن۔ سب کا مقصود خدا کا ہونا۔
2. آں یکے۔ ایک بولا ہر شخص رات کا خواب بیان کرے۔ جس کا خواب بڑھیا ہو گا وہ حلوے میں سے سب کا حصہ حاصل کر لے گا۔ مفضول۔ جس کا خواب گھٹیا ہو گا۔ فاضل۔ جس کا خواب بڑھیا ہو گا۔ آنکہ۔ جس کا خواب بہتر ہو گا یقیناً اُس کی عقل بھی بہتر ہو گی۔ خوردن۔ ایسے عقلمند کا کھانا سب کا کھانا ہو گا۔
3. فائق آید۔ جس کی عقل بالاتر ہو گی یقیناً اُس کی رُوح پُر انوار ہو گی اور ایسے بزرگ کی خدمت اور اپنے حصہ کا حلوا اس کو کھلا دینا برکت کا سبب ہو گا۔ عاقلاں۔ مومنین جن کی عقل کامل ہے اُن کو حیاتِ ابدی حاصل ہے۔ پس جہود۔ سب سے پہلے یہودی نے اپنا خواب بیان کیا۔

گفت[1] در رہ موسیٰؑ آمد بہ پیش
اس نے کہا راستہ میں حضرت موسیٰؑ میرے سامنے آئے

گربہ بیند دُنبہ اندر خواب خویش
بلی اپنے خواب میں دُنبہ دیکھتی ہے

در پئے موسیٰؑ شُدم تا کوہِ طور
میں حضرت موسیٰؑ کے پیچھے کوہ طور تک گیا

ہر سہ ماں گشتیم ناپیدا ز نور
ہم تینوں نور سے ڈھک گئے

ہر سہ سایہ محو شُد زاں آفتاب
اُس سورج سے تینوں سائے مٹ گئے

بعدازاں زاں نور شُد یک فتحِ باب
اُس کے بعد اُس نور سے فتح باب ہوا

نورِ دیگر از دلِ آں نور رُست
اُس نور کے بیچ سے ایک اور نور پیدا ہوا

پس ترقی جُست آں ثانیش چُست
پھر اس کے دوسرے نے بہت جلد ترقی کی

ہم[2] من و ہم موسیٰؑ و ہم کوہِ طور
میں بھی اور حضرت موسیٰؑ بھی اور کوہ طور بھی

ہر سہ گم گشتیم زاں اشراقِ نور
اُس نور کی چمک سے، ہم تینوں گم ہو گئے

بعد ازاں دیدم کہ کُہ سہ شاخ شُد
اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ پہاڑ تین ٹکڑے ہو گیا

چونکہ نورِ حق درو نفاخ شُد
چونکہ اللہ تعالیٰ کا نور اُس میں پھونک مارنے والا تھا

وصفِ ہیبت چوں تجلّی زد بروُ
ہیبت کی صفت نے جب اُس پر تجلّی کی

می شکست از ہم ہمی شُد سُو بسُو
ایک دوسرے سے جدا ہو گیا، الگ الگ جانب ہو گیا

زاں یکے شاخے کہ آمد سُوی یم
اُس ایک ٹکڑے سے جو سمندر کی طرف آیا

گشت شیریں آبِ تلخ ہمچو سم
زہر جیسا کھاری پانی میٹھا ہو گیا

آں[3] یکے شاخش فروشُد در زمیں
اُس ٹکڑے کی وجہ سے جو زمین دھنسا

چشمہء زاد و بُروں آمد معیں
چشمہ پیدا ہو گیا اور جاری ہو کر باہر آ گیا

کہ شفای جُملہ رنجوراں شُد آب
وہ پانی سب بیماروں کے لیے شفا ہو گیا

از ہمایونیِ وحیِ مُستطاب
پاکیزہ وحی کی برکت سے

واں یکے شاخے دگر پرّید زُود
اور ایک دوسرا ٹکڑا جلدی سے اُڑا

تا جوارِ کعبہ کہ عرفات بُود
کعبہ کے قریب تک، جو عرفات (پہاڑ) ہو گیا

باز زاں صعقہ چو با خود آمدم
میں جب اُس بے ہوشی سے ہوش میں آیا

طور برجا بُود نے افزوں نہ کم
(کوہ) طور اپنی جگہ پر تھا نہ زیادہ نہ کم

لیک زیرِ پایِ موسیٰؑ ہمچو یخ
لیکن حضرت موسیٰؑ کے پاؤں کے نیچے یخ کی طرح

می گدازید و نماندش شاخ و شخ
پگھل رہا تھا اور اس میں شکستگی اور کرختگی نہ رہی

---

[1] گفت۔ اُس نے کہا میں چلا جا رہا تھا راستہ میں حضرت موسیٰؑ مل گئے۔ گربہ۔ مولانا کا مقولہ ہے یعنی بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ در پئے۔ میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کوہِ طور پر پہنچا تو اس قدر نور دیکھا کہ میں اور حضرت موسیٰؑ اور کوہِ طور اُس میں چھپ گئے۔ فتح باب۔ دوسرا دروازہ کہ اُس نور سے ایک نور پیدا ہوا۔

[2] ہم۔ یہ دوسرا نور اس قدر تاباں تھا کہ ہم تینوں اُس میں بالکل گم ہو گئے۔ بعدازاں۔ اُس نور کی تجلّی سے کوہِ طور کے تین ٹکڑے ہو گئے اُس تجلّی میں اس قدر ہیبت تھی۔ زاں یکے۔ کوہِ طور کا ایک ٹکڑا سمندر میں گیا تو اس کا زہر جیسا پانی شیریں ہو گیا۔

[3] آں یکے۔ دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا تو اس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا جو بیماریوں کے لیے صحت کا باعث تھا۔ وحی۔ کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ کو وحی آئی تھی۔ عرفات۔ تیسرا ٹکڑا اُڑ کر خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر عرفات پہاڑ بن گیا۔ صعقہ۔ یعنی نور میں گم ہونا۔ لیک۔ اب کوہِ طور میں دوسرا تغیر شروع ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے قدموں میں آسمان سے گرنے والی یخ کی طرح نرم ہو گیا۔ شاخ۔ یعنی پہاڑ کی چوٹی۔ شخ۔ کرختگی۔

بازمیں ہموار شد کہ از نہیب
گشت بالائش ازاں ہیبت نشیب
پہاڑ، ہیبت سے زمین سے ہموار ہو گیا
اُس ہیبت سے اُس کی بلندی پستی بن گئی

باز[1] باخود آمدم زاں انتشار
باز دیدم طور و موسیٰ برقرار
میں پھر اُس انتشار سے ہوش میں آیا
میں نے پھر طور اور حضرت موسیٰ کو برقرار دیکھا

واں بیاباں سربسر در ذیلِ کوہ
پُر خلائق شکلِ موسیٰ باشکوہ
اور وہ میدان پہاڑ کے دامن میں پورا
(حضرت) موسیٰ کی شکل کی دبدبہ والی مخلوق سے بھرا ہوا تھا

چوں عصا و خرقۂ اُو خرقہ شاں
جُملہ سُوئے طور خوش دامن کشاں
اُن کی لاٹھی اور اُن کی کفنی اُن کی کفنی کی طرح
سب خوشی خوشی طور کی جانب روانہ ہیں

جملہ کفہا در دُعا افراختہ
نغمۂ اَرِنی بہم در ساختہ
سب، دعا میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں
مل کر "اَرِنی" کا ترانہ بنائے ہوئے ہیں

بازآں غشیاں چو از من رفت زُود
صورتِ ہریک دگر گُونم نمُود
پھر وہ بیہوشی جب جلد مجھ سے چلی گئی
مجھے ہر ایک کی صورت دوسری طرح کی دکھائی دی

انبیاء[2] بُودند ایشاں اہلِ وُد
اتّحادِ انبیا ام فہم شُد
وہ دوستی والے نبی تھے
نبیوں کا اتحاد میری سمجھ میں آ گیا

باز اَملاکے ہمی دیدم شگرف
صُورتِ ایشاں بُد از اجرام برف
پھر میں نے عجیب فرشتے دیکھے
اُن کی صورتیں برف کے جسموں کی تھیں

حلقۂ دیگر ملائک مستعیں
صورتِ ایشاں ہمہ بُد آتشیں
مدد مانگنے والے فرشتوں کی ایک دوسری جماعت تھی
اُن سب کی صورت آتشی تھی

زیں نسق می گفت آں شخصِ جہود
بس جہودے کاخرش محمود بُود
وہ یہودی شخص اس طرح سے کہہ رہا تھا
بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے

ہیچ[3] کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں مُردنش باشد اُمید
کسی کافر کو ذلت سے نہ دیکھو
کیونکہ اُس کے مسلمان ہو کر مرنے کی اُمید ہے

چہ خبرداری ز ختمِ عُمرِ اُو
تا بگردانی ازُو یکبارہ رُو
اُس کی عمر کے خاتمہ کا تجھے کیا پتا؟
کہ تو اُس سے فوراً منہ پھیرتا ہے

بعدازاں ترسا در آمد در کلام
کہ مسیحم رُو نمود اندر منام
اُس کے بعد عیسائی نے بات شروع کی
کہ مجھے خواب میں (حضرت) مسیح نظر آئے

---

[1] باز۔اس کے بعد پھر میرے حواس درست ہوئے تو حضرت موسیٰ اور کوہِ طور کو اصلی حالت پر دیکھا۔ واں۔ بیاباں۔لیکن اب یہ عجیب بات دیکھی کہ اُس کوہ کا دامن عجیب مخلوق سے پُر ہے۔ چوں عصا۔ ہر شخص کے ساتھ میں حضرت موسیٰ کا عصا اور اُس کے بدن پر حضرت موسیٰ جیسا خرقہ ہے اور وہ سب خراماں خراماں کوہِ طور کی طرف جارہے ہیں۔ارنی۔حضرت موسیٰ نے کوہِ طور پر دعا کی تھی ارنی' کیف یحیی الموتیٰ "اے خدا مجھے دکھادے تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے"۔

[2] انبیاء۔اب میں یہ سمجھا کہ یہ انبیاء کا مجمع تھا اور اُس سے میں سمجھ گیا کہ انبیاء سب اپنی دعوت میں متحد ہیں۔ باز۔ پھر مجھے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت نظر آئی جیسے وہ برف کے بنے ہوئے ہوں۔حلقہ۔فرشتوں کی ایک دوسری جماعت بھی تھی جو آتشیں معلوم ہوتی تھی۔ زیں نسق۔اس خواب پر تعجب نہ کرو ہوسکتا ہے کہ اُس یہودی کا انجام اور خاتمہ بہتر حالت میں ہوا ہو اور اس نے مرتے وقت شرک وغیرہ سے توبہ کر لی ہو۔

[3] ہیچ۔کسی کافر کے بارے میں بھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا، ہوسکتا ہے کہ اس کو آخر وقت میں توبہ میسر آ گئی ہو۔ بعدازاں۔اس یہودی کے بعد عیسائی نے اپنا خواب بیان کیا کہ مجھے حضرت مسیح خواب میں نظر آئے۔

من شُدم با اُو بچارم[1] آسماں ۔ مرکز و مثوائے خورشیدِ جہاں
میں اُن کے ساتھ چوتھے آسمان پر پہنچا ۔ جو دنیا کے سورج کا مرکز اور ٹھکانا ہے

خود عجب ہائے قِلاعِ آسماں ۔ نسبتش نبُود بآیاتِ جہاں
آسمان کے قلعوں کے عجائب کو خود ۔ کوئی نسبت نہیں ہے، دنیا کے عجائب کے ساتھ

ہرکسے دانند اے فخر البنیں ۔ کہ فزوں باشد فنِ چرخ از زمیں
اے فخرِ فرزنداں! ہر شخص جانتا ہے ۔ کہ آسمان کا حال، زمین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

حکایت[2] شتر و گاوَ و قچ کہ در راہ بندِ گیاہ یافتند ہر یکے

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کا قصہ جنھوں نے راستے میں گھاس کا مُٹھا پایا (اور) ہر ایک

می گفت کہ من میخورم گفتند ہر کہ از ما پیر تر اُو بہ برد

کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا اُنھوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا

اُشتر و گاوَ و قچے درپیشِ راہ ۔ یافتند اندر روِش بندِ گیاہ
راستہ کے سامنے اونٹ اور بیل اور دُنبہ نے ۔ چلنے میں گھاس کا ایک مُٹھا پایا

گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں ۔ ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
دُنبہ نے کہا ہم اس کو بانٹیں گے، یقیناً ۔ اس سے ہم میں سے کسی کا پیٹ نہ بھرے گا

لیک عُمرِ ہر کہ باشد بیشتر ۔ ایں علف اُو راست اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو ۔ یہ چارہ اُس کے مناسب ہے کہہ دے، کہ کھا لے

کہ[3] اکابر را مُقدّم داشتن ۔ آمدست از مصطفیٰؐ اندر سُنن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا ۔ حدیثوں میں حضرت مصطفیٰؐ سے آیا ہے

گرچہ پیراں را دریں دورِ لئام ۔ در دو موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑوں کو کمینوں کے اس دور میں ۔ عوام دو موقعوں پر آگے رکھتے ہیں

یا دراں لُوتے کہ اُو سوزاں بُود ۔ یا براں پُل کز خلل ویراں بُود
یا تو اُس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو ۔ یا اُس پُل پر جو خلل سے ویران ہو

خدمتِ شیخے بزرگے قائدے ۔ عام نارد بے قرینہ فاسدے
کسی راہنما، بزرگ، شیخ کی خدمت ۔ عوام کسی فاسد غرض کے بغیر نہیں کرتے ہیں

خیرِ شاں اینست چہ بُود شرِّ شاں ۔ قبحِ شاں را بازداں از فرِّ شاں
اُن کی بھلائی یہ ہے تو اُن کی برائی کیسی ہو گی؟ ۔ اُن کی برائی کو اُن کی بھلائی سے پہچان لے

---

1. چارم۔ حضرت مسیحؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے، حدیث سے اُن کا دوسرے آسمان پر ہونا ثابت ہے۔ سورج کا چوتھے آسمان میں ہونا بھی محض ایک تخمینہ ہے۔ خود۔ بظاہر آسمانی چیزیں زمین کی چیزوں سے بڑھیا ہیں۔ فن۔ حال۔
2. حکایت۔ عیسائی نے یہ کہہ کر کہ سب جانتے ہیں کہ آسمان کی چیزیں زمین کی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اپنے خواب کو اعلیٰ اور اپنے آپ کو حلوے کا مستحق قرار دیا اس حکایت میں اونٹ کی بھی اسی قسم کی تقریر ہے۔ قچ۔ دُنبہ۔ بندِ گیاہ۔ گھاس کا مُٹھا۔ روِش۔ رفتار۔ بخش کردن۔ تقسیم کرنا۔ لیک۔ دُنبہ نے کہا کہ جس کی عمر زیادہ ہو وہ یہ گھاس کھا لے۔
3. کہ اکابر۔ حدیث شریف ہے کَبِّر الکُبُر "بڑے کو بڑھا" گرچہ۔ لیکن اس زمانہ میں صرف دو جگہوں پر بڑوں کو آگے بڑھاتے ہیں ایک جبکہ کھانا بہت گرم ہو اور اس کے کھانے سے منہ جل جائے، دوسرے ٹوٹے ہوئے پل پر جس سے گذرنا خطرناک ہو۔ خدمتے۔ اگر کوئی کسی بڑے کی خدمت کرتا ہے تو اس کی تہ میں اس کی کوئی فاسد غرض ہوتی ہے۔ خیرِ شاں۔ ان کمینوں کی بزرگوں کے ساتھ بھلائی کا تو یہ حال ہے اب برائی کا اندازہ خود کر لو۔

حکایت[1] در بیانِ حال خود پرستاں و شرِّ ایشاں در لباسِ خیرات

خود پرستوں کی، اور بھلائی کے پردے میں اُن کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سُوئے جامع می شد آں یک شہریار — خلق را میزد نقیب و چوبدار
ایک بادشاہ جامع مسجد کو جا رہا تھا — لوگوں کو نقیب اور چوبدار مار رہا تھا

آں یکے را سر شکستے چوب زن — واں دگر را بر دریدے پیرہن
لاٹھی مارنے والا ایک کا سر توڑتا تھا — اور دوسرے کے کپڑے پھاڑتا تھا

درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد — بے گناہے، کہ برو از راہ گرد
درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس بیدیں کھائیں — بغیر کسی خطا کے، کہ جا راستہ سے ہٹ جا

خوں چکاں رُو کرد با شاہ وبگفت — ظلمِ ظاہر بیں چہ پُرسی از نہفت
خون ٹپکتے ہوئے نے، بادشاہ کا رُخ کیا اور بولا — کھلا ہوا ظلم دیکھ لے، چھپا ہوا کیا پوچھتا ہے؟

خیرِ تو اینست جامع میروی — تاچہ باشد شرّ و ضرّت اے غوی
تیری، نیکی تو یہ ہے کہ تو جامع مسجد جا رہا ہے — اے گمراہ! تیری بدی اور مضرت کیا ہو گی؟

یک[2] سلامے نشنود پیر از خسے — تانہ پیچد عاقبت ازوے بَسے
شیخ، کسی کمینہ سے ایک سلام بھی نہیں سنتا ہے — تاکہ نتیجہ میں وہ اس سے زیادہ نہ لپٹے

گُرگ در یابد ولی را بہ بُود — زانکہ در یابد ولی را نفسِ بد
ولی کو بھیڑیا پکڑ لے یہ بہتر ہے — اس سے کہ ولی کو کوئی بد نفس ملے

زانکہ[3] گُرگ ارچہ کہ بس اشتم گریست — لیکش آں فرہنگ و کیدو مکر نیست
اس لیے کہ بھیڑیا اگرچہ بہت ستمگر ہے — لیکن اس میں وہ تدبیر اور مکر اور چالاکی نہیں ہے

ورنہ کے اندر فتادے اُو بدام — مکر اندر آدمی باشد تمام
ورنہ وہ جال میں کب پھنستا — پورا مکر، آدمی میں ہوتا ہے

مکرزانِ اُوست گو دارد درم — بشنود آواز و گوید ننگرم
مکر اُس کا ہے جو پیسے رکھتا ہے — وہ آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں نہیں دیکھتا ہوں

بازگشتن بحکایت شتر و گاؤ و قچ و ہر یکے از تاریخِ عمرِ خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قچ با گاؤ و اشتر کاے رفاق — چوں چنیں اُفتاد مارا اتفاق
دُنبہ نے بیل اور اونٹ سے کہا اے ساتھیو! — جبکہ ہمیں ایسا اتفاق ہوا ہے

---

[1] حکایت۔ اس سے یہ بتانا ہے کہ اس بادشاہ کے نماز پڑھنے جانے میں تو یہ شر تھا اب شر کا اندازہ اس سے کر لیا جائے۔ نقیب۔ بادشاہ کا پیشرو محافظ۔ از راہ گرد۔ راستہ سے ہٹ جا۔ خوں چکاں۔ جس صاحب دل کو نقیب نے مار کر زخمی کیا تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ ظاہری ظلم تو دیکھ لے کہ بدن سے خون ٹپک رہا ہے دل کو جو مخفی صدمہ پہنچا ہے اُس کا تو بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ خیر تو۔ بادشاہ سے کہا کہ تیری خیر میں جب اس قدر شر ہیں تو شر کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

[2] یک سلامی۔ پھر عوام کا جو بزرگوں کے ساتھ معاملہ ہے اس کا بیان شروع کیا ہے۔ تانہ پیچد۔ سلام سے چونکہ فاسد غرض ہوتی ہے پھر وہ شیخ سے پوری کرتا ہے اور شیخ پیچ وتاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ گرگ۔ بزرگوں کو بھیڑیے سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے جو بدنفس مریدوں سے پہنچتا ہے۔

[3] زانکہ۔ بھیڑیے میں وہ مکر اور فریب نہیں ہوتا جو بدنفس مرید میں ہوتا ہے۔ ورنہ۔ بھیڑیے میں اگر مکر ہوتا تو وہ جال میں نہ پھنسا کرتا۔ مکر۔ مالدار کا مکر دیکھو غریب سائل کی آواز پر مکاری سے بہرا اور اندھا بن جاتا ہے۔ گفت قچ۔ دنبہ نے کہا کہ ہر ایک اپنی عمر بتائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عمر میں کون بڑا ہے۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے، سفر کا ساتھی۔

هر یکے تاریخِ عُمر اِملا کُنید　پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرے　زیادہ بوڑھا مستحق ہے، باقی چپ رہیں

گفت قچ مرج[1] من اندر آں عہود　با قچِ قربانِ اسمٰعیلؑ بُود
دُنبہ نے کہا، میری چراگاہ اُن دنوں　(حضرت) اسماعیلؑ کی قربانی کے دُنبہ کیساتھ تھی

گاوَ گفتا بُودہ ام من سالخورد　جُفتِ آں گاوے کَش آدم جُفت کرد
بیل نے کہا، میں پرانا ہوں　اُس بیل کی جوڑی ہوں جس کی آدمؑ نے جوڑی بنائی

جُفتِ آں گاوم کہ آدم جدِّ خلق　در زراعت برزمیں میکرد فلق
میں اُس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے مخلوق کے دادا　کھیتی میں زمین جوتتے تھے

چوں[2] شنید از گاوَ و قچ اُشتر، شگفت　سر فرود آورد و آں را بر گرفت
جب اونٹ نے بیل اور دُنبہ کی عجیب بات سنی　سر نیچے کیا اور اُس کو اٹھا لیا

در ہوا برداشت آں بندِ قصیل　اشترِ بُختی سبک بے قال و قیل
چارے کے اُس مٹھے کو ہوا میں اُٹھا لیا　بختی اُونٹ نے، کسی تامل کے بغیر

کہ مرا خود حاجتِ تاریخ نیست　کایں چنیں جسمے و عالی گِرد نیست
کہ مجھے خود تاریخ بتانے کی ضرورت نہیں ہے　کیونکہ ایسا جسم اور اونچی گردن ہے

خود ہمہ کس داند اے جانِ پدر　کہ نباشم از شما من خُرد تر
اے جان پدر! ہر شخص خود جانتا ہے　کہ میں تم سے چھوٹا نہ ہوں گا

داند[3] ایں را ہر کہ ز اصحابِ نُہاست　کہ نہادِ من فزوں تر از شماست
اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو عقلمندوں میں سے ہے　کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے

جُملگاں دانند کایں چرخِ بُلند　ہست صد چندانکہ ایں خاکِ نژند
سب جانتے ہیں کہ یہ بلند آسمان　بہ نسبت اس پست زمین کے سیکڑوں گنا ہے

کو گشادِ قلعہائے آسماں　کو نہادِ بُقعہائے خاکداں
آسمانوں کے قلعوں کی وسعت کہا　زمین کے ٹکڑوں کا وجود کہاں؟

کو عجائبہائے بامِ آسماں　کو غرائبہائے گنجِ خاکداں
آسمان کے بالا خانہ کے عجائب کہا　زمین کے خزانہ کے عجائب کہا؟

جوابِ گفتنِ مسلمان آنچہ دید بترسا و جہود و حسرت خوردنِ ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا جواُس نے دیکھا اور اُن کا حسرت کرنا

[1] مرج۔ میں اُس دُنبہ کے ساتھ چرا ہوں جو حضرت اسماعیلؑ کے بجائے قربان ہوا تھا یعنی میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ہوں۔ گاوَ۔ بیل نے کہا میں اُس جوڑی کا بیل ہوں جس سے حضرت آدمؑ نے کھیتی کی تھی لہٰذا میری عمر دُنبہ سے زیادہ ہے۔

[2] چون شنید۔ اونٹ نے جب دُنبہ اور بیل کی یہ عجب باتیں سنیں تو نیچے کو منہ کر کے وہ گھاس منہ میں لیکر سر بلند کر دیا۔ کہ مرا۔ اونٹ نے کہا کہ مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتانے کی ضرورت نہیں ہے میرا جسم اور میری گردن خود بتا رہی ہے۔ خود ہمہ کس۔ میرے جسم اور گردن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میں تم دونوں سے کم عمر نہیں ہوں۔

[3] داند۔ ہر عقل مند جانتا ہے کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے۔ جملگاں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان بلندی کی وجہ سے پست زمین سے بڑھا ہوا ہے اور آسمان میں زمین سے زیادہ عجائب ہیں لہٰذا میرا خواب یقیناً یہودی کے خواب سے بڑھا ہوا ہے۔

پس مسلماں گفت کاے یارانِ من / پیشم آمد مصطفیٰؐ سلطانِ من

پھر مسلمان نے کہا کہ اے میرے دوستو! / میرے شاہ مصطفیٰؐ میرے سامنے آئے

سیدِ سادات و سلطانِ رُسل / مفخرِ کونین و ہادی سُبل

جو سرداروں کے سردار اور رسولوں کے شاہ ہیں / دونوں جہان کیلئے باعثِ فخر اور راستوں کیلئے ہدایت کرنیوالے

پس مرا گفت آں یکے برطور تاخت / با کلیم اللہؑ نردِ عشق باخت

پس مجھ سے فرمایا، وہ ایک تو طور پر جا پہنچا / اور اُس نے (حضرت) کلیم اللہ کے ساتھ عشق کی بازی کھیلی

واں دگر را عیسیِ صاحبقراں / بُرد بر اوجِ چہارم آسماں

اور اس دوسرے کو صاحبقراں عیسیٰؑ / چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گئے

خیز[1] اے پس ماندہَ دیدہ ضرر / بے توقّف زُود حلوا را بخور

اے پچھڑے ہوئے، نقصان اٹھائے ہوئے، اٹھ / بے تامل جلد حلوا کھا لے

آں ہنرمندانِ پُر فن راندند / نامہء اقبال و منصب خواندند

وہ ہنرمند صاحبِ تدبیر روانہ ہو گئے / انھوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھ لیا

آں دو فاضل فضلِ خود دریافتند / باملائک[2] از ہُنر دربافتند

اُن دو فضیلت والوں نے اپنی فضیلت حاصل کر لی / ہُنر کی وجہ سے فرشتوں سے منسلک ہو گئے

اے سلیمِ گول واپس ماندہ ہیں / برجَہ و برکاسہء حلوا نشیں

اے بھولے، کم فہم پچھڑے ہوئے، ہاں / اُٹھ اور حلوے کے پیالہ پر بیٹھ جا

من بفرمانِ چناں شاہِ جہاں / خوردم آں دم کاسہء حلوا وناں

میں نے ایسے شاہجہاں کے حکم پر / فوراً حلوے کا پیالہ اور روٹی کھا لی

پس بگفتندش کہ آنگہ تو حریص / اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص

تو انھوں نے اُس سے کہا کہ اس وقت اے لالچی! / تعجب ہے تو نے چھوارے کا حلوا کھا لیا

گفت چوں فرمود آں شاہِ مطاع[3] / من کہ باشم تا کنم زاں امتناع

اس نے کہا کہ اس واجب الاطاعت شاہ نے فرمایا / میں کون ہوتا ہوں کہ اس سے رکوں؟

تو جہود از امرِ موسیٰؑ سرکشی / گر بخواند در خوشی یا ناخوشی

تو یہودی حضرت موسیٰ کے حکم سے سرکشی کر سکتا ہے؟ / خواہ خوشی یا رنج میں بلائیں

تو مسیحی ہیچ از امرِ مسیحؑ / سرتوانی تافت از خیر و قبیح

تو عیسائی ہے حضرت مسیحؑ کے حکم سے کبھی / بھلائی اور برائی میں سرتابی کر سکتا ہے؟

---

1. خیز۔ آنحضورؐ نے جواب میں کہا کہ تیرے ساتھیوں کو بہت عروج حاصل ہوا تو تُو نے میں رہا اس تُو نے کو حلوا کھا کر پورا کر لے۔ راندند۔ یعنی طور اور آسمان پر پہنچے۔ دو فاضل۔ یعنی یہودی اور عیسائی۔

2. باملائک۔ انھوں نے خواب میں فرشتوں سے ملاقات کا ذکر کیا تھا۔ سلیم۔ بھولا۔ گول۔ بیوقوف۔ من بفرماں۔ مومن نے کہا میں نے آنحضورؐ کے حکم سے حلوا اور روٹی کھا لی۔ خبیص۔ چھواروں کا حلوا۔

3. مطاع۔ جس کی تابعداری کی جائے۔ امتناع۔ رکنا۔ تو جہود۔ تو یہودی ہے تو خود بتا کہ اگر حضرت موسیٰ تجھے کوئی حکم دیں خواہ وہ تجھے گوارا ہو یا ناگوار تو سرکشی کر سکتا ہے؟ تو مسیحی۔ عیسائی کو بھی یہی کہا۔

من[1] ز فخرِ انبیاء چوں سرکشم　　خوردہ ام حلوا و ایں دم سر خوشم
میں انبیاء کے فخر سے کیسے سرکشی کروں؟　　میں نے حلوا کھا لیا اور میں اس وقت خوش ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست　　تو بدیدی ویں بہ از صد خوابِ ماست
تو انھوں نے اُس سے کہا کہ واللہ سچا خواب　　تو نے دیکھا اور وہ ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے

خوابِ تو بیداری ست اے بُو نظر　　کہ بہ بیداری عیانستش اثر
اے صاحب نظر! تیرا خواب بیداری ہے　　کیونکہ بیداری میں اُس کا اثر نمایاں ہے

خوابِ تو بیداریست اے خوش نہاد　　کہ تو در خوابت رسیدی بامُراد
اے خوش سرشت! تیرا خواب، بیداری ہے　　کیونکہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک خُو　　کہ ازاں خوابت رسدامرِ کُلُوْا
اے نیک خصلت! تیرا خواب بیداری ہے　　کیونکہ اُس خواب میں تجھے "تم کھا لو" کا حکم آیا

خوابِ تو بیداریست ایک نیک مرد　　کہ ازاں خوابِ تو رُوئے ماست زرد
اے نیک مرد! تیرا خواب بیداری ہے　　کیونکہ تیرے اُس خواب کی وجہ سے ہم زرد رُو ہیں

خوابِ[2] تو بیداریست اے سیر جاں　　کہ ہُماں را ظاہراً دیدی عیاں
اے پیٹ بھری روح! تیرا خواب بیداری ہے　　کہ اُس کو تو نے ظاہر میں عیاں دیکھ لیا

خوابِ تو مانند خوابِ انبیا ست　　کہ شُد ایں خوابِ تو بے تعبیر راست
تیرا خواب انبیاء کے خواب کی طرح ہے　　کہ یہ تیرا خواب، بغیر تعبیر کے سچا ہو گیا

درگذر از فضل و از جلدی و فن　　کارِ خدمت دارد و خلقِ حسن
بڑائی اور بہادری اور ہنر سے باز آ　　خدمت اور اچھا اخلاق، کام آتا ہے

بہرِ ایں آورد مایزداں بُرون　　مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ
اسی کے لیے خدا ہمیں باہر لایا ہے　　"میں نے انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں"

سامری[3] را آں ہنر چہ سُود کرد　　کاں فن از بابُ اللّٰہش مردود کرد
سامری کو اُس ہنر نے کیا فائدہ دیا؟　　کہ اُس ہنر نے اس کو خدا کے در سے مردود بنا دیا

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں　　کہ فرو بُردش بقعرِ خود زمیں
قارون نے کیمیاء سے کیا حاصل کیا؟　　کہ زمین اُس کو اپنے گڑھے میں لے گئی

بُوالحکم آخر چہ بربست از ہنر　　سرنگوں رفت اُو ز کفراں در سقر
ابوجہل نے ہنر سے کیا جمع کیا؟　　وہ کفر کی وجہ سے جہنم میں اوندھا گیا

---

1. من۔ تو پھر میں مسلمان ہو کر آنحضورؐ کے حکم کو کیسے نہ مانتا؟ پس۔ تب دونوں نے کہا کہ تیرا ہی خواب سچا ہے اور ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے۔ بُونظر۔ صاحب نظر۔ اثر۔ یعنی تو نے حلوا کھالیا۔ بامراد۔ یعنی تجھے حلوا مل گیا۔ کلوا۔ تجھے آنحضورؐ نے حکم دیا کہ کھالو۔ روئے ماست زرد۔ ہم شرمندہ ہیں۔ سیر جاں۔ تیری روح پیٹ بھری ہے۔ کہ ہماں۔ اس خواب کو ظاہر میں دیکھ لیا یعنی حلوا کھالیا۔
2. خوابِ تو۔ انبیاء بسا اوقات جو خواب میں دیکھتے ہیں وہ بعینہٖ سامنے آجاتا ہے۔ درگذر۔ اب مولانا پھر نصیحت فرماتے ہیں کہ انسان کو بڑائی اور بہادری اور ہنر کا مدعی نہ ہونا چاہیے انسان کے کام آنے والی چیز خدمت یعنی عبادت اور طاعت اور اچھے اخلاق ہیں۔ بہرایں۔ خدا نے ہمیں اسی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اس آیت میں یہی فرمایا گیا ہے۔ ما خلقت، پوری آیت یہ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔
3. سامری۔ سامری نے ہنرمندی دکھائی اور گئو سالہ بنایا اُس سے وہ مردود بنا۔ قارون۔ لیکن کیمیاگری اور خزانے نے قارون کو زمین میں دھنسایا۔ بوالحکم۔ یہ ابوجہل کی پہلی کنیت ہے۔ سقر۔ جہنم۔

خود[1] ہُنر آں داں کہ دید آتش عیاں
خود ہنر اُس کو سمجھ کہ آگ کو عیاں دیکھا

نے گپ دَلَّ عَلَی النَّارِ الدُّخَان
نہ یہ دعویٰ کہ آگ نے دھوئیں پر دلالت کی

اے دلیلت گندہ تر پیشِ لبیب
اے شخص! تیری دلیل عقلمند کے سامنے بہت گندی ہے

درحقیقت از دلیلِ آں طبیب
حقیقت میں اُس طبیب کی دلیل ہے

چوں دلیلت نیست جُز ایں اے پسر
اے بیٹا! جب تیرے پاس اس کے سوا دلیل نہیں ہے

گوہ می خور در گمیزے می نگر
گوہ کھاتا رہ، پیشاب کو دیکھتا رہ

اے[2] دلیلِ تو مثالِ آں عصا
اے شخص! تیری دلیل اُس لاٹھی کی طرح ہے

درکفت دَلَّ عَلٰی عَیْبِ الْعَمٰی
جو تیرے ہاتھ میں ہے، جس نے اندھے پن کے عیب پر دلالت کی

اے دلیلِ ماچو فکرِ ما ذلیل
اے شخص! ہماری دلیل ہمارے فکر کی طرح ذلیل ہے

پیشیِ ما پیشِ دانایاں قلیل
عقلمند کے سامنے ہماری حاضری بہت تھوڑی ہے

غلغل و طاق و طرم و گیر و دار
غلغلہ اور دھوم دھام اور پکڑ دھکڑ

کہ نمی بینم مرا معذور دار
کہ میں نہیں دیکھتا ہوں مجھے معذور سمجھ

مناذی کردنِ سیّدِ مَلِکِ ترمذ کہ کسے باشد بسمرقند رود بسہ روز
ترمذ کے بادشاہ سردار کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لیے

بفلاں مہم، خلعت و مال بدہم و شنیدنِ دلقک در دِہ و آمدن
سمرقند جائے، ہم خلعت اور مال دیں گے، ایک مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد

بُالاغ نزدِ آں سیّدِ مَلِک کہ من بارے نتوانم
بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا

سیّدِ[3] ترمذ کہ آنجا شاہ بُود
ترمذ کا سردار، جو وہاں بادشاہ تھا

مسخرہَ اُو دلقکِ دلخواہ بُود
اُس کا مسخرہ ایک دلچسپ دلقک تھا

داشت کارے در سمرقند اُو مہم
وہ (بادشاہ) ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا

جُست اُلاغے تا شود اُو مستتم
اُس نے ایک قاصد تلاش کیا جو تکمیل کرنے والا ہو

زد منادی کانکہ اُو در پنج روز
اُس نے اعلان کرایا جو پانچ دن میں

آردم زانجا خبر بدہم کنوز
وہاں سے خبر لے آئے، میں اس کو خزانے دوں گا

بخشم اُو را زرّ و گنج بے شمار
میں اُس کو سونا اور بے شمار خزانہ دوں گا

تا شود میرو عزیز اندر دیار
یہاں تک کہ وہ ملک میں سردار اور عزت والا بن جائے

---

1. خود۔ یعنی ہنر معارف نقلیہ اور علوم دینیہ ہیں نہ کہ علومِ عقلیہ ہیں۔ لبیب۔ یعنی عارف۔ درحقیقت۔ عارف عقلی دلائل کو اس دلیل سے بھی گندہ سمجھتا ہے جو طبیب کی ہوتی ہے یعنی قارورہ جس کو دیکھ کر طبیب مرض پر استدلال کرتا ہے۔ چوں دلیلت۔ اگر تیرے پاس عقلی علوم کے سوا کچھ نہیں ہے تو گوہ کھاتا پھر اور پیشاب کو دیکھتا رہ۔ گمیز بوزن گریز، جانوروں کا پیشاب۔
2. اے۔ عقلی دلائل اندھے کی لاٹھی ہے جو اس کے اندھے پن کی دلیل ہے۔ دلیل۔ عقلی دلائل اور اس کے مدعی دونوں عارفوں کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہیں۔ غلغل۔ دلائلِ عقلیہ کی شان وشوکت تو بہت ہے لیکن مدعی بالکل حقیر ہے اور اس کی مثال یہ ہے کوئی اندھا اپنے اندھے پن کے ثبوت کے لیے غل غپاڑہ مچائے۔ منادی کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ مسخرے نے معمولی سی بات کے لیے بڑا اہتمام کیا۔ دلقک۔ ایک مسخرے کا نام ہے، مطلقاً مسخرہ۔
3. سید ترمذ۔ ترمذ کے بادشاہ کو یہ ضرورت تھی کہ کوئی سمرقند جا کر وہاں کے احوال معلوم کر کے آئے اس مقصد کے لیے اس نے منادی کرائی تو مسخرہ ایک گاؤں سے بدحال ہو کر بھاگا آیا اور صرف یہ کہنے آیا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس مہم کو سر کر سکوں۔

دلقک اندر دہ بُدو آں راشنید | برنشست[1] و تا بہ ترمذ میدوید
مسخرہ گاؤں میں تھا اور اُس نے وہ سُنا | سوار ہوا اور ترمذ تک دوڑنے لگا

مرکبِ دو اندراں رہ شد سَقَط | از دوانیدن فرس رازاں نمط
اُس راستہ میں دو گھوڑے ہلاک ہو گئے | اُس طور پر گھوڑا دوڑنے سے

پس بدیواں دردوید از گردِ راہ | وقتِ ناہنگام رہ جست اُو بشاہ
پھر وہ راستہ کے گرد و غبار سے کچہری میں دوڑا گیا | اُس نے نامناسب وقت بادشاہ کی جانب راستہ ڈھونڈا

فجفجے در جُملہء دیواں فتاد | شورشے دروہم آں سُلطاں فتاد
کچہری میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں | بادشاہ کے خیال میں پریشانی واقع ہوئی

خاص و عامِ شہر را دل شُد زدست | تاچہ تشویش و بلا حادث شُدست
شہر کے عوام اور خواص کا دل بے قابو ہو گیا | کہ کیا پریشانی اور مصیبت پیدا ہوئی ہے؟

یا عدُوّے قاہرے در قصدِ ماست | یا بلائے مہلکے از غیب خاست
یا کوئی سخت دُشمن ہمارے قصد میں ہے | یا کوئی مہلک مصیبت غیب سے اٹھی ہے

کہ زدہ دلقک بسیرانِ دُرشت | چند اسپِ قیمتی در راہ کُشت
کہ مسخرہ نے سخت رفتار میں | چند قیمتی گھوڑے مار ڈالے

جمع[2] گشتہ برسرائِ شاہ خلق | تاچرا آمد چنیں اِشتاب دلق
لوگ بادشاہ کے محل پر جمع ہو گئے | کہ مسخرہ اس قدر تیزی سے کیوں آیا ہے؟

از شتابِ اُو و جِدّ و اجتہاد | غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
اُس کی جلدی اور کوشش اور محنت سے | ترمذ میں شور اور پریشانی واقع ہوئی

آں یکے دو دست بر زانو زناں | واں دگر از وہم واویلے کُناں
کوئی دونوں ہاتھ ران پر مار رہا تھا | اور دوسرا وہم سے وادیلا کر رہا تھا

از نفیر و فتنہ و خوف و نکال | ہردلے رفتہ بصد گونہ خیال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عذاب سے | ہر دل سو خیالوں کی طرف جا رہا تھا

ہرکسے[3] فالے ہمیزد از قیاس | تاچہ آتش اُوفتاد اندر پلاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال نکال رہا تھا | کہ ٹاٹ میں کونسی آگ لگی ہے

راہ جُست و راہ دادش شاہ زُود | چوں زمیں بوسید گفتش ہے چہ بُود
اس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اسکو فوراً راستہ دیدیا | جب اسنے زمین بوسی کی بادشاہ نے اُس سے کہا ہائیں کیا ہوا؟

---

1. برنشست۔ یعنی سواری پر۔ مرکب دو۔ اس بھاگ دوڑ میں اُس نے دو گھوڑے ہلاک کر دیے۔ پس۔ راستہ کی گرد بھی صاف نہ کی اور سیدھا بادشاہ کی کچہری میں پہنچ گیا۔ فجفجے۔ کانا پھوسی۔ یعنی دلقک کے گھبرائے ہوئے آنے سے اور اس طریقہ سے بادشاہ کے پاس پہنچنے سے کچہری کے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور بادشاہ بھی کچھ گھبرایا۔ خاص و عام۔ ہر شخص کو یہ خیال ہوا کہ دلقک کوئی خوفناک خبر لایا ہے۔ کہ زدہ۔ کوئی خوفناک بات ہے تب ہی دلقک نے اس قدر تیزی سے سفر کیا کہ دو گھوڑے راستہ میں مر گئے۔
2. جمع گشت۔ ان افواہوں سے کچہری پر مجمع ہو گیا۔ دلق۔ دلقک کا مخفف ہے۔ از شتاب۔ دلقک کی عجلت اور کوشش سے پورا شہر تشویش میں مبتلا ہو گیا سب نے یہ سمجھا کہ کسی بڑی مصیبت کی خبر لایا ہے۔ آں یکے۔ تمام کی پریشانی کا یہ حال تھا کہ کوئی رانیں پیٹتا کوئی واویلا کرتا۔ از نفیر۔ ہر شخص فتنہ و فساد کے خیال سے طرح طرح کے خیال میں مبتلا تھا۔
3. ہر کسے۔ ہر شخص اٹکل لگا رہا تھا کہ نہ معلوم کونسی آگ ٹاٹ میں لگی ہو گی یعنی کونسا عظیم حادثہ پیش آیا ہو گا۔ راہ جُست۔ دلقک نے پہلے حال دربار میں حاضری چاہی اور بادشاہ نے فوراً اس کو باریابی کی اجازت دی دلقک دربار میں زمین بوس ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا کیا حال ہے۔

ہرکہ[1] می پُرسید حالے زاں ترش — دست برلب می نہاد اُو کہ خَمُش

اُس بدحال سے جو کوئی حالت دریافت کرتا — وہ ہونٹ پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چُپ

وہم می افزوں زیں فرہنگِ اُو — جُملہ در تشویش گشتہ دنگِ اُو

اُس کی اس عقلمندی سے اور وہم بڑھتا تھا — سب اُس کے سبب پریشانی میں دنگ ہو رہے تھے

کرد اِشارت دلق کاے شاہِ کرم — یک دمے بگذار تامن دم زنم

مسخرے نے اشارہ کیا کہ اے شاہِ کرم! — تھوڑی دیر تھمیے تاکہ میں سانس لے لوں

تاکہ باز آید بمن عقلم دمے — کہ فتادم در عجائب عالمے

تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے آ جائے — کیونکہ میں عجیب عالم میں گرفتار ہوں

بعد[2] یک ساعت کہ شاہ از وہم و ظن — تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہن

تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ، وہم اور گمان سے — اُس کا گلا بھی اور منہ بھی کڑوا ہو گیا

گوندیدہ بُود دلقک را چنیں — کہ ازو خوشتر نبُودش ہمنشیں

کیونکہ اُس نے مسخرہ کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا — کیونکہ اُس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشیں نہ تھا

دائماً دستان و لاغ افراشتے — شاہ را اُو شاد و خنداں داشتے

وہ ہمیشہ داستان اور مذاق ابھارتا تھا — وہ بادشاہ کو خوش اور ہنستا رکھتا تھا

آنچناں خندانش کردے در نشست — کہ گرفتے شہ شِکم را با دو دست

وہ اُس کو مجلس میں اس قدر ہنساتا تھا — کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام لیتا تھا

کہ ز زورِ خندہ خوی کردے تنش — رُو در افتادی ز خندہ کردنش

ہنسی کی زیادتی سے اُس کے جسم کو پسینہ آ جاتا تھا — اپنے ہنسنے سے اوندھا گر جاتا تھا

باز[3] امروز ایں چنیں زرد و تُرش — دست برلب میزند کاے شہ خَمُش

پھر آج اسی طرح سے زرد اور تُرش — ہونٹ پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اے بادشاہ چُپ

وہم در وہم و خیال اندر خیال — شاہ را تا خودچہ آید از نکال

وہم در وہم اور خیال در خیال — بادشاہ کو کہ دیکھیے کیا وبال آتا ہے؟

کہ دلے شہ باغم و پرہیز بُود — زانکہ خرم شاہ بس خونریز بُود

کیونکہ بادشاہ کا دل رنجیدہ اور پُر حذر تھا — کیونکہ خرم شاہ بہت خونریز تھا

---

[1] ہرکہ۔ بادشاہ یا کوئی وزیر جب بھی دلقک سے حالت پوچھتا تو وہ اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کرتا۔ وہم۔ اُس کی اس حرکت سے اور زیادہ پریشانی بڑھ گئی۔ کرد۔ دلقک نے بادشاہ سے اشارے سے کہا کہ مجھے سانس لے لینے دیجئے۔ تاکہ۔ میں ذرا اپنے حواس درست کرلوں اس وقت میری عجیب حالت ہے پھر کچھ بتاؤں گا۔

[2] بعد یک ساعت۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور انتظار میں اس کو سخت ناگواری ہوئی۔ کوندیدہ۔ دلقک بہترین خوش طبع ہم نشیں تھا اُس کی کبھی پریشان کن حالت نہ ہوئی تھی۔ دائما۔ دلقک ہمیشہ داستان گوئی اور مذاق سے بادشاہ کو خوش رکھتا تھا۔ آنچناں۔ وہ بادشاہ کو اس قدر ہنساتا تھا کہ بادشاہ ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے پیٹ پکڑ لیتا۔ کو۔ وہ بادشاہ کو اس قدر ہنسا دیتا تھا کہ بادشاہ کو پسینے چھوٹ جاتے تھے اور اوندھا گر جایا کرتا تھا۔

[3] باز۔ پھر آج اُس کی یہ حالت کہ بدحال ہے اور بادشاہ کو بھی چپ رہنے کے اشارے کر رہا ہے۔ وہم۔ اس سے بادشاہ کو طرح طرح کے خیال آ رہے تھے اور بادشاہ سوچنے لگا کہ نہ معلوم کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ کہ دلے۔ بادشاہ کو خوارزم شاہ، شاہِ سمرقند سے بہت ڈر لگ رہا تھا اس لیے وہ دلقک کی حالت سے یہ سمجھا کہ دلقک کے علم میں اُس کے حملہ کی خبر آئی ہوگی۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ کا مخفف ہے۔

جائے[1] تختِ اُو سمرقندِ گزیں　بُد وزیرِ داہیے او را ہمنشیں
اُس کا پایۂ تخت منتخب سمرقند تھا　ایک چالاک وزیر اُس کا ہم نشیں تھا

بس شہانِ آں طرف را کُشتہ بُود　یا بحیلت یا بسطوت آں عُنُود
اُس جانب کے سب بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا　وہ سرکش، یا حیلہ سے یا حملہ سے

ایں شہِ ترمذ ازو در وہم بُود　وز فنِ دلقک خود آں وہمش فزُود
یہ شاہِ ترمذ اُس سے وہم میں تھا　اور مسخرے کی چال سے اس کا وہم بڑھ رہا تھا

گفت زُو ترباز گو تا حال چیست　ایں چنیں آشوب و شورِ تو ز کیست
اُس نے کہا جلد بتا کیا حال ہے؟　تیری اس قدر پریشانی اور شور کس کی وجہ سے ہے؟

گفت من در دِہ شنیدم آنکہ شاہ　زد منادی برسرِ ہر شاہ راہ
اُس نے کہا میں نے گاؤں میں یہ سنا کہ بادشاہ نے　ہر بڑی سڑک کے سرے پر منادی کرائی ہے

کہ[2] کسے خواہم کہ تازد درسہ روز　تا سمرقند و دہم او را کنوز
کہ میں ایسا آدمی چاہتا ہوں جو تین دن میں دوڑ کر جائے　سمرقند تک اور میں اُس کو خزانے بخشوں گا

گنجہا بدہم وُرا اندر عوض　چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
اُس کو بدلے میں خزانے دوں گا　جب کہ اُس کے پیغام سے مقصد حاصل ہو جائے گا

من شتابیدم برِ تو بہرِ آں　تا بگویم کہ ندارم آں تواں
میں اس لیے آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں　تا کہ میں کہہ دوں کہ میں وہ قوت نہیں رکھتا ہوں

ایں چنیں چستی نیاید از چو من　تارِ ایں امید را بر من متن
مجھ جیسے سے ایسی چستی نہیں ہو سکتی ہے　امید کا تار مجھ پر نہ تنئے

گفت[3] شہ لعنت بریں زودیت باد　کہ دو صد تشویش در شہر اوفتاد
بادشاہ نے کہا تیری اس جلدی پر لعنت ہو　کہ شہر میں دو سو تشویشیں پیدا ہو گئیں

از برائے ایں قدر اے خام ریش　آتش افگندی دریں مرج و حشیش
محض اتنی سی بات کے لیے اے احمق!　تو نے اس چراگاہ اور گھاس میں آگ لگا دی

ہمچو ایں خامانِ باطبل و علم　کہ اماما نیم در فقر و عدم
ان خام کار جھنڈے اور ڈھول والوں کی طرح　کہ ہم فقر و فنا میں امام ہیں

---

1. جائے۔ خوارزم شاہ کا پائے تخت سمرقند تھا اور اُس کا وزیر بڑا چالاک اور ذہین تھا۔ بس شہان۔ وہ بہت سے بادشاہوں کو تدبیر یا حملہ سے قتل کر چکا تھا۔ ایں شہ۔ ترمذ کے بادشاہ کو بھی اس کا ڈر لگا ہوا تھا اور دلقک کی اس حالت سے اُس کا ڈر اور خوف اور بڑھ گیا تھا۔ گفت۔ بادشاہ نے دلقک سے کہا جلد بات بتا۔ گفت من۔ اس پر دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں آپ کی منادی سنی تھی۔
2. کہ کسے۔ میں نے منادی میں سنا تھا کہ آپ کسی شخص کو سمرقند بھیج کر احوال معلوم کرانا چاہتے ہیں۔ گنجہا۔ اور آپ نے یہ اعلان کرایا ہے کہ خبر لانے والے کو آپ بہت انعام دیں گے۔ من شتابیدم۔ میں دوڑ کر اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو بتادوں کہ میں یہ مہم سر نہیں کر سکتا۔ ایں چنیں۔ ایسی چستی اور چالاکی کہ فوراً سمرقند جا کر میں احوال معلوم کر سکوں مجھ سے ممکن نہیں ہے آپ مجھ سے یہ امید وابستہ نہ کریں۔
3. گفت۔ جب پہاڑ کھودنے پر چوہا برآمد ہوا تو بادشاہ نے کہا تیری اس جلد بازی پر لعنت ہو تو نے تمام شہر کو پریشان کر ڈالا۔ از برائے۔ اس معمولی پیغام کے لیے تو نے تمام انسانوں میں آگ لگا دی۔ ہمچو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت ہے جو دلقک کی تھی کہ ایک معمولی بات کے لیے اس قدر طمطراق دکھاتے ہیں۔ ایں خاماں۔ یہ ناقص شیوخ بھی ڈھول پیٹتے ہیں کہ ہم فقر و فنا کے امام ہیں اور شیخی بگھار کر اپنے آپ کو بایزیدؒ ثابت کرتے ہیں۔

لافِ شیخی در جہاں انداختہ
دنیا میں شیخیت کی ڈینگیں مارتے ہیں
خویشتن را بایزیدےؒ ساختہ
اپنے آپ کو بایزیدؒ بنا رکھا ہے

ہم[1] ز خود سالک شُدہ واصِل شُدہ
خود ہی سالک اور وصل بن بیٹھا ہے
محفلے واکردہ در دعویٰ کدہ
دعوے خانہ، میں ایک محفل کھول رکھی ہے

خانۂ داماد پُر آشوب و شر
داماد کا گھر شورش سے پُر ہے
قومِ دختر را نبُودہ زیں خبر
سسرال والوں کو اُس کی خبر نہیں

ولولہ کہ کار نیمے راست شُد
جوش ہے کہ آدھا کام بن گیا ہے
شرطہائے کاں ز سُوئے ماست شُد
جو شرطیں ہماری طرف سے ہیں وہ ہو گئیں

خانہا را رُوفتیم آراستیم
ہم نے گھروں میں جھاڑو دے لی، آراستہ کر لیا ہے
زیں ہوس سرمست و خوش برخاستیم
ہم اس ہوس سے مست اور خوش اُٹھے ہیں

زاں طرف آمد یکے پیغام نے
اُس جانب سے ایک پیغام بھی نہیں آیا
آمد ایں سُو مُرغکے زاں بام نے
اُس جانب سے اس جانب ایک چھوٹا سا پرندہ نہیں آیا

زیں[2] رسالاتِ مزید اندر مزید
ان مزید در مزید پیغاموں میں سے
یک جوابے از حوالے شاں رسید
ایک جواب اُن کی جانب سے پہنچا؟

نے، ولیکن یارِ ما زیں آگہ ست
نہیں، لیکن ہمارا دوست اس سے باخبر ہے
زانکہ از دل سُوئے دل لابُد رہست
کیونکہ لامحالہ دل سے دل کی جانب راہ ہے

پس ازاں یارے کہ اُمیدِ شماست
پھر اُس دوست کی جانب سے جو تمھاری امید گاہ ہے
از جوابِ نامہ رہ خالی چراست
نامہ کے جواب سے راستہ کیوں خالی ہے؟

صد[3] نشانست از سِرار و از جہار
باطن اور ظاہر سے سو علامتیں ہیں
لیک بس کُن پردہ زیں در بر مدار
لیکن بس کر، اس در سے پردہ نہ ہٹا

باز رو تا قصۂ آں دلقِ گول
اُس احمق مسخرہ کے قصے کی جانب پھر چل
کہ بلا برخویش آورد از فضول
کہ خواہ مخواہ، اپنے اُوپر بلا لایا

پس وزیرش گفت اے حق را سُتُن
پھر وزیر نے اس سے کہا اے حق کے ستون!
بشنو از بندۂ کمینہ یک سخن
کمینہ خادم سے ایک بات سُن لیجئے

---

1. ہم زخود۔ یہ شیوخ بالکل بے پیرے ہیں خود بخود سالک بنے اور پھر خود بخود واصل بحق ہو گئے ہیں اور دعوے شروع کر دیے ہیں۔ خانہ داماد۔ ان کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر شادی کی کروفر دکھا رہا ہو اور لڑکی والوں کو اُس کی کوئی خبر تک نہ ہو۔ ولولہ۔ اُس شوہر کے گھر میں دھوم دھڑ کا برپا ہے اور شادی کی تمام ضروریات مہیا کی جا رہی ہیں۔ خانہا۔ اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے شادی کی پوری تیاری کر لی ہے مکان پر چونہ قلعی بھی کرا لیا ہے اور اس ہوس میں مست ہو رہا ہو۔ زاں طرف۔ حالانکہ لڑکی والوں کی جانب سے نہ کوئی پیغام ہے نہ سلام۔ مرغکے۔ کبوتر کو پیغامبر مانا جاتا ہے۔
2. زیں رسالات۔ یہاں سے پیغاموں کے ڈھیر ہیں وہاں سے ایک بھی جواب نہیں۔ نے۔ اگر کوئی اُس سے پوچھتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے بھی کوئی پیغام آیا تو کہتا ہے کہ نہیں وہاں سے کوئی جواب تو نہیں آیا لیکن انھیں سب کچھ معلوم ہے کیونکہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہی حال مکار شیوخ کا ہے کہ اُن کی جانب سے مقبولِ بارگاہ ہونے کے دعوے ہیں اور حضرت حق کی جانب سے مقبولیت کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تعلق مع اللہ کے دعوے میں کچھ بھی صداقت ہے تو پھر اُدھر سے جواب سے کیوں محروم ہے۔
3. صد نشانست۔ خدا سے تعلق کے بہت سے باطنی آثار ہیں جن کو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ باز رو۔ اس مسخرے کے قصے کی تکمیل کرو اور اس بیہودے نے خواہ مخواہ اپنے اوپر بلا نازل کی بادشاہ نے اس کو جیل بھیجنے کا حکم دے دیا۔ پس۔ وزیر نے کہا کہ اس مسخرے کو یہاں کوئی کام تھا جس کی وجہ سے یہ بھاگا آیا ہے۔ اب اُس کی کام سے رائے بدل گئی تو اُس نے یہ بہروپ بھرا ہے اس کا اصل مقصد یہ خبر دینا نہیں ہے۔

دلقک از دہ بہر کارے آمد ست
مسخری گاؤں سے کسی کام کے لیے آیا ہے
زاب[1] و روغن کہنہ را نو میکُند
پانی اور تیل سے پرانے کو نیا کرتا ہے
غِمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ
اُس نے نیام دکھائی اور تلوار چھپائی ہے
اُو میاں بنمود و پنہاں کرد کارد
اس نے غلاف دکھایا اور چھری چھپائی ہے
پستہ را یا جوز را تا نشکنی
تو پستہ یا اخروٹ کو جب تک نہ توڑے
مشنو ایں دفعِ وے و فرہنگِ اُو
اُس کے ٹالنے اور تدبیر کو نہ سنیئے
گفت[2] حق سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کی نشانی ان کے چہرے میں ہے
ایں معاین ہست ضدِ آں خبر
یہ مشاہدہ اُس خبر کے خلاف ہے
گفت دلقک با فُغان و باخروش
مسخرے نے فریاد اور خروش سے کہا
بس[3] گمان و وہم آید در ضمیر
دل میں بہت سے وہم و گمان آتے ہیں
إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ست اے وزیر
اے وزیر! بعض گمان گناہ ہے
شہ نگیرد آنکہ میرنجاندش
شاہ اس کی بھی گرفت نہیں کرتا ہے جو اس کو ستائے
گفتِ صاحب پیشِ شہ جاگیر شُد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جم گئی

رائے اُو گشت و پشیمانش شُد ست
اس کی رائے بدل گئی ہے اور وہ اُس سے پشیمان ہوا ہے
اُو بمسخرگی بروں شو میکند
وہ مسخرے پن کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرتا ہے
باید افشردن مر اُورا بیدریغ
اُس کو بے دریغ بھینچنا چاہیے
بیگماں اُو را ہمی باید فشارد
بلاشبہ اُس کو کسنا چاہیے
نے نماید دل نہ بدہد روغنی
وہ نہ مغز ظاہر کرتا ہے، نہ چکنائی دیتا ہے
در نگر در ارتعاش و رنگِ اُو
اُس کے کانپنے اور رنگ کو دیکھئے
زانکہ غماز ست سِيمَا و مُنِمّ
کیونکہ نشانی غماز اور چغلخور ہے
کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
کہ یہ بشر شر سے گوندھا ہوا ہے
صاحبا در خونِ ایں مسکیں مکوش
اے صاحب! اس مسکین کے خون کی کوشش نہ کیجئے
کاں نباشد حق و صادق اے امیر
اے امیر! جو کہ صحیح اور سچے نہیں ہوتے ہیں
نیست استم راست خاصہ بر فقیر
ستم کرنا خصوصاً فقیر پر درست نہیں ہے
از چہ گیرد آنکہ میخند اندش
جو اس کو ہنسائے اس کی کس وجہ سے گرفت کرے گا؟
کاشفِ ایں مکرو ایں تزویر شُد
اس مکر اور جھوٹ کو کھولنے والی ہو گئی

---

[1] زاب و روغن۔ یہ چالاکی کر رہا ہے اور اصل مقصد کو چھپا رہا ہے۔ غمد۔ تلوار کی نیام۔ افشردن۔ یعنی شکنجہ میں دبانا۔ اُو۔ یہ غلاف دکھا رہا ہے اور چھری چھپا رہا ہے یعنی آنے کا اصل مقصد ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ پستہ۔ پستہ اور اخروٹ میں سے اصل حقیقت تب ظاہر ہوتی ہے جب اس کو دبایا جائے اس کو جب شکنجہ میں دبایا جائے گا اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ مشنو۔ اس کی بات پر نہ جائیے اُس کی ظاہری علامتوں پر نظر رکھیے۔

[2] گفت۔ اللہ تعالیٰ بھی نیکی اور بدی کے ظاہری نشان کی جانب اشارہ فرماتا ہے۔ ایں معاین۔ ظاہری علامتیں اُس کے قول کے برخلاف ہیں اور یہ بشر شر سے بنا ہوا ہے۔ گفت۔ دلقک نے جب وزیر کی گفتگو اپنے خلاف سنی تو وزیر سے بولا اے وزیر میرے خون کے درپے نہ ہو۔

[3] بس۔ میرے اوپر تیری یہ بدگمانی ہے، جو گناہ ہے۔ نیست۔ ظلم خود برا ہے اور فقیر پر ظلم کرنا تو بہت ہی برا ہے۔ شہ نگیرد۔ شاہ مخالفوں پر بھی نہیں ظلم کرتا ہے تو دوستوں پر کیسے کرے گا۔ صاحب۔ وزیر۔ کاشف۔ بادشاہ وزیر کی گفتگو سے مسخرے کے مکر کو سمجھ گیا۔

گفت دلقک را سوئے[1] زنداں برید
اُس نے کہا، مسخرے کو جیل خانہ کی جانب لے جاؤ
چاپلوس و زرقِ اُو را کم خرید
اُس کی چاپلوسی اور جھوٹ کو قبول نہ کرو

میزنیدش چوں دُہل اِشکم تہی
خالی پیٹ ڈھول کی طرح اُس کو پیٹتے رہو
تا دُہل وار اُو دہد ماں آگہی
تاکہ ڈھول کی طرح وہ ہمیں بات بتا دے

زانکہ ہم پُر ہم تہی باشد دہل
کیونکہ ڈھول بھرا ہوا بھی ہوتا ہے اور خالی بھی
بانگِ اُو آگہ کند ما را ز کل
اُس کی آواز، ہمیں سب بات سے باخبر کر دیتی ہے

تانگوید سِرِّ خود را ز اضطرار
تاکہ وہ مجبور ہو کر اپنا راز ظاہر کر دے
آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار
اس طور پر کہ دل مطمئن ہو جائیں

چوں طمانینست صدقِ با فروغ[2]
چونکہ روشن سچائی باعث اطمینان ہے
دل نیارامد بگفتارِ دروغ
جھوٹی بات سے دل مطمئن نہیں ہوتا ہے

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں
جھوٹ تنکے کی طرح ہے اور دل منہ کی طرح
خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں
تنکا منہ میں کبھی نہیں چھپتا ہے

تا درو باشد زبانے میزند
جب تک وہ اس میں ہوتا ہے زباں ہلاتا ہے
تابدانش از دہاں بیروں کند
حتیٰ کہ عقلمندی سے اُسے باہر نکال دیتا ہے

خاصہ کاندر چشم اُفتد خس زباد
خصوصاً وہ تنکا جو ہوا سے آنکھ میں گر جائے
چشم اُفتد در نم و بند و گشاد
آنکھ آنسو اور بند ہونے اور کھلنے میں پڑ جاتی ہے

ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لگد
تو ہم بھی اب اس تنکے کے لاتیں ماریں گے
تا دہان و چشم زیں خس وا رہد
تاکہ منہ اور آنکھ اس تنکے سے نجات پا جائے

گفت[3] دلقک کاے مَلِک آہستہ باش
دلقک نے کہا اے بادشاہ! توقف کر
رُوئِ حلم و مغفرت را کم خراش
بردباری اور معاف کرنے کے چہرے کو زخمی نہ کر

تابدیں حد چیست تعجیلِ نقم
سزاؤں میں اتنی جلدی کیوں ہے؟
من نمی پرّم، بدستِ تو درم
میں اُڑ نہیں رہا ہوں تیرے ہاتھ میں ہوں

آں ادب کہ باشد از بہرِ خدا
جو سزا خدا کے لیے ہوتی ہے
اندراں مستعجلی نبود روا
اُس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی

وانچہ باشد طبع و خشمِ عارضی
اور جو مزاج اور عارضی غصہ کی وجہ سے ہو
می شتابد تانگردد مُرتضی
اُسمیں جلدی کرتا ہے، تاکہ رضامندی نہ آ جائے

[1] سوی زنداں۔ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ مسخرے کو جیل خانہ بھیج دیا جائے۔ میزنیدش۔ ڈھول جب پٹتا ہے تو دوسروں کو خبر پہنچاتا ہے۔ زانکہ۔ ڈھول میں دونوں باتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس میں ہوا بھری ہوئی ہے دوسرے یہ کہ اُس میں اور کوئی دوسرا جسم نہیں ہے لہٰذا وہ بھرا ہوا بھی ہے اور خالی بھی ہے۔ تا بگوید۔ جب یہ دلقک پٹے گا تو وہ سچی بات کہہ دے گا جس سے دل مطمئن ہو جائے گا۔ چوں۔ سچ بات سے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

[2] فروغ۔ روشنی۔ دروغ۔ جھوٹی بات دل کو مطمئن نہیں کرتی ہے۔ کذب۔ جھوٹ دل میں اس طرح کھٹکتا ہے جس طرح تنکا منہ میں۔ تا درو۔ تنکا جب تک منہ میں رہے گا، منہ زبان ادھر ادھر گھماتا رہے گا۔ خاصہ۔ اگر تنکا آنکھ میں گر جاتا ہے، تو آنکھ میں پانی بھر جاتا ہے اور کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ ما پس۔ ہم بھی اس دلقک، تنکے کو لاتیں ماریں گے تاکہ منہ اور آنکھ سے دور ہو جائے۔

[3] گفت۔ دلقک نے کہا اے شاہ سزا کے حکم میں جلدی نہ کیجئے آپ کے قبضہ میں ہوں۔ آں ادب۔ جو شخص خدا کے لیے سزا دیتا ہے اس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی۔ وانچہ۔ جو سزا خدا کے لیے نہیں بلکہ اپنے ذات کی وجہ سے دیتا ہے اُس میں وہ جلد بازی کرتا ہے تاکہ رضامندی مانع نہ آ جائے۔

ترسد[1] ار آید رضا خشمش رود
ڈرتا ہے اگر رضا آ گئی غصہ جاتا رہے گا
انتقام و ذوقِ آں فائت شود
بدلہ لینا اور اس کا مزا فوت ہو جائے گا

شہوتِ کاذب شتابد در طعام
جھوٹی بھوک کھانے میں جلدی کرتی ہے
خوفِ فوتِ ذوق ہست آں خود سقام
مزے کے جانے کا ڈر، خود بیماری ہے

اشتہا صادق بُود تاخیر بہ
سچی بھوک ہو تو تاخیر بہتر ہے
تا گوارندہ شود آں بے گرِہ
تاکہ بغیر کراہت کے خوب ہضم ہو جائے

تو پئے دفعِ بلایم می زنی
آپ مجھے مصیبت ٹالنے کے لیے مارتے ہیں
تا بہ بینی رخنہ را بندش کنی
تاکہ آپ شگاف دیکھ لیں، اس کو بند کر دیں

تا ازاں رخنہ بُروں ناید بلا
تاکہ اُس شگاف سے مصیبت باہر نہ آئے
غیرِ آں رخنہ بسے دارد قضا
قضاءِ (خداوندی) اس کے علاوہ بہت سے شگاف رکھتی ہے

چارۂ[2] دفعِ بلا نبود ستم
مصیبت کے ٹالنے کی تدبیر ظلم نہیں ہے
چارۂ احسان باشد و عفو و کرم
احسان اور معاف کرنا اور بخشنا، تدبیر ہے

گفت اَلصَّدَقَۃُ تَرُدُّ لِلْبَلَا
فرمایا ہے صدقہ مصیبت کو لوٹا دیتا ہے
دَاوِ مَرضَاکَ بِصَدَقَۃٍ یَا فَتیٰ
اے نوجوان! صدقہ سے اپنے مریضوں کا علاج کر

صدقہ نبُود سوختن درویش را
درویش کو جلانا، صدقہ نہیں ہے
کور کردن چشمِ حلم اندیش را
اور بُردباری سوچنے والی آنکھ کو اندھا کرنا

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش
بادشاہ نے کہا بھلائی اور اُس کا موقع بہتر چیز ہے
لیک چوں خیرے کنی در موضعش
لیکن جبکہ تو بھلائی اُس کے موقع پر کرے

موضعِ[3] رُخ شہ نہی ویرانی ست
تو رُخ کی جگہ، شاہ کو بٹھا دے تو تباہی ہے
موضعِ شہ پیل ہم نادانی ست
شاہ کی جگہ، پیلہ بھی بے وقوفی ہے

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست
شریعت میں جزا بھی ہے اور سزا بھی
شاہ را صدر و فرس را درگہ است
شاہ کی جگہ صدر اور گھوڑے کی جگہ دروازہ ہے

عدل چہ بُود وضع اندر موضعش
عدل کیا ہوتا ہے؟ اس کا جگہ پر رکھنا
ظلم چہ بُود وضع. در ناموضعش
ظلم کیا ہے؟ اُس کا بے جگہ رکھنا.

---

[1] ترسد۔ اُس شخص کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر رضامندی آ جائے گی سزا اور اُس کا مزا جاتا رہے گا۔ شہوت کاذب۔ جس کی جھوٹی بھوک ہوتی ہے وہ جلد کھانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں بھوک نہ جاتی رہے۔ حالانکہ یہ جھوٹی بھوک خود ایک بیماری ہے۔ اشتہا۔ اگر سچی بھوک ہے تو کھانے میں تاخیر بہتر ہوتی ہے تاکہ بھوک میں اور اضافہ ہو اور کھانا بغیر کسی ناگواری کے ہضم ہو جائے۔ تو پئے۔ آپ مجھے اس لیئے مارنا چاہتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ مجھے کوئی خوفناک بات معلوم ہوئی ہے اور وہ میں نہیں بتا رہا ہوں اگر بتا دوں گا تو آپ تدبیر کر لیں گے اور مصیبت آنے کے راستہ کو بند کر دیں گے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مصیبت کے آنے کا کوئی ایک راستہ نہیں ہوتا ہے اگر آپ ایک راستہ بند کریں گے اور وہ مصیبت مقدر ہے تو دوسرے راستہ سے آ جائے گی۔

[2] چارۂ۔ مصیبت ٹالنے کی یہ ترکیب نہیں ہے کہ مجھے مار کر اس کے ٹالنے کی تدبیر کی جائے بلکہ اصل ترکیب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ احسان و عفو اور کرم کا معاملہ کیا جائے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ صدقہ، مصیبت کو دفع کرتا ہے تو اصل مرض کا علاج صدقہ ہے۔ صدقہ۔ صدقہ کی یہ کوئی صورت نہیں کہ آپ مجھ درویش کو ستائیں اور اپنی بردباری کی آنکھ کو بند کر لیں۔ گفت شہ۔ بادشاہ نے کہا کہ بھلائی اچھی چیز ہے لیکن جبکہ موقع ہو، بے موقع بھلائی تباہی ہے۔

[3] موضع رُخ۔ شطرنج کے مہروں میں اگر رُخ کے بجائے شاہ کو بٹھا دیا جائے تو بازی ویران ہو جائیگی۔ در شریعت۔ شرع نے جزا اور سزا کا حکم دیا ہے اور دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں شاہ کیلئے صدر مجلس اور گھوڑے کیلئے دروازہ بہتر جگہ ہے۔ عدل۔ کسی چیز کو اُس کے مقام پر رکھنا عدل ہے۔ ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے۔

عدل چہ بُود آب[1] دہ اشجار را — ظلم چہ بُود آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دے

نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید — از غضب و ز حلم و ز نصح و مکید

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے بے کار نہیں ہے — غصہ اور بردباری اور خلوص اور مکر

خیرِ مُطلق نیست زینہا ہیچ چیز — شرِّ مُطلق نیست زینہا ہیچ نیز

ان میں سے کوئی چیز، مطلقاً خیر نہیں ہے — نیز ان میں کوئی چیز، مطلقاً شر نہیں ہے

نفع و ضرِّ ہریکے از موضع ست — علم زیں رُو واجب ست و نافع ست

ہر ایک کا نفع اور نقصان ایک مقام سے ہے — اس اعتبار سے، علم ضروری اور مفید ہے

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود — در ثواب از نان و حلوا بہ بُود

اے شخص! بسا اوقات وہ جھڑکی جو مسکین پر ہو — ثواب میں روٹی اور حلوے سے بہتر ہے

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند — سیلیش از خبث مُستنقی کند

کیونکہ حلوا گرمی اور صفرا پیدا کرتا ہے — طمانچہ اُس کو خباثت سے صاف کر دیتا ہے

سیلیے[2] در وقت بر مسکیں بزن — کہ رہاند آتش از گردن زدن

مسکین کے ہر وقت طمانچہ مار — تاکہ وہ اُس کو قتل ہو جانے سے بچا لے

زخم در معنی فتد بر خُوئِ بد — چوب برگرد اُوفتد نے برنمد

چوٹ، حقیقتاً بُری عادت پر پڑی ہے — لکڑی، گرد پر پڑی ہے، نہ کہ نمدے پر

بزم[3] و زنداں ہست ہر بہرام را — بزم، مخلص را و زنداں، خام را

ہر بادشاہ کی مجلس اور قید خانہ ہوتا ہے — مجلس مخلص کے لیے اور قید خانہ ناقص کے لیے

شق باید ریش را مرہم کنی — چرک را در ریش مستحکم کنی

زخم کو شگاف چاہیے، تو مرہم لگائے — میل کو زخم میں جما دے گا

تا خورد مرگوشت را در زیرِ آں — نیم سُودے باشد و پنجہ زیاں

یہاں تک کہ وہ اُس کے نیچے گوشت کو کھا جائے گا — آدھا فائدہ ہو گا اور پچاس گنا نقصان

از تَفِ آں اندروں ویراں شود — مرگِ ناگہ درمیاں پنہاں شود

اُس کی گرمی سے اندر کا حصہ خراب ہو جائے گا — اچانک موت درمیان میں چھپ جائے گی

---

[1] آب۔ پانی درختوں کو دینا عدل ہے، کانٹے کو پانی دینا ظلم ہے۔ نیست باطل۔ اگر ہر جگہ جزا ضروری اور مناسب ہو تو پھر سزا کا پیدا کرنا عبث ہو جائے گا۔ خیر مطلق۔ کوئی چیز نہ مطلقاً خیر ہے نہ مطلقاً شر، خیر کو اگر بے موقع استعمال کیا جائے تو شر ہے شر کو با موقع استعمال کیا جائے تو خیر ہے۔ نفع۔ نفع اور ضرر کا مقام جداگانہ ہے علم کی ضرورت اور نفع یہی ہے کہ انسان کو اُس سے صحیح جگہ معلوم ہو جاتی ہے۔ مسکین۔ کسی فقیر کے طمانچہ مارنے میں بسا اوقات وہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو اسکو روٹی اور حلوا کھلانے سے نہیں ملتا ہے۔ زانکہ۔ حلوا تو اسمیں گرمی اور صفرے کا اضافہ کردے گا اور طمانچہ اس کی باطنی خباثت کو صاف کر دے گا۔

[2] سیلیے۔ اگر مسکین کوئی ایسی حرکت کر رہا ہے جس سے اُس کی گردن ماری جانے کا خیال ہے تو اس کے طمانچہ مار کر روک دے۔ زخم۔ تو کسی مسکین کی بدعادت پر جب اس کے طمانچہ مارتا ہے تو مسکین کو نہیں مارتا ہے بلکہ اس کی بدعادت کو مارتا ہے، کمبل پر اگر گرد چڑھی ہوئی ہے، تو لکڑی سے تو گرد کو مارتا ہے کمبل کو نہیں۔

[3] بزم۔ بادشاہوں کے یہاں محفلِ نشاط بھی ہوتی ہے اور جیل خانہ بھی محفل، مخلص دوستوں کے لیے ہے اور جیل خانہ ناقصوں کے لیے ہے۔ شق باید۔ پھوڑا نشتر کو چاہتا ہے اگر تو اس پر مرہم رکھے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تو پھوڑے میں پیپ اور میل کو جما رہا ہے۔ تا خورد۔ وہ پیپ اس کے گوشت کو اور گلا دے گی تو مرہم سے آدھا فائدہ اور پچاس گنا نقصان ہوگا۔ از تف۔ پھوڑے میں سے سوزش ہوگی اور اس کا اندرونی حصہ اور تباہ ہو جائے گا نتیجہ میں موت آ جائے گی۔

گفت[1] دلقک من نمی گویم گذار — لیک می گویم تحرّی پیش آر
دلقک نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ دیجئے — لیکن میں کہتا ہوں، تحقیق کو پیش نظر رکھئے

ہیں رہِ صبر و تأنّی در مبند — صبر کن اندیشہ می کن روز چند
ہاں صبر اور بردباری کا راستہ بند نہ کیجئے — صبر کیجئے، چند دن غور کر لیجئے

در تأنّی بر یقینے بر زنی — گوشمالِ من بایقانے کنی
تامل کرنے پر آپ یقینی بات پر پہنچ جائیں گے — مجھے یقین کے ساتھ سزا دیں گے

در روش یَمْشِیْ مُکِبًّا خود چرا — چوں ہمی شاید شُدن در استوا
رفتار میں "یمشی مکبا" خود کیوں ہو؟ — جبکہ سیدھی حالت میں وہ ممکن ہو سکے

مشورت کن باگروہِ صالحاں — بر پیمبرؐ امر شَاوِرْھُمْ بداں
نیکوں کی جماعت سے مشورہ کر لیجئے — پیغمبرؐ کے لیے شاورھم کا حکم سمجھ لیجئے

اَمْرُھُمْ[2] شُوْرٰی برائے ایں بُود — کز تشاور سہو و کژ کمتر شود
امرہم شوریٰ اسی کے لیے ہے — کہ باہمی مشورے کرنے سے بھول اور کجی نہیں ہوتی ہے

ایں خردہا چوں مصابیحِ انور ست — بیست مصباح از یکے روشن ترست
یہ عقلیں چراغوں کی طرح روشن ہیں — بیس چراغ، ایک چراغ سے زیادہ روشن ہیں

بُو کہ مصباحے فتد اندر میاں — مشتعل گشتہ ز نورِ آسماں
ہو سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی چراغ ایسا ہو — جو آسمان کے نور سے روشن ہوا ہو

غیرتِ حق پردہ انگیختہ ست — سفلی و عُلوی بہم آمیختہ ست
اللہ تعالیٰ کی غیرت نے پردہ ڈال دیا ہے — سفلی اور علوی کو باہم ملا دیا ہے

گفت[3] سِیْرُوا می طلب اندر جہاں — بخت و رُوزی را ہمی کن امتحاں
سیروا فرمایا ہے دنیا میں طلب کر — نصیبہ اور رزق کو، آزماتا رہ

در مجالس می طلب اندر عقول — آنچناں عقلے کہ بُود اندر رسولؐ
مجلسوں میں ڈھونڈتا رہ، عقلوں میں سے — ایسی عقل جو رسولؐ کے اندر تھی

زانکہ میراث از رسول آنست و بس — کو بہ بیند غیبہا از پیش و پس
کیونکہ رسولؐ کی میراث فقط وہی ہے — جو کہ آگے اور پیچھے سے چھپی باتوں کو دیکھ لے

---

[1] گفت دلقک۔ دلقک نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ دیجئے بلکہ مقصد یہ ہے کہ پوری تحقیق کر کے عمل کیجئے۔ ہیں۔ صبر اور بُردباری کا دروازہ بند نہ کیجئے چند دن اس معاملہ پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچئے۔ درتأنّی۔ تحمل کے نتیجہ میں معاملہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے پھر اگر سزا بھی دینا ہے تو جرم کے یقین پر دی جائے گی۔ در روش۔ جب سیدھا کھڑے ہو کر چلنا ممکن ہو تو اوندھے منہ لیٹ کر نہ چلنا چاہیے۔ سزا میں بھی صحیح طریقہ یہی ہے کہ جرم کا یقین حاصل کر لیا جائے۔ مشورت کن۔ پھر کسی رائے پر پہنچنے کے لیے نیکوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے آنحضور کو حکم تھا کہ وہ مشورہ کر لیا کریں۔

[2] امرہم شوریٰ۔ صحابہ کے بارے فرمایا گیا کہ ان کا معاملہ مشورہ سے طے ہوتا ہے، وہ اس لیے کہ مشورے کی صورت میں سہو اور غلطی واقع نہیں ہوتی۔ ایں خرد۔ ایک عقل اور چند عقلوں کی مثال ایک چراغ اور چند چراغوں کی سی ہے۔ بُو کہ۔ ہو سکتا ہے کہ مشیروں میں کوئی ایسا بھی ہو جس کو آسمان سے فیض حاصل ہوتا ہو۔ غیرتِ حق۔ چونکہ بسا اوقات، اللہ کی غیرت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی نظروں سے مخفی رکھے تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان لوگوں میں وہ ہے یا نہیں۔

[3] گفت سیروا۔ اللہ کا حکم ہے کہ چلو پھرو تو جس طرح چلنے پھرنے سے انسان کو وہ نصیبہ اور روزی حاصل ہو جاتی ہے جو وہاں اُس کے لیے مقدر تھی اسی طرح چلنے پھرنے سے کوئی صاحب باطن اور صاحب عقلِ نورانی بھی مل جاتا ہے جس سے وہ مقدر جاگ جاتا ہے۔ در مجالس۔ چل پھر کر مجلسوں میں اُس صاحب عقل کی تلاش کر جس کو آنحضور کی میراث پہنچی ہو۔ زانکہ۔ حدیث شریف ہے کہ علما انبیا کے وارث ہیں اور ان کو ورثہ میں علم ملا ہے۔ کو بہ بیند۔ جس کو رسول کا علم ورثہ میں ملا ہو گا اُس کا علم صرف حاضر کو محیط نہ ہو گا بلکہ غائب کو بھی محیط ہو گا۔

در بصر ہا[1] می طلب ہم آں بصر
بینائیوں میں اس بینائی کو طلب کر

کہ نتابد شرحِ آں ایں مختصر
جس کی تفصیل کو یہ مختصر تحمل نہیں کر سکتا

بہرِ ایں کردست منع آں باشکوہ
اسی لیے اُس عظیم الشان نے منع فرمایا ہے

از ترہُّب وز شدن خلوت بکوہ
رہبانیت سے اور پہاڑ کی خلوت سے

تانگردد فوت ایں نوعِ اِلتقا
تاکہ اس طرح کی ملاقات فوت نہ ہو جائے

کاں نظر بخت ست و اِکسیرِ بقا
کیونکہ وہ نظر نصیبہ اور بقا کی کیمیا ہے

درمیانِ صالحاں یک اصلحے ست
نیکوں میں ایک زیادہ نیک ہے

برسرِ توقیعش از سُلطاں صحے ست
جس کے فرمان پر شاہ کی جانب سے صح بنا ہوا ہے

کاں دُعا شُد با اجابت مُقترن
کہ وہ دعا قبولیت سے وابستہ ہو گئی

کفوِ اُو نبُود کبارِ انس و جن
اُس کی برابر انس و جن کے بڑے بھی نہیں ہیں

در مِرے[2] اش آنکہ حلو و حامض ست
اُس سے جھگڑے میں جو شخص میٹھا اور کھٹا ہے

حجتِ ایشاں برحق داحض ست
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کی دلیل لچر ہے

کہ چوما اُو را بخود افراشتیم
کیونکہ جب ہم نے خود اُس کو بلند کر دیا ہے

عذر و حجت از میاں برداشتیم
تو عذر اور جھگڑے کو درمیان سے اٹھا دیا ہے

قبلہ را چوں کرد دستِ حق عیاں
جب اللہ تعالیٰ کے دستِ (قدرت) نے قبلہ ظاہر کر دیا

پس تحرّی بعد ازاں مردود داں
اُس کے بعد اٹکل کو مردود سمجھ

ہیں بگرداں از تحرّی رُو و سر
خبردار! اٹکل سے منہ اور سر پھیر لے

کہ پدید آمد معاد[3] و مستقر
کیونکہ لوٹنے کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ ظاہر ہو گئی

یک زماں زیں قبلہ گر ذاہلِ شوی
تھوڑی دیر کے لیے بھی اگر تو اس قبلہ سے غافل ہو گا

سُخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی
تو ہر باطل قبلہ کا بیگاری بن جائے گا

چوں شوی تمییزہ را ناسپاس
جب تو تمیز عطا کرنے والے کا ناشکر گزار بنے گا

بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس
تو وہ خیال جو قبلہ کو پہچاننے والا ہے تجھ سے نکل بھاگے گا

گر ازیں انبار خواہی برّ و بُر
اگر تو اس کھلیان سے نیکی اور گیہوں چاہتا ہے

نیم ساعت رُو ز ہمدرداں مگرو
تو تھوڑی دیر کے لیے بھی ہمدردوں سے منہ نہ پھیر

---

1. در بصر ہا۔ بینائیوں میں سے اس بینائی کی تلاش کر جس کی تفصیل اس مختصر مجموعے میں نہیں کی جا سکتی۔ بہرِ ایں۔ رہبانیت اور خلوت کی اسی لیے مخالفت ہے کہ انسان ہمیشہ کے لیے ایسے صاحب علم ونظر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درمیان۔ نیک لوگوں میں کوئی ایسا مقبولِ بارگاہ بھی ہوتا ہے جس کی سند پر شاہ کی جانب سے لفظ "صح" لکھا ہوا ہے یہ علامت اس بات کا اشارہ ہوتی ہے کہ اس فرمان میں جو حکم ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کاں دعا۔ اور اس علامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی ہے اور عند اللہ بہت مقبول اور بخشا بخشایا ہے۔
2. درمرے۔ یہ بزرگ اس قدر اللہ کا مقبول ہوتا ہے کہ اُس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور اُسکے مخالف کی ہر دلیل اللہ کے نزدیک لچر اور کمزور ہوتی ہے۔ کہ چو۔ اللہ فرما دیتا ہے کہ جب ہم نے اسکو مقبول بنالیا تو اس سے کسی کو اختلاف کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ قبلہ۔ اس شخص کی بات کو نہ ماننا اور دوسری بات کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے ہو اور پھر انسان اٹکل سے قبلہ متعین کرے۔ ہیں۔ جب قبلہ سامنے آ گیا تو اب اٹکل سے روگردانی ضروری ہے۔
3. معاد و مستقر۔ یعنی قبلہ۔ یک زماں۔ اس صاحب عقل کو اپنا قبلہ بنالے اور سمجھ لے کہ اگر تو نے اُس سے غفلت کی تو باطل قبلہ کا غلام بن جائے گا۔ چوں شوی۔ جب تو اُس قبلہ کی قدر نہ کرے گا تو تیری ناسپاسی کی وجہ سے وہ نظر بھی تجھ سے چھن جائے گی جس سے تو قبلہ کو پہچانتا۔ گر ازیں انبار۔ اگر تو نیکی اور اس کے رزق کا طالب ہے تو ایسے ہمدردوں سے تھوڑی دیر کے لیے بھی قطع نظر نہ کر۔

کاندراں[1] دم کہ ببری زاں مُعین ۔ مبتلا گردی تو بایس القرین

اسی وقت جبکہ تو اُس مددگار سے جُدا ہو گا ۔ بُرے ساتھی کے ساتھ مبتلا ہو جائے گا

حکایتِ تعلقِ مُوش با چغز و بستنِ پائے ہر دو بر رشتہٴ دراز و برکشیدنِ زاغ مُوش را و معلق شُدنِ چغز و نالیدن و پشیماں شُدنِ اُو از تعلق باغیر جنس و باجنسِ خود ناساختن

حکایت چوہے اور مینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور کوے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اُس کا اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا مُوشے و چغزے باوفا ۔ برلبِ جُو گشتہ بُودند آشنا

مقدر سے ایک چوہا اور ایک وفادار مینڈک ۔ نہر کے کنارے پر، دوست ہو گئے تھے

ہر دو تن مربُوطِ میقاتے شُدند ۔ ہر صباحے گوشہٴ می آمدند

دونوں ایک وقت کے پابند ہو گئے تھے ۔ ہر صبح کو ایک جگہ آجایا کرتے تھے

نردِ[2] دل باہمدگر میباختند ۔ از وساوس سینہ میپرداختند

دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے ۔ اور وسوسوں سے سینہ کو خالی کرتے تھے

ہر دو را دل از تلاقی متسع ۔ ہمدگر را قصہ خوان و مستمع

ملاقات سے دونوں کا دل کھلتا تھا ۔ ایک دوسرے سے قصہ کہتے اور سنتے تھے

رازگویاں بازبان و بے زباں ۔ اَلْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ را تاویل داں

زبان اور بغیر زبان کے راز کہتے تھے ۔ "جماعت رحمت ہے" کے معنیٰ جاننے والے تھے

آں اشر چوں جُفت ایں شاد آمدے ۔ پنجسالہ قصہ اش یاد آمدے

وہ خودپسند، جب اس مسرور کے ساتھ ہوتا ۔ اُس کو پانچ سال کا قصہ یاد آ جاتا

جوشِ[3] نُطق از دل نشانِ دوستی ست ۔ بستگیِ نُطق از بے اُلفتی ست

دل سے گفتگو کا جوش دوستی کی علامت ہے ۔ گویائی کا بند ہونا، بے اُلفتی کی وجہ سے ہے

دل کہ دلبر دید کے ماند تُرش ۔ بلبلے گُل دید کے ماند خمش

جس دل نے معشوق کو دیکھ لیا وہ منقبض کب رہتا ہے؟ ۔ جس بلبل نے گُل کو دیکھا وہ کب چپ رہتی ہے؟

ماہیِ بریاں ز آسیبِ خضرؑ ۔ زندہ شد در بحر گشت اُو مستقر

بھنی ہوئی مچھلی (حضرت) خضرؑ کے اثر سے ۔ زندہ ہو گئی اور سمندر میں روانہ ہو گئی

---

[1] کاندراں۔ اسلئے کہ اچھے ساتھی کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُرا ساتھی ملتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے بُرے ساتھی کے بُرے انجام کو سمجھایا ہے، مینڈک نے مینڈکوں کا ساتھ چھوڑ کر چوہے کا ساتھ اختیار کیا اور مارا گیا۔ چغز۔ مینڈک۔ ہردوتن۔ چوہا اور مینڈک ایک مقرروقت کے پابند ہو گئے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جاتے۔

[2] نرددل۔ ایک دوسرے سے دل کی بازی لگانا اور باتیں کر کے دل کی بھڑاس نکالنا۔ متسع۔ دونوں کے دل میں کشادگی پیدا ہوتی ایک دوسرے کو قصہ سناتا اور اس کا قصہ سنتا۔ بےزباں۔ یعنی اپنی حالت سے۔ تاویل داں۔ اسی لیے اُس پر عمل کر رہے تھے۔ اشتر۔ خودپسند، متکبر۔ ایں شاد۔ یعنی مسرور مینڈک۔

[3] جوش۔ مولانا فرماتے ہیں دل سے گفتگو کا جوش الفت اور دوستی کی علامت ہے اور بے اُلفتی میں زبان بات کرنے سے رُکتی ہے۔ دل۔ جب عاشق محبوب کو دل کی نگاہ سے دیکھ لیتا ہے تو اُس کا انقباض ختم ہو جاتا ہے اور دل بھر کر باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ بلبل گل کو دیکھ کر خوب چہکتی ہے۔ ماہی بریاں۔ عاشق، بریاں مچھلی ہے اور معشوق کی دید آبِ حیات ہے۔ خضرؑ۔ جہاں حضرت موسیٰؑ کی خضرؑ سے ملاقات ہوئی وہاں آبِ حیات کا چشمہ تھا حضرت موسیٰؑ کے ناشتہ کی بھنی ہوئی مچھلی کو وہ پانی لگا تو زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی۔

یار[1] چوں بایارِ خود بنشستہ شُد
یار جب اپنے یار کے پاس بیٹھا

صد ہزاراں لوحِ دل دانستہ شُد
دل کی لاکھوں تختیاں معلوم ہو جاتی ہیں

لوحِ محفوظ ست پیشانیِ یار
یار کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے

رازِ کونینش نماید آشکار
اُس کو دونوں جہان کے راز آشکارا کر دیتی ہے

ہادیِ راہ است یار اندر قدوم
یار، سلوک میں طریقت کا رہنما ہے

مصطفیٰؐ زیں گفت اصحابی نجوم
اسی لیے حضرت مصطفیٰؐ نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

نجم اندر ریگ و دریا رہنما ست
ستارہ، ریگستان اور دریا میں رہنما ہے

چشم اندر نجم نہ کو مقتداست
ستارے پر آنکھ جمائے رکھ کیونکہ وہ مقتدا ہے

چشم[2] را بارُوِی اُو میدار جُفت
آنکھ اُس کے چہرے سے جوڑے رکھ

گرد منگیزاں زراہِ بحث و گفت
بحث اور گفتگو کے طریقہ پر گرد نہ اُڑا

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار
کیونکہ اُس گرد سے ستارہ چھپ جائے گا

چشم بہتر از زبانِ باعِثار
پُر لغزش زبان سے آنکھ بہتر ہے

تابگوید آنکہ وحیستش شعار
تاکہ وہ کہے جس کا شعار وحی ہے

کاں نشاند گرد و نںگیزد غبار
کیونکہ وہ گرد کو بٹھا دے گا، غبار نہ اُڑائے گا

چوں شُد آدمؑ مظہرِ وحی و وداد
جب آدمؑ وحی اور محبت کے مظہر ہوئے

ناطقہ اُو علّم الاسمآء گشاد
اُن کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا

نام[3] ہر چیزے چنانکہ ہست آں
ہر چیز کا نام جس طرح ہے

از صحیفۂ دل رَوی گشتش زباں
اُن کی زبان، دل کے صحیفہ سے سیراب ہو گئی

فاش می گفتے زباں از رویتش
اُس کے دیکھنے سے، زبان صاف کہہ رہی تھی

جملہ را خاصیت و ماہیتش
سب کی خاصیت اور ماہیت

آنچناں نامے کہ اشیا را سزد
ایسے نام جو چیزوں کے مناسب تھے

نے چنانکہ حیز را خوانند اسد
نہ ایسے کہ بزدل کو شیر کہہ دیتے ہیں

نوحؑ نہ صد سال در راہِ سوی
نوحؑ کا نو سو سال تک سیدھے راستہ میں

بُود ہر روزیش تذکیرِ نوی
ہر روز اُن کا نیا وعظ ہوتا

---

[1] یار۔ مرید جب شیخ کے سامنے بیٹھتا ہے تو شیخ کے قلب کے اسرار اُس پر منعکس ہوتے ہیں۔ لوحِ محفوظ۔ شیخ کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے، جس میں دونوں جہان کے اسرار محفوظ ہیں۔ ہادی۔ شیخ راہِ سلوک کا ہادی ہے جس کو دیکھ کر مقصد تک پہنچ سکتے ہو اسی لیے آنحضورؐ نے صحابہؓ کو ستارے قرار دیا جن کے ذریعے ریگستان اور سمندر میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ چشم۔ لہٰذا مرید کا فرض ہے کہ وہ اپنی نظر شیخ پر جمائے رکھے۔

[2] چشم۔ شیخ کے دیدار سے رہنمائی حاصل کر، بحث و گفتگو کی گرد اُڑا کر اُس ستارے کو پوشیدہ نہ کر، شیخ کی زیارت زیادہ نافع ہے بحث و مباحثہ میں زبان لغزش کرلی ہے۔ تابگوید۔ تاکہ وہ ذات جس کا براہِ راست وحی شعار ہے جیسے انبیاء یا وہ ذات جس کا وحی سے بالواسطہ تعلق ہے جیسے اولیاء خود بات کرے اُس سے شکوک و شبہات کی گرد بیٹھ جاتی ہے اور غبار اُس ستارے کو نہیں چھپاتا ہے۔ چوں شد آدمؑ۔ حضرت آدمؑ وحی کے مظہر بنے تو اُن کو خود بخود تمام چیزوں کے نام یاد ہو گئے۔

[3] نام ہر چیزے۔ جس قدر چیزیں بھی اُن کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو کر سنا دیتی تھی۔ فاش۔ وہ لوحِ دل سے پڑھ کر ہر چیز کا نام اس کی خاصیت اور ماہیت بتا دیتے تھے۔ آنچناں۔ ہر چیز کا وہ نام بتا دیتے تھے جو اُس چیز کے مناسب تھا یہ نہ ہوتا تھا کہ بزدل کو شیر کہہ دیں۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ فرماتے رہے مولانا نے سیکڑے کے جُز کو چھوڑ کر نو سو سال فرمایا ہے۔

لعلِ[1] اُو تازہ ز یاقوتُ القلوب — نے رسالہ خواندہ نے قُوتُ القلوب
اُن کا لعل دلوں کے یاقوت سے تازہ ہوتا — نہ انھوں نے "رسالہ" پڑھا نہ "قوت القلوب" پڑھی

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح — بلکہ ینبوعِ کشوف و شرحِ رُوح
انھوں نے شرحوں سے کچھ وعظ نہ سیکھا تھا — بلکہ مکاشفوں کے چشمہ اور روح کے انشراح سے

زاں مے کاں مے چو نوشیدہ شود — آبِ نطق از گنگ جوشیدہ شود
اُس شراب سے، کہ جب وہ شراب پی لی جائے — گویائی کا پانی گونگے میں سے جوش مارنے لگے

طفلِ[2] نوزادہ شود حبر و فصیح — حکمتِ بالغ بخواند چوں مسیحؑ
نیا پیدا شدہ بچہ عالم اور فصیح بن جائے — (حضرت) مسیحؑ کی طرح اونچی حکمت پڑھنے لگے

از گہے کہ یافت زاں مے خوش لبی — صد غزل آموخت داوٗدِ نبی
اُس وقت سے کہ اُس شراب سے خوش گفتاری حاصل کی — (حضرت) داوٗدؑ نبی نے سیکڑوں غزلیں سیکھ لیں

جملہ مُرغاں ترک کردہ چیک چیک — ہمزبان و یارِ داوٗدِ ملیک
سب پرند چیں چیں چھوڑ کر — شاہ داوٗدؑ کے ہمزبان اور یار ہو گئے

چہ عجب گر مُرغ گردد مستِ اُو — چوں شنید آہن ندائے دستِ اُو
اگر پرند اُن سے مست ہو گئے تو کیا تعجب ہے — جبکہ اُن کے ہاتھ کی آواز لوہے نے سُن لی

صرصرے برعاد قتّالے شُدہ — مر سلیمانؑ را چو حمّالے شُدہ
تیز ہوا سر پر شاہ کے تخت کو لے کر چلتی تھی — ایک مہینہ کا راستہ، ہر صبح اور ہر شام کو

صرصرے میبُرد برسر تختِ[3] شاہ — ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ
وہ تیز ہوا سر پر شاہ کے تخت کو لے کر چلتی تھی — ایک مہینہ کا راستہ، ہر صبح اور ہر شام کو

ہم شُدہ حمّال و ہم جاسوسِ اُو — گفتِ غائب را کناں محسوسِ اُو
وہ بار بردار بھی بنی اور جاسوس بھی — غائب کی گفتگو کو محسوس کرانے والی

باد چوں گفتارِ غائب یافتے — سُوئے گوشِ آں مَلِک بشتافتے
ہوا جب غائب کی گفتگو کو پا لیتی — اُن شاہ کے کان کی جانب دوڑتی

کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں — اے سلیمانؑ شہِ صاحبقراں
کہ اُس فلاں نے اس وقت ایسا کہا — اے شاہِ صاحبقران سلیمانؑ!

تدبیر کردن مُوش بچغز کہ من نمی توانم آمدن برتو بوقتِ

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا، کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آ سکتا ہوں

---

[1] لعل۔ یعنی ہونٹ۔ یاقوت القلوب۔ حضرت نوحؑ کا دل جو دوسرے دلوں کے مقابلے میں بمنزلہ یاقوت کے تھا۔ رسالہ۔ یعنی امام قشیریؒ کا رسالہ مکیہ۔ قوت القلوب۔ یعنی ابو طالب مکی کی کتاب۔ شروح۔ یعنی تفاسیر اور وعظوں کی بڑی بڑی کتابیں۔ ینبوع۔ چشمہ۔ کشوف۔ مکاشفات۔ شرح روح۔ یعنی روح کا انبساط۔ زاں۔ وہ وعظ اُس خدائی شراب سے حاصل ہوا تھا جس کو پینے سے گونگا بھی فصیح و بلیغ بن جاتا ہے۔

[2] طفلِ نوزادہ۔ حضرت مسیحؑ نے بچپن میں فرمادیا تھا "میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے"۔ از گہے۔ حضرت داوٗدؑ نے جب وہ شراب پی تو پر لطف اور شیریں کلام فرمانے لگے۔ جملہ مرغاں۔ پرند بھی اُس سے مست ہو کر حضرت داوٗدؑ کے نغمہ میں شریک ہو جاتے تھے۔ چہ عجب۔ پرند تو جاندار ہیں لوہا تک اُن سے متاثر تھا موم بن جاتا تھا۔ صرصرے: جب حضرت سلیمانؑ نے وہ شراب پی لی تو وہی ہوا جس کے اثر سے قوم عاد تباہ ہوئی اُنکی خدمتگار بنگئی۔

[3] تختِ شاہ۔ وہی ہوا اُنکا تخت سر پر لاد کر ہر صبح اور ہر شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی تھی۔ باد۔ وہی ہوا حضرت سلیمانؑ کو دور کی خبریں لا کر دیتی تھی۔ تدبیر۔ چوہے اور مینڈک نے ایک ایسی تجویز کی کہ جب چوہا دریا کے کنارے پہنچے تو مینڈک کو اسکی خبر ہو جائے، جب مینڈک چوہے کے سوراخ پر پہنچے تو اسکو خبر ہو جائے۔

حاجت، در آب درمیانِ ما وسیلتے باید کہ چوں من برلبِ
ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں
آب آیم تُرا توانم خبرکردن و چوں تو بردرِ سُوراخ آں موش
تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے
خانہ آئی مرا توانی خبر کردن
پر آئے مجھے خبر کر سکے

ایں[1] سخن پایاں ندارد گفت مُوش — چغز را روزے کہ اے مصباحِ ہوش
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چوہے نے کہا — ایک روز مینڈک سے، کہا اے ہوش کے چراغ!

وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز — تو درونِ آب داری تُرکتاز
بسا اوقات میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے راز کہوں — تو پانی میں دوڑ لگاتا پھرتا ہے

برلبِ جُو من تُرا نعرہ زناں — نشنوی در آب بانگِ عاشقاں
میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں — تو عاشقوں کی آواز پانی میں نہیں سنتا ہے

من دریں وقتِ معیّن اے دلیر — من نگردم از محاکاتِ تو سیر
اے بہادر! میں اس مقرر وقت میں — تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا ہوں

پنج[2] وقت آمد نماز اے رہنمون — عاشقاں را فِیْ صَلٰوۃٍ دَائِمُوْن
اے رہنما! نماز پانچ وقت ہے — لیکن عاشقوں کے لیے ہے کہ "وہ ہمیشہ نماز میں ہیں"

نے بہ پنج آرام گیرد آں خُمار — کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار
وہ خمار پانچ سے آرام نہیں حاصل کرتا ہے — جو اُن سروں میں ہے، نہ پانچ لاکھ سے

نیست زُرْغِبًا نشانِ عاشقاں — سخت مستسقی ست جانِ صادقاں
عاشقوں کی علامت "گاہے ماہے زیارت کر" نہیں ہے — صادقوں کی جان سخت پیاسی ہے

نیست[3] زُرغِبًا وظیفۂ ماہیاں — زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں
مچھلیوں کا معمول "کبھی کبھی زیارت کر" نہیں ہے — کیونکہ دریا کے بغیر وہ رُوح کا اُنس نہیں رکھتی ہیں

آبِ ایں دریا کہ ہائلِ بُقعہ ایست — باخُمارِ ماہیاں خود جُرعہ ایست
اس دریا کا پانی جو خوفناک جگہ ہے — مچھلیوں کے خمار کے سامنے خود ایک گھونٹ ہے

یک دمِ ہجراں بر عاشق چو سال — وصلِ سالِ متّصل پیشش خیال
عاشق کے نزدیک ہجر کا ایک لمحہ، سال جیسا ہے — سال بھر کا مسلسل وصل، اس کے لیے ایک خیال ہے

---

[1] ایں سخن۔ اللہ کی شرابِ محبت پینے کے آثار کا بیان۔ مصباحِ ہوش۔ چوہے نے مینڈک کے ہوش وحواس کو چراغ کہا۔ وقتہا۔ مقرر وقت کے علاوہ بسا اوقات جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کوئی راز کی بات کہوں لیکن تو دریا میں دوڑتا پھرتا ہے۔ برلب۔ میں دریا کے کنارے پر تجھے آوازیں دیتا ہوں تو مجھ جیسے عاشقوں کی آواز نہیں سن پاتا ہے۔ من دریں وقت۔ مقرر وقت میں باتوں سے دل نہیں بھرتا ہے تو دوسرے وقت بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

[2] پنج وقت۔ نماز میں اللہ سے پانچ وقت باتیں ہوتی ہیں تو یہ مقرر اوقات تو عوام کے لیے ہیں، لیکن عاشقانِ خدا تو ہر وقت نماز یعنی خدا سے گفتگو میں لگے رہتے ہیں۔ نے بہ پنج۔ صرف پانچ وقت میں بات کرنے سے اُن کا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لیے کہ ان دلوں میں تو لاکھوں راز ہیں جو وہ اللہ سے کہنا چاہتے ہیں۔ زُرغِبًا۔ ایک دن چھوڑ کر ملاقات کر، یہ حکم عاشقوں کے لیے نہیں ہے، عاشقوں کی جان بہت پیاسی ہے اُس کی سیری کے لیے تو ہر وقت ملاقات درکار ہے۔

[3] نیست۔ دریا کے بارے میں مچھلی سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تو دریا سے ایک روز چھوڑ کر ملاقات کر کیونکہ مچھلی بغیر دریا کے تھوڑی دیر میں روح سے بیزار ہو جاتی ہے۔ آب۔ مچھلی تو دریا کے سمندر کو ایک گھونٹ پانی سمجھتی ہے۔ یکدم۔ عاشق کیلئے ہجر کا ایک لمحہ سال برابر اور مسلسل ایک سال کا وصال بھی محض ناپائیدار خیال کیطرح ہے۔

عشق[1] مستسقی ست مستسقی طلب
عشق پیاسا ہے، پیاسے کا طلبگار ہے
در پئے ہم این و آں چوں روز و شب
یہ اور وہ، دن اور رات کیطرح ایکدوسرے کے پیچھے ہیں

روز بر شب عاشق ست و مضطر ست
دن رات پر عاشق ہے اور بے چین ہے
چوں بہ بینی شب بُرو عاشق ترست
جب تو غور کرے، رات اُس پر زیادہ عاشق ہے

نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست
اُن کو جستجو سے ایک لحظہ بھی رکاوٗ نہیں ہے
از پئے ہم شاں یکے دم ایست نیست
ایک دوسرے کے پیچھے سے اُنھیں ایک لحہ بھی توقف نہیں ہے

ایں گرفتہ پائے آں، آں گوشِ ایں
اس نے اس کا پاؤں پکڑا ہے، اُس نے اس کا کان
ایں براں مدہوش و آں بیہوشِ ایں
یہ اُس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بیہوش ہے

دردلِ[2] معشوق جملہ عاشق ست
معشوق کے دل میں جو کچھ ہے وہ عاشق ہی ہے
دردلِ عذرا ہمیشہ وامق ست
عذرا کے دل میں ہمیشہ وامق ہے

دردلِ عاشق بجز معشوق نیست
عاشق کے دل میں معشوق کے سوا کچھ نہیں ہے
درمیاں شاں فارق و مفروق نیست
ان کے درمیان کوئی جدا کرنیوالا اور جدائی کا سبب نہیں ہے

بریکے اُشتر بُود ایں دو درا
دونوں گھنٹے ایک اونٹ پر ہیں
پس چہ زُرْغِبا بگنجد ایں دورا
تو ان دونوں میں "ایک دن چھوڑ کر زیارت کر" کی گنجائش کہاں ہے

ہیچکس باخویش زُرْغِبا نمُود
کسی شخص نے اپنے ساتھ ایک دن چھوڑ کر زیارت کر کو ظاہر کیا ہے
ہیچ کس باخود بنوبت یار بُود
کوئی شخص باری سے اپنا یار بنا ہے

آں[3] یکیی نے کہ عقلش فہم کرد
وہ یگانگت ایسی نہیں ہے کہ عقل اُس کو سمجھے
فہمِ ایں موقوف شُد برمرگِ مرد
اس کا سمجھنا انسان کے مرنے پر موقوف ہے

جُز مگر مردے کہ پیش از مرگ مُرد
سوائے اُس شخص کے جو مرنے سے پہلے مر گیا
رختِ ہستی را بسُوئے یار بُرد
ہستی کا سامان، یار کی جانب لے گیا

ور بعقل اِدراکِ ایں ممکن بُدے
اور اگر عقل سے اس کا علم ممکن ہوتا
قہرِ نفس از بہرِ چہ واجب شُدے
تو نفس کا مجاہدہ کیوں ضروری ہوتا؟

باچناں رحمت کہ دارد شاہِ ہُش
اُس رحمت کے ہوتے ہوئے جو شاہِ عقل رکھتا ہے
بے ضرورت چوں بگوید نفس کش
بغیر ضرورت کیوں کہتا کہ نفس کشی کر؟

---

[1] عشق۔ یعنی معشوق بھی عاشق کا پیاسا ہے اور اس کا طلبگار ہے۔ روز۔ عاشق اور معشوق کا حال ایسا ہی ہے جیسے دن اور رات کا کہ ایک دوسرے پر عاشق ہے۔ نیست۔ نہ دن کو رات کی طلب میں قرار ہے نہ رات کو دن کی طلب میں، ہر وقت ایک دوسرے کے درپے ہے۔ ایں گرفتہ۔ دن اور رات نے ایک دوسرے کا کان اور پاؤں پکڑ رکھا ہے اور ایک دوسرے پر مدہوش ہے۔

[2] دردل۔ معشوق کے دل میں عاشق کے تصور کا غلبہ ہے۔ عذرا۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے۔ وامق۔ عرب کا مشہور عاشق ہے۔ درا۔ دال کا زبر اور زیر دونوں جائز ہے، جرس، گھنٹہ یعنی عاشق اور معشوق دونوں اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے اونٹ کے گلے میں دو گھنٹیاں پڑی ہوتی ہیں تو ان کے لیے کبھی کبھی ملاقات کرنے کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہیچکس۔ معشوق اور عاشق میں اتحاد ہے، اب اگر عاشق سے یہ کہا جائے کہ تو معشوق کی کبھی کبھی زیارت کیا کر تو گویا یہ صورت ہے کہ اس سے کہا جا رہا ہے کہ تو اپنی کاہے گاہے زیارت کیا کر۔

[3] آں یکیی۔ محبوب حقیقی اور محب کا اتحاد عقلی نہیں ہے یہ مرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔ جز۔ اس دنیا میں بھی وہ شخص اس کو سمجھ سکتا ہے جس نے مقام فنا حاصل کر لیا ہو۔ ور بعقل۔ اگر نظری عقل سے یہ اتحاد سمجھ میں آ سکتا تو اللہ تعالیٰ انسان کو مجاہدہ کا حکم نہ دیتا۔ باچناں۔ اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے وہ بلا وجہ مشقت میں مبتلا نہیں کرتا ہے، مجاہدوں کے بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اس اتحاد کو سمجھا جا سکے۔

مبالغہ[1] کردنِ مُوش در لابہ و زاری کردن و وصلت جستن از چغزِ آبی

خوشامد میں چوہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یارِ عزیزِ مہر کار | من ندارم بے رُخت یکدم قرار
اُس نے کہا اے مہربان پیارے دوست! | میں تیرے رُخ کے بغیر ایک لحہ قرار نہیں رکھتا ہوں

روز نور و مکسب و تابم توئی | شب قرار و سلوت و خوابم توئی
دن میں میرا نور اور کمائی اور روشنی تو ہے | رات میں میرا قرار اور بے غمی اور نیند تو ہے

از مروت باشدار شادم کنی | وقت و بے وقت از کرم یادم کنی
مروت ہو گی، اگر تو مجھے خوش کر دے | وقت اور بے وقت کرم کر کے تو مجھے یاد کر لے

درشبا روزے وظیفۂ چاشتگاہ | راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
دن رات میں، چاشت کے ورد کے وقت | اے خیرخواہ! تو نے وصال مقرر کر دیا ہے

من بدیں یکبارقانع نیستم | در ہوایت طُرفہ انسانیستم
میں اس ایک بار پر صابر نہیں ہوں | تیری محبت میں، عجب انسان ہوں

پانصد[2] اِستسقاستم اندر جگر | باہر اِستسقا قریں جُوعُ البقر
میرے جگر میں پانچ سو استسقاء ہیں | اور ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر ہے

بے نیازی از غمِ من اے امیر | دہ زکاتِ جاہ و بنگر در فقیر
اے حاکم! تو میرے غم سے لاپرا ہے | رُتبہ کی زکات دے اور فقیر کی طرف دیکھ

ایں[3] فقیرِ بے ادب نادر خورست | لیک لُطفِ عامِ تو زاں برترست
یہ بے ادب فقیر، نالائق ہے | لیکن تیری عام مہربانی اس سے بالا ہے

می نجوید لُطفِ عامِ تو سند | آفتابے بر حدثہا میزند
تیری عام مہربانی سند نہیں ڈھونڈتی | سورج، ناپاکیوں پر اثر کرتا ہے

نورِ اُورا زاں زیانے نابُدہ | واں حدث از خشکی ہیزم شُدہ
اس کے نور کو گلاہٹ سے کوئی نقصان نہ پہنچا | اور وہ ناپاکی خشکی کی وجہ سے ایندھن بن گئی

تاحدث در گلخنی شُد نُور یافت | بر درو دیوارِ حمامے بتافت
یہانتک کہ ناپاکی بھٹی میں گئی، روشنی ہو گئی | حمام کے در و دیوار پر چمکی

---

[1] مبالغہ۔ چوہے نے مینڈک کی خوشامدیں شروع کر دیں تاکہ آپس میں وصل رہے۔ مہر کار۔ مہربان۔ روز۔ دن اور رات کے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ صرف تیری ذات ہے۔ از مروت۔ تیری مروت کا تقاضا ہے کہ مجھے وقتِ معین اور اس کے علاوہ بھی بلا لیا کرے۔ درشبا روزے۔ اب تو دن اور رات میں صرف ایک ملاقات مقرر ہے لیکن مجھے اس پر قناعت نہیں ہو سکتی۔ میں تو محبت میں عجب چیز بن گیا ہوں۔

[2] پانصد۔ تیری محبت میں میرے دل میں پانچسو استسقاء ہیں جس میں پیاس نہیں بجھتی اور ہر استسقاء کو جوع البقر ہے جس میں بھوک نہیں جاتی۔ بے نیازی۔ تو میرے عشق سے بے نیاز ہے ورنہ تو بھی خود بکثرت ملاقات کی کوئی تدبیر سوچتا تو عشق کے معاملہ میں امیر ہے اور حسن سے مالا مال ہے اپنے رتبہ کی کچھ زکوۃ مجھے دے۔

[3] ایں فقیر۔ مولانا نے مجازی معشوق سے حقیقی معشوق کی طرف انتقال کیا ہے یعنی میں نالائق اور بے ادب ہوں لیکن تیری مہربانیاں صرف لائقوں کے لیے نہیں۔ سند۔ یعنی قابلیت کی سند۔ آفتاب۔ سورج کا فیض عام ہے۔ نورِ او۔ سورج کی دھوپ اگر نجاست پر پڑتی ہے تو سورج میں کوئی نقصان نہیں آتا وہ نجاست کارآمد ہو جاتی ہے۔ تاحدث۔ گوبر دھوپ سے خشک ہو کر بھٹی کے کام آجاتا ہے اور خود منور ہو جاتا ہے جس سے حمام کے در و دیوار روشن ہو جاتے ہیں۔

یُوْلے آلائش شُد آرائش کنوں
وہ آلودگی تھی اب زینت بن گئی
چوں بُرو برخواند خورشید آں فسوں
جب سورج نے اُس پر وہ منتر پڑھ دیا

شمس ہم معدۂ زمیں را گرم کرد
سورج نے زمین کے معدے کو بھی گرم کر دیا
تا زمیں باقی حَدَثہا را بخورد
یہاں تک کہ باقی ناپاکی کو زمین نگل گئی

جُزوِ خاکی گشت و رست ازوے نبات
وہ مٹی کا جز بنی اور اُس سے نباتات اُگیں
ھٰکَذَا یَمحُو الالٰہُ السَّیِّاٰت
اسی طرح اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے

جُزوِ خاکی گشت ازوے پُرز نور
اُس سے خاکی جُز پُرنور ہو گیا
ھٰکَذَا یَغفِر لِمَن یُعطِی الغَفُور
اس طرح غفور، مغفرت کرتا ہے جسکو عطا کرتا ہے

جُزوِ خاکی گشت ازوے بارِشاد
اُس سے خاکی جُز با صلاحیت بن گیا
ھٰکَذَا یَرحَم اِلٰہ لِلعِبَاد
اس طرح اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم کرتا ہے

باحَدَث[2] کاں بدترین ست ایں کند
ناپاکی کے ساتھ جو بدتر ہے، یہ کرتا ہے
کش نبات و نرگس و نسریں کُند
کہ اُس کو نباتات اور نرگس اور نسرین کر دیتا ہے

تابہ نسرینِ مناسک در وفا
تو وفا میں عبادتوں کی نسرین کے ساتھ
حق چہ بخشد در جزا و در عطا
اللہ تعالیٰ جزا اور عطا میں کیا کچھ بخشے گا؟

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد
جب خبیثوں کو ایسی خلعت عطا کرتا ہے
طیّبیں را تاچہ بخشد دَر رَسد
تو حصہ میں، پاکوں کو کیا کچھ بخشے گا؟

آں دہد حق شاں کہ لَا عَین رَأت
اللہ تعالیٰ اُن کو وہ دیتا جو نہ آنکھ نے دیکھا
کہ نگنجد در زبان و در لُغت
جو زبان اور لغت میں نہیں سما سکتا

ماکئیم[3] ایں را بیاں کن یارِ من
اے میرے دوست! تو بتا ہم کون ہیں؟
روزِ من روشن کن از خلقِ حسن
بہتر اخلاق سے میرے دن کو روشن کر دے

منگر اندر زشتی و مکرہ و ذمیم
میرے بھدے پن اور مکروہ ہونے کو نہ دیکھ
کہ ز پُر زہرے چومارِ کوہیم
کیونکہ میں پہاڑی سانپ کی طرح زہر سے پُر ہوں

ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت
اے محبوب! میں بُرا اور میری سب عادتیں بُری ہیں
چوں شوم گل چوں مرا اُو خار کِشت
میں پھول کیسے بن جاؤں جبکہ اس نے مجھے خار بنایا ہے؟

نوبہارا حسنِ گل دہ خار را
اے نوبہار! تو کانٹے کو پھول کا حسن دے دے
زینتِ طاؤس دہ ایں مار را
تو اس سانپ کو مور کی زینت عطا کر دے

---

1. یُولے۔ وہ پہلے آلائش تھا اب آرائش بن گیا۔ شمس۔ یہ تو اُس نجاست کا ذکر تھا جو خشک ہونے کے بعد حمام میں پہنچی اگر حمام میں نہ جائے تو زمین اُس کو نگل جائے گی۔ جزو۔ اور اب وہ مٹی میں مل کر کھاد بن کر نباتات کی پیداوار کا سبب بنے گی۔ ہکذا۔ جس طرح سورج نے نجاست کو دُور کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بُرائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ جزو۔ ایک مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ یرحم۔ قرآن پاک میں ہے فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِم حَسَنٰتٍ "پس یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا"۔
2. باحدث۔ جب سورج (اللہ تعالیٰ) کا نجاستوں (گنہگاروں) کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ اُس نجاست (گناہ) سے پھول بوٹے (نیکیاں) اُگ پڑی ہیں تو پھولوں (نیکیوں) پر جو اثرات مرتب ہوں گے تو ان کو تو وہی جانتا ہے۔ خبیثاں۔ نجاستیں، گنہگار۔ طیبین۔ پھول بوٹے، نیکیاں۔ آں۔ جنت کی وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ اُن کا تصور کیا جا سکتا ہے اور وہ زبان و بیان میں نہیں سما سکتی ہیں۔
3. ماکئیم۔ ہم ان نعمتوں کا بیان نہیں کر سکتے آپ خود بیان کر دیجئے اور اپنے خلقِ حسن سے اُنمیں سے کچھ ہمیں عطا کر کے ہمارے دن کو روشن کر دیجئے۔ منگر۔ میری نااہلی پر نظر نہ کیجئے میرے اندر تو زہر ہی زہر ہے۔ چوں۔ جبکہ میں خار ہوں خود پھول بن جانے سے عاجز ہوں۔ نوبہارا۔ آپ میں قدرت ہے کہ مجھ خار کو پھول بنا دیں۔

در[1] کمالِ زشتیم من منتہی — لُطف تو در فضل و در فن منتہی

میں برائی کے کمال میں انتہا پر پہنچنے والا ہوں — تیری مہربانی فضل اور ہنر میں انتہا پر پہنچنے والی ہے

حاجتِ ایں منتہی زاں منتہی — تو برآر اے غیرتِ سروِ سہی

اس انتہا پر پہنچنے والے کی حاجت اُس انتہا پر پہنچنے والی ہے — پوری کر دے، اے سروِ سہی کے رشک!

چوں بمیرم فضلِ تو خواہد گریست — از کرم، گرچہ ز حاجت اُو بریست

جب میں مر جاؤں گا، تیرا کرم رُوئے گا — مہربانی سے، اگرچہ وہ حاجت سے پاک ہے

برسرِ[2] گورم بسے خواہد نشست — خواہد از چشمِ لطیفش اشک جست

میری قبر کے سرہانے بہت دنوں بیٹھا رہے گا — اُس کی مہربان آنکھ سے آنسو بہیں گے

نوحہ خواہد کرد بر محرومیم — چشم خواہد بست از مظلومیم

وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا — میرے مظلوم ہونے سے آنکھ بند کر لے گا

اندکے زاں لُطفہا اکنوں بکُن — حلقہء در گوشِ من کُن بے سخن

اُن مہربانیوں میں سے تھوڑی سی اب کر دے — بغیر بات کے میرے کان میں حلقہ ڈال دے

آنکہ[3] خواہی گفت تو با خاکِ من — برفشاں بر مدرکِ غمناکِ من

جو تو میری خاک سے کہے گا — میرے غمگین احساس پر چھڑک دے

دست گیرم در چنیں بیچارگی — شاد گردانم دریں غمخوارگی

ایسی بیچارگی میں میری دستگیری کر — اس غمخوارگی میں مجھے خوش کر دے

لابہ کردنِ مُوش مرچغز را کہ بہانہ میندیش و درنسیہ میانداز

چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا، کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا

انجاح آں حاجتِ مرا، کہ فی التاخیر آفات والصوفی

کرنے کو اُدھار میں نہ ڈال، کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت

ابنُ الوقت و ابن دست از دامنِ پدر باز ندارد و اَبِ

ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان

مُشفقِ صوفی کہ وقت ست اُو را بنگرش فردا محتاج

باپ جو کہ وقت ہے اُس کی نگہداشت کرتا ہے آیندہ کے لیے اس کو محتاج

نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسناتِ خویش

نہیں بناتا ہے اور اُس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اسقدر مصروف رکھتا ہے

---

[1] درکمال۔ میں برائی کی انتہا پر ہوں اور تیری مہربانی کرم کی انتہا پر ہے۔ حاجت۔ مجھ جیسے انتہا درجہ کے گنہگار کو تیرا انتہائی فضل درکار ہے۔ چوں بمیرم۔ اب پھر حقیقی محبوب سے مجازی محبوب کی جانب انتقال کیا ہے یعنی چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میری زندگی میں تو بے نیازی برت رہا ہے، لیکن میرے مرنے کے بعد تو روئے گا اور یہ رونا از راہِ کرم ہوگا ورنہ تجھ کو میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[2] برسر گورم۔ قبر پر آ کر روئے گا اور اشک بہائے گا۔ نوحہ۔ میری وصل سے محرومی پر نوحہ کرے گا، اور میری مظلومیت کی وجہ سے نظریں نیچی ہوں گی۔ اندکے۔ اے محبوب میرے مرنے کے بعد جو تیری مہربانیاں ہوں گی اُن میں سے تھوڑی سی ابھی کر دے اور جو باتیں قبر پر آ کر کرے گا اُن کا مجھے اسی وقت حلقہ بگوش کر دے۔

[3] آنکہ۔ جو محبت آمیز باتیں قبر پر آ کر کرے گا اسی وقت غمگین احساس پر نچھاور کر دے۔ دست گیرم۔ اسی بیچارگی میں میری دستگیری کر دے اور غم میں مجھے خوش کر دے، اُدھار سے نقد بہتر ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہے اب کر دے۔ لابہ۔ اس قصہ سے یہی بات بتائی ہے کہ اُدھار سے نقد بہتر ہے۔

کہ چوں عوام منتظر مستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ
کہ وہ عوام کیطرح آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے، وہ نہ دہری ہوتا ہے، نہ قدری نہ منع کرنے
نہری باشد و نہ دہری کہ لَیْسَ عِنْدَاللّٰہِ صَبَاحٌ وَّلَا مَسَآءٌ ماضی
والا ہوتا ہے، اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گذرا
و مستقبل و ازل و ابد آنجا نباشد آدمؑ سابق و دجّال مسبوق
ہوا زمانہ اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے، آدمؑ پہلے اور دجال بعد میں
نباشد کہ ایں رسوم در خطّۂ عقلِ جُزوی ست و روحِ حیوانی
نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالم لامکان و
را در عالمِ لامکان و لازمان ایں رسوم نباشد پس اُو ابنِ
لازمان میں حیوانی روح کے لیے یہ رسمیں نہیں ہیں، تو وہ
وقت ست کہ لَا یُفْهَمُ مِنْهُ اِلَّا تَفَرِّقَةُ الْاَزْمِنَةِ چنانکہ اِنَّ
ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ نہیں آتا جس طرح اللہ تعالیٰ
اللّٰہَ تَعَالٰی وَاحِدٌ فہم شود و نفیِ دوئی نہ حقیقتِ واحدی
ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی نہ کر واحدی حقیقت

صوفی را گفت خواجہ سیم پاش
چاندی بخشنے والے ایک صاحب نے ایک صوفی سے کہا

اے قدمہائے تُرا جانم فراش
اے وہ! کہ میری جان تیرے قدموں کا فرش ہے

یک درم خواہی تو امروز اے شہم
اے میرے شاہ! تو آج ایک درہم لینا چاہتا ہے

یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم
یا کل کو چاشت کے وقت تین درہم

گفت[1] امروز ایں درم راضی ترم
اُس نے کہا میں آج ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں

زانکہ امروز این و فردا صد درم
اس سے بھی کہ آج ایک ہو اور کل سو درہم ہوں

سیلیئے نقد از عطائے نسیہ[2] بہ
نقد طمانچہ، ادھار بخشش سے بہتر ہے

نِک قفا پیشت کشیدم نقد دہ
اب میں نے تیرے سامنے گدی کر دی نقد دے دے

خاصہ آں سیلی کہ از دستِ تواست
خصوصاً وہ طمانچہ جو تیرے ہاتھ سے ہو

کہ قفا و سیلیش مستِ تواست
کیونکہ گدی اور اس کا طمانچہ تجھ پر عاشق ہے

ہیں بیا اے شادیِ جان و جہاں
خبردار! اے جاں اور جہان کی خوشی! آ جا

خوش غنیمت دار نقدِ ایں زماں
اس کے وقت نقد کو بہت غنیمت سمجھ

---

1. گفت۔ صوفی نے کہا آج ایک درہم کے بجائے کل کو تین درہم کیا سو درہم بھی مجھے پسند نہیں ہے۔ سیلیئے۔ نقد تو ایسی چیز ہے کہ اُس کا چپت بھی ادھار کی عطا سے اچھا ہے۔
2. نسیہ۔ اُدھار۔ خاصہ۔ خصوصاً تیرا چپت تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ میری گدی اور اُس پر چپت لگنا تیرے عاشق ہیں۔ ہیں۔ جب نقد بہر حال بہتر ہے تو تُو ابھی آ جا۔

درمدُزد[1] آں رُوئے ماہ از شب رواں — سرمکش زیں جوئے اے آبِ رواں

چاند کا وہ چہرہ، رات کے چلنے والوں سے نہ چھپا — اے جاری پانی! اس نہر سے روگردانی نہ کر

تالبِ جُو خندد از ماءِ معیں — وز لبِ جُو سَر برآرد یاسمیں

تاکہ جاری پانی سے، نہر کا کنارہ مسکرا پڑے — اور چنبیلی نہر کے کنارے سے سر اُبھارے

چوں بہ بینی برلبِ جُو سبزہ مست — پس بداں از دور کانجا آب ہست

تو جب نہر کے کنارے پر جھومتا سبزہ دیکھے — دور سے سمجھ جا کہ وہاں پانی ہے

گفت[2] سِیْمَاهُمْ وُجُوْهُهُمْ کردگار — کہ بُود غمّازِ باراں سبزہ زار

اللہ تعالیٰ ''ان کے چہروں پر علامتیں ہیں'' فرمایا ہے — کیونکہ سبزہ زار، بارش کا مخبر ہے

گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس — کہ بُود در خواب ہر نفس و نفس

اگر رات میں برسے کوئی شخص نہ دیکھے — کیونکہ ہر انسان اور سانس نیند میں ہوتا ہے

تازگیِ ہر گلستانِ جمیل — ہست بربارانِ پنہانی دلیل

ہر خوبصورت چمن کی تازگی — مخفی بارش کی دلیل ہے

رجوع بحکایت مُوش و چغزِ آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبئی — لیک شاہِ رحمت و وہابئی

اے میرے بھیا! میں خاکی ہوں تو آبی ہے — لیکن تو رحمت کا شاہ اور عطا کرنے والا ہے

آنچناں[3] کن از عطا و از قسم — کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم

تو حصہ اور عطا میں ایسا کر — کہ وقت اور بے وقت خدمت میں پہنچتا رہوں

برلبِ جُو من بجاں میخوانمت — می نہ بینم از اِجابت مرحمت

نہر کے کنارے، میں تجھے دل سے پکارتا ہوں — میں منظوری کی عنایت نہیں دیکھتا ہوں

آمدن در آب برمن بستہ شُد — زانکہ ترکیبم زخاکے رُستہ شُد

پانی میں آنا، مجھ پر بند ہے — کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہوئی ہے

یارسولے یا نشانے کن مدد — تاتُرا از بانگِ من آگہ کند

یا کوئی قاصد یا کوئی علامت مددگار بنا — تاکہ میرے پکارنے سے تجھے باخبر کر دے

بحث کردند اندریں کار آں دویار — آخرِ آں بحث ایں آمد قرار

اس معاملہ میں اُن دونوں دوستوں نے بحث کی — اس بحث کے آخر میں یہ طے ہوا

---

[1] درمدُزد۔ میں رات کا مسافر ہوں تیرا چہرہ چاند ہے، چاند کو رات کے مسافر سے چھپانا مناسب نہیں۔ میں نہر ہوں تو آبِ رواں ہے پانی کو نہر میں آنا چاہیے۔ تالب۔ پانی پہنچنے سے نہر کے کنارے مسکرا پڑتے ہیں اور اُن پر پھول بوٹے نمودار ہو جاتے ہیں۔ چون بہ بینی۔ اے مخاطب جب تو نہر کے کنارے سبزہ دیکھے تو دور سے سمجھ لے کہ نہر میں پانی ہے یعنی کسی شخص کے انوار و برکات سے اُس کے صاحبِ نسبت ہونے کو سمجھ لے۔

[2] گفت۔ نیکی کے آثار پیشانی پر ہوتے ہیں یہ اسی لیے ہے کہ سبزہ زار اشارہ کرتا ہے کہ وہاں پانی ہے۔ گر ببارد۔ اگر رات میں بارش ہوتی ہے بارش کو کوئی نہیں دیکھتا ہے۔ لیکن صبح کو سبزے پر تازگی دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ رات بارش ہوئی ہے۔ اے اخی۔ پھر چوہے کی گفتگو شروع کی ہے، چوہے نے مینڈک سے کہا کہ اگرچہ میں خاکی ہوں اور تو آبی اس لیے میں تیرا ہم جنس نہیں ہوں لیکن تو شاہِ رحمت اور عطا کی طرف منسوب ہے اور عطا کے لیے ہم جنس ہونا ضروری نہیں ہے۔

[3] آنچناں۔ مجھے ایسا موقع دے دے کہ وقتِ بے وقت تجھ سے مل لیا کروں۔ برلب جو۔ چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میں نہر کے کنارے پر آ کر آپ کو پکارتا ہوں لیکن آپ جواب عنایت نہیں کرتے۔ آمدن۔ چونکہ میں خشکی کا جانور ہوں اس لیے پانی میں نہیں جا سکتا۔ یارسولے۔ یا تو کوئی پیغامبر یا اور کوئی ایسی علامت مقرر کر دیجئے کہ میری آواز آپ کو پہنچ جایا کرے۔ دویار۔ چوہا اور مینڈک۔

کہ[1] بدست آرند یک رشتہ دراز
کہ ایک لمبا ڈورا حاصل کر لیں
تا ز جذبِ رشتہ گردد کشفِ راز
تاکہ ڈورے کے کھینچنے سے راز کھل جائے

یکسرے برپائے ایں بندہ دو تو
ایک سرا اس خمیدہ بندہ کے پاؤں پر
بستہ باید، دیگرش برپائے تُو
بندھا ہوا ہونا چاہیے اور اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں پر

تاہم آئیم زیں فن ما دو تن
تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں جمع ہو جائیں
اندر آمیزیم چوں جاں با بدن
مل جل جائیں، جس طرح جان بدن سے

ہست تن چوں ریسماں برپائے جاں
جسم، جاں کے پاؤں پر ڈورے کی طرح ہے
می کشاند برزمینش ز آسمان
اُس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لاتا ہے

چغزِ جاں در آبِ خوابِ بیہشی
جان کا مینڈک، بے ہوشی کی نیند کے پانی میں
رَستہ از مُوشِ تن آید در خوشی
جسم کے چوہے سے چھوٹ کر خوشی میں ہے

مُوشِ[2] تن زاں ریسماں بازش کشد
جسم کا چوہا اس ڈورے کے ذریعہ اس کو پھر کھینچ لیتا ہے
چند تلخی زیں کشش جاں می چشد
اس کھچاؤ سے جان بہت سی کڑواہٹیں محسوس کرتی ہے

گر نبُودے جذبِ مُوشِ گندہ مغز
اگر گندہ دماغ چوہے کی کشش نہ ہوتی
عیشہا کردے درونِ آب چغز
تو مینڈک، پانی میں مزے اُڑاتا

باقیش چوں روز برخیزی ز خواب
اس کا باقی، جس روز تو نیند سے بیدار ہو گا
بشنوی از نور بخشِ آفتاب
تو سورج کو نور عطا کرنے والے سے سُن لے گا

یک سرِ رشتہ گرہ بر پائے من
ڈورے کے سرے کی ایک گرہ میرے پاؤں پر
زاں سَرِ دیگر تو برپا عقد زن
دوسرے سرے کی گرہ تو اپنے پاؤں پر لگا لے

تاتوانم من دریں خشکی کشید
تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں
مرتُرا نک[3] شُد سرِ رشتہ پدید
تجھے اب ڈورے کا سرا ظاہر ہو گیا

تلخ آمد بر دلِ چغز ایں حدیث
یہ بات مینڈک کے دل کو کڑوی لگی
کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث
کہ یہ خبیث مجھے گرہ میں پھانستا ہے

ہر کراہت دردلِ مردِ بھی
بہتر انسان کے دل میں جو کراہت
چوں در آید زافتے نبُود تہی
آتی ہے، وہ مصیبت سے خالی نہیں ہوتی

وصفِ حق داں آں فراست را نہ وہم
اُس فراست کو اللہ تعالیٰ کی صفت سمجھ نہ کہ وہم
نورِ دل از لوحِ کُل کردست فہم
دل کے نور نے، لوحِ محفوظ سے سمجھا ہے

---

[1] کہ بدست آرند۔ چوہے اور مینڈک میں یہ طے ہو گیا کہ ایک بڑا ڈورا ہو، جس کا ایک سرا چوہے کے پاؤں میں اور ایک سرا مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا ہو۔ تاہم۔ جب ضرورت ہو تو دونوں میں سے ہر ایک اس ڈورے کو کھینچ لیا کرے دوسرے کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بلا رہا ہے۔ ہست۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جسم کا تعلق روح کے پاؤں کا ڈورا ہے جو اس روح کو آسمان سے کھینچ لاتا ہے۔ چغز۔ روح کا مینڈک، نیند کی حالت میں جسم کے چوہے سے رہائی پا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔

[2] مُوش۔ جسم کا چوہا پھر اسکو کھینچ لاتا ہے۔ گر نبُودے۔ اگر جسم کا چوہا روح کے مینڈک سے وابستہ نہ ہوتا تو روح کا مینڈک پانی میں عیش کرتا۔ باقیش۔ جسم اور روح کا یہ تو دنیاوی زندگی میں حال ہے، قیامت میں پھر جب روح جسم سے وابستہ ہوگی تو اس کے احوال اللہ تعالیٰ سے سن لینا۔ یک سر رشتہ۔ یہ چوہے کا مقولہ ہے۔ تاتوانم۔ چوہے نے کہا جب تیرے پاؤں میں ڈورا بندھا ہوا ہوگا میں تجھے خشکی میں کھینچ کرلا سکوں گا۔

[3] نک شد۔ اب معاملہ حل ہو گیا۔ تلخ۔ مینڈک کو یہ بات ناگوار گذری کہ یہ چوہا مجھے پھانسنا چاہتا ہے۔ ہر کراہت۔ روشن ضمیر انسان کو جو بات ناگوار ہوتی ہے وہ یقیناً کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ وصفِ حق۔ مومن میں یہ فراست اللہ کی صفت ہے جو مومن کے دل کے نور نے اللہ تعالیٰ کے علم سے حاصل کی ہے۔ لوحِ کُل۔ اللہ تعالیٰ کا علم۔

امتناعِ[1] پیل از سیراں بہ بیت — با جدِّ آں پیلبان و بانگِ ہیت

بیت اللہ کی طرف جانے سے ہاتھی کا رُکنا — فیلبان کی کوشش اور "آجا" کی آواز سے

جانبِ کعبہ نرفتے پائے پیل — باہمہ لت نے کثیرو نے قلیل

ہاتھی کا پاؤں کعبہ کی جانب نہ چلتا تھا — باوجود پوری لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا

گفتیی خود خشک شد پاہایِ اُو — یا بمُرد آں جانِ ہول افزائے اُو

تو کہتا، خود اُس کے پاؤں سوکھ گئے ہیں — یا اُس کی خوفناک جان مُردہ ہو گئی ہے

چونکہ کردندے سرش سُوئے یمن — پیلِ نرؔ[2] دو اسپہ گشتے گام زن

جب اُس کا سر یمن کی جانب کرتے — نر ہاتھی دوڑ کر قدم اٹھانے لگتا

حِسِ پیل از زخمِ غیب آگاہ بُود — چوں بُود حسِ ولیِ باورُود

ہاتھی کی حس غیب کی مصیبت سے واقف تھی — جیسی کہ واردات والے ولی کی حس ہوتی ہے

نے کہ یعقوبِ نبیؑ گفت آں زماں — کہ از و جُستند یوسفؑ را کہاں

کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبیؑ نے جس وقت — اُن سے یوسفؑ کو بڑوں نے مانگا؟

نے کہ یعقوبِ نبیؑ آں پاک خُو — بہرِ یوسفؑ باہمہ اخوانِ اُو

کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبی پاک خصلت نے — یوسفؑ کے لیے اُن کے سب بھائیوں سے

از پدر چوں خواستند آں داوراں — تا برندش سُوئے صحرا یک زماں

جب اُن بھائیوں نے باپ سے مانگا — تاکہ تھوڑی دیر کے لیے جنگل کی جانب لے جائیں

جملہ گفتندش میندیش از ضرر — یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر

سب نے اُن سے کہا کہ آپ نقصان کا خیال نہ کریں — اے ابا! ایک دو روز اُن کو موقع دے دیجئے

تو چرا[3] مارا نہ پنداری امین — یوسفؑ خود نسپری با حافظین

آپ ہمیں محافظ کیوں نہیں سمجھتے؟ — اپنے یوسفؑ کو محافظوں کے سپرد نہیں کرتے

تا بہم در مرجہا بازی کنیم — ما دریں دعوت امین و محسنیم

تاکہ ہم مل کر سبزہ زاروں میں کھیلیں — ہم اس درخواست میں امین اور نکوکار ہیں

گفت ایں دانم کہ نقلش از برم — میفروزد در دلم رنج و سقم

انھوں نے فرمایا یہ میں جانتا ہوں کہ انکو میرے پاس سے لیجانا — میرے دل میں رنج اور بیماری کو مشتعل کرے گا

ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ — کہ ز نورِ عرش دارد دل فروغ

میرا یہ دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے — کیونکہ عرش کے نور سے دل روشنی رکھتا ہے

---

1. امتناع۔ یہ بات کہ آنے والی مصیبت کو مومن کا دل تاڑ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بسا اوقات یہ بات جانور کے دل میں بھی پیدا فرما دیتا ہے۔ جانب کعبہ۔ ابرھہ جب اپنا ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے چلا تو وہ ہاتھی آنے والی مصیبت کو تاڑ گیا تھا اور اس کا قدم خانہ کعبہ کی طرف نہ اُٹھتا تھا۔ چونکہ۔ جب اُس ہاتھی کا رُخ یمن کی طرف موڑتے تھے تو دوڑنے لگتا تھا۔
2. دو اسپہ۔ تیز رفتار۔ چوں بود۔ جب ہاتھی کا یہ خیال تھا تو سمجھ لو کہ جس ولی پر قلبی واردات ہوں اُس کا کیا حال ہوگا۔ نے کہ۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خفیہ بات کو تاڑ گئے تھے۔ کہاں۔ یعنی بڑے بھائی۔ داوراں۔ براداراں۔ جملہ گفتند۔ سب بھائیوں نے کہا کہ نہ ڈریے اور یوسفؑ کو اجازت دے دیجئے۔
3. تو چرا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے ہیں ہم تو اس کی حفاظت کریں گے۔ مرجہا۔ چراگاہیں۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ کو جدا کرنے سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ایں دلم۔ یہ میرا دل کبھی صحیح بات سے تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل ہے۔

آں[1] دلیلِ قاطعی بُد برفساد　　وز قضا آں رانگرد اُو اعتداد

وہ فساد پر پکی دلیل تھی　　قضاء خداوندی سے وہ اس کو گنتی میں نہ لائے

درگذشت از وے نشانے آنچناں　　کہ قضا در فلسفہ بُود آں زماں

ایسی علامت اُن سے چھوٹ گئی　　کیونکہ قضاءِ خداوندی اس وقت حکمت میں تھی

ایں عجب نبُود کہ کور اُفتد بچاہ　　بُوالعجب افتادنِ بینائے راہ

یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اندھا کنویں میں گر جائے　　بڑا تعجب، راستہ دیکھنے والے کا گرنا ہے

ایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست　　چشم بندش یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاست

اس قضاءِ خداوندی کے طرح طرح تصرّف ہیں　　"اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" اس کی چشم بندی ہے

ہم[2] بداند ہم نداند دل فنش　　موم گردد بہرِ آں مُہر آہنش

دل اُس کے ہنر کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے　　اُس کا لوہا اُس کی مہر کے لیے موم بن جاتا ہے

گویَا دل گوید اے کہ میلِ اُو　　چوں دریں شُد ہرچہ اُفتد باش گو

گویا دل کہہ دیتا ہے کہ اے شخص اس قضا کا جھکاؤ　　جب اُس میں ہے جو بھی ہو، ہونے دے

خویش را ہم زیں مغفّل می کند　　در عقالش جاں معقّل می کند

وہ اپنے آپ کو اس غفلت میں کر دیتا ہے　　اُس کی رسّی میں جاں کو باندھ دیتا ہے

گر شود مات اندریں آں بُوالعُلا　　آں نباشد مات، باشد ابتلا

اگر وہ بلند مرتبہ اس معاملہ میں مات کھا جاتا ہے　　وہ مات نہیں ہوتی، آزمائش ہوتی ہے

یک[3] بلا از صد بلا اش واخرد　　یک ہبوطش بر معارجہا برد

اس کو ایک مصیبت سو مصیبتوں سے نجات دے دیتی ہے　　ایک بار نیچے اُترنا اس کو بہت سی بلندیوں پر لے جاتا ہے

خامِ شوخے کہ رہانیدش مُدام　　از خُمارِ صد ہزاراں زشتِ خام

وہ ناقص شوخ کہ اس کو شراب نے رہائی دے دی　　لاکھوں بھدے خاموں کے خمار سے

عاقبت اُو پختہ و اُستاد شد　　جست از رِقِ جہاں آزاد شُد

انجام کار وہ پختہ اور اُستاد ہو گیا　　اُس نے دنیا کی غلامی سے چھلانگ لگائی، آزاد ہو گیا

از شرابِ لایزالی گشت مست　　شُد ممیز از خلائق باز رست

وہ نہ مٹنے والی شراب سے مست ہو گیا　　وہ لوگوں سے ممتاز ہو گیا، چھوٹ گیا

---

1. آں دلیل۔ حضرت یعقوبؑ کو قلبی احساس سے پورا یقین ہو گیا تھا کہ بھائیوں کی بات میں فساد مخفی ہے لیکن اس کے باوجود قضاءِ خداوندی میں چونکہ ایسا ہونا تھا لہٰذا وہ پھر بھی راضی ہو گئے۔ درگذشت۔ انھوں نے دل کی بات سے درگذر کی چونکہ اس معاملہ میں اللہ کی جانب سے ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ ایں عجب۔ حضرت یعقوبؑ کو نورِ دل حاصل تھا پھر بھی وہ فریب میں آ گئے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے اگر کوئی دل کا اندھا فریب کھا جاتا تو تعجب نہ ہوتا۔ ایں قضا۔ قضاءِ خداوندی کے بھی عجیب تصرفات ہیں وہ بینا کو بھی نابینا بنا دیتی ہے اور خدا کی مشیت اس کی آنکھ کا پردہ بن جاتی ہے۔

2. ہم بداند۔ جب تقدیرِ خداوندی کسی معاملہ میں آڑے آتی ہے تو انسان یقینی بات میں بھی تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ موم۔ یعنی دل کا پختہ ارادہ نرم پڑ جاتا ہے۔ گویَا۔ گویا دل اپنے ارادہ کے خلاف اس قضا کے فیصلہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ خویش۔ وہ دل اپنے ارادہ سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتا اور باگ قضا کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ گر شود۔ اگر کوئی باطنی نور والا اپنے احساس کے خلاف سے مغلوب ہو جاتا ہے تو وہ دراصل مغلوبیت نہیں ہے بلکہ قدرت کی جانب سے آزمائش ہے کہ اپنے ارادہ کے خلاف پر قضا سے وہ راضی ہے یا نہیں؟

3. یک بلا۔ قضا کی وجہ سے جب وہ بلا میں پھنستا ہے اور اس پر رضا کا اظہار کرتا ہے تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا جاتا ہے اور ایک یہ گرنا اسکو بلندیوں پر لیجاتا ہے۔ خام شوخے۔ یہ دلیری میں ناقص تھا اب جبکہ اس آزمائش میں کامیاب ہو گیا تو سیکڑوں فاسد خیالات سے نجات پا جاتا ہے۔ عاقبت۔ اُس کامیابی کے نتیجہ میں وہ پختہ اور استاد بن جاتا ہے اور دنیا کے وسوسوں سے آزاد ہو جاتا ہے جب غیر اللہ سے نجات پا کر وہ توحید کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ شد ممیز۔ اسکو ایک خاص امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔

زاعتقاداتِ[1] سُست پُر تقلیدِ شاں — وز خیالِ دیدۂ بے دیدِ شاں
ان کے تقلید سے پُر، کمزور اور اعتقاد سے — اُن کی بے بصر کے آنکھ کے خیال سے

اے عجب چہ فن زند اِدراکِ شاں — پیشِ جزر و مدِّ بحرِ بے نشاں
تعجب ہے، اُن کا عِلم کیا تدبیر کرے گا؟ — بے نشاں دریا کے اُتار اور چڑھاؤ کے سامنے

زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید — مُلک و شاہی و وزارتہا رسید
اُس بیابان سے یہ عمارتیں آئی ہیں — ملک اور بادشاہی اور وزارتیں آئی ہیں

زاں بیابانِ عدم مستانِ شوق — میرسند اندر شہادت جوق جوق
اُس بیابانِ عدم سے، شوق کے مست — جماعت در جماعت (عالمِ) شہادت میں آ رہے ہیں

کارواں بر کارواں زیں بادیہ — میرسد در ہر مساء و غادیہ
اُس صحرا سے قافلہ در قافلہ — ہر شام و صبح کو پہنچ رہے ہیں

آیدؔ[2] و گیرد وثاقِ ما گرو — کہ رسیدم نوبتِ ما شد تو رو
آتا ہے اور ہمارا گھر گروی کر لیتا ہے — کہ میں آ گیا، ہماری باری آ گئی، تو چلا جا

چوں پسر چشمِ خرد را واگشاد — زود بابا رخت برگردوں نہاد
جب بیٹے نے عقل کی آنکھ کھولی — باوا نے سامان جلدی سے آسمان پر جا رکھا

جادۂ شاہ ست آں زیں سُو رواں — واں ازاں سُو صادران و وارداں
وہ شاہراہ ہے، اس جانب سے رواں ہے — وہ اُس جانب سے صادر اور وارد ہیں

نیک بنگر مانشستہ میرویم — می نہ بینی قاصدِ جائے نویم
خوب غور کر لے، ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں — تو یہ نہیں دیکھتا ہے کہ ہم نئی جگہ کا ارادہ کرنے والے ہیں

بہرِ[3] حالے می نگیری راس مال — بلکہ از بہرِ غرضہا در مآل
تو موجودہ وقت کے لیے اصل دولت نہیں لیتا ہے — بلکہ مستقبل کی غرضوں کے لیے

پس مسافر آں بُوَد اے رَہ پرست — کہ مَسیر و رُوش در مستقبل ست
پس اے چلنے والے! مسافر وہ ہے — کہ اُس کا چلنا اور رُخ مستقبل کی طرف ہے

ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال — دمبدم در میرسد خیلِ خیال
جس طرح، بغیر تھکن کے دل کے پردے سے — خیال کا لشکر، پے در پے پہنچتا ہے

---

[1] زاعتقاد۔ عام لوگ غیرِحق کے وجود کو معتد بہ سمجھتے ہیں یہ اُس سے نجات پا جاتا ہے۔ اے عجب۔ قضا و قدر کے لامحدود سمندر کے مقابلہ میں انسان کا علم و احساس کیا ہُنر دکھا سکتا ہے۔ زاں۔ عالمِ شہود میں جو کچھ ہے وہ اسی عالمِ غیب سے آیا ہے۔ بیابانِ عدم۔ یعنی عالمِ غیب۔ مستانِ شوق۔ یعنی کائنات جو خدائی حکم بجالانے کی مشتاق ہے۔ شہادت۔ عالمِ شہادت۔ بادیہ۔ یعنی بیابانِ عدم۔ غادیہ۔ صبح کا وقت۔

[2] آید و گیرد۔ عالمِ شہادت میں ایک نئی چیز آ کر پرانی چیز کی جگہ لے لیتی ہے۔ چوں پسر۔ بیٹا، باپ کی جگہ سنبھال لیتا ہے باوا عالمِ آخرت کو سدھار جاتا ہے۔ جادۂ شاہ۔ یہ سمجھ کہ عالمِ شہادت اور عالمِ غیب کے درمیان ایک بڑی کھلی سڑک ہے جس پر ہر وقت آمد و رفت ہے۔ نیک۔ ہمیں محسوس نہیں ہوتا ورنہ عمر کا جو دن گذر رہا ہے ہم اس میں عالمِ آخرت کی طرف چل رہے ہیں۔

[3] بہرِ حال۔ انسان جو کاروبار کرتا ہے اور نفع کمانے کی کوشش کرتا ہے وہ کسی وقتی ضرورت کے پیشِ نظر نہیں کرتا ہے بلکہ آئندہ کی بنا پر کاروبار کرتا ہے تو بھی اپنی عمر کے مال کی تجارت آخرت کے پیشِ نظر صرف کر موجودہ زندگی میں عمر صرف نہ کر۔ پس مسافر۔ صحیح مسافر وہی ہے جس کی نظر منزل پر ہو۔ ہمچناں۔ جس طرح خارجی موجودات کا سلسلہ ہے یہی صورت ذہنی موجودات کی ہے، مضامین اور خیالات عالمِ غیب سے دل میں آتے ہیں۔

گرنہ[1] تصویرات از یک مغرسند　　درپے ہم سوئے دل چوں میرسند

اگر یہ تصورات ایک کھیت کے نہیں ہیں　　تو آگے پیچھے دل کی جانب کیوں آ رہے ہیں؟

جوق جوق اسپاہِ تصویراتِ ما　　سوئے چشمۂ دل شتاباں ازظما

ہمارے تصورات لشکر در لشکر　　پیاس سے دل کے چشمہ کی طرف دوڑتے ہیں

جرہا پُرمیکنند و میروند　　دائما پیدا و پنہاں میشوند

وہ گھڑے بھرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں　　ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں

فکرہا را اخترانِ چرخ داں　　دائر اندر چرخِ دیگر آسماں

افکار کو آسمان کے ستارے سمجھ　　دوسرے آسمان کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں

سعد[2] دیدی شکر کن ایثار کن　　نحس دیدی صدقہ و استغفار کن

تو نے سعد دیکھا، شکر ادا کر اور ایثار کر　　تو نے نحس دیکھا خیرات اور توبہ کر

ماکئیم ایں را بیا اے شاہِ من　　طالعم مُقبل کن و چرخے بزن

ہم اس کے لیے کیا ہیں؟ اے میرے شاہ! آجایئے　　میرے طالع کو بااقبال کر دیجئے اور گھما دیجئے

رُوح را تاباں کن از انوارِ ماہ　　زاں کز آسیب ذنب شد جاں سیاہ

چاند کے انوار سے روح کو روشن کردیجئے　　کیونکہ روح ذنب کے اثر سے کالی ہو گئی ہے

رُوح رازاں نورِ مہ کن ملتہب　　کہ سیہ شد جانِ من ز آسیبِ تب

رُوح کو اُس چاند کے نور سے روشن کر دیجئے　　کیونکہ بخار کے اثر سے میری جان کالی ہو گئی ہے

از[3] خیال و وہم و ظن بازش رہاں　　ازچہ وجورِ رسن بازش رہاں

اس کو خیال اور وہم اور گمان سے چھڑا دیجئے　　کنویں اور رسی کے ظلم سے اس کو چھڑا دیجئے

تاز دلداریِ خوبِ تودلے　　پر برآرد بر پرد زاب و گلے

تاکہ ایک دل تیری اچھی دلداری سے　　پر نکال لے اور پانی اور مٹی سے اُڑ جائے

اے عزیزِ مصرِ جانم دستگیر　　عُذرِ ایں زندانیِ خود در پذیر

اے میری جان کے مصر کے شاہ! دستگیری کیجئے　　اپنے اس قیدی کا عذر قبول کر لیجئے

اے عزیزِ مصر در پیماں دُرست　　یوسفِ مظلوم در زندانِ تست

اے مصر کے شاہ! عہد و پیمان میں درست　　مظلوم یوسف تیرے قید خانہ میں ہے

گرنہ۔ ان کا پے درپے آنا یہ بتاتا ہے کہ وہ سب ایک جگہ سے آ رہے ہیں اور ان کا مخزن ایک ہے۔ جوق درجوق۔ جس طرح پیاسے پانی کی طرف دوڑ کر آتے ہیں اسی طرح خیالات دل میں آتے ہیں اور اپنی پیاس بجھا کر واپس ہوتے ہیں کچھ نمایاں رہتے ہیں کچھ بالکل پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ فکرہا اختراں۔ جس طرح ستارے آسمان میں گردش کرتے ہیں خیالات دل کے آسمان میں گردش کرتے ہیں۔

سعد۔ جس طرح نجومی ستاروں کو سعد اور نحس سمجھتے ہیں تو بھی ان خیالات کو ایسا ہی سمجھ۔ اچھا خیال ہو تو اس سے دوسرے کو بھی فیض پہنچا برا خیال آئے تو صدقہ کر اور توبہ کر۔ ماکئیم۔ فاسد خیالات کی نحوست سے بچنے کا علاج ہم نے صدقہ و استغفار بتایا لیکن دراصل ان سے محفوظ رکھنا فضلِ خداوندی کا کام ہے۔ طالعم۔ یعنی میرے منحوس حالات کو تبدیل کر دیجئے اور اس نحس کو گھما دیجئے تاکہ سعد طلوع کر آئے۔ ماہ۔ یعنی نیکیوں کے نور سے روح کو روشن کر دیجئے وہ گناہوں کے اثرات سے کالی پڑ گئی ہے۔ ذنب۔ وہ نقطہ جس میں آ کر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ تب۔ یعنی گناہ کی تپش۔

ازخیال۔ میری رُوح کو معاصی کے خیالات سے نجات دے دیجئے۔ ازچہ۔ مضر اعمال۔ تاز دلداری۔ آپ کی عنایت اور مہربانی سے میرے دل میں پر پرواز پیدا ہو جائے اور وہ دنیاوی دھندوں سے نجات پا جائے۔ عزیز۔ مصر کے بادشاہ اور وزیر کو کہا جاتا تھا یہاں حضرت حق تعالیٰ مراد ہے اور رُوح کو حضرت یوسف سے تشبیہ دی ہے۔ اے عزیز۔ قرآن پاک میں ہے وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے۔

در[1] خلاصِ او یکے خوابے ببیں
اُس کی نجات کے لیے ایک خواب دیکھ لیجیے

زود، کَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ
جلدی سے، کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

ہفت گاوِ لاغرے و پُر گزند
نقصان رسیدہ اور سات کمزور بیل

ہفت گاوِ فربہش را میخورند
اُس کے سات موٹے بیلوں کو کھا رہے ہیں

ہفت خوشہ خشک و زشت و ناپسند
سات خشک اور بُرے اور ناپسند خوشے

سُنبلاتِ تازہ اش را می چرند
اُس کی تازہ بالوں کو چر رہے ہیں

قحط از مصرش برآمد اے عزیز
اے شاہ! اُس کے مصر سے قحط برآمد ہو گیا ہے

ہیں مباش اے شاہ ایں را مستجیز
اے شاہ! ہاں اُس کو روا، نہ رکھیے

یوسفم در حبسِ تو اے شہ نشاں
اے شاہ! میں تیری قید میں یوسف ہوں، نشانی عطا کر

ہیں زدستانِ زنانم وارہاں
ہاں مجھے عورتوں کے مکر سے نجات دیدے

از سُوی عرشے کہ بُودم مربطِ او
اُس عرش کی جانب سے جو میرا مسکن تھا

شہوتِ مادر فگندم کاھْبِطُوْا
ماں کی شہوت نے مجھے گرایا کہ اُترو

پس فتادم زاں کمالِ[2] مستتم
تو میں اس مکمل کمال سے گرا

از فنِ زالے بزندانے رحم
ایک بوڑھی کے مکر سے رحم کے زنداں میں

رُوح را از عرش آرد در حطیم
رُوح کو عرش سے، ٹوٹے ہوئے گھر میں لے آتا ہے

لاجرم کیدِ زناں باشد عظیم
بے شک عورتوں کا مکر عظیم ہوتا ہے

اوّل و آخر ہبوطِ من ززن
میرا پہلا اور آخری نزول عورت سے ہوا

چونکہ بُودم رُوح و چوں ہستم بدن
جبکہ میں رُوح تھا اور جبکہ میں جسم ہوں

بشنو[3] ایں زاریِ یوسفؑ در عثار
لغزش کے بارے میں یوسفؑ کی یہ زاری سن لیجیے

یا براں یعقوبؑ بیدل رحم آر
یا اُس بیدل یعقوبؑ کے اوپر رحم کیجیے

نالہ از اِخواں کنم یا از زناں
شکوہ بھائیوں کا کروں، یا عورتوں کا

کہ فگندندم چو آدمؑ از جناں
کہ جنھوں نے مجھے آدمؑ کی طرح جنتوں سے گرا دیا

زاں مثالِ برگِ دے پژمُردہ ام
میں اسی وجہ سے خزاں کے پتے کی طرح مرجھایا ہوا ہوں

کز بہشتِ وصل گندم خوردہ ام
کہ میں نے وصل کی بہشت سے گیہوں کھا لیا

---

[1] درخلاص۔ عزیزِ مصر کے خواب میں یوسفؑ کی رہائی کی بشارت تھی۔ زود۔ اللہ جبکہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو خود کیوں احسان نہ کرے گا۔ ہفت گاو۔ میرے گناہ میری بھلائیوں کو نگل رہے ہیں۔ قحط۔ مجھ میں نیکیوں کا قحط ہے اس کو جائز نہ رکھ۔ یوسف۔ حضرت یوسفؑ زنانِ مصری کی سازش سے جیل خانہ میں گئے تھے۔ نشاں۔ یعنی رہائی کا حکم۔ از سوی۔ انسان کی شہوت نفس اس کے عالمِ بالا سے گرنے کا سبب بنی۔

[2] کمالِ مستتم۔ یعنی عالمِ علوی کی سکونت۔ ازفنِ زالے۔ ماں کی شہوت اس کا سبب بنی کہ میں رحمِ مادر میں قیدی بنا۔ در حطیم۔ یعنی دنیا۔ اول و آخر۔ پہلی بار نیچے اترنا روح کا تھا جو حضرت آدمؑ کے ضمن میں ہوا وہ حضرت حوا کی شہوت بطن کی وجہ سے وقوع میں آیا دوسرا نیچے اترنا جسم کا تھا جو ماں کی شہوت کی وجہ سے ہوا اور جسم کی پیدائش ہوئی۔

[3] بشنو۔ یا تو میری زاری سن کر مجھ پر رحم کر دیجیے۔ یا براں یعقوبؑ۔ یا میرا شیخ جو میرے لیے دعا کرتا ہے اس کی دعاؤں کی وجہ سے مجھ پر رحم کر دیجیے۔ نالہ از اخواں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کو مصر پہنچنے کا سبب بنے جہاں وہ قید ہوئے اور عورتوں کی سازش نے ان کو قید میں پھنسایا مراد اس سے انسان کی قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانی ہے جو گناہوں کا سبب ہیں۔ زاں۔ میرے معاصی مجھے قرب سے دور کیے ہوئے ہیں اس لیے میں خزاں کے پتے کی طرح مرجھایا ہوا ہوں۔

چوں[1] بدیدم لُطف و اکرامِ تُرا وان سلام سِلم و پیغامِ تُرا
جب میں نے تیرا لطف اور اکرام دیکھا اور تیرے صلح کے سلام اور پیغام کو

من سپند از چشمِ بد کردم پدید در سپندم نیز چشمِ بد رسید
میں نے نظرِ بد کی وجہ سے کالا دانہ نکالا میرے کالے دانہ کو بھی نظرِ بد لگ گئی

دفعِ ہر چشمِ بد از پیش و پس چشمہائے پُر خُمارِ تست و بس
آگے اور پیچھے سے ہر نظرِ بد کے دفعیہ کے لیے صرف تیری نشیلی آنکھیں ہیں

چشمِ بد را چشمِ نیکویت شہا مات و مستاصل کند نِعمَ الدَّوا
اے شاہ! تیری حسین آنکھ نظرِ بد کو مغلوب اور ملیامیٹ کر دیتی ہے، وہ بہتر دوا ہے

بل ز چشمت کیمیاہا میرسد چشمِ بد را چشمِ نیکو میکند
بلکہ تیری آنکھ سے کیمیا پہنچتی ہے نظرِ بد، کو، نیک نظر بنا دیتی ہے

چشمِ[2] شہ بر چشمِ بازِ دل زدست چشمِ بازش سخت باہمت شُدست
شاہ کی آنکھ نے دل کے باز کی آنکھ پر اثر کیا ہے اُس کے باز کی آنکھ بہت باہمت ہو گئی ہے

تاز بس ہمت کہ یابید از نظر می نگیرد بازِ شہ جُز شیرِ نر
یہاں تک کہ پوری ہمت کیوجہ سے جو اس نے آنکھ سے حاصل کی ہے شاہ کا باز، نر شیر کے علاوہ نہیں پکڑتا ہے

شیر چہ، کاں شاہبازِ معنوی ہم شکارِ تست و ہم صیدش توئی
شیر کیا ہوتا ہے؟ بلکہ وہ معنوی شاہ باز تیرا شکار بھی ہے اور تو اسکا شکار بھی ہے

شُد صفیرِ بازِ جاں در مرجِ دین نعرہائے لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
دین کی چراگاہ میں جان کے باز کی آواز "میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں کے نعرے ہیں

بازِ[3] دل را کز پئے تو می پرید از عطای بیحدت چشمے رسید
دل کا باز، جو تیرے لیے اُڑ رہا تھا تیری بے حد عطا سے اس کو آنکھ حاصل ہو گئی

یافت بینی بُوی و گوش از تو سماع ہر حِسے را قسمتے آمد مُشاع
ناک نے بُو اور کان نے سننا تجھ سے حاصل کیا ہر حس کا حصہ مشرک ہے

ہر حِسے را چوں دہی رہ سُوی غیب نبُود آں حِس را فتورِ مرگ و شیب
جس حس کو تو غیب کی جانب راستہ عطا کر دے اُس حس میں موت اور بڑھاپے کی کمزوری نہیں ہوتی

مالکُ المُلکی بجِسّ چیزے دہی تا کہ بر حِسہا کند آں حِس شہی
تو مالک الملک ہے تو حس کو کوئی چیز دے دیتا ہے تاکہ وہ حس، حواس پر بادشاہی کرے

[1] چوں بدیدم۔ جب میں نے تیرے لطف اور کرم پر نظر کی اور یہ پیغام سنا کہ تو توبہ کو قبول کرتا ہے تو شیطان کی نظرِ بد کو دفع کرنے کے لیے ہرمل نکالا کہ اس کی دھونی دوں یعنی توبہ کی تو اس توبہ کو نظرِ بد لگ گئی۔ دافع۔ معلوم ہوا کہ توبہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اصل اس کی قبولیت ہے جو تیری پر لطف نظرِ کرم ہے۔ چشمِ بد۔ شیطان سے بچاؤ کا مضبوط ذریعہ تیری نظرِ کرم ہے۔ بل ز چشمت۔ تیری نظرِ کرم کی تاثیر تو یہ ہے کہ وہ نظرِ بد کو نیک نظر بنا دیتی ہے۔

[2] چشمِ شہ۔ اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم جن پر ہو جاتی ہے ان کے باز یعنی دل کی ہمت بلند ہو جاتی ہے۔ می نگیرد۔ اب وہ دل صرف شیرِ نر یعنی امورِ آخرت کا شکار کھیلتا ہے۔ شیر چہ۔ ان اولیا کا مقصد امورِ آخرت کیا معنی صرف ذاتِ خداوندی ہوتی ہے جس کے وہ طالب بن جاتے ہیں۔ شد۔ اور ان اولیاء کا نعرہ یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا کی فانی چیزوں سے کوئی محبت نہیں رکھتے ہیں۔

[3] بازِ دل۔ اولیاء اللہ کا دل جو تیری طلب میں پرواز کرتا ہے ان کو تیری عطا سے خاص حواس حاصل ہو جاتے ہیں۔ یافت۔ ان کے حواس خدائی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ ہر حسے۔ اب ان کے حواس کا تعلق عالمِ حقائق سے ہو جاتا ہے اور اُن حواس میں موت یا بڑھاپے سے کوئی کمزوری نہیں آتی۔ مالک الملک۔ جب ان میں خدائی صفات پیدا ہو جاتی ہیں تو جس طرح خدا مالک الملک ہے ان کے حواس کو بھی عوام کے حواس پر شاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

جهد[1] کن تا حسِ تو بالا رود — تا کہ کارے حس ازاں بالا شود

تو کوشش کر تاکہ تیرا حس اوپر جائے — تاکہ حس کا کام اُس سے بلند ہو جائے

حکایتِ شب و دزداں کہ شاہ محمود میانِ ایشاں اُفتاد

رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود اُن میں پہنچ گیا

کہ من نیز یکے از شما ام و بر حالِ ایشاں مطلع شُد الخ

کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور ان کی حالت سے باخبر ہو گیا

شب چوشہ محمود بر می گشت فرد — باگروہِ قومِ دُزداں باز خورد

رات کو جب سلطان محمود اکیلا گشت کر رہا تھا — چوروں کی قوم کے گروہ سے جا بھڑا

پس بگفتندش کہٖ اے بُوالوفا — گفت شہ من ہم یکے ام از شما

انھوں نے اس سے کہا اے وفادار! تو کون ہے؟ — سلطان نے کہا میں بھی تم میں سے ایک ہوں

آں یکے گفت اے گروہِ مکر کیش — تا بگوید ہر یکے فرہنگِ خویش

ایک نے کہا اے مکّار گروہ! — ہر ایک اپنا ہنر بیان کرے

تابگوید با حریفاں در سمر[2] — کوچہ دارد در جبلّت از ہُنر

تاکہ دوستوں سے قصہ گوئی میں کہے — کہ وہ فطرت میں کیا ہُنر رکھتا ہے؟

آں یکے گفت اے گروہِ فن فروش — ہست خاصیت مرا اندر دوگوش

ایک نے کہا اے ہنر کے دعویدار گروہ — میرے دونوں کانوں میں یہ خاصیت ہے

کہ بدانم سگ چہ می گوید بانگ — قوم گفتندش زدیناری دو دانگ

کہ میں جان لیتا ہوں کہ کتا آواز میں کیا کہتا ہے — قوم نے اُس سے کہا تو دینار میں سے دو دانگ ہے

آں دگر گفت اے گروہ زر پرست — جملہ خاصیت مرا چشم اندرست

دوسرے نے کہا اے زر کے پجاری گروہ! — مکمل خاصیت میری آنکھ میں ہے

ہر[3] کہ را شب بینم اندر قیرواں — روز بشناسم من اُو را بیگماں

جس کو میں رات کے اندھیرے میں دیکھ لوں — میں اُس کو بے شبہ دن میں پہچان لوں

گفت یک خاصیتم در بازوست — کہ زنم من نقبہا بازورِ دست

ایک نے کہا، میری خصوصیت بازو میں ہے — میں ہاتھ کی طاقت سے نقب لگا دیتا ہوں

گفت یک خاصیتم در بینی ست — کارِ من در خاکہا بُو بینی ست

ایک نے کہا، میری خصوصیت ناک میں ہے — میرا کام مٹیوں میں سے بُو سونگھ لینا ہے

---

[1] جهد کن۔ خطاب ہے کہ انسان کو ایسے ہی بالائی حواس حاصل کرنے چاہئیں۔ حکایت۔ اس حکایت سے جس کے بالا ہونے کے نفع کو واضح کیا ہے۔ بر می گشت فرد۔ اکیلا گھوم رہا تھا۔ پس۔ چوروں نے سلطان سے دریافت کیا تو کون ہے تو اس نے کہہ دیا کہ میں تم میں سے ہی ہوں۔ آں یکے۔ ایک چور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہر ایک اپنا ہنر ظاہر کرے۔ حریفاں۔ ساتھی۔

[2] سمر۔ قصہ کہانی۔ جبلت۔ فطرت۔ فن فروش۔ ہنر کا مدعی۔ کہ بدانم۔ ایک نے کہا کہ میں کتے کی بولی سمجھ لیتا ہوں۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ اور درہم، دینار کا دسواں حصہ ہے دانگ دینار کا ساٹھواں حصہ ہوا، یعنی یہ کوئی قابلِ وقعت ہنر نہیں ہے۔

[3] ہر کہ۔ ایک نے کہا کہ میری آنکھ میں یہ تاثیر ہے کہ جس شخص کو اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا ہوں دن کو اس کو فوراً پہچان لیتا ہوں۔ بازو۔ ایک نے کہا میرے بازو میں اس قدر طاقت ہے کہ پنجہ کے زور سے بغیر کسی اوزار کے دیوار میں نقب لگا دیتا ہوں۔ گفت یک۔ ایک نے کہا کہ میری ناک کی یہ خصوصیت ہے کہ زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے یا نہیں؟

سِرِّ[1] اَلنَّاسُ مَعَادِنْ داد دست ۔۔۔ که رسولؐ آں راپئے چه گفته است
"لوگ کانیں ہیں" کا راز حاصل ہو گیا ہے ۔۔۔ کہ رسولؐ نے وہ کس وجہ سے فرمایا ہے؟
من ز خاکِ تن بدانم کاندراں ۔۔۔ چند نقد ست و چه دارد بیگماں
میں جسم کی مٹی سے جان لیتا ہوں، کہ اس میں ۔۔۔ کتنا نقد ہے اور وہ بلاشبہ کیا رکھتا ہے
در یکے کاں زرِ بے اندازہ درج ۔۔۔ واں دگر دخلش بُود کمتر ز خرج
ایک کان میں بے اندازہ سونا داخل ہے ۔۔۔ دوسری میں آمدنی، خرچ سے کم ہوتی ہے
ہمچوں مجنوں بُو کنم من خاک را ۔۔۔ خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا
میں مجنوں کی طرح مٹی کو سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ بغیر غلطی کے لیلیٰ کی خاک کو پا لیتا ہوں
بُو کنم دانم ز ہر پیراہنے ۔۔۔ گر بُود یوسفؑ و گر آہرمنے
میں ہر لباس میں سے ہمیشہ سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ خواہ یوسفؑ ہو اور خواہ شیطان ہو
ہمچو[2] احمدؐ کہ بَرد بُو از یمن ۔۔۔ زاں نصیبے یافت ایں بینیِ من
احمدؐ کی طرح کہ یمن کی جانب سے بُو پاتے ہیں ۔۔۔ اس سے میری ناک نے ایک حصہ پا لیا
کہ کدامیں خاکِ ہمسایہ زرست ۔۔۔ یا کدامیں خاک صِفر و ابتر ست
کہ کونسی مٹی سونے کی پڑوسی ہے ۔۔۔ یا کونسی مٹی، خالی اور ابتر ہے
گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام ۔۔۔ کہ کمندے افگنم طولِ علم
ایک نے کہا میرے پنجہ میں یہ خاصیت ہے ۔۔۔ کہ پہاڑ کی اونچائی پر کمند پھینک دیتا ہوں
قصر اگرچہ چند باشد بس بُلند ۔۔۔ کنگرہ اش در سخت گردانم کمند
قلعہ خواہ کتنا ہی اونچا ہو ۔۔۔ اُس کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں
ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش ۔۔۔ تا کمندش بُرد سُوئے آسمانش
احمدؐ کی طرح کہ اُن کی رُوح نے کمند ڈالی ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ کمند اُن کو آسمان کی جانب لے گئی
ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت ۔۔۔ کہ کمندش بُرد سوئے[3] بخت و تخت
احمدؐ کی طرح کہ اُنھوں نے سخت کمند ڈالی ۔۔۔ وہ کمند اُن کو نصیبے اور تخت کی جانب لے گئی
گفت حقش اے کمند اندازِ بیت ۔۔۔ آں زمن داں مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ
انسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بیت معمور پر کمند ڈالنے والے ۔۔۔ میری جانب سے سمجھ تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا
پس پرسیدند زاں شہ کاے سند ۔۔۔ مرتُرا خاصیت اندر چہ بُود
پھر سب نے اس سلطان سے پوچھا کہ اے معتمد ۔۔۔ تیری خصوصیت کس چیز میں ہے

---

1. سِر۔ حدیث شریف ہے اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ "انسان سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں"۔ مولانا فرماتے ہیں اس حدیث کے معنی اس قصہ سے سمجھ میں آ گئے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اُن لوگوں کے اوصاف مختلف تھے اسی طرح دین سے متعلق خواص، انسانوں میں مختلف ہیں۔ من ز خاک۔ اُس چور نے کہا کہ میں زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں کس قدر مال دفن ہے۔ در یکے۔ کسی کان میں بے اندازہ سونا ہوتا ہے کسی میں اتنا بھی نہیں ہوتا کہ کھدائی کا خرچ بھی نکل سکے۔ ہمچو مجنوں۔ مجنوں کو لیلیٰ کی قبر کسی نے نہ بتائی اُس نے مٹی سونگھ کر اس کی قبر پہچان لی تھی۔
2. ہمچو احمد۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں خدائی سانس وہاں سے محسوس کر رہا ہوں اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ زاں۔ اسی طرح کے سونگھنے کا مجھے بھی حصہ مل گیا ہے۔ گفت یک۔ چور نے کہا کہ میرے پنجہ میں یہ خصوصیت ہے کہ میں پہاڑ جیسے بلند قلعہ کی دیوار پر بھی کمند پھینک دیتا ہوں۔ علم۔ پہاڑ۔ کنگرہ۔ بلند قلعہ کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں۔ ہمچو احمد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے بھی عشق الٰہی کی کمند پھینکی جس کے ذریعہ وہ معراج میں آسمان تک پہنچے۔
3. سوی بخت۔ آنحضورؐ نے ایسی کمند پھینکی جو آپ کو تخت الٰہی عرش اور بخت یعنی قرب الٰہی تک لے گئی۔ بیت۔ یعنی بیت المعمور، آنحضورؐ نے معراج میں اس کی بھی سیر کی۔ آں زمن۔ اس کمند اندازی کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ یہ فعل بھی آپ کا نہیں ہے بلکہ ہمارا ہے جیسا کہ غزوہ بدر میں کنکریوں کا پھینکنا آپ کا فعل نہ تھا۔

گفت[1] در ریشم بُوَد خاصیتم | کہ رہانم مُجرماں را از نِقم
اُس نے کہا، میری خاصیت میری ڈاڑھی میں ہے | کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں

مجرماں را چوں بجلّاداں دہند | چوں بجُنبد ریشِ من ایشاں رہند
جب مجرموں کو جلادوں کے سپرد کرتے ہیں | جب میری ڈاڑھی ہل جاتی ہے، وہ چھوٹ جاتے ہیں

چوں بجُنبانم برحمت ریش را | طے کنند آں قتل و آں تشویش را
جب میں رحم سے ڈاڑھی ہلا دیتا ہوں | وہ اس قتل اور پریشانی کو لپیٹ دیتے ہیں

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی | کہ خلاصِ روزِ محنتہا شوی
قوم نے اُس سے کہا کہ تو ہی ہمارا قطب ہے | کہ مشقتوں کے دن خلاصی کا باعث تو ہو گا

بعد[2] ازاں جملہ بہم بیروں شُدند | سُوئے قصرِ آں شہِ میموں شُدند
اس کے بعد سب مل کر باہر نکلے | اُس مبارک سلطان کے قلعہ کی طرف چلے

چوں سگے بانگے بزد از سُوئے راست | گفت میگوید کہ سُلطاں باشماست
جب کتے نے داہنی جانب سے آواز کی | اُس نے کہا، کہتا ہے کہ سلطان تمھارے ساتھ ہے

خاک بُو کرد آں دگر از ربوۂ | گفت ایں ہست از وثاقِ بیوۂ
دوسرے نے ٹیلے کی مٹی سونگھی | بولا، یہ ایک بیوہ کے گھر کی ہے

پس کمند انداخت اُستادِ کمند | تاشُدند آں سُوئے دیوارِ بلند
پھر کمند کے اُستاد نے کمند پھینکی | یہاں تک کہ وہ بلند دیوار کے اُس طرف پہنچ گئے

جائے دیگر خاک را چوں بوئے کرد | گفت خاکِ مخزنِ شاہے ست فرد
جب اُس نے دوسری جگہ مٹی سونگھی | بولا بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے

نقب[3] زن زد نقب در مخزن رسید | ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
نقب لگانے والے نے نقب لگایا خزانہ میں پہنچ گیا | ہر ایک نے مخزن سے سامان نکالا

بس زر و زربفت و گوہرہائے زفت | قوم بُردند و نہاں کردند تفت
بہت سونا اور زربفت اور بھاری جواہر | قوم لے گئی اور جلد چھپا دیا

شہ معیّن دید منزل گاہِ شاں | حلیہ و نام و پناہ و راہِ شاں
سلطان نے متعین طور پر ان کی قیام گاہ دیکھ لی | اُن کا حلیہ اور نام اور پناہ گاہ اور راستہ

خویش را دُزدید ز ایشاں بازگشت | روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
اپنے آپ کو اُن سے چھپا کر واپس ہو گیا | دن میں کچہری میں وہ سرگذشت سنائی

[1] گفت۔ سلطان نے چوروں کے سوال پر فرمایا کہ میری ڈاڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ میں جب ڈاڑھی ہلا دوں تو مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ مجرماں۔ جب مجرموں کو جلاد کے سپرد کر دیں اور میں ان کی رہائی کے لیے سر سے اشارہ کر دوں جس سے ڈاڑھی ہل جائے گی تو وہ مجرم فوراً چھوڑ دیے جائیں گے۔ قوم گفتند۔ چوروں نے کہا تو ہمارا قطب اور پیش رو ہے۔ کیونکہ مصیبت اور گرفتاری کے وقت تو ہی کام آئے گا۔

[2] بعد ازاں۔ اس گفتگو کے بعد سب چور چوری کرنے چل دیے۔ چوں سگے۔ ایک کتا بھونکا تو جس چور نے اپنی خاصیت یہی بتائی تھی اُس نے کہہ دیا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ سلطان تمھارے ساتھ ہے۔ ربوہ۔ ٹیلہ۔ وثاق۔ مکان۔ پس کمند۔ شاہی قلعہ کی بلند دیوار پر کمند ڈال دی۔ جائے دیگر۔ قلعہ کی فصیل کے اندر پہنچ کر ایک نے مٹی سونگھ کر بتا دیا کہ یہاں بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے۔

[3] نقب زن۔ نقب لگانے والے نے صرف ہاتھ کے ذریعہ نقب لگایا اور چوروں نے خزانہ کا سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ نہاں۔ سونا اور زربفت کپڑا اور جواہر زمین میں دفن کر دیے۔ شہ۔ سلطان ان سب کو پہچان چکا تھا اور اس نے سب کچھ دیکھا تھا۔ خویش۔ سلطان چپکے سے ان سے جدا ہو کر واپس ہو گیا اور کچہری میں پہنچ کر رات کی سب سرگذشت سنا دی۔

پس[1] رواں گشتند سرہنگانِ مست — تا کہ دُزداں را گرفتند و بہ بست

پھر مست سپاہی روانہ ہو گئے — حتیٰ کہ انھوں نے چوروں کو پکڑ لیا اور باندھ لیا

دست بستہ سُوئے دیواں آمدند — وزنہیبِ جانِ خود لرزاں شدند

وہ دست بستہ کچہری میں آئے — اور اپنی جان کے ڈر سے لرزنے لگے

چونکہ اِستادند پیشِ تختِ شاہ — یارِ شب شاں بُود آں شاہِ چوماہ

جب سلطان کے تخت کے سامنے کھڑے ہوئے — وہ چاند جیسا سلطان، اُن کا رات کا یار تھا

آنکہ شب بر ہرکہ چشم انداختے — روز دیدے بے شکش بشناختے

وہ شخص کہ جو جس پر رات کو نظر ڈال دیتا — دن میں دیکھتا تو بلاشبہ پہچان لیتا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں — بُود مارا دوش شب گردد قریں

اس نے سلطان کو تخت پر دیکھا اور کہا یہ — گذشتہ رات ہمارا ساتھی اور رات کو چکر لگانے والا تھا

آنکہ[2] چندیں خاصیت درریشِ اُوست — ایں گرفتِ ماہم از تفتیشِ اُوست

وہ کہ جس کی ڈاڑھی میں اس قدر خاصیتیں ہیں — ہماری یہ گرفتاری بھی اس کی جستجو کی وجہ سے ہے

عارفِ شہ بُود چشمش لاجرم — برگشاد از معرفت لب باحشم

اُس کی آنکھ لامحالہ سلطان کو جاننے والی تھی — پہچان لینے کے بارے میں مجمع سے ہونٹ کھولا

وَهُوَ مَعَكُمْ گفت اُو ایں شاہ بُود — فعلِ ما میدید و سِرّ ماں شنُود

اس نے کہا "اور وہ تمھارے ساتھ ہے" یہ سلطان تھا — وہ ہمارا کام دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا

چشمِ من رہ بُرد شب شہ را شناخت — جُملہ شب باروئے ماہش عشق باخت

میری آنکھ نے راستہ پالیا رات، سلطان کو پہچان لیا — تمام رات اُس کے چاند جیسے چہرے سے عشق بازی کی

اُمتِ[3] خود را بخواہم من ازو — کو نگرداند ز عارف ہیچ رُو

میں اُس سے اپنی قوم کو مانگ لوں گا — کیونکہ وہ جاننے والے سے کبھی منہ نہ موڑے گا

چشمِ عارف داں امانِ ہر دو کون — کہ بدُو یابید ہر بہرام عون

عارف کی آنکھ کو دو جہان کی امن سمجھ — کیونکہ ہر بادشاہ نے اس سے مدد پائی ہے

زاں محمدؐ شافعِ ہر داغ بُود — کہ زجز حق چشمِ اُو "ما زاغ" بُود

اسی لیے محمدؐ ہر زخم کے سفارشی ہوئے ہیں — کیونکہ حق کے سوا سے اُن کی آنکھ "مازاغ" تھی

درشبِ دُنیا کہ محجوب ست شید — ناظرِ حق بُود و زو بودش اُمید

دنیا کی رات میں جبکہ سورج پوشیدہ ہے — وہ اللہ کو دیکھنے والے تھے اور اسی سے ان کی امید تھی

---

[1] پس۔بادشاہ کے کہہ دینے پر چوروں کی گرفتاری کے لیے سپاہی روانہ ہو گئے اور انھوں نے چوروں کو گرفتار کر کے ان کی مشکیں کس دیں۔نہیب۔خوف۔یارِ شب۔انھوں نے پہچان لیا کہ سلطان تو رات اُن کا ساتھی تھا۔آنکہ۔جس چور کی آنکھ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ رات کے اندھیرے میں دیکھے ہوئے انسان کو دن میں پہچان لیتا تھا اُس نے کہا سلطان تو رات ہمارے ساتھ تھا۔

[2] آنکہ۔سلطان کی ڈاڑھی میں بہت خصوصیتیں ہیں اسکی جستجو سے ہماری گرفتاری عمل میں آئی۔عارف۔چونکہ بادشاہ کو وہ چور پہچانتا تھا اسلئے اسنے کہا "وَهُوَ مَعَكُمْ" اور وہ تمھارے ساتھ ہے" کا مصداق یہی سلطان ہے اُسنے ہمارے کارنامے اور راز دیکھ لیے ہیں۔چشمِ من۔میں رات سلطان کو پہچان گیا تھا اور اسکے چہرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

[3] امتِ خود۔خود مجھے معلوم ہے بادشاہ جان پہچان والوں سے مروت برتتا ہے ان کی بات نہیں ٹالتا میں تم لوگوں کی سفارش کر کے چھڑا لوں گا۔چشمِ عارف۔چور کے عارف ہونے سے مولانا نے عارفین باللہ کا ذکر شروع فرمادیا کہ ان کی آنکھ دونوں جہان کے لیے باعثِ امن ہے اور ہر بادشاہ انسے مدد حاصل کرتا ہے وہ بقاءِ عالم کا سبب ہوتا ہے۔زاں۔چونکہ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی نظر کے بارے میں قرآن نے مَازَاغَ الْبَصَرُ فرمایا ہے یعنی آنحضورؐ کی منظورِ نظر صرف ذاتِ حق تھی اور غیر سے وہ پھری ہوئی تھی اس لیے آنحضورؐ کو شفاعت کا حق اور حشر میں باعثِ امن بنے۔درشبِ دنیا۔دنیا رات ہے اور اس میں سورج یعنی ذاتِ حق مخفی ہے پھر بھی آپ کی منظورِ نظر ذاتِ حق ہے اور وعدہ کی بنیاد پر ذاتِ حق سے آنحضورؐ شفاعت دینے کے بارے میں پرامید تھے۔

از[1] اَلَم نَشْرَح دو چشمش سُرمہ یافت — دید آنچہ جبرئیلؑ آں برنتافت
"اَلَم نَشْرَح" سے ان کی دونوں آنکھوں نے سرمہ پایا — وہ دیکھ لیا جس کو جبرئیلؑ نے برداشت نہ کیا

ہر یتیمے را کہ سُرمہ حق کشد — گردد اُو دُرِّ یتیم با رشد
جس یتیم کے اللہ (تعالیٰ) سُرمہ لگا دے — وہ یکتا موتی ہدایت یافتہ بن جاتا ہے

نورِ اُو بر ذرّہا غالب شود — آنچناں مطلوب را طالب شود
اُس کا نور ذرّوں پر غالب ہو جائے — وہ ایسے مطلوب کا طالب بن جائے

درنظر بُودش مقاماتُ العباد — لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
اُس کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے — لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے اُس کا نام شاہد رکھ دیا

آلتِ[2] شاہد زبان و چشمِ تیز — کہ ز شب خیزش ندارد سِر گریز
گواہ کا آلہ، زبان اور تیز نگاہ ہے — کیونکہ آپ کے راتکو بیدار رہنے والے قلب سے کوئی راز گریز نہیں کرتا

گر ہزاراں مدعی سر برزند — گوش قاضی جانبِ شاہد کند
مدعی خواہ ہزار سر پٹخے — قاضی، کان گواہ کی طرف کرتا ہے

قاضیاں را در حکومت ایں فن ست — شاہد ایشاں را دو چشمِ روشن ست
قاضیوں کا فیصلہ کرنے میں یہی فن ہے — اُن کی گواہ دو روشن آنکھیں ہیں

گفتِ[3] شاہد زاں بجای دیدہ است — کہ بدیدہ بیغرض سِر دیدہ است
گواہ کی بات اسی وجہ سے آنکھ کے قائم مقام ہے — کیونکہ اُس نے بے غرض آنکھ سے حقیقت کو دیکھا ہے

مُدعی دیدہ است اما با غرض — پردہ باشد دیدۂ دل را غرض
مدعی نے دیکھا ہے لیکن غرض کے ساتھ — غرض دل کی آنکھ کے لیے پردہ ہو جاتی ہے

حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی — تا غرض بگذاری و شاہد شوی
اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تو زاہد بن جائے — تاکہ غرض کو چھوڑ دے اور گواہ بن جائے

حق ہمی گوید غرض را ترک کُن — تاقبول اُفتد تُرا با ما سخن
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے غرض کو چھوڑ دے — تاکہ تیری بات ہمارے نزدیک مقبول ہو جائے

[1] از اَلَم نَشْرَح۔ قرآن میں مذکور ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا ہے، اور اس شرح صدر کا سُرمہ آپ کی آنکھوں میں تھا اسی لیے آنحضورؐ نے اُن تجلیات کو بھی دیکھ لیا جن کو جبرئیلؑ نہ دیکھ سکے اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ بڑھے۔ ہر یتیمے۔ ایسا سُرمہ کسی یتیم کے لگ جائے تو وہ دُر یکتا اور ہادی بن جاتا ہے جیسے کہ آنحضورؐ بنے۔ نورِ او۔ اُس کی روشنی کے مقابلہ میں دوسروں کی بصیرت سورج کے بالمقابل ذرّوں کی چمک ہے پھر وہ اس بصیرت کے ذریعہ ایسے ہی مطلوب (ذاتِ حق) کا طالب بن جاتا ہے۔ درنظر۔ پھر اس کی نظر کے سامنے لوگوں کے احوال واضح ہو جاتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو شاہد، دیکھنے والا، گواہ کا لقب عنایت فرمایا۔

[2] آلت۔ آنحضور کو قرآن میں شاہد اور گواہ قرار دیا گیا ہے گواہی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک تو یہ کہ گواہ کے زبان ہو تا کہ عدالت میں گواہی دے سکے دوسرے یہ کہ آنکھ تیز ہو جس سے وہ واقعہ کو دیکھ سکے لہٰذا آپ میں یہ دونوں چیزیں مکمل تھیں۔ کہ ز شب خیزش۔ چونکہ آپ کا قلب نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اس لیے آپ کے ایسے بیدار قلب سے کوئی راز چھپا نہ رہتا تھا بلکہ آپ کو اس راز پر ایسا ہی یقین ہوتا تھا جیسے کہ آپ نے اس کو دیکھا ہو۔ گر ہزاراں۔ صرف مدعی کے کہنے پر قاضی اُس کے قول کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ گواہی کو سنتا ہے۔ قاضیان۔ قاضیوں کا یہی طریقہ ہے اور ان کو گواہ کے ذریعہ علمِ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے نیز گویا گواہ قاضی کی آنکھ ہے۔

[3] گفت شاہد۔ گواہ کی گواہی قاضی کے لیے مشاہدہ اس لیے تھی کہ اس گواہ نے بے غرضی کے ساتھ اس واقعہ کو دیکھا ہے۔ مدعی۔ مدعی نے بھی اس بات کو دیکھا ہے لیکن اس کی غرض نے اس واقعہ کے بعض پہلوؤں کو مخفی کر دیا ہے لہٰذا اُس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ انسان بے غرض بن جائے تا کہ اس کو گواہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔

کاین[1] غرضہا پردۂ دیدہ بُود
برنظر چوں پردہ پیچیدہ بُود
کیونکہ یہ غرضیں آنکھ کا پردہ ہیں
وہ نظر پر پردے کی طرح لپٹی ہوئی ہوتی ہیں

پس نہ بیند جملہ را با طِمّ ورم
حُبُّکَ الْاَشْیَآءَ یُعْمِیْ وَیُصِمّ
تو وہ کل کو اچھے برے کے ساتھ نہیں دیکھتا
چیزوں سے تیرا محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

دردلش خورشید چوں نورے فشاند
پیشش اختر را مقادیرے نماند
اُن کے دل میں جب سورج نے نور افشانی کی
اُن کے سامنے ستاروں کی قدریں نہ رہیں

پس بدید اُو بے حجاب اسرار را
سیرِ رُوحِ مومن و کفّار را
تو انھوں نے اسرار کو بغیر پردے کے دیکھ لیا
مومن اور کفار کی روح کی رفتار کو

در[2] زمیں حق را و در چرخِ سمی
نیست پنہاں تر ز رُوحِ آدمی
اللہ تعالیٰ کی کوئی چیز زمین اور بلند آسمان میں
آدمی کی روح سے زیادہ مخفی نہیں ہے

بازکرد از حق دو چشمِ خویشتن
آنکہ صاحبِ رفعت آمد در سُنن
اللہ تعالیٰ کی مدد سے اُس شخص نے اپنی دونوں آنکھیں کھول لی ہیں
جو احادیث میں بلندی والا بن گیا ہے

بازکرد از رطب و یابس حق نورد
رُوح را مِن اَمْرِ رَبِّیْ مُہر کرد
اللہ تعالیٰ نے رطب و یابس سے لپیٹ کھول دیا
رُوح پر "مِن امر ربّی" سے مُہر لگا دی

پس چودید آں رُوح را چشمِ عزیز
پس بَرُو پنہاں نماند ہیچ چیز
پھر جب اُس معزز آنکھ نے رُوح کو دیکھ لیا
تو اُس پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

شاہدِ[3] مطلق بُود در ہر نزاع
بشکند گفتش خمارِ ہر صُداع
وہ ہر جھگڑے میں کامل گواہ ہو گا
آپ کی بات ہر دردِ سر کے خمار کو توڑ دے گی

نامِ حق عدلست شاہد آنِ اوست
شاہدِ عدلست زیں رُو چشمِ دوست
اللہ تعالیٰ کا نام عدل ہے، گواہ اُس کا مقرب ہوتا ہے
اس اعتبار سے دوست کی آنکھ عادل گواہ ہے

منظرِ حق دل بُود در دو سرا
کہ نظر در شاہد آید شاہ را
دل دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہے
کیونکہ بادشاہ کی نظر گواہ پر ہوتی ہے

عشقِ حق و سِرِّ شاہد بازیش
بُود مایۂ جملہ پردہ سازیش
اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کی محبت کا راز
اُس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ ہوتا ہے

---

[1] کاین غرضہا۔ انسان کی غرضیں اُس کو گواہی کے لیے نا قابل بناتی ہیں۔ طم ورم۔ طم دریا کا پانی، ورم نمناک مٹی اس سے مراد رطب ویابس ہوتا ہے۔ حبک۔ انسان کو محبوب کی برائی نظر نہیں آتی نہ وہ اس کی بُری بات کو سنتا ہے۔ دردلش۔ نورِ خداوندی کی وجہ سے آپ کا علم و معرفت اس قدر مکمل تھا کہ دوسروں کا علم اس کے مقابلہ میں ہیچ تھا۔ پس بدید۔ آپ سے اسرار مخفی نہ تھے اور آپ جان گئے تھے کہ مومن کی روح کی رفتار کس طرف ہے اور کافر کی روح کی رفتار کدھر ہے۔

[2] درزمیں۔ دونوں جہان میں رُوح سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ باز کرد۔ جن لوگوں نے قرآن وحدیث کا علم حاصل کر لیا ہے انھوں نے اپنی دونوں آنکھوں کو کھول لیا۔ از رطب۔ اُن کو تمام معلومات حاصل ہو گئیں لیکن رُوح کی حقیقت اُن کے لیے بھی واضح نہ ہوئی کیونکہ اُس کے بارے میں قرآن نے صرف مجملاً اس قدر فرمایا کہ وہ خدائی امر سے ہے۔ پس۔ لیکن آنحضورؐ نے اس رُوح کو دیکھ لیا تو پھر آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

[3] شاہد مطلق۔ جبکہ آنحضور کو اسرار کا بھی مشاہدہ ہے تو قیامت میں آپ گواہ بنیں گے اور آپ کی گواہی اختلاف کے درد سر کو رفع کر دے گی۔ نام حق۔ آنحضور کو محبوبیت کا صحبا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور جس گواہ میں عدالت ہوتی ہے وہ عادل کا محبوب ہوتا ہے تو آپ عادل گواہ ہونے کے اعتبار سے دوست یعنی حق تعالیٰ کی قوت باصرہ ہیں۔ منظر حق۔ چونکہ عادل گواہ حاکم کا محبوب ہوتا ہے اس لیے قلب اللہ کا منظور نظر اور محبوب ہے چونکہ وہ بھی عادل گواہ ہے۔ عشق حق۔ اللہ کو جو آنحضورؐ سے محبت ہے وہی تمام عالم کا سبب بنی ہے۔ شاہد بازی۔ عشق۔ پردہ سازی۔ یعنی ایجاد عالم۔

پس[1] ازاں لَولاکَ گفت اندر لقا　　در شبِ معراج شاہد با زِما

تو اسی لیے لولاک فرمایا ملاقات میں　　معراج کی رات میں، ہمارے عاشق نے

ایں قضا برنیک و بد حاکم بُود　　برقضا شاہد نہ حاکم می شود

یہ قضاءِ (خداوندی) بھلے اور بُرے پر حاکم ہوتی ہے　　کیا قضاءِ (خداوندی) پر گواہ حاکم نہ ہو گا؟

شُد اسیرِ آں قضا میرِ قضا　　شاد باش اے چشمِ تیزِ مُرتضیٰ

وہ ذات جو قضاءِ خداوندی کی قیدی تھی قضاء خداوندی کی، حاکم بنگئی　　اے مرتضیٰ کی تیز آنکھ! شاباش ہے

عارف[2] از معروف بس درخواست کرد　　کاے رقیبِ ما تو اندر گرم و سرد

جاننے والے نے پہچانے ہوئے سے درخواست کی　　کہ اے اچھے برے میں ہمارے نگراں!

اے مُشیرِ ما تو اندر خیر و شر　　از اشارتہایِ دل ما بیخبر

اے کہ تو بھلائی اور برائی میں ہمارا مشیر ہے　　ہم دل کے اشاروں سے بے خبر ہیں

اے یَرَانَا لَا نَرَاہٗ روز و شب　　چشم بندِ ما شُدہ دیدِ سبب

اے کہ دن اور رات میں وہ ہمیں دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھتے　　سبب کو دیکھنا ہماری آنکھ کا پردہ بنا ہے

چشمِ من از چشمہا بگزیدہ شُد　　تاکہ در شب آفتابم دیدہ شُد

میری آنکھ دوسری آنکھوں سے ممتاز ہو گئی　　یہاں تک کہ مجھے رات میں سورج نظر آ گیا

لُطفِ[3] معروفِ تو بُود اے منتہی　　پس کَمَالُ الْبِرِّ فِیْٓ اِتْمَامِہٖ

اے کامل! تیری مشہور، مہربانی ہو چکی ہے　　احسان کا کمال اُس کے مکمل کر دینے میں ہے

رَبِّ اَتْمِمْ نُوْرَنَا فِی السَّاھِرَۃْ　　وَانجِنَا مِن مُّفْضِحَاتِ الْقَاھِرَۃْ

اے رب! ہمارے نور کو محشر میں مکمل کر دے　　اور ہمیں رسوا کرنے والے قہروں سے نجات دے

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ　　جانِ قربت دیدہ را دُوری مدہ

رات کے دوست کو فراق کا دن نہ دے　　قربت دیکھی ہوئی جان کو دوری نہ دے

بُعدِ تُو مرگیست بادرد و نکال　　خاصہ بُعدے کاں بُود بَعدَ الوصال

تیری دوری درد اور عذاب سے بھری ہوئی موت ہے　　خصوصاً وہ دوری جو وصال کے بعد ہو

آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش　　آب زن برسبزۂ بالیدہ اش

جس نے تجھے دیکھا ہے اس کو ان دیکھا نہ بنا　　اُس کے اُگے ہوئے سبزے پر پانی چھڑک دے

---

[1] پس۔ چونکہ ایجادِ عالم آنحضورؐ سے محبت کی وجہ سے فرمائی گئی اسی لیے شبِ معراج میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ' اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ ایں قضا۔ حاکم کا حکم سب انسانوں پر حاکم ہے۔ برقضا۔ لیکن حاکم کا حکم شاہد کے تابع ہوتا ہے۔ شُد۔ آنحضورؐ عام بشریت کے اعتبار سے قضا کے محکوم تھے لیکن چشمِ بصیرت کی وجہ سے شاہد اور گواہ بنے تو آپ کو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار سے اپنے فیصلہ کا حَکَم بنادیا ہے۔

[2] عارف۔ پہلے فرمایا تھا کہ عارف مخلوق کی امان کا سبب ہوتا ہے اب اسی مناسبت سے فرماتے ہیں، عارف یعنی انبیاء اور اولیاء اللہ۔ نے معروف یعنی حضرتِ حق سے بہت سی درخواستیں کی ہیں جن کا مولانا ذکر فرماتے ہیں۔ از اشارتہای۔ ہمارا دل ہمیں بھلائی کے اشارے کرتا ہے لیکن ہم اُن کو نہیں سمجھ پاتے ہیں یعنی بسا اوقات اُن پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ اے۔ خدا ہمیں ہر وقت دیکھتا ہے ہم اس کو نہیں دیکھ پاتے کیونکہ سبب یعنی عالمِ اسباب کی مشغولیت ہمارے لیے پردہ بن گئی ہے۔ چشمِ من۔ مشاہدہ کے بھی مراتب ہیں عارف باوجود مشاہدہ کے اور اعلیٰ مرتبہ کے لیے دعا کرتا ہے۔

[3] لطفِ تو۔ تو انعام میں منتہی ہے اور تیرا یہ لطف ایک درجہ کا مشاہدہ ہو گیا ہے جو مجھے حاصل ہے لیکن تیری عطا کا کمال یہ ہے کہ مجھے مزید مراتب عطا کردے۔ ساہرہ۔ یعنی محشر کی زمین۔ یارِ شب۔ تو نے جب دنیا میں کرم فرمایا تو آخرت میں بھی کرم فرمادے یارِ شب اُس عارف چور کی طرف تلمیح ہے۔ بُعد۔ وصال کے بعد فراق بڑی مصیبت ہے۔ آنکہ۔ جس کو ایک بار دیدار حاصل ہو چکا ہے اس کو اب دیدار سے محروم نہ کر بلکہ اس کے سبزۂ دید میں اور بالیدگی فرمادے۔

منْ [1] نکردم لا اُبالی در روِش
میں نے روش میں لاپروائی نہیں کی
تو مکن ہم لا اُبالی در خَلِش
تو بھی عذاب میں لاپروائی نہ برت

ہیں مراں از رُوئے خود اُو را بعید
خبردار! اپنے چہرے سے اُس کو دُور نہ کر
آنکہ اُو یک بار آں رُوئے تو دید
جس نے ایک بار تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے

دید رُوئے جُز تو شد غُلِّ گلو
تیرے غیر کے چہرے کا دیدار گلے کا طوق ہے
کُلُّ شَیْءٍ مَّا سِوَی اللّٰہِ بَاطِلٌ
اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے

باطلند و می نمایندم رَشد
وہ باطل ہیں اور مجھے خوبی دکھاتی ہیں
زانکہ باطل باطلاں را می کشد
کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے

ذرّہ [2] ذرّہ کاندریں ارض و سماست
ایک ایک ذرّہ جو اس زمین اور آسمان میں ہے
جنسِ خود را ہر یکے چوں کہرباست
اپنی جنس کے لیے کہربا جیسا ہے

معدہ ناں را می کشد تا مستقر
معدہ، روٹی کو ٹھہراؤ کی جگہ تک کھینچتا ہے
می کشد مرآب را تَفِّ جگر
جگر کی حرارت پانی کو کھینچتی ہے

چشم جذّابِ بُتاں زیں کویہا
آنکھ اُن کوچوں سے معشوقوں کو کھینچنے والی ہے
مغز جویاں از گلستاں بُویہا
دماغ، چمنوں سے خوشبوؤں کا جویاں ہے

زانکہ حسِ چشم آمد رنگ کش
کیونکہ آنکھ کی حس رنگ کو کھینچنے والی ہے
مغز و بینی می کشد بُوہائے خوش
دماغ اور ناک عمدہ خوشبوؤں کو کھینچتے ہیں

زیں کششہا اے خدائے رازداں
اے رازوں کو جاننے والے خدا! ان کششوں سے
تو بجذبِ لُطفِ خود ماں دہ اماں
تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ہمیں امن دے دے

غالبی بر جاذباں اے مُشتری
اے خریدار! تو کششوں پر غالب ہے
شاید ار درماندگاں را واخری
مناسب ہو گا اگر تو بچھڑے ہوؤں کو خرید لے

رُو بشہ [3] آورد چوں تشنہ با بر
اُس نے سلطان کی جانب منہ کیا جسطرح پیاسا ابر کیجانب
آنکہ بُود اندر شبِ قدر آں چو بدر
جو کہ شبِ قدر میں، بدر کی طرح تھا

چوں لسان و جانِ اُو بُود آنِ اُو
کیونکہ اُس کی زبان اور جان اُس سے وابستہ تھی
آنِ اُو با اُو بُود گستاخ گو
اُس سے متعلق، اُس سے جرأت سے بات کرنے والا ہوگا

گفت ما گشتیم چوں جاں بندِ طیں
اُس نے کہا ہم ایسے ہو گئے ہیں جیسے کہ جان مٹی کی قیدی
آفتابِ جاں توئی در یومِ دیں
بدلہ کے دن تو جان کا سورج ہے

[1] من نکردم۔ میں نے تجھ سے کسی وقت استغفار نہیں برتا تو بھی مجھ سے استغفار نہ برت۔ ہیں۔ جس کو دیدار کا قرب حاصل ہو چکا ہے اب اسکو محروم نہ کر۔ دید۔ تیرے ماسوا کو دیکھنا وبال جان ہے کیونکہ تیرے سوا ہر چیز لغو اور فانی ہے۔ باطلند۔ چونکہ میں خود باطل ہوں اسلئے یہ باطل چیزیں مجھے اچھی نظر آتی ہیں اور اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

[2] ذرہ ذرہ۔ اس عالم کی ہر چیز اپنی ہم جنس کے لیے باعثِ کشش ہے۔ معدہ۔ معدہ روٹی کو، جگر کی گرمی پانی کو کھینچتی ہے۔ چشم۔ معشوق بن سنور کر نکلتے ہیں تاکہ ان کو کوئی دیکھے تو آنکھ ان کو کھینچتی ہے دماغ خوشبو کی تلاش کرتا ہے۔ زانکہ۔ آنکھ میں اور رنگ وروپ میں مناسبت ہے ناک اور دماغ اور خوشبوؤں میں مناسبت ہے۔ زیں کششہا۔ ان باطلوں میں جو ہمارے لیے کشش ہے تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ان کششوں سے ہمیں بچا دے۔ غالبی۔ ان سب کششوں پر تو غالب ہے اگر ہم درماندوں کو تو کھینچ لے تو تیری کشش کے شایانِ شان ہوگا۔

[3] رُو بشہ۔ شاہ شناس ذرّے یعنی شاہ کے عارف چور نے بادشاہ کیطرف اسطرح رُخ کیا جیسا کہ پیاسا ابر کیطرف کرتا ہے۔ آنکہ۔ اس شاہ کیطرف جو شبِ قدر کا چودھویں کا چاند تھا۔ چوں۔ چونکہ اسکی اور شاہ کی جان پہچان تھی اسلئے درخواست میں اسنے ہمت سے کام لیا۔ گفت۔ اس شاہ شناس نے عرض کیا ہم اس وقت مقید ہو گئے ہیں جیسا کہ روح جسم میں مقید ہے۔ آفتابِ جاں۔ حشر میں حضرت حق تعالیٰ روح کیلئے باعثِ رحمت بنے گا جسطرح دنیا میں سورج روح کے انشراح اور راحت کا سبب ہے۔

وقت[1] آں شُد اے شہِ مکتوم سیر
اے مخفی رفتار کے سلطان! اس کا وقت آ گیا
کز کرم ریشے بجُنبانی بخیر
کہ تو کرم کر کے بھلائی کے لیے ڈاڑھی ہلا دے

ہر یکے خاصیتِ خود وا نمُود
ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی
آں ہُنرہا جملہ بدبختی فزُود
اُن سب ہنروں نے بدبختی بڑھائی

آں ہُنرہا گردنِ مارا بہ بست
اُن ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی
زاں مناصب سرنگو نساریم و پست
ان منصبوں سے ہم اوندھے اور پست ہیں

آں ہُنر فِیْ جِیْدِ ھَا حَبْلٌ مَّسَدْ
وہ ہُنر اُس کی گردن میں مُونج کی رسّی ہے
روز مُردن نیست زاں فنہا مدد
مرنے کے دن اُن فنوں سے مدد نہیں ہے

جُز ہُماں خاصیتِ آں خوش حواس
اس بہترین حواس والے کی اُس خصوصیت کے علاوہ
کہ بشب بُد چشمِ اُو سُلطاں شناس
کہ اُس کی آنکھ رات میں سلطان کو پہچاننے والی تھی

آں ہُنرہا جُملہ غولِ راہ بُود
وہ سب ہُنر راستہ کے چھلاوہ تھے
غیرِ[2] چشمے کوز شاہ آگاہ بُود
بجز اُس آنکھ کے جو سلطان سے آگاہ تھی

شاہ را شرم آمد ازوے روزِ بار
بارِیابی کے دن سلطان کو اس سے شرم آ گئی
کہ بشب بر رُوئے شہ بُودش نظار
اس لیے کہ رات میں سلطان کے چہرے پر اس کی نظر تھی

واں سگِ آگاہ از شاہِ وَداد
وہ کتا جو محبوب، سلطان سے واقف تھا
خود سگِ کہفش لقب باید نہاد
اُس کا لقب، خود سگِ کہف رکھنا چاہیے

خاصیت در گوش ہم نیکو بُود
کان کی خاصیت بھی بھلی تھی
گو ببانگِ سگ ز شیر آگہ شود
کیونکہ وہ کتے کی آواز سے شیر سے آگاہ تھا

سگ چو بیدارست شب چوں پاسباں
کتا جب رات کو محافظ کی طرح بیدار ہے
بیخبر نبُود ز شب خیزِ شہاں
وہ شاہوں کی شب خیزی سے بے خبر نہیں ہے

ہیں[3] ز بدناماں نباید ننگ داشت
خبردار! بدناموں سے ذلّت محسوس نہ کرنی چاہیے
ہوش بر اسرارِ شاں باید گماشت
اُن کے رازوں پر ہوش مسلط رکھنا چاہیے

ہر کہ اُو یک بار خود بدنام شُد
جو خود ایک بار بدنام ہو گیا ہو
خود نباید نام جُست و خام شُد
خود نام ڈھونڈنا اور خام نہ ہونا چاہیے

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند
اے مخاطب بہت سا سونا ہے کہ اسکو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں
تاشود ایمن ز تاراج و گزند
تاکہ وہ لوٹ اور نقصان سے محفوظ ہو جائے

---

[1] وقت۔ اب اسکا وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنی ڈاڑھی کی خاصیت دکھا کر ہمیں قید سے رہائی دلا دیں۔ آں ہنرہا۔ دوسرے ساتھیوں کے ہُنر تو ہماری قید کا باعث بن گئے۔ مناصب۔ عہدے۔ فی جیدھا۔ یہ آیت پوری: فِی جِیدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ "اسکی گردن میں مونج کی رسّی ہے" ابولہب کی بیوی کے بارے میں ہے۔ جُز ہماں۔ اور چوروں کی جو خصوصیات تھیں وہ سب تباہی اور قید کا سبب بنیں صرف اُس چور کی خصوصیت کام آئی جو رات کے دیکھے ہوئے کو دن میں پہچان لیتا ہے۔

[2] غیر چشمے۔ وہ آنکھ کام آئی جس نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔ شاہ۔ بدلہ کے دن بادشاہ کو اس کو سزا دیتے ہوئے شرم آئے گی۔ بار۔ بارگاہ۔ واں سگ۔ جس کتے نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا وہ کتا بھی اس قابل ہے کہ اس کو اصحاب کہف کا کتا کہا جائے۔ خاصیت۔ جو چور کتے کی آواز سن کر سمجھ لیتا تھا اس کی خاصیت بھی اچھی تھی اس لیے کہ اس سے اس کو شیر یعنی شاہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ سگ۔ اب مولانا ایک مستقل مضمون بیان فرماتے ہیں کہ کتا جو شب بیداری کرتا ہے وہ شب خیزوں سے واقف ہو جاتا ہے اور یہ کتے میں ایک خوبی ہوئی۔

[3] ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ کتے جیسے بدنام جانور سے بھی بالکل نفرت کرنا مناسب نہیں اس کے پوشیدہ اچھے اوصاف پر نظر رکھنی چاہیے۔ ہر کہ او۔ اگر کوئی ایک بار بدنام ہو گیا ہے تو کسی کو محض اس کا ڈھونڈنا اپنے آپ کو خام کار بنانا مناسب نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر کوئی خوبی بھی مضمر ہو۔ اے بسا۔ محض ظاہر پر حکم نہ لگانا چاہیے کیونکہ بسا اوقات خالص سونے کو کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کو کوئی نہ لوٹے۔

ما بیا سُوی دو چشم کُن باز ما سِرِّ در برد پے کے [1]ہر کسے

ہماری جانب آ جا دونوں آنکھیں کھول ہر شخص ہمارے راز کا کب پتا لگا سکتا ہے

قصۂ آں گاوِ بحری کہ گوہرِ کاویانی از قعرِ دریا برآوردہ

اُس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر

شب بر ساحلِ دریا نہد و در دُرخش و تابِ آں می چرد

رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے

و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاوٗ از گوہر دور

اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دور چلا

تر رفتہ باشد بازرگاں تلجم و بارگلِ تیرہ گوہر را پوشاندو بر

جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت

درخت گریزد

پر بھاگ جاتا ہے

گاوِ[2] آبی گوہر از بحر آورد بنہد اندر مرج و گردش می چرد

دریائی بیل، سمندر سے گوہر لاتا ہے چراگاہ میں، رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے

در شعاعِ نورِ گوہر گاوِ آب می چرد از سُنبل و سوسن شتاب

دریائی بیل، گوہر کے نور کی شعاع میں جلد سنبل اور سوسن چرتا ہے

زاں فگندہ گاوِ آبی عنبرست کہ غذایش نرگس و نیلوفر ست

اسی لیے دریائی بیل کا فضلہ عنبر ہے کہ اُس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہے

ہر کہ[3] باشد قوّتِ اُو نورِ جلال چوں نزاید از لبش سحرِ حلال

جس کی روزی اللہ تعالیٰ کا نور ہے اُس کے ہونٹ سے حلال جادو کیوں نہ پیدا ہو گا؟

ہر کہ چوں زنبور و حیتش نقل چوں نباشد خانۂ اُو پُر عسل

شہد کی مکھی کی طرح جس کی غذا وحی ہو اُس کا گھر شہد سے پُر کیوں نہ ہو گا؟

می چرد در نورِ گوہر آں بقر ناگہاں گردد ز گوہر دُور تر

وہ بیل گوہر کے نور میں چرتا ہے اچانک گوہر سے بہت دور ہو جاتا ہے

تاجرے برُدر نہد وحلِ سیاہ تاشود تاریک مرج و سبزہ گاہ

ایک تاجر موتی پر کالی کیچڑ رکھ دیتا ہے تاکہ چراگاہ اور سبزہ زار تاریک ہو جائے

---

[1] ہر کسے۔ وہ سیاہ سونا زبانِ حال سے کہتا ہے کہ ہر شخص میرے راز کو نہیں سمجھتا ہے تو میرے پاس آ کر دیکھ تب تو سمجھے گا۔ قصہ۔ اس قصہ سے یہی بتایا ہے کہ اس سمندری موتی کو دریائی بیل نہ پہچان سکا اس لیے کہ اس کی نظر ظاہر پر رہی تاجر اس کے باطن سے واقف تھا لہٰذا وہ اُس کو لے گیا۔ کاویانی۔ کاوہ لوہار کی چیتے کی کھال کو فریدوں نے اپنا جھنڈا بنایا اور ضحاک کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اس کو زر و جواہر سے مرصع کر کے اپنا جھنڈا اختیار کیا جس کو درفش کاویانی کہا جاتا تھا، پھر کاویانی قیمتی چیز کو کہا جانے لگا۔

[2] گاوِ آبی۔ سمندری بیل۔ مرج۔ چراگاہ۔ زاں۔ مولانا نے عنبر کو دریائی بیل کا گوبر قرار دیا ہے کچھ لوگوں نے اسے عنبر مچھلی کا فضلہ قرار دیا ہے کچھ سمندری چشمے کی پیداوار مانتے ہیں اور بعض لوگ دریائی گھاس سمجھتے ہیں۔

[3] ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح دریائی بیل کا خوشبودار چیزوں کے کھانے کا نتیجہ خوشبودار ہے اسی طرح اگر کوئی ذکر اللہ کے نور کی روحانی غذا حاصل کرے گا تو اس کی زبان سے سحر حلال یعنی موثر کلام صادر ہوگا۔ ہر کہ۔ جو شخص وحیِ الٰہی سے خوراک حاصل کرے گا اس کا گھر یعنی منہ شہد سے کیوں نہ ہوگا۔ وحل۔ کیچڑ۔

پس[1] گریزد مردِ تاجر بر درخت — گاوجویاں مر وُرا باشاخ سخت
پھر تاجر جو شخص، درخت پر بھاگ جاتا ہے — بیل اُس کو سخت سینگ سے ڈھونڈتا ہے

بیست بار آں گاوَ تازد گردِ مرج — تا کند آں خصم را در شاخ درج
وہ بیل بیس مرتبہ چراگاہ کے گرد دوڑتا ہے — تاکہ اُس مخالف کو سینگ میں بیندھ لے

چوں ازو نومید گردد گاوِ نر — آید آنجا کہ نہادہ بُد گہر
جب بیل، اُس سے نااُمید ہو جاتا ہے — اُس جگہ آتا ہے جہاں گوہر رکھا تھا

وحل بیند فوق دُرِّ شاہوار — پس زطیں بگریزد اُو ابلیس وار
دُرِ شہوار پر کیچڑ دیکھتا ہے — وہ شیطان کی طرح مٹی سے بھاگ جاتا ہے

کاں بلیس از متنِ طیں کور و کرست — گاوَ کے داند کہ در گِل گوہرست
کیونکہ شیطان مٹی کے درمیان سے اندھا اور بہرا ہے — بیل کیا جانے کہ مٹی میں گوہر ہے؟

اِهْبِطُوْا[2] افگند جاں را در حضیض — از نمازش کرد محروم آں محیض
"نیچے اُترو" نے جان کو پستی میں ڈال دیا — حیض نے اُس کو نماز سے محروم کر دیا

اے رفیقاں زیں مقیل و زاں مقال — اِتَّقُوْا اِنَّ الْهَوٰی حَيْضُ الرِّجَال
اے ساتھیو! اس نیند اور اس قول سے — بچو، نفسانی خواہش مردوں کا حیض ہے

اِهْبِطُوْا افگند جاں را در بدن — تا بگِل پنہاں بُود دُرِّ عدن
"تم نیچے اُترو" نے جان کو جسم میں ڈال دیا — تاکہ عدن کا موتی مٹی میں چھپ جائے

تاجرش داند و لیکن گاوَ نے — اہلِ دل دانند ہر گِل کاوَ نے
اس کو تاجر جانتا ہے، نہ کہ بیل — اہلِ دل جانتے ہیں، نہ کہ ہر مٹی کھودنے والا

ہر گِلے[3] کاندر دلِ اُو گوہریست — گوہرش غمازِ طینِ دیگریست
جس مٹی کے دل کے اندر گوہر ہے — اُس کا گوہر دوسری مٹی کا مخبر ہے

واں گِلے کز رَشِّ حق نورے نیافت — صحبتِ گلہائے پُر دُر بر نتافت
وہ مٹی جس نے اللہ تعالیٰ کے نور سے چھڑکاؤ حاصل نہ کیا — وہ موتیوں سے پُر مٹی کی صحبت برداشت نہ کر سکی

ایں سخن پایاں ندارد موشِ ما — ہست برلبہائے جُو برگوشِ ما
یہ بات آخر نہیں رکھتی، ہمارا چوہا — نہر کے کناروں پر ہمارے کان میں ہے

رجوع کردن بقصہء طلب کردن آں مُوش آں چغز را از لبِ جُو

اُس چوہے کے اُس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کا قصہ کی طرف واپسی

[1] پس گریزد۔ وہ جوہری تاجر اُس گوہر کو کیچڑ میں دبا کر درخت پر چڑھ گیا۔ شاخ سخت۔ مضبوط سینگ۔ پس زطیں۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اور ان سے گریز کیا اسی طرح یہ دریائی بیل اس گوبر کے اوپر کی مٹی کو دیکھ کر گریز کرتا ہے۔ کاں بلیس۔ شیطان حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف سے اندھا بہرا تھا اسی طرح بیل یہ نہ سمجھا کہ اسی مٹی کے اندر گوہر ہے۔ متن۔ تیر کے پر اور میان کا درمیانہ حصہ۔

[2] اھبطوا۔ عوام کی روح کو تکوینی اعتبار سے "نیچے اترو" کے حکم نے پستی میں ڈال دیا پھر گناہوں کے ارتکاب نے اُس کو اور بدتر کر دیا۔ زیں مقیل۔ یعنی خواب وخور۔ مقال۔ یعنی موجب گناہ۔ حیض الرجال۔ نفسانی خواہش انسان کو نماز یعنی قربِ الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ اھبطوا۔ عالمِ بالا سے روح کا جسم میں آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عدنی موتی کا مٹی میں چھپ جانا۔ تاجرش۔ جب روح جسم میں آ گئی تو اب اس کو جوہری پہچان سکتا ہے عام انسان دنیا دار نہیں سمجھ سکتا۔

[3] ہر گلے۔ جس مٹی میں گوہر ہوتا ہے وہ گوہر والی دوسری مٹی کو بھی پہچان لیتا ہے مشہور ہے ولی را ولی شناسد واں۔ گلے جس جسم پر اللہ کے نور کا چھڑکاؤ نہیں ہے وہ اولیاء کے جسم کی صحبت کو برداشت نہیں کرتا ان سے نفرت کرتا ہے۔ گوشِ ما۔ ہم چوہے کی بات بھولے نہیں ہیں اس کی آواز ہمارے کان میں آ رہی ہے۔ رجوع۔ چوہے نے مینڈک کو دریا میں سے بلانے کے لیے وہ ڈورا کھینچا جو مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا تھا۔

کشیدنِ اُو سرِ رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلبِ اُو

اور اُس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تاکہ مینڈک پانی میں اسکے بلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرشتہ[1] عشق رشتہ می کشد — بر اُمیدِ وصل چغزِ بارشد
وہ محبت میں گندھا ہوا، ڈورا کھینچتا ہے — ہدایت یافتہ، مینڈک کے وصل کی امید پر

می تند بر رشتۂ دل دمبدم — کہ سَرِ رشتہ بدست آوردہ ام
وہ ہردم، دل کے ڈورے پر تن رہا ہے — کہ میں نے ڈورے کا سرا ہاتھ میں لے لیا ہے

ہمچو تارے شُد دل و جاں در شہُود — تاسرِ رشتہ بمَن رُویِ نمُود
مشاہدہ میں دل اور جان تار کی طرح ہو گئے — تب ڈورے کا سرا مجھے نظر آیا

چوں غرابُ البین آمد ناگہاں — درشکارِ مُوش و بُردش زاں مکاں
اچانک جب فراق کا کوا آیا — چوہے کو شکار کرنے کے لیے اور اس کو اس جگہ سے لے گیا

چوں برآمد برہوا مُوش از غراب — منسحب شد چغز نیز از قعرِ آب
کوے کی وجہ سے جب چوہا فضا میں پہنچا — مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ گیا

مُوش در منقارِ زاغ و چغز ہم — در ہوا آویختہ پا در رتم
چوہا کوے کی چونچ میں اور مینڈک بھی — پاؤں ڈورے میں بندھا فضا میں معلق

خلق[2] می گفتند زاغ از مکر و کید — چغزِ آبی را چگونہ کرد صید
لوگ کہہ رہے تھے کوے نے مکر اور چالاکی سے — پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا؟

چوں شُد اندر آب و چونش در ربود — چغزِ آبی کے شکارِ زاغ بُود
وہ پانی میں کیسے گیا اور اس کو کیسے اچک لیا؟ — پانی کا مینڈک کوے کا شکار کب تھا؟

چغز گفتا ایں سزایِ آں کسے — کو چو بے آباں شود جُفتِ خسے
مینڈک نے کہا یہ اُس کی سزا ہے — جو بے آبروؤں کی طرح کمینہ کا ساتھی بنے

اے فُغاں از یارِ ناجنس اے فغاں — ہمنشینِ نیک جوئید اے مہاں
فریاد ہے ناجنس دوست سے، فریاد ہے — اے بزرگو! نیک ساتھی تلاش کرو

عقل[3] را افغاں ز نفسِ پُر عیوب — ہمچو بینیِ بدے بر رُویِ خوب
عیبوں بھرے نفس سے عقل کی فریاد ہے — جیسے حسین چہرے پر بھدی ناک

عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں — از رہِ معنی ست نے از آب و طیں
عقل اُس سے کہتی تھی کہ یقیناً ہم جنس ہونا — اوصاف کے لحاظ سے ہے نہ پانی اور مٹی سے

---

[1] سرشتہ عشق محبت میں چور یعنی چوہا۔ می تند۔ وہ اس پر غرور اور ناز کر رہا تھا۔ سرِرشتہ۔ یعنی محبت کا ایک ذریعہ۔ ہمچو۔ دیدار کے مطالعہ میں میرا دل اور جان تار کی طرح ہو گئے تھے اب ایک ذریعہ ہاتھ آیا ہے۔ چوں۔ اب اس ڈورے کا انجام ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ فراق کا کوا آیا اور چوہے کو اس جگہ سے اڑا لے گیا۔ غراب البین۔ جدائی کا کوا، کوے کے بولنے کو دوستوں کی جدائی کی علامت مانا جاتا ہے۔ چوں۔ جب کوا چوہے کو لے کر اڑا تو مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ آیا۔ رتم۔ وہ ڈورا جو ہاتھ کی انگلی میں بطور یادگار کے باندھا جاتا ہے۔

[2] خلق۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ کوے نے پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا۔ چوں۔ کوا پانی میں کیسے گھسا، پانی کا مینڈک تو کوے کا شکار نہیں بنتا ہے۔ چغز۔ مینڈک نے کہا جو بے آبروؤں کی طرح کسی کمینہ کا ساتھی بنے اس کی یہی سزا ہے۔ اے فغاں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ناجنس کی صحبت سے بچو اور ہم جنس یعنی نیک کی صحبت تلاش کرو۔

[3] عقل۔ ہم جنس سے مراد یہ ہے کہ اوصاف میں باہمی شرکت ہو، عقل اور نفس تقریباً ہم جنس ہیں لیکن اوصاف دونوں کے جدا ہیں، لہٰذا عقل، برے نفس سے فریاد کرتی ہے جس طرح حسین چہرہ بھدی ناک پر فریاد کرتا ہے۔ عقل۔ عقل نفس سے کہتی ہے کہ ہم جنس ہونا باطنی اوصاف کی یکسانیت سے ہوتا ہے نہ جسمانی مشابہت سے۔

ہیں مشو صورت پرست و ایں[1] مگو — سرِّ جنسیت بصورت در مجو

خبردار! تو صورت پرست نہ بن اور یہ نہ کہہ — ہم جنس ہونے کی حقیقت، صورت میں تلاش نہ کر

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر — نیست جامد را ز جنسیت خبر

صورت جماد اور پتھر کی طرح ہے — جامد کو ہم جنس ہونے کا پتا نہیں ہے

جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے — میکشاند سو بسویش ہر دمے

جان چیونٹی کی طرح اور جسم گیہوں کے دانہ کی طرح ہے — وہ اُس کو ہر وقت اِدھر اُدھر کھینچتی ہے

مور داند کاں حبوب مُرتہن — مستحیل و جنسِ مَن خواہد شدن

چیونٹی سمجھتی ہے کہ قبضہ کے دانے — تبدیل اور میری جنس ہو جائیں گے

آں یکے مورے گرفت از راہ جو — مورِ دیگر گندمے بگرفت و دو

ایک چیونٹی نے راستہ میں سے جو لے لیا — دوسری نے گیہوں اور بھاگنا لے لیا

جو سوئے گندم نمی تازد ولے — مور سوئے مور می آید بلے

جو گیہوں کی طرف نہیں دوڑتا لیکن — ہاں چیونٹی، چیونٹی کی جانب آ رہی ہے

رفتنِ[2] جو سوئے گندم تابع ست — مور رابیں کو بجنسش راجع ست

جو کا گیہوں کی جانب جانا تابع ہے — چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنی جنس کی طرف پلٹ رہی ہے

تو مگو گندم چرا شُد سوئے جو — چشم را بر خصم نہ نے بر گرو

تو یہ نہ کہہ کہ گیہوں جو کی جانب کیوں گیا؟ — نظر مقابل پر رکھ، نہ کہ گروی پر

مورِ اسود برسرِ لبدِ سیاہ — مور پنہاں دانہ پیدا پیشِ راہ

کالی چیونٹی سیاہ نمدے پر — چیونٹی مخفی ہو گی، دانہ راستے کے سامنے ظاہر ہو گا

عقل گوید چشم را نیکو نگر — دانہ ہرگز کے رود بیدانہ بر

عقل آنکھ سے کہتی ہے، غور کر لے — دانہ بغیر دانہ لیجانے والے کے کبھی نہیں چلتا

زیں[3] سبب آمد سوئے اصحابِ کلب — ہست صورتہا حبوب و مور قلب

اسی سبب سے کتا اصحاب کی جانب آیا — صورتیں دانہ ہیں اور دل چیونٹی ہے

زاں شود عیسیٰؑ سوئے پاکانِ چرخ — بُد قفسہا مختلف یک جنس فرخ

اسی لیے عیسیٰؑ آسمان کے قدسیوں کی جانب جاتے ہیں — پنجرے مختلف تھے، چوزے ایک جنس کے تھے

---

[1] ایں مگو۔ صورت کی مشابہت سے ہم جنس ہونے کا قائل نہ بن۔ صورت۔ صورت ایک بے جان چیز ہے اس میں جنسیت کا احساس نہیں ہے۔ جاں۔ جسم میں احساس اور حرکت جان کی وجہ سے ہے جیسا کہ گیہوں کے دانے میں حرکت چیونٹی کی وجہ سے ہوئی ہے جو اُس کو لے جا رہی ہے۔ مور داند۔ چیونٹی کی دانہ کی طرف کشش بھی جنسیت کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ہضم ہو کر اُس کا ہم جنس بن جاتا ہے۔ آن یکے۔ ایک چیونٹی نے راستہ میں جو کا دانہ لے لیا دوسری نے گیہوں کا دانہ لے لیا اب وہ ایک دوسری کی طرف چلی تو گیہوں کا دانہ جو کے دانہ کی جانب نہیں دوڑ رہا ہے بلکہ چیونٹی چیونٹی کی جانب دوڑ رہی ہے۔

[2] رفتنِ جو۔ جو کا گیہوں کے دانہ کی طرف چلنا تبعاً ہے، چیونٹی کو دیکھ لے تو سمجھ آ جائے گا۔ تو مگو۔ جو اور گیہوں کے دانے کی حرکت کی وجہ سے یہ نہ سمجھ کہ وہ چل رہے ہیں اُن کے بالمقابل جو چیز ہے یعنی چیونٹی اس کو دیکھ یہ تو اس کے قبضہ میں ہیں۔ مور اسود۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیونٹی تو نظر نہیں آتی وہ کالے نمدے پر چل رہی ہے اور دانہ چلتا ہوا نظر آتا ہے۔ عقل۔ تو عقل سے سمجھ لے کہ دانہ کو لے جانے والی چیونٹی ہے جو چل رہی ہے۔

[3] زیں سبب۔ چونکہ اصل ہم جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ کہ صورت کی وجہ سے اسی لیے اصحاب کہف کے کتے کی کشش اصحاب کہف کی طرف تھی صورتوں کو دانہ سمجھ اور دل اور اوصاف باطنی کو چیونٹی سمجھ۔ زاں شود۔ حضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ میں اوصاف کے اعتبار سے ہم جنسیت تھی۔ قفسہا۔ یعنی اجسام۔ فرخ۔

ایں[1] قفس پیدا و آں فرخش نہاں　بے قفس کش کے قفس گردد رواں
یہ پنجرا ظاہر اور اُس کا چوزہ پوشیدہ ہے　پنجرا بغیر پنجرا کھینچنے والے کے کہاں چلتا ہے؟

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر　عاقبت بیں باشد و حبر و قریر
اے (مخاطب)! وہ آنکھ ٹھنڈی ہے عقل جس کی حاکم ہو　انجام کو دیکھنے والی اور عالم اور ٹھنڈی ہو

فرقِ زشت و نغز از عقل آورید　نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید
بُرے اور بھلے کا عقل سے فرق کرو　نہ کہ آنکھ سے، جو سیاہ اور سفید بتاتی ہے

چشم غرہ شُد بخضراء دِمن　عقل گوید بر محکِ ماش زن
آنکھ کوڑی کے سبزے پر فریفتہ ہوئی　عقل کہتی ہے، اس کو ہماری کسوٹی پر رگڑ

آفتِ[2] مُرغست چشمِ کام بیں　مخلِصِ مُرغست عقلِ دام بیں
خود غرض آنکھ، پرند کی تباہی ہے　جال کو دیکھنے والی آنکھ پرند کو نجات دینے والی ہے

دامِ دیگر بُد کہ عقلش در نیافت　وحیِ غائب بیں بداں سُوزاں شتافت
ایک دوسرا جال تھا جس کو عقل نہ محسوس کر سکی　غیب کو دیکھنے والی وحی اس وجہ سے اُس جانب دوڑی

جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت　سُویِ صورتہا نشاید زُود تاخت
تو جنس اور ناجنس کو عقل سے پہچان سکتا ہے　جلدی سے صورت کی طرف نہ دوڑنا چاہیے

نیست جنسیت بصورت لی ولک　عیسیٰ آمد در بشر جنسِ ملک
میرے اور تیرے لیے جنسیت صورت سے نہیں　عیسیٰ انسانوں میں فرشتے کی جنس تھے

برکشیدش فوقِ ایں نیلی حصار　مُرغِ گردونی چو چغزش زاغ وار
اُن کو اس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا　آسمانی پرند نے، اُس چوہے کو کوے کی طرح

قصہ[3] عبد الغوث و ربودنِ پریاں اُو را وسالہا درمیانِ پریاں ساکن شُدن و بعد ازاں بشہرِ خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن و از پریاں ناشکیفتن بحکمِ جنسیّت و ہمدلی با ایشاں

عبدالغوث کا قصہ اور اُس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں میں رہنا اور اُس کے بعد اپنے شہر میں آ جانا اور اولاد کو دیکھنا اور پریوں سے صبر نہ کرنا اُن کے ساتھ ہم جنس اور ہم دل ہونے کی وجہ سے

بُود عبدالغوث ہم جنسِ پری　چوں پری نہ سال در پنہاں پری
عبدالغوث پری کا ہم جنس تھا　پری کی طرح نو سال تک مخفی پرواز میں تھا

[1] ایں قفس۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے لیکن سمجھ لے کہ جسم روح کی وجہ سے حرکت میں ہے۔ اے خنک۔ آرام سے وہی ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ حبر۔ عالم۔ قریر۔ ٹھنڈا۔ فرق۔ بھلے برے میں عقل ہی تمیز کر سکتی ہے آنکھ تو صرف ایک روپ کو دیکھتی ہے۔ چشم۔ آنکھ کوڑی کے سبزے پر مائل ہو جاتی ہے عقل جان لیتی ہے کیاس کی تہ میں کیا ہے۔

[2] آفت۔ جو پرند عقل سے کام نہ لے صرف آنکھ سے دیکھے وہ جال میں پھنس جاتا ہے۔ دامِ دیگر۔ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں یہ عقلِ جزوی کام نہیں دیتی ہے صرف وحیِ الٰہی رہبری کرتی ہے۔ جنس۔ جنسیت کا مدار جبکہ باطنی اوصاف پر ہے تو اس کو عقل پہچان سکتی ہے نہ کہ آنکھ۔ نیست۔ محض صورت کے اعتبار سے جنسیت نہیں ہے، ورنہ حضرت عیسیٰ جنسِ بشر ہوتے فرشتہ کی جنس نہ ہوتے۔ برکشیدش۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لیے فرشتوں سے ملا دیا۔

[3] قصہ۔ عبدالغوث کوئی شخص ہے جو اوصاف کے اعتبار سے جن اور صورت کے اعتبار سے انسان تھا وہ انسانوں سے مانوس نہ تھا جنوں میں رہنا پسند کرتا تھا اس کے بال بچے بھی ہوئے لیکن پھر بھی اس کا دل پریوں اور جنوں میں لگتا تھا۔ پری۔ جن۔ در پنہاں۔ پری یعنی جنوں کی طرح چھپی ہوئی پرواز میں نو سال تک رہا۔

شُد زنش را نسل از شوی دگر ‏ ‏ واں یتیمانش ز مرگش در[1] سَمَر

اس کی بیوی کے دوسرے شوہر سے اولاد ہو گئی ‏ ‏ اور اُس کے یتیم اُس کی موت کی کہانیوں میں تھے

کہ مر اُورا گرگ زد یا رہزنے ‏ ‏ یا فتاد اندر چہے یا مکمنے

کہ اس کو بھیڑیے نے، یا ڈاکو نے مار دیا ‏ ‏ یا کسی کنویں میں گر گیا، یا کسی پوشیدہ جگہ میں

جُملہ فرزندانش در اشغال مست ‏ ‏ خود نگفتندے کہ بابائے بُدست

اُس کے تمام لڑکے کاموں میں مست تھے ‏ ‏ وہ یہ بھی نہ کہتے کہ (اُن کا) کوئی باوا تھا

بَعدِ نُہ سال آمد آں ہم عاریہ ‏ ‏ گشت پیدا باز شُد متواریہ

وہ نو سال کے بعد بھی عارضی طور پر آیا ‏ ‏ ظاہر ہوا، پھر چھپ گیا

یک بیک فرزند و زن را دید باز ‏ ‏ گشت پنہاں کس ندیدش باز راز

اُس نے اچانک اولاد اور بیوی کو دیکھا ‏ ‏ پوشیدہ ہو گیا اور پھر کسی نے اس کا راز نہ دیکھا

یک مہے مہمانِ فرزندانِ خویش ‏ ‏ بُود و زاں پس کس ندیدش رنگ پیش

ایک مہینہ اپنی اولاد کا مہمان ‏ ‏ رہا اور اس کے بعد اُس کا رنگ سامنے کسی نے نہ دیکھا

بُرد ہم جنسیِ پریانش چُناں ‏ ‏ کہ رُباید رُوح را زخمِ سناں

اُس کو پریوں کی ہم جنسی اس طرح لے گئی ‏ ‏ جس طرح بھالے کا زخم، روح کو اڑا لے جاتا ہے

چوں بہشتی جنسِ جنت آمد ست ‏ ‏ ہم ز جنسیت شود یزداں پرست

چونکہ جنتی جنت کی جنس ہے ‏ ‏ جنسیت کی وجہ سے، وہ خدا پرست ہوتا ہے

نے[2] نبیؐ فرمود جود و محمدہ ‏ ‏ شاخِ جنت داں بدنیا آمدہ

کیا نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ سخاوت اور اچھائی کو ‏ ‏ جنت کی شاخ سمجھ، جو دنیا میں آ گئی ہے

مہرہا را جُملہ جنسِ مہر خواں ‏ ‏ قہرہا را جملہ جنسِ قہر داں

محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس سمجھ ‏ ‏ ظلموں کو ظلم کی جنس سمجھ

لا اُبالی لا اُبالی آورد ‏ ‏ زانکہ جنسِ ہم بُوند اندر خرد

لاپروا، لاپروا کو لاتا ہے ‏ ‏ کیونکہ وہ عقل میں ہم جنس ہوتے ہیں

بُود[3] جنسیت در ادریسؑ از نجوم ‏ ‏ ہشت سال اُو با زُحل بُد در قدوم

حضرت ادریسؑ میں ستاروں کی جنسیت تھی ‏ ‏ وہ آٹھ سال تک زحل سے ہم رفتار رہے

در مشارق در مغارب یارِ اُو ‏ ‏ ہم حدیث و محرمِ اسرارِ اُو

مشرقوں اور مغربوں میں اُس کے یار رہے ‏ ‏ اُس کے ہم سخن اور اُس کے رازداں رہے

---

1. در سمر۔ اُس کے بال بچے اُس کے مرجانے کے قصے بیان کرتے تھے۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ عاریہ۔ عارضی۔ متواریہ۔ چھپنے والی۔ یک بیک۔ اچانک بچوں کو دیکھنے آیا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ اُسکا راز کسی کے سامنے نہ کھلا۔ سناں۔ بھالا۔ چوں بہشتی۔ جنتی، جنت کا ہم جنس ہوتا ہے اسلیے وہ خدا کی عبادت کر کے جنت میں جاتا ہے۔
2. نے نبیؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے سخاوت جنت کا درخت ہے اُس کی ایک شاخ دنیا میں ہے جو اس کو پکڑ لیتا ہے وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ مہرہا۔ محبتیں، محبتوں کی ہم جنس اور قہر، قہر کا ہم جنس ہے۔ لا ابالی۔ لاپروا، لاپروا کی جنس ہے۔
3. بُود جنسیت۔ حضرت ادریسؑ کو ستاروں سے ہم جنسیت تھی اسی لیے وہ ساتویں آسمان پر زحل ستارے کے ساتھ آٹھ سال تک رہے، یہ سارا قصہ محض شہرت پر مبنی ہے، قرآن و حدیث میں اسکا بیان نہیں ہے۔ در مشارق۔ زحل ستارہ مشرق و مغرب میں پہنچتا تھا تو یہ بھی ساتھ ہوتے تھے اور اس سے باتیں کرتے رہتے اور ہمراز ہوتے تھے۔

بعدِ[1] غَیبت چُونکہ آورد او قُدوم　در زمیں می گفت اُو درسِ نجُوم
غائب رہنے کے بعد جب ان کی تشریف آوری ہوئی　وہ زمین پر ستاروں کا درس دیتے تھے

پیشِ اُو استارگاں خوش صف زدہ　اختراں در درسِ اُو حاضر شُدہ
اُن کے سامنے ستارے عمدہ صف باندھے ہوئے تھے　اُن کے درس میں ستارے حاضر ہوئے

آنچنانکہ خلق آوازِ نجُوم　می شنیدند از خصوص و از عُموم
اس طرح کہ ستاروں کی آواز　خواص اور عوام سنتے تھے

جذبِ جنسیت کشیدہ تا زمیں　اختراں را پیشِ اُو کردہ مُبیں
جنسیت نے زمین تک کھینچ لیا　ستاروں کو اُن کے سامنے بیان کرنے والا بنا دیا

ہریکے نامِ خود و احوالِ خُود　باز گفتہ پیشِ اُو شرحِ رَصَد
ہر ایک اپنا نام اور احوال　اُنکے سامنے (آلاتِ) رصد کی طرح کہہ دیتا

چیست جنسیت یکے نوعِ نظر　کہ بداں یابند رہ در ہمدگر
جنسیت کیا ہے؟ ایک قسم کی نظر　جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پالیں

آں[2] نظر کہ کرد حق در وَے نہاں　چوں نہد در تُو تُو گردی جنسِ آں
اللہ تعالیٰ نے جو نظر اس میں پوشیدہ کر دی ہے　جب وہ تیرے اندر رکھ دے تو اس کی جنس بن جائے

ہر طرف چہ می کشد تن را نظر　بے خبر را کہ کشاند با خبر
جسم کو ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے؟ نظر　بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے؟ باخبر

چونکہ اندر مرد خُوئے زن نہد　اُو مُخنث گردد و گاں می دہد
جب مرد میں عورت کی عادت رکھ دے　وہ ہیجڑا بن جائے گا اور مفعول بنے گا

چوں نہد در زن خدا خُوئے نری　طالب زن گردد آں زن سَحتری
جب اللہ تعالیٰ عورت میں مرد کی خاصیت رکھ دے　وہ سحتری عورت، عورت کی طلبگار بن جاتی ہے

چوں[3] نہد در تو صفاتِ جبرئیلؑ　ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تجھ میں جبرئیلؑ کی صفات رکھ دے　تو چوزے کی طرح ہوا میں راستہ ڈھونڈے

منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا　از زمیں بیگانہ عاشق بر سما
ہوا میں آنکھ جمائے، منتظر　زمین سے اجنبی، آسمان پر عاشق

---

1. بعد غیبت۔ نو سال کے بعد جب وہ زمین پر آئے تو ستاروں کے احوال کا درس دیا کرتے تھے۔ پیش اُو۔ ستارے بھی اُن کے درس میں موجود رہتے تھے۔ آنچنانکہ۔ درس میں شریک سب آدمی اُن ستاروں کی آوازیں سنتے تھے۔ جذب۔ ستاروں کو زمین پر حضرت ادریسؑ کی جنسیت کھینچ کر لے آئی تھی۔ ہر یکے۔ ہر ستارہ اپنا نام اور حالات بتاتا تھا اور اسکی تشریح کرتا جس طرح رصد سے ان کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ نوع نظر۔ جنسیت نظر اور فکر کے اتحاد کا نام ہے۔
2. آں نظر۔ جب حق تعالیٰ دو روحوں میں ایک سے خیالات پیدا فرما دیتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی ہم جنس ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف۔ جسم کی کشش نظر و فکر کی وجہ سے ہے۔ بے خبر۔ جسم جو بے خبر ہے اس کو باخبر روح کھینچتی ہے۔ چونکہ۔ جب مرد میں عورت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہیجڑا بن جاتا ہے اور عورتوں کی طرح اپنے ساتھ جماع کراتا ہے۔
3. چوں نہد۔ جب کسی عورت میں مردانہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں وہ عورتوں کے ساتھ جماع کرتی ہے۔ سحتری۔ وہ عورت جو عورتوں سے جماع کرے۔ صفات جبرئیلؑ۔ جب کسی بشر میں ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے تو پرندے کے بچے کی طرح ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کے راستے تلاش کرتا ہے۔ منتظر۔ اس کا دھیان ملاء اعلیٰ کی طرف رہتا ہے اور زمین سے بیزار رہتا ہے۔

چوں نہد در تو صفتہایِ[1] خری — صد پرت گر ہست بر آخُر پری
جب تیرے اندر گدھے کی صفات رکھ دے — اگر تیرے سو پر ہیں طویلہ پر اُڑے گا

از پئے صورت نیامد مُوش خوار — از خبیثی شُد زبونِ مُوش خوار
چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہ بنا — خباثت کی وجہ سے چوہے کھانے والے کا مغلوب بنا

طُعمہ جُوی وخائن و ظلمت پرست — از پنیرو فستق و دوشاب مست
لقمہ کی جستجو کرنے والا، خائن اور اندھیرے کا پجاری ہے — پنیر اور پستہ اور انگور کے شیرے سے مست ہے

بازِ اشہب را چو باشد خُوئے موش — ننگِ مُوشاں باشد و عارِ وُحوش
سفید باز میں جب چوہے کی خصلت ہو — تو وہ چوہوں کیلئے باعث ذلت اور وحشی جانوروں کیلئے عار بنجائے

خُویِ آں ہاروت و ماروت اے پسر — چوں بگشت و داد شاں خُوئے بشر
اے بیٹا! ہاروت و ماروت کی خصلت — جب بدل گئی اور اُن کو انسان کی خصلت دے دی

در[2] فتادند از لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ — درچہِ بابل بہ بستہ سرنگون
وہ "بے شک ہم صف بنانے والے ہیں" سے گر گئے — بابل کے کنویں میں، بندھے ہوئے، اوندھے

لوحِ محفوظ از نظرِ شاں دُور شُد — لوحِ ایشاں ساحر و مسحور شُد
لوحِ محفوظ اُن کی نظر سے دُور ہو گئی — اُن کی لوح، ساحر اور مسحور بن گئی

پَرہُمان و سر ہُماں ہیکل ہُماں — موسیٰؑ بر عرش و فرعونے مُہاں
پر وہی اور سر وہی، وہی صورت — (حضرت) موسیٰؑ عرش پر، اور فرعون ذلیل

درپئے خُوباش و باخُوش خو نشیں — خُو پذیری روغن و گل را ببیں
خصلت کے درپے ہو اور خوش خصلت کے ساتھ بیٹھ — تیل اور پھول کی عادت قبول کرنے کو دیکھ لے

خاکِ گور[3] از مردِ حق یابد شرف — تانہد بر گورِ اُو دل رُوی و کف
مردِ خدا سے قبر کی مٹی شرافت پا جاتی ہے — یہاں تک کہ اُس کی قبر پر دل منہ اور ہاتھ رکھ دیتا ہے

خاک از ہمسائگیِ جسمِ پاک — چوں مُشرّف آمد و اقبالناک
پاک جسم کی پڑوسی ہونے سے، مٹی — جبکہ شریف اور اقبال والی ہو گئی

پس تو ہم اَلۡجَارُثُمَّ الدَّارُ گو — گردلے داری برو دلدار جو
پس تو بھی "پڑوسی پھر گھر" کہہ — اگر تو دل رکھتا ہے، جا دلدار کی جستجو کر

---

[1] صفاتِ خری۔ اگرانسان میں بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُسکو ہروقت کھانے کی فکر رہتی ہے۔ از پئے۔ چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہیں ہے بلکہ باطنی خباثت کی وجہ سے ذلیل ہے۔ طعمہ جو۔ یہ اُس کی باطنی خباثتیں ہیں۔ فستق۔ پستہ۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ بازِ اشہب۔ اشہب باز جو نہایت قیمتی ہے اگر اس میں خباثت پیدا ہو جائے تو وہ چوہوں اور بقیہ وحشی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ خوی۔ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن انہیں بشری اوصاف تھے اسی لیے فرشتوں کی صف سے خارج ہو گئے۔

[2] درفتادند۔ فرشتوں کی صفوں سے نکل کر بابل کے کنویں میں سزا میں سرنگوں ہو گئے۔ لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ۔ بے شک ہم صف باندھنے والے ہیں یہ فرشتوں کی خصوصیت ہے۔ لوحِ محفوظ۔ پہلے اُن کی نظر لوحِ محفوظ پر رہتی تھی پھر جادو کی لوحوں پر رہنے لگی۔ پرہما۔ یعنی دست و بازو۔ موسیٰ۔ موسیٰ اور فرعون میں جسمانی جنسیت تھی لیکن اوصاف جداگانہ تھے۔ درپئے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے تو تجھے نیکوں کی صحبت حاصل کرنی چاہیے اور صحبت کی تاثیر دیکھنی ہو تو تیل کو دیکھ لے کہ پھولوں کی صحبت سے اُس میں کیسی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔

[3] خاکِ گور۔ انسان تو درکنار اگر مٹی بزرگوں کی ہم صحبت ہو جاتی ہے تو اس میں بزرگی آ جاتی ہے، چنانچہ اولیاء کی قبر کی مٹی پر دل قربان ہوتا ہے۔ خاک۔ قبر کی مٹی کو یہ شرافت اُس بزرگ کے جسم کی صحبت سے حاصل ہو گئی۔ الجار۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر لینے سے پہلے پڑوسی کا انتخاب کرو۔ دلدار۔ یعنی ولی کامل۔

خاکِ اُو ہم سیرتِ جاں میشود ۔ سُرمہ[1] چشمِ عزیزاں میشود
اُس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے ۔ معزز لوگوں کی آنکھ کا سُرمہ بن جاتی ہے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار ۔ بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار
اے (مخاطب) بہت سے مٹی کی طرح قبر میں سوئے ہوئے ۔ نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سیکڑوں زندوں سے بہتر ہے

سایہء بُود اُو و خاکش سایہ مند ۔ صد ہزاراں زندہ در سایۂ ویند
وہ سایہ تھا اور اُس کی مٹی سایہ دار ہو گئی ۔ لاکھوں زندے، اُس کے سایہ میں ہیں

داستانِ آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وامہا کردہ بُود بر امیدِ آں وعدہ و وظیفہ و اُو را خبر نبُود از وفاتِ محتسب، حاصل از ہیچ زندہ وامِ اُو گزار دہ نشد اِلّا از محتسب متوفّی گزاردہ شُد چنانکہ گفتہ اند ۔ بیت

اُس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اُس کے وظیفہ اور وعدے کی اُمید پر اُس نے قرض کر لیے تھے اور اس کو محتسب کے مر جانے کی خبر نہ تھی، نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اُس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے

لَیسَ[2] مَن مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیِّتٍ اِنَّمَا الْمَیْتُ مَیِّتُ الْاَحْیَآءِ

جو مر گیا اور اُس نے راحت پا لی وہ مُردہ نہیں ہے مُردہ، زندوں میں کا مُردہ ہے

آں یکے درویش ز اطرافِ دیار ۔ جانبِ تبریز آمد وام دار
ملک کے اطراف سے، ایک فقیر ۔ قرضدار ہو کر تبریز کی جانب آیا

نُہ ہزارش وام بُود از زرگر ۔ بُود در تبریز بدرالدیں عُمر
شاید نو ہزار اشرفیاں اُس پر قرض تھیں ۔ تبریز میں، بدرالدین عمر تھے

محتسب بُود و بدل بحر آمدہ ۔ ہر سَرِ مُویش یکے حاتم کدہ
وہ کوتوال تھے اور دل کے دریا تھے ۔ اُن کا ہر بال ایک حاتم خانہ تھا

حاتم[3] ار بُودے گدائے اُو شُدے ۔ سرنہادے خاکپائے اُو شُدے
اگر حاتم ہوتا تو اُن کا بھکاری ہوتا ۔ سر رکھ دیتا اور خاک پا بن جاتا

گر بدادے تشنہ را بحرِ زُلال ۔ وز کرم شرمندہ بُودے زاں نوال
اگر وہ پیاسے کو صاف پانی کا سمندر دے دیتے ۔ شرافت کی وجہ سے اُس عطا سے شرمندہ ہوتا

---

[1] سُرمہ۔ صاحب نسبت کی نسبت، صاحب قبر کے فیض سے بڑھ جاتی ہے۔ اے۔ جبکہ بزرگوں کی قبر سے بھی فیض ہوتا ہے تو زندگی میں اس کی صحبت کس قدر مفید ہو گی۔ سایہ بُود۔ وہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھا اور اب اُس کی قبر سایہ دار ہے جس سے لاکھوں انسان مستفید ہوتے ہیں۔ داستان۔ اس قصہ میں یہ بتایا ہے کہ اُس تخی سے مرنے کے بعد بھی فیض حاصل ہوا۔ وظیفہ۔ محتسب کے دربار سے اُس کا وظیفہ مقرر تھا۔ گزاردہ نشد وہ قرض وفات یافتہ محتسب سے ہی ادا ہوا۔

[2] لیس۔ جو شخص قبر میں سے بھی دوسروں کو فیض پہنچا رہا ہے وہ مردہ نہیں ہے مردہ تو وہ زندہ ہے جو بالکل بے فیض ہے۔ دیار۔ ملک۔ وام۔ قرض۔ نہ۔ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہو گئے۔ محتسب۔ اُن کا نام بدرالدین عمر اور عہدہ کوتوال تھا۔ بدل۔ ان کا دل جود و سخا میں سمندر تھا۔ ہر سر مویش۔ ان کا ہر ہر رونگٹا حاتم کا گھر معلوم ہوتا تھا۔

[3] حاتم۔ اگر اُس زمانہ میں حاتم طائی زندہ ہوتا تو وہ ان کا غلام ہوتا۔ گر بدادے۔ اگر وہ پیاسے کو میٹھے پانی کا سمندر بھی دیتے تو اپنی سخاوت کی وجہ سے شرمندہ ہوتے اور اپنی عطا کو حقیر سمجھتے تھے۔

در[1] بکردے ذرّہ را مشرقے — بُود آں ہمتش نالائقے
اگر وہ ذرے کو مشرق بنا دیتے — تو وہ بھی اُس کی ہمت کے لائق نہ تھا

بر اُمید اُو بیامد آں غریب — کو غریباں را بُدے خویش و نسیب
وہ پردیسی اُن کی اُمید پر آیا — کیونکہ وہ پردیسیوں کے لیے اپنے اور رشتہ دار تھے

بادرش بُود آں غریب آموختہ — وامِ بیحد از عطایش توختہ
وہ پردیسی اُن کے دروازے کا ہلا ہوا تھا — اُن کی عطا سے بیحد قرض اُتار چکا تھا

ہم[2] بہ پشتی آں کریم اُو وام کرد — کہ بہ بخششہاش واثق بُود مرد
اُس سخی کے بھروسے پر اُس نے قرض لیا — کیونکہ وہ اُن کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا

لا اُبالی گشتہ اُو و وام جُو — براُمیدِ قُلزمِ اِکرام خُو
وہ لاپروا اور قرض لینے والا بن گیا تھا — اکرام خصلت، دریا کی امید پر

وام داراں رُو ترش اُو شاد کام — ہمچو گُل خنداں ازاں روضِ الکرام
مقروض رنجیدہ تھے، وہ خوش تھا — پھول کی طرح خنداں تھا اس شرفا کے چمنوں کی وجہ سے

گرم شُد پشتش ز خورشید عرب — چہ غمستش از سبالِ بُولہب
عرب کے سورج سے اُس کی کمر گرم ہو گئی — ابولہب کی مونچھوں سے اُسے کیا غم ہے؟

چونکہ[3] دارد عہد و پیوند سحاب — کے دریغ آید ز سقایانش آب
جب کوئی شخص ابر سے ملاقات اور تعلق رکھتا ہو — اس کو سقوں کو پانی دینے سے بخل کب ہو گا؟

ساحرانِ واقف از دستِ خدا — کے نہند ایں دست و پا را دست و پا
خدا کے ہاتھ سے باخبر، جادوگر — ان ہاتھ پاؤں کو ہاتھ پاؤں کے مرتبہ میں کب دیکھتے ہیں

روبہے کہ ہست زاں شیرانش پُشت — بشکند کلّۂ پلنگاں را بمُشت
جس لومڑی کی اُن شیروں سے پُشت پناہی ہو — وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے گی

آمدنِ جعفر طیار رضی اللہ عنہ بگرفتنِ قلعہ تنہاو مشورت کردنِ ملک آں قلعہ با وزیر و دفع کردنِ وزیر ملک را کہ

(حضرت) جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے تنہا آنا اور اُس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار سپُرد

---

[1] دربکردے۔ اگر وہ ذرے کو مشرق بنا دیتے جس سے خود سورج طلوع ہوا کرتا تو بھی اپنی ہمت کے اعتبار سے اُس کو حقیر ہی سمجھتے۔ براُمید آو۔ اُن کی عطا کی امید پر وہ پردیسی تبریز آیا۔ بادرش۔ چونکہ وہ پردیسی ان کے دروازے سے عطا حاصل کر چکا تھا اور اس سے بہت سے قرضے ادا کر چکا تھا۔

[2] ہم بہ پشتی۔ اُس مسافر نے اُن کے سہارے ہی قرض کر لیا تھا کیونکہ اُس کا یقین تھا کہ جب جا کر مانگوں گا وہ دے دیں گے۔ لا اُبالی۔ چونکہ اس کو اُن کی عطا پر اعتماد تھا لہٰذا قرض لینے میں بھی جری ہو گیا تھا۔ وام داراں۔ دوسرے مقروض جن کا محتسب سے تعلق نہ تھا وہ متفکر رہتے تھے لیکن یہ شخص اُس سخی کی وجہ سے قرض سے بے فکر رہتا تھا اور مسکراتا رہتا تھا۔ گرم شُد۔ جس شخص کو آنحضور کی مدد حاصل ہو وہ ابولہب سے کیا ڈرے گا۔

[3] چونکہ دارد۔ اگر کسی شخص کا ابر سے جوڑ لگ گیا ہو تو وہ پانی پلانے والوں کو پانی دینے میں کب بخل کر سکتا ہے۔ ساحراں۔ فرعون کے دربار کے جادوگروں کو جب خدائی ہاتھ سے واقفیت ہو گئی وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے بے نیاز ہو گئے۔ روبہے۔ اگر لومڑی کو بھی شیر کی پشت پناہی حاصل ہو جائے تو وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے۔ جعفر طیارؓ۔ اب اسی مناسبت سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بہادری کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی پشت پناہی حاصل تھی تو وہ بڑے بڑے لشکروں سے نہ ڈرتے تھے۔

زنہار تسلیم کن و از جہل تہور مکن کہ ایں مرد مؤیدست از
کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اُس شخص کو خدا کی تائید
حق و جمعیتِ عظیم دارد در جانِ خویش
حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ[1] جعفرؓ رفت سُوئے قلعۂ
جب جعفرؓ قلعہ کی جانب گئے
قلعہ پیشِ کام خشکش جُرعۂ
قلعہ اُن کے خشک گلے کے لیے ایک گھونٹ تھا

یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکر
حملہ کر کے تنہا قلعہ کی طرف دوڑے
تا درِ قلعہ بہ بستند از حذر
یہاں تک کہ انھوں نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا

زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ
کسی کا پتہ نہ تھا کہ جنگ کرنے سامنے آئے
اہلِ کشتی راچہ زہرہ با نہنگ
ناکے کے سامنے کشتی والوں کا کیا پتہ؟

رُوی آورد آں ملک سُوئے وزیر
اُس بادشاہ نے وزیر کی طرف رُخ کیا
کہ چہ چارہ است اندریں وقت اے مُشیر
کہ اے مشیر! اس وقت کیا تدبیر ہے؟

گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن
اُس نے کہا یہ ہے کہ تو تکبر اور تدبیر کو چھوڑ
پیشِ[2] اُو آئی بشمشیر و کفن
تلوار اور کفن لے کر اُن کے سامنے چلا جا

گفت آخر نے یکے مردیست فرد
اُس نے کہا آخر کیا وہ ایک تنہا انسان نہیں ہے؟
گفت منگر خوار در فردیٔ مرد
اُس نے کہا مرد کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ

چشم[3] بکشا قلعہ را بنگر نکو
آنکھیں کھول قلعہ کو غور سے دیکھ
ہمچو سیمابست لرزاں پیشِ او
اُن کے سامنے پارے کی طرح تھرا رہا ہے

شستہ در زیں آنچناں محکم پے ست
وہ زین پر اس قدر ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے
گوئیا شرقی و غربی با ویست
گویا شرقی اور غربی اُس کے ساتھ ہیں

چند کس ہمچوں فدائی تاختند
چند شخص قربانی کی طرح دوڑ پڑے
خویشتن را پیشِ او انداختند
انھوں نے اپنے آپ کو اُن کے سامنے لے جا ڈالا

ہریکے را اُو بگرزے می فگند
انھوں نے ہر ایک کو گرز سے پھینک دیا
سرنگونسار اندر اقدامِ سمند
گھوڑے کے قدموں میں اوندھا

دادہ بُودش صنعِ حق جمعیتے
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ان کو جمعیت قلبی عطا فرمادی
کہ ہمیزد یک تنہ بر اُمتے
کہ تنہا ایک قوم پر حملہ کر دیتے تھے

[1] چونکہ جعفرؓ۔ جب وہ قلعہ پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ ان کی ہمت کے سامنے حقیر تھا۔ یک سوارہ۔ وہ تنہا قلعہ پر حملہ آور ہو گئے اور دشمن نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ زہرہ نے۔ کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ ان کے مقابلہ پر آتا۔ اہلِ کشتی۔ جو تیرنا بھی نہ جانتا ہو اور کشتی کی پناہ میں دریا کا سفر کرے وہ ناکے کے مقابلہ میں کیسے آسکتا ہے۔ روی۔ بادشاہ نے اس معاملہ میں وزیر سے مشورہ کیا۔

[2] پیشِ او۔ یعنی ان کے مقابلہ میں تکبر اور جنگ نہ کریں بلکہ عاجزانہ تلوار اور کفن لے کر سامنے چلے جائیں جس میں اشارہ ہوتا تھا کہ ہم اپنی تلوار لائے ہیں کہ اس سے ہمیں قتل کردو اور کفن بھی ساتھ لائے ہیں کہ دفن کردو۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر وہ تنہا ہی تو ہیں اس قدر خوف زدہ کیوں ہوں۔ وزیر نے کہا ان کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ۔

[3] چشم بکشا۔ آنکھیں کھول کر دیکھ کہ قلعہ یا اس کے باشندے سیماب کی طرح لرز رہے ہیں۔ گوئیا۔ گویا مشرق اور مغرب کے لوگ اُس کے ساتھ ہیں۔ چند کس۔ ابتدا میں چند لوگ قربانی کے بکروں کی طرح اُن کی طرف دوڑے۔ ہر یکے۔ انھوں نے ہر ایک کو سرنگوں کر کے گھوڑے کے قدموں میں گرادیا۔ جمعیتے۔ یعنی اطمینان قلبی۔

چشمِ[1] من چوں دید رُوئے آں قباد — کثرتِ اعداد از چشمم فتاد

جب میری آنکھ نے اُس شاہِ معظم کا چہرہ دیکھا — دشمنوں کی کثرت کی میری نظر میں وقعت نہ رہی

اختراں بسیار خورشید ار یکسیت — پیشِ او بنیادِ ایشاں مُندَ کیست

اگر ستارے بہت اور سورج ایک ہے — اُس کے سامنے اُن کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے

گر ہزاراں مُوش پیش آرند سَر — گربہ را نے ترس باشد نے حذر

اگر ہزاروں چوہے سر اُبھاریں — بلی کو نہ ڈر ہے نہ خوف

کہ بہ پیش آید مُوشاں اے فلاں — نیست جمعیت درونِ جانِ شاں

اے فلاں! چوہے کب سامنے آتے ہیں؟ — اُن کی جان میں جماؤ نہیں ہے

ہست[2] جمعیت بصورتہا فُشار — جمعِ معنٰی خواہ ہیں از کردگار

صورتوں کے اعتبار سے کثرت لغو ہے — ہاں، خدا سے باطن کی جمعیت مانگ

نیست جمعیت زبسیاریِ جسم — جسم را برباد قائم داں چواسم

جسموں کی کثرت سے جمعیت نہیں ہے — جسم کو نام کی طرح ہوا پر قائم سمجھ

دردلِ مُوش ار بُدے جمعیتے — جمع گشتے چند مُوش از حمیتے

چوہے کے دل میں اگر جمعیت ہوتی — اپنایت سے چند چوہے جمع ہو جاتے

برزدندے چوں فدائی حملۂ — خویش را بر گربۂ بے مُہلۂ

ایک حملہ میں فدائی کی طرح دے مارتے — بلی پر اپنے آپ کو، بلا مہلت

آں[3] یکے چشمش بکندے از ضراب — واں دگر گوشش دریدے ہم بناب

ایک، ضرب سے اُس کی آنکھ نکال لیتا — دوسرا، کچلی سے اُس کا کان پھاڑ دیتا

واں دگر سُوراخ کردے پہلویش — از جماعت گم شُدے بیروں شوش

دوسرا اُس کے پہلو میں سُوراخ کر دیتا — مجمع کی وجہ سے، اُس کا بھاگنا ممکن نہ ہوتا

لیک جمعیت ندارد جانِ مُوش — بجہد از جانش ببانگِ گربہ ہُوش

لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی ہے — بلی کی آواز سے اس کی جان کا ہوش بھاگ جاتا ہے

خشک گردد مُوش ازاں گربہ عیار — گر بُود اعدادِ مُوشاں صد ہزار

اس مکار بلی سے چوہا خشک ہو جاتا ہے — خواہ چوہوں کا شمار لاکھوں میں ہو

از رمہ انبُہ چہ غم قصّاب را — انبہیِ ہُش چہ بندد خواب را

گلّے کے مجمع سے قصائی کو کیا فکر؟ — ہوش کی کثرت نیند کو کیا روکے؟

---

[1] چشم من۔ وزیر نے کہا میری نظر جب اُس بڑے بادشاہ پر پڑی تو مجھے یقین ہوگیا کہ ایسے بہادر کے سامنے دشمنوں کی تعداد کی کثرت کوئی چیز نہیں ہے۔ اختراں۔ اب مولانا ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں ایک کے مقابلہ میں کثرت کوئی چیز نہیں ہے سورج کے مقابلہ میں ستاروں کی کثرت بے معنی ہے۔ گر ہزاراں۔ ایک بلی کے مقابلہ میں سیکڑوں چوہے بے وقعت ہیں۔ نیست۔ چوہوں کی جمعیتِ قلبی نہیں ہے۔

[2] ہست جمعیت۔ جسموں اور صورتوں کی کثرت اور جمعیت بیکار ہے۔ جسم۔ جسم اور نام کی کوئی حقیقت واقعیہ نہیں ہے۔ حمیت۔ اپنے کی طرفداری، حفاظت۔ برزدندے۔ فدائیوں کی طرح بلی پر حملہ آور ہو جاتے۔

[3] آں یکے۔ کوئی اُس کی آنکھ پھوڑتا کوئی اس کے کان کاٹتا۔ واں دگر۔ کوئی اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا۔ بیروں شو۔ مخلص۔ لیک۔ چوہوں میں جمعیت قلبی نہیں ہے بلی کی آواز سے اُن کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ از رمہ۔ ایک قصاب کے مقابلہ میں بکریوں کا گلہ بے معنی ہے۔

مَالِکُ[1] المُلک ست جمعیت دہد
وہ مالک الملک جمعیت دیتا ہے
شیر را تا بر گلہ گوراں جہد
شیر کو یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلے پر کود پڑتا ہے

درزمانے شاں بسازد ترت و مرت
تھوڑی دیر میں اُن کو زیر و زبر کر دیتا ہے
کس نیارد گفتنش از راہ پُرت
کوئی اس سے نہیں کہہ سکتا کہ راستہ سے ہٹ

صد ہزاراں گور. دہ شاخ دلیر
لاکھوں گورخر، دس سینگوں والے، بہادر
چوں عدم باشند پیشِ ہول شیر
شیر کے خوف کے آگے کالعدم ہو جاتے ہیں

مالک الملک ست بدہد مُلکِ حُسن
مالک الملک ہے جو حُسن کی سلطنت عطا کر دیتا ہے
یوسفےؑ راتا بُود چوں ماءِ مُزن
ایک یوسفؑ کو، یہاںتک کہ وہ ابر کے پانی کی طرح بن جاتا ہے

در[2] رُخے بنہد شعاعِ اخترے
کسی رُخسار میں ستارے کی چمک رکھ دیتا ہے
کہ شود شاہے غلامِ دُخترے
حتیٰ کہ بادشاہ، ایک لونڈی کا غلام بن جاتا ہے

بنہد اندر رُوئِ دیگر نُورِ خود
دوسرے چہرے میں اپنا نور رکھ دیتا ہے
کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد
حتیٰ کہ وہ آدھی رات میں اچھے اور برے کو پہچان لیتا ہے

یوسفؑ و موسیٰؑ ز حق بُردند نُور
یوسفؑ اور موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے نور حاصل کیا تھا
در رُخ و رُخسار و در ذاتُ الصُّدور
رُخ اور رُخسار میں اور سینوں والے دل میں

رُوئِ موسیٰؑ بارقے انگیختہ
حضرت موسیٰؑ کے چہرے سے ایک برق پیدا کرتا تھا
پیشِ رُو اُو توبرہ آویختہ
اُن کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا ہوا تھا

نُورِ[3] رُویش آنچناں بُردے بصر
اُن کے چہرے کا نور اس طرح بینائی کو اُچک لیتا
کہ زمرّد از دو دیدہ مارِ کر
جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے

اُوز حق درخواستہ تا توبرہ
انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تاکہ نقاب
گردد آں نورِ قوی را سَاترہ
اُس قوی نور کو چھپانے والا بن جائے

توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں
فرمایا، نقاب اپنی کملی کا بنا لو، ہاں
کاں لباسِ عارفے آمد امیں
کیونکہ وہ عارف کا لباس ہے

کاں کسا از نور صبرے یافتہ است
کیونکہ اُس کملی نے نور سے صبر حاصل کر لیا ہے
نورِ جاں در تار و پودش تافتہ است
جان کا نور اُس کے تانے اور بانے میں روشن رہا ہے

---

[1] مَالِکُ المُلک ۔جب خدا جمعیت قلبی عنایت کر دیتا ہے تو شیر گورخروں کے گلے پر حملہ کر دیتا ہے ۔ترت ومرت ۔تا اور میم کے فتح کے ساتھ زیر و زبر ۔پرت ۔پا کے ضمہ کے ساتھ، جا راستہ سے ہٹ ۔گور۔گورخر۔ مالک الملک ۔اللہ کی عطا صرف جمعیت قلبی نہیں ہے بلکہ اس کی اور بھی عطایا ہیں یوسفے ۔کوئی حسین ۔ماءِ مزن ۔ابر کا صاف پانی۔

[2] در رخے ۔کسی حسین کے رُخ میں ستارے کی چمک پیدا فرما دیتا ہے، جس کی وجہ سے ایک شاہ لونڈی کا غلام بن جاتا ہے ۔بنہد ۔حسنِ ظاہر کے علاوہ حسن باطن قائم کر دیتا ہے تو وہ بزرگ آدھی رات میں بھی نیک و بد کو پہچان جاتا ہے ۔یوسف و موسیٰ ۔حضرت یوسفؑ کے رُخ کا نور مشہور ہے، تجلی طور کے بعد حضرت موسیٰ کے چہرے میں بھی ایسا نور پیدا ہو گیا تھا جس کو دیکھنے کی ہر شخص تاب نہ لاتا تھا ۔ذات الصدور ۔قلب ۔روی ۔حضرت موسیٰ کے منہ پر ایسی چمک تھی کہ کوئی اس کو دیکھ نہ سکتا تھا اس لیے انھوں نے منہ پر نقاب ڈالنا شروع کر دیا تھا ۔بارق ۔برق، چمک ۔توبرہ ۔یعنی نقاب۔

[3] نورِ رویش ۔حضرت موسیٰ کے چہرے کا نور دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں ۔زمرد ۔زمرد پتھر پر اگر سانپ کی نظر پڑ جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے یہ ایک مشہور بات ہے ۔مار کر ۔سانپ کی ایک قسم بہری ہے جس کا زہر قاتل ہے ۔ساترہ ۔چھپانے والی ۔توبرہ گفت ۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے جواب میں فرمایا کہ اپنی کملی کا نقاب بنا کر لیا کرو اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس نور کا تحمل کر لے گی کوئی کپڑا اس نور کے چھننے کو نہ روک سکے گا ۔عارفے ۔یعنی حضرت موسیٰ ۔کسا ۔چادر، کملی ۔نور ۔حضرت موسیٰ کی کملی ان کے نور کو برداشت کرتی تھی اور اس کا تانا بانا نور سے روشن تھا۔

جُز چنیں خرقہ نخواہد شُد صِوان[1] | نُورِ ما را برنتابد غیرِ آں
اس کملی کے سوا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا | اُس کے سوا ہمارے نور کو برداشت نہیں کر سکتا

کوہِ قاف - ارپیش آید بہرِ سدّ | ہمچو کوہِ طور نورش بر درد
اگر روک کے لیے کوہِ قاف سامنے آ جائے | نور، اُس کو کوہ طور کی طرح پھاڑ دے

از کمالِ قدرت ابدانِ رِجال | یافت اندر نُورِ بیچوں اِحتمال
قدرت کے کمال کی وجہ سے مردانِ خدا کے جسموں نے | بے کیف نور میں تحمّل پایا ہے

آنچہ طورش برنتابد ذرّہٗ | قدرتش جا سازد از قارورہٗ
جس کے ذرے کو طور نہ برداشت کرے، | قدرت ایک شیشہ میں اُسکی جگہ بنا دیتی ہے

آنچہ طورش برنتابد اے کیا | قدرتش اندر زُجاجے ساخت جا
اے پاکیزہ! جس کو طور نہ برداشت کر سکا | قدرت نے ایک شیشہ میں اس کی جگہ بنا دی

گشت[2] مشکوٰۃِ زجاجی جایِ نور | کہ ہمی درّد ز نورِ آں قاف و طور
شیشے والا طاقچہ، نور کی جگہ بن گیا | کہ جس کے نور سے کوہ قاف اور طور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے

جسمِ شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زُجاج | تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج
اُن کے جسم کو طاقچہ اور اُن کے دل کو شیشہ سمجھ | یہ چراغ عرش اور آسمان پر روشن ہوا

نورِ شاں حیرانِ ایں نُور آمدہ | چوں ستارہ زیں ضُحٰی فانی شُدہ
اُن کا نور اِس نور سے حیران ہو گیا | ستارے کی طرح اس چاشت کے وقت سے غائب ہو گیا

زیں حکایت کرد آں ختمِ رُسُل | از ملیکِ لَا یَزَالُ لَمْ یَزَلْ
رسولوں کے خاتم نے اسی سے یہ حکایت کی ہے | شہنشاہ ابدی اور ازلی سے

کہ[3] نگنجیدم در افلاک و خلا | در عقول و در نفوسِ باعُلا
کہ میں آسمانوں اور فضا میں نہیں سماتا ہوں | علوی عقلوں میں اور نفوس میں

دردلِ مُومن بگنجیدم چو ضیف | بے زچون و بے چگونہ بے ز کیف
مومن کے دل میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں | بغیر چوں اور بغیر چگون اور بغیر کیف کے

تا بدلالیِ آں دل فوق و تحت | یابد ازمن پادشاہیہائے بخت
تاکہ اُس دل کے واسطہ سے اُوپر اور نیچے | مجھ سے نصیبہ کی بادشاہیاں حاصل کریں

---

1. صواں - جامہ دان - کوہ قاف - کوہ قاف جو کوہ طور سے بڑا مانا جاتا ہے وہ رکاوٹ بنے گا تو کوہ طور کی طرح پارہ پارہ ہو جائے گا - از کمال - اللہ تعالیٰ کا کمالِ قدرت ہے کہ اُس نے قلب مومن میں اُس نور کے تحمل کی طاقت پیدا کر دی ہے - قارورہ - شیشہ یعنی قلب - کیا - پاکیزہ - زجاج - شیشہ یعنی قلب -
2. گشت - قرآن پاک میں ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ "اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ہے کہ ایک طاقچہ ہو جس میں چراغ ہے وہ چراغ شیشہ میں ہے" مولانا نے طاقچہ سے مومن کا جسم مصباح سے نورِ حق اور زجاجہ سے قلب مومن مراد لیا ہے - تافتہ - مردِ کامل جبکہ تخلیقِ عالم کا سبب ہے گویا وہ عرش و افلاک کے نور سے حیران ہے اور اُس کے مقابلہ میں مضمحل ہے - زیں - چونکہ عرش و افلاک پر نور، قلب مومن کے واسطہ سے ہے اسی لیے اس حدیثِ قدسی میں یہ مضمون آیا ہے جو آئندہ اشعار میں مذکور ہے -
3. کہ نگنجیدم - یہ اس حدیث قدسی کا مفہوم ہے جو صوفیوں میں مشہور ہے - خلاء - یعنی آسمانوں کے اوپر - باعُلا - علوی - ضیف - مہمان محترم ہوتا ہے - بے زچوں - اس نورِ حق کا قلب سے تعلق بے کیف ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مظروف کا ظرف سے ہوتا ہے - تا بدلالی - اس قلب کے واسطے اور دلالی سے علوی اور سفلی مجھ سے فیض حاصل کریں -

بے[1] چنیں آئینہ ایں خوبیِ من — برنتابد نے زمین و نے زمن

ایسے آئینہ کے بغیر میرے اس حُسن کو — کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ زمانہ

بَر دوکون اسپ ترحّم تاختیم — پس عریض آئینۂ برساختیم

ہم نے دونوں جہان پر رحم کا گھوڑا دوڑا دیا — پھر ہم نے بہت وسیع آئینہ بنایا

ہردمے زیں آئینہ پنجاہ عُرس — بنگر آئینہ ولے شرحش مپرس

ہروقت اس پچاس شادیوں والے آئینہ سے — آئینہ کو دیکھ لیکن اُس کی شرح نہ پوچھ

حاصل آں کز لبس خویشش پردہ ساخت — کہ نفوذِ آں قمر را می شناخت

خلاصہ یہ ہے کہ ان موسیٰ نے اپنے لباس سے نقاب بنایا — کیونکہ وہ اُس چاند کے نفوذ کو پہچانتے تھے

گر بُدے پردہ ز غیرِ لبسِ اُو — پارہ گشتے گر بُدے کوہِ دو تو

اگر اُن کے لباس کے سوا کا نقاب ہوتا — ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اگر دو گونے پہاڑ کا ہوتا

زاہنیں[2] دیوارہا نافذ شُدے — توبرہ باُنورِ حق چہ فن زدے

لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا — نقاب اللہ تعالیٰ کے نور کے سامنے کیا ہُنر دکھاتا

گشتہ بُود آں توبرہ صاحب تفے — بُود وقتِ شور خرقہ عارفے

وہ نقاب شورش (عشق) کا ساتھی رہا تھا — وہ شورش کے وقت ایک عارف کا خرقہ تھا

گشتہ بُود آں توبرہ ستارِ نُور — زانکہ بُود از خرقۂ یک باحضور

وہ نقاب نور کا پردہ پوش رہا تھا — کیونکہ وہ ایک حاضر باش کی کفنی (کا جزو) تھا

زاں شود آتش رہینِ سوختہ — کوست باآتش ز پیش آموختہ

آگ اسی لیے سوختہ کی مرہون ہوتی — کیونکہ وہ پہلے سے آگ سے سدھا ہوا ہے

وز ہوایِ و عشقِ آں نورِ رشاد — خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد

اُس ہدایت کے نور کے عشق و محبت سے — خود (حضرت) صفورا نے دونوں آنکھیں برباد کر دیں

اولاً[3] بربست یک چشم و بدید — نورِ رُویِ اُو و آں چشمش پرید

پہلے ایک آنکھ بند کی اور دیکھا — ان کے چہرے کا نور اُن کی وہ آنکھ غائب ہو گئی

بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر — برکشاد و کرد خرجِ آں قمر

اُس کے بعد اُن کو صبر نہ رہا اور دوسری — کھول دی اور اُس چاند پر خرچ کر دی

ہمچناں مردِ مجاہد ناں دہد — چوں برُوز و نورِ طاعت جاں دہد

اسی طرح مجاہد آدمی روٹی دیتا ہے — جب اُس پر اطاعت کا نور حملہ کرتا ہے، جان دے دیتا ہے

---

[1] بے چنیں۔ قلب مومن کے واسطے کے بغیر علوی اور سفلی میری تجلی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بر دوکون۔ قلب مومن کو آئینہ تجلیات بنا دینے میں اللہ کا بڑا کرم ہے۔ عریض۔ آئینہ۔ یہ قلب مومن کی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ مصرع سنئے تو دلِ عاشق پہلے تو زمانہ ہے۔ ہردمے۔ اس آئینہ کے احوال کا اجمالی ذکر کرنے سے تشریح میں نہ جا۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد جب حضرت موسیٰ نے اپنی کملی کو نقاب بنا لیا چونکہ ان کو معلوم تھا کہ اور کوئی چیز اُس نور کے نفوذ کو نہ روک سکے گی۔ گر بُدے۔ پہاڑ کا دوگنا حجم بھی ہو تو وہ اس نور کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جائے۔

[2] زاہنیں۔ وہ نورِ حق لوہے کی دیواروں کو بھی پار کر جاتا ہے۔ گشتہ۔ حضرت موسیٰ کی کملی نے عشق کی حرارت اور شورش کو برداشت کیا تھا۔ عارف۔ حضرت موسیٰ۔ باحضور۔ یعنی قربِ الٰہی۔ سوختہ۔ وہ کپڑا جس کے ذریعہ آگ سلگائی جائے۔ صفورا۔ حضرت موسیٰ کی زوجۂ مطہرہ۔

[3] اولاً۔ حضرت صفورا نے پہلے ایک آنکھ بند کر کے ایک آنکھ سے اس نور کو دیکھا تو وہ آنکھ جاتی رہی۔ بعد ازاں۔ پھر دوسری آنکھ سے دیکھا وہ بھی جاتی رہی۔ ہمچناں۔ مجاہدہ کرنے کا پہلا درجہ لذتوں کو ترک کرنا ہے پھر جب محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو جان کو فنا کر دیتا ہے اور مقامِ فنا میں پہنچ جاتا ہے۔

پس زنے گفتش ز چشم عبہری[1] — کہ ز دستت رفت حسرت میخوری

اُن سے ایک عورت نے کہا، نرگسی آنکھوں سے — جو تمھارے ہاتھ سے چلی گئیں، تم حسرت کرتی ہو؟

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار — دیدہ بُودے تا ہمی کردم نثار

انھوں نے کہا، مجھے حسرت ہے کہ ایک لاکھ — آنکھیں ہوتیں تاکہ میں نثار کر دیتی

روزنِ چشم زمہ ویراں شُدست — لیک مہ چوں گنج در ویراں شُد ست

میری آنکھ کا دریچہ، چاند سے ویران ہوا ہے — لیکن چاند خزانہ کی طرح ویرانہ میں آ گیا ہے

کے[2] گذارد گنج کایں ویرانہ ام — یاد آرد از رواق و خانہ ام

خزانہ کب موقع دے گا کہ یہ میرا ویرانہ — میرے محل اور گھر کو یاد کرے؟

حق شنید ایں زود چشم باز داد — دیدِ موسیٰ را ز نورش ساز داد

اللہ (تعالیٰ) نے یہ سنا فوراً میری آنکھیں لوٹا دیں — حضرت موسیٰ کے دیدار کے لیے انکے نور سے ساماں دیدیا

از نظر آں نور زُو پنہاں نشُد — از خزینہ خاص بُد ویراں نشُد

وہ نور، اُن کی نظر سے غائب نہ ہوا — خاص خزانہ کا تھا، ویران نہ ہوا

نُورِ رُویِ یوسفیؑ وقتِ عبور — می فتادے در شُباک و در قصور

حضرت یوسفؑ کے چہرے کا نور گذرتے وقت — جالیوں اور محلات پر پڑتا تھا

پس بگفتندے درونِ خانہ در — یوسفستؑ ایں سُو بسیراں درگذر

لوگ گھر میں کہا کرتے تے — یوسفؑ اس طرف چلتے ہوئے گذر رہے ہیں

زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع — فہم کردندیش اصحابِ بقاع

کیونکہ وہ دیوار پر شعاع دیکھتے تھے — اُس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے

خانہ[3] را کش دریچہ ست آں طرف — دارد از سیرانِ آں یوسفؑ شرف

جس گھر کی کھڑکی اس طرف ہے — اُس یوسفؑ کے چلنے سے شرف رکھتا ہے

ہیں دریچہ سُویِ یوسفؑ باز کُن — وز شگافش فرجہٖ آغاز کُن

خبردار! یوسفؑ کی جانب کھڑکی کھول لے — اُس کے شگاف سے تفریح شروع کر

عشق ورزی آں دریچہ کردن ست — کز جمالِ دوست سینہ روشن ست

عشق کرنا، وہ کھڑکی بنانا ہے — کیونکہ دوست کے حسن سے سینہ روشن ہے

---

[1] عبہری۔ نرگس کی وہ قسم جس کا پھول درمیان میں سے زرد ہوتا ہے اگر درمیانی حصہ کالا ہوتو وہ شہلا کہلاتی ہے۔ گفت۔ حضرت صفورا نے فرمایا حسرت تو اس کی ہے کہ لاکھوں آنکھیں کیوں نہ ہوئیں کہ ان سب کو قربان کر دیتی۔ روزن۔ اگرچہ میری آنکھ کا دریچہ ویران ہو گیا اور اس میں بصارت نہ رہی لیکن اب اس ویرانہ میں اُس حسن کا دفینہ ہے۔

[2] کے گذارد۔ اب میں اس خزانہ کی وجہ سے پورے جسم سے بے نیاز ہوں۔ حق۔ حضرت صفورا کی یہ گفتگو حضرت حق کو پسند آئی اور اس نے ان کی آنکھیں فوراً لوٹا دیں، اپنا نور عنایت کر دیا جس سے وہ حضرت موسیٰ کا دیدار کر سکیں۔ از نظر۔ اب وہ نور چونکہ نور خداوندی تھا اس لیے اس نے اس جمال موسوی کو برداشت کر لیا۔ نور روی یوسفی۔ حضرت موسیٰ کے جمال کے بیان سے فارغ ہو کر حضرت یوسفؑ کے جمال کا ذکر شروع کیا ہے۔ شباک۔ جالی۔ پس۔ جب نور جالیوں سے جھلکتا تھا تو گھر والے سمجھ جاتے تھے کہ حضرت یوسفؑ ادھر سے گذر رہے ہیں۔ بقاع۔ بقعہ کی جمع ہے سرزمین۔

[3] خانہ۔ اب یہاں سے محبوب حقیقی کی تجلی کا ذکر شروع کیا ہے یعنی جس دل کا دریچہ محبوب حقیقی کی جانب کھلا ہوتا ہے وہ اس محبوب حقیقی کی تجلیات سے فیض یاب ہوتا ہے۔ ہیں۔ انسان کو دل کی کھڑکی حضرتِ حق تعالیٰ کی جانب کھولنی چاہیے اور پھر عالم ملکوت کی سیر اور تفریح کرنی چاہیے۔ عشق۔ کھڑکی کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے عشق کر۔

پس[1] ہمارہ رُوئِ معشوقہ نگر　　ایں بدستِ تُست بشنو اے پسر
ہمیشہ معشوقہ کا رُخ دیکھتا رہ　　اے بیٹا! سن لے یہ تیرے قبضہ میں ہے

راہ کُن در اندرونہائے خویش را　　دور کُن ادراکِ غیر اندیش را
اپنے باطنوں میں راستہ بنا　　دوسرے کو سوچنے والے احساس کو دور کر دے

کیمیا داری دوائے پوست کن　　دشمناں را زیں صناعت دوست کن
تو کیمیا رکھتا ہے، کھال کا علاج کر لے　　اس ہنر سے، دشمنوں کو دوست بنا لے

چوں شُدی زیبا بداں زیبا رسی　　کہ رہاند رُوح را از بیکسی
جب تو حسین ہو جائے گا اُس حسین تک پہنچ جائے گا　　جو رُوح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے

پرورش[2] مر باغِ جانہا رانمش　　زندہ کردہ مُردۂ غم را دمش
جانوں کے باغ کی اُس کی نمی سے پرورش ہے　　غم کے مارے ہوئے کو اس کے دم نے زندہ کر دیا ہے

نے ہمہ مُلکِ جہانِ دوں دہد　　صد ہزاراں مُلکِ گونا گوں دہد
صرف یہ نہیں ہے کہ وہ کمتر جہان کا ملک عطا کرتا ہے　　بلکہ لاکھوں، قسما قسم ملک عطا کرتا ہے

برسرِ ملکِ جمالش داد حق　　مُلکتِ تعبیر بے درس و سبق
اُن کے حسن کے علاوہ اللہ (تعالیٰ) نے عطا فرمائی　　تعبیر کی مملکت، بغیر درس اور سبق کے

مُلکتِ حُسنش سُوئِ زنداں کشید　　ملکتِ علمش سُوئِ کیواں کشید
حسن کی مملکت نے اُن کو قید خانہ کی جانب کھینچا　　علم کی مملکت اُن کو زحل کی جانب لے گئی

شہ[3] غلامِ اُو شُد از علم و ہنر　　ملکِ علم از ملکِ حُسن آسودہ تر
علم اور ہنر کی وجہ سے بادشاہ اُن کا غلام بنا　　علم کی مملکت حُسن کی مملکت سے زیادہ اچھی ہے

رجوع بحکایتِ آں شخصِ وام کردہ، و آمدنِ اُو بامیدِ عنایتِ آں محتسب بسُوئِ تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اُس کا محتسب کی مہربانی کی امید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریبِ ممتحن از بیمِ وام　　در رہ آمد سُوئِ آں دارالسلام
وہ مصیبت کا مارا، پردیسی قرض کے ڈر سے　　اُس دارالسلام کی جانب، راستہ میں آیا

شُد سُوئِ تبریز و کُوئے گلستاں　　خفتہ امیدش فرازِ گل ستاں
تبریز اور گلستان کے کوچہ کی طرف چلا　　اُس کی امید پھولوں کی سیج پر چت لیٹی تھی

---

[1] پس ہمارہ۔ اس طور پر تو معشوقِ حقیقی کا مشاہدہ کر سکے گا۔ یہ تیری اختیاری بات ہے۔ راہ کن۔ انفس میں جو آیاتِ الٰہیہ ہیں ان پر غور کر اور غیر اللہ کے خیال کو دور کر دے۔ کیمیا۔ معشوقِ حقیقی کی طرف دریچہ کھولنا ایسی کیمیا ہے کہ تو اس سے نفسانی رذائل دور کر سکتا ہے اور دشمنوں یعنی شیطان وغیرہ کو رام کر سکتا ہے۔ چوں شدی۔ جب تو کھال کا علاج کر کے حسین بن جائیگا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گا کیونکہ وہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور پھر وہ تیری روح کو بیکسی سے نجات دیدیگا۔

[2] پرورش۔ اُس کی رحمت کی ادنیٰ بارش تیری رُوح کے باغ کو شاداب کر دے گی اور تیری مردگی دور کر دے گی۔ نے ہمہ۔ اس کی عطا صرف دنیا کی دولتیں نہیں ہیں وہ اس طرح کی صدہا سلطنتیں عطا کر دیتا ہے۔ برسر۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے صرف حسن کی سلطنت ہی نہیں خواب کی تعبیر کی مملکت بھی عطا کی تھی۔ مملکت۔ ان کا حسن قید خانہ کا سبب بنا اور خواب کی تعبیر کا علم بلندی اور زحل پر لے گیا شاہِ مصر نے ان کو مقرب بنایا۔

[3] شہ غلام۔ شاہِ مصر ان کا فرمانبردار بن گیا معلوم ہوا کہ علم کی سلطنت زیادہ آرام دہ ہے۔ آں غریب۔ وہ پردیسی مقروض عطا حاصل کرنے کے لیے تبریز کی جانب روانہ ہوا۔ دارالسلام۔ یعنی تبریز۔ ستاں۔ چت لیٹنا۔

زد[1] ز دارُالملک تبریزِ سنی — بر اُمیدش روشنی بر روشنی
چمکدار، پایۂ تخت تبریز سے بڑی — اُس کی اُمید پر، روشنی پر روشنی

جانش خنداں شُد ازاں روضۂ رجال — از نسیمِ یوسف و مصرِ وصال
اس باغِ مرداں سے اُس کی روح خوش ہو گئی — یوسف کی نسیم اور وصال کے مصر سے

گفت یَا حَادِیْ اَنِخْ لِیْ نَاقَتِیْ — جَآء اِسْعَادِیْ وَطَارَتْ فَاقَتِیْ
بولا، اے حدی خواں میری اونٹنی بٹھا دے — میری کامیابی آ گئی اور میرا فاقہ اُڑ گیا

اُبْرُکِیْ یَانَاقَتِیْ طَابَ الْاُمُوْر — اِنَّ تَبْرِیْزًا مُنَاجَاتُ الصُّدُوْر
اے میری اونٹنی بیٹھ جا، کام خوب ہو گئے — بیشک تبریز سینوں کی گفتگو کی جگہ ہے

اِسْرِحِی نَاقَتِیْ حَوْلَ الرِّیَاض — اِنَّ تَبْرِیْزًا لَّنَا نِعْمَ الْمَفَاض
اے میری اونٹنی! باغوں کے گرد چرتی رہ — بے شک تبریز ہمارے لیے بہترین فیض کی جگہ ہے

ساربانا[2] بار بکشا ز اشتراں — شہرِ تبریز ست و کوی دلستاں
اے ساربان! اونٹوں سے سامان کھول دے — شہر تبریز ہے اور محبوب کا کوچہ ہے

فرِ فردوسی ست ایں فالیز را — شعشعۂ عرشی ست ایں تبریز را
اس چمن کے لیے جنت کی سی شان ہے — اس تبریز کے لیے عرشی نور ہے

ہر زمانے موجِ رُوحِ انگیزِ جاں — از فرازِ عرش بر تبریزیاں
ہر وقت جان کی روح انگیز موج ہے — تبریز والوں پر، عرش کے اوپر سے

چوں وُثاقِ محتسب جُست آں غریب — خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب اُس پردیسی نے محتسب کا مکان ڈھونڈا — لوگوں نے کہا کہ وہ محبوب گذر گیا

اُوپریر از دارِ دنیا نقل کرد — مرد و زن از واقعہ اُو رُوی زرد
وہ پرسوں دارِ دُنیا سے انتقال کر گیا — مرد و زن اس کے حادثہ سے زرد رُو ہیں

رفت آں طاوسِ عرشی سُوی عرش — چوں رسید از ہاتفانش بُوی عرش
وہ عرشی مور، عرش کی جانب چلا گیا — جبکہ اُس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی

سایہ[3] اش گرچہ پناہِ خلق بُود — در نورد دید آفتابش زُود زُود
اس کا سایہ اگرچہ لوگوں کی پناہ تھا — اُس کو سورج نے جلد جلد لپیٹ دیا

راند اُو کشتی ازیں ساحل پریر — گشتہ بُود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
اُس نے پرسوں اس ساحل سے کشتی روانہ کر دی — وہ خواجہ اس غمکدے سے سیر ہو گیا تھا

---

[1] زد۔ تبریز سے اُس کی بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ سنی۔ روشن۔ روضہ۔ یعنی تبریز۔ رجال۔ یعنی عطا کے طلب گار۔ یوسف۔ یعنی محتسب۔ مصر۔ مصرِ وصال، مصر میں حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ سے وصل ہوا تھا یہاں تبریز مراد ہے۔ ہادی۔ اونٹ کو تیز چلانے کے لیے حدی کے اشعار پڑھنے والا۔ مناجات الصدور۔ یعنی وہ جگہ ہے جس کے بارے میں، میں دل دل میں باتیں کیا کرتا تھا۔

[2] ساربان۔ اونٹ والا۔ فالیز۔ کھیت۔ شعشعہ۔ چمک۔ وثاق۔ گھر۔ بگذشت۔ یعنی دنیا سے گذر گیا۔ آں حبیب۔ محتسب۔ پریر۔ پرسوں۔ طاؤس۔ عرشی یعنی محتسب۔

[3] سایہ اش۔ محتسب کی ذات سے مخلوق کو راحت تھی۔ آفتاب۔ یعنی موت۔ سیر۔ اب محتسب دنیا کی زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

نعرہ[1] زد مرد و بیہوش اُوفتاد — گوئیا اُو نیز درپے جاں بداد

اُس شخص نے نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا — گویا اُس نے بھی (اُس کے) پیچھے جان دے دی

پس گُلاب و آب بر رُویش زوند — ہمرہاں بر حالتش گریاں شُدند

لوگوں نے اُس کے مُنہ پر گلاب اور پانی چھڑکا — ساتھی اُس کی حالت پر رونے لگے

تاشب بیخویش بُود و بعد ازاں — نیم مُردہ باز گشت از غیب جاں

وہ رات تک بے ہوش تھا اور اس کے بعد — جان، غیب سے نیم مردہ واپس ہوئی

باخبر شُدنِ آن غریب از وفاتِ آں محتسب و استغفارِ اُو از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یادِ نعمت ہای حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و اِنابت بحق از جُرمِ خود ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا

اُس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا، پھر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں وہ وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی

چوں[2] بہوش آمد بگفت اے کردگار — مجرمم بُودم بخلق اُمیدوار

جب وہ ہوش میں آیا بولا، اے خدا! — میں قصور وار تھا کہ مخلوق سے امیدوار ہوں

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جُود — ہیچ آں کُفوِ عطایِ تو نبُود

اگرچہ خواجہ نے بہت جُود و سخا کی — کچھ بھی وہ تیری عطا کا ہمسر نہ تھا

اُو کُلہ بخشید و تو سرِ پُر خِرد — اُو قبا بخشید و تُو بالا و قد

اُس نے ٹوپی دی اور تو نے عقل بھرا سر — اُس نے قبا بخشی اور تو نے قدوقامت

اُو[3] زرم داد و تُو دستِ زر شمار — اُو ستورم داد و تو عقلِ سوار

اُس نے مجھے سونا دیا تو نے سونا گننے والا ہاتھ — اُس نے مجھے سواری دی، تو نے سوار ہونے والی عقل

خواجہ شمعم داد و تو چشمِ قریر — خواجہ نُقلم داد و تو طعمہ پذیر

خواجہ نے مجھے شمع دی اور تو نے ٹھنڈی آنکھ — خواجہ نے مجھے چبینا دیا اور تو نے کھانے کو قبول کرنیوالا

1۔ نعرہ۔ محتسب کی موت کی خبر سے یہ مسافر نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ باخبر۔ جب اُس مسافر کو ہوش آیا تو یہ بھی ہوش آیا کہ غیر اللہ پر بھروسہ کرنا غلطی تھی اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ کی طرف راجع ہوا۔

2۔ چوں بہوش۔ جب اس کو ہوش آیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ گرچہ۔ اس نے خدا سے عرض کیا کہ بے شک محتسب بہت سخی تھا لیکن تیری سخاوت کا ہمسر نہ تھا۔ اُو۔ محتسب نے ٹوپی دی تو سر عنایت کیا اس نے قبا دی تو نے وہ قدوقامت عطا کیا جس سے میں اُس قبا سے فائدہ اُٹھا سکا۔

3۔ اُو۔ محتسب نے سونا عطا کیا تو نے وہ ہاتھ عطا فرمایا جس سے میں نے اُس کو شمار کیا اُس نے سواری دی تو نے عقل دی جس کی وجہ سے میں اُس پر سوار ہو سکا۔ خواجہ۔ محتسب نے مجھے شمع دی تو نے وہ آنکھ دی جس کے ذریعہ شمع میرے لیے کار آمد ہوئی۔ قریر۔ ٹھنڈی۔ نُقل۔ کھانے کی چیز۔ طعمہ پذیر۔ یعنی معدہ۔

اُو[1] وظیفہ داد تو عمر و حیات — وعدہ اش زر وعدۂ تو طیّبات

اُس نے تنخواہ دی، تو نے عمر اور زندگی — اُس کا وعدہ سونا تھا تیرا وعدہ پاک چیزیں

اُو وُثاقم داد و تو چرخ و زمیں — د رُوثاقت اُو وصد چوں اُو سمیں

اُس نے مجھے گھر دیا اور تُو نے آسمان و زمین — تیرے گھر میں وہ اور اُس جیسے سیکڑوں فربہ ہیں

آنچہ اُو داد اے مَلِک ہم از تُو داد — کہ دل و دستِ وُرا کردی تُو راد

اے شاہ! جو اُس نے دیا وہ بھی تیری طرف سے دیا — کیونکہ اُس کے ہاتھ اور دل کو تو نے سخی بنایا

زر ازانِ تُست اُو زر نافرید — نان از آنِ تُست ناں از تُش رسید

سونا تیری ملکیت ہے، اُس نے سونا پیدا نہیں کیا — روٹی تیری ملکیت ہے، روٹی تجھ سے اُسے پہنچی

آں سخا و رحم ہم تُو دادیش — کز سخاوت میفزودے شادیش

وہ سخاوت اور رحم بھی تو نے ہی اس کو دیا — کیونکہ سخاوت سے اُس کی خوشی میں اضافہ ہوتا تھا

من مر اُو را قبلۂ خود ساختم — قبلہ سازِ اصل را انداختم

میں نے اُسی کو اپنا قبلہ بنایا — اصل قبلہ ساز کو نظرانداز کیا

ما کُجا[2] بُودیم کاں دیّانِ دیں — عقل می کارید اندر ما وطیں

ہم کہاں تھے کہ وہ حکم کا حاکم — عقل کو پانی اور مٹی میں بو رہا تھا

چوں ہمیکرد از عدم گردوں پدید — ویں بساطِ خاک را می گسترید

جبکہ وہ آسمان کو عدم سے پیدا کر رہا تھا — اِس خاک کے بستر کو بچھا رہا تھا

زاختراں می ساخت اُو مصباحہا — وز طبائع قُفل با مِفتاحہا

وہ ستاروں سے چراغ بنا رہا تھا — اور طبیعتوں سے قفل، مع کنجیوں کے

اے بسا بنیادہا پنہاں و فاش — مضمر ایں سقف کرد و ایں فراش

اے (مخاطب) بہت سی چھپی اور کھلی بنیادیں — اِس چھت اور اِس بستر میں رکھ دی ہیں

آدمؑ اُصطرلابِ اوصافِ علوست — وصفِ آدمؑ مظہرِ آیاتِ اُوست

آدمؑ بالائی اوصاف کا اُصطرلاب ہیں — آدمؑ کا وصف اُس کی آیات کا مظہر ہے

ہرچہ[3] دروے می نماید عکسِ اُوست — ہمچو عکسِ ماہ کاندر آبِ جُوست

جو اُس میں نظر آتا ہے، اُس کا عکس ہے — جس طرح نہر کے پانی میں چاند کا عکس ہے

بر صُطرلابش نُقوشِ عنکبُوت — بہرِ اوصافِ ازل دارد ثبوت

اُس کے اصطرلاب پر مکڑی کے نقوش ہیں — جو ازلی اوصاف کے ثبوت رکھتے ہیں

---

[1] اُو وظیفہ۔ اُس نے تنخواہ دی تو نے زندگی دی جس کے بغیر وہ تنخواہ بیکار ہوئی۔ سمیں۔ فربہ، توانا۔ آنچہ اُو۔ پھر جو اُس نے دیا اُس میں بھی تیرا کرم شامل ہے کیونکہ تو نے ہی اُس کو سخی بنایا ہے۔ زر۔ وہ جو کچھ دیتا تھا اُس کا نہ تھا تیرا تھا۔ آں سخا۔ اُس میں سخاوت کا مادہ تو نے پیدا کیا تھا اُس کو سخاوت کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ من مر اُو را۔ یہ میری خطا تھی کہ میں نے محتسب کو قبلۂ اُمید بنایا اور جو اُس قبلہ کو بنانے والا ہے اس کو بھلا دیا۔

[2] ماکجا بودیم۔ اب اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے ساتھ مخصوص ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں عقل عنایت کی۔ بساطِ خاک۔ زمین۔ مصباح۔ چراغ۔ قفل۔ یعنی مسببات۔ مفتاحہا۔ اسباب۔ بنیادہا۔ مصنوعات۔ آدمؑ۔ اب اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو خود انسان کے اندر مضمر ہیں۔ اُصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ سورج کے فاصلوں وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا ہے پہلے مصرعہ میں انسان کو اسماءِ الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے دوسرے مصرع میں اُس کو حقائقِ کونیہ کا جامع قرار دیا ہے۔

[3] ہرچہ۔ چونکہ انسان اسماءِ الٰہی اور حقائق کا مظہر ہے تو اس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ خدا کا عکس ہے جس طرح چاند کا عکس دریا کے پانی میں نظر آتا ہے۔ عنکبوت۔ مکڑی، اُصطرلاب کا پہلا پرت مکڑی کے جالے کی طرح سوراخ دار ہوتا ہے یعنی صفاتِ انسانی اللہ کے صفات کا ثبوت ہیں۔

تا ز[1] چرخِ غیب وز خورشیدِ رُوح — عنکبوتش درس گوید از شرُوح

تاکہ غیب کے آسمان اور رُوح کے سُورج کا — اُس کی مکڑی مع شرحوں کے سبق پڑھائے

عنکبوت و ایں صُطرلابِ رشاد — بے منجّم در کفِ عام اُوفتاد

مکڑی اور یہ رہنمائی کا اصطرلاب — نجومی کے بغیر، عوام کے ہاتھ آ گیا

انبیا را داد حق تنجیم ایں — غیب را چشمے بباید غیب بیں

اللہ تعالیٰ نے اس کی منجمی کا حق انبیا کو دیا ہے — غیب کے لیے غیب کو دیکھنے والی آنکھ چاہیے

درچہ[2] دنیا فتادند ایں قروں — عکسِ خود را دید ہریک چہ دروں

یہ اہلِ زمانہ دنیا کے کنویں میں گر پڑے ہیں — ہر ایک نے کنویں میں اپنا عکس دیکھ لیا ہے

عکس درچہ دید و از بیروں ندید — ہمچو شیرِ گول کاندرچہ دوید

عکس کو کنویں میں دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا — اُس احمق شیر کی طرح جو کنویں میں دوڑ گیا

از بروں داں ہرچہ در چاہت نمود — ورنہ آں شیری کہ درچہ شد فرود

جو کچھ تجھے کنویں میں نظر آیا، اُس کو باہر سے سمجھ — ورنہ تو وہی شیر ہے جو کنویں میں اُترا

بُرد خرگوشیش ازرہ کاے فلاں — در تگِ چاہست آں شیرِ ژیاں

اُس کو خرگوش نے راستہ سے ہٹایا کہ اے فلاں! — وہ غضبناک شیر کنوئیں کی تہ میں ہے

در رَو اندر چاہ و کیں ازوے بکش — چوں ازو غالب تری سر برکنش

کنویں میں جا اور اُس سے کینہ نکال — جبکہ تو اُس سے زیادہ غالب ہے، اس کا سر اُکھاڑ دے

آں مقلد سخرۂ خرگوش شد — از خیالِ خویشتن پُرجوش شد

وہ مقلد، خرگوش کا تابع بن گیا — اپنے خیال سے جوش میں آ گیا

اُو[3] نگفت، ایں نقش، اُو در آب نیست — ایں بجز تقلیبِ آں قلّابِ نیست

اُس نے یہ نہ کہا کہ عکس ہے اور وہ پانی میں نہیں ہے — یہ اُس پلٹ دینے والے کی پلٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

توہم از دشمن چو کینے می کشی — اے زبونِ شش غلط در ہر ششی

تو بھی جب دشمن سے کینہ نکال رہا ہے — اے چھ (جہات) کے تابع تو چھ (جہات) میں غلط ہے

آں عداوت اندرو عکسِ حق ست — کز صفاتِ قہر آنجا مشتق ست

اُس میں وہ عداوت اللہ تعالیٰ کا عکس ہے — کیونکہ وہاں کے قہر کی صفات سے بنی ہے

---

[1] تاز چرخ۔ جس طرح اصطرلاب کے عنکبوت سے آسمانوں اور سورج کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں اسی طرح انسانی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشریح کرتی ہیں۔ رشاد۔ نجومیوں کے اصطرلاب سے تو نجومی ہی احوال معلوم کر سکتے ہیں لیکن انسان کے صفات کے ذریعہ عوام بھی صفاتِ خداوندی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ انبیا۔ عوام انبیا کی تعلیم کے واسطہ سے خود یہ علوم حاصل کر سکتے ہیں۔

[2] درچاہ۔ انسان دوسرے انسان میں جو کچھ سمجھتا ہے، اُس کو اصل سمجھتا ہے، حالانکہ وہ عکس ہے تو انسان کی مثال اُس شیر کی سی ہے جو کنویں میں عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ ازبروں۔ اگر تو انسان کے فعل کو اصل سمجھے گا تو وہی احمق شیر بنے گا جو عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ برد۔ اُس احمق شیر کو خرگوش نے گمراہ کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کنویں میں غضبناک شیر ہے۔ دررو۔ کنویں کے اندر جا کر اُس سے بدلہ لے اور اُس کا سر اُکھاڑ دے۔ آں مقلد۔ وہ بیوقوف شیر اُسکے بہکائے میں آ گیا۔

[3] اُو نگفت۔ اس نے یہ نہ کہا کہ یہ تو میرا نقش ہے اور وہ شیر جو خرگوش بتارہا ہے پانی میں نہیں ہے۔ ایں۔ یہ تصرف بھی خدائی ہے کہ وہ حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ توہم۔ تو بھی دشمن سے دشمنی کرنے میں حقیقت تک نہیں پہنچا ہے۔ اے زبونِ شش۔ تو شش جہات کا تابع ہے۔ غلط در ہر ششی۔ اور ہر جہت میں غلطی پر ہے۔ آں عداوت۔ دشمن میں جو جذبہ عداوت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر کا عکس ہے کیونکہ وہ اُسی صفتِ قہر سے پیدا ہوئی ہے۔

واں[1] گنہ در وے ز عکسِ جرمِ تُست
اور اُس میں وہ گناہ تیرے جُرم کا عکس ہے

باید آں خُورا ز طبع خویش شُست
اُس عادت کو اپنے مزاج میں سے دھونا چاہیے

خُلقِ زشتت اندرو رُویت نمُود
تیرا بُرا اخلاق تجھے اُس میں نظر آیا

کہ تُرا اُو صفحۂ آئینہ بُود
کیونکہ وہ تیرے لیے آئینہ کی سطح ہو گیا

چونکہ قبحِ خویش دیدی اے حسن
اے بھلے! جبکہ تو نے اپنی برائی دیکھی ہے

اندر آئینہ، بر آئینہ مزن
آئینہ میں، آئینہ کو نہ مار

میزند[2] برآبِ استارہ سنی
روشن ستارہ پانی پر پڑ رہا ہے

خاک تو بر عکسِ اختر میزنی
تو ستارے کے عکس پر ڈلا مار رہا ہے

کایں ستارہ نحس در آب آمدست
کہ یہ نحس ستارہ، پانی میں آ گیا ہے

تا کُند اُو سعدِ ما را زیر دست
تاکہ وہ ہمارے سعد (ستارے) کو مغلوب کر لے

خاکِ استیلا بریزی برسرش
غلبہ کی خاک تو اُس کے سر پر ڈال رہا ہے

چونکہ پنداری ز شبہ اخترش
چونکہ تو اُس کو شبہ میں ستارہ سمجھتا ہے

عکس پنہاں گشت و اندر غیب راند
عکس چھپ گیا اور غائب ہو گیا

تو گماں بُردی کہ آں اختر نماند
تو نے یہ خیال کیا کہ وہ ستارہ نہ رہا

آں[3] ستارہ نحس ہست اندر سما
وہ نحس ستارہ آسمان میں ہے

ہم بداں سُو بایدش کردن دوا
اُسی طرف اُس کی تدبیر کرنی چاہیے

بلکہ باید دل سُوی بیسُوئے بست
بلکہ دل کو بے جہت کی جانب لگانا چاہیے

نحسِ ایں سُو عکسِ نحسِ بیسُوست
اِس طرف کی نحوست، بے جہت کے سوء القضا کا عکس ہے

داد، دادِ حق شناس و بخشش
بخشش کو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا سمجھ

عکسِ آں دادست اندر پنج و شش
اُسی عطا کا عکس پانچ حواس اور چھ جہات میں ہے

گر بُود دادِ خساں افزوں زریگ
اگر کمینوں کی عطاریت سے بھی زیادہ ہو

تو بمیری واں بماند مُرد ریگ
تو مر جائے گا اور وہ میراث میں رہ جائے گی

عکسِ آخر چند پاید در نظر
آخر عکس کب تک نظر میں ٹھہرے گا

اصل بینی پیشہ کن اے کژنگر
اے کج نظر! اصل کو دیکھنے کا پیشہ بنا

حق چو بخشش کرد بر اہلِ نیاز
اللہ تعالیٰ نے جب نیاز مندوں پر بخشش کی

باعطا بخشید شاں عمرِ دراز
عطا کے ساتھ اُن کو دراز عُمر بخش دی

---

[1] واں گنہ۔ دشمن جو گناہ کر رہا ہے وہ تیرے کسی جرم کا عکس ہے، تو اپنی اس جُرم والی عادت کو اپنے اندر سے دھو دے۔ خلقِ زشتت۔ تیری بُری عادت کا دشمن میں عکس ہے۔ چونکہ۔ جب تو نے اُس کو اپنی برائی کا عکس سمجھ لیا تو اب دشمن کو جو بمنزلہ آئینہ کے ہے نہ مار۔

[2] می زند۔ تیری مثال یہ ہے کہ کوئی پانی میں ستارے کا عکس دیکھے اور اُس پر خاک ڈالے۔ کایں۔ اور یہ کہے کہ یہ ستارہ منحوس ہے اور میرے سعد ستارے کو دبانے آیا ہے۔ خاک۔ تو اس عکس کو منحوس ستارہ خیال کر کے اُس پر مٹی ڈال رہا ہے۔ عکس۔ تھوڑی دیر میں عکس غائب ہو گیا تو تُو سمجھا کہ ستارہ غائب ہو گیا۔

[3] آں ستارہ۔ جس کو تو اپنے خیال سے منحوس سمجھ رہا ہے وہ ستارہ تو آسمان پر ہے اگر کوئی تدبیر بھی کرنی تھی تو آسمان کی طرف کرنی تھی۔ بلکہ۔ اگر ستارہ کی نحوست سے بچنا تھا تو خدا سے التجا کرنی چاہیے تھی۔ داد۔ جس طرح اشیا کی نحوست من جانب اللہ ہے اِسی طرح عطا بھی دراصل من جانب اللہ ہے۔ پنج۔ یعنی وہ عطائیں اور نعمتیں جو پانچ حواس اور چھ جہت میں ہیں۔ گر بُود۔ انسانوں کی عطا مفید نہیں ہے عارضی ہے۔ عکس۔ عکسوں کو دیکھنا چھوڑ دے اصل پر نظر رکھ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ جس کو اعمال صالح کی نعمت بخشتا ہے اس کو جنت کی عمر دراز دیتا ہے تاکہ وہ اس سے پورے طور پر نفع اُٹھا سکے۔

خَالِدِیْں شُد نعمت و مُنعَم عَلَیہ
نعمت اور جس پر نعمت ہوئی ہمیشہ رہنے والے بن گئے
محیی[1] الموتیست فاجتاروا الیہ
وہ مردے کو زندہ کرنے والا ہے، اُس سے التجا کرو

دادِ حق با تُو در آمیزد چو جاں
اللہ تعالیٰ کی عطا تجھ سے جان کی طرح گھل مل جاتی ہے
آنچنانکہ آں تُو باشی و تُو آں
اِس طرح کہ وہ تو اور تو وہ ہو جاتا ہے

گر نماند اشتہایِ نان و آب
اگر پانی اور روٹی کی خواہش نہ رہے
بدہدت بے ایں دو، قُوتِ مُستطاب
وہ تجھے اِن دونوں کے بغیر پاکیزہ غذا دیتا ہے

فربہی[2] گر رفت حق در لاغری
اگر فربہی جاتی رہی اللہ تعالیٰ لاغری میں
فربہی پنہانت بخشد آں سَری
اُس جانب کی باطنی فربہی عطا کر دیتا ہے

چوں پَری را قُوت از بُو میدہد
جس طرح جن کو بُو سے روزی دے دیتا ہے
ہر مَلک را قُوتِ جاں اُو میدہد
ہر فرشتہ کو جان کی غذا وہ دیتا ہے

جاں چہ باشد کہ تُو سازی زُو سند
جان کیا ہوتی ہے، کہ اُس کا سہارا ڈھونڈتا ہے؟
حق بعشقِ خویش زندت می کُند
اللہ تعالیٰ اپنے عشق سے تجھے زندہ کر دیتا ہے

زُو حیاتِ عشق خواہ و جاں مخواہ
اُس سے عشق کی زندگی چاہ اور جان نہ چاہ
تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ
تو اُس سے وہ رزق چاہ اور روٹی نہ چاہ

خلق[3] را چوں آب داں صاف و زُلال
مخلوق کو پانی کی طرح صاف اور نیر سمجھ
اندراں تاباں صِفاتِ ذُوالجلال
اس کے اندر (اللہ) ذوالجلال کی صفتیں روشن ہیں

علمِ شان و عدلِ شان و لُطفِ شاں
اُن کا علم اور اُن کا عدل اور اس کی محبت
چوں ستارۂ چرخ در آبِ رواں
رواں پانی میں آسمان کے ستارے کی طرح ہیں

پادشاہی زیبد آں خلّاق را
بادشاہی، اُس خلاق کو زیب دیتی ہے
پادشاہاں جملگی عاجز وُرا
سب بادشاہ، اُس کے سامنے عاجز ہیں

پادشاہاں مظہرِ شاہیِ حق
بادشاہ، اللہ کی شاہی کے مظہر ہیں
فاضلاں مرآتِ آگاہیِ حق
(عالم) فاضل لوگ اللہ کے علم کا آئینہ ہیں

قرنہا بگذشت و ایں قرنِ نویست
زمانے گذر گئے اور یہ نیا زمانہ ہے
ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
چاند وہی ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم
عدل وہی عدل ہے، فضل وہی فضل ہے
لیک مُستبدل شُد آں قرن و اُمم
لیکن وہ زمانہ اور لوگ بدل گئے

---

1. محیی۔ اللہ کی شان مُردوں کو زندہ کرنا ہے تو دراز زندگی بخشنا بھی ہے، اُس کی طرف پناہ پکڑنی چاہیے۔ دادِحق۔ خدا جب عطا کرتا ہے تو وہ عطا جان کا جزو بن جاتی ہے۔ گرنماند۔ اُس کی عطا کا یہ حال ہے کہ اگر کثرتِ ذکر و شغل سے روٹی پانی کی طرف رغبت نہ رہے تو وہ روحانی غذا عطا فرما دیتا ہے۔

2. فربہی۔ اگر جسمانی فربہی نہیں رہتی تو وہ روحانی فربہی عطا فرما دیتا ہے۔ چوں پری۔ روحانی روزی پر تعجب نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ جنوں کا پیٹ خوشبو سے بھر دیتا ہے۔ ہر ملک۔ فرشتوں کو عبادت سے غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ جاں۔ حیات کا مدار صرف جان پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ عشق کو درجہ حیات عطا فرما دیتا ہے۔ زُو۔ اللہ تعالیٰ سے اُس زندگی کی درخواست کر جس کا مدار عشق پر ہے۔

3. خلق۔ اب پھر مخلوق کے مظہر ہونے کا بیان ہے۔ علم۔ انسان کی جملہ صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں۔ پادشاہی۔ اصل بادشاہی بھی اللہ تعالیٰ کی ہے یہ بادشاہ اُس کا مظہر ہیں۔ فاضلاں۔ جو علم و فضل والے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہیں۔ قرنہا۔ یہ مظاہر بدلتے رہتے ہیں اور ظاہر وہی ہے۔ عدل۔ عدل صفتِ خداوندی ہے اور ازلی و ابدی ہے مظاہر بدلتے رہتے ہیں۔

قرنہا[1] بر قرنہا رفت اے ہُمام
اے سردار! قرنوں پر قرن گذر گئے
ایں معانی برقرار و بردوام
معانی برقرار اور دوام پر ہیں

آب مُبدّل شد دریں جُو چند بار
اس نہر میں پانی چند بار تبدیل ہوا
عکسِ ماہ عکسِ اختر برقرار
چاند کا عکس اور ستارے کا عکس برقرار ہے

پس بنا اش نیست بر آبِ رواں
کیونکہ اُس کی بنیاد رواں پانی پر نہیں ہے
بلکہ براقطارِ عرضِ آسماں
بلکہ آسمان کے عرض کے اطراف پر ہے

ایں صفتہا چوں نجومِ معنویست
یہ صفتیں، معنوی ستاروں کی طرح ہیں
دانکہ بر چرخِ معانی مُستویست
جان لے، معانی کے آسمان پر قائم ہیں

خُوبرویاں[2] آئینۂ خوبیٔ اُو
حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں
عشقِ ایشاں عکسِ مطلوبیِ اُو
اُن کا عشق اُس کی معشوقیت کا عکس ہے

ہم باصلِ خود رود ایں خدّوخال
یہ خدوخال اپنی اصل کی طرف چلے جاتے ہیں
دائماً در آب کے ماند خیال
عکس پانی میں ہمیشہ کب رہتا ہے؟

جملہ تصویرات، عکسِ آبِ جُوست
سب صورتیں، نہر کے پانی کا عکس ہیں
چوں بمالی چشم خود خود جملہ اُوست
جب تو اپنی آنکھ مل لے گا تو سب خود وہی ہے

باز عقلش گفت بگذار ایں حول
پھر اُس کی عقل نے کہا اِس بھینگے پن کو چھوڑ
خَل، دوشاب ست و دوشاب ست خَل
سرکہ شیرہ ہے اور شیرہ سرکہ ہے

خواجہ[3] را چوں غیر گفتی از قصور
اگر کوتاہی سے تو نے خواجہ کو غیر کہا ہے
شرم دار اے اَحول از شاہِ غیور
اے بھینگے! غیرت مند شاہ سے شرم کر

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر
خواجہ کو جو کرۂ ناری سے گذر گیا
جنسِ ایں مُوشانِ تاریکی مگیر
اندھیرے کے ان چوہوں کی جنس نہ سمجھ

خواجہ را جاں بیں مبیں جسمِ گراں
خواجہ کو جان سمجھ، بھاری جسم نہ سمجھ
مغز بیں اُو را مبینش اُستخواں
گودا سمجھ، اُس کو ہڈی نہ سمجھ

خواجہ را از چشمِ ابلیسِ لعیں
خواجہ کو ملعون شیطان کی نظر سے
منگر و نسبت مکن اُو را بطیں
نہ دیکھ، اور اُس کی نسبت مٹی کی جانب نہ کر

ہمرہِ خورشید را شپّر مخواں
سورج کے ساتھی کو چمگادڑ نہ کہہ
آنکہ اُو مسجود شُد ساجد مداں
جو مسجود ہو گیا اُس کو سجدہ کرنے والا نہ جان

---

[1] قرنہا۔ صفاتِ قدیم اپنی جگہ پر ہیں اور زمانہ بدل رہا ہے۔ آب۔ مظاہر بدل رہے ہیں اور ظاہر قائم ہے۔ پس۔ اس ستارے کی بنیاد پانی پر نہیں ہے آسمان پر ہے۔ ایں صفتہا۔ صفات کا تعلق بھی ذاتِ باری سے ہے۔ چرخِ معانی۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔

[2] خوبرویاں۔ حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں اور انسانوں میں عشق اُس کے عشق کا عکس ہے۔ ہم۔ حسینوں کا حُسن ڈھل جاتا ہے اور اصل کی طرف حُسن واپس ہو جاتا ہے۔ چوں بمالی۔ جب صحیح نظر پیدا کرلو گے تو معلوم ہوگا کہ "ہمہ اُوست" باز عقلش۔ پہلے اُس غریب الوطن نے خواجہ مرحوم اور حضرتِ حق کو مغایر سمجھا تھا پھر اُس کی عقل نے اُس کو کہا یہ بھینگا پن چھوڑ اور خواجہ اور حق تعالیٰ کی مثال شیرہ اور سرکہ کی سمجھ دونوں میں اتحاد ہے۔

[3] خواجہ۔ خواجہ کو غیر کہنا بھینگا پن ہے جس سے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ خواجہ۔ خواجہ اب ملاءِ اعلیٰ میں پہنچ گیا وہ دنیا کا چوہا نہ تھا۔ جسمِ گراں۔ خواجہ کا جسم نہ تھا بلکہ پاک روح تھی۔ منگر۔ شیطان نے صرف حضرت آدمؑ کی مٹی کو دیکھا تو ایسا نہ کر خواجہ کے اوصاف پر نظر رکھ۔ ہمرہ خورشید۔ خواجہ کو ذاتِ الٰہی سے قربت حاصل تھی۔ مسجود۔ جس حیثیت سے حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ تھے ساجد نہ تھے۔

عکسہا[1] را ماند و ایں عکس نیست
عکسوں کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے
در مثالِ عکس حق بنمود نیست
جیسے عکس کی مثال میں اللہ تعالیٰ تجلی میں ہے

آفتابے دید و اُو جامد نماند
اُس نے سورج دیکھا اور جامد نہ رہا
روغنِ گُل روغنِ کُنجد نماند
پھول والا تیل، تل کا تیل نہ رہا

چوں مُبدّل گشتہ اند ابدالِ حق
اللہ کے ابدال جبکہ تبدیل ہو گئے ہیں
نیستند از خلق برگرداں ورق
وہ مخلوق میں سے نہیں ہیں ورق پلٹ دے

قبلہ[2] وحدانیت دو چوں بُوَد
توحید کے قبلے دو کیسے ہو سکتے ہیں؟
خاک مسجودِ ملائک چوں شود
مٹی ملائک کی مسجود کیسے ہو سکتی ہے؟

چوں دریں جُو دید عکسِ سیب مرد
جب کسی شخص نے ایک نہر میں سیب کا عکس دیکھا
دامنش را دید آں پُرسیب کرد
اُس کے دیکھنے نے اُس کے دامن کو سیب سے بھر دیا

آنچہ در جُو دید کے باشد خیال
جو کچھ اُس نے نہر میں دیکھا خیال کب ہو سکتا ہے؟
چونکہ شد از دیدنش پُر صد جوال
جبکہ اُس کے دیکھنے سے سیکڑوں بورے بھر گئے

تن مبیں و جاں مکن کاں بُکمٌ وَّصُمّ
جسم نہ دیکھ اور جان کو تباہ نہ کر کیونکہ ان گونگوں اور بہروں نے
كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ
حق کو جھٹلایا، جب وہ اُن کے پاس آیا

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ احمدؐ بُدست
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" احمدؐ ہوئے
دیدنِ اُو دیدنِ خالق شُد ست
اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بنا ہے

حق مر اُو را برگزید از اِنس و جاں
اللہ تعالیٰ نے اُن کو انسانوں اور جنوں میں سے چُن لیا
رحمۃ لِّلعالمینش خواند ازاں
اسی لیے اُن کو سب جہانوں کی رحمت فرمایا ہے

خدمتِ اُو خدمتِ حق کردن ست
اُن کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے
روز[3] دیدن دیدنِ آں روزنِ ست
دن کا دیکھنا، اس دریچہ کا دیکھنا ہے

خاصہ ایں روزن درخشاں از خودست
خصوصاً یہ دریچہ جو خود روشن ہے
بے ودیعت آفتاب و فرقدست
سورج اور فرقد کے ذریعہ کے بغیر

ہم ازاں خورشید زد بر روزنے
اسی سورج سے دریچہ پر روشنی پڑی ہے
لیک ازراہ و سُوئے معہود نے
لیکن متعارف راستہ اور جہت سے نہیں

[1] عکسہا۔ وہ خواجہ بظاہر بشر تھا لیکن اُن میں تجلی حق نمایاں تھی۔ آفتابے۔ مشاہدۂ حق کی وجہ سے اُس کی جمادیت اور جسمیت ختم ہو گئی تھی۔ روغن۔ تل کا تیل جب پھولوں میں بسا دیا جاتا ہے تو پھر اُس کو تل کا تیل نہیں کہا جاتا ہے۔ ابدال۔ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جب اُن کے اوصاف بشری اوصاف خداوندی سے بدل گئے تو اب اُن کو عام مخلوق میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ برگرداں۔ اب اس موضوع کو ختم کر دے۔

[2] قبلہ۔ توحیدی نظر والے کے دو قبلے نہیں ہو سکتے ملائک کی مسجود آدمؑ کی مٹی نہیں ہو سکتی۔ چوں۔ بعض عکس محض عکسوں کے مشابہ ہیں بلکہ اصل ہیں، اس کو اس طرح سمجھو کہ نہر میں سیب کے درخت کا عکس دیکھا ہو اور اُس کے سیبوں سے دامن بھرا ہوا ہو تو وہ بظاہر عکس ہے لیکن حقیقتاً وہ درخت ہے تو آدمؑ میں بھی دراصل صفات حق تھیں اگرچہ بظاہر وہ عکوس تھے۔ جوال۔ سامان لادنے کا بورا۔ تن مبیں۔ آدمؑ کو محض جسم سمجھ کر جان کو ہلاک نہ کر اس لیے کہ یہ کام تو اندھوں بہروں کا تھا کہ اُنھوں نے محض انبیاء کے جسم دیکھ کر ان کی تکذیب کر دی تھی۔ مارمیت۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کو حق تعالیٰ کی عینیت حاصل تھی اور آپ کا دیدار خدا کا دیدار تھا۔ رحمت۔ آنحضور کو رحمۃ اللعالمین اسی وجہ سے کہا گیا کہ آپ جن وانس کے سردار تھے۔

[3] روز۔ جس دریچہ پر دھوپ پڑ رہی ہے اس کو دیکھنا سورج اور دن کو دیکھنا ہے۔ از خود۔ آنحضور کسی سے فیض یافتہ نہ تھے بلکہ دیگر انبیا اور اولیا نے آپ سے فیض اور نور حاصل کیا۔ آفتاب۔ یعنی انبیا۔ فرقد۔ فرقدین دو ستارے ہیں قطب شمالی کے قریب طلوع کرتے ہیں اور شام سے صبح تک نمودار رہتے ہیں۔ ہم ازاں۔ آنحضورؐ پر اللہ کا نور ایک بے کیف خاص راستہ سے پڑا تھا۔

درمیانِ[1] شمس و ایں روزن رہے
سورج اور اُس دریچہ کے درمیان راستہ

ہست، روز نہا نشد زاں آگہے
ہے، دریچے اس سے واقف نہیں ہیں

تا اگر ابرے برآید چرخ پوش
تاکہ اگر کوئی ابر آسمان کو چھپانے والا آ جائے

اندریں روزن بُوَد نورش بجوش
اُس دریچہ میں اُس کا نُور جوش میں رہے

غیرِ راہِ ایں ہوا و شش جہت
اس ہوا اور چھ جہتوں کے راستہ کے سوا

درمیانِ روزن و خور مالفت
دریچہ اور سورج کے درمیان اُلفت ہے

مدحت و تسبیحِ اُو تسبیحِ حق
اُن کی تعریف اور تنزیہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے

میوہ می روید ز عینِ ایں طبق
اسی طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے

سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت
اس طباق سے بار بار عمدہ سیب پیدا ہوتا ہے

عیب نبود گرنہی نامش درخت
اگر تو اُس کا نام درخت رکھ دے تو بُرائی نہ ہو گی

ایں[2] سبد را تو درختِ سیب خواں
تو اِس ٹوکرے کو سیب کا درخت کہہ دے

کہ میانِ ہر دوراہ آمد نہاں
کیونکہ دونوں کے درمیان چھپا ہوا راستہ ہے

آنچہ روید از درختِ بار ور
جو کچھ پھل دار درخت سے پیدا ہوتا ہے

زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر
اِسی قسم کا پھل اِس ٹوکرے سے پیدا ہوتا ہے

پس سبد را تو درختِ بخت بیں
پس تو ٹوکرے کو نصیبہ ور درخت سمجھ

زیرِ سایہ ایں سبد خوش می نشیں
اِس ٹوکرے کے سایہ میں آرام سے بیٹھ

ناں چو اِطلاق آورد اے مہرباں
اے مہربان! روٹی جب دست لگا دے

ناں چرا میخوانیش محمودہ خواں
تو اُس کو روٹی کیوں کہتا ہے؟ سقمونیا کہہ

خاکِ[3] رہ چوں چشم روشن کرد و جاں
راستہ کی گرد نے جب آنکھ اور جان روشن کر دی

خاکِ اُو را سُرمہ بیں و سُرمہ داں
اُس کی گرد کو سُرمہ دیکھ اور سُرمہ جان

چوں ز رُوئے ایں زمیں تابد شروق
جب اس روئے زمین سے روشنی چمکے

من چرا بالا کنم رُو در عیوق
میں عیوق میں سر اُونچا کیوں کروں؟

شُد فنا ہستش مخواں اے چشم شوخ
اے شوخ چشم! وہ فنا ہو گئے ان کو "ہست" نہ سمجھ

در چنیں جُو خشک کے ماند کلوخ
ایسی نہر میں ڈھیلا سوکھا کب رہ سکتا ہے؟

---

[1] درمیان۔ اللہ تعالیٰ کا فیض ایسے راستہ سے آنحضور کو پہنچا جس سے دُوسرے انبیا واقف نہیں ہیں۔ تا اگر۔ آنحضور کی خصوصیت اس بنا پر تھی کہ اگر نور کے لیے کوئی مانع بھی آئے تو آنحضور میں جو نور ہے وہ خود بہ خود جوش مارتا ہے، اولیا کے لیے حجاباتِ بشریہ استفادہ نور سے مانع بن جاتے ہیں۔ غیرِ ایں راہ۔ عام دریچوں میں سورج کی روشنی ہوا کے حکیف ہونے اور شش جہات سے پہنچتی ہے لیکن آنحضور وہ دریچہ ہیں کہ سورج کو اُس سے الفت خاصہ ہے۔ مدحت۔ اب اِس اتحاد کی وجہ سے آپ کی تنزیہ اور تعریف خدا کی تنزیہ اور تعریف ہے۔ میوہ۔ اگر کسی طباق سے خود میوہ اُگ پڑے تو اگر اُس کو درخت کہیں تو کوئی عیب نہ ہوگا۔

[2] ایں سبد۔ جب طباق اور ٹوکرے میں یہ خصوصیت پیدا کر دی جائے کہ اس میں خود بخود پھل اُگ پڑیں تو اس کو پھلدار درخت سمجھ کیونکہ درخت اور اس ٹوکرے میں خاص نسبت ہوئی۔ پس سبد۔ تجھے اس ٹوکرے کو درخت سمجھ کر ٹوکرے کے سایہ میں بیٹھنا چاہیے۔ ناں۔ صورت کا اعتبار نہیں سیرت معتبر ہے جس روٹی کے کھانے سے دست آنے لگیں اس کو سقمونیا کہنا چاہیے جس کی خاصیت دست لانا ہے۔ محمودہ۔ سقمونیا جس کے کھانے سے دست آ جاتے ہیں۔

[3] خاک۔ مٹی میں اگر سُرمہ کی خاصیت ہو تو اس کو سُرمہ کہا جا سکتا ہے۔ چوں ز روئے۔ جب سفلی اجسام میں علوی اجرام کا خاصہ پیدا ہو جائے تو ان کے ساتھ علوی اجرام کا سا معاملہ کیا جائے۔ عیوق۔ اس میں یا مشدد ہے شعری ضرورت سے مخفف پڑھی جائے گی ایک سُرخ ستارہ ہے جو کہکشاں کی داہنی جانب ہوتا ہے۔ شُد۔ آنحضور کے اوصافِ بشریہ فنا ہو چکے تھے پھر توحید میں غوطہ کھانے سے بشری صفت کہاں رہ سکتی ہے۔

پیشِ[1] ایں خورشید ؐ کے تابد ہلال | باچناں رستم چہ باشد زورِ زال
اِس سورج کے سامنے چاند کب چمکتا ہے؟ | ایسے رستم کے سامنے بُڑھیا کا زور کیا ہو گا؟

طالب ست و غالب ست آں کردگار | تاز ہستیہا برآرد اُو دمار
وہ خدا طالب اور غالب ہے | حتیٰ کہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے

دو مگوے و دو مخوان و دو مداں | بندہ را در خواجۂ خود محو داں
دوئی کا قائل نہ ہو دوئی نہ پڑھ دوئی نہ سمجھ | غلام کو اپنے آقا میں مٹا ہوا سمجھ

خواجہ ہم در نورِ خواجہ آفریں | فانی ست و مُردہ و مات و دفیں
خواجہ بھی، خواجہ کو پیدا کرنے والے نُور میں ہے | فانی ہے اور مُردہ ہے اور میت ہے اور مدفون ہے

چُوں[2] جُدا بینی ز حق ایں خواجہ را | گم کُنی متن و ہم دیباچہ را
اگر تو اِس خواجہ کو خدا سے جدا سمجھے گا | تو تُو اصل اور دیباچہ کو گم کر دے گا

چشمِ دِل را ہیں گذارہ کن ز طیں | ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں
خبردار! دل کی آنکھ کو مٹی سے آگے بڑھا | یہ ایک قبلہ ہے، دو قبلے نہ دیکھ

چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف | آتشے در خف[3] فتاد و رفت خَف
جب تو نے دو دیکھے تو دونوں طرف سے گیا | سوختہ میں آگ لگی اور سوختہ جل گیا

مثلِ دوبیں ہمچو آں غریبِ شہرِ کاش عُمر نام کہ از یک دکانش
دو دیکھنے والے کی مثال اُس کا شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ

بسبب آں نام نانبا بدکانِ دیگر حوالہ می کرد و اُو فہم نہ
اُس نام کی وجہ سے نانبائی ایک دُکان سے دوسری دُکان کا حوالہ دے دیتا تھا اور وہ نہ سمجھا

کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنٰی کہ بعمر نام، نان
کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اِس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے

نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ من غلط کردم نامم عمر
ہیں، اسی جگہ تدبیر کر لوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں

نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کنم نان یابم از
ہے جب اِسی دُکان پر تدارک اور توبہ کر لوں گا شہر کی تمام

---

[1] پیشِ ایں خورشید۔ آنحضورؐ پر وہ تجلی خاص تھی کہ آپ کی ذات اُس میں سما گئی تھی۔ رستم۔ تجلی حق۔ زال۔ یعنی آنحضورؐ کی بشریت۔ طالب۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے فنا کا طالب ہوتا ہے تو اُس کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ دو مگوی۔ اب فنا کے بعد اِس اعتبار سے اتحاد اور وحدت ہو جاتی ہے کہ بندہ آقا میں محو ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ فنافی الشیخ کا ہے۔ خواجہ۔ پھر چونکہ شیخ بھی فانی فی اللہ ہے تو اب مرید مزید ترقی کر کے فنافی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

[2] چوں جُدا۔ اور اگر تو شیخ کو فانی فی اللہ نہ سمجھے گا اور اُن میں دوئی کا قائل رہے گا تو مقصد اور راہ دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چشمِ دل۔ تو اِس شیخ کی صورت سے گذر اور ایک قبلہ سمجھ دو نہ سمجھ۔ آتشے۔ محرومی اِس طرح کی ہو گی جیسے چقماق سے سوختہ میں آگ لگے اور کوئی سوختہ سے قطع نظر کر کے چقماق کی طرف متوجہ ہو جائے اور سوختہ جل کر ختم ہو جائے اب وہ آگ سے بالکل محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ اب سوختہ ہی نہیں جس کے ذریعہ چقماق سے فائدہ اُٹھا سکے۔

[3] خف۔ سوختہ۔ مثل۔ دوبینی کے مضر اثرات پر یہ قصہ نقل کیا ہے۔ کاش۔ ایک شہر کا نام ہے مولانا کبھی کاش کہتے ہیں کبھی کاشان شاید دونوں نام ایک ہی شہر کے ہیں اُس کے تمام باشندے رافضی تھے عُمر نام سے چڑتے تھے اور جس شخص کا نام عُمر ہوتا تھا اُس سے کوئی لین دین گوارا نہ کرتے تھے۔

ہمہ دُکانہائے شہر، و اگر بے تدارک ہم چنیں عُمر نام باشم ازیں دکان
دکانوں سے روٹی حاصل کرلوں گا اور اگر بغیر تدارک کے اِسی عمر نام کے ساتھ رہوں گا تو اس دُکان
در گذرم محروم مانم و احوالِ ایں دکانہا از ہم جدا دانستہ باشم
سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اِس دکان کے احوال بھی میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا

گر[1] عُمر نامی تُو اندر شہرِ کاش — کس نیفروشد بصد دانگت لواش
اگر تو عمر نام کا ہے، کاش شہر میں — تجھے سو دانگ میں بھی کوئی روٹی نہ بیچے گا

چوں بیک دُکاں بگفتی عُمّرم — ایں عُمر را ناں فروشید از کرم
جب تو نے ایک دُکان پر کہا کہ میں عُمر ہوں — مہربانی سے اِس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو

اُو بگوید رو بداں دیگر دکاں — زاں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں
وہ کہے گا جا، اُس دوسری دُکان پر — کیونکہ وہاں کی روٹی یہاں کی پچاس روٹیوں سے بہتر ہے

گر نبُودے احول اُو اندر نظر — اُو بگفتے نیست دُکانِ دگر
اگر وہ نظر میں بھینگا نہ ہوتا — وہ کہہ دیتا دُوسری دُکان ہی نہیں ہے

پس[2] زدے اشراقِ آں نا احولی — بردلِ کاشی شُدے عُمرٌ علی
اُس بھینگا نہ ہونے کی چمک پڑتی — کاشی کے دل پر، عُمر علی بن جاتا

ایں ازیں جاگوید آں خبّاز را — ایں عُمر را ناں فروش اے نانبا
یہ یہیں سے اُس نانبائی سے کہتا ہے — اے نانبائی! اِس عمر کو روٹی بیچ دے

چوں[3] شنید اُو ہم عُمر از احولی — در کشید آں ناں کہ ہست آنِ علی
جب اُس نے عمر (نام) سُنا اُس نے بھی بھینگے پن سے — وہ روٹی ہٹا لی کہ یہ علی کی ہے

پس فرستادش بدکانِ بعید — ناں ز پیشِ رُوی اُو اندر کشید
پھر اُس کو دور دُکان پر بھیج دیا — اِس نے روٹی اُس کے سامنے سے ہٹا لی

کیں عُمر را نان دہ اے انبازِ من — راز یعنی فہم کُن ز آوازِ من
اے میرے شریک! اِس عُمر کو روٹی دے دے — یعنی میری آواز سے راز سمجھ جا

اُو ہمت زاں سُو حوالہ می کند — ہیں عُمر آمد کہ تا برناں زند
وہ بھی تجھے اُس جانب حوالہ کر دے گا — خبردار! عمر آیا ہے تاکہ روٹی حاصل کر لے

[1] گر عُمر۔ اگر تیرا نام عمر ہے تو کاش والے بہت قیمت ادا کرنے پر روٹی نہ دیں گے۔ لواش۔ ایک خاص قسم کی روٹی ہے۔ چوں۔ اگر تو ایک دُکان پر جا کر اپنا نام عمر بتا دے گا تو وہ تجھے ٹال دے گا اور کہے گا کہ دوسری دُکان سے خرید لے وہاں کی روٹی بہت اچھی ہے۔ گر نبود۔ یہ شخص اپنے بھینگے پن سے دکانوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ عمر نام کے ہاتھ روٹی نہ فروخت کرنے میں وہ ایک ہیں۔

[2] پس زدے۔ اگر وہ مسافر بھینگا پن چھوڑ کر یہ سمجھ لیتا کہ سب دکانیں ایک ہیں اور اپنا نام بجائے عمر کے علی بتا دیتا ہے تو یہ تدبیر چل جاتی اور وہ کاشی دُکان دار اُس عمر کو علی سمجھ کو روٹی دے دیتا۔ ایں۔ یہ پہلا نانبائی دُوسرے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیتا ہے کہ عمر آ رہا ہے اس کو روٹی دے دے اور مقصد اُس نانبائی کا اُس کے نام کا اظہار ہوتا تاکہ وہ بھی روٹی دینے سے انکار کر دے۔

[3] چوں شنید۔ دوسرے نانبائی کا یہ بھینگا پن ہے کہ وہ روٹی کو علی کی سمجھ کر عمر کو روٹی دینے سے انکار کر رہا ہے حالانکہ عمرؓ اور علیؓ دو نہیں ہیں بلکہ دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ فرستادش۔ اُس دوسرے نانبائی نے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیا کہ عمر آ رہا ہے اس کو روٹی دے دے اور میری آواز سے راز سمجھ جا کہ مقصد اُس کا عمر نام بتانا ہے۔ اُو ہمت۔ اُو ہم ترا۔ یعنی وہ تیسرا نانبائی دوسرے کا حوالہ دے کر زور سے کہہ دیتا ہے کہ عمر آ رہا ہے اس کو روٹی دے دے۔

چوں[1] بیک دُکاں عُمر بُودی برو
جب تو ایک دُکان پر عُمر ہو گیا، چلا جا
درہمہ کاشاں زناں محرُوم شو
پورے کاشان میں روٹی سے محروم رہ

ور بیک دُکاں علی گفتی بگیر
اور اگر ایک دُکان پر تو نے علی کہہ دیا لے لے
ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر
روٹی اس ہی جگہ سے بغیر حوالہ، بغیر کلفت کے

احولِ دوبیں چوبے بر شُد ز نوش
جب دو دیکھنے والا بھینگا، شہد سے محروم ہو گیا
احولِ صد بینی اے مادر فروش
اے مادر بخطا! تو سو-دیکھنے والا بھینگا ہے

اندریں کاشانِ دنیا ز احولی
دُنیا کے اِس کاشان میں بھینگے پن سے
چوں عُمر میگرد چوں نُبوی علی
عُمر کی طرح چکر لگا جبکہ تو علی نہیں ہے

ہست اَحول را دریں ویرانہ دیر
بھینگے کے لیے اِس ویران بُت کدے میں
گوشہ گوشہ نقلِ نو کہ ثَمّ خیر
گوشہ گوشہ میں از سرِنو پھرتا ہے کہ وہاں بھلائی ہے

وردو[2] چشمِ حق شناس آمد ترا
اور اگر تجھے حق شناس دو آنکھیں حاصل ہو جائیں
دوست پُر بیں عرصۂ ہر دوسرا
دونوں جہاں کے میدان کو دوست سے پُر دیکھ

وارہیدے از حوالہ جابجا
تو جگہ جگہ کے حوالے سے نجات پا جاتا
اندریں کاشانِ پُر خوف و رَجا
اِس امید و خوف سے بھرے ہوئے کاشان میں

اندریں جُو غنچہ دیدی با شجر
تو نے اِس نہر میں غنچہ مع درخت کے دیکھ لیا
ہمچو ہر جُو تو خیالش، ظن مبر
اس کے بارے میں ہر نہر کی طرح گمان نہ کر

کہ تُرا از عینِ ایں عکسِ نقوش
کہ تیرے لیے عین اِن نقشوں کے عکس سے
حق حقیقت گردد و میوہ فروش
حق، حقیقت اور میوہ فروش بن جائے

چشم ازیں آب از حِوَل حُر میشود
اس پانی سے، آنکھ بھینگے پن سے آزاد ہو جاتی ہے
عکس می بیند سَبَد پُر میشود
عکس دیکھتا ہے، ٹوکرا بھر جاتا ہے

پس[3] بمعنی باغ باشد ایں نہ آب
حقیقت میں یہ باغ ہوتا ہے، نہ کہ پانی
پس مشو عُریاں چو بلقیس از حباب
تو بلقیس کی طرح بلبلے سے ننگا نہ بن

بارِ گونا گونست بر پُشتِ خراں
گدھوں کی کمر پر قسما قسم کے بوجھ ہیں
ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں
خبردار! اِن گدھوں کو ایک لکڑی سے نہ ہانک

---

[1] چوں بیک دکان۔ جب تو ایک دکان پر عمر بن گیا تو اب سارے کاشان میں گھومتا پھر تجھے روٹی نہ ملے گی۔ ور بیک۔ اگر وہ ان دکانوں کو چند دکانیں نہ سمجھتا اور شروع میں ہی اپنا نام علی بتاتا تو فوراً روٹی مل جاتی۔ احولِ دو بین۔ اس مسافر کا بھینگا پن جو معمولی تھا وہ اُس کی محرومی کا سبب بنا تو وہ بھینگا جو جملہ کائنات کو مستقل موجود سمجھ کر بھینگا بن رہا ہے اُس کی محرومی کو اس پر قیاس کرلے کہ کس قدر ہوگی۔ مادر فروش۔ ماں سے زنا کرا کر کمائی کھانے والا۔ دنیا۔ یہ دنیا بھی کاشان ہے جب تو بھینگا پن نہ چھوڑے گا مارا مارا پھرے گا۔ گوشہ گوشہ۔ جو کائنات کو حقیقی موجود سمجھے گا وہ کبھی کسی طرف متوجہ ہوگا کبھی کسی کی طرف، بھلائی سمجھ کر متوجہ ہوگا۔

[2] وردو چشم۔ اگر صحیح نظر حاصل ہوگئی تو سب موجودات کو ایک موجودِ حقیقی کا سایہ سمجھے گا اور صرف اُس کی طرف توجہ کرے گا۔ وار ہیدی۔ جا بجا مارے مارے پھرنے سے نجات پا جائے گا۔ اندریں۔ اب اُن اولیا کا جو خدائی اخلاق سے آراستہ ہو گئے ہیں اللہ کا مظہر ہونا ثابت کرتے ہیں کہ جب تو کوئی ایسا عکس دیکھے جو پھل اور پھول والا درخت ہے اس کو اور عکسوں کی طرح نہ سمجھ۔ کہ۔ یعنی عین حقیقت حق بن جائے اور وہ حقیقت تجھے میوے عطا کرنے لگے۔ چشم۔ اہل اللہ کی صحبت سے صحیح نظر حاصل ہو جاتی ہے، یہ عکس ہیں لیکن انہی سے اصل کا فائدہ ہو جاتا ہے اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

[3] پس۔ یہ اہل اللہ صرف پانی نہیں ہیں کہ اس میں خیالی عکس نظر آئے بلکہ عین حقیقت اور باغ ہیں۔ پس۔ تو اس طرح دھوکا نہ کھا جس طرح بلقیس نے غیر آب کو آب سمجھ لیا یعنی اُن بزرگوں کو باغ کے بجائے آب سمجھ بیٹھے۔ بار۔ اہل اللہ اور عوام کو ایک نظر سے نہ دیکھ۔

بر یکے[1] خر بارِ لعل و گوہرست — بر یکے خر، بارِ سنگ و مرمرست

ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھا ہے — دوسرے گدھے پر پتھر اور مرمر کا بوجھا ہے

بر ہمہ جُوہا تو ایں حکمت مراں — و اندریں جُو ماہ بیں عکسش مخواں

تو سب نہروں پر اپنا حکم نہ چلا — اُس نہر میں چاند کو دیکھ، اُس کو اُس کا عکس نہ کہہ

آبِ خضر ست ایں نہ آبِ دام و دد — ہرچہ اندر وے نماید حق بُود

یہ خضرؑ کا پانی ہے، نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی — اس میں جو کچھ نظر آئے وہ واقعی ہے

زیں[2] تگِ جُو ماہ گوید مَن مہم — مَن نہ عکسم، ہمحدیث و ہمرہم

اس نہر کی گہرائی سے چاند کہتا ہے، میں چاند ہوں — میں عکس نہیں ہوں، میں ہم کلام اور ہمراہی ہوں

اندریں جُو آنچہ بر بالاست ہست — خواہ بالا خواہ دروے دار دست

اس نہر میں، جو اُوپر ہے وہی ہے — خواہ اُوپر، خواہ اندر، ہاتھ بڑھا

از دگر جُوہا مگیر ایں جُوئے را — ماہ داں ایں پرتوِ مہروئے را

دوسری نہر پر اس نہر کو قیاس نہ کر — اِس ماہ رُو عکس کو تو چاند سمجھ

اندریں[3] جُو ہرچہ داری تو مُراد — باز بیں و شکر گو بہرِ زیاد

تو جو مراد رکھتا ہے، اِس نہر میں تلاش کر لے — پھر دیکھ لے اور زیادتی کے لیے شکر ادا کر

اندریں جُو ہرچہ می خواہی ببیں — از نعیم و ناز و تاج و مُلک و دیں

تو جو چاہتا ہے، اِس نہر میں دیکھ لے — ناز و نعم اور تاج اور سلطنت اور دین

جملہ مطلوباتِ خلقِ ہر دو کون — گشت موجود اندر و بے بُعد و بون

دونوں جہاں کی مخلوق کے تمام مقاصد — اس کے اندر بغیر بعد اور دوری کے موجود ہیں

ایں سخن پایاں ندارد آں غریب — بس گریست از درد خواجہ شُد کسیب

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ پردیسی — بہت رویا، خواجہ کے درد سے غمگین ہو گیا

توزیع کردنِ پایمرد در جملہ شہرِ تبریز و جمع شُدن اندک

روزگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع

چیز و رفتن آں غریب بتربتِ محتسب بزیارت و ایں قصہ

ہونا اور اس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ

رابر سرِ گورِ اُو گفتن بطریقِ نوحہ

کے طریقے پر اِس قصہ کو اسکی قبر پر کہنا

---

[1] بر یکے۔ مختلف انسان اس طرح ہیں کہ کسی پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں کسی پر پتھروں کا بوجھ ہے۔ بر ہمہ۔ سب نہروں کو یکساں نہ سمجھ ایک نہر میں بعینہٖ چاند موجود ہے اُس کو عکس نہ سمجھ۔ آب۔ اِس نہر کا پانی آبِ حیات ہے وہ محض جانوروں کے پینے کا پانی نہیں ہے، اس میں جو نظر آئے گا وہ محض عکس نہ ہو گا بلکہ عین حقیقت ہو گی۔

[2] زیں تگ۔ اس نہر کی تہ میں چاند خود بول رہا ہے کہ میں ہم سخن اور ہم راہ ہوں جو عکس نہیں ہو سکتا۔ اندریں۔ اس نہر میں جو اوپر ہے وہی اندر ہے تو جہاں سے فیض حاصل کرے گا وہی ایک فیض ہو گا۔ از دگر۔ دوسری نہروں میں تو چاند کا عکس ہے اس کو تو بعینہٖ چاند سمجھ۔

[3] اندریں۔ اِس نہر سے تیرے اُخروی اور دنیاوی سب مقاصد پُورے ہو جائیں گے۔ تجھ میں اور مقاصد میں کوئی دوری اور جدائی نہ رہے گی۔ توزیع کردن۔ چندہ جمع کرنا۔ پایمرد۔ مددگار۔

واقعہ[1] آں وامِ اُو مشہور شُد
اُس کے قرض کا قصہ مشہور ہو گیا
پائمرد از دردِ اُو رنجور شُد
مددگار، اُس کے رنج سے متاثر ہوا

از پئے توزیع گردِ شہر گشت
چندہ جمع کرنے کے لیے شہر کے چاروں طرف گھوما
از طمع میگفت ہرجا سرگذشت
لالچ سے، ہر جگہ ماجرا بیان کرتا تھا

ہیچ ناورد ازرہِ گدیہ بدست
بھیک کے ذریعہ ہاتھ میں کچھ نہ آیا
غیرِ صد دینار آں گدیہ پرست
اُس بھکاری کے، سوائے سو دینار کے

پائمرد آمد بدو دستش گرفت
مددگار آیا اور اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا
شُد بگورِ آں کریمِ بس شگفت
اُس عجیب سخی کی قبر پر گیا

گفت[2] چوں توفیق یابد بندۂ
بولا، جب کسی بندے کو توفیق حاصل ہو
کو کند مہمانیِ فرخندۂ
کہ وہ کسی بابرکت کی مہمانداری کرے

مالِ خود ایثارِ راہِ اُو کند
اُس کے راستہ میں اپنا مال صرف کرے
جانِ خود ایثارِ جاہِ اُو کند
اُس کی عزت میں اپنی جان خرچ کرے

شکرِ اُو شکرِ خدا باشد یقیں
اُس کا شکریہ ادا کرنا یقیناً خدا کا شکریہ ہے
چوں باحساں کرد توفیقش قریں
کیونکہ اُسی نے اُس کی توفیق کو احسان کا ساتھی بنایا

ترکِ شکرش ترکِ شکرِ حق بُود
اُس کا شکر نہ کرنا، اللہ کا شکر نہ کرنا ہے
حقِ اُو لا شک بحق ملحق شود
اُس کا حق اللہ تعالیٰ کے حق سے وابستہ ہو گیا

شکر میکن مرخدا را در نِعَم
نعمتوں کے بارے میں خدا کا شکر ادا کرتا رہ
نیز میکن شکر و ذکرِ خواجہ ہم
نیز خواجہ کا ذکر اور شکر بھی کر

رحمتِ[3] مادر اگرچہ از خدا ست
ماں کی محبت اگرچہ خدا کی جانب سے ہے
خدمتِ اُو ہم فریضہ ست و سزا ست
اُس کی خدمت بھی فرض اور مناسب ہے

زیں سبب فرمودہ حق صَلُّوْا عَلَيْهِ
اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اُن پر درود بھیجو
کہ محمدؐ بُود محتاجٌ اِلَیْهِ
کیونکہ محمدؐ کی جانب احتیاج ہے

در قیامت بندہ را گوید خدا
قیامت میں خدا بندہ کو کہے گا
ہیں چہ کردی آنچہ دادم مرترا
ہاں تو نے کیا کیا جو میں نے تجھے دیا تھا

گوید اے رب شکرِ تو کردم بجاں
وہ کہے گا اے خدا! میں نے دل و جان سے تیرا شکر کیا
چوں ز تو بُودِ اصلِ آں روزی و ناں
کیونکہ اُس روزی اور روٹی کی اصل تیری جانب سے تھی

---

[1] واقعہ۔ اُس پردیسی سے قرض کا قصہ تبریز میں مشہور ہوا تو ایک شخص اُس کا ہمدرد بن گیا۔ توزیع۔ تقسیم یعنی اُس نے اُس کا قرض لوگوں پر بانٹ کر جمع کرنے کے لیے شہر کا گشت شروع کر دیا، اس لالچ سے کہ لوگ رحم کھا کر اس کو چندہ دے دیں اُس کا سارا قصہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ ہیچ۔ اُس مددگار کو سارے شہر سے صرف سو دینار چندے میں ملے۔ گدیہ پرست۔ بھکاری یعنی مددگار۔ پائمرد۔ اس قلیل مقدار سے مددگار کو مایوسی ہوئی تو وہ اس پردیسی کا ہاتھ پکڑ کر محتسب کی قبر کے پاس لے گیا۔

[2] گفت۔ راستہ میں مددگار نے اُس سے کہا کہ اگر کسی کو کسی بابرکت مہمان کی مہمانداری کی توفیق میسر ہو۔ اور وہ اُس مہمان کا پورا اعزاز کرے تو ایسے میزبان کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے چونکہ اللہ ہی نے اس میزبان کو توفیق عطا کی ناشکری اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوگی۔ شکر می کن۔ چونکہ محتسب نے تجھ پر احسان کیے ہیں تو خدا کا شکر ادا کر اور محتسب کا بھی شکر گزار بن۔

[3] رحمت مادر۔ ماں میں رحم کا مادہ اگرچہ خدا نے پیدا کیا ہے لیکن پھر بھی ماں کی خدمت فرض اور مناسب ہے۔ زیں سبب۔ چونکہ ہم آنحضورؐ کے محتاج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ہمارے لیے واسطہ ہیں اس لیے ہمیں اُن کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اُن پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ در قیامت۔ خدا قیامت میں بندے سے کہے گا میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں تو نے کیا کیا وہ کہے گا چونکہ اصل روٹی دینے والا تو تھا میں نے تیرا شکریہ ادا کیا۔

گویدش[1] حق نے نکردی شکرِ من
اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا تو نے میرا شکریہ ادا نہیں کیا

چون نکردی شکرِ آں اکرام و فن
جبکہ تو نے اُس اکرام اور ہنر کا شکریہ نہ ادا کیا

بر کریمے کردۂ ظلم و ستم
تو نے سخی پر ظلم اور ستم کیا

نے زدستِ اُو رسیدت نعمتم
کیا میری نعمتیں اُس کے ہاتھ سے تیرے پاس نہیں پہنچیں؟

چون بگورِ آں ولیِ نعمت رسید
جب وہ اُس انعام دینے والے کی قبر پر پہنچا

گشت گریاں زار و آمد در نشید
(زار، زار) رونے لگا اور پڑھنے لگا

گفت اے پُشت و پناہِ ہر نبیل
بولا اے ہر شریف کی پشت و پناہ

مُرتجا و غوثِ ابناء السبیل
مسافروں کی اُمید گاہ اور مدد!

اے[2] غمِ ارزاقِ ما بر خاطرت
اے وہ کہ ہماری روزیوں کا تیری طبیعت پر بار تھا

اے چو رزقِ عام احسان و بِرّت
اے وہ کہ تیرا احسان اور بھلائی عام رزق کی طرح تھا

اے فقیراں را عشیر و والدین
اے وہ کہ فقیروں کا خاندان اور ماں باپ تھا

در خراج و خرج و در ایفائے دین
آمدنی اور خرچ میں اور قرض ادا کر دینے میں

اے چو بحر از بہرِ نزدیکاں گہر
اے سمندر جیسے! نزدیکوں کے لیے موتی

دادہ تحفہ سُوئے دُوراں از مطر
دیے، دُور والوں کو بارش کا تحفہ

پشتِ ما گرم از تُو بُود اے آفتاب
اے سورج! ہماری کمر تجھ سے گرم تھی

رونقِ ہر قصر و گنجِ ہر خراب
تو ہر قصر کی رونق اور ہر ویرانہ کا خزانہ تھا

اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ
اے وہ کہ تیری ابرو پر کسی نے شکن نہیں دیکھی

اے چو میکائیل[3] رادو رِزق دہ
اے وہ کہ میکائیلؑ کی طرح سخی اور رزق دینے والا تھا

اے دلت پیوستہ با دریایِ غیب
اے وہ کہ تیرا دل ہمیشہ غیب کے دریا سے وابستہ تھا

اے بقافِ مکرمت عنقائے غیب
اے وہ کہ شرافت کے (کوہ) قاف میں غائب عنقا ہے

یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت
تو نے نہ سوچا کہ میرے مال میں سے کیا گیا

سقفِ قصرِ ہمتت ہرگز نکفت
تیری ہمت کے قلعہ کی چھت میں کبھی شگاف نہ ہوا

اے من و صد ہمچوں من درماہ و سال
اے وہ کہ میں اور مجھ جیسے سیکڑوں (ہر) ماہ اور سال میں

مرترا چوں نسلِ تو گشتہ عیال
تیرے لیے تیری نسل کی طرح اولاد بن گئے تھے

نقدِ ما و جنسِ ما و رختِ ما
ہماری نقدی اور ہماری جنس اور ہمارا سامان

نامِ ما و فخرِ ما و بختِ ما
ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا نصیبہ

---

[1] گویدش۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبکہ تو نے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا تو گویا میرا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ بر کریمے۔ جس سخی کے ہاتھ سے میں نے تجھے روٹی دلائی تھی تو نے اس کا شکریہ ادا نہ کر کے اُس پر ظلم و ستم کیا ہے، یہ سب باتیں مددگار نے اُس پردیسی سے کہیں تاکہ وہ اپنے محسن محتسب کا شکریہ دعائے مغفرت کی صورت میں ادا کرے۔ ولیِ نعمت۔ محسن یعنی محتسب۔ نشید۔ اشعار۔ نبیل۔ شریف۔ ابناء السبیل۔ مسافرین۔

[2] اے۔ قبر کے پاس پہنچ کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ہمیں رزق پہنچانے کا تجھے فکر لگا رہتا تھا اور تیرا احسان اور نیکی اسی طرح عام تھا جس طرح تیرا دستر خوان عوام کے لیے کھلا ہوا تھا۔ عشیر۔ خاندان۔ خراج۔ آمدنی۔ اے۔ سمندر ساحل پر موتی پھینکتا ہے اور دُور والوں کو بارش سے فیض پہنچاتا ہے۔ پشت۔ تو ہمارا پشت پناہ تھا۔ خراب۔ ویرانہ۔ اے در ابرویت۔ کبھی کسی کو دیکھ کر تیری پیشانی پر گرہ نہ پڑتی تھی سب کو خوش آمدید کہتا تھا۔

[3] میکائیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ مخلوق کو رزق پہنچانے پر مقرر ہیں۔ دریائے غیب۔ دریائے غیب کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ عنقا۔ معزز پرندہ ہے۔ نکفت۔ از کفتن بمعنی شگافتن۔ من۔ میرا اور مجھ جیسے ہزاروں کا تو اولاد کی طرح خیال رکھتا تھا۔ نقدِ ما۔ پردیسی نے کہا ہماری تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھیں اور تو اُن کا واسطہ اور ذریعہ تھا اور تو ہم میں اور اللہ تعالیٰ میں رابطہ پیدا کر دیتا تھا۔

این ہمہ از حق بدُو تُو واسطہ — درمیانِ ما و حق تُو رابطہ

یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا اور تو واسطہ تھا — ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تو رابطہ تھا

تو نمُردی[1] ناز و بختِ ما بمُرد — عیشِ ما و رزقِ مستوفا بمُرد

تو نہیں مرا، ہمارا ناز اور نصیبہ مر گیا — ہمارا عیش اور ہمارا پورا رزق مر گیا

واحد کالف در رزم و کرم — صد چو حاتم گاہِ ایثارِ نعم

(تو) ایک، ہزار کی طرح تھا، شجاعت اور سخاوت میں — نعمتیں صرف کرنے کے وقت سو حاتم کی طرح تھا

حاتم ار مُردہ بمُردہ میدہد — گردگانہایِ شمردہ میدہد

حاتم اگر بے جان (چیز) بے جان کو دیتا تھا — گنتی کے اخروٹ دیتا تھا

تو حیاتے میدہی در ہر نفس — کز نفیسی می نگنجد در نفس

تو ہر سانس میں ایسی زندگی دیتا تھا — کہ جو خوبی سے بیان میں نہیں سماتی ہے

تو حیاتے میدہی بس پایدار — نقدِ زرِ بے کساد و بے شمار

تو بہت پائدار زندگی دیتا تھا — کھرا نقد بغیر کھوٹ کے اور بے شمار

وارثے[2] نابُودہ یک خُویِ تُرا — اے فلک سجدہ کُناں کویِ تُرا

تیری ایک عادت کا کوئی وارث نہ بنا — اے وہ کہ تیرے کوچہ کو آسمان سجدہ کرتا ہے

خلق را از گرگِ غم لُطفت شُباں — چوں کلیم اللہ شُبانِ مہرباں

مخلوق کے لیے غم کے بھیڑیے سے تیری مہربانی نگہبان تھی — جیسے کہ کلیم اللہ مہربان محافظ

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام و شفقت و مہربانیِ موسیٰ علیہ السلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھاگنا اور اُس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت — پایِ موسیٰؑ آبلہ شُد نعل[3] ریخت

ایک بکری (حضرت) کلیم اللہ سے بھاگ گئی — (حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں میں آبلہ ہوگیا اور تھک گئے

درپے اُو تا بشب در جستجو — واں رِمہ غائب شُدہ از چشمِ اُو

اُس کے پیچھے رات تک تلاش میں رہے — وہ گلہ اُن کی نگاہ سے غائب ہو گیا

گوسپند از ماندگی شُد سُست و ماند — پس کلیم اللہ گرد ازوے فشاند

بکری تکان سے سُست ہو گئی اور رہ گئی — تو کلیم اللہ نے اُس کی گرد جھاڑی

---

[1] تو نمردی۔ آج صرف تو نہیں مرا بلکہ ہمارے سارے منافع مُردہ ہوگئے۔ واحد۔ تو ایک نہ تھا بلکہ رزم و بزم میں ہزار کے قائم مقام تھا اور انعام دیتے وقت سیکڑوں حاتموں کی طرح تھا۔ حاتم۔ حاتم صرف دنیاوی حقیر نعمتیں عطا کرتا تھا جو فانی تھیں۔ تو حیاتے۔ تیری عطا زندگی ہے اور پائدار ہے یعنی روحانی عطیات اور ظاہری عطیات بھی کھرے اور بے شمار ہیں۔

[2] وارثے۔ تیری ان فضیلتوں میں تیرا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔ خلق۔ مخلوق کو رنج و غم سے تو ایسا ہی محفوظ رکھتا تھا جس طرح حضرت موسیٰ اپنی بکریوں کے محافظ اور مہربان تھے۔ گریختن۔ اب حضرت موسیٰ کے اس قصہ سے ان کی بکریوں کی حفاظت اور اُن پر شفقت کا بیان مقصود ہے۔

[3] نعل ریخت۔ نعل ریختن۔ گھوڑے کا دوڑنے سے عاجز آجانا۔ واں رمہ۔ جس گلہ کی وہ بکری تھی اُس گلہ سے حضرت موسیٰ بہت دور ہو گئے۔ گوسپندے۔ بکری بھاگتے بھاگتے تھک کر گر گئی حضرت موسیٰ نے اُس کے پاس پہنچ کر اس کی گرد جھاڑی اور ماں کی طرح اُس پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔

کف ہمی مالید بر پُشت و سرش — می نوازش کرد ہمچو مادرش
اُس کی کمر اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے — ماں کی طرح اُس پر مہربانی کرتے تھے

نیم[1] ذرہ تیرگی و خشم نے — غیرِ مہر و رحم و آبِ چشم نے
آدھا ذرہ کدورت اور غصہ نہ تھا — سوائے مہربانی اور رحم اور آنسو کے (کچھ) نہ تھا

گفت گیرم برمنت رحمے نبُود — طبعِ تو برخود چرا اِستم نمُود
فرمایا، میں نے مانا، تجھے مجھ پر رحم نہ آیا — تیری طبیعت نے اپنے اوپر کیوں ظلم کیا؟

باملائک گفت یزداں آں زماں — کہ نبُوت را ہمی زیبد فلاں
خدا تعالیٰ نے اُس وقت فرشتوں سے فرمایا — کہ فلاں نبوت کے لائق ہے

مصطفیؐ فرمود خود کہ ہر نبی — کرد چو پانیش برنا[2] یا صبی
خود (حضرت) مصطفیؐ نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے — جوانی یا بچپن میں بکریاں چرائی ہیں

بے شُبانی کردن و آں امتحاں — حق ندادش پیشوائیِ جہاں
چرواہا پن اور اُس آزمائش کے بغیر — حق (تعالیٰ) نے اُسکو دنیا کی پیشوائی نہیں دی

تا شُود پیدا وِقار و صبرِ شاں — کرد شاں پیش از نبُوّت حق شُبا
تاکہ اُن کا وِقار اور صبر ظاہر ہو جائے — اللہ (تعالیٰ) نے ان کو نبوت سے پہلے چرواہا بنایا ہے

گفت سائل ہم تُو نیز اَے پہلواں — گفت من ہم بُودہ ام دہرے شُباں
ایک سوال کرنے والے نے کہا آپ بھی اے سردار! — فرمایا میں بھی ایک زمانہ تک چرواہا رہا ہوں

ہر[3] امیرے کو شبانیِ بشر — آنچناں آرد کہ باشد موتمر
ہر حاکم جو انسانوں کا چرواہا پن — اِس طرح کرے جیسا کہ حکم ہوا ہے

حلمِ موسیٰؑ وار اندر رعیِ خود — اُو بجا آرد بتدبیر و خِرد
اپنے چرواہے پن میں (حضرت) موسیٰؑ کی بردباری کیطرح — وہ تدبیر اور عقل سے بجا لائے

لاجرم حقش دہد چوپانیے — بر فرازِ چرخ مہ رُوحانیے
لامحالہ (اللہ تعالیٰ) اس کو چوپانی عطا فرما دے گا — روحانی چاند کے آسمان کی بلندی پر

آنچُنانکہ انبیا را زیں رُعا — برکشید و داد رعیِ اصفیا
جس طرح انبیا کو اِس چرواہے پن سے — بلند کر دیا اور برگزیدہ لوگوں کی چوپانی دے دی

خواجہ بارے تو دریں چوپانیت — کردی آنچہ کور گردد شانیت
اے خواجہ! البتہ تو نے اِسی چوپانی میں — وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جائے

---

1. نیم۔ بکری کی اِس حرکت سے اُنھیں ذرہ برابر غصہ نہ آیا اور اس کی درماندگی پر آنسو بہانے لگے۔ گفت۔ اور فرمانے لگے کہ اگر تجھے میرے بھاگنے دوڑنے پر رحم نہ آیا تو نہ سہی تو نے اپنے اوپر بھی رحم نہ کیا۔ باملائک۔ حضرت موسیٰؑ کی یہ باتیں سن کر حضرت حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ موسیٰؑ جیسا بُردبار نبوت کے لائق ہے۔ مصطفیؐ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔
2. برنا۔ نوجوان۔ بے شبانی۔ بکری چرانے والے میں بہت ہی حلم اور بردباری پیدا ہو جاتی ہے، بکری گلہ سے اِدھر اُدھر بہت بھاگتی ہے اور اُس پر غصہ بھی نہیں اتارا جا سکتا معمولی چوٹ سے مر جاتی ہے۔ گفت۔ جب حضورؐ نے یہ فرمایا کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی چرائی ہوں گی تو آپ نے فرمایا میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔
3. ہر امیرے۔ مولانا فرماتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کی طرح مخلوقِ خدا کی چوپانی کرے گا اور اپنی تدبیر اور عقل سے ان کی دیکھ بھال کریگا۔ لاجرم۔ اللہ تعالیٰ اُس کو لامحالہ چوپانی کا روحانی مقام عنایت فرما دیتا ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انبیا کو اِسی چوپانی سے منصب نبوت حاصل ہوا ہے۔ خواجہ۔ یہ مسافر کا مقولہ ہے کہ اے محتسب تو نے چونکہ انسانوں کی چوپانی کی ہے۔ شانی۔ دشمن۔

دانم[1] آنجا در مکافات ایزدت — سروریِ جاودانہ بخشدت
میں جانتا ہوں کہ بدلہ میں اُس جگہ تجھے خدا — ہمیشہ کی سرداری عنایت کر دے گا

بر اُمیدِ کفت چوں دریایِ تُو — بر وظیفہ دادن و ایفائے تُو
تیرے دریا جیسی ہتھیلی کی اُمید پر — تیرے وظیفہ دینے اور (وعدے کا ایفا کرنے پر)

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف — تو کجائی تا شود ایں دُرد صاف
میں نے نو ہزار اشرافیاں بے احتیاطی سے قرض کر لیں — تو کہاں ہے؟ تاکہ یہ تلچھٹ صاف ہو جائے

تو کُجائی تاکہ صد چنداں کرم — با منِ خستہ بجا آری نعم
تو کہاں ہے؟ تاکہ سو گنا کرم — ہاں، مجھ عاجز کے ساتھ بجا لائے

تو کُجائی تا دو صد لُطف . و عطا — باغریبِ خستہ دل آری بجا
تو کہاں ہے؟ تاکہ دو سو مہربانیاں اور عطا — خستہ دل، پردیسی کے ساتھ بجا لائے

تو کُجائی تاکہ خنداں چوں چمن — گوئیم بِستاں دو صد چنداں زمن
تو کہاں ہے؟ تاکہ چمن کی طرح مسکراتا ہوا — تو مجھ سے کہے، مجھ سے دو سو گنا لے لے

تو کُجائی تا مرا خنداں کُنی — لُطف و احساں چوں خداونداں[2] کُنی
تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے ہنسا دے — آقاؤں کی طرح، مہربانی اور احسان کرے

تو کُجائی تا بری در مخزنم — تا کُنی ازوام و فاقہ ایمنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے خزانے میں لے جائے — تاکہ مجھے قرض اور فاقہ سے مطمئن کر دے

من ہمی گویم بس و تو مِفضلم — گفتہ کایں ہم گیر از بہرِ دلم
میں کہوں بس، اور تو بڑا مہربان مجھ سے — کہے کہ یہ بھی میری خاطر لے لے

چوں ہمی گنجد جہانے زیرِ طیں — چوں بگنجد آسمانے در زمیں
مٹی کے نیچے، ایک عالم کیسے سماتا ہے؟ — ایک آسمان، زمین کے نیچے کیسے سماتا ہے؟

حاش لِلّٰہ تو بروُنی زیں جہاں — ہم بوقتِ زندگی ہم ایں زماں
حاش لِلّٰہ، تو اس دنیا کے باہر ہے — زندگی کے وقت میں بھی، اس وقت بھی

در ہوائے غیب مُرغے می پرد . — سایۂ او بر زمینے می گسترد
غیب کی فضا میں ایک پرند اُڑ رہا ہے — اُس کا سایہ زمین پر بچھ رہا ہے

جسم سایۂ سایۂ سایۂ دلست[3] — جسم کے اندر خورِ پایہ دلست
جسم، دل کے سائے کے سائے کا سایہ ہے — جسم، دل کے رُتبہ کے لائق کب ہے؟

---

[1] دانم۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تجھے بھی دائمی سرداری بخش دی ہے۔ برامید۔ اس پردیسی نے کہا میں نے تیری عطا کے بھروسے پر قرض لینے میں بے پروائی برتی اور نو ہزار قرض کر لیا اب تو کہاں ہے کہ میرے مکدر عیش کو صاف کر دے۔ تو کجائی۔ اب تو کہاں ہے کہ مجھے نعمتیں عطا کرے۔ تا دو صد۔ اب اس کی موت کی حسرت کے ساتھ اپنی مُردہ تمناؤں کا ذکر کرتا ہے۔ گوئیم۔ تو مجھ سے کہے کہ اپنے قرض سے دو سو گنا مجھ سے لے جا۔

[2] خداونداں۔ آقا لوگ۔ مخزن۔ خزانہ۔ من ہمی گویم۔ میں کہوں کہ یہ عطا میرے لیے کافی ہے اور تو کہے کہ میری خاطر اور لے لے۔ مفضل۔ بہت احسان کرنے والا۔ چوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھ جیسا آسمان زمین میں کیسے سما گیا۔ حاش۔ اب کہتا ہے یہ میری غلطی ہے کہ میں تجھے زیرِ زمین سمجھ رہا ہوں تو زندگی میں بھی ملاءِ اعلیٰ میں تھا اور اب بھی وہاں ہی ہے۔ در ہوا۔ تو در اصل روح تھا جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اور جسم جو زمین پر ہے بمنزلہ اُس کے سایہ کے ہے۔

[3] دلست۔ جسم کو سایہ قرار دیا اب اس سایہ کی حقیقت بتاتے ہیں کہ قلب روح ہے اور روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح سراجی جو روحِ اعظم ہے اور وہ تمام ارواح کا منبع ہے دوسری روحِ زجاجی جو ہر شخص میں جدا ہے اور اس کا تعلق ہر شخص سے روحِ حیوانی کے ذریعہ ہے تو جسم روحِ حیوانی سے استفادہ کرتا ہے اور وہ روحِ زجاجی کے تابع ہے اور روحِ زجاجی روحِ سراجی کے تابع ہے۔ تو جسم اس روحِ سراجی کے سایہ کے سایہ کا سایہ ہوا لہٰذا جسم کو وہ رُتبہ کہاں مل سکتا ہے جو روح کو حاصل ہے۔

مَردِ[1] خُفتہ رُوحِ اُو چوں آفتاب
انسان سویا ہوا ہے، اس کی رُوح سورج کی طرح ہے

در فلک تابان و تن در جامۂ خواب
آسمان میں چمکتی ہوئی اور جسم بستر میں ہے

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف
رُوح، خلا میں گوٹ کی طرح مخفی ہے

تن تقلّب می کُند زیرِ لحاف
جسم، لحاف کے نیچے کروٹیں بدل رہا ہے

رُوح چوں مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ مختفی ست
رُوح چونکہ میرے رب کے امر میں ہے، پوشیدہ ہے

ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست
میں جو مثال بھی کہوں وہ جداگانہ ہے

اے عجب کو لعلِ شکّر بارِ تُو
ہائے تعجب، وہ تیرا شکر برسانے والا لعل کہاں ہے؟

واں جواباتِ خوش و اسرارِ تُو
وہ تیرے بھلے جواب اور اسرار کہاں ہیں؟

اے عجب کو آں عقیقِ قندخا
ہائے تعجب، وہ شکر چبانے والا عقیق کہاں ہے؟

آں کلیدِ قفلِ مُشکلہائے ما
وہ ہماری مشکلوں کی کنجی (کہاں ہے)؟

اے عجب کو آں دمِ چوں ذُوالفقار
ہائے تعجب، وہ ذوالفقار جیسا کلام کہاں ہے؟

آنکہ کردے عقلہا را بیقرار
وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا

چند ہمچو فاختہ کاشانہ جُو
گھونسلہ ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح کب تک

کوو کوو کوو کوو کوو کو
کوکو اور کوکو اور کوکو

کو ہمانجا[2] کہ صفاتِ رحمت ست
کہاں ہے؟ وہاں جہاں رحمت کی صفات ہیں

قدرت ست و نزہت ست و فِطنت ست
قدرت ہے اور پاکیزگی ہے اور سمجھ ہے

کو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش
کہاں ہے؟ اُس جگہ ہے کہ دل اور اُس کا خیال

دائم آنجا بُد چوشیر و بیشہ اش
ہمیشہ وہاں تھا شیر اور اُس کی کچھار کی طرح

کو، ہمانجا کہ اُمید مردوزن
کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ جہاں مردوزن کی اُمید

میرود در وقتِ اندوہ و حزن
رنج اور غم کے وقت جاتی ہے

کو، ہمانجا کہ بوقتِ علّتے
کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ بیماری کے وقت

چشم پَرّد بر اُمیدِ[3] صحّتے
صحت کی اُمید پر آنکھ اُٹھتی ہے

آں طرف کہ بہرِ دفعِ زشتیے
اُس طرف، کہ بُرائی کے دفعیہ کے لیے

باد جوئی بہرِ کِشت و کشتیے
کھیتی اور کشتی کے لیے تو ہوا کو تلاش کرتا ہے

آں طرف کہ دل اِشارت میکُند
اُس جانب، کہ دل اشارہ کیا کرتا ہے

چوں زباں یاہُو عبارت میکُند
جب زُباں "یا ھُو" کہتی ہے

---

[1] مردِ خفتہ۔ نیند کی حالت میں جسم، لحاف میں سویا ہوا ہوتا ہے اور رُوح عالمِ مجردات میں درخشاں ہے۔ رُوح۔ رُوح کو قرآن نے امرِ رب کہہ کر مخفی رکھا ہے تو وہ کسی مثال کے ذریعہ بھی نہیں سمجھائی جا سکتی۔ اے عجب۔ اب پھر محتسب کے فضائل کا ذکر ہے۔ عقیقِ قندخا۔ یعنی شیریں کلام ہونٹ۔ کلید۔ یعنی زبان۔ دَم۔ یعنی کلام۔ آنکہ۔ اس قدر فصیح کلام تھا کہ عقلا اُس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو جاتے تھے۔ چند۔ فاختہ کی کوکو بمعنی کجا کجا ہے یعنی فاختہ اپنے گھونسلے کی تلاش میں کہتی ہے کہ وہ کہاں ہے۔

[2] کو۔ تو کہتا ہے کہ محتسب کہاں ہے تو سن لے کہ وہ اُسی جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ کہ دل۔ یعنی محتسب اُس جگہ ہے جہاں اُس کا خیال اِسی طرح لگا رہتا تھا جیسا کہ شیر کا خیال اپنی کچھار پر، یعنی دربارِ خداوندی پر۔

[3] اُمید۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ آں طرف۔ جس وقت ہوا کے رُک جانے سے کھیتی اور کشتی کو نقصان پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دل اشارت۔ جب ذکر کرنے والا یاہُو کا ذکر کرتا ہے تو قلب اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اُوٗ[1] مع اللہست بے گوگو ہے
کاش جولاہانہ "ماکو" گفتیے

وہ بغیر کوکو کے اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ ہے
کاش ہم جولاہوں کی طرح "ماکو" کہتے

عقلِ ماگو تا بہ بیند غرب و شرق
رُوحہا را می زند صد گونہ برق

ہماری عقل کہاں ہے تاکہ غرب اور شرق کو دیکھے
سیکڑوں قسم کی روشنیاں روحوں پر پڑ رہی ہیں

جزر و مدّش بُد بہ بحرے در زبد
منتہی شُد جزر و باقی ماند مد

جھاگ میں رہتے ہوئے اس کے لیے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا
گھٹاؤ ختم ہوگیا، بڑھاؤ باقی رہ گیا

نہ[2] ہزارم وام و من بیدست رس
ہست صد دینار ازیں توزیع و بس

میرے اُوپر نو ہزار قرض اور میں بے دسترس ہوں
اِس چندے سے سو دینار ہیں اور بس

حق کشیدت، ماندہ ام در کشمکش
میروم نومید اے خاکِ تو خوش

اللہ (تعالیٰ) نے تجھے کھینچ لیا، میں کشمکش میں رہ گیا
اے پاک تربت! (تیرے مزار سے) میں مایوس، جاتا ہوں

ہمتے میدار در پُر حسرتت
اے ہمایوں رُوی و دَست و ہمتت

کچھ توجہ ڈال، اپنے حسرت بھرے پر
اے کہ تیرا چہرہ اور ہاتھ اور توجہ مبارک ہے

آمدم بر چشمۂ اصلِ عیوں
یافتم دروے بجایِ آب خوں

میں چشموں کی جڑ، چشمہ پر آیا
میں نے اُس میں، پانی کی جگہ خون پایا

چرخ آں چرخ ست وتاب آں تاب نیست
جُوی آں جُویست آب آں آب نیست

آسمان وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں ہے
نہر وہی نہر ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

محسناں[3] ہستند کو آں مستطاب
اختراں ہستند کو آں آفتاب

احسان کرنے والے ہیں؟ وہ پاکیزہ کہاں ہے؟
ستارے ہیں وہ سورج کہاں ہے؟

تو شُدی سُوی خدا اے محترم
پس بسُوئے حق روم من نیز ہم

اے محترم! تو خدا کے پاس چلا گیا
تو میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں

مجمع و پائے عَلَمْ مَا وَی الْقُرُوْن
ہست حق کُلٌّ لَدَنْیَا مُحْضَرُوْن

جمع ہونے کی جگہ اور جھنڈے کا سایہ اور زمانوں کا ملجا
اللہ (تعالیٰ) ہے، ہر چیز ہمارے پاس حاضر ہے

نقشہا گر بے خبر گر باخبر
در کفِ نقّاش باشد محتضر

نقش خواہ بے خبر ہوں یا باخبر
نقّاش کے ہاتھ میں حاضر ہوتے ہیں

---

[1] اُو۔ اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور بغیر کو کے ہے۔ یعنی اُس کے متعلق "کجا" نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ مقام لامکانی ہے۔ کاش۔ ہمیں "آن کجا" کے بجائے "تا کجا" کہنا چاہیے کیوں کہ ہم مکانی ہیں۔ ماکو۔ اس کے دو معنی ہیں ایک یہ "ہم کہاں ہیں" دوسرے جولاہوں کی نالی جس میں وہ لپٹا ہوا دھاگا رکھ کرتانے میں بانا بنتے ہیں۔ عقل۔ اگر ہمیں عقل ہوتو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مشرق ومغرب میں اہل اللہ کی روحوں میں سیکڑوں قسم کی تجلیاں وارد ہورہی ہیں۔ جزر۔ اہل اللہ کی رُوح کو وفات کے بعد تو معیتِ حق حاصل ہو ہی جاتی ہے زندگی میں جبکہ روح جسم کے جھاگ میں تھی اُس میں قربِ الٰہی کے اعتبار سے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا جب وفات ہو جاتی ہے تو گھٹاؤ ختم ہو جاتا ہے اور بڑھاؤ ہی رہتا ہے۔

[2] نہ ہزار۔ اس مقروض نے کہا مجھ پر نو ہزار قرضہ ہے جو میری دسترس سے باہر ہے اس لیے کہ اس چندہ میں بھی سو دینار ملے ہیں۔ حق کشیدت۔ اللہ نے تجھے عالمِ بالا کی جانب کھینچ لیا میں اب کشمکش میں ہوں اور واپس جا رہا ہوں۔ ہمتے۔ اب کچھ روحانی توجہ ڈال دے۔ بجائے آب۔ اشرفیاں تو نہ ملیں رنج وغم حاصل ہوا۔ چرخ۔ آسمان وزمین وہی ہے لیکن تیرے مرنے سے اب اس میں رونق اور سخاوت نہیں ہے۔

[3] محسناں۔ دنیا میں احسان کرنے والے ہیں لیکن تجھ سا کہاں ہے تو سورج تھا دوسرے ستارے ہیں۔ تو شدی۔ تو خدا کے پاس پہنچ گیا اب میں بھی پہنچتا ہوں۔ مجمع۔ کُلٌّ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن "سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہیں"۔ سب کو خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ پای علم۔ لشکر کے لوگ، جھنڈے کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ نقشہا۔ مرکر تو سب خدا کی طرف لوٹیں گے زندگی میں بھی سب اُس ہی کے تصرّف میں ہیں۔

دمبدم[1] در صفحۂ اندیشہ شاں — ثبت و محوے میکند آں بے نشاں

ہر وقت اُن کے فکر کے صفحہ پر — وہ بے نشان قایم اور محو کرتا ہے

خشم می آرد رضا را میبرد — بخل می آرد سخا را میبرد

غصہ کو لاتا ہے، رضامندی کو لے جاتا ہے — بُخل لاتا ہے، سخاوت کو لے جاتا ہے

گہہ برد حِقد و صفا آرد ہمی — بدرود عجز و عطا کارد ہمی

کبھی کینہ کو لے جاتا ہے اور خلوص کو لاتا ہے — عجز کو کاٹتا ہے، بخشش کو بوتا ہے

نیم لحظہ مُدرکاتم شام و غدو — ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو

میری احساس کرنیوالی قوتیں شام اور صبح آدھے لحظہ کیلئے — کبھی اِس اثبات اور محو سے خالی نہیں ہیں

کوزہ گر با کوزہ باشد کار ساز — کوزہ از خود کے شود پہن و دراز

کمہار، کوزہ بناتا ہے — کوزہ ازخود کب چوڑا اور لمبا ہوتا ہے؟

چوب در دستِ درو گر مُعتکِف — ورنہ چوں گردد بُریدہ موتلِف

لکڑی بڑھئی کے ہاتھ میں قائم ہوتی ہے — ورنہ منقطع، اور، مرکب کب بنے؟

جامہ[2] اندر دستِ خیاطے بُود — ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد

کپڑا درزی کے ہاتھ میں ہوتا ہے — ورنہ از خود کب سِلتا یا پھٹتا ہے؟

مشک با سقا بُود اے منتہی — ورنہ ازخود چوں شود پُر یا تہی

اے منتہی! مشک سقے کے ساتھ ہوتی ہے — ورنہ ازخود کب پُر یا خالی ہوتی ہے؟

ہر دمے پُر می شوی تی می شوی — پس بداں کہ در کفِ صُنع وئی

تو ہر وقت پُر ہوتا ہے، خالی ہوتا ہے — تو جان لے کہ تو اس کی کاریگری کے ہاتھ میں ہے

چشم بند از چشم دوزے کے رود — صُنع از صانع چساں شیدا شود

بند آنکھ، آنکھ پیدا کرنے والے سے کہاں جا سکتی ہے — مصنوع، صانع سے کب آوارہ ہو سکتا ہے؟

چشم[3] داری تو بچشمِ خود نگر — منگر از چشمِ سفیہۓ بے خبر

تو آنکھ رکھتا ہے، اپنی آنکھ سے دیکھ لے — بیوقوف، بے خبر کی آنکھ سے نہ دیکھ

گوش داری تو بگوشِ خود شنو — گوش گولاں را چرا باشی گرو

تو کان رکھتا ہے، اپنے کان سے سُن — تو احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہوتا ہے؟

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن — ہم برائے عقلِ خود اندیشہ کن

بغیر تقلید کے نظر کرنے کا پیشہ بنا لے — اپنی عقل کی رائے سے بھی سوچ

---

[1] دمبدم۔ اُس کا تصرف ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت خیالات آتے جاتے ہیں۔ خشم۔ کسی وقت وہ انسان میں غصہ پیدا فرماتا ہے کبھی خوشی، کبھی بخل پیدا کرتا ہے کبھی سخاوت، یہ سب اُس کا تصرف ہے۔ گہہ۔ کینہ اور خلوص کم ہمتی اور عطا کی ہمت سب اُس کے تصرفات ہیں۔ نیم لحظہ۔ کسی وقت بھی انسان اس کے تصرف سے باہر نہیں ہے۔ کوزہ۔ مصنوع، صانع کے تصرف میں ہے۔ چوب۔ لکڑی بڑھئی کے تصرف میں ہے۔

[2] جامہ۔ کپڑا درزی کے تصرف میں ہے، وہ خود نہ سلتا ہے نہ پھٹتا ہے۔ مشک۔ مشک پر سقے کا تصرف ہے۔ ہر دمے۔ انسان بھی کبھی خیالات سے پُر اور کبھی خالی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ صانع کے تصرف میں ہے۔ تی۔ مخفف تہی یعنی خالی۔

[3] چشم داری۔ صانع کی صنعت کو تو خود اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ اس آنکھ سے نہ دیکھ جس کے پاس نہ دلائلِ عقلیہ ہوں نہ دلائلِ نقلیہ۔ گوش داری۔ تجھے خدا نے کان دیئے ہیں تو اُن سے سُن دوسروں کی سُنی سنائی بات پر بھروسہ نہ کر۔ بے ز تقلید۔ اور تحقیقی نظر ڈال تقلیدی نظر کافی نہیں ہے۔

بشنو[1] از من یک حکایت در نظیر — تاشوی از سرِّ گفتِ من خبیر
مثال میں مجھ سے ایک قصہ سن لے — تاکہ تو میری بات کے راز سے واقف ہو جائے

دیدنِ خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکبِ خود اسپے
خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے
بس نادر و تعلقِ دلِ شاہ بخوبی و حُسن و چستیِ آں اسپ و
کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اُس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور
سرد کردنِ عمادُ الملک آں اَسپ را در دلِ شاہ و گزیدنِ
عمادُ الملک کا، شاہ کے دل میں اُس گھوڑے کو بے وقعت کر دینا اور
شاہ گفتِ اُو را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی
شاہ کا اُس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کر لینا، جیسا کہ حکیم سنائی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی[2] نامہ می فرماید
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں

چوں زبانِ حسد شود نخّاس — یوسفے یابی از گزِ کرباس
جب حسد کی زباں بردہ فروش ہو — ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کر لے گا

از دلالیِ برادرانِ[3] یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے
دردلِ مُشتریاں آں چنداں حُسن پوشیدہ شدہ، زشت
خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حُسن چھپ کر برا
نمودن گرفت وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ
نظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بُود امیرے را یکے اسپ گزیں — در گلۂ سلطاں نبُودش یک قریں
ایک سردار کا ایک منتخب گھوڑا تھا — بادشاہ کے گلہ میں اُس کے جوڑ کا کوئی نہ تھا
اُو سوارہ گشت در موکب پگاہ — ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ صبح کو جلوس میں سوار ہوا — خوارزم شاہ نے اچانک گھوڑا دیکھ لیا
چشمِ شہ را فرّ و رنگِ اُو ربود — تا برجعت چشمِ شہ بر اَسپ بُود
شاہ کی نظر کو اس کی شان اور رنگت نے اُچک لیا — شاہ کی نظر واپسی تک گھوڑے پر تھی

---

1. بشنو۔ اب تو ایک قصہ سُن لے تاکہ تحقیق اور تقلید کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے۔ دیدن۔ خوارزم شاہ نے گھوڑے کو تقلیدی نظر سے دیکھا فوراً عماد الملک کے کہنے سے اُس کا خیال بدل گیا اگر تحقیق کی نظر سے کام لیتا تو گھوڑے سے محروم نہ رہتا۔ حکیم سنائی۔ مشہور صوفی شاعر ہیں۔
2. الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی کی مشہور کتاب ہے۔ چوں۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے، اگر بردہ فروش دلال کی زبان حاسد ہو تو غلام بے وقعت ہو جاتا ہے اور معمولی قیمت میں فروخت ہو جاتا ہے حضرت یوسف جیسے غلام کی قیمت بھی ایک گز کپڑا رہ جاتی ہے۔
3. برادراں۔ حضرت یوسف کے بھائی چونکہ حاسد تھے اس لیے خریدار اُن کے خریدنے کے زیادہ شائق نہ بنے۔ بُود۔ ایک سردار کا اس قدر منتخب گھوڑا تھا کہ اُس جیسا گھوڑا بادشاہ کے پاس بھی نہ تھا۔ موکب۔ شاہی جلوس۔ چشم۔ بادشاہ اُس کو واپسی تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر — ہریکش خوشتر نمودے زاں دگر
وہ اُس کے جس عضو پر نظر ڈالتا — ہر ایک دوسرے سے زیادہ اچھا نظر آتا

غیر[1] چُستی و کشی و روحت — حق بُرو افگندہ بُد نادر صفت
چستی اور خوبی اور سبک روی کے علاوہ — اللہ تعالیٰ نے اُس میں نادر صفتیں رکھی تھیں

پس تجسّس کرد عقلِ بادشاہ — کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ
پھر بادشاہ کی عقل نے ٹٹول کی — کہ یہ کیا چیز ہے؟ جو عقل کا راستہ روکتی ہے

چشمِ من پُرست و سیر ست و غنی — از دو صد خورشید دارد روشنی
میری آنکھ پُر اور سیر اور بے نیاز ہے — دو سو سورجوں کی روشنی رکھتی ہے

اے رُخِ شاہاں بَرِمن بیذقے — نیم اسپم در رُباید بے حقے
اے (مخاطب)! شاہوں کا رُخ میرے لیے پیادہ ہے — مجھے آدھا (معمولی) گھوڑا خواہ مخواہ فریفتہ کرتا ہے

جادوئی[2] کردست جادو آفریں — جذبہ باشد آں نہ خاصیاتِ ایں
جادو پیدا کرنے والے نے، جادو کیا ہے — وہ کشش اُس کی ہے، نہ اِس کی خصوصیتیں

فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد — فاتحہ اش در سینہ می افزود درد
اُس نے فاتحہ اور بہت لاحول پڑھی — فاتحہ اُس کے سینے میں درد بڑھاتی تھی

زانکہ اُو را فاتحہ خود می کشید — فاتحہ در جرّ و دفع آمد وحید
کیونکہ اُس کو فاتحہ خود کھینچ رہی تھی — فاتحہ کشش اور دفعیہ میں یکتا ہے

گر نماید غیر ہم تمویہ اُوست — ور رود غیر از نظر تنبیہ اُوست
اگر وہ غیر کو دکھاتا ہے، تو وہ اُس کا ملمع کرتا ہے — اور اگر غیر، نظر سے گرے تو اُس کی تنبیہ ہے

پس[3] یقیں گشتش کہ جذبہ آں سریست — کارِ حق ہر لحظہ نادر آوریست
تو اُس کو یقین ہو گیا کہ اُس جانب کی کشش ہے — اللہ (تعالیٰ) کا کام ہر وقت نادر کو پیدا کرنا ہے

اسپ سنگیں، گاوِ سنگیں ز ابتلا — می شود مسجود از مکرِ خدا
پتھر کا گھوڑا، پتھر کا بیل، ابتلا کی وجہ سے — خدا کی تدبیر سے مسجود بن جاتا ہے

پیشِ کافر. نیست بُت را ثانیے — نیست بُت را فر و نے رُوحانیے
کافر کے سامنے بُت کا کوئی ثانی نہیں ہے — نہ بُت میں شان ہے اور نہ روحانیت ہے

---

[1] غیر۔ گھوڑے میں چُستی اور خوبی اور سبک روی کے علاوہ اور بھی صفات تھیں۔ روحت۔ اِس لغت کا سبکروی ترجمہ ہم نے دوسروں کی پیروی میں کیا ہے، اصل لغت سے اس کے کوئی معنی واضح نہیں ہوئے۔ پس۔ شاہ کو حیرانی ہوئی کہ یہ گھوڑا کیسا ہے کہ اُس نے دیوانہ بنا دیا ہے۔ چشمِ من۔ میں سیر چشم ہوں اور بے نیاز ہوں میری آنکھ میں دو سو سورجوں کی روشنی ہے۔ رُخ۔ شطرنج کا معزز مہرہ ہے۔ بیذق۔ پیادہ شطرنج کا معمولی مہرہ ہے۔ نیم اسپم۔ لیکن اِن باتوں کے باوجود ایک گھوڑے نے میری عقل کو حیران کر دیا ہے۔

[2] جادو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سحر کاری ہے اور اُس کی یہ کشش ہے، گھوڑے کی عمدگی کی یہ کشش نہیں ہے۔ فاتحہ۔ گھوڑے کے خیال کو دور کرنے کے لیے اُس نے سورۂ فاتحہ اور لاحول پڑھنی شروع کی لیکن فاتحہ نے بھی اُس کے درد میں اور اضافہ کر دیا۔ زانکہ۔ اُس کے درد میں اس لیے اضافہ ہوا کہ یہ کشش فاتحہ والے کی تھی اور وہ کشش میں یکتا ہے۔ فاتحہ۔ یعنی فاتحہ کا رب، اللہ تعالیٰ۔ گر نماید۔ اگر اللہ تعالیٰ غیر کو حسین کر کے دکھا دیتا ہے تو یہ اس کا ملمع کرنا ہے اور اگر غیر کو وہ برا کر کے دکھا دیتا ہے تو یہ اُس کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔

[3] پس۔ تو اب شاہ کو یقین ہو گیا کہ گھوڑے کی جانب یہ کشش منجانب اللہ ہے۔ اسپ سنگین۔ اللہ تعالیٰ جب کسی اپنے غیر کو حسین بناتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان گھوڑے اور بیل کے بُت کو پوجنے لگتا ہے۔ ثانیے۔ وہ کافر اُس بت کو عدیم المثال سمجھنے لگتا ہے حالانکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اس میں کوئی شان و شوکت ہے۔

چیست[1] آں جاذب نہاں اندر نہاں　　در جہاں تابندہ از دیگر جہاں

مخفی در مخفی وہ کھینچنے والا کیا ہے؟　　دُنیا میں دوسرے جہاں سے چمکنے والا

عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں　　من نمی بینم تو می تانی ببیں

اس مخفی سے عقل بھی پردے میں ہے اور جان بھی　　میں نہیں دیکھتا ہوں، اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ لے

چونکہ خوارزم شہ ز سیراں باز گشت　　با خواصِ مُلکِ خود ہمراز گشت

جب خوارزم شاہ، سیر سے لوٹا　　اپنے ملک کے خواص سے ہمراز ہوا

پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں　　تا بیارند اسپ رازاں خانداں

پھر اُسی وقت سپاہیوں کو حکم دیا　　کہ اس خاندان سے گھوڑا لے آئیں

ہمچو[2] آتش در رسیدند آں گروہ　　ہمچو پشّے گشت امیرِ ہمچو کوہ

وہ لوگ آگ کی طرح پہنچ گئے　　پہاڑ جیسا سردار، اُون جیسا ہو گیا

جانش از درد و غبیں تا لب رسید　　جُز عمادُالملک زنہارے ندید

اُس کی جان درد اور ٹوٹے سے ہونٹ تک آ گئی　　اُس نے عمادالملک کے سوا پناہ نہ دیکھی

کہ عمادُالملک بُد پایۂ علم　　بہرِ ہر مظلوم و ہر مغبونِ غم

کیونکہ عمادُالملک جھنڈے کا پایہ تھا　　ہر مظلوم اور ہر غم کے مارے کا

محترم تر خود نہ بُد زُو سرورے　　پیشِ سُلطاں بُود چوں پیغمبرے

کوئی سردار اُس سے زیادہ محترم نہ تھا　　وہ سلطان کے نزدیک پیغمبر جیسا تھا

بے طمع . بُود و اصیل[3] و پارسا　　رائض و شب خیز و حاتم در سخا

بے طمع اور اصیل اور نیک تھا　　ریاضت کرنے والا اور شب بیدار اور سخاوت میں حاتم تھا

بس ہمایوں رائے و باتدبیر و داد　　آزمودہ رائے اُو در ہر مُراد

بہت مبارک رائے اور مدبر اور منصف　　وہ ہر مقصد میں آزمودہ رائے تھا

ہم ببذلِ جاں سخی و ہم بمال　　طالبِ خورشید غیب اُو چوں ہلال

جان کے خرچ میں بھی سخی اور مال میں بھی　　وہ ابتدائی راتوں کے چاند کیطرح غیب کے سورج کا طالب تھا

دَر امیری اُو غریب و محتبس　　در صفاتِ فقر و خُلت ملتبس

وہ امارت میں غریب اور پابند تھا　　فقر اور خُلت کے صفات سے وابستہ تھا

بُود ہر محتاج را ہمچوں پدر　　پیشِ سُلطاں شافع و دفعِ ضرر

وہ ہر محتاج کے لیے باپ جیسا تھا　　وہ بادشاہ کے سامنے سفارشی اور ضرر کو دفع کرنے والا تھا

---

1. چیست۔ یہ انسان کے لیے کشش والی کیا چیز ہے جو مخفی در مخفی ہے، اور عالم غیب سے اس عالم میں آ کر انسان کو متاثر کرتی ہے۔ عقل۔ اس کو نہ عقل سمجھ سکتی ہے نہ روح، وہ قدر کا راز ہے جس میں بحث کرنا بھی ممنوع ہے۔ چونکہ۔ اب پھر اصل قصہ شروع کیا ہے کہ جب خوارزم شاہ واپس آیا تو اُس نے اپنے خواص سے مشورہ کیا۔ پس۔ پھر سپاہیوں کو روانہ کر دیا کہ وہ اس سردار کا گھوڑا جبراً لے آئیں۔

2. ہمچو۔ وہ سردار بھی تھا لیکن سپاہیوں کے بالمقابل اس کی کچھ نہ چلی۔ جانش۔ وہ سردار اُس گھوڑے کے صدمہ سے جاں بلب ہو گیا اور سوچا کہ اس مصیبت کو صرف عماد الملک ٹال سکتا ہے۔ پایۂ علم۔ جھنڈے کا پایہ یعنی لوگوں کا مرجع۔ مغبوں۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ محترم۔ خوارزم شاہ عمادُالملک کی بہت عزت کرتا تھا اور اس کے کہنے کو نبی کے فرمان جیسا سمجھتا تھا۔

3. اصیل۔ شریف النسب۔ رائض۔ ریاضت کرنے والا۔ آزمودہ۔ یعنی تجربہ کار تھا۔ ہم۔ جان و مال خرچ کرنے میں سخی تھا۔ طالب۔ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح کسب فیض کرتا تھا جس طرح ہلال سورج سے کرتا ہے۔ دامیری۔ امیر تھا لیکن اپنے آپ کو غریبوں میں شمار کرتا تھا اور اُنکا پابند تھا۔ خُلت۔ یعنی خدا کیساتھ دوستی۔ دفع۔ دافع۔

مَر بداں[1] راستر چوں حلمِ خُدا — خُلقِ اُو برعکسِ خلقاں و جدا

اللہ (تعالیٰ) کی بادباری کی طرح بُروں کے لیے پردہ تھا — اُس کے اخلاق لوگوں کے برعکس اور جُدا تھے

بارہا میشُد بسُوئے کوہ فرد — شاہ با صد لابہ اُو را منع کرد

بارہا، پہاڑ کی جانب اکیلا چلا جاتا تھا — بادشاہ نے سو خوشامدوں سے اُسے منع کیا تھا

ہردَم ارصد جُرم را شافع شُدے — چشمِ سُلطاں را ازُو شرم آمدے

ہر وقت اگر سو جرموں کا سفارشی بنتا — بادشاہ کی آنکھ کو اُس سے شرم آتی

رَفت اُو پیشِ عمادُالملک راد — سَر برہنہ کرد و برخاک اُوفتاد

وہ، جوانمرد عمادُالملک کے سامنے گیا — سَر ننگا کیا اور خاک پر گر گیا

کہ[2] حرم با ہر چہ دارم گو بگیر — تا بگیرد حاصِلم را ہر مُغیر

کہدے، کہ لونڈی مع ہر چیز کے جومیرے پاس ہو لے لے — حتیٰ کہ ہر لوٹنے والا میرے ماحصل کو لے لے

آں یکے اسپ ست جانم رہنِ اُو ست — گر برد مُردم یقیں اے خیر دوست

وہ ایک گھوڑا ہے، میری جاں اُس میں گروی ہے — اے بھلے دوست! اگر وہ لے لے گا میں یقیناً مرجاؤں گا

گر بَرد ایں اِسپ را از دستِ من — مَن یقیں دانم نخواہم زیستن

اگر وہ میرے ہاتھ سے اِس گھوڑے کو لے جائے گا — میں یقین سے جانتا ہوں، میں نہ جی سکوں گا

چوں خدا پیوستگی اَم دادہ است — برسَرم مال اے مسیحا زُود دست

چونکہ خدا نے (اُس سے) مجھے دل چسپی دی ہے — اے مسیحا! جلد میرے سر پر ہاتھ پھیر دے

اززن[3] و زَر و عقارم صبر ہست — ایں تکلُّف نیست بے تزویریست

زن اور زر اور جائداد سے مجھے صبر (حاصل) ہے — یہ بناوٹ نہیں ہے سچائی ہے

اندریں گر، می نداری باورم — اِمتحاں کُن اِمتحاں گُفت و فرم

اگر اِس بارے میں تجھے میرا یقین نہیں ہے — میرے قول اور وعدے کا امتحان لے لے امتحان

آں عمادُالملک گریاں چشم مال — پیشِ سُلطاں دروید آشُفتہ حال

عمادُالملک روتا ہوا، آنکھیں ملتا ہوا — پریشان حال، بادشاہ کے پاس دوڑ گیا

لب بہ بست و پیشِ سُلطاں ایستاد — راز گویاں باخدا ربُّ العباد

ہونٹ بند کر لیے اور بادشاہ کے پاس کھڑا ہو گیا — ربُّ العباد، خدا سے راز کہتا ہوا

ایستادہ رازِ سُلطاں می شُنید — و اندراں اندیشہ اَش ایں می تنید

وہ کھڑا ہوا بادشاہ کا راز سُن رہا تھا — اُس دوران میں اُس کا خیال یہ بنا رہا تھا

---

[1] مَر بداں را۔ بُروں کی بُرائی کو اللہ تعالیٰ کی بُردباری کی طرح چھپاتا تھا۔ بارہا۔ اس قدر بہادر تھا کہ اکیلا پہاڑوں کی طرف چلا جاتا تھا جہاں قاتل ڈاکو اور درندے بکثرت ہوتے ہیں۔ ہردم۔ اگر وہ ایک دوقت میں سو سفارشیں بھی کرتا تو شاہ اُس کی بات ٹالنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ رفت۔ وہ سردار جس کا گھوڑا چھنا تھا عمادُالملک کے دربار میں ننگے سر زمین پر جا گرا۔

[2] کہ۔ عمادُالملک سے عرض کیا کہ بادشاہ سے کہہ دیجئے کہ میری محبوبہ لونڈی اور سارا مال و زر لے لے اور لوٹنے والوں کو لوٹ کا حکم دے دے۔ آں یکے۔ بس میرا گھوڑا چھوڑ دے کیوں کہ میری جان اُس میں اٹکی ہے اُس کے بغیر میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اُس کی محبت پیدا کر دی ہے اگر وہ میرے پاس سے چلا گیا تو میں مر جاؤں گا لہٰذا آپ مسیحائی دکھائیے۔

[3] اززن۔ اگر بادشاہ گھربار نقد و جائیداد لے لیگا تو میں صبر کرلوں گا۔ تزویری۔ سچائی۔ فر۔ شان و شوکت، یہاں دعویٰ مُراد ہے۔ چشم مال۔ آنکھیں ملتے ہوئے۔ راز گویاں۔ عمادُالملک بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہوا اور خدا سے رازکی باتیں کر رہا تھا جنکا ذکر آئیندہ اشعار میں ہے۔ رازِ سلطان۔ بادشاہ کی باتوں سے اُسکے دلی خیال معلوم کر رہا تھا۔

کاے[1] خدا گر آں جواں کژ رفت راہ — کہ نشاید ساختن جز تو پناہ

کہ اے خدا! اگر وہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے — کیونکہ تیرے سوا کسی کو پناہ نہ بنانا چاہیے

تو از آنِ خود بکن بر وَے مگیر — گرچہ اُو خواہد خلاص از ہر اَسیر

تو اپنے شایانِ شان کر، اُس کی گرفت نہ کر — اگرچہ وہ ہر قیدی سے اپنی خلاصی چاہے

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ — از گدائے گیر تا سُلطاں ہمہ

کیونکہ سب مخلوق محتاج ہے — سب، فقیر سے لے کر بادشاہ تک

باحضورِ[2] آفتابِ باکمال — رہنمائی جستن از شمع و ذُبال

مکمل سورج کے ہوتے ہوئے — بتی اور شمع سے رہنمائی حاصل کرنا

باحضورِ آفتابِ خوش مساغ — رہنمائی جُستن از شمع و چراغ

خوش رفتار سورج کے ہوتے ہوئے — شمع اور چراغ سے رہنمائی ڈھونڈنا

بیگماں ترکِ اَدب باشد زما — کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا

بے شک ہمارا ترکِ ادب ہے — نعمت کا کفر اور خواہشِ نفس کا کام ہے

لیک اَغلب ہوشہا در اِفتکار — ہمچو خُفّاش اند ظلمت دوستدار

لیکن سوچنے میں اکثر عقلیں — چمگادڑ کی طرح اندھیرے کو پسند کرنے والی ہیں

در شب از خُفّاش کرمے می خورد — کرم را خورشید جاں می پَرورد

چمگادڑ، رات میں اگر کوئی کیڑا کھاتی ہے — کیڑے کی جان کو سورج پالتا ہے

درشب از خُفّاش از کرمے ست مست — کرم از خورشید جُنبیدہ شدہ است

اگر چمگادڑ رات میں کیڑے سے مست ہے — کیڑا سورج کی وجہ سے حرکت کرنے والا بنا ہے

آفتابے[3] کہ ضیا زُو می زہد — دشمنِ خود را نوالہ می دہد

سورج جس سے روشنی اُبلتی ہے — اپنے دشمن کو خوراک دیتا ہے

لیک خُفّاشے کہ اُو رَہ گم کند — آخر از خورشید ہم یابد سند

لیکن چمگادڑ جو کہ راستہ گم کرتی ہے — آخر وہ بھی سورج سے سہارا پاتی ہے

لیک شہبازے کہ اُو خفّاش نیست — چشمِ بازش راست بین و روزشنیست

لیکن وہ شہباز جو چمگادڑ نہیں ہے — اُس کی کھلی ہوئی آنکھ، صحیح دیکھنے والی اور روشن ہے

گر بشب جُوید چو خُفّاش اُو نمو — در اَدب خورشید مالد گوشِ اُو

اگر وہ چمگادڑ کی طرح رات کو خروج کرے — سورج، سزا میں اُس کا کان اینٹھ دے

[1] کاے خدا۔ خدا سے یہ راز کہہ رہا تھا کہ اے خدا اگرچہ اس سردار کی یہ غلطی ہے کہ اس نے تجھے چھوڑ کر میری پناہ لی ہے۔ تو از آن۔ اے خدا تو اس کی خطا پر گرفت نہ فرما اور اپنے شایانِ شان اُس سے معاملہ کر۔ اسیر۔ کسی قیدی کے ذریعہ قید سے نجات چاہنا بیوقوفی ہے۔ زانکہ۔ مخلوق، مخلوق سے کچھ چاہے تو ایسا ہی ہے کہ ایک بھکاری دوسرے بھکاری سے بھیک مانگے۔

[2] باحضور۔ خدا کے ہوتے ہوئے بندہ سے مدد چاہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی سورج کے ہوتے ہوئے شمع اور چراغ کی بتی سے روشنی حاصل کرے۔ بیگماں۔ یقیناً انسان کا یہ فعل خدا کی شان میں گستاخی ہے۔ فعلِ ہوا۔ یہ شیطانی نفس کی خواہش ہے۔ لیک۔ لیکن اکثر انسان چمگادڑ صفت ہیں مسبب الاسباب سے قطع نظر کر کے اسباب سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ درشب۔ حالانکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اسباب سے جو حاصل ہوتا ہے وہ بھی اُسی کی دین ہے۔ کرمے۔ چمگادڑ جو کیڑا کھاتی ہے اُس کو سورج کی روشنی نے پالا ہے۔

[3] آفتابے۔ سورج اپنے دشمن چمگادڑ کو غذا دیتا ہے خدا کافروں کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ لیک۔ اسباب پر اعتماد کرنے والے بھی مسبب الاسباب کے سہارے مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ لیک۔ عوام اسباب پر اعتماد کر لیں لیکن خواص کا یہ جرم ہے چمگادڑ رات کو رزق تلاش کرے باز اگر ایسا کرے گا تو مجرم ہے۔

گویدش[1] گیرم کہ آں خُفّاشِ لُد عِلّتے دارد، تُرا بارے چہ شُد
سو اُس سے کہے گا، میں نے مانا کہ سرکش چمگادڑ عیب رکھتی ہے، لیکن تجھے کیا ہوا ہے؟

مالِشت بدہم بزجر و اکتیاب تاںتابی سر، دگر از آفتاب
میں تجھے جھڑکی اور غم کی سزا دوں گا تاکہ تو پھر سورج سے سرتابی نہ کرے

مُواخذہ یوسفِ صدیق علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

(حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور اُن پر درود اور سلام ہو) قید خانہ

بحبسِ بضعِ سنین بسببِ یاری خواستن از غیرِ حق

کے ذریعہ کچھ سال مواخذہ، اُن کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے

و گفتن وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ الیٰ اخرالآیۃ

سبب کہ "اور میرا ذکر کر دے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے بانیازے خاضعے سعدانیے[2]
جیسا کہ (حضرت) یوسفؑ نے ایک قیدی سے جو عاجز، پست، گرہ گیر تھا

خواست یاری، گفت چوں بیروں رَوِی پیشِ شہ گردد امورت مُستوِی
مدد چاہی، کہا جب تو باہر جائے بادشاہ کے سامنے تیرے معاملے ٹھیک ہو جائیں

یادِ مَن کُن پیشِ تختِ آں عزیز تامراہم واخرد زیں حبس نیز
اُس عزیز کے تخت کے سامنے مجھے یاد رکھنا تاکہ مجھے بھی وہ اس قید سے چھڑا لے

کے دہد زندانیے در اقتناص مردِ زندانی دیگر را خلاص
قیدی پھنساؤ کی حالت میں کب دے سکتا ہے نجات، دوسرے قیدی شخص کو؟

اہلِ[3] دُنیا جُملگاں زندانی اَند اِنتظارِ مرگِ دارِ فانی اند
دنیا دار سب قیدی ہیں دارِ فانی کی موت کے منتظر ہیں

جُز مگر نادر یکے فردانیے تن بزنداں جانِ اُو کیوانیے
بجز کسی نادر یکتا کے جس کا جسم قید خانہ میں اور رُوح زحل پر ہو

پس جزائے آنکہ دید اُو را مُعِین ماند یوسفؑ حبس در بضعِ سنین
تو اُس کی سزا کہ اُنھوں نے اُس کو مددگار سمجھا (حضرت) یوسفؑ چند سال قید میں رہے

---

[1] گویدش۔ سورج باز کو کہے گا چمگادڑ میں تو بیماری تھی جس کی وجہ سے اُس کی روش غلط ہوئی تو نے کیوں غلطی کی۔ مالشت۔ لہٰذا باز سزا کا مستحق ہے تاکہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کرے۔ مواخذہ۔ خواص اگر اسباب پر بھروسہ کریں تو مجرم ہیں اس کو حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے ثابت فرمایا ہے حضرت یوسفؑ نے رہائی کی امید دوسرے قیدی سے وابستہ کی تو سزا ملی اور اُنکو مزید جیل خانہ میں رکھا گیا۔ بانیازے۔ وہ قیدی خود عاجز اور ذلیل تھا حضرت یوسفؑ نے اسکا سہارا ڈھونڈا۔

[2] سعدانیے۔ سعدان والا، سعدان ایک خاردار گھاس ہے اور ترازو کی گرہ کو بھی کہتے ہیں، ہم نے اِسی مناسبت سے گرہ گیر ترجمہ کیا ہے یعنی اس کے دل میں غم کی گرہیں تھیں۔ گفت۔ قرآن نے حضرت یوسفؑ کا مقولہ نقل کیا ہے۔ وَقَالَ لِلَّذِی ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْہُمَا اذْکُرْنِی عِنْدَ رَبِّکَ "اور کہا (یوسف نے) اُس آدمی سے جس کے بارے میں گمان کیا کہ وہ دونوں میں سے نجات پانے والا ہے کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کر دینا"۔ یادکُن۔ اُس شخص سے کہا کہ عزیزِ مصر کے یہاں میرا ذکر کر دینا۔ عزیز۔ مصر کے گورنر کو کہا جاتا تھا۔ اقتناص۔ شکار کا جال میں پھنسنا۔

[3] اہلِ دُنیا۔ دنیا کے لوگوں سے مدد چاہنا قیدی سے رہائی میں مدد چاہنا ہے۔ مرگ۔ انسان کو مرنے پر دنیا کے قید خانہ سے نجات ملتی ہے۔ جُز۔ ہاں کسی باخدا انسان سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔ کیوان۔ زُحل ستارہ جو ساتویں آسمان پر مانا جاتا تھا۔ پس۔ چونکہ حضرت یوسفؑ سے یہ لغزش ہوئی اس لیے ان کو مزید قید بھگتنی پڑی۔

یادِ[1] یوسفؑ دیو از عقلش سُتُرد — وز دلش دیو آں سخن از یاد بُرد
شیطان نے (حضرت) یوسفؑ کی یاد اُس کے ذہن سے مٹا دی — اور شیطان نے وہ بات اُس کے دل سے بھلا دی

زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال — ماند در زنداں ز داور ہفت سال
اس گناہ کی وجہ سے جو اُن نیک خصلت سے سرزد ہوا — وہ خدا (تعالیٰ) کی جانب سے سات سال قید میں رہے

کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد — تاتو چوں خُفاش اُفتی در سواد
کہ عطا کے سورج سے کیا کمی ہوئی تھی؟ — جس سے تو چگادڑ کی طرح تاریکی میں گر گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب — تاتو یاری خواہی از ریگ و سراب
ہاں، سمندر اور ابر کی جانب سے کون سی کوتاہی ہوئی؟ — جس سے توریت اور سراب سے مدد چاہنے لگا

عام[2] اگر خُفاش طبع اند و مجاز — یوسفاً داری تو آخر چشم باز
عوام اگرچہ چگادڑ کی طبیعت والے اور مجاز ہیں — اے یوسفؑ! آخر تو تو کھلی ہوئی آنکھ رکھتا ہے

گر خُفاشے رفت در کور و کبُود — بازِ سُلطاں دیدہ را بارے چہ بُود
اگر کوئی چگادڑ اندھے پن اور تاریکی میں چلی گئی — آخر شاہ کو دیکھے ہوئے باز کو کیا ہوا؟

پس ادب کردش بدیں جُرم اوستاد — کہ مساز از چوبِ بوسیدہ عماد
تو اِس خطا پر اُستاد نے اُن کو سزا دی — کہ پُرانی لکڑی کا ستون نہ بنا

لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد — تانیاید در دلش زاں حبس درد
لیکن (حضرت) یوسفؑ کو اپنے میں مشغول کر لیا — تاکہ اُس قید سے اُن کے دل میں درد نہ آئے

آنچنانش[3] اُنس و مستی داد حق — کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق
اللہ (تعالیٰ) نے اُن کو ایسی اُنسیت اور مستی عطا کی — کہ نہ اُن کے سامنے قید خانہ رہا نہ تاریکی

نیست زندانے وحش تر از رحم — ناخوش و تاریک و پُر خون و وخم
کوئی قید خانہ رحمِ (مادر) سے زیادہ وحشت ناک نہیں ہے — ناخوش اور تاریک اور خون بھرا اور ناموافق

چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش — در رحم ہر دم فزاید تنت بیش
جبکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے کھڑکی اپنی جانب کھول دی — ہر وقت رحم میں تیرا جسم بڑھتا ہے

---

[1] یادِ یوسف۔ قرآن پاک میں ہے فَاَنْسٰاهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ "اُس قید خانہ سے چھوٹنے والے کو شیطان نے آقا کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا"۔ زیں گنہ۔ یہ معصیت نہ تھی زلت تھی ہفت سال۔ قرآن میں بضع کا لفظ فرمایا ہے جو تین سال سے نو سال تک کی مدت کے لیے بولا جاتا ہے۔ مولانا نے سات سال متعین کیے ہیں۔ کہ چہ۔ حضرت یوسف پر ناراضی کا اظہار اس طریقہ پر کیا کہ ہماری جانب سے تمہاری مدد میں کیا کمی آئی کہ تم نے دوسروں کی مدد چاہی۔ ہیں۔ ہاں۔ بحر وسحاب۔ یعنی ہمت خداوندی۔ ریگ وسراب۔ یعنی وہ قیدی جس سے مدد چاہی۔

[2] عام۔ عوام تو اندھے ہیں وہ دوسروں سے مدد چاہتے ہیں سور دحاب نہیں ہیں، اے یوسف تمہاری تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ گر خفاشے۔ اگر چگادڑ تاریکی چاہے تو اتنی تصور وار نہیں جتنا کہ شاہی باز مشہور ہے۔ حَسَنٰتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ "نیکوں کی نیکیاں بارگاہ کے مقربوں کی برائیاں ہیں" یعنی وہی ایک بات جس پر نیکوں کو بھلائی ملتی ہے وہ بات اگر مقرب بارگاہ کرے تو اس کی گرفت ہو جاتی ہے۔ اوستاد۔ اللہ تعالیٰ۔ چوب۔ اسباب۔ لیک۔ چونکہ یوسف بہر حال محبوب خدا تھے اس لیے اس سزا میں بھی اُن کو راحت عطا کر دی گئی۔

[3] آنچنانش۔ اس قید کی حالت میں اُن پر وہ تجلیات تھیں جن سے وہ اس قید خانہ کو قید خانہ سمجھتے تھے نہ وہاں کی تاریکی کو تاریکی۔ نیست۔ اس پر تعجب نہ کر، ماں کے رحم سے زیادہ تاریک کونسا قید خانہ ہوگا، لیکن خدا اس رحم کا دریچہ اپنی طرف کھول دیتا ہے اور بچہ کس قدر خوش و خرم رہ کر بڑھتا ہے۔

اندراں[1] زنداں ز ذوقِ بیقیاس
اُس قید خانہ میں، بے اندازہ ذوق سے
خوش شگفت از غرسِ جسمِ تو حواس
تیرے جسم کے پودے سے عمدہ حواس کھل گئے

زاں رحم بیروں شُدن بر تُو درشت
اُس رحم سے باہر آنا تیرے لیے ناگوار ہو گیا
می گریزی از زہارش سُوئے پُشت
تو اُس کی شرمگاہ سے کمر کی طرف بھاگنے لگا

راہِ لذّت از دروں داں نز بروں
لذت کا راستہ اندر سے سمجھ، نہ کہ باہر سے
اَبلہی داں جُستنِ قصر و حصوں
محل اور قلعوں کی جستجو، بے وقوفی سمجھ

آں یکے در کنجِ مسجد مست و شاد
ایک مسجد کے کونے میں مست اور شاد ہے
واں یکے در باغ تُرش و بیمراد
اور وہ دوسرا باغ میں منہ بنائے اور بے مُراد ہے

قصر چیزے نیست ویراں کُن بدن
محل کوئی چیز نہیں ہے، بدن کو ویران کر دے
گنج در ویرانی ست اے میرِ من
اے میرے سردار! خزانہ ویرانی میں ہے

ایں نمی بینی کہ در بزمِ شراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ شراب کی محفل میں
مست آنگہ خوش شود کُو شُد خراب
مست اُس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ ویران ہو جائے

گرچہ[2] پُر نقش ست خانہ بر کنش
اگرچہ گھر پُرنقش (و نگار) ہے اس کو اُکھاڑ دے
گنج جُو وز گنج آباداں کُنش
خزانہ تلاش کر اور خزانہ سے اُس کو آباد کر دے

خانہء پُر نقش و تصویر و خیال
گھر، نقش اور تصویر اور خیال سے بھرا ہوا
ویں صُور چوں پردہ بر گنجِ وصال
اور یہ صورتیں وصل کے خزانہ پر پردے کی طرح ہیں

پرتوِ گنج ست و تابشہائے زر
خزانے کا عکس اور سونے کی چمک ہے
کہ دریں سینہ ہمی جوشد صُوَر
کہ یہ صورتیں سینے میں جوش مارتی ہیں

ہم[3] ز لُطف و عکسِ آبِ باشرف
شریف پانی کے عکس اور لُطف سے بھی
پردہ شُد بر رُوئے آب اجزائے کف
پانی کی سطح پر جھاگ کے اجزا پردہ ہو گئے ہیں

ہم ز لُطف و جوشِ جانِ باثمن
قیمتی جان کے جوش اور لطف سے بھی
پردہَ بر رُوئے جاں شُد شخصِ تن
جسم کا وجود، جان کے چہرے پر پردہ بن گیا ہے

پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست
تو وہ مثل سُن لے جو زبانوں پر جاری ہے
کانچہ بر ما میرود آں ہم زما ست
کہ جو کچھ ہم پر گذرتی ہے وہ ہماری طرف سے ہے

---

[1] اندراں۔ اِسی رحمِ مادر کے قید خانہ میں بچہ کے حواس کے پھول کھلتے ہیں۔ زاں۔ بچہ اِس رحم سے نکلنا پسند نہیں کرتا پیدائش کے وقت پیچھے کو بھاگتا ہے۔ زہار۔ شرمگاہ۔ راہِ لذت۔ لذت کا مدار خارجی اسباب پر نہیں ہے سکونِ قلب پر ہے، دولت اور قلعوں میں لذت کی تلاش بیوقوفی ہے۔ آں یکے۔ جس کو اللہ تعالیٰ قلبی سکون دے دیتا ہے وہ مسجد کے کونے میں مست رہتا ہے، ورنہ چمن میں رنجیدہ رہتا ہے۔ قصر۔ معلوم ہوا کہ لذت قلعہ اور محل میں نہیں ہے لہٰذا تو اِس جسم کے قلعہ کو مجاہدے سے برباد کر دے پھر دیکھ ویرانے میں تجھے کیسا خزانہ ملتا ہے۔ ایں نمی بینی۔ شرابی کو اُس وقت لذت آتی ہے جب بزمِ شراب خراب اور اُسکے حواس ویران ہو جاتے ہیں۔

[2] گرچہ۔ جسم کے نقش ونگار کی پسندیدگی کی وجہ سے اُس کے ویران کرنے سے نہ گھبرا اس لیے کہ اِس کو ویران کرنے کے بعد اُس میں سے بہت قیمتی خزانہ برآمد ہوگا۔ خانہ۔ اِس گھر کی بنیاد میں خزانہ مدفون ہے اور یہ حسین مکان اُس کا پردہ ہے۔ پرتوِ گنج۔ سینہ میں جو حسین تصویر اُبھرتی ہے۔ اُس اصل خزانہ کا عکس ہے۔

[3] ہم ز لطف۔ جس طرح انسان جھاگ کی وجہ سے اصل پانی کے نظارہ سے محروم رہتا ہے اِسی طرح اِس جسم کے نقش ونگار کی وجہ سے رُوح کے خزانہ کے لطف سے محرومی ہے۔ ہم ز لُطف۔ انسان کا بدن، روح کے خزانہ کا پردہ اور حجاب ہے۔ پس۔ جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارا جسمانی نقش ونگار ہی روح کے خزانہ کے دیدار سے محرومی کا سبب ہے تو یہ مثل ہم پر بالکل صادق آ گئی کہ ہمارے مصائب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔

زیں[1] حجاب ایں تشنگانِ کف پرست — زاب صافی اُوفتادہ دُور دست

یہ پیاسے، جھاگ کے پجاری اِس پردے کی وجہ سے — صاف پانی سے دُور جا پڑے ہیں

آفتابا باچو تو قبلہ و اُمیم — شب پرستی و خُفاشی می کنیم

اے آفتاب! تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے — ہم شب پرستی اور چمگادڑ پن کر رہے ہیں

سُوئے خود کُن ایں خُفاشاں را مطار — زیں خُفاشی شاں بخر اے مُستجار

اِن چمگادڑوں کی اُڑان اپنی طرف کر دے — اے پناہ گاہ! اِس چمگادڑ پن سے نجات دے دے

ایں جواں زیں جُرم ضالست و مُغیر — کہ بمن آمد و لے اُو را مگیر

یہ جوان اِس جرم کی وجہ سے گمراہ اور تباہی مچانے والا ہے — کہ میرے پاس آیا، لیکن اُس کی گرفت نہ کر

در عمادالملک ایں اندیشہا — گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا

عمادالملک میں یہ خیالات — جوش مار رہے تھے، جیسے کہ شیر کچھاروں میں

ایستادہ[2] پیشِ سُلطاں ظاہرش — در ریاضِ غیب جانِ طائرش

اُس کا ظاہر بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا — اُس کی رُوح کا پرند، غیب کے باغوں میں تھا

چوں ملائک اُو باقلیمِ اَلست — ہر دمے می شُد ز شُربِ تازہ مست

وہ فرشتوں کی طرح الست کے مُلک میں تھا — وہ ہر لحظہ نئی شراب نوشی سے مست ہو رہا تھا

اندروں سُور و بروں چوں پُرغمے — در تنِ ہمچوں لحد خوش عالمے

اندر خوشی اور باہر غمگین جیسا — لحد جیسے جسم میں، ایک اچھا عالم تھا

اُو دریں حیرت بدُو در انتظار — تاچہ[3] پیدا آید از غیب و سِرار

وہ اِسی حیرت اور انتظار میں تھا — کہ غیب اور راز سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

اَسپ را اندر کشیدند آں زماں — پیشِ خُرم شاہ سرہنگاں کشاں

اُسی وقت گھوڑے کو اندر کھینچ لائے — سپاہی خرم شاہ کے سامنے، کشاں کشاں

اَلحق اندر زیرِ ایں چرخِ کبُود — آنچناں اَسپے بقد و تگ نبُود

واقعی اِس نیلے آسمان کے نیچے — ایسا گھوڑا قد اور رفتار میں نہ تھا

می ربودے رنگ اُو ہر دیدہ را — مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را

اُس کا رنگ ہر آنکھ کو اُچک لیتا تھا — مرحبا ہے اُس برق اور چاند کے بچے پر

---

[1] زیں حجاب۔ جھاگ کے پجاری اِسی جھاگ کے پردے کی وجہ سے پانی سے محروم ہیں۔ آفتابا۔ مسبب الاسباب کے ہوتے ہوئے اسباب پر توکل ہمارا چمگادڑ پن ہے۔ سُوئے خود کن۔ ان اسباب پرستوں کو اپنی طرف متوجہ کر دے تاکہ تجھ پر بھروسہ کریں۔ ایں جواں۔ جس کا گھوڑا چھینا ہے اُس نوجوان نے میرا سہارا ڈھونڈا ہے یہ اُس کی انتہائی غلطی ہے۔ در عمادالملک۔ عمادالملک کے دل میں یہ باتیں جوش مار رہی تھیں جو اوپر کے اشعار میں مذکور ہوئیں۔

[2] ایستادہ۔ اُس کا جسم بادشاہ کے سامنے تھا اور روح غیب کے چمن زاروں میں اِس مناجات میں مشغول تھی۔ چوں ملائک۔ فرشتوں کی طرح اُس کی روح اِس مقام میں تھی جہاں خدا سے مکالمہ ہو رہا تھا۔ اندروں۔ اِس ہم کلامی کی مستی سے اُس کے باطن میں سرور تھا اور جسم اُس مظلوم کی وجہ سے غمگین تھا۔ لحد۔ اس تنگ لحد جیسے جسم میں ایک عالم مسرت تھا۔

[3] تاچہ۔ اُس گھوڑے کے بارے میں عالم غیب کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ ہی کو کہا جاتا ہے۔ الحق۔ عمادالملک نے جب اس گھوڑے کو دیکھا تو واقعی وہ بے نظیر گھوڑا تھا۔ می ربودے۔ اس قدر حسین رنگ تھا کہ آنکھوں کو اُچک رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھوڑا گھوڑے اور گھوڑی سے نہیں پیدا ہوا بلکہ چاند اور برق سے پیدا ہوا ہے۔

ہمچو[1] مہ ہمچوں عطارُد تیزرَو
چاند جیسا، عطارد کی طرح تیز رفتار

ماہ عرصہ آسماں را در شبے
چاند، ایک رات میں آسمان کے میدان کو

چوں بیک شب مہ بُرید ابراج را
جب چاند نے ایک رات میں بُرجوں کو قطع کر لیا

صد چو ماہ است آں عجب دُرِ یتیم
وہ عجیب دُرِ یکتا، سو چاند جیسا ہے

آں عجب کو در شگافِ مہ نمود
وہ عجیب بات، جو چاند کے ٹکڑے ہونے میں دکھائی

کاروبارِ[2] انبیا و مُرسلوں
انبیا اور رسولوں کے کاروبار

تو بروں روہم ز افلاک و دوار
تو بھی آسمانوں اور گھومنے والے سے باہر نکل

درمیانِ بیضۂ چوں فرخہا
تو چوزوں کی طرح انڈے میں ہے

معجزات اینجا نخواہد شرح گشت
معجزوں کی اِس جگہ تشریح نہ ہو سکے گی

آفتابِ[3] لُطفِ حق بر ہرچہ تافت
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا سورج جس پر بھی چمک گیا

تاب لُطفش را تو یکساں ہم مداں
تو اُس کی مہربانی کی چمک کو یکساں بھی نہ سمجھ

لعل را زاں ہست گنجِ مقتبس
لعل کے پاس اُس سے حاصل شُدہ خزانہ ہے

گویا صَرصَر عَلَف بُودش نہ جَو
گویا تیز ہوا اُس کا چارہ تھی نہ کہ جَو

می برد اندر مسیرو مذہبے
چلنے اور رفتار میں قطع کرتا ہے

از چہ مُنکر میشوی معراج را
تو تُو معراج کا کیوں منکر بنتا ہے؟

کہ بیک ایمائے اُو شُد مہ دونیم
کہ اُس کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

ہم بقدرِ ضُعف حِسِ خلق بُود
وہ مخلوق کے ادراک کی کمزوری کے بقدر تھی

ہست از افلاک و اختر ہا بروں
آسمانوں اور ستاروں سے باہر ہیں

وانگہاں نظارہ کُن آں کاروبار
تب اُس کاروبار کا نظارہ کر

نشنوی تسبیحِ مُرغانِ ہوا
تو ہوا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُنتا ہے

زاسپ و خُرم شاہ گوی و سرگذشت
گھوڑے اور خُرم شاہ اور سرگذشت کی بات کر

از سگ و از اسپ فرِ کہف یافت
کتے اور گھوڑے پر اُس نے کہف کی شان و شوکت حاصل کر لی

سنگ را و لعل را داد اُو نشاں
پتھر اور لعل کو اُس نے نشانی دی ہے

سنگ را گرمی و تابانی و بس
پتھر کے لیے گرمی اور تابش ہے اور بس

---

[1] ہمچو۔ چاند اور عطارد کی طرح تیز رو تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ جو اور دانے کے بجائے تیز ہوا سے پلا ہے۔ ماہ۔ چاند کی تیز روی کا بیان ہے۔ از چہ۔ جب آنحضورؐ سے کم درجہ چاند کی یہ رفتار آنکھوں نے دیکھی ہے تو آنحضورؐ کی سیرِ معراج پر کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ صد چو ماہ۔ آنحضورؐ کا درجہ تو یہ ہے کہ چاند اُن کی اُنگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ آں عجب۔ یہ تعجب خیز معجزہ چاند میں اس لیے دکھایا گیا کہ ہمارا ضعیف احساس اِسی کا ادراک کر سکتا تھا، آپ کے وہ عجائب ہیں جو ہمارے احساس اور ادراک میں نہیں سما سکتے۔

[2] کاروبار۔ انبیاء کے اصل معجزے ان مادیات سے وراء ہیں۔ تو بروں رو۔ تو اِس مادی دنیا سے نکل پھر انبیا کے عجائب کا نظارہ کر۔ درمیاں۔ اِن مادیات میں رہتے ہوئے تیری مثال انڈے کے اندر کے چوزے کی سی ہے جو فضا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُن سکتا۔ معجزات۔ معجزوں کی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے گھوڑے اور خرم شاہ اور اُس واقعہ کی بات کرنی چاہیے۔

[3] آفتاب۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا سورج جس پر چمک جاتا ہے وہ کتا ہو یا گھوڑا اُس میں اصحابِ کہف کے کہف کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ تاب۔ لیکن اِس چمک کو یکساں نہ کہہ پتھر اور لعل کی صلاحیتوں کے فرق سے اِس میں فرق ہے۔ لعل لعل اِسی چمک سے خزانہ حاصل کر لیتا ہے پتھر میں صرف گرمی اور تابش پیدا ہوتی ہے۔

آنکہ[1] بر دیوار افتد آفتاب　آنچناں نبود کز آب و اضطراب
جو دھوپ دیوار پر پڑتی ہے　ایسی نہ ہو گی جیسی کہ پانی اور حرکت سے

رجوع بحکایتِ سلطان و اسپ و عمادالملک و پشیمان کردن شاہ را

سلطان اور گھوڑے اور عمادالملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شُد ازوے شاہ فرد　رُوی خود سُوی عمادالملک کرد
جب تھوڑی دیر یکتا شاہ اُس سے حیران ہوا　اُس نے اپنا رُخ عمادالملک کی جانب کیا

کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں　از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں
کہ اے بھائی! کیا بہترین گھوڑا نہیں ہے؟　شاید یہ بہشت کا ہے، نہ کہ زمین کا

پس[2] عماؔدُالملک گفتش اے خدیو　چوں فرشتہ گردد از میلِ تو دیو
تو عمادالملک نے اُس سے کہا اے شاہ!　آپ کے میلان سے، شیطان فرشتہ جیسا بن جاتا ہے

در نظر آنچہ آوری گردید نیک　پس کش و رعنا ست ایں مرکب و لیک
جو چیز آپ پسند کریں وہ اچھی (ہی) ہو گی　یہ سواری بہت عمدہ اور زیبا ہے، لیکن

ہست ناقص آں سر اندر پیکرش　چوں سرِ گاؤ ست گوئی ایں سرش
اُس کے جسم میں سر ناقص ہے　گویا اُس کا یہ سر بیل کے سر کی طرح ہے

وَردلِ خُرم شہ ایں دَم کارکرد　اَسپ را در منظرِ شہ خوار کرد
خُرم شاہ کے دل میں یہ بات کارگر ہو گئی　شاہ کی نظر میں گھوڑے کو ذلیل کر دیا

چوں غرض دلّالہ گشت و واصفے　از سہ گز کرباسؔ یابی یوسفے
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جائے　تو تین گز سوتی کپڑے سے یوسف کو حاصل کر لے گا

چوں[3] کہ ہنگامِ فراقِ جاں شود　دیو دلّالِ دُرِ ایماں شود
جب رُوح کی جدائی کا وقت ہوتا ہے　شیطان، ایمان کے موتی کا دلال بن جاتا ہے

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب　اندراں تنگی بیک ابریقِ آب
تو بیوقوف، ایمان کو فوراً فروخت کر دیتا ہے　اُس تنگی میں، ایک لوٹے پانی کے بدلے

واں خیالے باشد و ابریق نے　قصدِ آں دلّالہ جُز تخریق نے
وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لوٹا نہیں ہے　اُس دلال کا ارادہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی　صِدق رابہرِ خیالے میدہی
اس وقت کہ تو تندرست اور فربہ ہے　تو ایک خیال میں سچائی کو دے ڈالتا ہے

---

[1] آنکہ۔ سورج کی روشنی قبول کرنے میں دیوار اور پانی کی سطح خصوصاً جبکہ وہ متحرک ہو برابر نہیں ہے۔ چوں۔ اُس گھوڑے کے حسن پر تھوڑی دیر شاہ حیران رہا پھر عمادالملک کی جانب رُخ کر کے بولا۔ از بہشت۔ یہ گھوڑا زمین کی پیداوار نہیں ہے شاید بہشت سے آیا ہے۔

[2] پس۔ عمادُالملک نے شاہ سے کہا کہ آپ کی پسندیدگی سے شیطان بھی فرشتہ بن جاتا ہے۔ ولیک۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی گھوڑے میں اور تو خوبیاں ہیں لیکن اس کا سر ناقص ہے۔ بیل کا سا معلوم ہوتا ہے۔ چوں۔ چونکہ عمادُالملک کی غرض اِس گھوڑے کو بُرا کہنے سے وابستہ تھی لہٰذا اُس نے اُس کو بُرا کہا اور گھوڑے کی وقعت گر گئی۔ از سہ گز۔ مشہور ہے کہ حضرت یوسف کو خریداروں نے معمولی قیمت پر خرید لیا تھا۔

[3] چونکہ۔ موت کے وقت کی پریشانی میں شیطان ایمان کو اِس قدر حقیر کر کے دکھاتا ہے کہ بیوقوف آدمی اُس کو ایک لوٹے پانی کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے۔ قصد۔ شیطان کا مقصد تو ایمان کو برباد کرنا ہوتا ہے۔ ایں زماں۔ ایمان کے بیچنے کے قصہ میں تعجب کی کیا بات ہے انسان زندگی میں بھی معمولی نفع کے خیال پر جھوٹ بول دیتا ہے۔

می[1] فروشی ہر زماں دُرّے زکاں
تو ہر وقت، کان میں سے ایک موتی فروخت کر دیتا ہے
می ستانی ہمچو طفلے گردگاں
بچہ کی طرح اخروٹ لے لیتا ہے

پس دراں رنجوری و روزِ اجل
اُس تکلیف اور موت کے دن
نیست نادر گر بُود اینت عمل
تعجب نہیں ہے، اگر تیرا یہ عمل ہو

در خیالت صُورتے جوشیدہٗ
تیرے خیال میں ایک صورت جوش مارتی ہے
ہمچو جوزے وقتِ دَق بوسیدہٗ
توڑنے کے وقت سڑے ہوئے اخروٹ کی طرح ہے

ہست از آغاز چوں بدر آنخیال
شروع میں وہ خیال چودھویں کے چاند کی طرح ہے
لیک آخر میشود ہمچوں ہلال
لیکن آخر میں ہلال کی طرح ہو جاتا ہے

گر تُو اوّل بنگری در آخرش
اگر تو شروع میں اُس کے آخر کو دیکھ لے
فارغ آئی از فریبِ فاترش
اُس کے سُست فریب سے خالی ہو جائے

جوزِ[2] بوسیدست دنیا اے امیں
اے امانتدار! دنیا گلا ہوا اخروٹ ہے
امتحانش کم کُن از دُورش بیں
اُس کو نہ آزما اس کو دُور سے دیکھ لے

شاہ دید آں اسپ را باچشمِ حال
شاہ نے اُس گھوڑے کو حال کی نگاہ سے دیکھا
واں عمادُالملک باچشمِ مآل
اور اُس عمادُالملک نے انجام کی نگاہ سے

چشمِ شہ دو گز ہمیدید از لُغز
شاہ کی آنکھ پیچیدہ سوراخ سے دو گز دیکھتی تھی
چشمِ آں پایاں نِگر پنجاہ گز
اُس انجام بین کی نگاہ نے پچاس گز

تاچہ سُرمہ ست آنکہ یزداں میکشد
کیسا سُرمہ ہے جو خدا لگا دیتا ہے؟
کز پسِ صد پردہ بیند جاں رشد
کہ سو پردوں کے پیچھے سے روح راہِ راست کو دیکھ لیتی ہے

چشمِ[3] مہتر چوں باآخر بُود جُفت
سردار کی آنکھ چونکہ انجام سے وابستہ تھی
پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گفت
تو اُس آنکھ سے دنیا کو مُردار فرمایا ہے

زیں یکے ذَمّش کہ بشنود و حسب
اُس کی ایک بُرائی سے جو بادشاہ نے سنی اور بس
بس فسرد اندر دلِ شہ مہرِ اسپ
شاہ کے دل میں گھوڑے کی محبت بہت افسردہ ہو گئی

چشمِ خود بگذاشت چشمِ اُو گزید
اُس نے اپنی آنکھ چھوڑ دی، اس کی آنکھ اختیار کر لی
ہوشِ خُود بگذاشت قولِ اُو شنید
اپنا ہوش چھوڑا، اُس کی بات سُن لی

---

[1] می فروش۔ معمولی نفع کے عوض سچائی کو فروخت کرنا ایسا ہے جیسے بے عقل بچہ موتی کے عوض چند اخروٹ خرید لیتا ہے۔ پس دراں۔ اُس وقت انسان مجبور بھی نہیں ہے موت کے وقت تو اُس کو پیاس لگی ہوگی۔ در خیالے۔ یہ خیال جس کی وجہ سے انسان سچائی کو فروخت کر دیتا ہے ایک سڑا ہوا اخروٹ ہے۔ ہست۔ شروع میں وہ خیال بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ حقیر بن جاتا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان ابتداء ہی انجام پر نظر کر لے تو فریب سے بچ جائے۔

[2] جوز۔ یہ دنیا کا نفع ایک بوسیدہ اخروٹ ہے اور یہ اس قدر واضح بات ہے کہ اس کو آزمانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے اُس گھوڑے کے موجودہ حُسن و جمال پر نظر کی اور عمادُالملک نے اس کے انجام پر کہ اس گھوڑے کے اس طرح چھننے سے کتنا بڑا ظلم ہوگا اور انجام کیا ہوگا۔ چشم۔ بادشاہ کی نظر دو گز تک دیکھ رہی تھی اور وہ بھی ٹیڑھے سوراخ میں سے عمادُالملک کی نظر پچاس گز تک دیکھ رہی تھی۔ لغز۔ چوہے کا سوراخ جو عموماً آڑا ترچھا ہوتا ہے۔ تاچہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو بصیرت عطا فرماتا ہے تو وہ ایسا سُرمہ ہے کہ سو پردوں کے پیچھے بھی چیز کو دکھا دیتا ہے۔

[3] چشم مہتر۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جو مُردار کہا ہے وہ انجام کے اعتبار سے کہا ہے۔ زیں یکے۔ عمادُالملک کے صرف یہ کہنے سے کہ اس گھوڑے کا سر ناقص ہے وہ گھوڑا شاہ کے دل سے اُتر گیا۔ چشم۔ بادشاہ نے اپنی آنکھ اور بات پر عمادُالملک کی آنکھ اور بات کو ترجیح دی۔

ایں بہانہ بُود، آں دیانِ فرد / از نیاز[1] آں دَر دلِ شہ سَرد کرد
یہ ایک بہانہ تھا اِس یکتا بدلہ دینے والے نے / نیاز کی وجہ سے اُس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا

دَر بہ بست از حُسنِ اُو پیشِ بصر / آں سخن بُد درمیاں چوں بانگِ در
نظر کے سامنے اُس کے حسن کا دروازہ بند کر دیا / وہ بات درمیان میں دروازہ کی آواز کی طرح تھی

پردہ کرد آں نکتہ را بر چشمِ شہ / کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ
اُس نکتہ کو شاہ کی آنکھ کا پردہ بنا دیا / کہ اُس پردے سے چاند کالا نظر آتا ہے

پاک[2] بَنائے کہ برسازد حُصوں / دَر جہانِ غیب از گفت و فسوں
اُس پاک بنانے والے نے جو قلعے بنا دیتا ہے / گفتگو اور سحر کے، عالمِ غیب میں

بانگِ دَر داں گفت را از قصرِ راز / تا کہ بانگِ واشُدست ایں یا فراز
گفتگو کو، راز کے قلعہ کے دروازہ کی آواز سمجھ / کہ یہ کھلنے کی آواز ہوئی یا بند ہونے کی

بانگِ در محسوس و در از حس بُروں / تبْصِرُوں ایں بانگ ودَر لَا تُبْصِرُوْں
دروازہ کی آواز محسوس ہے اور دروازہ حس سے خارج ہے / تم اِس آواز کو دیکھتے ہو اور در کو نہیں دیکھتے

چنگِ حکمت چونکہ خوش آواز شُد / تاچہ در از روضِ جنت بازشُد
دانائی کی سارنگی جبکہ خوش آواز بنی / دیکھ، جنت کا کونسا دروازہ کھلا؟

بانگِ گفتِ بَد اچو در وامیشود / از سقرتا خود چہ در وامیشود
بُری بات کی آواز جب معلّق ہوتی ہے / تو دیکھ جہنم کا کونسا دروازہ کھلتا ہے؟

بانگِ در بشنو چُو دوری ازدرش / اے خُنک آں را کہ واشُد منظرش
جبکہ تو اُس کے در سے دُور ہے دروازہ کی آواز سُن لے / وہ چین سے ہے، جس کا منظر کشادہ ہو گیا

چوں[3] تو می بینی کہ نیکی می کُنی / بَرحیات و راحتے بَرمی تنی
جب تو دیکھے کہ نیکی کر رہا ہے / تو زندگی اور راحت کی تیاری کر رہا ہے

چونکہ تقصیر و فسادے میرَوَد / آں حیات و ذوق پنہاں میشود
جب قصور اور فساد ہو رہا ہے / وہ زندگی اور ذوق چھپ رہا ہے

دیدِ خود مگذار از دیدِ خساں / کہ بمُردارت کشند ایں کرگساں
کمینوں کی مدد کی وجہ سے، تو اپنی دید کو نہ چھوڑ / کیونکہ یہ گدھ تجھے مُردار کی جانب کھینچتے ہیں

---

[1] از نیاز۔ چونکہ عمادالملک نے نیازمندی سے دُعا کی تھی کہ شاہ سے یہ ظلم سرزد نہ ہو۔ لہٰذا خدا نے اس کی بات کو اس دعا کی منظوری کا ایک سبب اور بہانہ بنا دیا۔ در بہ بست۔ شاہ کے گھوڑے کو ناپسند کرنے کا اصل سبب اللہ تعالیٰ ہے اس لیے کہ اس نے اصل دروازہ جو اس کے حسن کو دیکھنے کا تھا بند کر دیا اور عمادالملک اُس کی ایک ظاہری علامت تھا۔ مکان کی چیزیں دروازہ بند کرنے سے چھپ جاتی ہیں اور جس شخص نے دروازہ نہ دیکھا ہو وہ دروازہ بند ہونے کی آواز کو چیزوں کے مستور ہونے کا سبب سمجھتا ہے۔ پردہ۔ عمادالملک کی بات کو اللہ تعالیٰ نے نظر کا پردہ بنا دیا اور شاہ کی نظر سے گھوڑے کا حسن پوشیدہ ہو گیا۔

[2] پاک۔ انسان کی بات کے نتائج عالمِ آخرت میں نمودار ہوتے ہیں۔ گفت۔ تو اپنی آواز کو دروازہ کی آواز سمجھ اور پہچان کہ اس آواز سے دروازہ بند ہوا ہے یا کھلا ہے۔ بانگِ در۔ انسانوں کو در کی آواز جو خود اُن کی گفتگو ہے محسوس ہوتی ہے وہ جس دروازہ کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز ہے وہ دروازہ نظر نہیں آتا۔ وہ عالمِ غیب میں ہے۔ چنگ۔ انسان کوئی دانائی کی بات کرتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلتا ہے۔ بانگ۔ بُرے کلمہ کی آواز دوزخ کا دروازہ کھولتی ہے۔ دروا۔ معلّق، سرنگوں۔ بانگِ در۔ جبکہ تجھے دروازہ نظر نہیں آتا تو اُس کی آواز سُن لے اور اس کے ذریعہ اس دروازہ کو سمجھ لے۔

[3] چوں تو۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اس کا محل جنت میں تیار ہوتا ہے۔ حیات۔ یعنی جنت کی ابدی زندگی۔ راحتے۔ یعنی جنت کی راحت۔ چونکہ۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو جنت کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ دیدِ خود۔ دنیا کی فانی نعمتوں کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ دنیاداروں کی بات کا اعتبار نہ کر یہ گدھ ہیں جو تجھے مُردار کی طرف لے جاتے ہیں۔

چشم[1] چوں نرگس فرو بندی کہ چی
چشم! نرگس کی طرح آنکھ بند کر لی، کہ کیا ہے؟

ہیں عصا ام کش کہ کورم اے اخی
ہاں اے بھائی! میری لاٹھی (پکڑ کر) کھینچ کیونکہ میں اندھا ہوں

ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر
اور یہ لاٹھی کھینچنے والا جو تو نے سفر میں منتخب کیا

چوں بہ بینی باشد از تو کور تر
جب تو غور کرے گا، وہ تجھ سے زیادہ اندھا ہو گا

دست کورانہ بحبلِ اللہ زن
اندھا دُھند اللہ کی رسّی پر ہاتھ ڈال

جز بر امر و نہیِ یزدانی متن
خدائی! امر و نہی کے سوا ارادہ نہ کر

چیست حبلُ اللہ رہا کردن ہوا
اللہ کی رسّی کیا ہے، خواہشِ (نفسانی) کو چھوڑنا

کیں ہوا شد صَرصَرے مر عاد را
کیونکہ یہ خواہش (نفسانی) عاد کے لیے آندھی تھی

خلق در زنداں نشستہ از ہواست
مخلوق خواہش (نفسانی) کی وجہ سے قید خانہ میں بیٹھی ہے

مُرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست
پرند کے پر خواہش (نفسانی) کی وجہ سے بندھے ہیں

ماہی[2] اندر تابہ گرم از ہواست
مچھلی گرم توے میں، خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
مستورات سے خواہشِ (نفسانی) کیوجہ سے شرم روانہ ہو رہی ہے

خشمِ شحنہ شُعلۂ نار از ہَواست
کوتوال کا غصہ، آگ کی چنگاری خواہشِ (نفسانی) کیوجہ سے ہے

چار میخ و ہیبت دار از ہواست
سزا اور سولی کا خوف خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

شحنۂ اجسام دیدی بَر زمیں
تو نے زمین پر جسموں کا کوتوال دیکھا ہے

شحنۂ احکامِ جاں راہم بہ بیں
روح کے احکام کے کوتوال کو بھی دیکھ لے

رُوح را در غیب خود اشکنجہاست
خود رُوح کے لیے غیب میں شکنجے ہیں

لیک تانجہی شکنجہ در خفاست
لیکن جب تک تو نہیں نکلتا شکنجہ پوشیدگی میں ہے

چوں[3] رہیدی بینی اشکنجہ دِمار
جب تو چھوٹے گا ہلاکت کا شکنجہ دیکھ لے گا

زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
کیونکہ ایک ضد دوسری ضد سے واضح ہوتی ہے

آنکہ درچہ زاد و در آبِ سیاہ
جو شخص کنویں اور کالے پانی میں پیدا ہوا

اُوچہ داند لُطفِ دشت و رنجِ چاہ
وہ جنگل کے لطف اور کنویں کی تکلیف کو کیا جانے؟

چوں رہا کردی ہوا از بیمِ حق
جب تو نے اللہ (تعالیٰ) کے ڈر سے خواہشِ (نفسانی) چھوڑ دی

در رسد سُغراق از تسلیمِ حق
اللہ (تعالیٰ) کی تسنیم سے پیالہ پہنچے گا

---

1. چشم۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی چشمِ بصیرت عطا کی ہے تو تکلف اندھا نہ بن۔ چی۔ چہ یعنی اندھوں کی طرح دریافت نہ کر۔ وایں عصا کش۔ جس کو تو اپنا رہبر بنا رہا ہے وہ دنیادار تجھ سے زیادہ اندھا ہے۔ دست کورانہ۔ اگر تو مجتہد نہیں ہے تو اللہ کی رسّی پکڑ لے اور اُس کے کھلے ہوئے احکام کی پابندی کر لے۔ چیست۔ اللہ کی رسّی خواہشِ نفس کو ترک کرنا ہے، قومِ عاد اسی نفسانی خواہش کی وجہ سے تباہ ہوئی اور اُن پر آندھی کا عذاب آیا۔ خلق۔ ہر جاندار نفسانی خواہش کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔
2. ماہی۔ مچھلی اگر چارے کا لالچ نہ کرے تو کبھی کانٹے میں پھنس کر توے پر نہ بھنے، عورتیں اِس لالچ سے فواحش میں مبتلا ہوتی ہیں۔ شحنہ۔ کوتوال کا غصہ و غضب انسان پر اسی خواہشِ نفسانی کی وجہ سے نازل ہوتا ہے اور اس کو چار میخ اور سولی کی سزا اِسی وجہ سے ملتی ہے۔ شحنہ۔ تو دنیاوی کوتوال کو دیکھتا ہے آخرت کے کوتوال کو بھی مدنظر رکھ۔ رُوح۔ رُوح کے لیے عذاب کے آلات ہیں جو مرنے کے بعد نظر آئیں گے۔ تنجی۔ یعنی جب تک تو دنیا سے نہ جائے گا۔
3. چوں رہیدی۔ جب تو عالمِ آخرت کی وسعتوں میں پہنچے گا تو اِس دنیا کا شکنجہ ہونا سمجھے گا اس لیے کہ ضد کو دیکھ کر اُس کی ضد پوری طرح سمجھ میں آتی ہے۔ آنکہ۔ کنویں کا مینڈک جب تک چمن کی سیر نہیں کرتا۔ اُس کو کنویں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے نہ چمن کے لطف کا۔ چوں۔ جب تو نفسانی خواہش کو ترک کر دے گا تو آخرت کی نعمتوں کا لطف محسوس کرنے لگے گا۔ سُغراق۔ پیالہ۔ تسنیم۔ جنت کی نہر ہے۔

لَا تُطَرِّقْ فِیْ ھَوَاکَ سَلْسَبِیْل[1]
اپنی خواہشِ (نفسانی) پر نہ چل راستہ کی درخواست کر
مِنْ جَنَابِ اللّٰہِ نَحْوَ السَّلْسَبِیْل
خدا کے دربار سے سلسبیل کی جانب

لَا تَکُنْ طَوْعَ الْھَوٰی مِثْلَ الْحَشِیْش
گھاس کی طرح خواہشِ (نفسانی) کا تابعدار نہ بن
اِنَّ ظِلَّ الْعَرْشِ اَوْلٰی مِنْ عَرِیْش
بے شک عرش کا سایہ، جھونپڑی سے بہتر ہے

گفت سلطاں اسپ را واپس برید
بادشاہ نے کہا، گھوڑا واپس لے جاؤ
زُودتر زیں مظلمہ بازم خرید
بہت جلد، مجھے اس ظلم سے نجات دو

بادلِ خود شہ بفرمود ایں قدر
شاہ نے اپنے دل سے اتنا فرمایا
شیر را مفریب زیں راسُ البقر
بیل کے اس سر سے شیر کو فریب نہ دے

پایِ گاوَ اندر میاں آری ز داوَ
تو حیلہ سے بیل کا پاؤں درمیان میں لے آتا ہے
رَو، ندوزد حق بر اسپے شاخِ گاوَ
جا، اللہ (تعالیٰ) گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں جڑتا ہے

بس مناسب صنعت ست ایں شہرزاوَ
اس شہر کا بنانے والا بہت موزوں کاریگری والا ہے
کے نہد بر جسمِ اَسپ اُو عضوِ گاوَ
وہ گھوڑے کے جسم پر، بیل کا عضو کب رکھتا ہے؟

زاوَ[2] ابداں را مناسب ساختہ
بنانے والے نے، جسموں کو مناسب بنایا ہے
قصرہائے منتقل پرداختہ
منتقل ہونے والے قلعے بنائے ہیں

درمیانِ قصرہا تخریجہا
قلعوں کے اندر نالیاں ہیں
از سُوِی ایں سُوِی آں صہریجہا
اِس کی جانب سے اُس کی جانب وہ نہریں ہیں

وز دروں شاں عالمے بے منتہا
اور اُن کے اندر ایک لاانتہا جہان ہے
درمیانِ خرگہے چندیں فضا
ایک خیمہ کے اندر بہت میدان ہیں

گہ[3] چو کابُوسے نماید ماہ را
وہ کبھی چاند کو کابوس کی طرح دکھاتا ہے
گہ نماید روضہ قعرِ چاہ را
اور کبھی کنویں کی تہ کو چمن دکھاتا ہے

قبض و بسطِ چشم و دل از ذُوالجلال
آنکھ اور دل کا سمٹاؤ اور پھیلاؤ خدا کی جانب ہے
دمبدم چوں می کُند سحرِ حلال
ہر وقت کس طرح سے حلال جادو کرتا ہے

زیں سبب درخواست از حق مصطفٰیؐ
اسی لیے، مصطفٰیؐ نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی
زِشت را ہم زِشت و حق را حق نما
بُرے کو بُرا اور حق کو حق دکھا

---

[1] سلسبیل۔ راستہ کی درخواست کر۔ سلسبیل۔ جنت کا ایک چشمہ ہے۔ لاتکن۔ گھاس، ہوا کے ہر جھونکے سے جھک جاتی ہے۔ ظل العرش۔ جو خواہشِ نفس کو ترک کردے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ عریش۔ جھونپڑی۔ گفت۔ بادشاہ کو اب احساس ہوا کہ اس سردار سے گھوڑا چھیننا ظلم ہے۔ بادلِ خود۔ پھر شاہ نے عمادُالملک کو مخاطب بنانے کے بجائے اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا مجھ جیسے شیر کو گھوڑے کے سر کو بیل کا سر کہہ کر فریب نہ دے۔ پای گاوَ۔ درمیان آوردن، بے موقع بات کہنا۔ داوَ۔ مکر، حیلہ۔ ندوزد۔ اللہ تعالیٰ گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں لگاتا ہے۔ زاوَ۔ معمار۔ شہرزاوَ۔ شہر کو بنانے والا۔

[2] زاوَ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو قلعہ کی طرح تعمیر فرمایا ہے اور یہ انسانی جسم چلتے پھرتے قلعے ہیں۔ تخریج۔ نالی، موری۔ صہریج۔ پانی کی نالی۔ وز دروں۔ انسانی جسم میں ایک عالم ہے صوفیا انسان کو عالمِ اکبر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح ساری کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے تنہا انسان اُن سب کا مظہر ہے۔ خرگہ۔ خیمہ یعنی انسانی جسم۔

[3] گہ۔ حضرت حق تعالیٰ کے تصرفات انسانی جسم پر بصورتِ قبض و بسط طاری ہوتے ہیں اور اس قبض سے کبھی وہ اچھے کو بُرا دکھا دیتا ہے اور بسط کے ذریعہ بُرے کو اچھا دکھا دیتا ہے۔ کابوس۔ ایک مرض ہے جب وہ لاحق ہو جاتا ہے تو انسان کا گلا گھٹتا ہے اور بولنے پر قادر نہیں رہتا۔ زیں سبب۔ چونکہ حضرت حق تعالیٰ کی تجلی قبض و بسط میں مختلف صورتیں دکھا دیتی ہے اسی لیے آنحضورؐ نے دعا کی ہے کہ اچھے کو اچھا دکھا اور بُرے کو بُرا دکھا۔

تا بآخر[1] چوں بگردانی ورق — از پشیمانی نیفتم در قلق
تاکہ آخر میں جب تو ورق پلٹے — میں شرمندگی سے پریشانی میں نہ پڑوں

مکر کہ کرد آں عمادُالملک فرد — مالکُ المُلکش بداں ارشاد کرد
جو تدبیر یکتا عمادُالملک نے کی — مالکُ الملک نے اُس کی اس طرف رہنمائی کی

حیلۂ محمود ایں باشد ولیک — تو ممیّز باش مر بد را ز نیک
یہ پسندیدہ تدبیر ہوتی ہے، لیکن — تو بُری کو بھلی سے ممتاز کرنے والا بن

مکرِ حق[2] سرچشمۂ ایں مکرہاست — قلب بین الاصبعین کبریاست
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر ان تدبیروں کا سرچشمہ ہے — قلب اللہ (تعالیٰ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

آنکہ سازد در دِلت مکر و قیاس — آتشے داند زدن اندر پلاس
جو تیرے دل میں سوچ اور قیاس پیدا کرتا ہے — وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتا ہے

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب وامدار وبازگشتنِ ایشاں از سرِ گورِ خواجہ و خواب دیدنِ پائمرد خواجۂ محتسب را

مددگار اور اُس قرض دار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور اُن کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا، اور مددگار خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت — چوں غریب از گورِ خواجہ بازگشت
یہ عمدہ قصہ بغیر انجام کے رہ گیا — وہ پردیسی جب خواجہ کی قبر سے لوٹا

پائمردش[3] سوئے خانۂ خویش برد — مُہرِ صد دینار را با اُو سپرد
مددگار اُس کو اپنے گھر کی جانب لے گیا — سو دینار کی مہر اُس کو دے دی

لُوتش آورد و حکایتہاش گفت — کز اُمید اندر دِلش صد گل شگفت
مزیدار کھانا لایا اور اُس سے ایسے قصے کہے — کہ اُس کے دل میں اُمید سے سو پھول کھل گئے

آنچہ بعد العُسر یُسر اُو دیدہ بُود — باغریب از قصۂ آں لب کشود
اُس نے تنگی کے بعد جو آسانی دیکھی تھی — اُس نے اُس کا قصہ پردیسی کو سُنایا

نیم شب بگذشت افسانہ کُناں — خواب شاں انداخت تا مرعایِ جاں
باتیں کرتے ہوئے آدھی رات گزر گئی — نیند نے اُن کو رُوح کی چراگاہ میں لے جا ڈالا

---

[1] تابآخر۔ یہ دعا اس لیے ہے تاکہ زندگی کا ورق پلٹنے کے بعد شرمندگی نہ ہو۔ مکر۔ شاہ کے دل سے گھوڑے کی محبت دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر سکھائی تھی۔ حیلہ۔ بھلائی کے لیے حیلہ کرنا بھلا ہے بُرائی کے لیے حیلہ کرنا بُرا ہے۔

[2] مکرِ حق۔ انسان کو اپنی کسی تدبیر پر مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ ان تدبیروں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے اور انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پھیر دیتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات تجھے یہ حیلہ سکھا دیتی ہے وہ تیرے علم کو ضائع بھی کر سکتی ہے۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ وامدار۔ قرض دار۔ بے نہایت۔ یعنی یہ قصہ ادھورا رہ گیا۔

[3] پائمردش۔ وہ مددگار اس پردیسی کو گھر لے گیا۔ مہر۔ یعنی سو دینار کی تھیلی جو مہر زدہ تھی اس پردیسی کو دے دی۔ لُوتش۔ اُس پردیسی کو کھانا کھلایا اور ایسے قصے سنائے جس سے اُس کا غم ہلکا ہوا۔ آنچہ۔ اس کو اپنے ایسے قصے سنائے جن میں پریشانیوں کے بعد راحت میسر آئی تھی تاکہ پردیسی کی تسلی ہو جائے۔ نیم شب۔ وہ اس پردیسی کو آدھی رات تک قصے سناتا رہا پھر ان کو نیند آ گئی۔ خواب۔ نیند میں انسان کی روح اِدھر اُدھر کی سیر کرتی ہے۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔

دید[1] پا مُرد آں ہمایوں خواجہ را | اندراں شب خواب در صدرِ سرا
اُس مددگار نے، مبارک خواجہ کو دیکھا | اُس رات، خواب میں مکان کے صدر (نشین) ہیں

خواجہ گفت اے پایمردِ بانمک | آنچہ گفتے من شُنیدم یک بیک
خواجہ نے کہا، اے ملیح مددگار! | وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک سُنا

لیک پاسخ دادنم فرماں نبُود | بے اشارت لب نیارستم کشُود
لیکن مجھے جواب دینے کا حکم نہ تھا | بغیر اشارے کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا

ماچو واقف گشتہ ایم از چون و چند | مُہر بر لبہائِ ما بنہادہ اند
ہم چونکہ کیفیت اور کمیت سے واقف ہو گئے ہیں | اُنھوں نے ہمارے ہونٹوں پر مہر لگا دی ہے

تانگردد[2] رازہائے غیب فاش | تانگردد مُنہدِم عیش و معاش
تاکہ غیب کے راز نہ پھیلیں | تاکہ زندگی اور ذریعۂ زندگی نہ ڈھے جائے

تاندرّد پردۂ غفلت تمام | تانماند دیگِ محنت نیم خام
تاکہ غفلت کا پردہ پورا نہ پھٹ جائے | تاکہ محنت کی دیگ، ادھ کچری نہ رہ جائے

تانگردد ہیچکس واقف بداں | تانسوزد پردۂ دعویٰ وراں
تاکہ اُس سے کوئی واقف نہ ہو | تاکہ اُس میں دعوے کرنے والوں کا پردہ نہ جل جائے

تانیفتد از طبق سرپوشِ غیب | می نبیند دیدنی را عینِ ریب
تاکہ طباق سے غیب کا ڈھکن نہ ہٹ جائے | دیکھنے کی چیز کو شک کی نگاہ نہیں دیکھتی ہے

ماہمہ[3] گوشیم گر شُد نقشِ گوش | ماہمہ نطقیم لیکن لب خموش
ہم مجسم کان ہیں اگرچہ کان کا نقش جاتا رہا | ہم مجسم گویائی ہیں، لیکن خاموش لب ہیں

ماہمہ عیلیم گر شُد نقشِ عین | بل ہمہ عیلیم ما بے میغ و غین
ہم مجسم آنکھ ہیں اگرچہ آنکھ کا نقش جاتا رہا | بلکہ ہم مجسم سورج میں بغیر ابر و غبار کے

غرقِ دریائیم گرچہ قطرہ ایم | جملگی شمسیم گرچہ ذرّہ ایم
ہم دریا میں غرق ہیں، اگرچہ قطرہ ہیں | ہم مجسم سورج ہیں، اگرچہ ذرہ ہیں

بے حجابِ دُردِ بِکُل آبیم صاف | در جہانِ جاوداں گشتہ مُعاف
ہم بغیر غبار کے پردے کے، صاف پانی میں | ہیشگی کے جہان میں معاف ہو گئے ہیں

---

[1] دید۔ سونے کی حالت میں مددگار نے محتسب کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مکان کے صدر جگہ میں بیٹھا ہے۔ بانمک۔ ملیح، حسین۔ آنچہ۔ محتسب نے خواب میں اُس مددگار سے کہا کہ اُس پردیسی نے میری قبر پر جو باتیں کہیں وہ میں نے سب سُنی ہیں۔ لیک۔ مُردہ سب باتیں سنتا ہے جواب نہیں دے سکتا ہے۔ ماچو۔ مُردوں کو بولنے کی اجازت اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ رازوں سے واقف ہو چکے ہیں اگر بولیں گے تو غیب کے اسرار کھل جائیں گے۔

[2] تانگردد۔ اگر تکوینیات کے تمام راز کھل جائیں گے تو نظام عالم درہم ہو جائے گا۔ پردہ۔ نظامِ عالم انسان کی غفلت کے پردوں سے چل رہا ہے۔ تانماند۔ راز کھلنے سے ترکِ عمل ہو جائے گا۔ تانسوزد۔ حقیقت کھل جانے پر غلط دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ می نہ بیند۔ دیدنی چیز جو ان دیکھی بنی ہوئی ہے وہ اُسی غفلت کے پردے کی وجہ سے ہے۔

[3] ماہمہ۔ محتسب نے خواب میں کہا کہ اگرچہ ہمارے کان ختم ہو گئے ہیں لیکن اب ہم ہمہ تن کان ہیں ہم بغیر زبان کے مجسم گویائی ہیں لیکن بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ عیلیم۔ ہم مجسم آنکھ ہیں بغیر آنکھ کے، جس طرح مُردے سنتے ہیں، دیکھتے بھی ہیں۔ بل ہمہ۔ ہم بغیر ابر و غبار کا سورج ہیں جس کا ادراک بہت قوی ہے۔ غرق۔ باوجود یکہ ہم ہیچ ہیں لیکن قرب کے اعتبار سے ہمیں ذاتِ حق سے اتحاد ہے۔ بے حجاب۔ اب ہماری ذات گناہوں کی کدورت سے صاف ہو چکی ہے اور ہمیں معافی کی حالت میں دوامی زندگی حاصل ہو گئی ہے۔

ہرچہ[1] ما دادیم دیدیم ایں زماں — ایںجہاں پَردست و عین ست آںجہاں
ہم نے جو کچھ دیا، اب دیکھ لیا — یہ جہان پردہ ہے، وہ جہان ظاہر ہے

روزِ کِشتن روزِ پنہاں کردن ست — تخم در خاکے پریشاں کردن ست
بونے کا دن، پوشیدہ کرنے کا دن ہے — بیج کو مٹی میں بکھیر دینا ہے

وقتِ بدرودن گہِ منجل زدن — روزِ پاداش آمد و پیدا شُدن
کاٹنے کا وقت، درانتی چلانے کا وقت — بدلے اور ظاہر ہونے کا دن ہے

گفتنِ خواجہ در خواب بآں پایمرد وُجوہِ وامِ آں دوست
خواجہ کا خواب میں اُس مددگار سے اُس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے
راکہ آمدہ بُود، و نشانِ دادنِ جایِ دفنِ آں سیم را و
بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتا بتانا اور
پیغامِ کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و
وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اُس کو بہت نہ سمجھیں اور اُس میں
ہیچ باز نگیرند اگرچہ قبول نہ کند یا بعضے ہمانجا بگذارد
سے کچھ نہ لیں اگرچہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے یا وہ
یا بہر کہ خواہد بدہد کہ من باخدا نذر کردہ‌ام کہ ازاں سیم
جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اُس چاندی میں سے
بمن و مُتعلّقانِ من حبّہ باز نگردد
میں اور میرے متعلقین ایک حبّہ واپس نہ لیں گے

بشنو[2] اکنوں دادِ مہمانِ جدید — مَن ہمی دیدم کہ اُو خواہد رسید
اب نئے مہمان کی بخشش کا (حال) سُن — میں سمجھتا تھا، کہ وہ آئے گا

مَن شنیدہ بُودم از وامش خبر — بستہ بہرِ اُو دوسہ پارہ گُہر
میں نے اُس کے قرض کی خبر سُن لی تھی — میں نے جواہر کے دوتین ٹکڑے اُس کے لیے باندھ دیے

کہ[3] وفایِ وامِ اُو ہست آں و بیش — تاکہ ضیفم را نگردد سینہ ریش
جو اُس کے قرض کے لیے کافی اور زیادہ ہیں — تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو

وام دارد از ذَہَب اُو نُہ ہزار — وام را از بعضِ ایں گو واگذار
وہ سونے کے نو ہزار قرض رکھتا ہے — کہہ دے کہ اِس میں سے قرض ادا کر دے

[1] ہرچہ۔ہم نے جو عمل دنیا میں کیا اب اُس کے نتائج دیکھ لیے ہیں۔ایں جہاں۔دنیا۔آں جہاں۔آخرت۔روزِ کشتن۔جس دن کاشتکار بوتا ہے تو وہ بیج کو زمین میں چھپاتا اور بکھیرتا ہے دنیا بھی کاشت کا وقت ہے۔وقتِ بدرودن۔جب کاشتکار کھیتی کاٹتا ہے تو اُس کے چھپائے ہوئے بیج کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے آخرت اِس کی مثال ہے۔گفتن۔خواجہ محتسب نے مددگار کو خواب میں بتایا کہ میں نے اُس پردیسی کے قرض ادا کرنے کے لیے بہت سا مال فلاں جگہ رکھ دیا ہے وہ اُس کو دے دیں اور اس میں سے خود کچھ نہ لیں۔

[2] بشنو۔اب یہ قصہ سنو کہ محتسب نے اُس پردیسی کا قرض ادا کرنے کے لیے کس طرح عطا کی۔من ہمی دیدم۔محتسب نے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ پردیسی مقروض ہو کر میرے پاس ضرور آئے گا۔من شنیدہ۔میں سُن چکا تھا کہ وہ مقروض ہوگیا ہے میں نے اس کے لیے دوتین جواہر باندھ کر رکھ دیے ہیں۔

[3] کہ وفای۔وہ گوہر اس قدر قیمتی ہیں کہ اُن سے اُس کا قرض ادا ہو جائے گا اور بچ بھی رہے گا۔وام۔مجھے معلوم ہوگیا کہ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہیں ان جواہر میں سے کچھ فروخت کر کے ادا کر دے۔

فضلہ[1] ماند زیں بسے گو خرج کن
اُس میں سے بہت بچے گا، کہہ دے خرچ کرے

خواستم تا آں بدستِ خود دہم
میں نے چاہا تھا کہ اُس کو خود اپنے ہاتھ سے دوں

خود اجل مُہلت ندادم تا کہ مَن
مجھے موت نے فرصت نہ دی، کہ میں

لعل و یاقوت ست بہرِ وامِ اُو
اُس کے قرضہ کے لیے لعل اور یاقوت ہے

دَر فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام
میں نے اُس کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے

قیمتِ آں را نداند جُز ملوک
شاہوں کے سوا کوئی اُن کی قیمت نہیں جانتا

در[2] بیوع آں کن تو از خوفِ غرار
معاملوں میں دھوکے کے ڈر سے وہ کر

از کسادِ آں مترس و در میفت
اُن کے نرخ گرنے سے نہ ڈر اور نہ گر

وارثانم را سلامِ مَن بگو
میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے

تاز بسیاریِ آں زر نشکہند
تاکہ اُس زر کی کثرت سے نہ ڈریں

وَر بگوید اُو نخواہم ایں فرہ[3]
اور اگر وہ کہے، میں یہ بہت نہیں چاہتا

زانچہ دادم باز نستانم نقیر
جو میں نے دے دیا ہے اُس میں سے ایک ذرہ واپس نہ لوں گا

گشتہ باشد ہمچو سگ قے را اکول
کتے کی طرح قے کو چاٹنے والا ہو جاتا ہے

دَر دُعا گوئی مرا ہم درج کن
دعا میں مجھے بھی شامل کر لے

دَر فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
فلاں رجسٹر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے

خفیہ بسپارم بدُو دُرِّ عدن
عدن کے موتی چپکے سے اُسے دے دوں

در خنورے و نوشتہ نامِ اُو
ایک پیالے میں اور اُس کا نام لکھا ہوا ہے

مَن غمِ آں یار پیشیں خوردہ ام
میں نے اُس دوست کی پہلے ہی فکر کر لی ہے

فَاجْتَهِدْ بِالْبَيْعِ اَنْ لَّا يَخْدَعُوْكَ
بیچنے میں محنت کر، تاکہ وہ تجھے دھوکا نہ دے دیں

کہ رسولؐ آموخت سہ روز اختیار
جو تین روز کا اختیار رسولؐ نے سکھایا ہے

کہ رواجِ آں نخواہد ہیچ خُفت
کیونکہ اُن کا رواج سُست نہ ہو گا

ویں وصیت را بگو ہم مُو بمُو
اور اِس وصیت کو بھی پورا کہہ دے

بے گرانی پیشِ آں مہماں نہند
بغیر کسی گرانی کے اُس مہمان کے سامنے رکھ دیں

گُو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ
کہہ دے، لے لے اور جس کو تو چاہے دے دے

سُویِ پستاں باز ناید ہیچ شیر
دودھ، پستان میں ہرگز نہیں لوٹتا

مُستردِ نحلہ برقولِ رسولؐ
عطیہ کو واپس لینے والا، رسولؐ کے قول کے مطابق

---

[1] فضلہ۔ جو بچے اُس کو بھی خرچ کرے اور مجھے دعاءِ خیر میں یاد رکھے۔ خود دہم۔ تا کہ کسی کو پتا نہ چلے اور وہ شرمندہ نہ ہو لیکن مجھے موت نے یہ موقع نہ دیا۔ لعل و یاقوت۔ وہ جواہر لعل اور یاقوت میں ایک پیالہ میں رکھے ہیں اور اُس پیالہ پر میں نے اُس کا نام لکھ دیا ہے۔ خنور۔ پیالہ، پانی کا مٹکا۔ در فلاں۔ اُس پیالہ کو فلاں طاق میں دفن کردیا ہے۔ قیمت۔ وہ بہت قیمتی ہیں کوئی دھوکا دے کر سستا نہ خرید لے۔

[2] در بیوع۔ فروخت کرنے میں اپنے لیے تین روز کا اختیار رکھ لینا، اگر قیمت کم لگی ہو تو بیع کو فسخ کر دینا۔ غرار۔ دھوکا۔ از کساد۔ واپس لینے میں اِس سے نہ ڈرنا کہ اُن کی قیمت گھٹے گی۔ وارثانم۔ محتسب نے اُس مددگار سے یہ بھی کہا کہ میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے اور یہ میری وصیت اُن کو پہنچا دے۔ تاز بسیاری۔ وارثوں سے اِس لیے کہہ دینا کہ اِس قدر زیادہ مال ایک پردیسی کو دینے سے گھبرا نہ جائیں۔ نشکہند۔ شکوہیدن۔ ڈرنا۔

[3] فرہ۔ بوزن گرہ زیادتی، یعنی اگر پردیسی یہ کہے کہ اِس قدر مال کی مجھے ضرورت نہیں تو کہہ دینا وہ لے کر کسی اور کو دے کر ثواب حاصل کرلے۔ زانچہ۔ وصیت کرنا گویا دے دینا ہے۔ نقیر۔ وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی کے سرے پر ہوتا ہے، حقیر چیز مراد ہوتی ہے۔ سوی۔ پستان میں سے دودھ نکلا ہوا واپس نہیں لوٹتا ہے۔ گشتہ۔ آنحضورؐ نے عطیہ دے کر واپس لینے والے کو اُس کتے کی شکل قرار دیا ہے جو قے کر کے چاٹتا ہے۔ نحلہ۔ عطیہ۔

وَربہبندد[1] در نباید آں زَرش　　تا بریزند آں عطا را بَر درش
اگر وہ دروازہ بند کر لے کہ وہ زر اُس کو نہ چاہیے　　اُس عطا کو اُس کے دروازے پر بکھیر دیں

ہر کہ آنجا بگذرد زَر میبَرد　　نیست ہدیہ مخلصاں را مُسترد
جو وہاں سے گذرے، سونا لے جائے　　مخلصوں کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہے

بہرِ اُو بنہادہ ام آں از دو سال　　کردم ام من نذرہا با ذُوالجلال
میں نے وہ دو سال سے اِس کے لیے رکھا ہے　　میں نے اللہ (تعالیٰ) سے منتیں مانی ہیں

وَر رَوا دارند چیزے زاں ستد　　بیست چنداں خود زیاں شاں اُوفتد
اگر وہ اُس میں سے کچھ لینا جائز سمجھیں گے　　اُن کو خود بیں گنا نقصان ہو گا

گر[2] رَوانم را پژولانند زُود　　صَد درِ محنت بر ایشاں بر کشود
اگر وہ میری رُوح کو پریشان کریں گے تو جلدی　　پریشانی کے سیکڑوں دروازے اُن پر کھلیں گے

از خدا امید دارم من لَبِق　　کہ رساند حق را با مستحق
میں زبان آور اللہ (تعالیٰ) سے امید کرتا ہوں　　کہ وہ، حق مستحق کو پہنچا دے گا

دو قضیہ دیگر اُو را شرح داد　　لب بذکرِ آں نخواہم برگشاد
اُس نے دو دوسرے معاملے اُس پر ظاہر کیے　　میں اُن کے ذکر میں ہونٹ نہ کھولوں گا

تابماند دو قضیہ سِرّ و راز　　ہم نگردد مثنوی چندیں دراز
تاکہ دونوں قصے سِرّ اور راز رہیں　　نیز مثنوی بہت لمبی نہ ہو جائے

برجہید[3] از خواب انگشتک زناں　　گہ غزل گویان و گہ نوحہ کُناں
وہ چٹکیاں بجاتا ہوا نیند سے بیدار ہوا　　کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

گفت مہماں درچہ سوداہاستی　　پایمردا مست و خوش برخاستی
مہماں نے کہا، تو کن خیالات میں ہے　　اے مددگار! تو مست اور خوش اُٹھا ہے

تاچہ دیدی خواب دوش اے بُوالعلا　　کہ نمی گنجی تو در شہرِ وفا
اے بلندمرتبہ والے! گذشتہ رات تو نے خواب میں کیا دیکھ لیا؟　　کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سما رہا ہے

خواب دیدہ پیلِ تو ہندوستاں　　کہ رمیدستی ز حلقۂ دوستاں
تیرے ہاتھی نے ہندوستان، خواب میں دیکھ لیا ہے　　کہ تو دوستوں کے حلقے سے بھاگ رہا ہے

گفت سوداناک خوابے دیدہ ام　　دردلِ خود آفتابے دیدہ ام
اُس نے کہا کہ میں نے ایک عشقناک خواب میں دیکھا ہے　　میں نے اپنے دل میں سورج کو دیکھا ہے

[1] دربہ بندد۔ اگر وہ عطیہ قبول نہ کرے اور دروازہ بند کر لے تو اُس کے دروازہ پر ڈال دینا۔ می برد۔ تاکہ گذرنے والا اُس کو اُٹھا کر لے جائے۔ نیست۔ اُس کو یہ چاہیے کہ وہ یہ عطیہ لینے سے انکار نہ کرے اِس لیے کہ مخلص کا ہدیہ واپس کرنا بُرا ہے۔ بہرِ اُو۔ میں نے دو سال سے یہ مال اُس کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور خدا سے اُس کے دینے کی منت مانی ہے۔ وررَوا۔ میرے وارثوں کو سمجھا دینا کہ اگر انھوں نے اُس رقم میں سے کچھ لیا تو جتنا لیں گے اُس کا بیں گنا اُن کو نقصان پہنچ جائے گا۔

[2] گر رَوانم۔ وارثوں سے کہہ دینا کہ اگر میری وصیت کے خلاف کر کے میری روح کو ستائیں گے تو اُن پر سیکڑوں مصائب آجائیں گے۔ لَبِق۔ چرب زبان۔ دو قضیہ۔ مولانا فرماتے ہیں محتسب نے اُس مددگار سے دو باتیں اور کہیں تھیں وہ راز ہیں اُن کو میں بیان نہ کروں گا۔ ہم۔ ایک تو راز ہونے کی وجہ سے میں بیان نہ کروں گا پھر یہ بھی خیال ہے کہ بیان کروں تو مثنوی بہت طویل ہو جائے گی۔

[3] برجہید۔ وہ مددگار نیند سے خوش ہوتا ہوا اُٹھا تو چٹکیاں بجا رہا تھا اور بشارت کی خوشی میں غزل پڑھ رہا تھا اور کبھی محتسب کی وفات کی وجہ سے رونے لگتا تھا۔ دوش۔ رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ فلا۔ فلات، جنگل۔ خواب دیدہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو وطن کی یاد میں زنجیریں توڑنے لگتا ہے۔ سوداناک۔ عشق ناک۔ آفتاب۔ یعنی محتسب۔

خواجہ را دیدم بخواب اے بُوالعلا
اے بلند رتبہ والے! میں نے خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے
آں سپردہ[1] جاں برائے کبریا
اُس، خدا پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ بیدار را
میں نے خواب میں، بیدار خواجہ کو دیکھا ہے
آں سپُردہ جاں پئے دیدار را
اُس، دیدار پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ معطی المُنٰی
میں نے خواب میں تمنائیں پوری کرنیوالے خواجہ کو دیکھا ہے
کَواحدٍ کالالف از امرِ خدا
جو خدا کے حکم سے اکیلا ہزار کی طرح کا ہے

مست و بیخود ایں چنیں بر می شُمرد
مست اور بیخود اسی طرح شمار کر رہا تھا
تا کہ مستی عقل و ہوشش را بُبرد
حتیٰ کہ مستی نے اُس کی عقل اور ہوش کو ختم کر دیا

درمیانِ خانہ اُفتاد اُو دراز
وہ گھر کے درمیان، لمبا گر گیا
خلق انبہ گردِ اُو آمد فراز
مخلوق کا مجمع اس کے گرد فراہم ہو گیا

باخود آمد گفت اے بحرِ خوشی
ہوش میں آیا، بولا اے خوشی کے سمندر!
اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
اے وہ کہ جس نے بے ہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں

خواب[2] در بنہادۂ بیداریے
تو نے خواب میں، بیداری رکھی ہے
بستہ در بیدلی دلداریے
تو نے بے دلی سے، دلداری وابستہ کر دی

خواجگی پنہاں کُنی در ذُلِ فقر
تو ذلت اور فقر میں آقائی کو پوشیدہ کر دیتا ہے
طوقِ دولت بستہ اندرِ غُلِ فقر
دولت کے طوق کو، فقر کے طوق سے وابستہ کر دیا ہے

ضد اندر ضد پنہاں مُندرج
ضد، ضد میں مخفی طور پر داخل ہے
آتش اندر آبِ سوزاں مندرج
گرم پانی کے اندر آگ پوشیدہ ہے

روضہ[3] اندر آتشِ نمرُود درج
نمرود کی آگ میں چمن درج ہے
دخلہا رُویاں شُدہ از بذل و خرج
صرف اور خرچ سے آمدنیاں اُگی ہیں

تا بگفتہ مصطفیٰؐ شاہِ نجاح
حتیٰ کہ کامیابی کے شاہ، مصطفیٰؐ نے فرمایا
اَلسَّماحُ یَآ اُولِی النِّعْمَا رَبَاحٌ
اے اہل نعمت! سخاوت کرنا نفع کمانا ہے

مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ قَطّ
صدقوں سے مال کبھی نہیں گھٹتا
اِنَّمَا الْخَیْرَاتُ نِعْمَ الْمُرْتَبَطْ
خیرات کرنا بہت اچھا رابطہ ہے

جوشش و افزونیِ زر در زکوٰۃ
زکوٰۃ میں مال کا جوش اور بڑھاؤ ہے
عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ
نماز میں فحش اور بُری باتوں سے بچاؤ ہے

---

[1] سپردہ۔ یعنی وہ محتسب جس نے اللہ تعالیٰ پر جان قربان کر دی ہے۔ مست۔ وہ مددگار مستی اور بیخودی کی حالت میں محتسب کے اوصاف گنتا گنتا بیہوش ہو گیا۔ درمیاں۔ وہ مددگار بیہوش ہو کر گر پڑا اور لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ بحر خوشی۔ اللہ تعالیٰ۔ ہوشہا۔ بے ہوشی یعنی نیند کی حالت میں اُس کو بہت سے عالی مضامین سکھائے گئے ہیں۔

[2] خواب در۔ خواب میں وہ باتیں معلوم ہوئی ہیں جو بیداری میں بھی معلوم نہ تھیں۔ بستہ۔ جو بیدل یعنی عاشق خدا ہوتا ہے وہ محبوب اور حق کا دلدار بھی ہو جاتا ہے۔ ضد اندر ضد۔ اس پر تعجب نہ کرو کائنات میں مشاہدہ کر لو اللہ کی قدرت نے ایک ضد کو دوسری ضد میں مخفی کر دیا ہے گرم پانی میں آگ پوشیدہ ہے اُسکے اجزاء سے پانی گرم ہے۔

[3] روضہ۔ نمرود کی آگ میں خلیل اللہ کے لیے چمن پوشیدہ تھا۔ دخلہا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ السماح۔ آنحضورؐ نے سخاوت کو نفع فرمایا ہے۔ مانقص۔ خیرات اللہ سے ربط پیدا کر دیتی ہے تو مال میں برکت ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے سے برکت ہوتی ہے۔ در صلوٰۃ۔ نماز کی نیکی فحش اور منکر کی بدی سے بچانے پر مشتمل ہے۔

آں[1] زکوٰتت کیسہ اَت را پاسباں — واں صلوٰتت ہم ز گرگانت شباں
تیری وہ زکوٰۃ، تیری تھیلی کی محافظ ہے — اور وہ تیری نماز، بھیڑیوں سے تیری نگہبان ہے

میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ — زندگیِ جاوداں در زیرِ مرگ
شاخ اور پتے میں میٹھا میوہ چھپا ہے — موت کے ماتحت ہمیشگی کی زندگی ہے

زِبل گشتہ قُوتِ خاک از شیوۂ — زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
نجاست کی روش سے مٹی کی روزی بنی — زمین میں اُس غذا سے میوہ پیدا ہوا

دَر عدم پنہاں شُدہ موجودیٔ — در سرشتِ ساجدے مسجُودیٔ
موجود ہونا، عدم میں پوشیدہ ہوا — سجدہ کرنے والے کی طینت میں مسجود ہونا ہے

آہن و سنگ از برونش مُظلمے — اندروں نورے و شمعِ عالمے
لوہا اور پتھر باہر سے تاریک ہیں — باطن میں نور اور عالم کی شمع ہے

درج دَر خوفے ہزاراں ایمنی — در سوادِ چشم چنداں رُوشنی
خوف میں، ہزاروں اطمینان درج ہیں — آنکھ کی سیاہی میں، کس قدر روشنی ہے

اندرونِ[2] گاوِ تن شہزادۂ — گنجِ دَر ویرانۂ بنہادۂ
بیل کے جسم میں، ایک شہزادہ ہے — خزانہ ویرانے میں رکھا ہوا ہے

تاخرے پیرے گریزد زاں نفیس — گاو بیند، شاہ نے، یعنی بلیس
تاکہ اُس عمدہ چیز سے ایک بوڑھا گدھا بھاگ جائے — بیل کو دیکھے، شاہ کو نہیں، یعنی شیطان

حکایتِ[3] آں پادشاہ و وصیت کردنِ سہ پسرِ خویش را کہ

اُس بادشاہ کی حکایت اور اُس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اِس

دریں سفر در ممالکِ مَن در فلاں جا چنیں نہید و

سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اِس طرح سے ترتیب قائم کرو اور

فلاں جا چنیں نوّاب نصب کنید وامّا اللہ اللہ بفلاں

فلاں جگہ اتنے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لیے فلاں قلعہ میں

قلعہ مروید و گردِ آں مگردید

نہ جانا اور اُس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بُود شاہے، شاہ را بُد سہ پسر — ہرسہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک بادشاہ تھا، بادشاہ کے تین لڑکے تھے — تینوں سمجھ دار اور صاحب نظر تھے

---

[1] آں زکوٰتت۔ زکوٰۃ دینے والے کا مال ضائع نہیں ہوتا۔ صلوٰتت۔ تیری نماز شیطانی بھیڑیوں سے محافظ ہے۔ شاخ۔ درخت کی شاخوں اور پتوں میں میوہ پوشیدہ ہے۔ مرگ۔ موت، جاوداں زندگی پر مشتمل ہے۔ زبل۔ کھاد، میووں پر مشتمل ہے۔ درعدم۔ عدم سے ہی وجود آتا ہے۔ ساجدے۔ حضرت آدمؑ ساجد ہوکر مسجودِ ملائکہ بنے۔ آہن۔ لوہے اور پتھر کی سیاہی میں نور مضمر ہے۔ درج۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ عذاب کی سیکڑوں مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ سوادِ چشم۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہے اور اُس میں روشنی مضمر ہے۔

[2] اندروں۔ انسان کا جسم بیل کے جسم سے مشابہ ہے اور اُس میں روح جو بمنزلہ شہزادے کے ہے مضمر ہے۔ گنج۔ ویرانہ کے اندر خزانہ ہوتا ہے۔ تاخرے۔ ان باتوں میں یہ حکمت مضمر ہے کہ خرِ پیر یعنی شیطان صفت لوگ ظاہر کو دیکھ کر بھاگ جائیں، شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہری جسم کو دیکھا اور اُنکے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت میں بھی یہی بتایا ہے کہ تینوں شہزادوں میں سے کوئی شاہ کی حسین لڑکی پر عاشق ہوا اور شاہ کے باطنی کمالات کی طرف متوجہ نہ ہوا کوئی اس کے باطن کی طرف متوجہ ہوکر کامیاب بنا۔ بود شاہے۔ اس بادشاہ کے تینوں لڑکے سخاوت اور جنگ اور کر و فر میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے، اگرچہ شاہ کے باطنی اوصاف پر نظر کرنے میں یکساں تھے۔

هر یکے از دیگرے اِستودہ تر
هر ایک دوسرے سے زیادہ قابلِ تعریف تھا
در سخا و در وغا و کرّ و فر
سخاوت اور جنگ اور کروفر میں

پیشِ شہ شہزادگاں اِستادہ جمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوئے
قرۃ العینانِ[1] شہ ہمچوں سہ شمع
شمع کی طرح بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے

از رہِ پنہاں ز عینینِ پسر
لڑکے کی آنکھوں سے مخفی راستہ ہے
می کشید آبے نخیلِ آں پدر
اُس باپ کا کھجور کا درخت پانی کھینچتا ہے

تاز فرزند آبِ ایں چشمہ شتاب
یہاں تک کہ لڑکے کے اِس چشمہ کا پانی جلد
میرود سُوی ریاضِ مام و باب
ماں اور باپ کے باغیچوں کی جانب جاتا رہتا ہے

تازہ میباشد ریاضِ والدین
ماں باپ کے باغ تازہ رہتے ہیں
گشتہ جاری عینِ شاں زیں ہر دو عین
اِن دونوں آنکھوں سے اُن کا چشمہ جاری رہتا ہے

چوں[2] شود چشمہ ز بیماری علیل
جب چشمہ، مرض سے بیمار ہو جاتا ہے
خشک گردد شاخ و برگِ آں نخیل
اُس کھجور کے درخت کی شاخ اور پتے خشک ہو جاتے ہیں

خشکیِ نخلش ہمی گوید پدید
اس کے کھجور کے درخت کی خشکی صاف کہتی ہے
کہ ز فرزنداں شجر نم می کشید
کہ درخت فرزندوں سے نمی کھینچتا ہے

اے بسا کاریز پنہاں ہم چنیں
اِسی طرح بہت سے پوشیدہ چشمے
متصل باجانِ تاں یا غافلیں
اے غافلو! تمہاری جان سے متصل ہیں

اے کشیدہ ز اسمان و از زمیں
اے (مخاطب)! آسمان اور زمین سے کھینچے ہیں
مایہا تا گشتہ جسمِ تو سمیں
مادے، یہاں تک کہ تیرا جسم موٹا ہوا ہے

تن[3] ز اجزائے جہاں دُزدیدۂ
تو نے جہان کے اجزا سے جسم کو چرایا ہے
پارہ پارہ زین و آں ببریدۂ
تو نے اِس اور اُس سے ٹکڑا ٹکڑا کاٹا ہے

از زمین و آفتاب و آسماں
زمین اور سورج اور آسمان سے
پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
تو نے جسم اور جان پر پیوند گانٹھے ہیں

تاتو پنداری کہ بُردی رایگاں
خبردار! تو سمجھتا ہے تو مفت لے اُڑا
باز نستانند از تو این و آں
یہ اور وہ تجھ سے واپس نہ لیں گے

کالۂ دُزدیدہ نبود پائیدار
چرایا ہوا سامان پائیدار نہیں ہوتا ہے
لیک آرد دُزد را تا پایدار
لیکن چور کو سولی تک لے آتا ہے

---

1. قرۃ العینان۔ دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک، خوشی و راحت میں آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے رنج میں گرم آنسو بہتے ہیں۔ از رہ۔ باپ کے جسم کی تر و تازگی اولاد سے ہے۔ تاز فرزند۔ مخفی طور پر اولاد ماں باپ کے بدن کے چمن کو سیراب کرتی ہے۔ تازہ۔ اولاد کی آنکھوں سے مخفی چشمے جاری ہیں جو والدین کے جسم کے باغیچہ کو پانی دیتے ہیں۔
2. چوں۔ اسی لیے جب اولاد بیمار ہو جاتی ہے اور چشمہ میں کمزوری آتی ہے تو ماں باپ کا جسم سوکھنے لگتا ہے۔ خشکی۔ اس حالت میں والدین کے جسم کا سوکھنا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا درخت اولاد کی آنکھوں کے چشموں سے سیراب ہوتا تھا۔ اے بسا۔ جس طرح والدین اولاد کے مخفی چشموں سے سیراب ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی جان مخفی چشموں سے سیرابی حاصل کر رہی ہے۔ اے کشیدہ۔ انسان کا جسم عالم کی بہت سی چیزوں سے بنتا ہے۔ سمیں۔ موٹا۔
3. تن۔ انسانی جسم کی ترکیب، عالم کے بہت سے مادوں سے ہوئی ہے۔ از زمیں۔ کائنات عالم کے اجزا جسم انسانی نے حاصل کیے ہیں۔ تاتو۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اجزا اس کے جسم نے حاصل کیے ہیں ان کو واپس لوٹانا نہیں ہے۔ کالہ۔ یہ چرائے ہوئے اجزا ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں چوری ہی موت کا سبب ہے۔

عاریہ[1] ست ایں کم ہمی باید فشارد — کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد

یہ مانگا ہوا ہے، پاؤں نہ جمانا چاہیے — کیونکہ جو تو نے لیا ہے، ادا کرنا چاہیے

جُز نَفَختُ کاں ز وہّاب آمدست — رُوح را باش، آں دِگرہا بیہُدست

''میں نے پھونکا'' کے سوا کیونکہ خدا کی جانب سے آئی ہے — رُوح کا بن، دوسری چیزیں بیہودہ ہیں

بیہُدہ نسبت بجاں میگویمش — نے بہ نسبت با صنیع محکمش

میں اُن کی رُوح کے اعتبار سے بیہودہ کہہ رہا ہوں — نہ کہ اُس کے مضبوط مصنوع کے اعتبار سے

بیانِ[2] استمدادِ عارف از سرچشمۂ حیاتِ ابدی و مستغنی شُدنِ اُو از استمداد

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اوراُس کا بے وفا پانیوں کے

و انجذاب از چشمہای آبہایِ بیوفا کہ عَلامَةُ ذٰلِکَ التَّجافِي

چشموں سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اُس کی علامت دھوکے کے

عَن دَارِ الغُرُورِ کہ آدمی چوں بر مدد ہای چشمہا اعتماد کند در طلبِ

گھر سے جدائی ہے کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے،

چشمۂ باقی سُست شود چنانکہ حکیم الٰہی می فرماید --- رُباعی

باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سُست پڑ جاتی ہے چنانچہ حکیم الٰہی فرماتے ہیں۔-- رُباعی

کاریز درونِ جانِ تو می باید کز عاریہا تُرا درے نکشاید

تیری جان میں چشمہ چاہیے کیونکہ مانگے ہوؤں سے تیرے لیے در نہیں کھلتا ہے

یک چشمۂ آب از درونِ خانۂ بہ زاں جُویِ کہ از بُروں می آید

گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ اُس نہر سے بہتر ہے جو باہر سے آتی ہے

حَبّذا[3] کاریز اصلِ چیزہا — فارغت آرد ازیں کاریزہا

خوب چشمہ ہے جو چیزوں کی اصل ہے — وہ تجھے ان چشموں سے بے نیاز کر دے گا

چشمۂ آبی دُرونِ خانۂ — بہ ز رودے کاں نہ در کاشانۂ

گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ — اُس نہر سے بہتر ہے جو گھر میں نہیں ہے

تو ز صد ینبوع شربت می کشی — ہرچہ زاں صد کم شود کاہد خوشی

تو سیکڑوں چشموں سے شربت کھینچ رہا ہے — اُن سیکڑوں میں سے جو کم ہو جائے خوشی گھٹ جاتی ہے

---

[1] عاریہ۔ مانگی ہوئی چیز واپس کرنی پڑتی ہے تو بدن کے ان اجزاء کو بھی ایک روز واپس دینا ہے۔ جُز نَفَخت۔ البتہ رُوح کا عطیہ اللہ کی جانب سے ہے جو مستقل اور باقی ہے۔ بیہدہ۔ جسم کے اجزا کو بیہودہ روح کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ یہ بھی اللہ کی تخلیق ہے لہٰذا اُس کی مخلوق بیہودہ نہیں ہوسکتی ہے۔

[2] بیان۔ چوں کہ بدن کے اجزاء مانگے ہوئے ہیں اور رُوح عطیہ خداوندی باقی رہنے والی ہے تو انسان کو جسم کے چشموں سے زیادہ رُوح کے چشمہ کو حاصل کرنا چاہیے، چنانچہ عارف باللہ جسم کے چشموں سے فیضیاب ہونے سے زیادہ رُوح کے چشمہ سے فیض حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی لیے وہ دارالغرور یعنی دنیا سے بچتا ہے۔ کاریز۔ بوزن فالیز، وہ نہر جو کاشت کار زمین کے نیچے سے کھود کر اس طریقہ سے نکالتے تھے کہ اوپر کے کھیتوں کو وہ پانی دیتی تھی۔

[3] حَبّذا۔ جو نہر رُوح کو سیراب کرتی ہے وہ علوم کی اصل ہے۔ وہ حاصل کرلے گا تو پھر حواسِ ظاہرہ کے مُدرکات سے تو بے نیاز ہو جائے گا۔ چشمہ۔ جو چشمہ گھر میں ہو وہ باہر کی نہر سے بہتر ہوتا ہے۔ ینبوع۔ چشمہ، تو بیرونی چشموں سے لطف حاصل کرتا ہے اگر اُن میں سے کسی میں بھی کمی آجائے تو تیری خوشی ناقص ہو جاتی ہے۔

چوں[1] بجوشد از دروں چشمہ سنی ‏ ز استراقِ چشمہا گردی غنی

جب اندر سے کوئی روشن چشمہ جوش مارتا ہے ‏ چشموں کے چُرانے سے تو بے نیاز بن جاتا ہے

قُرۃ العینت چو زاب و گِل بُوَد ‏ راتبہ ایں قُرّہ دردِ دل بُوَد

جب تیری آنکھ کی ٹھنڈک پانی اور مٹی سے ہو ‏ تو اِس ٹھنڈک کا نتیجہ، دِل کا درد ہو گا

قلعہ را چوں آب آید از برُوں ‏ دَر زمانِ اَمن باشد بر فزُوں

قلعہ میں جب پانی باہر سے آئے ‏ تو امن کے زمانہ میں کثرت سے ہو گا

چونکہ دشمن گردِ آں حلقہ کُند ‏ تاکہ اندر خونِ شاں غرقہ کُند

جب دشمن اُس قلعہ کا محاصرہ کر لے ‏ تاکہ اُن کو خون میں ڈبوئے

آبِ بیروں را بُبرند آں سپاہ ‏ تانباشد قلعہ را زانہا پناہ

وہ لشکر، پانی کو باہر سے قطع کر دے گا ‏ تاکہ قلعہ کو اُن سے پناہ نہ حاصل ہو

آں[2] زماں یک چاہ شورے از دروں ‏ بہ ز صد جیحونِ شیریں از برُوں

اُس وقت اندر کا ایک کھارا کنواں ‏ باہر کے سیکڑوں میٹھے جیحوں سے اچھا ہو گا

قاطعُ الاسباب لشکرہائے مرگ ‏ ہمچو دے آید بقطعِ شاخ و برگ

موت کے لشکر، اسباب کو کاٹنے والے ‏ خزاں کی طرح شاخ اور پتے کاٹنے آتے ہیں

دَر جہاں نبُوَد مدد شاں از بہار ‏ جُز مگر در جاں بہارِ رُوئِ یار

دنیا میں تو اُن کو بہار سے مدد نہیں پہنچتی ہے ‏ علاوہ ازیں کہ جان میں یار کے چہرے کی بہار ہو

زاں[3] لقب شُد خاک را دارُالغُرور ‏ گو کشد پا را سپس یوم العبور

اسی لیے زمین کا لقب دھوکے کا گھر ہوا ‏ کیونکہ وہ گذرنے کے دن پاؤں پیچھے کو کھینچ لیتی ہے

پیش ازاں بر راست و برچپ میدوید ‏ کہ بچینم دردِ تو چیزی نچید

اُس سے پہلے دائیں اور بائیں دوڑتا پھرتا ہے ‏ کہ میں تیرا دُکھ چن لوں گا (اور) کچھ نہ چُنتا

اُو بگفتے مَر تُرا وقتِ غماں ‏ دور از تو رنج و دہ کہ درمیاں

وہ تجھ سے غموں کے وقت کہتا تھا ‏ رنج تجھ سے دُور ہے اور دس پہاڑ درمیان میں ہیں

چوں سپاہِ رنج آمد بست دم ‏ خود نمی گوید تُرا من دیدہ ام

جب رنج کا لشکر آیا اُس نے دم سادھا ‏ تجھ سے نہیں کہتا ہے، کہ میں نے تجھے دیکھا ہے

---

[1] چوں بجوشد۔ جب تیرے اندر خوشی کا منبع ہو تو پھر بیرونی اسباب کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرۃ۔ اگر تجھے آنکھ کی ٹھنڈک کسی آب وگل کے پتلے سے حاصل ہے تو فراق کی صورت میں اُس کا انجام دردِ دل ہے۔ قلعہ۔ جس قلعہ میں باہر سے پانی آئے تو امن کی حالت میں پانی خوب آتا رہتا ہے۔ چونکہ۔ لیکن جب باہر سے دشمن محاصرہ کرتا ہے اور اُس نہر کو بند کر دیتا ہے تو تیری حالت تباہ ہو جاتی ہے۔

[2] آں زماں۔ محاصرہ کے بعد پھر تیری حالت یہ ہوتی ہے کہ تو اندرونی کھارے پانی کے کنویں کو باہر کی میٹھی سیکڑوں نہروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ قاطع الاسباب۔ موت جب لذت کے سارے خارجی ذرائع ختم کر دے گی تو اب خارجی بہار سے تجھے کوئی نفع نہ ہو گا صرف وہ بہار باعثِ لذت ہو گی جو رُوئے یار سے تجھے حاصل ہوئی ہو۔ شعر (ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما)

[3] زاں۔ چوں کہ موت لذت کے دنیاوی ذرائع کو ختم کر دیتی ہے اور یہ ذرائع تیرا ساتھ نہیں دیتے ہیں اسی لیے دنیا کو دھوکے کا گھر قرار دیا گیا ہے۔ یہ دنیا مرتے وقت تیرا ساتھ نہیں دیتی اپنا قدم پیچھے کو ہٹا لیتی ہے۔ پیش ازاں۔ دنیوی یار تیرے دائیں بائیں دوڑا پھرتا تھا اور دعوے کرتا تھا کہ تیرا درد دکھ میں اُٹھا لوں گا لیکن اُس نے کچھ نہ اُٹھایا۔ چوں سپاہ۔ جب موت کے سپاہی تیرا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ اس کا بھی اقرار نہیں کرتا کہ کبھی تیری اُس کی جان پہچان بھی تھی۔

حق[1] پئے شیطاں بدیں ساں زد مثل
اللہ (تعالیٰ) نے شیطان کی اسی طور پر مثل بیان کی ہے
کو تُرا در رزم آرد با حِیَل
کہ وہ تجھے حیلوں سے جنگ میں لے آتا ہے

کہ تُرا گوید کہ پُشتم مَن ترا
کہ تجھ سے کہتا ہے، کہ میں تیرا مددگار ہوں
دَر بلا و در جفا و در عَنا
بلا اور جفا اور مشقت میں

کہ تُرا یاری دہم من باتو اَم
کہ میں تیری مدد کروں گا، میں تیرے ساتھ ہوں
در خطرہا پیشِ تو من می دوَم
میں خطروں میں تیرے آگے دوڑوں گا

اِسپرت باشم گہٖ تیرِ خدنگ
خدنگ کے تیر کے وقت میں تیری ڈھال بنوں گا
مخلصِ تو باشم اندر وقتِ تنگ
میں تنگ وقت میں تجھے بچانے والا بنوں گا

جاں[2] فدایِ تو کنم در انتعاش
میں خوشی میں تیرے اوپر جان قربان کروں گا
رُستمی شیری ہلا مردانہ باش
تو رُستم ہے تو شیر ہے خبردار! مرد بن

سُویِ کفرش آورد زیں عشوہا
اِن فریبوں سے اُس کے کفر کی جانب لے آتا ہے
آں جُوالِ خُدعہ و مکرو دَغا
وہ دھوکے اور مکر اور دغا کا تھیلا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد
جب قدم رکھا، خندق میں گر گیا
اُو بقاہا قاہ خندہ لب گُشاد
اُس نے ہنسی کے قہقہہ کے ساتھ ہونٹ کھولا

ہیں بیا من طمعہا دارم ز تُو
ہاں، آ جا میں تجھ سے اُمیدیں رکھتا ہوں
گویدش رَو رَو کہ بیزارم ز تُو
وہ اُس سے کہہ دیتا ہے، جاجا میں تجھ سے بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدلِ کردگار
تو خدا کے انصاف سے نہ ڈرا
من ہمی ترسم، تو دست از من بدار
میں ڈرتا ہوں، تو مجھ سے توقع نہ رکھ

گفت[3] حق اُو خود جُدا شد از بہی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے جدا ہوا
تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی
تو بھی اِن حیلوں سے کب نجات پائے گا؟

گفت حق اُوِ خود ز نیکی شد جُدا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے علیحدہ ہوا
کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا
تو بھی اِن مکاریوں سے کب چھوٹے گا؟

فاعل و مفعول دَر روزِ شمار
فاعل اور مفعول، گنتی کے دن
رُو سیاہ اند و حریف و سنگسار
کالا منہ ہیں اور ساتھی اور سنگسار

رہزدہ و رہزن یقیں در حکم و داد
یقیناً بھٹکا ہوا اور بھٹکانے والا فیصلے اور انصاف میں
دَر چہٖ بُعد اند و در بئسَ المِہاد
دوری کے کنویں میں اور بُرے بستر میں ہیں

[1] حق۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی یہ حالت بیان کی ہے کہ تجھے حیلہ اور تدبیر سے جنگ میں پھنسا دیتا ہے۔ کہ۔ یہ کہتا ہے کہ میں ہر مصیبت کے وقت تیری مدد کروں گا۔ در خطرہا۔ ہر خطرہ میں تجھ سے آگے رہوں گا۔ اسپرت۔ تیر چلے گا تو تیری ڈھال بنوں گا ہر مصیبت کے وقت تیرا مخلص رہوں گا۔

[2] جان فدا۔ تجھ پر خوشی خوشی قربان ہو جاؤں گا۔ رستمی۔ تو خود بھی رستم اور شیر ہے، جنگ سے نہ گھبرا۔ سوی۔ شیطان انسان کو اسی طرح کے دھوکے دے کر کفر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ چوں قدم۔ اب جب انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو وہ اُس کی ہر حالت پر قہقہے لگاتا ہے۔ ہیں۔ انسان اُس شیطان کو مدد کے لیے بلاتا ہے تو وہ اُس انسان سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیتا ہے۔ تو نترسیدی۔ اُس سے کہتا ہے کہ تو خدا سے نہ ڈرا میں تو خدا سے ڈرتا ہوں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔

[3] گفت حق۔ انسان اپنی معذرت میں یہ کہے گا کہ شیطان نے مجھے دھوکا دے دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ خیر سے خود جدا تھا اور یہ سب کو بتا دیا گیا تھا، تو نے اس کا کہنا کیوں مانا اب اِس معذرت کے حیلے سے نجات حاصل نہ کر سکے گا۔ فاعل۔ یعنی بہکانے والا شیطان مفعول جو بہکایا ہوا ہے یعنی انسان دونوں سزا پائیں گے۔ روز شمار۔ یعنی جس دن نیکیاں اور برائیاں گنی جائیں گی۔ رہزدہ۔ شیطان نے گمراہ کیا۔ رہزن۔ یعنی شیطان۔ بُعد۔ خدا سے دوری۔ بئس المھاد۔ جہنم۔

غول[1] را و گول را گو را فریفت　از خلاص و فوز میباید شکیفت

شیطان کو بھی اور اُس احمق کو بھی جس کو اُس نے فریفتہ کیا　نجات اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہیے

ہم خر و خرگیر اینجا در گلند　غافل اند اینجا و آنجا آفِلند

گدھا اور گدھے والا بھی دونوں اِس جگہ کیچڑ میں ہیں　یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں

جُز کسانے را کہ واگردند ازاں　دَر بہارِ فضل آیند از خزاں

سوائے اُن کے جو اُس سے لوٹ جائیں　خزاں سے مہربانی کی بہار میں آ جائیں

توبہ آرند و خُدا توبہ پذیر　اَمرِ اُو گیرند و اُو نِعم الامیر

توبہ کر لیں اور خدا توبہ قبول کرنے والا ہے　اُس کا حکم جان لیں اور وہ بہترین حاکم ہے

چوں[2] برآرند از پشیمانی حنین　عرش لرزد از اَنِیْنِ الْمُذْنِبِیْن

وہ جب شرمندگی سے رونے کی آواز نکالتے ہیں　گنہگاروں کے رونے سے عرش لرزتا ہے

آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد　دَستِ شاں گیرد ببالا می کشد

اِس طرح لرزتا ہے جس طرح ماں بچہ پر　اُن کی دستگیری کرتا ہے، اوپر کھینچ لیتا ہے

کاے، خدا تاں واخریدہ از غرور　نِک ریاضِ فضل و نِک ربِ غفور

کہ اے لوگو! تمھیں خدا نے دھوکے سے بچا لیا　اب مہربانی کا باغ ہے اور اب بخشنے والا خدا ہے

بعدازیں تاں برگ و رزقِ جاوداں　از ہوایِ حق بُوَد نز ناوداں

اس کے بعد تمھارا سامان اور مستقل رزق　اللہ (تعالیٰ) کی ہوا سے ہو گا نہ کہ پرنالے سے

چونکہ[3] دریا بر وسائط رشک کرد　تشنہ چوں ماہی بترکِ مشک کرد

جب دریا نے واسطوں پر رشک کیا　مچھلی کی طرح پیاسے نے مشک چھوڑ دی

قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش　کایں حدیث از حدِ امکانست بیش

شہزادوں کا قصہ پیش کر　کیونکہ یہ مضمون حدِ امکان سے باہر ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں　جانبِ احوالِ آں شہزادگاں

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی پھر چل　شہزادوں کے احوال کی جانب

روَاں شُدنِ ہر سہ شہزادہ در ممالکِ پدر بعد از وداع

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا اِن کا شاہ کو رخصت

کردنِ ایشاں شاہرا و اِعادہ کردنِ شاہ وقتِ وداع

کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دہرانا

---

[1] غول۔ یعنی شیطان۔ گول۔ یعنی گمراہ۔ خلاص۔ یعنی جنت کی کامیابی۔ شکیفت۔ شکیفتن، صبر کرنا۔ خر۔ یعنی گمراہ۔ خرگیر۔ یعنی شیطان۔ غافل۔ یعنی حق کی طرف توجہ کرنے سے۔ آفل۔ غائب یعنی جنت سے۔ جُز کسانے۔ یعنی اُس شخص کے علاوہ جس کو شیطان نے گمراہ کیا لیکن اُس نے پھر توبہ کر لی۔ امر۔ توبہ کے بعد نیک کام کرنے لگیں۔

[2] چوں۔ جب گنہگار ندامت سے روتا ہے تو عرش اس طرح سے کانپتا ہے جس طرح ماں بچہ کے رونے سے کانپتی ہے۔ حنین اور انین۔ رونے کی آواز۔ دستِ شاں۔ ماں محبت میں روتے ہوئے بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اِسی طرح عرش رونے والے گنہگار کو اوپر اٹھا لیتا ہے اور تسلی دیتا ہے۔ کاے۔ یہ کہتا ہے کہ تجھ پر رب غفور نے رحم کر دیا تو اُس کی مہربانی کے باغیچہ میں آ گیا ہے۔ از ہوا۔ یعنی اب رزق بغیر محنت کے ملے گا۔

[3] چونکہ۔ جب حضرتِ حق اپنے محبوب کے لیے وسائط کو پسند نہیں کرتا تو بغیر اسباب کے رزق پہنچاتا ہے اور وہ محبوب بھی مشک یعنی اسباب کو ترک کر کے دریا کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ قصہ۔ شہزادوں کا قصہ بیان کر و اس لیے کہ مضمونِ توکل اور دنیا کا دائرۃ الغرور ہونا پورا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ وداع۔ رخصت کرنا۔

وصیت را کہ بقلعہ ہوش رُبا نروید

ہوش اُڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزمِ[1] رہ کردند آں ہرسہ پسر　سوئے املاکِ پدر رسمِ سفر
تینوں لڑکوں نے راستہ کا پختہ ارادہ کر لیا　سفر کے طریقہ پر، باپ کے ممالک کی جانب

دَر طوافِ شہرہا و قلعہاش　از پئے تدبیرِ دیوان و معاش
اُس کے شہروں اور قلعوں کے دورے میں　دفتر اور آمدنی کی تدبیر کے لیے

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم　داد اجازت شاں چونیت دید حزم
ارادۂ (سفر) کے وقت انھوں نے بادشاہ سے اجازت چاہی　چونکہ اُس نے نیت پختہ دیکھی، ان کو اجازت دے دی

دست بُوسِ شاہ کردند و وداع　پس بدیشاں گفت آں شاہِ مُطاع
انھوں نے شاہ کی دست بُوسی کی اور رخصت کیا　پھر حاکم شاہ نے اُن سے کہا

ہرکجا تاں دل کشد عازم شوید　فی امان اللہ دست افشاں روید
جہاں تمھیں دل لے جائے ارادہ کر لو　اللہ کی حفاظت میں خوش ہوتے ہوئے روانہ ہو جاؤ

غیرِ[2] آں یک قلعہ نامش ہُشربا　تنگ آرد بر کلہ داراں قبا
سوائے اُس ایک قلعہ کے جس کا نام ہوش رُبا ہے　وہ تاجداروں پر قبا تنگ کر دیتا ہے

اللہ اللہ، زاں دژِ ذاتِ الصُّوَر　دُور باشید و بترسید از خطر
خدا کے لیے اُس تصویروں والے قلعہ سے　دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا

رُوی و پشت و بُرجہاش و سقف و پست　جُملہ تمثال و نگار و صورتست
اُس کے رو اور پشت پر برجیاں اور چھت اور فرش　سب تصویر اور نقش اور صورت ہیں

ہمچو آں حجرہ زلیخا پُر صُور　تاکُند یوسفؑ بنا کامش نظر
زلیخا کے تصویروں سے بھرے حُجرے کی طرح　تاکہ (حضرت) یوسفؑ بغیر قصد کے اُن پر نظر کریں

چونکہ[3] یوسفؑ سوئے اُو می ننگرید　خانہ را پُر نقشِ خود کرد آں مکید
چونکہ (حضرت) یوسفؑ اس کی جانب نہ دیکھتے تھے　اُس مکار نے گھر کو اپنی تصویروں سے بھر دیا

تابہر سُوکاں نگرد آں خوش عِذار　رُوئے اُو را بیند اُو بے اختیار
تاکہ وہ خوبصورت رُخ والا جس طرف بھی دیکھے　بے اختیار اُس کا چہرہ دیکھ لے

بہرِ دیدہ روشناں یزدانِ فرد　شش جہت را مظہرِ آیات کرد
روشن آنکھ والوں کے لیے، یکتا خدا نے　چھ جانبوں کو دلائل کا مظہر بنایا ہے

---

[1] عزم۔تینوں شہزادوں نے ملکی انتظام کے لیے سفر کا ارادہ کرلیا۔دیوان۔دفتر۔معاش۔گذارہ کا ذریعہ، آمدنی۔عزم۔پختہ ارادہ۔مُطاع۔جس کی اطاعت کی جائے یعنی سردار اور حاکم۔دست افشاں۔ہنسی خوشی۔

[2] غیرِ آں۔بس "ہوش رُبا" قلعہ میں نہ جانا۔اللہ اللہ۔خدا سے ڈرو۔دژ۔قلعہ۔ذاتِ الصُّوَر۔تصویروں والا۔تنگ۔بہت سے بادشاہ اُس تصویر کو دیکھ کر جس کی وہ تصویر ہے اُس پر عاشق ہو کر پریشان ہوئے ہیں۔رُوی۔اِس قلعہ میں ہر جگہ پر تصویریں ہیں۔ہمچو۔زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو پھانسنے کے لیے اپنی تصاویر محل میں جگہ جگہ لگادی تھیں تاکہ اُن کو دیکھ کر حضرت یوسف زلیخا پر عاشق ہو جائیں وہ زلیخا کو نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

[3] چونکہ۔حضرت یوسف عفت کی وجہ سے زلیخا پر نظر نہ ڈالتے تھے۔عذار۔رُخسار۔روشناں۔عارفین۔شش۔شعر

(برگِ درختان سبز در نظرِ ہوشیار　ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار)

تا بہرِ[1] حیوان و نامی کانگرند　　از ریاضِ حُسنِ ربانی چرند
تا کہ وہ جس حیوان اور بڑھنے والے کو دیکھیں　　خدائی حُسن کے باغوں سے غذا پائیں

بہرِ ایں فرمود باآں اِسپہ اُو　　حَیْثُ وَلَّیْتُم فَثَمَّ وَجْهُهٗ
اسی لیے اُس گروہ سے اُس نے فرمایا　　تم جس طرف بھی رُخ کرو اُس کا چہرہ ہے

از قدح گر در عطش آبے خورند　　در درونِ آب، حق را ناظر اند
وہ اگر پیاس میں پیالے سے پانی پیتے ہیں　　پانی کے اندر خدا کو دیکھنے والے ہیں

آنکہ عاشق نیست اُو در آب دَر　　صورتِ خود بیند اے صاحب نظر
جو عاشق نہیں ہے، وہ پانی میں　　اے صاحب نظر! اپنی صورت دیکھتا ہے

صورتِ عاشق چو فانی شُد درُو　　پس در آب اکنوں کرا بیند بگو
عاشق کی صورت جب اُس میں فانی ہو گئی　　تو بتا، اب وہ پانی میں کس کو دیکھتا ہے؟

حُسنِ حق بینند اندر رُویِ[2] حُور　　ہمچو مہ دَر آب از صُنعِ غیُور
وہ حور کے چہرے میں اللہ (تعالیٰ) کا حُسن دیکھتے ہیں　　غیور کی کارسازی کی وجہ سے جس طرح چاند پانی میں

غیرتش بر عاشقے و صادقیست　　غیرتش بر دیو و بر استور نیست
اُس کی غیرت، عاشق اور صادق پر ہے　　اُس کی غیرت شیطان اور چوپائے پر نہیں ہے

دیو[3] اگر عاشق شود ہم گوی بُرد　　جبرئیلے گشت و آں دیوے بمُرد
شیطان اگر عاشق ہو گیا اُس نے بھی بازی جیت لی　　وہ جبرئیل بن گیا اور وہ شیطان مر گیا

اَسْلَمَ الشَّيْطَانُ درینجا شُد پدید　　کہ یزیدے شُد ز فضلش بایزید
"شیطان مسلمان ہو گیا" اُس نے بھی بازی جیت لی　　کہ یزید، اُس کی مہربانی سے بایزیدؒ ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ　　ہیں نگہدارید ازاں قلعہ وجوہ
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے گروہ!　　خبردار! اُس قلعہ سے چہروں کو محفوظ رکھنا

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند　　کہ فتید اندر شقاوت تا ابد
خبردار! ایسا نہ ہو کہ ہوس تمھیں بھٹکا دے　　کہ تم ہمیشہ کے لیے بدبختی میں جا گرد

---

1. تابہرِ حیواں۔ جب عارفین کائنات میں کمالِ قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اُن کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسپہ۔ گروہ، یعنی عارفوں کی جماعت سے کہا ہے کہ جس طرف تم رُخ کرو گے تمھیں ہمارا جلوہ نظر آئے گا۔ از قدح۔ عارف پانی کے کٹورے میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ شعر (ما در پیالہ رُخِ یار دیدہ ایم۔ اے بے خبر ز لذتِ شربِ مدام ما)۔ آنکہ۔ غیر عارف پانی کے کٹورے میں اپنی صورت دیکھتا ہے لیکن عارف جبکہ اپنی ذات کو حق تعالیٰ میں فنا کر چکا ہے تو جو کچھ کٹورے میں نظر آ رہا ہو وہ اُس کے چہرے کا عکس نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا عکس ہے۔
2. رُویِ حُور۔ حسین حور کا دیدار بھی اُن کا مقصود نہیں بلکہ اس میں بھی حُسنِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہمچو مہ۔ جیسا کہ چاند کا عاشق پانی کی طرف نظر کرتا ہے تو اُس کا مقصد چاند کا عکس دیکھنا ہے جو پانی میں ہے۔ از صنع غیور۔ عارف چونکہ محبوب حق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ غیر پر نظر نہ کرے۔ غیرتش۔ شیطان اور جانور بھی پانی میں خود اپنا چہرہ دیکھتے ہیں وہاں غیرتِ حق آڑے نہیں آتی کہ وہ اپنے چہرے کے بجائے خدا کا چہرہ دیکھیں۔
3. دیو۔ شیطان صفت اگر توبہ کر کے عاشقِ خدا بن جاتا ہے تو اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اسلم۔ آنحضورؐ کا شیطان کے بارے میں ارشاد ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ فَاَسْلَمَ لیکن اللہ نے میری مدد کی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں اس کے یہی معنی ہیں کہ اگر شیطان توبہ کر لے تو عارف بن جاتا ہے، اور یزید جیسا ظالم بایزیدؒ بسطامی بن جاتا ہے۔ ایں سخن۔ یعنی عارفین کے احوال۔ ہیں۔ بادشاہ نے شہزادوں سے کہا کہ ہوس تمھیں ہوش رُبا قلعہ کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ورنہ ابدی بدبختی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

از خطر پرہیز آمد مفترض — بشنوید از من حدیثِ بیغرض[1]
خطرے سے بچنا فرض ہے — مجھ سے بے غرض بات سُن لو

در فرج جوئی خرد سر تیز بہ — از کمیں گاہِ بلا پرہیز بہ
کشادگی کی طلب میں سر کی عقل کا تیز ہونا بہتر ہے — مصیبت کی کمین گاہ سے، پرہیز بہتر ہے

گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر — ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اگر وہ باپ یہ بات نہ کہتا — اور اگر اُس قلعہ سے بچنے کا حکم نہ دیتا

خود بداں قلعہ نمی شد خیلِ شاں — خود نمی اُفتاد آں سُو میلِ شاں
اُس قلعہ کی جانب اُن کی جماعت خود نہ جاتی — خود ہی اُس طرف اُن کا میلان نہ ہوتا

کاں نہ بُد معروف و بس مہجور بُود — از قِلاع و از مناہج دُور بُود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بہت غیر آباد تھا — قلعوں اور راستوں سے دُور تھا

چوں بکرد آں منع دل شاں زاں مقال — دَر ہوس افتاد و در کوئِ خیال
چونکہ اُس نے منع کیا، اُن کا دل اُس گفتگو سے — ہوس اور خیال کے کوچہ میں پڑ گیا

رغبتے زیں منع دردل شاں بُرست — کہ بباید سرِّ آں را باز جُست
اِس ممانعت سے اُن کے دل میں رغبت پیدا ہوگئی — کہ اُس کے راز کی کھوج لگانی چاہیے

کیست[2] کز ممنوع گردد ممتنع — چونکہ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ مَا مُنِعْ
کون ہے؟ جو روکی ہوئی چیز سے رُک جائے — جبکہ انسان ممنوع چیز پر حریص ہے

نہی بر اہلِ تُقیٰ تبغیض شُد — نہی بر اہلِ ہوا تحریض شُد
متقیوں پر ممانعت مبغوض بتانا ہوئی — خواہشِ نفسانی والوں پر ممانعت، ترغیب بنی

پس ازیں یُغْوِیْ بِہٖ قَوْمًا کَثِیْر — ہم ازیں یَہْدِیْ بِہٖ قَلْبًا خَبِیْر
پس اِسلیئے ہے، اسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیتا ہے — نیز اسی لیے ہے باخبر دل کو اس کے ذریعہ ہدایت دیدیتا ہے

کے[3] رمد از نے حمام آشنا — بل رمد زاں نے حماماتِ ہوا
ہلا ہوا کبوتر، بانس سے کب اُڑتا ہے — بلکہ اُس بانس سے ہوائی کبوتر بھڑکتے ہیں

پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم — بر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاہا تنیم
پھر انھوں نے کہا ہم خدمتیں کریں گے — "ہم نے سنا اور ہم نے مانا" پر عمل کریں گے

رُو نگردانیم از فرمانِ تو — کفر باشد غفلت از احسانِ تو
آپ کے حکم سے رُوگردانی نہ کریں گے — آپ کے احسان سے غفلت کفر ہے

---

1. بے غرض۔ بے غرض بات مخلصانہ ہوتی ہے۔ در فرج۔ جس طرح خوشی کی جستجو ضروری ہے مصیبت سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ گر نمی گفت۔ اگر بادشاہ اُن کو نصیحت نہ کرتا اور قلعہ میں جانے سے نہ روکتا تو اُن کا اس قلعہ کی جانب میلان نہ ہوتا اور وہ وہاں نہ جاتے۔ کاں۔ چونکہ وہ قلعہ کوئی مشہور قلعہ نہ تھا تو اُن کو وہاں جانے کا خیال بھی نہ آتا۔ چوں بکرد۔ چونکہ شاہ نے منع کیا اس لیے اُن کو اُس قلعہ میں جا کر راز معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوگئی۔
2. کیست۔ ایسے لوگ کم ہیں جو ممنوع چیز سے رُکیں کیوں کہ انسان ممنوع چیز کا اور حریص ہو جاتا ہے۔ نہی۔ جو متقی ہیں اور کم ہیں ان کے لیے ممانعت اُس چیز سے بغض کا سبب بن جاتی ہے اور جو خواہش کے بندے ہیں اور وہ بہت ہیں اُن کے لیے ممانعت اور آمادگی کا سبب بن جاتی ہے۔ پس ازیں۔ اسی لیے قرآن کی صفت یہ ہے کہ بہت سے اُس سے گمراہ ہو جاتے ہیں لیکن جن کے قلب بیدار اور باخبر ہیں وہ ہدایت حاصل کر لیتے ہیں۔
3. کے رمد۔ بانس کی چھڑ ہلانے سے پالتو کبوتر گھر واپس آجاتے ہیں جنگلی کبوتر بھاگ جاتے ہیں، ایک ہی چیز کی دو خاصیتیں ہیں۔ رُو نگردانیم۔ شہزادوں نے شاہ سے کہا ہم آپ کا کہنا مانیں گے آپ محسن ہیں اور محسن سے غفلت کفر ہے۔

لیک[1] اِستثناؤ تسبیحِ خدا ‏‏— ز اعتمادِ خود بُد از ایشاں جُدا
لیکن انشاء اللہ کہنا اور خدا کی تسبیح — اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی وجہ سے اُن سے جدا تھی

ذکرِ استثناؤ حزمِ مُلتوی — گفتہ شُد در ابتدایِ مثنوی
انشاء اللہ کہنے اور لپٹی ہوئی احتیاط کا ذکر — مثنوی کے شروع میں کیا گیا ہے

صَد کتاب ار ہست جُز یک باب نیست — صد جہت را قصدِ جُز محراب نیست
اگر سو کتابیں بھی ہیں تو ایک باب کے سوا کچھ نہیں — سو جانبوں کا مقصد، محراب کے سوائے کچھ نہیں

ایں طُرق را مُخلصش یک خانہ است — ایں ہزاراں سُنبل از یک دانہ ست
اِن راستوں کا منتہا ایک گھر ہے — یہ ہزاروں بالیں، ایک دانہ کی ہیں

گونہ[2] گونہ خوردنیہا صَد ہزار — جُملہ یک چیز ست اندر اعتبار
قسم قسم کی لاکھوں کھانے کی چیزیں — غور کرنے سے سب ایک چیز ہیں

از یکے چوں سیر گشتی تُو تمام — سَرد شُد اندر دلت پنجہ طعام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو جائے — تو تیرے دل میں پچاس کھانے بے وقعت ہو گئے

در مجاعت بس تو اَحول بُودہَ — کہ یکے را صد ہزاراں دیدہَ
تو بھوک میں بھینگا ہو رہا تھا — کہ تو ایک کو، لاکھوں سمجھ رہا تھا

گُفتہ بُودیم از سِقامِ آں کنیز — وز طبیباں و قصورِ فہم نیز
ہم نے اُس لونڈی کی بیماری کی بات کہی تھی — اور طبیبوں اور سمجھ کی کمی کی بھی

کاں[3] طبیباں ہمچو اسپِ بے فسار — غافل و بے بہرہ بُودند از سوار
کہ وہ طبیب بے رسّی کے گھوڑے کی طرح — سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے

کامِ شاں پُر زخم از قرعِ لگام — سُمِ شاں مجرُوح از تحویلِ گام
اُن کا تالو، لگام کے جھٹکوں سے زخمی ہے — اُن کے سُم، قدم پھرنے سے زخمی ہیں

ناشُدہ واقف کہ نِک بر پُشتِ ما — رائضِ چُست ست اُستادی نما
وہ واقف نہ ہوئے کہ اب ہماری کمر پر — اُستادی دکھانے والا چست سدھانے والا ہے

نیست سرگردانیِ ما زیں لگام — جُز ز تصریفِ سوارِ دوستکام
اس لگام سے ہمارے سر کا چکراؤ نہیں ہے — سوائے کامیاب سوار کے تصرُّف کی وجہ کے

[1] لیک۔اُن شہزادوں نے اطاعت کا وعدہ تو کیا اور اللہ کو یاد کر کے انشاء اللہ نہ کہا، اپنے اوپر بھروسہ کیا۔ ذکر۔انشاء اللہ اور احتیاط کی باتیں ہم پہلے دفتر میں بیان کر چکے ہیں۔ مثنوی۔یعنی استثنا کے ذکر کے ضمن میں۔صد کتاب۔ پہلا دفتر اور یہ دفتر کوئی دو چیزیں نہیں ہیں وہاں کی تفصیل یہاں کافی ہے۔صد جہت۔دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ ایک خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں تو وہ سب متحد ہیں۔ایں طرق۔ جب سب راستے ایک مکان تک پہنچتے ہوں تو باوجود تعدُّد کے اُن میں بھی اتحاد ہے۔ایں ہزاراں۔جو بالیں ایک دانہ سے پیدا ہوئی ہیں وہ بھی متحد ہیں۔

[2] گونہ گونہ۔کھانے کی لاکھوں چیزوں میں اتحاد ہے۔از یکے۔اسی اتحاد کا نتیجہ ہے کہ ایک چیز سے پیٹ بھر جائے تو بقیہ کھانوں سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ در مجاعت۔بھوک میں انسان غلطی سے ان کو جداگانہ سمجھتا ہے۔گفتہ بودیم۔جب انشاء اللہ نہ کہنے اور اسباب پر اعتماد کرنے کی بات کہی تھی تو لڑکی کا قصہ اور طبیبوں کی بیوقوفی یعنی اسباب پر بھروسہ کرنے کی بات کہی تھی۔

[3] کاں طبیباں۔وہ طبیب متصرفِ حقیقی سے ایسے ہی غافل تھے جیسے کہ بے سوار کا گھوڑا سوار سے غافل ہوتا ہے۔کامِ شاں۔حالانکہ خدا کے تصرُّفات اُن پر جاری تھے۔ناشدہ۔یہ اس سے غافل تھے کہ اُن پر سدھانے والا سوار ہے۔نیست۔اپنے حالات سے اُن کو سمجھنا چاہیے تھا کہ کوئی متصرف ذات اُن پر مسلط ہے۔

ماپے[1] گُل سُوئے بُستانہا شُدہ — گُل نمودہ آن و آں خارے بُدہ

ہم پھول کے لیے باغوں کی جانب گئے — وہ پھول نظر آیا اور وہ کانٹا تھا

ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد — بر گُلوئے ما کہ می کوبد لگد

اُن کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے — ہمارے گلے پر کون لاتیں مار رہا ہے

آں طبیباں آنچناں بندہ سبب — گشتہ اند از مکرِ یزداں محتجب

وہ طبیب سبب کے غلام، اس طرح — اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر سے پردے میں ہو گئے

گر بہ بندی در صطبلے گاوِ نر — بازیابی در مقامِ گاوْ خر

اگر تو اصطبل میں بیل باندھ دے — پھر تو بیل کی جگہ، گدھا پائے

از[2] خری باشد تغافل خفتہ وار — کہ نجوئی تا کیست ایں خُفیہ کار

سوئے ہوئے کی طرح کا تغافل، گدھے پن سے ہوگا — کہ تو تلاش نہ کرے کہ یہ چھپی کاریگری کرنیوالا کون ہے؟

خود نگُفتہ کایں مبدّل تا کیست — نیست پیدا اُو مگر افلاکیست

خود نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے؟ — وہ ظاہر نہیں ہے، شاید وہ آسمانی ہے

تیر سُوئے راست پرّانیدۂ — سُوئے چپ رفتہ اُست تیرت دیدۂ

تو نے داہنی جانب تیر چلایا — تو نے دیکھا تیرا تیر بائیں جانب گیا

سُوئے آہوئے بصیدی تاختی — خویش را تو صید خُوکے ساختی

تو شکار میں، ایک ہرن کی طرف دوڑا — تو نے اپنے آپ کو سؤر کا شکار بنا لیا

دَرپے[3] سُودے دویدہ بہرِ کبس — نارسیدہ سُود و افتادہ بحبس

کوئی لوٹنے کے لیے نفع کی طرف دوڑا — نفع نہ ہوا اور قید میں پھنس گیا

چاہہا کندہ برائے دیگراں — خویش را دیدہ فتادہ اندراں

دوسروں کے لیے کنویں کھودے تھے — اُن میں اپنے آپ کو گرا ہوا دیکھا

در سبب چوں بیمرادت کرد رب — پس چرا بدظن نگردی در سبب

جب تجھے خدا نے سبب میں ناکام کر دیا — تو سبب سے تو بدگمان کیوں نہ ہوا؟

بس کسے از مکسبے خاقاں شُدہ — دیگرے زاں مکسبہ عُریاں شُدہ

بہت سے آدمی ایک کمائی سے شاہ بنے — دوسرا اِس کمائی سے ننگا ہو گیا

بس کس از عقدِ زناں قارُوں شُدہ — بس کس از عقدِ زناں مدیوں شُدہ

بہت سے عورتوں کے نکاح سے قارون ہو گئے — بہت سے عورتوں کے نکاح سے قرضدار ہو گئے

---

[1] ماپے۔ یہ لوگ اسباب اختیار کرتے ہیں اور پھر مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ ہیچ۔ اُن کو سوچنا چاہیے کہ اسباب کے خلاف کون سی ذات متصرف ہے۔ آں طبیباں۔ یہ بھی خدا کا تصرف ہے کہ یہ طبیب محض اسباب کے بندے بن گئے ہیں۔ گر بہ بندی۔ واقعات کی ترتیب کے بعد جب خلاف واقعہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو اُن کو غور کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

[2] از خری۔ اِن حالات میں بھی اگر کوئی نہ سوچے تو پھر وہ خود گدھا ہے۔ خود نگفتہ۔ اِن حالات میں اس کو ایک مخفی متصرف کا قائل ہونا چاہیے۔ تیر۔ انسان اپنے ارادہ سے تیر دائیں جانب چلاتا ہے اور وہ بائیں جانب جاتا ہے آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ سُوئے آہو۔ ارادہ ہرن کے شکار کا کرتا ہے اور خود سؤر کا شکار بن جاتا ہے، یہ کیوں ہے؟

[3] درپے۔ انسان نفع کی کوشش کرتا ہے اور بجائے نفع کے نقصان حاصل ہوتا ہے یہ کیوں ہے۔ چاہہا۔ انسان دوسرے کے لیے کنویں کھودتا ہے اور خود اُس میں گر جاتا ہے۔ در سبب۔ انسان ایک مقصد کے اسباب اختیار کرتا ہے اور پھر اسکو مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے تو اسباب سے بدظن کیوں نہیں ہوتا۔ بس۔ ایک ہی سبب ہے جو ایک کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر ہوتا ہے۔ عقدِ زناں۔ شادی بیاہ کسی کو ایسا راس آتا ہے کہ وہ اسکے عروج کا سبب بنتا ہے دوسرے کیلئے وہی تباہ کن ہو جاتا ہے۔

پس[1] سبب گرداں چو دُمِ خر بُود　　تکیہ بَروے کم کُنی بہتر بُود
تو سبب، گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے　　تو اُس پر بھروسہ نہ کرے تو بہتر ہے

دَر سبب گیری نگردی ہم دلیر　　کہ بَس آفتہاست پنہانش بزیر
سبب اختیار کرنے میں بھی بہادر نہ بن　　کیونکہ اُس کے نیچے بہت سی آفتیں پوشیدہ ہیں

سِرِّ استثناست ایں حزم و حَذَر　　زانکہ خر را بُز نماید ایں قدر
استثنا کا راز یہی احتیاط اور بچاؤ ہے　　اِس لیے کہ یہ تقدیر گدھے کو بکری دکھا دیتی ہے

آنکہ چشمش بست گرچہ گر بُزست　　ز اَحولی اندر دو چشمش خر بُزست
جس کی آنکھیں بند کر دیں اگرچہ سیانا ہو　　بھینگے پن سے اُس کی دو آنکھوں میں گدھا بکری ہے

چوں[2] مُقلِبِ حق بُود اَبصار را　　اُو بگرداند دل و اَفکار را
جب اللہ (تعالیٰ) بینائیوں کو پلٹنے والا ہے　　وہ دل اور خیالات کو پلٹ دیتا ہے

چاہ را تو خانۂ بینی لطیف　　دام را تو دانۂ بینی طریف
تو کنویں کو ایک عمدہ گھر دیکھتا ہے　　تو جال کو تازہ دانہ دیکھتا ہے

مُشرکاں را در دو چشمِ اہلِ بدر　　کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
بدر والوں کی دونوں آنکھوں میں مشرکوں کو　　کم دکھایا تاکہ وہ وقعت نہ کریں

ایں تسفسط نیست تقلیبِ خداست　　می نماید کہ حقیقتہا کجاست
یہ سوفسطائیت نہیں ہے، خدا کا تصرُّف ہے　　وہ دکھاتا ہے کہ حقائق کہاں ہیں؟

آنکہ[3] انکارِ حقائق می کُند　　جملگی اُو بر خیالے می تند
جو شخص حقیقتوں کا اِنکار کرتا ہے　　وہ بالکلیہ خیال کے چکر کاٹتا ہے

اُو نمی گوید کہ حُسبانِ خیال　　ہم خیالے باشدت چشمے بمال
وہ یہ نہیں کہتا کہ خیال سمجھنا　　بھی تیرا خیال ہو گا، آنکھیں مل

رفتنِ پسرانِ سلطان سُوئے قلعہ بحکم آنکہ
بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا، اس لیے کہ
اَلانسانُ حَرِیصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ
انسان جس چیز سے روکا جائے اُس کا لالچی ہو جاتا ہے

---

[1] پَس۔ تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سبب کے مختلف نتیجے اور تاثرات ہیں لہٰذا اسباب پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔ در سبب۔ سبب کو اختیار بھی کرے تو اُس کو مستقل مؤثر نہ سمجھ اور غیر ضروری اسباب اختیار نہ کر اس لیے کہ وہی سبب جس کو تو راحت کا سبب سمجھتا ہے مصیبت بھی لا سکتا ہے وہ گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے۔ سِرِ استثنا۔ انشاء اللہ کہنے کا راز یہی ہے کہ اِس سبب کی تاثیر کو انشاء اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے۔ زانکہ۔ اس لیے کہ اگر مشیتِ خداوندی نہ ہو تو پھر انسان گدھے کو بکری سمجھنے لگتا ہے۔ گربز۔ حیلہ گر، مکار۔

[2] چوں مقلب۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حواسِ ظاہری کو بدل سکتا ہے تو فکری تبدیلی تو بہت آسان ہے اس میں از خود بھی غلطی کا زیادہ امکان ہے۔ چاہ۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نگاہ میں تبدیلی کرتا ہے وہ کنویں کو عمدہ گھر اور جال کو دانہ دیکھتا ہے۔ مُشرکاں۔ چنانچہ صحابہ کی نگاہ میں جنگ بدر کے اندر مخالفوں کی مقدار کم کر کے دکھا دی تاکہ وہ صحابہ کی نگاہ میں بےقدر ہو جائیں اور بہادری سے لڑیں۔ ایں تسفسط۔ سوفسطائی فرقہ تو حقیقت کا ہی انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو محض خیالی سمجھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تبدیلی حقیقت کا انکار نہیں بلکہ یہ بتاتا ہے کہ حقائق تو موجود ہیں اور وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

[3] آنکہ۔ سوفسطائی حقیقت کا انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو خیال محض قرار دیتا ہے اگر وہ صحیح معنیٰ میں اس کا قائل ہے تو اس اپنے عقیدہ اور خیال کو بھی خیال محض اور غیر حقیقی سمجھنا چاہیے۔ چشمے بمال۔ یہ اس کی آنکھ کی غلطی ہے وہ آنکھ کو ملے اور دیکھے تو حقیقت نظر آ جائے گی۔

ما بندگیِ خویش نمودیم و لیکن — خوئے بدِ تو بندہ ندانست خریدن
ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن — تیری بد عادت، غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیرِ پانہادند تا در چاہِ بلا افتادند
اُن سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہاں تک کہ مصیبت کے گڑھے میں
و می گفت ایشاں را نفوسِ لوامہ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْر و
گر گئے اور اُن سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمھارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا اور
ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ
وہ روتے ہوئے اور شرمندہ، کہہ رہے تھے "اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو
مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ
ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

ایں[1] سخن پایاں ندارد آں فریق — برگرفتند از پئے آں دژ طریق
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، اُس فریق نے — اُس قلعہ کے لیے راہ اختیار کر لی
بردرختِ گندمِ منہی زدند — از طویلۂ مخلصاں بیروں شدند
ممنوع گیہوں کے درخت کے پاس جا پہنچے — مخلصوں کی احاطہ سے باہر نکل گئے
چوں شدند از منع و نہیش گرم تر — سوئے آں قلعہ بر آوردند سر
چونکہ اُسکے منع کرنے اور ممانعت سے بہت گرم ہو گئے تھے — اُس قلعہ کی جانب سر اُبھارا
برستیزِ قولِ شاہِ مجتبیٰ — تابقلعہ صبر سوزِ ہُش رُبا
برگزیدہ شاہ کے قول کے برخلاف — صبر کو پھونکنے والے ہوش کو اُڑانے والے قلعہ کی جانب
آمدند از رغمِ عقلِ پند توز — درشبِ[2] تاریک برگشتہ ز روز
ناصح عقل کے برخلاف پہنچ گئے — دن سے اندھیری رات کی جانب مُڑ گئے
اندراں قلعہء خوش ذاتُ الصُّوَر — پنج در در بحر و پنجے سوئے بر
اُس حسین، تصویروں والے قلعہ میں — پانچ دروازے دریا کی جانب اور پانچ خشکی کی جانب تھے
پنج[3] ازاں چوں حسِ ظاہر رنگ بو — پنج ازاں چوں حسِ باطن راز جو
اُن میں سے پانچ رنگ و بو کے ظاہر حس کی طرح تھے — ان میں سے پانچ باطن حس کی طرح راز کو تلاش کرنیوالے
زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — می شدند از سو بسو خوش بیقرار
اُن ہزاروں صورتوں اور نقش و نگار کی وجہ سے — اِدھر اُدھر خوش خوش بیقرار آ جا رہے تھے

[1] ایں سخن۔ یعنی اللہ کی جانب سے نگاہ اور دل کی تبدیلی کا بیان۔ بردرخت۔ جس طرح حضرت آدمؑ ممنوع گیہوں کے پودے کے پاس پہنچ گئے تھے اسی طرح یہ شہزادے ممنوع قلعہ میں جا پہنچے۔ ازطویلہ۔ بادشاہ کے مخلص اور فرمانبرداروں کے مسکن سے جدا ہو گئے۔ از منع۔ مخالفت کی وجہ سے اُن کا شوق اور تیز ہو گیا تھا۔

[2] شب۔ یعنی رنج وغم۔ روز۔ یعنی راحت وآرام۔ اندراں۔ اُس ہوش رُبا تصویروں والے قلعہ کے پانچ در، دریا کی جانب کھلتے تھے تاکہ آنے والا دریائی سفر سے اُس میں بسہولت داخل ہو سکے اور پانچ دروازے خشکی کی طرف کھلتے تھے تاکہ خشکی کا مسافر آرام سے داخل ہو سکے۔

[3] پنج۔ پانچ در کو انسان کے ظاہری حواس کی طرح سمجھو پانچ در کو باطنی حواس کی طرح انسان انہی حواس کے مدرکات سے بسا اوقات مسلوب العقل ہو جاتا ہے اسی طرح اُن دروازوں سے داخل ہونے والا مسلوب العقل ہو جاتا تھا۔ زاں۔ اُس قلعہ کی اُن ہزاروں تصویروں کو وہ خوشی خوشی دیکھتے پھر رہے تھے اور کسی ایک کو دیکھنے کے لیے اُن میں قرار نہ تھا۔

زیں[1] قدحہائے صُورکم باش مست
صورتوں کے ان پیالوں سے مست نہ ہو

تانگردی بُت تراش و بُت پرست
تاکہ تو بُت تراش اور بُت پرست نہ بنے

از قدحہائِ صُور بگذر مایست
صورتوں کے پیالوں سے گذر جا، نہ ٹھہر

بادہ در جام ست لیک از جام نیست
شراب جام میں ہے، لیکن جام سے نہیں ہے

سُوئِ بادہ بخش بکشا پہن گوش
شراب بخشنے والے کی جانب چوڑے کان کھول

تا ازاں سُو بشنوی بانگ و خروش
تاکہ اُس جانب سے آواز اور شور سُنے

گوش دار آوازت آید دمبدم
سُن، تجھے دم بدم آواز آئے گی

چوں رسد بادہ نیاید جام کم
جب شراب آئے گی، جام کی کمی نہ ہو گی

آدما[2] معنیِ دلبندم بجُوی
اے آدمؑ! میرے دل پسند معنیٰ کو تلاش کر

ترکِ قشر و صورتِ گندم بگوی
گیہوں کے چھلکے اور صورت کو چھوڑ

چونکہ ریگے آرد شُد بہرِ خلیلؑ
جبکہ خلیل (اللہؑ) کے لیے ریت آٹا ہو گیا

دانکہ معزولست گندم اے نبیل
اے بزرگ! جان جا کہ گیہوں جداگانہ چیز ہے

صورت از بیصورت آمد در وُجُود
صورت، بے صورت سے وجود میں آئی ہے

ہمچناں کز آتشے زادست دُود
جیسے کہ دھواں آگ سے پیدا ہوا ہے

کمتریں عیبے مُصوَّر در خیال
خیال میں مصور (چیز) کا چھوٹا سا عیب یہ ہے

چوں پیاپے بینیش آرد ملال
جب تو اس کو پے در پے دیکھے گا، وہ ملال پیدا کردے گا

حیرتِ محض آردت بے صورتے
بے صورت تیرے اندر محض حیرت پیدا کرتا ہے

زادہ[3] صد گوں آلت از بے آلتے
بے آلہ سے سیکڑوں قسم کے آلے پیدا ہوتے ہیں

بے ز دستے دستہا بافدہمی
وہ بغیر ہاتھ کے ہاتھوں کو مرکّب کرتا ہے

جانِ جاں سازد مُصوِّر آدمی
رُوح الروح، آدمی کو مصوّر بناتی ہے

آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال
جس طرح ہجر اور وصال سے دل میں

می شود بافیدہ گوناگوں خیال
قسم قسم کے خیال مرکب ہوتے ہیں

---

[1] زیں۔اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تصویروں کے پیالوں سے پی کر مست نہ بن ورنہ تو بھی بُت تراش اور بُت پرست کی طرح ہو جائے گا جس کا تعلق محض صورت سے ہے۔از قدحہای۔بے شک ان صورتوں کا حسن بھی شراب کی سی مستی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ حُسن اُن کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مُستعار حسن ہے تجھے اصل حسن اور ان کو حسن عطا کرنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔سُوئی۔جس ذات نے اُن صورتوں کے جام میں شراب حُسن بھری ہے اُس کی طرف توجہ کر پھر تجھے قلبی واردات محسوس ہوں گی۔چوں رسد۔جب وہ شراب عشق حاصل ہو جائے گی پھر تو کسی صورت کا پابند نہ رہے گا کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا مظہر معلوم ہوگا۔

[2] آدما۔حضرت آدم کے واسطے سے بنی آدم کو خطاب ہے کہ حقیقت کے طالب بنو اور صورت سے قطع نظر کرو۔چونکہ۔صورت بے معنٰی ہے، گیہوں کی صورت نہ تھی حضرت ابراہیمؑ کو ریت سے آٹا حاصل ہوا۔صورت۔صورت کی علت، بے صورت ذات ہے لہٰذا توجہ کے قابل علت ہے دھوئیں کی علت آگ ہے لہٰذا وہ اصل ہے۔کمتریں۔صورت تو ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو مصور خیال بار بار آتا ہے تو وہ اس سے تنگ دل ہو جاتا ہے۔حیرت۔جب تو ذات نے صورت کی طرف توجہ کرے گا تو ملال نہیں بلکہ طبیعت میں حیرت پیدا ہو گی جو مزید توجہ اور کھوج کا سبب بنتی ہے۔

[3] زادہ۔اُس نے آلت و بے صورت ذات سے ہزار ہا قسم کے صورت اور آلہ والے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ اصل ہے۔بے ز دستے۔جو ذات ہاتھ سے منزّہ ہے اُس نے کروڑوں ہاتھ بنا دیے روح الروح (ذات خداوندی) نے آدمی کو مصور پیدا فرمایا تو اصل وہ ہے۔آنچناں۔غیر مصور، مصور میں اس طرح موثر ہے جس طرح ہجر و وصال طرح طرح کے خیالات کا مصور ہے اور وہ خود غیر مصور ہے۔

ہیچ[1] ماند ایں مؤثر با اثر　ہیچ ماند بانگ و نوحہ با ضرر
یہ مؤثر اثر کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے؟　آواز اور رونا، رنج سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

نوحہ را صورت، ضرر بیصورت ست　وَست خایند از ضرر کش نیست دست
رونے کی صورت ہے، رنج بے صورت ہے　لوگ اُس رنج سے ہاتھ چباتے ہیں جس کے ہاتھ نہیں ہے

ایں مثل نالائق ست اے مُستدِل　حیلۂ تفہیم را جہدُ المُقِل
اے دلیل بیان کرنے والے! یہ مثال مناسب نہیں ہے　سمجھانے کی تدبیر کے لیے، ایک نادار کی کوشش ہے

صُنعِ بیصورت نگارد صورتے　تن برُوید با حواس و آلتے
بے صورت کی کاریگری صورت بناتی ہے　جسم کو مع حواس اور آلہ کے پیدا کرتی ہے

تاچہ[2] صورت باشد آں بر وَفقِ خود　اندر آرد جسم را در نیک و بد
تاکہ اپنے موافق جو بھی صورت ہو　جسم کو اچھی اور بُری میں لے آئے

صورتِ نعمت بُود شاکر شود　صورتِ مُہلت بُود صابر شود
نعمت کی صورت ہو تو شکر گزار بن جاتا ہے　تاخیر کی صورت ہو تو صابر بن جاتا ہے

صُورتِ رحمے بُود شاداں شود　صورتِ زخمے بُود نالاں شود
رحم کی صورت ہو تو وہ خوش ہوتا ہے　رنج کی صورت ہو تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے

صورتِ شہرے بُود گیرد سفر　صورتِ تیرے بُود گیرد سپر
کسی شہر کی صورت ہو تو وہ سفر اختیار کرتا ہے　تیر کی صورت ہو تو وہ ڈھال سنبھالتا ہے

صورتِ[3] خوباں بُود عشرت کُند　صورتِ غیبی بُود خلوت کُند
حسینوں کی صورت ہو تو عیش کرتا ہے　غیبی صورت ہو تو خلوت اختیار کرتا ہے

صورتِ محتاجی آرد سُوئے کسب　صورتِ بازو وَری آرد بہ غصب
ضرورت کی صورت کمائی کی طرف لاتی ہے　قوتِ بازو کی صورت چھیننا پیدا کرتی ہے

ایں زحد و اندازہا باشد بروں　داعیِ فعل از خیالِ گونہ گوں
یہ حد اور اندازوں سے باہر ہے　مختلف خیال سے کام کرانے والا

---

[1] ہیچ۔ موثر اور اثر میں مشابہت ضروری نہیں ہے ضرر اور تکلیف رونے اور چلانے کا موثر ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ نوحہ۔ نوحہ اور رونا ایک مصوّر چیز ہے اور ضرر ایک اضافی چیز ہے جو مصوّر نہیں ہے۔ دست۔ انسان رنج سے ہاتھ چباتا ہے ان دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ ایں مثل۔ حق تعالیٰ جو کہ مؤثر ہے اور کائنات جو کہ اُس کا اثر ہے اُس کی یہ مثالیں ناقص ہیں محض سمجھانے کے لیے ایک ایسے شخص کی کوشش ہے جو اُس کی صحیح مثال دینے پر قادر نہیں ہے۔ صُنع۔ ذات بے صورت یہ صورتیں مع حواس کے پیدا فرمادیتی ہے۔

[2] تاچہ۔ اللہ نے ان صورتوں کو اِس لیے بنایا ہے تاکہ وہ صورت اپنے مناسب حال انسانی جسم سے نیکی اور بدی کرے، صورتِ نعمت۔ اگر وہ نعمت کی صورت ہے تو جسم سے شکر گذاری کراتی ہے اگر وہ صورت مہلت اور دیر کی ہے تو انسانی جسم سے صبر کراتی ہے۔ صورتِ رحمے۔ اگر یہ صورت ہوتی ہے کہ اُس پر کوئی رحم کریگا تو وہ خوش ہوتا ہے رنج کی صورت ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے۔ صورتِ شہر۔ کسی شہر کی صورت ہو تو نتیجہ سفر ہوتا ہے اگر تیر کی صورت ہو تو ڈھال سنبھالتا ہے۔

[3] صورتِ خوباں۔ اگر خیال میں حسینوں کی صورت آتی ہے تو اُن سے خوش وقتی کرتا ہے۔ صورتِ غیبی۔ اگر غیبی تجلیات کی صورت خیال میں آتی ہے تو گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ صورتِ محتاجی۔ کسی ضرورت اور احتیاج کی صورت آجاتی ہے تو کمائی کرتا ہے۔ صورتِ بازو۔ اپنی طاقت کی صورت خیال میں آتی ہے تو لوگوں کی چیزیں چھینتا ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ قسم قسم کے خیالات فعل کے داعی بنتے ہیں شمار سے باہر ہے۔

بے[1] نہایت کیشہا و پیشہا — جملہ ظِلّ صورتِ اندیشہا

لامحدود مذاہب اور پیشے — سب خیالات کی صورت کا سایہ ہیں

برلبِ بام ایستادہ قوم خوش — ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش

(کوئی) قوم اچھی خاصی بالاخانہ پر کھڑی ہے — ہر ایک کا زمین پر سایہ دیکھ لے

صورتِ فکرست بر بامِ مشید — واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید

فکر کی صورت بلند بالا خانہ پر ہے — اور وہ عمل سایہ کی طرح اعضا پر ظاہر ہے

فعل بر ارکان و فکرت مکتتم — لیک در تاثیر و وصلت دو بہم

عمل اعضا پر ہے اور فکر پوشیدہ ہے — لیکن تاثیر اور میل میں دونوں اکٹھے ہیں

آں صُوَر در بزم کز جامِ خوشی ست — فائدۂ اُو بیخودی و بیہشی ست

وہ صورتیں جو مجلس میں خوشی کے جام کی ہیں — اُن کا نتیجہ بے خودی، اور بیہوشی ہے

صورتِ مردوزن و لعب و جماع — فائدہ اش بیہوشی وقتِ وقاع

مرد اور عورت، اور مذاق اور ہمبستری کی صورت — جماع کے وقت اُس کا نتیجہ مدہوشی ہے

صورتِ[2] نان و نمک کاں نعمت ست — فائدہ اش آں قوّتِ بیصورت ست

نان و نمک کی صورت جو نعمت ہے — اُس کا نتیجہ بے صورت طاقت ہے

در مصاف آں صورتِ تیغ و سپر — فائدہ اش بیصورتی یعنی ظفر

میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت — اُس کا اثر فتح مندی ہے جو بے صورت ہے

مدرسہ و تعلیق و صورتہایِ وے — چوں بدانش متصل شُد گشت شے

مدرسہ اور متعلقات اور ان کی صورتیں — جب علم سے وابستہ ہوگئیں وہ شے بن گئیں (موجود ہوگئیں)

ایں صُوَر چوں بندۂ بیصورت اند — پس چرا در نفیِ صاحب نعمت اند

یہ صورتیں، بے صورت اور غلام کی طرح ہیں — تو انعام دینے والے کے انکار میں کیوں ہیں؟

پس[3] صُوَرہا بندۂ بیصورت اند — پیشِ اُو رُویند و در نفی اُوفتند

تو صورتیں بے صورت کی غلام ہیں — اس کے سامنے اُگیں اور اُس کے انکار میں مبتلا ہو گئیں

ایں صُوَر دارد ز بیصورت وجود — چیست پس بر مُوجِدِ خویشش جحود

یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں — تو اپنے وجود عطا کرنے والے سے ان کا انکار کیا ہے؟

خود ازُو یابد ظہورِ انکارِ اُو — نیست غیرِ عکسِ خود ایں کارِ او

اُس کا انکار خود اُسی سے موجود ہوتا ہے — اُس کا یہ کام خود اس کے عکس کے سوا کچھ نہیں ہے

---

[1] بے نہایت۔ دنیا کے مذہب اور پیشے بھی خیالات کی پیداوار ہیں۔ برلب بام۔ خیالات کا سبب ہونے کی اور افعال کے مسبب ہونے کی مثال یہ سمجھو کہ کچھ لوگ بالا خانہ پر ہوں اور اُن کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو۔ صورت فکر۔ خیال کی صورت دماغ کے بالا خانہ پر ہے اور عمل سایہ کی طرح اعضا پر ہے۔ فعل۔ عمل کا تعلق اعضا سے ہے اور خیال دماغ میں پوشیدہ ہے لیکن دونوں باہم جُڑے ہوئے ہیں عمل کے ساتھ وہ خیال بھی موجود رہتا ہے۔ آں صُوَر۔ جام خوشی سے جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا اثر اور نتیجہ بے ہوشی اور بے خودی ہے۔ صورت۔ مرد اور عورت اور جماع کے تصور سے جماع کے وقت مدہوشی طاری ہوتی ہے۔

[2] صورت۔ غذاؤں کی صورت کا نتیجہ بے صورت قوت ہے۔ در مصاف۔ میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت کی علت غائی بے صورت کامیابی ہے۔ مدرسہ۔ مدرسہ اور اس سے متعلقات کی صورتیں علم و دانش سے متعلق ہوئیں تو وہ بے صورت علم موجود ہو گیا۔ ایں صور۔ جب یہ صورتیں ایک ذات بے صورت کے تابع ہیں یہ صورتیں یعنی دہریے اُس کے منکر کیوں ہیں۔

[3] پس صُورہا۔ یہ بے صورت جبکہ ان صورتوں کا سبب اور علت ہے تو اُس سے پیدا ہو کر اُس کی منکر کیوں ہیں۔ ایں صُور۔ وہ بے صورت اِن صورتوں کا مُوجِد ہے صورتیں اُس کا کیوں انکار کرتی ہیں۔ خود۔ منکر کا انکار خود اُس بے صورت کا اثر ہے تو پھر یہ منکر اُس کے وجود کا کیوں منکر ہے۔

صورتِ[1] دیوار و سَقفِ ہر مکاں
ہر مکان کی چھت اور دیوار کی صورت

سایۂ اندیشۂ معمار داں
معمار کے فکر کا سایہ سمجھ

گرچہ خود اندر محلِ اِفتکار
اگرچہ سوچنے کی جگہ میں

نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار
پتھر اور لکڑی اور اینٹ ظاہر نہیں ہیں

فاعلِ مُطلق یقیں بے صورتست
فاعلِ مطلق یقیناً بے صورت ہے

صورت اندر دستِ اُو چوں آلتست
صورت اُس کے ہاتھ میں آلہ کی طرح ہے

گہ گہ آں بیصورت از کتمِ عدم
کبھی کبھی وہ بے صورت پردۂ غیب سے

مر صُوَر را رُو نماید از کرم
صورتوں (والوں) کے لیے کرم سے رُونمائی کر دیتا ہے

تا مدد گیرد ازو ہر صورتے
تاکہ ہر صورت اُس سے مدد حاصل کرے

از کمال و از جمال و قدرتے
کمال و جمال اور قدرت سے

باز بیصورت چو پنہاں کرد رُو
پھر جب بے صورت نے رُخ چھپا لیا

آمدند از بہرِ کد در رنگ و بُو
وہ لوگ بھیک کے لیے رنگ و بو میں آ گئے

صورتے[2] از صورتِ دیگر کمال
ایک صورت دوسری صورت سے کمال

گر بجوید باشد آں عینِ ضلال
اگر ڈھونڈے وہ عین گمراہی ہو گی

جُز مگر آں صورتے کاں شیر زاد
علاوہ اُس صورت کے جو اُس شیر نے پیدا کر دی ہے

بابتِ ارشاد کردش ازو داد
محبت نے اُس کو رہنمائی کے قابل کر دیا

پس چہ عرضہ می کُنی اے بے ہُنر
تو اے بے ہُنر! تو کیا پیش کرتا ہے

احتیاجِ خود بمُحتاجِ دِگر
اپنی ضرورت دوسرے ضرورت مند کی طرف؟

چوں صُوَر بند ست بریزداں مگو
جبکہ صورتیں قید ہیں، خدا پر اطلاق نہ کر

ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجُو
صورت کا گمان نہ کر، اس کو تشبیہ کے ذریعہ تلاش نہ کر

در[3] تضرُّع جُو و در افنائے خویش
زاری میں تلاش کر اور اپنے آپ کو فنا کرنے میں

کز تفکّر جز صُوَر ناید بہ پیش
کیونکہ سوچنے سے صورتوں کے علاوہ کچھ سامنے نہ آئے گا

ور ز غیرِ صورتت نبُود فِرہ
اگر تجھے بغیر صورت کے انبساط نہ ہو

صورتے کاں بے تُو زاید در تُو بہ
توجہ صورت تیرے اندر بغیر تیرے پیدا ہو وہ بہتر ہے

---

[1] صورتِ دیوار۔ مکان کی صورت یہ معمار کے خیال کا اثر ہے اگرچہ اُس معمار کے ذہن کے اندر مکان کے اجزا موجود نہیں ہیں۔ فاعلِ مطلق۔ تمام دلائل کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن صورتوں کو پیدا کرنے والا بے صورت ہے اور یہ صورتیں اُس کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہیں۔ گہ گہ۔ کبھی وہ بے صورت اپنی تجلیات بھی رونما کر دیتا ہے۔ تامدد گیرد۔ اُس تجلی سے مقصود کمال اور جمال اور قدرت کا افاضہ ہے۔ باز۔ پھر جب وہ تجلی غائب ہو جاتی ہے تو لوازمِ بشریت اُبھر آتے ہیں۔

[2] صورتے۔ کمال تو بیصورت سے حاصل کیا جاتا ہے، ایک صورت دوسری صورت سے کمال کی طالب ہو تو گمراہی ہے۔ جز۔ ہاں اولیاء اللہ جن کو خدا نے رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا ہے اُن سے کمال کی طلب کی جا سکتی ہے۔ پس۔ ورنہ صورت خود محتاج ہے اُس پر احتیاج کو پیش کرنا کون سی عقلمندی ہے۔ چوں صور۔ جب صورتیں بے صورت کی غلام ہیں تو اُس بے صورت پر صورت کا گمان نہ کر اور مشبہہ فرقہ کی طرح تشبیہوں کے ذریعہ اُس کی تلاش نہ کر۔

[3] در تضرع۔ اُس بے صورت کو صورتوں سے تلاش نہیں کیا جا سکتا بلکہ فنا اور تضرع وزاری کے ذریعہ تلاش کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ سوچنے اور تفکُّر سے صورتیں ہی خیال میں آتی ہیں اور وہ بے صورت ہے۔ ور۔ اگر مجاہدے سے بھی بغیر صورت کے اُس کا تصور نہیں ہوتا تو پھر تیرے تصور کیے بغیر جو اُس کی صورت سامنے آئے اُس سے سہارا پکڑ لے۔ فِرہ۔ بوزن گرہ، انبساط وخوشی۔

صورتِ[1] شہرے کہ آنجا میروی
اس شہر کی صورت تو جہاں جاتا ہے

ذوقِ بے صورت کشیدت اے روی
اے سیراب! تجھے بے صورت ذوق نے کھینچا ہے

پس بمعنی میروی تا لامکاں
تو باطن میں تو لامکان میں جا رہا ہے

کہ خوشی غیرِ زمانست و مکاں
کیونکہ خوشی، غیر فانی اور غیر مکانی ہے

صورتے یارے کہ سُوئے اُو شوی
اُس دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے

از برائے مُونسی اش میروی
اُس کی محبت کی وجہ سے تو جا رہا ہے

پس بمعنی سُوئے بیصورت شُدی
پس دراصل تو بیصورت کی طرف جا رہا ہے

گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
اگرچہ تو اُس مقصود سے غافل ہے

پس حقیقت حق بُوَد معبودِ کُل
تو درحقیقت اللہ (تعالیٰ) سب کا معبود ہے

کز پئے ذوق ست سیرانِ سُبُل
کیونکہ راستوں کو طے کرنا ذوق کی وجہ سے ہے

لیک[2] بعضے رُو سُوئے دُم کردہ اند
لیکن بعض نے دم کی طرف رُخ کر لیا ہے

گرچہ سر اصلست سَرگم کردہ اند
اگرچہ سر اصل ہے، انھوں نے سر کو گم کر دیا ہے

لیک آں سر پیشِ ایں ضالانِ گم
لیکن سر، ان گمراہوں کے نزدیک گم ہے

می دہد دادِ سَرے از راہِ دُم
وہ سر کی عطا، دُم کے راستہ سے عطا کر دیتا ہے

آں[3] ز سر میبابد آں داد ایں ز دُم
وہ سر سے وہ عطا پاتا ہے، یہ دُم سے

قومِ دیگر پا و سر کردند گم
دوسرے لوگوں نے پاؤں اور سر گم کر دیا ہے

چونکہ گم شُد جملہ جُملہ یافتند
چونکہ سب گم ہو گیا، انھوں نے سارا پا لیا

از گم آمد، سُوئے کُل بشتافتند
گم ہو جانے سے، وہ کُل کی جانب دوڑ پڑے

دیدنِ ایشاں در قصرِ آں قلعۂ ذاتُ الصُّوَر نقشِ دُخترِ
اُس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں اُن کا شاہِ چین کی لڑکی کی

شاہِ چین و بیہوش شُدنِ ہرسہ و در فتنہ اُفتادن
تصویر کو دیکھنا اور تینوں کا بے ہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا

---

[1] صورت۔ پھر پہلے مضمون کی جانب عود کیا ہے کہ ذوق جو بیصورت ہے وہ تجھے شہر کی صورت کی طرف لے جاتا ہے۔ پس۔ اگرچہ بظاہر تو شہر کی صورت کی طرف جارہا ہے لیکن حقیقتاً تو لامکانی اور لازمانی ذوق کی طرف جارہا ہے۔ صورتے یارے۔ دوست کی صورت کی طرف جانے کی غایت اُنس ومحبت ہے جو بے صورت ہے۔ پس معنی۔ دوست اور شہر کی طرف تیرا جانا ایک بے صورت کی وجہ سے اگرچہ تو اُس سے غافل ہے۔ پس حقیقت۔ چونکہ ذوق کا مقصود ہونا پہلی مثالوں سے ثابت ہو گیا ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سب کا معبود ہے کیونکہ سب راستوں کا چلنا ذوق کی وجہ سے ہے اور ذوق بخشی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

[2] لیک۔ اب اُس معبود کے ساتھ بعض کا معاملہ تو یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے توابع کی طرف رُخ کر رکھا ہے یعنی افعالِ باری تعالیٰ کی جانب توجہ کر رکھی ہے حالانکہ مقصود اُس کی ذات ہے چونکہ وہ اصل ہے۔ آں سر۔ اُن کو بھی ذات سے استفادہ ہوتا ہے اور اُن کی توجہ بھی مقبول ہے، عبادت گذاروں کے مختلف مرتبے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی توجہ اور طلب حق، افعالِ حق کے ذریعہ اور واسطے سے ہے یہ درجہ عوام کا ہے، دُم سے مراد افعالِ باری ہیں۔

[3] آں ز سر۔ سر سے مراد صفات باری تعالیٰ ہیں یہ لوگ صفات کے ذریعہ فیض حاصل کرتے ہیں یہ درجہ خواص کا ہے۔ قومِ دیگر۔ اخص الخواص کا درجہ یہ ہے کہ وہ صرف ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور اُس سے بلاواسطہ استفادہ کرتے ہیں۔ چونکہ۔ اِن لوگوں نے نہ افعال کو مقصود بنایا نہ صفات کو بلکہ ذات کو مقصود بنایا لہٰذا ذاتِ باری تعالیٰ اُن کو حاصل ہوئی۔ دیدن۔ وہ تینوں شہزادے قلعہ ہوش رُبا میں پہنچ گئے اور انھوں نے شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھا اور بیہوش ہو گئے اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور یہ جستجو شروع کر دی کہ یہ تصویر کس کی ہے۔

و تفحص کردن کہ ایں صورتِ کیست

اور اس کی جستجو کرنا کہ، یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں[1] سخن پایاں ندارد آں گروہ — صورتے دیدند با حُسن و شکوہ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اُس گروہ نے — ایک حسین اور شاندار تصویر دیکھی

خوب تر زاں دیدہ بُودند آں فریق — لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق

اُس فریق نے اُس سے زیادہ حسین دیکھے تھے — لیکن اِس سے وہ گہرے دریا میں اُتر گئے

زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید — کاسہا محسوس، افیوں ناپدید

کیونکہ اُنھیں افیون اِس پیالہ سے پہنچی — پیالے تو محسوس تھے اور افیون پوشیدہ تھی

کرد فعلِ خویش قلعہ ہُش رُبا — ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا

ہوش رُبا، قلعہ نے اپنا کام کر دیا — تینوں کو مصیبت کے کنویں میں ڈال دیا

تیرِ[2] غمزہ دوخت دل را بیگماں — الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں

ناز و انداز کے تیر نے اچانک اُن کا دل چھید دیا — اے امن والے! اس بے پناہ سے پناہ دیجئے

قرنہا را صورتِ سنگے بسوخت — آتشے در دین و دل شاں بر فروخت

ساتھیوں کو پتھر کی مورتی نے جلا دیا — اُن کے دین و دل میں آگ لگا دی

چونکہ رُوحانی بُود خود چوں بُود — فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بُود

اگر وہ رُوح والی ہوتی تو کیا ہوتا؟ — اُس کا فتنہ ہر لحظہ دوسرے قسم کا ہوتا

عشقِ صورت در دلِ شہزادگاں — چوں خلِش میکرد مانندِ سِناں

شہزادوں کے دل میں تصویر کا عشق — چونکہ بھالے کی طرح چُبھ رہا تھا

اشک[3] میبارید ہریک ہمچو میغ — دست میخائید و می گفت اے دریغ

ہر ایک ابر کی طرح آنسو بہاتا تھا — ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا، ہائے افسوس

ماکنوں دیدیم شہ ز آغاز دید — چند ماں سوگند داد آں بے ندید

ہم نے اب دیکھا، شاہ نے اوّل سے دیکھ لیا تھا — اُس بے نظیر نے، ہمیں کتنی قسمیں دی تھیں

انبیا را حقِ بسیارست ازاں — کہ خبر کردند از پایانِ ما

اِسی وجہ سے انبیاء کے بہت حقوق ہیں — کہ اُنھوں نے ہمارے انجام سے باخبر کر دیا ہے

کانچہ میکاری نُروید جُز کہ خار — ویں طرف پرّی نیابی زُو مطار

کہ جو کچھ تو بو رہا ہے بجز کانٹے کے کچھ نہ اُگے گا — تو اِس طرف اُڑ رہا ہے اُس سے تو اُڑنے کی جگہ نہ پائے گا

[1] ایں سخن۔ یعنی طالب ذات کے مرتبہ کے ذکر۔ خوب تر۔ ان شہزادوں نے ایک تصویر دیکھی جو حسین تھی اگرچہ وہ اُس سے بھی زیادہ حسین تصویریں دیکھ چکے تھے لیکن وہ اِس تصویر کو دیکھ کر عشق کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ زانکہ۔ حُسن کو افیون سے تشبیہ دی ہے، پیالہ سے مراد صورت ہے۔ کاسہا۔ صورتیں تو نظر آتی ہیں لیکن اُن کی افیون غیر محسوس ہے۔ کرد فعلِ خویش۔ غرضیکہ قلعہ ہوش رُبا نے اپنا کام کر دیا اور تینوں کو مصیبت میں پھنسا دیا۔

[2] تیر غمزہ۔ اُس حسین کے غمزے کے تیر نے اُن کے دل کو چھید دیا۔ الاماں۔ یہ تیر بے اماں ہے، خدا اِس سے پناہ دے۔ قرنہا۔ ساتھی یعنی تینوں شہزادے۔ صورتِ سنگے۔ یعنی شہزادی کا بُت۔ روحانی۔ جاندار۔ سِنان۔ بھالا۔

[3] اشک۔ وہ تینوں شہزادے رو رہے تھے۔ میغ۔ ابر۔ ماکنوں۔ جو مصیبت ہم نے اب دیکھی شاہ نے پہلے سے دیکھ لی تھی۔ ندید۔ نظیر۔ انبیا۔ ہم پر انبیا کے اِسی لیے بے پناہ حقوق ہیں کہ انھوں نے ہمیں انجام سے باخبر کر دیا ہے۔ کانچہ۔ انبیا نے بتا دیا ہے کہ نفسانی خواہش سے تم جو کام کرو گے اُس سے کانٹے اُگیں گے۔ ویں طرف۔ تیری رفتار دنیا کی طرف ہے اُس میں نجات نہیں ہے۔

تخم[1] از من بر کہ تا رَیعے دہد
تو بیج مجھ سے لے جا، تاکہ پیداوار دے

باپرِ من پَر کہ تیر آں سُو جہد
میرے پَر سے پرواز کر، تاکہ تیر اس جگہ جائے

تو ندانی واجبِ آن و ہست
تو اُس کی ضرورت کو نہ سمجھا اور وہ ہے

ہم تو گوئی آخر آں واجب بُدست
آخر میں تو بھی کہے گا، کہ وہ ضروری تھی

از تو ست امّا نہ ایں تُو کہ تن ست
وہ "تو" ہی سے ہے لیکن نہ اس "تو" سے کہ جو جسم ہے

آں توئی کہ بَرتَر از ما و من ست
اُس "تو" سے جو "مادمن" سے برتر ہے

ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی
جس ظاہری "تو" کو "تو" سمجھتا ہے

ہست اندر سُو و تو در بیسوئی
یہ جہت میں ہے اور (وہ) "تو" بے جہت ہے

بر[2] صدف لرزاں چرائی اے گُہر
اے موتی! تو سیپ پر کیوں لرزتا ہے؟

توئیِ خود را نَے مداں میداں شکر
اپنے "تو" کو تو نَے نہ سمجھ، شکر سمجھ

توئی بیگانہ است باتو ایں توئی
یہ توئی ایسی ہے جو تجھ سے بیگانہ ہے

توئیِ خود دریاب و بگذر از دوئی
اپنے "تو" کو حاصل کر لے اور دوئی سے گذر جا

توئیِ آخر سُوئیِ توئیِ اوّلت
تیرا آخری "تو" تیرے ابتدائی "تو" پر

آمد است از بہرِ تنبیہ وصلت
آیا ہے تنبیہ اور وصل کے لیے

توئیِ[3] تو در دیگرے آمد دفیں
تیرا "تو" دوسرے میں مدفون ہے

مَن غلامِ مردِ خود بینِ چنیں
میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں

آنچہ در آئینہ می بیند جواں
جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے

پیر اندر خِشت بیند پیش ازاں
شیخ اُس سے پہلے اینٹ میں دیکھ لیتا ہے

ز اَمرِ شاہ خویش بیروں آمدیم
ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے

با عنایاتِ پدر باغی شُدیم
باپ کی مہربانیوں کے باغی ہو گئے

سہل دانستیم قولِ شاہ را
ہم نے بادشاہ کی بات کو معمولی جانا

واں عِنایتہائے بے اشباہ را
اور اُن بے نظیر عنایتوں کو

نِک در افتادیم در خندق ہمہ
اب ہم سب خندق میں گر گئے

کُشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ
بغیر جنگ کے معیبت کے مارے ہوئے اور زخمی

---

[1] تخم۔ انبیا نے بتادیا کہ ہمارے طریقہ پر عمل کرو اس سے فائدہ حاصل ہوگا ہمارے طریقہ پر چلو گے تو معصیت کا تیر اس طرف ہی گر جائے گا تم تک نہ پہنچے گا۔ تو ندانی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان انبیا کے اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ ان کا اتباع ضروری ہے آخر میں اس کو سمجھے گا۔ از تو۔ انبیا کے پر سے اُڑنا خود ان کے مخاطب کا ہی عمل ہے لیکن اے مخاطب تیرے تُو ہونے کے دو حصے ہیں ایک تُو تیرا بدن ہے دوسرا تُو تیری روح ہے وہ مادمن یعنی جسمی قیود سے بالاتر ہے۔ ایں توئی۔ جس "تو" کو تو "تو" سمجھ رہا ہے یعنی جسم، یہ تو جہات میں مقید ہے اور اصل "تو" روح ہے جو جہت سے منزہ ہے۔

[2] بر صدف۔ تو جسم کی تباہی سے لرزتا ہے حالانکہ یہ سیپ ہے اور اصل "تو" تیری روح ہے جو موتی ہے اصل "تو" گنے یعنی جسم کو نہ سمجھ بلکہ جو اس میں شکر یعنی روح ہے اس کو سمجھ۔ ایں توئی۔ جسم کا "تو" ہونا پرائی چیز ہے تو اپنے آپ تک پہنچ جو کہ روح ہے اور اس دوئی کو یعنی جسم کو روح کے ساتھ جوڑنے کو چھوڑ دے۔ توئی آخر۔ یعنی روح۔ توئی اوّل۔ جسم جس کا ذکر پہلے کیا ہے۔

[3] توئی۔ تیری روح تیرے جسم میں چھپ گئی ہے میں اُس کا غلام ہوں جو خود کو یعنی روح کو دیکھ لے۔ آنچہ۔ شہزادوں نے کہا ہم نے جو اب دیکھا وہ ہمارے بوڑھے باپ نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ خشت۔ یعنی لوہے کا ٹکڑا جس سے آئینہ بنایا جاتا ہے۔ ز امر۔ ہم شاہ کے حکم کے اندر نہ رہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔

تکیہ[1] بر عقلِ خود و فرہنگِ خویش — بُود ماں تا ایں بلا آمد بہ پیش

اپنی عقل اور اپنی دانائی پر بھروسہ — ہمیں ہوا، حتیٰ کہ یہ مصیبت سامنے آ گئی

بے مرض دیدیم خویش و بے ز رقِ — آنچناں کہ خویش را بیمار دق

بغیر مرض اور بغیر غلامی کے ہم نے اپنے آپ کو سمجھا — جیسا کہ دق کا بیمار اپنے آپ کو

علتِ پنہاں کنُوں شُد آشکار — بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار

چھپی ہوئی بیماری اب کھل گئی — اِس کے بعد کہ ہم قیدی اور شکار ہو گئے

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق — یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق

رہبر کا سایہ، ذکرِ حق سے بہتر ہے — سیکڑوں کھانوں اور طباقوں سے ایک قناعت بہتر ہے

در قناعت خواندہ باشی اے حَسَن — ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بُوالحسن[2]

اے حسن! تو نے قناعت کے بارے میں پڑھا ہو گا — حق کے ذکر کا تذکرہ اور ابوالحسن کا تذکرہ

چشمِ بینا بہتر از سہ صد عصا — چشم بشناسد گہر را از حصا

بینا آنکھ تین سو لاٹھیوں سے بہتر ہے — آنکھ موتی اور کنکری کو شناخت کر لیتی ہے

در تفحص آمدند از لدُہاں — صورتِ کہ بُود عجب ایں درجہاں

غموں کی وجہ سے جستجو میں پڑے — دنیا میں یہ عجیب تصویر کس کی ہے؟

بعد بسیارِ تفحص در مسیر — کشف کرد آں راز را شیخِ بصیر

سفر کے دوران میں بہت جستجو کے بعد — ایک صاحب بصیرت شیخ نے راز کو واضح کر دیا

نز[3] طریقِ گوش بل از وحیِ ہوش — رازہا بُد پیشِ اُو بے رُوئے پوش

کان کے راستہ سے نہیں، بلکہ ہوش کی وحی کے ذریعہ — اُس کے لیے راز بغیر پردے کے تھے

گفت نقشِ رشکِ پروینست ایں — صورتِ شہزادۂ چین ست ایں

اُس نے کہا یہ پروین کے (لیے باعث) رشک کی تصویر ہے — یہ چین کی شہزادی کی تصویر ہے

دخترے داردشہ چیں بیہمال — در بہاؤ در کمال و در جمال

شاہِ چین ایک بے مثال لڑکی رکھتا ہے — خوبی میں، اور کمال میں اور حُسن میں

ہمچو جان و چوں پَری پنہانست اُو — در ملتّم پردۂ ایوانست اُو

وہ پری اور جان کی طرح پوشیدہ ہے — وہ قلعہ کے چھپانے والے پردے میں ہے

---

[1] تکیہ۔ ہم نے اپنی عقل اور سمجھ پر گھمنڈ کیا اور نصیحت نہ سُنی۔ بے مرض۔ ہم اپنے آپ کو مرض اور مرض کی غلامی سے آزاد سمجھتے تھے۔ علت۔ ہم اپنی خام کاری کو اب سمجھے جبکہ پھنس گئے۔ سایہ رہبر۔ شیخ کی صحبت سے خلوص اور استعداد پیدا ہوتی ہے جو ذکر اللہ کے نافع ہونے کی شرط ہے اور شرط پر عمل سے پہلے مشروط پر عمل اچھا نہیں ہے، جس طرح کہ وضو اور نماز، بغیر وضو کے نماز سے وضو کی مشغولیت بہتر ہے۔ یک قناعت۔ شیخ کی صحبت قناعت اور صبر پیدا کر دے گی جو بلندی کے لیے ذکر کے ہزاروں کھانوں سے زیادہ مفید ہے۔

[2] بوالحسن۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کو ذکر سے اس وقت فائدہ پہنچا جبکہ اُنھوں نے حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر کی صحبت حاصل کر لی یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ چشم بینا۔ شیخ کو چشم بینا حاصل ہے اور تجھے صرف ذکر کی لاٹھی کا سہارا حاصل ہے۔ حصا۔ کنکری۔ در تفحص۔ شہزادے جب اُس بُت کے عشق میں مبتلا ہو گئے تو جستجو شروع کی کہ یہ کس حسینہ کا بُت ہے۔ شیخ بصیر۔ کوئی ایسے بزرگ تھے جن کو قلبی بصیرت حاصل تھی۔

[3] نز۔ یہ بات اُنھوں نے کسی سے سنی نہ تھی بلکہ کشف کے طور پر اُن کو معلوم ہو گئی تھی۔ گفت۔ اُن بزرگ نے بتایا کہ یہ بُت چین کے شاہ کی لڑکی کا ہے جو اس قدر حسین ہے کہ اُس پر پروین بھی رشک کرتی ہے۔ دخترے۔ شاہِ چین کی وہ لڑکی حُسن و جمال میں بے مثال ہے۔ ہمچو۔ وہ پری اور روح کی طرح مخفی ہے اور قلعہ کے پردوں میں رہتی ہے۔

سُوئِ[1] اُو نے مرد رہ دارد نہ زن
اُس کی جانب نہ مرد راستہ رکھتا ہے، نہ عورت

شاہ پنہاں کردہ اُو را از فتن
شاہ نے اُس کو فتنوں سے چھپا رکھا ہے

غیرتے دارد مَلِک بَرنامِ اُو
اُس کے نام پر (بھی) شاہ کو اِس قدر غیرت آتی ہے

کہ نپرّد مُرغ ہم بَر بامِ اُو
کہ اُس کے بالا خانے پر پرندہ بھی پر نہیں مارتا ہے

وایِ آں دل کِش چنیں سودا فتاد
اُس دل کی شامت ہے، جس کو ایسا عشق لگا

ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد
خدا کرے ایسا عشق کسی کو نہ ہو

ایں سزایِ آنکہ تخمِ جہل کاشت
یہ اُس کی سزا ہے جس نے نادانی کا بیج بویا

واں نصیحت را کساد و سہل داشت
اور اُس نے نصیحت کو کھوٹا اور معمولی سمجھا

اعتمادے[2] کرد بر تدبیرِ خویش
اُس نے اپنی تدبیر پر بھروسہ کیا

کہ برم من کارِ خود با عقلِ پیش
کہ میں اپنا کام عقل سے چلا لوں گا

نیم ذرّہ زاں عنایت بہ بُوَد
اُس توجہ کا آدھا ذرہ بہتر ہے

کہ ز تدبیرِ خِرد سہ صد رَصد
جس کے ذریعہ عقل کی تدبیر میں تین سو گنا حفاظت ہو

ترکِ مکرِ خویشتن گیر اے اَمیر
اے امیر! تو اپنی تدبیر کو چھوڑ

پا بکش پیشِ عنایت خُوش بمیر
توجہ کے سامنے پاؤں بڑھا، خوشی سے جان دے دے

ایں[3] بقدرِ حیلۂ معدود نیست
یہ گِنے چُنے حیلوں کی بقدر نہیں ہے

زیں حِیَل تا تو نمیری سُود نیست
جب تک تو فنا نہ ہوگا اِن تدبیروں سے فائدہ نہیں ہے

تا نمیری سُود کے خواہی رَبود
جب تک تو فنا نہ ہو گا، فائدہ کہاں اُٹھائے گا؟

رَو بمیرو بہرہ بردار از وجود
جا فنا ہو جا، وجود سے فائدہ اُٹھا لے

حکایت صدرِ جہانِ بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے

صدرِ جہاں بخاری کی حکایت، کہ جو سائل زبان سے مانگتا اُس کے عام

از صدقۂ عامِ اُو محروم شُدے و آں دانشمند درویش بفراموشی

صدقے سے محروم ہو جاتا اور اُس عقلمند درویش نے بھول کر اور

و تعجیل بزبان خواست و صدرِ جہاں رُویِ ازُو بگردانید

جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدرِ جہاں نے اُس سے منہ پھیر لیا

و اُو ہر روز حیلۂ نوساختے و خود را گاہ زن کردے

اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا

---

1. سُوئی اُو۔ اُس کے پاس نہ مرد جاسکتا ہے نہ عورت، شاہ نے اُس کو فتنوں سے بچا رکھا ہے۔ غیرتے۔ اگر کوئی اُس کا نام بھی لے لے تو شاہ کو غیرت آتی ہے، اُس کے بالا خانے پر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ وای۔ مولانا فرماتے ہیں ایسی معشوقہ کا عشق خدا کرے کسی کو نہ ہو جس کا حصول ناممکن ہو۔ ایں۔ یہ مصیبت ناک عشق اُس کی سزا ہے جو نادانی سے کام کرے اور بزرگوں کی نصیحت کو معمولی اور کھوٹا سمجھے۔
2. اعتمادے۔ جو شخص محض اپنی تدبیر پر گھمنڈ کرے اور یہ سمجھے کہ میں خود اپنا کام چلا لوں گا اور مجھے شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ نیم ذرہ۔ شیخ کی تھوڑی سی توجہ اپنی سیکڑوں تدبیروں سے بہتر اور نافع ہے۔ ترک۔ اپنی تدبیر کو ترک کر کے شیخ کی توجہ کی طرف چل پڑ اور اُس کے سامنے اپنے آپ کو فنا کردے۔
3. ایں۔ شیخ کی توجہ تیری گِنی چُنی تدبیروں سے بہت زیادہ مفید ہے جب تک تو شیخ میں اپنے آپ کو فنا نہ کردے گا یہ تدبیریں مفید نہ ہوں گی۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی بتایا ہے کہ اُس سائل نے صدرِ جہاں کے سامنے بہت سی تدبیریں کیں لیکن عطا حاصل نہ کر سکا جب مر کر دکھایا تو عطا مل گئی۔

زیرِ چادر و گاہ نابینا و گاہ رُویِ خود بہ بستے و اُو بفراستش بشناختے

اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپا لیتا اور وہ اُس کو ذہانت سے پہچان لیتا

دربخارا[1] خُویِ آں صدرِ اَجَل — بُود با خواہندگاں حُسنِ عَمَل

بخارا میں، اُس صدرِ اعظم کی عادت — تھی سائلوں کے ساتھ بہتر سلوک

دادِ بسیار و عطایِ بے شمار — تابشب بُودے ز جُودش زر نثار

بہت بخشش اور بے شمار عطا — رات تک اُس کی سخاوت سے سونا نثار ہوتا

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بُود — تا وجودش بُود می افشاند جُود

سونے کو کاغذ کے پُرزوں میں لپیٹ لیتا — جب تک وہ رہتے سخاوت کرتا رہتا

ہمچو[2] خورشید و چو ماہِ پاکباز — آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز

پاکباز سورج اور چاند کی طرح — کہ وہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دے دیتے ہیں

خاک را زر بخش کہ بُود آفتاب — زر ازو در کان و گنج اندر خراب

مٹی کو سونا بخشنے والا کون ہوتا ہے؟ سورج — سونا کان میں اور خزانہ ویرانہ میں اُس کی وجہ سے ہے

ہر صباحے یک گرُوہ را راتبہ — تانماند اُمّتے زُو خائبہ

ہر صبح کو ایک (الگ) گروہ کا وظیفہ تھا — تاکہ کوئی جماعت اُس سے محروم نہ رہے

مُبتلایاں[3] را بُدے روزے عطا — روزِ دیگر بیوگاں را آں سخا

ایک دن بیماروں کو بخشش ہوتی — دوسرے دن وہ سخاوت بیواؤں کے لیے ہوتی

روزِ دیگر بر علویانِ مُقِل — با فقیہانِ فقیر مشتغل

ایک دن نادار علویوں پر — (دوسرے دن) فقیر طالب علموں کے ساتھ مشغول (ہوتا)

روزِ دیگر برتہیدستانِ عام — روزِ دیگر بر گرفتارانِ وام

ایک روز عام مفلسوں پر — دوسرے دن قرض داروں پر

روزِ دیگر بریتیمِ بے پدر — روزِ دیگر پر اسیرِ حبسِ دَر

ایک روز بے باپ کے یتیموں پر — ایک دن قید خانہ میں قیدیوں پر

روزِ دیگر بہر ابناءِ السبیل — روزِ دیگر مرمُکاتَب را کفیل

ایک روز مسافروں کے لیے — ایک روز مکاتب کا کفیل ہوتا

شرطِ اُو بُود آں کز وکس با زباں — زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں

اُس کی شرط یہ تھی کہ کوئی اُس سے زبان سے — کبھی مال نہ مانگے اور لب کشائی نہ کرے

---

[1] دربخارا۔ بخارا میں ایک صدرِ اعظم تھا اور وہ سائلوں سے بہتر سلوک کرتا تھا۔ داد۔ بہتر سلوک یہ تھا کہ بہت عطا کرتا تھا اور دن بھر اُن پر سونا نثار کرتا رہتا تھا۔ زر۔ سونے کی پڑیاں بنائے رکھتا اور جب تک وہ رہتیں دیتا رہتا۔

[2] ہمچو خورشید۔ سورج اور چاند کو اللہ تعالیٰ جو روشنی عطا کرتا ہے وہ دوسروں کو عطا کر دیتے ہیں۔ خاک را۔ کان میں سونا اور ویرانہ میں خزانہ سورج کی عطا ہے۔ ہر صباحے۔ جو لوگ خیرات کے مستحق ہیں اُن میں سے ہر قسم کے لوگوں کا ایک ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔ راتبہ۔ مقرر روزینہ۔ خائبہ۔ محروم۔

[3] مبتلایاں۔ مریض لوگ۔ علویاں۔ حضرت علیؓ کی وہ نسل جو حضرت فاطمہؓ کے پیٹ سے نہیں ہے۔ مُقِل۔ نادار۔ فقیہاں۔ طلبہ۔ تہیدستاں۔ فقراء۔ گرفتارانِ وام۔ مقروض لوگ۔ روزِ دیگر۔ ایک روز یتیموں کا تھا۔ حبسِ دَر۔ در حبس۔ ابناء السبیل۔ مسافرین۔ مکاتب۔ وہ غلام جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اس قدر رقم ادا کرے گا تو آزاد ہے۔ شرط۔ لیکن اُس کے دینے کی شرط یہ تھی کہ سائل زبان سے کچھ نہ مانگے۔

لیک خامش بر حوالیِ رَہش ایستادہ مُفلساں دیواروش
لیکن اُس کے راستے کے اطراف میں خاموش مفلس، دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے

ہرلے کہ کردے ناگہاں بالب سُوال زو نبُردے زیں گنہ یک حبّہ مال
جو شخص اتفاق سے منہ سے سوال کرتا وہ اُس سے اِس خطا کی وجہ سے مال کا ایک حبّہ نہ لے سکتا

مَن صَمَتَ مِنکُم نَجَا بُد یاسہ اَش خامُشاں را بُود کیسہ و کاسہ اش
اُسکا قانون تھا "جو تم میں سے خاموش رہا اُس نے نجات پائی" اُس کی تھیلی اور پیالہ، خاموشوں کے لیے تھا

برنکوشی داشت عشق و تاسہ اش بر خموشی بُود عشق و یاسہ اش
کوشش نہ کرنے پر، اپنا عشق اور بے قراری رکھتا تھا اُس کا عشق اور قانون خاموشی پر تھا

نادرا روزے یکے پیرے بگفت دِہ زکاتم کہ منم باجوع[2] جُفت
اتفاقاً ایک روز ایک بوڑھے نے کہا مجھے زکوٰۃ دیدے، میں بھوک سے دوچار ہوں

منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت ماند خلق از جدِ پیر اندر شگفت
اسنے بوڑھے کو منع کیا اور بوڑھے نے اس سے اصرار شروع کر دیا لوگ بوڑھے کے اصرار سے تعجب میں تھے

گفت بس بے شرم پیری اے پدر پیر گفت از من توئی بے شرم تر
اُس نے کہا اے باوا! تو بہت بے شرم بوڑھا ہے بوڑھے نے کہا تو مجھ سے زیادہ بے شرم ہے

کایں جہاں خوردی و خواہی توز طمع کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
تو اِس جہان کو کھا گیا اور لالچ سے چاہتا ہے کہ اُس جہان کو اِس جہان کے ساتھ جمع کر لے

خندہ[3] اش آمد مال داد آں پیر را پیر تنہا بُرد آں توفیر را
اُس کو ہنسی آ گئی اُس بوڑھے کو مال دے دیا اُس تمام مال کو بوڑھا تنہا لے گیا

غیرِ آں پیر آنچہ خواہندہ ازُو نیم حبّہ زر ندید و نے تسُو
بجز اُس بوڑھے کے کسی مانگنے والے نے اُس سے نہ آدھا حبّہ سونا دیکھا اور نہ کوڑی

نوبت و روزِ فقیہاں ناگہاں یک فقیہ از حرص آمد در فُغاں
اچانک فقیہوں کے دن اور باری میں لالچ سے ایک فقیر فریاد کرنے لگا

کرد زاریہا بسے چارہ نبُود گفت ہر نوعے نبُودش ہیچ سُود
اُس نے بہت زاری کی مفید نہ ہوئی ہر قسم کی بات کہی اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا

روزِ دیگر با رُکو پیچیدہ پا پا کشاں اندر صفِ قومِ مبتلا
کسی دن پاؤں کو چیتھڑوں میں لپیٹے ہوئے پاؤں کو گھسیٹتا ہوا مریضوں کی صف میں

---

[1] ہرکے۔ جو سائل زبان سے مانگ بیٹھتا وہ اس بخشش سے محروم رہتا۔ مَن صمت۔ وہ اِس قانون "جو چپ رہا اُس نے نجات پائی" پر سختی سے عامل تھا۔ یاسہ۔ قانون۔ تاسہ۔ بےقراری۔ کیسہ۔ تھیلی۔

[2] باجوع جفت۔ یعنی بھوکا ہوں۔ گفت۔ صدر جہاں نے کہا اے بوڑھے تو بہت لالچی ہے میرے منع کرنے سے بھی نہیں ٹل رہا ہے۔ پیر گفت۔ بوڑھے نے صدر جہاں سے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ لالچی ہے۔ کایں۔ تو نے دنیا کی دولتیں اور مزے حاصل کر لیے پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا اب آخرت کی دولتیں لوٹ رہا ہے۔

[3] خندہ اش۔ اس لطیفہ پر صدر جہاں کو ہنسی آ گئی اور اُس کو بہت سا مال دے دیا۔ حبّہ۔ لاری کی بقدر وزن یعنی رتّی۔ تسو۔ دو رتّی۔ فقیہاں۔ فقہ پڑھنے والے طالب علم۔ کرد۔ اُس طالب علم نے بہت عاجزی کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بارکو۔ پھٹا پرانا چیتھڑا۔ مبتلا۔ مریض۔

تختہا[1] برساق بست از چپ و راست — تاگماں آید کہ او اشکستہ پاست
دائیں اور بائیں کھپٹیاں پنڈلی پر باندھیں — تاکہ خیال ہو کہ وہ لنگڑا ہے

روزِ دیگر رو بپوشید از لباد — دیدش و بشناختش چیزے نداد
اُس نے کسی دن نمدہ سے منہ چھپایا — اُس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہ دیا

تاگماں آید کہ نابیناست او — درمیانِ اعمیاں برخاست او
تاکہ خیال ہو کہ وہ اندھا ہے — وہ اندھوں کے درمیان کھڑا ہو گیا

ہم بدانستش ندادش آں عزیز — از گناہ و جرمِ گفتن ہیچ چیز
اُس عزیز نے اس کو پھر بھی پہچان لیا اور اس کو نہ دی — کوئی چیز، کہنے کی خطا اور جرم کی وجہ سے

چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید — چوں زناں او چادرے برسر کشید
جب وہ سیکڑوں قسم کے حیلوں سے عاجز آ گیا — اُس نے عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھی

درمیانِ بیوگاں رفت و نشست — سرفروافگند و پنہاں کرد دست
بیوہ عورتوں کے درمیان میں چلا گیا، اور بیٹھ گیا — سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا

ہم[2] شناسیدش ندادش صدقۂ — در دلش آمد زحرماں حُرقۂ
پھر بھی وہ اس کو پہچان گیا اس کو کوئی خیرات نہ دی — اُس کے دل میں محرومی سے جلن ہوئی

رفت او پیشِ کفن خواہے پگاہ — کہ بہ پیچم در نمد، نہ پیشِ راہ
وہ صبح کو ایک کفن کے بھکاری کے پاس گیا — کہ مجھے نمدے میں لپیٹ دے، راستہ پر رکھ دے

ہیچ مکشا لب، نشیں و می نگر — تاکند صدرِ جہاں زیں جا گذر
ہونٹ بالکل نہ کھول، بیٹھ جا اور دیکھتا رہ — جب تک صدرِ جہاں، اس جگہ سے گذرے

بُوکہ[3] بیند مُردہ پندارد بظن — زر در اندازد پئے وجہِ کفن
ہو سکتا ہے کہ وہ دیکھے اور مُردہ خیال کر کے — کفن کے خرچ کے لیے سونا پھینک دے

ہرچہ بدہد نیم آں بدہم بتو — ہمچناں کرد آں فقیرِ حیلہ جُو
وہ جو کچھ دے گا اُس میں سے آدھا تجھے دے دوں گا — اُس حیلہ جُو فقیر نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راہش نہاد — معبرِ صدرِ جہاں آنجا فتاد
اس کو نمدے میں لپیٹا اور راستہ پر رکھ دیا — صدرِ جہاں کا اُس جگہ سے گذر ہوا

زر در اندازید بر رُوئے نمد — دست بیروں کرد از تعجیل خود
اُس نے نمدے پر سونا ڈال دیا — اُس نے خود جلدی سے ہاتھ باہر کر دیا

---

[1] تختہا۔ پاؤں پر لکڑی کے ٹکڑے اِس طرح باندھ کر آیا جیسے کہ پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ لباد۔ نمدہ۔ تاگماں۔ منہ نمدے میں اس لیے لپیٹا کہ اُس کو اندھا سمجھا جائے۔ اعمیاں۔ اندھے۔ جرمِ گفتن۔ اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے زبان سے مانگا تھا۔ چونکہ۔ وہ طالب علم جب اور تدبیروں سے کامیاب نہ ہوا تو چادر اوڑھ کر بیواؤں میں جا بیٹھا سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا تاکہ پہچان میں نہ آئے۔

[2] ہم۔ اُس صدرِ جہاں نے پھر بھی اُس کو پہچان لیا۔ رفت۔ وہ طالب علم ایک شخص کے پاس گیا جو کفن کے لیے چندہ جمع کیا کرتا تھا اور کہا کہ مجھے ایک نمدے میں لپیٹ کر مردے کی طرح راستہ کے کنارے پر رکھ کر بیٹھ جا۔ ہیچ۔ زبان سے کچھ نہ کہنا ورنہ صدرِ جہاں اپنی عادت کے مطابق کچھ نہ دے گا۔

[3] بوکہ۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے مردہ سمجھ کر کفن کے لیے کچھ دے گا آدھا تیرا اور آدھا میرا ہوگا۔ در نمد۔ کفن کے بھکاری نے ایسا ہی کیا۔ معبر۔ گذرگاہ، گذر۔ زر۔ صدرِ جہاں نے نمدے پر کچھ رکھا تو اُس طالب علم نے جلدی سے نمدے سے ہاتھ باہر نکالا۔

تانگیرد آں کفن خواہ آں صِلہ / تانہاں نکند ازو آں دہ دِلہ[1]

تاکہ وہ عطیہ وہ کفن مانگنے والا نہ لے لے / تاکہ وہ پریشان آدمی اُس کو اُس سے نہ چھپا لے

مُردہ از زیرِ نمد برکرد دست / سَر برُوں آمد پئے دستش ز پست

مُردے نے نمدے کے نیچے سے ہاتھ باہر کر دیا / ہاتھ کے بعد، اُس نے نیچے سے سر باہر نکالا

گفت با صدرِ جہاں چوں بُستدم / اے ببستہ برمن ابوابِ کرم

صدرِ جہاں سے کہا میں نے کیسا وصول کیا؟ / اے وہ کہ جس نے میرے اُوپر کرم کے دروازے بند کر دیے تھے

گفت لیکن تانمُردی اے عنُود / از جنابِ من نبُردی ہیچ سُود

اُس نے کہا اے سرکش! لیکن جب تک تو مر نہ گیا / میرے دربار سے تو نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا

سِرِّ مُوتُوا قبلَ مَوتَ ایں بُوَد / کز پسِ مُردن غنیمتہا رسد

"تم موت سے پہلے مرو" کا راز یہ ہے / کہ مرنے کے بعد غنیمتیں آتی ہیں

غیرِ[2] مُردن ہیچ فرہنگِ دگر / درنگیرد با خدا اے حیلہ گر

مرنے کے علاوہ دوسری ہوشیاری / اے حیلہ گر! خدا (کے دربار) میں اثر نہیں کرتی ہے

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد / جہد را خوف ست از صد گوں فساد

ایک عنایت سیکڑوں قسم کی کوششوں سے بہتر ہے / کوشش میں سو قسم کے فساد کا ڈر ہے

واں عنایت ہست موقوفِ ممات / تجربہ کردند ایں رہ را ثِقات

اور وہ عنایت مرنے پر موقوف ہے / معتبر لوگوں نے اس راستہ کا تجربہ کر لیا ہے

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست / بے عنایت ہان و ہاں جائے مایست

بلکہ اُس کی موت بھی مہربانی کے بغیر نہیں ہے / خبردار! خبردار بے عنایت کے کسی جگہ نہ ٹھہر

آں زمرد باشد ایں افعیِ پیر / بے زمُرّد کے شود افعیِ ضریر

وہ اس بوڑھے سانپ کا زمرد ہے / بغیر زمرد کے سانپ کب اندھا ہوتا ہے؟

حکایت[3] آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در عزب خانہ

ان دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی ڈاڑھی والا اور ایک بغیر ڈاڑھی کا تھا وہ ایک رات

بخفتند، شبے اتفاقاً امرد خُشتے چند بردرِ مقعدِ خود انبار

اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر ڈاڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر

کرد و عاقبت دبّاب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از

لگا لیا اور انجام کار معلم نے اغلام کیا اور اُس نے اِن اینٹوں کو تدبیر سے

---

[1] دہ دلہ۔ متردد انسان۔ مُردہ۔ اُس طالب علم نے پہلے ہاتھ نکالا پھر اس نمدے کے نیچے سے سر بھی نکالا۔ گفت۔ پھر صدر جہاں سے کہا دیکھ میں نے کیسا وصول کیا۔ اے عنود۔ صدر جہاں نے جواب میں کہا جب تک تو مر نہ گیا مجھ سے نہ لے سکا انکار تو تجھے دینے سے کیا تھا۔ سر مُوتُوا۔ اس مقولہ "مرنے سے پہلے مرجاؤ" کا راز اب ہم سمجھے کہ مرنے کے بعد انعام اور عطیہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] غیر مردن۔ خدا کی جناب میں بھی جب تک فنا نہ حاصل کرو گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ یک عنایت۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذب سیکڑوں مجاہدوں سے بہتر ہے کیونکہ مجاہدوں میں عجب در یا پیدا ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ واں عنایت۔ جذب الٰہی اُس وقت آتا ہے جبکہ انسان فنا حاصل کر لے۔ بلکہ۔ اصل جذب الٰہی ہے، فنا کا مقام بھی بغیر جذب الٰہی کے حاصل نہیں ہوتا۔ آں۔ جذب کو زمرد اور نفس کو سانپ سمجھو سانپ زمرد سے ہی اندھا ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاڑھی کے دو تین بال جو عطائے خداوندی تھے وہ اُس چگی ڈاڑھی والے کیلئے فساد سے بچاؤ کا سبب بنے۔ عزب خانہ۔ جہاں صرف وہ لوگ ہوں جن کی بیویاں نہیں ہیں لہٰذا باب۔ معلم۔ دب۔ اغلام۔

بالائے مقعدِ اُو بر می داشت و آں کودک بیدار
مقعد سے ہٹا رہا تھا، وہ لڑکا جاگ گیا

شدُ و بخشم گفت کہ خشتہا گو چرا برداشتی و
اور غصہ سے کہا، کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور

اُو گفت چرا بنہادی
اُس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

اَمردے[1] و کوسۂ در انجمن ۔۔۔ آمدند و مجمعے بُد در وطن
ایک مجلس میں ایک امرد اور ایک چگی ڈاڑھی والا ۔۔۔ آئے اور مجمع شہر ہی میں تھا

مشتغل ماندند قومِ منتخب ۔۔۔ روز رفت و شُد زمانِ ثُلث شب
منتخب لوگ مشغول رہے ۔۔۔ دن چلا گیا اور ایک تہائی رات کا وقت ہو گیا

زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس ۔۔۔ ہم بخفتند آں شب از بیمِ عسس
اُس مردانے گھر سے وہ دونوں شخص نہ گئے ۔۔۔ کوتوال کے ڈر سے اُس رات وہیں سو بھی گئے

کوسہ[2] را بُد بر زنخداں چار مو ۔۔۔ لیک ہمچوں ماہ بدرش بُود رُو
چگی ڈاڑھی والے کی ٹھوڑی پر چار بال تھے ۔۔۔ لیکن اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا

کودکِ امرد بصورت بُود زشت ۔۔۔ ہم نہاد اندر پسِ کوں بیست خشت
نوخیز لڑکا صورت میں بُرا تھا ۔۔۔ پھر بھی اُس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھ لیں

لُوطی دَب بُرد شب از گمرہی ۔۔۔ خشتہا را نقل کرد آں مشتہی
اغلام باز نے بدنیتی سے رات میں اغلام (کا ارادہ) کیا ۔۔۔ اُس شہوت ناک نے اینٹیں ہٹا دیں

دَست بروے زد اُو از جائے جست ۔۔۔ گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
اُس نے اُس پر ہاتھ ڈالا وہ اپنی جگہ سے کودا ۔۔۔ بولا ہائے اے سگ پرست! تو کون ہے؟

گفت[3] ایں سی خشت چوں انباشتی ۔۔۔ گفت توسی خشت چوں برداشتی
اُس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کیں؟ ۔۔۔ اُس نے کہا تو نے تیس اینٹیں کیوں ہٹائیں؟

گفت اے فی النارِ خرسِ مردہ ریگ ۔۔۔ اَبلہ و بے خاصیت مانندِ ریگ
اُس نے کہا اے جہنمی، ریچھ، کمینے ۔۔۔ احمق اور بے نفع، ریت جیسے

کودکے بیمارم و از ضُعفِ خود ۔۔۔ کردم ایں جا احتیاط و مُرتقَد
میں بیمار لڑکا ہوں اور اپنی کمزوری سے ۔۔۔ اِس جگہ احتیاط کی تھی اور سونے کی جگہ بنائی

---

1. امرد۔نوخیز بغیر ڈاڑھی کا لڑکا۔کوسہ۔چگی ڈاڑھی والا۔انجمن۔یعنی خانقاہ۔مشتغل۔منتخب لوگ قوالی وغیرہ میں مصروف ہو گئے اور ایک تہائی رات تک یہ مصروفیت رہی۔زاں۔وہ دونوں کوتوال کے ڈر سے خانقاہ ہی میں سو گئے کہ کہیں کوتوال آوارہ گردی میں نہ پکڑ لے۔
2. کوسہ۔چگی ڈاڑھی والے کی ٹھوڑی پر دو چار بال تھے اور بہت حسین تھا۔کودک۔لڑکا بدصورت تھا پھر بھی اُس نے احتیاطاً اپنی مقعد کے پیچھے اینٹیں رکھ لیں۔ لوطی۔وہاں کوئی شخص تھا جس کو لواطت کی عادت تھی۔سگ۔یعنی نفس۔
3. گفت۔لوطی نے کہا تو نے اینٹیں کیوں اڑائیں، امرد نے کہا تو نے اینٹیں کیوں ہٹائیں۔گفت۔امرد نے کہا او جہنمی ریچھ۔مُردہ ریگ۔حقیر، کمینہ۔ایں جا۔ خانقاہ ہے یہاں کوئی بدمعاشی نہ ہو گی۔

گفت اگر[1] داری ز رنجوری تفے — چوں نرفتی جانبِ دار الشفے
اُس نے کہا، اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے — تو شفا خانہ کیوں نہ گیا؟

یا بخانہ یک طبیبے مشفقے — کو گشادے از سِقامت مُغلقے
یا کسی مہربان طبیب کے گھر — کہ وہ تیری بیماری کے پھندے کو کھول دیتا

گفت آخر من کجا یارم شُدن — کہ بہر جامے روم من ممتحن
اُس نے کہا آخر میں کہاں جاؤں؟ — کیونکہ میں مصیبت زدہ جہاں بھی جاتا ہوں

چوں تو زندیقے پلیدے مُلحدے — می برآرد سر بہ پیشم چوں ددے
تجھ جیسا بددین، ناپاک، ملحد — میرے سامنے درندہ کی طرح سر اُبھارتا ہے

خانقاہے کہ بُوَد بہتر مکاں — من ندیدم یک دمے دروے اماں
خانقاہ جو بہتر جگہ ہے — میں نے اس میں ایک لحہ کے لیے امن نہ دیکھا

رُو بمن آرند مُشتے خمر خوار — چشمہا پُر نطفہ کف خایہ فشار
شراب نوشوں کا گروہ میری طرف رُخ کرتا ہے — آنکھیں مستی سے بھری ہوئی ہاتھ خایہ پر پھیرتے ہوئے

یارِ[2] مر ناموس را غیرِ نظر — نیست لیکن زاں نظر دیں پُر خطر
آبرو والے کے لیے سوائے نظر (بازی) کے — (کچھ) نہیں ہے لیکن اُس نظر سے دین خطرے میں ہے

وانکہ ناموسی ست خود از زیرِ زیر — غمزہ دُزدد، میدہد مالش بکیر
وہ جو آبرو والا ہے، خود نیچے نیچے — چھپے اشارے کرتا ہے، خایہ کو ملتا ہے

خانقہ چوں ایں بُوَد بازارِ عام — چوں بُود خرگلۂ و دیوانِ خام
خانقاہ جب یہ عام بازار ہو — تو گدھوں کے گلے اور خام (کار) شیطانوں کا کیا حال ہوگا؟

خر کُجا ناموس و تقویٰ از کجا — خرچہ داند خشیت و خوف ورجا
کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ — خوف ورجا اور خدا سے ڈرنے کو گدھا کیا جانے؟

عقل[3] باشد ایمنی و عدل جُو — برزن و بر مرد اما عقل کو
امن اور انصاف کی جویاں عقل ہوتی ہے — مرد کے لیے اور عورت کے لیے، لیکن عقل کہاں ہے؟

ور گریزم من تروم سُوئے زناں — ہمچو یوسفؑ اُفتم اندر افتناں
اور اگر میں گریز کرتا ہوں، عورتوں کی جانب جاتا ہوں — (حضرت) یوسفؑ کی طرح فتنوں میں پڑ جاتا ہوں

یوسفؑ از زن یافت زندان و فشار — من شوم توزیع بر پنجاہ دار
(حضرت) یوسفؑ نے عورت کی وجہ سے قید خانہ اور شکنجہ بھگتا — میں پچاس سولیوں پر منقسم ہوتا ہوں

---

[1] اگر۔ لوطی نے کہا اگر بیمار تھا تو ہسپتال جاتا، یا کسی طبیب کے گھر چلا جاتا خانقاہ میں کیوں سویا۔ دار الشفی۔ شفا خانہ۔ سقامت۔ بیماری۔ گفت آخر۔ لڑکے نے کہا کہاں جاؤں جہاں جاتا ہوں مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ دد۔ درندہ۔ خانقا ہے۔ جب خانقاہ میں بھی امن نہ ملی تو کہاں ملے گی۔

[2] یار۔ جو لوگ بدنامی سے ڈرتے ہیں وہ چپکے چپکے اشارے اور نظر بازی کرتے ہیں جو دین۔ کے لیے خطرناک ہے۔ خانقہ۔ جب خانقاہ میں بھی بازاری لوگ ہیں تو اوباشوں کا اس سے اندازہ لگا لیا جائے۔ خر۔ عوام اور اوباش جو گدھوں کی طرح ہیں اُن میں نہ ناموس ہے نہ تقویٰ نہ خدا کا خوف اور نہ اُمید وبیم جو اصل ایمان ہے۔

[3] عقل۔ نیکی تو عقل کا تقاضا ہے لیکن اُن لوگوں میں عقل کہاں ہے۔ ور گریزم۔ یہ تو مردوں کا حال تھا اب عورتوں کا یہ حال ہے کہ ان کی وجہ سے مصیبت میں پھنستا ہوں۔ یوسف۔ حضرت یوسف کو تو عورتوں نے قید میں پھنسایا میرے لیے ہر طرف سولی ہی سولی ہے، مردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کے سبب سے بھی۔

آں[1] زناں از جاہلی بر من تنند　　اولیا شاں قصدِ جانِ من کنند

وہ عورتیں نادانی سے میرے چکر کاٹتی ہیں　　اُن کے سرپرست میری جان کے درپے ہوتے ہیں

نے ز مرداں چارہ دارم نز زناں　　چوں کُنم چوں نے ازینم نے ازاں

میرے لیے نہ مردوں سے مفر ہے، نہ عورتوں سے　　میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ ان میں سے؟

بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست　　گفت اُو با ایں دو مُو از غم بریست

اُس کے بعد لڑکے نے چگی ڈاڑھی والے کو دیکھا　　بولا وہ ان دو بالوں کی وجہ سے غم سے بری ہے

فارغست از خشت و از پیکارِ خشت　　وز چو تو مادر فروشِ کنگ و زشت

اینٹ اور اینٹ کی لڑائی سے بے نیاز ہے　　اور تجھ جیسے مادر فروش، ہٹے کٹے اور بدمعاش سے

برزنخ[2] سہ چار مُو بہرِ نمُوں　　بہتر از سی خِشت گردا گردِ کوں

ٹھوڑی پر، دکھاوے کے تین چار بال　　مقعد کے چاروں طرف تیس اینٹوں سے بہتر ہیں

ذرّۂ سایہ عنایت بہتر ست　　از ہزاراں کوششِ طاعت پرست

عنایت کے سایہ کا ایک ذرہ بہتر ہے　　اطاعت گذار کی ہزاروں کوششوں سے

زانکہ شیطاں خشت طاعت بر کند　　گر دو صد خشتست خود را رہ کند

کیونکہ شیطان، اطاعت کی اینٹ ہٹا دیتا ہے　　اگر دو سو اینٹیں ہوں اپنے لیے راستہ بنا لیتا ہے

باعنایت اُو ندارد زہرۂ　　تا بسازد خویشتن را بہرۂ

عنایت کے ہوتے ہوئے اُس کا پتا نہیں ہے　　کہ اپنے لیے کوئی حصہ لگائے

خشت[3] گر پُرست بنہادہ تُو است　　آں دوسہ مُو از عطای آنسو است

اینٹیں اگر بھری ہوئی ہیں، تیری رکھی ہوئی ہیں　　وہ دو تین بال، اُس جانب کی عطا ہیں

در حقیقت ہریکے مُو را ازاں　　خُرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں

حقیقت کے اعتبار سے اُن میں سے ہر بال کو　　چھوٹا نہ سمجھ، پہاڑ کی طرح بڑا سمجھ

کاں اماں نامہ و صلہ شاہنشہی ست　　خلعتِ خانِی قُطبِ آگہی ست

کیونکہ وہ شاہی امن نامہ اور عطیہ ہے　　قطبِ معرفت کی سرداری کا خلعت ہے

تو اگر صد قفل بنہی بر درے　　برکند آں جملہ را خیرہ سرے

تو اگر ایک دروازے پر سو تالے لگا دے　　کوئی سر پھرا اُن سب کو توڑ دے گا

---

[1] آں زناں۔ عورتیں مجھ پر گرتی ہیں اور اُن کے سرپرست میرے خون کے درپے ہوتے ہیں۔ نے ز مرداں۔ میرے لیے مرد بھی مصیبت کا سبب ہیں اور عورتیں بھی۔ چوں کنم۔ میں نہ مردوں میں ہوں نہ عورتوں میں، مرد مجھے عورت سمجھتے ہیں عورتیں مجھے مرد سمجھتی ہیں۔ بعد ازاں۔ ان باتوں کے بعد اُس امرد نے چگی ڈاڑھی والے کو دیکھا اور بولا کہ یہ ان دو چار بالوں کی وجہ سے سب غموں سے بے نیاز ہے۔ فارغست۔ یہ اینٹوں سے بھی بے نیاز ہے اور اینٹوں کے جھگڑے سے بھی مجھے اینٹیں اڑانی پڑیں اور پھر اینٹیں ہٹانے کے بارے میں تجھ سے جھگڑنا پڑا اور یہ تجھ جیسے ہٹے کٹے بدمعاش سے بھی بے نیاز ہے۔

[2] برزنخ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو ڈاڑھی کے دو چار بال تیس اینٹوں سے بہتر ثابت ہوئے۔ ذرہ۔ اسی طرح اللہ کے جذب کا ایک ذرہ، عبادت کی ہزار کوششوں سے بہتر ہے۔ زانکہ۔ شیطان عبادت کی اینٹیں اُکھاڑ دے گا اور اپنا راستہ بنالے گا۔ باعنایت۔ اگر جذبِ خداوندی ہے تو شیطان اُس میں اپنا حصہ نہ بنا سکے گا۔

[3] خشت۔ عبادت کی اینٹیں تیری جمع کی ہوئی ہیں مگر جذب، بالوں کی طرح عطیہ خداوندی ہے۔ در حقیقت۔ ڈاڑھی کے ایک بال کو بھی حقیر نہ سمجھ وہ کوہِ گراں ہے۔ کاں۔ ڈاڑھی اللہ کی جانب سے امن نامہ ہے اور وہ خلعت ہے جو قطبِ معرفت کو دی جاتی ہے۔ تو۔ اگر یہ عنایت اور مجاہدہ کے فرق کے لیے ایک مثال ہے کہ اگر انسان خود کسی جگہ سو تالے لگالے تو اس کو توڑ لیا جاتا ہے کوتوال اگر موم کی بھی مہر لگا دیتا ہے تو بڑے بڑے بہادر توڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔

شحنۂ از موم اگر مُہرے نہد — پہلواناں را ازاں دل بشکہد

کوتوال اگر موم کی مُہر لگا دیتا ہے — اُس سے پہلوانوں کا دل گھبراتا ہے

شحنہ گر مُہرے نہد از مومِ نرم — زاں بُود کوتاہ پنجہ شیرِ گرم

کوتوال، اگر نرم موم کی مُہر لگا دے — اُس سے پچاس عُصیلے شیر عاجز ہوتے ہیں

آں[1] دو سہ تارِ عنایت ہمچو کوہ — سَد شُدہ چوں فرِّ سیما در وجوہ

وہ دو تین عنایت کے تار، پہاڑ کی طرح — آڑ ہو گئے، جیسا کہ چہروں پر عظمت کا نشان

خِشت را مگذار اے نیکو سرشت — لیک ہم ایمن مخسپ از دیوِ زشت

اے نیک طبیعت! اینٹ کو بھی نہ چھوڑ — لیکن بد شیطان سے بے خوف نہ سو

رَو دُو تا مُو زاں کرم با دست آر — وانگہاں ایمن بخُسپ و غم مدار

جا، اُس کرم کے دو عدد بال حاصل کر لے — اور تب اطمینان سے سو، اور فکر نہ کر

نومِ عالم از عبادت بہ بُود — آنچناں علمے کہ متنبہ بُود

عالم کا سونا، عبادت سے بہتر ہے — ایسا علم جو آگاہی دینے والا ہو

آں[2] سکونِ سابح اندر آشنا — بہ ز جہدِ اعجمے با دست و پا

تیراکی میں تیراک کا سکون — اناڑی کی ہاتھ پاؤں کی کوشش سے بہتر ہے

دست و پا ساکن بآب اندر سباح — بہ رود از اعجمے با انتطاح

ہاتھ اور پاؤں ٹھہرے ہوئے، تیرنے میں — وہ بہتر چلے گا اناڑی سے باوجود ٹکر مارنے کے

اعجمی زد دست و پا و غرق شد — میرود سَبّاح ساکن چوں عمد[3]

اناڑی نے ہاتھ پاؤں مارے اور ڈوب گیا — تیراک، شہتیر کی طرح ساکن جا رہا ہے

عِلم دریائیست بیحدّ و کنار — طالب عِلم ست غوّاصِ بحار

علم ایک لامحدود بے ساحل کا دریا ہے — علم کا طالب، سمندروں کا غوطہ زن ہے

گر ہزاراں سال باشد عمرِ اُو — اُو نگردد سیر خود از جستجو

اگر اُس کی عمر ہزاروں سال کی ہو — وہ جستجو سے سیر نہ ہو گا

---

[1] آں دو سہ۔ وہ دو تین بال شر کے حفاظت کے لیے پہاڑ کی طرح تھے اور وہ ایسی علامت تھی جیسی عبادت گذاروں کے چہروں پر سجدوں کے نشان کی علامت۔ خشت۔ یعنی شیطان سے بچاؤ کی تدبیر اور مجاہدہ کرتا رہ لیکن صرف اُس پر بھروسہ نہ کر۔ رو۔ جذب الٰہی اور عنایت کے دو چار بال حاصل کر لے پھر قدرے مطمئن ہو جا۔ نوم عالم۔ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی مجاہدے پر ترجیح کے لیے ایک حدیث کا مضمون بیان فرمایا ہے، عالم کی نیند کو عبادت قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ عارف و عالم کی عبادت، جاہل کی عبادت سے افضل ہے لہٰذا عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے افضل ہوا۔ متنبہ۔ وہ علم جو دنیا اور آخرت کے نقصانات سے تنبیہ کرنے والا ہو۔

[2] آں سکوں۔ عالم سونے میں ساکن پڑا ہے اور غیر عالم عبادت میں ہاتھ پاؤں ہلا رہا ہے باایں ہمہ اُس کی یہ مثال سمجھو کہ ایک تیراک جو ماہر ہے وہ سکون سے پانی پر لیٹا ہوا تیر رہا ہے اور ایک اناڑی ہاتھ پاؤں مار کر تیر رہا ہے۔ سابح۔ تیراک۔ سباح۔ تیراکی۔ انتطاح۔ ٹکر مارنا۔

[3] عمد۔ لکڑی کے شہتیر کی طرح پانی پر چلا جا رہا ہے۔ جس طرح اس تیراک کا سکون دوسرے کی حرکات سے افضل ہے اسی طرح عالم کی نیند کا سکون جاہل کی عبادت کی حرکت سے بہتر ہے، اُس کے سونے میں اتنا اخلاص اور صحیح نیت ہو گی کہ جاہل کی عبادت میں بھی نہ ہو گی اور فضیلت کا مدار نیت اور اخلاص پر ہے۔ علم۔ اب علم کی فضیلت بیان کر کے اُس کی طلب کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ علم ناپیدا کنار دریا ہے اور طالب علم اُس میں سے موتی نکالتا ہے۔ گر ہزاراں۔ علم کی وہ لذت ہے کہ طالب علم کی اُس سے کبھی سیری نہیں ہوتی ہے۔

کاں[1] رسولِ حقؐ بگفت اندر بیاں ایں کہ مَنْهُوْمَانِ هُمَا لَا يَشْبَعَان
کیونکہ رسولِ حق صلی اللہ نے بیان میں فرمایا یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ہیں

در تفسیرِ ایں خبر کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ مَنْهُوْمَانِ
اس حدیث کی تفسیر جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو
لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ الدُّنْيَا وَطَالِبُ الْعِلْمِ کہ ایں علم
سیر نہیں ہوتے ہیں، دنیا کا طلب گار اور علم کا طلب گار کہ یہ علم دنیا کے
غیرِ علمِ دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علمِ دنیا ہم دنیا باشد
علم کے علاوہ ہو گا تاکہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر
بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالبُ الدُّنیا و
آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا
طالبُ الدُّنیا تکرار بُوَد نہ تقسیم مع تقریرہٖ
طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اُس کی پوری تقریر کے

طَالِبُ[2] الدُّنْيَا وَ تَوْفِيْرَاتِهَا طَالِبُ الْعِلْمِ وَ تَدْبِيْرَاتِهَا
دنیا کا طالب اور اُس کی ترقیوں کا علم کا طالب اور اُس کی تدبیروں کا

پس دریں قسمت چو بگماری نظر غیرِ دنیا باشد ایں علم اے پدر
تو اس تقسیم میں جب نظر کو جمائے گا اے باوا! یہ علم دنیا کا غیر ہو گا

غیرِ دنیا پس چہ باشد آخرت کِت کند زینجا و باشد رہبرت
تو دنیا کا غیر کیا ہوتا ہے؟ آخرت جو تجھے یہاں سے اُکھاڑے اور تیرا رہنما ہو

غیرِ دُنیا آخرت باشد یقیں کاں برد زینجات آنجا اے امیں
دنیا کا غیر، یقیناً آخرت ہے اے امین! کہ وہ تجھے اِس جگہ سے اُس جگہ لے جائے

بحث کردنِ آں سہ شہزادہ در تدبیرِ ایں واقعہ
اُن تین شہزادوں کا اِس واقعہ کی کھود کرید کرنا

رُو بہم[3] کردند ہرسہ مفتتن ہرسہ را یک درد و یک رنج و حزن
تینوں فتنہ میں مبتلا آپس میں متوجہ ہوئے تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و غم تھا

ہرسہ در یک فکر و یک سودا ندیم ہرسہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ساتھی تھے تینوں ایک رنج اور ایک بیماری کے بیمار تھے

[1] کاں۔ آنحضورؐ نے اِسی لیے فرمایا ہے کہ دو لالچی ایسے ہیں کہ کبھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے ایک عسلم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔ در تفسیر۔ مولانا نے فرمایا کہ یہاں علم سے مراد دین اور آخرت کا علم ہے اگر دنیوی علوم مراد لیے جائیں گے تو پھر تقسیم درست نہ رہے گی اس لیے کہ طالب دنیا اور طالب علم دنیا ایک چیز ہے۔

[2] طالب الدنیا۔ ایک سیر نہ ہونے والا دنیا اور اُس کی ترقیوں کا طالب ہے دوسرا سیر نہ ہونے والا علم اور اُس کی تدبیروں کا طالب ہے۔ قسمت۔ یعنی ایک دوسرے کا قسیم اور بالمقابل ہے، تو علم سے مراد علمِ آخرت ہوگا۔ کت۔ وہ علمِ دنیا میں مصروف نہ ہونے دے گا اور آخرت کا رہبر ہوگا۔ غیرِ دنیا۔ دنیا سے آخرت ہی میں ہو جانا ہے تو دنیا کے سوا ہی جگہ ہے۔

[3] رو بہم۔ تینوں شہزادے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مفتتن۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ یک فکر۔ تینوں کی ایک ہی فکر تھی ایک ہی قسم کا رنج اور ایک ہی قسم کی بیماری تھی یعنی تینوں شاہ کی حسین لڑکی کے فراق میں مبتلا تھے۔

درلے خموشی ہرسہ را خطرت یکے ۔۔۔ در سخن ہم ہرسہ را حجت یکے
خموشی میں، تینوں کا ایک ہی خیال تھا ۔۔۔ گفتگو میں، تینوں کی ایک ہی دلیل تھی

یک زمانے اشک ریزاں ہرسہ شاں ۔۔۔ برسرِ خوانِ مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں آنسو بہانے والے ہوتے ۔۔۔ مصیبت کے خوان پر خون چھڑکنے والے

یک زماں از آتشِ دل ہرسہ کس ۔۔۔ برزدہ با سوز چوں مجمر نفس
کسی وقت تینوں دل کی آگ کی وجہ سے ۔۔۔ انگیٹھی کی طرح سوزش کے ساتھ سانس لیتے

مقالتِ برادرِ بزرگ ترین

سب سے بڑے بھائی کی گفتگو

آں بزرگینؔ گفت کاے اِخوانِ خیر ۔۔۔ مانہ نر بودیم اندر نُصحِ غیر
اس بڑے نے کہا اے بھلے بھائیو! ۔۔۔ کیا ہم دوسرے کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے؟

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ ۔۔۔ از بلاؤ خوف و فقر و زلزلہ
متعلقین میں سے جو ہم سے شکوہ کرتا ۔۔۔ بلا اور خوف اور فقر اور زلزلہ کا

ماہمی گفتیم کم نال از حرج ۔۔۔ صبر کن کالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ
ہم کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالاں نہ ہو ۔۔۔ صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

ایںؔ کلیدِ صبر ما اکنوں چہ شد ۔۔۔ اے عجب منسوخ شُد قانوں چہ شُد
ہمارے صبر کی یہ کنجی اب کہاں گئی ۔۔۔ ہائے تعجب، قانون منسوخ ہو گیا، کیا ہو گیا؟

ما نمی گفتیم کاندر کشمکش ۔۔۔ اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم نہیں کہا کرتے تھے کہ کشمکش میں ۔۔۔ آگ کے اندر سونے کی طرح خوب ہنسو؟

ہرسپہ را وقتِ تنگا تنگِ جنگ ۔۔۔ گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ
جنگ کی تنگی. ترشی میں ہر سپاہی کو ۔۔۔ ہم نے کہا خبردار! رنگ متغیر نہ کر

آں زماں کہ بُود اسپاں را وطا ۔۔۔ جملہ سرہا بُریدہ زیرِ پا
جس وقت گھوڑوں کی روند ہوتی ۔۔۔ تمام کٹے ہوئے سر پاؤں کے نیچے ہوتے

ماسپاہِ خویش را ہے ہے کناں ۔۔۔ کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سِناں
ہم اپنے لشکر کو ہائیں ہائیں کرتے ۔۔۔ کہ غلبہ کے ساتھ بھالے کی طرح آگے بڑھو

جُملہ عالم را نشاں دادہ بصبر ۔۔۔ زانکہ صبر آمد چراغ و نورِ صدر
ہم نے تمام دنیا کو صبر کا پتا بتایا ۔۔۔ کیونکہ صبر، سینہ کا چراغ اور نور ہے

---

۱ درخموشی۔ چپ رہیں تو سب کا ایک ہی خیال یعنی شہزادی کا تصور تھا۔ درسخن۔ بات کریں تو ایک ہی بات یعنی شہزادی کا ذکر تھا۔ یک زماں۔ کبھی تینوں مل کر رونے لگتے کبھی تینوں گرم آہیں بھرنے لگتے۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ نفس۔ سانس۔

۲ بزرگیں۔ یعنی تینوں میں سے بڑا۔ اخوان۔ بھائی۔ نر۔ یعنی بہادر۔ از حشم۔ جب کبھی متعلقین میں سے کوئی مصیبت کا شکوہ کرتا تو ہم اس کو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی صبر سے کام لینا چاہیے۔ اس سے مقصد پورا ہوگا۔

۳ ایں کلید۔ ہم دوسروں کو صبر دلاتے تھے اب صبر کی وہ کنجی جس سے کشادگی آتی ہو ہمارے ہاتھ سے کہاں چلی گئی۔ مانمی گفتیم۔ ہم دوسروں کو کہتے تھے کہ مصیبت کا وقت خندہ پیشانی سے گذرنا چاہیے۔ رنگ۔ یعنی ڈر سے زرد نہ بن۔ وطا۔ پامالی۔ ماسپاہ۔ ہم اپنے لشکر سے کہتے تھے بھالے اور تیر کی نوک کی طرح آگے گھس جاؤ۔ جملہ عالم۔ ہم سب کو صبر کی تلقین کرتے تھے کہ صبر سے دل روشن ہوتا ہے۔

نوبتِ[1] ما شد چه خیره سر شدیم — چوں زنانِ زشت در چادر شدیم

جب ہماری باری آئی ہم کیسے حیران ہو گئے — بدصورت عورتوں کی طرح ہم چادر میں ہو گئے

اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم — گرم کُن خود را و از خود آر شرم

اے دل! کہ تو نے سب کو مستعد کیا — اپنے آپ کو مستعد کر، اور اپنے سے شرم کر

اے زباں کہ جُملہ را ناصح بُدی — نوبتِ تو گشت از چہ تن زدی

اے وہ زبان! جو سب کو نصیحت کرنے والی تھی — تیری باری آئی تو تُو خاموش کیوں ہو گئی؟

اے خِرد کُو پندِ شکرخایِ تُو — دورِ تست اینُدم چہ شُد ہیہایِ تُو

اے عقل! تیری میٹھی نصیحت کہاں گئی؟ — اب تیری باری ہے، تیری ہائے ہُو کہاں گئی؟

اے زدلہا بُردہ صد تشویش را — نوبتِ تو شُد بجُنباں ریش را

اے (عقل) ! تُو دلوں سے سیکڑوں پریشانیوں کو دور کیا کرتی ہے — تیری باری آ گئی، ڈاڑھی ہلا دے

از غری ریش ارکنوں دُزدیدہَ — پیش ازیں بر ریشِ خود خندیدہَ

اگر اب بدلی کی وجہ سے تو نے ڈاڑھی کو چھپا لیا ہے — اس سے پہلے تو اپنی ڈاڑھی پر ہنسی تھی

وقتِ[2] پندِ دیگرانے ہائے ہائے — درغمِ خود چوں زنانے وائے وائے

دوسروں کو نصیحت کے وقت، ہائے ہائے — اپنے غم میں عورتوں کی طرح، وائے وائے

چوں بدردِ دیگراں درماں بُدی — درد مہمانِ تُو آمد تن زدی

جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھی — درد تیرا مہمان بن کر آیا، تو خاموش ہو گئی

بانگِ بر لشکر زدن بُد سازِ تُو — بانگ برزن چہ گرفت آوازِ تُو

لشکر کو للکارنا تیرا طریقہ تھا — (اب) للکار، تیری آواز کو کس نے پکڑ لیا؟

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہُوش — زاں نسیجِ خود بغلطاقے بپُوش

جو تو نے پچاس سال ہوشیاری سے بُنا — اُس بُنے ہوئے سے ایک بغلطاق پہن لے

از[3] نوایت گوشِ یاراں بُود خوش — دست بیروں آرو گوشِ خود بکش

تیری آواز سے دوستوں کے کان خوش تھے — ہاتھ باہر نکال اور اپنا کان کھینچ

سَربُدی پیوستہ خود را دُم مکُن — پاؤ دست و ریش و سُبلت گم مکُن

تو ہمیشہ سر تھی اپنے آپ کو دُم نہ بنا — پاؤں اور ہاتھ اور ڈاڑھی اور مونچھ گم نہ کر

بازی آنِ تُست بَر رُویِ بساط — خویش را در طبع آر و در نشاط

بساط پر بازی تیری ملکیت ہے — اپنے آپ کو (خوش) طبعی اور نشاط میں لا

---

1. نوبت۔ جب ہماری باری آئی تو ہم عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے بیٹھ گئے۔ اے دل۔ پھر اپنے دل کو دلاسا دیتا۔ اے زباں۔ اُس شہزادے نے اپنی زبان کو نصیحت کی کہ تو دوسروں کو نصیحت کرتی تھی اب کیوں خاموش ہے۔ اے خرد۔ اپنی عقل کو کہا تو بڑی نصیحتیں کرتی تھی اب کیوں چپ ہے۔ بجنباں ریش را۔ پہلے قصہ گذرا ہے کہ سلطان محمود نے کہا تھا میں ڈاڑھی ہلا دیتا ہوں تو لوگوں کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔ غری۔ بدلی۔ بر ریشِ خود۔ پہلے تو دوسروں کی ڈاڑھی پر ہنسا کرتی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہنسی تیری خود اپنی ڈاڑھی پر تھی۔
2. وقت۔ دوسروں کو نصیحت کرتے وقت تو اُن کو تنبیہ کرتی تھی اب عورتوں کی طرح وائے وائے کر رہی ہے۔ درماں۔ تو دوسروں کے مرض کا علاج تھی، اب اپنے مرض کے وقت کیوں چپ ہے۔ بانگ۔ لشکر پر چیختی تھی اب تیری آواز کیوں بیٹھ گئی۔ نسیج۔ بُنا ہوا کپڑا۔ بغلطاق۔ قبا، بڑی ٹوپی۔
3. از نوایت۔ تیری آواز سے دوست خوش تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گوشمالی کر۔ سربدی۔ تو سر تھی اب اپنے آپ کو دُم نہ بنا اور ذلیل نہ کر اور اپنی قوت و ہمت پر عمل کر۔ بازی۔ رنجیدہ نہ ہو اور طبیعت میں نشاط پیدا کر کے بازی جیت لے۔ بساط۔ شطرنج کا فرش۔

این[1] حکایت گوش کن اے با خرد تابدانی اندریں معنی سند

اے عقلمند! یہ حکایت سُن لے تاکہ اِس سلسلہ میں ایک سند کو جان جائے

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس در آورد

اِس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لایا

و بنشاند و ساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد رُوی

اور بٹھا دیا اور ساقی نے اُس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اُس

از ساغر بگردانید و تُرشی و تُندی آغاز کرد، شاہ ساقی را.

نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بدمزاجی شروع کر دی بادشاہ

گفت ہیں در طبعش آر ساقی مُشت چند برسرش کوفت

نے ساقی سے کہا، ہاں اُس کا مزاج ٹھکانے کر دے ساقی نے چند گھونسے اُس کے

و شراب بخوردش داد

سر پر مارے اور اس کو شراب پینے کے لیے دے دی

پادشاہے مست اندر بزمِ خوش می گذشت آں یک فقیہے بردرش

ایک بادشاہ خوشی کی محفل میں مست تھا اُس کے دروازے پر ایک فقیہ گذر رہا تھا

کرد اِشارت کش دریں مجلس کشید ویں شرابِ لعل در خوردش دہید

اُس نے اشارہ کر دیا کہ اس کو اِس مجلس میں کھینچ لاؤ اور یہ سُرخ شراب اُس کو پینے کے لیے دے دو

پس کشیدندش بشہ بے اختیار شست در مجلس تُرش چوں زہر مار

وہ اُس کو جبراً بادشاہ کے پاس کھینچ لائے وہ زہرمار کی طرح مجلس میں منہ بنا کر بیٹھ گیا

عرضہ[2] کردش مے نہ پذ رفت اُو بخشم از شہ و ساقی بگردانید چشم

اُنہنے اسکے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ سے قبول نہ کی بادشاہ اور ساقی نے نگاہ پھیر لی

کہ بعُمر خود نخوردستم شراب خوشتر آید از شرابم زہر ناب،

کہ میں نے زندگی بھر شراب نہیں پی ہے مجھے خالص، زہر، شراب سے اچھا لگتا ہے

ہیں[3] بجایِ مے، مرا زہرے دہید تامن از خویش و شما از من رہید

ہاں! مجھے شراب کی بجائے زہر دے دو تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤں

مے نخوردہ عُربدہ آغاز کرد گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد

بغیر شراب پیے، لڑائی دنگا شروع کر دیا وہ موت اور درد کی طرح مجلس میں گراں بن گیا

---

[1] ایں حکایت۔ اِس حکایت میں کبھی طبیعت کونشاط میں لانے کا ذکر ہے۔ پادشاہے۔ ایک بادشاہ محفل نشاط میں شراب نوشی کر رہا تھا دروازے کے سامنے سے ایک فقیہ طالب علم گذرا۔ کرد۔ بادشاہ نے مصاحبوں کو اشارہ کیا کہ اس کو پکڑ لائیں اور شراب پلائیں۔

[2] عرضہ کردش۔ ساقی نے اُس کو شراب دی اُس نے بادشاہ اور ساقی سے مُنہ پھیر لیا۔ کہ بعمر۔ میں نے تمام عمر شراب نہیں پی مجھے زہر دے دو وہ اس شراب سے اچھا ہے۔ زہر ناب۔ خالص زہر۔

[3] ہیں۔ وہ فقیہ بولا بہتر یہ ہے کہ مجھے شراب کے بجائے زہر دے دو تاکہ میں نجات پا جاؤں۔ عربدہ۔ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے وہ سب کے لیے مصیبت بن گیا۔

ہمچو[1] اہلِ نفس و اہلِ آب و گِل
جس طرح اہلِ نفس اور اہل جسم
حق ندارد خاصگاں را در کمون
اللہ (تعالیٰ) خاص لوگوں کو پوشیدگی میں نہیں رکھتا
عرضہ میدارند بر محجوب جام
وہ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں
رُو ہمی گرداند از ارشادِ شاں
وہ اُن کے ارشاد سے رُوگردانی کرتا ہے
گرز گوشش تا بحلقش رَہ بُدے
اگر اُس کے کان سے، اُس کے حلق تک راستہ ہوتا
چوں[2] ہمہ نارست جانش نیست نُور
کیونکہ اُس کی جان بالکل آگ ہے، نور نہیں ہے
مغز بیروں ماند و قشر گفت رفت
مغز باہر رہا اور گفتگو کا چھلکا (اندر) گیا
نارِ دوزخ جُز کہ قشر افشار نیست
دوزخ کی آگ پوست گیر کے سوا کچھ نہیں
ور بوُد بر مغز نارے شُعلہ زن
اور اگر مغز پر کوئی آگ شعلہ زن ہو
تا کہ[3] باشد حق حکیم، ایں قاعدہ
جب تک اللہ (تعالیٰ) حکیم ہے، یہ قاعدہ
مغزِ نُغز و قِشرہا مغفور ازُو
مغز عمدہ ہے اور اُس کی وجہ سے چھلکے بخشے ہوئے ہیں
از عنایت گر بکوبد برسرش
عنایت سے اگر اللہ تعالیٰ اُس کا سر کوٹ دیں

دَر جہاں بنشستہ با اصحابِ دل
اصحابِ دل کے ساتھ دنیا میں بیٹھے ہوئے ہیں
از مئے ابرار، جُز در یشربوُن
نیکوں کی شراب سے سوائے اسکے کہ وہ پینے والوں میں ہیں
حِس نمی یابد ازاں غیرِ کلام
حس اُس سے بجز کلام کے کچھ حاصل نہیں کرتا
کہ نمی بیند بدیدہ دادِ شاں
کیونکہ وہ آنکھ سے اُن کی عطا کو نہیں دیکھتا
سِرِّ نُصح اندر درونش در شُدے
تو نصیحت کا راز اُس کے اندر پہنچتا
کہ افگند در نار سوزاں جُز قشور
چھلکوں کے سوا جلتی آگ میں کون ڈالتا ہے؟
کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
چھلکے سے معدہ گرم اور موٹا کب ہوتا ہے؟
نار را باہیچ مغزے کار نیست
آگ کو کسی مغز سے سروکار نہیں ہے
بہرِ پختن داں نہ بہرِ سوختن
پکانے کے لیے جان، نہ کہ جلانے کے لیے
مستمر داں تا بری زاں فائدہ
جاری سمجھ، تاکہ تو اُس سے فائدہ اُٹھا لے
مغز را پس چوں بسوزد، دُور ازُو
تو وہ مغز کو کیسے جلا دے گا؟ اُس سے بعید ہے
اشتہا آرد شرابِ احمرش
وہ اُس کو سُرخ شراب کی خواہش پیدا کر دیتا ہے

[1] ہمچو۔ پہلے ظاہری شراب نہ پینے والے کا شرابیوں سے اعراض اور انقباض کا ذکر تھا اب مولانا نے معنوی شراب نہ پینے والوں کا شرابِ معرفت پینے والوں سے انقباض کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ نفس۔ یعنی وہ لوگ جن کو شرابِ معرفت حاصل نہیں ہے۔ اصحابِ دل۔ اہلِ دل، اصحابِ معرفت۔ حق ندارد۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بروقت شرابِ معرفت پلاتا رہتا ہے۔ عرضہ۔ یہ لوگ دنیاداروں پر وہ شراب پیش کرتے ہیں لیکن وہ اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے ہیں۔ کہ۔ کیونکہ اُن کی نظر، اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ گرز گوشش۔ اگر اُن کے کان سے حلق تک راہ ہوتی تو اُس کلام کی حقیقت اُن کے دل پر اثر کرتی۔

[2] چوں ہمہ۔ اُن لوگوں کے دل پر شہوت کی آگ ہے اور آگ تک چھلکے ہی پہنچتے ہیں۔ مغز۔ کلام کا مغز تو باہر رہ گیا معدے میں صرف چھلکے پہنچے اُن سے کوئی قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ نارِ دوزخ۔ آگ میں صرف چھلکے جھونکے جاتے ہیں اسی لیے جہنم میں وہ لوگ جائیں گے جو مغزِ حقیقت سے خالی ہوں گی۔ ور بود۔ اگر مومنین جہنم میں جائیں گے تو وہ پختہ کرنے کے لیے بھیجے جائیں گے اور اُس سے اُن کی معصیتوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

[3] تا کہ۔ جب تک اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے حکمت والا ہے، یہ قاعدہ جاری رہے گا کہ وہ مغز کو جہنم میں نہ جلائے گا۔ مغز۔ مغز والے تو اس قدر بہتر ہوں گے کہ ان کی شفاعت سے چھلکوں والے بھی بخشے جائیں گے۔ از عنایت۔ اگر عنایتِ خداوندی اور جذبِ الٰہی اعراض کرنے والے کی سرکوبی کر دے تو اس کو شراب کی خواہش پیدا ہو جائے گی جس طرح اس فقیہ میں پیدا ہو گئی تھی۔

ورنہ[1] کوبد ماند او بستہ دہاں
اور اگر نہ کوٹیں وہ بستہ دہن رہ جائے

گفت شہ با ساقیش اے نیک پے
شاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم!

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خِرد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے

آفتاب[2] و مشرق و تنویرِ او
سورج اور مشرق اور اُس کی روشنی

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن
آسمان کو فوراً چکر میں لے آئے

عقل کو عقلِ دِگر را سخرہ کرد
جس عقل نے دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو

چند سیلی برسرش زد گفت گیر
چند چپت اُس کے سر پر لگائے، کہا لے لے

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ
مست اور خوش ہو گیا اور باغ کی طرح کھل گیا

شیر[3] گیر و خوش شُد انگشتک بزد
نیم مست اور خوش ہوا، چٹکیاں بجانے لگا

یک کنیزک بُود در مبرز چو ماہ
بیت الخلا میں چاند جیسی ایک لونڈی تھی

چوں بدید او را دہانش باز ماند
جب اُس نے اُسے دیکھا اُس کا منہ کھلا رہ گیا

عُمرہا بُودہ عزب مُشتاق و مست
عمر بھر کنوارا، مشتاق اور مست رہا تھا

پس طپید آں دُختر و نعرہ فراشت
وہ لڑکی مچلی اور شور کیا

چوں فقیہ از شُرب و بزمِ ایں شہاں
شاہوں کی محفل اور شراب سے، فقیہ کی طرح

چہ خموشی دہ بطبعش آرہے
تو کیوں چپ ہے، دے، ہاں اُس کا مزاج ٹھیک کر دے؟

ہر کرا خواہد بفن از خود برد
جس کو چاہے، تدبیر سے خودی سے نکال دے

چوں اسیراں بستہ در زنجیرِ او
قیدیوں کی طرح اُس کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں

چوں بخواند در دماغش نیم فن
جب اُس کے دماغ میں تھوڑا سا فن پڑھ دے

مُہرہ زُو دارد ویست اُستادِ نرد
وہ مہرہ اُس سے رکھتی ہے، نرد کا استاد وہی ہے

در کشید از بیمِ سیلی آں زحیر
وہ مصیبت زدہ چپت کے ڈر سے چڑھا گیا

در ندیمی و مضاحک رفت ولاغ
مصاحبت اور خوش مذاقی اور تمسخر میں لگ گیا

سُوی مَبرز رَفت تا میزک کند
بیت الخلا کی جانب گیا، تاکہ پیشاب کر لے

سخت زیبا رُو ز قرناقانِ شاہ
شاہ کے خادموں میں سے، بہت خوبصورت

عقل رفت و تن ستیم پرداز ماند
عقل چلی گئی مظلوم جسم رہ گیا

بر کنیزک دَر زماں دَر زد دو دست
فوراً لونڈی پر دونوں ہاتھ رکھ دیے

بر نیامد باوے و سُودے نداشت
اُس سے کچھ بن نہ پڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

---

[1] ورنہ کوبد۔ اور اگر عنایتِ خداوندی سرکوبی نہ کرے تو اُس فقیہ کی طرح اُن بادشاہوں کی شراب سے محروم رہے گا جو سرکوبی سے پہلے محروم تھا۔ گفت شہ۔ شاہ نے ساقی سے کہا کہ اِس فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دے۔ دہ۔ یعنی اُس کو شراب دے۔ ہست۔ جس طرح ساقی نے فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دیے اِسی طرح عقل پر ایک پوشیدہ ذات حاکم ہے جو عقل کو خودی سے بےخود کر دیتی ہے۔

[2] آفتاب۔ اُس ذات کے قبضہ میں پوری کائنات ہے۔ چرخ۔ آسمان اُس کے معمولی حکم کا پابند ہے۔ عقل۔ اگر کسی کی عقل میں تابع کر لینے کی قوت ہے تو وہ اُسی کی عطا کردہ ہے۔ چند سیلی۔ ساقی نے اُس فقیہ کے چند چپت لگائے تو اُس کی عقل ٹھکانے آ گئی۔ زحیر۔ یعنی پیچ و تاب میں پڑا ہوا۔ ندیمی۔ مصاحبت۔ مضاحک۔ ہنسی کی باتیں۔ لاغ۔ مذاق۔

[3] شیر گیر۔ نشہ کا ایک درجہ ہے۔ مبرز۔ بیت الخلا۔ میزک۔ پیشاب۔ قرناقاں۔ قرناق کی جمع ہے، خدمت کار، کنیزک۔ عزب۔ غیر شادی شدہ مرد، کنوارا۔ در زد۔ یعنی دونوں ہاتھوں سے اس کو گرفت میں لے لیا۔ پس طپید۔ اس لڑکی نے گرفت سے چھوٹنے کی بہت کوشش کی۔ بر نیامد۔ کچھ بن نہ پڑا۔

زن[1] بدستِ مرد در وقتِ لِقا
چوں خمیر آمد بدستِ نانبا
ملاقات کے وقت، عورت مرد کے ہاتھ میں
نانبائی کے ہاتھ میں خمیر کی طرح ہوتی ہے

بسرشد گاہیش نرم و گہ درشت
زو برآرد چاق چاقے زیرِ مُشت
وہ اُس کو کبھی نرم گوندھتا ہے اور کبھی سخت
مٹھی کے نیچے اُس کی آواز کھچا کھچ نکلتی ہے

گاہ پہنش واکشد بر تختۂ
در ہمش آرد گہے یک لختۂ
کبھی اُس کو تختے پر پھیلا دیتا ہے
کبھی اُس کو ایک دم سے سمیٹ لیتا ہے

گاہ دروے ریزد آب و گہ نمک
از تنور و آتشش سازد محک
کبھی اُس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک
تنور اور آگ سے اُس کا امتحان کرتا ہے

ایں[2] چنیں پیچند مطلوب و طلوب
اندریں لعب اند مغلوب و غلوب
اِسی طرح عاشق اور معشوق لپٹ جاتے ہیں
اِس کھیل میں غالب، اور مغلوب ہوتے ہیں

ایں لعب تنہا نہ شُورا بازن ست
ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست
یہ کھیل نہ صرف شوہر کا بیوی سے ہے
ہر عاشق و معشوق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم و حادث و عین و عرض
پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض
قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض کا
ویس اور رامین کی طرح گتھنا ضروری ہے

لیک لعب ہریکے رنگے دگر
پیچشِ ہریک ز فرہنگے دگر
لیکن ہر ایک کا کھیل دوسرے رنگ کا ہے
ہر ایک کا گتھنا دوسرے طریقہ کا ہے

شُوی وزن را گفتہ شُد بہرِ مثیل
کہ[3] مکُن اے شوی زن را بد گسیل
شوہر اور بیوی مثال کے لیے کہہ دیے گئے ہیں
کہ اے شوہر بیوی کو بُری طرح رخصت نہ کر

آں شبِ گردک نہ ینگا دست اُو
خوش امانت داد اندر دستِ شُو
کیا نہیں ہے کہ چھپر کھٹ کی رات، مشاطہ نے اُس کا ہاتھ
شوہر کے ہاتھ میں بہتر امانت کے طور پر دیا

کانچہ با اُو تو کُنی اے مُعتمد
از بدو نیکی، خدا باتو کُند
کہ اے معتمد! جو تو اُس کے ساتھ کرے
بھلی بُری، خدا تیرے ساتھ کرے گا

ایں زنِ دنیا کہ ہست اُو مستِ تُو
حق امانت داوش اندر دستِ تُو
یہ دنیا عورت، جو تجھ پر فریفتہ ہے
اللہ نے تیرے ہاتھ میں اُس کو امانت دیا ہے

1 زن۔ ایسے وقت میں عورت مرد کے ہاتھ میں اِس طرح ہوتی ہے جس طرح خمیر نانبائی کے ہاتھ میں۔ بسرشد۔ با زائدہ ہے سرشد سرشتن بمعنی گوندھنا کا فعل مضارع ہے۔ گاہ۔ نانبائی خمیر کو کبھی پھیلاتا ہے کبھی سمیٹتا ہے یہی حال مرد، عورت کا کرتا ہے۔ گاہ دروے۔ غرضیکہ جس طرح نانبائی خمیر میں تصرفات کرتا ہے اِسی طرح مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے۔

2 ایں چنیں۔ طلوب اور غلوب یعنی شوہر مطلوب اور مغلوب یعنی عورت سے لپٹتا ہے۔ ہر عشیق۔ یعنی کائنات میں سے ہر عاشق کا اپنے معشوق کے ساتھ یہی طریقہ ہے عالم کی اشیا میں باہمی تجاذب ہے اور ایک دوسرے پر عاشق ہے جس کو مولانا متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔ ویس۔ مشہور معشوقہ ہے۔ رامیں۔ مشہور عاشق ہے۔ لیک۔ مرد اور عورت کی ملاعبت اور طرح کی ہے اور کائنات کی دوسری چیزوں کی ملاعبت اور چمٹاؤ دوسری طرح کی ہے۔ شوی۔ قرآن پاک میں مرد اور عورت کے حقوق کا تذکرہ بطور تمثال کیا گیا ہے ورنہ یہ جوڑ صرف مرد و عورت ہی کا نہیں ہے۔

3 کہ مکن۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ شوہر اگر عورت کو طلاق دے اور جدا بھی کرے تو بُری طرح نہ کرے فرمایا گیا اَو تَسرِیحٌ بِاِحسَان "یا اُس کو خوبی کے ساتھ جدا کرتا ہے" گردک۔ دلہن کا چھپر کھٹ۔ ینگا۔ یا نون سے پہلے ہے بھاوج، چچی، مشاطہ۔ ایں زن۔ جس طرح مرد و عورت کے حقوق ہیں اسی طرح انسان پر زنِ دنیا کے بھی حقوق ہیں یہ بھی اللہ نے بطور امانت انسان کے ہاتھ میں دی ہے۔

حاصل[1] اینجا آں فقیہ از بیخودی
خلاصہ یہ ہے کہ اُس جگہ بے خودی کی وجہ سے اُس فقیہ میں
آں فقیہ اُفتاد برآں حُور زاد
وہ فقیہ اُس حور کے بچے پر پڑ گیا
جاں بجاں پیوست و قالبہا تچید
جان جان سے پیوستہ ہو گئی اور جسم سکڑ گئے
چہ سقایا، چہ ملک، چہ ارسلاں
کیسا جام، کیسا بادشاہ، کیسا ارسلان؟
چشم شاں اُفتادہ اندر عین[2] و غین
اُن کی آنکھیں عین اور غین میں پڑ گئی تھیں
یافت ہریک شاں ازاں دیگر مُراد
ہر ایک نے دوسرے سے مقصود پا لیا
شد دراز و کو طریقِ بازگشت
دیر ہو گئی اور واپسی کا راستہ کہاں؟
شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ
بادشاہ آ گیا، تا کہ واقعہ دیکھے
آں فقیہ از بیم برجست و برفت
وہ فقیہ ڈر سے کھڑا ہو گیا اور چل دیا
شہ[3] چو دوزخ پُر شرار و پُر نکال
بادشاہ دوزخ کی طرح چنگاریوں اور عذاب سے پُر
چوں فقیہش دید رُخ پُر خشم و قہر
فقیہ نے جب اُس کا چہرہ غصہ اور غضب سے بھرا ہوا دیکھا
بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار
اُس نے ساقی کو آواز دی کہ اے (مجلس کو) گرم رکھنے والے
خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا
بادشاہ کو ہنسی آ گئی، بولا اے پاکیزہ!

نے عفیفی ماندش و نے زاہدی
نہ پاکدامنی رہی اور نہ پرہیزگاری
آتشِ او اندراں پنبہ فتاد
اُس کی آگ روئی میں لگ گئی
زن چو مُرغِ سَر بُریدہ می طپید
لڑکی سر کٹے مرغ کی طرح تڑپ رہی تھی
چہ حیا، چہ دین و زُہد و خوفِ جاں
کیسی حیا، کیسا دین اور زہد اور جان کا ڈر؟
نے حُسن پیداست انجانے حُسین
وہاں نہ حُسن ظاہر تھا، نہ حُسین
طبع ہریک خُرم و دل گشت شاد
ہر ایک کی طبیعت خوش اور دل شاد ہو گیا
اِنتظارِ شاہ ہم از حد گذشت
بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا
دید آنجا زلزلہ والقارِعہ
وہاں اُس نے زلزلہ اور قارعہ دیکھا
سوئے مجلس، جام را بربود تفت
مجلس کی جانب اور فوراً جام اُچک لیا
تشنۂ خونِ دو جُفتِ بد فعال
بدکار جوڑے کے خون کا پیاسا
تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جام زہر
کہ زہر کے پیالہ کی طرح کڑوا اور خونی ہو گیا ہے
چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر
سُست کیوں بیٹھا ہے، دے، اس کو مزاج پر لا
آمدم باطبع آں دختر تُرا
میں مزاج پر آ گیا، وہ لڑکی تیرے لیے ہے

[1] حاصل۔ مولانا نے پھر اُس فقیہ کا ذکر شروع کیا ہے کہ اس لونڈی کے ساتھ وہ ایسا بے خود ہوا کہ اس سے پاکدامنی اور زہد و تقویٰ رخصت ہو گیا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ اُس لونڈی کو چپٹ گیا اور اسکی آتش شہوت لونڈی کی روئی میں لگ گئی۔ تچید۔ تچیدن، جماع کے وقت اپنے آپکو سمیٹنا۔ سقایہ۔ یعنی جام شراب۔ ارسلاں۔ شیر یعنی بادشاہ۔
[2] عین و غین۔ دونوں اندھا کے معنی میں ہیں مراد اندھا ہے۔ حسن و حسین۔ یعنی بڑا چھوٹا۔ یافت۔ دونوں نے اپنی مراد حاصل کر لی اور ہر ایک کا دل خوش ہو گیا۔ دراز۔ یعنی واپسی کا وقت۔ زلزلہ۔ یعنی عورت کا کانپنا۔ القارعہ۔ یعنی مرد کا عورت کو کھٹکھٹانا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ لونڈی کے پاس سے فوراً مجلس میں پہنچ گیا اور جام ہاتھ میں تھام لیا۔
[3] شہ۔ بادشاہ دوزخ کی طرح بھڑک رہا تھا اور دونوں بدکاروں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ چوں۔ جب فقیہ نے بادشاہ کے غصہ کی یہ حالت دیکھی۔ بانگ۔ فوراً زور سے ساقی کو کہا کہ سست کیوں بیٹھا ہے بادشاہ کو جام دے اور اس کو نشاط پر لا، یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے فقیہ کی ناگواری کے وقت کہا تھا۔ گرم دار۔ یعنی محفل کو گرمانے والا۔ نشستی۔ نشستی۔ کیا۔ پاکیزہ، پہلوان، آقا۔ آں دختر میں نے یہ لونڈی تجھے بخشی۔

پادشاہم[1] کارِ مَن عدلست و داد
میں بادشاہ ہوں، میرا کام انصاف اور عطا ہے

آنچہ آں را مَن نہ نوشم ہمچو نوش
میں جس چیز کو شہد کی طرح نہ پیوں

آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش
جو میٹھی اور اچھی چیز میں کھاتا ہوں

زاں خورانم مَن غلاماں را کہ من
میں غلاموں کو اُسی میں سے کھلاتا ہوں

زاں خورانم بندگاں را از طعام
میں غلاموں کو وہی کھلاتا ہوں

من چو پوشم از خز و اطلس لباس
میں جو ریشمین اور اطلس پہنتا ہوں

شرم[2] دارم از نبیؐ ذوفنون
مجھے ہُنرمند نبیؐ سے شرم آتی ہے

مصطفیٰؐ کرد ایں وصیت با بنون
(حضرت) مصطفیٰؐ نے فرزندوں کو یہ وصیت کی ہے

شُد فقیہ و بُرد با خود جُفتِ خوب
فقیہ روانہ ہو گیا اور حسین بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا

دیگراں را بس بطبع آوردہٖ
تو دوسروں کو بہت مزاج پر لایا ہے

ہم[3] بطبع آور بمردی خویش را
اپنے آپ کو بھی مردانگی سے

چوں قلاؤزیِ صبرت پَر شود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پر بن جائے

مصطفیٰؐ بیں چونکہ صبرش شُد بُراق
(حضرت) مصطفیٰؐ کو دیکھ لے، صبر جب اُن کا براق بن گیا

زاں خورم کہ یار را جُودم بداد
میں وہی کھاتا ہوں جو میرے دوست کو میری سخا نے دیا ہے

کے دہم درخوردِ یارِ خویش و توش
میں اپنے دوست کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا؟

میدہم درخوردِ یار از پیچ و شش
ہر چیز میں سے دوست کے لائق دیتا ہوں

می خورم برخوانِ خاصِ خویشتن
جو میں اپنے مخصوص دسترخوان پر کھاتا ہوں

کہ خورم مَن خود ز پختہ یا کہ خام
جو میں خود پختہ یا کچا کھاتا ہوں

زاں بپوشانم حشم را نے پلاس
میں متعلقین کو وہی پہناتا ہوں، نہ کہ ٹاٹ

اَلْبِسُوْھُمْ گفت مِمَّا تَلْبَسُوْن
فرمایا ہے "اُن کو وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو"

اَطْعِمُوا الْاَذْنَابَ مِمَّا تَأْکُلُوْن
"متعلقین کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو"

از عطایِ خاصِ کشّاف الکروب
مصائب کو رفع کرنے والے کی خاص عطا سے

در صبوری چُست و راغب کردہٖ
صبر کرنے میں چست اور رغبت کرنے والا بنایا ہے

پیشوا کُن عقلِ صبر اندیش را
صابر عقل کو پیشوا بنا

جاں باوجِ عرش و کرسی برشود
جان، عرش و کرسی کی بلندی پر پہنچ جائے

برکشانیدش بابالائے طباق
وہ اُن کو طبقوں کے اُوپر لے گیا

---

[1] پادشاہم۔ میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے میں بھی وہی کھاتا ہوں جو کسی دوسرے کو کھلاتا ہوں۔ آنچہ۔ جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں دوست کے لیے بھی ناپسند کرتا ہوں۔ توش۔ توشہ۔ پیچ وشش۔ یعنی ہر قسم کی چیز۔ زاں۔ جو کچا پکا میں کھاتا ہوں غلاموں کو بھی وہی کھلاتا ہوں۔ خز۔ پشمینہ۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

[2] شرم۔ آنحضورؐ غلاموں کے بارے میں فرماتا ہے کہ "جس قسم کا تم پہنو اُسی قسم کا اُن کو پہناؤ جو تم کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ"۔ اذناب۔ یعنی متعلقین۔ شُد فقیہ۔ بادشاہ کی اجازت پر وہ فقیہ روانہ ہو گیا اور لونڈی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کشاف الکروب۔ حضرت حق تعالیٰ۔ دیگراں۔ یہ پھر بڑے بھائی کا مقولہ شروع ہوا ہے اُس بڑے بھائی نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا تو دوسروں کو صبر دلاتا تھا اب خود صبر کر۔

[3] ہم بطبع۔ اپنی مردانگی سے اپنا مزاج ٹھکانے کر اور عقل صبر اندیش کو رہنما بنا لے۔ چوں قلاؤزی۔ صبر کی رہنمائی ہو گی تو عرش و کرسی کی بلندی حاصل ہو گی۔ مصطفیٰؐ۔ آنحضورؐ نے کفار کی ایذا رسانی پر صبر کیا تو براق پر بیٹھ کر آسمانوں کے طبقوں کے اُوپر پہنچے۔

چون صبوری پیشہ کرد ایوبؑ[1] راد — از بلا اُو را درِ رحمت کشاد
جب بہادر ایوبؑ نے صبر کرنے کو پیشہ بنایا — تو مصیبت سے اُن کے لیے رحمت کا دروازہ کھل گیا

صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست — صبر را مگذار تا بتواں زدست
جو حالت بھی ہو صبر، صدر ثابت ہوا ہے — جب تک ممکن ہو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے

صبر مِفتاحُ الفَرَج نشنیدۂ — کاندریں تعجیل دَر پیچیدۂ
تو نے نہیں سُنا ہے صبر کشادگی کی کنجی ہے — کہ تو اِس جلد بازی میں پھنسا ہے

حَد ندارد ایں سخن کوتاہ کُن — وز حدیثِ عاشقاں بر گو سخن
اس بات کی حد نہیں ہے، مختصر کر دے — اور عاشقوں کی بات کر

باز[2] گرد اے عاشق و زُو تر براں — کانتظارِ تُست آں شہزادگاں
اے عاشق تو واپس ہو اور جلد چلا — کیونکہ وہ شہزادے تیرے انتظار میں ہیں

روان شُدنِ شہزادگاں بعد از اِتمامِ بحث و ماجرا بجانبِ ولایتِ چین سُوی معشوق و مقصود تا بقدرِ امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگرچہ راہِ وصل مسدُود ست بقدرِ امکان نزدیک تر شُدن محمود ست

بحث اور واقعہ کے پورا کرنے کے بعد شہزادوں کا اپنے معشوق اور مقصود کی طرف چین کی ولایت کی جانب روانہ ہونا، تاکہ بقدرِ امکان مقصود سے زیادہ نزدیک ہو جائیں، اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے، بقدرِ امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہرسہ[3] شہزادہ چوکار اُفتاد شاں — عشق درخور گوشمالی داد شاں
تینوں شہزادے جب اُنھیں واسطہ پڑا — عشق نے اُن کی مناسب گوشمالی کی

ایں بگفتند و رواں گشتند زُود — ہرچہ بُود اے یارِ من آں لحظہ بُود
اُنھوں نے یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے — اے میرے یارا جو کچھ ہونا تھا اُسی وقت ہو گیا

صبر بگزیدند و صدیقیں شُدند — بعدازاں سُوی بلادِ چیں شُدند
اُنھوں نے صبر اختیار کیا اور صدیقین (میں سے) ہو گئے — اُس کے بعد چین کے شہروں کی جانب روانہ ہو گئے

والدین و مُلک را بگذاشتند — راہِ معشوقِ نہاں برداشتند
ماں باپ اور ملک کو چھوڑا — چھپے ہوئے معشوق کی راہ اختیار کی

---

[1] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ صدر آمد۔ یعنی صبر بہت اعلیٰ چیز ہے۔ صبر۔ جبکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے تو عجلت میں کیوں پڑا ہے۔ ایں سخن۔ صبر کے فضائل۔

[2] باز گرد۔ پھر شہزادوں کا قصہ شروع کیا ہے، تینوں شہزادے ملک چین کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ محبوب سے قریب ہو سکیں۔ اگر محبوب کا وصل حاصل نہ ہو تب بھی جتنا قرب ہو جائے بہتر ہے۔

[3] ہرسہ۔ شہزادے دوسروں کو تو صبر کی تلقین کرتے تھے لیکن جب خود عشق میں مبتلا ہوئے تو اُس عشق نے اُن کی کافی گوشمالی کی۔ ہرچہ بُود۔ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور اُنھوں نے مزید انتظار نہ کیا فوراً چین کو روانہ ہو گئے یا مطلب یہ ہے کہ یہ روانگی ہی سب کچھ تھی اور آئندہ کے واقعات اسی کی فروعات ہیں۔ صبر۔ یعنی اب اُنھوں نے عشق پر جماؤ اختیار کیا اور اس کی عملی تصدیق کر دی۔ معشوقِ نہاں۔ چین کی شہزادی جو پردوں میں تھی۔

ہمچو[1] ابراہیم ادھمؒ از سریر عشق شاں بے پاؤ سر کرد و فقیر
ابراہیمؒ ادھم کی طرح تخت سے عشق نے اُن کو بے سروپا اور فقیر کر دیا

یا چو ابراہیمؑ مُرسل سرخوشے خویش را افگند اندر آتشے
یا (حضرت) ابراہیمؑ نے عمدہ رسول کی طرح اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا

یا چو اسمٰعیلؑ صابرِ مجید پیشِ عشق و خنجرش حلقے کشید
یا بزرگ و صابر (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح عشق اور اُس کے خنجر کے سامنے گلا رکھ دیا

حکایت[2] امرؤالقیس کہ پادشاہِ عرب بُود و بصُورت
امرؤالقیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دور کا

یوسفِؑ وقت خود و زنانِ عرب زلیخا وار مُردۂ اُو و اُو
یوسفؑ تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اُس پر قربان تھیں

شاعر طبع بُود و ایں شعرِ اُو ست:
اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اُس کا ہے:

قِفَا نَبْکِ مِن ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَّ مَنْزِلٖ
تم دونوں ٹھہرو ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رو لیں

چوں ہمہ زناں اُو را بجان می جُستند اے عجب غزل و
جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اُس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے، اس کی غزل اور

نالۂ اُو بہرِ چہ بُود مگر دانست کہ اینہا ہمہ تمثالِ صورتے اند
نالہ کس لیے تھا؟ شاید اُس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو

کہ برتختہائے خاک نقش کردہ اند آخرالامر امرؤالقیس را
مٹی کے تختوں پر نقش کر دی ہیں، بالآخر امرؤالقیس کی ایسی

حالے پیدا شُد کہ نیم شب از مُلک و فرزنداں گریخت و خود
حالت ہو گئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے

رابدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیمِ دیگر برفت بطلبِ
آپ کو گدڑی میں چھپا لیا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اُس ذات

آنکہ از اقلیم منزّہ است وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ
کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے

مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ
جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

---

[1] ہمچو ابراہیمؒ۔ ابراہیمؒ ابن ادھم کی طرح سلطنت کو خیر باد کہہ دیا۔ ابراہیمؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے بخوشی آگ میں جانا پسند کیا اور اپنی دعوت سے منحرف نہ ہوئے۔ اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ اپنی قربانی دینے پر آمادہ ہو گئے۔

[2] حکایت۔ حقیقی عشاق کے ذکر سے مجازی عاشق کی حکایت کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ امرؤالقیس۔ جو آنحضورؐ کے زمانہ سے چوبیس سال پہلے گذرا ہے وہ تو ایک فاسق و فاجر شاعر تھا ہو سکتا ہے کہ مولانا کی مراد کوئی اور شاعر ہو جو مجاز سے عشق حقیقی تک پہنچ گیا ہو اور جو شعر سرخی میں مذکور ہے وہ مولانا نے ذکر نہ کیا ہو کسی اور کا اضافہ ہو۔

امرؤالقیس[1] از ممالک خشک لب ہم کشیدش عشق از خطهٔ عرب
امرؤالقیس کو پیاسا، ملکوں سے عشق نے اس کو بھی عرب کے خطہ سے کھینچا

بُود نازک طبع و ہم صاحب جمال شاعر و صاحب اُصول اندر کمال
نازک مزاج اور حسین تھا شاعر اور کمال میں صاحب اصول تھا

چونکہ زد عشقِ حقیقی بر دلش سرد شد مُلک و عیال و منزلش
جب عشقِ حقیقی نے اُس کے دل پر اثر کیا تو اُس پر ملک اور بال بچے اور مکان سرد پڑ گیا

نیم شب دلقے بپُوشید و برفت از میانِ مملکت بگریخت تفت
آدھی رات کو گدڑی اوڑھی اور چلا گیا فوراً سلطنت سے بھاگ گیا

تابیامد خشت میزد در تبوک با مَلِک[2] گفتند شاہے از مُلوک
یہاں تک کہ تبوک میں آیا اینٹیں پاتھتا تھا لوگوں نے بادشاہ سے کہا، بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ

امرؤالقیس آمدست اینجا بگد در شکارِ عشق و خشتے میزند
یہاں امرؤالقیس بھکاری بن کر آیا ہے عشق کے شکار میں، اور اینٹیں پاتھتا تھا

آں مَلِک برخاست شب شُد پیشِ اُو گفت اُو را اے ملیکِ خُوبرُو
وہ بادشاہ رات میں اُٹھا، اُس کے سامنے آیا اُس سے کہا، اے خوبصورت بادشاہ!

یوسفِ وقتی دو مُلکت شُد کمال مرتُرا رام از بلاد و از جمال
تو یوسف دوراں ہے، تیرے لیے دو ملک مکمل ہیں شہر اور حُسن تیرے تابع ہیں

گشتہ[3] مرداں بندگاں از تیغِ تُو واں زناں مِلکِ مہِ بے میغِ تُو
مرد، تیری تلوار کی وجہ سے غلام بن گئے اور وہ عورتیں تیرے بے ابر چاند کے ملکیت ہیں

پیشِ ما باشی تو بختِ ما بُود جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود
اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے ہماری جان تیرے وصل سے سو جان بن جائے

ہم مَن و ہم مُلکِ مَن مملوکِ تُو اے بہمت مِلکہا متروکِ تُو
میں بھی اور میرا مُلک بھی تیرا مملوک ہے اے وہ کہ تیری ہمت کیوجہ سے بہت ملک چھوڑے ہوئے ہیں

فلسفہ گفتش بسے و اُو خموش ناگہاں واکرد از سر رُوی پوش
اُس نے اس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں اور وہ چپ تھا اچانک اُس نے سر سے نقاب اُٹھایا

---

[1] امرؤالقیس۔ وہ امرؤالقیس جو سلطنت سے محروم ہوا اُس کو بھی عشق نے خطۂ عرب سے جُدا کر دیا۔ بود۔ حسین بھی تھا اور شاعر اور اپنے فن کا مکمل شخص تھا۔ چونکہ زد عشق۔ جب اُس پر عشق کا اثر ہوا تو ہر چیز سے اس کا دل سرد ہو گیا۔ نیم شب۔ امرؤالقیس پر جب اللہ تعالیٰ کے عشق کا اثر ہوا سلطنت چھوڑ کر آدھی رات کو بھاگ نکلا۔ در تبوک۔ اپنا وطن چھوڑ کر تبوک کے علاقہ میں پہنچا اور وہاں اینٹیں پاتھنے لگا۔

[2] با ملک۔ لوگوں نے شاہ تبوک سے ذکر کیا کہ امرؤالقیس بادشاہ یہاں گدا بن کر آ گیا ہے اور اینٹیں پاتھتا ہے عشق نے اس کا شکار کر لیا ہے۔ آں ملک۔ تبوک کا بادشاہ رات میں امرؤالقیس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ تو حسن و جمال میں یوسف دوراں ہے اور ملک و حسن تیرا غلام ہے۔

[3] گشتہ۔ مرد تیری تلوار کی وجہ سے تیرے غلام ہیں اور عورتیں تیرے حُسن کی وجہ سے تیری باندیاں ہیں۔ پیش ما۔ اگر تو میرے پاس مقیم ہو جائے تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ ہم من۔ تو نے اپنی مردانہ ہمت سے اپنے ملکوں کو چھوڑا میں اور میرا ملک اب تیرا ہے۔ فلسفہ۔ شاہ تبوک نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں لیکن وہ خاموش رہا پھر اُس نے اپنے سر سے نقاب ہٹایا۔

تا چہ[1] گفتش اُو بگوش از عشق و دَرد — ہمچو خود دَر حال سَر گردانش کرد

(نہ جانے) اسنے اسکے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی — اس کو اُس نے فوراً اپنی طرح سرگرداں کر دیا

دَستِ اُو بگرفت و با اُو یار شُد — اُو ہم از تخت و کمر بیزار شُد

اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا یار ہو گیا — وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا

تا بِلادِ دُور رَفتند آں دوشہ — عشق یک کرَّت نکردست ایں گنہ

یہاں تک کہ دونوں بادشاہ دور شہروں میں چلے گئے — عشق نے یہ گناہ ایک بار نہیں کیا ہے

بَر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر — اُو بہر کشتی بُود منّ الآخیر

وہ بڑوں کے لیے شہد اور بچوں کے لیے دودھ ہے — وہ ہر کشتی کا آخری وزن ہے

کہ[2] چو در کشتی رود غرقش کند — تا بقعر از پای تا فرقش کشد

کہ جب وہ کشتی میں پہنچ جائے اس کو ڈبو دے — اُس کو پاؤں سے سر تک گہرائی میں کھینچ لے

غیرِ ایں دو بس مُلوکِ بے شمار — عِشق شاں از مُلک بربود و تبار

ان دونوں بادشاہوں کیعلاوہ بہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں — عشق نے ان کو سلطنت اور خاندان سے جدا کر دیا ہے

قصہء کیخسرو آں شاہِ زماں — ہست شہرہ درمیانِ انس و جاں

اُس شاہِ زماں، کیخسرو کا قصہ — انسانوں اور جنوں میں مشہور ہے

جانِ[3] ایں سہ شہ بچہ ہم گردِ چیں — ہمچو مُرغاں گشتہ ہر سُو دانہ چیں

ان تینوں شہزادوں کی جان بھی چین کے چاروں طرف — پرندوں کی طرح ہر جانب دانہ چگتی پھرتی تھی

زہرہ نے تالَب کشاید از ضمیر — زانکہ رازِ باخطر بُود و خطیر

طاقت نہ تھی کہ دل کی بات پر لب کشائی کریں — کیونکہ راز خطرناک اور عظیم تھا

صد ہزاراں سَر بپُولے آں زماں — عشقِ خشم آلود زہ کردہ کماں

لاکھوں سر اُس وقت ایک پیسہ کے ہوتے ہیں جب — غضب ناک عشق کمان پر چلّہ چڑھا لے

عشق خود بیخشم در وقتِ خوشی — خُوی دارد دمبدم خیرہ کشی

خوشی کے وقت میں عشق بغیر غصہ کے — ہر وقت بیباکانہ قتل کی عادت رکھتا ہے

---

[1] تا چہ۔ معلوم نہیں کہ امرؤالقیس نے شاہ تبوک کے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی ہے کہ اُس کو بھی اپنا جیسا بنا دیا۔ دستِ اُو۔ شاہِ تبوک نے امرؤالقیس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا ساتھی بن گیا اور اُس کو تختِ شاہی اور پٹکے سے بیزاری ہو گئی۔ تا بلادِ دور۔ دونوں بادشاہ دور دراز ممالک کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ عشق۔ عشق سے یہ کرامت پہلی بار صادر نہیں ہوئی یہ کام وہ سیکڑوں بار کر چکا ہے۔ بر بزرگاں۔ عشق کی یہ تاثیر بڑوں پر ہی نہیں ہے بچوں پر بھی ہے۔ منّ الآخیر۔ وہ بوجھ جس کے رکھنے پر اتنا وزن بڑھ جائے کہ کشتی ڈوبنے لگے۔

[2] کہ چو۔ عشق وہ وزن ہے جس کے رکھنے سے انسان کی کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ غیر ایں دو۔ امرؤالقیس اور شاہ تبوک کے علاوہ سیکڑوں بادشاہوں کو عشق نے خانہ ویران کیا ہے۔ کیخسرو۔ اُس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہو کر توران کے بادشاہ افراسیاب کے پاس چلا گیا تھا جس کو کسی وقت افراسیاب نے مار ڈالا کیخسرو توران ہی میں پیدا ہوا اور اُس نے وہیں پرورش پائی پھر اپنے دادا کیکاؤس کے پاس آ گیا اور دادا کے مرنے کے بعد تخت نشین ہو کر اس نے افراسیاب سے اپنے باپ کا انتقام لیا اور پھر ایک وقت آیا کہ اپنے فرزند لہراسپ کو تخت پر بٹھا کر یادِ الٰہی میں جنگلوں میں نکل گیا اور لاپتا ہو گیا۔

[3] جانِ ایں سہ۔ تینوں شہزادے چین پہنچ کر مارے مارے پھرتے تھے۔ زہرہ۔ اپنے عشق کا راز بھی خطرناک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ صد ہزاراں۔ جب عشق میں معشوق یا اُس کے سرپرستوں کے غصہ کی وجہ سے غضب ناکی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر عاشقوں کے سر کوڑیوں کے مول کے ہوتے ہیں۔ در وقتِ خوشی۔ عشق کی خوشی میں معشوق کی ادائیں قتل کرتی ہیں جب اس کی خوشی کی حالت کا یہ اثر ہو تو غصہ کی حالت کی کیا بات بتائی جائے۔

ایں بُوَد آں لحظہ کو خوشنود شُد — من چہ گویم چونکہ خشم آلود شُد
یہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے — میں کیا بتاؤں جب وہ غضب ناک ہوتا ہے؟

لیک[1] مَرتعِ جاں فدایِ شیرِ اُو — بِکُش کُشد ایں عشق و ایں شمشیرِ اُو
لیکن جان کی چراگاہ اُس کے شیر پر قربان ہے — جس کو یہ عشق اور اُسی کی تلوار قتل کر دے

کُشتنی بہ از ہزاراں زندگی — سلطنتہا مُردۂ ایں بندگی
قتل ہو جانا، ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے — سلطنتیں اِس غلامی پر قربان ہیں

باکنایت رازہا باہم دگر — پست گفتندے بصد خوف و خطر
آپس میں ایک دوسرے سے راز کی باتیں — سیکڑوں خوف اور خطروں کے ساتھ آہستہ کہتے

راز را غیرِ خدا محرم نبُود — آہ را جُز آسماں ہمدم نبُود
خدا کے سوا راز کا کوئی محرم نہ تھا — آسمان کے سوا آہ کا کوئی ساتھی نہ تھا

اصطلاحاتے میانِ ہمدگر — داشتندے بہرِ ایرادِ خبر
آپس میں کچھ اصطلاحیں — خبر دینے کے لیے رکھتے تھے

زیں لسانُ الطّیر عام آموختند — طُمطراقِ سَروری اندوختند
پرندوں کی اِس بولی سے عوام نے سیکھ لیا ہے — بڑائی کی شان و شوکت حاصل کر لی ہے

صورتِ[2] آوازِ مُرغست آں کلام — غافل ست از حالِ مُرغاں مَردِ خام
وہ کلام، پرند کی آواز کی صورت ہے — وہ ناقص انسان پرندوں کی حالت سے غافل ہے

کو سلیمانےؑ کہ داند لحنِ طیر — دیو گرچہ مُلک گیرد ہست غیر
سلیمانؑ کہاں ہے جو پرندوں کی بولی سمجھے؟ — دیو اگرچہ مُلک پر قبضہ کر لے، اجنبی ہے

دیو برشبہِ سُلیماں کردہ ایست — علمِ مکرش ہست عَلّمِناش نیست
دیو نے سلیمانؑ کی مشابہت پر قیام کیا — اُس کو مکر کا علم ہے "علمنا" کا نہیں ہے

چوں سلیماںؑ از خدا بشّاش بُود — منطقُ الطّیرے ز عَلّمِناش[3] بُود
چونکہ سلیمانؑ خدا کی جانب سے خوش تھے — اُن کی پرندوں کی بولی عُلِّمنا سے تھی

تو ازاں مُرغِ ہوائی فہم کُن — کہ ندیدستی طیُورِ مِنْ لَدُن
تو ہوائی پرندے سمجھ لے — کیونکہ تو نے "من لدن" کے پرند نہیں دیکھے

---

[1] لیک۔ عاشق بہرحال اُس پر جان قربان کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ کُشتنی۔ فراق کی ہزاروں زندگیوں سے عاشق مرجانے کو بہتر سمجھتا ہے اور عشق کی غلامی پر سیکڑوں سلطنتیں قربان کر دیتا ہے۔ باکنایت۔ چونکہ راز کے ظاہر ہونے میں خطرہ تھا اس لیے تینوں شہزادوں نے اس معاملہ میں باہمی بات چیت کے لیے کچھ اصطلاحیں بنائی تھیں۔ راز۔ اُن کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہ تھا اُن کی آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہ تھا۔ اصطلاحاتے۔ جب وہ آپس میں دردِ عشق کی بات کرتے تو اُن اصطلاحوں میں کرتے تھے۔ زیں۔ مولانا نے ان شہزادوں کی اصطلاح سازی کی طرف انتقال فرمایا ہے کہ عوام بزرگوں کی اصطلاحیں سیکھ لیتے ہیں اور اُن کے حقیقی معانی سے بے خبر ہوتے ہیں اور اُن اصطلاحوں کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کے کام میں لاتے ہیں۔

[2] صورت۔ وہ بزرگوں کی اصطلاحیں اُن کے لیے ایسی ہیں کہ کوئی شخص پرندوں کی محض بولی سن لے اور جو اُن کا مقصد ہے اُس کو نہ سمجھ سکے۔ کو سلیماںؑ۔ پرندوں کی بولی حضرت سلیمانؑ ہی سمجھ سکتے تھے اسی طرح عارفین کے کلام کو عارف سمجھ سکتا ہے۔ دیو۔ صخر نامی دیو نے اگر حضرت سلیمانؑ کے ملک پر قبضہ بھی کر لیا اور ان کی سی صورت بنالی تو وہ اس منطق الطیر کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ یہی حال مزوّرین کا ہے۔

[3] عَلّمِناش۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا کہ ہمیں پرندوں کی بولی سکھادی گئی ہے۔ تو اے مخاطب تو ان ہوائی پرندوں کو دیکھ کر بات سمجھ لے کہ ان کی بولی تو سُن لیتا ہے لیکن اُن کا مفہوم نہیں سمجھتا ہے۔ طیور من لَدُن۔ وہ عارفین حق کو اصل سمجھ ہے۔

جایِ[1] سیمرغاں بُوَد آں سُوی قاف
سیمرغوں کی جگہ قاف سے اُس جانب ہے
ہر خیالے را نباشد دست باف
وہ ہر خیال کے لیے آسان نہیں ہے

ہر خیالے را کہ دید آں اتفاق
جس خیال نے اُس کو اتفاقاً دیکھا
آنگہش بعد العیاں اُفتد فراق
فوراً مشاہدہ کے بعد فراق واقع ہو جائے گا

نے فراقِ قطع بہرِ مصلحت
قطع (تعلق) کا فراق نہیں، مصلحت کی وجہ سے
کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
کیونکہ وہ فضیلت ہر قسم کے فراق سے محفوظ ہے

بہرِ استبقایِ آں جسمِ چو جاں
اُس جان جیسے جسم کی بقا کے لیے
لحظۂ دَر اَبر گردد خُور نہاں
سورج تھوڑی دیر کے لیے ابر میں چھپ جاتا ہے

بہرِ[2] استبقایِ آں رُوحی جسد
اُس رُوحانی جسم کی بقا کے لیے
آفتاب از برف یک دَم دَر کشد
سورج تھوڑی دیر کے لیے برف سے جُدا ہوجاتا ہے

بہرِ جانِ خویش جُز ایشاں صلاح
تو اُن سے اپنی جان کی صلاح تلاش کر
ہیں مَدُزد از حرفِ ایشاں اِصطلاح
خبردار! اُن کے حرفوں کی اصطلاح نہ چُرا

آں زلیخا از سپنداں تابعُود
اُس زلیخا، کالے دانہ سے لے کر اگر تک
نامِ جملہ چیز یوسفؑ کردہ بُود
سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا تھا

نامِ اُو در نامہا مکتوم کرد
اُن کا نام ناموں میں چھپا ہوا تھا
محرماں را سِرِّ آں معلوم کرد
محرموں کو اُس کا راز بتا دیا تھا

چوں[3] بگفتے موم زآتش نرم شُد
جب وہ کہتی موم آگ سے نرم ہو گیا
ایں بُدے کاں یار باما گرم شُد
یہ (مطلب) ہوتا کہ وہ یار ہم پر مہربان ہو گیا

وَر بگفتے مہ بَرآمد بنگرید
اور اگر وہ کہتی دیکھو چاند نکل آیا
وَر بگفتے سبز شُد آں شاخِ بید
اور اگر وہ کہتی اُس بید کی شاخ سبز ہو گئی

وَر بگفتے آبہا خوش می تنند
اور اگر وہ کہتی پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں
وَر بگفتے خوش ہمی سُوزد سپند
اور اگر وہ کہتی کالا دانہ خوب جل رہا ہے

---

[1] جایِ سیمرغاں۔ عارفوں کا مقام عرش سے بھی بالا ہے۔ ہر خیال کے لیے آسان نہیں ہے کہ وہ اُس کے مقام اور استفاضہ کو دیکھ سکے۔ ہر خیالے۔ جو لوگ اس مقام اور استفاضہ کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ہمیشہ وقف نہیں کرتے بلکہ کچھ احوال میں مشاہدہ کرتے ہیں پھر ان کو فراق حاصل ہو جاتا ہے۔ نے فراق۔ اُن کی یہ جدائی ترکِ تعلق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جسم سے تعلق کی مصلحت کی بنیاد پر ہے اس لیے کہ اس استفاضہ کے لیے جسم کا بقا بھی ضروری ہے لہٰذا وہ مشاہدہ منقطع کر دیا جاتا ہے اور تجلیات کا سورج ابر میں غائب ہو جاتا ہے۔

[2] بہرِ استبقا۔ چونکہ جسم کو بھی قائم رکھنا ہے لہٰذا تجلیات، اِس روحی جسم سے مخفی ہو جاتی ہے تاکہ بدن کے اِس برف کو سورج کی تجلیات بالکل نہ گھلا دیں۔ بہرِ جاں۔ عارفین سے اپنی روح کی اِصلاح کر اُن کی اصطلاحوں کو چُرا کر استعمال نہ کر۔ آں زلیخا۔ زلیخا نے رازداری کے لیے مختلف اصطلاحیں بنا رکھی تھیں سپند اور عُود بول کر حضرت یوسف مُراد لیتی تھی۔ سپند۔ کالا دانہ۔ نظر لگ جانے پر جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ عُود اگر۔ وہ لکڑی جو خوشبو کے لیے جلائی جاتی ہے۔ محرماں۔ جو اُس کے ہمراز تھے وہ اُن لفظوں سے حضرت سے متعلق بات سمجھ جاتے تھے۔

[3] چوں بگفتے۔ اگر وہ یہ کہتی تھی کہ موم آگ سے نرم ہو گیا تو مطلب ہوتا کہ آج حضرت یوسف نے مجھ پر مہربانی کی۔ ور بگفتے۔ اگر وہ کہتی کہ دیکھو چاند نکل آیا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یوسف آ گئے۔ سبز شُد۔ اگر وہ کہتی کہ بید کی شاخ سبز ہو گئی تو مُراد ہوتی تھی کہ وصل کی اُمید ہری ہو گئی ہے۔ آبہا۔ اس کا مطلب ہوتا کہ اُمیدوں کا دریا موجزن ہے۔ سوزد۔ مطلب یہ ہوتا کہ رقیب جل رہا ہے۔

ور بگفتے برگہا[1] خوش می طپند — دست برہم رقص و مستی می کنند

اور اگر وہ کہتی، پتے خوب لہلہا رہے ہیں — تالیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں

ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت — ور بگفتے شہ بسّرِ شہباز گفت

اور اگر وہ کہتی، پھول نے بلبل سے راز کہہ دیا — اور اگر وہ کہتی، شاہ نے شہباز کا راز کہہ دیا

ور بگفتے چہ ہمایونست بخت — ور بگفتے کہ بر افشانید رخت

اگر وہ کہتی، نصیبہ کیسا مبارک ہو گیا — اگر وہ کہتی، سامان جھاڑ لو

ور بگفتے کہ سقا آورد آب — ور بگفتے کہ برآمد آفتاب

اور اگر وہ کہتی کہ سقہ پانی لے آیا — اور اگر وہ کہتی، کہ سورج نکل آیا

ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند — یا حوائج از پزش یک لختہ اند

اگر وہ کہتی، کل رات انھوں نے دیگ پکائی ہے — یا مصالحے، پکنے سے ایک جان ہو گئے ہیں

ور بگفتے ہست نانہا بے نمک — ور بگفتے عکس میگردد فلک

اور اگر وہ کہتی، روٹیاں بے نمک ہیں — اور اگر وہ کہتی، آسمان اُلٹا گھومتا ہے

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم[2] — ور بگفتے دردِ سر شد خوشترم

اور اگر وہ کہتی، میرے سر میں درد ہو گیا — اور اگر وہ کہتی، میرے سر کا درد اچھا ہو گیا

محرماں رازاں خبر بُد کہ چہ گفت — کہ مخالف باموافق گشت جفت

محرم سمجھ جاتے کہ اُس نے کیا کہا — کہ مخالف موافق کا ساتھی ہو گیا

گرستودے اعتناقِ او بُدے — ور نکوہیدے فراقِ او بُدے

اگر وہ تعریف کرتی تو اُن کے گلے ملنا ہوتا — اور اگر وہ برائی کرتی تو اُن کی جدائی ہوتی

صد[3] ہزاراں نام گر برہم زدے — قصدِ او و خواہِ او یوسفؑ بُدے

اگر وہ ہزاروں نام ملا دیتی — اُس کا ارادہ اور اُس کی خواہش، یوسفؑ ہوتے

گرسنہ بُودے چو گفتے نامِ او — می شُدے او سیر و مست از جامِ او

جب وہ بھوکی ہوتی اُن کا نام لیتی — وہ اُن کے جام سے سیر اور مست ہوتی

تشنگیش از نامِ او ساکن شُدے — نامِ یوسفؑ شربتِ باطن شُدے

اُس کی پیاس اُن کے نام سے بجھ جاتی — (حضرت) یوسفؑ کا نام باطن کا شربت بن جاتا

ور بُدے دردیش زاں نامِ بلند — دردِ او درحال گشتے سُود مند

اور اگر اُس کے کوئی درد ہوتا، اُس بلند نام سے — اُس کا درد فوراً آرام بن جاتا

---

[1] برگہا۔ تو مطلب ہوتا کہ ہر حسین حضرت یوسفؑ کا دلدادہ ہے۔ گل۔ تو مطلب ہوتا کہ آج تنہائی میں باتیں ہوئیں۔ شہ۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے میرے حال کا ذکر کیا۔ بخت۔ تو مطلب ہوتا کہ آج دیدار میسر آیا۔ رخت۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ میرے پاس محرمِ راز کے علاوہ کوئی نہ رہے۔ سقا۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے پانی سے سیرابی کا وقت آ گیا ہے۔ آفتاب۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی کرن نمودار ہو گئی ہے۔ دیگے۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب مہیا ہو گئے ہیں۔ بے نمک۔ مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب سازگار نہیں ہیں۔ عکس۔ مطلب ہوتا کہ وصل کی تدبیر کا اُلٹا نتیجہ نکلا۔

[2] سرم۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ فراق کے اثرات پڑ رہے ہیں۔ خوشترم۔ درد اچھا ہونے کا مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی جھلک نظر آ گئی ہے۔ محرماں۔ جو رازداں تھے وہ مطلب سمجھ جاتے تھے اور یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا تھا کہ رازداں لوگوں میں بھی غیر تھے۔ گرستودے۔ اگر وہ کسی چیز کی تعریف کرتی تو اُس چیز سے مُراد حضرت یوسفؑ کا وصل ہوتا اور اگر برائی کرتی تو اُن کا فراق ہوتا۔

[3] صد ہزاراں۔ لاکھوں اصطلاحوں سے اُس کا مقصود حضرت یوسفؑ ہوتے۔ گرسنہ۔ اگر وہ اُن کا تذکرہ کرتی تو وہ اُس کے لیے غذا کا کام دیتا۔ تشنگیش۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کے ذکر سے وہ اپنی پیاس بجھاتی تھی اور ان کا ذکر اُس کے لیے شربت بن جاتا تھا۔ ور بدے۔ اُن کا ذکر اُس کے درد کا علاج تھا۔

وقتِ[1] سَرما بُودے اُو را پُوستیں
جاڑے کے وقت وہ اُس کا پوستین ہوتا
ایں کُند در عشق نامِ دُوست ایں
دوست کا نام، عشق میں یہی کرتا ہے

عام می خوانند ہَردم نامِ پاک
عوام ہر وقت، پاک نام کہتے ہیں
ایں عمل نکُند چو نبُود عشقناک
جبکہ وہ عشق بھرا نہ ہو یہ کام نہیں کرتا

آنچہ عیسیٰؑ کردہ بُود از نامِ ہُو
(حضرت) عیسیٰؑ نے جو کچھ اللہ کے نام سے کیا
می شُدے پیدا وُرا از نامِ اُو
وہ خود اُن کے نام سے بھی اُن کے لیے ظاہر ہو جاتا

چونکہ باحق متصل گردید جاں
جب جان اللہ (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گئی
ذکرِ آں اینست ذکرِ اینست آں
اُس کا ذکر یہ ہے، اِس کا ذکر وہ ہے

خالی[2] از خود بُود و پُر از عشقِ دوست
وہ اپنے آپ سے خالی اور دوست کے عشق سے پُر تھے
پس زکوزہ آں تراوَد کہ دروست
تو پیالے سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں ہے

خندہ بُوئے زعفرانِ وصل داد
مسکرانا، وصل کے زعفران کی خوشبو دے گا
گریہ بُوہائے پیاز اندر بعاد
فراق میں رونا پیاز کی بوئیں

ہر یکے را ہست دردل صد مُراد
ہر ایک کے دل میں سیکڑوں مرادیں ہیں
ایں نباشد مذہبِ عشق و وَداد
عشق و محبت کا یہ مذہب نہیں ہوتا

یارآمد[3] عشق را روز آفتاب
عشق کے لیے دن میں یار، سورج ہے
آفتاب آں رُوی را ہمچوں نقاب
سورج، اُس چہرے کا نقاب ہے

آنکہ نشناسد نقاب از رُویِ یار
جو شخص نقاب کو یار کے چہرے سے ممتاز نہ کرے
عابد الشمس دست ست ازوے بدار
وہ سورج کا پجاری، اُس سے دستبردار ہو جا

روز اُو و روزیِ عاشق ہم اُو
روز وہی ہے اور عاشق کی روزی بھی وہی ہے
دل ہم اُو دلسوزیِ عاشق ہم اُو
دل بھی وہی ہے اور عاشق کی دلسوزی بھی وہی ہے

ماہیاں را نقد شُد از عینِ آب
مچھلیوں کے لیے پانی سے حاصل ہو گئی
نان و آب و جامہ و دارو وخواب
روٹی اور پانی اور لباس اور دوا اور نیند

---

[1] وقتِ سرما۔ جاڑوں میں اُن کے ذکر سے بدن میں حرارت پیدا کرتی تھی۔ عام۔ خواص اللہ کے ذکر سے ہی فائدے اُٹھاتے ہیں لیکن عوام کے ذکر میں چونکہ عشق شامل نہیں لہٰذا ذکر کی وہ تاثیرات بھی نہیں ہیں۔ آنچہ۔ خدا کا نام عشق کے ساتھ تو اثر کرتا ہی ہے لیکن فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد خود فانی کا نام وہی اثر کرتا ہے جو خدا کا نام اثر کرتا ہے، اب حضرت عیسیٰؑ کا قم باذنی کہنا وہی معنیٰ اور اثر رکھتا ہے جو قم باذن اللہ کا تھا۔ چونکہ۔ جب فانی کی جان ذاتِ باری سے متصل ہوگئی تو اُس جان کا ذکر کرنا خدا کا ذکر کرنا ہے اور خدا کا ذکر کرنا اُس جان کا ذکر کرنا ہے۔

[2] خالی۔ فانی اب اپنی ذات سے خالی ہے اور اللہ کے عشق سے پُر ہے تو پیالہ میں سے وہی ٹپکے گا جو پیالہ کے اندر ہے۔ خندہ۔ اب اُس فانی کے طبعی افعال بھی حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کے مظہر ہوں گے اُس کا ہنسنا وصل کی وجہ سے ہوگا اور اُس کا رونا فراق کی وجہ سے ہوگا۔ ہر یکے۔ عام انسانوں کے دلوں میں سیکڑوں مُرادیں ہیں یہ عشق کا مذہب نہیں ہے، عاشق کے دل میں صرف معشوق کے حصول کی مراد ہوتی ہے۔

[3] یار آمد۔ عاشق کے لیے تو ہر چیز میں معشوق کی جھلک نظر آتی ہے سورج میں بھی وہ معشوق کی جھلک سمجھتا ہے، سورج اپنا ذاتی نور نہیں سمجھتا ہے بلکہ اُس کو صرف نورِ حق کا مظہر سمجھتا ہے اور سورج کو محض اُس محبوب کے چہرے کا نقاب سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جو سورج کا اپنا ذاتی نور سمجھے وہ سورج کا پجاری ہے اُس سے تعلق توڑ لے۔ روز۔ عاشق کا تو سب کچھ وہی معشوق ہے اس کا دن بھی وہی ہے، اُس کی خوراک بھی وہی ہے، دل بھی وہی ہے اور دلسوزی بھی وہی ہے۔ ماہیاں۔ مچھلی کو سب کچھ پانی ہی سے حاصل ہے۔ اسی طرح خدا کے عاشق کو بھی سب کچھ عین ذات سے حاصل ہوتا ہے خواہ خوراک ہو یا پوشاک۔

ہمچو[1] طفل ست اُو زپستاں شیر گیر　اُو نداند در دو عالم غیرِ شیر

وہ بچے کی طرح پستان سے دودھ حاصل کرنے والا ہے　وہ دونوں جہان میں دودھ کے سوا کچھ نہیں جانتا

طفل داند ہم نداند شیر را　راہ نبُود ایں طرف تدبیر را

بچہ دودھ کو جانتا ہے، نہیں بھی جانتا　اس طرف کسی تدبیر کی راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرد نامہ روح را　تانیابد فاتح و مفتوح را

اس بھاگے ہوئے کے تعویذ نے روح کو بیوقوف بنا دیا　تاکہ وہ فاتح اور مفتوح کو نہ پائے

گیج[2] نبُود در روش بلکہ اندرُو　حاملش دریا بُود نے سیل و جُو

سلوک میں بیوقوف نہیں ہوتا بلکہ اُس میں　اُس کا حامل دریا ہوتا ہے، نہ کہ بہاؤ اور نہر

چوں بیاید اُو کہ یابد گم شود　ہمچو سیلے غرقۂ قلزم شود

جب وہ آتا ہے تاکہ حاصل کرے گم ہو جاتا ہے　بہاؤ کی طرح سمندر میں ڈوب جاتا ہے

دانہ گم شُد انگہے اُو تیں شود　تانمُردی زر نداوم ایں بُود

دانہ گم ہوا تو وہ انجیر بنا　جب تک تو نہ مرا میں نے سونا نہ دیا یہ ہوتا ہے

بعد از مکث و مُتواری شُدن در بلادِ چین در شہرِ تختگاہ

ٹھہرنے اور چین کے شہروں شہر دارالخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہو جانے

و دراز شدنِ صبر و بے صبر شُدنِ. برادرِ بزرگ تر کہ من

کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں جاتا ہوں

رفتم تا خود را بر شاہِ چین عرضہ کنم و نصیحتِ برادران اُو را سُود ناداشتن

کہ اپنے آپ کو شاہِ چین کے سامنے پیش کروں اور بھائیوں کی نصیحت کا اُس کو فائدہ نہ دینا

اِمَّا[3] قَدمِیْ یُنِیْلُنِیْ مَقْصُوْدِیْ　اَوْ اَلْقِیْ رَاْسِیْ کَفُوَادِیْ ثَمَّہٗ

یا میرا قدم، مجھے میرا مقصود عطا کرے　یا میں اُس جگہ، دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں گا

یا پائی رساندم بمقصود مرا　یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا

یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے　یا دل کی طرح میں اُس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا

یَا عَاذِلَ الْعَاشِقِیْنَ دَعْ فِئَۃً　اَضَلَّھَا اللّٰہُ کَیْفَ تُرْشِدُھَا

اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے، اُس جماعت کو چھوڑ　جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو کیسے ہدایت دے گا؟

---

[1] ہمچو طفل۔ عاشق معشوق کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا جیسا کہ شیر خوار بچہ صرف دودھ کو جانتا ہے۔ ہم نداند۔ بچہ دودھ کو فی الجملہ جانتا ہے اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔ یہی حال عارف کا ہے کہ وہ ذاتِ خداوندی کا عاشق ہے لیکن اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ گیج کرد۔ عوام، عارف کے اِس علم سے بھی محروم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بدنی تعلق نے اُن کی رُوح کو محروم کر دیا ہے۔ گردنامہ۔ وہ تعویذ جو کسی بھاگے ہوئے کے لیے کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ آئے مراد بدنی تعلقات ہیں۔ تا۔ اب اُس کی رُوح فاتح (حق تعالیٰ) اور مفتوح (مخلوق) میں امتیاز نہیں کرتی ہے۔

[2] گیج نبود۔ عام انسان کی یہ حالت سلوک سے پہلے ہوتی ہے، جب وہ راہِ سلوک اختیار کر لیتا ہے تو اُس کی یہ حالت نہیں رہتی اُس کے تعلقاتِ بدنی ختم تو نہیں ہوتے لیکن اب دریائے حقیقت اُس کا حامل بن جاتا ہے۔ چوں بیاید۔ سالک جب اُس حقیقت کو تلاش کرتا ہے تو خود گم ہو جاتا ہے جس طرح بہاؤ سمندر میں پہنچ کر گم ہو جاتا ہے تو وہ انجیر بن کر زندہ ہوتا ہے۔ صدرِ جہاں، کے مقولہ 'تانمردی' کا یہی مطلب تھا۔

[3] اِمّا۔ بڑے بھائی نے یہ کہا کہ یا تو میرے قدم مجھے مقصود تک پہنچا دیں گے ورنہ دل کی طرح سر وہیں قربان کر دوں گا۔ یا پائی۔ یہ عربی شعر کا ترجمہ ہے یا عاذل ملامت گر کو خطاب ہے کہ تیری نصیحت بیکار ہے جبکہ عاشق کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو راہِ راست پر کیسے لا سکتا ہے۔

آں[1] بزرگیں گفت اے اخوانِ من
اُس بڑے نے کہا، اے میرے بھائیو!
ز انتظار آمد بلب ایں جانِ من
انتظار سے یہ میری جان ہونٹ پر آ گئی

لاابالی گشتہ ام صبرم نماند
میں لاپروا بن گیا ہوں، مجھ میں صبر نہیں رہا
مرمرا ایں صبر در آتش نشاند
اِس صبر نے مجھے آگ میں بٹھا دیا

طاقتِ من زیں صبوری طاق شُد
اس صبر سے میری طاقت اکیلی رہ گئی
واقعہء مَن عبرتِ عُشّاق شُد
میرا واقعہ، عاشقوں کی عبرت بن گیا

مَن ز جاں سیر آمدم اندر فراق
میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا
زندہ بُودن در فراق آمد نفاق
فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے

چند دردِ فُرقتش بکُشد مرا
اُس کے فراق کا درد مجھے کتنا قتل کرے گا
سر بُبرتا عشق سر بخشد مرا
سر کاٹ دے، تاکہ عشق مجھے سر بخش دے

دینِ[2] من از عشق زندہ بُودن ست
میرا دین، عشق کے ذریعہ زندہ رہنا ہے
زندگی زیں جان و سرننگِ منست
اِس جان اور سر سے جینا میری توہین ہے

تیغ، جانہا را کند پاک از عیوب
تلوار، جانوں کو عیبوں سے پاک کر دیتی ہے
زانکہ سیفِ اُفتاد محّاء الذُّنوب
کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی واقع ہوئی ہے

چوں غُبارِ تن بشُد ماہم بتافت
جب جسم کا غبار ختم ہوا، میرا چاند چمکا
ماہِ جانِ مَن ہوایِ صاف یافت
میری جان کے چاند نے صاف فضا پا لی

عُمرہا بر طبلِ عشقِ آں صنم
اُس معشوق کے عشق کے نقارہ پر عرصہ دراز سے
انَّ فِیْ مَوتِیْ حَیَاتِیْ میزنم
"بے شک میری موت میں میری زندگی ہے" صدا لگا رہا ہوں

دعویِ[3] مُرغابی کردست جاں
میری جان نے مُرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے
کے ز طوفانِ بلا دارد فُغاں
وہ بلا کے طوفان سے کب فریاد کرتی ہے؟

بط را از اشکستنِ کشتی چہ غم
بطخ کو کشتی کے ٹوٹنے کا کیا غم ہے؟
کشتیش بَر آب بس باشد قدم
پانی پر اُس کی کشتی، پاؤں ہی ہوتا ہے

زندہ زیں دعویٰ بُود جان و تنم
اس دعوے سے میری جان اور جسم زندہ ہے
من ازیں دعویٰ چگونہ تن زنم
میں اِس دعوے سے کیسے چُپ رہوں؟

خواب می بینم ولے دڑ خواب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن خواب نہیں ہے
مُدّعی ہستم ولے کذّاب نے
میں مُدّعی ہوں، لیکن جھوٹا نہیں ہوں

---

[1] آں بزرگیں۔ بڑے بھائی نے دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہا اب میں صبر کی وجہ سے جاں بلب ہوں، اب مجھے موت کی کوئی پروا نہیں، موت آتشِ فراق سے بہتر ہے۔ طاقت۔ اب میری طاقت سے باہر ہے۔ زندہ بودن۔ فراق کی حالت میں زندہ رہنا نفاق ہے جو مناسب نہیں ہے۔ چند۔ فراق مجھے ہر وقت قتل کرتا ہے اب میرا سر قلم کرو، تاکہ فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائے۔

[2] دینِ من۔ میں معنوی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہوں ظاہری زندگی میرے لیے ذلت ہے۔ تیغ۔ شہید گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ چوں غبار۔ جسمانی علائق سے جدا ہو کر رُوح اور منور ہو جاتی ہے۔ عُمرہا۔ میں طویل عرصہ سے یہ صدا دے رہا ہوں، "میری موت میں میری زندگی ہے"۔

[3] دعویٰ۔ مرغابی، پانی کے طوفان سے نہیں ڈرتی میں بھی قتل سے خائف نہیں ہوں۔ بط۔ بطخ کا پاؤں خود کشتی ہے وہ کشتی کے ٹوٹنے سے نہیں ڈرتی ہے۔ ازیں دعویٰ۔ جبکہ عشق کے دعوے سے میں کیسے خاموشی اختیار کروں۔ خواب۔ یہ میری استغراقی کیفیت ہے عوام اس کو نیند سمجھتے ہیں لیکن وہ نیند نہیں ہے۔

گر مرا[1] صد بار تو گردن زنی ۔۔۔ ہمچو شمعم بر فروزم روشنی

اگر تو سو بار میری گردن کاٹے ۔۔۔ میں شمع کی طرح ہوں، میں روشنی بڑھاؤں گا

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس ۔۔۔ شبروان را خرمنِ آں ماہ بس

اگر کھلیان کو آگے اور پیچھے سے آگ پکڑ لے ۔۔۔ رات کے مسافروں کے لیے اُس چاند کا کھلیان کافی ہے

کردہ یوسفؑ را نہاں و مختبی ۔۔۔ حیلتِ اخواں ز یعقوبِ نبیؑ

(حضرت) یوسفؑ کو پوشیدہ اور مخفی کر دیا تھا ۔۔۔ بھائیوں کے حیلے نے (حضرت) یعقوبؑ نبی سے

خُفیہ کردندش بحیلت سازیے ۔۔۔ کرد آخر پیرہن غمازیے

انھوں نے اسکو ایک حیلہ سازی سے پوشیدہ کر دیا تھا ۔۔۔ بالآخر، لباس نے چغل خوری کی

آں دو[2] گفتندش نصیحت در سمر ۔۔۔ کہ مکُن ز اَخطارِ خود را بے خبر

اُن دونوں نے اُس کو قصہ میں نصیحت کی ۔۔۔ کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا

ہیں منہ بر ریشہائے ما نمک ۔۔۔ ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک

ہمارے ہاں زخموں پر نمک نہ چھڑک ۔۔۔ جلدی اور شک سے یہ زہر نہ کھا

جُز بتدبیرِ یکے شیخِ خبیر ۔۔۔ چوں رَوی چوں نبُوّت قلبِ بصیر

کسی باخبر شیخ کی تدبیر کے بغیر ۔۔۔ جبکہ تیرے پاس، بینا دل نہیں ہے کیوں چلتا ہے؟

وائے آں مُرغے کہ ناروئیدہ پر ۔۔۔ بر پرد بر اَوج و اُفتد در خطر

اُس پرند پر افسوس ہے جو بغیر پر نکلے ۔۔۔ بلندی پر پرواز کرے اور خطرے میں پڑ جائے

عقل[3] باشد مرد را بال و پرے ۔۔۔ چوں ندارد عقل، عقلِ رہبرے

آدمی کے لیے عقل، بال و پر ہوتی ہے ۔۔۔ اگر عقل نہ رکھے، تو رہبر کی عقل

یا مُظفّر جُوی باش ۔۔۔ یا نظرور، یا نظرور جوی باش

یا کامیاب، یا کامیاب کا جویاں بن ۔۔۔ یا صاحب نظر، یا صاحبِ نظر کا جستجو کرنے والا بن

بے ز مفتاحِ خرد ایں قرعِ باب ۔۔۔ از ہوا باشد نہ ازرُوئے صواب

بغیر کنجی کے اس دروازے کو کھٹکھٹانا ۔۔۔ خواہشِ نفسانی سے ہو گا، نہ کہ درست طریقہ پر

عالمے در دام می بیں از ہوا ۔۔۔ وز جراحتہائے ہمرنگِ دوا

ایک جہاں کو خواہش (نفسانی) کیوجہ سے جال میں دیکھ لے ۔۔۔ اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے

---

[1] گر مرا۔ عشق میں سر کا کٹنا ایسا ہی ہے جیسے شمع کا گل جھاڑنا جس سے اُس کی روشنی اور بڑھ جاتی ہے۔ آتش۔ آتش عشق اگر جسم کے خرمن کو فنا کر دے تو کوئی پروا نہیں خرمنِ جسم کے بغیر خرمنِ محبوب اُس کے لیے کافی ہے۔ کردہ یوسف۔ عشق لامحالہ کامیابی کا سبب بنتا ہے، حضرت یعقوبؑ کے عشق نے اُن کو کامیاب کر دیا بھائیوں نے اگرچہ اُن کا جسم اُن سے مخفی کر دیا تھا لیکن حضرت یوسفؑ کی قمیص نے غمازی کر دی اور حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ وہ زندہ ہیں اسی طرح اگرچہ میری محبوبہ پوشیدہ ہے لیکن کامیابی ضرور ہو گی۔

[2] آں دو۔ دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا۔ ما نمک۔ ایک تو ہم بھی عشق میں مبتلا ہیں اب تیری جدائی مزید ہو گی۔ ایں زہر۔ یہ خطرناک بات ہے جلدی اور اس خیال سے کہ شاید خطرناک نہ ہو، یہ خطرہ مول نہ لے۔ تجز۔ خطرناک راستہ تجربہ کار کی تدبیر سے طے کیا جا سکتا ہے۔ وائے۔ جس پرند کے پر نہ اُگے ہوں اگر وہ بلند پروازی اختیار کرے گا خطرے میں پڑ جائے گا۔

[3] عقل باشد۔ انسان کے بال و پر انسان کی عقل ہے اگر اُس کی عقل کامل نہ ہو تو کسی رہبر کی عقل کو رہنما بنا لے۔ یا مظفر۔ یا انسان خود مکمل ہو ورنہ کسی مکمل کی تلاش کرے خود صاحب نظر ہو ورنہ کسی صاحب نظر کو تلاش کر لے۔ بے ز مفتاح۔ عقل و نظر کے بغیر اس راہِ سلوک کا دروازہ کھٹکھٹانا درست نہ ہو گا بلکہ نفسانی خواہش ہو گی۔ عالمے۔ خواہشِ نفس اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے ایک عالم جال میں پھنسا ہوا ہے۔

مار[1] استادہ است بر سینہ چو مرگ — در دہاں بگرفتہ بہرِ صید برگ

سانپ، موت کی طرح سینہ پر کھڑا ہے — شکار کے لیے منہ میں پتہ لیے ہوئے

درحشایش چوں حشیشے اُو بپاست — مُرغ پندارد کہ اُو شاخِ گیاست

وہ، گھاسوں میں گھاس کی طرح کھڑا ہے — پرند سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی شاخ ہے

چوں نشیند بہرِ خُور بر رُویِ برگ — دَرفتد اندر دہانِ مارِ مرگ

جب وہ کھانے کے لیے پتے پر بیٹھتا ہے — موت کے سانپ کے منہ میں گر جاتا ہے

کردہ تمساحے دہانِ خویش باز — گردِ دندانہاش کرمانِ دراز

مگرمچھ نے اپنا منہ کھولا ہے — اُس کے دانتوں کے چاروں طرف لمبے لمبے کیڑے ہیں

از بقیہ خُور کہ در دندانش ماند — کرمہا روئید و بردانداں نشاند

بقیہ خوراک کی وجہ سے جو اس کے دانتوں میں رہ گئی ہے — کیڑے پیدا ہو گئے اور اُس نے دانتوں پر بٹھا لیے

مُرغگاں بینند کرم و قُوت را — مرغ پندارند آں تابُوت را

پرند، کیڑوں اور روزی کو دیکھتے ہیں — اُس تابوت کو چراگاہ سمجھتے ہیں

چوں[2] دہاں پُرشد ز مُرغ اُو ناگہاں — در کشد شاں و فروبندد دہاں

جب پرندوں سے منہ بھر گیا اُس نے اچانک — اُن کو اندر کھینچ لیا اور منہ بند کر لیا

ایں جہانِ پُرز نُقل و پُر زِ ناں — چوں دہانِ باز آں تمساح داں

یہ دنیا جو چینے اور روٹی سے پُر ہے — اُس مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ کی طرح سمجھ

بہرِ کرم و طُعمہ اے روزی تراش — از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش

اے روزی تراشنے والے! کیڑوں اور لقمہ کے لیے — زمانے کے مگرمچھ کے مکر سے مطمئن نہ ہو

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک — برسرِ خاکش حبُوبِ مکرناک

لومڑی مٹی کے نیچے پھیل کر پڑ جاتی ہے — اُس کی مٹی پر مکر بھرے دانے ہوتے ہیں

تابیاید[3] زاغِ غافل سُویِ آں — پایِ اُو گیرد بمکر آں مکرداں

تاکہ غافل کوا اُس کی جانب آئے — وہ مکار، مکر سے اُس کا پاؤں پکڑ لے

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست — چوں بُود مکرِ بشر کو مہتر ست

جب حیوان میں لاکھوں مکر ہیں — انسان کا مکر کیسا ہو گا جبکہ وہ سردار ہے؟

مصحفے بر کف چو زینُ العابدین — خنجرے پُر زہر اندر آستیں

زینُ العابدین کی طرح ہاتھ میں قرآن ہے — آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہے

---

1. مار۔ نفس کی مکاریوں کی ایک مثال تو یہ ہے کہ وہ سانپ ہے جو سینہ پر موت کی طرح منہ میں کوئی پتہ دبائے کھڑا ہو۔ درحشایش۔ وہ سانپ گھاس میں، گھاس کی شاخ کی طرح کھڑا ہے۔ پرندیہ سمجھ کر کہ وہ بھی کوئی شاخ ہے پتے پر کھانے کے لیے آ بیٹھتا ہے اور موت کے منہ میں آ گرتا ہے۔ کردہ تمساحے۔ یا یہ مثال سمجھو کہ ایک مگرمچھ منہ کھولے ہوئے ہو اور اُس کے دانتوں پر لمبے لمبے کیڑے اُس گوشت سے پیدا ہو گئے ہیں جو اُس نے کسی چیز کا پہلے کھایا تھا پرند اُن کیڑوں کو اپنی خوراک سمجھ کر اُن پر آ گرتے ہیں اور مگرمچھ اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔

2. چوں دہاں۔ اس مگرمچھ کا منہ جب پرندوں سے بھر جاتا ہے تو وہ فوراً اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔ ایں جہاں۔ اس نقل اور نان سے بھری دنیا کو اسی طرح کا مگرمچھ سمجھ۔ روبہ۔ لومڑی بھی مٹی میں اپنے آپ کو چھپا کر شکار کھیلتی ہے۔

3. تابیاید۔ لومڑی اپنے آپ کو مٹی میں چھپا لیتی ہے تاکہ کوئی کوا دھوکے سے وہاں آ جائے اور وہ مکار اُس کا پاؤں پکڑ لے۔ صد ہزاراں۔ جب حیوان میں اس طرح کے لاکھوں مکر ہیں تو انسان کے مکروں کا خود اندازہ لگا لیں۔ مصحفے۔ انسان کا مکر یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ میں قرآن اور آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہوتا ہے۔ زین العابدین۔ یعنی ایسے نیک آدمی کی طرح ہاتھ میں قرآن لیے ہوئے ہے جو تمام عبادت گذاروں کے لیے باعث زینت ہے۔

گویدت[1] خنداں کہ اے مولاي من
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے، کہ اے میرے آقا!
زہرِ قاتل، صورتش شہدست و شیر
وہ قاتل زہر ہے، اُس کی صورت شہد اور دودھ ہے
جُملہ لذاتِ ہوا مکرست و زرق
خواہش (نفسانی) کی تمام لذتیں، مکر اور دھوکا ہیں
بَرقِ نورِ کوتہ و کذب و مجاز
ناقص نور اور جھوٹ اور مجاز کی چمک ہے
نے بنورش نامہ تانی خواندن
تو اُس کی روشنی میں نہ خط پڑھ سکتا ہے
لیک[2] جرم آنکہ باشی رہنِ برق
لیکن اُس جرم میں کہ تو چمک کا مرہون (منت) ہے
خشم گیرد بر دلت آں آفتاب
وہ سورج تیرے دل پر غصہ کرتا ہے
می کشاند مکرِ برقت بے دلیل
تجھے برق کا مکر بغیر رہنما کے لیے جا رہا ہے
گاہ بر کُہ گاہ بر جُو اُوفتی
تو کبھی پہاڑ پر کبھی نہر پر گرتا ہے
خود[3] نہ بینی تو دلیل اے راہ جُو
اے راستہ کے جویاں! تو خود رہنما کو نہیں دیکھتا
کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل
کہ میں نے اِس راستہ پر ساٹھ میل سفر کر لیا
گرنہم من گوش سُوي آں شگفت
اگر میں اُس عجیب بات پر کان دھروں

دردلِ اُو بابِلے پُر سحر و فن
(اور) اسکے دل میں جادو اور فن سے بھرا ہوا ایک بابل ہے
ہیں مرو بے صحبتِ پیرِ خبیر
خبردار! باخبر پیر کی صحبت کے بغیر نہ چل
سوز و تاریکی ست گردِ نُور برق
برق کی روشنی کے چاروں طرف جلن اور تاریکی ہے
گردِ اُو ظلمات و راہِ تو دراز
اُس کے چاروں طرف اندھیریاں ہیں اور تیرا راستہ لمبا ہے
نے بمنزل اَسپ تانی راندن
نہ منزل تک گھوڑا چلا سکتا ہے
از تو رُو اندر کشد انوارِ شرق
مشرق کے نور تجھ سے رُوگردانی کرتے ہیں
چوں تو جوئی از عُطارد نُور و تاب
جب تو عطارد سے روشنی اور چمک ڈھونڈتا ہے
دَر مفازہ مُظلمے شب مِیل مِیل
تاریک میدان میں رات کو ایک ایک میل کر کے
گہ بدیں سُو گہ بداں ہُو اُوفتی
کبھی اِدھر کبھی اُدھر گرتا ہے
ور ببینی رُو بگردانی ازو
اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے
مرمرا گمراہ گوید آں دلیل
وہ رہنما مجھے بھٹکا ہوا کہتا ہے
اَمرِ اُو راہم ز سر باید گرفت
اُس کے معاملہ کو بھی از سرِ نو شروع کرنا چاہیے

---

[1] گویدت ۔ زبانی تو تجھے اپنا مولیٰ اور آقا کہتا ہے لیکن دل میں تیری عداوت بھری ہوئی ہے۔ بابل ۔ بابل کا جادو مشہور ہے۔ زہرِ قاتل ۔ حقیقتاً قاتل زہر ہے بظاہر شہد اور دودھ نظر آتا ہے۔ ہیں ۔ جب نفس کی یہ دھوکے بازی ہے تو سلوک، بغیر پیر کے اختیار نہ کر۔ جملہ لذات ۔ نفس کی ساری لذتیں مکر اور دھوکا ہیں اور اُس کی مثال بجلی کی کوند ہے۔ اُس میں چمک ہوتی ہے اور اُس کے اِدھر اُدھر سوزش اور اندھیرا ہوتا ہے۔ برق ۔ نہ بجلی میں مختصری روشنی ہوتی ہے وہ بھی غلط اور مجازی اور اس کے چاروں طرف اندھیرا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تیرا راستہ دراز ہو جاتا ہے۔ نے ۔ بجلی کی اس کوند میں نہ تو خط پڑھ سکتا ہے نہ گھوڑے کو منزل تک لے جا سکتا ہے۔

[2] لیک ۔ چونکہ تو نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے اور ناپائیدار برق سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اس جرم میں تجھ سے کاملین اعراض کرنے لگتے ہیں۔ آفتاب ۔ یعنی کاملین ۔ عطارد ۔ یعنی بجلی کی چمک ۔ می کشاند ۔ وہ بجلی کی چمک تجھے تاریک جنگل میں پہنچا رہی ہے۔ گاہ ۔ تیری رفتار بھی یہ ہوتی ہے کبھی پہاڑ پر چڑھتا ہے کبھی نہر میں اور اِدھر اُدھر گرتا ہے۔

[3] خود ۔ تو خود رہبر کامل کو نہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ کامل از راہِ کرم تجھ پر نظر کر کے تجھے نصیحت کرتا ہے تو تو اس سے روگردانی کرتا ہے۔ کہ سفر ۔ اور یہ سوچتا ہے کہ میں نے کافی سفر کر لیا لیکن یہ کامل مجھے راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہے۔ گرنہم ۔ اگر میں اس کی بات پر عمل کروں تو پھر از سرِ نو سفر شروع کرنا ہوگا۔

مَن[1] دریں رَہ عمرِ خود کردم گرو　ہرچہ بادا باد اے خواجہ برو

میں نے اس راستہ میں اپنی عمر گروی کر دی　اے صاحب! جا جو بھی ہو سو ہو

راہ گردی لیک در ظنِ چو برق　عُشرِ آں رَہ کُن پئے وحیِ چو شرق

تو نے راستہ پر گردش کی لیکن برق جیسے گمان میں　اُس کا دسواں حصہ سورج جیسی وحی کے اتباع میں

ظَنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ خواندہَ　وز چناں برقے ز شرقے ماندہَ

تو نے "گمان حق کے مقابلہ میں کام نہیں آتا" پڑھا ہے　تو ایسی ہی بجلی کی وجہ سے سورج سے رہ گیا ہے

ہے در آ، در کشتیِ ما اے نژند　یا تو ایں کشتیِ برآں کشتی بہ بند

خبردار، اے سرگشتہ! ہماری کشتی میں آ جا　یا تو اس کشتی کو اُس کشتی سے باندھ لے

گویدؔ[2] اُو چوں ترک گیرم گیرو دار　چوں روم مَن در طُفیلت کور وار

وہ کہتا ہے میں دھوم دھام کیسے چھوڑ دوں　میں تیرے طفیل میں اندھوں کی طرح کیسے چلوں؟

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں　زاں یکے ننگ ست وصد ننگ ست ازیں

اندھا، رہبر کے ساتھ یقیناً تنہا سے اچھا ہے　کیونکہ اُس سے ایک ذلت ہے اور اس سے سو ذلتیں ہیں

می گریزی از پشہ در اژدہا　می گریزی از نمی در بحرہا

تو مچھر سے، اژدہوں کی طرف بھاگتا ہے　تو نمی سے دریاؤں میں بھاگتا ہے

می گریزی از جفاہایِ پدر　درمیانِ لُوطیانِ شور و شر

تو باپ کی سختیوں سے بھاگتا ہے　شور و شر والے اغلام بازوں کے درمیان

می گریزیؔ[3] ہمچو یوسفؑ زاں دہے　تاز نَرْتَعْ نَلْعَبْ افتی در چہے

تو (حضرت) یوسفؑ کی طرح اُس گاؤں سے بھاگتا ہے　حتیٰ کہ "ہم چریں اور کھیلیں" کیوجہ سے کنویں میں گرتا ہے

دَر چہ اُفتی زیں تفرج ہمچو اُو　مَر تُرا لیک آں عنایت یار کو

تو اس تفریح کی وجہ سے اُن کی طرح کنویں میں گر پڑے گا　لیکن تیرے لیے دوست کی وہ مہربانی، کہاں ہے؟

گر نبودے آں بفرمانِ پدر　بر بناوردے زچہ تا حشر سر

اگر وہ باپ کی اجازت سے نہ ہوتا　تو قیامت تک کنویں سے سر نہ نکالتے

آں پدر بہرِ دلِ اُو اِذن داد　گفت چوں اینست میلت خیر باد

اُن باپ نے اُن کے دل کی خاطر اجازت دے دی　فرما دیا جب تیری یہ خواہش ہے، خدا بہتر کرے

---

[1] مَن۔ اُس کامل سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے کافی عمر خرچ کر ڈالی جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جائے گا آپ مجھ سے کچھ نہ کہیں۔ راہ گردی۔ کامل اُس سے کہتا ہے کہ یہ تیرا محض خیال ہے کہ تو نے راستہ طے کر لیا ہے تو وحی کی روشنی میں تھوڑا سا سفر کر لے منزل تک پہنچ جائیگا۔ ظن۔ تو نے محض اپنے گمان سے راستہ طے کیا ہے اور حق کے معاملہ میں گمان کچھ مفید نہیں ہوتا ہے اور اسی گمان کیوجہ سے تو سورج سے محروم ہے۔ ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ تو ہماری بات پر عمل کر لے یا اپنی بات میں ہم سے مشورہ کر لیا کر۔

[2] گوید۔ وہ اس کامل سے کہتا ہے کہ اب میں خود مستقل پیر ہوں میں اندھا دُھند کسی کا طفیل بننا نہیں چاہتا۔ کور۔ مولانا فرماتے ہیں اندھا بن کر کسی کے ساتھ سفر کرنا تنہا سفر کرنے سے بہرحال بہتر ہے، رہبر کے ساتھ اندھا دُھند چلنے میں تو صرف اتباع کی ذلت ہے اور تنہا چلنے میں دنیا و آخرت کی سیکڑوں ذلتیں ہیں۔ می گریزی۔ اس ایک ذلت سے بچ کر تنہا چلنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی مچھر سے ڈر کر اژدہے کے منہ میں یا نمی سے بھاگ کر دریاؤں میں پناہ لے۔ می گریزی۔ کامل مربی سے بھاگنے والے کی مثال اُس لڑکے کی سی ہے جو باپ کی تنبیہ سے بھاگ کر اوباشوں میں جا پھنسے۔

[3] می گریزی۔ حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے کھیل کود کے شوق میں دُور ہوئے اور نتیجہ میں کنویں میں گرے۔ در چہ۔ تو بھی کنویں میں گرے گا لیکن فرق یہ ہے کہ اُن کی تو خدا کی مہربانی نے دستگیری کر لی تیرے لیے وہ عنایت کہاں ہے۔ گر نبودے۔ اور پھر فرق یہ ہے کہ اُن کی مربی سے دُوری خود مربی کی اجازت سے تھی ورنہ اُن کی بھی دستگیری نہ ہوتی۔ آں پدر۔ حضرت یوسفؑ کی یہ مصیبت حضرت یعقوبؑ کی رائے کی بدولت نہیں آئی بلکہ رائے خود حضرت یوسفؑ کی تھی انھوں نے اُن کا دل رکھنے کے لیے اجازت دی تھی۔

ہر ضریرے[1] کز مسیحے سر کشد — اُو جہودانہ بماند از رشد
جو اندھا کسی مسیح سے سرکشی کرے — وہ یہود کی طرح ہدایت سے دُور رہ جائے گا

قابلِ ضو بُود اگرچہ کُور بُود — شُد ازیں اِعراض اُو کور و کبُود
اگرچہ وہ اندھا تھا لیکن روشنی کو قبول کرنے والا تھا — وہ اِس اعراض سے اندھا اور کالا ہو گیا

گویدش عیسیٰؑ بزن درمَن دو دست — اے عمیٰ کحلِ ضریری با مَن ست
اُس سے عیسیٰؑ کہتے ہیں، مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لے — اے اندھے! اندھے پن کا سرمہ میرے پاس ہے

از من ار کوری بیابی روشنی — بر قمیصِ یوسفِ جاں برزنی
اگر تو اندھا ہے مجھ سے روشنی پا لے گا — جان کے یوسفؑ کی قمیص سے جا ملے گا

کاروبارے کِت رسد بعدِ شکست[2] — اندراں اِقبال و منہاج راہ است
وہ کاروبار جو تجھے شکست کے بعد ملے — اُس میں نصیبہ وری اور سیدھا راستہ ہے

کاروبارے کاں ندارد پاو دست — تَرک گیر اے بُوالفضولِ گیج مست
وہ کاروبار جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں — چھوڑ دے، اے بیکار، احمق مست!

کاروبارے کہ ندارد پا و سر — تَرک کُن ہے پیرِ خر اے پیرہ خر
وہ کاروبار جس کا سر اور پیر نہ ہو — چھوڑ دے خبردار، اے بوڑھے گدھے! پیر بنا لے

غیرِ پیر اُستاد و سرِ لشکر مباد — پیرِ گردوں نے ولے پیرِ رَشاد
خدا کرے پیر کے علاوہ اُستاد اور سپہ سالار نہ ہو — زمانہ کا بوڑھا نہیں، لیکن ہدایت کا پیر

دَر زماں چوں پیر را شُد زیرِ دست — روشنائی دید آں ظلمت پرست
فوراً ہی جب راہنما پیر کے ماتحت ہوا — اُس تاریکی کے پجاری نے روشنی دیکھ لی

شرط[3] تسلیم ست نے کارِ دَراز — سُود نبُود در ضلالت تُرک تاز
شرط سپرد کر دینا ہے، نہ کہ لمبا کام — گمراہی میں بھاگ دوڑ مفید نہیں ہے

مَن نجویم زیں سپس راہِ اثیر — پیر جُویم پیر جُویم پیر پیر
اس کے بعد میں آسمان کا راستہ تلاش نہ کروں گا — پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو پیر کو

پیر باشد نَردبانِ آسماں — تیر پرّاں از کہ گردد، از کماں
آسمان کی سیڑھی پیر ہے — تیر کس سے چلتا ہے؟ کمان سے

---

[1] ہر ضریرے۔ جو ناقص مُربّی سے سرکشی کرے گا، اُس کا حال یہود کا سا ہوگا جنھوں نے حضرت مسیحؑ سے سرکشی کی۔ قابل۔ اس ناقص میں صلاحیت تھی مُربّی سے اعراض کرنے کی وجہ سے وہ بھی اُس نے برباد کر دی۔ گویدش۔ مُربّی اُس ناقص سے کہتا ہے کہ میرا اتباع کر لے اس اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے۔ از من۔ اگر تو اندھا ہے تو تجھے مجھ سے بینائی حاصل ہو جائے گی اور تو یوسفؑ کی قمیص حاصل کر لے گا جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

[2] شکست۔ یعنی شیخ کی تابعداری۔ ندارد۔ یعنی تیرا بے ڈھنگا عمل۔ کاروبارے۔ اپنے اس بے ڈھنگے سلوک کو چھوڑ دے۔ غیر پیر۔ خدا کرے پیر کا اتباع نصیب ہو اور پیر سے مراد عُمر کا بوڑھا نہیں ہے بلکہ راہِ سلوک کا پیر مُراد ہے۔ در زماں۔ جب وہ اتباع کر لے گا فوراً اُس کو روشنی نظر آ جائے گی۔

[3] شرط تسلیم۔ سلوک میں منزل تک پہنچنے کی شرط اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر دینا ہے۔ نہ کہ دوڑ بھاگ بغیر پیر کے یہ دوڑ بھاگ منزل سے دُور کر دے گی۔ من نجویم۔ مولانا فرماتے ہیں جب پیر کی ضرورت ثابت ہو گئی تو خود آسمان پر اُڑنے کی کوشش نہ کر پیر کو تلاش کر لے۔ پیر باشد۔ عروج کا ذریعہ پیر ہے جس طرح تیر بغیر کمان کے پرواز نہیں کرتا مرید بھی بغیر شیخ کے پرواز نہیں کرتا ہے۔

بے[1] ز ابراہیمؑ نمرودِ گراں　کرد با کرگس سفر بر آسماں
(حضرت) ابراہیمؑ کے بغیر مست نمرود نے　گدھ کے ذریعہ سے آسمان کا سفر کیا

از ہوا شد سوئے بالا او بسے　لیک بر گردوں نپرّد کرگسے
وہ ہوا سے بہت اونچا ہوا　لیکن گدھ آسمان پر نہیں اڑتا

گفتش ابراہیمؑ اے مردِ سفر　کرگست من باشم اینت خوبتر
(حضرت) ابراہیمؑ نے اُس سے کہا، اے سفر کے مرد!　میں تیرا گدھ بن جاؤں، یہ تیرے لیے بہتر ہے

چوں ز من سازی ببالا نردباں　بے پریدن بر رَوی بر آسماں
جب تو اُوپر کے لیے میری سیڑھی بنائے گا　تو بغیر اُڑے آسمان پر چلا جائے گا

آنچنانکہ[2] میرود تا غرب و شرق　بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق
جیسے کہ مغرب سے مشرق تک چلا جاتا ہے　دل برق کی طرح توشہ اور سواری کے بغیر

آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب　حسِ مردم شہرہا در وقتِ خواب
جس طرح رات کو مسافرت کی وجہ سے چلے جاتے ہیں　نیند کے وقت انسانوں کے حواس شہر در شہر

آنچنانکہ عارف از راہِ نہاں　خوش نشستہ میرود در صد جہاں
جس طرح عارف مخفی راستہ سے　سو جہانوں میں اچھا بیٹھا ہوا چلا جاتا ہے

گر ندادستش چنیں رفتار دست　ایں خبرہا زاں ولایت از کیست
اگر اس طرح کی رفتار اُس کے ہاتھ نہیں آئی　اِس ملک کی یہ خبریں کس کی جانب سے ہیں؟

ایں[3] خبرہا ویں روایاتِ مُحِق　صد ہزاراں پیر بروے متفق
یہ خبریں اور یہ سچی روایتیں　لاکھوں پیر اُن پر متفق ہیں

یک خلافے نے میانِ ایں عیوں　آنچنانکہ ہست در علمِ ظنوں
اِن بزرگوں میں ایک اختلاف نہیں　جیسا کہ ظنی علوم میں ہوتا ہے

آں تحرّی آمد اندر لیلِ تار　ویں حضورِ کعبہ و وسطِ نہار
اٹکل، تاریک رات میں ہے　اور یہ کعبہ کی موجودگی اور دوپہر ہے

خیز اے نمرود پَر جوی از کساں　نردبانے نایدت از کرگساں
اے نمرود! اُٹھ مردوں سے پر مانگ　گدھوں سے تجھے سیڑھی نہ ملے گی

عقلِ جُزوی کرگس آمد اے مُقِل　پرِّ او باجیفہ خواری متصل
اے نادار! جُزوی عقل گدھ ہے　اُس کے پر مردار کھانے سے وابستہ ہیں

---

[1] بے ز ابراہیم۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو عروج و پرواز کا ذریعہ نہ بنایا اپنی خواہشِ نفس کو بنایا مردود ہوگیا۔ کرگس۔ گدھ، یعنی خواہشِ نفس، شیطان۔ چوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر تو میرا اتباع کرے گا تو تجھے عروج حاصل ہوجائے گا۔ بر آسماں۔ یعنی تجھے تعلق مع اللہ حاصل ہوجائے گا۔

[2] آنچنانکہ۔ دل، مشرق و مغرب کی سیر بغیر توشہ اور سواری کے کرلیتا ہے، یہی حال عارف کا ہے کہ اُس کو بغیر اسبابِ ظاہری کے ملکوت کی سیر حاصل ہوجاتی ہے۔ حسِ مردم۔ حواس باطنی بھی خواب میں شہر در شہر بغیر اسبابِ ظاہری کے سیر کرتے ہیں۔ عارف۔ اپنے مراقبہ میں عوالم کی سیر کرتا ہے۔ گر۔ اگر ان کی سیر نہیں ہے تو پھر انھوں نے اُن عوالم کی خبر کیسے دے دی۔

[3] ایں خبرہا۔ اُن کی یہ خبریں تواتر کا درجہ رکھتی ہیں جن سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ علم ظنون۔ علوم عقلیہ میں عقلا مختلف ہیں لیکن اولیا اور انبیا عوالم کی خبروں میں متفق ہیں۔ آں تحری۔ یہ خبریں اٹکل سے نہیں دی گئی ہیں بلکہ مشاہدے کے بعد دی ہیں۔ خیز۔ لہٰذا انسان کو نمرود نہ بننا چاہیے بلکہ شیوخ کے ذریعہ پرواز کرنی چاہیے۔ عقلِ جزوی۔ عقلِ ناقص گدھ ہے اس کی پرواز مُردار کی جانب ہے۔

عقلِ[1] ابدالاں چو پرِّ جبرئیل
ابدال کی عقل (حضرت) جبرئیل کے پَر کی طرح ہے

می پرد تا ظلِ سدرہ میل میل
جو سدرۃ المنتہٰی کے سایہ تک میل بمیل اُڑتی ہے

بازِ سُلطانم گشم نیکو پیم
میں شاہی باز ہوں، اچھا ہوں، نیک قدم ہوں

فارغ از مُردارم و کرگس نیم
میں مُردار سے بے نیاز ہوں اور میں گدھ نہیں ہوں

ترک کرگس کُن کہ مَن باشم کست
گدھ کو چھوڑ، تاکہ میں تیرا دوست ہوں

یک پرِ مَن بہتر از صد کرگس ست
میرا ایک پر سیکڑوں گدھوں سے بہتر ہے

چند برعمیا دوانی اسپ را
تو گھوڑے کو اندھا دُھند کب تک دوڑائے گا؟

باید اُستا پیشہ را و کسب را
پیشہ اور ہُنر کے لیے اُستاد چاہیے

خویش[2] را رُسوا مکُن در شہرِ چین
چین کے شہر میں اپنے آپ کو رُسوا نہ کر

عاقلے جُو خویش ازوے در مچین
کوئی عقلمند تلاش کرلے اپنے آپ کو اس سے جدا نہ کر

آنچہ گوید آں فلاطونِ زماں
وہ افلاطونِ دوراں جو کچھ کہے

ہیں ہوا بگذار و رو بر وفقِ آں
خبردار! ہوا (نفسانی) کو چھوڑ اسکے مطابق چل

جُملہ میگویند اندر چیں بجد
چین میں سب اصرار سے کہتے ہیں

بہرِ شاہِ خویشتن کہ لَمْ یَلِدْ
اپنے بادشاہ کے بارے میں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی

شاہِ ماخود ہیچ فرزندے نزاد
خود ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا

بلکہ سُوی خویش زن را رہ نداد
بلکہ اُس نے اپنی جانب کسی عورت کو راہ نہ دی

ہرکہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت
بادشاہوں میں سے جس نے اس طرح کی بات کہی

گردنش با تیغِ بُرّاں گشت جُفت
اُس کی گردن تیز تلوار سے وابستہ ہو گئی

شاہ[3] گوید چونکہ گفتی ایں مقال
بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی

زُود ثابت کُن کہ من دارم عیال
جلد ثابت کر کہ میں اولاد رکھتا ہوں

مرمرا دختر اگر ثابت کُنی
اگر تو میرے لیے لڑکی ثابت کر دے

یافتی از تیغِ تیزم ایمنی
(تب) تو نے میری تیز تلوار سے امن پایا

ورنہ بیشک من ببُرّم حلقِ تُو
ورنہ میں بلاشک تیری گردن کاٹ دوں گا

برکشم از صوفیِ جاں دلقِ تُو
تیری صوفی روح سے گدڑی اُتار لوں گا

سَر نخواہی بُرد ہیچ از تیغ تُو
تو کبھی تلوار سے سر بچا کر نہ لے جا سکے گا

اے بگفتہ لاغ کذبِ آمیز تُو
اے وہ شخص جس نے جھوٹی بکواس کی

[1] عقلِ ابدالاں۔ عارفین کی عقل کامل ہے اور اُس کی پرواز حضرت جبرئیل کی طرح سدرۃ المنتہٰی تک ہے۔ باز سلطانم۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے فرمایا میرا اتباع کر وہ تیرے لیے نفس کے اتباع سے بہتر ہے۔ چند۔ اندھا دُھند گھوڑا دوڑانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[2] خویش را۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا۔ مچیں۔ کسی عقلمند سے مشورہ کرلے۔ آنچہ۔ وہ عقلمند جو کہے اُس پر عمل کر۔ جملہ۔ سب چینی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کے کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ۔ بچہ پیدا ہونا تو درکنار اُس نے کسی عورت سے صحبت ہی نہیں کی۔ ہر کہ۔ اگر کبھی بادشاہ نے اس کے یہاں شادی کا پیغام دیا ہے تو اس کی گردن کٹی ہے۔

[3] شاہ گوید۔ اس پیغام دینے والے سے شاہ کا مطالبہ ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کر کے میرے اولاد ہے۔ مرمرا۔ اگر تو یہ ثابت کر دے گا کہ میرے کوئی لڑکی ہے تو میری تلوار سے بچ سکے گا۔ برکشم۔ جان صوفی اور جسم اس کی گدڑی ہے۔ سر۔ بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ اب جبکہ تو نے یہ جھوٹ بولا ہے جب تک تو اس کا ثبوت نہ دے گا تیری جان نہ بچے گی۔

بنگر[1] اے از جہل گفتہ ناحقے — پُرز سرہائی بُریدہ خندقے

اے وہ جس نے نادانی سے ناحق بات کہی، دیکھ لے — کٹے ہوئے سروں سے بھری ہوئی خندق

خندقے از قعرِ خندق تا گلو — پُرز سرہائے بُریدہ زیں غلو

ایک خندق تلی سے کنارے تک — اس مبالغہ کی وجہ سے کٹے ہوئے سروں سے پُر ہے

جُملہ اندر کارِ ایں دعویٰ شُدند — گردنِ خود را بدیں دعویٰ زدند

جو لوگ اس دعوے میں لگے — انھوں نے اس دعوے سے اپنی گردن کاٹ دی

ہاں ببیں ایں را بچشمِ اعتبار — ایں چنیں دعویٰ میندیش و میار

خبردار! اس کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ لے — ایسا دعویٰ نہ سوچ، اور نہ کر

تلخ[2] خواہی کرد بر ما عمرِ ما — کہ بریں میدارد اے دادر تُرا

تو ہم پر ہماری زندگی تلخ کر دے گا — اے بھائی! تجھے اِس پر کون آمادہ کر رہا ہے؟

گر رود صد سال آنکہ آگاہ نیست — بر عمیٰ آں از حسابِ راہ نیست

جو واقف نہیں ہے، اگر وہ سو سال چلے — اندھا دھند، وہ راستہ کے حساب میں نہیں ہے

بے سلاحے در مرو در معرکہ — ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ

میدانِ جنگ میں بغیر ہتھیار کے نہ جا — لاپرواؤں کی طرح ہلاکت میں نہ پڑ

ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور — کہ مرا ازیں گفتہا آید نفور

انھوں نے یہ سب کچھ کہا، اور اس بے صبرے نے کہا — کہ مجھے ان باتوں سے نفرت آتی ہے

سینہ[3] پُر آتش مرا چوں منقل ست — کِشت کامل گشت، وقتِ منجل ست

میرا سینہ انگیٹھی کی طرح آگ سے بھرا ہے — کھیتی پک گئی، درانتی کا وقت ہے

صدر را صبرے بُد اکنوں آں نماند — بر مقامِ صبر عشق آتش نشاند

سینہ میں صبر تھا، وہ اب نہیں رہا — عشق نے صبر کی جگہ آگ بٹھا دی

صبرِ مَن مُرد آں شبے کہ عشق زاد — درگذشت و حاضراں را عُمر باد

جس رات کو عشق پیدا ہوا میرا صبر مر گیا — وہ مر گیا اور حاضرین کی عمر ہو

اے محدِّث از خطاب و از خطوب — زاں گذشتم آہنِ سردے مکوب

اے خطاب اور مصائب کی باتیں کرنے والے — میں اس سے آگے بڑھ گیا، ٹھنڈا لوہا نہ کوٹ

سرنگونم آ بہ رہا کُن پایِ من — فہم کو در جملۂ اجزائے من

میں اوندھا ہوں، خبردار! میرا پاؤں چھوڑ — میرے تمام اجزا میں سمجھ کہاں ہے؟

---

[1] اے [illegible] کہ بادشاہ نے لڑکی خندق کو جاکر دیکھ لے جس میں اس طرح کی بات کہنے والوں کے سر کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ غلو۔ یعنی یہ کہنا کہ بادشاہ کی لڑکی ہے۔ جملہ۔ بھائیوں نے کہا ان سب نے یہی بات کہی تھی اور اس طور پر اپنے قتل کا سبب بنے ہیں۔ ہاں۔ خبردار تو ایسی بات نہ کہنا اور ان کٹے ہوئے سروں [illegible]

[2] [illegible] تو ان باتوں [illegible] ہماری زندگی ہر مزید تلخ کردے گا۔ دادر۔ برادر۔ گر رود۔ اگر راستہ سے واقف سو سال بھی چلے تو اس کا چلنا صحیح راستہ کے حساب میں نہیں لگتا ہے۔ بے سلاحے۔ کسی عقلمند کے مشورہ کے بغیر تیرا یہ کام ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص بغیر ہتھیار کے میدانِ جنگ میں جائے۔ ایں ہمہ۔ [illegible] مجھے ان باتوں سے نفرت آتی ہے۔

[3] [illegible] کے بجائے عشق کی آگ [illegible] سینہ انگیٹھی بنا ہوا ہے، کھیتی پک چکی ہے اور اس کے کٹنے کا وقت آگیا ہے۔ صبر من۔ جس وقت عشق پیدا ہوا صبر مر گیا۔ اے محدث۔ اب صبر کی تلقین ایسی ہی ہے جیسے کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا۔ سرنگونم۔ میں اب حوادث کے لیے آمادہ ہوں اب میرا جزو جزو دیوانہ ہے۔

اُشترم[1] مَن تا توانم می کشم چوں فتادم زار با کشتن خوشم
میں اونٹ ہوں جب تک ہو سکے گا کھینچوں گا جب عاجز ہو کر گر جاؤں گا، ذبح ہونے پر خوش ہوں

برسرِ مقطوع اگر صد خندق ست پیشِ دردِ من مزاحِ مُطلق ست
کٹے ہوئے سر پر اگر سو خندقیں (مشتمل) ہوں وہ میرے درد کے سامنے خالص مذاق ہیں

من نخواہم زَددگر از خوف و بیم ایں چنیں طبلِ ہوا زیرِ گلیم
میں ڈر اور خوف سے، نہ بجاؤں گا ہوا (نفسانی) کے نقارے کو گدڑی کے اندر

مَن عَلَم اکنوں بصحرا میزنم یا سَر اندازی و یا رُوی صنم
اب میں میدان میں جھنڈا گاڑ دوں گا یا سر کٹانا ہے، یا محبوب کا چہرہ

حلق[2] کاں نبُود سزایِ ایں شراب آں بُریدہ بہ بشمشیرِ ضراب
جو حلق اس شراب کے لائق نہ ہو وہ تلوار بازی کی تلوار سے کٹا ہوا اچھا

دیدہ کو نبُود ز وصلش در فرہ آنچناں زیدہ سفید و کوربہ
وہ آنکھ جو اُس کے وصل سے تازگی میں نہ ہو ایسی آنکھ کا سفید اور اندھا ہونا اچھا

گوش کاں نبُود سزایِ رازِ اُو برکنش کہ نبُود آں بر سَر نکُو
وہ کان جو اُس کے راز کے لائق نہ ہو اُس کو اُکھاڑ دے کیونکہ وہ سر پر اچھا نہیں ہے

اندراں دستے کہ نبُود آں نصاب آں شکستہ بہ بساطورِ قصاب
جس ہاتھ میں وہ مال نہ ہو وہ قصائی کے چھرے سے، ٹوٹا ہوا اچھا

آنچناں پایِ کہ از رفتارِ اُو جاں نہ پیوند د بہ نرگس زارِ اُو
وہ پاؤں جس کی رفتار جان کو اُس کے نرگس زار سے نہ جوڑ دے

آنچناں پادر حدید اولیٰ ترست کانچناں پا عاقبت دردِ سرست
ایسا پاؤں، لوہے میں زیادہ اچھا ہے کیونکہ ایسا پاؤں بالآخر دردِ سر ہے

بیانِ[3] مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطتِ
اُس مجاہدہ کرنے والے کا بیان، جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ
عطائے حق آں مقصود از طرفِ دیگر و بسببِ نوعِ عملِ دیگر
اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اُس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے

---

[1] اُشترم۔ مصائب کا بوجھ اُٹھانے سے نہ گھبراؤں گا اگر ان کا انجام فنا ہے تو میں اس کے لیے بخوشی آمادہ ہوں۔ برسر۔ میرا سر کٹنے کے بعد سو خندقوں میں بھی مدفون ہو تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے یہ میرے لیے ایک تفریح کی بات ہے۔ مَن نخواہم۔ اب میں اس عشق کو مخفی نہیں رکھ سکتا ہوں۔ مَن علم۔ اب عشق کا جھنڈا میدان میں گاڑوں گا یا وصل حاصل ہو یا موت آئے۔

[2] حلق۔ جو حلق شرابِ وصل نہ پی سکے اُس کا کٹ جانا بہتر ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ کو محبوب کا دیدار میسر نہ آئے اُس آنکھ کا اندھا ہو جانا بہتر ہے۔ فرہ۔ تازگی۔ گوش۔ وہ کان جو محبوب کا راز نہ سُن سکے وہ سر کے لیے باعثِ ننگ ہے۔ اندراں۔ جس ہاتھ کی، دولتِ عشق تک دسترس نہ ہو اُس کا کٹنا بہتر ہے۔ ساطور۔ بڑا چھرا۔ پای۔ جو پاؤں، محبوب کے چمن تک نہ پہنچائے وہ پاؤں بیڑیوں کے لائق ہے۔

[3] بیانِ مجاہد۔ جس طرح مجاز میں یہ ہے کہ انسان سعی اور کوشش جاری رکھے خواہ مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو، اسی طرح حقیقت کے طالب کا فرض ہے کہ وہ مجاہدہ جاری رکھے خواہ اُس کو یہ محسوس ہو کہ یہ مجاہدہ حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں ہے انسان کا کام کوشش کرنا ہے نتیجہ انسان کے قبضہ میں نہیں ہے اَلسّعْیُ مِنّیْ وَالاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک سبب اختیار کر کے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی دوسرے سبب سے اس کا مطلوب پورا فرما دیتا ہے۔ یَرْزُقْ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبْ کے یہی معنی ہیں انسان کا کام تدبیر کرنا ہے اور مقدرات اللہ کے قبضہ میں ہیں۔

بدُو رساند کہ در وہم اُو نبُودہ باشد و اُو ہمہ وہم و امید دریں
اُس کو پہنچا دے گا جو اُس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اُس نے تمام وہم اور امیدیں
طریقِ مُعین بستہ و ہمیں حلقہ در میزند بُو کہ حق تعالیٰ
اُسی مُعین راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اُسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہو سکتا ہے
آں روزی را از درِ دیگر بدُو رساند کہ اُو آں تدبیر نکردہ
کہ اللہ تعالیٰ اُس روزی کو دوسرے دروازے سے اُسے پہنچا دے جس کی اُس نے کوئی تدبیر نہ
باشد وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ، اَلْعَبْدُ یُدَبِّرُ وَ اللّٰهُ
کی ہو اور اللہ اُس کو اُس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اس کو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے
یُقَدِّرُ و بُود کہ بندہ را وہمِ بندگی بُود کہ مرا از غیرِ ایں در
اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اُس در کے غیر سے وہ
برساند اگرچہ من حلقۂ ایں در میزنم حق سُبحانہ و تعالیٰ
پہنچائے گا اگرچہ میں اُس در کی کنڈی پیٹتا ہوں، اللہ تعالیٰ اُس کو اُسی در
اُو راہم ازیں دَر روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای
سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان
یک سرای ست
کے دروازے ہیں

یا دریں[1] رَہ آیدم آں کامِ مَن
یا اسی راستہ سے میرا مقصد مجھے حاصل ہو

یا چو بازآیم ز رَوم سُوی وطن
یا جب میں واپس آؤں، وطن کی جانب جاؤں

بُو کہ موقوفست کامم بر سفر
ہو سکتا ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو

چوں سفر کردم بیابم در حضر
جب سفر کر لوں، حضر ہی میں پالوں

یار را[2] چنداں بجُویم جدّ و چُست
مستعدی اور چُستی سے محبوب کو اتنا تلاش کروں گا

تا بدانم کہ نمی بایست جُست
جب تک کہ یہ جان لوں کہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے

آں معیّت کے رود در گوشِ من
وہ معیت میرے کان میں کب پہنچے گی؟

تا نگردم گردِ دَورانِ زمن
جب تک میں زمانہ کے دائرے کے گرد نہ پھر لوں

تا حسابِ[3] خُطوتان و قد وصل
تا کہ "دو قدم ہیں اور وصال ہوا" کا حساب

گرددم روشن شود اشکالِ حل
میرے لیے روشن ہو جائے، اشکال حل ہو جائے

---

[1] یا دریں۔ مجاہدہ کرنے والا کہتا ہے کہ میں کوشش بہرحال جاری رکھوں گا خواہ مقصود اس سفر میں حاصل ہو یا واپسی پر وطن میں حاصل ہو میں بہرحال سفر کی سعی جاری رکھوں گا۔ بو کہ۔ ہو سکتا ہے کہ میری اس سعی پر مقصد کا حصول موقوف ہو خواہ وہ مقصد دوسرے سبب سے حاصل ہو جائے مقصود سے مراد اللہ تعالیٰ کی معیت ہے اور سفر سے مراد مجاہدہ اور حضر اور وطن سے خود مجاہدہ کی فطرت اور طبیعت مراد ہے۔

[2] یار را۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہوں گا جب تک وہ مل نہ جائے۔ آں معیت۔ یعنی حق تعالیٰ کی معیت۔ نگردم۔ سفر سے مراد مجاہدہ ہے۔

[3] تا حساب۔ مشہور مقولہ ہے خُطْوَتَانِ مَنْ قَطَعَهُمَا فَقَدْ وَصَلَ "دو قدم ہیں، جس نے وہ طے کر لیے اُس کو وصال حاصل ہو گیا" جس کا مطلب یہ ہے "یک قدم در فرقِ خود نہ داں دگر در کوی دوست"۔

کےؔ[1] گُنم مَن از معیّت فہمِ راز　جُز مگر بعد از سفرہائے دراز
میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں　دراز سفروں کے بعد کے سوا

حق معیّت گفت و دل را مُہر کرد　تاکہ عکس آید بگوشِ دل نہ طرد
اللہ (تعالیٰ) نے معیت کی خبر دی اور دل پر مُہر لگا دی　تاکہ دل کے کان میں عکس آئے، نہ کہ طرد

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد　بعدازاں مُہر از دلِ اُو بر کشاد
جب بہت سفر کر لیے اور راستہ کا حق ادا کر دیا　اُس کے بعد اُس کے دل سے مُہر کھول دی

چوں[2] خطائیں آں حسابِ با صفا　گردِش روشن ز بعدِ دو خطا
جیسے اُس مصفّیٰ حساب کی دو خطائیں　دو خطاؤں کے بعد اُس کے لیے روشن ہو جاتا ہے

بعدازاں گوید اگر دانستمے　ایں معیت را کے اُو را جُستمے
اُس کے بعد کہتا ہے، کہ اگر میں جان جاتا　اِس معیت کو، تو میں اُس کو کب ڈھونڈتا؟

دانشِ آں بُود موقوفِ سفر　ناید آں دانش بہ تیزیِ فکر
اُس کا علم سفر پر موقوف تھا　فکر کی تیزی سے، وہ علم حاصل نہیں ہوتا

آنچنانکہ[3] وجہِ وامِ شیخ بُود　بستہ و موقوفِ گریہ آں وجود
جیسے کہ شیخ کے قرضہ کا ذریعہ　اُس وجود کے لیے رونے پر موقوف اور وابستہ تھا

کودکِ حلوائی بگریست زار　توختہ شُد وامِ آں شیخِ کبار
حلوائی کا بچہ زار (زار) رویا　اُس عظیم شیخ کا قرض ادا کر دیا گیا

گفتہ شُد آں داستانِ معنوی　پیش ازیں اندر خلالِ مثنوی
وہ بامعنیٰ قصّہ کہہ دیا گیا ہے　اثناءِ مثنوی میں اس سے پہلے

ایں سخن در دفترِ دوئیم گذشت　گر نمیدانی مُکن آنجا بازگشت
یہ بات دفتر دوم میں گذر گئی　اگر تجھے معلوم نہیں تو وہاں پلٹ

در دلت خوف افگند از موضعے　تانباشد غیرِ آنت مطمعے
تیرے دل میں ایسی جگہ سے خوف ڈال دیتا ہے　کہ اُس کے علاوہ تیرے لیے اُمید گاہ نہ ہو

---

[1] کےؔ گُنم۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ "وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو"۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن دل پر مُہر لگادی ہے تاکہ محض اُس کا مفہوم تو سمجھ میں آ جائے اور ذوقی معیت بغیر مجاہدے کے سمجھ میں نہ آ سکے۔ عکس۔ یعنی تعریف کا افراد کے لیے جامع ہونا۔ طرد۔ تعریف کا دوسرے افراد کے لیے مانع ہونا۔ چوں۔ جب انسان سفر یعنی مجاہدہ کرتا ہے تو اُسے معیت خداوندی کی جامع مانع تعریف حاصل ہو جاتی ہے اور اُس کی ذوقی حقیقت کھل جاتی ہے۔

[2] چوں خطائیں۔ کسی عددِ مجہول کو معلوم کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اُن میں سے ایک خطائین کا عمل ہے، اس میں دو خطاؤں پر عمل کرنے سے عددِ مجہول معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح مجاہد کی دو غلطیاں جن کا غلط ہونا مقصود کے حاصل ہو جانے کے بعد محسوس ہوتا ہے معیت کے حصول کا سبب بن جاتی ہیں ایک غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ مجھے معیت حاصل نہیں ہے دوسری غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ وہ معیت مجاہدہ سے حاصل ہوگی۔ بعدازاں۔ جب وہ معیت خود اس کی فطرت سے اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ میں خود اسکو تلاش کرتا پھرا۔ دانش۔ اس معیت کا علم سفر و مجاہدہ پر موقوف تھا محض فکر کی تیزی سے یہ ذوقی معرفت و علم حاصل نہیں ہوتا ہے۔

[3] آنچنانکہ۔ اس معیت فطری کی باعتبارِ ذوق کے مجاہدوں سے حصول کی مثال شیخ کا قرض ہے جس کی ادائیگی حلوائی کے بچہ کے رونے پر موقوف تھی۔ ظاہر ہے کہ قرض کے ادا ہونے اور بچہ کے رونے میں کوئی خاص تعلق نہیں ہے اسی طرح اس معیت کے حصول اور مجاہدہ میں کوئی خاص تعلق نہیں مجاہدہ اس کے حصول میں ایک بہانہ ہے۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ گفتہ شد۔ شیخ کے قرض کی ادائیگی کا قصہ دفتر دوم میں گذر چکا ہے۔ در دلت۔ اسباب کی سببیت محض خدا کی دین ہے انسان جس کو سبب سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں سے سببیت کو سلب کر لیتے ہیں اور بسا اوقات نفع کے سبب کو نقصان کا سبب بنا دیتے ہیں جس جگہ سے نفع کو لالچ ہو وہ خوف کی جگہ بن جاتی ہے۔

در طمع[1] خود فائدہ دیگر نہد
خود اُمید میں دوسرا فائدہ رکھ دیتا ہے

واں مُرادت از کسے دیگر دہد
اور وہ تیری مُراد کسی دوسرے سے عطا کر دیتا ہے

اے طمع بربستہ در یکجایِ سخت
اے دہ شخص! جو ایک جگہ سے بہت اُمید وابستہ کیے ہوئے ہے

کایدم میوہ ازاں عالی درخت
کہ مجھے اُس بلند درخت سے میوہ ملے گا

آں طمع زاں جانخواہد شد وفا
وہ اُمید اُس جگہ سے پوری نہ ہو گی

بل ز جایِ دیگر آید آں عطا
بلکہ وہ عطا دوسری جگہ سے حاصل ہو گی

آں طمع را پس چرا در تو نہاد
اُس اُمید کو پھر کس نے تیرے اندر رکھا؟

چوں نبودش نیتِ اکرام و داد
جبکہ اُس کی نیت اِکرام اور عطا کی نہ تھی

از برائے حکمتے و صنعتے
ایک حکمت اور صنعت کے لیے

نیز تا باشد دلت در حیرتے
اِس لیے بھی کہ تیرا دل حیرت میں پڑ جائے

تادلت حیراں بُود اے مُستفید
اے فائدہ مندا! تاکہ تیرا دل حیران ہو جائے

کہ مُرادم از کُجا خواہد رسید
کہ میری مُراد کہاں سے پوری ہو گی؟

تابدانی[2] عجزِ خویش و جہلِ خویش
تاکہ تو اپنے عجز اور اپنی نادانی کو جان لے

تاشود ایقانِ تو در غیب پیش
تاکہ غیب پر تیرا یقین بڑھ جائے

ہم دلت حیراں بُود در منتجع
نیز چراگاہ میں تیرا دل حیران ہو جائے

کہ چہ رُویاند مُصرّف زیں طمع
کہ تصرف کرنے والا اس لالچ سے کیا پیدا فرماتا ہے

طمع[3] داری روزیِ در درزیِ
تو درزی پن میں، روزی کا لالچ رکھتا ہے

تا ز خیاطی بَری زر تازیِ
تاکہ جب تک تو زندہ ہے درزی پن سے زر حاصل کرلے

رزقِ تو در زرگری آرد پدید
وہ تیرا رزق سُنار پر میں پیدا کر دیتا ہے

کہ ز وہمت بُود آں مکسب بعید
کہ وہ کمائی کا ذریعہ تیرے واہم سے (بھی) دُور تھا

پس طمع در درزیِ بہرچہ بُود
تو تیری طمع درزی پن میں کس لیے تھی

چوں نخواست آں رزق زان جانب کشود
جبکہ اُس نے اُس جانب سے رزق نہ کھولنا چاہا

بہرِ نادر حکمتے در علمِ حق
کسی عجیب حکمت کے لیے جو اللہ (تعالیٰ) کے عِلم میں ہے

کہ نبشت آں حکم را در ما سبق
کہ اُس حکم کو پہلے ہی لکھ دیا ہے

---

[1] در طمع۔ جس کو تو نفع کا سبب سمجھا تھا اُس سے تیری طمع اُس لیے وابستہ ہوئی کہ وہ دوسرے سبب سے تیری اُس طمع کو پورا کردے گا۔ اے۔ انسان ایک خاص درخت کے میوے کی طمع کرتا ہے وہ وہاں سے اُس کو حاصل نہیں ہوتا خدا دوسری جگہ سے اُس کو عطا کر دیتا ہے۔ آں طمع۔ جس سبب سے تیری طمع پوری نہیں ہوئی اُس سے طمع کو وابستہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تو حیرانی میں مبتلا ہو کر اسباب کو غیر مؤثر سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ: (ما در چہ خیالیم وفلک در چہ خیال)

[2] تابدانی۔ تاکہ تو یہ سمجھ لے کہ انسان باوجود اسباب کے میسر آ جانے کے عاجز ہے اور مؤثرِ حقیقی کوئی دوسری ذات ہے۔ ہم دلت۔ ایک سبب کو غیر مؤثر بنا کر کسی دوسری چیز کو سبب بنا دینے میں انسان پر حیرانی طاری ہوتی ہے جو ایک خاص تجلی ہے۔ منتجع۔ چراگاہ۔ مُصرِّف۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ۔

[3] طمع داری۔ انسان اپنے لیے درزی پن کو روزی کا سبب سمجھتا ہے لیکن اُس کا رزق سُنار پن میں مقدر ہوتا ہے اور وہاں سے اُس کو ملتا ہے۔ پس طمع۔ انسان کو اُس سبب کی طرف متوجہ کر دینے میں جس سے روزی حاصل ہوگی کچھ حکمتیں پوشیدہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

نیز[1] تا حیراں بُود اندیشہ اَت — تا کہ حیرانی بُود کُل پیشہ اَت
نیز تاکہ تیری سمجھ حیران ہو جائے — تاکہ حیرانی تیرا مکمل پیشہ بن جائے

یا وصالِ یار زیں سعیم رَسَد — یاز راہِ خارج از سعیِ جَسَد
یا دوست کا وصال میری اس کوشش سے حاصل ہو جائے — یا ایسے راستہ سے جو جسم کی کوشش سے باہر ہو

مَن نگویم زیں طریق آید مُراد — می[2] طپم تا از کجا خواہد گشاد
میں نہیں کہتا کہ اس راستہ سے مراد حاصل ہو گی — میں تو مضطر ہوں، دیکھئے کہاں کشادگی آئے گی؟

سَر بُریدہ مُرغ ہر سُو می فتد — تا کدامیں سُو رہد جاں از جسد
سر کٹا ہوا پرند ہر جانب گرتا ہے — دیکھئے کس جانب سے جان جسم سے نجات پائے

یا[3] مُرادِ مَن برآید زیں خروج — یاز بُرجِ دیگر از ذاتُ البروج
یا میری مراد اس سفر سے بر آئے گی — یا بُرجوں والے (آسمان) کے کسی دوسرے بُرج سے

حکایتِ آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار
اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ

بمصر، وفا شود آنجا گنجے ست در فلاں محلّہ در فلاں خانہ
مصر میں ملے گی، وہاں فلاں گھر میں فلاں محلّہ میں، ایک خزانہ ہے وہ

چوں بمصر آمد کسے گفت من خوابے دیدہ ام کہ گنجے
جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں

ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلّہ نامِ محلّہ و
گھر میں فلاں محلّہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے، اُس نے محلّہ اور گھر کا

خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہتِ
نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا، کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ

آں بُود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جُست
تھا کہ مجھے یقین دلا دیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہیے

و لیکن ایں گنج معیّن و محقّق جز در مصر حاصل نہ شود
لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہو گا

بُود زر میراثی را بے شمار — جُملہ را خورد و بماند اُو عور زار
ایک میراث پانے والے کے پاس بے شمار زر تھا — وہ سب کھا گیا اور ننگا عاجز رہ گیا

---

[1] نیز۔ یہ حکمت بھی ہے کہ انسان سبب پر پورا بھروسہ نہ کرے اور حیرانی کی کیفیت اُس پر طاری رہے۔ یا وصال۔ شہزادے نے یہی کہا کہ میں اس طریقہ کو وصال کا سبب نہیں سمجھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ سے وصل ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی اور ذریعہ پیدا فرمادے۔

[2] می طپم۔ میں تو حیران اور مضطر ہوں کہ دیکھئے کس راستہ سے مقصد کا فتح باب ہوتا ہے۔ سر بریدہ۔ ذبح شدہ پرند اپنی جان جسم سے نکالنے کے لیے مختلف جانبوں میں گرتا ہے کہ نہ معلوم کون سے رُخ سے گرنا سبب بنتا ہے۔

[3] یا مراد۔ شہزادے نے کہا بادشاہِ چین تک پہنچنا وصل کا سبب ہو یا ممکن ہے بُرجوں والے آسمان کا کوئی بُرج سبب وصل بنے۔ میراثی۔ یعنی وارث۔ عور۔ ننگا۔

مالِ[1] میراثے ندارد خود وفا
وراثت کا مال، خود وفا نہیں رکھتا

چوں بناکام از گزشتہ شُد جُدا
جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ مرنے والے سے علیحدہ ہو گیا

اُو نداند قدرہم کآساں بیافت
وہ قدر بھی نہیں جانتا، کیونکہ آسانی سے پا لیا

کو بکدّ و رنج و کسبش کم شتافت
کیونکہ وہ اس کی مشقت اور تکلیف اور کمائی میں نہ دوڑا

قدرِ جاں زاں می ندانی اے فلاں
اے فلاں! تو جان کی قدر اسی لیے نہیں جانتا

کہ بداوت حق بہ بخشش رائگاں
کیونکہ وہ تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بخشش میں مفت دیدی ہے

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا
نقد چلا گیا اور سامان چلا گیا اور گھر

ماند چوں چُغداں دَراں ویرانہا
وہ چغدوں کی طرح ان ویرانوں میں رہ گیا

گفت[2] یارب برگ دادی رفت برگ
اُس نے کہا اے خدا! تو نے ساماں دیا، وہ سامان چلا گیا

یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
یا سامان عطا کر دے اور یا موت بھیج دے

چوں تُہی شد یادِ حق آغاز کرد
جب خالی ہو گیا اللہ (تعالیٰ) کی یاد شروع کر دی

یارب و یَارَبّ اَجِرْنِیْ ساز کرد
اے خدا اے خدا! مجھے پناہ دے (کہنا) شروع کر دیا

چوں پیمبرؐ گفت مومن مِزمرست
جیسا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا، مومن بانسری ہے

در زمانِ خالیے نالہ گرست
خالی ہونے کے وقت نالہ کرنے والی ہے

چوں شود پُر مُطربش بنہد ز دست
جب وہ بھر جاتی ہے گویا اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے

پُر مشو کاسیب دستِ اُو خوش ست
تو پُر نہ ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا اثر اچھا ہے

تی[3] شُود و خوش باش بین الاصبعین
تو خالی رہ اور دو انگلیوں کے درمیان خوش رہ

کز مئے لا ایں سرمست ست ایں
کیونکہ مکاں، لامکانی شراب سے مست ہے

رفت طُغیاں آب از چشمش کُشاد
سرکشی جاتی رہی، پانی اُس کی آنکھ سے بہہ نکلا

ابرِ چشمش زرعِ دیں را آب داد
اُس کی آنکھ کے ابر نے دین کی کھیتی کو پانی دیا

در دُعا و لابہ در زد ہر دو دست
وہ دعا اور عاجزی میں مصروف ہو گیا

زر طلب شُد بے تعب آں زر پرست
وہ زر پرست، بغیر محنت کے زر کا طالب بنا

سببِ تاخیرِ اجابتِ دُعایِ مُومن

مومن کی دُعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مُخلص کہ نالد دَر دُعا
اے (مخاطب) بہت سے مخلص دعا میں روتے ہیں

دُودِ اخلاصش برآید تا سما
اُن کے اخلاص کا دُھواں آسمان پر پہنچتا ہے

[1] مالؔ۔ ورثہ کا مال وفادار نہیں ہوتا اُس میں اگر وفاداری ہوتی تو مرنے والے سے کیوں جُدا ہوتا۔ اُو نداند۔ وارث کو بھی ورثہ میں ملنے والے مال کی قدر نہیں ہوتی کیونکہ اس کو حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں اٹھانی پڑتی ہے۔ قدرِ جاں۔ انسان کو رُوح بھی چونکہ بلا محنت حاصل ہوئی ہے اس لیے وہ اُس کی قدر نہیں کرتا ہے۔ نقد۔ اُس وارث کا مال اور گھر سب برباد ہو گیا اور وہ چغدوں کی طرح ویرانے میں رہ گیا۔

[2] گفت۔ اُس نے دعا کرنی شروع کر دی کہ خدا مجھے مال دے یا موت دے دے۔ چوں تہی۔ انسان افلاس میں خدا کو یاد کرنا شروع کر دیتا ہے۔ چوں پیمبرؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا مومن کی مثال بانسری کی سی ہے جب تک وہ کھوکھلی ہے اس میں نالہ پیدا ہوتا ہے۔ چوں شود۔ اگر بانسری کا سُوراخ بھر جائے تو گویا اُس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے۔ پُر مشو۔ مولانا فرماتے ہیں تو بھی خالی رہ تاکہ مُطربؐ کے ہاتھ میں رہ سکے۔

[3] تی شو۔ تو خالی رہے گا تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان رہے گا اور غیب کے نغمے سے سرمست رہے گا۔ رفت۔ اب اس وارث میں مالداری کی سرکشی نہ رہی تھی اور اس کے آنسوؤں کی بارش سے دین کی کھیتی سیراب ہو رہی تھی۔ در دعا۔ اب پوری طرح دعا میں مصروف تھا۔ اے بسا مخلص۔ سب سے مخلص نیک بندے دعا میں آہ و زاری کرتے ہیں اور ان کی آہوں کا دُھواں ملاءِ اعلیٰ تک پہنچتا ہے۔

تارود بالایِ ایں سقفِ بریں
یہاں تک کہ اُس بلند چھت کے اوپر پہنچتی ہے
بُویِ مجمر[1] از انینِ المذنبین
گنہگاروں کے رونے کی انگیٹھی کی بُو

پس ملائک باخدا نالند زار
پھر فرشتے خدا کے سامنے عاجزی سے روتے ہیں
کاے مجیبِ ہر دُعا و مُستجار
کہ اے ہر دعا کو قبول کرنے والے اور پناہ گاہ!

بندۂ مُومن تضرع میکُند
ایک مومن بندہ، گڑگڑا رہا ہے
اُو نمیداند بجز تو مُستند
وہ تیرے سوا کسی کو سہارا نہیں سمجھتا ہے

تو عطا بیگانگاں را میدہی
تو غیروں کو عطا دیتا ہے
از تُو دارد آرزو ہر مشتہی
ہر خواہش مند تجھ سے اُمید رکھتا ہے

حق[2] بفرماید نہ از خواریِ اُوست
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اس کی ذلت کی وجہ سے نہیں ہے
عینِ تاخیرِ عطا یاریِ اُوست
عطا میں تاخیر بعینہٖ اُس کی مدد ہے

نالۂ مُومن ہمیداریم دُوست
ہم مُومن کے رونے کو دوست رکھتے ہیں
گو تضرُّع کُن کہ ایں اعزازِ اُوست
کہہ دو کہ گڑگڑائے کیونکہ یہ اُس کا اعزاز ہے

حاجت آوردش ز غفلت سُویِ مَن
اُس کی حاجت غفلت سے اس کو میری طرف لائی ہے
آں کشیدش موکشاں در کویِ من
اُس نے بال پکڑ کر اُس کو میرے کوچہ میں پہنچایا ہے

گر برآرم حاجتش اُو وا رَود
اگر میں اُس کی حاجت پوری کردوں وہ واپس چلا جائیگا
ہمدراں بازیچہ مُستغرق شود
اسی کھلونے میں مصروف ہو جائے گا

گرچہ[3] می نالد بجان یا مُستجار
اگرچہ وہ دل سے گڑگڑا رہا ہے اے پناہ گاہ (کہہ کر)
دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
دل شکستہ، سینہ خستہ، غمگین

خوش ہمی آید مرا آوازِ اُو
مجھے اُس کی آواز بھلی لگتی ہے
واں خدایا گفتن و آں رازِ اُو
اور اُس کا یاخدا کہنا، اور اُس کا وہ راز

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا
اور یہ کہ وہ خوشامد اور واقعہ میں
می فریباند بہر نوعے مرا
ہر طرح سے مجھے پھسلاتا ہے

طوطیان و بُلبلاں را از پسند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے
از خوش آوازی قفس در میکشند
(اور) خوش آوازی کیوجہ سے پنجرے میں بند کردیتے ہیں

زاغ را و چغد را اندر قفص
کوے کو اور چغد کو پنجرے میں
کے کُنند ایں خود نیامد در قصص
کب کرتے ہیں؟ یہ خود کہانیوں میں نہیں آیا

---

1. مجمر۔انگیٹھی۔انین۔رونے کی آواز۔پس ملائک۔فرشتے جنابِ باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن بندہ رو رہا ہے تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اِس مومن کی عطا میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟
2. حق بفرماید۔اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ تاخیر اس لیے نہیں ہے کہ ہم اس کو حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اُس کی ایک مدد ہے۔نالہ۔مومن کا رونا ہمیں پسند ہے اور اس تاخیر میں اُس کا اعزاز ہے۔حاجت۔اُس کی حاجت نے اُس کو ہماری طرف متوجہ کیا ہے۔گر برآرم۔اگر اُس کی دعا جلد قبول ہوگئی اور حاجت رفع ہوگئی تو وہ ہم سے رخصت ہوکر کھیل کود میں لگ جائے گا۔
3. گرچہ۔وہ دل سے ہمیں پکار رہا ہے، شکستہ دل سے ہمیں اُس کی آواز اور یاخدا کہنا اور خوشامد اور واقعہ بیان کرنے میں ہمیں پھسلانا یہ سب ہمیں پسند ہے۔طوطیان۔اس کی مثال یہ ہے کہ طوطی کی خوش آوازی کی وجہ سے لوگ اُس کو پنجرے میں قید کر کے رکھتے ہیں۔زاغ۔کوے اور چغد کو کسی نے آج تک پنجرے میں بند کر کے نہیں پالا۔

پیشِ[1] شاہد باز چوں آید دو تن
عاشق صفت کے سامنے جب دو شخص آئیں

آں یکے کمپیرو دیگر خوش ذقن
ایک بوڑھی عورت اور دوسری خوبصورت ٹھوڑی والی

ہر دوناں خواہند اُو زوتر فطیر
دونوں روٹی مانگیں، وہ بہت جلد روٹی

آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
لائے گا اور بوڑھی سے کہے گا کہ لے لے

واں دگر را کہ خوشتش قدّ وخد
اور اُس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہیں

کے دہد ناں بل بتاخیر افگند
روٹی کب دے گا، بلکہ تاخیر میں ڈال دے گا

گویدش[2] بنشیں زمانے بے گزند
اُس سے کہے گا کہ اطمینان سے تھوڑی دیر بیٹھ جا

کہ بخانہ نانِ تازہ میپزند
کیونکہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں

چوں رسد آں نانِ گرمش بعد کد
جب مشقت کے بعد اُس کے پاس گرم روٹی آ جائے گی

گویدش بنشیں کہ حلوا میرسد
اُس سے کہے گا، کہ بیٹھ جا حلوا آ رہا ہے

ہم بدیں فن دارِش میکند
اِسی تدبیر سے اس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے

و ز رہِ پنہاں شکارش می کند
اور چپکے چپکے، اُس کا شکار کرتا رہتا ہے

کہ مرا کاریست با تو یک زماں
کہ مجھے تجھ سے تھوڑا سا کام ہے

منتظر میباش اے خوبِ جہاں
اے حسینِ عالم! انتظار کر لے

تابدیں حیلت فریباند وُرا
یہاں تک کہ اِس تدبیر سے اُس کو پھسلائے

تا مُطیع و رام گرداند وُرا
کہ اُس کو فرماں بردار اور رام کر لے

مثلِ[3] آں کمپیر داں بیگانگاں
غیروں کو اُس بوڑھی عورت کی طرح سمجھ

شاہدِ خوش رُوی مثلِ مُومناں
خوبصورت معشوق مومنوں کی مثال ہے

ایں جہاں زندانِ مومن زیں بُوَد
یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اِسی لیے ہے

کافراں را جنتِ عالی شوَد
کہ کافروں کے لیے فی الحال جنت ہے

بے مُرادی مُومناں از نیک و بد
مومنوں کی نامرادی خواہ نیک ہوں یا بد

تو یقیں میداں کہ بہرِ ایں بُوَد
تو یقین کر لے اسی وجہ سے ہوتی ہے

رجوع بقصۂ آں شخص کہ بأونشانِ گنج دادند بمصر و بیانِ
اُس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتا دیا اور فقر

تضرّعِ وَے از درویشی بحضرتِ جلّ جلالہٗ
کی وجہ سے اُس کا اللہ (تعالیٰ) جل جلالہ کے دربار میں عاجزی کرنا

---

[1] پیشِ شاہد۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کسی حُسن پرست کے سامنے اگر دو عورتیں آئیں ایک بوڑھی اور ایک حسین تو وہ بوڑھی کو فوراً روٹی دے کر رخصت کر دیتا ہے اور خوبصورت کو مختلف بہانوں سے روٹی دینے میں دیر لگاتا ہے۔

[2] گویدش۔ اُس خوبصورت عورت سے کہتا ہے کہ ذرا بیٹھ جانا تازہ روٹی پک رہی ہے اُس میں سے دوں گا۔ چوں رسد۔ جب روٹی آ جاتی ہے تو اُس کو حلوے کا منتظر بنا کر بٹھاتا ہے۔ ہم بدیں۔ ان ترکیبوں سے اُس کو ٹھہر جا کہتا رہتا ہے اور نظربازی سے اُس کا شکار کرتا رہتا ہے۔ تابدیں۔ ان تدبیروں سے اُس کو فریب دیتا ہے اور اُس کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔

[3] مثلِ آں۔ تو بیگانوں اور مومنوں کی مثال ان دو عورتوں سے سمجھ لے۔ ایں جہاں۔ مومنین کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کا پنجرا ہے اور کافروں کی برائیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کے لیے جنت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے پھرتے ہیں۔ بے مرادی۔ مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے ساتھ معروف رکھنا چاہتا ہے۔

خواجہ[1] چوں میراث خورد و شد فقیر | آمد اندر یا رب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھولی اور فقیر ہو گیا | تو یارب اور آہ و بکا میں مصروف ہو گیا

خود کہ کوبد ایں درِ رحمت نثار | کو نیابد در اجابت صد بہار
رحمت کی بکھیر والے اس در کو خود کون کھٹکھٹاتا ہے؟ | جو کہ قبولیت میں سو بہار نہ پاتا ہو

خواب دید و ہاتفے گفت اُو شنید | کہ تمنایت بمصر آید پدید
اُس نے خواب دیکھا اور ہاتف نے کہا اور اس نے سُنا | کہ تیری آرزو مصر میں ظاہر ہو گی

رَو بمصر آنجا شود کارِ تو راست | کرد کدیہ ات را قبول اُو مُرتجاست
مصر جا، وہاں تیرا کام ٹھیک ہو گا | تیرے سوال کو قبول کر لیا ہے، وہ امید گاہ ہے

دَر[2] فلاں موضع یکے گنجیست زفت | در پے آں بایدت تا مصر رفت
فلاں جگہ ایک بھاری خزانہ ہے | اُس کی تلاش میں تجھے مصر جانا چاہیے

بیدرنگے ہیں ز بغداد اے نژند | رَو بسُوئے مصر و منبت گاہِ قند
اے افسردہ! بغداد سے بغیر تاخیر کے | مصر کی جانب اور شکر اُگنے کی جگہ جا

چوں ز بغداد آمد اُو تا سُوئے مصر | گرم شُد پشتش چودید او رُوئے مصر
وہ جب بغداد سے مصر کی جانب آیا | جب اُس نے مصر کا رُخ دیکھا اس کی کمر مضبوط ہو گئی

براُمیدِ وعدۂ ہاتف کہ گنج | یا بد اندر مصر بہرِ دفعِ رنج
ہاتف کے وعدے کی امید پر کہ خزانہ | مصیبت کے دفعیہ کے لیے مصر میں پا لے گا

دَر[3] فلاں کوئے و فلاں موضع دفیں | ہست گنجِ سخت نادر بس گزیں
فلاں کوچہ میں اور فلاں جگہ مدفون | ہے، نہایت نادر بہت منتخب خزانہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند | خواست دَقّے بر عوام الناس راند
لیکن اُس کے لیے خرچہ تھوڑا بہت کچھ نہ رہا | اُس نے عام لوگوں سے بھیک مانگنی چاہی

لیک شرم و ہمتش دامن گرفت | خویش را در صبر افشردن گرفت
لیکن شرم اور ہمت نے اُس کا دامن پکڑ لیا | اُس نے اپنے آپ کو صبر میں دبانا شروع کر دیا

باز نفسش از مجاعت بر طپید | ز انتجاع از خواستن چارہ ندید
پھر اس کا نفس بھوک سے تڑپا | روزی حاصل کرنے میں بھیک مانگنے کے سوا چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیروں روم من نرم نرم | تاز ظلمت نایدم از کدیہ شرم
سوچا کہ رات کو چپکے چپکے سے باہر نکلوں گا | تا کہ اندھیری میں بھیک مانگنے سے شرم نہ آئے

---

[1] خواجہ۔میراث پانے والا جب فقیر ہو گیا دعا اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گیا۔خود۔جو اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ ضرور اپنی مُراد پالیتا ہے۔رحمت نثار۔یعنی وہ دروازہ جس سے رحمت کی بکھیر ہوتی ہے۔ہاتف۔غیبی آواز نے اس سے کہا تجھے خزانہ مصر میں ملیگا۔مُرتجا۔اُمید گاہ۔

[2] درفلاں۔ہاتف نے اُس کو بتا دیا کہ خزانہ فلاں جگہ مصر میں ہے۔منبت گاہ قند۔مصر میں شکر بہت پیدا ہوتی تھی۔گرم شد۔ہاتف کی بشارت کی وجہ سے۔براُمید۔ہاتف کے کہنے کی وجہ سے اُس کو اُمید تھی کہ مصر میں خزانہ ہاتھ آ جائے گا۔

[3] درفلاں۔ہاتف نے اُس کو خزانہ کا پورا پتا بتا دیا۔نفقہ اش۔نفقش پڑھا جائے گا۔دق۔یعنی بھیک کے لیے دروازہ پیٹنا۔در صبر۔یعنی صبر کے ذریعہ اپنی خواہش کو دبانا چاہا۔انتجاع۔دانہ پانی طلب کرنا۔گفت۔اُس نے دل میں سوچا کہ میں بھیک مانگنے کے لیے رات کو نکلوں تا کہ کسی سے آنکھیں دو چار نہ ہوں اور شرم نہ آئے۔

ہمچو شبکوکے[1] کُنم من ذکر و بانگ ۔ تا رسد از بامہایم نیم دانگ

شبکوک کی طرح میں ذکر اور آواز کروں گا ۔ تاکہ بالا خانوں سے مجھے نیم دانگ مل جائے

اندریں اندیشہ بیروں شُد بکو ۔ و اندریں فکرت ہمی شد سُو بسُو

اِس خیال میں کوچہ سے باہر نکلا ۔ اور اِس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا

یک زماں مانع ہمی شُد شرم و جاہ ۔ یک زمانے جُوع می گفتش بخواہ

کسی وقت شرم اور رُتبہ اس کے لیے مانع بنتا ۔ کبھی اس سے بھوک کہتی، مانگ

پایِ پیش و پایِ پس تا ثُلث شب ۔ کہ بخواہم یا بخُسپم خشک لب

ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے تہائی رات تک ۔ کہ مانگوں یا میں سُوکھے ہونٹ سو جاؤں

رسیدنِ[2] آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر

اُس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شبکوکی اور گدائی کے لیے

شبکوکی و گدائی و گرفتن عسس اُو را و مرادِ اُو حاصل شدن

باہر نکلنا اور کوتوال کا اُس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت

از عسس بعد از خوردنِ زخم بسیار عَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا

پٹنے کے بعد اُس کا مُراد کا حاصل ہو جانا، قریب ہے کہ تم کسی چیز

شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بے شک

يُسْرًا وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِشْتَدِّيْ اَزْمَةُ

تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت ہو تو

تَنْفَرِجِيْ وَجَمِيْعُ الْقُرْاٰنِ وَالْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ فِيْ تَقْرِيْرِ هٰذَا

سخت ہو جا، کُھل جائے گی، اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اِس کو ثابت کرنے میں

ناگہانی[3] خود عسس اُو را گرفت ۔ چو بھا زد بے مُحابا نا شگفت

اچانک خود کوتوال نے اس کو پکڑ لیا ۔ بغیر مروّت کے بے توقف ڈنڈے مارے

اِتفاقاً اندراں شبہائے تار ۔ دیدہ بُد مُردم ز شب دُزداں ضِرار

اتفاقاً ان اندھیری راتوں میں ۔ لوگوں نے رات کے چوروں سے مضرت دیکھی تھی

بُود شبہائے مخوف و منحس ۔ پس بجد می جست دُزداں را عسس

خوفناک اور منحوس راتیں تھیں ۔ کوتوال اہتمام کے ساتھ چوروں کی جستجو میں تھا

---

[1] شبکوک۔ وہ فقیر جو درخت پر بیٹھ کر رات کو بھیک مانگے تاکہ اُس کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ اندیشہ۔ یعنی بھیک مانگنے کا خیال۔ سُو بسُو۔ اِسی فکر میں اِدھر اُدھر ٹہلتا پھرا۔ یک زماں۔ شرم، بھیک مانگنے سے روکتی تھی اور بھوک بھیک مانگنے پر آمادہ کرتی تھی۔ ثلث شب۔ اِسی شش و پنج میں ایک تہائی رات گذر گئی۔

[2] رسیدنِ آں شخص۔ یہ مصر میں پہنچا وہ وہاں شب گردی کی وجہ سے گرفتار ہو گیا کوتوال نے گرفتار کر کے مارا لیکن اس کے بعد اُس کی مشکل حل ہو گئی گرفتار ہونا اُس کی مشکل کا حل ہونا بنا۔ انسان کسی چیز کو بُرا سمجھتا ہے اور اسی میں اُس کی بھلائی ہوتی ہے مصیبت جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے ٹل جاتی ہے۔

[3] ناگہانی۔ رات کو گھومتا دیکھ کر چور ہونے کے شبہ میں کوتوال نے اُس کو بے تحاشا پیٹا۔ اتفاقاً۔ گرفتاری کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس زمانہ میں مصر میں چوریاں بہت ہو رہی تھیں۔ پس۔ اس لیے کوتوال چوروں کی گرفتاری میں بہت کوشاں تھا۔

تا خلیفہ[1] گفتہ کہ بُبرید دَست ۔۔۔ ہر کہ شب گردد اگر خویشِ منست

حتیٰ کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ دے ۔۔۔ جو رات کو گھومے، خواہ میرا رشتہ دار ہو

بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم ۔۔۔ کہ چرا باشید بر دُزداں رحیم

بادشاہ نے کوتوال کو ڈر اور دھمکی دی تھی ۔۔۔ کہ تم چوروں پر رحم کھانے والے کیوں ہو؟

عِشوہ شاں را از چہ رُو باور کنید ۔۔۔ یا چرا ز ایشاں قبولِ زر کنید

اُن کی مکاری کا کس وجہ سے یقین کر لیتے ہو ۔۔۔ یا کیوں اُن سے رقم قبول کرتے ہو؟

رحم بَر دُزدان و ہر منحوس دست ۔۔۔ بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست

چوروں پر اور ہر منحوس ہاتھ پر رحم کرنا ۔۔۔ کمزوروں پر زحمت اور بے رحمی ہے

ہیں[2] ز رنجِ خاص مکسل ز انتقام ۔۔۔ رنجِ اُو بگزیں و بنگر رنجِ عام

خبردار! کسی خاص شخص کی تکلیف کی وجہ سے انتقام لینے سے درگزر نہ کر ۔۔۔ اُس کی تکلیف کو پسند کر اور عوام کی تکلیف کو مدنظر رکھ

اصبع ملدوغ بُر در دفعِ شر ۔۔۔ دَر تعدّی و ہلاکِ تن نگر

شر کو رفع کرنے کے لیے ڈسی ہوئی انگلی کاٹ دے ۔۔۔ متعدی ہونے اور جسم کی تباہی کو دیکھ

گشتہ دزد انبُہ دراں ایام بَس ۔۔۔ کاں فقیر اُفتاد در دستِ عسس

اُن دنوں میں چور بہت ہو گئے تھے ۔۔۔ کہ وہ فقیر کوتوال کے ہاتھ پڑ گیا

اِتفاقاً اندراں ایام دُزد ۔۔۔ گشتہ بُوذ انبوہ پختہ و خام دُزد

اتفاقاً ان دنوں میں چور ۔۔۔ بہت ہو گئے تھے، پکے اور کچے چور

در[3] چنیں وقتش بدید و سخت زد ۔۔۔ برسر و بر پُشت چوبِ بے عدد

اس کو ایسے وقت میں دیکھا اور بہت مارے ۔۔۔ اَن گنت ڈنڈے، سر اور کمر پر

نعرہ و فریاد زاں درویش خاست ۔۔۔ کہ مزن تا من بگویم حال راست

اس فقیر سے نعرہ اور فریاد نکلی ۔۔۔ کہ نہ مار، تاکہ میں سچا حال بیان کروں

گفت اینک دادمت مُہلت بگو ۔۔۔ تا بشب چوں آمدی بیروں بگو

اُس نے کہا، اب میں نے تجھے مہلت دے دی، کہہ ۔۔۔ بتا تو رات میں باہر کیوں نکلا؟

تونۂ زینجا، غریب و منکری ۔۔۔ راستی گو تا بچہ مکر اندری

تو یہاں کا نہیں ہے، پردیسی اور اجنبی ہے ۔۔۔ سچ بتا، تو کس تدبیر میں ہے؟

اہلِ دیواں بر عسس طعنہ زدند ۔۔۔ کہ چرا دُزداں کنوں انبہ شُدند

دفتر والے کوتوال کو طعنہ دیتے ہیں ۔۔۔ کہ اب چور کیوں زیادہ ہو گئے ہیں؟

---

[1] تا خلیفہ۔ حاکم نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جو بھی رات کو گھومتا پایا جائے اُس کو گرفتار کر کے چوری کی سزا دے دی جائے خواہ میرا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ بر عسس۔ چوریوں کی کثرت کی وجہ سے کوتوال پر عتاب ہو رہا تھا۔ عشوہ۔ کوتوال سے کہا گیا تھا یا تو تم لوگ چوروں کے چکموں میں آ جاتے ہو یا اُن سے رشوت لے لیتے ہو۔ رحم۔ حالانکہ چوروں پر رحم کرنا کمزوروں پر ظلم ہے۔

[2] ہیں ز رنج۔ عوام کی راحت کی خاطر کسی ظالم پر رحم نہ کرنا چاہیے۔ اصبع۔ اگر انگلی میں کوئی زہریلا جانور کاٹ لے تو بقیہ جسم کو بچانے کے لیے اُس کا کاٹنا بہتر ہے۔ گشتہ۔ چونکہ شہر میں چوروں کی کثرت تھی اس لیے شب میں اُس کی گرفتاری عمل میں آئی۔

[3] در چنیں۔ ان حالات میں چونکہ اس شخص کو کوتوال نے گھومتا دیکھا تو گرفتار کر کے سخت سزا دی۔ کہ مزن۔ اُس نے کہنا شروع کیا کہ مجھے نہ مار میں صحیح حال بتاتا ہوں۔ گفت۔ کوتوال نے مارنا چھوڑ دیا اور کہا صحیح بات بتا دے۔ تونہ۔ تو مصری نہیں ہے پردیسی ہے سچ بتا کہ تو کیوں گھوم رہا تھا۔ اہلِ دیواں۔ شاہی دفتر کے افسران پولیس کو طعنے دے رہے ہیں۔

اَنُبہی[1] از تُست و از امثالِ تُست — وانما یارانِ زشتت را نُخُست

کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہے — پہلے اپنے بُرے ساتھیوں کو ظاہر کر

ورنہ کینِ جُملہ را از تو کَشم — تا شود آیمن ز شر ہر مُحتشم

ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا — تاکہ ہر معزز شر سے محفوظ ہو جائے

گفت اُو از بعد سوگندانِ پُر — کہ نیَم مَن خانہ سوز و کیسہ بُر

اُس نے بھرپور قسموں کے بعد کہا — کہ میں گھر پھونکنے والا اور گرہ کٹ نہیں ہوں

مَن نہ مردِ دُزدی و بیدادیم — مَن غریبِ مصرم و بغدادیم

میں چوری اور ظلم والا آدمی نہیں ہوں — میں مصر کا پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں

دربیانِ[2] ایں حدیثِ شریف کہ اَلصِّدْقُ طَمَانِیْنَۃٌ وَّالْکِذْبُ رِیْبَۃٌ

اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

قِصہ آں خواب و گنجِ زربگفت — پس ز صدقِ اُو دلِ آنکس شگفت

اُس نے اس خواب اور سونے کے خزانہ کا قصہ سنایا — اُس کے سچ سے اُس کا دل شگفتہ ہو گیا

بُوئے صدقش آمد از سوگندِ اُو — سوزِ اُو پیداشد از اسپند اُو

اُس کو اُس کی قسم سے سچائی کی خوشبو آئی — اُس کی سوزش، اُس کے کالے دانہ سے ظاہر ہو گئی

دل بیارامد بگفتارِ صواب — آنچناں کہ تِشنہ آرامد بآب

صحیح بات سے دل آرام پا جاتا ہے — جس طرح پیاسا پانی سے آرام پاتا ہے

جُزدلِ[3] مجوب کُو را علتیست — از نبی اَش تا غبی تمیز نیست

سوائے مجوب کے دل کے جس میں کوئی بیماری ہے — جس کو نبی اور غبی میں تمیز نہیں ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بُوَد — بر زند برمہ شگافیدہ شود

ورنہ وہ پیغام جو جگہ سے ہو — وہ چاند پر اثر کرتا ہے، وہ شق ہو جاتا ہے

مہ شگافد واں دلِ مجوب نے — زانکہ مردودست اُو محبوب نے

چاند شق ہو جاتا ہے اور وہ مجوب دل نہیں — کیونکہ وہ مردود ہے، محبوب نہیں ہے

چشمہ شُد چشمِ عسس ز اشکِ مُبلّ — نے ز گفتِ خشک بل از بُوئے دل

کوتوال کی آنکھ تر کرنے والے آنسوؤں سے چشمہ بن گئی — خشک گفتگو سے نہیں، بلکہ دل کی بُو سے

یک سخن از دوزخ آید سوئے لب — یک سخن از شہرِ جاں در کوئے لب

ایک بات دوزخ سے ہونٹ تک آتی ہے — ایک بات جان کے شہر سے ہونٹ کے کوچہ میں

---

[1] انبہی۔ چوروں کی کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہوئی ہے۔ وانما۔ اپنے بُرے ساتھیوں کا پتا بتا ورنہ سب کے بدلے کی سزا تجھ کو دوں گا۔ محتشم۔ باعزت۔ خانہ سوز۔ یعنی ڈاکو۔ کیسہ بُر۔ گرہ کٹا۔ من غریب۔ میں مصر میں پردیسی ہوں میرا دیس بغداد ہے۔

[2] دربیان۔ حدیث شریف ہے کہ سچائی سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے اور جھوٹی بات دل میں شک وشبہ پیدا کرتی ہے۔ آنکس۔ یعنی کوتوال۔ اسپند۔ کالے دانہ کو آگ پر ڈالتے ہیں تو وہ دُھواں دیتا ہے تو اُس کا دُھواں آگ کے وجود کی دلیل ہے اسی طرح اُس کی باتوں سے اُس کی اندرونی سوزش کا پتا چل گیا۔ دل۔ کوتوال اُس کی باتوں سے مطمئن ہو گیا اس لیے کہ سچی بات سننے والے کے دل کو مطمئن کر دیتی ہے۔

[3] جزدلِ مجوب۔ کافروں کے دل چونکہ پردے میں ہیں اس لیے سچی بات اُن کے دل پر اثر نہیں کرتی ہے۔ از نبی۔ اسی لیے کافر جھوٹے سچے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ ورنہ۔ انبیا کے کلام کی تاثیر کا تو یہ حال ہے کہ چاند پر اثر ہوا تو شق القمر کا معجزہ رونما ہو گیا۔ چشمہ۔ اُس پردیسی کی باتوں سے کوتوال رو پڑا۔ یک سخن۔ انسان کا نفس بمنزلہ دوزخ کے ہے اس کی بات دوزخی ہے، جان کی بات جنتی ہے۔

بحرِ[1] جاں افزا و بحرِ پُر حرج
جان کو بڑھانے والا سمندر اور تنگی سے بھرا ہوا سمندر
درمیانِ ہر دو بحر ایں لب مرج
دونوں سمندروں کے درمیان، یہ ہونٹ ملاپ (کی جگہ) ہیں

بحرِ جاں افزا و بحرِ عمر کاہ
جان کو بڑھانے والا اور عمر کو گھٹانے والا سمندر
ہر دو آں برلب گذر دارند و راہ
دونوں ہونٹ پر گذر اور راہ رکھتے ہیں

چوں بیپلو درمیانِ شہرہا
جیسے کہ شہروں کے درمیان میں منڈی
از نواحی آمد آنجا بہرہا
اس جگہ اطراف سے حصے آتے ہیں

کالۂ معیوب و قلبِ کیسہ بُر
عیب دار سامان اور گانٹھ کاٹنے والا کھوٹا
کالۂ پرسُود و مستشرق چو دُر
نفع بخش اور موتی کی طرح چمک دار سودا

زیں[2] بیپلو ہرکہ بازرگاں ترست
اس منڈی سے جو شخص اچھا سوداگر ہے
بر سرہ و بر قلبہا دیدہ ورست
وہ کھرے اور کھوٹوں کو تاڑنے والا ہے

شُد بیپلو مرد را دارُالرّباح
منڈی کسی کے لیے نفع کا گھر ہے
واں دگر را از عمٰی دارالجُناح
اور اُس دوسرے کے لیے اندھے پن کی وجہ سے گناہ کا گھر ہے

ہر یکے ز اجزائے عالم یک بیک
عالم کے تمام اجزا ایک ایک
بر غبی بندست و بر اُستاد، فک
غبی کی قید ہیں اور استاد پر قید سے رہائی

بر یکے قند ست و بر دیگر چو زہر
ایک پر شکر ہے اور دوسرے پر زہر جیسا
بر یکے لطف ست و بر دیگر چو قہر
ایک پر رحم ہے اور دوسرے پر قہر جیسا

بر یکے[3] دیو ست و بر دیگر چو حُور
ایک پر شیطان ہے اور دوسرے پر حُور جیسا
بر یکے نارست و بر دیگر چو نُور
ایک پر آگ ہے اور دوسرے پر نور جیسا

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر سانپ جیسا
بر یکے وردست و بر دیگر چو خار
ایک پر پھول ہے اور دوسرے پر کانٹے کی طرح

بر یکے شیریں و بر دیگر تُرش
ایک پر میٹھا ہے اور دوسرے پر کھٹا
بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہُش
ایک پر مدہوش ہے اور دوسرے پر ہوش جیسا

بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں
ایک پر پوشیدہ ہے اور دوسرے پر ظاہر
بر یکے سُود ست و بر دیگر زیاں
ایک پر نفع ہے دوسرے پر نقصان

بر یکے بندست و بر دیگر کشاد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی
بر یکے قیدست و بر دیگر مُراد
ایک پر بیڑی ہے اور دوسرے پر مقصود

---

[1] بحر جاں۔ نفس اور روح دونوں کی باتیں ہونٹ سے ٹکراتی ہیں۔ مرج۔ یعنی ملنے کی جگہ۔ بحر عمر کاہ۔ نفس کی باتیں تو زندگی کی تباہی کا سبب ہیں۔ بیپلو۔ بوزن نخن کو منڈی۔ بہرہا۔ یعنی مالوں کے حصے۔ کالہ۔ سامان۔ کیسہ بُر۔ کھوٹا مال جیب تراش کی طرح جیب صاف کر دیتا ہے۔

[2] زیں۔ منڈی میں ہر طرح کا سودا ہے اچھا تاجر کھرے کھوٹے میں امتیاز کر لیتا ہے اسی طرح ہونٹ پر آئے ہوئے سچ اور جھوٹ میں ماہر امتیاز کر لیتا ہے۔ شد۔ منڈی کسی کے نفعوں کا گھر ہے کسی کے لیے گناہوں یعنی ٹوٹے کا گھر ہے۔ ہر یکے۔ منڈی ہی کیا دنیا کے جُز جُز کا یہی حال ہے کسی کے لیے مفید اور کسی کے لیے مضر ہے۔ فک۔ قید سے چھڑانا۔

[3] بر یکے۔ کسی کے لیے عالم کا فر شیطان ثابت ہوتا ہے کسی کے لیے حور ثابت ہوتا ہے۔ مار۔ مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے، مولانا نے بہت سے اشعار میں یہی بتایا ہے کہ عالم کے ہر جز کے مختلف شخصیتوں کے اعتبار سے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش — بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش

ایک پر شہد ہے اور دوسرے پر ڈنک جیسا — ایک پر بیگانہ ہے دوسرے پر اپنے کی طرح

بر یکے نقص. ست و بر دیگر کمال — بر یکے ہجر ست و بر دیگر وصال

ایک پر عیب ہے اور دوسرے پر کمال — ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال

ہر[1] جمادے با نبی افسانہ گو — کعبہ با حاجی گواہ و نُطق جو

ہر بے جان نبی سے بات کرنے والا ہے — کعبہ حج کرنے والے کے لیے گواہ اور بات کرنے والا ہے

بر مُصلّی مسجد آمد ہم گواہ — کو ہمی آمد بمن از دُور راہ

مسجد، نمازی کی بھی گواہ ہے — کہ وہ میرے پاس لمبے راستہ سے آیا تھا

بر خلیل آتش بُود ریحان و ورد — لیک بر نمرود آں مرگست و دَرد

آگ خلیل (اللہ) پر خوشبودار بوٹا اور گلاب کا پھول ہے — لیکن نمرود پر وہ موت اور درد ہے

بارہا گفتیم ایں را اے حسن — می نگردم از بیانش سیر من

اے بھلے! میں نے یہ بارہا کہا ہے — اُس کے بیان سے میں سیر نہیں ہوتا ہوں

بارہا خوردی[2] تو ناں دفع ذبول — ایں ہماں نان ست چوں نبوی ملول

تو نے کمزوری کو رفع کرنے کے لیے بارہا روٹی کھائی ہے — یہ وہی روٹی ہے، تو ملول کیوں نہیں ہوتا؟

در تُو جوعے میرسد نو ز اعتدال — کہ ہمی سوزد ازو تخمہ و ملال

تیرے اندر صحت کی وجہ سے ایک تازہ بھوک پہنچ جاتی ہے — کہ اُس کی وجہ سے بدہضمی اور ملال سوخت ہو جاتا ہے

ہر کرا دردِ مجاعت نقد شُد — نوشدن با جُزو جُزوش عقد شُد

جس کے لیے بھوک کا درد حاصل ہو گیا — نیا ہونا اُس کے جز جز سے وابستہ ہو گیا

لذت[3] از جوعست نے از نقلِ نَو — با مجاعت از شکربہ نانِ جَو

لذت بھوک کی وجہ سے ہے، نہ کہ غذا سے — بھوک کے ہوتے ہوئے جو کی روٹی شکر سے بہتر ہے

پس ز بے جو عیست و ز تخمہ تمام — آں ملالت نے ز تکرارِ کلام

پس بھوک نہ ہونے اور پوری بدہضمی کی وجہ سے — وہ تنگ دلی ہے، نہ کہ کلام مکرر ہونے سے

چوں ز دُکان و امکیس و قیل و قال — در فریب مردمت ناید ملال

کیوں دکان اور بھاؤ کی کھینچ تان اور بحث ہے — جو لوگوں کو فریب دینے میں ہے، تنگ دلی نہیں ہوتی؟

بر یکے روزست و بر دیگر چو شب — بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب

ایک پر دن ہے اور دوسرے پر رات کی طرح — ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تھکن

---

[1] ہر جمادے۔ آنحضور کو پتھر سلام کرتے تھے۔ کعبہ۔ یہ بھی پتھر ہیں مومنوں کے لیے گواہی دیں گے۔ بارہا۔ یہ مضمون کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں، میں کئی بار بیان کر چکا ہوں لیکن میری سیری نہیں ہوتی ہے اسی لیے اس مضمون میں تکرار ہے۔

[2] خوردی۔ تم روٹی بار بار کھاتے ہو اُس سے تم میں کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ در تو جوعے۔ تمہاری خواہش تمہیں روٹی سے ملال نہیں ہونے دیتی۔ ہر کرا۔ غرضیکہ ملال کا سبب کسی چیز کی تکرار نہیں ہے بلکہ اُس چیز کی خواہش نہ ہونا ہے۔

[3] لذت۔ کھانے کی لذت کا مدار خواہش پر ہے بھوک ہو تو جو کی روٹی پلاؤ قورمہ ہے، ورنہ پلاؤ قورمہ سے بھی ملال پیدا ہو گا۔ مکیس۔ یعنی بھاؤ میں کھینچ تان۔ بر یکے۔ پھر مولانا نے وہی مضمون شروع فرمایا کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے محبوب و بر دیگر عدو ۔ بر یکے راح[1] ست و بر دیگر کدو
ایک پر دوست ہے اور دوسرے پر دشمن ۔ ایک پر شراب ہے دوسرے پر کدو

بر یکے آبست و بر دیگر چو خوں ۔ بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون کی طرح ۔ ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر جادو

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم ۔ بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر زہر کی طرح ۔ ایک پر پتھر ہے اور دوسرے پر بُت

بر یکے جسم ست و بر دیگر چو رُوح ۔ بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر روح جیسے ۔ ایک پر قید ہے دوسرے پر فتوحات

بر یکے تیرست و بر دیگر کماں ۔ بر یکے نان ست و بر دیگر سِناں
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ۔ ایک پر روٹی ہے اور دوسرے پر بھالا

چوں ز غیبت و اکلِ لحمِ مردماں ۔ شصت سالت سیری نامد ازاں
کیوں غیبت اور لوگوں کا گوشت کھانے سے ۔ ساٹھ سال میں تجھے اُس سے سیری حاصل نہ ہوئی؟

شعرہا در عشقِ قحبہ گفتہ تُو ۔ بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تُو
تو نے رنڈی کے عشق میں بہت سے شعر کہے ۔ بغیر ملال کے تو پھول کی طرح کھلا رہا

مدحہا در صید شلّہ گفتہ تُو ۔ بے ملولی بارہا بشگفتہ تُو
تو نے شرمگاہ کا شکار کرنے میں بہت تعریفیں کیں ۔ بغیر ملال کے تو بارہا شگفتہ رہا

بارِ[2] آخر گوئیش سوزان و چُست ۔ گرم تر صد بار از بارِ نخست
تو پھر اس کو دوسری بار گرم اور چست ہو کر کہتا ہے ۔ پہلی بار سے، سو گنا گرم ہو کر

درد، داروِی کہن را نو کند ۔ درد ہر شاخِ ملولے خُو کند
درد، پُرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے ۔ درد ملال کی ہر شاخ کو کاٹ دیتا ہے

کیمیایِ نو کنندہ دردہاست ۔ کو ملولی آں طرف کہ درد خاست
درد، نئی کیمیا بنانے والے ہیں ۔ وہاں تنگدلی کہاں ہے جہاں درد اُٹھا؟

ہیں[3] مزن تو از ملولی آہِ سرد ۔ درد جُو و درد جُو و درد درد
تو تنگدلی سے ٹھنڈی آہ نہ بھر ۔ درد کی تلاش کر اور درد کی تلاش کر اور درد، درد

خادعِ درد اند درمانہایِ ژاژ ۔ رہزنند و زر سِتاناں رسم باژ
بیہودہ معالجے درد کو دھوکا دینے والے ہیں ۔ ڈاکو ہیں اور خراج کے طریقہ پر روپیہ وصول کرنیوالے ہیں

---

1. راح۔ شراب۔ کدو۔ جس میں شراب بھر کر رکھتے ہیں۔ سنگ۔ پتھر معمولی چیز ہے۔ صنم۔ بت کی عبادت کرتے ہیں۔ چوں زغیبت۔ انسان غیبت کرتا ہے جو دوسروں کا گوشت کھاتا ہے اُس سے انسان ملول نہیں ہوتا چونکہ اُس کی رغبت ہے۔ قحبہ۔ زانیہ۔ شلّہ۔ عورت کی شرمگاہ۔
2. بارِ آخر۔ اس طرح کے اشعار تو مکرر کہتا ہے اور تکرار میں تیرا جوش اور شوق بڑھتا رہتا ہے۔ درد۔ جب درد اُٹھتا ہے تو وہی دوا پیتا ہے جو پہلے بارہا پی چکا ہے۔ خو۔ قطع۔
3. ہیں مزن۔ جس طرح ظاہری درد پُرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے اور انسان تکرار سے ملول نہیں ہوتا، اسی طرح تو نصیحت کی باتوں سے ملول ہو کر ٹھنڈی آہیں نہ بھر بلکہ اپنے دل میں آخرت کا درد پیدا کر۔ خادع۔ چونکہ آخرت کا درد بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے تو مولانا بناوٹی بزرگوں سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ اُن کی صحبت درد پیدا کرنے کا دھوکا ہے۔

آب[1] شورے نیست درمانِ عطش — وقتِ خوردن گر نماید سرد و خوش

کھاری پانی پیاس کا علاج نہیں ہے — اگرچہ پینے کے وقت ٹھنڈا اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شُد ز جُست — زاب شیرینی کزو صد سبزہ رُست

لیکن وہ ڈھونڈنے سے دھوکا دینے والا اور مانع بن گیا — میٹھے پانی کے، جس سے سیکڑوں سبزے اُگتے ہیں

ہم چنیں ہر زرِ قلبے مانع ست — از شناسِ نقدِ زر ہرجا کہ ہست

اس طرح ہر کھوٹا سونا مانع ہے — کھرے کی پہچان سے، وہ جہاں کہیں بھی ہو

بال و پرّت را بہ تزویرے بُرید — کہ مُرادِ تو منم گیر اے مُرید

اُس نے مکاری سے تیرے بال و پر کاٹ دیے — کہ اے مُرید! میں تیری مراد ہوں، لے لے

گفت[2] دردت چینم و خود درد بُود — باطناً خار و بظاہر وَرد بُود

اس نے کہا، میں تیرا درد چُن لوں گا اور وہ خود درد تھا — باطن میں کانٹا اور بظاہر پھول تھا

روز درمانِ دروغیں می گریز — تاشود دردت مُطیَب مُشک بیز

جا، جھوٹے علاج سے بھاگ — تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک کی خوشبو دینے والا بن جائے

گفتنِ عسس خوابِ خود را باغریب مسکین ونشانِ گنج دادن ہم در خانۂ اُو

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اُسی کے گھر میں خزانہ کا پتا دینا

گفت نے دُزدی تو و نے فاسقی — مردِ نیکی لیک گول و احمقی

اُس نے کہا نہ تو چور ہے نہ بدکار — تو نیک انسان ہے لیکن بیوقوف اور احمق ہے

برخیالِ[3] خواب چندیں رہ کنی — نیست عقلت را تسوئے روشنی

خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ طے کرتا ہے — تیری عقل میں ایک دمڑی روشنی نہیں ہے

برخیالے ایں چنیں راہِ دراز — پیش گیری از سرِ جہل و ز آز

ایک خیال پر، ایسا لمبا راستہ — تو نادانی اور لالچ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے

بارہا من خواب دیدم مستمر — کہ بہ بغداد ست گنجے مُستتر

میں نے مسلسل کئی بار خواب دیکھا ہے — کہ چھپا ہوا خزانہ بغداد میں ہے

در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں — بُود آں خود نامِ خانہ و کویِ ایں

فلاں کوچہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے — وہ خود اُس کے گھر کا اور کوچہ کا نام تھا

ہست در خانہ فلانے رو بجُو — نامِ خانہ و نامِ اُو گفت آں عدُو

وہ فلانے گھر میں ہے، جا تلاش کر — اُس دشمن نے گھر کا اور اُس کا نام بتا دیا

---

[1] آب شورے۔ جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی ہے۔ اسی طرح غلط صحبتوں سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہم چنیں۔ جس طرح ان دھوکے باز پیروں میں پھنس کر انسان صحیح پیر سے محروم ہو جاتا ہے اسی طرح کھوٹے سکے کھروں سے رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ بال و پرت۔ وہ صحیح بزرگوں تک تیری پرواز کو ختم کر دیتے ہیں۔

[2] گفت۔ وہ جھوٹا پیر کہتا ہے کہ میں تیرے درد کا علاج ہوں حالانکہ وہ علاج کیا ہوتا خود درد ہے۔ تاخود۔ تیری اس طلب کے بہتر اثرات رونما ہوں۔

[3] برخیال۔ اُس کوتوال نے اُس پردیسی سے کہا کہ بات تو تیری سچی ہے لیکن تو احمق اور بیوقوف ہے کہ ایک خواب و خیال پر بغداد سے مصر پہنچا۔ بارہا۔ میں نے متعدد بار خواب میں دیکھا کہ وہ خزانہ بغداد میں ہے۔ درفلاں۔ اور اُس کوتوال نے اُس خزانہ کا پورا پتا بتا دیا۔ بود۔ جہاں کا اُس نے پتا بتایا وہ خود اُس پردیسی کے کوچہ اور گھر کا پتا تھا۔ آں عدو۔ کوتوال۔

دیدہ[1] ام خود بارہا ایں خواب مَن　　کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
میں نے خود بارہا یہ خواب دیکھا ہے　　کہ وطن میں، بغداد میں ایک خزانہ ہے

ہیچ من از جا نرفتم زیں خیال　　تو بیک خوابے بیائی بے ملال
میں اِس خیال سے کبھی جگہ سے نہ ہلا　　تو بغیر ملال کے ایک خواب کی وجہ سے چلا آیا

خوابِ احمق لائقِ عقلِ ویست　　ہمچو اُو بے قیمت ست و لاشئ ست
بیوقوف کا خواب اُس کی عقل کے مناسب ہے　　اُسی کی طرح بے قیمت اور ہیچ ہے

خوابِ زن کمتر ز خوابِ مرد داں　　از پئے نقصانِ عقل و ضُعفِ جاں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم سمجھ　　عقل کی کمی اور جان کی کمزوری کی وجہ سے

خوابِ[2] ناقص عقل و گول آید کساد　　پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
ناقص عقل والے اور احمق کا خواب کھوٹا ہوتا ہے　　تو بے عقلی سے کیسا خواب ہو گا؟ ہوا

گفت با خود گنج در خانۂ من ست　　پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
اُس نے اپنے آپ سے کہا خزانہ میرے گھر میں ہے　　پھر مجھے اُس جگہ کیا افلاس و شکوہ ہے؟

برسرِ گنج از گدائی مُردہ ام　　زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام
میں خزانہ کے اوپر بیٹھا ہوا، بھکاری پن سے مُردہ ہوں　　کیونکہ میں غفلت میں اور پردے میں ہوں

زیں بشارت مست شد دردش نماند　　صد ہزار الحمد زیرِ لب بخواند
وہ اس خوشخبری سے مست ہو گیا اس کا درد نہ رہا　　لاکھوں الحمد آہستہ آہستہ پڑھیں

گفت[3] بُد موقوفِ ایں لُت لُوتِ من　　آبِ حیواں بُود در حانوتِ من
اُس نے کہا میرا لذیذ کھانا اُس لذت پر موقوف تھا　　آبِ حیات میری دُکان میں تھا

رو کہ بر لُوتِ شگرفے بر زدم　　کوریٔ آں وہم کہ مفلس بُدم
چل، کہ میں نے عجیب مزیدار کھانے پر ہاتھ مارا ہے　　اِس وہم کے اندھے پن پر کہ میں مفلس تھا

خواہ احمق داں و خواہی عاقلم　　یافتم ہرچہ کہ میخواہد دلم
تو مجھے خواہ احمق سمجھ اور خواہ عقلمند　　جو کچھ میرا دل چاہتا تھا میں نے پا لیا

خواہ احمق داں مرا خواہی فرو　　آنِ من شُد ہرچہ میخواہی بگو
تو مجھے خواہ احمق سمجھ، خواہ کمتر　　وہ میری ملکیت ہو گیا تو جو چاہے کہہ

مَن مُرادِ خویش دیدم بے گماں　　ہرچہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
یقیناً میں نے اپنی مُراد دیکھ لی　　اے بدزبان! تیرا جو جی چاہے مجھے کہہ لے

---

[1] دیدہ ام۔ میں نے یہ خواب بارہا دیکھا ہے لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہلا اور بغداد کی راہ نہ لی۔ تو بیک۔ تیری یہ حماقت ہے کہ ایک خواب پر دوڑ پڑا۔ خواب۔ جیسا تو بے عقل ہے، تیری خواب بھی ایسی ہی ہے۔ خوابِ زن اسی لیے عورت کی خواب اتنی صحیح نہیں ہوتی جیسی کہ مرد کی ہوتی ہے چونکہ عورت کی عقل ناقص ہے۔

[2] خوابِ ناقص عقل۔ جب ناقص عقل کی خواب بھی قابلِ بھروسہ نہیں تو بے عقل کی خواب تو محض ہوائی ہوگی۔ گفت۔ پردیسی نے کوتوال کی خواب سُن کر اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں فقر اور شکوے کی حالت میں کیوں گھوم رہا ہوں۔ زانکہ۔ یہ سب کچھ میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ دردش۔ سفر کی تکلیف یا کوتوال کی مار کا درد۔

[3] گفت بُد۔ اس نے دل میں سوچا کہ خزانہ کا ملنا کوتوال کی مار پر موقوف تھا۔ آبِ حیواں۔ یعنی خزانہ۔ خواہ احمق۔ اُس نے دل ہی دل میں کوتوال کو کہا۔ فرو۔ کمتر۔ اے بد دہاں۔ یعنی کوتوال جس نے اس کو احمق اور بیوقوف کہا تھا۔

تو مرا پُر درد[1] گو اے محتشم　پیشِ تو پُر درد و پیشِ خود خوشم
اے معزز! تو مجھے مریض کہہ　میں تیرے نزدیک مریض اور اپنے نزدیک بھلا ہوں

وایِ گر برعکس بُودے ایں مطار　پیشِ تو گلزار و پیشِ خویش خار
افسوس ہوتا، اگر یہ مقامِ پرواز برعکس ہوتا　تیرے نزدیک گلزار اور اپنے نزدیک کانٹا ہوتا

بافقیرے گفت روزے یک خسے　کہ تُرا ایں جا نمیداند کسے
ایک کمینہ نے ایک روز ایک فقیر سے کہا　کہ تجھے یہاں کوئی نہیں جانتا

گفت اُو گر میندانند عامیم　خویش را من نیک میدانم کیم
اُس نے کہا، اگر عام آدمی مجھے نہیں جانتا　میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں کہ میں کون ہوں؟

وایِ[2] گر برعکس بُودے درد و رِیش　اُو بُدے بینایِ مَن، مَن کورِ خویش
افسوس ہوتا، اگر درد اور زخم اُلٹا ہوتا　وہ مجھے دیکھنے والا ہوتا، میں اپنے بارے میں اندھا ہوتا

احمقم گیر احمقم من نیک بخت　بخت بہتر از لجاج و رُویِ سخت
تو مجھے احمق فرض کر، میں نیک بخت احمق ہوں　جھگڑا لو پن اور ترشروئی سے، نصیب بہتر ہے

ایں سخن بر وفقِ ظنّت می جہد　ورنہ بختم دادِ عقلم می دہد
یہ بات تیرے گمان کے مطابق نکل رہی ہے　ورنہ میرا نصیبا میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتنِ آں مردِ شادماں و مُراد یافتہ و شکر گویاں و سجدہ کُناں و

اُس شخص کا خوش خوش اور مُراد حاصل کر کے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے

حیراں در غرائبِ اشارتِ حق سُبحانہ و تعالیٰ و ظہورِ تاویلاتِ

اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور ان کی تاویلات کا ایسے

آں بر وجہیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جا نرسد

طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

بازگشت[3] از مصر تا بغداد اُو　ساجد و راکع ثناگو شکر گو
وہ مصر سے بغداد واپس لوٹا　سجدہ اور رکوع کرتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہوئے

جُملہ رہ حیران و مست اُو زیں عجب　ز انعکاسِ روزی و راہِ طلب
وہ تمام راستہ حیران اور مست اس عجیب بات سے　طلب کے راستہ اور روزی کے برعکس ہونے سے

کز کُجا امیدوارم کردہ بُود　وز کُجا افشاند برمن سیم و سُود
کہ مجھے کہاں کا امیدوار کیا تھا؟　اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار کیا؟

---

[1] پُر درد۔ یعنی حماقت کا مریض۔ وای۔ ہاں اگر تیرے سامنے اچھا ہوتا اور خود مریض ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ بافقیرے۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کسی نے ایک درویش کو یہ کہا کہ یہاں تجھے کوئی نہیں جانتا۔ گفت۔ اُس درویش نے جواب دیا کہ اگر مجھے عوام الناس نہ جانیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے کیا کمالات دیے ہیں۔

[2] وای۔ ہاں اگر معاملہ بالعکس ہوتا کہ لوگ مجھے سب کچھ جانتے اور میں کچھ نہ ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ لجاج۔ مفلسی میں جھگڑا اور تُرشروئی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ۔ اپنی بیوقوفی کو تیرے قول کے مطابق تسلیم کر رہا ہوں ورنہ نصیبہ بتا رہا ہے کہ میں عقلمند ہوں۔

[3] بازگشت۔ کوتوال سے خواب سُننے کے بعد وہ بغداد کی جانب واپس ہوا شکر ادا کر رہا تھا شکرانہ کی نفلیں پڑھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کر رہا تھا۔ جُملہ رہ۔ وہ واپسی میں راستہ بھر حیران رہا کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں مقصد پورا فرمایا۔ کجا۔ یعنی مصر۔ کجا۔ یعنی بغداد۔

ایں[1] چہ حکمت بُود کاں قبلہ مُراد
یہ کیا حکمت تھی کہ اُس قبلۂ حاجت نے

کردم از خانہ بروں گمراہ و شاد
مجھے گمراہ اور خوش کر کے گھر سے نکالا؟

تاشتاباں در ضلالت می شُدم
حتیٰ کہ میں گمرہی میں تیز دوڑا

ہردَم از مطلب جُدا تر می بُدم
ہر لحظہ مقصد سے زیادہ دُور ہوتا جاتا تھا

باز آں عینِ ضلالت را بجُود
پھر بعینہٖ اُس گمرہی کو بخشش سے

حق وسیلت کرد اندر رُشد و سُود
اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت اور نفع کا وسیلہ بنایا

گمرہی را منہجِ ایماں کُند
وہ گمراہی کو ایمان کا راستہ بنا دیتا ہے

کژروی را مقصدِ احساں کُند
وہ کج روی کو اخلاص کا مقصد بنا دیتا ہے

تانباشد ہیچ محسن بے وجا
تاکہ کوئی نکوکار بے خوف نہ ہو

تانگردد ہیچ خائن بے رَجا
تاکہ کوئی خیانت کرنے والا نااُمید نہ ہو

اندرونِ[2] زَہر تریاق آں خفی
اُس نے زہر کے اندر تریاق کو مخفی

کرد تاگویند ذُواللُّطفِ الخفی
کر دیا، تاکہ اُس کو چھپی مہربانی والا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرمت
نماز میں وہ کرم مخفی نہیں ہے

دَر گُنہ خِلعت نِہد آں مغفرت
وہ گناہ میں مغفرت کی خلعت رکھ دیتا ہے

منکراں را قصدِ اذلالِ ثقات
منکروں کا مقصد، ثقہ لوگوں کو ذلیل کرنا تھا

ذُل شُدہ عزّ و ظہورِ مُعجزات
ذلت، عزت اور معجزوں کا ظہور بن گئی

قصدِ[3] شاں ز انکار ذُلِ دیں بُدہ
اُن کے انکار کا مقصد، دین کی ذلت تھا

عینِ ذُل عِزِّ رَسُولاں آمدہ
ذلت بعینہٖ، رسولوں کی عزت بن گئی

گر نہ اِنکار آمدے ازہر بدے
اگر ہر بُرے کی جانب سے اِنکار نہ ہوتا

مُعجزہ بُرہاں چرا نازل شُدے
معجزہ اور دلیل کیوں نازل ہوتی؟

تانگردد خصمِ تو مصداق خواہ
جب تک تیرا مخالف ذریعۂ تصدیق کا خواہشمند نہ ہو

کے کُند قاضی تقاضائے گواہ
قاضی گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے؟

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی
معجزہ، عادل گواہ کی طرح ہے

بہرِ صدقِ مُدّعی در بیشکی
شک رفع کرنے میں، مدعی کی سچائی کے لیے

---

[1] ایں۔اس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے وطن سے بے وطن اور خزانہ کے خلاف رہنمائی کر دی جس پر میں خوشی سے دوڑ رہا تھا اور میرا جو قدم مصر کی جانب اٹھتا تھا میں خزانہ سے دور ہو رہا تھا۔باز۔پھر اسی میری گمراہی کو کامیابی کا ذریعہ بنا دیا مصر میں کوتوال کے ہاتھوں پٹا اور وہی کوتوال مقصد کا وسیلہ بن گیا۔گمرہی۔چونکہ خزانہ گمان کے خلاف حاصل ہوا اب اللہ تعالیٰ کے بعض اسی طرح کے تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان کا خدا پر بھروسہ بڑھے اور وہ اسباب کو مستقل نہ سمجھے اللہ تعالیٰ بسا اوقات انسان کی گمراہی کو ایمان کا سبب بنا دیتا ہے اور احسان وعبادت کے نتیجہ میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔تانباشد۔اس میں یہ حکمت ہے کہ کوئی عبادت گذار خوفِ خدا سے خالی نہ ہو اور کوئی بد رحمت سے مایوس نہ ہو۔

[2] اندروں۔بُرائی میں بھلائی کو اس لیے مخفی کیا ہے تاکہ اُس کے اسم ذوالُلطف مخفی کا مظہر سامنے آتا رہے۔نیست۔عبادت گذار کو بخشنا، اللہ کا مخفی لطف نہیں ہے۔درگنہ۔گناہ گار کو مغفرت سے نوازنا لطف خفی ہے۔منکراں۔عجائب قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ منکروں کا اِنکار سے مقصد انبیا کو ذلیل کرنا ہوتا ہے لیکن اُس سے اُن کی عزت اور بڑھ جاتی ہے اور ان کے انکار کے سبب سے معجزے ظاہر ہوتے ہیں جس سے انبیا کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

[3] قصدِ شاں۔اُن منکروں کا قصد تو یہ تھا کہ ان کے انکار سے دین کی ذلت ہو جائے گی لیکن وہی چیز اُن کی عزت کا سبب بن گئی۔گرنہ انکار۔اگر منکروں کا انکار نہ ہوتا تو معجزوں کی ضرورت نہ ہوتی نہ ان کا ظہور ہوتا۔تانگردد۔معجزے تو رسول کی صداقت کے گواہ ہیں اگر فریق مخالف دعوے کو تسلیم کر لے تو قاضی پھر گواہ طلب نہیں کرتا ہے۔زکی۔یعنی وہ گواہ جس میں عدالت ہو۔

طعنہ[1] چوں می آمد از ہر ناشناخت
ہر نہ پہچاننے والے کی جانب سے جب طعنہ آتا ہے

معجزہ میداد حق و می نواخت
حق (تعالیٰ) معجزہ دیتا تھا اور نوازتا تھا

مکرِ آں فرعون سیصد تو بدہ
اُس فرعون کا مکر تین سو تہوں کا تھا

جملہ ذُلِّ اُو و قمعِ اُو شُدہ
وہ سب اُس کی ذلّت اور (قلع) قمع بنا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد
وہ اچھے اور بُرے ساحر حاضر لایا

تا کہ جرح معجزۂ موسیٰؑ کند
تاکہ (حضرت) موسیٰ کے معجزہ پر جرح کرے

تا عصارا باطل و رُسوا کند
تاکہ عصا کو باطل اور رسوا کرے

اعتبارش را ز دلہا برکند
اُس کے اعتبار کو دلوں سے دُور کرے

عینِ آں مکر آیتِ موسیٰؑ شُدہ
وہ مکر بعینہٖ (حضرت) موسیٰ کا معجزہ بنا

اعتبارِ آں عصا بالا شُدہ
اُس عصا کا اعتبار (وہ) بالا ہو گیا

لشکر[2] آرد اُو پگہ تا حولِ نیل
وہ صبح کو نیل کے گرد لشکر لاتا ہے

تازند بر موسیٰؑ و قومش سبیل
تاکہ (حضرت) موسیٰ اور ان کی قوم کی رہزنی کرے

ایمنیِ اُمّتِ موسیٰؑ شود
وہ (حضرت) موسیٰ کی قوم کا امن بن جاتا ہے

اُو بتحت الارض و ہاموں در رود
وہ زمین اور جنگل کے نیچے چلا جاتا ہے

گر بمصر اندر بُدے اُو نامدے
اگر وہ مصر کے اندر ہوتا، نہ آتا

وہم از سبطی کُجا زائل شُدے
سبطی سے وہم کہاں مٹتا؟

آمد و در سبط افگند اُو گداز
وہ آیا اور اس نے سبطیوں میں خوف ڈالا

کہ بداں کہ امن در خوف ست راز
تاکہ جان لے کہ امن خوف میں مخفی ہے

ایں[3] بُوَد لُطفِ خفی کُو را صمد
لطفِ خفی یہ ہے، کہ اُس کو اللہ (تعالیٰ)

نار بنماید خود آں نُورے بُوَد
آگ دکھا دے، وہ خود نور ہو

نیست مخفی مُزد دادن دَر تُقا
پرہیزگاری میں اجر دینا مخفی نہیں ہے

ساحراں را اجر بیں بعد از خطا
غلطی کے بعد جادوگروں کے اجر کو دیکھ

نیست مخفی وصل اندر پرورش
پرورش میں وصل مخفی نہیں ہے

ساحراں را وصل داد اُو در بُرِش
اُس نے قطع و بُرید میں ساحروں کو وصل عطا فرمایا

---

[1] طعنہ۔ اُن منکروں کے طعنوں کی بدولت معجزوں کا ظہور ہوا۔ مکر۔ اسی طرح فرعون کا مکر بھی اُلٹا ہو گیا۔ ساحراں۔ اُس نے جادوگروں کو اس لیے جمع کیا تھا تاکہ وہ موسیٰ کے معجزے پر جو بمنزلہ گواہ کے تھا جرح کر کے اُس کی صداقت کو باطل کر دیں اور وہ معتبر گواہ نہ رہے۔ عینِ آں۔ لیکن یہی مکر اُلٹا ہو گیا حضرت موسیٰ کا گواہ اور زیادہ معتبر ثابت ہوا اور عصا کی عدالت وصداقت دوبالا ہو گئی۔

[2] لشکر آرد۔ حضرت موسیٰ اور اُن کے ساتھی سبطیوں کے تعاقب میں فرعون مصر سے نکلا تاکہ اُن کی رہزنی کرے۔ ایمنی۔ لیکن یہ حرکت نتیجہ میں سبطیوں کے لیے باعثِ اطمینان ہو گئی اور وہ دریا میں غرق ہو کر زمین کے نیچے پہنچ گیا۔ گر بمصر۔ اگر وہ مصر میں رہتا تو سبطیوں کو پورا اطمینان نہ ہوتا بلکہ ڈرتے رہتے کہ کسی وقت حملہ کر دے گا۔ آمد۔ وہ فرعون سبطیوں کے تعاقب میں نکلا تاکہ اُن کو خوفزدہ کرے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود غرق ہو گیا اور سبطی مطمئن ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ جان لیا جائے کہ امن خوف میں پوشیدہ ہے۔

[3] ایں بود۔ لطفِ خفی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰ کو نار میں نور دکھلا دیا۔ نیست۔ عبادت گزاروں کو اجر دینا لطفِ خفی نہیں ہے۔ لطفِ خفی تو یہ ہے کہ فرعون کے جادوگر آئے مقابلہ کرنے کے لیے اور اُن پر مہربانی ہو گئی اور وہ مومن بن گئے۔ پرورش۔ ظاہری انعامات میں لُطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ ساحروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔

نیست مخفی[1] سیر با پائے روا
چلتے پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا مخفی نہیں ہے
ساحراں را سیر بیں در قطعِ پا
جادوگروں کا چلنا، پاؤں کٹنے میں دیکھ

عارفاں زانند دائم آمنوں
عارف اسی لیے ہمیشہ امن میں ہیں
کہ گذر کردند از دریای خوں
کیونکہ وہ خون کے دریا کو پار کر گئے

امنِ شاں از عینِ خوف آمد پدید
اُن کا امن بعینہٖ، خوف سے ظاہر ہوا ہے
لاجرم باشند ہر دم در مزید
لامحالہ وہ ہر وقت ترقی میں رہتے ہیں

امن دیدی گشتہ در خوفے خفی
تو نے وہ امن دیکھ لیا جو خوف میں مخفی ہے
خوف بیں ہم در اُمیدے اے صفی
اے برگزیدہ! تو خوف کو بھی امن میں دیکھ لے

آں امیر از مکر بر عیسیٰؑ تند
وہ امیر مکر سے (حضرت) عیسیٰؑ کے درپے ہوتا ہے
عیسیٰؑ اندر خانہ رُو پنہاں کند
(حضرت) عیسیٰؑ گھر میں منہ چھپا لیتے ہیں

اندر آید تاشود اُو تاجدار
وہ اندر آ جاتا ہے تاکہ وہ تاجدار بنے
خُود ز شِبہِ عیسیٰؑ آمد تاجدار
وہ خود (حضرت) عیسیٰؑ کی مشابہت سے سولی پر چڑھتا ہے

ہیں[2] میا و یزید، من عیسیٰؑ نیم
خبردار مت لٹکاؤ، میں عیسیٰؑ نہیں ہوں
من امیرم بر جہوداں، خوش پیم
میں یہودیوں کا حاکم ہوں میں مبارک قدم ہوں

زُو ترش بردار آویزید کو
اُس کو بہت جلد سُولی پر لٹکاؤ، کیونکہ وہ
عیسیٰؑ ست از دستِ ما تخلیص جُو
عیسیٰؑ ہے، ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے

چند لشکر میرود تا بر خورد
چند لشکر جاتے ہیں تاکہ نفع اُٹھائیں
برگِ اُو بر گردد و برسر خورد
اُن کا سامان الٹ جاتا ہے اور سر پر (مار) کھاتے ہیں

چند بازرگاں رود بر بُوی سُود
بہت سے تاجر نفع کی اُمید پر جاتے ہیں
عید پندارد بسوزد ہمچو عُود
عید سمجھتے ہیں عود کی طرح جلتے ہیں

چند[3] در عالم بُود در عکس ایں
بہت سی مرتبہ دنیا میں اس کا اُلٹا ہوتا ہے
زہر پندارد بُود آں انگبیں
زہر سمجھتا ہے، وہ شہد ہوتا ہے

بس سپہ بنہاد دل بر مرگِ خویش
بہت سے سپاہی ہیں کہ جنھوں نے مرنے کی ٹھان لی
روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
ان کو روشنیاں، اور فتح پیش آ جاتی ہیں

اَبرہہ با پیل بہرِ ذُلِّ بیت
ابرہہ، ہاتھی کے ساتھ بیت (اللہ) کو ذلیل کرنے کے لیے
آمدہ تا افگند حی را چو میت
آیا تاکہ زندہ کو مُردہ کی طرح گرا دے

---

[1] مخفی۔ ہاتھ پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا کوئی مخفی امر نہیں ہے مخفی وہ سیر ہے جو فرعون کے ساحروں کو بغیر ہاتھ پاؤں کے حاصل ہوئی۔ عارفاں۔ عارف چونکہ ہر قسم کے خطرات سے گذر چکے ہیں لہٰذا وہ بالکل امن میں ہیں۔ امنِ شاں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ بہت سے خوف کے اسباب سے اُن کو امن حاصل ہوا ہے۔ امن دیدی۔ جس طرح امن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی امن میں مخفی ہوتا ہے۔ آں امیر۔ وہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے گیا تاکہ ان کی جگہ سرداری حاصل کر لے، حضرت عیسیٰؑ چھپ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دیتا ہے۔

[2] ہیں۔ قوم اس کو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر پکڑتی ہے اور سُولی پر چڑھاتی ہے وہ ہر چند یہ کہتا ہے کہ میں عیسیٰؑ نہیں ہوں لیکن کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔ زُو ترش۔ قوم کہتی ہے کہ یہ عیسیٰؑ ہے یہ بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے بالآخر وہ سُولی پر چڑھا دیا جاتا ہے، جو فعل اس نے باعثِ امن سمجھا اس میں خوف مخفی تھا۔ چند لشکر۔ لشکر دشمن پر فتح کے لیے حملہ کرتا ہے اور اس میں اس کی موت مضمر ہوتی ہے۔ چند بازرگاں۔ تاجر نفع کے لیے جاتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

[3] چند در عالم۔ عالم میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ انسان ان کو مفید سمجھتا ہے اور وہ مضر ہوئے ہیں۔ بس سپاہ۔ لشکر گھر جاتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ اب مخالف کے ہاتھوں مرنا ہے لیکن بالآخر کامیابی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ ابرہہ۔ ابرہہ حبش کا گورنر مکہ والوں سے انتقام لینے اور ان پر فتح پانے چلا، ہلاک ہوا۔

تا حریمِ کعبہ را ویراں کند — جملہ را ز انجایِ سرگرداں کند
تا کہ کعبہ کے حرم کو تباہ کر دے — سب کو وہاں سے پریشان کر دے

تا ہمہ[1] زُوّار گِردِ اُو تنند — کعبۂ اُو را ہمہ قبلہ کنند
تا کہ سب زیارت کرنیوالے اس کے گرد جمع ہوں — سب اُس کے کعبہ کو قبلہ بنا لیں

وز عرب کینہ کشد اندر گزند — کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند
اور نقصانِ پہنچا کر عرب سے کینہ نکالے — کہ وہ کیوں میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں؟

عینِ سعیش عزتِ کعبہ شُدہ — مُوجبِ اِعزازِ آں بیت آمدہ
اُس کی کوشش بعینہٖ کعبہ کی عزت ہو گئی — وہ اس بیت (اللہ) کے اعزاز کا سبب بن گیا

مکیاں را عزِّ یکے بُد صد شُدہ — تاقیامت عزِّ شاں مُمتد شُدہ
مکہ والوں کی ایک عزت تھی سو بن گئی — قیامت تک اُن کی عزت دراز ہو گئی

اُو[2] و کعبۂ اُو شُدہ مخسوف تر — از چیست ایں از عنایاتِ قدر
وہ اور اُس کا کعبہ زیادہ دھنسا ہوا ہو گیا — یہ کیوں ہے؟ تقدیر کی مہربانیوں سے (ہے)

از جہازِ ابرہہ خیلِ عرب — گشتہ مستغنی زفضّہ و ز ذہب
عرب کی جماعت، ابرہہ کے سامان کی وجہ سے — چاندی اور سونے سے بے نیاز ہو گئی

از جہازِ اَبرہہ ہمچوں ددہ — آں فقیرانِ عرب منعم شُدہ
درندے جیسے ابرہہ کے سامان سے — وہ عرب کے فقیر دولت مند ہو گئے

از جہازِ ابرہہ دونِ دَنی — ایں فقیرانِ عرب منعم شُدہ
کمتر، کمینہ ابرہہ کے سامان سے — یہ عرب کے فقیر مال دار ہو گئے

اُو گماں بُردہ کہ لشکر می کشد — بہرِ اہلِ بیت اُو زر می کشد
اُس نے خیال کیا کہ وہ لشکر لے جا رہا ہے — (حالانکہ) وہ بیت (اللہ) والوں کے لیے سونا لے جا رہا تھا

اندریں[3] فسخ عزائم ویں ہمم — در تماشا بُود در رہ ہر قدم
وہ انہی ارادوں کے فسخ کرنے اور اپنے حوصلوں میں — راستہ میں ہر قدم پر تماشے میں تھا

خانہ آمد گنج را اُو بازیافت — کارش از لُطفِ خدائی ساز یافت
وہ گھر آ گیا، اُس نے خزانہ پا لیا — خدا کی مہربانی سے اُس کا کام سرانجام ہوا

تابدانی حکمت فردِ حکیم — ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تاکہ تو یکتا دانا کی حکمت کو دیکھ لے — وہ خوف و خطر میں بہت سے اطمینان پیدا کر دیتا ہے

---

[1] تا ہمہ۔ اُس کا منشا یہ تھا کہ مکہ کے کعبہ کو ڈھا دے تا کہ سب اُس کے کعبہ کا حج جا کر طواف کیا کریں۔ وز عرب۔ اُس کے بنائے ہوئے کعبہ میں کسی نے پاخانہ کر دیا یا آگ لگا دی تھی اس کے انتقام کے لیے وہ چلا لیکن اُس کا یہ کام جس میں وہ اپنی کامیابی اور مکہ کی توہین سمجھتا تھا مکہ کے اعزاز کا سبب بن گیا اور مکہ والوں کی قیامت تک عزت کا سبب بن گیا۔

[2] اُو۔ ابرہہ اور اُس کا کعبہ نیست و نابود ہو گیا۔ از جہاز۔ اُس کے لشکر کا اس قدر سامان اور نقد مکہ والوں کے ہاتھ آیا کہ وہ مالدار ہو گئے۔ اوگماں۔ وہ سمجھا کہ میں مکہ والوں پر لشکر کشی کر رہا ہوں ثابت یہ ہوا کہ وہ مکہ والوں کے لیے دولت لے کر جا رہا ہے۔

[3] اندریں۔ وہ بغدادی پردیسی مصر میں اپنے احوال کا تماشا کر رہا تھا۔ خانہ آمد۔ اُس نے بغداد میں آ کر کوتوال کے خواب کے مطابق گھر کھودا تو اُس کو خزانہ مل گیا۔ تابدانی۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ اس کو بتا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مضر باتوں میں نفع پوشیدہ فرما دیتا ہے۔

یادم[1] آمد قصہ شہزادگاں گوشِ ہوش آور بمن بشنو بیاں

مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا میری جانب ہوش کے کان لا، بیان سُن

مکرر کردنِ برادران پند دادنِ برادر بزرگ تر را و تاب

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اُس کا

نا آوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود رفتن و خود را

اُن کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور

دربار گاہِ پادشاہ انداختن و دستوری خواستن لیک از

اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور

فرطِ عشق و محبت نہ از گستاخی و لاابالی

عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت کُند قبول من گوش استماع ندارم لِمَن یَّقُول

بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کریگا جو شخص کہتا ہے، میں اسکے سننے کے لیے کان نہیں رکھتا

آں دو گفتندش کہ اندر جانِ ما ہَست پاسخہا چو نجم اندر سما

اُن دونوں نے اُس سے کہا کہ ہمارے دل میں جوابات ہیں، جس طرح آسمان میں ستارے

گر نگوییم آں نیاید راست نرد ور بگوییم آں دلت آید بدرد

اگر وہ ہم نہیں کہتے تو بازی درست نہیں ہے اور اگر وہ ہم کہتے ہیں تیرا دل دکھتا ہے

ہمچو[2] چغزیم اندر آب از گفتِ الم وز خموشی اِختناقست و سقم

تکلیف دہ بات کہنے میں، ہم پانی کے مینڈک کی طرح ہیں اور چپ رہنے سے گلے کی گھٹن اور بیماری ہے

گر نگوییم آشتی را نُور نیست ور بگوییم آں سخن دستور نیست

اگر ہم نہیں کہتے ہیں، دوستی میں نور نہیں ہے اور اگر ہم وہ بات کہتے ہیں، تو اجازت نہیں ہے

در[3] زماں برجست کاے خویشاں وداع اِنَّمَا الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا مَتَاع

وہ فوراً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو! رخصت دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے محض چند روزہ سامان ہے

پس بروں جست اُو چو تیرے از کماں کہ مجالِ گفت کم بُود آں زماں

وہ باہر نکل گیا جیسا کہ تیر کمان سے کیونکہ اُس وقت گفتگو کی گنجائش نہ تھی

اندر آمد مست پیشِ شاہِ چیں زُود مستانہ بۂوسید اُو زمیں

وہ بیخود ہو کر شاہ چین کے سامنے آیا اُس نے جلدی سے مستانہ وار زمین کو بوسہ دیا

---

[1] یادم۔ اب پھر اُن شہزادوں کا قصہ شروع ہوا ہے۔ آں دو۔ دونوں چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ تمہاری ساری تقریر کا ہمارے پاس جواب ہے۔ گر نگوییم۔ وہ جوابات اگر ہم نہیں دیتے ہیں تو کام خراب ہوتا ہے اور اگر دیتے ہیں تو تم کو تکلیف ہوگی۔

[2] ہمچو۔ مینڈک پانی میں منہ کھول کر بات کرے تو منہ میں پانی بھر جائے بات نہ کہے تو دل گھٹتا رہے گا۔ گر نگوییم۔ نہ کہنا صلح اور دوستی کے خلاف ہے اور کہنے کی آپ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔

[3] درزماں۔ بھائی یہی تقریر کر رہے تھے کہ وہ فوراً اُٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دنیا اور اس کی زندگی چند روزہ فائدہ کی ہے۔ پس۔ اور فوراً چل دیا کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ اندر۔ وہ فوراً شاہ چین کے دربار میں پہنچا اور زمین بوس ہوا۔

شاہ[1] را مکشوف یک یک حالِ شاں — اوّل و آخر غم و زلزالِ شاں
ان کا ایک ایک حال شاہ پر کھلا ہوا تھا — غم کی ابتدا اور آخر اور اُن کا تذبذب

میش مشغولست در مرعایِ خویش — لیک چوپاں واقفست از حالِ میش
بھیڑ، اپنی چراگاہ میں مشغول ہے — لیکن چرواہا، بھیڑ کی حالت سے واقف ہے

کُلُّکُمْ رَاعٍ بداند از رمہ — کہ علف خوار ست و کہ در ملحمہ
وہ "تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے" کی وجہ سے جانتا تھا کہ گلہ میں سے — کون گھاس کھانے والا ہے اور کون لڑائی میں ہے

گرچہ در صورت ازاں صف دور بُود — لیک چوں دف درمیانِ سُو ربُود
اگرچہ بظاہر اُس صف سے دور تھا — لیکن ڈھپڑے کی طرح شادی کے درمیان میں تھا

واقف از سوز و لہیبِ آں وفود — مصلحت آں بُد کہ خشک آوردہ بُود
وہ اُس گروہ کی سوزش اور لپٹ سے واقف تھا — مصلحت یہ تھی کہ خشک کر رکھا تھا

درمیانِ جانِ شاں بُود آں سمی — لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
وہ بلند مرتبہ اُن کی جان کے درمیان تھا — لیکن قصداً خود کو گونگا بنا رکھا تھا

صورتِ[2] آتش بُود پایانِ دیگ — معنیِ آتش بُود درجانِ دیگ
آگ کی صورت، دیگ کے نیچے ہوتی ہے — آگ کا باطن، دیگ کے اندر ہوتا ہے

صورتش بیروں و معنیٰ اندروں — معنیِ معشوقِ جاں در رگ چو خوں
اُس کی صورت باہر ہے اور باطن اندر ہے — جان کے معشوق کا باطن خون کی طرح رگ میں ہے

شاہزادہ پیشِ شہ زانو زدہ — دہ مُعرِّف شارحِ حالش شدہ
شہزادہ بادشاہ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا — مقامی تعارف کرانے والا اس کے حال کی شرح کرنے والا تھا

گرچہ شہ عارف بُد از کل پیش پیش — لیک میکردے مُعرِّف کارِ خویش
اگرچہ شاہ بہت پہلے سے سب کچھ جاننے والا تھا — لیکن تعارف کرنے والا اپنا کام کرتا تھا

دردروں[3] یک ذرّہ نُورِ عارفی — بہ بُود از صد مُعرِّف اے صفی
باطن میں معرفت کے نور کا ایک ذرّہ — اے برگزیدہ! سو تعارف کرانے والوں سے بہتر ہے

گوش را رہنِ مُعرِّف داشتن — آیتِ محجوبی ست و حزر و ظن
کان کو تعارف کرنے والے کا گروی رکھنا — پردے میں ہونے اور تخمین اور گمان کی علامت ہے

آنکہ اُو را چشمِ دل شُد دید باں — دید خواہد چشمِ اُو عین العیاں
جس کے لیے دل کی آنکھ دیکھنے والی ہے — اُس کی آنکھ بالکل معائنۃً دیکھے گی

---

[1] شاہ۔ شاہِ چین صاحبِ باطن تھا اس کو اُن سب کے حالات بطور کشف معلوم تھے۔ میش۔ شاہ اور ان کی یہی حالت تھی جیسے کہ بھیڑ اور اُس کا چرواہا، بھیڑ اپنے کام میں مشغول ہے لیکن چرواہا اس پر نظر رکھتا ہے اور اس کی ہر حالت سے واقف رہتا ہے۔ کُلُّکم۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان راعی ہے اور قیامت میں اُس سے اُس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ راعی۔ چرواہا اپنے گلہ کی حالت سے واقف ہوتا ہے کونسا جانور چر رہا ہے اور کون سا لڑ رہا ہے۔ خشک۔ یعنی زبان پر خشکی لائے ہوئے تھا اور راز نہ کھولتا تھا۔ سمی۔ بلند یعنی شاہِ چین۔ اعجمی۔ یعنی بے زبان۔

[2] صورتِ آتش۔ دور ہوتے ہوئے اُن میں ہونے کی مثال یہ ہے کہ آگ دیگ کے اندر کے کھانے سے دور ہے لیکن اُس کا اثر کھانے کے اندر ہے۔ معنی۔ روح گو بمنزلہ معشوق ہے جسم مادی سے علیحدہ چیز ہے لیکن اس کا اثر رگ رگ میں خون کی طرح جاری ہے۔ دہ معرف۔ دہ معرف وہ شخص جو دربار میں آنے والے کو اُس کے مناسب مقام پر بٹھا کر بادشاہ سے اُس کا تعارف کراتا ہے۔ لیک۔ تعارف کرانے والا اپنا منصبی فرض ادا کر رہا تھا۔

[3] دردروں۔ اگر باطن میں عرفان کا ایک ذرہ بھی ہوتا ہے تو اس سے جو کشف ہوتا ہے وہ کسی بتانے والے کے اعتبار سے بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ گوش۔ کشف حاصل کرنا چاہیے۔ حزر۔ تخمینہ۔ آنکہ۔ جس کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اس کو حقیقی معائنہ حاصل ہو جاتا ہے۔

با تواتر[1] نیست قانع جانِ او
اُس کی جان، تواتر پر قناعت کرنے والی نہ ہو گی

بَل ز چشمِ دل رَسد ایقانِ او
بلکہ اُس کا یقین، دل کی آنکھ سے پہنچتا ہے

پس مُعرِّف پیشِ شاہِ منتجب
پھر تعارف کرانے والے نے برگزیدہ شاہ کے سامنے

دَر بیانِ حالِ اُو بکشُود لب
اُس کے حال کے بیان میں لب کشائی کی

گفت شاہا صیدِ احسانِ تُو است
اُس نے کہا، اے بادشاہ! (وہ) تیرے احسان کا شکار ہے

پادشاہی کُن کہ اُو آنِ تُو است
شاہی برتیے، کیونکہ وہ آپ کا ہے

دَست در فِتراکِ ایں دولت زدست
اُس نے اِس سلطنت کے شکار بند کو پکڑ لیا ہے

برسَرِ سَرمستِ اُو بر مال دست
اُس کے مست سر پر ہاتھ پھیر دیجئے

گفت شہ ہر منصبے و مُلکتے
بادشاہ نے کہا جس عہدے اور ملک کی

کالتماسش ہست یابد آں فتے
اُسکی درخواست ہو وہ نوجوان حاصل کر لے گا

بیست چنداں مُلک گوشد زاں بری
جس مُلک سے وہ بیزار ہوا ہے اُس کا بیس گُنا

بخشمش اینجا و مَن خود برسَری
میں اُسکو اس جگہ بخش دوں گا اور میں خود علاوہ ہوں

گفت[2] تا شاہیت دروے عشق کاشت
اُس نے کہا جب سے آپ کی شاہی نے اس میں عشق بویا ہے

جُز ہوایِ تو ہوایِ کے گذاشت
سوائے آپکی خواہش کے اُس نے کونسی خواہش باقی رکھی ہے؟

بندگیِ تُش چناں در خورد شُد
آپ کی غلامی ایسی موافق ہوئی ہے

کہ شہی اندر دلِ اُو سَرد شُد
کہ بادشاہی اُس کے دل میں سَرد ہو گئی ہے

شاہی و شہزادگی در باختہ است
اُس نے شاہی اور شہزادگی، سب، ہار دی

از پئے تو در غریبی ساختہ است
آپ کی خاطر اُس نے مسافرت سے نباہ کیا ہے

صُوفیے کانداخت خِرقہ وجد در
جس صوفی نے وجد میں گدڑی اُتار پھینکی

کے رَود اُو برسَرِ خِرقہ دِگر
وہ دوسرے گدڑی پر کب توجہ کرتا ہے؟

مَیل سُوی خرقۂ دادہ نَدم
دی ہوئی گدڑی کی طرف میلان اور ندامت

آنچناں باشد کہ مَن مغبوں شُدم
ایسا ہے جیسا کہ میں ٹوٹے میں ہوگیا ہوں

بازدہ[3] آں خِرقہ ایں سُو اے قریں
اے ساتھی! اِس گدڑی کو اِدھر واپس دے

کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں
کہ وہ اُس کی قیمت کی نہیں ہے

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش
عاشق سے بعید ہے کہ اُس کو یہ خیال آئے

وَر بیاید خاک برسر بایدش
اور اگر آئے تو اُس کے سر پر خاک چاہیے

---

[1] تواتر۔ کسی خبر کو بہت سے لوگوں سے سننا۔ باتواتر۔ اگر لوگ کثرت کے ساتھ بھی اس کو خبر دیں وہ قناعت نہیں کرتا بلکہ اس کو قلبی مشاہدہ سے یقین آتا ہے۔ پس معرف۔ دربار میں تعارف کرنے والے نے شہزادہ کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ پادشاہی کن۔ اُس کے ساتھ اپنی شاہی شان کے مطابق معاملہ کیجئے۔ دست۔ وہ آپ سے وابستہ ہوگیا ہے۔ اُس کے سر پر ہاتھ رکھ دیجئے۔ برسری۔ علاوہ یعنی علاوہ ازیں میں اُس کا ہوں۔

[2] گفت۔ تعارف کرانے والے نے کہا کہ جب سے وہ آپ کے عشق میں مبتلا ہوا ہے بجز آپ کے اس کے دل میں کوئی خواہش باقی نہیں رہی۔ شاہی۔ اپنے ملک کی شاہی اور شہزادگی چھوڑ کر آپ کی خاطر غریب الوطن بنا ہے۔ صوفی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اُس شہزادے نے سلطنت کی گدڑی اُتار پھینکی اور پھر اُس کو واپس لینے کو تیار نہ ہوا اسی طرح صوفی جب وجد میں آ کر اپنی گدڑی اتار کر پھینک دیتا ہے تو وہ کوئی گدڑی لینا پسند نہیں کرتا۔ میل۔ اگر وہ اُتاری ہوئی گدڑی کی خواہش کرے اور پھینک دینے پر نادم ہو تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ وجد کے عوض گدڑی دے ڈالنے میں اپنا نقصان سمجھا۔

[3] بازدہ۔ اگر صوفی اُتاری ہوئی گدڑی پر افسوس کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری گدڑی واپس کر دو وہ میرا وجد اس قیمت کا نہیں تھا کہ میں گدڑی دے کر اُس کو خرید لوں۔ آں۔ یعنی وجد۔ ایں۔ یعنی گدڑی۔ دور۔ خدا کرے عاشق کو یہ خیال بھی نہ آئے اور اگر آتا ہے تو وہ ذلیل اور خوار ہے۔

عِشق[1] ارزد صد چو خِرقہ کالبد　کہ حیاتے دارد و حِس و خِرد
عشق اِس جسم کے سو گدڑیوں کی قیمت کا ہے　جو زندگی اور حِس اور عقل رکھتا ہے

خاصہ خرقہ مُلکِ دنیا کابتر ست　پنج دانگ ہستیش دردِ سر ست
خصوصاً دنیا کی سلطنت کی گدڑی جو ناقص ہے　اُس کی پانچ کوڑی کی ہستی، دردِ سر ہے

مُلکِ دُنیا تن پرستاں را حلال　ما غلام مُلکِ عشقِ بے زوال
دنیا کی سلطنت تن پرستوں کے لیے حلال ہے　ہم تو عشق کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں

عامِلِ عشق ست معزولش مکن　جُز بعشقِ خویش مشغولش مکن
وہ عشق کا عہدیدار ہے، اُس کو معزول نہ کیجئے　اُس کو اپنے عشق کے سوا مشغول نہ کیجئے

منصبے کانم زرُویت محجب ست　عینِ معزولی ست نامش منصب ست
وہ عہدہ جو مجھے آپ کے دیدار سے روکنے والا ہے　وہ بعینہٖ معزولی ہے، وہ نام کا عہدہ ہے

مُوجبِ[2] تاخیر ایں جا آمدن　فقدِ استعداد بُود و ضُعفِ تَن
اس جگہ پہنچنے میں تاخیر کا سبب　استعداد کا نہ ہونا اور جسم کی کمزوری تھی

بے ز استعداد بَر کانے روی　بر یکے حَبّہ نگردی محتوی
اگر تو بغیر تیاری کے کان پر جائے　تو ایک حبہ کا احاطہ کرنے والا نہ ہو گا

ہمچو عِنّینے کہ بِکرے را خرد　گرچہ سیمیں تن بُود کے برخورد
اُس نامرد کی طرح جو کسی باکرہ کو خرید لے　اگرچہ چاندی جیسے جسم والی ہو، کب اُس سے لذت اُٹھائے گا؟

چوں[3] چراغِ بے ز زیت و بے فتیل　نے کثیرستش ز نُور و نے قلیل
بے بتی اور بے تیل کے چراغ کی طرح　اُس کو روشنی نہ زیادہ حاصل ہے نہ تھوڑی

در گلستاں اندر آید اخشمے　کے شود مغزش ز ریحاں خرّمے
باغ میں کوئی اخشم آتا ہے　اُس کا دماغ ریحان سے کب خوش ہو گا؟

ہمچو خوبے دلبرے مہمانِ غر　بانگِ چنگ و بربطے درپیشِ کر
جیسے کوئی حسین معشوق نامرد کا مہمان ہو　بہرے کے سامنے چنگ اور بربط کی آواز ہو

ہمچو مُرغِ خاک کاید درِ بحار　زاں چہ یابد جُز ہلاک و جُز خسار
جیسے کہ خشکی کا پرند سمندروں میں　وہ اُس سے سوائے ہلاکت اور ٹوٹے کے کیا پائے گا؟

---

[1] عشق۔ گدڑی تو بے جان چیز ہے۔ عشق تو ہزاروں جاندار جسموں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ خاصہ۔ جبکہ عشق جسم سے بھی قیمتی ہے تو دُنیا اس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہے۔ ملکِ دُنیا۔ یہ حقیر چیز دنیاداروں کے لیے مناسب ہے عاشقوں کو تو عشق کی لازوال سلطنت چاہیے۔ عامل۔ تعارف کرانے والے نے کہا شہزادہ سلطنتِ عشق کا عہدے دار ہے اُس کو عہدے سے برخاست نہ کیجئے۔ منصبے۔ شہزادہ بھی بزبانِ حال آپ سے یہ کہتا ہے کہ جو عہدہ آپ کے دیدار کا حجاب بنے اور آپ سے دُور کر دے وہ عہدہ نہیں بلکہ معزولی ہے۔

[2] موجب تاخیر۔ آپ اس کی حاضری میں تاخیر عشق کی کمی کے سبب سے نہ سمجھیں بلکہ یہ اپنے اندر استعداد پیدا کرنے میں لگا رہا اور جسم کی لاغری تاخیر کی وجہ سے ہوئی، اس حالت میں نہ فیضِ روحانی حاصل کرنے کی صلاحیت تھی نہ جسمانی خدمت گزاری کی قابلیت تھی۔ بے زاستعداد۔ جب تک مقصد کے حصول کی استعداد نہ ہو کوشش بیکار ہے اگر کسی میں کان کنی کی استعداد اور ہنر نہیں ہے کان سے کچھ حاصل نہ کرے گا۔ ہمچو۔ اگر انسان میں مردانہ قوت نہیں ہے تو حسین معشوقہ سے فائدہ نہ اُٹھا سکے گا۔

[3] چوں چراغ۔ بے استعداد مُرید، بے تیل اور بے بتی کا چراغ ہے۔ در گلستاں۔ اگر ناک میں خوشبو سونگھنے کی استعداد نہیں ہے تو چمن سے فائدہ نہ اُٹھا سکے گا۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ہمچو۔ بے استعداد مرید اور شیخ کامل کی مثال نامراد اور حسین محبوبہ کی اور بہرے اور چنگ و بربط کے گانے کی سی ہے۔ ہمچو مرغ۔ جس پرند میں تیرنے کی استعداد نہ ہو اُس کے لیے دریا ہلاکت ہے۔

ہمچو بے[1] گندم شُدہ در آسیا
جس طرح بغیر گیہوں کے چکی پر پہنچا ہوا
جز سفیدی ریش و مُو نبُوَد عطا
داڑھی اور بال کے سفید کرنے کے سوا اُس کا انعام نہ ہوگا

آسیایِ چرخ بر بے گندماں
بے گیہوں والوں کو آسمان کی چکی
مُو سپیدی بخشد و ضُعفِ میاں
بالوں کی سفیدی اور کمر کی کمزوری بخشتی ہے

لیک بابا گندماں ایں آسیا
لیکن گیہوں والوں کے لیے یہ چکی
مُلک بخش آمد دہد کار و کیا
ملک عطا کرنیوالی بنی ہے، کام اور بادشاہی عطا کرتی ہے

اوّل استعدادِ جنّت بایدت
پہلے تجھے جنت کی استعداد چاہیے
تاز جنت زندگانی زایدت
تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفلِ[2] نورا از شراب و از کباب
نوزائیدہ بچے کے لیے شراب اور کباب سے
چہ حلاوت از قصور و از قباب
کیا مزا قلعوں سے اور قبوں سے؟

حد ندارد ایں سخن کم جُو سخن
یہ بات حد نہیں رکھتی، بات نہ تلاش کر
تو برو تحصیلِ استعداد کن
تو جا، استعداد حاصل کر

بہرِ استعداد تا اکنوں نشست
وہ استعداد کے لیے اب تک بیٹھا رہا
شوق از حد رفت و آں ماند بدست
شوق حد سے گزر گیا اور وہ ہاتھ نہ آئی

گفت اِستعداد ہم از شہ رَسد
اُس نے کہا استعداد بھی شاہ سے حاصل ہوتی ہے
بے ز جاں کے مُستعِد گردد جَسد
جان کے بغیر جسم کب ذی استعداد بنتا ہے؟

لُطفہائے[3] شہ غمش را در نوشت
شاہ کی مہربانیوں نے اُس کے غم کو لپیٹ دیا
شُد کہ صیدِ شہ کُند اُو صید گشت
چلا کہ شاہ کا شکار کرے وہ (خود) شکار بن گیا

ہر کہ در اشکار چوں تو صید شُد
جو تجھ جیسے شکار کے شکار میں آ گیا
صَید را ناکردہ قید، اُو قید شُد
شکار کو قید نہ کر کے، خود قید ہو گیا

ہر کہ جُویایِ امیری شُد یقیں
جو شخص امیری کا طالب ہوا، یقیناً
پیش ازاں اُو دَر اسیری شُد رہیں
اُس سے پہلے وہ قید میں گروی ہو گیا

عکس میداں نقشِ دیباجۂ جہاں
عالم کے چہرے کے نقش کو اُلٹا سمجھ
نامِ ہر بندۂ جہاں خواجۂ جہاں
جہاں کے ہر غلام کا نام، جہان کا آقا ہے

---

[1] بے گندم۔ مرید کا بغیر استعداد کے شیخ کے پاس جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر گیہوں کے چکی پر جائے تو وہ وہاں سے گرد و غبار میں داڑھی اور بال سفید کر کے لوٹے گا۔ آسیایِ چرخ۔ بے استعداد لوگوں کو بھی آسمان کی گردش سے سوائے بڑھاپے کے آثار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیک۔ آسمان کی یہ چکی بھی اُن کو نفع دیتی ہے جن کے پاس عمل و عقیدہ کا گیہوں ہو۔ اوّل۔ اعمال صالحہ کے ذریعہ جنت کی استعداد پیدا کرنی چاہیے۔

[2] طفلِ نو۔ بچہ میں شراب و کباب اور قصور و قبوں سے لذت اُٹھانے کی استعداد نہیں ہے۔ حد ندارد۔ بغیر استعداد مستفید نہ ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں تو کہاں تک سُنے گا جا استعداد پیدا کر۔ بہرِ استعداد۔ تعارف کرانے والے نے یہ بھی کہا کہ یہ اب تک استعداد کے حصول میں آپ سے دُور رہا اگرچہ اب بھی پوری استعداد پیدا نہ ہوئی لیکن عشق سے مجبور ہو کر حاضر ہو گیا ہے۔ گفت۔ اس نے اب یہ سوچا کہ استعداد کی تکمیل بھی جناب کی صحبت سے ہوگی۔ بے ز جاں۔ پوری استعداد جسم میں روح آنے کے بعد آتی ہے اور وہ آپ عنایت کریں گے۔

[3] لطفہائے۔ جناب کی مہربانیوں کی توقع نے اس کو سب غم بھلا دیے ہیں۔ شد۔ گھر سے اس لیے چلا تھا کہ اپنے کمالات سے آپ کو مسخر کرے، اب یہ آپ کا مسخر ہو گیا۔ ہر کہ۔ ظاہر ہے جو آپ کو مسخر کرنے چلے گا وہ خود مسخر ہو کر رہے گا۔ ہر کہ۔ ہر محبوب چیز کا قاعدہ یہی ہے کہ انسان اس کو حاصل کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر بیٹھتا ہے۔ عکس۔ دنیا کی باتوں کو برعکس سمجھو جو دنیا کا اسیر ہے وہ دنیا کا امیر کہلاتا ہے۔

اے[1] تنِ کژ فکرتِ معکوس رَو — صَد ہزار آزاد را کردی گرو

اے کج فہم اُلٹی چال والے جسم! — تُو نے لاکھوں آزاد (روحوں) کو گروی کر دیا

مُدّتے بگذار ایں حیلت پَزی — چند دَم پیش از اجل آزاد زی

تھوڑی دیر کے لیے اِس حیلہ گری کو چھوڑ دے — موت سے پہلے چند گھنٹے آزاد جی لے

وَر در آزادیت چوں خَر راہ نیست — ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست

اور اگر گدھے کی طرح آزادی میں تیرا راستہ نہیں ہے — تیری سیر، ڈول کی طرح کنویں کے علاوہ نہیں ہے

مُدّتے[2] رَو ترکِ جانِ مَن بگو — رَو حریفے دیگرے جز مَن بجُو

تھوڑی دیر کے لیے چلا جا، میری جان چھوڑ دے — جا، میرے علاوہ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لے

نوبتِ مَن شُد مرا آزاد کُن — دیگرے را غیرِ مَن داماد کُن

میری باری ختم ہو گئی، مجھے آزاد کر دے — میرے علاوہ دوسرے کو داماد بنا لے

اے تنِ صَد کارہ تَرکِ مَن بگو — عُمرِ مَن بُردی کسے دیگر بجُو

اے مصروف جسم! مجھے چھوڑ دے — تو نے میری عمر برباد کر دی کسی دوسرے کو تلاش کر لے

مفتوں شُدنِ قاضی برزنِ جوحی و در صندوق ماندن و نائبِ قاضی، صندوق را خریدن، باز سالِ دوم آمدن زنِ جوحی بر امید پارینہ و بارِ دیگر گفتنِ قاضی، کہ مرا آزاد کُن و دیگرے را بخواہ

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوحی کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر زماں[3] جوحی ز درویشی بفَن — تُو بزن کردے کہ اے دلخواہِ مَن

جوحی ہر وقت افلاس کی وجہ سے مکر سے — بیوی کا رُخ کرتا، کہ اے مری پسندیدہ!

چوں سلاحت ہست رَو صیدے بگیر — تا بدوشانیم از صیدِ تو شیر

جب تیرے پاس ہتھیار ہے، جا شکار پکڑ — تاکہ ہم تیرے شکار سے، دودھ دوہیں

قوسِ ابرُو تیرِ غمزہ دامِ کید — بہر چہ دادت خدا؟ از بہرِ صَید

ابرو کی کمان، ادا کا تیر، مکر کا جال — خدا نے تجھے کس لیے دیا ہے؟ شکار کے لیے

---

[1] اے تن۔ چونکہ جسم کی وجہ سے روح قیدی بنتی ہے تو رُوح کا جسم کو خطاب ہے کہ تو نے لاکھوں آزاد روحوں کو قیدی بنایا ہے۔ مُدّتے۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنے مال و جاہ کے کمانے کے حیلوں کو ترک کر دے اور کچھ دن مرنے سے قبل آزادی کی زندگی گزار لے۔ وَر۔ اگر گدھے کی طرح تیری آزادی ناممکن ہے اور ڈول کی طرح تو کنوئیں میں گرنے کا عادی ہے۔

[2] مُدّتے۔ کم از کم مجھے ہی رہا کر دے اور میری جگہ کسی اور کو ساتھی بنا لے۔ نوبت۔ اب میری رہائی کا وقت آ گیا مجھے آزاد کر دے اور کسی اور کو داماد بنا لے جیسا کہ آئندہ حکایت میں مذکور ہے کہ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا تھا۔ صد کارہ۔ سو کاموں والا، مصروف۔

[3] ہر زماں۔ جوحی مفلس بھی تھا اور مکار بھی وہ اکثر بیوی سے کہا کرتا کہ تیرے پاس جب ہتھیار ہیں تو شکار کرتا کہ تیرے شکار سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ قوس۔ تیرے ہتھیار تیری ابرو کی کمان اور تیری ادا کا تیر اور تیرے مکر کا جال ہے، یہ خدا نے تجھے اسی لیے عطا کیے ہیں تاکہ تو لوگوں کا شکار کرے۔

رَو[1] پئے مُرغِ شگرفے دام نِہ — دانہ بنما لیک در خوردش مدِہ
جا کسی عجیب پرند کے لیے جال بچھا — دانہ دکھا، لیکن اُس کو کھانے نہ دے

کام بنما و کُن اُو را تلخ کام — کے خورد دانہ چو شد در حبسِ دام
مقصد دکھا دے اور اُس کو ناکام کر دے — دانہ کب کھاتا ہے جب جال کی قید میں ہو گیا

شُد زنِ اُو نزدِ قاضی در گلہ — کہ مرا افغاں ز شوئِ دہ دلہ
اُس کی بیوی شکوہ کرنے قاضی کے پاس گئی — کہ پراگندہ خیال شوہر سے میری فریاد ہے

قصہ کوتہ کُن کہ قاضی شُد شکار — از مَقال و از جمالِ آں نگار
قصہ مختصر کر، کہ قاضی شکار ہو گیا — اُس حسین کے حسن اور گفتگو سے

گفت[2] ایدر محکمہ است و غُلغلہ — مَن نتانم فہم کردن ایں گلہ
اُس نے کہا، اب تو کچہری اور شور ہے — میں اس شکوے کو نہ سمجھ سکوں گا

گر بخلوت آئی اے سَروِ سہی — وز ستمگاریِ شُو شَرحم دہی
اے سروِسہی! اگر تو تنہائی میں آئے — اور شوہر کے ظلم کی مجھ سے تفصیل بیان کرے

فہمِ آں بہتر کُنم بدہم سزاش — آنچہ حق باشد توزیں غمگیں مباش
میں اُس کو اچھی طرح سمجھ لوں گا، اس کو سزا دوں گا — جو کچھ حق ہو گا، تو اُس سے غمگین نہ ہو

مَر مرا معلوم گردد حالِ تُو — شوہرت را نرم سازم بے عتُو
مجھے تیرا حال معلوم ہو جائے — تیرے شوہر کو بغیر اکڑ کے، نرم کر دوں گا

گفت زن در خانۂ تو نیک و بد — ہر دم از بہرِ گلہ آید رَوَد
عورت نے کہا، آپ کے گھر میں اچھا اور بُرا — شکایت کرنے ہر وقت آتا جاتا ہے

گفت خانۂ تو زہر نیک و بدے — باشد از بہرِ گلہ آمد شُدے
اُس نے کہا آپ کے گھر، ہر بھلے بُرے کی — شکایت کے لیے آمدورفت ہوتی ہے

خانۂ[3] سر جُملہ پُر سودا بُوَد — صَدر پُر وسواس و پُر غوغا بُوَد
سر کا سب خانہ سودا سے پُر ہوتا ہے — صدر، وسوسہ سے پُر اور غل سے پُر ہوتا ہے

باقی اعضا ز فکر آسودہ اند — واں صدور از صادراں فرسودہ اند
بقیہ اعضا فکر سے آسودہ ہیں — اور وہ صدور، آنے والوں سے گھِسے ہوئے ہیں

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہُن — گرد خالی، تا رسد از امرِ کُن
شاخ کی طرح پُرانے پتّے اور میوہ سے — خالی بن جا، تا کہ کُن کے حکم سے (پھل) آئیں

[1] رو۔ تو جا کسی اچھے پرند کو پھانس اُس کو دانہ دکھا اور کھانے نہ دینا، اپنے حُسن کا گرویدہ کرلے لیکن اُس سے پھنس نہ جانا۔ تلخ کام۔ محروم۔ کے خورد۔ جال میں پھنس جانے کے بعد پرند سے دانہ نہیں کھایا جاتا۔ شُد زن۔ جوحی کی بیوی قاضی کو شکار بنانے کی فکر میں لگی اور قاضی کی عدالت میں جا کر شوہر کی شکایتیں کیں۔ دہ دلہ۔ یعنی اُس کا تعلق مختلف عورتوں سے ہے۔ شکار۔ قاضی جوحی کی بیوی کے دام میں آ گیا۔

[2] گفت۔ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا کہ اس وقت تو کچہری کا وقت ہے اور یہ شور وغل ہے میں اس وقت پوری طرح تیری شکایت نہ سمجھ سکوں گا۔ سروِ سہی۔ وہ سرو کا درخت جس کے دو شاخیں سیدھی ہوں۔ بے عتو۔ یعنی تیرے شوہر میں سرکشی نہ رہے گی۔ گفت زن۔ عورت نے کہا آپ کے گھر میں تنہائی نہ ہو سکے گی لوگوں کی آمدورفت زیادہ ہے۔

[3] خانہ سر۔ مولانا نے قاضی کے گھر کی تشبیہ دے کر دنیاداروں کے قلب و دماغ کے بارے میں ارشادی بیان شروع کر دیا ہے کہ ان لوگوں کے سر فکروں سے پُر رہتا ہے اور سینہ میں ہر وقت وسوسے بھرے رہتے ہیں۔ باقی۔ اعضاء رئیسہ مصیبت میں رہتے ہیں اور باقی اعضا آرام سے رہتے ہیں۔ صادراں۔ یعنی ولی افکار۔ ہمچو۔ اُن لوگوں کو چاہیے کہ جوحی کے گھر کی طرح اپنے قلب و دماغ کو خالی کرلیں جب یہ خالی ہوں گے پھر خداوندی حکم سے پاکیزہ خیالات نمودار ہوں گے۔

برگہا[1] و میوہ ہائے نورِ غیب
غیب کے نور کے پتے اور میوے
از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب
اُس پُرانے پن کے بعد بغیر کسی شک کے

در خزان و بادِ خوفِ حق گریز
اللہ (تعالیٰ) کے ڈر کی ہوا اور خزاں کی طرف بھاگ
آں شقائقہایِ پاریں را بریز
لالہ کے اُن پُرانے پھولوں کو گرا دے

کیں شقائق منعِ نو اِشگوفہاست
کیونکہ یہ گُلِ لالہ اُن نئے شگوفوں کی روک ہیں
کہ درختِ دل برائے آں نماست
جن کے لیے دل کے درخت کا (نشوونما) ہے

خویش را در خواب کُن زیں افتکار
اپنے آپ کو اِس فکر سے نیند میں کر دے
سَرز زیرِ خواب در یقظت برآر
سر کو نیند کے نیچے سے بیداری میں نکال

ہمچو[2] آں اصحابِ کہف اے خواجہ زُود
اے صاحب! اصحابِ کہف کی طرح جلد ہی سے
رَو بایْقاظًا کہ تَحْسَبُہُم رُقُوْد
''تو ان کو بیدار سمجھتا ہے وہ سوئے ہوئے ہیں'' کی طرف جا

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست
قاضی نے کہا، اے صنم! تدبیر کیا ہے؟
گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست
بولی، اِس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے

خصم دَر دِہ رَفت و حارس نیز نیست
مدعیٰ علیہ، گاؤں کو گیا ہے اور چوکیدار بھی نہیں ہے
بہرِ خلوت سخت نیکو مسکنے ست
تنہائی کے لیے بہت عمدہ گھر ہے

اِمشب ار امکاں بُود آنجا بیا
اگر ممکن ہو تو آج رات وہاں آ جایئے
کارِ شب بے سمعہ است و بے ریا
رات کا کام بغیر شہرت اور بغیر دکھاوے کے ہوتا ہے

جُملہ[3] جا سُوساں زخمرِ خواب مَست
سب جاسوس نیند کی شراب سے مست ہیں
زنگیِ شب جُملہ را گردن زدست
رات کے حبشی نے سب کی گردن کاٹ دی ہے

خواند بر قاضی فسونہائے عجب
قاضی پر عجیب منتر پڑھے
آں شکر لب وانگہانے از چہ لب
اُس شکر لب نے اور پھر کیسے لب سے

چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد
شیطان نے (حضرت) آدمؑ کے ساتھ بہت افسانے کہے
چونکہ حوّا گفت خور انگاہ خورد
جب حوّا نے کہا، کھا لیجئے تب کھا لیا

اوّلیں خوں دَر جہانِ ظلم و داد
ظلم اور انصاف کی دنیا میں سب سے پہلا خون
از کفِ قابیل بہرِ زن فتاد
عورت کی خاطر قابیل کے ہاتھ سے ہوا

نوحؑ برتابہ چو بریاں ساختے
(حضرت) نوحؑ جب توے پر بھونتے
والہلہ بر تابہ سنگ انداختے
والہلہ توے پر پتھر ڈال دیتی

---

[1] برگہا۔ غیبی خیالات اُس وقت آئیں گے جبکہ پُرانے خیالات ختم کر دیے جائیں۔ درخزاں۔ اُن پُرانے خیالات کے گُل و برگ کو جھاڑ دے گی۔ کیں۔ دنیاوی خیالات کے ازالہ کے بعد صحیح خیالات پیدا ہوں گے۔ خویش را۔ ان فکروں سے اپنے آپ کو نیند میں کر دے اور پھر وہ خیالات پیدا ہوں گے جو دراصل بیداری ہیں ورنہ دنیوی خیالات تو خوابِ غفلت ہیں۔

[2] ہمچو۔ جس طرح اصحابِ کہف کو لوگ سمجھتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں اور حقیقتاً وہ سوئے ہوئے تھے اِسی طرح تو اپنے آپ کو دنیوی خیالات کے اعتبار سے بنا لے یعنی لوگ تجھے اِن خیالات سے باخبر سمجھیں اور تو اُن سے بے خبر ہو۔ قاضی۔ قاضی نے کہا کہ اگر خلوت کے لیے میرا گھر مناسب نہیں ہے تو پھر کیا ہونا چاہیے۔ کنیزک۔ جوحی کی بیوی نے کہا میرا گھر بالکل خالی ہے شوہر گاؤں کو گیا ہے اور وہاں کوئی نگراں بھی نہیں ہے۔ امشب۔ آپ رات میں وہاں آ جایئے، شب میں جو کام ہوتا ہے وہ چھپا رہتا ہے لوگ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

[3] جملہ جاسوساں۔ رات نے جاسوسوں کو بھی سُلا دیا ہوگا۔ خواند۔ قاضی، جوحی کی بیوی کے فریب میں آ گیا۔ خوا۔ حضرت آدمؑ بھی حوا سے فریب کھا گئے تھے۔ قابیل۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں قابیل نے بھی ہابیل کو عورت کی وجہ سے قتل کیا تھا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ وعظ کہتے تھے تو ان کی کافرہ بیوی والہلہ ان کے خلاف سازش کرتی تھی۔

مکرِ[1] زن برفنِ اُو چیره شُدے — آبِ صافِ وعظِ اُو تیره شُدے
عورت کا مکر اُن کی تدبیر پر غالب آ جاتا — اُن کے وعظ کا صاف پانی، گدلا ہو جاتا

قوم را پیغام کردے از نہاں — کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ چپکے سے قوم کو پیام بھیج دیتی — کہ دین کو ان گمراہوں سے بچاؤ

لوطؑ رازن ہم چنیں بُد کافره — خوانده باشی قصۂ آں فاجره
اسی طرح (حضرت) لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی — تو نے اُس بدکار کا قصہ پڑھا ہو گا

یوسفؑ از کیدِ زلیخایِ جواں — ماند در زنداں برایِ امتحاں
(حضرت) یوسفؑ جوان زلیخا کے مکر سے — آزمائش کے لیے قید خانہ میں رہے

ہر بَلا کاندر جہاں بینی عَیاں — باشد از شومیِ زن در ہر مَکاں
تو دنیا میں جو مصیبت بھی کھلی دیکھے گا — ہر جگہ عورت کی نحوست سے ہو گی

رفتنِ[2] قاضی بخانۂ زنِ جوحی و حلقه زدن جوحی تُند بخشم بر
قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانا

دَر و گریختنِ قاضی در اندرونِ صندوق چوں محلِ دیگر نبُود
اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکرِ زن پایاں ندارد رفت شب — قاضیِ زیرک سُویِ زن بہر دَب
عورت کا مکر انتہا نہیں رکھتا، چلا رات کو — سمجھ دار قاضی عورت کی جانب بدفعلی کے لیے

زن چو شمع و نُقلِ مجلس راست کرد — زاں نوازش شاد شُد قاضیِ فرد
جب عورت نے شمع اور مجلس کا نُقل تیار کر لیا — یکتا قاضی اُس نوازش سے خوش ہو گیا

چونکہ بنشستند باہم ساعتے — تا برآسایند اندر خلوتے
جب دونوں تھوڑی دیر مل کر بیٹھے — تاکہ تنہائی میں آرام کریں

چوں نشست اُو پہلوئے زن با مُراد — گشت جانِ پُر غمش زاں وصل شاد
وہ جب عورت کے پہلو میں بامُراد بیٹھا — اُس کی غم بھری جان اُس کے وصل سے خوش ہو گئی

اندر[3] آں دَم جوحی آمد دَر بزَد — جُست قاضی مُہربے تادر خزد
فوراً ہی جوحی آیا، دروازہ کھٹکھٹایا — قاضی نے بھاگنے کی جگہ تلاش کی تاکہ گھس جائے

غیرِ صندوقے ندید اُو خلوتے — رَفت در صندوق از خوفِ آں فتے
صندوق کے سوا اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی — وہ اُس جوان کے ڈر سے صندوق میں گھس گیا

[1] مکرِ زن۔ ان کے وعظ و نصیحت کے صاف پانی کو مکدر کر دیتی تھی۔ قوم۔ لوگوں سے کہتی تھی کہ اس بے دین سے اپنے دین کو بچاؤ۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کے امرد مہمانوں کی خبر قوم کو دے دیتی تا کہ وہ بدکاری کریں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کے مکر کی وجہ سے قید خانہ میں رہے۔ ہر بلا۔ اکثر فتنہ و فساد کا سبب عورتیں ہیں۔

[2] رفتنِ قاضی۔ قاضی جوحی کے گھر پہنچ گیا اور نتیجہ میں صندوق میں بند ہو گیا۔ مکرِ زن۔ عورتوں کے مکر کے لاتعداد فتنے ہیں ان کو کہاں تک بیان کیا جائے۔ دب۔ اغلام یعنی زنا کاری۔ زن۔ عورت نے شمع اور نُقلِ محفل تیار کیا تو قاضی بہت خوش ہوا۔ چونکہ۔ قاضی جوحی کی بیوی سے مل کر بیٹھا تا کہ تنہائی میں آرام کرے تو بہت خوش ہوا۔

[3] اندر۔ جس وقت دونوں مل کر بیٹھے فوراً ہی جوحی آ پہنچا۔ مہرب۔ بھاگنے کی جگہ۔ غیرِ صندوقے۔ بھاگنے کے لیے کوئی جگہ نہ ملی تو وہاں جو صندوق تھا اس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ فتے۔ نوجوان یعنی جوحی۔

اندر[1] آمد جوحی و گفت اے حریف
جوحی اندر آیا اور بولا، او دشمن!

اے وبالم در ربیع و در خریف
او ربیع و خریف میں میرا وبال!

من چہ دارم کہ فدایت نیست آں
میں کیا رکھتا ہوں، جو تجھ پر فدا نہیں ہے

کہ ز من فریادداری ہر زماں
کہ تو ہر وقت میری شکایت کرتی ہے

گفت شخصے نزدِ قاضی رفتۂ
ایک شخص نے بتایا، کہ تو قاضی کے پاس گئی

در حقم ناگفتنیہا گفتۂ
میرے بارے میں تو نے بہت سی ان کہنی کہیں

برلبِ[2] خشکم کشاد ستی زباں
میرے خشک ہونٹ پر تو نے زبان کھولی

گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں
تو کبھی مجھے مفلس کہتی ہے، کبھی دیوث

ایں دو علت گر بُود ایجاں مرا
اے جان! اگر یہ دو علتیں ہیں بھی

آں یکے از تُست و دیگر از خدا
تو ایک تیری طرف سے اور دوسری خدا کی جانب سے ہے

من چہ دارم غیرِ ایں صندوق و کاں
میں صندوق کے علاوہ کیا رکھتا ہوں، کہ وہی

ہست مایہ تہمت و پایہ گماں
تہمت کا سرمایہ، اور (بد) گمانی کی جڑ ہے

خلق پندارند زر دارم دروں
لوگ سمجھتے ہیں میں اندر سونا رکھتا ہوں

داد واگیرند از من زیں ظنون
ان گمانوں سے لوگ مجھ سے بخشش روک لیتے ہیں

صورتِ صندوق بس زیبا ست لیک
صندوق کی صورت بہت اچھی ہے، لیکن

از عروض و سیم و زر خالیست نیک
سامان اور چاندی اور سونے سے بالکل خالی ہے

چوں تنِ زرّاق خوب و باوقار
مکار کے جسم کی طرح اچھا اور باوقار ہے

اندراں سلّہ نیابی غیرِ مار
تو اُس پٹارے میں بجز سانپ کے کچھ نہ پائے گا

من[3] برم صندوق فردا را بکو
میں صندوق کو کل کوچہ میں لے جاؤں گا

پس بسوزم درمیانِ چار سُو
پھر چوراہے میں جلاؤں گا

تا بہ بیند مُومن و گبر و جہود
تاکہ مسلمان اور نصرانی اور یہودی دیکھ لیں

کاندریں صندوق جُز لعبت نبُود
کہ اِس صندوق میں سوائے مذاق کے کچھ نہ تھا

گفت زن ہی در گذر اے مرد زیں
عورت نے کہا ہاں اے مرد! اس سے درگذر کر

خورد سوگند آں کہ نکنم جُز چنیں
اُس نے قسم کھائی کہ میں اس کے سوا کچھ نہ کروں گا

بارِ من صندوق را در دم بہ بست
صندوق کو فوراً رسّی سے باندھا

خویشتن را کردہ بُد مانندِ مست
اُس نے اپنے آپ کو دیوانہ کی طرح بنا رکھا تھا

---

[1] اندر۔ جوحی گھر میں آ کر بیوی پر بگڑا کہ تو میرے لیے ہر موسم میں وبال ہے۔ من چہ دارم۔ میں نے تیرے اوپر اپنی ہر چیز قربان کر رکھی ہے پھر تو کیوں پھرتی ہے۔ گفت۔ مجھے ایک شخص نے بتایا ہے کہ تو نے قاضی کے یہاں جا کر میرے بارے میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔

[2] برلب خشکم۔ یعنی میری ہر طرح کی خاموشی کے باوجود تو نے زبان درازی کی ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ آں یکے۔ اگر میں دیوث ہوں تو اس کا سبب تیری ہی۔ دیگر۔ اگر میں مفلس ہوں تو خدا نے مجھے مفلس بنایا ہے۔ من چہ دارم۔ گھر میں صندوق کے علاوہ اور کیا ہے اُسی کی وجہ سے مجھ پر تہمتیں لگتی ہیں، لوگ کہ اُس میں بہت کچھ مال و زر ہے حالانکہ یہ خالی ہے۔ خلق۔ اسی صندوق کی وجہ سے لوگ مجھے مالدار سمجھ کر صدقہ و خیرات بھی نہیں دیتے ہیں۔ صورت۔ صندوق سے تو بہت اچھا ہے لیکن اندر سے خالی ہے۔ چوں۔ اس کی حالت وہی ہے جیسے مکار پیر کی۔ مار۔ یعنی بُرے اخلاق۔

[3] من برم۔ میں تہمت کی اس جڑ کو صبح کو چوراہے پر پھونکوں گا۔ لعبت۔ یعنی مذاق۔ گفت زن۔ عورت نے کہا ایسا نہ کرنا اُس نے قسم کھا کر کہا ضرور کروں گا۔ بار من نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اُس نے فوراً صندوق کو رسّی سے باندھ دیا۔

از پگہ[1] حمال آورد اُو چو باد
صبح سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا
زُود آں صندوق بر پشتش نہاد
فوراً صندوق اُس کی کمر پر رکھا

اندر آں صندوق قاضی از نکال
اُس صندوق کے اندر قاضی تکلیف سے
بانگ میزد کاے حمال واے حمال
چیخ رہا تھا کہ اے حمال اور اے حمال!

کرد آں حمال پیش و پس نظر
اُس حمال نے آگے اور پیچھے دیکھا
کز چہ سُو در میرسَد بانگ و خبر
کہ آواز اور اطلاع کس جانب سے آ رہی ہے؟

ہاتِف ست ایں داعیِ مَن اے عجب
ہائے تعجب! یہ مجھے پکارنے والا غیبی فرشتہ ہے
یا پَری ام می کند پنہاں طلب
یا پری خفیہ طور پر مجھے بلا رہی ہے

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش
جب وہ آواز پے در پے بڑھی
گفت ہاتِف نیست باز آمد بخویش
بولا غیبی فرشتہ نہیں ہے، ہوش میں آیا

عاقبت[2] دانست کاں بانگ و فُغاں
انجام کار سمجھ گیا، کہ وہ آواز اور فریاد
بُد ز صندوق و کسے دروَے نہاں
صندوق میں سے تھی اور اس میں کوئی چھپا ہوا ہے

عاشقے کُو در غمِ معشوق رَفت
وہ عاشق جو معشوق کے غم میں پڑا
گرچہ بیرونست در صندوق رَفت
اگرچہ باہر ہے، وہ صندوق میں گیا

عُمر دَر صندوق بُرد از اندُہاں
اُس نے غموں سے صندوق میں عُمر گزاری
جُز کہ صندوقے نہ بیند دَر جہاں
وہ صندوق کے سوا دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا

آں[3] سَرے کہ نیست فوقِ آسماں
وہ سَر جو آسمان کے اوپر نہیں ہے
از ہوس اُو را دراں صندوق داں
ہوس کی وجہ سے، اُس کو صندوق میں سمجھ

چوں ز صندوقِ بدن بیروں رَوَد
وہ جب جسم کے صندوق سے باہر جائے گا
اُو ز گورے سُوئے گورے می شوَد
تو ایک قبر سے دوسری قبر کی جانب جا رہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قاضی نے اس سے
گفت اے حمال و اے صندوق کش
کہا اے حمال! اور اے صندوق لے جانے والے!

از مَن آگہ کُن درونِ محکمہ
میرے بارے میں دفتر میں خبر کر دے
نائبم را زُود تر با ایں ہمہ
میرے نائب کو، بہت جلد مع اس واقعہ کے

تاخرد ایں را بزر زیں بے خِرد
تاکہ اس بے عقل سے، روپے دیکر اُس کو خرید لے
ہم چنیں بستہ بخانہ ما بَرد
اِسی طرح بندھا ہوا ہمارے گھر لے جائے

---

1. از پگہ۔ صبح کو ہوا کی طرح دوڑ کر ایک حمال کو بلا لایا۔ اندر۔ جب حمال صندوق لے کر چلا گیا تو قاضی حمال کو آوازیں دینے لگا۔ کرد۔ حمال حیران ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ ہاتف۔ حمال کو جب کوئی نظر نہ آیا تو سوچا کوئی غیبی فرشتہ یا پری مجھے پکار رہی ہے۔ چوں پیاپے۔ مسلسل آوازوں کی وجہ سے سمجھا کہ ہاتف نہیں ہے۔
2. عاقبت۔ بالآخر سمجھ گیا کہ کوئی صندوق میں بند ہے اور وہ پکار رہا ہے۔ عاشقے۔ مولانا فرماتے ہیں عاشق بھی اگرچہ بظاہر باہر ہے لیکن وہ عشق کے صندوق میں بند ہے۔ عمر۔ عاشق کی عمر بھی غموں کے صندوق میں گذرتی ہے اس کو دنیا کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔
3. آں سرے۔ عاشق کی تخصیص نہیں بلکہ جو شخص بھی زمین کی چیزوں کا دلدادہ ہو اُس کا یہی حال ہے۔ چوں۔ یہ مرتے وقت گویا ایک صندوق سے قبر کے صندوق میں منتقل ہوا ہے۔ گفت۔ بالآخر قاضی نے حمال سے کہا تو دوڑ کر میری اس حالت کی خبر میری عدالت میں میرے نائب کو پہنچادے۔ تاخرد۔ تاکہ میرا نائب آ کر اس صندوق کو جوحی سے خرید لے اور صندوق بند کا بند میرے گھر پہنچادے۔

اے[1] خدا بگمار قوم رحم مند　　تا ز صندوقِ بدن ماں وَا خرند
اے خدا! رحم والی قوم کو مقرر کر دے　　تاکہ جسم کے صندوق سے ہمیں خرید لے

خَلق را از بندِ صندوقِ فسُوں　　کہ خرد جُز انبیا و مرسلوں
جادو کے صندوق کی قید سے مخلوق کو　　کون خریدتا ہے انبیا اور رسولوں کے علاوہ؟

از ہزاراں یک کسے خوش منظر ست　　کہ بداند کُو بصندوق اندر ست
ہزاروں میں سے کوئی ایک خوش نظر ہے　　کہ سمجھ لے، کہ وہ صندوق میں ہے

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس　　کہ ز رَوحِ ایں جہاں دارد ہراس
جو جانتا ہے اُس کی نشانی تو یہ سمجھ لے　　کہ وہ اِس دنیا کی راحت سے ڈرتا ہے

اُو جہاں رادیدہ باشد پیش ازاں　　تا بداں ضِد ایں ضِدش گردد عیاں
اُس نے جہان (عالمِ آخرت) کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا　　جس سے اُس ضِد کے ذریعہ یہ ضد ظاہر ہو گئی

زیں[2] سبب کہ عِلم ضالّہءِ مُومن ست　　عارفِ ضالّہ خود ست و مُوقن ست
اس لیے کہ علم مُومن کی گم شدہ چیز ہے　　وہ اپنی گم شدہ چیز کو پہچاننے والا اور یقین کرنے والا ہے

آنکہ ہرگز روزِ نیکو خُود ندید　　اُو دریں اِدبار کے خواہد طپید
وہ شخص جس نے اپنا بھلا دن کبھی نہیں دیکھا　　وہ اِس نحوست میں کب تڑپے گا؟

یا بطفلی دَر اسیری اُو فتاد　　یا خود از اوّل ز مادر بندہ زاد
یا تو بچپن سے قید میں پھنس گیا ہے　　یا خود شروع ہی سے، ماں سے غلام پیدا ہوا ہے

ذوقِ[3] آزادی ندیدہ جانِ اُو　　ہَست صندوقِ صُوَر میدانِ اُو
اُس کی جان نے آزادی کا مزہ نہیں دیکھا　　صورتوں کا صندوق اُس کا میدان ہے

دائماً محبوس عقلش دَر صُوَر　　از قفص اندر قفص دارد گذر
اُس کی عقل ہمیشہ صورتوں میں مقید ہے　　پنجرے سے پنجرے میں گذر رکھتا ہے

منفذش نے از قفص سُوی عُلا　　در قفصہا میرود از جابجا
اُس کا پنجرے سے بلندی کی طرف راستہ نہیں ہے　　پنجروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھر رہا ہے

درنُبے اِن اسْتَطَعْتُمْ فَانْفُذُوْا　　ایں سخن با جنّ و اِنس آمد زہُو
قرآن میں "اگر تم سے ہو سکے نکل جاؤ"　　اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے یہ خطاب جن وانس کو آیا ہے

---

[1] اے خدا۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو متوجہ کر دے کہ وہ ہمیں بھی اسی طرح خرید لیں۔ خَلق۔ وہ خریدار انبیا اور رسول ہیں اور ان کے وارث۔ از ہزاراں۔ اہلِ دنیا صندوق میں بند ہیں لیکن یہ احساس، بہت کم لوگوں کو ہے۔ آنکہ۔ جس کو یہ احساس ہے اُس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی راحتوں سے گھبراتا ہے۔ اُو جہاں را۔ وہ اس تنگ دنیا کو صندوق اس لیے سمجھے گا کہ عالمِ آخرت کی فراخی دیکھ چکا ہوگا ایک ضد، دوسری ضد کے دیکھنے کے بعد خوب سمجھ میں آتی ہے۔

[2] زیں سبب۔ مُومن کا اصل وطن چونکہ عالمِ آخرت ہے اس لیے وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے بالمقابل دنیا کو ایک صندوق سمجھتا ہے اس لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہر حکمت اور دانائی مسلمان کی ایک گم شدہ چیز کی طرح ہے وہ جہاں بھی اُس کو دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے کہ یہ چیز تو میری ہے۔ آنکہ۔ جس شخص نے اچھے دن دیکھے ہوں وہ نحوست میں تڑپے گا اور جس کی پوری زندگی نحوست میں گذری ہو وہ نحوست سے کب بے چین ہوگا۔ یا بطفلی۔ جس شخص کی پوری زندگی غلامی میں گذری ہو یا مادر زاد غلام ہو وہ آزادی کی لذت سے واقف نہیں ہوتا۔

[3] ذوق۔ آزادی کی اس کو کوئی قدر نہ ہوگی اس کی پوری زندگی غلامی کے صندوق میں گذری ہے۔ دائماً۔ وہ محض صورتوں میں مبتلا ہے اس کی عقل صورت کے ایک پنجرے سے صورت کے دوسرے پنجرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منفذش۔ اس کے پنجرے میں کوئی ایسا سوراخ بھی نہیں ہے جس سے وہ بلندی کی طرف نظر کر سکے۔ درنُبے۔ قرآن میں انہی بے سوراخ کے پنجرے میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لیے فرمایا گیا ہے: اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا "اگر ہو سکے کہ تم آسمانوں اور زمین سے گذر جاؤ تو گذر جاؤ"۔

گفت[1] منفذ نیست از گردونِ شاں
جز بسُلطان و بوحیِ آسماں

فرمایا اُن کے لیے آسمان سے راستہ نہیں ہے
قوت اور آسمان کی وحی کے علاوہ

گر ز صندوقے بصندوقے رَوَد
اُو سَمائی نیست صندوقی بُوَد

اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جاتا ہے
وہ آسمانی نہیں ہے، صندوقی ہے

فرجۂ صندوقِ نو نو مُسکرست
در نیابد کو صندوق اندر ست

نئے نئے صندوق کو تفریح مدہوش کرنے والی ہے
وہ نہیں جانتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے

گر نشُد غرّہ بدیں صندوقہا
ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا

اگر وہ اِن صندوقوں پر فریفتہ نہیں ہوا
تو وہ قاضی کی طرح چھٹکارا اور رہائی ڈھونڈ لے گا

آنکہ[2] داند ایں نشانش آں شناس
گو نباشد بے فغان و بے ہراس

جو جانتا ہے یہ اُس کی نشانی سمجھ
کہ وہ بے فریاد اور بے خوف نہ ہو گا

ہمچو قاضی باشد اُو در ارتعاد
کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد

وہ قاضی کی طرح لرزنے میں ہو گا
اُس کا دل اِس غم سے ایک لحہ کے لیے کب خوش ہو گا؟

رَہروے را گفت آں حمّال شاد
کہ برو در محکمہ قاضی چو باد

اُس حمال نے ایک راہگیر سے خوش ہو کر کہا
کہ ہوا کی طرح قاضی کے دفتر میں چلا جا

نائبش را گوی کیں شُد واقعہ
برسرِ قاضی بیامد قارِعہ

اُس کے نائب سے کہہ دے کہ یہ واقعہ ہوا
قاضی کے سر پر قیامت آ گئی

شُغل[3] را بگذار و زُود اینجا بیا
زُو بخر سربستہ این صندوق را

کام کو چھوڑے اور جلد یہاں آ جائے
فوراً اس بند صندوق کو خرید لے

چونکہ رَہرو شُد رسالت را رساند
ہر کہ زُو بشنید ایں خیرہ بماند

جب وہ راہگیر پہنچا، پیغام پہنچایا
جس نے اُس سے یہ سُنا حیران ہو گیا

بُرد القصہ خبر صندوق کش
نائبِ قاضی حسن را از غمش

قصہ مختصر صندوق اُٹھانیوالے کی اطلاع نے مدہوش کر دیا
قاضی حسن کے نائب کو اس کے غم کی وجہ سے

آتشے برکردہ جوحی از ملا
کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را

جوحی نے برملا آگ جلا رکھی تھی
کہ میں اِس صندوق کو جلاؤں گا

برسرِ بازار جوشش عامۂ
چیست جوحی می نہد ہنگامۂ

سرِ بازار عوام کا جوش ہے
کیا ہے؟ جوحی نے ہنگامہ برپا کر رکھا ہے

---

[1] گفت۔ قرآن نے اُن لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اُن کے لیے اگر کوئی منفذ اور گذرنے کا راستہ ہے تو وحیِ الٰہی اور طاقت کے ذریعہ ان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ گر۔ یہ دنیا کا صندوق ہے۔ فرجہ۔ یہ دنیا کے لذائذ میں مست ہے جس کی وجہ سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ وہ صندوق میں بند ہے۔ گر نشد۔ اگر وہ اُن صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو قاضی کی طرح اُن سے نکلنے کی کوشش کرتا۔

[2] آنکہ۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کے صندوق میں مقید ہے وہ ہر وقت آہیں بھرتا ہے۔ ہمچو قاضی۔ وہ جوحی کے صندوق میں بند قاضی کی طرح لرزتا ہے۔ رہروے۔ اب پھر قاضی کا قصہ شروع کیا۔ قاضی کے کہنے سے حمال نے ایک رہرو سے کہا کہ جلد جا کر قاضی کے نائب کو سارا قصہ بتا دے۔ قارعہ۔ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

[3] شغل را۔ نائب سے کہہ دے کہ وہ کام چھوڑ کر جلد آ جائے اور اس بند صندوق کو خرید کر لے جائے۔ چونکہ۔ اُس شخص کی بات پر قاضی کے متعلقین حیران رہ گئے۔ برد۔ الغرض اُس آدمی کی اطلاع نے قاضی حسن کے نائب کے ہوش اُڑا دیے۔ آتشے۔ اس طرف جوحی نے یہ حرکت کی کہ چوراہے پر آگ جلائی کہ میں آج اس صندوق کو جلا کر رہوں گا۔ برسر بازار۔ جوحی کے اس شور و شر سے چوراہے پر مجمع ہو گیا۔

آمدنِ[1] نائبِ قاضی میانِ بازار و خرید کردنِ صندوق را از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند
گفت نہصد بیشتر زر میدہند

نائب آیا، اُس نے کہا صندوق کتنے کا ہے؟
اُس نے کہا نو سو سے زیادہ قیمت دے رہے ہیں

من نمی آیم فروتر از ہزار
گر خریداری گشا کیسہ بیار

میں ایک ہزار سے نیچے نہ اُتروں گا
اگر تو خریدار ہے، تھیلی کھول، لا

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد
قیمتِ صندوق خود پیدا بُوَد

اُس نے کہا، اے مفلس! شرم کر
صندوق کی قیمت خود ظاہر ہے

گفت شرمے دار ز اہلِ خرد
کس بدیں مقدار ایں را کے خرد

اس نے کہا، عقلمندوں سے شرما
کوئی اِس مقدار پر اس کو کب خریدے گا؟

گفت[2] بے رُویت شریٰ خود فاسدیست
بیع ما زیرِ گلیم ایں راست نیست

اُس نے کہا بغیر دیکھے خود خریداری فاسد ہے
گدڑی کے نیچے، ہماری بیع صحیح نہیں ہے

بر گشایم گر نمی ارزد مخر
تا نباشد بر توحیفے اے پدر

میں کھولتا ہوں، اگر اتنے کا نہ ہو نہ خرید
تاکہ اے باوا! تجھ پر ظلم نہ ہو

گفت اے ستار بر مکشای راز
سر بہ بستہ می خرم با من بساز

اُس نے کہا اے. پردہ پوش! راز نہ کھول
میں بندھا ہوا خریدتا ہوں مجھ سے طے کر لے

ستر کن تا بر تو ستاری کنند
تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند

پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر پردہ پوشی کریں
جب تک تو اطمینان نہ دیکھ لے، کسی پر نہ ہنس

پس[3] دریں صندوق چوں تو ماندہ اند
خویش را اندر بلا بنشاندہ اند

اس صندوق میں تجھ جیسے بہت سے رہے ہیں
انھوں نے اپنے آپ کو بلا میں بٹھا رکھا ہے

آنچہ بر تو خواہِ آں باشد پسند
بر دگرکس آں مکن از نفع و گزند

جس چیز کی خواہش تجھے اپنے لیے پسند ہو
نفع اور نقصان سے دوسرے پر وہی کر

آنچہ تو بر خود رواداری ہماں
می بکن از نیک و از بد باکساں

جس چیز کو تو اپنے لیے روا رکھے، وہی
اچھے اور برے میں سے لوگوں کے ساتھ کر

---

[1] آمدن۔ اُس آدمی کی اطلاع پر قاضی حسن کا نائب چوراہے پر پہنچ گیا۔ نائب۔ نائب نے آکر جوحی سے صندوق کی خریداری کا معاملہ شروع کیا تو جوحی نے ہزار اشرفیاں قیمت بتائی اور کہا کہ نو سو اشرفیاں لگ چکی ہیں لیکن میں ہزار سے کم میں نہ دوں گا اگر تو خریدار ہے تو تھیلی نکال اور ہزار اشرفیاں دے دے۔ گفت۔ نائب نے جوحی سے کہا کہ کچھ شرم کر معمولی صندوق کی اتنی قیمت مانگتا ہے۔

[2] گفت۔ جوحی نے نائب کو مزید پریشان کرنے کے لیے کہنا شروع کر دیا کہ بغیر اچھی طرح دیکھے چیز کو خریدنا درست نہیں ہے۔ بر کشایم۔ میں اس صندوق کو کھول کر دکھائے دیتا ہوں اگر اس قیمت میں لینا پسند کرے تو لے لینا ورنہ تو کیوں ٹوٹے میں پڑتا ہے۔ گفت۔ نائب نے گھبرا کر فوراً کہا نہیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اب راز کی پردہ پوشی. کر، میں صندوق کو بند ہی خرید لوں گا۔ ستر کن۔ جوحی سے کہا اب تو قاضی کا پردہ رکھ خدا تیری پردہ پوشی کرے گا۔ تا نہ بینی ایمنی۔ جب تک اپنی نجات کا یقین نہ ہو کسی گنہگار کی مذاق نہ اُڑانی چاہیے۔

[3] پس۔ تیری ہی طرح دوسرے دنیا کے صندوق میں بند ہیں۔ آنچہ۔ جس طرح تو اپنے صندوق میں بند ہونے پر مذاق پسند نہیں کرتا ہے دوسروں کی بھی مذاق نہ اُڑا۔ آنچہ۔ جو کچھ اچھا بُرا، انسان اپنے لیے پسند کرے وہی دوسرے کے لیے پسند کرے۔

انچہ[1] نہ پسندی بخُود از نفع و ضَر
جو نفع اور نقصان تو اپنے لیے پسند نہ کرے

بَر کسے مپَسند ہم اے بے ہُنر
اے بے ہُنر! کسی کے لیے بھی پسند نہ کر

زانکہ بر ہر صاد حق اندر کمیں
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) گذرگاہ پر کمین گاہ میں ہے

می دہد پاداش پیش از یومِ دیں
قیامت کے دن سے پہلے بدلہ دے دیتا ہے

آں عظیم العرش عرشِ اُو مُحیط
وہ بڑے عرش والا ہے، اُس کا عرش احاطہ کرنے والا ہے

تختِ دادش ہر ہمہ جانہا بسیط
اُس کے انصاف کا تخت تمام جانوں پر احاطہ کرنے والا ہے

گوشۂ عرشش بتُو پیوستہ است
اُس کے عرش کا کنارہ، تجھ سے لگا ہوا ہے

ہیں مجُنباں جُز بدین و داد دَست
خبردار! دین اور انصاف کے سوا ہاتھ نہ ہلا

تو مُراقِب باش بر احوالِ خویش
تو اپنے احوال کا نگراں بن

نوش بیں در داد و بَعد از ظلم نیش
تو انصاف میں شہد دیکھ لے اور ظلم کے بعد نشتر دیکھ لے

پس[2] ہمیں جا خُود جزائی نیک و بد
اسی جگہ اچھے اور بُرے کا بدلہ

میرسد باہر کسے چوں بنگرد
ہر شخص کے پاس پہنچ جاتا ہے، جب وہ غور کر لے

واں جزا کانجا رسد در یومِ دیں
اور وہ بدلہ جو قیامت کے دن وہاں ملے گا

ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں
وہ اِس جیسا نہیں ہے، غور کر لے

بے حَد و بے عد بُوَد آنجا جزا
وہاں بدلہ بے حد اور اَن گنت ہے

دوزخ و نار ست جائِ نا سزا
نالائق کی جگہ جہنم اور آگ ہے

گفت آرے آنچہ کردم استم ست
اُس نے کہا ہاں جو میں نے کیا ظلم ہے

لیک ہم میداں کہ بادی اظلم ست
لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ ابتدا کرنے والا زیادہ ظالم ہے

گفت نائب یک بیک ما بادئیم
نائب نے کہا ہم سب ابتدا کرنے والے ہیں

با سوادِ رُو چہ اندر شادئیم
منہ کی کالک کے ہوتے ہوئے کیسے خوش ہیں

ہمچو[3] زنگی کو بُوَد شادان و خوش
حبشی کی طرح کہ وہ مسرور اور خوش ہے

اُو نہ بیند غیرِ اُو بیند رُخش
وہ نہیں دیکھتا، دوسرا اُس کا چہرہ دیکھتا ہے

ماجرا بسیار شُد در من یزید
نیلام میں بہت قصہ ہوا

داد صَد دینار و آں ازوے خرید
اُس نے سو دینار دیے اور وہ اُس سے خرید لیا

ہر دَمے صندوقیِ اے بَد پسند
اے برائی کے پسند کرنیوالے! تو ہر وقت ایک صندوق ہے

ہاتفان و غیبیانت می خرند
تجھے ہاتف اور غیبی خرید رہے ہیں

1. انچہ۔ ہرچہ برخودنہ پسندی بدیگراں مپسند۔ زانکہ۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی گذرگاہ پر ہے اُس سے کسی کا کام پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور وہ اکثر قیامت سے پہلے بھی عمل کی جزا دے دیتا ہے۔ آں عظیم۔ اُس کا انصاف سب پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ گوشہ۔ تو بھی اس کے عدل کے ماتحت ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ تو مراقب۔ بھلا کرے گا بھلا ہوگا بُرا کرے گا بُرا ہوگا۔

2. پس۔ انسان غور کرے تو انسان کو اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی مل رہی ہے۔ آں جزا۔ قیامت میں جو بدلہ ملتا ہے وہ غیر معمولی ہے اور بد اعمال کا بدلہ قیامت میں جہنم ہے۔ گفت۔ جوحی نے کہا کہ بے شک قاضی کے ساتھ جو میں نے کیا وہ میرا ظلم ہے لیکن چونکہ برائی کی ابتدا قاضی نے کی کہ میری بیوی سے بُرا ارادہ کیا تو وہ مجھ سے زیادہ ظالم ہے لہٰذا اس کے اوپر ظلم بے جا نہیں ہے۔ گفت۔ نائب نے کہا کہ دوسرے کو اپنے سے زیادہ ظالم قرار دینا درست نہیں ہے ہم سب گناہوں میں ملوث ہیں اور سب ہی برائی کی ابتدا کرنے والے ہیں۔

3. ہمچو۔ ہم اپنے آپ کو بے قصور اور دوسرے کو برا سمجھنے میں اُس حبشی کی طرح ہیں جو اپنی رُوسیاہی کو نہیں دیکھتا دوسروں کی سیاہی کو دیکھتا ہے۔ من یزید۔ یعنی وہ خرید و فروخت جس میں یہ ہو کہ جو بڑھ کر دام لگائے سودا اسی کو ملے جیسا کہ اس زمانہ کا نیلام ہے۔ ہردمے۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ ہر انسان معصیتوں اور دنیا کے صندوق میں مقید ہے اور ہاتف غیبی یعنی اہل اللہ اسے خرید رہے ہیں۔

ایں[1] یقیں میداں کا سیر و بندہٗ زانکہ در صندوقِ غمہا ماندہٗ
تو یقین کر لے کہ تو قیدی اور ظالم ہے کیونکہ تو غموں کے صندوق میں رہا ہے

بندِ ہرچہ گشتہ از نیک و بد ہر یکے بر تُو چُو صندوقیست سد
بھلے اور بُرے میں سے تو جس میں مقید ہے تجھ پر ایک صندوق کی طرح روک ہے

تا نگردی زیں ہمہ آزاد تُو کے شوی اے جاں ز غم دلشاد تُو
جب تک تُو ان سب سے آزاد نہ ہو گا اے پیارے! تو غم سے دلشاد کب ہو گا؟

در بیانِ خبرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودن مَنْ کُنْتُ
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا "میں جس کا آقا ہوں
مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس
پس علیؓ اُس کا آقا ہے" حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا
نُبود کہ ما مطیع شُدیم وے را کہ مُطاوِعت کودکے فرماید
کہ ہم اُن کے فرمانبردار ہو گئے، کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیں[2] سبب پیغمبرؐ با اجتہاد نامِ خود و آں علیؓ مولا نہاد
اسی لیے باسعی پیغمبرؐ نے اپنا اور اُن علیؓ کا نام مولیٰ رکھا

گفت ہر کو را منم مولا و دُوست ابنِ عمِّ مَن علیؓ مولایِ اُوست
فرمایا جس کا میں مولیٰ اور دوست ہوں میرے چچا کا بیٹا علیؓ اُس کا مولیٰ ہے

کیست مولیٰ آنکہ آزادت کُند بندِ رقیت ز پایت بر کند
مولیٰ کون ہے؟ وہ جو تجھے آزاد کرے تیرے پاؤں سے، غلامی کی زنجیر نکال دے

چوں بآزادی نبوّت ہادی ست مُوماناں را ز انبیا آزادی ست
چونکہ نبوت آزادی کی راہنما ہے مُومنوں کو انبیا کی وجہ سے آزادی (حاصل) ہے

اے[3] گروہِ مُوماناں شادی کُنید ہمچو سَرو و سوسن آزادی کُنید
اے مومنوں کی جماعت! خوشی مناؤ سَرو اور سوسن کی طرح آزادی مناؤ

لیک می گوئید ہر دَم شُکرِ آب بے زباں چوں گلستانِ خوش خضاب
لیکن ہر وقت پانی کا شکر ادا کرو بغیر زُبان کے، خوش رنگ چمن کی طرح

بے زباں گویند سَرو و سبزہ زار شُکرِ آبے شُکرِ عدلِ نوبہار
سرو اور سبزہ زار، بغیر زبان کے ادا کرتے ہیں پانی کا شکریہ (اور) نو بہار کے انصاف کا شکریہ

[1] ایں یقیں۔ تجھے یقین کر لینا چاہیے تو بھی قاضی کی طرح غموں اور فکروں کے صندوق میں مقید ہے۔ بند۔ دل پسند اور ناپسند جو بھی تیرا دنیاوی مطلوب ہے وہ تیرے لیے صندوق اور راہِ آخرت کے لیے رکاوٹ ہے۔ تا نگردی۔ جب تک تو اُن علائق کو توڑ کر آزاد نہ ہو گا تجھے حیاتِ طیبہ نصیب نہ ہو گی۔ در بیان۔ اس حدیث سے اِس آزادی کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

[2] زیں سبب۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا "جس کا میں مولیٰ اور آقا ہوں علیؓ اُس کا مولیٰ ہے"۔ چوں بآزادی۔ نبوت انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے اور دنیاوی علائق سے آزادی دلاتی ہے۔

[3] اے گروہ۔ مومنوں کو اس آزادی سے خوشی منانی چاہیے سرو اور سوسن کو پھلدار نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کہا جاتا ہے۔ لیک۔ اپنے مُربی کا اسی طرح شکر ادا کرنا ہے۔ بے زباں۔ محض زبان سے شکر، شکر نہیں ہے بلکہ دل اور حال سے شکر ادا کرو۔ چمن کے پودے احوال سے شکر ادا کرتے ہیں۔

حُلّہہا[1] پوشیدہ و دامن کشاں
جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کھینچتے ہوئے

مست و رقّاص و خوش و عنبر فشاں
مست اور ناچنے والے اور خوش اور عنبر چھڑکنے والے

جُزو جُزو آبستن از شاہِ بہار
شاہِ بہار سے، جز جز حاملہ ہے

جسمِ شاں چوں دُرجِ پُر دُرِّ ثمار
اُن کا جسم ڈبّے کی طرح پھلوں کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے

مریماں بے شوی آبست از مسیح
بہت سے مریمیں بغیر شوہر کے مسیح سے حاملہ ہیں

خامُشاں بے لاف و گفتارِ فصیح
چپ ہیں، بغیر دعوے اور گفتگو کے فصیح ہیں

ماہِ ما بے نُطق خوش بر تافتہ است
ہمارا چاند بغیر گویائی کے خوب چمکتا ہوا ہے

ہر زباں نُطق از فرِ اُو یافتہ است
ہر زبان نے اُس کے نور سے گویائی حاصل کی

نُطقِ[2] عیسیٰؑ ازفرِ مریمؑ بُود
(حضرت) عیسیٰؑ کی گویائی (حضرت) مریمؑ کے نُور سے ہے

نُطقِ آدمؑ پرتوِ آں دَم بُود
(حضرت) آدمؑ کی گویائی اُس نفخ کے پَرتو سے ہے

تا زیادت گردد از شکر اے ثقات
اے ثقہ لوگو! تاکہ شکر کی وجہ سے زیادتی ہو

پس نباتِ دیگرست اندر نبات
نباتات میں بہت سی دوسری نباتات ہیں

عکسِ آں اینجا ست ذَلَّ مَنْ قَنَعْ
یہاں "ذلیل ہوا جس نے قناعت کی" کا اُلٹا ہے

اندریں طور ست عَزَّ مَنْ طَمَعْ
اس راستہ میں ہے "عزت پائی جس نے لالچ کیا"

در[3] جُوالِ نفس خود چندیں مَرو
اپنے نفس کے بورے میں اتنا نہ گھس

از خریدارانِ خود غافل مشو
اپنے خریداروں سے غافل نہ ہو

باز آمدنِ زنِ جوحی بمحکمۂ قاضی سالِ دُوم بر اُمید آنکہ وظیفۂ

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اس امید پر کہ

پارسال بجا آورد و شناخت قاضی اُو را

گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اسکو پہچان لینا

بعد سالے باز جوحی از محن
مصیبتوں کی وجہ سے ایک سال بعد پھر جوحی نے

رُو بزن کرد و بگفت اے چُست زن
بیوی کی طرف رُخ کیا اور کہا اے چالاک عورت!

آں وظیفہ پار را تجدید کن
پارسال والے معاملہ کی تجدید کر

پیشِ قاضی از گِلۂ من گو سخن
قاضی کے سامنے میرے شکوے کی بات کر

---

1. حُلّہہا۔ چمنوں کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ انھوں نے نئی پوشاکیں پہنی ہیں اور ناز وادا دکھا رہے ہیں اور خوشبو مہکا رہے ہیں۔ جزو۔ چمن اور باغ کا ہر جزو بہار کا شکریہ اس طور پر ادا کرتا ہے کہ اُس کا جز جز پھلوں سے پُر ہو گیا ہے۔ مریماں۔ یعنی درخت۔ مسیح۔ یعنی پھل۔ خامشاں۔ سب خاموش ہیں لیکن اُن کے احوال گویا ہیں۔ ماہِ ما۔ چمن کہتا ہے کہ جس طرح ہم بغیر گویائی کے شکر گذار ہیں اس طرح ہمارے محسن موسمِ بہار میں گویائی نہیں ہے لیکن دوسری گویائیاں اُس کا فیض ہیں اُن کا نشوونما موسمِ بہار کرتا ہے۔
2. نطقِ عیسیٰ۔ موسمِ بہار سے زبان کی گویائی حاصل ہونا اسی طرح ہے جس طرح سے حضرت عیسیٰؑ کو بچپن ہی میں گویائی حضرت مریم کے نور سے حاصل ہوئی اور حضرت آدمؑ کو گویائی اللہ تعالیٰ کے نفخ سے حاصل ہوئی۔ اے ثقات۔ شکر کی اس لیے تلقین کی جا رہی ہے کہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبات۔ یعنی نعمتوں کے اندر مزید نعمتیں ہیں جو شکر سے حاصل ہوں گی۔ عکس۔ دنیا کی اشیا کے بارے میں ہے: عز من قنع، جس نے قناعت کی اس نے عزت پائی اور ذل من طمع جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا لیکن دینی نعمتوں کے بارے میں معاملہ اُلٹا ہے ان میں جو قناعت کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور جو لالچ کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے۔
3. درجُوال۔ نفس کے صندوق سے باہر نکل تیرے خریدار ہیں اُن کی اطاعت کر یہی ان کا شکریہ ہے۔ بعد سالے۔ جوحی نے کچھ دن اُس روپے سے مزے اُڑائے پھر افلاس سے پریشان ہو کر عورت سے کہا۔ آں وظیفہ۔ گذشتہ سال کی طرح قاضی کو پھر پھنسا۔

زَن[1] بر قاضی در آمد با زناں ‌‌ | ‌‌ مَر زَنے را کرد آں زَن ترجماں
عورت، عورتوں کے ساتھ قاضی کے پاس آئی ‌‌ | ‌‌ اُس عورت نے ایک عورت کو ترجمان بنایا

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش ‌‌ | ‌‌ یاد ناید از بلاے ماضیش
تاکہ بولنے سے قاضی اُس کو نہ پہچانے ‌‌ | ‌‌ اُس کو گذشتہ مصیبت، یاد نہ آ جائے

ہست فتنہ غمزۂ غمازِ زَن ‌‌ | ‌‌ لیک آں صد تو شود ز آوازِ زَن
عورت کی چغل خور ادا فتنہ ہے ‌‌ | ‌‌ لیکن وہ عورت کی آواز سے سو گنا ہو جاتا ہے

چوں نمی تانست آوازے فراشت ‌‌ | ‌‌ غمزۂ تنہایِ زَن سُودے نداشت
چونکہ وہ آواز بلند نہ کر سکتی تھی ‌‌ | ‌‌ عورت کی اکیلی ادا مفید نہ ہوئی

گفت قاضی رو تو خصمت را بیار ‌‌ | ‌‌ تا دہم کارِ ترا با اُو قرار
قاضی نے کہا جا تو اپنے مدعیٰ علیہ کو لے آ ‌‌ | ‌‌ تاکہ اُس کے ساتھ تیرا معاملہ طے کر دوں

جوحی[2] آمد قاضیش نشناخت زُود ‌‌ | ‌‌ کہ بوقتِ لُقیہ در صندوق بُود
جوحی آ گیا، قاضی نے اُس کو جلد نہ پہچانا ‌‌ | ‌‌ کیونکہ وہ ملاقات کے وقت صندوق میں تھا

زُو شنیدہ بُود آواز از بروں ‌‌ | ‌‌ در شریٰ و بیع و در نقص و فزوں
اُس نے اُس کی آواز باہر سے سُنی تھی ‌‌ | ‌‌ خرید و فروخت اور کمی و بیشی میں

گفت نفقۂ زَن چراندہی تمام ‌‌ | ‌‌ گفت از جاں شرع را ہستم غلام
اُس نے کہا تو عورت کا پورا خرچ کیوں نہیں دیتا؟ ‌‌ | ‌‌ اُس نے کہا میں شریعت کا جان سے غلام ہوں

لیک[3] اگر میرم ندارم من کفن ‌‌ | ‌‌ مفلسِ ایں لعبم و شش پنج زَن
لیکن اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا ہوں ‌‌ | ‌‌ میں اس کھیل سے مفلس ہوں اور مکر و فریب کرتا ہوں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش ‌‌ | ‌‌ یاد آورد آں دغل واں باختش
قاضی نے شاید اس بات سے اُس کو پہچان لیا ‌‌ | ‌‌ اُس کو وہ مکر اور اُس کی وہ بازی یاد آ گئی

گفت آں شش پنج با من باختی ‌‌ | ‌‌ پار اندر شش درم انداختی
کہا، وہ شش پنج تو نے میرے ساتھ کھیلا تھا ‌‌ | ‌‌ گذشتہ سال تو نے مجھے ششدر میں پھنسایا تھا

نوبتِ من رفت امسال آں قمار ‌‌ | ‌‌ با دِگرکس باز و دست از من بدار
میری باری گذر گئی، اس سال وہ جُوا ‌‌ | ‌‌ کسی دوسرے سے کھیل اور مجھ سے ہاتھ اُٹھا لے

---

[1] زَن۔ جوحی کی بیوی کچھ عورتوں کو ساتھ لے کر قاضی کی کچہری میں پہنچی اور ایک عورت کو اپنا ترجمان بنایا۔ تا نہ بشناسد۔ جوحی کی بیوی خود اس لیے نہ بولی کہ قاضی اُس کی آواز سے اس کو نہ پہچان لے اور گزشتہ سال کی مصیبت قاضی کو یاد نہ آ جائے۔ ہست۔ عورتوں کی ادائیں بھی فتنہ ہیں لیکن آواز کے ساتھ مل کر وہ سو فتنے بن جاتی ہیں۔ چوں۔ جب عورت کی آواز ادا کے ساتھ نہ ہو تو محض ادا اتنا کام نہیں کرتی۔ گفت۔ قاضی چونکہ اس بار فریفتہ نہ ہوا تو اُس نے کہا کہ شوہر کو حاضر کر۔

[2] جوحی۔ وہ عورت اپنے شوہر جوحی کو بلا لائی قاضی جوحی کو نہ پہچان سکا اس لیے کہ اس کی ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں بند تھا۔ زُو۔ قاضی نے جوحی کی صرف آواز سُنی تھی جب وہ نائب سے صندوق کا سودا کر رہا تھا۔ گفت۔ قاضی نے جوحی سے کہا تو بیوی کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا۔ از جان۔ جوحی نے کہا میں شریعت کے احکام کا غلام ہوں۔

[3] لیک۔ لیکن میں اس قدر مفلس ہوں کہ اگر مر جاؤں تو کفن بھی نہیں ہے۔ شش پنج زن۔ حیلہ و مکاری کرنے والا۔ زیں سخن۔ ان باتوں سے قاضی جوحی کو پہچان گیا اور اُس کو اُس کی گذشتہ سال کی مکاری یاد آ گئی۔ گفت۔ قاضی نے کہا تو نے گذشتہ سال میرے ساتھ مکاری کی تھی اور مجھے ششدر میں پھنسایا تھا۔ نوبت۔ میری باری تو گذر گئی اب کسی اور کو پھانس۔

از[1] شش و از پنج عارف گشت فرد
عارف شش اور پنج سے جدا ہو گیا

محترز گشت ست زیں شش پنج نرد
بازی کے اس شش و پنج سے پرہیز کرنیوالا بن گیا

رست اُو از پنج حس و شش جہت
وہ پانچ حواس اور چھ جہت سے چھوٹ گیا

از ورائ آں ہمہ کرد آگہت
تجھے اُن سب کے آگے سے آگاہ کیا

شُد اشاراتش اشاراتِ ازل
اُس کے اشارے ازل کے اشارے ہو گئے

جَاوَزَ الْاَوْهَامَ طُرًّا وَاعْتَزَلْ
وہ سب وہموں سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے

زیں چہ شش گوشہ گر نبُوَد بروں
اگر وہ اس چھ گوشے والے کنویں سے باہر نہ ہو

چوں برآرد یوسفؑ را از دروں
یوسفؑ کو اندر سے کیسے نکالے؟

واردے بالائے چرخِ بے ستن
وہ بغیر ستون کے آسمان کے اوپر سے اُترنے والا ہے

جسمِ اُو چوں دَلو درچہ، چارہ کُن
اُس کا جسم ڈول کی طرح کنویں میں تدبیر کرنے والا ہے

یوسفاں[2] چنگال در دَلوش زدہ
یوسفوں نے اُس کے ڈول کو پکڑ لیا ہے

رَستہ از چاہ وشہٴ مصری شدہ
کنویں سے نجات پا کر مصری بادشاہ بن گئے ہیں

دَلوہای دیگر از چہ آب جُو
دوسرے ڈول کنویں میں سے پانی کے جویاں ہیں

دَلوِ اُو فارغ ز آب، اصحاب جُو
اسکا ڈول پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈنے والا ہے

دَلوہا غوّاصِ آب از بہرِ قُوت
(دوسروں کے) ڈول روزی کے لیے پانی میں غوطہ لگانیوالے ہیں

دَلوِ اُو قوُتِ و حیاتِ جانِ حُوت
اُس کا ڈول جان کی مچھلی کے لیے روزی اور زندگی ہے

دَلوہا وابستہٴ چرخِ[3] بُلند
(دوسروں کے) ڈول اونچی گھیری سے وابستہ ہیں

دَلوِ اُو در اصبعینِ زور مند
اُس کا ڈول قوی کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

دَلو چہ و حبل چہ و چرخ چی
کیسا ڈول اور کیسی رسّی، اور کیسا آسمان!

ایں مثالے بس رکیک ست اے اچی
اے بڑے بھائی! یہ مثال بہت کمزور ہے

از کُجا آدم مثالِ بے شکست
میں سالم مثال کہاں سے لاؤں؟

کفوِ اُو نے آید و نے آمد ست
اُس کی مثل نہ آئے، اور نہ آیا ہے

صَد ہزاراں مَرد پنہاں دَر یکے
لاکھوں انسان ایک میں پوشیدہ ہیں

صَد کمان و تیر درجِ ناوکے
سیکڑوں تیر و کمان ایک تیر میں داخل ہیں

---

1. از شش۔ عارف شش و پنج سے فارغ ہوتا ہے۔ رست۔ پنج سے مراد پانچ حواس اور شش سے مراد چھ جہتیں ہیں۔ شُد اشاراتش۔ اب اُس کا ادراک حواسِ خمسہ اور دنیا کے شش جہات سے بالاتر ہے اب اُس کو علوی علوم حاصل ہیں وہ اوہام سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے۔ زیں۔ اگر وہ دنیا کے چھ گوشے والے کنویں کے اندر ہوتا تو دوسرے کو کنویں سے باہر کیسے نکال سکتا۔ یوسفے۔ یعنی مرید۔ وارد۔ قرآن پاک میں ہے فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ یعنی اُنھوں نے پانی بھرنے والے کو بھیجا یہی وارد تھا جس نے حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکالا، اسی طرح مریدوں کو کنویں میں سے نکالنے والا یعنی شیخ دنیا سے بالا ہے صرف اُس کا جسم دنیا کے اس کنویں میں ڈول کی طرح آتا جاتا ہے جو کنویں میں محبوس نہیں ہوتا ہے۔
2. یوسفاں۔ مرید اس کے اس جسم سے وابستہ ہو کر دنیا کے کنویں سے نجات پا کر حضرت یوسفؑ کی طرح شاہِ مصر بنتے ہیں۔ دَلوہای۔ دنیاداروں کے ڈول تو دنیا حاصل کرتے ہیں اور شیخ کا ڈول دنیا سے باہر نکالتا ہے۔ دلوہا۔ دوسرے کے ڈول پانی حاصل کرنے کے لیے کنویں میں جاتے ہیں اس کا ڈول مچھلی کو روزی اور زندگی عطا کرتا ہے۔ حوت۔ مچھلی یعنی مرید۔
3. چرخ بلند۔ یعنی گھیری جو کنویں کے اوپر ہوتی ہے۔ در اصبعین۔ یعنی اللہ کے تصرف میں ہے۔ دَلو۔ یہاں عارف باللہ کے جسم کو ڈول وغیرہ سے تشبیہ دی اب فرماتے ہیں عارف کے لیے یہ مثالیں بالکل ناقص ہیں۔ از کجا۔ اس کی مثال کائنات میں کوئی نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ وہ عارف ایک ذات ہے لیکن پوری ایک اُمت ہوتا ہے اور وہ ایک تیر ہے جس میں سیکڑوں تیر و کمان پوشیدہ ہیں۔

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ فِتنۂ[1] — صد ہزاراں خرمن اندر حفنۂ

وہ "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" ایک امتحان ہے — ایک مٹھی میں لاکھوں کھلیان ہیں

آفتابے دَر یکے ذرّہ نہاں — ناگہاں آں ذرّہ بکشاید دہاں

سورج ایک ذرے میں پوشیدہ ہے — (اگر) وہ ذرہ اچانک منہ کھول دے

ذرّہ ذرّہ گردد افلاک و زمیں — پیشِ آں خورشید چوں جست از کمیں

آسمان اور زمین ذرہ ذرہ ہو جائے — اُس سورج کے سامنے جب وہ کمینگاہ سے نکلے

ایں چنیں جانے چہ در خوردِ تن ست — ہیں بشُو اے تن ازیں جاں ہردو دست

ایسی جان جسم کے کیا لائق ہے؟ — خبردار! اے جسم اِس جان سے دونوں ہاتھ دھو لے

اے[2] تنِ گشتہ وثاقِ جاں بس ست — چند تاند بحر در مشکے نشست

اے جسم! جو روح کا گھر بنا ہوا ہے، بس ہے — سمندر، ایک مشک میں کہاں سما سکتا ہے؟

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — اے مسیحاں نہاں دَر جوفِ خَر

خبردار! بشر میں ہزاروں جبرئیل ہیں — آگاہ ہوجا، گدھے کے پیٹ میں بہت سے مسیح پوشیدہ ہیں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد — واقفِ از خوفست و رست از نیک و بد

خبردار! کملی میں کلیم اللہ پوشیدہ ہے — جو خوف سے واقف ہے اور نیک و بد سے چھوٹ گیا ہے

اے حبیب اللہ نہاں دَر غارِ تن — گنجِ ربّانی نہاں درمارِ تن

خبردار! جسم کے غار میں اللہ کا محبوب پوشیدہ ہے — جسم کے سانپ میں خدائی خزانہ پوشیدہ ہے

اے[3] ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس — اے غلط اندازِ عفریت و بلیس

خبردار! ہزاروں کعبے گرجا گھر میں پوشیدہ ہیں — اے! بھوت اور شیطان کو غلطی میں مبتلا کرنے والے

سجدہ گاہِ لامکانی در مکاں — مر بلیساں را ز تو ویراں دُکاں

تو مکان، میں لامکانی کی سجدہ گاہ ہے — تیری وجہ سے شیطانوں کی دُکان ویران ہے

کہ چرا من خدمتِ ایں طیں کنم — صورتِ دوں را لقب چوں دیں کنم

کہ میں اِس مٹی کی خدمت کیوں کروں؟ — کم درجہ کی صورت کو دین کا لقب کیوں دوں؟

نیست صورت چشم را نیکو بمال — تا بہ بینی شعشعِ نورِ جلال

صورت نہیں ہے، آنکھ خوب مل لے — تاکہ تو جلال کے نور کی چمک دیکھے

باز آمدن بقصۂ شہزادہ و ملازمتِ اُو بحضرتِ شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اُس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

---

1. مَا رَمَيْتَ۔ وہ عارف خدا سے وحدت رکھتا ہے۔ فتنہ۔ لوگوں کے لیے آزمائش ہے کہ وہ لوگ محض اُس کے جسم کو دیکھ کر شیطانی نظر اختیار کرتے ہیں۔ حفنہ۔ یعنی مٹھی بھر غلہ۔ آفتابے۔ اُس کی روح ایک آفتاب ہے جو جسم کے ذرّے میں پوشیدہ ہے۔ ذرّہ۔ زمین اُس آفتاب کی تاب نہیں لاسکتی۔ ایں چنیں۔ جبکہ رُوح کی وسعت اور عظمت کا یہ حال ہے تو وہ اس جسم کے لائق کہاں ہے۔

2. اے تن۔ جو جسم روح کا گھر بنا ہوا ہے رُوح کا اُس میں تھوڑی دیر کا قیام کافی ہے سمندر جیسی روح مشک کے جسم میں کب تک ٹھہر سکتی ہے۔ اے ہزاراں۔ رُوح بمنزلہ ہزاروں جبرئیل کے ہے اور جسم ایک بشر ہے، رُوح مسیح ہے اور جسم خر ہے۔ اے۔ یہ رُوحِ عارف کو خطاب ہے۔ خوف۔ یعنی علمِ معرفتِ خداوندی۔ نیک و بد۔ یعنی دنیاوی امور۔ حبیب اللہ۔ آنحضور ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پوشیدہ رہے تھے۔

3. اے ہزاراں کعبہ۔ یہ تمام تشبیہیں رُوح اور جسم کی ہیں۔ غلط۔ شیطان محض جسم کو دیکھ کر غلطی میں مبتلا ہوگیا۔ لامکانی۔ یعنی فرشتے۔ درمکاں۔ ایک قول کے مطابق فرشتوں نے آدم کو زمین پر سجدہ کیا تھا۔ کہ چرا۔ یہ دُکان کی ویرانی کا بیان ہے۔ نیست۔ مولانا شیطان سے فرماتے ہیں آنکھ مل کر دیکھ یہ محض جسم نہیں ہے۔ باز آمدن۔ شہزادہ کا قصہ پھر شروع کیا ہے۔

شاہزادہ پیشِ شہ حیرانِ ایں — ہفت[1] گردوں دیدہ در یکمشتِ طیں
شہزادہ، بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا — سات آسمان اُس نے ایک مٹھی مٹی میں دیکھے

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود — لیک جاں با جاں دمے خامش نبود
بحث میں لب کشائی کسی طرح ممکن نہیں؟ — لیکن جان، جان کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے خاموش نہیں ہے

آمدہ در خاطرش کیں بس، خفی ست — ایں ہمہ معنی ست پس صورت ز چیست
اُس کے دل میں آیا، کہ یہ بہت پوشیدہ ہے — یہ سب باطن ہے، تو صورت کس لیے ہے

صورتے از صورتت بیزار کن — خفتہ مر خفتہ را بیدار کن
یہ ایک صورت تجھے صورت سے بیزار کرنے والی ہے — ایک سُویا ہوا سُوئے ہوئے کو بیدار کرنے والا ہے

آں[2] کلامت می رہاند از کلام — وان سقامت می جہاند از سقام
تجھے وہ کلام، کلام سے چھڑاتا ہے — اور وہ بیماری، تجھے بیماری سے نجات دیتی ہے

پس سقامِ عشق جانِ صحت ست — رنجہایش حسرتِ ہر راحت ست
عشق کی بیماری صحت کی رُوح ہے — اُس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں

اے تن اکنوں دستِ خود از جاں بشو — ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو
اے جسم! اب اپنا ہاتھ جان سے دھو لے — اور اگر تو نہیں دھوتا اس کے علاوہ کوئی جان تلاش کر لے

در بیانِ نوازش و احترامِ شاہِ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہِ چین کے پردیسی، عاشق شہزادے، کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل[3] آں شہ نیک اُو را می نواخت — اُو ازاں خورشید چوں مہ می گداخت
خلاصہ یہ ہے کہ شاہ اُس کو خوب نوازتا تھا — وہ اُس سورج سے، چاند کی طرح گھلتا تھا

آں گدازِ عاشقاں باشد نمو — ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رُو
عاشقوں کا وہ گھلنا، بڑھتا ہے — جس طرح چاند گھٹا وہیں تازہ رُو ہے

جملہ رنجوراں دوا دارند اُمید — نالد ایں رنجور کم افزوں کنید
سب بیمار، دوا کی اُمید کرتے ہیں — یہ بیمار روتا ہے، کہ میری بیماری بڑھاؤ

جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں — رنج افزوں جوید و درد و حنیں
سب مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ — زیادہ رنج اور درد اور رونا تلاش کرتا ہے

---

[1] ہفت گردوں۔ رُوحِ کامل اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ یکمشت طیں۔ یعنی جسم۔ ہیچ۔ جو اشکالات شہزادے کے ذہن میں آئے تھے وہ زبان سے تو بیان نہ کرتا تھا لیکن باہمی رُوحی مکالمہ ہوتا تھا۔ آمدہ۔ شہزادے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا جبکہ سب فضائل اور خواص رُوح کے ہیں تو جسم سے اُس کا تعلق کیوں کیا گیا ہے۔ صورتے۔ رُوحِ کامل کو صورت سے اس لیے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ صورت اختیار کر کے تیرے اندر وہ فیض پہنچائے کہ تو صورت سے بیزار ہو جائے اُس کا یہ فیض رُوحِ مجرد سے تو حاصل نہ کر سکتا تھا تو گویا اُس کی مثال ہوئی کہ ایک خفتہ یعنی صورت نے تجھ خفتہ کو بیدار کر دیا کہ تو صورت سے بیزار ہو گیا۔

[2] آں کلامت۔ اس رُوح سے جبکہ وہ صورت سے وابستہ ہے کلام صادر ہوتا ہے جو تجھے اُس کلام سے باز رکھتا ہے جو مقصود سے مانع ہو۔ واں سقامت۔ جسمانی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ گناہوں کی بیماریوں کی دوا بنا دیتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ رُوحِ کامل کے جسم پر جب عشق کی بیماری طاری ہوتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ کر لوگ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ سقامِ عشق۔ ہم نے عشق کو بیماری کہا ہے لیکن یہ ایسی بیماری ہے جو صحت کی جان ہے اور اسکی تکالیف راحتوں کے لیے باعثِ حسرت ہیں جو صحت سے مقصود ہوتی ہیں۔ اے تن۔ اے جسم اب اس جان کا پیچھا چھوڑ دے اور اگر تو بالکل رُوح کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو جیسا کہ قاضی نے کہا کوئی رُوح تلاش کر لے۔

[3] حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہِ چین اُس شہزادے کو نوازتا تھا لیکن عشق اس کو گھلا رہا تھا۔ عاشقاں۔ جن کو حقیقی عشق ہو وہ جتنے گھلتے ہیں اُتنے ہی تازہ دم ہوتے ہیں۔ جملہ۔ دوسرے بیمار دوا تلاش کرتے ہیں۔ مریضِ عشق، عشق بڑھنے کی تمنا کرتا ہے۔ کم۔ کدام۔

خوب[1] تر زیں سم ندیدم شربتے　زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
میں نے اِس زہر سے زیادہ اچھا کوئی شربت نہیں دیکھا　کوئی صحت اس بیماری سے زیادہ اچھی نہ ہو گی

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے　سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
کوئی طاقت اِس گناہ سے بہتر نہیں ہے　بہت سے سال، اس سانس کی نسبت سے ایک گھنٹہ ہیں

مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق　دل کباب و جاں نہادہ بر طبق
وہ ایک مدت تک اُس شاہ کے سامنے اِسی طریقہ پر رہا　دل کباب تھا اور جان طباق پر رکھے ہوئے

گفت شاہ از ہر کسے یکسر برید　من ز شہ ہر لحظہ قربانم جدید
بولا، شاہ نے ہر شخص کا ایک سر کاٹا　میں بادشاہ کی وجہ سے ہر لحظہ نیا قربان ہو رہا ہوں

من[2] فقیرم از زر و از سر غنی　صد ہزاراں سر خلف داد آں سنی
میں زر سے فقیر اور سر سے بے نیاز ہوں　اُس روشنی نے لاکھوں سر نتیجہ میں دے دیے ہیں

با دو پا در عشق نتواں تاختن　با یکے سر عشق نتواں باختن
عشق میں دو پاؤں سے نہیں دوڑا جا سکتا　ایک سر سے عشق کی بازی نہیں کھیلی جا سکتی

ہر کسے را خود دو پا و یک سرست　با ہزاراں پاؤ سر تن نادرست
ہر شخص کے خود دو پاؤں اور ایک سر ہے　ہزاروں پاؤں اور سر کا جسم کمیاب ہے

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر　ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی لیے سب ہنگامے ضائع ہو گئے　یہ ہنگامہ ہر لمحہ تیزی پر ہے

معدنِ گرمی ست اندر لامکاں　ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
گرمی کی کان، لامکان میں ہے　سات دوزخیں اُس کی چنگاری کا ایک دھواں ہیں

در[3] بیانِ آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط برسرِ اُو ست

اِس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پل صراط اُس کے اوپر ہے، کہتی ہے اے

اے مومن زود تر بشتاب و بگذر تا عظمتِ نورِ تو آتشِ مرا نکشد

مومن جلد کر اور گذر جا تاکہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھا دے

جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ نَارِیْ

اے مومن! گذر جا بے شک تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

ز آتشِ مومن ازیں رو اے صفی　میشود دوزخ ضعیف و منطفی
اے برگزیدہ! اسی وجہ سے مومن کی آگ سے　دوزخ کمزور اور بجھنے والی ہو جاتی ہے

[1] خوب تر۔ عشق اگرچہ زہر ہے لیکن اُس کا مٹھاس سب سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ مرض ہے لیکن ہر صحت سے بہتر ہے۔ زیں گنہ۔ یعنی جس کو مخالف گناہ سمجھتے ہیں۔ سالہا۔ عشق میں سالہا بمنزلہ ایک ساعت کے ہیں۔ مدتے۔ ایک عرصہ تک وہ اسی طریقہ پر بادشاہ کے پاس رہا کہ دل کباب تھا اور جان قربان کرنے کی فکر میں تھا۔ گفت۔ جن لوگوں نے شاہ کی لڑکی کی تمنا کی اُن کا ایک بار سر کٹا میں ہر وقت بار بار قربان ہو رہا ہوں۔

[2] من فقیرم۔ میں زر اور سر قربان کر چکا ہوں۔ صد ہزاراں۔ فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ با دو پا۔ اس عشق میں دو پاؤں اور ایک سر سے کام نہیں چلتا۔ ہر کسے۔ عوام اسی لیے اس عشق سے محروم ہیں کیونکہ اُن کے ایک سر اور دو پاؤں ہیں۔ نادر۔ عاشقانِ خدا نادر ہیں۔ زیں سبب۔ عشق مجازی کا ہنگامہ سر اور پاؤں کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ ایں ہنگامہ۔ لیکن عشق حقیقی کا ہنگامہ روز بروز تیز ہوتا ہے۔ معدن۔ چونکہ اس عشق کا منبع لامکانی اور غیر فانی ہے ہفت دوزخ۔ اس عشق کی گرمی کے سامنے دوزخ کی گرمی ہیچ ہے۔

[3] در بیان۔ مومن میں چونکہ عشق کی گرمی ہے اس لیے دوزخ اس کو برداشت نہیں کرتی ہے اور مومن سے کہتی ہے جلد گذر جا ورنہ تیرا نور میری نار کو بجھا دے گا۔ ز آتش۔ مومن میں عشق کی آتش ہے اُس سے دوزخ کی آگ کمزور ہو کر بجھ جاتی ہے۔

گویدش بگذر سبک اے محتشم　　ورنہ ز آتشہائے تو مُرد آتشم
اُس سے کہتی ہے، اے باحشمت! جلدی سے گذر جا　　ورنہ تیری آگ سے میری آگ بجھی

کفر[1] کہ کبریتِ دوزخ اُو ست بس　　بیں چہ می نچساند اُورا ایں نفس
کفر، جو بس دوزخ کی گندھک ہے　　دیکھ لے، وہ اُس کو اِس وقت کس طرح پژمردہ کر دیتی ہے

کُفر کاں کبریتِ نارِ دوزخ ست　　بیں کہ چوں میرد اَزو اے خود پرست
کفر جو دوزخ کی آگ کی گندھک ہے　　اے خود پرست! دیکھ لے اُس سے کس طرح مر جاتی ہے

زُود کبریتت بدیں سُو وا سپار　　تانہ دوزخ بر تو تازد نے شرار
تو جلد اپنی گندھک اِس طرف سپُرد کر دے　　تاکہ تجھ پر نہ دوزخ دوڑے، نہ چنگاری

گویدش[2] جنت گذر کُن ہمچو باد　　ورنہ گردد ہرچہ مَن دارم کساد
اُس سے جنت کہتی ہے، ہوا کی طرح گذر جا　　ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ کھوٹا ہو جائے گا

کہ تو صاحب خرمنی مَن خوشہ چیں　　مَن بُتے اَم تو ولایتہائے چیں
کیونکہ تو کھلیان والا ہے اور میں خوشہ چُگنے والی ہوں　　میں ایک بُت ہوں، تو چین کی ولایتیں ہے

ہست لرزاں زُو جحیم و ہم جناں　　نے مر ایں را نے مرآں را زُو اماں
اُس سے دوزخ بھی لرزنے میں ہے اور جنتیں بھی　　اُس سے نہ اس کو امن، نہ اُس کو

وفات یافتنِ برادرِ بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مر جانا اور درمیانی بھائی کی

کردنِ برادرِ میانہ پادشاہِ چین را

شاہِ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت[3] عُمرش چارہ را فرصت نیافت　　صبر بس سوزاں بُدو جاں بر نتافت
اُس کی عمر ختم ہو گئی، علاج کی فرصت نہ پائی　　صبر بہت جلانے والا تھا اور جان برداشت نہ کر سکی

مُدّتے دنداں کناں ایں می کشید　　نارسیدہ عُمرِ اُو آخر رسید
ایک مدت تک ڈرتے ہوئے اس کو برداشت کرتا رہا　　مقصود حاصل کیے بغیر اُس کی عمر آخر ہو گئی

صُورتِ معشوق ازو شُد در نہفت　　رفت و شُد با معنیِ معشوق جُفت
اُس سے معشوق کی صورت چھپ گئی　　وہ مر گیا اور معشوق کی حقیقت کا ساتھی بن گیا

گفت لُبسش گر ز شعرِ شُشترست　　اعتناقِ بے حجابش خُوشترست
اُس نے کہا اگر اُس کا لباس شوستر کے پشمینہ کا ہے　　اُس کا بغیر پردے کے گلے لگنا زیادہ اچھا ہے

---

[1] کفر۔ دوزخ کی آگ کو بھڑکانے والی گندک، کفر ہے دیکھو دنیا میں مومن کے ایمان سے کفر کیسا مضمحل ہو جاتا ہے تو جب مومن جہنم پر سے گذرے گا تو دوزخ کی گندھک یعنی کفر مضمحل ہو جائے گا۔ زود۔ تو اپنے اندر سے بہت جلد اس مادے کو دور کر دے اور اپنی ہستی کو کسی صاحب عشق و معرفت کے سپرد کر دے تاکہ اُس میں مادہ ہی نہ ہے جس کو دوزخ کی آگ پکڑ سکے۔

[2] گویدش۔ مومن کے اعتبار سے جنت بھی کم رتبہ ہے، قلب مومن ذاتِ خداوندی کا مظہر اتم ہے، جنت میں یہ صفت نہیں ہے اعلیٰ سے ادنیٰ شرماتا ہے لہٰذا جنت کا یہ قولِ خود کو گھٹیا ہونا بتانے کے لیے ہے۔ ہست۔ غرضیکہ مومن جنت سے بھی افضل ہے اور جہنم سے بھی۔

[3] رفت۔ اُس بڑے شہزادے کی عمر اسی حالت میں ختم ہو گئی اور وصل کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی۔ مدتے۔ ایک مدت تک اظہار عشق سے ڈرتا رہا اور آخر کار وصل کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ صورت۔ اب معشوق جو کہ مظہر تھا وہ اس کی نظروں سے غائب ہو گیا اور جو اس مظہر میں ظاہر تھا یعنی حسنِ خداوندی اُس سے جا ملا۔ گفت۔ اب وہ مجاز میں حقیقت دیکھنے کے بجائے بلا کسی حجاب کے حقیقت سے ہم کنار ہو گیا۔

مَن[1] شُدم عُریاں ز تَن اُو از خیال — می خرامم در نہایات الوصال

میں جسم سے ننگا ہو گیا وہ خیال سے — میں وصال کی انتہاؤں میں خراماں جا رہا ہوں

ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست — ہرچہ آید زیں سپس بنہفتنی ست

یہ بحثیں یہاں تک کہنے کی ہیں — اس کے بعد جو کچھ آتا ہے، وہ چھپانے کا ہے

گر بکوشی وَر بگوئی صد ہزار — ہست بیکار و نگردد آشکار

اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر لاکھ کہے — بیکار ہے، اور وہ واضح نہ ہو گا

تا بدریا سیرِ اسپ و زیں بُود — بعد ازانت مرکبِ چوبیں بُود

گھوڑے اور زین کی دوڑ دریا تک ہوتی ہے — اس کے بعد تیرے لیے، لکڑی کی سواری ہوتی ہے

مرکبِ[2] چوبیں بخشکی اَبترست — خاص آں دریائیاں را رہبرست

لکڑی کی سواری خشکی میں ناقص ہے — وہ خاص دریا والوں کے لیے راہنما ہے

ایں خموشی مَرکبِ چوبیں بُود — بحریاں را خامُشی تلقیں بُود

یہ خاموشی لکڑی کی سواری ہے — سمندر والوں کے لیے خاموشی تلقین ہے

ہر خموشی کاں ملولت میکُند — نعرہائے عشق زاں سُو میزند

جو خاموشی تجھے ملول کرتی ہے — وہ اُس جانب عشق کے نعرے لگاتی ہے

تو ہمی گوئی عجب خامُش چراست — اُو ہمی گوید عجب گوشش کجا ست

تو کہتا ہے، تعجب ہے وہ چپ کیوں ہے؟ — وہ کہتا ہے تعجب ہے؟ اُس کا کان کہاں ہے؟

مَن[3] ز نعرہ کر شُدم اُو بے خبر — تیز گوشاں زیں سَمر ہستند کَر

میں نعرے سے بہرا ہو گیا، وہ بے خبر ہے — تیز کانوں والے، اس قصہ سے بہرے ہیں

آں یکے در خواب نعرہ میزند — صد ہزاراں بحث و تلقیں میکُند

ایک شخص خواب میں نعرے لگا رہا ہے — لاکھوں بحثیں اور گفتگوئیں کر رہا ہے

ایں نشستہ پہلوئے اُو بے خبر — خُفتہ خود آنست و کر زاں شور و شر

یہ اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے — وہ خود اس سے سویا ہوا ہے اور اُس شور وشر سے بہرا ہے

واں کسے کش مرکبِ چوبیں شکست — غرقہ شد در آب اُو خود ماہی ست

اور وہ شخص جس کی لکڑی کی سواری ٹوٹ گئی — وہ پانی میں ڈوب گیا، وہ خود مچھلی ہے

---

[1] مَن شدم۔ اب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں جسم سے عریاں ہو گیا اور جسم اُس شہزادی کے خیال سے عریاں ہو گیا اور اب میں حقیقت کے وصل کی طرف جا رہا ہوں۔ ایں مباحث۔ یعنی وصلِ خداوندی کے مباحث جو ذکر کر دیے بس یہی گفتگو میں سما سکتے تھے اس سے آگے کے احوال محض ذوقی ہیں۔ گر بکوشی۔ ذوقی چیزیں گفتگو سے بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔ تا بدریا۔ آگے کی باتوں کے لیے گفتگو ذریعہ نہیں اس کی مثال اس طرح سمجھ لو کہ گھوڑے کی سواری دریا کے کنارے تک کام دیتی ہے پھر وہ بیکار ہے، دوسری سواری کی ضرورت ہوتی ہے یعنی کشتی کام دیتی ہے۔

[2] مرکب چوبیں۔ اہلِ قال کو حال نہیں سمجھا جا سکتا اس کو صرف اہل حال ہی سمجھ سکتے ہیں، جس طرح کشتی خشکی میں کام نہیں دے سکتی۔ ایں خموشی۔ گفتگو سے خاموشی اہلِ حال کے لیے گفتگو ہے۔ ہر خموشی۔ اگر تو اہلِ حال میں سے ہے تو گفتگو سے خاموشی سے طول ہو گا لیکن اہلِ حال کے لیے وہ عشق کے نعرے ہیں۔ تو ہمی گوئی۔ تو اس خاموشی کو خاموشی سمجھتا ہے۔ صاحب حال کہتا ہے کہ تیرے کان نہیں ہیں کہ تو اس حال کی گفتگو کو سمجھ سکے۔

[3] مَن زنعرہ۔ وہ صاحب ذوق کہتا ہے کہ میں تو عشق کے نعروں سے بہرا ہوا جا رہا ہوں اور یہ بے خبر ہے۔ تیز گوشاں۔ دنیادار تیز کان والے عشق کے نعروں سے بہرے ہوتے ہیں۔ آں یکے۔ اس کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص خواب میں نعرے لگاتا ہے اور بہت کچھ باتیں کرتا ہے۔ ایں نشستہ۔ دوسرا شخص جو اس کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے اس سے بے خبر ہے تو یا اگرچہ جاگ رہا ہے لیکن سویا ہوا بھی ہے۔ واں کسے۔ یہ حال تو اہلِ ذوق کا تھا اب جو فنا اور استغراق کے مقام میں ہیں اُن کا ذوق بھی فنا ہو چکا ہے اب وہ خود مچھلی ہیں ان کو اس کشتی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

نہ[1] خموش ہست و نہ گویا نادریست
وہ نہ خاموش ہے اور نہ بولنے والا، کچھ عجیب ہے

حالِ اُو را در عبارت نام نیست
اُس کی حالت کا لفظوں میں کوئی نام نہیں ہے

نیست زیں دو، ہر دو ہست آں بوالعجب
وہ ان دونوں میں سے نہیں ہے اور وہ عجیب یہ دونوں ہے

شرحِ ایں گفتن بروں ست از ادب
اس کی شرح کرنا تہذیب سے باہر ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے وُرود
یہ مثال کمزور اور منطبق نہ ہونے والی ہے

لیک در محسوس زیں بہتر نبُود
لیکن محسوس میں اس سے بہتر (مثال) نہ تھی

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت
خلاصہ یہ ہے کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا

جانش پُر درد و جگر پُر سوز و تفت
اس کی جان پُر درد تھی اور جگر پُر سوز اور گرم تھا

آمدنِ برادر میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحبِ فراش بُود از رنجوری و نواختنِ پادشاہ میانگیں را و صد ہزار غنایمِ غیبی و عینی بدُو رسیدن از نظرِ شاہ

بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا، کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا اور بادشاہ کا بچلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اُس کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

کوچکیں[2] رنجور بُود و آں وسط
چھوٹا بیمار تھا اور وہ بچلا

بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
فقط، اُس بڑے کے جنازے پر آیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست
شاہ نے اُس کو دیکھا، قصداً کہا کہ یہ کون ہے؟

کہ ازاں بحر است ویں ہم ماہی ست
کیونکہ اُسی سمندر کا ہے اور یہ بھی مچھلی ہے

پس مُعرِّف گفت پورِ آں پدر
تعارف کرنے والے نے کہا اسی باپ کا بیٹا ہے

ایں برادر زاں برادر خُرد تر
یہ بھائی، اُس بھائی سے چھوٹا ہے

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار
شاہ نے اُس کو نوازا کہ تو یادگار ہے

کرد اُو را ہم بداں پُرسش شکار
اُس نوازش سے اُس کو بھی شکار کر لیا

از[3] نوازشہاے آں شاہِ وحید
اُس یکتا شاہ کی نوازشوں سے

در تنِ خود غیرِ جاں جانے بدید
اُس نے اپنے جسم میں جان کے علاوہ ایک اور جان دیکھی

در دلِ خود دید عالی غلغلہ
اس نے اپنے دل میں ایک عالیشان غلغلہ دیکھا

کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
جس کو صوفی سو چلوں میں نہ پائے

---

[1] نہ خموش۔ یہ صاحبِ مشاہدہ نہ صاحب ذوق کی طرح خاموش ہے اور نہ گویا ہے یہ ایک نادر شخصیت ہے اور اس کی اس کیفیت کا پورا بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ نیست۔ اس کو نہ خاموش کہہ سکتے ہیں نہ گویا اور وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی۔ اب اُس کی تشریح کے لیے شریعت کا ادب مانع ہے۔ ایں مثال۔ اس کو مچھلی سے تشبیہ دینا۔ حاصل۔ بڑے شہزادے کے احوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اسی دردِ عشق اور سوز کی حالت میں دنیا سے چلا گیا۔

[2] کوچکیں۔ سب سے چھوٹا شہزادہ بیمار تھا وہ بڑے بھائی کے جنازے پر نہ آ سکا صرف منجھلا آیا۔ قاصد۔ شاہ کشف سے سمجھ گیا تھا پھر بھی اُس نے دریافت کیا۔ بحر۔ بحرِ عشق۔ ماہی۔ عاشق۔ پس۔ تعارف کرانیوالے نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے اور مرنے والے سے چھوٹا ہے۔ یادگار۔ یعنی مرنے والے کی۔

[3] از نوازشہای۔ شاہ کی توجہ سے اس کی قلبی کیفیت بدلی اور قلب میں زندگی محسوس ہونے لگی۔ در دل۔ اس نے اپنے دل میں عشقِ الٰہی کا ایسا جوش و خروش دیکھا جو صوفی کو سو چلوں میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔

در دلِ خود یافت عالی عالمے[1] — کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان عالم پایا — جس کو کوئی سو خلوتوں میں نہ پائے

عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت — پیشِ اُو چوں نارِ خنداں می شگافت
میدان اور دیوار اور پہاڑ اور پتھر چمک اُٹھے — اس کے سامنے خنداں انار کی طرح پھٹے پڑتے تھے

ذرّہ ذرّہ پیشِ اُو چوں آفتاب — دمبدم می کرد صد گوں فتحباب
اُس کے سامنے ذرّہ ذرّہ، سورج کی طرح تھا — ہر دم سو طرح سے اُس کے لیے فتح باب کرتا تھا

باب گہ روزن شدے گاہے شعاع — خاک گہ گندم شدے و گاہ صاع
دروازہ کبھی روزن بن جاتا، کبھی شعاع — مٹی کبھی گیہوں بن جاتی اور کبھی صاع

در نظرہا چرخ بس کہنہ و قدید — پیشِ چشمش ہر دمے خلقِ جدید
آسمان اُس کی نظروں میں بہت پرانا اور سوکھا ہوا گوشت تھا — اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک نئی مخلوق تھی

رُوحِ[2] زیبا چونکہ وارست از جسد — از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
حسین روح جب جسم سے چھوٹ جاتی ہے — بے شک قضا (خداوندی) سے اس کو ایسی آنکھ مل جاتی ہے

صد ہزاراں غیب پیشش شد پدید — آنچہ چشمِ محرماں بیند بدید
لاکھوں غیب اُس کے سامنے ظاہر ہو گئے — جو کچھ محرموں کی آنکھ دیکھتی ہے اُس نے دیکھا

آنچہ اُو اندر کُتُب بَرخواندہ بُود — چشم را در صورتِ آں بر کشُود
جو کچھ اُس نے کتابوں میں پڑھا تھا — آنکھ کو اُس کی صورت پر کھولا

از غبارِ مُوکبِ آں شاہِ نَر — یافت اُو کُحلِ عزیزی در بصَر
اُس بڑے بادشاہ کے جلوس کے غبار سے — اُس نے بینائی میں عزیزی سُرمہ پایا

برچنیں[3] گلزار دامن می کشید — جُزو جُزوش نعرہ زن ھَلْ مِنْ مَّزِیْد
اِس طرح کے چمن پر وہ دامن کھینچتا تھا — "اُس کا جزو جزو "کیا کچھ اور ہے" کا نعرہ مارتا تھا

گلشنے کز بقل رُوید یک دَم ست — گلشنے کز عقل رُوید خُرّم ست
جو چمن سبزی سے اُگے، تھوڑی دیر کا ہے — جو چمن عقل سے اُگے وہ تازہ ہے

گلشنے کز گِل دَمد گردد تباہ — گلشنے کز دل دَمد وافرحتاہ
وہ چمن جو پھولوں سے اُگے وہ تباہ ہو جاتا ہے — جو چمن دل سے اُگے سبحان اللہ

علمہائے بامزہ دانستہ ماں — زاں گلستاں یک دوسہ گلدستہ داں
ہمارے جانے ہوئے مزیدار علوم کو — اُس چمن سے ایک دو گلدستے سمجھ

---

[1] عالمے۔ یعنی علم و معرفت کی دنیا۔ عرصہ۔ انعکاسی انوار سے سب عالم روشن ہو گیا اور اُس میں واردات اور معارف منکشف ہونے لگے اور ہر چیز مظہرِ صفات و کمال نظر آنے لگی۔ ذرّہ۔ اب عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کے کشف کا ذریعہ بن گیا اور اس کے ذریعہ علوم و معارف کا دروازہ کھلنے لگا۔ باب۔ وہ علم کا دروازہ کبھی روشندانوں کی طرح علم کا ذریعہ بنتا تھا کبھی خود علم بنتا تھا۔ خاک۔ خاک کبھی مقصود بالذات بن جاتی تھی اور کبھی مقصود کا ذریعہ اور آلہ۔ در نظر۔ اب عالمِ ناسوت اس کو بے قدر معلوم ہوتا تھا اور اس کی نگاہوں کے سامنے عالمِ ملکوت تھا۔

[2] رُوحِ زیبا۔ شہزادے کا یہ کشف تعجب کی بات نہیں ہے رُوحِ زیبا جب جسمانی لذتوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو خواہ مجاہدے سے ہو، یا صحبتِ شیخ سے اس کو اس قسم کے انکشافات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ صد ہزاراں۔ شہزادے کو شیخ کی صحبت سے یہ درجہ حاصل ہو گیا۔ آنچہ۔ استدلالی علوم اب مشاہدہ بن گئے۔ از غبار۔ شاہ کی صحبت سے اس کو باطنی سرمہ حاصل ہو گیا۔ عزیزی۔ یعنی صاحب باطن کا سُرمہ۔

[3] برچنیں۔ یعنی باطنی علوم کے چمن میں وہ ناز سے ٹہل رہا تھا اور اہلِ باطن کی طرح مزید کے لیے نعرے لگا رہا تھا۔ گلشن۔ اس کو جو معنوی چمن حاصل ہوا تھا وہ دائمی تھا سبزے کا چمن عارضی ہوتا ہے۔ کز دل۔ جو چمن دل میں اُگتا ہے وہ پائیدار ہوتا ہے۔ علمہائی۔ رسمی علوم اُس چمنِ معرفت کے فقط دو تین گُل دستے ہیں۔

زاں[1] زبونِ یک دوسہ گُلدستہ ایم
ہم اسی لیے ایک دو گلدستوں سے مغلوب ہیں
کاں درِ گلزار برخود بستہ ایم
کیونکہ ہم نے اپنے اُوپر چمن کا دروازہ بند کر لیا ہے

آں چُناں مِفتاحہا ہردم بناں
ایسی کُنجیاں ہر وقت روٹی کے بدلے
می فتد. ایجاں دریغا از بُناں
ہائے افسوس اے جان! اُنگلیوں سے گر رہی ہیں

وَردَمے ہم فارغ آرندت زناں
اگر تھوڑی دیر کے لیے تجھے روٹی سے فارغ کر دیتے ہیں
گِرد چادر گردی و عشق و زناں
تو چادر اور عشق اور عورتوں کے چکر لگاتا ہے

باز استقات چوں شُد موجزن
پھر جب تجھ میں استقاء موج زن ہوتی ہے
ملک و شہرے بایدت پُر نان و زن
روٹی اور عورتوں سے ملک و شہر بھرا ہوا تجھے چاہیے

مار بُودی اژدہا گشتی مگر
تو سانپ تھا، شاید اژدہا بن گیا
یکسرت بُود ایں زمانے ہفت سر
تیرے ایک سر تھا اب سات سر ہیں

اژدہایِ[2] ہفت سَر دوزخ بُود
سات پھنوں والا اژدہا دوزخ ہے
حرصِ تو دانہ است و دوزخ فخ بُود
تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے

دام را بدَرّاں بسُوزاں دانہ را
جال کو پھاڑ ڈال، دانہ کو جلا دے
باز کُن دَرہایِ نَو ایں خانہ را
اس گھر کے نئے دروازوں کو کھول

چوں تو عاشق نیستی. اے زَگدا
اے بے شرم مفلس! چونکہ تو عاشق نہیں ہے
ہمچو کوہے بے خبر داری صَدا
تو پہاڑ کی طرح بے خبر آواز رکھتا ہے

کوہ را گفتار کے باشد ز خود
پہاڑ کی اپنی گفتگو کب ہوتی ہے؟
عکسِ غیرست آں صدا اے مُعتمد
اے معتمد! وہ صدا دوسرے کا عکس ہے

گفت[3] تو زاں رُو کہ عکسِ دیگریست
تیری گفتگو جس طرح سے دوسرے کا عکس ہے
جُملہ احوالت بغیرِ عکس نیست
تیرے سارے احوال عکس کے سوا نہیں ہیں

خشم و ذوقت ہر دو عکسِ دیگراں
تیرا غصہ اور ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہیں
شادیِ قوّادہ و خشمِ عواں
دلالہ کی خوشی اور سپاہی کے غصہ (کی طرح)

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد
اُس کمزور نے آخر اُس سپاہی کا کیا بگاڑا ہے؟
کہ دہد اُو را بکینہ ز جرو دَرد
کہ وہ اُس کو کینہ سے جھڑکی اور تکلیف دیتا ہے

تابکے عکسِ خیالِ لامِعہ
ایک چمکدار خیال کا عکس کب تک؟
جہد کُن تاگردوت ایں واقعہ
کوشش کر تاکہ تیرے لیے یہ حقیقت بن جائے

---

[1] زاں۔ ہم ان ہری علوم پر اس لیے فریفتہ ہیں کہ ہم نے ان علوم حقیقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے۔ آنچناں۔ جن کنجیوں سے اُن علوم کے خزانے کھلتے ہیں وہ لذتِ دہن کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے گر جاتی ہیں۔ وردمے۔ جب کسی انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر وہ فرج کی شہوت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کی ہوس اور بڑھتی ہے تو نان وزن سے پُر شہروں اور ملکوں کے درپے ہو جاتا ہے۔ مار بُودی۔ پہلے وہ سانپ تھا جس کے ایک سر تھا اب وہ سات سروں والا اژدہا بن جاتا ہے۔

[2] اژدہای۔ دوزخ سات سروں والا اژدہا ہے دوزخ کے سات دروازے ہیں جن سے جہنمی اس میں داخل ہوں گے حرص انسان کے لیے دانہ اور دوزخ جال ہے۔ باز کن۔ اس دانہ اور جال سے دُور ہو جا پھر معارف وعلوم لدنیہ کے گھر کا دروازہ کھلے گا۔ چوں تو۔ اگر تو خدا کا عاشق نہیں ہے جو اُن علوم و معارف کا حامل ہوتا ہے تو پھر تو ایک پہاڑ ہے جس سے صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے اور وہ پہاڑ اس سے لاعلم ہوتا ہے یعنی تیرے علوم بھی محض پہاڑ کی صدائے بازگشت ہیں۔

[3] گفت تو۔ تو جس طرح تیری گفتگو صدائے بازگشت ہے اسی طرح تیرے عارضی جہاں بھی کسی دوسرے کا عکس ہیں۔ خشم۔ تیرا غصہ اور تیرا ذوق دوسروں کا عکس ہے جس طرح دلالہ کی خوشی اور سپاہی کا غصہ کہ اس کا سبب دُوسرے ہوتے ہیں۔ آں عواں۔ سپاہی کا غصہ اس روپے کا عکس ہے جس کا اس کو لالچ ہے۔ تا بکے۔ ان عکسی احوال پر اکتفا نہ کر۔ واقعہ۔ وصفِ حقیقی۔

تاکہ[1] گفتارت ز حالِ تو بُوَد — سَیرِ تو با پرّ و بالِ تو بُوَد
تاکہ تیرا قال تیرے حال سے ہو — تیری پرواز تیرے بال و پر سے ہو

صَید گیرد تیرہم با پرِّ غیر — لاجرم بے بہرہ اَست از لحمِ طیر
دوسرے کے پر سے، تیر بھی شکار پکڑ لیتا ہے — لامحالہ وہ پرند کے گوشت سے بے نصیب ہے

باز، صید آرد بخود از کوہسار — لاجرم شاہش خوراند کبک و سار
باز، خود پہاڑ سے شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اُس کو چکور اور تلیر کھلاتا ہے

باز، با پرِّ خود آرد صیدِ شبک — لاجرم شاہش خوراند لحمِ کبک
باز، اپنے پروں سے جال کا شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور کا گوشت کھلاتا ہے

منطقے کز وحی نبُود از ہواست — ہمچو خاکے دَر ہوا و در ہَباست
وہ گفتگو جو وحی سے نہ ہو، خواہشِ (نفسی) سے ہے — وہ خاک کی طرح ہوا اور ذرّوں میں ہے

گر[2] نماید خواجہ را ایں دَم غلط — زاوّل والنجم بر خواں چند خط
اگر صاحب کو یہ دعویٰ غلط نظر آتا ہے — "والنجم" کے شروع سے چند نقش پڑھ لیں

تاکہ مَا یَنطِقُ مُحَمَّدُ عَنْ هَوَا — اِن هُوَ اِلَّا بوَحْيٍ احْتَوٰى
"محمدؐ" خواہشِ (نفس) سے نہیں بولتے تک — نہیں ہے وہ مگر وحی کے ذریعہ، جس کا انھوں نے احاطہ کیا

تا بَدانی کہ محمدؐ از ہَوا — وانگفت و گفت از وحیِ خدا
تاکہ تو جان لے کہ محمدؐ نے خواہشِ (نفس) سے — نہیں کہا اور خدا کی وحی سے کہا ہے

احمدا چوں نیستت از وحی یاس — جسمیاں رادہ تحرّی و قیاس
اے احمدؐ! آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے — جسم والوں کو تحرّی اور قیاس عطا کر دیجئے

بیدرا[3] گر میوہ نے باشد ظلال — کز ضرورت ہَست مُردارے حلال
بید کے اگر پھل نہیں ہے، سایہ ہوتا ہے — کیونکہ ضرورت کے وقت مُردار حلال ہے

گر تحرّی نیست در کعبۂ وصال — لیک ہست اندر بیابانِ ضلال
اگر کعبۂ وصال میں تحری نہیں ہے — گمشدگی کے بیابان میں تحری ہے

بے تحرّی و اجتہاداتِ ہُدیٰ — ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا
تحری اور ہدایت کے اجتہادوں کے بغیر — جو خواہشِ (نفس) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے

---

[1] تاکہ۔ جب تیرے اندر حقیقی وصف پیدا ہو جائے گا تو تیری گفتار خود اپنی ہوگی اور تیری رفتار خود اپنے بال و پر سے ہوگی۔ صید۔ تیر کے پر لگائے ہوئے ہیں اس کے اپنے نہیں ہیں لہٰذا وہ شکار کے گوشت سے محروم ہے۔ باز۔ باز اپنے پروں کے ذریعہ شکار کرتا ہے وہ چکور اور تلیر کھاتا ہے۔ لاجرم۔ نقال، پر کی طرح اور صاحبِ حال باز کی طرح ہے۔ کبک۔ چکور۔ سار۔ تلیر۔ شبک۔ جال۔ منطقے۔ علومِ بے بصیرت اور احوال بے حقیقت کا تعلق وحی سے نہیں ہے بلکہ وہ محض نفسانی چیزیں ہیں۔

[2] گر نماید۔ سورہ والنجم میں ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى "آنحضورؐ کا کلام وحی سے ماخوذ ہے خواہشِ نفسی سے نہیں ہے"۔ احتویٰ۔ یعنی جس وحی کا آنحضورؐ نے احاطہ کرلیا ہے۔ احمدا۔ آنحضورؐ کے جملہ علوم وحی سے متعلق تھے۔ جسمیاں۔ جو لوگ جسمانی ہیں اور اُن کا تعلق روحانی ملائکہ سے نہیں ہے، اُن کے لیے تحری اور اجتہاد، وحی کے قائم مقام ہے لہٰذا اجتہادی مسائل بھی نفسانی نہیں ہیں آنحضورؐ کو بھی اجازت تھی جب وحی نہ آئے تو قیاس سے کام لیں۔

[3] بیدرا۔ وحی نہ ہوتے ہوئے قیاس سے فائدہ اٹھانا ہے کہ اگر بید کے پھل نہیں ہیں تو اُس کے سایہ کا فائدہ حاصل کرلیا جاتا ہے۔ گر تحری۔ جس وقت کعبہ سامنے ہو سمتِ قبلہ کی تحری میں اٹکل لگانا جائز نہیں لیکن اگر انسان ایسے جنگل میں ہو جہاں دلیلِ قطعی سے سمتِ کعبہ متعین نہ کی جاسکے تو اٹکل سے متعین کرنا جائز ہے۔ بے تحری۔ اگر بے اٹکل اور بغیر اجتہاد کے کوئی عمل ہوگا تو وہ بدعت ہے۔

ہمچو[1] عادش بر بَرد باد و کُشد — نے سلیمانؑ ست تا تختش کشد

ہوا اُس کو عاد کی طرح برباد اور ہلاک کر دے گی — وہ سلیمانؑ نہیں ہے کہ اس کے تخت کو کھینچے

عاد را با دست حمالِ خذُول — ہمچو برّہ در کفِ مردِ اکُول

عاد کے لیے ہوا، مخالف بار بردار ہے — جس طرح پیٹو کے ہاتھ میں بکری کا بچہ

ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار — می بَرد تا بکُشدش قصاب وار

وہ اُس کو اولاد کی طرح بغل میں دبائے ہوئے — لے جارہا ہے، تا کہ اُس کو قصائی کی طرح ذبح کر دے

عادیاں[2] را باد ز اِستکبار بُود — یار خود پنداشتند اغیار بُود

عاد والوں کے لیے ہوا تکبر کی وجہ سے تھی — اُنھوں نے اپنا دوست سمجھا، وہ اغیار تھی

چوں بگردانید ناگہ پوستیں — خُرد شاں بشکست آں بئسُ القرِیٖں

جب اُس نے اچانک پوستین اُلٹ دیا — اُس بُرے ساتھی نے اُن کو ریزہ ریزہ کر دیا

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد — پیش ازاں کت بشکند اُو ہمچو عاد

ہوا کو توڑ دے، کیونکہ ہوا بہت فتنہ ہے — اس سے قبل کہ وہ تجھے عاد کی طرح توڑے

ہودؑ دادے پند کاے پُر کبر خیل — برکند از دستِ تاں ایں باد ذیل

(حضرت) ہودؑ نصیحت کرتے کہ اے تکبر بھری جماعت — یہ ہوا تمھارے ہاتھ سے دامن چھڑا دے گی

لشکرِ حق ست باد و از نفاق — چند روزے باشما کرد اعتناق

ہوا اللہ (تعالیٰ) کا لشکر ہے اور نفاق کی وجہ سے — چند روز تم سے گلے ملی ہے

اُو بسِرّ با خالقِ خود راست ست — چوں اَجل آید بر آرد باد دست

وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ سچی ہے — جب وقت آئے گا، ہوا ہاتھ نکالے گی

ایں[3] ہماں باد ست کایمن می گذشت — بُود ہمچوں جان و ہمچوں مرگ گشت

یہ وہی ہوا ہے، جو اطمینان سے گذرتی تھی — جان کی طرح تھی اور موت جیسی ہو گئی

دست آنکس کو بکردت دست بوس — وقتِ خشم آں دست می گردد دَبوس

اُس شخص کا ہاتھ جو تیرے ہاتھ چومتا تھا — غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز بن جاتا ہے

باد را اندر دہن بیں رہگذر — ہر نفس آیاں رواں دَر کرّ و فر

ہوا کا منہ میں راستہ دیکھ — ہر وقت کرّ و فر کے ساتھ آنے جانے والی ہے

حلق و دندانہا ازو ایمن بُود — حق چو فرماید بدنداں دَر رَوَد

حلق اور دانت اُس سے محفوظ ہیں — اللہ (تعالیٰ) حکم دیتا ہے تو دانتوں میں گھس جاتی ہے

---

[1] ہمچو۔ بغیر اجتہاد کے جیسے کہ ہوائے نفس ہے تو یہ ہوائے نفس اُس کو اسی طرح برباد کر دے گی جس طرح عنصری ہوا نے قومِ عاد کو برباد کیا تھا۔ نے سلیمانؑ۔ اگر اس نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو پھر ہوا اُس کے لیے اس طرح مفید ہو گی جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لیے مفید تھی۔ عاد۔ قومِ عاد کے لیے ہوا ایسی ہی تھی جیسے کہ پیٹو انسان کے پاس بکری کا بچہ جس کو وہ اولاد کی طرح گود میں اُٹھا کر لے جارہا ہے اور پھر قصابوں کی طرح اُس کو ذبح کر ڈالتا ہے۔

[2] عادیاں۔ قومِ عاد میں تکبر کی ہوا بھری ہوئی تھی جو تباہی کا سبب بنی، وہ ابتداءً اُس کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر اُسی سے تباہ ہوئے۔ یار خود۔ قومِ عاد نے ہوا کو ابتداءً مفید سمجھا پھر اسی کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔ باد۔ انسان کو اُس تکبر کی ہوا سے بچنا چاہیے ورنہ وہ ہلاک کر دے گی۔ ہودؑ۔ حضرت ہودؑ انکو تکبر چھوڑنے کو کہتے تھے۔ لشکر۔ یہ سمجھاتے تھے کہ ہوا بھی اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے تمھیں نفاق سے کچھ فائدہ پہنچا رہی ہے۔ چوں اجل۔ جب اللہ کے غصہ کا وقت آ جائے گا پھر یہی تمھیں برباد کر دیگی۔

[3] ایں ہماں۔ پہلے یہی ہوا مدارِ زندگی تھی اب ہلاکت کا سبب بن گئی۔ دست۔ وہی شخص جو تمہاری دست بوسی کرتا ہے غصہ کے وقت اُس کا ہاتھ گرز بن جاتا ہے۔ باد۔ سانس کے ساتھ ہوا کس عمدگی سے حلق میں آتی جاتی ہے۔ حق۔ لیکن جس وقت خدا چاہتا ہے وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے۔

کوہ[1] گردد ذرّہٗ باد و ثقیل
ہوا کا ذرہ پہاڑ اور بھاری بن جاتا ہے
دردِ دنداں داردش زار و علیل
دانتوں کا درد اُس کو عاجز اور بیمار کر دیتا ہے

یا رب و یا رب برآرد اُو ز جاں
وہ جان سے اے خدا اے خدا نکالتا ہے
کہ ببر ایں با درا اے مستعاں
کہ اے مددگار! اس ہوا کو لے جا

اے دہاں غافل بُدی زیں باد رَو
اے منہ! تو اس ہوا سے غافل تھا، جا
از بُنِ دنداں در استغفارِ شو
عاجزی سے استغفار میں لگ جا

چشمِ سختش اشکہا باراں کند
اُس کی سخت آنکھ آنسو برساتی ہے
مُنکراں را دَردِ اللہ خواں کند
درد منکروں کو اللہ کو پکارنے والا بنا دیتا ہے

چوں دَمِ یزداں نہ پذ رفتی ز مَرد
جبکہ تو نے اللہ (تعالیٰ) کے کلام کو مردِ (حق) سے قبول نہ کیا
وحیِ حق رابیں پذیرا شو ز دَرد
خبردار! اللہ کی وحی کو درد سے قبول کر لے

باد[2] گوید پیکم از شاہِ بشر
ہوا کہتی ہے، میں شاہِ بشر کی قاصد ہوں
گہہ خبرِ خیر آورم گہہ شور و شر
کبھی بھلائی کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر کی

مَن چو تو غافل ز شاہِ خود کیَم
میں تیری طرح اپنے شاہ سے کب غافل ہوں؟
زانکہ ماموِرم امیرِ خود نیَم
کیونکہ میں محکوم ہوں، اپنی حاکم نہیں ہوں

گر سُلیماںؑ وار بُودے حالِ تُو
اگر تیرا حال سلیمانؑ کی طرح ہوتا
چوں سُلیماںؑ گشتمے حمّالِ تُو
سلیمانؑ کی طرح تیری حمال بنتی

عاریستم گشتمے ملکِ کفت
میں مانگی ہوئی ہوں تیرے ہاتھ کی مملوک بن جاتی
کردمے بر رازِ خود مَن واقفت
میں تجھے اپنے راز سے واقف کر دیتی

لیک[3] چوں تو باغیی مَن مُستعار
لیکن چونکہ تو باغی ہے اور میں مانگی ہوئی ہوں
می کُنم خدمت تُرا روزے سہ چار
میں تیری تین چار روز خدمت کرتی ہوں

بَس چو عادت سِر نگونیہا دہم
پھر تجھے عاد کی طرح اوندھا کر دوں گی
ز اسپہٖ تو باغیانہ برجہم
تیرے لشکر سے بغاوت کر کے نکل جاؤں گی

تابغیب ایمانِ تو محکم شود
انجام یہ ہے کہ تیرا غیب پر ایمان مضبوط ہو گا
آں زماں کایمانت مایۂ غم شود
جبکہ تیرا ایمان غم کا سرمایہ ہو جائے گا

آں زماں خود جُملگاں مُؤمن شوند
اس وقت سب خود مومن ہو جائیں گے
آں زماں خود سرکشاں برسَر دَوند
اُس وقت سرکش خود سر کے بل دوڑیں گے

---

[1] کوہ۔ جب وہ دانت میں گھس جاتی ہے تو اُس کا ایک ذرہ پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور انسان دانت کے درد سے بے چین ہو جاتا ہے۔ یارب۔ اب وہ درد میں خدا سے دُعا کرتا ہے اور اس ہوا کو نکالنے کی درخواست کرتا ہے۔ اے دہاں۔ جبکہ یہ چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چشم۔ اس درد کا یہ فائدہ ہے کہ یہ خدا کی یاد دلاتا ہے اور سخت دلوں کو رُلا دیتا ہے۔ زمرد۔ مردانِ خدا کی نصیحت کو تو نے قبول نہ کیا اب درد کی وجہ سے ہی اُن باتوں کو تسلیم کر لے۔

[2] باد۔ ہوا دلالتِ حال سے کہتی ہے کہ میں خدا کی قاصد ہوں کبھی بشارت دیتی ہوں کبھی ڈراتی ہوں۔ من چوتو۔ اور کہتی ہے کہ میں انسان کی طرح خدا سے غافل نہیں ہوں میں حکم کی پابند ہوں حاکم نہیں ہوں۔ گر سلیماں۔ اگر تو سلیمانؑ کی طرح خدا کا مطیع ہوتا تو میں تیری خادم ہوتی۔ عاریستم۔ اب میں تیری ملکیت نہیں ہوں، عارضی طور پر تیرے پاس ہوں۔ راز۔ ہوا اپنا اللہ تعالیٰ کی آیت ہونا واضح کر دیتی ہے۔

[3] لیک۔ لیکن چونکہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہے لہٰذا دو چار روز تجھے دنیوی نفع پہنچا رہی ہوں۔ پس۔ ان دنوں کے بعد تجھے قوم عاد کی طرح جہنم میں اوندھا گرا دوں گی۔ تابغیب۔ میری بغاوت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس وقت تیرا ایمان بالغیب مضبوط ہو جائے گا لیکن اُس وقت ایمان مفید نہ ہو گا بلکہ باعث حسرت ہو گا۔ فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا، جب اُنھوں نے ہماری سختی دیکھی تو اُن کا ایمان اُن کے لیے مفید نہ تھا"۔

آں زماں[1] زاری کنند و افتقار — ہمچو دُزد و راہزن دَر زیرِ دار
اُس وقت عاجزی اور ضرورت کا اظہار کرتے ہیں — جس طرح چور اور ڈاکو سُولی کے نیچے

لیک گر در غیب گردی مُستوی — مالکِ دارین و شحنہ خود توئی
لیکن اگر تو غیب میں ٹھیک ہو جائے — تُو خود دونوں جہان کا مالک اور کوتوال ہے

رُو نماید بادشاہیِ مقیم — نے دو روزہ مُستعارست و سقیم
ہمیشہ کی بادشاہت رُونما ہو — وہ دو روزہ مانگی ہوئی اور مریض نہیں ہے

رَستی از بیگار و کارِ خود کُنی — ہم تو شاہ و ہم تو طبلِ خود زَنی
تو بیگار سے چھوٹ جائے اور اپنا کام کرے — تو بادشاہ بھی ہو جائے اور خود اپنا نقارہ بجائے

چوں گلو تنگ آورد بَرما جہاں — خاک خوردے کاشکے حلق و دہاں
جب حلق ہم پر دنیا کو تنگ کر رہا ہے — کاش کہ حلق اور منہ خاک پھانکے

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدہ است — لیک خاکے را کہ آں رنگیں شُدہ است
یہ منہ خود خاک کھانے والا ہے — لیکن اُس خاک کو جو رنگین ہو گئی ہے

ایں[2] کباب و ایں شراب و ایں شکر — خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر — اے بیٹا! رنگین اور نقشین خاک ہے

چونکہ خوردی و شُد آنہا لحم و پُوست — رنگ لحمش داد و اینہم خاکِ کوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ گوشت و پوست بن گئی — اس کو گوشت کا رنگ دے دیا اور یہ بھی کوچہ کی خاک ہے

ہم ز خاکے بخیہ بَر گِل میزنند — جُملہ راہم باز خاکے می کُنند
خاک ہی سے مٹی پر بخیہ کرتے ہیں — پھر سب کو خاک کر دیتے ہیں

ہندو و قپچاق و رُومی و حبش — جُملہ یک رنگ اَند اندر گور خوش
ہندوستانی اور قپچاقی اور رومی اور حبشی — اچھی طرح قبر میں سب ایک رنگ کے ہیں

تابدانی[3] کاں ہمہ رنگ و نگار — جُملہ رُوپوش ست و مکر و مُستعار
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ سب رنگ و نقش — سب پردہ اور مکر اور مُستعار ہیں

زانکہ باقی صبغۃ اللہ ست و بس — غیرِ آں بر بَستہ داں ہمچوں جَرس
کیونکہ باقی رہنے والا اللہ کا رنگ ہے اور بس — دوسرے کو گھنٹہ کی طرح بندھا ہوا سمجھ

---

[1] آں زماں۔ جب عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر توبہ اور ایمان نافع نہیں ہوتے، سُولی پر پہنچ کر مجرم کی توبہ مفید نہیں ہے۔ لیک۔ ہاں اگر انسان اس حالت میں سیدھا ہو جائے جبکہ عذابِ غائب تھا اور اُس نے اس کو دیکھا نہ تھا تو پھر وہ خود شاہ ہے، اُس کو کوئی نہ ستائے گا۔ رونماید۔ جبکہ ایمان بالغیب ہو تو مستقل بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ رستی۔ پھر تیری غلامانہ زندگی نہ ہوگی بلکہ تو آزاد ہوگا۔ چوں گلو۔ یہ منہ اور حلق کی لذتیں ہمارے لیے وبالِ جان ہیں، عذاب کے وقت انسان حسرت سے کہے گا کاش میں نے ان لذیذ چیزوں کے بجائے خاک پھانکی ہوتی۔ ایں دہاں۔ دنیا میں جو کچھ انسان کھا رہا ہے لذیذ چیزیں بھی دراصل خاک ہیں اُن پر صرف رنگ چڑھا ہوا ہے۔

[2] ایں کباب۔ دنیا کی جس قدر مرغوبات ہیں دراصل وہ رنگین اور نقشین خاک ہیں۔ چونکہ۔ پہلے اس مٹی پر پھل اور غذا کا رنگ تھا اب جبکہ وہ جزو بدن بنی اُس پر گوشت پوست کا رنگ آ گیا پھر وہ گوشت و پوست انجام کار کوچہ کی خاک بن جائے گا۔ ہم زخاکے۔ جسم جو خود خاک ہے اس کا نشو و نما خاک کے ذریعہ ہو رہا ہے پھر مرنے کے بعد سب خاک ہو جاتا ہے۔ ہندو۔ انسان خواہ کہیں کا رہنے والا ہو قبر میں جا کر سب یکساں مٹی بن جاتے ہیں۔ قپچاق۔ ایک مشہور صحرا ہے وہاں کی ترک قوم قزاقی میں مشہور ہے۔

[3] تابدانی۔ سب کا یہ انجام عبرت کے لیے ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ یہ رنگ و نگار عارضی ہے۔ زانکہ۔ باقی صرف اللہ کا رنگ ہے جو اعمالِ صالحہ سے چڑھتا ہے۔ جرس۔ گھنٹا جو جانور کے گلے میں باندھا جاتا ہے وہ جانور کا جز نہیں ہوتا محض ایک عارضی چیز ہوتی ہے۔

رَنگِ[1] صدق و رنگِ تقویٰ و یقیں — تا اَبد باقی بُوَد بر عابدیں

سچائی کا رنگ اور تقوے اور یقین کا رنگ — عبادت گذاروں پر ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا

رَنگِ شک و رَنگِ کفران و نفاق — تا اَبد باقی بُوَد برجانِ عَاق

شک کا رنگ اور کفر و نفاق کا رنگ — نافرمان جان پر ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا

چوں سیہ رُوئیِ فرعونِ دَغا — رنگِ اُو باقی و جسمِ اُو فنا

جیسی کہ مکار فرعون کی سیاہ روئی — اُس کا رنگ باقی اور جسم فانی ہے

برق و فرِّ رُوئیِ خوبِ صادقیں — تَن فنا شُد واں بجا تا یومِ دیں

سچوں کے حسین چہرے کی چمک اور شان — جسم تو فنا ہو گیا اور وہ قیامت تک باقی ہے

زِشت آں زِشت ست وخوب آں خوب وبس — دائم آں ضحّاک و ایں اندر عبس

بُرا وہ بُرا ہے اور بھلا وہ بھلا ہے، بس — وہ ہمیشہ ہنسنے والا اور یہ ترشروئی میں ہے

خاک را رنگ و فن و شنگے دہد — طفل خویاں را بداں جنگے دہد

وہ خاک کو رنگ اور فن اور شوخی دیتا ہے — طفلانہ مزاج والوں کو اُس سے جنگ میں مبتلا کر دیتا ہے

از[2] خمیرے اُشتر و شیرے پزند — کودکاں از حرصِ آں کف می مزند

آٹے کے اُونٹ اور شیر پکاتے ہیں — بچے اُس کی حرص سے ہاتھ چاٹتے ہیں

شیر و اُشتر ناں شود اندر دہاں — دَر نگیرد ایں سخن با کودکاں

شیر اور اُونٹ منہ میں روٹی بن جاتے ہیں — یہ بات بچوں پر اثر نہیں کرتی

دامنِ پُرخاک ما چوں کودکاں — رَفتہ از سَر جہدِ اسباب و دُکاں

ہم بچوں کی طرح دامن خاک سے بھرے ہوئے ہیں — اسباب اور دکان کی کوشش سر سے نکل گئی ہے

کودک[3] اندر جہل و پندار و شکیست — شُکرِ باری قوّتِ اُو اندکیست

بچہ نادانی اور گمان اور شک میں ہے — خدا کا شکر ہے کہ اس میں تھوڑی سی طاقت ہے

وایِ زاں طفلاں کہ پیری می کنند — لنگ مورانند و میری می کنند

اُن بچوں پر افسوس ہے جو بُڑھاپا برت رہے ہیں — لنگڑی چیونٹیاں ہیں اور سرداری کر رہے ہیں

طفل را استیزہ و صد آفت ست — شکر ایں کو بے فن و بے آلت ست

بچہ میں سو لڑائی جھگڑے ہیں — شکر ہے کہ وہ بے تدبیر اور بے ہتھیار ہے

وایِ زیں پیرانِ طفلِ نا ادیب — گشتہ از قوّت بلایِ ہر رقیب

افسوس ان بے ادب بوڑھے بچوں پر ہے — جو طاقت کی وجہ سے ہر نگہبان کی مصیبت بن گئے ہیں

---

[1] رنگِ صدق۔ نیک اعمال کا جو رنگ ہے وہ دائمی اور باقی ہے۔ رنگِ شک۔ اِسی طرح بداعمال کا رنگ بھی دائمی ہے۔ عاق۔ نافرمان۔ فرعون۔ فرعون کا جسم فنا ہو گیا اُس کی سیاہ روئی باقی ہے۔ برق۔ جو سچے ہیں ان کے جسم تو فنا ہو جائیں گے لیکن اُن کے اعمال قیامت تک قائم رہیں گے۔ زِشت۔ برائی بھلائی جسم کی نہیں ہے بلکہ اعمال کی ہے جو قائم و دائم ہے۔ خاک۔ جسم کا رنگ و رُوپ بے معنی ہے اُس کا لالچ بچوں کا سا لالچ ہے۔

[2] از خمیرے۔ بچوں کے لیے آٹے کے شیر اور اُونٹ پکا دیے جاتے ہیں جن پر وہ فریفتہ ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ وہی روٹی ہے۔ شیر و اشتر۔ آٹے کے پکے ہوئے شیر و شتر کے بارے میں بچوں کو سمجھاؤ کہ اُن میں اور روٹی میں کوئی فرق نہیں تو اُس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ دامن۔ ہم نے بھی بچوں کی طرح مٹی دامن میں بھر رکھی ہے اور اصل سودے اور دُکان سے غافل ہو رہے ہیں۔

[3] کودک۔ بچہ کا جہل اور نادانی زیادہ مضر نہیں ہے، کیونکہ اس میں زیادہ طاقت نہیں ہے اگر اُن کے جہل کا نتیجہ لڑائی ہے تو وہ معمولی قسم کی ہے۔ وای۔ قابل افسوس تو یہ نابالغ پیر ہیں کہ دراصل لنگڑی چیونٹیاں ہیں اور امرت کے مدعی ہیں۔ طفل۔ بچہ لڑتا ہے لیکن خدا کا شکر ہے نہ کوئی لڑائی کا فن آتا ہے نہ اس کے پاس ہتھیار ہیں۔ وائے بر ان نابالغ بوڑھوں کی جہالت آفتِ جان ہے۔

چوں[1] سلاح و جہل جمع آید بہم
جب ہتھیار اور جہالت آپس میں جمع ہو جائیں
گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
تو وہ ظلم سے جہاں سوز فرعون بن جاتا ہے

شکر کُن اے مَردِ درویش از قُصُور
اے درویش مرد! تو کمی پر شکر کر
کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفُور
کہ فرعونیت اور کفر سے نجات پا گیا

شکر کہ مظلومی و ظالم نۂ
تو شکر کر کہ مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے
ایمن از فرعونی و ہر فتنۂ
فرعونیت اور ہر فتنہ سے محفوظ ہے

اِشکمِ تی لافِ اللّٰہی نزد
خالی پیٹ نے، خدائی ڈینگ نہیں ماری
کاتشش را نیست از ہیزم مَدد
کیونکہ اُس کی آگ کو ایندھن سے مدد نہیں ہے

اِشکمِ خالی بُوَد زندانِ دیو
خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے
کِش غمِ ناں مانعست از، مکر و ریو
کیونکہ اس کے لیے روٹی کی فکر، مکر اور چالاکی سے مانع ہے

اِشکمِ پُرلوت[2] داں بازارِ دیو
تو لذیذ غذا سے پُر پیٹ کو شیطان کا بازار سمجھ
تاجرانِ دیو را دروے غریو
شیطان تاجروں کا اُس میں شور ہے

تاجرانِ ساحرِ لاشیئی فروش
جادوگر تاجر، لاشے فروشوں نے
عقلہا را تیرہ کردہ از خروش
شور سے عقلوں کو مکدر کر دیا ہے

خُم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس
انھوں نے مٹکے کو جادو سے گھوڑے کی طرح چلا رکھا ہے
کرد کرباسے ز مہتاب و غلس
چاندنی اور تاریکی سے کپڑا بنا رکھا ہے

چوں بریشم خاک را بر می تنند
خاک کو ریشم کی طرح تن رہے ہیں
خاک در چشمِ ممیز میزنند
امتیاز کرنے والے کی آنکھ میں دھول جھونک رہے ہیں

جندلے[3] را رنگِ عُودی می دہند
پتھر پر عود کا رنگ چڑھا رہے ہیں
بر کلوخے ماں حسودی می دہند
ڈھیلے پر، ہمیں حسد میں مبتلا کر رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد
وہ ذات پاک ہے، جو خاک کو رنگ عطا کرتی ہے
ہمچو کودک ماں براں جنگے دہد
بچہ کی طرح ہمیں اُس پر جنگ میں مبتلا کر دیتی ہے

دامنِ پُر خاکِ ماں چوں طِفلگاں
بچوں کی طرح ہمارا دامن خاک سے پُر ہے
درنظرِ ما خاک، ہمچوں زرِ کاں
ہماری نظر میں خاک، کان کے سونے کی طرح ہے

طِفل را با بالغاں نبُوَد جدال
بچے کی بالغوں سے جنگ نہیں ہوتی
طِفل را حق کے نشاند با رِجال
اللہ (تعالیٰ) بچہ کو مردوں کے ساتھ کب بٹھاتا ہے

---

[1] چوں۔ جب ہتھیار اور جہالت جمع ہو جائے تو پھر انسان فرعون بن جاتا ہے۔ شکر کن۔ مفلس کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے اُس کو گمراہی کے اسباب سے محفوظ رکھا ہے۔ شکر۔ مفلس عموماً مظلوم ہوتا ہے ظالم نہیں ہوتا۔ اشکم تی۔ خدائی کا دعویٰ، پیٹ بھرا کرتا ہے بھوکے میں یہ فرعونیت نہیں ہوتی ہے۔ اشکم۔ اگر پیٹ خالی ہو تو شیطان اُس میں قیدی ہو جاتا ہے کیونکہ بھوکے کو روٹی کی فکر سے فرصت نہیں ملتی۔

[2] پُرلوت۔ جو پیٹ لذیذ غذاؤں سے پُر ہے وہ شیطان کا بازار ہے جہاں مکر وفریب کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور انسان ان کو خریدتا ہے۔ تاجراں۔ شیطان تاجروں کی ہماہمی سے انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے اور فریب میں آ جاتا ہے۔ خم رواں۔ یہ شیاطین جادوگر اپنی جادوگری سے مٹکے کو گھوڑے کی طرح رواں کر دیتے ہیں۔ کرد۔ چاندنی اور اندھیرے کا سفید وسیاہ کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ خاک۔ دھول سے ریشمین کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

[3] جندل۔ بوزن صندل بڑا پتھر۔ عود۔ اگر کی لکڑی۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، کسی قبیح چیز کو پیدا کرنا قبیح نہیں ہے۔ ہمچو کودک۔ ہم بچوں کی طرح اس رنگین خاک پر لڑتے ہیں۔ دامن۔ دامن بھری ہوئی ٹھیکریوں کو بچہ سونے کی اشرفیاں سمجھتا تھا۔ طفل۔ جب کہ دنیادار بچہ صفت ہیں تو ان کو بزرگوں سے اختلاف نہ کرنا چاہیے اور ان کی بات مان لینی چاہیے۔

میوہ[1] گر کُہنہ شود تا ہست خام — پُختہ نُبود غورہ گویندش بنام

پھل اگرچہ پُرانا ہو جائے، جب تک وہ کچا ہے — (اور) پختہ نہ ہو، اُس کا نام غورہ بولتے ہیں

گر شود صد سالہ آں خام تُرش — طِفل و غُورہ است اُو بر ہر تیزہُش

اگرچہ وہ کچا ترش سو سال کا ہو جائے — وہ ہر سمجھدار کے نزدیک بچہ اور غورہ ہے

گرچہ باشد موی و ریشِ اُو سپید — ہمدراں طفلی و خوفست و اُمید

اگرچہ اُس کے بال اور ڈاڑھی سفید ہو جائیں — وہ اُسی بچپن اور خوف اور امید میں ہے

ماند[2] خواہم نارسیدہ یارسم — حق کُند با مَن غضب یا خود کرم

میں بے پہنچے رہ جاؤں گا، یا پہنچوں گا — اللہ (تعالیٰ) مجھ پر غصہ کرے گا، یا کرم

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام — اے عجب با مَن کُند لُطف و کرم

خواہ میں پہنچوں، یا بغیر پہنچے رہ جاؤں — تعجب ہے، وہ میرے ساتھ لطف و کرم کرے گا

با چنیں ناقابلی و دوریے — بخشد ایں غورہ مرا انگوریے

باوجود ایسی ناقابلیت اور دُوری کے — وہ میرے غورے کو انگور پن بخش دے گا

نیستم اُمیدوار از ہیچ سُو — واں کرم میگویدم لَاتَیْاَسُوا

میں کسی جانب سے اُمید وار نہیں ہوں — اور وہ کرم مجھ سے ”تم مایوس نہ ہو“ کہتا ہے

دائما[3] خاقانِ ما کرد ست طُو — گوشِ ما را می کشد لَا تَقْنَطُوْا

ہمارے شہنشاہ نے ہمیشہ جشن منایا ہے — ”تم مایوس نہ ہو“ ہمارا کان کھینچتا ہے

گرچہ مازیں نااُمیدی در گویم — چوں صلا زد دست اندازاں رویم

اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں — جب اُس نے آواز دی ہے ہم رقص کرتے ہوئے جا رہے ہیں

دَست اندازیم چوں اسپاں سپس — در دویدن سُوِی مرعاِیِ اُنس

اس کے بعد ہم رقص کر رہے ہیں گھوڑوں کی طرح — محبت کی چراگاہ کی جانب دوڑنے میں

---

[1] میوہ۔ دنیاداروں کا بڑھاپا ان کو بچپن سے نہیں نکالتا ہے۔ غورہ۔ جو انگور پک نہ پائے اور ٹھٹھر کر کچا رہ جائے اگر وہ سال بھر بیل میں لگا رہے گا تو وہ غورہ یعنی کچا ہی کہلائے گا اسی طرح اگر بڑھاپے میں بھی عقل نہ آئے تو وہ بچہ ہی ہے۔ گرچہ۔ جو عقل کے اعتبار سے بچہ ہے اگرچہ اس کی ڈاڑھی اور بال سفید ہو جائیں لیکن اُس میں وہی طفلانہ حرکتیں ہیں۔ خوفست۔ خوف اور رجا یعنی امید وبیم ایک تو کاملین کے ہیں جو شریعت کا مقصود ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ”ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے“ اِن کی حقیقت تو یہ ہے کہ انسان شریعت اور اوامر ونواہی کی پوری پابندی کرے اور پھر اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھ کر قبولیت کا امیدوار بنے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک کاشتکار خوب زمین جوتے اور بیج ڈالے اور پھر اللہ کی رحمت کی بارش کا انتظار کرے اور ایک خوف وامید طفلانہ ہے اور یہ کہ ترکِ عمل کرے اور پھر رحمت کی امید رکھے۔ یہ ایسا ہے کہ کوئی کاشتکار بیج تو نہ ڈالے اور کھیتی کا امیدوار بنے یہ حقیقت میں غرور اور دھوکا ہے، یا کوئی شخص اللہ کی عظمت کے خوف سے اور اپنے عمل کو ہیچ سمجھ کر عمل ترک کر دے اور یہ کہے کہ اللہ بڑا کریم ہے بے عمل پر بھی فضل فرما دیتا ہے یہ خوف نہیں ہے بلکہ جُبن اور بزدلی ہے، یہی خوف واُمید ہے جو بے عمل اختیار کرتے ہیں جو محض طفلانہ حرکت ہے۔

[2] ماند۔ طفلانہ خوف ورجا میں انسان یہ کہتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں میں دربار تک پہنچوں گا اور خدا مجھ پر رحم کرے گا میں مردودِ بارگاہ ہوں گا اور بغیر عمل کے ان خیالات میں وقت گذارتا ہے۔ گر رسم۔ پھر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ خواہ کیسا ہی ہوں خدا تو مجھ پر لطف وکرم کرے گا۔ با چنیں۔ میں کچا ہوں یا دور ہوں خدا مجھے اپنی رحمت سے انگور پن دے گا۔ نیستم۔ ویسے تو مجھے کوئی امید نہیں لیکن خدا نے چونکہ فرمایا ہے ”مایوس نہ ہو“ اس لیے امیدوار ہوں۔

[3] دائما۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جشن مناتا ہے اور جشن کے موقع پر ”مایوس نہ ہو“ کا شاہی اعلان فرماتا ہے۔ گرچہ ما۔ اب مولانا نے خوف ورجاءِ شرعی اور کاملین کا ذکر شروع کیا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کے ہوتے ہوئے عمل کو ہیچ سمجھے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کرے۔ ناامیدی۔ ہمارے اعمال اس قابل نہیں کہ اُن سے اُمید وابستہ کریں۔ گو۔ گڑھا۔ دست اندازیم۔ یعنی عمل کرتے ہوئے۔ صلا زد۔ یعنی ”مایوس نہ ہو“ کا اعلان۔ مرعایِ اُنس۔ محبت کی چراگاہ یعنی مقعد صدق۔

گام[1] اندازیم و آنجا گام نے
ہم قدم اٹھا رہے ہیں اور وہاں قدم نہیں ہے

جام پردازیم و آنجا جام نے
ہم جام خالی کر رہے ہیں اور وہاں جام نہیں ہے

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست
اس لیے کہ وہاں سب چیزیں روحانی ہیں

معنی اندر معنی و ربانی ست
خلاصہ کا خلاصہ اور خدائی ہیں

ہست صورت سایہ معنی آفتاب
صورت سایہ ہے اور معنی سورج ہے

نورِ بے سایہ بُوَد اندر خراب
بے سایہ نور، ویرانہ میں ہوتا ہے

چونکہ[2] آنجا خشت بر خشتے نماند
کیونکہ وہاں اینٹ پر اینٹ نہ رہی

نورِ مہ را سایۂ زشتے نماند
چاند کے لیے بُرا سایہ نہ رہا

خشت گر زرّیں بُوَد بر کندنیست
اینٹ خواہ سونے کی ہو اُکھاڑنے کے قابل ہے

چوں بہایِ خشت وحی و روشنی ست
جبکہ اینٹ کے عوض، وحی اور روشنی ہو

کوہ بہرِ دفعِ سایہ مُند کیست
پہاڑ، سایہ کے دفع کرنے کے لیے پارہ پارہ ہے

پارہ گشتن بہرِ ایں نور اندکیست
اس نور کے لیے پارہ پارہ ہو جانا معمولی بات ہے

بر برُونِ[3] کُہ چوزَد نُورِ صمد
جب پہاڑ کے ظاہر پر اللہ (تعالیٰ) کا نور پڑا

پارہ شُد تادر درونش ہم زند
ٹکڑے ہو گیا، تاکہ اُس کے اندر بھی پڑے

گرسنہ چوں بر کفش زد قرصِ ناں
بھوکے کے ہاتھ پر، جب روٹی لگتی ہے

واشگافد از ہوس چشم و دہاں
ہوس سے، آنکھ اور منہ پھاڑتا ہے

صد ہزاراں پارہ گشتن ارزد ایں
اس کے لیے لاکھوں ٹکڑے بن جانا مناسب ہے

اَز میانِ چرخ برخیز اے زمیں
اے زمین! آسمان کے درمیان سے اُٹھ جا

تاکہ نورِ چرخ گردد سایہ سُوز
تاکہ آسمان کا نور سایہ کو جلانے والا بن جائے

شب ز سایۂ تُست اے باغیِ روز
اے دن کے دشمن! رات تیرے سایہ کی وجہ سے ہے

ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں
یہ زمین، بچوں کے پالنے کی طرح ہے

بالغاں را تنگ میدارد مکاں
بالغوں کے لیے تنگ جگہ رکھتی ہے

بہرِ طفلاں حق زمیں را مہد خواند
اللہ (تعالیٰ) نے بچوں کے لیے زمین کو پالنا فرمایا

و اندرُو زاں شِیر بر طفلاں فشاند
اور اُس میں اِس دودھ میں سے بچوں پر بہا دیا

---

[1] گام۔ یعنی ہاتھ پیر مار رہے ہیں لیکن وہ عمل ہیچ ہے۔ جام۔ عشق و محبت کے جام پی رہے ہیں لیکن وہ جام قابلِ اعتبار نہیں۔ زانکہ۔ وہاں ہر چیز روحانی درکار ہے جس میں کوئی شائبہ ریا اور شرک کا نہ ہو غرضیکہ اعمال ضروری ہیں اور ان کی تاثیر رحمت اور جذبِ حق پر موقوف ہے۔ ہست۔ اب فرماتے ہیں کہ اعمال خلاصہ سلوک ہے اور رحمت کا نتیجہ جذبِ حق ہے، جذب پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں یعنی فنا اور بقا اب اُن کے خواص بیان کرتے ہیں صورت یعنی اعمال جسم سایہ ہیں اور معنی یعنی روحانی احکام سورج ہے۔ نورِ بے سایہ تب پڑتا ہے جب فنا کا درجہ حاصل ہو جائے۔

[2] چونکہ۔ آبادی میں در و دیوار کا سایہ نور سے مانع ہوتا ہے جب فنا کا مقام آ جاتا ہے اور اوصافِ بشری کی اینٹیں بالکل مفقود ہو جاتی ہیں تو پھر نور کے مانع نہیں رہتا۔ خشت۔ جبکہ اینٹ اکھاڑنے سے روشنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اینٹ خواہ کتنی ہی قیمتی ہو اکھاڑ دینے کے لائق ہے۔ کوہ۔ تجلی کے نے اپنے جسم کو ریزہ ریزہ کر لیا تھا تاکہ وہ تجلی اس کے اندر پہنچ سکے۔

[3] بر برون۔ جب کوہِ طور کے ظاہری حصہ پر تجلی ہوئی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ نور اندر پہنچ جائے۔ گرسنہ۔ بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے تو وہ شوق اور منہ پھاڑ دیتا ہے یہی حال طور کا ہوا۔ صد ہزاراں۔ جسم بمنزلہ زمین کے ہے جو سایہ کا سبب بنتی ہے اور سورج کے نور سے مانع بن جاتی ہے اور رات ہو جاتی ہے۔ ایں زمین۔ جسم اور عالمِ ناسوت نابالغ دنیاداروں کا گہوارہ ہے اور گہوارہ بالغوں کے لیے تنگ جگہ ہے۔ بہرِ طفلاں۔ ان نابالغ بچوں کے لیے ناسوتی منافع بمنزلہ دودھ کے ہیں۔

خانہ[1] تنگ آمد ازیں گہوارہا طفلکاں را زود بالغ کن شہا
ان پالنوں سے گھر تنگ ہو گیا اے شاہ! بچوں کو جلد بالغ کر دے

ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ تا تواند رفت بالغ بیدرنگ
خبردار! اے گہوارے جگہ تنگ نہ کر تاکہ بالغ، بلا توقف چل پھر سکے

خانۂ گہوارہ راضیق مدار تاتواند کرد بالغ انتشار
پالنے کے گھر کو تنگ نہ رکھ تاکہ بالغ پھیلاؤ کر سکے

وسوسۂ کہ پادشاہزادہ را پیدا شُد از سببِ استغنا و کشفے کہ
اُس وسوسہ کی جو شہزادے میں استغنا اور اُس کشف کی وجہ سے پیدا ہوا جو
از شاہ، دِلِ اُو را حاصل شُدہ بُود و قصدِ ناشکری و سَرکشی
اُس کے دل میں شاہ کی وجہ سے حاصل ہوا تھا اور وہ شاہ سے سرکشی اور
می کرد، شاہ را ازراہِ الہام ازیں خبر شُدو دلش دَرد کرد
ناشکری کا ارادہ کر رہا تھا، شاہ کو الہام کے راستہ کی خبر ہو گئی اور اُس کا دل دکھا
رُوحِ اُو را زخمے زد چنانکہ صورتِ شاہزادہ را خبر نبُود
اس کی روح کو زخمی کیا ایسے طریقہ پر (خبر ہوئی) کہ شہزادے کو خبر نہ ہوئی

چوں[2] مُسلّم گشت بے بیع و شریٰ از درونِ شاہ دَر جانش جریٰ
جب بغیر خرید اور فروخت کے مسلّم ہو گیا شاہ کے باطن سے اُس کی جان کے لیے روزینہ

قوّت می خوردے ز نورِ جانِ شاہ ماہِ جانش ہمچو از خورشید ماہ
شاہ کی جان کے نور سے روزی حاصل کرتا اس کی جان کا چاند، جس طرح چاند سورج سے

راتبۂ جانی ز شاہِ بے ندید دَمبدم برجانِ مستش می رَسید
بے نظیر شاہ سے، روحانی روزینہ ہر وقت اُس کی مست جان کو پہنچتا تھا

آں[3] نہ کِش ترسا و مُشرک میخورند زاں غذائے کِش ملائک میخورند
وہ نہیں جو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں اُس غذا سے جس کو فرشتے کھاتے ہیں

اندرونِ خویش اِستغنا بدید گشت طُغیانی ز استغنا پدید
اُس نے اپنے اندر بے نیازی دیکھی بے نیازی سے، سرکشی رُونما ہوئی

کہ نہ مَن ہم شاہ و ہم شہزادہ ام چوں عِنانِ خود بدیں شہ دادہ ام
کہ کیا میں شاہ اور شہزادہ نہیں ہوں؟ میں نے اپنی باگ اس شاہ کو کیوں دی ہے؟

---

[1] خانہ۔ان بچوں کے گہواروں سے گھر میں تنگی ہورہی ہے اللہ تعالیٰ انکوجلد بالغ کردے۔اھدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "اے خدا میری قوم کو ہدایت دے دے" کیطرف اشارہ ہے۔اے گاہوارہ۔ان نابالغوں کے موانع ختم ہوجائیں اور بالغ پھیل کر اپنا کام کرسکیں۔وسوسہ۔اس شہزادے کو شاہِ چین کے فیوض و برکات سے اپنے کمال کا شبہ ہو گیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ اب مجھے شاہ کی خدمت اور تابعداری کی کیا ضرورت ہے اس وسوسہ اور خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُس سے سب برکات چھن گئیں۔

[2] چوں۔شہزادہ شاہ سے استفادہ کرنے لگا اور اس کی مجلس میں اس کو روحانی غذا حاصل ہونے لگی۔قوّت۔وہ اسی طرح شاہ سے مستفید ہورہا تھا جس طرح چاند سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔راتبہ۔اس کو روح کی ایک مقررہ خوراک روزانہ شاہ سے حاصل ہوتی تھی۔

[3] آں نہ۔وہ غذا نصرانیوں اور مشرکوں کی جسمانی غذا نہ تھی بلکہ ملائکہ کی خوراک، روحانی غذا تھی۔اندروں۔اُس شہزادے نے اپنے اندر ایک بے نیازی دیکھی اور اُس بے نیازی سے اُس میں شاہ سے ایک سرکشی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔کہ نہ مَن۔سرکشی یہ پیدا ہوئی کہ اُس نے اپنے بارے میں یہ خیال قائم کرلیا کہ میں شاہ اور شہزادہ ہوں یعنی باکمال ہوں تو دوسرے کے ہاتھ میں اپنی باگ کیوں دوں۔

چوں[1] مرا ماہے برآمد بالمع
جبکہ میرا روشن چاند طلوع ہو چکا ہے

پس چرا باشم غبارے را تبع
پھر میں غبار کے طابع کیوں بنوں؟

آب در جوی منست و وقتِ ناز
میری نہر میں پانی ہے اور ناز کا وقت ہے

نازِ غیر از چہ کشم مَن بے نیاز
میں بے نیاز، دوسرے کا ناز کیوں برداشت کروں؟

سر چرا بندم چو دردِ سر نماند
جب دردِ سر نہیں رہا میں سر کیوں باندھوں؟

وقتِ رُویِ زرد و چشمِ تر نماند
تر آنکھ اور زرد چہرے کا وقت نہیں رہا

چوں[2] شکر لب گشتہ اَم عارض قمر
جب میں شکر لب اور قمر جیسے رُخسار والا ہو گیا ہوں

باز باید کرد دُکانِ دگر
دوسری دُکان کھولنی چاہیے

زیں مَنی چوں نفسِ زائیدن گرفت
اِس انانیت سے جب نفس پھولنا شروع ہوا

صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت
لاکھوں بکواسیں بکنی شروع کر دیں

صد بیاباں زاں سُوی حرص و حسد
حرص و حسد سے، اُس جانب سو بیابان ہیں

تا بدانجا چشمِ بد ہم میرسد
تب بھی اُس جگہ نظرِ بد پہنچ جاتی ہے

بحرِ[3] شہ کہ مرجعِ ہر آبِ اوست
شاہ کا سمندر، جو ہر پانی کا مرجع ہے

چوں نداند آنچہ اندر سیل و جُوست
وہ اس کو کیسے نہ جانے گا جو بہاؤ اور نہر میں ہے؟

شاہ را دل درد کرد از فکرِ اُو
اُس کے خیال سے شاہ کا دل دُکھا

ناسپاسیِ عطایِ بکرِ اُو
اُس کی نئی عطا کی ناشکر گزاری سے

گفت آخر اے خسِ واہی ادب
اُس نے کہا، آخر اے کمینے اور بدتمیز

ایں سزای دادِ مَن بُود اے عجب
تعجب ہے، میری عطا کی یہ سزا تھی

مَن چہ کردم با توزیں گنجِ نفیس
اس عمدہ خزانہ سے میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

تو چہ کردی بامَن از خُویِ خسیس
تو نے کمینہ عادت کی وجہ سے میرے ساتھ کیا کیا؟

مَن ترا ماہے نہادم در کنار
میں نے تیری بغل میں ایسا چاند رکھ دیا

کہ غروبش نیست تا روزِ شمار
جس کا قیامت تک غروب نہیں ہے

در جزایِ آں عطایِ نورِ پاک
اُس پاک نور کی بخشش کے بدلے میں

توزدی در دیدۂ مَن خار و خاک
تو نے میری آنکھ میں کانٹا اور خاک جھونکی

مَن ترا بر چرخ گشتہ نردباں
میں تیرے لیے آسمان کی سیڑھی بنا

تو شُدہ در حربِ مَن تیر و کماں
تو مجھ سے لڑنے میں تیر و کمان بن گیا

---

1. چوں مرا۔ جب قلب خود منور ہو گیا ہے تو میں دوسرے کے نور کا جو بمنزلہ غبار ہے کیوں تابع بنوں۔ آب۔ اب میں خود صاحب کمال ہوں تو دوسرے کے ناز کیوں اٹھاؤں۔ سر چرا بندم۔ جب مجھ میں باطنی امراض نہیں ہیں تو پھر معالجہ میں شیخ کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔
2. چوں شکرلب۔ اب مجھ میں خود باطنی کمالات ہیں مجھے خود مستقل شیخ بننا چاہیے۔ زیں منی۔ جب اس میں یہ خودی اور انانیت پیدا ہوئی تو لاکھوں بکواسیں بکنے لگا۔ صد بیاباں۔ حرص وحسد سے نظر بد بہت دُور تک کام کرتی ہے تہذیب اخلاق کے بعد بھی فساد حال کا اندیشہ ہے۔
3. بحر شہ۔ شیخ کا دل۔ آب۔ یعنی مریدین۔ عطای بکر۔ جو فیض شاہ سے پہنچا تھا۔ واہی۔ کمزور، سست۔ گنج نفیس۔ روحانی خزانہ۔ من ترا۔ یعنی میں نے تجھے منور قلب عطا کیا۔ خار۔ یعنی ناسپاسی سے تکلیف پہنچائی۔ نردبان۔ سیڑھی۔

درد[1] غیرت آمد اندر شہ پدید — عکسِ دردِ شاہ اندر وے رسید
غیرت کا درد، شاہ میں رُونما ہوا — شاہ کے درد کا عکس اُس کے اندر پہنچا

مُرغِ دولت در عتابش بر طپید — پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
دولت کا پرند اُس کے عتاب سے تڑپا — اُس نے اُس کنارے کیے ہوئے کا پردہ چاک کر دیا

چوں درونِ خود بدید آں خوش پسر — از سیہ کاریِ خود کردہ اثر
اُس بھلے لڑکے نے جب اپنا باطن دیکھا — اپنی سیہ کاری کا اثر کیا ہوا دیکھا

آں وظیفہ لُطف و نعمت گم شدہ — خانۂ شادیِ اُو پُر غم شدہ
وہ لُطف اور نعمت کا روزینہ گم ہو گیا — اُس کی خوشی کا خانہ، غم سے بھر گیا

باخود آمد اُو ز مستیِ عُقار — زاں گُنہ گشتہ سَرش خانہ خُمار
وہ شراب کی مستی سے ہوش میں آیا — اُس خطا سے، اُس کا سَر خمار کا خانہ بن گیا

ہرکہ[2] خود بینی کُند در راہِ دُوست — مَغز را بگذاشت کُلّی دید پُوست
جس کسی نے دوست کی راہ میں خود بینی کی — اُس نے مغز کو بالکل چھوڑا، چھلکا دیکھا

دُشمنِ مَن در جہاں خود بیں مَباد — زانکہ از خود بیں نیاید جُز فساد
(خدا کرے) میرا دُشمن (بھی) دنیا میں خود بین نہ بنے — کیونکہ خود بین سے سوائے فساد کے کچھ نہیں ہوتا

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں — کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
شراب اسی لیے دنیا میں حرام ہوئی — کہ (اگر) تو پئے فوراً خود بیں ہو جاتا ہے

بہتر از خود در تصور نایدت — ویں ہمہ از نفسِ خود بیں زایدت
تیرے تصور میں اپنے سے بہتر نہیں آتا — یہ سب خود بیں نفس کی وجہ سے تیرے اندر پیدا ہوا

آنکہ با خودی خورد مے باخود ست — ایں چنیں مے خوار خوار و مُرتد ست
جوخودی کے ہوتے ہوئے شراب پیتا ہے وہ خودی میں ہے — ایسا شرابی ذلیل اور مُرتد ہے

ہرکہ[3] با اُو می خورد بادش حلال — وانکہ بے اُو دَم زند بادش وبال
جو اس کے ساتھ شراب پیتا ہے اس کے لیے حلال ہے — اور وہ جو اس کے بغیر "انا" کا دم بھرے اس کیلئے وبال ہے

چونکہ با اُو مے خورد از جامِ ہُو — چشم بکشایم بہ بینم رُویِ اُو
جبکہ اس کے ساتھ شراب پیتا ہے، اس کے جام سے ہے — میں آنکھ کھولتا ہوں، اُس کا چہرہ دیکھتا ہوں

بعدازاں از خود بکلّی بکسلم — ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
اُس کے بعد میں اپنے سے بالکل جدا ہو جاتا ہوں — شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے

---

[1] غیرت۔ اس بات پر غیرت آئی کہ اس قدر احسان کے باوجود یہ شہزادہ سرکشی کر رہا ہے۔ مرغِ دولت۔ یعنی شہزادے کی قلبی کیفیت۔ پردہ۔ یعنی قلب کا پردہ۔ گوشہ گشتہ۔ شہزادہ جس نے شاہ سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا تھا۔ وظیفہ۔ روحانی خوراک جو شاہ سے ملتی تھی۔ عقار۔ شراب یعنی تکبر۔ خمار۔ اعضا شکنی جو شراب کے نشہ کے اُتار کے وقت ہوتی ہے۔

[2] ہرکہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص راہِ طریقت میں تکبر کرتا ہے، وہ حقیقت سے خالی ہو جاتا ہے۔ دشمن۔ یہ وہ بلا ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ مے۔ شراب کی حرمت اس وجہ سے ہوئی کہ اُس کو پی کر انسان خود بین بن جاتا ہے۔ بہتر۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ اور عداوت و دشمنی کا سبب عموماً خود بینی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص اپنی خودی کے ہوتے ہوئے انانیت کی شراب پیتا ہے اور اس پر مستی طاری ہو وہ خود بیں اور مردود ہے جیسا کہ شہزادہ تھا۔

[3] ہرکہ با اُو۔ جو شخص معیتِ حق کے ساتھ انانیت کی شراب پیے وہ حلال ہے جیسا کہ اہل اللہ۔ بے اُو۔ معیتِ حق حاصل نہ ہو اور پھر انانیت برتے وہ انانیت اس کے لیے وبال ہے۔ چشم بکشایم۔ معیتِ حق کے ساتھ شراب پینے والا یہ کہتا ہے کہ میں جب آنکھ کھولتا ہوں تو اس کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ بعدازاں۔ یہ بھی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں بالکل فانی ہوتا ہوں میری شراب نوشی کا یہ خلاصہ ہے کہ میری انانیت بالکل محو ہو جاتی ہے۔

اے[1] کہ می خواہی کہ ازخود بگسلی — تا کے اندر بندِ ایں جان و دلی

اے وہ! کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ سے جدا ہو جائے — تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے؟

جاں بجاناں وا گذار اے جانِ من — تا بہ بینی یارِ دل رنجانِ من

اے جانِ من! جان جاناں کے سپرد کر دے — تا کہ تو میرے دل کو ستانے والے یار کو دیکھے

دل بدلدارے دہ و آزاد شُو — غمخورِ اُو باش و ازوے شاد شُو

دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو جا — اُس کا غم خوار بن اور اُس سے خوش رہ

نفسِ خود بَرخود مگر داں چیرِ تُو — زُود اُو را باز گیر از شیرِ تُو

تو اپنے نفس کو اپنے اُوپر غالب نہ بنا — تو جلد اُس کا دودھ چھڑا دے

ہرچہ ہست آں مستیے دارد یقیں — خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں

جو چیز بھی ہے وہ یقیناً مستی رکھتی ہے — خواہ دودھ ہو اور خواہ شراب اور شہد

مستیِ گندم بداں اے آدمی — کہ بکرد آں آدمؑ را اعجمی

اے آدمی! گیہوں کی مستی کو جان لے — کہ اُس نے آدمؑ کو ناواقف بنا دیا

خورد[2] گندم حُلّہ زُو بیروں شُدہ — خُلد بروے بادیہ و ہاموں شُدہ

انھوں نے گیہوں کھایا اُن سے لباس علیحدہ ہو گیا — جنت اُن کے لیے دشت اور صحرا ہو گئی

دیدکاں شربت وُرا بیمار کرد — زہرِ آں ما و منیہا کارکرد

اُس نے دیکھا کہ اُس شراب نے ان کو بیمار کر دیا — اُس ''ما و من'' کے زہر نے کام کر دیا

جان چوں طاؤس در گلزارِ ناز — ہمچو چُغدے شُد بویرانہ مجاز

وہ جان جو ناز کے چمن میں مور کی طرح تھی — وہ مجاز کے ویرانے میں چغد جیسی ہو گئی

ہمچو آدمؑ دور ماند اُو از بہشت — دَر زمیں میراند گاوے بہرِ کشت

وہ آدمؑ کی طرح بہشت سے دُور رہ گیا — جو کھیتی کے لیے زمین میں بیل چلاتے تھے

اَشک[3] میراند اُو کہ اے ہندویِ زاو — شیر را کردی اسیرِ دُمِ گاوَ

وہ آنسو بہاتا تھا کہ اے قوی ڈاکو! — تو نے شیر کو بیل کی دُم کا قیدی بنا دیا

کردۂ اے نفسِ بَد بارِدنفس — بیحفاظی با شہِ فریادرس

اے نفسِ بدؑ سرد مہرا! تو نے کی — بے لحاظی، فریاد رس شاہ کے ساتھ

دام بگزیدی ز حرصِ گندمے — بَرتو شُد ہر گندم اُوکژ دُمے

تو نے گیہوں کے لالچ میں جال پسند کیا — تیرے لیے اُس کا ہر گیہوں بچھو بن گیا

---

[1] اے کہ۔ مولانا اس مقام کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اگر تو یہ مقام چاہتا ہے تو اپنے دل و جان کی قید سے آزاد ہو جا۔ جان۔ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے تب مشاہدہ ہوگا۔ دلِ رنجاں۔ یعنی دل میں دردِ عشق پیدا کرنے والا۔ نفسِ خود۔ اپنے نفس سے مغلوب نہ ہو اور لذتوں سے اس کو محروم کر دے۔ ہر چہ۔ خود بینی کی مستی جس چیز سے بھی پیدا ہو خواہ وہ حلال ہو یا حرام اس کو ترک کر دے۔ مستیِ گندم۔ ہر چیز سے مستی پیدا ہوتی ہے دیکھ حضرت آدمؑ کی مستی گیہوں سے پیدا ہوئی اُسی نے ان کو ناواقف بنا دیا اور دھوکا کھا گئے۔

[2] خورد۔ گیہوں کھانے کے بعد حضرت آدمؑ کا لباس اُن سے جدا ہو گیا اور وہ جنت سے محروم ہو گئے۔ دید۔ اب اس شہزادے کو محسوس ہوا کہ اُس خود بینی کی شراب نے اس کو مریض بنا دیا۔ ما و منیہا۔ یعنی اُس میں جو انانیت اور خودی پیدا ہوئی تھی۔ در گلزار۔ یعنی اُس کا عروج۔ ویرانہ۔ تنزل کی حالت۔ ہمچو۔ حضرت آدمؑ نے زمین پر آ کر ہل جوتا۔

[3] اشک۔ وہ اپنی حالت پر رویا۔ ہندو۔ چور یعنی نفس۔ زاو۔ قوی یعنی نفس۔ دُمِ گاوَ۔ یعنی جسمانی علائق۔ بارد نفس۔ جس کے کلام میں کوئی گرمی نہ ہو۔ بیحفاظی۔ یعنی دوسرے کے حق کی حفاظت نہ کرنا۔ حرصِ گندم۔ یعنی تکبر کا لالچ اور حرص۔

دَر سَرت آمد ہوایِ ما و مَن
تیرے سر میں "مادمن" کی ہوا بھری
قید[1] بیں بر پایِ خود پنجاہ مَن
اپنے پاؤں پر پچاس من کی بیڑی دیکھ لے

نوحہ می کرد ایں نمط برجانِ خویش
وہ اپنی جان پر اس طرح سے نوحہ کر رہا تھا
کہ چرا گشتم ضِدِ سُلطانِ خویش
کہ میں اپنے شاہ کا مخالف کیوں بنا؟

آمد او با خویش اِستغفار کرد
وہ ہوش میں آیا اس نے توبہ کی
با اِنابت چیزِ دیگر یار کرد
توبہ کے ساتھ ایک دوسری چیز ساتھ کی

درد کاں از وحشتِ ایماں بُود
وہ درد جو ایمان کی وحشت سے ہو
رحم کُن کاں درد بیدرماں بُود
رحم کر، کیونکہ وہ درد ناقابل علاج ہے

مَربشررا[2] خود مبا جامہ درست
(خدا کرے) انسان کا جامہ درست نہ ہو
چوں رہید از صبر درحیں صَدر جُست
جب وہ صبر سے ہٹا، اُس نے فوراً صدر (جگہ) تلاش کی

مَربشر را پنجہ و ناخن مباد
(خدا کرے) انسان کے پنجہ اور ناخن نہ ہوں
کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد
کیونکہ وہ اُس وقت نہ دین کا خیال کرے گا نہ درستگی کا

آدمی اندر بلا گشتہ بہ است
مصیبت میں مبتلا انسان بہتر ہے
نفس کافرِ نعمت ست و گمرہ است
نفس، نعمت کا کافر ہے، اور گمراہ ہے

نفسِ کافر خود ہمی ندہد اماں
کافر نفس خود امن نہیں دیتا
گشت طاغی چونکہ فارغ شُد زناں
جب وہ روٹی سے بے فکر ہوا سرکش بن جاتا ہے

آدمی[3] خود مبتلا بہتر بُود
آدمی خود مبتلا بہتر ہے
زانکہ زار و عاجز و مُضطر بُود
کیونکہ وہ ذلیل اور عاجز اور مجبور ہوتا ہے

خطابِ حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ تُرا رحم برکہ بیشتر آمد

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر

ازیں خلائق کہ قبضِ جانِ ایشاں کردی و جوابِ اُو حضرتِ عزت را

رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور اُن کا حضرت عزت کو جواب

حَق بعزرائیلؑ می گفت اے نقیب
اللہ (تعالیٰ) نے عزرائیلؑ سے فرمایا کہ اے نقیبِ حق!
برکہ رحم آمد تُرا از ہر کئیب
تجھے سب غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا؟

گفت برجُملہ دلم سوزَد بدرد
انھوں نے کہا میرا دل درد سے سب پر جلتا ہے
لیک ترسم اَمر را اِہمال کرد
لیکن میں حکم کی تعمیل نہ کرنے سے ڈرتا ہوں

[1] قید۔ اب اس بیڑی کی وجہ سے سیر الی اللہ رک گئی۔ نوحہ۔ وہ اس بات پر نوحہ کر رہا تھا کہ میں نے بادشاہ کی مخالفت کا کیوں خیال کیا۔ چیزِ دیگر۔ شاید بادشاہ سے معافی مُراد ہو۔ وحشتِ ایماں۔ ایمان سے کامل ایمان مراد ہے یعنی عرفان اور فیضِ الٰہی، وحشت سے مراد وہ وحشت ہے جو اس کیفیت کے مفقود ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بے درماں۔ یعنی اُس کا علاج بہت مشکل ہے۔

[2] مربشررا۔ جیسے کہ کمال پر خود پسندی اور خود بینی تباہی کا سبب ہے اسی طرح مال پر خود بینی بھی موجب ہلاکت ہے۔ صبر۔ جو مال کی کمی سے حاصل تھا۔ صدر۔ یعنی اپنی بڑائی۔ پنجہ۔ انسان کو جب مال و دولت کی طاقت حاصل ہوتی ہے پھر وہ کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ آدمی۔ انسان کے لیے ضرورت سے زیادہ دولت مضر ہے۔ نفس۔ نفس ایک تو خود ہی تباہ کرنے والا ہے جب اس کو مال مل جائے تو پھر تباہی کا کیا پوچھنا ہے۔

[3] آدمی۔ عام انسانوں کے لیے حالتِ ابتلا بہتر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہرکہ۔ نمرود کے قصہ سے یہ بتانا ہے کہ اُس کا کمال اور مال موجب زوال بنا۔ نقیب۔ سردار۔ کئیب۔ رنجیدہ۔ امر۔ جان قبض کرتے ہوئے بہت رحم آتا ہے لیکن آپ کے حکم سے مجبور ہو کر کرتا ہوں۔

تا بگویم[1] کاشکے یزداں مرا
در عوض قرباں کند بہرِ فنا

یہاں تک کہ میں کہتا ہوں، کاش خدا مجھے
جو ان کے بدلے میں قربان کر دے

گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت
از کہ دل پُرسوز و بریاں تر شُدت

فرمایا کہ تجھے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا؟
تیرا دل کس کی وجہ سے زیادہ جلا اور بھُنا؟

گفت روزے کشتیِ بر موجِ تیز
من شکستم ز امرتا شُد ریز ریز

عرض کیا ایک دن تیز موج پر ایک کشتی
میں نے حکم سے توڑ دی، حتیٰ کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی

پس بگفتی قبض کن جانِ ہمہ
جُز زنے و طفلکے را زاں رَمہ

پھر آپ نے فرمایا سب کی جان قبض کر لے
اِس گروہ میں سے، ایک عورت اور چھوٹے بچہ کے علاوہ

ہر دو بریک تختہ درماندند
تختہ را آں موجہا می راندند

وہ دونوں ایک تختہ پر رہ گئے
تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

چوں بساحل اُوفگند آں تختہ باد
از خلاصِ ہر دو اَم دل گشت شاد

جب ہوا نے اُس تختہ کو ساحل پر ڈال دیا
دونوں کی نجات سے میرا دل خوش ہوا

باز[2] گفتی جانِ مادر قبض کن
طِفل را بگذار تنہا ز امرِ کُن

پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لے
"امرِ کن" کی وجہ سے بچہ کو تنہا چھوڑ دے

چوں ز مادر بگسلیدم طِفل را
خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا

جب میں نے بچہ کو ماں سے جدا کر دیا
آپ جانتے ہیں کہ مجھے کس قدر کڑوا لگا

پس بدیدم دَردِ ماتمہائے زفت
تلخیِ آں طفل از فکرم نرفت

پھر میں نے بھاری ماتموں کا درد دیکھا
اُس بچہ کی کڑواہٹ میرے فکر سے نہ گئی

گفت[3] حق آں طفل را از فضلِ خویش
موج را گفتم فگن در بیشہ ایش

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں نے اپنے کرم سے اس بچہ کیلئے
موج سے کہا، اُس کو ایک جھاڑی میں ڈال دے

بیشۂ پُرسوسن و ریحان و گُل
پُر درخت و میوہ دار و خوش اُکُل

ایک ایسی جھاڑی جو سوسن اور ریحان اور گُل سے پُر تھی
درختوں سے پُر تھی اور میوہ دار اور عمدہ خوراک والی تھی

چشمہائے آبِ شیرینِ زُلال
پروریدم طِفل را باصد دَلال

صاف شیریں پانی کے چشموں سے (پُر تھی)
میں نے بچہ کو سو نازوں سے پالا

صد ہزاراں مُرغِ مُطرِب خوش صَدا
اندراں رَوضہ فگندہ صَد نوا

لاکھوں خوش آواز گانے والے پرندوں نے
اُس باغ میں سیکڑوں آوازیں پیدا کر رکھی تھیں

---

[1] تا بگویم۔ یہاں تک رنج ہوتا ہے کہ بسا اوقات تمنا ہوتی ہے کہ اُس کے بدلے میں میری جان لے لی جاتی۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے زیادہ رحم تجھے کس کی جان لینے میں آیا۔ موجِ تیز۔ تیز دھارا۔ امر۔ آپ کے حکم سے۔ رمہ۔ جماعت۔ چوں بساحل۔ جب وہ بچہ اور اُس کی ماں خشکی پر پہنچ گئے تو میں خوش ہوا کہ اب بیچ جائیں گے۔

[2] باز گفتی۔ لیکن آپ کا پھر حکم ہوا کہ اب اس بچہ کی ماں کی رُوح قبض کر لے۔ چوں ز مادر۔ جب میں نے بچہ کو ماں سے محروم کیا تو آپ کو علم ہے کہ مجھ پر یہ کام کتنا بھاری پڑا۔ پس۔ میرے دل میں درد کی انتہا نہ تھی اور اُس کا غم دل سے جدا نہ ہوتا تھا۔

[3] گفتِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میں نے اُس موج کو حکم دیا تھا کہ وہ اُس بچہ کو ایک ایسی جھاڑی میں پھینک دے جو پھولوں سے بھری ہو اُس میں سایہ دار درخت ہوں اور درختوں پر لذیذ پھل لگے ہوں۔ چشمہائے۔ اُس میں میٹھے پانی کے چشمے ہوں اس طرح سے میں نے اُس بچہ کو سو نازوں سے پالا۔ صد ہزاراں۔ اُس جھاڑی میں لاکھوں خوش آواز پرندے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

بسترش[1] کردم ز برگِ نسترن — کردم اُو را ایمن از صدمۂ فتن

میں نے اُس کے لیے سیوتی کی پتیوں کا بستر بچھایا — میں نے اُس کو فتنوں کے صدمہ سے محفوظ کر دیا

گفتہ مَن خورشید را کُورا مگز — باد را گفتہ بِرُو آہستہ وَز

میں نے سورج سے کہہ دیا کہ اُس کو گزند نہ پہنچا — ہوا سے کہہ دیا، اُس پر آہستہ چل

اَبر را گفتہ بِرُو باراں مریز — بَرق را گفتہ بِرُو مگرایِ تیز

آسمان سے کہہ دیا، اُس پر بارش نہ برسا — بجلی سے کہہ دیا، اُس پر تیزی سے مائل نہ ہو

زیں چمن اے دے مبر آں اعتدال — پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال

اے خزاں! اس چمن سے اعتدال نہ لے جانا — اے بہمن! اس چمن پر ہاتھ نہ پھیر

کراماتِ شیخ شیبان راعی قدّس اللہ سِرَّہُ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیباں[2] کہ از گرگِ عَنید — وَقتِ جمعہ بَر رُعا خط می کشید

اُن شیبان کی طرح کہ سرکش بھیڑیے کی وجہ سے — جمعہ کے وقت گلہ پر خط کھینچ دیتے تھے

تابرُوں ناید ازاں خط گو سپند — نے در آید گرگ و دُزدِ باگزند

تاکہ کوئی بکری اُس خط سے باہر نہ نکلے — بھیڑیا اور نقصان رساں چور نہ آئے

برمثالِ دائرۂ تعویذِ ہُود — کاندراں صَرصَر امانِ آل بُود

(حضرت) ہودؑ کے تعویذ کے دائرے کی طرح — جو اُس آندھی میں اولاد کی حفاظت تھا

ہشت روزے اندریں خط تن زنید — وز بروں مُثلہ تماشا می کنید

آٹھ دن، اُس دائرے میں چپ رہو — اور باہر، ہاتھ پاؤں کٹنے کا تماشا دیکھو

بَرہوا[3] بُردے فگندے بَر حَجر — تا دریدے لَحم و عظم از ہمدگر

وہ فضا میں لے جاتی پتھر پر پٹخ دیتی — حتیٰ کہ گوشت اور ہڈی اک دوسرے سے جدا کر دیتی

یک گرُہ را بَر ہَوا برہم زدے — تاچو خشخاش اُستخواں ریزہ شُدے

ایک گروہ کو فضا میں آپس میں ٹکرا دیتی — یہاں تک کہ ہڈی خشخاش کی طرح چورا چورا ہو جاتی

آں سیاست را کہ لرزید آسماں — مثنوی اندر نہ گنجد شرحِ آں

وہ سزا جس نے آسمان کو لرزا دیا — اس کی تفصیل مثنوی میں نہیں سما سکتی

گر بطبع ایں می کُنی اے بادِ سَرد — گِردِ خط دائرۂ آں ہودؑ گرد

اے ٹھنڈی ہوا! اگر تو (اپنی) طبیعت سے یہ کرتی ہے — تو (حضرت) ہودؑ کے دائرے کے خط کے گرد چکر کاٹ

[1] بسترش۔ میں نے سیوتی کے پتوں سے اُس کا بستر تیار کر دیا۔ نسترن۔ نسرین، سیوتی۔ مگز۔ گزیدن کا نہی، ڈسنا۔ مگرای۔ گرائیدن مائل ہونا، جھکنا۔ دے۔ ماگھ، جو خزاں کا مہینہ ہے۔ بہمن۔ پھاگن، ماگھ سے ملا ہوا مہینہ۔ کرامات۔ جس طرح اس بچہ کے بارے میں ہوا کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم کر دیا گیا تھا اسی طرح ایک نبی اور ایک ولی کے بارے میں بھیڑیے اور ہوا کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ نقصان نہ پہنچائیں۔

[2] شیبان۔ یہ بزرگ بکریاں چراتے تھے اور جمعہ کی نماز کو جب شہر جاتے تھے بکریوں کے چاروں طرف حصار کھینچ کر چلے جاتے تھے کوئی بکری اُس سے باہر نہ نکلتی تھی اور کوئی بھیڑیا اس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ برمثال۔ حضرت ہودؑ نے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ایک حصار کھینچ دیا تھا آندھی کا طوفان اس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ مثلہ۔ کافروں کے ہاتھ پاؤں اس ہوا سے کٹ کر گرتے تھے۔

[3] برہوا۔ وہ آندھی اُن کو فضا میں اُڑا کر لے جاتی تھی اور پھر پہاڑ پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کا گوشت پوست بکھر جاتا تھا۔ یک گرہ۔ کچھ لوگوں کو فضا میں باہم ٹکرا کر پاش پاش کر دیتی تھی۔ آں سیاست۔ ان کو جو سزا ملی اُس سے آسمان لرزنے لگا مثنوی میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ گر بطبع۔ اگر یہ ہوا کے کام محض اس کی طبیعت اور مزاج سے خود بخود صادر ہوتے ہیں تو ہوا سے کہہ دو ذرا حضرت ہودؑ کے دائرے کا تو چکر لگائے۔

ور بحرص[1] ایں می کُند گرگِ نژند ——— گو بیادر خطِ داعی کُن گزند

اور اگر غضبناک بھیڑیا حرص کرتا ہے ——— کہہ دو (حضرت شیبانؒ) داعی کے خط کے اندر نقصان پہنچائے

اے طبیعی فوقِ طبع ایں مُلک بیں ——— یا بیا و محو کُن از مُصحف ایں

اے فلسفی! طبیعات سے اُوپر اس ملک کو دیکھ ——— یا آ جا، اور قرآن سے یہ مٹا دے

مُقریاں را منع کُن پندے بدِہ ——— یا مُعلّم را بمال و سہم دہ

میانجیوں کو روک، نصیحت کر ——— یا پڑھانے والے کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست ——— عجزِ تو دانی ازاں روزِ جزا ست

تو عاجز اور حیران ہے، کہ یہ عاجزی کہاں سے ہے ——— تو جان لے، تیرا عجز قیامت کے دن سے ہے

عجزہا داری تو در پیش اے لجُوج ——— وقت شُد پنہانیاں را نک خروج

اے جھگڑالو! تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے ——— اب پوشیدہ چیزوں کے ظہور کا وقت ہوا ہے

خُرم[2] آنکہ عجز و حیرت قُوتِ اُوست ——— دَر دو عالم خُفتہ اندر ظلِّ دُوست

مبارک ہے وہ شخص جس کی غذا عجز اور حیرت ہے ——— وہ دونوں جہان میں دوست کے سایہ میں سویا ہوا ہے

ہم دَر اوّل عجزِ خود را اُو بدید ——— مُردہ شُد دینِ عجائز را گزید

اُس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا ——— مُردہ ہو گیا، بوڑھیوں کے دین کو اختیار کر لیا

چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت ——— از عجوزی دَر جوانی راہ یافت

زلیخا کی طرح اُس کا یوسف اُس پر چمکا ——— اُس نے بڑھاپے سے جوانی کی راہ پا لی

زندگی[3] در مُردن و در محنت ست ——— آبِ حیواں دَر درونِ ظلمت ست

زندگی مر جانے اور مجاہدہ میں ہے ——— آبِ حیات، تاریکی کے اندر ہے

قصہءِ پروردنِ حق تعالیٰ نمرود را بے واسطہءِ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جانِ عارفاں ——— از سموم و صَرصَر آمد دَر اَماں

خلاصہ یہ ہے کہ وہ چمن جو عارفوں کی جان کی طرح تھا ——— لُو اور آندھی سے محفوظ رہا

یک پلنگے بچہ نوزادہ بُود ——— گفتم اُو را شیردہ طاعت نمود

ایک چیتے نے ایک نیا بچہ جنا تھا ——— میں نے اُس سے کہا دودھ پلا، اس نے اطاعت کی

---

[1] ور بحرص۔ اگر بھیڑیے کا پھاڑنا محض اس کا اپنا فعل ہے تو اس سے کہو کہ حضرت شیبانؒ کے حصار میں پہنچ کر بکری کو پھاڑے جو ناممکن ہے۔ نژند۔ غضبناک۔ اے طبیعی۔ وہ فلسفی جو طبیعات کا ماہر ہے اور اشیا میں محض طبعی خواص مانتا ہے، اُس سے کہو کہ عالمِ طبیعات سے اُوپر ایک اور عالم ہے جو اس میں مؤثر ہے جس کو قرآن بتا رہا ہے۔ مصحف۔ قرآن میں یہ قصہ موجود ہے جو حضرت ہودؑ اور مومنوں کی نجات کو بتا رہا ہے۔ عاجزی۔ تو اپنے عجز پر حیران ہے اور اس کی وجہ نہیں سمجھ رہا ہے سمجھ لے کہ اصل عجز قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ عجزہا۔ انسانوں کا عجز تو آگے آنے والا ہے قیامت کے روز ہر چیز کا عجز ظاہر ہو جائے گا اور وہ قیامت بالکل قریب ہے۔

[2] خرم۔ پہلے عجزِ نامحمود کا ذکر تھا اب عجزِ محمود کا ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ انسان اپنی قدرت اور ارادہ کو بالکل فنا کر دے اور حق تعالیٰ کی رضا کے تابع بن جائے ایسے لوگ جو اس عجز اور حیرت کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں، وہ آرام سے اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوتے ہیں۔ ہم در اوّل۔ اُس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو محسوس کر لیا اور اپنی قدرت و ارادہ کے اعتبار سے مُردہ ہو گیا اور اس نے بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کر لیا جس میں عموماً تابع داری اور اعتقاد کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف ہے عَلَيْكُم بِدِيْنِ الْعَجَائِز "تم بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کرو"۔ از عجوزی۔ اس فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائے گی۔

[3] زندگی۔ اصل بقا فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی کے بعد آتا ہے۔ قصہ۔ پھر نمرود کی پرورش کے قصہ کا بیان ہے۔ آں روضہ۔ جس جھاڑی میں [illegible]کی پرورش ہو رہی تھی وہ عارفوں کی رُوح کی طرح تھا۔ یک پلنگے۔ اس جنگل میں ایک چیتے کے بچہ پیدا ہوا تھا اللہ نے اس کو حکم دیا کہ وہ نمرود کو اپنا دودھ پلا دیا کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا اور وہ نمرود جوان ہو گیا۔

پَس بداداش شیر و خدمتہاش کرد
تو اُس نے اُس کو دودھ پلایا اور خدمتیں انجام دیں
تا کہ بالغ گشت و زَفت و شیر مرد
یہاں تک کہ وہ بالغ اور بڑا اور شیر مرد ہو گیا

چوں[1] فِطامش شُد بگفتم با پری
جب اُس کا دودھ چھوٹا، میں نے جنات سے کہا
تا در آموزید نطق و داوری
کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤ

پرورش دادم مر اُو را زاں چمن
میں نے اُس کو اس چمن سے ایسا پرورش کیا
کہ بگفت اندر نگنجد فنِ من
کہ میرا تصرُّف، گفتگو میں نہیں سماتا

دادہ مَن ایوبؑ را مہرِ پدر
میں نے (حضرت) ایوبؑ کو باپ کی سی محبت دی تھی
بہرِ مہمانیِ کِرماں بے ضرر
کیڑوں کی مہمانی کے لیے بغیر نقصان پہنچائے

دادہ کرماں را بُرو مہرِ ولد
کیڑوں کو ان کے لیے اولاد کی سی محبت دی تھی
بَر پدر من اینت قدرت اینت ید
باپ پر، مجھے عجیب قدرت، عجیب طاقت ہے

مادراں[2] را مہر مَن آموختم
میں نے ماؤں کو محبت سکھائی
چوں بُود شمعے کہ مَن افروختم
وہ شمع کیسی ہو گی جو میں نے روشن کی؟

صَد عنایت کردم و صد رابطہ
میں نے سو عنایتیں کیں اور سو علاقے
تا بہ بیند لُطفِ من بے واسطہ
تا کہ وہ میری مہربانی بغیر واسطہ کے دیکھے

تانباشد از سبب در کشمکش
تا کہ وہ سبب کی وجہ سے کشمکش میں نہ ہو
تابُود ہر استعانت از منش
تا کہ اُس کی ہر مدد میری جانب سے ہو

تاخود از ما ہیچ عُذرے نبُودش
تا کہ خود اُس کو ہماری جانب سے کوئی عذر نہ رہے
شکوہَ نبُود زہر یارِ بدش
اُس کو کسی بُرے یار کا شکوہ نہ ہو

ایں حِضانت دید باصد رابطہ
اُس نے یہ پرورش سو علاقوں سے دیکھی
کہ بہ پروردم وُرا بے واسطہ
کیونکہ میں نے اُس کو بے واسطہ پرورش کیا

شکرِ[3] اُو آں بُود اے بندہ جلیل
اے جلیل بندے! اُس کا شکر، یہ وہ ہوا
کہ شُد اُو نمرود و سو زِندہَ خلیلؑ
کہ وہ نمرود (حضرت) خلیلؑ کو جلانے والا بنا

ہمچناں کیں شاہزادہ شُکرِ شاہ
ایسے ہی جیسا کہ اس شہزادے نے شاہ کا شکریہ
کرد ز استکبار و استکثارِ جاہ
تکبر اور رُتبہ کو بڑھانے سے کیا

کہ چرا من تابعِ غیرے شوم
کہ میں غیر کا تابع کیوں بنوں؟
چونکہ صاحب ملک و اقبالے بوُم
جبکہ میں صاحب ملک اور اقبال ہوں

---

1. چوں فطامش۔ جب اُس نمرود کا دودھ چھڑا دیا گیا تو تربیت اور تعلیم کے لیے جنوں کو مقرر فرما دیا۔ پرورش۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس طرح پرورش کی جو بیان سے باہر ہے۔ دادہ۔ میرے عجیب تصرفات یہ ہیں کہ میں نے ایوبؑ میں اُن کیڑوں کے لیے جو کہ اُن کے بدن سے غذا حاصل کرتے تھے ایسی محبت پیدا کر دی تھی جیسے کہ باپ کی محبت اولاد سے ہوتی ہے۔ کرماں۔ چنانچہ اگر کوئی کیڑا اُن کے بدن سے گر پڑتا تھا تو وہ اس کو اٹھا کر پھر اپنے بدن پر بٹھا لیتے تھے۔ کرماں۔ کیڑے بھی اُن سے ایسے مانوس تھے جیسے کہ بچہ باپ سے مانوس ہوتا ہے۔

2. مادراں۔ ماں کے دل میں اولاد کی محبت کی عجیب شمع روشن ہے۔ صد۔ اس بچہ پر میں نے بلا واسطہ غذائیں پیش کیں جن میں اسباب کو دخل نہ تھا۔ تا نباشد۔ ہم نے نمرود کی بغیر اسباب کے اس لیے پرورش کی تا کہ وہ اسباب اختیار کرنے سے پریشان نہ ہو اس لیے کہ سبب کبھی اپنے مسبب کا ذریعہ نہیں بنتا اور وہ سبب کو چھوڑ کر براہِ راست ہم سے مدد حاصل کرے۔ تا خود۔ وہ یہ عذر کر سکتا تھا کہ اسباب کی طرف توجہ سے میں آپ سے غافل ہو گیا اس عذر کو بھی ختم کرنا تھا اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ فلاں یار نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ حضانت۔ پرورش۔ بے واسطہ۔ یعنی بغیر اسباب کے۔

3. شکرِ اُو۔ لیکن اُسے سب باتوں کا شکریہ اس طرح ادا کیا کہ وہ نمرود بنا اور حضرت ابراہیمؑ کو اس نے آگ میں ڈالا۔ بندہ جلیل۔ یعنی عزرائیل۔ ہم چناں۔ اس نمرود کی یہی حالت تھی جو حالت اُس شہزادے کی تھی جس نے شاہ کے شکر کے بجائے کفر کیا اور تکبر کرنے لگا۔

لطفہای¹ شہ کہ ذکرِ آں گذشت ــــ از تجبّر بردلش پوشید گشت
شاہ کی وہ عنایتیں جن کا ذکر گذرا ــــ اکڑ کی وجہ سے، اُس کے دل پر پوشیدہ ہو گئیں

ہمچناں نمرود آں الطاف را ــــ زیر پا بنہادہ از جہل و عَما
اسی طرح نمرود نے اُن مہربانیوں کو ــــ نادانی اور اندھے پن سے پاؤں کے نیچے رکھ دیا

ایں زماں کافر شدو رہ میزند ــــ کبر و دعویِ خدائی می کند
اب وہ کافر ہوا ہے اور راہ زنی کرتا ہے، ــــ تکبّر اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے

رفت سُوئے آسمانِ با جلال ــــ باسہ کرگس تا کند بامن قتال
پُر عظمت آسمان کی طرف چلا ــــ تین گِدھ لے کر تا کہ مجھ سے جنگ کرے

صد ہزاراں طفل بے تلویم را ــــ کشت وے تا یابد ابراہیمؑ را
لاکھوں ناقابلِ ملامت بچے ــــ اُس نے قتل کیے تا کہ (حضرت) ابراہیمؑ کو پکڑ لے

کہ² منجم گفت اندر حکمِ سال ــــ زاد خواہد دشمنے بہرِ قتال
کیونکہ نجومی نے اُس سے کہا کہ سال کے حکم کے اندر ــــ ایک دشمن قتال کے لیے پیدا ہو گا

ہیں بکُن در دفعِ آں خصم احتیاط ــــ ہر کہ میزائید می کشت از خباط
خبردار! اُس دشمن کے دفع کرنے میں احتیاط کر ــــ جو پیدا ہوتا تھا وہ خبط سے اس کو قتل کر دیتا تھا

کوریِ اُو رَست طفلِ وحی کش ــــ ماند خونہائے دگر در گردنش
اس کے اندھے پن سے بچہ وحی کی کشش کرنے والا بچا رہا ــــ دوسرے خون، اُس کی گردن پر رہے

از پدر یابید آں مُلک اے عجب ــــ تا غرورش داد ظلماتِ نسب
وہ سلطنت اُس نے باپ سے پائی تھی؟ تعجب ہے ــــ کہ اُس کو نسب کی اندھیریوں نے مغرور کر دیا

دیگراں راگر اُم و اَب شُد حجیب ــــ اُو ز ما یابید گوہرہا بجیب
اگر دوسروں کے لیے ماں اور باپ پردہ بنے ــــ اُس نے (تو) جیب میں موتی ہم سے پائے ہیں

گرگ³ درّندہ است نفسِ بد یقیں ــــ چہ بہانہ می نہی بَر ہر قریں
یقیناً نفس بد پھاڑنے والا بھیڑیا ہے ــــ تو ہر ساتھی پر کیا بہانہ دھرتا ہے؟

دَر ضلالت ہست صد کل را کُلہ ــــ نفسِ زِشتِ کفرناکِ پُر سفہ
گمراہی میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے ــــ کفر ناک بے وقوفی سے پُر برا نفس

زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر ــــ سلسلہ از گردنِ سگ بر مگیر
اے فقیر بندے! میں اسی لیے کہتا ہوں ــــ کتے کی گردن سے زنجیر نہ نکال

---

1. لطفہای۔ اس شہزادے کے کفر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شاہ کی عنایتوں سے محروم ہو گیا۔ ہمچناں۔ نمرود نے بھی اسی طرح پر تمام مہربانیوں کو پاؤں سے روندا۔ ایں زماں۔ اب دیکھو اس کی یہ حالت ہے کہ کافر ہے لوگوں کو دین سے روکتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ رفت۔ تین گدھ لے کر آسمان کی طرف چلا تا کہ مجھ سے جنگ کرے۔ صد ہزاراں۔ چونکہ کسی نجومی نے اس سے کہہ دیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہو گا جو تیری سلطنت کو درہم برہم کر دے گا اُس نے لاکھوں بچے قتل کرا دیے تا کہ وہ ابراہیمؑ کو بھی قتل کر سکے۔ بے تلویم۔ یعنی معصوم بچے جن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

2. کہ منجم۔ کسی نجومی نے اس کو بتا دیا کہ ایک بچہ پیدا ہو گا جو تجھ سے جنگ کرے گا۔ خباط۔ خبط، پاگل پن۔ وحی کش۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ۔ ماند۔ چونکہ ان بچوں کو بغیر قصور کے قتل کرایا۔ از پدر۔ یہ تمام نعمتیں اور سلطنت اس کو براہ راست ہم سے ملی تھیں۔ دیگراں۔ ماں باپ کے ذریعہ جن لوگوں کو نعمتیں اور مال و دولت ملتا ہے وہ تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمیں ماں باپ نے دیں لیکن اس کو تو یہ چیزیں براہ راست ہم سے ملی تھیں۔

3. گرگ۔ ماں باپ بے شک ظاہری گمراہی کا سبب بنتے ہیں لیکن دراصل گمراہی کا سبب انسان کا نفس ہے۔ در ضلالت۔ یہی نفس ہے جو انسان کو اپنی برائیاں نہیں دیکھنے دیتا جس طرح گنجے کی ٹوپی اس کے گنج کو چھپاتی ہے۔ سلسلہ۔ لہٰذا اس کتے کے گلے میں مجاہدوں کی زنجیر ڈالے رکھنا چاہیے۔

گر مُعلَّم[1] گشت ایں سگ ہم سگ است
اگر یہ کتا سدھایا ہوا ہو گیا ہے، پھر بھی کتا ہے

باش ذِلَّت نَفسُہٗ کو بد رَگ است
"اُس کا نفس ذلیل ہوا" بن کر رہ کیونکہ وہ بدرگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی
تو فرض ادا کر رہا ہے، اگر تو چکر کاٹنے والا ہے

بَر سُہیلے چوں اَدیمِ طائفی
سُہیل پر، طائف کی نری کی طرح

تا سُہیلت وَاخرد از تنگِ پوست
تا کہ سُہیل تجھے چمڑے کی ذلت سے نجات دے دے

تاشوی چوں موزہَ ہم پایِ دوست
تا کہ تو موزے کی طرح دوست کا ساتھی بن جائے

جُملہ[2] قرآں شرحِ خُبثِ نفسہا ست
تمام قرآن نفسوں کی خباثت کی شرح ہے

بنگر اندر مُصحف آں چشمت کجا ست
قرآن میں دیکھ لے، تیری وہ آنکھ کہاں ہے؟

ذکرِ نفسِ عادیاں کالت بیافت
عاد والوں کے نفس کا ذکر جنھوں نے آلہ پایا

در قتالِ انبیا مُو می شگافت
انبیا کے قتال میں مُوشگافی کرتے تھے

قَرن قَرن از نفسِ شوم بے ادب
ہر ہر دَور میں بے ادب منحوس نفس کی وجہ سے

ناگہاں اندر جہاں میزد لہب
اچانک جہان میں شعلہ بھڑکتا ہے

رجوع بداں قصہ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طُغیان و زخم خورد

اُس شہزادے کے قصہ کی جانب رجوع جو اُس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اُس

از خاطرِ شاہ و پیش از استکمالِ فضائلِ دیگر از دُنیا برفت

نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کیے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصہ کوتہ کن کہ رایِ نفسِ کور
قصہ مختصر کر کہ اندھے نفس کی رائے

بُرد اُو را بعد سالے سُویِ گور
اُس کو ایک سال بعد قبر میں لے گئی

شاہ[3] چوں از محو شُد سُویِ وجُود
شاہ جب محویت سے ہستی کی طرف آیا

خشمِ مرّیخیش آں خوں کردہ بُود
اُس کا مرّیخ جیسا غصہ وہ خون کر چکا تھا

چوں بترکش بنگرید آں بے نظیر
جب اُس بے نظیر نے ترکش کو دیکھا

دید کم از ترکشش یک چُو بہ تیر
اُس نے اپنے ترکش میں ایک چوب تیر کم دیکھا

گفت کو آں تیر و از حق باز جُست
اُس نے کہا وہ تیر کہاں ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے جستجو کی

گفت اندر حلقِ اُو آں تیرِ تُست
فرمایا، اُس کے حلق کے اندر تیرا ہی تیر ہے

---

[1] معلّم۔ اگر کتے کو سدھا بھی لیا جائے تو پھر بھی وہ کتا ہی ہے۔ ذلت نفسہ۔ تو اپنے نفس کو ذلیل رکھ۔ فرض۔ لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ محض مجاہدے کافی نہیں ہیں بلکہ شیخ کی صحبت کے فرض کی بجا آوری ضروری ہے تو اُس کا طواف کرتا رہ تا کہ تو اُس سے فیض حاصل کرتا رہے۔ سُہیل۔ ستارہ ہے اُس کی شعاعوں سے رنگے ہوئے چمڑے میں لطافت آ جاتی ہے۔ ادیم۔ رنگا ہوا چمڑا، نری۔ طائفی۔ حجاز کے شہر طائف کی نری مشہور تھی۔ تا سہیلت۔ سہیل کی شعاعوں سے نری کو عمدہ بنا کر اُس سے موزے بناتے تھے، تو بھی شیخ کی صحبت سے دوست کے پاؤں کا موزہ بن جائے گا۔

[2] جملہ قرآں۔ قرآن میں نفس کی خباثتوں اور اُن کی وجہ سے انجامِ بد کی تفاصیل مذکور ہیں۔ ذکر نفس۔ قومِ عاد کے نفس نے اُن کو انبیا سے جنگ پر آمادہ کیا۔ قرن۔ ہر زمانہ میں نفس کی خباثت ہی دنیا میں آگ لگاتی ہے۔ قصہ۔ قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادہ نفس کی نحوست سے ایک سال بعد مر گیا۔

[3] شاہ۔ جب شاہ سُکر سے صحو کی طرف آیا تو اس کو محسوس ہوا کہ شہزادہ میرے غصہ کی وجہ سے مر گیا۔ مریخ۔ اس ستارے کو جلادِ فلک کہا جاتا ہے نبی اور ولی کا غصہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے انبیا اور اولیا کا بدلہ لیتا ہے وہ بدلہ اللہ کا فعل ہے ہاں اگر نبی یا ولی اپنی ہمت سے ہلاک کرے تو اس کی طرف وہ فعل منسوب ہوگا یہاں اُس شاہ کا غصہ اللہ کے غصہ کا سبب بنا اور وہ شہزادہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہلاک ہوا۔ چوں۔ سرکش۔ اب صحو کے بعد جب شاہ نے غصہ کی کیفیت فرو دیکھی تو خدا کی طرف رجوع کیا اور غصہ کے فرو ہونے کا سبب دریافت کیا تو حضرتِ حق نے آگاہ کیا کہ اُس شہزادے سے چونکہ بدلہ لے لیا گیا ہے لہٰذا غصہ فرو ہو گیا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو ہم نے تیرے غصہ کی وجہ سے فنا کر دیا۔

عفو[1] کرد آں شاہِ دریا دل ولے — آمدہ بُد تیرِ اُو بر مقتلے

اُس دریا دل شاہ نے معاف کر دیا، لیکن — وہ تیر اُس کی قتل گاہ پر لگ چکا تھا

کشتہ شُد دَر نوحہ اُو میگریست — اُوست جُملہ ہم کُشندہ ہم ولیست

وہ مارا گیا، وہ اُس کے نوحہ میں روتا تھا — وہ سب کچھ ہے، قتل کرنے والا بھی، ولی بھی

ورنہ باشدْ ہر دو اُو پس جملہ نیست — ہم کُشندہ خلق وہم ماتم کُنی ست

اور اگر وہ دونوں نہ ہو، تو وہ سب کچھ نہیں ہے — وہ مخلوق کو مارنے والا اور ماتم کرنے والا بھی ہے

شکر می کرد آں شہیدِ زردخد — کاں بزد بر جسم و بر معنیٰ نزد

وہ زرد رُو، شہید شکر کرتا تھا — کہ اُس نے جسم پر مارا اور رُوح پر نہ مارا

جسمِ ظاہر عاقبت خود رفتنیست — تا اَبد معنیٰ بخواہد شاد زیست

ظاہری جسم انجام کار، خود چلا جانے والا ہے — ابد تک رُوح خوش زندہ رہے گی

آں[2] عتاب ار رفت ہم بَر پوست رَفت — دوست بے آزار سُوئے دوست رَفت

وہ غصہ اگر بیتا، تو بھی کھال پر بیتا — دوست بغیر تکلیف کے دوست کی جانب چلا گیا

گرچہ اُو فتراکِ شاہنشہ گرفت — آخر از عین الکمال اُو رَہ گرفت

اگرچہ اُس نے شاہ کا فتراک پکڑا تھا — آخر کار نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا

واں سُوم کاہل ترینِ ہَر دو بُود — صورت و معنیٰ بکلّی اُو ربُود

اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ سُست رو تھا — اُس نے صورت اور معنیٰ سب حاصل کر لیا

دختر و ملک و خلافت اُو گرفت — می سزد گر زیں بمانی در شگفت

لڑکی اور سلطنت اور خلافت سب اُس نے لے لی — مناسب ہے، اگر تو اس سے تعجب میں رہے

من[3] ز طولِ قصہ گشتستم ملول — من غریقِ بحرِ معنیٰ تو عَجُول

میں قصہ کی درازی سے ملول ہوں — میں معنیٰ کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں تو جلد باز ہے

وانگہے از ذلت و عجز و نیاز — یافت مقصود از کریمِ کارساز

اور اُس وقت ذلت اور عجز اور نیازمندی کی وجہ سے — اُس نے کریم کارساز سے مقصود پا لیا

---

[1] عفو کرد۔ شاہ نے اُس کو معاف کیا لیکن قدرِ الٰہی کا تیر اُس کے مقتل پر لگ چکا تھا۔ مقتل۔ وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ کشتہ شد۔ شہزادہ تو مرگیا اور شاہ نے رونا شروع کر دیا اس لیے کہ اگرچہ وہ اُس کی موت کا سبب بنا لیکن اُس کا ولی اور سرپرست بھی تو وہی تھا تو وہ صاحب تصرف بھی تھا اور ولی و مُربّی بھی۔ ورنہ۔ کمال جب ہے کہ یہ دونوں صفتیں ہوں چونکہ وہ شاہ جامع تھا لہٰذا اُس میں دونوں صفتیں تھیں اگر صرف تصرُّف کی طاقت ہو اور اس میں ولایت نہ ہو تو کمال نہیں ہے۔ شکر۔ وہ شہزادہ اس پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس غلطی کی سزا صرف جسم نے بھگتی، رُوح اور ایمان محفوظ رہا۔ جسمِ ظاہر۔ جسم تو لامحالہ فانی ہے اگر رُوح مرجاتی تو تباہی تھی۔

[2] آں عتاب۔ غصہ جسم پر پڑا روح روحِ اعظم سے جا ملی۔ گرچہ۔ اس شہزادے نے اگرچہ شاہ کو سلوک کا ذریعہ بنایا تھا لیکن نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا۔ کاہل۔ متحمل، جس نے بڑے بھائی کی طرح نہ وصل میں جلد بازی کی اور نہ منجھلے کی طرح کمال کے دعوے میں جلدی برتی۔ صورت۔ یعنی شاہِ چین کی لڑکی اور سلطنت۔ معنیٰ۔ یعنی خلافتِ باطنی۔ می سزد۔ اس طرح کا تحمل نادر ہے جو باعثِ تعجب ہے۔

[3] من۔ میں اس قصہ کی طوالت سے ملول ہوں کیونکہ قصہ کے ہر جزو سے اسرار کی طرف منتقل ہو جاتا ہوں اور معنیٰ میں غرق ہو جاتا ہوں۔ تو عجول۔ تو چاہتا ہے کہ میں جلد صورتِ قصہ کو بیان کردوں۔ وانگہے۔ تحمل سے دختر اور سلطنت اور خلافت حاصل کر لی اور ذلت اور نیازمندی سے قرب اور قبولیت کی دولت اللہ کارساز سے پالی، یہ مرتبہ صرف عطاءِ خداوندی ہے۔

مَثَلِ[1] وصیت کردنِ آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراثِ
اُس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اُس نے

خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت
اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہہ دیا

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش — گفتہ بُد اندر وصیت بیش بیش
اُس ایک شخص نے اپنی موت کے وقت — اپنی وصیت میں، بار بار کہا تھا

سہ پسر بُودش چو سہ سَروِ رَواں — وقفِ ایشاں کردہ اُو جان و رَواں
اُس کے تین لڑکے، سرو رواں جیسے تھے — اُس نے ان پر جان اور رُوح وقف کر دی تھی

گفت[2] ہرچہ کالہ وسِیم و زَرست — آں بَرد زیں ہرسہ کو کاہل ترست
اُس نے کہا کہ جو کچھ سامان اور چاندی اور سونا ہے — وہ لے، جو تینوں میں زیادہ کاہل ہے

گفت با قاضی و بس اندرز کرد — بعدازاں جامِ شرابِ مرگ خورد
قاضی سے کہا اور بہت نصیحت کی — اُس کے بعد اُس نے موت کا جام پی لیا

گفت فرزنداں بقاضی کاے کریم — نگذریم از حکمِ اُو ما سہ یتیم
لڑکوں نے قاضی سے کہا، اے کریم! — ہم تینوں یتیم اُس کے حکم سے درگذر نہ کریں گے

سمع و طاعت می کنیم اُو دست ست — ہرچہ اُو فرمود بَرما نافذست
ہم سمع اور اطاعت کرتے ہیں، اختیار اُس کا ہے — جو کچھ اُس نے کہا ہے، وہ ہم پر نافذ ہے

ماچو[3] اسمٰعیلؑ ز ابراہیمؑ خود — سر نہ پیچیم ارچہ قرباں می کند
ہم (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اپنے ابراہیمؑ سے — سر نہ موڑیں گے اگرچہ وہ قربان کر دے

گفت قاضی ہریکے با عاقلیش — تا بگوید قصہ از کاہلیش
قاضی نے کہا، ہر ایک اپنی سمجھ سے — اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا بہ بینم کاہلیِ ہریکے — تا بدانم حالِ ہریک بیشکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی کو سمجھ لوں — تاکہ ہر ایک کا حال بے شبہ جان لوں

عارفاں از دوجہاں کاہل ترند — زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارف، دونوں جہانوں سے بہت کاہل ہیں — کیونکہ بغیر کھیت تیار کئے کھلیان اُٹھاتے ہیں

کاہلی را کردہ اند ایشاں سَنَد — کارِ ایشاں را چو یزداں می کند
انھوں نے کاہلی کو سہارا بنایا ہے — چونکہ خدا اُن کا کام کر دیتا ہے

---

[1] مثل۔ چونکہ تیسرے شہزادے کو کاہل کہا اس مناسبت سے تین کاہلوں کا ذکر فرماتے ہیں کسی کی کاہلی محمود ہے جوامور دنیا میں ہے کسی کی کاہلی مذموم ہے جو عقبیٰ کے کاموں میں ہے۔ آں یکے۔ ایک شخص کے تین لڑکے تھے اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرا وارث وہ ہے جو سب سے زیادہ کاہل ہو۔ بیش بیش۔ بار بار۔ سَرو رواں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔

[2] گفت۔ اس نے وصیت میں یہ کہا کہ میرا ورثہ اُس کو ملے گا جو سب سے زیادہ کاہل ہوگا۔ گفت با قاضی۔ قاضی سے یہ کہہ کر وہ شخص مرگیا۔ گفت۔ لڑکوں نے قاضی سے کہا کہ ہم باپ کی وصیت پر عمل کریں گے۔ دست۔ یعنی اختیار۔ نافذ۔ جاری۔

[3] ماچو اسمٰعیل۔ حضرت اسماعیلؑ نے ذبح کے معاملہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ قاضی۔ قاضی نے سب سے زیادہ کاہل کا اندازہ لگانے کیلئے اُن سے کہا اپنی سمجھ سے ہرایک اپنے کاہل ہونے کا کوئی قصہ سنائے۔ عارفاں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنے توکل سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں وہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ کاہل ہیں۔ شدیار۔ وہ زمین جس کو الٹ پلٹ کر تخم ریزی کیلئے تیار کرتے ہیں۔ کاہلی۔ عارفین دنیا کے کاموں میں توکل سے کام لیتے ہیں۔

کارِ[1] یزداں را نمی بینند عام — می نیاسایند از کد صبح و شام

اللہ (تعالیٰ) کے کام کو عوام نہیں دیکھتے — وہ محنت سے صبح و شام آرام نہیں پاتے

کارِ دنیا را ز کُل کاہل ترند — دَر رہِ عقبیٰ ز مہ گو میبرند

وہ دنیا کے کام میں، سب سے زیادہ کاہل ہیں — آخرت کی راہ میں چاند سے بازی لے جاتے ہیں

ایں گزیند ہر کہ اُو باشد رَشید — ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ دَر رسید

اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو — آگاہ! دنیا گئی اور آخرت آ پہنچی

مہتریں را گفت قاضی باز گو — قصہ از کاہلی اے مال جُو

قاضی نے سب سے بڑے کو کہا، بتا — کاہلی کا قصہ، اے مال کے، طالب!

ہیں ز حدِ کاہلی گویَد باز — تا بدانم حدِ آں از کشفِ راز

ہاں کاہلی کی انتہا بیان کرو — تاکہ راز کھلنے سے میں اس کی انتہا سمجھ لوں

ہیں ز حدِ کاہلی شرحے دہید — تابدانم مَن بچہ حد کاہلید

ہاں کاہلی کی حد، تفصیل سے بیان کرو — تاکہ میں جان لوں کہ تم کس حد تک کاہل ہو؟

بیگماں[2] خود ہر زباں پردہَ دل ست — چوں بجُنبد پَردہ رُویت حاصل ست

یقیناً ہر زبان خود دل کا پردہ ہے — جب پردہ ہٹ جاتا ہے، دیدار حاصل ہو جاتا ہے

پردہَ کوچک چو یک شُرحہ کباب — می بپوشد صورتِ صد آفتاب

چھوٹا پردہ، کباب کے ایک ٹکڑے جیسا — سو سورجوں کی صورت کو ڈھانکو دیتا ہے

گر بیانِ نُطق کاذِب نیز ہَست — لیک بُوی از صدق و کذبش مخبر ست

اگر گویائی کا بیان جھوٹا بھی ہے — لیکن بُو اس کے سچ اور جھوٹ کو بتا دینے والی ہے

آں[3] نسیمے کہ بیاید از چمن — ہست پیدا از سموم گولخن

وہ ہوا جو چمن سے آتی ہے — وہ بھٹی کی لُو سے جُداگانہ ہے

بُوی صدق و بُوی کذبِ گول گیر — ہست پیدا در نفس چوں مشک و سیر

سچ کی بُو اور احمق کو پھنسانیوالی جھوٹ کی بُو — سانس میں مشک کی بُو اور لہسن کی طرح ظاہر ہے

بُوی اخلاص و نفاقِ بے مَزہ — ہست ظاہر ہمچو عُود و انگزہ

اخلاص اور بے مزہ نفاق کی بُو — "اگر" اور "ہینگ" کی طرح ظاہر ہیں

---

[1] کار یزداں۔عوام کی نگاہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات نہیں وہ صبح وشام محنت کرتے ہیں۔ در رہِ عقبیٰ۔ عارفین صرف دنیا ہی کے کام میں سست ہیں آخرت کے کاموں میں تیز روی میں چاند سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایں۔ یہ حالت اُس شخص کی ہوتی ہے جو یہ سمجھے کہ دنیا جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے۔ مہتریں۔ تینوں لڑکوں میں سے سب سے بڑے سے قاضی نے کہا سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سنا۔ ہیں۔ دوسروں سے بھی کہا کہ اپنی سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سناؤ تاکہ میں اندازہ لگالوں کہ تم کس کس درجہ کے کاہل ہو۔

[2] بیگماں۔اب مولانا نے یہ بیان شروع فرمایا کہ بولنے سے انسان کے عیب و ہنر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ شعر (تا مرد سخن نگفتہ باشد۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد) مولانا نے اسی مضمون پر کتاب ختم کردی ہے اور تیسرے لڑکے کے قصہ کو پورا بیان نہیں فرمایا۔ چوں بجنبد۔ زبان چلے گی تو دل کے راز ظاہر ہوں گے۔ پردۂ کوچک۔ زبان کے پردے میں لاکھوں اسرار چھپے ہوئے ہیں اس پر تعجب نہ کرو چھوٹی سی چیز بڑی چیزوں کو ڈھانپ لیتی ہے آنکھ پر انگلی رکھ دی جائے تو اگر سیکڑوں آفتاب ہوں تب بھی نظر نہ آئیں گے۔ شرحہ۔ ٹکڑا۔ گر بیان۔ زبان سے کشف راز ضرور ہو جاتا ہے اگر انسان جھوٹ بھی بولے گا تو وہ پہچان لیا جائے گا اور حقیقت واضح ہو کر رہے گی۔

[3] آں نسیمے۔ انسان چمن کی ہوا اور بھٹی کی ہوا کو پہچان لیتا ہے اسی طرح سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ بُوی۔ سچ اور جھوٹ میں ایسا ہی امتیاز ہے جیسا کہ مشک اور لہسن میں۔ اخلاص۔ اخلاص اور نفاق کی بُو میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اگر اور ہینگ کی بُو میں۔ انگزہ۔ انگوژہ انگ ہینگ واؤ نسبت کی ہے ژ وہ گوندڑا، کوزاء سے اور دال کو ہاء سے تبدیل کرلیا گیا ہے۔

گر ندانی[1] یار را از دہ دِلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے
از مشامِ فاسدِ خود کُن گِلہ
اپنے خراب دماغ کا گلہ کر

وَر ندانی تو عجوز از شاہدے
اور اگر تو بوڑھی کو معشوقہ سے ممتاز نہ کرنے
بیگماں گشت ست چشمت فاسدے
یقیناً تیری آنکھ خراب ہو گئی ہے

وَرتو نشناسی شکر را از صَبِر
اور اگر تو شکر کو ایلوا سے ممتاز نہ کرے
بیگماں شد حسِ ذوقِ تو خَدِر
بے شک تیرے ذوق کا حس بے حس ہو گیا ہے

ور یکے شُد صَوتِ بلبل با غُراب
اور اگر بلبل کی آواز کوّے کے ساتھ ایک ہے
ہَست بیشک حِسِ سمعِ تُو خراب
بے شک تیرے سننے کی حس خراب ہے

ور یکے گشتت سمور[2] و خار پُشت
اور اگر سمور اور سیہی تیرے لیے ایک ہو گیا ہے
حسِ لمسِ تُو بتُو بنمود پُشت
تو تیرے چھونے کی حس نے تجھے پشت دکھا دی ہے

بانگِ حیزان و شُجاعانِ دلیر
بزدلوں اور دلیر بہادروں کی آواز
ہست پیدا چوں فنِ روباہ و شیر
واضح ہے لومڑی اور شیر کے ہنر کی طرح

چارۂ کارِ حواسِ خویش کُن
اپنے حواس کا علاج کر
وانگہے راہِ طلب در پیش کُن
پھر طلب کی راہ کو سامنے رکھ

یا زباں ہمچوں سَرِ دیگیست راست
یا زبان بالکل دیگ کے ڈھکن کی طرح ہے
چوں بجُنبد تو بدانی چہ اَباست
جب وہ سرکتا ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے

از بخارِ آں بداند تیز ہش
تیز ہوش اُس کی بھاپ سے جان لیتا ہے
دیگِ شیریں راز سکباجِ تُرش
میٹھی دیگ کو، کھٹے آتش سے

دَست[3] بَر دیگِ نوی چوں زد فتی
جب نوجوان نے نئی ہانڈی پر ہاتھ مارا
وقتِ بخریدن بدید اِشکستہ را
خریدنے کے وقت، اُس نے ٹوٹی ہوئی کو دیکھ لیا

آں یکے پُرسید صاحب درد را
کسی ایک شخص نے صاحب درد سے دریافت کیا
گفت وَر چندے شناسی مَرد را
اُس نے کہا تو انسان کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے؟

گفت دانم مَرد را در حیں ز پوز
اُس نے کہا میں انسان کو منہ سے فوراً پہچان لیتا ہوں
ورنگوید دانمش اندر سہ روز
اور اگر وہ نہ بولے، اُس کو تین دن میں پہچان لیتا ہوں

واں دگر گفت اربگوید دانمش
اور دوسرے نے کہا، اگر وہ بولے تو میں اُس کو پہچان لیتا ہوں
ور نگوید در سخن پیچانمش
اور اگر نہ بولے تو اُس کو بات میں اُلجھا دیتا ہوں

---

[1] گر ندانی۔ اگر تو دوست اور ہرجائی کی خوشبو میں امتیاز نہیں کرسکتا تو تیرا دماغ جس میں سونگھنے کی قوت ہے خراب ہے۔ اس کا شکوہ کر۔ دہ دلہ۔ وہ شخص جس کا دل کسی ایک سے وابستہ نہ ہو۔ ور۔ اگر تو معشوقہ اور بڑھیا میں امتیاز نہ کرسکے تو اپنی آنکھ کا شکوہ کر۔ ورتو نشناسی۔ اگر تو شکر اور ایلوے میں فرق نہیں کرسکتا تو اپنی قوتِ ذائقہ کی شکایت کر۔ خدر۔ بے حس۔ ور یکے شد۔ اگر تو کوّے اور بلبل کی آواز میں فرق نہیں کرسکتا تو اپنی قوتِ سامعہ کی شکایت کر۔

[2] سمور۔ لومڑی کی قسم کا ایک برفانی جانور ہے۔ جس کی کھال سُرخ مائل بسیاہی ہوتی ہے اس کے بال بہت نرم ہوتے ہیں اس سے پوستین بناتے ہیں۔ خار پشت۔ سیہی جس کی کمر پر بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ حیزاں۔ حیز، مخنث، بزدل۔ راہِ طلب۔ یعنی شیخ کی طلب۔ یا زبان۔ یہ زبان کی دوسری تشبیہ ہے۔ ابا۔ سالن۔ سکباج۔ وہ شوربا جس میں سرکہ ہو۔

[3] دست۔ اسی طرح انسان جب کوئی نئی ہانڈی خریدتا ہے تو اس کو بجا کر پہچان لیتا ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہے یا سالم۔ آں یکے۔ حقیقت کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں ایک شخص نے ایک ہمدرد انسان سے پوچھا تو دوسرے کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا اگر وہ بولے تو فوراً پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو چال ڈھال سے تین روز میں پہچان لیتا ہوں۔ واں دگر۔ دوسرے نے کہا اگر وہ بولا تو پہچان لوں گا اور اگر نہ بولا تو کسی تدبیر سے بولنے پر مجبور کروں گا۔

گفت[1] اگر ایں مکر بشنیده بود — لب بہ بندد در خموشی دَر رود

اُس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سُن چکا ہو — ہونٹ بند کر لے اور خاموشی میں چلا جائے

گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں — تا اَبد پوشیدہ بادم حالِ ایں

اُس نے کہا تو کہہ دے، کہ وہ ساتویں زمین تک چلا جائے — مجھ پر قیامت تک، اُس کا حال پوشیدہ رہے گا۔

حالِ یک تن گر ندانم چہ شوَد — و اندرُو نقصانِ دینم چہ بوُد

اگر میں ایک شخص کا حال نہ جانوں گا تو کیا ہو جائے گا؟ — اور اُس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو گا؟

مثل

آنچناں[2] کہ گفت مادر بچہ را — گر خیالے آیدت دَر شب فرا

جیسا کہ ماں نے بچہ سے کہا — اگر رات میں کوئی خیال تیرے قریب آئے

یا بگورستان و جائے سہمگیں — تو خیالے زِشت بینی دَر کمیں

یا قبرستان میں اور خوفناک جگہ میں — تو کسی بُرے خیال کو کمین گاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکُن حملہ برُو — اُو بگرداند ز تو دَر حال رُو

دل کو مضبوط کر لے اور اس پر حملہ کر دے — وہ فوراً تجھ سے منہ موڑ لے گا

زانکہ بے ترسے بسُویش ہر کہ رَفت — آنخیالِ دیوِش بگریخت تفت

اس لیے جو بے خوف ہو کر اُس کی طرف گیا — وہ شیطان صفت خیال، فوراً بھاگا

گفت کودک با خیالِ دیوِش — ایں چنیں گر گفتہ باشد مادرش

بچہ نے کہا، شیطان صفت خیال سے — اگر اُس کی ماں نے بھی یہی کہا ہو؟

حملہ آرد اُفتد اَندر گردنم — ز امرِ مادر پس مَن آنگہ چوں کنم

وہ حملہ کر دے، میری گردن میں آ پڑے — ماں کے حکم سے، پھر اُس وقت میں کیا کروں گا؟

توہمی آموزیم کہ چُست ایست — آں خیالِ زشت را ہم مادریست

تو مجھے سکھاتی ہے، کہ مضبوط کھڑا رہ — اُس بُرے خیال کی بھی (کوئی) ماں ہو گی

دیوِ[3] مَردم را مُلقِّن آں یکے ست — غالب ازوے گردد ارخصم اندکے ست

انسانوں کے شیطان کو تلقین کرنے والا وہ ایک ہی ہے — اس کی وجہ سے غالب آ جاتا ہے، اگرچہ لڑنے والا کمزور ہے

تاکدامیں سُوی باشد آں یَراش — اللہ اللہ رَو توہم آں سُوی باش

وہ توجہ خواہ کسی طرف ہو — اللہ اللہ، جا تو اُسی جانب رہ

---

[1] گفت۔ اس نے کہا اگر وہ تیری اُس تدبیر کو پہلے سے سمجھے ہوئے ہو اور نہ بولے تو کیا ہوگا۔ میرو۔ اس نے کہا جا تو اُس سے کہہ دے نہ بولے اور زمین میں دھنس جائے اگر اس کو نہ پہچانوں گا تو میرا کیا بگڑے گا۔ حال یک تن۔ اگر مجھے ایک انسان کا حال معلوم نہ ہو تو میرے دین میں کیا نقصان آ جائے گا لہٰذا یہ تیرا سوال ہی لغو ہے۔ مثل۔ ایک اور لغو سوال کی مثال دیتے ہیں۔

[2] آنچناں کہ۔ ماں نے بچہ سے کہا کہ اگر تجھے کوئی ڈراؤنا خیال آئے یا قبرستان وغیرہ میں یہ خیال ہو کہ ایک خوفناک چیز گھات میں بیٹھی ہے تو دل مضبوط کر کے اُس پر حملہ کر دینا وہ فوراً بھاگ جائے گا۔ زانکہ۔ ایسے خیال پر جو بلا خوف حملہ کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ گفت کودک۔ بچہ نے کہا کہ اگر اس کی ماں نے بھی اسے یہی بات سمجھائی ہو گی تو وہ آ کر میرے گلے میں چمٹ جائے گا جس طرح تو مجھے سمجھا رہی ہے اس خیال کی بھی کوئی ماں ہو گی جس نے اس کو اسی طرح سمجھایا ہوگا۔

[3] دیو مردم۔ مولانا کو خیال آیا کہ اگر شیطان کے بارے میں کوئی ایسا ہی سوال کر بیٹھے جیسا کہ اس بچہ نے ماں سے سوال کیا۔ شیطان کے بارے میں قرآن نے کہا ہے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی ایمان اور توکل اختیار کرو تو شیطان تم پر غالب نہ آئے گا اب اگر کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر شیطان کو بھی ایسی ہی تعلیم دے دی گئی ہو تو کیا علاج ہے، مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ خیال کے بارے میں ماں بچہ نے جو احتمال نکالا تھا شیطان کے معاملہ میں یہ احتمال نہیں ہے اس لیے کہ یہاں تو سمجھانے والی ایک ہی ذات ہے۔ یراش۔ توجہ۔

گفت[1] اگر از مکر ناید در کلام
اُس نے کہا اگر وہ مکر سے بات کرنے میں نہ آئے

حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
وہ بڑا حیلے کو جانتا ہو

سرِ اُو را چوں شناسی راست گو
تو اُس کے راز کو کیسے پہچانے گا؟ صحیح بتا

گفت من خامُش نشینم پیشِ اُو
بولا، میں اُس کے سامنے خاموش بیٹھ جاؤں گا

صبر را سُلّم کنم سُوی درج
درجہ کی جانب صبر کو سیڑھی بناتا ہوں

تا برآیم بر سرِ بامِ فرج
تاکہ میں کامیابی کے بالاخانہ پہنچ جاؤں

ہست مرہر صبر را آخر ظفر
ہر صبر کا انجام کامیابی ہے

ہست روزی بعدِ ہر تلخی شکر
ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے

چوں بجوشد در حضورش از دلم
جب اُس کی موجودگی میں میرے دل سے جوش مارتا ہے

منطقے بیروں ازیں شادی و غم
کوئی کلام، جو اس خوشی اور غم کے علاوہ ہو

من بدانم کو فرستاد آں بمن
میں سمجھتا ہوں، کہ وہ اُس نے میرے پاس بھیجا ہے

از[2] ضمیرِ چوں سہیل اندر یمن
دل سے، جو یمن میں سہیل جیسا ہے

مَن بزرگیِ وُرا گردن نہم
میں اُس کی بزرگی کے لیے گردن جھکا دیتا ہوں

منّتے ہم بردل و برتن نہم
دل اور جسم پر بھی احسان جتاتا ہوں

دردلِ مَن ایں سخن زاں میمنہ است
یہ بات میرے دل میں اُس کی جانب سے ہے

زانکہ از دل جانبِ دل روزنہ است
کیونکہ دل سے دل کی جانب سُوراخ ہے

چوں[3] فتاد از روزنِ دل آفتاب
جب دل کے روزن سے سورج ڈھل گیا

ختم شُد واللہ اعلم بالصواب
ختم ہو گئی اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خاتمہ لوَلِدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قُدّس سِرّہٗ

اُن کے صاحبزادے عارف، کامل، محقق، مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ کا اختتام

مُدّتے زیں مثنوی چوں والدم
میرے والد جب ایک مُدت تک اس مثنوی سے

شُد خمش گفتم وُرا کاے زندہ دَم
خاموش رہے، میں نے اُن سے کہا اے زندہ دم!

از چہ تُو دیگر نمی گوئی سخن
آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟

بہرِ چہ بستی درِ علمِ لدُن
علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟

---

[1] گفت۔ پھر سوال کرنے والے کی حکایت کی طرف رجوع کیا ہے، سوال کرنے والے نے کہا کہ اگر وہ تدبیر بھی کام نہ آئے پھر اُس کا راز معلوم کرنے کی کیا صورت ہے۔ من خامش۔ اس نے جواب دیا کہ میں صبر سے اس کے سامنے بیٹھا رہوں گا اور صبر کو مقصود کا ذریعہ بناؤں گا۔ ہست۔ صبر کے بعد ظفر اور کامیابی ہے ہر تلخی کے بعد شکر ہے یعنی مراقب ہو کر بیٹھوں گا۔ چوں بجوشد۔ اب جو خیالات میرے قلب پر منعکس ہوں گے اگر وہ دنیوی خیالات نہیں ہیں تو میں سمجھوں گا کہ یہ خیالات اُس نے میرے دل میں بھیجے ہیں۔

[2] از ضمیر۔ یعنی اُس کے قلبی خیالات میں۔ سہیل۔ ایک مشہور ستارہ ہے جو بلادِ عرب میں موسم گرما کے آخر میں نظر آتا ہے۔ من بزرگی۔ جب اُس کے ضمیر کا میرے دل پر عکس پڑتا ہے تو میں اس کی بزرگی کا قائل ہو جاتا ہوں اور اس کا شکر گذار ہوتا ہوں۔ دردل۔ میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ میرے قلبی خیالات اسی مبارک شخص کے دل سے آئے ہیں اس لیے کہ دل سے دل کی طرف راہ ہوتی ہے۔

[3] چوں فتاد۔ اب القاء مضامین کا آفتاب میرے دل کے سوراخ سے ڈھل گیا تو اب میں کتاب کو بھی ختم کرتا ہوں اور خدا اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا وَفَّقَنِی لِاِتْمَامِ ھٰذَا الْکِتَابِ۔ ۸ جولائی ۷۸ء، یَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ فِی السَّابِعِ وَالْعِشْرِیْنَ مِنْ رَبِیْعِ الثَّانِیْ۔ چہار شنبہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ۔ خاتمہ۔ مثنوی میں تیسرے شہزادے کا قصہ ناقص چھوڑ کر مولانائے روم نے مثنوی ختم کر دی ہے۔ مولانا کے صاحبزادے نے یہ خاتمہ لکھ کر اس طریقہ کار کی کچھ وضاحت کی ہے۔ والدم۔ یعنی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ علم لدن۔ مثنوی کے مضامین لدنی علوم ہیں۔

قصۂ[1] شہزادگاں نامد بسَر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا

گفت نطقم چوں شتر زیں پس بخفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کی طرح ہو گئی

ہَست باقی شرحِ ایں لیکن دروں
اس کی شرح باقی ہے، لیکن وہ اندر

ہمچو اُشتر ناطقہ اینجا بخُفت
قوتِ گویائی اس جگہ اُونٹ کی طرح سو گئی

وقتِ رحلت آمد و جَستن ز جُو
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آ گیا

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آ جائے گا

گفتگو آخر رسید و عمر ہم
بات ختم ہو گئی اور عمر بھی

دَر جہانِ جاں کنم جولاں ہمے
جان کے جہاں میں جولانی کروں گا

زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش
کیونکہ یہ جہان، نمی سے زندہ اور خوشنما ہے

چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بُوَد
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے

یم[3] چو شہر ست و چو دروازہ ست نم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح

زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ
اس نمی سے جو جان کی طرح ہے، اندر آ

چونکہ نم از بحرِ جانست ایں طرف
چونکہ اس جانب، جان کے سمندر کی نمی ہے

ماند ناسُفتہ دُرِ سُومیں پسَر
تیسرے لڑکے کا موتی، بغیر بندھا رہ گیا

نیستش با ہیچکس تا حشر گُفت
اُس کی حشر تک، کسی سے بول چال نہیں ہے

بَستہ شُد دیگر نمی آید برُوں
بند ہو گئی، اب وہ باہر نہیں آتی ہے

اُو بگوید مَن دہاں بستم ز گُفت
وہ (گویائی) کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کر لیا

كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
بجز اُس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے

دردلِ آنکس کہ دارد زندہ جاں
اُس شخص کے دل میں، جو زندہ جان رکھتا ہے

مُژدہ[2] آمد وقت آں کز تن رہم
اُس وقت کی خوشخبری آ گئی، جبکہ میں جسم سے چھوٹوں گا

بگذرم زیں نم در آیم دَر یمے
اس نمی سے گذر جاؤں گا سمندر میں پہنچ جاؤں گا

از پَیِ نم یافت زاں خوب ست و کش
اُس نے سمندر سے نمی پائی ہے اس لیے اچھا اور خوش ہے

در جہانِ یم ببیں تاچوں شوَد
غور کر، سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی

نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
نمی کو قطرے کی طرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے

دریَمِ جاناں کہ تا یابی بقا
جاناں کے سمندر میں، تاکہ تو بقا حاصل کر لے

پس زراہِ جاں طلب کن آں شرف
تو اُس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر

---

1. قصۂ شہزادگاں۔ تینوں شہزادے جو شاہِ چین کی خدمت میں پہنچے تھے۔ دَر سوم میں۔ یعنی تیسرا سب سے چھوٹا شہزادہ۔ گفت نطقم۔ یعنی والد صاحب نے فرمایا۔ شرحِ ایں۔ یعنی تیسرے لڑکے کا قصہ۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ اُو۔ یعنی قوتِ ناطقہ۔ جَستن ز جو۔ یعنی دنیا کی نہر کو پار کرنا۔ باقیِ ایں۔ یعنی اس قصہ کا بقیہ۔ دردل۔ اب کوئی صاحبِ باطن ہوگا جس کے دل میں بغیر میرے کہے وہ قصہ آ جائے گا اور وہ اُس کی تکمیل کر دے گا۔
2. مژدہ۔ اب میری موت کی بشارت آ گئی ہے۔ در جہانِ جان۔ اب میں عالمِ ارواح میں چلا جاؤں گا اُس سمندر کے مقابل ناسوت ایک معمولی نمی ہے۔ زانکہ۔ اس عالمِ ناسوت میں عالمِ ارواح کا معمولی سا اثر ہے۔ کش۔ شاداب۔ چونکہ۔ یہ روح، عالمِ ناسوت کی خاک اور معمولی نمی میں زندہ ہے تو عالمِ ارواح میں اُس کی زندگی کا تم خود اندازہ لگا لو کیسی ہوگی۔
3. یم۔ یہ عالمِ ناسوت، عالمِ ارواح اور ملکوت کے شہر کے لیے بمنزلہ دروازے کے ہے اور اس کی اس کے مقابلہ میں قطرے اور دریا کی مثال ہے۔ نمی۔ یہ نمی جان ہے، اور سمندرِ جاناں سے اتصال کے مانند ہے۔ چونکہ۔ یہاں جو کچھ ہے وہ روحِ اعظم کا اثر ہے تو اُس روحِ اعظم سے اتصال پیدا کرنے کی عزت حاصل کر۔

تا تُرا[1] آنجا بَرد کو بُوده اَست
تا کہ تجھے اُس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے
جُزوِ ہر خاکے بخاکستاں بَرد
ہر خاک کا جُز، خاکستان کی جانب لے جاتا ہے
پَس ز جاں کُن وصلِ جاناں را طلب
جاناں کے وصل کو (دل و) جان سے طلب کر
تا رہی زیں حبس و ایں فانی جہاں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے
تخمہائے عُمر را دَر شورہ خاک
عمر کے بیجوں کو، شور زمین میں
ایں[2] چنیں عُمرِ عزیزِ بے بہا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو
غبن می نماید تُرا اے مَردِ کار
اے کام کے آدمی! کیا تجھے ٹوٹا نہ ہو گا؟
عُمر کاں شُد صرف در دنیا، نماند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی، نہ رہی
عُمرِ معدودِ شمُردہ چوں دہی
تو جب گنی چنی عُمر دے دے گا
بے شمار و بے حد و بے عد شود
بے شمار اور بے حد اور اَن گنت ہو جائے
ہیں[3] تجارت کُن دریں بازار تُو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کر لے
از یکے دانہ کاری صَد ہزار
تو جو ایک دانہ بوئے، لاکھوں
خود شمار آنجا بُود کاخر بُود
شمار وہاں ہوتا ہے، جہاں آخر ہو

جُستن اندر خاک، یَم بیہودہ است
خشکی میں سمندر ڈھونڈنا، لغو ہے
مَوجِ بحرِ جاں سُوی جاناں بَرد
جان کے سمندر کی لہر، جاناں کی طرف لے جاتی ہے
بے لَب و بے کام می گو نامِ رَبّ
بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے
در جہانِ جاں بمانی جاوداں
ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے
می بکاری تا شوی آخر ہلاک
تو بو رہا ہے، تاکہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے
بے عوض ضائع کُنی ہَر دم چرا
تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟
تا دہی گلزار و گیری خار زار
کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے
خُرم آنکش حق بسُوی خویش خواند
مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلا لیا
در رہِ حق گردد آں نا منتہی
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ، لا انتہا ہو جائے گی
عُمرِ دہ روزہ کہ در طاعت رَود
وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو
صَد ہزاراں گُل بَر از یک خار تُو
تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا
دانہ برگیری ز فضلِ کردگار
دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کر لے
بیشمارست آں طرف کاں بَر بُوَد
وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو

1. تاتُرا۔ وہ راستہ تجھے وہاں پہنچادے گا جہاں رُوحِ اعظم ہے، عالمِ ناسوت میں اُس کی جستجو بیکار ہے۔ جزو۔ انسان کا خاکی جسم اُس کو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے رُوح اُس کو محبوب کی طرف لے جاتی ہے۔ پَس۔ رُوح کو ذکر اللہ میں لگا۔ تارہی۔ جب تیری رُوح ذاکر ہو جائے گی تو تجھے ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ تخمہای۔ عمر کو جسم کی پرورش میں ختم نہ کر، ورنہ تباہ ہو جائے گا۔
2. ایں چنیں۔ عمر جیسی قیمتی چیز کو جسم کی پرورش میں ضائع نہ کر۔ غبن۔ ٹوٹا۔ مردِ کار۔ معاملہ کرنیوالا، بونے والا۔ گلزار۔ عالمِ آخرت۔ خارزار۔ دنیا۔ عمر۔ زندگی کا وہ حصہ جو دنیاوی دھندوں میں صرف ہوا وہ ضائع ہوا۔ معدود۔ دنیا کی محدود زندگی کو اگر اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کر دیا جائے تو ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔
3. ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ صد ہزاراں۔ یعنی جنت۔ یک خار۔ دنیوی متاع۔ از یکے۔ ایک نیکی کا ستر گنا ثواب ملتا ہے اور جس کو خدا چاہے وہ زیادہ بھی دے دیتا ہے۔ خود شمار۔ شمار تو دنیاوی فانی چیزوں کی ہے آخرت کی نعمتوں کی شمار نہیں۔

سُوئے[1] کُلِّ خُود رَوائے جُزوِ جدا — از خودی بگذر گریز اندر خدا

اے علیحدہ جُز اپنے کُل کی جانب جا — خودی سے گزر جا، خدا (کی پناہ) میں بھاگ جا

در تَنِ ہمچو سبُو ہستی چو آب — گفتگو و صلح و جنگت چوں حُباب

تو ٹھلیا جیسے جسم میں، پانی کی طرح ہے — تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے

چوں حُبابست ایں نقوش و ایں صُوَر — برسَرِ آبِ دروں اے نامور

یہ نقوش اور یہ صورتیں، بلبلے کی طرح ہیں — اے نامور! اندرونی پانی کے اُوپر

یا چو کفے برسرِ آبِ درُوں — تاشود سِرّ دروں پیدا بروں

یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح — تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے

از[2] تَف و از کف و از بُوئے قُدور — مینماید خوردنیہا دَر تنُور

گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بُو سے — تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں

تاکہ شیرینی و یا ترُشی ست آں — میشود ظاہر برِ پیر و جواں

کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی — بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے

ہم چنیں از فعل و قولِ مرداں — میشود پیدا کہ چہ سانست جاں

اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے — ظاہر ہو جاتا ہے، کہ جان کیسی ہے

جانِ اُو در مرتبہ چُونست چیست — مُومن ست و یاکہ کافر یا ولی ست

اُس کی جان رتبہ میں کیسی ہے، کیا ہے — مومن ہے یا کافر، یا ولی ہے؟

آب را اندر سبُو بے یم مدار — تانگردد آبِ شیریں ناگوار

ٹھلیا میں پانی، بغیر سمندر (کی مدد) کے نہ رکھ — تاکہ میٹھا پانی، ناگوار نہ بن جائے

کاب ساکن بے مَدد ناخوش شوَد — رنگ و بُوئے و طعمِ خوب ازوَے رَود

بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی بُرا ہو جاتا ہے — اس میں سے اچھا رنگ اور بُو اور مزہ جاتا رہتا ہے

گفت[3] احمدؐ ہر کہ دو روزش یکسیست — ہست مغبون و گرفتارِ شکیست

(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں — وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے

بے یقینے می زید دَر ابلہی — پُر ز بادے ہمچو انبانِ تہی

بے وقوفی میں، بغیر یقین کے جی رہا ہے — خالی تھیلے کی طرح، ہوا سے پُر ہے

ہر دَمے پس میرود از پیشِ صَف — می شود صافیش دُردے ہمچو کف

صف کے آگے سے، ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے — اُس کا صاف، جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے

---

[1] سُوئے کل۔ رُوحِ اعظم سے اتصاف پیدا کر جس کا طریقہ ترکِ خودی اور فنا ہے۔ حباب۔ بلبلہ۔ یا چو۔ جسم کی تشبیہ سبو اور رُوح کی تشبیہ پانی سے دی۔ اب فرماتے ہیں کہ یا جسم کو پانی کے جھاگ سے تشبیہ دو۔

[2] از تف۔ ہانڈی کی گرمی، اُبال اور خوشبو بتا دیتی ہے کہ تنور میں کیا پک رہا ہے۔ ہم چنیں۔ اسی طرح انسان کے جسم کا قول و فعل، رُوح کی حالت بتا دیتا ہے۔ جانِ او۔ انسان کا قول و فعل رُوح کے مرتبہ کفر و ایمان اور ولایت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ آب۔ رُوح کے پانی کا تعلق روحِ اعظم کے دریا سے پیدا کر لے ورنہ گڑھے کا ٹھہرا ہوا پانی متغیر ہو جاتا ہے۔

[3] گفت احمدؐ۔ حدیث شریف ہے مَنِ استوٰی یوماہ فھُوَ مغبُون "جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ٹوٹے میں ہے" یعنی اُس نفع سے محروم ہے جو اُس کو دوسرے دن کمانا چاہیے تھا۔ انباں۔ چمڑے کا تھیلا۔ ہر دمے۔ جس کو یقین کا مرتبہ حاصل نہیں وہ تنزل اختیار کرتا رہتا ہے اور دریا سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی رُوح کا پانی مکدر ہو جاتا ہے۔

رنجِ اُو ہر لحظہ بدتر می شَوَد
اُس کا رنج ہر لمحہ بدتر ہو رہا ہے
ہر دَمے اُو زِشت و اَبتر می شَوَد
وہ ہر لحظہ بُرا اور ناقص ہو رہا ہے

سُوئِ[1] دوزخ میرود آں رَدِّ باب
وہ مردُودِ بارگاہ، دوزخ کی جانب جاتا ہے
بے عذابِ بحرِ در، نار و عذاب
بغیر سمندر کے شیریں پانی کے آگ اور عذاب میں

پیش ازانکہ کارِ تو آنجا رسد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے
ہر دَمے غفلت ترا واپس بَرد
(اور) غفلت کا ہر سانس تجھے اُلٹا لوٹائے

رَو بسُوئِ اصلِ خود ہمچوں خلیلؑ
(حضرت) خلیلؑ کی طرح اپنی اصل کی جانب جا
بگذر از استارہ و چرخِ چونیل
ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گذر جا

پائے[2] ہمت برخور و بَرماہ نہ
ہمت کا پاؤں، سورج اور چاند پر رکھ دے
سَربراں ایوان و آں درگاہ نہ
اُس بارگاہ اور اُس درگاہ پر سر رکھ دے

ایں خُودی را خرج کُن اندر خُدا
اس خودی کو خدا میں صرف کر دے
تانمانی ہمچو ابلیسے جُدا
تاکہ تو شیطان کی طرح جدا نہ رہے

آبِ جاں را ریز اندر بحرِ جاں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہا دے
تاشوی دریائے بیحد و کراں
تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے

قصہ کوتہ کُن کہ رفتم دَر حجاب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا
ہیں خمش وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
ہاں چپ ہو جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

شکر ایں نامہ بعنوانے رسید
شکر ہے، یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا
گُم نشد نقد و باخوانے رسید
نقد، گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا

نردبانِ آسمانست ایں[3] کلام
یہ کلام، آسمان کی سیڑھی ہے
ہر کہ ازیں بَر رَود آید ببام
جو اِس کے ذریعہ اُوپر جائے گا، چھت پر پہنچ جائے گا

نے ببامِ چرخ کاں اَخضر بُوَد
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے
بَل ببامے کز فلک بَرتر بُوَد
بلکہ اُس چھت پر جو آسمان سے اُونچی ہے

بامِ گردوں را ازُو آید نُوا
اُس کے لیے سامان، گردوں کی چھت سے آتا ہے
گردشش باشد ہمیشہ زاں ہَوا
اسی خواہش سے، اُس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

[1] سُوئِ دوزخ۔ جس کو ایمان کا مرتبہ حاصل نہیں وہ مردودِ بارگاہ ہے اور جہنم کی طرف جا رہا ہے۔ پیش۔ اس حالت سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کر لے۔ خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کی الوہیت کا انکار فرمایا تھا۔

[2] پائے ہمت۔ چاند، سورج سب مخلوق ہیں ان سے گذر کر خالق کی بارگاہ میں پہنچ جا۔ ایں خودی۔ فنا حاصل کر جب وصل ہوگا ورنہ شیطان کی طرح جُدا رہے گا۔ قصہ۔ اب اس خاتمہ کو ختم کرو اور چپ ہو جاؤ۔ شکر۔ میرے پاس جو مضامین تھے وہ میں نے اپنے پیر بھائیوں کو پہنچا دیے۔

[3] ایں کلام۔ مثنوی۔ ببام۔ بام سے آسمان کی بلند سطح مراد نہیں ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی مُراد ہے۔ بامِ گردوں۔ اس بام کو اُسی بام سے خوراک ملتی ہے اور یہ اُسی کے عشق میں سرگرداں ہے۔

اِختتامِ مثنویِ مولوِیِ معنوی

اِفتتاحِ کلام بہ تمہیدِ اختتامِ سراپا اختشام مثنوی معنوی مولانا جلال الدین رُومی قُدِّسَ سِرَّہ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذبِ ذوق و شوقِ مولانا حُسام[1]
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش
میکشد مارا بسُوئے اختتام
ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے

اختتامِ مثنویِ معنوی
مثنوی معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا
میکشد جاں را براہِ مُستوی
جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے

می تراوَد خود بخود از لبِ سخن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے
آنچہ خواہی اے ضیاالدین بکُن
اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں

چوں زِمامِ عقلِ من دَر دستِ تُست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے
ہر کجا خواہی بکش جاں مستِ تُست
جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں، جان آپ سے مست ہے

پَرتوِ خور چوں دَر آبے اُوفتاد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا
آب، دادِ آفتابے را بداد
پانی نے سورج کی عطا کی داد دی

رُوحِ مولانا جلال الدین رُوم
مولانا جلال الدین رُومیؒ کی رُوح
مِہر[2] بُرجِ معرفت، بحرِ علوم
جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے بُرج کے چاند ہیں

پَرتوے زَد چونکہ بر طورِ دلم
جب میرے دل کے (کوہ) طور پر عکس ڈالا
گشت نُورانی تنِ آب و گِلم
میرا آب و گِل کا جسم نورانی بن گیا

ہر زمانم آں مہِ چرخِ بریں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لحظہ
میزند چشمک بِبامِ دل کہ ہیں
بامِ دل پر اشارہ کرتا ہے، کہ ہاں

اختتامِ مثنوی آغاز کُن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر
نامۂ سَربستہ اَم را باز کُن
میرے سربستہ نامہ کو کھول

آں حکایت گُو کہ ناگُفتہ بماند
وہ حکایت کہہ، جو بغیر کہی رہ گئی
نظم کُن آں دُر کہ ناسُفتہ بماند
اُس موتی کو پرو، جو بغیر پرویا رہ گیا

زُود دَر سِلکِ بیاں درکش وُرا
جلد اُس کو لڑی میں پرو
در[3] رَسد فیضانِ رُوحانی زما
ہمارا روحانی فیضان، ضرور پہنچے گا

چونکہ حدِ خود ندیدم تن زَدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہو گیا
بَردرش از عُذر سَر رامن زَدم
عُذر سے میں نے اپنا سر اُن کے دَر پر رکھ دیا

---

1. حُسام۔ حُسام الدین۔ اختتام۔ یعنی مثنوی کا خاتمہ لکھنا۔ می کشد۔ یعنی جذب۔ ضیاء الدین۔ ضیاء الحق۔ داد۔ عطا یعنی سورج کا جب عکس پانی پر پڑتا ہے تو پانی بھی اس کو نمایاں کرتا ہے، اسی طرح مولانا حسام الدینؒ کی رُوح کے عکس کو جو میری رُوح پر پڑا میں نمایاں کر رہا ہوں۔ طور۔ کوہِ طور۔
2. مہر۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ شریعت اور طریقت کے جامع ہیں۔ مہ۔ یعنی مولانائے روم۔ میزند۔ یعنی مولانا جلال الدین آنکھ سے اشارہ کر رہے ہیں کہ خاتمہ لکھ۔ ناگفتہ۔ یعنی تیسرے شہزادے کا قصہ۔
3. در رسد۔ بقول مولانا بہاء الدین کے مولانا رُومؒ نے فرمایا تھا۔ شعر (باقی ایں گفتہ آید بے زباں۔ در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں) تن زدم۔ میں خاموش ہو گیا۔

چونکہ قولِ آں ایازِ پاک[1] دید — در نگاہِ دیدۂ دل می خلید

چونکہ اُس پاک نظر، ایاز کا قول — دل کی آنکھ کی نظر میں چُبھ رہا تھا

کاشکنِ اَمر از گُہر دُشوار تر — لاجرم بستم بامرِ اُو کمر

کیونکہ حکم کا توڑنا، موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے — لامحالہ میں نے اُن کے حکم سے کمر باندھ لی

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند — رازہا کردی درونِ سینہ بند

اے خدا اے بے کم و کیف پر قادر! — تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے

سینہ را صندوقِ سِرہا کردۂ — واندراں مخزوں گُہرہا کردۂ

تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے — اور اُس میں موتی، خزانہ کر دیے ہیں

رَبطِ دادی سینہ را باسینۂ — ربطِ ایں آئینہ با آئینۂ

تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے — جس طرح، اس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے

نقشِ ایں آئینہ در دیگر پدید — کردی از صنعِ خود اے رَبِّ مجید

اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر — کر دیا، اے ربِّ مجید! تو نے اپنی کاریگری سے

آب از جُوئے بجُوئے می رَوَد — باز یکسُو گشتہ تا دریا دَوَد

پانی ایک نہر سے دُوسری نہر میں جاتا ہے — پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے

رَفت چوں در بحرِ آبِ جُویہا — جُملہ یکذات و یک آبست اے فتا

جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا — اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے

باتو رَمزے[2] گفتم اے جاں گوش کُن — جُملہ تَن جاں باش و جاں را ہوش کُن

اے جان! سُن میں نے تجھ سے ایک رمز کہہ دی — مجسّم جان بن جا، اور جان کو ہوش بنا لے

رَو بسُوئِ آں وصیّت باز گرد — ز انتظار آں سہ پسر رادل بدَرد

چل اُس وصیت کی جانب پلٹ — اُن تین لڑکوں کے دل، انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیانِ کردنِ آں سہ پسر کاہلیِ خود را و طلبِ حکم از قاضی بصدق و صفا

اُن تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلیِ خود شُما — سَربسَر گوئید تفصیلاً بما

قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی — پوری پوری تفصیل سے، ہم سے کہو

---

[1] پاک دید۔ پاک نظر۔ کمربستن۔ تیار ہو جانا۔ ربط۔ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں علوم منتقل ہوتے ہیں جس طرح ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں عکس آ جاتا ہے۔ آب۔ وہ علوم جو مولانائے روم کے سینہ میں تھے وہ میرے سینہ میں آ گئے۔ باز یکسو۔ ان مضامین کا مقصد ایک ہے۔

[2] رمزے۔ یعنی مطالب کا اتحاد اور اُن کا ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں منتقل ہو جانا۔ وصیت۔ باپ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ سب ترکہ میری اولاد میں سے، سب سے زیادہ کاہل کو دیا جائے۔

ہر یکے باید کہ گوید حالِ خویش — تا بدانم کاہلی کیست بیش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہیے — تاکہ میں سمجھ لوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے

در سخن پنہاں ست حالِ مردماں — مرد در زیرِ سخن باشد نہاں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے — انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے

حقہ سربستہ جانِ آدمی[1] ست — باز مفتاحش زبانِ آدمی ست
انسان کی جان، ایک سربستہ ڈبہ ہے — پھر اس کی کنجی آدمی کی زبان ہے

آدمی را از سخن باید شناخت — غیرِ کشتی برسرِ دریا کہ تاخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہیے — کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

اوّلیں گفتا بداں حد کاہلم — کاوستاد و کاہلاں را کاہلم
پہلے نے کہا، میں یہاں تک کاہل ہوں — کہ استاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں

ہیں تو بشنو حالِ مارا اے سنی — بُد شب باران و فقدِ روشنی
اے بزرگ! تو ہمارا حال سن لے — بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی

برف می بارید و باراں زمہریر — عالمے مانندِ یخ بستہ قریر
برف برستی تھی اور بارش (اور) جاڑا — جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا

تشنہ گشتم آتشم پُر دُود گشت — آتشِ باطن بزد برکوہ و دشت
میں پیاسا ہو گیا، میری آگ دھویں سے بھر گئی — باطن کی آگ، پہاڑ اور جنگل میں جا لگی

نفس ناللاں درپئے آبِ خنک — کاہلی ام گفت بنشیں سیکنک[2]
ٹھنڈے پانی کے لیے نفس نالاں تھا — میری کاہلی نے کہا، آہستہ بیٹھ (ٹھہر جا)

از گراں جانی بخواب اندر شدم — گشتہ کاہل، پایِ بربستر زدم
میں سستی کی وجہ سے، سونے لگا — کاہل بن کر، میں بستر پر چڑھ گیا

خواب نامد اندراں عطشانیم — دمبدم افزود سر گردانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی — لحہ بہ لحہ میری پریشانی بڑھی

آخرش برخاستم بہرِ وضو — قصد کردم جانبِ آب و سبو
بالآخر میں وضو کے لیے اٹھا — پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا

یادِ من آمد حدیثے از انسؓ — اسبغ امرِ آں رسولِ خوش نفس
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی — اس خوش دم رسول کا حکم کہ "وضو مکمل کر"

---

[1] آدمی۔ یعنی انسان کا باطن بمنزلہ دریا کے ہے اور زبان کشتی ہے، دریا کے احوال کشتی کے ذریعہ معلوم کئے جا سکتے ہیں اسی طرح باطن کا حال زبان سے معلوم کیا جا سکتا ہے، یہ اہل ظاہر کے لیے ہے اور شریعت اسی کو معتبر مانتی ہے، اہل باطن کشف سے بھی باطنی احوال معلوم کر لیتے ہیں، لیکن کشف دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ سَنی۔ بلند، روشن۔ دُود۔ یعنی ابخرات۔ کوہ و دشت۔ یعنی اعضا۔

[2] سیکنک۔ آہستہ۔ اسبغ۔ آنحضورؐ کا حکم ہے وضو مکمل کیا کرو مکمل وضو کرنے والے قیامت میں منور چہرے اور منور اعضا والے ہوں گے۔

طالبِ غُرِّ[1] محجّل گشتہ زُود
میں فوراً غُرِّ محجل کا طالب بن کر

در وضو گشتم شتاباں اے وِدُود
اے محبّ! جلد وضو میں لگ گیا

کردم اِسباغِ وضو زاں آبِ سَرد
میں نے اس ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی

سردیِ اُو دست و پا بیکار کرد
اُس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیے

غالب آمد کاہلی برمَن چناں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی

کہ نکردم جُرعہ زاں اندر دہاں
کہ اُس کا ایک گھونٹ مُنہ میں نہ ڈالا

از عَطَش می مردم و اعضا چو برف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضا نے

بردِ ظاہر را بباطن کردہ صرف
ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا

از کسالت گفتم ایں بردِ وجُود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا یہ جسم کی ٹھنڈک

حَرِّ باطن عاقبت خواہد رَبود
انجام کار، باطن کی گرمی کو دُور کر دے گی

کاہلی از آب خوردن منع کرد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا

آب دردسَت و بدست اسبابِ[2] بَرد
پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

لیک از دستم دہاں بَس دُور بُود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دُور تھا

از کسالت کے مرا مقدور بُود
کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟

گفت رمزے گفتہ ام زاں کاہلی
اُس نے کہا میں نے اس کی طرف ایک اشارہ کر دیا ہے

قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اے قاضی! اگر تو سمجھ دار ہے، تو سمجھ لے

زاہداں درکارِ دُنیا کاہل اَند
زاہد، دُنیا کے کام میں کاہل ہیں

دَر اَدایِ بارِ عُقبیٰ کامل اَند
آخرت کا بوجھ اُتارنے میں، کامل ہیں

نَفس را بکُشند بہرِ نان و آب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں

یکدمِ آبی بُوَد شاں را شراب
پانی کا ایک گھونٹ اُن کے لیے شراب ہے

نفسِ کافر را بَس ست از فربہی
کافر نفس کے مٹاپے کے لیے کافی ہے

آنکہ بہرِ ہر عطش آبش دہی
یہ کہ تو ہر پیاس کے وقت اُسے پانی دے دے

نفسِ سرکش را بسندست از قساوَ
قساوت کی وجہ سے سرکش نفس کے لیے کافی ہے

کو خورد آبے بہرِ رغبت چوگاوَ
کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے

---

[1] غُرّ۔ اغر کی جمع ہے، روشن رُو، وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ مُحجّل۔ وہ گھوڑا جس کے پاؤں سفید ہوں۔ از کسالت۔ میں نے سُستی کی وجہ سے یہ تصور کرلیا کہ یہ بدن کی ٹھنڈک پیاس کی گرمی کو بجھا دے گی۔

[2] اسبابِ برد۔ یعنی پانی جس سے پیاس کی گرمی کو رفع کیا جاسکتا تھا۔ کسالت۔ سُستی۔ زاہداں۔ یہ صاحب مثنوی کا مقولہ ہے۔ شراب۔ یعنی نفس کشی کے لیے پیاس کے وقت پانی سے ایسا ہی پرہیز کرتے ہیں جیسے کہ شراب سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ آنکہ۔ چونکہ وہ نفس کو موٹا کرنا نہیں چاہتے اور اُس کے مُٹاپے کے لیے یہی کافی ہے کہ تو اُس کی خواہش پر اُس کو پانی پلاتا رہے۔ بسند۔ کافی۔ قساوَ۔ دل کی سختی۔

اَمرِ نفسِ خویش را دانی کشاوؔ[1] — میبَرد ہر سُو تُرا ایں نفسِ گاوَ

تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے — یہ بیل جیسا نفس، تجھے ہر جانب لے جاتا ہے

کارِ مَرداں کاہلی درکارِ تن — چابکی جُستن بطاعت دَر مِحَن

بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے — (اور) مشقتوں میں فرماں برداری کیساتھ چستی تلاش کرنا

باش کاہل بلکہ میرِ کاہلاں — از ہمہ تدبیرِ دنیا اے فلاں

کاہل بن جا، بلکہ کاہلوں کا سردار — اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے

کارِ عقبیٰ میکند دنیات خُوب — رَو ز راہِ دیں درِ دُنیا بکُوب

آخرت کا کام، تیری دنیا کو اچھا کر دے گا — جا، دین کے راستہ سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا

گفت پیغمبرؐ کہ ہرکس مُنقطِع — سُوی حق شُد گشت کارش مجتمع

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص انقطاع کر لینے والا — اللہ کی جانب ہوا، اُس کا کام مجتمع ہو گیا

سُوی دنیا ہرکرا شُد انقطاع — گشت تفویضش بد نیا بے نزاع

جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا — بلا اختلاف اُس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان برسبیلِ تمثیل کہ اختیارِ کارِ عقبیٰ برکارِ دنیا اولیٰ ست

مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بُود مردِ صالحے با زُہد و وَرَع — داشت وجہِ قُوتِ خود از حرث[2] و زَرع

ایک شخص نیک، زاہد اور پرہیز گار تھا — جو اپنی روزی کی سبیل، کھیت اور کیاری سے رکھتا تھا

بُودیک اُشتر مر اُو را بس حَرُوں — بارہا بگریختے کردے زبُوں

اُس کا ایک بہت سرکش اُونٹ تھا — بارہا بھاگ جاتا، عاجز عاجز کر دیتا

اِتفاقاً روزِ جمعہ آمد بہ پیش — اُشترش بگریخت از مرعایِ خویش

اتفاق سے جمعہ کا دن آ گیا — اُس کا اُونٹ، اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا

واندراں جمعہ اَش سِقایِ زَرع بُود — آبِ نہر آں روز بہرش میکشود

اور اُس جمعہ کو اُس کی کھیتی کو پانی دینا تھا — اُس روز اُس کے لیے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا

مَرد حیراں گشت و گفتا یا خدا — نوبتِ سقی آمدہ اکنوں مَرا

مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا! — اب میری سیرابی کی باری آ گئی

گر سِقایت میکنم اُشتر کُجا — ہم کُجا یابم نمازِ جُمعہ را

اگر میں سیرابی کروں، اُونٹ کہاں ہے؟ — نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟

---

[1] کشاوَ۔شاہی فرمان یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان کی طرح واجب الاتباع سمجھتا ہے۔مِحَن۔مشقتیں۔کارِعقبیٰ۔جو اللہ کے کاموں میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا خود سنوار دیتا ہے۔سُوی۔جو شخص دنیا کے پیچھے پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کی کوئی مدد نہیں فرماتا بلکہ اُس کا معاملہ دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔

[2] حرث۔کھیتی۔حرون۔سرکش۔مرعیٰ۔چراگاہ۔

ور کُنم اندر سِقایت مَن درنگ — میشود از یُبس کارِ زَرع تنگ

اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں — تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائے گا

بہرِ اُشتر رَو بصحرا گر کُنم — وز تفحص در بیاباں بَرتنم

میں اگر اُونٹ کی خاطر جنگل کا رُخ کروں — اور جستجو میں جنگل میں پھروں

پس نماز و زَرع ہردو میرود — وہ نمیدانم کہ حالم چوں شوَد

تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں — ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہو گا؟

زیں تردُّدہا دلِ اُو شاخ شاخ[1] — رَہنِ صد گونہ ز اَشجاں بُوَد و راخ

اس تردُّد سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا — غموں اور درد میں سو طرح گروی تھا

عاقبت بعد از تردُّد گفت خُوب — بہرِ جمعہ رَو درِحق را بکُوب

انجام کار، تردُّد کے بعد بولا، ہاں — جمعہ کے لیے جا، اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا

کیں مَتاعِ باقی و آں فانی ست — دل بفانی بستن از نادانی ست

کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے — فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے

ابنِ عباسؓ از پیمبر نقل کرد — ہست جمعہ حجِ مسکینانِ فرد

(حضرت) ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے — جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے

کرد پس تبکیرِ مسجد اختیار — کِش[2] ثوابِ بدنہ، آمد در شُمار

اُس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا — کیونکہ شمار کرنے میں اس کے لیے اُونٹ کا ثواب آیا ہے

رَفتہ در مَسجد بحق مَشغول شُد — جُملہ ز افکارِ جہاں مَعزول شُد

مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کے ساتھ مشغول ہو گیا — دنیا کی تمام فکروں سے جُدا ہو گیا

بانیازِ دل بصد جزع و خُضُوع — گشت باحق در سجُود و دَر رُکوع

دل کے نیاز کے ساتھ سیکڑوں خشوع اور خضوع سے — اللہ (تعالیٰ) کے لیے سجود اور رکوع میں (مشغول) ہو گیا

چوں فراغت یافت از وِرد و نماز — مَرد کرد آہنگِ خانہ زُود باز

جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا — اُس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

تادریں دَم کارِ دنیا ہم کُند — یکزمانے برمَکاسِب بَرتَند

تاکہ اس وقت، دنیا کا کام بھی کرے — تھوڑی دیر کے لیے کمائی میں مصروف ہو جائے

---

۱ شاخ شاخ۔ پارہ پارہ۔ اشجان۔ شجن کی جمع ہے، غم۔ راخ۔ درد وغم۔ ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نقل فرمایا ہے کہ جس کے پاس حج کے اخراجات نہ ہوں اُس کو اللہ تعالیٰ جمعہ میں حج کا ثواب فرما دیتا ہے، جمعہ اور حج اس اعتبار سے یکساں ہیں کہ دونوں میں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تبکیر۔ کام کو صبح سویرے کرنا۔ فرد۔ یعنی وہ مسکین جو مال سے اکیلے ہیں۔

۲ کِش۔ حدیث شریف میں ہے جو صبح سویرے جامع مسجد میں پہنچتا ہے اُس کو اُونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ بدنہ۔ قربانی کا اُونٹ۔ جزع۔ ڈر۔ مکاسب۔ کمائی کے ذرائع۔

دید اُشتر بر مناخش[1] بستہ است
اُس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے
بس غریب و عاجز و تن خستہ است
بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے

گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ
اُس نے بیوی سے کہا، یہ اونٹ کیسے آیا؟
گفت ایں را خستہ آوردہ ددہ
اُس نے کہا اُس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے

درپئے او گرگِ زفت افتادہ بود
موٹا بھیڑیا اُس کے پیچھے پڑا تھا
تا بدینجا ایں حَروں را رہ نمود
حتیٰ کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی

مرد را ہر مو زبانِ شکر گشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا
کایں شتر را حق بیاوردہ زدشت
کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے

بایدم حالا بسوئے زرع رفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہیے
تادہم آبے بکشتِ خویش تفت
تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے لوں

آنچہ ناید کلِ آں دردستِ تو
جس کا کُل تیرے ہاتھ میں نہ آئے
ہیں تو مگذار اے برادر جزوِ او
خبردار، اے بھائی! اُس کے جز کو نہ چھوڑ

آخرش شد سوئے کشتِ خود دواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا
دید خوش سبز و دراں آبے رواں
اُس نے بہت سبز دیکھا اور اُس میں پانی جاری تھا

در تعجب آمد آں مردِ خدا
وہ مردِ خدا تعجب کرنے لگا
کیں زراعت را چگونہ شد سقا
کہ اِس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟

نیست در ہمسایہ احساں آنقدر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے
کو دہد آں آب را ایں سوگذر
کہ وہ پانی کو اس جانب گذرنے دے

آخرش پرسید از جارِ عقار[2]
بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا
کایں زراعت را کہ آورد آبشار
کہ اس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟

گفت حقا کہ عجب کارِ شگرف
اُس نے کہا، یقیناً عجیب معاملہ ہے
خود بخود گردید ایں سو آب صرف
پانی خود بخود اس جانب پھر گیا

آب را میراندم اندر کشتِ خویش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا
آں رواں می شد بزرعت پیش پیش
وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا

منع میکردیم و پشتہ میزدیم
میں روکتا تھا اور پُشتہ باندھتا تھا
چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آ گیا

حکمِ حق ایں آب در کشتِ تو راند
اس پانی کو اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلا دیا
مرد شاداں گشت والحمدے بخواند
مرد خوش ہو گیا اور الحمد پڑھی

[1] مناخ۔ اونٹوں کا باڑہ۔ ددہ۔ درندہ۔ آخرش۔ اُس حال کا اخیر۔ سقا سیرابی۔ ہمسایہ۔ یعنی پڑوس کی زمین کا مالک۔ جار۔ پڑوسی۔
[2] عقار۔ زمین۔ شگرف۔ عجیب۔ صرف۔ خرچ۔

ہر کہ[1] کارِ دیں کُند دنیایِ دُوں   بر سَرِش ریزد زبون و سَرنگوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے، کمینی دنیا   عاجز اور سرنگوں ہو کر اُس کے سر پڑتی ہے

ور بُدنیا سَر فروآرد ز شِک   لَا يُبَالِ اللّٰهُ فِي وَادٍ هَلَك
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے   اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا

زیں سبب فرمود احمد مجتبٰیؐ   کہ اَتَتْکَ رَاغِمًا مِّن نَّفْسِهَا
اسی لیے احمد مجتبٰیؐ نے فرمایا   کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی

دَر بیانِ ایں شنُو یک داستاں   کایں چنیں باشد طریقِ راستاں[2]
اس کے بیان میں ایک داستان سُن لے   کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیانِ حالِ آں درویش کہ از دنیا عُزلت گزیدہ بُود و دنیا

اُس درویش کے حال کے بیان میں حکایت جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی

رُوبدُو آورد و سُویش دوید ہر چند کہ اُو پاکشید بیشتر رَسید

اور دنیا نے اس کا رُخ کیا اور ﮟ کی جانب دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بُود درویشے بَسے صاحبدلے   دَر رہِ حق چُست و چابک کاملے
ایک درویش بہت صاحبِ دل تھا   اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں پورا چست اور تیز تھا

رُو ز این و آنِ خلقاں تافتہ   جاں بتار و پُودِ وحدت بافتہ
مخلوق کے اِس اور اُس سے اُس نے منہ موڑ لیا تھا   جان کو وحدت کے تانے بانے سے بُنا تھا

خلق را بگذاشت در غارے نشست   دَر بُرویِ خلق و عالم جُملہ بَست
اُس نے مخلوق کو چھوڑا، ایک غار میں بیٹھ گیا   مخلوق اور جہان پر دروازہ بند کر لیا

در فضایِ تیہ و صحرایِ بعید   قُربِ یزداں را بخاطِر بَرگزید
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں   اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا

بُود در صحرایکے غارِ نہاں   مختفی گردید عارِف اندراں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا   عارف اُس میں چھپ گیا

بَرنمی آمد ازاں دَر ہیچ گاہ   جُز کہ اَغراضِ ضروری گاہ گاہ
اُس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا   کبھی کبھی ضروری غرضوں کے سوا

دَر حِرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا   دل خنیدہ از جہانِ بے وفا
اس نے جگہ پکڑ لی جس طرح نبیؐ نے غارِ حرا میں   بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہو کر

---

[1] ہر کہ۔ جو دنیا کو ٹھکراتا ہے دنیا ذلیل ہو کر خود اس کے سامنے آتی ہے۔ ز شک۔ یعنی اس کو اللہ پر بھروسہ اور یقین نہ ہو۔

[2] راستان۔ یعنی باخدا۔ این و آں۔ یعنی لوگوں کا مال و دولت۔ تار و پُود۔ کپڑے کا تانا بانا۔ در۔ یعنی وہ لوگوں سے نہ ملتا تھا۔ تیہ۔ حیران کُن جنگل۔ اغراضِ ضروری۔ یعنی قضاءِ حاجت وغیرہ۔ حرا۔ مکہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کے غار میں آنحضور نبوت سے پہلے خلوت اختیار کیا کرتے تھے۔

بعدِ ہفتہ قُوتِ اُو برگِ شجر — کمترک خُوردے نخفتے تا سحر
اُس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے ہوتے — تھوڑے سے کھاتا، صبح تک نہ سوتا

مُدّتے ز انساں دراں صحرا و دشت — آں غزالِ[1] راہِ دیں آوارہ گشت
اُس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اسی طرح — دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا

واندراں آوارگی تعمیر بُود — گونہ گونہ نور را تیسیر بُود
اور اُس آوارگی میں تعمیر تھی — قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی

ہرکہ بُرّد زیں جہاں آنسو رَود — فصلِ اینجا وصلِ عقبیٰ میشود
جو اُس دنیا سے کٹتا ہے، اُس جانب جاتا ہے — اس جگہ (دُنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بن جاتی ہے

فصل وصل آمد بُرش پیوند گشت — شہر ویرانہ ست معمُورست دَشت
فراق وصل بنا، جدائی جوڑ بنی — شہر ویرانہ ہے، جنگل آباد ہے

نعلِ[2] معکوس ست جُملہ ایں جہاں — تانہ پے ہرگز بَود کس رایگاں
یہ دنیا، سب اُلٹا نعل ہے — تاکہ خواہ مخواہ، کوئی پتا نہ لگائے

جِدّ و کوشش شرطِ راہِ دوست ست — جَاھِدُوا مغزست باقی پُوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جدوجہد ہے — "اُنھوں نے کوشش کی" مغز ہے بقیہ چھلکا ہے

سخت باریک ست راہِ آں حبیب — کے رَود بر استقامت جُز لبیب
اس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے — عقل مند کے سوا سیدھائی کے ساتھ کون جا سکتا ہے؟

ہست عَقبات اندریں راہِ گراں — طے نگردد بے قلاوُز اے فلاں
اس سخت راستہ میں، گھاٹیاں ہیں — اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی

زیں سبب فرمُود آں شاہِ شفیقؑ — کَالرَّفِیق اوّل بُود ثُمَّ الطَّرِیق
اسی لیے اُس مہربان شاہ نے فرمایا ہے — کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے

رَہبرے جُو تارَوی توراہِ راست — ورنہ دررَہ بس مُغاک و چاہ ہاست
کوئی رَہبر تلاش کر لے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے — ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنویں ہیں

ہمچو پرکارے ہمیشہ در ذِہاب — لیک یک جا ماندہَ بے اِنقلاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے — لیکن بغیر جگہ بدلے، تو ایک جگہ پڑا ہے

---

[1] غزالؔ۔ ہرن، یعنی وہی درویش۔ واندراںؔ۔ اُس درویش کا یہ عمل بظاہر آوارگی تھی لیکن دراصل باطن کی تعمیر تھی۔ تیسیرؔ۔ اس کو خلوت میں نورِ باطنی میسر آتا ہے۔ فصلؔ۔ یعنی دنیا سے جدائی۔ وصلؔ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب۔

[2] نعلِؔ معکوس۔ ڈاکو اپنے جوتوں میں اُلٹا نعل جڑ لیتے ہیں تاکہ کھوج لگانے والا مغالطہ میں پڑ جائے۔ جاھدواؔ۔ قرآن پاک میں ہے اَلَّذِینَ جَاھَدُوا فِینَا لَنَھدِ یَنَّھُم سُبُلَنَا "جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت دے دیتے ہیں"۔ لبیبؔ۔ عقل مند۔ عقباتؔ۔ عقبہ کی جمع ہے، دشوار گذار گھاٹی۔ قلاوُزؔ۔ راہبر۔ مغاکؔ۔ گڑھا۔

سالہا[1] کردی نماز و روزہ را
تو نے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا

نورِ آں صوم و صلوٰۃِ تُو کجا
تیری اُس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟

جُملہ عُمرت در عِبادتہا گذشت
تیری تمام عُمر عبادتوں میں گذری

زانچہ اوّل بُود حالِ دل نگشت
دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا

گر کُنی عادت بہ تیر و یا بہ تیغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے

از حذاقتہات خلقے دَر دریغ
تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے

تاچہل سال ایں عبادت کردہٴ
تو نے چالیس سال یہ عبادت کی

تاکنوں حِرص و ہوا را بردہٴ
تو اب تک حرص اور خواہشِ نفس کا غلام ہے

چوں نمازت فحش و منکر را نبُرد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جُدا نہ کیا

داں کہ در خُمِ تُو خالص ہست دُرد
سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے

چوں نہ نہیت زُو عَنِ الفَحشا بُود
جب کہ اُس کی وجہ سے تیرا فحش سے رُکاؤ نہ ہو

مُنہی ست اُو زانکہ رَجعت میشوَد
وہ تجھے آگاہ کرنے والا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے

ہمچو قومِ موسیٰؑ اندر تیہ[2] و دَشت
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں

واں مَناخِ کُہنہ منزل گاہ گشت
وہی پُرانا پڑاؤ، منزل گاہ بنی رہے

اِتباعِ آں قلاوُز را بکُن
تو اس راہنما کا اتباع کر

تابمنزل گہ رسی تو بے سُخن
تاکہ تو لا کلام منزل گاہ تک پہنچ جائے

ورنہ چوں آں قومِ موسیٰؑ اے سَفیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰؑ کی اُس قوم کی طرح

مُدّتے آوارہٴ در جوفِ تیہ
تو تیہ کے اندر ایک مُدت تک آوارہ ہے

از سحر تا شب ہمی رفتند شاں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے

باز شب را بر مَناخِ خود ہماں
پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے

ایں چنیں شُد ترکِ امرِ پیرہا
پیروں کا حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے

بے کماں پرّد چگونہ تیرہا
تیر، بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟

ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے

کہ رَسد اُوبر ہدف یا گِردِ آں
کہ وہ نشانہ پر، یا اُس کے آس پاس پہنچے

---

[1] سالہا۔ انسان اگر سالوں نماز پڑھے اور اُس کا وہ نتیجہ نہ نکلے جو قرآن نے بتایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَر ''بے شک نماز بری باتوں اور منکر سے روکتی ہے''۔ تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس کی نماز اس کے درجات کی ترقی کا باعث نہیں ہے اور اس کی نماز ناقص ہے۔ دریغ۔ تعجب۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ منہی۔ خبر دینے والا۔

[2] تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں حضرت موسیٰؑ کی قوم چالیس برس پریشان پھرتی رہی۔ مناخ۔ اونٹوں کا باڑا۔ پیرہا۔ یعنی شیوخ کا کہنا نہ ماننے کا یہی اثر ہوتا ہے بعض نسخوں میں بے ریا ہے اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔

ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں حالِ آں درویش را بشنو بجاں
یہ بہت لمبی بات ہے، ہاں اُس درویش کا حال دل سے سُن لے

پیش آمدن دنیا بصورتِ زنِ نازنیں در پیشِ آں مَردِ خلوت نشیں

اُس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیانِ غارِ تنگ آں خوش لقا[1] ہمچو ابراہیمؑ کردہ بُود جا
اُس پاک سیرت نے تنگ غار میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح جگہ بنا لی تھی

مُدّتے دہ سال بُد مصروفِ کار پا ز سَر کردہ بیامد پیشِ یار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا سَر کے بل، یار کے سامنے پہنچا

ناگہاں روزے زنے صاحب جمال باہزاراں خوبی و غنج[2] و دَلال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت ہزاروں حُسن اور ناز و ادا سے

غرقِ گوہر بُود از پاتا سَرش باجِ عالم بُود ہریک زیورش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی اُس کا ہر ایک زیور، جہان کا خراج تھا

آمد و دَر خدمتِ اُو ایستاد دَست بَست و از ادب لَب بر کشاد
آئی اور اُس کی خدمت میں کھڑی ہو گئی ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی

گرنہی دستِ قبولی برسَرم نَبُودے اے سلطانِ دیں دور از کرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں اے شاہِ دین! کرم سے بعید نہ ہو گا

حاضرم در خدمتِ تو صبح و شام وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
میں صبح و شام، آپ کی خدمت میں حاضر ہوں جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گا

مَردِ کامل از رہِ نُورِ دروں یافت کیں پیش آمدم دُنیائے دوں
مرد کامل نے باطنی نُور سے محسوس کر لیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے

گفت نے نے سُوِی من ہرگز میا کہ مُطلّق کردہ ام چوں مَن تُرا
فرمایا نہیں نہیں، میرے طرف کبھی نہ آ کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے

مَن گریزاں از تو اینجا آمدم دور گشتم از تو در غارے شُدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں تجھ سے دُور ہوا ہوں، غار میں آ گیا ہوں

باز می آئی تو اینجا اے پلید اے ز مکرت خائف آمد ہر سعید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آ رہی ہے اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے

---

1. خوش لقا۔خوش منظر۔پا زسر کردہ۔یعنی سر کو پاؤں بنا کر، سر کے بل۔
2. غنج۔غمزہ۔دلال۔کرشمہ۔باج۔خراج، آمدنی یعنی اُس کا ہر زیور ایک ملک کی آمدنی کی قیمت کا تھا۔مرد کامل۔اُس درویش نے باطنی نور کے ذریعہ سمجھ لیا کہ یہ دُنیا ہے جو ایک حسین عورت کے رُوپ میں میرے سامنے آئی ہے۔

گفت اے درویش اینک آمدم — مَن بحکم[1] آں شہِ ملکِ قِدَم

اُس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں — ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے

منعِ تو درباب من اکنوں چہ سُود — چونکہ حکمِ حاکم اینست اے وُدُود

اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟ — اے محبّ! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے

ایں بگفت و از نظر مفقود گشت — واقعہ را دید و بَس مرعود گشت

اُس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی — اُس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا

گفت خوب آید اگر دُورش کنم — ورنگردد مَصرفِ گورش کنم

اُس نے کہا اگر میں اس کو دور کروں تو بہتر ہو گا — اور اگر وہ نہ لوٹے تو اُس کو قبر کا خرچہ بناؤں گا

صَرف سازم در رَہِ عقبٰی و دیں — تاشوَد دَر عاقبت ما را مُعیں

آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کروں گا — تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار بنے

مالِ دنیا ہَست زہرِ سَہمناک — گر بیابی بازش اندازی بخاک

دنیا کا مال خوف ناک زہر ہے — اگر تو پائے (اور) پھر اس کو خاک میں ملا دے

یعنی بہرِ گور خود انباز کُن — دفن کُن اینجا و آنجا باز کُن

یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے — اس جگہ دفن کر دے، اُس جگہ کھول لے

گردرینجا بہرِ حق سازی تو صَرف — حق دہد آنجا عِوض صَد بار ژرف

اگر تو اس جگہ خدا کے لیے صرف کرے گا — اللہ (تعالیٰ) اُس جگہ سو گنا نادر عوض دے گا

اَقرِضُوا اللّٰہَ را ز قرآں برگزیں — وز حِرَف غیر از سخاوت بَر مچیں

"اللہ کو قرض دو" قران سے اختیار کر لے — اور ہنروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر

چونکہ[2] چیزے خواہد آں رَبِّ مجید — میکند در ظاہر اسبابش پدید

وہ رب مجید، جب کوئی چیز چاہتا ہے — ظاہر میں اُس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تابدہ سال اندراں غار آں فقیر — بُود در یادِ خُدائے مستجیر

وہ فقیر اُس غار میں دس سال تک — یادِ خدا میں پناہ گزین تھا

می نیامد اندراں صحرا کسے — زانکہ دور از عامرہ بُود اُو بسے

اُس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا — کیونکہ وہ آبادی سے بہت دُور تھا

---

[1] مَن بحکم۔ اُس عورت نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے تیرے پاس آئی ہوں اب مجھے بھگانا بیکار ہے اب تو لامحالہ دنیا میں پھنسے گا۔ مرعود۔ وہ شخص جس پر کپکپی طاری ہو جائے۔ گفت۔ اُس درویش نے سوچا اگر دنیا میرے بھگانے سے بھاگ گئی تو بہتر ہے ورنہ اس کو آخرت کے کام میں لاؤں گا۔ مصرفِ گور۔ قبر کا خرچہ۔ یعنی آخرت میں کام آنے والا۔ انباز کن۔ شریک بنا لے، دنیا کا لیا دیا قبر اور آخرت میں کام آتا ہے۔ حِرَف۔ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ۔ سخاوت۔ سخاوت کے فضائل بہت ہیں۔

[2] چونکہ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو اُس کے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چونکہ اُس درویش کو دنیا میں مبتلا کرنا تھا تو اس کا ظاہری سبب پیدا کر دیا جس کا ذکر آئندہ آ رہا ہے۔ مستجیر۔ پناہ چاہنے والا۔ عامرہ۔ آبادی۔

اُشتر و گاوَ و خر از بہرِ چَرا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لیے

ہم نمی آمد دَر آنجا مُطلقا
بھی اُسی جگہ مطلقاً نہ آتا تھا

از قضا قحطے بسالے اُوفتاد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا

کاہ و زَرع از خشکی آمد در فساد
گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آ گئی

راعیاں بہرِ چَراگاہ از بَعید
چرواہے، چراگاہ کے لیے دور سے

قصد میکردند سُوئے ہر صَعیدؔ[1]
ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے

چند چوپاں دَر جوارِ غارِ اُو
چند چرواہے اُس کے غار کے پڑوس میں

بہرِ کاہے آمدند از جستجو
گھاس کی جستجو کے لیے آ گئے

کاہ بسیار ست و مرعیٰ نیز خُوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے

آمدند آنجا بگاوانِ حَلوب
وہ اُس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے

روزے از تقدیرِ ربانی فقیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش

بہرِ حاجت بیروں آمد زاں نقیر
اُس غار سے ضرورت کے لیے باہر آیا

دید چندے از بنی نوعِ بَشر
اُس نے چند انسان دیکھے

جمع گشتہ با سوائم گاوَ و خر
چرنے والی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں

چوں ز اکل و شُرب بُود اُو منقطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جدا تھا

نورِ حق بود از جبینش مستطع
اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کی پیشانی سے طلوع کرنے والا تھا

جُملہ چوپاناں بدو راغب شُدند
سب چرواہے اُس کی جانب راغب ہو گئے

باہزاراں خواہشش طالِب شدند
لاکھوں خواہشوں کے ساتھ اُس کے طالب بن گئے

مَردِ فارغ در تبتّل فرد بُود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا

پیشِ اُو ایں چاپلوسی سَرد بُود
اُس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی

آخرش از راہِ عجز و صد نیاز
بالآخر عاجزی اور سیکڑوں نیاز مندیوں کے ساتھ

جملہ گفتندش کہ شاہِ پاکباز
سب نے اُس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!

گردلت چیزے بخواہد حُکم کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دے دے

تابجا آرم وُرا چوں[2] اَمرِ کُن
تاکہ ہم کُن کے حکم کی طرح اس کو بجا لائیں

دید چوں درویش ز ایشاں خواہشے
جبکہ درویش نے اُن کی خواہش دیکھی

وزغناوَ کبر شاں را کاہشے
اور استغنا اور تکبر سے اُن کا گھٹاوَ

---

[1] صعید۔ پیداوار کی زمین۔ حلوب۔ یعنی وہ گائیں جن کو اگر چارہ ملتا تو دودھ دینے کے قابل تھیں لیکن چوں کہ ان کو چارہ نہ ملتا تھا لہٰذا وہ دودھ سے بھاگ گئی تھیں۔ نقیر۔ یعنی غار۔ مستطع۔ روشن۔ تبتل۔ مخلوق سے جدائی۔

[2] چوں امر کن۔ یعنی فی الفور۔ کاہشے۔ یعنی یہ سمجھا کہ میرے انکار سے اُن کی دل شکنی ہوگی۔

گفت اگر شیرے بُود قدرے بیار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ
تابُرَم[1] زہرِ ایں نفسِ چومار
تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں

عرض کردندش کہ از قحطِ مطر
اُنھوں نے اُن سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے
جُملہ بے شیر اند چہ گاؤ چہ خر
سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی

بعد چندیں عجز و زاریہائے ما
ہماری اتنی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد
خواستی واں را نداریم وائے ما
آپ نے چاہا، اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے، ہم پر افسوس ہے

گفت درویش از ہمہ یک را بدوش
درویش نے کہا سب میں سے ایک کو دوہ لے
حق کنند اِتمام لیکن تو بکوش
اللہ (تعالیٰ) پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر

جہد شرطِ کار آمد اے عزیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے
جَہد میکن جَہد گرداری تمیز
اگر تجھے تمیز ہے، تو کوشش کر کوشش کر

گفتہ است آں سیدِ پاکیزہ خُو
پاکیزہ خصلت سیدؐ نے فرمایا ہے
اَلمُجَاھِدُ مَن یُجَاھِدُ نَفسَہ
مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے

بے مَساعی کس نہ منزل طے نمُود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے
بر سرِ راہے نشستی چہ سُود
کیا فائدہ، تو سرِ راہ بیٹھ گیا ہے؟

رَو قدم برگیر و قطع راہ کُن
جا، قدم اُٹھا اور راستہ طے کر
بعدازاں منزل بقصرِ شاہ کُن
اُس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر

مَردِ رَہ رَو را کُجا آرام و خواب
مسافر کے لیے آرام اور نیند کہاں ہے؟
دَر قلق باید دلش از اضطراب
پریشانی سے اُس کا دل مضطرب رہنا چاہیے

راہِ حق را چوں تو آساں دیدۂ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟
از سفر داماں چرا وَاچیدۂ
سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟

رَہ برو دامن[2] بُبر در راہ شو
جا دامن چھڑا، راستہ اختیار کر
تانہ پیچد در دوگام اے راہرو
تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے

منزلے بس پُرخطر باخار ہاست
منزل بہت خطروں کانٹوں والی ہے
گر تُو بے جامہ رَوی دروے بجاست
اگر تو اُس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامہ ہایِ جسم را کوتاہ کُن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کر لے
بادلِ فارغ تو قصدِ راہ کُن
تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر

---

1. تابُرَم۔ ان کے اصرار پر کہ نہ ماننا نفس کا تکبر اور زہر تھا، دودھ زہر کو قطع کرتا ہے۔ از ہمہ۔ یعنی تم سب میں سے جس بکری کو چاہو۔
2. دامن ببر۔ یعنی دنیوی علائق سے دامن چھڑا لے۔ دوگام۔ دونوں پاؤں۔ گر تو۔ اگر جسم پر کپڑے ہوتے ہیں تو کانٹوں میں اُلجھتے ہیں اسی
• طرح علائقِ دنیا راہِ سلوک سے مانع بنتے ہیں۔

راہ بس دُور ست ہر سُو بیشہ[1] است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے
گر توانی رو چو باتُو تیشہ است
اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا

ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شوَد
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا
سدِ راہت سنگ و ہم خارہ شوَد
تیرے راستہ کی روک پتھر اور سنگ خارہ ہو گا

تیشہ[2] چہ بُوَد آں ز نفیِ لا الہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لا الہ کی نفی کا ہے
سنگِ غیریت کہ برتابد ز راہ
جو غیریت کے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیتا ہے

خیمہ را در قصرِ الّا اللہ کُن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا
سیرِ آنجا با دلِ آگاہ کُن
باخبر دل سے اُس جگہ کی سیر کر

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کی انتہا نہیں ہے
قصہء درویش را بشنُو تو نیز
تو درویش کے قصہ کو بھی سُن لے

قصہ دوشیدنِ گاوِ نازادہ ز راہِ امتحان و سُوءِ اعتقاد

بغیر بیاہی ہوئی گائے کا آزمائش اور بد اعتقادی کی وجہ سے دوہنے کا قصہ

زاں شُباں برخاست یک ژولیدہ مَرد
ان چرواہوں میں سے ایک اُلجھا ہوا انسان
رفت سُویِ گاوِ بکرے قصد کرد
گائے کی جانب چلا، بے بیاہی کا ارادہ کیا

تا بگیرد امتحانِ آں فقیر
تاکہ اُس درویش کو آزمائے
کِش ز پستانِ توکل ہست شیر
جس کے لیے توکل کے پستان سے دودھ ہے

زد بہ پستانش چو دستِ امتحاں
جب اُس کے تھن پر آزمائش کے لیے ہاتھ مارا
جُویِ شیرے ز اندرونش شُد رواں
دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی

عاجزانہ پیشِ درویش آمدند
وہ نیازمندی سے درویش کے سامنے آئے
وز عقیدت سَر بہ پایِ اُو زدند
اور عقیدت سے اُس کے پاؤں پر سر رکھ دیے

شیر آوردند و صوفی نوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا
باز سُویِ آں حرا رُوپوش کرد
پھر اُسی حرا کی جانب رُوپوش ہو گیا

جوق چوپاناں بشہر اندر شُدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا
لیک زیں خرق آں ہمہ معجب بُدند
لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے

---

[1] بیشہ۔ جھاڑی راہ کی رکاوٹ ہوتی ہے۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ سدّ۔ رکاوٹ۔ خارہ۔ پتھر کی ایک قسم ہے جو بہت سخت ہوتی ہے۔

[2] تیشہ۔ راہِ سلوک کا کلہاڑا غیر اللہ کی نفی ہے۔ قصہ۔ اُس بد اعتقاد چرواہے نے اُس درویش کی کرامت کو آزمانے کے لیے ایک ایسی گائے منتخب کی جو کبھی گیابھن نہ ہوئی تھی۔ حرا۔ یعنی وہ غار جس میں وہ درویش معتکف تھا۔ خرق۔ پھاڑنا یعنی وہ معجزہ یا کرامت جو عام حالات کے خلاف ظہور پذیر ہو۔

چند روزے زیں نمط بر می گذشت　آمدندے راعیاں برغار و دشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے　چرواہے غار اور جنگل میں آ جاتے

رفتہ رفتہ درمیانِ شہر ہم　یافت شُہرہ قصۂ شِیر و نعم[1]
آہستہ آہستہ شہر میں بھی　دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑ لی

برزبانِ خلق اُفتاد ایں سخُن　تا بگوشِ شہ رسید از شاخ و بُن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی　حتیٰ کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں پہنچ گئی

گفت شہ اُورا زیارت کردنیست　دَر جہاں دیگر بہ ازوَے مَرد نیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے　دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے

نزدِ درویش آمد و تشویش داد　صحبتِ میر و وزیر آمد فساد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا　امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے

مَرد باید کز سلاطیں وَارَہد　وز امیراں ہمچو تیراں برجہد
انسان کو چاہیے کہ بادشاہوں سے جُدا رہے　سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے

باعثِ تشویشِ[2] وقت اند ایں گروہ　گشت شیطاں ہم ز مکرِ شاں ستوہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے　شیطان بھی اُن کے مکر سے عاجز ہے

کِبر و نخوتہا بخاطر پَرورند　ہردَمے چوں گرگ میشے بَردرند
انھوں نے دل میں تکبر اور نخوتیں پالی ہیں　ہر وقت بھیڑیے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں

پیشِ سلطان و امیراں پَس مَرو　تابکے باشی رعونت را گرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا　تو تکبر کا کب تک گروی رہے گا؟

صحبتِ شاں کبر و غفلت آورد　واں قباہای قناعت بردَرد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے　اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے

زیں جہت فرمود سُلطانِ زماں　سیّدِ عالم نبیٔ ذومکاں
سلطانِ دوراں نے اسی لیے فرمایا ہے　عالم کے سردار رُتبے والے نبیؐ نے

عالماں ہستند اَمینِ دینِ حق　با امیراں گرنباشند ہم طبق
علما دینِ حق کے امین ہیں　اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں

خَالِطُوھُم پس لصوصِ دیں شُدند　فَاحذَرُوھُم در حقِ ایشاں زَدند
وہ اُن سے گھلے ملے تو دین کے ڈاکو بنے　پس اُن سے بچو اُن کے بارے میں فرمایا ہے

---

1. نَعم۔ چوپائے۔ شاخ۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے وہ کرامت چرواہوں سے سُنی۔ بُن۔ یعنی چرواہے جنھوں نے وہ کرامت خود دیکھی تھی۔
2. تشویش کرد۔ یعنی اُس درویش کی جمعیت خاطر کو پراگندہ کیا۔ تیراں۔ یعنی راست باز لوگ۔ ستوہ۔ عاجز۔ میش۔ بھیڑ، یعنی غریب لوگ۔ رعونت۔ تکبر۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ عالماں۔ جو علما اُمرا کی صحبت سے گریز کرتے ہیں وہ دین کے امانت دار ہیں اور جو اُن کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہیں وہ دین کے رہزن ہیں۔

چونکہ سلطاں بعدِ عجز و لابہ[1] — یافت رہ چوں قند در دو شابۂ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد — راستہ پا لیا جیسے کہ شکر انگور کے شیرے میں

پیشِ درویش آمدن آغاز کرد — مکر دیگر از سرِنو سازکرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا — ازسرِنو ایک مکر تیار کیا

گفت بادستورِ خود کاے پُرخِرد — گر بشہرِ خود بریمش خوش بُود
اُس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقل مند! — اگر ہم اُسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہو گا

باعثِ برکاتِ رحمانی ویست — سایہ سدراتِ ربّانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا سبب ہے — وہ خدائی سدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے

ایں چنیں مَردے بشہرِ شہ نشیں — زیبِ شاہی ہست وفرِّ چترِ دیں
ایسا انسان پایۂ تخت میں — بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان وشوکت ہے

اَلغرض آمد وزیرِ حیلہ جُو — کرد با صوفی ازیں رُو گفتگو
الغرض بہانہ باز وزیر آیا — صوفی سے اس طرح کی بات کی

مَردِ درویش از ہمہ آزادہ بُود — گفت مارا در خلش رفتن چہ سُود
درویش مرد سب سے آزاد تھا — کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ؟

میلِ طبعم سُوی ویرانہ بَسے ست — طالبِ آرامِ خود را ہر کسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے — ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے

طالبِ آرامِ نفسِ خود نیم — طالبِ آرامِ جاں رُوحانیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں — میں رُوحانی جان کے آرام کا طالب ہوں

درحقِ مَن مصلحت عُزلت[2] نمُود — درمیانِ گاوٗ و خرماندن چہ سُود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آتی ہے — گاوٗ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟

گفت پیغمبرؐ سلامت وحدت ست — آفتِ جانِ مہاں ایں کثرت ست
پیغمبرؐ نے فرمایا تنہائی سلامتی ہے — بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے

گفت اگر بگزیدے عُزلت را رسولؐ — کے رسیدے دیں بفرعاں از اصول
اُس نے کہا اگر رسول تنہائی اختیار فرماتے — دین، اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟

---

[1] لابہ۔ خوشامد۔ دوشابہ۔ انگور کا شیرہ۔ برکات۔ برکات میں راہ کا سکون شعری ضرورت سے ہے۔ سِدرات۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے عروج کی سرحد ہے۔ شہ نشین۔ پائے تخت۔ چتر۔ چھتری، چھتر۔ طالب آرام۔ ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے میری رُوح کو بھی خلوت میں آرام ملتا ہے۔

[2] عزلت۔ گوشہ نشینی۔ گاوٗ وخر۔ بے عقل دنیادار۔ رسولؐ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تو صحابہ رضی اللہ عنھم بھی گوشہ نشین بن جاتے اور دین کی اشاعت نہ ہوتی۔ فرعاں۔ یعنی تابعین۔ کثرت۔ یعنی مخلوق کی کثرت۔ اصول۔ یعنی صحابہ۔

اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید — راہِ حق بااہلِ عالم چوں رسید
اولیا اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے — دنیاوالوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا؟

سُنّتِ پیغمبراں دعوت[1] بُوَد — آں ولی ہم بر طریقِ اُو رَوَد
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے — ولی بھی اُنہی کے راستہ پر چلتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ یَھدِی اللّٰہُ بِکَ — خَیر مِّن حُمرِ النَّعَم اِن کَانَ لَکَ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ سے ہدایت دے دے — تیرے لیے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر وہ تجھے حاصل ہوں

گفت درویش ایں ہمہ حق ست و لیک — ہر کہ[2] بیمارست گو پرہیز نیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے، لیکن — جو بیمار ہے کہہ دے، پرہیز اچھا ہے

ورنہ پرہیزی ز جاں دستے بشُو — رنج زائد گشت و صحت شد فرو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھو لے — بیماری بڑھی اور صحت گھٹی

وانکہ صحت یافت مُطلق از مرض — بادوا و حمیہ اُو. راچہ غرض
اور جس نے مرض سے پوری صحت پا لی — دوا اور پرہیز سے اُسے کیا غرض؟

انبیاء و اولیایِ راسخاں — رَستہ انداز رنجِ مُطلق اے فلاں
انبیا اور پکے ولی — اے فلاں! بیماری سے بالکل بچ گئے ہیں

لیک درمن شمۂ بیماری ست — زیں سبب از حمیہ اَم ناچاری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے — اس لیے میرے لیے پرہیز ضروری ہے

باز فرمود آں وزیرِ نیک خُو — کیں ہمہ از ہضمِ نفسِ خود مگو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا — یہ سب اپنی کسرِ نفسی سے نہ فرمائیے

ترکِ دنیا دادی و خود نامدی — مابہ پیشت آمدیم از عامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آئے — ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں

نفسِ پاکت جانِ ماروشن نمود — آفتابے گشت گرچہ تیرہ بُود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کر دی — اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی

درحضورت از ہَوا و از ہوس — می نماند دَردلِ کس ہیچو خس
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس — کسی کے دل میں تنکے کی. برابر نہیں رہتی

---

1. کثرت۔ مخلوق کی کثرت اور مجمع۔ دعوت۔ یعنی دین کی طرف بلانا۔ گفت پیغمبرؐ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ اگر تیرے ذریعہ کسی ایک کو ہدایت دے دے تو تیرے لیے دنیا کی دولتوں سے بہتر ہے۔ حمرالنّعم۔ سرخ اونٹ یہ عرب کا بہت قیمتی مال تھا۔

2. ہر کہ بیمار۔ ہر چیز کا کھانا صحت مند کے لیے درست ہے بیمار کے لیے پرہیز ضروری ہے مجھ میں بھی باطنی بیماری موجود ہے لہٰذا مجمع سے پرہیز بہتر ہے۔ حمیہ۔ پرہیز۔ انبیاء۔ نبی اور ولی پورے صحت مند ہیں ان کو کوئی چیز مضر نہیں ہے۔ کیں ہمہ۔ یعنی اپنے مریض ہونے کی بات۔ ترک۔ آپ نے دنیا کو چھوڑ دیا، دنیا خود آئے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔ درحضورت۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دوسروں کے امراض زائل ہوتے ہیں تو آپ کے اندر مرض کہاں ہے۔

چونکہ خَیرُ النّاسِ مَن یَّنفَعُ شُدست
چونکہ لوگوں میں وہ بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے آیا ہے
تو بدیں حَبلُ المَتِین[1] آویز دست
آپ اس مضبوط رسّی کو پکڑ لیں

غافلاں از فیضِ تو ذاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے
واں کفورانِ نِعَم شاکر شوند
اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے

گفت صوفی چاہ بر تشنہ نرفت
صوفی نے کہا، کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے
تشنہ را باید کہ آید چُست و تفت
پیاسے کو چاہیے کہ چُست اور جلد آئے

دردلِ ہرکس کہ میل و رغبت ست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو
گوییا کایں گوی و ایں میدان ہست
کہہ دے، آ جا یہ گیند اور یہ میدان ہے

مُدّتے بگذشت تا عرضش قبول
ایک زمانہ گذر گیا کہ اُس کی گذارش قبول
می نکرد آں صوفیِ عینُ[2] الوصول
نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ

آخرش چوں دید اِبرامِ وزیر
بالآخر جب اُس نے وزیر کا اصرار دیکھا
کرد دردل حیلہ آں مَردِ بصیر
اُس مردِ بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب اِمروز بہرِ فرحِ تُو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر
سُوی قصرِ شاہ کردم راہ جُو
راستہ تلاش کرتا ہوا، شاہ کے قلعہ کی جانب آ جاؤں گا

بعدازاں ہرچہ صلاحِ وقت ہست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہو گا
حسبِ حالت درعمل آوردن ست
حسب حال عمل میں لانا ہے

رَفت آں درویش ہمراہِ وزیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا
سُوی دولت خانۂ شاہِ کبیر
سُلطانِ معظم کے دولت خانہ کی جانب

چوں ز دورش دیدشہ از جابجَست
جب بادشاہ نے اس کو دور سے دیکھا کھڑا ہو گیا
بہرِ استقبال ایستاد اُوچو مَست
وہ بیخود کی طرح استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا

بہرِ استخلاصِ خُود آں پیر مَرد
اس پیر مرد نے اپنے چھٹکارے کے لیے
سنگہا برتافتن آغاز کرد
پتھر پھینکنے شروع کر دیے

بے محابا زد بسلطاں آنچناں
بادشاہ کے بے تکلف اس طرح مارے
کو فراری گشت زاں سنگِ گراں
کہ وہ اُس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بن گیا

رَفت زاں صُفّہ بروں بگریخت تفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا
تارہد زاں سنگہائے گُنگ و زفت
تا کہ اُن موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے

[1] حبل المتین۔ مضبوط رسّی۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ گفت صوفی۔ درویش نے کہا پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔

[2] عین الوصول۔ یعنی وہ درویش وصول الی اللہ کا چشمہ تھا۔ ابرام۔ عاجز کر دینا۔ بہرِ استخلاص۔ اُس درویش نے اپنے چھٹکارے کے لیے پتھر مارنے شروع کر دیے تاکہ اُس کو دیوانہ سمجھ کر ہی چھوڑ دیں۔ برتافتن۔ برانداختن۔ صُفّہ۔ سائبان والا چبوترہ۔ گُنگ۔ قوی ہیکل۔

مَرد درویش از ہُنر مَستانہ وَار — سنگ پرتابید از یک تا ہزار

درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار — ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے

میزد اُو کشکنجر[1] وصَد منجنیق — سُوی آں شاہ وفادارِ عشیق

وہ گولہ اور سیکڑوں گوپھن پھینکتا تھا — اُس وفادار عاشق شاہ کی جانب

کہ بدیں حیلہ خلاصِ مَن شوَد — خواندم دیوانہ ترکِ مَن دہد

کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے — مجھے دیوانہ کہہ دے، مجھے چھوڑ دے

شاہ چوں بیروں برآمد زاں مکاں — حیلۂ دیگر بیامد ز آسماں

بادشاہ جب اُس مکان سے باہر نکلا — آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی

سَقفِ آں خانہ فتاد از بیخ و بُن — جُز کہ نامے نہ ازاں سُورِ کہُن

بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی — اس پُرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا

شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بُود — درشکستِ اُو ہزاراں ہَست سُود

شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی — اُس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں

اُو خلاصی جُست و شد زنجیر چُست — ایں چنیں حکمِ قضا بُود از نخُست

اُس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہو گئی — قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا

آمد و از صِدق دَر پایش فتاد — کہ نہاں درجورِ توصَد لُطف و دَاد

آیا، اور سچائی سے اُس کے پاؤں پر گر گیا — کہ آپ کے ظلم میں سیکڑوں مہربانیاں اور عطائیں ہیں

خِضر[2] کشتی را شکستے میدہد — وز شکستنش کشتی از ظالم رَہد

خضرؑ کشتی کو توڑتے ہیں — اُن کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے

تو مراچوں خِضرؑ برساحل کشی — از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی

تو مجھے خضرؑ کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے — ہزاروں قاتل گڑھوں سے کھینچتا ہے

گفت صوفی ایں ہمہ حکمِ خداست — رَفت چوں حکمِ خداچارہ کجاست

صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے — جب خدا کا حکم ہو گیا، تدبیر کہاں ہے؟

برمَشیتہائے اُو باید تنید — چند روزے زہر[2] ہم باید چشید

اُس کی مشیتوں پر چلنا چاہیے — چند دن زہر بھی چکھنا چاہیے

لاجرم گفتِ شہنشہ راشنید — پازغارِ چوں حرا بیروں کشید

اُس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی — حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا

---

[1] کشکنجر۔ قلعہ شگاف، گولہ۔ منجنیق۔ فلاخن، گوپھن۔ حیلۂ دیگر۔ دوسری تدبیر جس کا بیان آئندہ اشعار میں آئے۔ شاہ دانست۔ بادشاہ نے یہ سمجھا کہ درویش کو چونکہ کشف سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ مکان گرنے والا ہے لہٰذا پتھر مار کر مجھے اُس میں سے بھگایا ہے۔ اُو۔ اس حرکت کے بعد درویش نے بھاگنا چاہا تو دروازے کی کُنڈی نہ کھلی اور وہ بھاگ نہ سکا۔

[2] خضرؑ۔ حضرت خضرؑ نے کشتی توڑ کر بظاہر نقصان کیا لیکن اُس میں کشتی کا بچاؤ پوشیدہ تھا۔ گفت۔ جب صوفی کی یہ تدبیر بھی اُلٹی پڑی تو دِل میں سوچا کہ یہی خدا کا حکم ہے کہ میں اُس بادشاہ کے ساتھ رہنا شروع کردوں۔ زہر۔ یعنی بادشاہ کی صحبت۔

شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت — وز دُر و گنج و گہر بیحد نواخت

بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی — اور بے شمار موتی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا

کرد صوفی را مکینِ آں مکاں — ہمچو مَہ در خرمنِ ہالہ[1] چماں

صوفی کو اُس مکان کا مکین بنا دیا — چاند کی طرح ہالہ کے خرمن میں ٹہلنے والا

آں فقیرِ پاک جان و راستباز — شد بظاہر درجوارِ عزّ و ناز

وہ پاک جان اور راستباز فقیر — بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا

لیک پنہاں از ہمہ در حُجرۂ — زاشِ جو پیشش کشیدے سُفرۂ

لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر — آشِ جو کا دسترخوان اپنے سامنے بچھاتا

پوستین و دلق راکردے بَبَر — درجہادِ نفس بُودے مُستمر

پوستین اور گدڑی کو پہنتا — نفس کے جہاد میں لگا رہتا

چوں ایاز آں چارق و آں پوستیں — در مُقفّل حُجرہ چوں گنجِ دفیں

ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین — مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے

عشق باآں پوستیں خوش باختے — خویش را برفقر محکم ساختے

اُس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا — اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا

ہیچ زیں دولت نبُودش حاصلے — غیر ایثارِ فقیرے فاضلے

اُس دولت سے اُس کو کچھ حاصل نہ تھا — فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ

گرچہ دنیا ہست ملعُونِ ازل — لیک دارُالحمد شُد بیتُ العمل

اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے — لیکن عمل گاہ دارالحمد ہے

مالِ دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست — چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست

دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے — اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گرکنی رادی[2] شہِ اسکندری — ورنہ برجیفہ سگِ بلغندری

اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے — ورنہ تو مُردار پر جھپٹنے والا کتا ہے

مالِ دنیا را بقائے گرچہ نیست — بہرِ صیدِ مُرغِ عُقبیٰ خوش فنی ست

دنیا کے مال کے لیے اگرچہ بقا نہیں ہے — آخرت کے پرند کے شکار کے لیے بہترین ترکیب ہے

ابتلا و امتحانِ ایزدی — داد شیطاں را زر وسیمِ رَدی

خدائی آزمائش اور امتحان نے — شیطان کو بُرا سونا اور چاندی دے دیا

---

[1] ہالہ۔ خرمنِ ماہ، چاند اور سورج کے چاروں طرف روشنی کا دائرہ جو کبھی نمایاں ہوتا ہے۔ آش۔ ہر وہ کھانا جو پیا جا سکے جیسے شوربا یا دلیا۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ چوں ایاز۔ ایاز نے اپنے عروج کے وقت میں بھی اپنی غربت کے چپل اور پوستین کو مقفل کر رکھا تھا اور اُس کو عبرت کے لیے دیکھا کرتا تھا۔ غیر ایثار۔ یعنی اپنی دولت سے فقرا کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ لیک۔ اگر انسان دنیا کو دارالعمل بنائے تو وہ دارالحمد ہے۔ فرخندہ۔ مبارک۔

[2] رادی۔ جواں مردی، سخاوت۔ جیفہ۔ مردار۔ بلغندر۔ جھپٹنے جھگڑنے والا۔ ابتلا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کی آزمائش کے لیے یہ تصرف دے دیا ہے کہ وہ چاندی سونے سے جو نفس الامر میں بیکار چیز ہے انسان کو پھنسا دیتا ہے۔

بُودنِ دنیا بدانا خوشتر ست ۔ زانکہ جاہل راخود اوسَم و ضَرست
عقل مند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے ۔ کیونکہ وہ جاہل کے لیے خود زہر اور نقصان ہے
ہرکہ افسوں داند از مارش چہ ضر ۔ مار اُو را یار باشد بے خطر
جوشخص منتر جانتا ہے اس کو سانپ سے کیا نقصان؟ ۔ سانپ اُس کے لیے بے خطر دوست ہو گا
وَر ندانی تو فسوں گردش مگرد ۔ تانبازی جانِ خود رابے نَبرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اُس کے گرد نہ گھوم ۔ تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہارے

دربیانِ معنیِ آں حدیث کہ اَلدُّنیَا[1] مَزرعَةُ الآخِرَة وتفصیلِ آں

اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ ۔ مزرعة الآخرت ہست ایں سَرا
اسی لیے احمد مجتبیٰؐ نے فرمایا ۔ یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے
گر ز دستت میشود تخمے بکار ۔ تابرآری خرمنے روزِ شمار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو ۔ تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اُٹھا لے
ور نہ کاری مُفلسی یومُ التّناد ۔ گشتہ مغبون و خاسِر بے مُراد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے ۔ تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا
تخم را میکارو آبے ہم بپاش ۔ تابری یوُمُ الحصاد[2] از غلّہ ہاش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک ۔ تاکہ کاٹنے کے دن تو اُس کی پیداوار اُٹھائے
ور نمیکاری چہ برداری ازو ۔ روزِ محشر اے عُتُل و اے عُتو
اور اگر نہ بوئے گا تو اس سے کیا اٹھائے گا؟ ۔ محشر کے دن اے ستم گار اور اے سرکش!
ہیچ مَن یَّعمَل بقرآں خواندہٗ ۔ ایں چنیں کاہل چرا وَاماندہٗ
تو نے کبھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے ۔ تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟
ہست حکمِ پاک اُو شَرًّا یَّرہٗ ۔ باز بہرِ صالحاں خَیرًا یَّرہٗ
اس کا پاک حکم "شرًّا یرہٗ" ہے ۔ پھر نیکوں کے لیے "خیرًا یرہٗ" ہے
ور نپاشی آب، دانہ خشک شُد ۔ واں ہمہ رنج و تَعَب خود لغو بُد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائے گا ۔ وہ سب تکلیف اور تھکن لغو تھی

---

[1] الدّنیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا آخرت کا کھیت ہے یعنی جو یہاں بوؤ گے وہاں کاٹو گے۔ یوم التّناد۔ پکار کا دن، محشر۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔

[2] یوم الحصاد۔ کھیتی کے کاٹنے کا دن، محشر۔ مَن یَّعمَل۔ قرآن میں ہے فَمَن یَّعمَلْ مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَیرًا یَّرَہٗ وَمَن یَّعمَلْ مِثقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ، جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا اُس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا اُس کو دیکھے گا"۔

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں
اے جوان! آنکھ کے چشمے سے پانی دے
تاشود حرثِ[1] تو سبز و کامراں
تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو

ہم زدُزد اے جانِ من غافل مباش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ
تانبُرد خام را آں بدقماش
تاکہ وہ بدفطرت کچی نہ کاٹ لے

دُزد پنہاں از نظرہای عوام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا
میدود در فکرِ زرعت صبح و شام
تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے

پس ہمہ شب کُن حراست دار پاس
پس تمام رات حفاظت کر، خیال رکھ
تانہ مُستاصِل کند دُزدش زداس
تاکہ چور اُس کو درانتی سے نہ اُکھاڑ لے

گر دمے غافل شوی از پاسِ اُو
اگر تو اُس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کے لیے غافل ہوگا
می نہد درکشتِ تو صدداس اُو
تو وہ تیری کھیتی میں سیکڑوں درانتیاں رکھ دے گا

کُستہ خرمن راز کشمانت[2] بُرد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیرے کھیت سے لے جاتا ہے
یک بیک اعضا چو کُشتارت بُرد
تیرے ایک ایک عضو کو مُرغِ بسمل کی طرح کاٹ دیتا ہے

گر بغفلت خُفتی ورَیعِ تو رَفت
اگر تو غفلت سے سوگیا اور تیری پیداوار چلی گئی
یا بہ نسیاں شُد گناہے از تو زَفت
یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا

باخود آ زُود و ندامت پیشہ کُن
جلد ہوش میں آ جا اور ندامت اختیار کر
وز حسابِ روزِ حشر اندیشہ کُن
حشر کے دن کے حساب سے ڈر

گر تو غافل گردی اُو زَرعت بُرد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا
بلکہ از تو آں کسیرج رابَرد
بلکہ تجھ سے وہ موتی لے جائے گا

کار با ہُشیاری و بیداری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے
ہرکہ غافل گشت میداں ناری ست
جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے

پاسبانِ توبہ را بروے گمار
توبہ کا محافظ اُس پر مقرر کر دے
تابوقتِ خواب تو آید بکار
تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے

توبخواب اُو خوشِ نگہبانی کُند
تو نیند میں ہے، وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے
ایں چنیں حارس خدا ما را دِہَد
خدا ایسا نگہبان ہمیں عطا کر دے

ایں سخن پایاں ندارد نیک مَرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے نیک مرد!
سُوِی حالِ صوفیِ خود باز گرد
اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

---

1. حَرث۔کھیتی۔حراست۔حفاظت۔مستاصل۔جڑ سے اُکھڑا ہوا۔داس۔درانتی۔کُستہ۔کوفتہ۔
2. کشمان۔کھیت۔کشتار۔مرغِ بسمل۔ریع۔پیداوار۔کسیرج۔مرداریدیعنی ایمان۔ناری۔جہنمی۔حارس۔نگہبان۔

رجوع بداستانِ درویش و وَداع شُدنِ دنیا ازاں مردِ حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہو جانا

مُدّتِ دہ سال ہم زینساں گذشت ہیچ صوفی از طریقِ خود نگشت
دس سال اسی طریقہ سے گذرے صوفی اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بُود رسمِ شہ چو اُو گشتے سَوار بہرِ نظمِ مُلک یا سُوئِ شکار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا سلطنت کے انتظام کے لیے یا شکار کی جانب

وقتِ رَجعت[1] سُوئِ درویش آمدے وقفہ کردے زائرِ آں مہ شُدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا ٹھہرتا، اُس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا

ہم بریں مِنوال بُودش کاروبار بُود بر مہرِ فقیر اُو جاں نثار
اُس کا کاروبار اِسی طریقہ پر تھا وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا

وندریں اثنا شَہِ آں کاروزار داشت با پروردگارِ خود نیاز
اور اِس اثنا میں وہ کارزار کا شاہ اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا

ناگہاں آں[2] زن کہ اوّل آمدش بارِ دیگر گشت پیدا از دَرش
اچانک وہ عورت جو اس کے پاس پہلے آئی تھی اس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی

گفت صوفی ہے چہ آوردی بگُو چیست باز ایں سُو چرا کردی تورُو
صوفی نے کہا، ہائیں کیا لائی ہے بتا؟ کیا ہے؟ تو نے پھر اس طرف رُخ کیوں کیا؟

گفت بہرِ رخصت تو آمدم الوداع اے جاں کہ من رخصت شدم
اُس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کے لیے آئی ہوں اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں

گفت دُور اے بیوفا مکّار زال صَد ہزاراں دام داری زیرِ چال
اُس نے کہا اے بیوفا مکار بوڑھی! دُور ہو جا تو کنویں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے

تو فسونِ خود بہرکس می دمی گشت چوں رامِ تو آخر می رمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ جاتی ہے

ہاں برو کایں دلقِ من ویں پوستیں ہر دو موجود ست پیشِ من ببیں
ہاں چلی جا، کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین دیکھ لے، دونوں میرے سامنے موجود ہیں

من فریب از غدرِ تو کے خوردہ ام پے بضُعفِ عہدت اوّل بُردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟ میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتا لگا لیا ہے

1. رجعت۔ واپسی۔ وقفہ۔ ٹھہراؤ۔ مہ۔ یعنی درویش۔ منوال۔ طریقہ۔ مہر۔ محبت۔ وندریں۔ اس وقفہ میں درویش اپنے مجاہدوں میں لگا رہتا۔
2. آں زن۔ یعنی دنیا جو عورت کی صورت میں آئی تھی۔ ہے۔ تعجب۔ چال۔ چاہ، کنواں ہا کو لام سے بدل لیا جاتا ہے۔ در تفکّر۔ جب دنیا نے الوداع کہا تو درویش سوچنے لگا کہ یہ دنیا مجھ سے کیسے جدا ہو گی، میرے چاروں طرف کا مجمع کیسے غائب ہو جائے گا میں اور بادشاہ جو تیل اور کھل ہیں کیسے ایک دوسرے سے جدا ہوں گے بادشاہ کے چہرے پر شکن کیسے آئے گی۔

زُود باش اے بے حیا زیں جا برو
اے بے حیا! جلدی کر اِس جگہ سے چلی جا
تا بکے داری بافسونم گرو
مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟

از نظر غائب شُد آں فتّانہ[1] زن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی
در تفکّر رفت صُوفی از فتن
فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا

چوں رود ایں شورشِ بلغاکِ مَن
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟
چوں گشنہاکم شود زیں انجمن
اس محفل سے جھگڑے کیسے جائیں گے؟

شیرج و کُسبہ چساں گردد جدا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟
پریغ بر رُویِ جواں اُفتد چرا
جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑے گی؟

کزچہ[2] زاید تاہمہ دولت رَوَد
کس بات سے ہو گا کہ تمام دولت چلی جائے گی؟
آفتابِ عزّمن کاسِف شوَد
میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائے گا

خواند لاحول و بحق مشغول گشت
اس نے لاحول پڑھی اور اللہ (تعالیٰ) سے مشغول ہو گیا
کانَ امرُ اللہ چوں مفعول گشت
خدائی حکم تھا، جبکہ واقع ہوا

چوں قضا آید شود برعکس کار
جب قضا آئی ہے، کام اُلٹا ہو جاتا ہے
جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں

حق چو میخواہد کہ کارے رانَند
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے
سِلسلۂ اسباب را جُنبش دہد
اسباب کے سلسلہ کو حرکت دے دیتا ہے

از قضادر صبحِ آں روزِ سعید
تقدیر سے اُس اچھے دن صبح کو
شاہ سُوئے کوہ شُد بہرِ مَصید
بادشاہ، شکار کے لیے پہاڑ کی جانب گیا

جستہ بسیار کردو رنج بُرد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی
ہیچ باصیدے در آنجا وانخورد
کوئی شکار اُس جگہ نہ ملا

تَعب بیحدے چشید و رنجِ سخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی
شد ز تابِ مہر جانش لخت لخت
سورج کی گرمی سے اُس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی

در اَیاب آں شاہ بر رَسمِ قدیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں
قاصدِ درویش شُد اُو زاں رقیم
اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنے والا بن گیا

---

[1] فتّانہ۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والی۔ فتن۔ فتنہ کی جمع ہے۔ بلغاک۔ شوروغوغا۔ گشن۔ بوزن، چمن، بسیار، انبوہی۔ شیرج۔ تل کا تیل۔ کسبہ۔ کھل۔ پریغ۔ شکن۔ جوان۔ یعنی بادشاہ۔

[2] کزچہ۔ یہ کس بات سے ہو گا کہ دنیا مجھ سے بھاگ جائے گی اور میری دولت نہ رہے گی اور میری عزت کا چاند گرہن ہو گا۔ خواند۔ اس تفکر پر اُس نے لاحول پڑھی اور یادِ خدا میں لگ گیا۔ کانَ امراللہ۔ لیکن اس درویش سے دنیا کا چلا جانا خدائی حکم تھا جو ہو کر رہا۔ از قضا۔ زوال کے اسباب کا بیان ہے۔ مصید۔ شکار۔ تاب مہر۔ سورج کی تپش۔ ایاب۔ واپسی۔ رقیم۔ پہاڑ، غار۔

آمده بر پاے صوفی اوفتاد
بوسہا زد بردو پایش ز اعتقاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا
اعتقاد سے اُس کے دونوں پاؤں چومے

وقتِ گرما بُود و تاباں آفتاب
اندکے آسود شہ زاں حر و تاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا
اُس گرمی اور تابش کی وجہ سے شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا

تکیہ بردیوار زد خوابش ببُرد
سُوے سایہ ہرکسے رہ می سپُرد
دیوار کا سہارا لیا، اُس کو نیند آ گئی
سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے

شاہ تنہا ماند و آں صوفیِ صاف
ازمیانِ شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے
شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر

در تقلُّبہا[1] فتادش برشکم
مَردِ درویش ازرہِ لطف و کرم
کروٹیں لینے میں اُس کے پیٹ پر گر گیا
درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر

خواست کاں را از شکم یکسُو کُند
جاے دیگر دُور تر ازوے نہد
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے
دوسری جگہ اس سے دُور رکھ دے

چشمِ شہ یکبارگی بیدار شُد
دید چوں خنجر برہنہ زار[2] شُد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی
جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

زُود بَرجست و بقصرِ خویش رفت
لیک جانش از غضب سوزاں و تفت
فوراً اٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا
لیکن غصہ سے اُس کی جان جل بھُن گئی

گفت زُود آرید آں دستُور را
تا براندازد سَرِ ایں بے نُور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ
تاکہ وہ اس بے نور کا سر اُڑا دے

من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام
بارہا سَر را بپایش کردہ ام
میں نے اُس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں
بارہا اُس کے قدم پر سر رکھا ہے

پس سزاے نیکوئی زینساں بُود
کہ براے کُشتنم خنجر کشد
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے؟
کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سُونتے

شُد وزیر آگاہ و استغفار کرد
در شفاعت پیشِ شہ اصرار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی
شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا

گفت بخشیدم بتُو جانش خموش
کُن بدر وے را بیک بینی دوگوش
اُسنے کہا میں نے تیری وجہ سے اسکی جان بخشی، خاموش ہوجا
اُس کو ایک ناک دوکان کے ساتھ نکال دے

---

1. تقلبہا۔ یعنی نیند میں کروٹیں بدلنے سے۔
2. زار۔ عاجز۔ دستور۔ وزیر۔ تابراندازد۔ اُس کا سر قلم کردے۔ کن بدر۔ نکال دے۔ بیک بینی۔ یعنی سب مال و دولت چھین کر۔

ایں بُوَد صدق و وفایِ پُر دَوَل[1]
دولت مندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے
دل مَنہ برلُطفِ میران و وزیر
سرداروں اور وزیروں کی مہربانی سے دل نہ لگا
از یکے وہم آں تلطُّف کینہ شُد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی
می نہ بندی دل بآں سُلطاں چرا
تو اُس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟
جُرمہا دیدہ وظیفہ میدہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے
ہر خطا کردی و با زار آمدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا
مالِ دنیارا وفا خود ایں بُوَد
دنیا کے مال کی بھی وفاداری ہوتی ہے
جاں بُرد از مکرِ دنیا مردِ خوش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچا لے گیا
گر فتادے[2] اندرو گشتے ہلاک
اگر اُس میں مبتلا ہو جاتا، ہلاک ہو جاتا
زیرِ تیغِ بیدریغِ شاہِ دُوں
کمینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے
چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بُود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی
جاں سلامت بُرد ازیں خداعہ اُو
وہ اس دھوکے باز سے جان بچا لے گیا
باز سُوی داستانِ خود رَوَم
میں پھر اپنی داستان کی جانب لوٹتا ہوں

کز پئے وہمے بعدواں شُد بَدل
کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا
در دَمے خُلد اند و دردیگر سَعیر
گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دوزخ ہیں
ہمچو کانوں در تلہُّب سینہ شُد
لپٹیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا
گو ہزاراں جُرم بخشد از عطا
جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے
از چنیں جُود و عَطا کس چوں جہد
ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟
از خواصِ خاصِ دربارش شُدی
اُس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
دل درو بستن ز نقصِ دیں بُوَد
اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
چوں نہ بست اُو دلبراں مغرور کُش
چونکہ اپنے اس فریب خوردہ کو قتل کرنیوالی سے دل وابستہ نہ کیا
ہمچو بلعم می شُدے مسجونِ خاک
بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا
میشدے درویش بس زار و زبوں
درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا
میل سُوی مالہا ناوردہ بُود
مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
دل بزَہرِ اُو مبند اے یار تو
اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر
وہ چرا از نُصحِ تو غافل شوم
ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل بنوں

[1] پُر دول۔ دولتوں کا مالک۔ عدواں۔ عداوت۔ دردمے۔ یہ بادشاہ کسی وقت جنت کسی وقت دوزخ ہوتے ہیں۔ تلطف۔ مہربانی کرنا۔ کانوں۔ بھٹی۔ باآں سلطاں۔ خدائے تعالیٰ۔
[2] گر فتادے۔ اگر وہ درویش دنیا میں پھنس جاتا تو تباہ ہو جاتا۔ بلعم۔ یہ شخص بڑا عبادت گذار تھا لیکن آخر عمر میں برباد ہو گیا۔ مسجوں۔ قیدی۔ زبوں۔ عاجز۔ خداعہ۔ دھوکا باز، مکار۔

باز سُوئے داستاں من آمدم — وہ دریں دریاچہ دست و پا زدم
میں پھر داستان کی جانب آ گیا — ہائے اس دنیا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے

واں دوم[1] کاہل شد از تطویلِ من — کاہلاں را کرد کاہل پیلِ من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بن گیا — کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسر دوم حالِ کاہلی خود با قاضی

دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دوُمی گفتا کہ بشنو حالِ من — قرعۂ میراث زن در فالِ من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سُن — میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے

نصرت الدخل نگر در بیت مال — تابیابم از پدر مال و منال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر — تاکہ میں باپ کی جانب سے مال و متاع حاصل کر لوں

گفت من تنبل ترم از تنبلاں — ہستم از کوہِ گران ترہم گراں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں — میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں

گر فتد[2] کوہے نجنبم از مکاں — یابَرد سیلاب مارا رائگاں
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں — یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے

یا چو ابراہیمؑ گر آتش بُود — می نتابم سَر ازو ہم تا اَبد
یا (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح اگر آگ ہو — میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا

یا چو زکریاؑ شگافد ارّہٗ — بَرندارم من سَرِ خود ذرّہٗ
یا (حضرت) زکریاؑ کی طرح اگر آرہ چیر دے — میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں

یا چو اسمٰعیلؑ زیرِ خنجرے — برندارم من سَرِ خود ازمرے
یا (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے سے — جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں

گر بریزد برتنم صد بارنیش — یاشود سر تا قدمم از تیغ ریش
اگر سو بار میرے جسم پر نشتر لگے — یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے

من ز تنبل بَر نہ جنبانم دودست — میرود گو برسرِ مَن ہَرچہ ہست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں — کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گذر جائے

گر بہ پرّد سُوئے من صد تیر راست — از کسالت برنگردم چپ و راست
اگر میری طرف سو تیر سیدھے آئیں — میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں

[1] ۔دوم۔ پہلے لڑکے کی کاہلی کا بیان طویل ہو گیا تو دوسرا لڑکا میرے طویل بیان سے سُست ہو گیا۔ کاہلاں۔ یعنی اہلِ آخرت کی دنیا کے کاموں میں کاہلی کو میں نے خوب بیان کر دیا۔ پیل۔ یعنی بیان۔ گفتا۔ یعنی قاضی سے کہا۔ نصرت الداخل۔ رمل کی ایک شکل ہے جب وہ زائچہ کے دوسرے خانہ میں آتی ہے جس کو بیت المال کہتے ہیں تو وہ مال و دولت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ منال۔ سامان۔

[2] گر فتد۔ اگر پہاڑ بھی گرے یا دریا بہا لے جائے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلوں۔ مرے۔ جھگڑا۔

بر سَرِ من آنچہ بہ پسندی رَواست　حکم حکمِ تست[1] بندہ خود فنا ست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے　حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے

جملہ خواہشہا دراں خواہش گُم ست　صلح و تدبیر و ہمہ چالش گُم ست
تمام خواہشیں اس خواہش میں گم ہیں　صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے

چوں جمادم حرکت و خواہش نماند　تنبلیم دست از عالم فشاند
جب پتھر کی طرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی　میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا

ہمچو میّت در یدِ غسّال شو　از ارادت وز تکلّم لال شو
مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مُردے کی طرح بن جا　ارادہ سے اور بولنے سے گونگا بن جا

چوں کفیلِ من شُد اُو درکارہا　پس چرا چوں خر کشم من بارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا　تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اُٹھاؤں؟

بہ ز من تدبیرِ من میداند اُو　ہر بلا را بہ ز من میراند اُو
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے　وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے

پس چرا در نفع و ضرّ خود تنم　از کنف ہاِی حمایت چوں پرَم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاتوں؟　اپنایت کے پہلو سے کیوں اُڑوں

ایں سخن پایاں ندارد الغرض　گفت با قاضی. کہ اے دفع المرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض　اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!

درمیانِ ہرسہ تن کاہل ترم　وزہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں　اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں

سُود و نقصانِ دو عالم ہرچہ ہست　کاہلیِ من ز ہر دو بہتر ست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے　میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے

دَربیانِ ایں شنو یک قصہٖ　تابَری از تنبلِ من حصہٖ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے　تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے

بہرِ کارے آمدم در مُلکِ خوز[2]　در رباطے گشتم آسودہ دوروز
میں مُلکِ خوز میں ایک کام لیے آیا　ایک سرائے میں دو دن آرام کیا

شاہِ آنجا بس سخی و بحرِ جُود　کانِ لُطف و معدنِ احسان بُود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا　مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

---

[1] حکم حکمِ تست۔ یہ خدا تعالیٰ کو خطاب ہے۔ جملہ۔ میں راضی برضا ہوں اور اپنی تدابیر ختم کر چکا ہوں۔ ہمچو۔ اللہ کی مرضیات کے سامنے انسان کو ایسا ہونا چاہیے جس طرح مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لال۔ گونگا۔ کنف۔ پہلو۔

[2] خوز۔ خوزستان ایک ملک ہے یعنی دنیا۔ رباط۔ سرائے۔ شاہِ آنجا۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

چاوُش[1] اُو ہر زماں کردے گذر
اس کا نقیب ہر وقت گذرتا
بانگہا کردے برائے کور و کر
اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا

شاہ ہر شب برسرِ تختِ کرم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو
می نشیند اے گدایانِ دژم
بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!

ہرکہ را میلے بمال و جاہ است
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے
دین و دنیا در رکابِ شاہ ہست
دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے

ہرکہ بکشاید لبِ انبانِ خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے
پُرکند در وَے دُر و مَرجانِ[2] خویش
وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے

سیم و زَر بَس دُرّ و گوہرہاِ سُود
چاندی اور سونا نفع کے لیے بہت سے موتی اور جواہر
ہرکہ بکشودہ زباں بیشک ربود
جس نے زبان کھولی بے شک حاصل کر لیے

خوانِ یغمایش بدشمنہا و دوست
اس کا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کے لیے ہے
صرفِ محتاجاں بُوَد با مغز و پوست
مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا ہے

آنچہ خواہد از درش ہرکس بَرد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے
نیست با اعدایِ خود اُورا حسد
اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے

دوست دشمن پَرورد از لطف و جُود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے
ہرکہ لابہ کرد پیشش یافت سُود
جس نے اُس کے سامنے خوشامد کی نفع پا لیا

دمبدم طَول و سخایش در وفور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے
نیست در اَنبانِ جُودِ اُو فتور
اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے

جنبشِ لب کافی آمد بردرش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے
بہرِ استمطارِ غیثِ ہامرش
اس کی بہنے والی بارش کے برسوانے کے لیے

بردرش آید کسے گر صبح و شام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آ جائے
کارِ اُو یابد بکلّی انتظام
اس کا کام بالکل منظم ہو جائے

گر بیائی بردرِ اُو صبح گاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے دَر پر آئے
آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
تو جو چاہے وہ بادشاہ دے دے

گر کسے درنیم شب کوبد درش
اگر کوئی آدھی رات کو اس کا دروازہ پیٹے
میدہد گوہر بہ از سیم و زرش
وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دے دیتا ہے

جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں
وز خبر گیریِ خلقاں عاطلند
اور لوگوں کی خبرگیری سے معطل ہیں

---

1. چاؤش۔ نقیب یعنی انبیاء واولیاء۔ دژم۔ افسردہ۔
2. مرجاں۔ مونگا۔ یغما۔ لوٹ۔ طول۔ طاقت۔ استمطار۔ برسوانا۔ ہامر۔ برسنے والا۔ انتظام۔ درستی۔ عاطل۔ بیکار۔

شاہِ ما بیدار و ہردم ہوشیار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے
عالمے را خود بذات اُو پاسدار
وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا
میلِ آں شہ دَر دلم انداختند
انھوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کر دی

بَردرش رفتم شبان و صبحگاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا
آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا

رُوئِ اُو دیدہ ز خود رفتم چناں
اس کا رُخ دیکھ کر میں ایسا بیخود ہو گیا
کہ نیامد حرفِ اِعطِ[1] برزباں
کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا

مُدّتے بگذشت و من از کاہلی
ایک مدت گزر گئی اور میں کاہلی سے
ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
حیرت اور بے مرادی میں رہا

کاہلِی من زبانم را بہ بَست
میری کاہلی نے میری زبان بند کر دی
ہمچو محوِ بادہَ و مستِ الست
الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح

کاہلِی من مرا رخصت نداد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا
کہ بخواہم از شہِ باجود و داد
کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں

واصلاں اینگونہ ازہر دو جہاں
واصل (سچے) لوگ اس طرح سے دونوں جہان سے
کاہلند و غافلند اے زاہداں
اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں

نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت
ہر دو را بہرِ خدای خود بہشت
دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے

جُز خدارا از خدا خود خواستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا
نیست افزونی بُوَد جاں کاستن
بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے

گرخدارا[2] بہرِ جنّت عابدی
اگر تو جنت کے لیے خدا کا عبادت گذار ہے
در رفاہِ نفسِ خود بس قاصدی
تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنے والا ہے

حُسنِ ذاتِی الوہیت چہ شُد
خدائی کا ذاتی حُسن کیا ہوا؟
آہ آں حقِ ربوبیّت چہ شُد
افسوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟

ہست اُو معبود بالذات اے پسر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے
درمیانش پس وسائط را مخر
تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر

مرخدارا بہرِ اُو عابد شوید
خدا کے عبادت گذار اُس کے لیے ہی ہو
نہ کہ بہرِ حُور و جنّت میدوید
نہ کہ حور اور جنت کے لیے تم دوڑتے رہو

[1] اَعطِ۔تو عطا کر۔الست۔عہدِ الست۔بہشت۔بگذاشت۔
[2] گرخدا۔اگر خدا کی عبادت جنت کے لیے ہے تو یہ عبادت اپنے نفس کے آرام کے لیے ہے۔وسائط۔یعنی جنت اور دوزخ۔

حقِ آں ذاتِ خدایِ پاک کو / خود بده انصاف پاسخ[1] را بگو

اُس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟ / تو خود انصاف کر لے، جواب دے

گر پرستی بہرِ نار و یا جناں / عابدِ اینہا شدی اے کامراں

اگر تو جہنم یا جنتوں کے لیے عبادت کرتا ہے / اے کامیاب! تو ان کا عبادت گذار بن

گر نبودے جنت و نار اے لئیم / بود معبودِ حقیقی آں رحیم

اے کمینہ! اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی / وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا

نار و جنت ہر دو سوطِ کاہل ست / کاہلاں را تازیانہ ناقل ست

جہنم اور جنت دونوں کاہل کے لیے کوڑا ہیں / کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے

اسپ بحر از تازیانہ برجہد / خود بخود پادر رہِ عجلت نہد

تیز گھوڑا کوڑے سے بدکتا ہے / وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے

طفل را گویند در مکتب برو / جوز و لوزے میدہم ہاں زود شو

بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا / میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلد جا

پیشِ اُستاخوانِ نعمتہا بسے ست / فاکہہ واعناب بہرِ ہرکسے ست

استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں / پھل اور انگور ہر ایک کے لیے ہیں

گر روی پیشش نوازد مر ترا / ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا

اگر تو اس کے پاس جائے گا وہ تجھے نوازے گا / ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا

از طبانچہ روی گلگونت[2] کند / سخت زندانی و محزونت کند

طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا / تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا

طفل ازاں ترغیب و ترہیب پدر / رُو سُویِ مکتب نماید سَربسَر

بچہ باپ کے اِس پھسلانے اور ڈرانے سے / پورا رُخ مکتب کی جانب کرتا ہے

چونکہ طفلی رفت و آمد عقل خوب / نیست محتاجِ رغوب و ہم رہوب

جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آ گئی / تو وہ پھسلاووں اور ڈراووں کا محتاج نہیں ہے

خود بخود درپیشِ اُستا میرود / ہر سحرگاہے بسویش میدود

وہ خود بخود اُستاد کے سامنے چلا جاتا ہے / ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے

حُسنِ ذاتی بین و حقِ شاہیش / غرق شو در بحر ہمچوں ماہیش

ذاتی حسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ / سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا

بیخودی شو وز خودی یکسر برآ / از برایِ حق خدارا داں خدا

بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل / خدا کے لیے خدا کو خدا جان

---

[1] پاسخ۔جواب۔سوط۔کوڑا۔اسپ بحر۔تیز رو گھوڑا۔جوز۔اخروٹ۔لوز۔بادام۔اُستا۔اُستاد۔فاکہہ۔پھل۔اعناب۔عنب کی جمع،انگور۔

[2] گلگوں۔سرخ۔محزوں۔غمگین۔ترغیب۔رغبت دلانا۔ترہیب۔ڈرانا۔

مطلبِ دنیا و عقبیٰ را بہل　ہر دو انباں رابینداز از بغل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ　بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے

بہرِ اُو را عبادت کردنیست　عابدِ جنت طلب ہم مرد نیست
اس کی عبادت اس کے لیے کرنے کی ہے　جنت کے لیے عبادت کرنے والا مرد نہیں ہے

اُو بذاتِ خود عبادت را سزاست　نز برای نار و جنت وے خداست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے　نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے

اُعبُدُ اللّٰهَ لَهُ يَاذَا النُّهٰى　واطرِ حُوالاَغيَارَ عَنْ عَيْنِ الدَّهَا
اے عقل مندا! اللہ کی عبادت اس (اللہ) کے لیے کر　عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو

فَامْحُ نَقْشَ الْغَيْرِ عَنْ لَوحِ الصُّدُوْر　اِنَّهُ الْمَعبُوْدُ مِنْ غَيْرِ الْفُتُوْر
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹا دے　بے شک بغیر نقصان کے وہی معبود ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز　منہی[1] حال خود ست آں سوم نیز
اے پیارے! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے　وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودنِ آں پسرِ سوم کاہلیِ خود را بہ پیشِ قاضی کہ کاہل
اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملہ
بکارِ دین و چابک بکارِ دنیا بود و آنست بیکار و کاہلِ حقیقی
میں کاہل اور دُنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور بیکار اور حقیقی کاہل وہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں　کاہلیِ خود۔ بہ پیشم کن بیاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا، کہ اے فلاں!　اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر

گفت، قاضی! تنبلِ من بیشتر　ہمچو آتش ہست پُردود و شرر
اس نے کہا، اے قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے　جو آگ کی طرح دھوئیں اور چنگاریوں سے پُر ہے

در بیانش داستانے میزنم　حالِ مخفی برتو روشن میکنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں　چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں

دوش بردم سوی صحرا گاوَرا　پاسبانی می نمودم گاوَرا
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا　میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا

برسرِ جوئی کہ بُد سبزہ رغید　گاوِ خود بگذاشتم اُو می چرید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا　میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا

در چرا می گشت تدریجا بعید　سبزہ تر می یافت ہرجا میدوید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دُور ہو رہا تھا　جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا

---

[1] منہی۔خبر دینے والا۔

بود سبزہ پہن و صحرای دراز   می چرید او دور دور از راہِ آز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا   وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا

چیست[1] دنیا سبزہ زارِ خوش فضا   تو چوگاوے اندراں مرعیٰ چرا
دنیا کیا ہے؟ عمدہ فضا والا سبزہ   اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے

خود چرآں کاہے کہ در وے خار نیست   خار واژون وقتادہ زار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے   وہ چر چشہ اور قتادہ اُگنے کی جگہ نہیں ہے

تانگیرد در گلویت خارِ او   روزِ محشر گردی آخر زارِ او
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگ جائے   بالآخر محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

می چرد ایں گاوِ نفس اندر جہاں   سبز کاہے ہرکجا بیند عیاں
یہ نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے   سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے

ویں نداند از شکم پروردنی   کیں مراشد خوردنی ناخوردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا   کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی

آخرش دردِ شکم آرد تُرا   تخمہ آرد خیرہ[1] گرداند تُرا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے   تخمہ لگا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے

گرخوری آں را بحکمِ آں حکیم   کو سمیع ست و بصیرست و علیم
اگر تو اُسے اُس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے   جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم

تخمہ و قولنج و ہیضہ ناوَرد   ہیچ نفخے درشکم نے ہیچ دَرد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی   نہ پیٹ میں اپھارا نہ کوئی درد

بہرِ ایں حکمت رسیدند انبیا   تاتو در تخمہ نیفتی اے کیا
انبیا اسی حکمت کے لیے آئے ہیں   اے صاحب! تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو

تو مریضی جسمِ تو یک سر سقیم   رو بپرہیز و بہ پُرس از ہر حکیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے   جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے

ہمچو گاوے خودسری ہرگز مکن   برخلافِ نفسِ خود کُن ہر سخن
بیل کی طرح کبھی خودسری نہ کر   ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنیٔ ایں حدیث انّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی وَ حِمَی[2] اللّٰہِ مَحَارِمُہ

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محارمات

---

1. چیست دنیا۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ چَرہ۔ چریدن کا صیغہ امر ہے۔ خارِ واژوں۔ چرچشہ۔ قتادہ۔ ایک خاردار گھاس ہے جس کے چھونے سے ہاتھ میں خارش پیدا ہو جاتی ہے۔ خیرہ۔ حیران۔
2. حِمیٰ۔ وہ علاقہ بادشاہ جس میں دوسروں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیتا ہے اس میں نہ کسی کا جانور چر سکتا ہے نہ اس میں کوئی آ جا سکتا ہے اگر کسی کا مجرم اس میں پناہ پکڑ لے تو وہ بادشاہ کی پناہ میں سمجھا جاتا ہے۔

رواہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

نفسِ سرکش راعناں گر وادہی　میرود اُوتا چَراگاہِ شہی[1]

اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دے گا　وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا

رفتہ رفتہ درحمایِ شہ رَود　گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد

آہستہ آہستہ شاہ کے حمی میں پہنچ جائے گا　اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا

بہرِ ایں فرمود خیرالانبیاءؐ　خاص باشد بہرِ ہر سلطاں حما

اسی لیے خیر الانبیاءؐ نے فرمایا ہے　ہر بادشاہ کا ایک خاص حمی ہوتا ہے

از حمی اللہ آں محارم آمدہ　حمیہ اصلِ کُل مکارم آمدہ

محرمات خدا کا حمی ہیں　تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے

تاجِ کَرَّمنا بسَر افراشتی　لیک برسَر خاکہا انباشتی[2]

تو نے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا　لیکن سَر پر بہت خاک ڈال لی

اِنَّ اَکرَم عِندَہ اَتقَا بگو　ہست "کَرَّمنا" بتقویٰ اے عمو

"اسکے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے" کا قائل ہو جا　اے چچا! "ہم نے عزت دی" تقوے کی وجہ سے ہے

گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر　گوش کُن بَل ھُم اَضَلّ اے دیدہ وَر

اگر تو تقویٰ نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے　اے دیدہ ور! "بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوعِ کلام بحکایتِ آں پسرِ سِوُم و دور تر رفتنِ گاوِ اُو

کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور اُس کے بیل کا دُور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاوِ اُو بس دُور رفت　میرود آں گاوِ سُوی سبزہ تفت

ہاں، آ کہ وہ اس کا بیل بہت دُور چلا گیا　وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے

گاوَ می شد دور و من از کاہلی　می نمودم در رجوعش غافلی

بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے　اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا

دَر تردُّد می رَوم باز آرمش　یاہمیں از دُور پاسے دارمش

تردُّد میں، میں جاؤں اس کو واپس لاؤں　یا اسی طرح دُور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں

---

[1] حمی۔شاہی یعنی محرمات میں مبتلا ہو جائے گا۔گوشمالیہا۔حمی میں داخلہ پر سزا دی جاتی تھی۔محارم۔اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بنائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حمی ہیں۔حمیہ۔پرہیز،تقویٰ۔مکارم۔مکرمہ کی جمع ہے، بزرگی۔کَرَّمنا۔قرآن میں ہے وَلَقَد کَرَّمنا بَنِی آدَمَ "ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی"۔

[2] انباشتی۔اندختی۔گوش کن۔قرآن پاک میں ہے اُولٰئِکَ کَالاَنعَامِ بَل ھُم اَضَلّ "یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں"۔تفت۔گرم،تیز۔

می فشردم در تردُّد سخت سخت
میں تردُّد میں سخت بھینچ رہا تھا
شد دلم از کاہلی بس لخت لخت[1]
کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

ایں تردُّد ہست بُنیادِ غموم
یہ تردُّد غموں کی بنیاد ہے
برتو می آرد الٰہا زو ہجوم
اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں

رَو تو یکدل باش و مَردِ عزم باش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن
نقشِ این و آں ز لَوحِ دل خراش
اس اور اُس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے

درگذر زاں کیں بہ است و آں بہ است
اس سے گذر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے
از ہمہ بہ آں تردُّدہا دِہ است
وہ تردُّد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے

ازعدم برتو تردُّد ریختند
انھوں نے عدم سے تیرے اوپر تردُّد بہایا ہے
امتحاں راحیلۂ انگیختند
آزمائش کے لیے ایک حیلہ پیدا کر دیا ہے

زین و آں بگذر بداں سُوکن شتاب
اس اور اُس سے گذر جا اُس جانب جلدی کر
کہ بہرکارے اِلی اللہ المآب[2]
کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے

از سحر تا شام من در فکرِ گاوٗ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں
برہماں جُو بودم و دل فتنہ کاوٗ
اُسی نہر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں

ظہر و عصرِ من دریں غم شد قضا
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی
گر روم در سجدہ گردم زُو عمٰی
کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اُس سے اندھا ہو جاؤں گا

من شوم گر در نماز و در نیاز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا
گاوٗ گیرد آں طرف راہِ دراز
بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

آخرش چوں قرصِ خورشید در غروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی
گشت ضو از زنگیِ ظلمت ہروب
روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بن گئی

چشمِ من شد خیرہ از دیدارِ گاوٗ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی
می ندیدم ہیچ من زاثارِ گاوٗ
میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا

چشمِ من از دیدِ اُو تاریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی
گاوٗزاں مَرعاش در تحریک شد
بیل اپنی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا

---

[1] لخت لخت۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ ایں تردُّد۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ درگذر۔ انسان کو تردُّد سے گزر کر تردُّد پیدا کرنے والی ذات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ امتحاں۔ یہ تردُّد اُس اختیار کی دلیل ہے جو مدارِ امتحان ہے۔

[2] مآب۔ مرجع۔ فتنہ کاوٗ۔ فتنہ کی کھود کرید کرنے والا۔ عمٰی۔ یعنی بیل میری نگاہوں سے غائب ہو جائے گا۔ ہروب۔ بھاگنے والا۔ خیرہ۔ حیران، تاریک۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔

رفت آں گاوَ و نشاں معلوم نے — وآں کدِ[1] من جملہ جُز معدوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتا معلوم نہیں — اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں

روزِ من شد دیر و گاوَ از دست شد — سہ نمازِ من قضا چوں مست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا — دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں

اہلِ دنیا در چنیں اشغالہا — می کند ایثارِ دنیا اے کیا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں — اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں

مرد آں باشد کہ عقبیٰ رانند — کارِ دنیا را چو جیفہ رَد کُند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لیے کوشش کرے — دنیا کے کام کو مردار کی طرح رَد کر دے

اے برایِ گاوِ نفسِ بے حیا — می کنی ہردم نمازے را قضا
اے (مخاطب) بے حیا نفس کے بیل کے لیے — تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے

یادِ اُو ہمچوں نمازِ فرض داں — می کُنی تو کاہلی غافل ازاں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ — تو اس سے غافل ہو کر سُستی کرتا ہے

درجہاں فانی چنیں فانی شدی — کزرہِ عقبیٰ زنادانی شدی[2]
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا — تو نادانی سے آخرت کے راستہ سے ہٹ گیا

گر برایِ حق زِ دنیا بگذری — پیشت آید زالِ دنیا سَرسَری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لیے دنیا سے گذر جائے گا — تیرے سامنے بوڑھی دنیا آسانی سے آ جائے گی

دربیانِ آنکہ دنیا طالبِ ہاربِ خود وہاربِ از طالبِ خودست

اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفیِ صاحبدلے اندر رباط — بُدنشستہ ہمچو گُل باصد نشاط
ایک صاحبِ دل صوفی سرائے میں — پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا

جمع رہطے مُستفیداں برسَرش — معتقد بودند ہمچوں حیدرشؓ
مریدوں کا ایک مجمع اُس کے پاس — حضرت علیؓ کی طرح اس کے معتقد تھے

ناگہاں سہ جانور از سمتِ شرق — آمدند از سُرعتِ طیراں چو برق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے — تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

ہریکے زاں دیگرے بُد دَرگُریز — واں دگر در جستجویش تیز تیز
اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا — اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا

---

[1] کَدّ۔ محنت۔ ایثار۔ ترجیح دینا۔ جیفہ۔ مُردار۔

[2] شدی۔ رفتی۔ سرسری۔ آسانی۔ رباط۔ سرائے، خانقاہ۔ رہط۔ گروہ۔ مستفیداں۔ یعنی مریداں۔ حیدر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ طیراں۔ پرواز۔ ہریکے۔ تینوں آگے پیچھے اُڑ رہے تھے کبوتر سب سے آگے تھا جو زرّیں مُرغ سے بھاگ رہا تھا اور زرّیں مُرغ اس کو پکڑنا چاہتا تھا۔ یہی حال زرّیں مُرغ اور کوّے کا تھا۔

کفترے[1] بس لاغرے ژولیدۂ　پیش پیش از ہر سہ بُد پرّیدۂ

ایک کبوتر بہت کمزور پریشان　تینوں میں سے آگے آگے اُڑ رہا تھا

درپسِ اُو بُود زرّیں مُرغ و زفت　باہزاراں زیب و زینت گرم و تفت

اُس کے پیچھے موٹا زرّیں مُرغ تھا　ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ گرم اور تیز

دَرپۓ آں مُرغِ زرّیں زاغِ شوم　ہمچو بادِ تُند میرفت آں غشوم

اُس زرّیں مُرغ کے پیچھے منحوس کوا　وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا

ہر یکے زیں مُرغ کردے جہدِ نیک　یک دگر را می نیا بیدند لیک

ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا　لیکن ایک دوسرا کو پکڑ نہ پاتے تھے

حاضراں گفتند کاے قطبِ زماں　زیں عجب ترماندیدم از جہاں

حاضرین نے کہا، کہ اے قطبِ زماں!　دنیا میں میں نے اس سے زیادہ عجب نہیں دیکھا

دَرپۓ عاجز کبوتر چیست مُرغ　وزپۓ مُرغست چوں ایں زاغ یرغ[2]

عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟　اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوا کیوں ہے؟

کفترے را مُرغ پس رَوشدُ چہ خاست　زاغِ لاغی تابعِ مُرغے چراست

مرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟　بکواس کوا مرغ کے پیچھے کیوں ہے؟

جنس ہای مختلف را چہ فتاد　اِتباعِ یک دگر چوں دست داد

مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟　ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟

ہرکسے مرجنسِ خود را طالب ست　جنس ہا مر جنس ہا را جالب ست

ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے　جنسیں، جنس کو کھینچنے والی ہیں

جنس سُوی جنس دارد خُو و میل　روز با روزست و بالیلست لیل

جنس، جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے　دن، دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ

مَیلِ مُومن سُوئے مُومن میشود　مَیلِ کافر سُوئے کافر می رَود

مومن کا میلان مُومن کی جانب ہوتا ہے　کافر کا میلان کافر کی جانب ہوتا ہے

صالحاں با صالحاں منضم شوند　طالحان با طالحاں محرم شوند

نیک، نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں　بُرے، بُروں کے محرم ہوتے ہیں

زاغ با زاغاں کُند پروازہا　بُلبلے با بُلبلاں آوازہا

کوّا، کوؤں کے ساتھ اُڑانیں بھرتا ہے　بُلبل، بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے

---

[1] کفتر۔ کبوتر۔ غشوم۔ ظالم۔

[2] یرغ۔ تیز رو۔ حاضراں۔ مریدوں نے اُس درویش سے اس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت کی۔ جالب۔ کھینچنے والا۔ روز۔ یعنی ایمان۔ لیل۔ یعنی کفر۔ طالحاں۔ بدکاران۔

انبیاؔ[1] زیں رہ بشر ہا بودہ اند — از تجانس راہِ حق بنمودہ اند
انبیا اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں — ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھایا ہے

بُوئے جنسیت رسد فیضش شتاب — از مَلک آدم نگشتے بے حجاب
جنسیت کی بُو کا فیض جلد پہنچتا ہے — فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا

کافراں گفتند در حقِ نبیؐ — کاں فرشتہ چوں نیامد از خفی[2]
کافروں نے نبیؐ کے بارے میں کہا — کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟

ایں نہ فہمیدند کیں جسمِ بشر — بہرِ رُوپوشِ جہولست اے پسر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انسان کا جسم — اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لیے ہے

جاہلاں چوں از ملائک می رمند — انبیا از بُوئے جنسیت کشند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں — انبیا جنسیت کی بُو سے کھینچتے ہیں

ورنہ در معنیٰ مَلک گردِ وے ست — چوں نبی در قرب و عرفاں اُو کے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اُس کی گرد ہے — وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟

یک خلافِ جنسِ آمد صد حجاب — وز تجانس می شود صد فتح باب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے — اور ہم جنس ہونے سے سیکڑوں دروازے کھلتے ہیں

رُوح چوں از عالمِ اَمر آمدہ است — زاں بطاعات و ہُدیٰ راغب شدہ است
روح چونکہ عالمِ اَمر سے آئی ہے — اسی لیے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوئی ہے

جسم چوں از عالمِ خَلقست باز — سُوئے خواب و خُورکشد بے امتیاز
پھر جسم چونکہ عالمِ خلق سے ہے — (اس لیے) بلاامتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے

زیں دوچوں بزاید نتیجہ نفسہا — ہردو خُوزا بوین در طبعش سزا
نفوس چونکہ ان دونوں سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں — ماں باپ کیطرف سے دونوں خصلتیں اسکی طبیعت کے مناسب ہیں

گر بسُوئے خاکِ سِفلی میرود — آں زماں وے نفسِ اَمّارہ شود
اگر وہ سِفلی خاک کی جانب جاتا ہے — تب وہ نفسِ اَمّارہ بن جاتا ہے

ور بسُوئے رُوحِ علوی سَرکشد — آں زماں لوّامہ گشت و بارشد
اور اگر علوی روح کی جانب رُخ کرتا ہے — تب وہ لوامہ اور باہدایت بن جاتا ہے

مَیلِ مُلکِ اَمر چوں زاید درُو — سُوئے لوّامہ برآید سَرخوش اُو
جب اُس میں عالمِ اَمر کی خواہش پیدا ہوتی ہے — وہ مَست ہوکر (نفس) لوامہ کی جانب آ جاتا ہے

---

[1] انبیاء۔ انسانوں کو انبیا اسی لیے بنایا گیا ہے کہ وہ انسانوں کے ہم جنس ہیں فرشتہ اگر نبی ہوتا تو انسان اس سے مانوس نہ ہوسکتے۔

[2] خفی۔ پوشیدہ یعنی عالمِ غیب۔ جاہلاں۔ عوام فرشتہ کی طرف نہ کھنچتے۔ گرد۔ خاک۔ تجانس۔ ہم جنس ہونا۔ عالمِ امر۔ وہ عالم جو کلمہ کُن سے وجود میں آیا ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم جو مادہ کے ذریعہ وجود میں آیا ہے۔ دو۔ روح اور جسم۔ نفسِ امارہ۔ وہ نفس جو انسان سے بدی کرتا ہے۔ نفسِ لوامہ۔ جو برائی کے صدور پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔

گر ز کوشش سُوئے لاہوتی تند — دَم بسُوئے مُلہمہ[1] وامیزند

وہ اگر کوشش سے (عالَمِ) لاہوت کی جانب چلتا ہے — مُلہمہ کی جانب سانس لیتا ہے

بعدِ تہذیب و کمالِ اجتہاد — مُطمئنّہ گردد و اہلِ سَداد

تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد — درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے

ایں سخن را نیست پایاں اے فتا — سُوئے شرحِ آں سہ طائر باز آ

اے جوان! اس بات کا اخیر نہیں ہے — اُن تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

جواب گفتنِ آں صوفی برائے تسکینِ خاطرِ مُریداں و شرحِ حالِ آں سہ طائر کہ یکے درپئے دیگر می بُود

اُس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لیے جواب دینا اور ان تین پرندوں کے حال کی شرح، جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بر دلِ صوفی ندا آمد نہاں — کیں سہ مُرغ آمد مثالِ آں کساں

صوفی کے دل پر، مخفی آواز آئی — کہ یہ تین پرند اُن لوگوں کی مثال ہیں

کہ ز دنیا ہاربِ اَند و طالبِ اَند — جُملۂ شاں یک دگر را جالب اَند

کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں — سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں

میگریزد ایں کبوتر از ہمہ — از فسونِ مُرغِ زرّیں دَمدَمہ

یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے — مُرغِ زرّیں کے منتر (اور) مکر سے

مُرغِ زرّیں درپئش جویانِ اُو — میدود ہرسُو بدل قربانِ اُو

زرّیں مرغ اُس کے پیچھے اُس کا جویاں ہے — ہر جانب دوڑ رہا ہے، دل سے اُس پر قربان ہے

زاغ بہرِ مُرغِ زرّیں می پَرد — درپئش از حرص ہر سُو می دَود

کوّا، زرّیں مُرغ کے لیے اُڑ رہا ہے — لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے

لیک زینہا یک دگر را کس نیافت — گرچہ در پرواز ہر یک زُو شتافت[2]

لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا — اگرچہ ہر ایک نے اُڑنے میں جلدی کی

ہست عارف چوں کبوتر درگریز — دائما سُوئے خدا زیں خاک بیز

عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے — ہمیشہ خدا کی جانب، اس خاک چھاننے والے سے

درپئش دنیا کہ زرّیں مُرغ اُوست — می دَوَد ہرسُو و گرمِ جستجو ست

اس کے پیچھے دنیا ہے، جو زرّیں مُرغ ہے — ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے

---

[1] ملہمہ۔ وہ نفس جو انسان کے دل میں بھلائی کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ مطمئنہ۔ وہ نفس ہے جس کو کمالِ معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ سہ مرغ۔ کبوتر اُس شخص کی مثال ہے جو دنیا سے بھاگتا ہے۔ مرغِ زرّیں۔ دنیا ہے جو اس کے پیچھے لگی ہے اور کوّا دنیادار ہے۔

[2] زُو شتافت۔ زود شتافت۔ خاک بیز۔ دنیادار۔

زاغ یعنی اہلِ دنیا از شرہ[1]
کوا، یعنی دنیادار حرص کی وجہ سے
می دود بر وے نمی یابد فرہ
دوڑ رہا ہے اُس پر غلبہ نہیں پاتا ہے

اہلِ دنیا درپئے دنیایِ دُوں
دنیا دار، کمینی دنیا کے پیچھے
می دوند و می پرند اے ذوفنوں
اے ہنرمندا! دوڑتے ہیں اور اُڑتے ہیں

لیک آں مکّارہ زیشاں می رمد
لیکن وہ مکارہ اُن سے بھاگتی ہے
درپئے آں مردِ حقّانی دود
ربّانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے

می رمد آں مردِ حقّانی ازو
وہ ربّانی مرد اُس سے بھاگتا ہے
جستجویش می کند آں زشت جُو
وہ بد عادت، اُس کی جستجو کرتی ہے

می کند اُو درپیش پروازہا
وہ اُس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے
لیک وے بر می جہد چوں بازہا
لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

ہا، بیاکاں سہ پسر از کاہلی
ہاں، آ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ
طالبِ حکم اند زاں قاضی ولی
اُس صاحبِ اختیار قاضی سے فیصلہ کے طلب گار ہیں

عرض نمودنِ آن سہ پسر بجنابِ قاضیِ پُرہنر
اُن تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور
و فتویٰ خواستن در بابِ میراثِ پدر
باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہرسہ با قاضی بگفتند اے حمید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!
حالِ ما اینست کن حکمِ رشید
ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دے

خلق بہرِ حکمِ اُو شد مجتمع
لوگ اُس کے فیصلہ کے لیے جمع ہو گئے
ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
ہر ایک اس قصہ کو سننے والا تھا

تابدانند آنچہ قاضی حکم کرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اُس کو جان لیں
می چہ گوید اندریں آں مردِ فرد
وہ یکتا انسان اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟

گفت قاضی ایں ہمہ مالِ پدر
قاضی نے کہا، باپ کا یہ سارا مال
مرسُوم[2] را گشت از حکمِ قدر
مقدر کے فیصلہ سے تیسرے کا ہو گیا

خلق آمد در فغاں زیں ماجرا
لوگ اس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے
کیں سخن را شرح کن بہرِ خدا
کہ خدا کے لیے اس بات کی تشریح کیجئے

عالَمے زیں حکم حیرت در شدند
ایک جہان اس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا
کیں دوچوں محرومِ مال و زر شدند
کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟

---
1. شرہ۔ حرص۔ فرہ۔ غلبہ۔ مکّارہ۔ یعنی دنیا۔
2. مرسُوم۔ جس نے نماز بھی کھوئی اور بیل بھی کھویا۔

کاہلی ہر سہ شُد باہم قریب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے

وجہِ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
اے عقل مندا! اُس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟

گفت قاضی ہست کاہل ترسُوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے

شُد فزوں تر اُو ز اوّل وز دُوَم
وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے

زانکہ ایں کاہل بکارِ[1] اُخرویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے

چُست و چابک در امورِ دُنیویست
دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے

برگزید اُوکارِ دنیا بر نماز
اُس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی

ایں بُوَد خود کاہلیِ اہلِ آز
اہلِ حرص کی کاہلی بھی ہوتی ہے

کاہلی درکارِ دنیا چُستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے

کاہلی از نار و جنّت سُستی ست
جہنم اور جنت سے کاہلی سُستی ہے

مَردِ کاہل بہرِ حق کاہل بُوَد
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے

کاہل از دارین بَس عاقل بُوَد
دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقل مند ہوتا ہے

بہرِ ذاتِ حق گذارد ہر دو را
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کے لیے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے

ایں چنیں کاہل بُوَد مَردِ خدا
مردِ خدا، ایسا ہی کاہل ہوتا ہے

کاہلیِ اوّلیں در زہد بُرد
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی

کرد اِسباغِ وضو قطرہ نخُورد
اس نے وضو مکمل کیا، ایک قطرہ نہ پیا

بر اُمیدِ جنّت اُو بردے کشید
اُس نے جنت کی اُمید پر سردی برداشت کی

نفس را ہم از عطش گردن بُرید
پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی

واں دُوَم[2] از بہرِ حق کاہل شُدست
اور وہ دوسرا اللہ تعالیٰ کے لیے کاہل بنا

از مَتاعِ ہر دو کون، غافل شُد ست
دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا

غیرِ حق را چوں ندید اُو ہیچ قدر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی

کاہلیِ اُوست از چُستی و مَکر
اُس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے

کاہلیِ عقبیٰ مُرادم چابکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مُراد چُستی ہے

دَر توکّل کاہلیِ و بے تگی ست
(کیونکہ) کاہلی اور کوشش نہ ہونا، توکل کی وجہ سے ہے

---

[1] کارِ اُخروی۔ بیل کے چرانے کی فکر میں نمازیں قضا کردیں۔ امورِ دنیوی۔ بیل کو اچھی اچھی گھاس کھلاتا رہا اور اُس کی فکر میں لگا رہا۔ کاہلی درکارِ دنیا۔ جو دنیاوی معاملہ میں کاہلی برتے وہ دراصل چست ہے۔ کاہلی از نار۔ جو آخرت کے معاملہ میں سُستی برتتے دراصل کاہل وہ ہے۔ اوّلیں۔ پہلے لڑکے نے وضو خوب کیا تو آخرت کے کام میں چُستی دکھائی خود پانی نہ پیا تو دنیا کے کام میں سُستی دکھائی۔

[2] دوم۔ دوسرے لڑکے میں توکل بڑھا ہوا تھا تو آخرت کے معاملہ میں چست تھا، کارِ دنیا میں کاہل تھا۔ مالِ عقبیٰ۔ یہ دوسرا آخرت کے مال کا وارث ہے۔

مالِ عقبیٰ بہرِ ایں کاہل بُوَد
آخرت کا مال اِس کاہل کے لیے ہوتا ہے
مالِ دنیا[1] بہرِ آں کاہل بُوَد
دنیا کا مال، اس کاہل کے لیے ہوتا ہے

ایں سُوم کوکارِ حق را خوار کرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا
بہرِ گاوے شُد فدا روزش بدَرد
بیل کے لیے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا

کاہل و جاہل ز جُملہ ایں کس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے
دولتِ دنیا مرایں کس رابس ست
دنیا کی دولت اس کے لیے کافی ہے

واں دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست
اُن دونوں کے لیے آخرت اور اسکے لیے دنیا کی دولت ہے
نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
انجام کار یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے

زیں سبب فرمود پیغمبرؐ مگر
شاید پیغمبرؐ نے اسی لیے فرمایا
اِنَّهُ لَو کَانَ لِلدُّنْیَا قَدَر
بے شک، اگر دنیا کی قدر ہوتی

مَا سَقٰی مِنهَا لِکَافِر شُربَۃً
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا
بلکہ می انداخت بَروے صَدمِحَن
بلکہ اُس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

دربیانِ معنیِ ایں حدیث کہ اَلدُّنیَا سِجنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الکَافِرِ

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنّت آں کفّار را
دنیا کافروں کے لیے جنت ہے
اہلِ فسق و ظلم و آں اشرار را
فاسقوں اور ظالموں اور اُن شریروں کے لیے

بہرِ مُومن ہست زنداں ایں مقام
یہ جگہ مومن کے لیے قید خانہ ہے
نیست زنداں جایِ عیش و احتشام[2]
قیدخانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

جَہد کُن تاخود ازیں زنداں رَہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پا لے
مَخلصی جاں را ازیں مَحبَس دہی
جان کو اِس قیدخانہ سے چھٹکارا دے دے

زُود فکرِ ژرف می باید گزید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہیے
پا ازیں زنداں بُروں باید کشید
اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہیے

آشیانِ تُست عرشِ اِعتلا
تیرا آشیانہ بُلندی کا عرش ہے
چوں بیفتادی دریں دامِ بَلا
تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟

ہیچ ناری یاد ازاں کاشانۂ
تو کبھی اُس محل کو یاد نہیں کرتا ہے
مَست گشتی چوں بریں گُہدانۂ
تو اُس پائے خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے

---

[1] مالِ دنیا۔ دنیا کا مال تیسرے کے لیے ہے کیوں کہ کاہل یہی ہے یہ دنیا کے کام میں چُست اور آخرت کے کام میں کاہل ثابت ہوا۔ واں دو۔ پہلے اور دوسرے کو آخرت ملے گی تیسرے کو یہ دنیا کی دولت جو دراصل ذلت ہے دی جائے گی۔ پیغمبرؐ۔ آنحضور نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی پر پشہ کی برابر بھی قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔

[2] احتشام۔ صاحبِ شوکت وحشمت ہونا۔ محبس۔ قیدخانہ۔ ژرف۔ گہرا۔ اعتلا۔ بلند ہونا۔ گہدان۔ بیت الخلا۔

می دہندت دانہ عُمرت می خرند | گاوِ گردوں زرعِ عُمرت می چرند
تجھے دانہ دے دیتے ہیں، تیری عمر خرید لیتے ہیں | آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں

روزیِ ہر روزہ پنداری تو مُفت | عمرِ ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے | ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے

تو بدانہ دام را بگزیدۂ | وز لئیمی برفخے[1] پیچیدۂ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے | اور کمینہ پن سے جال میں اُلجھ گیا ہے

رَو بداں سُو پَر بزن کاشانہاست | آں سُویِ چرخِ بریں بَس دانہاست
جا، اُس جانب پرواز کر، محلات ہیں | اِس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں

لَب بہ بند از گفتگویِ این و آں | تابیابی نورِ حق دردل عیاں
اس اور اُس کی بات سے ہونٹ بند کر لے | تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے

خویش را رُسوایِ عالم کردۂ | بہرِ تصویرِ جہاں[2] چوں گردۂ
تو نے اپنے آپ کو رُسوائے عالم بنایا ہے | جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لیے نقشہ ہے

لوحِ تو پُر از خیالاتِ جہاں | فکرو ذکرش چوں شود دردل جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پُر ہے | اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہوگا؟

از ہمہ می بُر بدُو پیوند کُن | بردرِ یک یار خود را بند کُن
سب سے کٹ جا، اُس سے جُڑ جا | ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر

یارِ ہرجائی ترا مرغوب نیست | کے سزد آں را کہ چوں اُو خوب نیست
ہرجائی یار، تجھے پسند نہیں ہے | اسکے لیے کب مناسب ہوگا جسکی طرح کا کوئی حسین نہیں ہے

حکایت برسبیلِ تمثیل

تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بُد زنے سیمیں تنے عشوہ گرے | برزمیں تاباں چو فرخ اخترے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی | زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

زُلف و رُخسار و لبِ اُو رَشکِ حُور | در زنخدانش دلِ خلقے حصُور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حُور کا رشک (تھے) | اُس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا (تھا)

از تبختر چوں تدروِ خوش نہاد | برسرِ کویِ گذارے اُوفتاد
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی) | اُس کا کوچہ پر سے گذر ہوا

اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل | شُد دوچارِ اُو زدستش رفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل | اُس کے سامنے آ گیا، اُس کا دل بے قابو ہو گیا

---

[1] فخ۔جال۔گردہ۔وہ مٹی جس پر نمونہ کے لیے نقش ونگار بنالیتے ہیں۔
[2] جہاں۔جھندہ۔فرخ۔مبارک۔زنخداں۔ٹھوڑی۔حصور۔گھرا ہوا۔تبختر۔ناز سے چلنا۔تدرو۔چکور۔

دید اُورا گشت تصویرِ خیال
اُس نے اُس کو دیکھا، تصویرِ خیال بن گیا
رفت ہوش ازسر بجانش صد نکال
ہوش سر سے روانہ ہوگیا، اسکی جان میں سو عذاب پیدا ہوگئے

گشت چوں تصویرِ حیراں اندرُو
اُس میں تصویر کی طرح حیران ہو گیا
چشم برہم می نزد از شوقِ اُو
اُس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا

زن[1] چو اُورا والہ و شیدا بدید
عورت نے جب اُس کو عاشق اور شیدا دیکھا
تیرِ عشقِ اُو بجانِ زن رسید
اُس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا

گفت اے سادہ چہ می بینی بگو
اُس نے کہا، اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟
از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رُو
اے آئینہ رو! تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟

رو برای کارِ خود آمادہ باش
جا، اپنے کام پر آمادہ رہ
پا بزنجیرے منہ آزادہ باش
پاؤں میں زنجیر نہ ڈال، آزاد رہ

گفت[2] عشقت ہوش و عقلِ من ربود
اُس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اُڑا
کو مرا پروای کارِ نفع و سُود
مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟

جز تو کارِ دیگرم باقی نماند
میرے لیے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا
عشقِ تو در بسترم خارے فشاند
تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیے

کاروبارِ من بجز عشقِ تو نیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے
حُسنِ تمثیلِ تو جاں را رہزنیست
تیری تصویر کا حُسن، جان کا رہزن ہے

گفت ہیں واپس نگر ہمشیرِ من
اُس نے کہا خبردار! پیچھے دیکھ میری ہمشیر
از عقب می آید آں غنچہ دہن
پیچھے آ رہی ہے، وہ غنچہ دہن

صدرہ ازمن در جمالِ اُو خوب تر
وہ مجھ سے حُسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے
کہ نیرزد پیشِ رُوی اُو قمر
کیونکہ اُسکے رُخ کے مقابلہ میں چاند کسی قیمت کا نہیں ہے

آں جوانِ سادہ، رُو ازوے بتافت
اُس بھولے جوان نے اُس سے مُنہ موڑ لیا
سُوی محبوبے، نشاں کزوے نیافت
اُس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا

زن برویش زد طپانچہ آنچناں
عورت نے اُس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا
کہ برُو صد رشک بُردے ارغواں
کہ گلِ بابونہ اُس پر سو رشک کرے

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے
در بیانِ دعویِ خود صادقی
اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے

[1] زن۔ عورت کے دل میں اُس عاشق کا عشق پیدا ہوگیا۔ آئینہ رُو۔ حیران۔ زنجیرے۔ یعنی عشق کی زنجیر۔

[2] گفت۔ عورت نے کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے وہ پیچھے آرہی ہے۔ آں جواں۔ وہ جوان پیچھے کو مڑکر دیکھنے لگا لیکن اُس نے کوئی عورت آتی ہوئی نہ دیکھی۔ زن۔ عورت نے اُس کے طمانچہ مارا کہ اگر تو میرا عاشق ہے تو پھر تو نے دوسرے کی طرف نظر اُٹھا کر کیوں دیکھنا چاہا۔

سُوئے غیرِ مَن چرا کردی نظر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟

ایں چنیں باشد وفایِ عاشقاں
عاشقوں کی وفا ایسی ہوتی ہے

چونکہ دیدِ غیر در عشقِ مجاز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا

عاشقِ حقی و بینی غیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے

کلمکے[1] داری بُروئے دل ز غیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے

تا فشک[2] داری بکشمانِ وجود
جب تک تو وجود کے کھیت میں دیمک رکھتا ہے

غیرِ اُو را از نظر بیروں فگن
اس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے

کیست دیگر درجہاں غیر از خدا
دنیا میں خدا سے علاوہ دوسرا کون ہے؟

خود توئی گر غیرِ حق خود را بسوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے

جُز وجودِ مطلق و ہستیِ پاک
وجودِ مطلق اور پاک ہستی کے سوا

تو کجا و مَن کجا عالَم کجا
تو کہاں اور میں کہاں، عالم کہاں؟

ظاہر و باطن نہان و آشکار
ظاہر اور باطن، پوشیدہ اور کھلا

درہزاراں آئینہ یک صورت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے

دعویِ عشق ایں بُوَد اے خیرہ سَر
اے پراگندہ دماغ! عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے

رُو بغیر آرند ظاہر یا نہاں
ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رُخ کرتے ہیں؟

ننگِ عشق آمد حقیقت راچہ ساز
عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق؟

کعبہ می خواہی کہ سازی دَیر را
تو کعبہ چاہتا ہے؟ جب بت خانہ کا ارادہ کرتا ہے

ونگہاں خواہی بکُوئے دوست سَیر
پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے

حَبِّ حُبِّ اللّٰہ درو کِشتن چہ سُود
اس میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟

چشمِ دل نہ برجمالِ ذُوالمِنن
احسانوں والے کے حسن پر، دل کی آنکھ رکھ

از چہ اَحول گشتہ اے ژاژخا
اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟

چشمِ دل بر وحدۂ ہر دَم بدُوز
دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا

آنچہ آید دَر خیالت ہَست خاک
جو کچھ تیرے خیال میں آئے، خاک ہے

ہَست یک نورِ منزہ اے فتا
اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے

شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
شمع تو ایک شمع ہے اس کے قندیل ہزار ہیں

زیں تکثُّرہم خِرد را حیرت ست
اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے

---

1. کلمکے۔ چھوٹا سا زخم۔
2. فشک۔ دیمک۔ کشمان۔ کھیت۔ احول۔ بھینگا، مشرک بھینگا ہے ایک کے دو دیکھتا ہے۔ ظاہر۔ جملہ کائنات صرف ایک نورِ وحدت کا مظہر ہے ایک روشنی مختلف رنگ کے آئینوں میں سے مختلف نظر آتی ہے۔

کثرتِ آئینہ آمد از کجا — ایں ز اَسماؤ صفات ست اے کیا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟ — اے بزرگ! یہ اَسما اور صفات کی وجہ سے ہے
ایں[1] سخن پایاں ندارد لب بہ بند — ہردو لبہای مرا بربستہ قند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کر لے — شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیے ہیں
زیں شکر ہر دولبِ مَن بستہ شُد — وز قیودِ گفتگو دل رَستہ شُد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہو گئے — اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پا گیا

رجوع بحکایت شاہزادۂ سوم کہ از بادشاہ شرفِ قرابت و عزّ و
تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور
وجاہت یافت و بمنزل گاہِ زَوَّجنَاھُم بحُورٍ عِینٍ شتافت
عزت اور وجاہت پائی "ہم کے حورعین سے اُن کی شادی کر دی" کی منزل گاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حُسام الدّیں شہِ مُلکِ یقیں — حالِ شہزادۂ سوم برگو توہیں
اے حسام الدین! ملکِ یقین کے شاہ — ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں
اے ضیاء الحق حُسام الدّیں حَسَن — جذبِ جاں کردی توچوں بادِ یمن[2]
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن! — آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کر لی
می کشد مارا اَبر عرشِ عُلا — پرّ پروازت چو جبریلِ صَفا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے — تیرا پر پرواز جبرئیلؑ باصفا کی طرح
بُردۂ جاں را تو در باغِ خلود — سینہ ام پُرگل ازانست اے وَدُود
آپ جان کو ہمیشگی کے باغ میں لے گئے — اے محبوب! اسی لیے میرا سینہ پھولوں سے پُر ہے
خود ز تُست ایں گفتگوئے پُرشکر — کز زبانم می تراود شعرِ تر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے — کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں
حالِ خود را بَر زبانم گفتۂ — خود تو دانی چونکہ ایں در سُفتۂ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے — چونکہ آپ نے یہ موتی پرویا ہے آپ خود جانتے ہیں
مَن نے خالی بُدم نائی توئی — مثنوی را گر بیفزائی تُوئی
میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں — اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں
نالۂ مَن ازدمِ گرمِ تُو ہست — لُطفِ تُو ایں تہمتے برمَن بہ بست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے — آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے

---

[1] ایں۔ خالص ذات وحدت سے متصف ہے، یہ تکثر اسماء وصفات کے مظاہر ہیں۔
[2] بادیمن۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے یمن کی جانب سے خدائی سانس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اس کا مصداق وہ کشش تھی جو اویس قرنیؓ کی جانب سے آنحضورؐ میں پیدا ہوئی تھی۔ اَبر۔ ہمزہ زیادہ ہے۔ نائی۔ نے نواز۔

اختتام[1] مثنوی خود کردہٗ — خود تو میگوئی و لے در پردہٗ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے — خود آپ کہہ رہے ہیں لیکن آپ پردے میں ہیں

ایں مَن و ما جُز کہ پردہ بیش نیست — پیشِ آں عقلِ مآل اندیش نیست
یہ ''من و ما'' پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے — انجام سوچنے والی عقل اُس کے سامنے نہیں ہے

در صُوَر گر کثرتے بینی عیاں — معنیِ جُملہ یکست اے نکتہ دَاں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے — ایک نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے

شمع، در آئینہ خانہ گر نہی — پیش ہَر آئینہ اَش راہے دہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے — ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو راستہ دے دے گا

در حقیقت یک بُوَد اے ہوشیار — پیشِ چشمِ تُو نمایاں صَد ہزار
اے ہوشیار! حقیقت میں وہ ایک ہے — تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں

ذاتِ شمع آں یک بُوَد از کثرتے — مرتُرا ز آئینہ باشد حیرتے
شمع کی ذات ایک ہے، کثرت کی وجہ سے — تجھے آئینہ سے حیرت ہو گی

بے تکثُّر شمع یک چوں شُد ہزار — وحدتِ ہستیِ مُطلق ہوشدار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہو گئیں — مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے

گر[2] بپُرسی آئینہ شُد از کُجا — شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟ — وہ شمع خود قدیم اور منوّر ہے

آئینہ داں جُملہ اَسماء و صفات — اقتضا کردند فضلِ کائنات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ — جنہوں نے بقیہ کائنات کو چاہا

زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سُوم — چوں شنید از مرگ آں دادر دُوَم
اس بات سے گذر، کیونکہ تیسرے شہزادے نے — جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سُنا

بیانِ حالِ شہزادہٗ سُوم کہ بعدِ مرگِ برادرِ دُوَم تقرُّبِ سُلطان و قُرب و عِرفان یافت

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا تقرُّب اور قرب و معرفت حاصل کر لی

حاضر آمد در جنابِ پادشاہ — طالبِ محبوبِ خود با دَرد و آہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا — اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بن کر

---

1. اختتام۔ یہ خاتمہ آپ نے لکھوایا ہے۔
2. گر بپُرسی۔ ذات ایک ہے صفات میں کثرت ہے اور یہ کائنات صفات کا مظہر ہے۔ دادر۔ برادر۔

پس مُعرّف گفت بہرِ مصلحت　کیں سُوم بیش ست جائے مرحمت

مصلحت کے طور پر تعارف کرنے والے نے کہا　کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے

ہردو بازویش بعشقِ تو شکست　مر شکستش را جبیرہ[1] بستن ست

اُس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہو گئے　اُس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے

شاہِ رحمت کرد اُو را پیش خواند　وز تلطّف برسَریرِ خود نشاند

شاہ نے رحم کیا اُس کو آگے بُلایا　اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا

گرچہ میدانست حالش را بکشف　جملہ می پُرسید با رائیِ شگرف

اگرچہ وہ اُس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا　عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا

آنچناں از لُطف پُرسشہا نمود　کاں غم و کربت زجانِ اُو ربُود

مہربانی سے اس قدر پُرسش کی　کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مُردہ را تدفیں نمُود　زندہ راباروحِ خود تضمیں نمود

اُس نے مُردہ بھائی کی تدفین کر دی　زندہ کو اپنی رُوح سے وابستہ کر لیا

بعد چندیں صحبتِ اُو گرم شُد　شاہ را بروے بسے دل نرم شُد

تھوڑے دن بعد اُس کی صحبت گرم ہو گئی　اُس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہو گیا

پُوتہ[2] و پُوتک مراُورا جملہ داد　داخلِ شاہانہ بہرِ اُو گشاد

بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا　دیوان خانہ اُس کے لیے کھول دیا

ازدَمِ جاں بخشِ شاہِ بحرِ جُود　غنچۂ اُو در شگفتن رُو نمود

سخاوت کے سمندر، جان عطا کرنے والے شاہ کے دم سے　اُس کا غنچہ کھلنے لگا

رازہا اندردلش تخمیر گشت　ہمچو آں دومیں ہمہ تنویر گشت

اُس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہو گئے　وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا

منزلِ قُربِ وجود و معرفت　بیشتر زاں دومیں شُد در صفت

قُربِ وجود اور معرفت کی منزل میں　صفت میں اُس منجھلے بھائی سے زیادہ ہو گیا

کسب ہا میکرد و رَہ طے می نمُود　جہدہا میکرد و نورش می فزود

مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا　وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا

لیک اُو خود عبرتے بگرفتہ بُود　زاں دو دادر پندہا پذ رفتہ بُود

لیکن اُس نے خود ایک عبرت حاصل کر لی تھی　اُن دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کر لی تھی

عقبہائے راہ وا دانستہ بُود　حزمہا میکرد و بُدشایستہ خود

وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا　احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا

---

[1] جبیرہ۔ ٹوٹے ہوئے عضو کو کسنے کی پٹی۔

[2] پوتہ و پوتک۔ بڑا اور چھوٹا خزانہ۔ زاں دو دادر۔ بڑے نے عجلت میں جان دی چھوٹے کو تکبر نے مار ڈالا۔

دیدکاں اوّل ز عُجلت جاں بداد ۔ واں دُوم را عُجب درگورے نہاد
اُس نے دیکھا کہ اُس پہلے نے جلدی میں جان دے دی ۔ اور اُس دوسرے کو خود پسندی نے قبر میں رکھ دیا

مَرد را باید کہ اندر راہِ یار ۔ در تأنّی[1] کوشد و صبر و قرار
انسان کو چاہیے کہ یار کے راستہ میں ۔ آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ ۔ رِفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
احمدؐ مجتبیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے ۔ اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے

ابنِ مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد ۔ نصفِ ایمان ست صبر اے نیک مَرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے ۔ اے نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے

ورنہ حُسنِ یار نورِ مُطلق ست ۔ چشمِ دل اندر جمالش مُندق ست
ورنہ یار کا حسن نورِ مطلق ہے ۔ اس کے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے

تاب ناری دیدنش را یک بیک ۔ آئینہ مَصقول میکُن سیکنک
تو یک بیک اُس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا ۔ آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر

ایں تأنّی بہرِ استعداد ہَست ۔ کے جمالِ بے حجابش در بہ بَست
یہ آہستہ روی استعداد کے لیے ہے ۔ اس کے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟

یارِ چوں شمس ست در وسط السّماء ۔ لیک اے خفّاش کُو چشمے تُرا
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے ۔ لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟

رَو تو اوّل چشم را پیدا بکُن ۔ بعدازاں دیدہ بسویش وا بکُن
جا، تو پہلے آنکھ پیدا کر ۔ اُس کے بعد اُس کی طرف آنکھ کھول۔

بَرنتابی ورنہ آں نور و شرُوق ۔ نجمِ توگردد ز مہرش در خفُوق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا ۔ اُس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائے گا

یابمیری یا شوی دیوانہ خُود ۔ زیں سببہا اکثرے مجذوب[2] شُد
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا ۔ اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں

برنتابد کاہ بارِ کوہ را ۔ مَرد باید ایں غم و اندوہ را
تنکا، پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا ۔ اس رنج و غم کے لیے مرد چاہیے

آں نخستیں دادرش تعجیل کرد ۔ وصلِ عریاں راطپاں تحصیل کرد
اُس کے پہلے بھائی نے جلدی کی ۔ عُریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا

---

[1] تأنّی۔ آہستہ روی۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ آہستہ روی تمام حکمتوں کی جڑ ہے۔ مُندق۔ ریزہ ریزہ۔ ایں تأنّی۔ آہستہ روی اس لیے ضروری ہے کہ تجھ میں استعداد پیدا ہو جائے اور اُس نور کا تحمل کر سکے۔ یابمیر۔ اگر بغیر استعداد کے تجلی پڑتی ہے تو سالک مرجاتا ہے یا دیوانہ ہو جاتا ہے۔

[2] مجذوب۔ وہ انسان جس کے ہوش و حواس جذبِ الٰہی نے گم کردیے ہوں۔

چوں نبُود آں وصلِ لب درخوردِ اُو　در طپش اُفتاد و خست و مُرد او
چونکہ خالص وصل اُس کے مناسب نہ تھا　وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا

تا کہ رفعِ ایں حجابِ تن نشُد　وصلِ عُریاں کے بدست آید ز لُد[1]
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ ہٹے　جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟

لیک شیرِ عشق چوں تازد شتاب　لُقمہ گردد عاشق اُو را چوں کباب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑ پڑتا ہے　عاشق کباب کی طرح اُس کا لُقمہ بن جاتا ہے

ز اضطرابِ عشق جلدیہا کُند　چکرہ را ہمچوں صَدف لَب وا کُند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے　سیپ کی طرح قطرے کے لیے منہ کھول دیتا ہے

لیک پیش از ابرِ نیساں فتحِ لَب　نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
لیکن ابرِ نیساں سے پہلے منہ کھولنا　اُس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں

زَن نباشد طامثہ یا بالغہ　باشد از احوائے نُطفہ زائغہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو　وہ نُطفہ کے گھیرنے میں کجرو ہوتی ہے

داستانِ آں مطبخی کہ بدونِ استعداد ازراہِ تعجیلِ دل
اُس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر استعداد کے جلد بازی کے طور پر
بوصلِ عُریاں نہاد و جاں بَداد
وصلِ عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان دے دی

عارفے[2] را مطبخی ہمسایہ بُود　بَس سخی و عاقل و پُرمایہ بُود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا　بہت سخی اور عقل مند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حالِ شیخ　بَستہ بُودے چشم بَراحوالِ شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا　شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا

چونکہ فقر از شانِ فخرِ اولیا ست　اِفتقار از سنتِ خیرالوریٰ ست
چونکہ فقر اولیا کے فخر کی شان ہے　حاجت مندی خیر الوریٰ کی سنت ہے

باوجودِ حزمِ اِخفایِ کمال　گر شُدے احیاناً اُو دانایِ حال
باوجود کمال کے اخفاء کی پختہ کاری کے　اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا

---

[1] لَد۔ جھگڑا۔ مفتی صاحب نے جھگڑے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ چکرہ۔ قطرہ۔ صدف۔ سیپ۔ نیساں۔ چیت کا مہینہ اپریل۔ طامثہ۔ حائضہ۔ زائغہ۔ کجرو۔

[2] عارف۔ صاحب معرفت شخص، ولی بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ قصہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اُس نان بائی کی قبر بھی اُن کے مزار کے پاس موجود ہے۔ مطبخی۔ نانبائی۔ افتقار۔ فقر میں مبتلا ہونا آنحضورؐ کا ارشاد ہے "اَلفقرُ فخری"، "فقر میرا فخر ہے"۔

خدمتے کردے بصد عجز و نیاز
سیکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا
باکمالِ اعتقاد و امتیاز
پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ

اِتفاقاً چند مہمانِ عزیز
اتفاقاً چند معزز مہمان
شُد قنق[1] روزے بآں صاحبِ تمیز
ایک روز ان صاحبِ تمیز کے مہمان بن گئے

چونکہ فَقدِ نُزل بُود و ہم عنا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا
مرد عارف گشت دَر رنج و عَنا
(وہ) عارف مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہو گیا

چوں لِیُکْرِم ضَیْفَہٗ حکم رسُولؐ
چونکہ "چاہیے کہ آپ مہمان کا اکرام کرے" رسول کا حکم ہے
دردلِ عارف ز نشتر بد عجول[2]
وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنے والا تھا

یک دوبار از خانقہ تاخانہ رفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا
تا کند مہمانیِ شاں چست و زَفت
تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں

لیک در خانہ یَسارِ اُو نبُود
لیکن اُن کے گھر میں مالداری نہ تھی
زیں سبب تشویشِ وقتِ اُو فزُود
اس لیے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی

مطبخی آں شیخ را بر رَغمِ طبع
نان بائی نے شیخ کو اُن کے مزاج کے خلاف
دیدگہ در خانقہ گاہے بربع
کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا

بَردرِ اُو آمد و تفتیش کرد
وہ ان کے دروازے پر آیا اور جستجو کی
ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا

زُود از دوکان تُتماج و ثرید
فوراً دکان سے دلیا اور پنیر
نان و قلیہ ماہیِ بریاں گزید
روٹی اور شوربا، بھنی ہوئی مچھلی لی

بُرد نزدِ شیخ کاے مردِ خدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مردِ خدا!
صرف کُن ایں جملہ اے نور الہُدیٰ
اے نورِ ہدایت! اس سب کو خرچ کر لیجئے

ہرکجا خواہی مرآں را صرف کُن
آپ جہاں چاہیں اُس کو خرچ کر لیں
جملہ کردم مِلکِ تو از بیخ و بُن
میں نے جڑ اور بنیاد سے سب آپ کی ملک کیا

شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت
شیخ خوش ہو گئے، مہمانوں کو نوازا
جُملہ را زاں خوانِ نعمت سیر ساخت
اُس خوانِ نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا

آنچہ باقی ماند بخشید اہل را
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا
رَفت تشویش و دلش آمد بجا
ان کی پریشانی رفع ہو گئی اور دل ٹھکانے آ گیا

---

[1] قنق۔مہمان۔نُزل۔مہمانی کا کھانا۔عنا۔مشقت۔چوں۔آنحضورؐ کا حکم ہے "جو شخص مومن ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے"، یہ حکم چوں کہ رسول کا حکم ہے اس لیے شیخ کے قلب میں نشتر سے بھی زیادہ اثر کر رہا تھا۔

[2] عجول۔جلدی کرنے والا۔یسار۔مالداری۔بررغمِ طبع۔خلافِ عادت۔ربع۔مکان۔تتماج۔پینے والی غذا جیسے دلیا، شوربا۔دلش۔یعنی شیخ کی پریشانی جاتی رہی۔

مطبخی را گفت چہ خواہی بگو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟
ہر دُرے خواہی ازیں دریا بجُو
تجھے جو موتی چاہیے اس دریا میں تلاش کر لے

بحرِ مَن درجوش آمد ایں زماں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے
آنچہ میخواہی بگیر و واستاں
تو جو چاہے حاصل کر لے اور لے لے

مطبخی گفتا کہ از لُطفِ شما
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے
وُلد[1] و مال و جاہ شُد حاصل مرا
اولاد اور مال اور رُتبہ مجھے حاصل ہے

نیست دَر دنیا بچیزے حاجتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے
از رہِ شکر و قناعت ساکتم
شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں

حق چوبیش از حاجتِ مَن . رحم کرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا ہے
چوں کُنم دیگر طلب اے نیک مَرد
اے نیک مردا! پھر اور کیا طلب کروں؟

باز چوں دریایِ حق درجوش بُود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا
عارف اَندر خواہ خواہش میفزُود
شیخ (اس سے) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے تھے

مطبخی گفتا کہ میخواہم شہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں
ہمچو خود عارف کُنی بے فرقہا
بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے

غیرِ ازیں دیگر مرا حاجت چونیست
اس کے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے
زیں عطایم گر نوازی خوش فنیست
اگر آپ اس بخشش سے مجھے نواز دیں تو بہتر کام ہے

عارف اندر فکر رَفت و گفت ہیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!
زیں[2] سوالِ خام رَو، دیگر گزیں
اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے

گفت نے نے من ہمیں را خواستم
اُس نے کہا نہیں نہیں، میں یہی چاہتا ہوں
وز سَرِ مال و جہاں برخاستم
مال اور دنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں

گفت عارف گرچو من عارف شوی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا
غرق بحرِ لا شوی وز خود رَوی
''لا'' کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور اپنے سے جاتا رہیگا

تارو پود اُسطقست بگسلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا
طوطیِ تو ایں قفس دردم ہِلد
تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی

گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہو گا؟
واصلِ حق گشتہ، برخیزم سلیم
واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا

---

[1] وُلد۔ اولاد۔ خواہ۔ یعنی بار ہا اُس سے فرمار ہے تھے کہ مانگ لے جو مانگتا ہے۔ ہمچو خود۔ مجھے اپنا جیسا عارف خدا بنا دیجئے۔

[2] زیں سوال۔ یہ تیری نامناسب درخواست ہے اس سے رُوگردانی کر۔ غرق۔ یعنی تو فنا ہو جائے گا۔ اسطقس۔ چاروں عناصر۔ طوطی۔ یعنی روح۔ سلیم۔ یعنی پیر کی یاد سے بچا ہوا ہو۔

گفت عارف اندرونِ حُجرہ آ — ساعتے بنشیں مراقب پیشِ ما
شیخ نے فرمایا، حجرے کے اندر آ جا — تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

خلوتے کردند آں عارف تمام — صرفِ ہمّت[1] کرد در سَقیِ المُدام
اُن شیخ نے پوری خلوت کر لی — شراب (معرفت) پلانے میں توجہ لگا دی

بعد یک ساعت چو بیروں آمدند — صورت و معنیٰ ہمہ یکساں شُدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے — ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے

خلق ہم از جمعِ مِثلیں خیرہ شُد — عقلِ جُزوی از تمیز تیرہ شُد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے — جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی

آخرش بعد از زمانے مطبخی — در طپش جاں داد چوں مُرغ اے اخی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد نانبائی نے — اے بھائی! مُرغ کی طرح تڑپنے میں جان دے دی

اَلغرض جاں را بجاناں بازداد — ہمچو شہزادہ نخستیں[2] بے مُراد
الغرض اس نے جان جاناں کو واپس دے دی — پہلے بے مراد شہزادے کی طرح

نامُرادش گفتنم در صورت است — ورنہ در معنیٰ وصالِ حیرت است
اُس کو میرا نامُراد کہنا ظاہر میں ہے — ورنہ حقیقت میں وصالِ حیرت ہے

حَبّذا خِرمن کزیں بَرق اُو بسوخت — تیرِ آں دلدار مُرغِ جانش دُوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا — اُس محبوب کے تیر نے اُس کی جان کے پرند کو بیندھ دیا

صورتِ تکمیل اگرچہ تام نیست — وصل حاصل شُد بمعنیٰ خام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے — وصل حاصل ہو گیا، حقیقت میں ناقص نہیں ہے

حَبّذا جانے کہ در راہش دہی — مَرحبا آں سَرکہ در کویش نہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اس کی راہ میں دے دے — قابلِ تحسین ہے وہ سر جس کو تو اس کے کوچہ میں رکھ دے

بہرِ اُو مُردن بہ از صد زندگیست — کایں چنیں موت ست بس فرخندگیست
اس کے لیے مر جانا سو زندگی سے بہتر ہے — کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے

ایں سخن را اندکے کوتاہ کُن — وز حدیثِ آں سُوم آگاہ کُن
اس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے — اور اُس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

---

[1] ہمت۔ یہ توجہ اتحادی کہلاتی ہے۔ مدام۔ یعنی شراب وحدت و معرفت۔ مثلیں۔ یعنی خواجہ صاحب اور نان بائی بالکل ایک جیسے تھے اُن دونوں میں صورتاً بھی کوئی فرق نہ تھا۔

[2] نخستیں۔ جس طرح پہلا شہزادہ عجلت کی وجہ سے مرا تھا۔ نامراد۔ میں نے ان دونوں کو نامراد محض ظاہری طور پر مر جانے کی وجہ سے کہہ دیا ورنہ یہ وصالِ حیرت ہے کیوں کہ دونوں نے محبوب کے فراق میں جان دی ہے۔ تکمیل۔ اگر چہ یہ سلوک کی تکمیل نہیں ہے لیکن بہر حال وصلِ یار تو حاصل ہو ہی گیا۔

بیانِ حالِ شہزادۂ سوم و اکتسابِ اُو مر کمالاتِ صوری و معنوی و
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اُس کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور
صبر کردنِ اُو از بیانِ حاجتِ خود و بمحبوبِ خود رسیدن
اُس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سُوم شہزادہ باصد حزم[1] و صبر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے
می کشید از یمِّ عرفاں ہمچو ابر
عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا

ہر شبے تازے ز صحبت ہایِ شاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے
دردلش ز انوارِ وحدت با پگاہ
صبح کو وحدت کے انوار اُس کے دل میں

کسبِ استعداد و توفیرِ حِکَم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی
می نمود از فیضِ شاہ اُو دمبدم
اُس کے لیے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوئی

دردلش ہردم ز سُلطاں چوں قمر
چاند جیسے شاہ کی جانب سے اس کے دل میں ہر وقت
نورِ نو وارد شُدے شام و سحر
صبح و شام نئے نور وارد ہوتے

دم نمی زد لیکن از مطلوبِ خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کی وجہ سے
داشت دردل شُعلۂ محبوبِ خُود
اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا

باچنیں[2] شاہِ پُر از جُود و سخا
ایسے جود اور سخا سے پُر بادشاہ سے
حرفِ مطلب برزباں آرم چرا
میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟

لُطفِ اُو بے گفتہ صد نعمت دہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سیکڑوں نعمتیں دیتی ہے
سُوی گفتن چوں دلِ من برجہد
کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟

بے طلب بخشید چوں جان و تنم
جبکہ اس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا فرمایا
بر درش پس چوں تبوراکے زنم
پھر اُس کے دروازے پر ڈھپڑی کیوں بجاؤں؟

شاہِ ما آئینۂ صافی دل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے
خطرہ ام را دردلِ شہ منزل ست
شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے

گر سزاوارم بداں دُرِّ ثمین
اگر میں اُس قیمتی موتی کے لائق ہوں
خود شہم بنوازد از لُطفِ گزیں
پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا

لُطفِ اُو ہر صاحبِ اِستعداد را
اُس کی مہربانی ہر صاحب استعداد کو
حسبِ حالش میدہد بے امترا
بے شک اُس کے حسب حال عطا کر دیتی ہے

---

[1] حزم۔پختہ کاری۔یمّ۔سمندر۔توفیر۔زیادتی حاصل کرنا،آمدنی۔

[2] باچنیں۔اس کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ کہتا تھا۔تبوراک۔وہ ڈھڈا جو کھیت سے چڑیاں اُڑانے کے لیے بجایا جاتا ہے۔

هر چکاوے[1] را که اہلیت بُود / چترِ شاہی بر سَرش از شہ رسد

جس مٹری میں اہلیت ہوتی ہے / شاہ کی جانب سے اُس کے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے

نیست یکتارہ برآں شہ چوں خفا / در طلب پُویم جگارہ مَن چرا

اُس شاہ پر جب سُوئی کا نکوا بھی مخفی نہیں ہے / میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟

از فضولی چوں سخن پیشش کُنم / ازچہ پیدا حاجتِ خویشش کُنم

اُس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کروں؟ / اُس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟

شاہِ ما روشن ضمیر ست و خبیر / میدہد آخر مرادِ دل بدیر

ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے / انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے

صبر کُن اے دل کہ مِفتاحِ خوشی ست / درمیانِ صبر بَس عیش و کُشی ست

اے دل! صبر کر کیوں کہ وہ خوشی کی کنجی ہے / صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کاے جانِ کرم / بحرِ صبر و حِلمی و کانِ کرم

ایک دن شاہ نے کہا اے جانِ کرم! / تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے

خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ اَست / دل بتختِ اوجِ وحدت بَستہ است

میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے / وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے

جانشینِ مَن شو و خود کامراں / تارہم مَن از خراشِ این و آں

میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا / تاکہ میں اِس اور اُس کی خلش سے نجات پا جاؤں

رُو بخلوت خانۂ خاصے کُنم / از سخن گفتن مَن اکنوں تَن زنم

میں اب خاص خلوت خانہ کا رُخ کرتا ہوں / میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں

گفت پیغمبرؐ کلام ار فِضہ اَست / مَر سکوت از تبرِ[2] خالص نِضہ اَست

پیغمبرؐ نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے / خاموشی بغیر اَن گھڑ خالص سونے سے ہے

تختِ ارشادست اگرچہ بَس سَنی / لیک اَندر بے خودی صَد روشنی

رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے / لیکن بے خودی میں سیکڑوں روشنیاں ہیں

از تفکّرہا دلم خالی شوَد / مظہرِ انوارِ اِجلالی شوَد

میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا / انوارِ جلالی کا مظہر ہو جائے گا

---

[1] چکاوَ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سر کی کھوپڑی کے کیے ہیں غیاث اللغات میں چکاد، دال کے ساتھ بمعنی پیشانی لکھا ہے۔ یکتارہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سرِ سوزن کے لکھے ہیں اور غیاث اللغات میں یکتار کو اندک کے معنیٰ میں لکھا ہے۔ جگارہ۔ مختلف راستے بعض نسخوں میں چکارہ بمعنی بیکار لکھا ہے۔

[2] تبر۔ سونے کا پترا۔ نضہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی بغیر ٹھپہ کا سونا لکھے ہیں، بعض لغات میں نض اور ناض کے معنی نقد کے لکھے ہیں۔ سَنی۔ بلند، روشن۔ فکر۔ حدیث شریف ہے فِكْرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ "تھوڑی دیر کا تفکّر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

فکرِ ساعت بہتر از طاعاتِ سال　　اِیں[1] تفکّر ہست حیرت دَر جمال
ایک گھنٹہ کا فکر، سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے　　یہ تفکّر جمال میں حیرت ہے

چونکہ شہزادہ شُنید ایں ماجرا　　زَد ز تعظیمِ ادب سَر را بپا
جب شہزادے نے یہ قصہ سُنا　　ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا

کہ مباد آں دَم کہ از مَسند رَوی　　یا بخلوت خانہ گردی مُنزوِی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں　　یا خلوت خانہ میں خلوت نشین ہوں

سایۂ تو برسرِ مَن مُستدام　　ظلِّ گُستر باد تا یومِ القِیام
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سَر پر　　قیامت تک سایہ فگن ہو

تاجِ ایں سَر سایۂ اقبالِ تُست　　سُلّمِ مَن پایۂ اقبالِ تُست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے　　میری سیڑھی، آپ کے اقبال کا پایہ ہے

یاربم ہرگز بقا چنداں مَباد　　کہ بہ بینم مَسندِ شَہ را خَماد
اے خدا! میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو　　کہ میں شاہ کی مسند کا بجھاؤ دیکھوں

زیں نمط بسیار می شُد گفتگو　　لیک شَہ از اِمتحاں در جستجو
اس طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی　　لیکن شاہ امتحاناً جستجو میں تھا

کہ وُرا در دل بُوَد از حُبِّ جاہ　　یا شکوہِ سلطنت مانندِ شاہ
کہ اُس کے دل میں حُبِّ جاہ ہو　　یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو

ہیچ دردل عُجب یا پندار[2] ہَست　　یا درونش از مئے شوقست مَست
دل میں کوئی تکبّر یا غرور ہے؟　　یا اُس کا باطن شوق کی شراب سے مَست ہے؟

دیدکاں در سَربسِرّ دیگر نہ پُخت　　برنہالش جز نیازے بَر نہ پُخت
اُس نے دیکھا کہ اُس نے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا　　اُس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں پکا

حُبِّ جاہ شاہی و حرص و ہَوا　　درسَرش راہے ندارد ماسِوا
رُتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش　　اُس کے سَر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا

جُز خدا و حُبِّ خاصانِ خدا　　دردلِ اُو نیست راہے ہیچ را
خدا اور خاصانِ خدا کی محبت کے علاوہ　　اُس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے

جُملہ اَحوالش بطبقِ وضع یافت　　ہرقدم برشاہ راہِ شرع یافت
اُس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے　　ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا

---

[1] اِیں تفکر۔ تفکر جمالِ باری تعالیٰ میں، حیرت کو کہتے ہیں۔ زد۔ یعنی اپنا سر شاہ کے قدموں پر رکھ دیا۔ منزوی۔ گوشہ نشین۔ مُستدام۔ ہمیشہ۔ یوم القیام۔ روزِ محشر۔ سُلّم۔ سیڑھی۔ خماد۔ بجھاؤ۔ لیک۔ بادشاہ کی ان باتوں کا مقصد اُس کا امتحان تھا۔ عُجب۔ تکبر۔

[2] پندار۔ غرور۔

دَردلش مَیلے بسُوی مُلک نَے
اُس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے

طالبِ بحرست و رَہنِ فُلک[1] نے
سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گروی نہیں ہے

برمحکِ اِمتحاں بس آزمُود
اُس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا

غیر زرِ دَہ دہی آں جا نبُود
سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا

گفت بااَصحابِ شہ کیں نوجواں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان

می نیرزَد جز بآں دُختِ چوجاں
اُس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے

ماہ را بامہر پیوندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے

جِسم رابا رُوح پابندی خوش ست
جسم کی رُوح سے وابستگی بہتر ہے

ایں مر اُورا اُو مر ایں را لائق ست
یہ اُس کے اور وہ اِس کے لائق ہے

ہر یکے اَقرانِ خودرا فائق ست
ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے

ایں چنیں دختر مر اینکس را سَزا ست
ایسی لڑکی اِس شخص کے مناسب ہے

آں چناں فَصّ اندریں خاتم رَواست
ویسا نگ اِس انگوٹھی میں دُرست ہے

جُملگی تحسینِ رایش را بدل
سب نے دل سے اُس کی رائے کی تحسین

کردہ گفتند اَلعجل نِعم المحل
کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے

شاہ گفتا، مجلسے آراستند
بادشاہ نے حکم دیا انھوں نے مجلس آراستہ کی

بزمِ طوئی بَس سَنی افراشتند
شادی کی محفل، بہت اعلیٰ مقام کی

ہردو مشتاقِ ازل یک جان و دل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا

گشت ایجاب و قبولِ مستحِل[2]
حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا

ہر یکے زاں دیگرے سَرمست شُد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا

جاں بجان و دل بدل پیوست شُد
جان، جان سے اور دل، دل سے جُڑ گیا

از تَأنِّی کارِ دارین ست راست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں

زیں سبب تعجیل از شیطاں بخاست
اس لیے جلدبازی شیطان سے پیدا ہوئی

صبر را فرمود حق عزم الاُمور
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا

می بَرد بے رَیب اربِ خود صبُور
بے شبہ صابری اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے

1۔ فُلک۔ کشتی۔ دَہ دہی۔ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دُخت۔ دختر۔ اقران۔ ساتھی، ہم عمر۔ فَص۔ انگشتری کا نگینہ۔ العجل۔ یعنی اب دونوں کے نکاح میں جلدی کی ضرورت ہے، بہت اچھا موقع ہے۔ طوئی۔ شادی۔ سَنی۔ بلند۔

2۔ مستحِل۔ حلال کرنے والا، ایجاب و قبول کے بعد بیوی شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔ از تانّی۔ مشہور ہے اَلتَّأنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ "آہستہ روی خدا کی جانب سے ہے اور جلدبازی شیطان کی جانب سے"۔ عزم الامور۔ صبر کو ہمت کا کام فرمایا ہے۔ ارب۔ حاجت۔

ہر کہ رنجے بُرد گنجے ہم بہ بُرد　　وانکہ کاہل گشت در سختی بمُرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا　　اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا

لیک کاہل کاہلِ دنیا خوش ست　　عجلت اندر کارِ دنیا ناخوش ست
لیکن کاہل، دنیا کا کاہل بہتر ہے　　دنیا کے کام میں عجلت بُری ہے

صبر کُن تو کیلِ[1] دنیا کُن بدُو　　خیروشرّت را بہ از تُو داند اُو
صبر کر، دنیا اُس کے سپرد کر دے　　وہ تجھ سے زیادہ تیرا بُرا بھلا جانتا ہے

کاہلِ دنیا شود چابک بدیں　　ہمچو آں شہزادہٴ کاں سُوٴمیں
دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے　　اُس شہزادے کی طرح جو تیسرا ہے

تمثیلاتِ چند در بیان آنکہ کارِ دنیا جُملہ برعکس کارہاست

چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام، کاموں کے بالعکس ہیں

کارِ دنیا جُملہ عکسِ کارہاست　　درخوشی غم ہست و زغم فرح خاست
دنیا کے سب کام، کاموں کے اُلٹے ہیں　　خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے

ہر کہ[2] گریان ست اُو خنداں بُود　　وانکہ شاداں زیست اُو گریاں بُود
جو روتا ہے، وہ ہنستا ہے　　اور جو خوش جیا، وہ رونے والا ہوتا ہے

نعلِ معکوس ست نقشِ ایں جہاں　　مَیلِ ہَرچیزے بسُویِ ضِد بداں
اس دنیا کا نقش اُلٹا نعل ہے　　ہر چیز کا میلان ضِد کی جانب سمجھ

ہر کہ را خوانند سُلطاں اُو گداست　　زانکہ وَطرش کاہل از اَوطارِ ماست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے　　اسلیے کہ اُس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہے

کاں فلاں را ایں رعایت کردن ست　　وز فلاں مال فلانے بُردن ست
کہ اُس فلاں کی یہ رعایت کرنی ہے　　اور فلاں سے فلاں مال لینا ہے

گر گدارا بنی اُو سلطانِ وقت　　مالکِ وقت و پدر شُد زانِ وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے　　وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کیوجہ سے باپ بنا ہے

خود ابُوالوقت ست در اَحوالِ خویش　　نے چو سُلطاں ابنِ وقت و حالِ خویش
وہ اپنے حالات میں ابُوالوقت ہے　　بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے

ہم چنیں بُخل و سَخا را در نگر　　نام بَرضِد آمد اے نیکو سِیَر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ　　اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

---

[1] توکیل۔ وکیل بنادینا، سپرد کر دینا۔ سُوئمیں۔ تیسرا شہزادہ دنیا کے کاموں میں سُست اور آخرت کے کاموں میں چُست تھا۔

[2] ہر کہ۔ جو دنیا میں رونے لگا وہ آخرت میں مسکرائے گا۔ سلطاں۔ دنیاوی بادشاہ دراصل فقیر ہے۔ وطر۔ حاجت اوطار اُس کی جمع ہے۔ کاں۔ بادشاہ ہر وقت فکروں میں مبتلا رہتا ہے۔ گدا۔ فقیر اپنے اوقات کا مالک ہے اور ابُوالوقت ہے۔ سِیَر۔ سیرت کی جمع ہے، عادت، خصلت۔

از بخیل[1] آمد سخی تر گو کدام ۔۔۔ مالِ خود را می گذارد بہرِ عام
بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے ۔۔۔ وہ اپنا مال عوام کے لیے چھوڑ جاتا ہے

نفسِ خود را جملہ زُو محروم داشت ۔۔۔ بہرِ خرجِ وارثاں معصوم داشت
اپنے نفس کو اس سے بالکل محروم رکھا ۔۔۔ وارثوں کے خرچ کے لیے محفوظ رکھا

خود نخورد و نابکس از دست داد ۔۔۔ کیں دو راجع سُوئے اُو ہست المراد
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا ۔۔۔ کیونکہ یہ دو (ہی) اس سے متعلق ہیں اَلمراد

ہرکہ را خوانی سخی اُو شُد بخیل ۔۔۔ زانکہ غیرے را نداد اُو یک فتیل
تو جس کو سخی کہتا ہے وہ بخیل ہے ۔۔۔ کیونکہ اُس نے غیر کو قلیل چیز (بھی) نہ دی

یا بدُنیا خود خورد یا میدَہد ۔۔۔ بہرِ عقبیٰ دَر لحد یکسر نہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے، یا دے دیتا ہے ۔۔۔ آخرت کے لیے سب قبر میں رکھ دیتا ہے

دیگرے از مالِ اُو نفعے نہ بُرد ۔۔۔ ہم خورانید اُو بمسکیں یا بخورد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اٹھایا ۔۔۔ اُس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا

صَرف در راہِ خدا بہرِ خُود ست ۔۔۔ تابوقتِ بے کسی آید بدست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لیے ہے ۔۔۔ تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے

چونکہ در محشر درم دینار نیست ۔۔۔ ویں دو موزوں را در آنجا بار نیست
چونکہ محشر میں درہم، دینار نہیں ہے ۔۔۔ ان دونوں تُلنے والی چیزوں کا وہاں دخل نہیں ہے

اندراں وقتش رَسد آں مالِ اُو ۔۔۔ پُرشود میزانِ[2] فرّخ فالِ اُو
اُس کا وہ مال اُس وقت میں پہنچ جاتا ہے ۔۔۔ اُس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے

دوستی و دشمنِ ایں جہاں ۔۔۔ ہم چنیں برعکس آمد اے فلاں
اس دنیا کی دوستی اور دشمنی ۔۔۔ اے فلاں! اسی طرح اُلٹی ہے

ہرکہ باتو دوست تر دشمن ترست ۔۔۔ نخلِ عُمرت را بافسوں زُو بُرست
جو تیرا زیادہ دوست ہے، وہ زیادہ دشمن ہے ۔۔۔ وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے

ہرکہ دشمن گشت نامد سُوئے تُو ۔۔۔ نامد اُو گاہے ندید اُو رُوی تُو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا ۔۔۔ نہ وہ کبھی آیا، نہ اُس نے تیرا چہرہ دیکھا

درحقیقت اُو بُود از دوستاں ۔۔۔ نقدِ عمرت را نکشتہ اُو ستاں
درحقیقت وہ دوستوں میں سے ہے ۔۔۔ وہ تیری نقد عُمر لینے والا نہ بنا

---

[1] بخیل۔ دنیا کا بخیل، سخی ہے اپنا مال خود خرچ کرتا ہے دوسروں کے لیے چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ خود کھالیتا یا اپنے ہاتھ سے غریبوں کو دے دیتا ہے تو وہ مال اُس کے کام آتا اور اُس کا سمجھا جاتا ہے۔ سخی۔ دنیا کا سخی بخیل ہے اس لیے کہ سب مال اُس کے کام آیا یا خود کھالیا آخرت کے لیے خرچ کر دیا جو اُس کے کام آئے گا دوسروں کے لیے نہ چھوڑا۔ فتیل۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کا ریشہ، حقیر چیز۔

[2] میزان۔ اعمال کی ترازو۔ زوبرست۔ زود برندہ است۔ ستاں۔ گیرندہ۔

دوستاں[1] تضییع عُمرت می کنند — در فسادِ وقت و حالت می تنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں — تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں
برتو حالے آمد، اُو آمد ز دُور — حالِ دل بَرگشت و پیدا شد نفُور
تیرے اُوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا — دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی
برتو حالے آمد، اُو آمد ز دَر — بہرِ گفتِ بیہودہ بہرِ سمر[2]
تیرے اُوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا — بیہودہ باتیں کرنے کے لیے (اور) قصہ گوئی کے لیے
صحبتِ عامی بلایِ اکبرست — بہرِ عینِ قلب غینِ اُسترست
عوام کی صحبت، بڑی مصیبت ہے — دل کی آنکھ کے لیے بہت چھپانے والا ابر ہے
غینِ رَین آمد بقُرصِ آفتاب — پَس دلِ مَہ را ازوچہ بُود حساب
سورج کی ٹکیا پر سیاہی کا ابر آیا — تو چاند کے دل کو اُس سے کیا واسطہ؟

در بیانِ مغلوبیتِ حالِ خود و پرتوِ نورِ اجلال مولانا جلال الدین قُدِّس اللہ سِرَّہُ العزیز کہ کاشانہ سوز خودی گشتہ

اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور مولانا جلال الدین قدس سرہ کے نور اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برقِ تجلّیِ جَلال — آتش اندر خرمنم زَد چیست حال
تجلّیِ جلال کی برق کے جلوے نے — میرے کھلیان میں آگ لگا دی، کیا حال ہے؟
نُورِ اجلال از جلال الدین رُوم — مخزنِ اَسرارِ حق صَدر النجوم
(حضرت) جلال الدین رُومیؒ کا نورِ اجلال — جوکہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ، ستاروں کے صدر ہیں
از درونم خود بخود سَر میزند — ز آشیانم باز شہپر میزند
میرے باطن سے خود بخود اُبھرتا ہے — پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے
مَن ندانم مَن کیَم گوینده چیست — ویں شرَر دَر پُنبہ اَم از بَرقِ کیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں، کہنے والا کیا ہے؟ — یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق کی ہیں؟
نالۂ مَن از کدامیں پَردہ اَست — حیرتم در بحرِ عمّاں بُردہ است
میرا نالہ، کون سے پردے سے ہے — حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے
می تراوَد بے مَن و بے سعیِ مَن — ازنۓ دل نالۂ مَوزوں پُر شجن
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے — دل کی نے سے، غموں سے بھرا موزوں نالہ

---

[1] دوستاں۔ دوست بڑا وقت برباد کرتے ہیں۔ حالے۔ جمعیت وقت سے تجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی ہے دوست آ کر اُس کیفیت میں خلل ڈال دیتے ہیں۔

[2] سمر۔ قصہ گوئی۔ عین۔ چشم۔ غین۔ ابر۔ استر۔ زیادہ چھپانے والا۔ رین۔ سیاہی کا دھبہ۔ پس۔ جب کالا دھبہ سورج کی روشنی کے لیے نقصان رساں ہے تو پھر چاند تو کس حساب میں ہے۔ پردہ۔ ساز کا پردہ۔ بحرِ عمّان۔ گہرا سمندر۔ شجن۔ غم۔

قافیہ مضموں پئے رُوپوش ہَست — معنٰی از دل ہمچو شیر از بیشہ جَست

مضمون کا قافیہ پردے کے لیے ہے — دل میں سے، معانی جھاڑی سے شیر کی طرح نکلتے ہیں

ہَم مرا خوردی و ہم وہمِ خودی — اے حُسامِ الحق مگر درمَن شُدی

آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی — اے حسام الدین! شاید آپ میرے دل میں پہنچ گئے ہیں

آمدی دَرمَن مرا بُردی تمام — اے تو شیرِ حق مرا خُوردی تمام

آپ مجھ میں آ گئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا — آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پورا نگل لیا

مَن چہ دانم آنچہ می دانی بگُو — شُد بدستِ تو زمام اے نیک خُو

میں کیا جانتا ہوں، آپ جو جانتے ہیں کہیں — اے نیک خصلت! باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

ازچہ رُو کردی مرا رُوپوشِ خُود — مَن ندارم از سَر و پاہوشِ خُود

آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟ — مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

چند نالۂ زار کہ از نۓ بیقرار، درد آثارِ غمگسار سَرزدہ و بیانِ منازل

چند نالۂ زار جو غمگین، درد آثار بیقرار نے سے نکلے اور وجود کے تمام منازل

کلّیِ وجود و عروج و نزولِ اطوارِ ہستی بَر مرتبۂ شہُود

اور عروج اور ہستی کے شہود کے مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نۓ چوں حکایت میکُند — قصۂ ہجراں روایت میکُند

نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے؟ — جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے

کز وجودِ مُطلقم چوں کندہ اند — مَن بگریہ، مرداں در خندہ اند

کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جُدا کیا ہے — میں رونے میں، لوگ ہنسنے میں ہیں

حالِ زارِ مَن نمیداند کسے — ہستم اندر آتشِ غم چوں خسے

کوئی میرا حال زار نہیں جانتا — میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں

چونکہ[1] از قوسِ اَحد مُنزل شُدم — خود بخُم واحدیت حَل شُدم

جب میرا "قوسِ احد" سے تنزّل ہوا — میں خود، واحدیت کے مٹکے میں گھل گئی

منزلِ لاہوت را کردم عبُور — کرم از جبروتِ اِسمٰی ہم مرُور

میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا — میں "اسمٰی جبروت" سے بھی گذر گئی

---

[1] چونکہ۔ وجود کے اجمالی مراتب کا ذکر کیا ہے، وجود کا پہلا مرتبہ قوسِ اَحدیت ہے، وجود کا یہ مرتبہ ذاتِ مجرّد ہے اِس کو ذاتِ بحت عینیت ہویّت۔ اَحدیتِ مُطلقہ کہا جاتا ہے، اِس مرتبہ میں نہ اُس کا صفات سے اتصاف ہے، نہ نعوت سے، نہ وہ مطلق ہے، نہ وہ مقیّد، یہ مرتبہ تنزیہ اور تشبیہ سے بالاتر ہے اور کشف و عیاں سے بھی برتر ہے اسی کو لاہوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ قوسِ واحدیت ہے۔ یہ مرتبہ ذات مع الصفات کا ہے اسی کو عالمِ جبروت کہا جاتا ہے۔ تیسرا مرتبہ ارواحِ مجردہ اور عقول کا ہے اسی کو عالمِ ملکوت کہا جاتا ہے اس کے بعد چوتھا درجہ عالمِ مثال کا ہے، وجود کے یہ جملہ مراتب عالمِ امر کہلاتے ہیں، اس کے بعد عالمِ خلق کا مرتبہ ہے جس کو عالمِ شہادت اور ملک اور عالمِ ناسوت بھی کہا جاتا ہے یہ سب وجود کے نزول کے مراتب ہیں۔

رفتہ رفتہ عالمِ ملکوت شُد — عالمِ روحانیِ منعوت شُد

رفتہ رفتہ "عالمِ ملکوت" ہو گیا — موصوف "عالمِ روحانی" بن گیا

بعدہٗ در عالمِ مُلک و شہُود — گشت ظاہر جُملہ اَطوارِ وجُود

اُس کے بعد "عالمِ ملک و شہودؔ" میں — وجود کے تمام مراتب ظاہر ہو گئے

مُنتہایش عالمِ ناسوت گشت — زیں تنزّلہا دلم مبہوت گشت

اُس کا منتہا "عالمِ ناسوت" ہو گیا — ان تنزلات سے میرا دل حیران ہو گیا

کے بُود یارب کہ معراجے شوَد — رُوح سُوئے قوسِ احدیت روَد

اے خدا کب ہو گا کہ "معراج" ہو گی؟ — رُوح "قوسِ احدیت" کی جانب جائے گی

ہر تنزّل را عروجے[1] لازِم ست — قطرہ سُوی بحرِ اَخضر عازِم ست

ہر تنزل کے لیے عروج ضروری ہے — قطرہ بحرِ اخضر کے لیے ارادہ کرنے والا ہے

لیک اَقسامِ عروج ایجاں سہ است — برکس از فیضِ خدا ایں دَر نہ بست

لیکن اے جان! عروج کی تین قسمیں ہیں — خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا

شُد عروجِ عامہ مَرگِ جسمِ خاک — بَس تعرّج ہست درموت و ہلاک

عوام کا عروج، خاکی جسم کی موت ہے — موت اور ہلاکت میں عروج ہے

قدرِ مَرگِ خود نمیدانی چرا — میدہد[2] در مَرجِ لاہوتی چرا

تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟ — وہ تجھے "لاہوتی" چراگاہ میں خوراک دیتی ہے

موت قبل[2] الموت اگر دستت نداد — میکُند کارت اَجل حسبُ المراد

موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا — موت. مُراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے

موت جسرِ مُوصِل آمد سوی یار — مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار

موت یار کی جانب پہنچانے والا پُل ہے — اے ہوشیار موت کے لیے آمادہ رَہ

وہ چہ خوش باشد کہ سُوی شہ رَوم — واصلِ درگاہِ آں بیچوں شوم

واہ، کیا اچھا ہو گا کہ میں شاہ کی طرف جاؤں گا — اُن بے چون کے دربار سے متصل ہو جاؤں گا

وقت آمد کز جہانِ بیکسی — پایِ کوباں سُوی بامِ اُو رَسی

وقت آگیا، کہ بے کسی کی دنیا سے — تو رقص کرتا ہوا اس کے بالاخانہ کی جانب پہنچ جائے

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ — تُحفۃُ المؤمن کہ اَلموت اے فتا

اسی لیے احمدؐ مجتبیٰ نے فرمایا — اے نوجوان! موت مؤمن کا تحفہ ہے

---

[1] عروج۔ وجود کے تنزّلات کے بعد عروج شروع ہوتا ہے پہلا عروج وہ ہے جو موت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ عالمِ برزخ کی جانب عروج ہوتا ہے، دوسرا عروج وہ ہے جو جنت اور جہنم میں حاصل ہوتا ہے، وہ قوسِ واحدیت کی جانب عروج ہے، یہ عروج مومن کا جمال کے راستہ سے ہے اور کافر کا جلال کے راستہ سے ہے۔ تیسرا عروج وہ ہے جو خدائی کشش کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] میدہد۔ موت کے ذریعہ انسان کا عروج عالمِ لاہوت کی جانب ہوتا ہے۔ الموت۔ موت کو آنحضورؐ نے مومن کا تحفہ اسی لیے قرار دیا ہے کہ وہ وصلِ یار کا سبب ہے۔

گر نبودے موت در دنیای دُوں / سخت می گشتیم عاجز بَس زبوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی / ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے

شکرِ حق کو مخلصی بنہادہ است / غرفہ سوئے آں جہاں بکشادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے / اُس جہان کی جانب کھڑکی کھول دی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز / از عروجِ بعدِ مُردن گو تو نیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے / مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا

زاں[1] عروجے کردہ در برزخ رَوَد / درمیانِ قبر تا محشر بُوَد
اُس کے ذریعہ عروج کر کے برزخ میں جاتا ہے / قبر کے اندر، محشر تک رہتا ہے

پَس عروجے ہَست در محشر پدید / بعدازاں در نار یا جنّت کشید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے / اُس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لے جاتا ہے

پَس بسُوئے واحدیت تا اَحد / سَر بر آرد از تعیُّن می رہد
پھر ''واحدیت'' کی جانب ''احد'' تک / سَر اُبھارتا ہے، تعیُّن سے نجات پا جاتا ہے

مُنتہی سُوئے خدا شُد زیں سبَب / ہَست رُجعٰی سُوئے اُو خود بے طلب
اس لیے منتہی اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا / خود بغیر مانگے، اُس کی جانب واپسی ہے

مُومن از نورِ جمالے میرسَد / ثمرہا از باغِ رُویت می چشد
مؤمن کو نورِ جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے / دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے

کافر از نورِ جلالی گو رسید / لیک محجوب ست و خُسرانے کشید
کافر گویا نورِ جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے / لیکن وہ محجوب ہے اور اُس نے نقصان اُٹھایا ہے

معنیِ کُلٌّ اِلَینَا رَاجِعُون / فہم کن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالفُنُون
''ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے'' کے معنیٰ / سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے

ایں[2] عروجِ اِضطراری عام ہَست / بہرِ ہر ناپُختہ و ہَر خام ہَست
یہ اضطراری عروج عام ہے / ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لیے ہے

زیں سبب فرمود آں احمد لبیبؐ / موت جسرِ مُوصِل آمد تا حبیب
اُن عقلمند، احمدؐ نے اسی لیے فرمایا / موت، دوست تک پہنچانے والا پُل ہے

واں عروجِ دُومی شُد ز اختیار / اولیا و انبیا را ز اعتبار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا / اولیا اور انبیا کے اعتبار سے

---

1. زاں عروج۔ مرنے سے عالمِ برزخ کی طرف عروج ہوتا ہے، قبر برزخی چیز ہے۔ پَس۔ قبر سے محشر کی جانب عروج ہوتا ہے پھر محشر سے جنت اور دوزخ کی طرف عروج ہوتا ہے۔ پَس۔ پھر قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت کی جانب عروج ہوتا ہے۔ رُجعٰی۔ سورۂ اقراء میں ہے وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ''اور بے شک تیرے ربّ کی جانب واپسی ہے''۔
2. ایں عروج۔ موت کے ذریعہ عروجِ اضطراری ہے جو ہر ایک کے لیے ہے۔ جسر۔ پُل۔ عروجِ دُومی۔ موت کے ذریعہ جو عروج ہے وہ انبیا اور اولیا کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے ذریعہ اختیاری طور پر حاصل ہوتا ہے۔

از رہِ علم و عمل عارِج شُدند
وہ علم وفضل کے راستہ سے عروج حاصل کرنے والے بنے
پَس بموتِ معنوی خارج شُدند
وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے

پیشِ مُردن مُردہ گرد و شو فنا
مرنے سے پہلے مُردہ بن اور فنا ہو جا
تا عُروجے حاصل آید مرتُرا
تاکہ تجھے عروج حاصل ہو

از منازلہا کہ سالک آمد ست
سالک جن مراتب سے آیا ہے
جُہد کردہ ہم بدانسو پاز دست
کوشش کر کے اُسی جانب قدم بڑھایا ہے

تاکہ وجہِ حق بَرُو ظاہر شوَد
تاکہ اُس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے
دَر تجلّی واحدی[1] اَحدی رَود
''واحدی احدی'' تجلی میں چلا جائے

خود فنا گردد بقا حاصل کُند
خود فنا ہو جائے، بقا حاصل کر لے
قطرہ را تا بحرِ کل واصِل کُند
قطرے کو بحرِ کل سے جوڑ دے

سُو میں معراج جذبِ ایزدی
تیسری معراج، ایزدی جذب ہے
گو کشد در لحہ سُوئے بے خُودی
جو ایک لحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے

چوں رسولِ مجتبیٰؐ در یک نَفَس
جس طرح رسولِ مجتبیٰؐ ایک سانس میں
وَارہید از قیدِ ایں نازک قفس
اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے

دفعۃً تا قاب قوسین اُو پَرید
دفعۃً وہ ''قاب قوسین'' تک اُڑے
راہِ صد سالہ بیک جُنبش بُرید
سو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا

در دَم از ظاہر سُوئے باطن رَود
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے
واں کثافت خود لطافتہا شوَد
وہ کثافت، خود لطافتیں بن جاتی ہے

ظلمتِ خاکی ز جسمِ تو رَود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے
نورِ یزدانی بہفت اعضا دَوَد
خدائی نور سات اعضا میں دوڑ جاتا ہے

لیکن[2] ایں در اختیارِ عبد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے
بندہ را فعلے بجز درجہد نیست
بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

ز اجتبا گشتند محبوباں مُصیب
محبوب ''اجتباء'' کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں
واں دگرہا گشتہ یَهْدِیْ مَنْ یُّنِیْب
اور وہ دوسرے ''وہ اسکو ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے'' کے مصداق ہے

ہَر مُرید آخر مُرادے می شوَد
ہر مرید آخر میں مُراد بن جاتا ہے
طالبے مَطلوبِ رادے می شوَد
طالب، جوان کا مطلوب بن جاتا ہے

---

[1] واحدی احدی۔ یعنی قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت۔ دفعۃً۔ آنحضورؐ کو معراج میں جذبِ الٰہی سے دفعۃً عروج ہوا اور مقامِ قرب تک پہنچ گئے۔

[2] لیک۔ جذبِ الٰہی کا یہ عروج بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔ دگرہا۔ جو سعی کرتے ہیں اُن کا بیان یَهْدِیْ مَنْ یُّنِیْبُ میں ہے ''خدا اُس کو ہدایت کر دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے''۔

نے[1] مشابہ آنکہ کار آخر کُند　ہر مُرید ایں اجتبا را کے سزد

نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے　ہر مرید اس "اجتبا" کے لائق کہاں ہے؟

قدرِ حالِ خود مُرید آمد مُراد　زیں سبب فرمود آں ربُّ العباد

مُرید اپنے حال کے اندازہ سے مُراد بنتا ہے　اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

مَن تقرّب شبرًباعًا کُنتُ لَہ　مَنْ اَتٰی یَمْشِیْ اَتَیْتُ ھَرْوَلَہ

جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا　جو چل کر آیا، میں بھاگ کر آیا

جَہد کُن کز جَہدہا عارِج شوی　ز آشیانِ آب و گِل خارِج شوی

کوشش کر کیوں کہ مجاہدوں سے تو صاحبِ معراج ہو گا　آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائے گا

ازچہ[2] نورِ پاک و خوش آمد مَلک　ازچہ صاف و روشن آمد ایں فلک

فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے؟　یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟

زانکہ از خاکِ مُکدّر برتر اُوست　زانکہ از نفسِ دنِی مُطہّر اُوست

اس لیے کہ مکدّر خاک سے وہ بالا ہے　اس لیے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے

نفسِ خیرہ پاک تیرہ شُد بہم　بربلا آمد بَلا اے خوش قدم

بے باک نفس اور مکدر مٹی اکٹھے ہوئے　اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت ہوئی

جہد کُن تاخاک را صافی کُنی　زیں ہمہ آلودگی ہا بَر کَنی

کوشش کر تاکہ تو مٹی کو صاف کر لے　تو اِن سب آلودگیوں سے جُدا ہو جائے

نفسِ خیرہ را بدہ بَس گوشمال　تادمد از خاکِ جسمت صد نہال

بے باک نفس کو بہت سزا دے　تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سیکڑوں پودے اُگیں

جَہد کُن اندک زمانہ روز چند　چند شب گریہ بکُن باقی بخند

چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کر لے　چند راتیں رولے، باقی ہنس

زیں سبب فرمود قرنِی اویسؒ　سَاعَۃٌ دُنْیَا وَ فِیْہَا الرَّوْحُ لَیْس

اسی لیے اویس قرنیؒ نے فرمایا　دنیا کچھ وقت ہے اور اس میں آرام نہیں ہے

کاہلی درکارِ دنیا در سُپار　چابکی میکن پئے روزِ شمار

دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر　حساب کے دن کے لیے چستی برت

---

[1] نے مشابہ۔ اجتہاد اور کوشش سے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا ہے جو جذبِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مَن تقرب۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَن تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا "جو میرے ایک بالشت قریب ہوا میں اُس کے چار ہاتھ قریب ہوا" مَنْ اَتٰی اِلَیَّ یَمْشِیْ اَتَیْتُ اِلَیْہِ ھَرْوَلَۃً "جو میری جانب چل کر آیا میں اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا"۔

[2] ازچہ۔ فرشتہ اور آسمان اس لیے پاک صاف ہیں کہ وہ کدورت اور نفس سے پاک ہیں۔ نفس۔ انسان میں یہ دونوں خرابیاں ہیں اُن کے ازالہ کی ضرورت ہے۔

زُہد[1] در دنیا چہ جای فخرِ تُست
دنیا میں زہد، تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟
مَیل سُوی جیفہ ننگ و خُسرتست
مُردار کی طرف میلان، ذلت اور ٹوٹا ہے

قدرِ اُو حقاچو پرِّ پشہ نیست
یقیناً اُس کی قدر مچھر کے پر کی طرح (بھی) نہیں ہے
پیشِ بحرِ آں جہاں جُز رَشّہ نیست
اُس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے

کرد اِحسانے خداوندِ بُلند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا
زُہدِ ایں ناچیز را از ما پسند
کہ اِس ناچیز سے ہماری بے رغبتی، پسند کر لی

زُہدِ نامرغوب چیزے بَس حقیر
بہت حقیر ناپسندہ چیز سے بے رغبتی کو
از کرم بنوشت اُو شَيْئًا كَثِيْر
کرم سے اُس نے "گھنی چیز" لکھ دیا

از عِنایتہاي خاصِ ایزدست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے
کو شبہ گیرد دہد گوہر بَدَست
کہ وہ پوتھ لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے

عُمرِ مَعدودِ قلیلے بے ثُبات
ناپائیدار، تھوڑی، گنی چُنی عُمر
طاعتے کردی و رَفتی درحیات
تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا

آں حیاتِ باقیِ بے انتہا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی
نے عدم گردش بگردد نے فنا
جس کے چاروں طرف، نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا

لَا يَحُوْمُ حَوْلَهُ الْاَعْدَامُ قَط
نیستیاں اُس کے گرد کبھی چکر نہیں کاٹتیں
صِرْتَ رُوْحًا بَاقِيًا حَيًّا فقط
تو بس باقی رہنے والی زندگی، رُوح بن گیا

عُمرِ دنیا پیشِ عُقبیٰ ساعت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عُمر ایک گھڑی ہے
ساعتے را لاتناہی راحت ست
ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے

ہے کجائی فہم و عقلِ تو چہ شد
ہائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟
پاسِ انفاسِ چو گوہر دارِ خُود
اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ

ہرنفس[2] بہرِ مسیحائیت چُست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لیے تیار ہے
گر نداری پاسِ اُو از جہلِ تُست
اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے

قیمتِ یک دَم جہانے گر دہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دینار دے
نیست ممکن کز اَجل یک دم رَہی
ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کے لیے موت سے نجات پائے

---

[1] زُہد۔ اگر انسان دنیا سے بچاؤ اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی خاص فخر نہیں ہے دنیا ہے ہی ایسی چیز کہ اس سے بچاؤ کرنا چاہیے تھا۔ رشّہ۔ چھینٹا۔ کرد۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے زُہد کو پسند کر لینا اُس کا کرم ہے ورنہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ شبہ۔ کنج کا دانہ۔ عُمرِ دنیا۔ آخرت کی زندگی کے اعتبار سے دنیا کی زندگی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہے یہاں آ کر انسان نیک عمل کر لیتا ہے تو آخرت میں لاانتہا آرام ملتا ہے۔

[2] ہرنفس۔ تیرا ہر سانس تجھ کو مسیحائی دے سکتا ہے۔ قیمت۔ جب تیرا وقت ختم ہو گیا تو دنیا کی دولتیں دے کر بھی ایک سانس نہیں خرید سکتا۔

اینچنیں اَنفاسِ خوش ضائع مکن
ایسی بہتر سانسیں ضائع نہ کر

غفلت اندر شہرِ جاں شایع مکن
جان کے شہر میں، غفلت کو رائج نہ کر

بر سپرخی[1] سہ روزہ می تنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے

چوں ستاع آخر بپاسے برزنی
بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا

در زغارہ چوں زخارہ سانِ ساں
نمناک مٹی میں، سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے

بند بندت گردد آخر اے فلاں
بالآخر تیرا جوڑ جوڑ، ہو جائے گا اے فلاں!

سامۂ عہدِ ازل را یاد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر

زخشۂ فطرت چوداری باد کن
جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے، ہوا دے

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست
ہر عبادت کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے وقت مقرر ہے

در صلوٰۃ و صوم میقاتے[2] شُد ست
نماز اور روزے کا ایک وقتِ معیّن ہے

ہم زکوٰۃ و حج فرضِ وقتی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے

غفلت اندر وقتِ آں بدبختی ست
اُس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے

جُزکہ ذکرِ آں خدائے پاک ذات
اُس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا

نیستش وقتِ معیّن از خدات
خدا کی جانب سے تیرے لیے اُس کا وقت معین نہیں ہے

نوطِ ذکرِ حق بہ نسیاں داشتند
انھوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا

ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
ذکر کو بھول میں دائر کر دیا

گفت اُذْکُرْ رَبَّکَ آں شاہِ جہاں
اُس شاہجہاں نے ''تو اپنے آپ کو یاد کر'' فرمایا

وقتِ نسیاں اِذْ نَسِیْتَ رابخواں
بھول کے وقت ''جبکہ تو بھولے'' پڑھ لے

ظرفِ اُذْکُرْ اِذْ نَسِیْتَ آمدست
''تو ذکر کر'' کا وقت ''جبکہ تو بھولے'' آیا ہے

پس بہر نسیاں قریں ذکرے شُد ست
تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے

ہرگہت نسیاں بتازد ذکر گو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر

تانماند غیرِ ذکر و فکرِ ہُو
تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے

جُز خدائے وحدۂ چہ بُود دِگر
خدائے وحدۂ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟

نامِ اُو برجان و دل شِیر و شکر
اُسی کا نام جان اور دل کے لیے شِیر و شکر ہے

ذکر کن مذکور تاگردد عیاں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہوا مشاہد ہو جائے

نے ہمیں ذکر کہ باشد برزباں
نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو

---

[1] سپرخی۔خوشی۔ستاع۔بانجھ عورت۔سامہ۔عہد۔زخشہ۔آگ کا شعلہ۔باد کن۔اُس کو ہوا دے کر بڑھا۔

[2] میقات۔وقت۔نوط۔تعلق۔گفت۔قرآن پاک میں ہے وَاذکُر رَبَّکَ اِذَا نَسِیتَ ''اور یاد کر اپنے خدا کو جس وقت تو بھولے''۔قرین۔ساتھی۔ہو۔خدا۔

ذکرِ لفظی غیرِ عارض بیش نیست
لفظی ذکر، ایک عارض سے زیادہ کچھ نہیں
ذکرِ رُوحی جز فنِ درویش نیست
رُوحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے

چونکہ بُربایدؔ[1] تُرا سُلطانِ ذکر
جب سلطان الذکر تجھے اُڑا لے
آں زماں گشتی سَراپا کانِ ذِکر
اُس وقت تو مجسم ذکر کی کان بن گیا

ذاکر و مذکور و ذِکر آید یکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا
غیرِ حق باقی نماند بے شکے
بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہے گا

عالمے دیگر بدل زاید تُرا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہو گا
کیں سَماو ارض شُد آنجا ہَبا
کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرّہ ہیں

آفتابِ دیگر از مَشرق تَند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا
ذرّہ اَت اِشراقِ خورشیدے کُند
اُس کا ایک ذرّہ سورج کو روشن کر دے گا

مِہر چوں آئینہ را گردد مُحیط
سورج، جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے
آئینہ خود جلوہ گر شُد زاں بَسیطؔ[2]
اُس پھیلے ہوئے سے، خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے

بعدازیں گفتن اِجازت کے بُوَد
اُس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟
نَحنُ اَقرَب ہر زمانم وَے بُوَد
ہر وقت تیرے لیے ''ہم زیادہ نزدیک ہیں'' وہ ہوتا ہے

دَر رَگ و در پُوست و اَندر اُستخواں
رَگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں
بَرق زَد چندانکہ رَفت از مَن نشاں
ایسی بجلی گری، کہ میرا نشان مٹ گیا

شُعلۂ عشق از گریباں سَر بَرَد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر اُبھارا
احمدا اکنوں مجو غیر از اَحد
اے احمد! اب اَحد کے غیر کو تلاش نہ کر

شُد گریباں صورتِ مقراضِ لا
گریبان ''لا'' کی قینچی کی صورت بن گیا
مَن کجاو ہستیِ فانی کُجا
(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟

قارِعہ آمد ز عِشقِ ذُوالجلال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی
ریزہ ریزہ کرد مینایِ خیال
جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا

در قیامت رازِ عشق است اے فلاں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے
صد قراعِ چوں کتائب اَلاماں
لشکروں کو سو مرتبہ کھٹکھٹانے کی طرح، الامان

دَرتاویل برتصوّف سُورۃ اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَۃُ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ

تصوّف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر ''القارعہ، کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ''

---

[1] بُربایدؔ۔ جب سلطان الذکر کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کو اُس میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ انسان کی غفلت کی حالت اور دوسری مشغولیت میں بھی جاری رہتا ہے۔ ذاکر۔ اب فنا کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ عالَم۔ پھر عجیب تجلیات طاری ہوتی ہیں۔

[2] بسیطؔ۔ منتشر۔ بعدازیں۔ جب خدا ہم سے زیادہ قریب ہے تو اب اُس سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ احمدؔا۔ یعنی عارف۔ مَن کجا۔ یعنی اس عشق نے مجھے فنا کر دیا۔ قارعہ۔ کھڑ کھڑا دینے والی چیز۔ مِینا۔ شیشہ۔ کتائب۔ کتیبہ کی جمع ہے، لشکر۔

قارِعہ دانی کہ چہ بُود قارِعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟

ہست بہرِ کوب دلہا سارِعہ
دلوں کو کوٹنے کے لیے جلدی کرنے والی ہے

پَس چہ آگاہی بگو زاں قرعِ سخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟

کُوکُند دلہائے عاشق لخت لخت
جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے

قَرعِ عشق آں روز باشد بردلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اُس روز ہو گا

تابدیں نوبت رَساند منزلت
حتیٰ کہ تیرا مقام اِس نوبت پر پہنچا دے گا

پیشِ تو شاہ و امیر و ہَر کبیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہربڑا

جُملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے

درنظر کس را نباشد وزنِ جَو
نظر میں کسی کا جو برابر وزن نہ ہو گا

دل نباشد باکسے ہرگز گرو
دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہو گا

روزنِ عُجب و رِیا مسدود[1] شُد
تکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا

تاتُرا خلق از نظر مفقود شُد
حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گُم ہو گئی

غیرِ حق را قدر نبُود در دلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہو گی

مُردہ گردد خواہشِ آب و گِلت
تیری آب و گِل کی خواہش مُردہ ہو جائے گی

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ
اور ہو جائیں گے پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کی طرح

کوہہای سخت چوں پنبہ شود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے

ازنظر ہمچوں سَحابے میرَود
نظر کے سامنے اَبر کی طرح چلیں گے

عالمے گردد ہباء[2] پیشِ نظر
آنکھ کے سامنے عالَم ذرّات بن جائے گا

غیرِ حق را مُرتفع گردد اَثر
حق کے غیر کا اثر اُٹھ جائے گا

چیست عالم آں عَرضہا مجتمع
عالَم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں

در یکے عینِ بَسیطِ مُتّسع
ایک وسیع چوڑے عین میں

نیست چوں اَعراض را ہرگز بقا
چونکہ اعراض کے لیے ہرگز بقا نہیں ہے

ہرچہ موجودست ہست اکنوں فنا
جو موجود ہے، اب فنا ہے

عالَم امواجیست در بحرِ وجود
وجود کے سمندر میں عالَم موجیں ہیں

لیک چوں آبیست سَیّال اے ودود
لیکن اے دوست! پانی کی طرح بہنے والا ہے

1۔ مسدود۔ بند۔ مفقود۔ گم۔

2۔ ہبا۔ وہ ذرّے جو فضا میں اُڑتے رہتے ہیں۔ عرضہا مجتمع۔ صوفیا کے نزدیک تمام عالم اعراض کا مجموعہ ہے جو ایک عین قائم بالذات سے قائم ہے اور وہی پھیلا ہوا عین تمام عوالم کا حامل ہے۔

ہمچو[1] آں جوالہ شُعلہ دائرہ — درنظر آید، بسُرعت سائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ — نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے

نیست در واقع بجُز نقطہ دِگر — ایں فساد از حسِّ تو شُد اے پسر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے — اے بیٹا! یہ فساد، تیری حِس سے ہوا

ہمچناں کہ قطرہائے نازِلہ — نزدِ تو شُد مستقیم و واصِلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات — تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں

بسکہ اُو جنبش بسُرعت میکند — حِسِ تو بَر فقدِ اُو کے می تَند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں — تیرا حِس اُس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے

ہَست در تجدیدِ[2] اکواں ایں جہاں — میشود مِثلش مُجدَّد ہرزماں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے — اُسی جیسا ہر لمحہ نیا آ جاتا ہے

لیک حسِ ظاہرت از اشتباہ — دائم آں یک شے بہ بیند در نِگاہ
لیکن تیری ظاہری حِس اشتباہ کی وجہ سے — ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے

درنظر آمد نظامِ مُتَّسِق — ہست دَر ہرآں و لیکن ممتحق
نگاہ میں متصل نظام ہے — جو ہر آن موجود ہوتا ہے، لیکن مٹنے والا ہے

نیست دَر یک لمحہ عالم را قرار — ہمچو موجِ آب دائم دَر فرار
عالم کو ایک لمحہ کے لیے قرار نہیں ہے — پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے

ہرزماں از فیضِ سابق لاحقے — ہمچو اُو مَوجود گردد فالقے
ہر لمحہ، پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے — ایک بڑھا ہوا اُس جیسا موجود ہو جاتا ہے

مُوجِد و مُفنی ہُماں یکذاتِ دوست — اِختفا باخود ظہورِ نورِ اُوست
پیدا کرنیوالی اور فنا کرنیوالی دوست کی وہی ایک ذات ہے — اُس کا مخفی ہونا خود اس کا ظہور ہے

سُرعتِ کون و فساد ایں سحر کرد — شُد ز حِسِ مُشترک تمییز فرد
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے — حِسِ مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ — ایں زمان ست آشکارا اے عمو
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات — اے چچا! اسی وقت ظاہر ہے

[1] ہمچوں۔ عالم میں تجددِ امثال ہو رہا ہے ایک عرض دوسرے عرض کی جگہ لے رہا ہے لیکن تمھاری نگاہ میں وہ قائم نظر آتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ آگ کے انگارے کو اگر تیزی سے گھماؤ تو پورا دائرہ ایک قائم چیز نظر آتا ہے حالانکہ اُس میں صرف ایک انگارہ ہے جو جگہ بدل رہا ہے۔ یہ صرف تمھاری نظر کا فریب ہے ورنہ دائرہ نہیں ہے صرف ایک انگارہ ہے۔ ہمچناں۔ اِسی طرح ایک قطرہ جو تیزی سے گرتا ہے وہ تمھیں پانی کی لڑی نظر آتا ہے حالانکہ وہ صرف ایک قطرہ ہے۔

[2] تجدید۔ اسی طرح ہر عرض کی جگہ دوسرا عرض اُسی طرح آ رہا ہے لیکن تم سمجھتے ہو کہ وہ پہلا عرض قائم ہے۔ مُتَّسِق۔ مسلسل۔ ممتحق۔ مٹا ہوا۔ ہمچو موج۔ دریا کا پانی ہر لمحہ بدل رہا ہے لیکن تمھیں ایک قائم سطح نظر آ رہی ہے۔ اختفاء۔ مخفی ہونے اور ظاہر ہونے میں اس قدر سرعت ہے کہ دونوں ایک چیز نظر آ رہے ہیں۔ کُلُّ شَیْءٍ۔ عالم میں جو اعراض ہیں ان کی فنا اور عین۔

لیک فیضِ حق مَدد آرد ز جُود ۔ ہردمش بخشد سَرِنو نو وجُود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیض مدد پہنچاتا ہے اس کو ہر دم از سرِ نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے
ہَر دَمت اے جاں فنا و زندگیست غیرِ وجہ اللہ کرا پایندگیست
اے جان! تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے اللہ کی ذات کے سوا کس کے لیے بقا ہے؟
قارِعہ[1] اینساں چُو برجانت زَند ضَربتِ آں تیشہ ہَستت راکند
کھڑکھڑانیوالی (قیامت) اسی طور پر جب تیری جان پر پڑتی ہے اُس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اُکھاڑ دیتی ہے
مُستمِر بینی عدم اَعیان را نیست موجودے بجُز ذاتِ خدا
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے
کوہہا گردد ترا مرّ السحاب مُرتفع شُد چونکہ از چشمت حجاب
پہاڑ تیرے لیے اَبر کا چلنا ہو جائے گا جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فَاَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُه فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ اِلٰی آخرہٖ
لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہرکرادر ضربتِ عشق و قراع کِفۂ میزانِ عقلش شد مراع
عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا
کِفۂ میزانِ عقلش شد گراں از نہیبِ عشق نامد در زیاں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا
گرچہ[2] کُنْتُ سَمْعَهٗ بِیْ یَسْمَعُ اُوست خودکہ بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ زدوست
''اگر چہ میں اسکا کان بنجاتاہوں جس سے وہ سنتا ہے'' وہ ہے ''وہ خود دوست کیجانب سے میرے ذریعہ دیکھتا ہے'' ہے
لیک درشورِ فنا از جا نشُد در مقامِ جمع شطح افزا نشُد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا وہ جمع کے مقام میں خلافِ شریعت بات بڑھانیوالا نہ بنا
حدِّ خود را داشت مطمُوحِ نظر آنچہ می بیند نگفت اُو از حَذَر
اُس نے اپنی حد کو منظورِ نظر رکھا جو کچھ وہ دیکھتا ہے، احتیاط کی وجہ سے اُس نے وہ نہ کہا

---

1. قارعہ۔ جب جسموں پر قیامت بپا ہوگی تو تجھے نظر آجائے گا کہ کائنات کا وجود بجز ذاتِ واحد کے کچھ نہ تھا۔ ہر کرا۔ جب عشق کے غلبہ میں فنا کا درجہ آتا ہے اگر اس وقت عقل سالم رہی اور انا الحق نہ کہہ بیٹھا تو اس کو عشق سے کوئی ظاہری نقصان بھی نہیں پہنچتا ہے۔

2. گرچہ۔ حدیث قدسی ہے کہ میں انسان کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے انسان اس مقام کی شورش سے بچ گیا اور شطحیات پر نہ اُتر آیا اور شریعت کا پاس ولحاظ رکھا تو وہ بچ جاتا ہے۔ شطح۔ وہ قول جو صوفیا سے خلافِ شریعت جذب اور فنا کی حالت میں صادر ہو جاتا ہے جیسے اَنَا الْحَق یامَافِی جُبَّتِیْ غَیْرُاللّٰہِ. خُلّت۔ دوستی کا ایک مقام ہے جس سے خلیل بنا ہے اور آنحضورؐ نے فرمایا ہے ''میرا خلیل سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے''۔

اُوست در عیشِ پسندیدہ مُدام — درمقامِ خُلّت از کاسُ الکرام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے — "خُلت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ سے
وانکہ شُد میزانِ عقلِ اُو سُبک — رَفت درجام از حدآں ظرفِ تنگ
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی — وہ کم ظرف (ایک) جام میں حد سے گزر گیا
شورشے و وَحشتے آغاز کرد — خویش[1] را با قُرصِ خُور انباز کرد
شورش اور وحشت شروع کر دی — اُس نے اپنے آپ کو اپنی ٹکیہ کے ساتھ شریک کر لیا
گشت دَر آئینہ تاباں آفتاب — محو شُد آئینہ رخشاں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا — آئینہ محو ہو گیا، سورج روشن ہے
خود گمانِ آفتابے اُو نمود — لیک در واقع بجز عکسِ او نبُود
اُس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا — لیکن واقع میں اُس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا
گشت منصور[2] و سَرے بَرباد داد — وز شرارِ عشق آتشہا فتاد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا — عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں
بَرق از جان و دلش سَر برزَند — شُعلۂ شوقش چو خاکستر کُند
اُس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے — اُس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے
شعلۂ غیرت بَدل گرم اُوفتاد — آتشِ عشق افسرِ سُوزش بداد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا — عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا
تیز تر شُد برقِ عشقِ بے نشاں — سُوختہ چوں یافت سوزد بے گماں
بے نشان عشق کی بجلی۔ زیادہ تیز ہو گئی — جب اُس نے ایندھن پایا وہ یقیناً جل جائے گا
پَس شود جایِ دلش دَر ہاویہ — ہیچ میدانی چہ باشد ماہیہ
اُس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی — تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"
آتشِ سوزِندہ نقشِ غیر را — کہ بسُوزد پَرِّ طیر و سَیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ — جو اُڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے
ازلَہیبِ آتشِ ہجراں بسُوخت — ہرکہ زاں شمسِ مشعشع دیدہ دُوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپٹ سے جل گیا — جس نے اُس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی
اے ایاز ار حدِّ خود بشناختی — جاں بجانِ شاہِ بیحد ساختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا — جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

---

[1] خویش۔ یعنی اپنے آپ کو خدا کے ساتھ شریک کرنے لگے۔
[2] منصور۔ منصور حلاج نے انا الحق کہہ دیا۔ افسر۔ تاج۔ کہ بسوزد۔ ایسے شخص کا عشق کی گرمی سے پر پرواز جل جاتا ہے اور وہ سیر فی اللہ سے رُک جاتا ہے۔ جاں بجانِ شاہ۔ وصلِ تام حاصل ہونا۔

بازْ رجوع نمودن بتفصیل و تاویل قصہ شہزادگاں و

شہزادوں کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اُس کی

تطبیق نمودنِ اُو بر منازلِ عرفان

عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصہ شہزادگاں — بازگردانم بسُوئے آں عِناں

مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا — اُس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں

اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام — تابَری زیں داستاں حصہ تمام

اس قصہ سے پوری عبرت حاصل کر لے — تاکہ تو اس داستان سے پورا حصہ حاصل کر لے

مَرد را باید کہ کارِ خود کُند — نے بَر افسون و فسانہ برتَند

انسان کو چاہیے کہ اپنا کام کرے — نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے

عُمرہا کردی در اَفسانہ تمام — صبح نزدیک ست برخیز از منام[1]

تو نے عمر افسانہ میں ختم کر دی — صبح قریب ہے، نیند سے بیدار ہو جا

صبحِ پیری آمد و وقتِ رَحیل[2] — در اَساطیر و سَمر کم شو دخیل

بڑھاپے کی صبح آ گئی اور کوچ کا وقت ہے — کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے

آں بکُن کہ زادِ راہے باشدت — دَر لحد روشن چو ماہے باشدت

وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو — جو چاند کی طرح تیرے لیے قبر میں روشن ہو

شام شُد آمد غروبِ آفتاب — وقت بیگہ شُد بخانہ رَوشتاب

شام ہو گئی آفتاب کے غروب کا وقت ہو گیا — دیر ہو گئی، جلد گھر جا

نان و حلوا خوردہَ تو مُدّتے — ہیچ زاں دیدی بباطن عُدّتے

تو نے ایک مُدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے — اُس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟

نفس را پروردی و گاوے شُدی — کے بمنزلگاہِ خود شاوے زدی

تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا — تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اُٹھایا؟

چوں ستاکے تازہ سَر افراختی — خود ستاوندے مُعلّیٰ ساختی

تو نے نئی شاخ کی طرح سر اُبھارا — اپنے آپ کو اُونچا بنگلہ بنایا ہے

سنگ را سُنبیدی از ناخن بزُور — شیر را رنجاندی از قوت چوگُور

تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کر دیا — تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا

---

[1] منام۔نیند۔

[2] رحیل۔کوچ۔اساطیر۔بےاصل کہانیاں۔عدّہ۔ذخیرہ۔شاوٗ۔قدم۔ستاک۔شاخ۔ستاوند۔وہ مکان جس کی چھت ایک ستون پر قائم ہو جیسے بنگا۔

آخر انفاست سکنجیدن[1] کند — چوں چغک در مرگ چغزیدن کند

بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے — چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے

پس بکن امروز بہرِ مرگ ساز — درگذر سوئے حقیقت از مجاز

پس تو آج موت کے لیے تیاری کر لے — مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا

نان و حلوا خوردی و لمتر شدی — در وحلہای گنہ چوں خر شدی

تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو موٹا ہو گیا — گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح رہ گیا

نعمتِ الوانِ دیگر خوردہ گیر — خویشتن را آخر اے جاں مُردہ گیر

فرض کر لے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں — اے جان! بالآخر اپنے آپ کو مُردہ فرض کر لے

چرب و شیریں خوردہ گیر اے شیر زفت — در دو روزہ تب ہمہ آں زور رفت

اے موٹے شیر! فرض کر لے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھائیں — دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہو گئی

آں بخور کاں نورِ دل افزایدت — غرفہ سوئے آں جہاں بگشایدت

وہ کھا، جو تیرے دل کا نور بڑھائے — اُس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے

رفت عُمرِ بے بہا در کاہلی — چند روزے ماندہ است و غافلی

تیری قیمتی عُمر سُستی میں ختم ہوئی — چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے

رفت رفت اکنوں بیاہم سوئے دوست — تیز ترنہ گام اندر کوئے دوست

جو گذرا سو گذرا، اب بھی دوست کی جانب آ جا — دوست کے کوچہ میں تیز قدم اُٹھا

آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ — پا ز سر کن سر بہ پائے یار نہ

جو کچھ باقی ہے اُس کو ہاتھ سے نہ دے — سر کے بل چل، سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے

آنکہ گر صد سال عصیانش کُنی — باز در بازست چوں حلقہ زنی

اے وہ کہ اگر تو سو سال اُس کی نافرمانی کرے — پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے

زیں چنیں یارے نکو ببریدہ — خاک بر فرقت[2] کہ بد فہمیدہ

تو ایسے بھلے دوست سے کٹا ہے — تیرے سر پر خاک، تو غلط سمجھا ہے

کارِ حق برطاقِ نسیاں داشتی — در ہوا چندیں علم افراشتی

تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاقِ نسیاں میں رکھ دیا — تو نے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کیے

پنبۂ غفلت بدر از گوش کن — پندم ایجاں بشنو اندک ہوش کن

غفلت کی روئی، کان سے نکال — اے جان! میری نصیحت سُن لے، تھوڑا سا ہوش کر

---

[1] سکنجیدن۔ سانس کا رُکنا۔ چغک۔ چغوک، سرخاب، چڑیا۔ چغزیدن۔ ترسیدن۔ لمتر۔ موٹا تازہ۔ وحل۔ کیچڑ۔

[2] فرق۔ سر کی مانگ۔ بدر کردن۔ نکالنا۔

چیست رُوح آں طائرِ قدسی صفت
رُوح کیا ہے؟ وہ قُدسی صفت پرند ہے
در قفس محبوس بہرِ معرفت
معرفت کے لیے پنجرے میں بند ہے

چیست رُوح آں طائرِ قُدسی نژاد
رُوح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے
بہرِ کسبے اندریں زنداں فتاد
کمائی کے لیے اس قید خانہ میں پڑا ہے

بہرِ تعلیم ست طوطی در قفس
طوطی، پنجرے میں سکھانے کے لیے ہے
تا بیاموزد صفیر[1] از خوش نفس
تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے

آمدہ بہرِ تجارت از عدم
تجارت کے لیے عدم سے آئی ہے
رُو بداں سُو باشد اُو را دَمبدم
اُس کا رُخ ہر وقت اُس جانب رہے

نفسِ تو ہمچوں پدر در تربیت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے
میکند منع از حصارِ[2] مُدہشت
تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے

نفسِ امّارہ بعصیاں راندت
نفسِ امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے
سُوئے فسق و کفر و طُغیاں خواندت
تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے

منع آرد زاں حِصارِ پرصُوَر
اُس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے
کاں رُباید ہوشِ دنیا سَربسَر
کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اُڑا دیتا ہے

حِصنِ دینِ احمدی بابُرج و بار
بُرج اور بزرگی والا احمدی دین کا قلعہ
می رُباید ہوشِ دنیا ز اعتبار
عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اُڑا دیتا ہے

اَندراں تصویرِ شاہ و دُختِ اُوست
اُس میں شاہ اور اُس کی دختر کی تصویر ہے
ذکرِ حُور و جنّت و عشقِ نکوست
حور اور جنّت اور اچھے عشق کا ذکر ہے

چونکہ زَوّجنَا بِحُورٍ عِینٍ گفت
چونکہ "ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کردی" فرمایا
گوہرِ دل را بتارِ طمع سُفت
دل کے موتی کو، لالچ کے تار سے گوندھ دیا

چونکہ انسانست مجبول از اَزل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے
سُوئے جلبِ نفع و دفعِ ہَر خلل
نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب

زیں سبب در حصنِ شرع خوش نظر
اسی لیے شریعت کے قلعہ میں
کردہ اند از رغبت و رہبت صُوَر
رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں

گہ زراہِ طمع. بَر راہ آورَند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں
گاہ خوفِ قعرِ دوزخ میدہَند
کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں

---

[1] صفیر۔ پرند کی سیٹی۔ نفس۔ نفس کی مثال اُس بادشاہ کی طرح ہے جس نے تینوں شہزادوں کو تصویروں بھرے قلعہ میں داخل ہونے سے منع کیا تھا نفس بھی انسان کو شریعت کے پُرنقش و نگار قلعہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔

[2] حصارِ پُرصور۔ تصویروں بھرا قلعہ۔ بار۔ بزرگ، باریابی۔ گفت۔ قرآن میں اہلِ جنت کے لیے فرمایا گیا ہے زَوَّجنٰھُم بِحُوْرٍ عِیْنٍ "ہم نے اُن کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیا"۔ مجبول۔ مخلوق۔ جلب۔ کھینچنا۔ رہبت۔ ڈرانا۔

تازیانہ نفسہایِ سَرکشاں — جبر و کرہاً می برد سُویِ شہاں
سرکش نفوس کو کوڑا — جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے

تا کہ طوعاً یا کرہاً ایں نفوس — سُویِ شاہ و دخترش گردد اَنوس[1]
تا کہ یہ نفس خوشی سے یا جبر سے — شاہ اور اُس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں

لیک چوں شہزادگاں یعنی بَشَر — بر سہ قسم اند از سلوک اے دیدہ وَر
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان — اے دیدہ ور! سلوک میں تین قسم کے ہیں

ظَالِمٌ مِّنْهُمْ لِنَفْسِهٖ مُقْتَصِدٌ — سَابِقٌ بِالْخَيْرِ بعضے شُد ز جد
اُن میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رو ہے — بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا بنا

اوّلیں شہزادہ گشت اُو نفسِ خود — از گروہِ ظالمانِ نفس شُد
پہلا شہزادہ اُس نے اپنی جان کو ہلاک کیا — وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہو گیا

در طپش[2] آں دُرِّ جانش از کف فتاد — دادِ کسب و معرفت ہرگز نداد
اُس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا — اُس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی

لیک لُطفِ شاہ دستش را گرفت — شُد ز منظورانِ درگاہ ایں شگفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اُس کی دستگیری کی — وہ مقبولانِ بارگاہ میں سے ہو گیا، یہ تعجب ہے

ہرکہ بہرش جاں دہد جانش دَہند — وانکہ یاقوتے دہد کانش دَہند
جو اس کے لیے جان دے دیتا ہے وہ اسکو جان دیدیتے ہیں — اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اس کو کان دے دیتے ہیں

سوخت از یک شُعلہ چوں پروانگاں — دَر چَہے افتاد. چوں دیوانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شُعلہ سے جل گیا — دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا

مَرد باید، در نَبرد شیرِ عِشق — تا بقدرِ وُسعِ گردد سیرِ عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے — تا کہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

گر بمُردن یار دَردست آمدے — پَس رہِ حق سخت آساں تَر بُدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آ جایا کرتا — تو خدا کا راستہ، بہت آسان ہوتا

ہَست اینجا ہر نَفَس مَرگے دگر — کز مُرارش موت دارد صَد خطر
یہاں ہردم ایک دوسری موت ہے — جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے

[1] اَنوس۔ مانوس۔ ظالم۔ انسانوں کی مثال اُن تین شہزادوں کی سی ہے کچھ لوگ تو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یہ لوگ پہلے شہزادے کی طرح ہیں کچھ لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں وہ دوسرے شہزادے کی طرح ہیں۔ کچھ لوگ بھلائیوں کی جانب دوڑ کر جاتے ہیں وہ تیسرے شہزادے کی طرح ہیں۔

[2] در طپش۔ پہلے شہزادے نے عشق کی طپش کی وجہ سے موتی جیسی رُوح کھو دی، لیکن شاہ نے اپنے کرم سے اُس کو نواز دیا۔ گر بمردن۔ محض مرنے سے وصل حاصل نہیں ہوتا۔ شعر (عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال۔ صد سال می تواں بہ تمنا گریستن) اینجا۔ راہِ عشق میں تو بارہا مرنا پڑتا ہے جب کہیں وصل ہوتا ہے۔

واں دُوَم[1] تحصیل کرد و اجتہاد
اور اُس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی
لیک دَر عُجبے فتاد و در فساد
لیکن تکبّر میں اور فساد میں پڑ گیا

خویش را با آفتاب انباز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا
دعویِ قولِ انا الحق ساز کرد
"انا الحق" کے قول کا دعویٰ شروع کر دیا

دررَہِ اُو ہم توقُّف بیش شُد
اُس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا
منزلِ دار آں سَرش را پیش شُد
سُولی کی منزل اُس کے سر کے سامنے آئی

ماند در راہ از کمالِ احمدی
کمالِ احمدی سے راستہ میں رہ گیا
جُرعۂ نوشید از جمالِ احمدی
اُس نے احمدی جمال کا ایک گھونٹ پیا

لُطفِ شہ اُو را بجاں مقبول کرد
شاہ کی مہربانی نے اس کو (دل و) جان سے مقبول بنایا
باوصالِ خویشتن مشغول کرد
اپنے وصال میں مشغول کر دیا

نے ز استعداد و استحقاق بُود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا
ایں ہمہ لُطفِ شہِ خلّاق بُود
یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی

واں سُوم شہزادہ بُود از سابقاں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لے جانے والوں میں تھا
گشت، ز ہر دو برادر سابق آں
وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا

از طریقِ معرفت آگاہ شُد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا
باحقیقتہایِ شہ ہمراہ شُد
شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا

کرد جَہد و کسبِ عرفانی نمود
اُس نے مجاہدہ اور کسب کیا، عرفان ظاہر ہوا
قُربِ آں شہ دمبدم بَرمی فزود
دمبدم اُس شاہ کا قرب بڑھ رہا تھا

چوں[2] ز ترغیبِ اہلِ ایماں میروند
چونکہ اہل ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں
سُویِ شاہ از عشقِ دختر میدوند
شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں

چوں نظر برشہ فتاد از خود شُدند
جب اُن کی نظر شاہ پر پڑی ازخود رفتہ ہو گئے
عِشقِ دختر. مُستتر بر شَہ زدند
پوشیدہ لڑکی کا عشق، شاہ سے وابستہ کر دیا

چونکہ استعدادِ کامل دید شاہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی
در حبالش داد دختر ز انتباہ
آگاہی کی وجہ سے لڑکی اُس کے نکاح میں دے دی

واں دو را ہم شُد ز دختر گو نصیب
اگرچہ اُن دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا
لیک گو آں رُتبہ و قُربِ عجیب
لیکن وہ رتبہ اور عجیب قرب کہاں؟

---

[1] واں دُوم۔ دوسرے شہزادے نے وصل کے لیے کوشش کی لیکن تکبر اور غرور میں مبتلا ہو گیا اور اپنے آپ کو شیخ کا ثانی سمجھنے لگا۔ دار۔ سولی۔ جُرعہ۔ گھونٹ۔ لُطفِ شہ۔ بادشاہ کے کرم نے اُس کو مقبول بنالیا حالانکہ اُس کو استحقاق نہ تھا۔ سُوم۔ تیسرا شہزادہ سابقین میں سے بن گیا۔

[2] چوں ز ترغیب۔ ابتداء مومن جنت کے شوق میں کوشش کرتا ہے، لیکن مشاہدہ کے بعد پھر صرف ذاتِ خداوندی کا شوق رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ استعداد دیکھ کر جنت خود عطا کر دیتا ہے۔

ناقصے را شاہ برمسند نشاند خویش خواند و برسرش زرہا فشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا اپنا کہا اور اُس کے سر پر زرافشانی کر دی
ہست از نقصانِ خود اُو منفعل[1] برسریرِ سلطنت محزوں خجل
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے وہ سلطنت کے تخت پر غمگین، شرمندہ ہے
دردلش از زلّتِ خود خارہا میکشد زاں منقصت آزارہا
اُس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں اُس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیرُالبشرؐ نیست غم در جنت از غفلت مگر
اسی لیے خیرالبشرؐ نے فرمایا جنت میں کوئی غم نہیں ہے، مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنت رہ دہند چترِ سلطانی و قصرِ شہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں شاہی چتر اور شاہی قلعہ دے دیتے ہیں
ہمچو طاؤس[2] اُو ز پایِ زشتِ خویش منفعل، دارد سر افگندہ بہ پیش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے، مور کی طرح شرمندہ ہے، سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی را ز آئینہ خانہ چہ سُود ہرطرف آئینہ ہست اُو را حسُود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟ اُس کے لیے ہر جانب، حاسد آئینہ ہے
صورتِ زشتش در آئینہ بلاست دیدنِ خود برسرِ اُو ارّہا ست
اُس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے اُس کا خود دیکھنا اُس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایان ندارد اے عمو حالِ آں سُلطاں کہ شُد لاحق بگو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اُس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ مِلا

رجوع آوردن بحکایتِ آں بادشاہ کہ در اثنایِ راہ
اُس بادشاہ کی حکایت کی جانب رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان
ترکِ سلطنت کردہ ملحق بایں سہ گرویدہ بُود
راستہ میں، اُن تینوں سے آ مِلا تھا

اے ضیاء الحق حُسام الدّین حَسن باز گو حالِ شہِ چارم بمن
اے ضیاء الحق حُسام الدّین حسن! مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیے
چونکہ شُد اُو تارکِ آں سلطنت ماند با شہزادگاں در مسکنت
جبکہ وہ اُس سلطنت کو چھوڑنے والا بن گیا وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا

---

[1] منفعل۔متاثر۔محزوں۔غمگین۔زلّت۔لغزش۔
[2] طاؤس۔مور اپنے پاؤں دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔

مُلک را بگذاشت شُد شاں را رفیق ہمرہی میکرد در قطعِ[1] طریق

اُس نے سلطنت کو چھوڑا اُن کا ساتھی بن گیا راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا

خدمتے میکرد سَرگرمِ وِفاق بادلِ خالص منزّہ از نفاق

موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا نفاق سے پاک، خالص دل سے

پَرتوے از عشقِ شاں اُو را ربود در سفر با ہر سہ ہمراہی نمُود

اُن کے عشق کے پرتو نے اُس کو اُچک لیا سفر میں ان تینوں کی ہمراہی دکھائی

عشق رازینساں بَسے تاثیرہاست مَردلِ آزادہ را زنجیرہاست

عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں آزاد دل کے لیے زنجیریں ہیں

صحبتِ عاشق تُرا عاشق کُند صحبت فاسق تُرا فاسق کُند

عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے

ہَرکسے از دیگرے خُویِ بَرد خربُزہ از خربُزہ بُویِ بَرد

ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے

منکر از تاثیرِ صحبت جاہل ست ہرکہ از صحبت رَمد بس غافل ست

صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے جو صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے

رنگ گیرد خربزہ زانِ دگر صحبت انساں نہ بخشد چوں اَثر

خربوزہ دوسرے خربوزہ سے رنگ پکڑتا ہے انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟

ہمرہِ اَصحابِ کہف آں کلب شُد تاسگی ازوَے بکلّی سَلب شُد

وہ کتا اصحابِ کہف کا ہمراہی بنا حتیٰ کہ اُس سے کُتا پن بالکل جدا ہو گیا

باش مَردانِ خدا را خاکِ پا تا رَسد از مہرِ اُو نُورے تُرا

مَردانِ خدا کے پاؤں کی خاک بن جا تاکہ تجھے اُس کے چاند سے نور حاصل ہو

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ لَا تُصَاحِبْ اَنْتَ اِلَّا مُؤْمِنًا

اس لیے احمد مجتبیٰؐ نے فرمایا تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر

مشک گرداند مُعطر طبلہ[2] را پُشک بخشد مُنتنیہا زَبلہ را

مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے مینگنی کوڑی کو بدبوئیں بخشتی ہے

چونکہ روغن کرد خود را صَرفِ گُل گشت در طیّب روائح ظَرفِ گُل

جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صَرف کر دیا وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا

---

[1] قطعِ طریق۔ راستہ طے کرنا۔ خربُزہ۔ مشہور ہے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔

[2] طبلہ۔ ڈبیہ۔ منتنی۔ سڑاؤ۔ زبلہ۔ کوڑی۔ ظرفِ گُل۔ اُس میں پھول کی خوشبو آ جاتی ہے۔

چلچلہ[1] از صحبتِ خود بیضہ را
انجن ہاری اپنی صحبت سے انڈے کو
می کُند مانندِ خود بے اِمترا
بے شک اپنی طرح (انجن ہاری) بنا لیتی ہے

بُود آں شہ ہمرہِ شہزادگاں
وہ شاہ، شہزادوں کے ساتھ تھا
تا دو دادر زیں سہ تَن دادند جاں
جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دے دی

گشتہ با شہزادۂ سُوم رفیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا
ہرنفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق[2]
ہر دم اُس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا

واں سُوم چوں گشت صہرِ شاہِ چیں
وہ تیسرا جب شاہِ چین کا داماد بن گیا
درخواصش بُود ایں مَردِ گزیں
یہ برگزیدہ مرد اُس کے خواص میں سے تھا

شاہِ چیں چوں دید خُلتہاش بیش
شاہِ چین نے جب اُس کی بہت محبتیں دیکھیں
اِختصاصِ خاص با محبوبِ خویش
اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت

یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دورا
اُس نے جب دونوں کو یک جان دو قالب پایا
مَیل شُد شہ را بسُویش از وِلا
شاہ کا دوستی سے اُس کی طرف میلان ہو گیا

گفت باشہزادہ ازرُوی کرم
اُس نے ازرُوئے کرم شہزادے سے کہا
کیں رفیقِ تُست پوپِ ہر خَدم
کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے

غیر خدمت نہ تتر بولیش نہ لاغ
خدمت کے علاوہ اُس کا مزاح ہے نہ دل لگی
در خیالت دارد از عالم فراغ
تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے

ایں چنیں کس را نوازش لازمِ ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے
کو ہوائے نفسِ خود را عادمِ ست
جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے

دَر ہوایِ تو ہَوایِ خویش باخت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا
ایں چنیں کَس را بَسے باید نواخت
ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہیے

کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا
آشکارا برتو ہرچہ ازما نُہفت
جو ہم سے مخفی ہے، آپ پر واضح ہے

چوں بامیدِ تقرُّبہایِ شاہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر
از وطن آوارہ اُفتادم براہ
میں وطن سے آوارہ، راہ پر پڑا

ایں کہ شاہِ کامرانِ مُلک بُود
یہ جو مُلک کا کامیاب بادشاہ ہے
در رفاقتہائے ما چُستی نمُود
اس نے ہماری رفاقتوں میں چُستی دکھائی

---

1. چلچلہ۔ مشہور ہے کہ انجن ہاری کیڑے کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر لیتی ہے اور وہ کیڑا چند روز میں اُسی کی صورت کا بن جاتا ہے لہٰذا اس شعر میں بیضہ کے بجائے کِرم ہونا چاہیے۔
2. عشیق۔ عاشق۔ خُلتہا۔ دوستیاں۔ وِلا۔ دوستی۔ پوپ۔ مور کے سر کا تاج۔ خدم۔ خادم کی جمع ہے۔ تتر بوی۔ مزاح۔ عادم۔ مٹانے والا۔

مُلک و دولت بہرِ ما بگذاشت ست	در وفاق از دل علم افراشت ست
اُس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑی ہے	موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تار و بارش بہرِ ما بسیار شُد	مُلکِ خود درباخت مارا یار شُد
ہماری وجہ سے اُس پر بہت نشیب و فراز آئے	اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لُطفِ شہ تقاضا می کُند	جائے لطف و مرحمت ہست اے سند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے	اے معتمد! لطف و رحم کا مقام ہے
شاہ گفتا مُلک و ادرارش کنند	درخورِ اُو روزِ[1] بازارش کنند
شاہ نے کہا اُس کو ملک اور عطا کر دیں	اُس کے مناسب گرمیِ بازار دیں
لُطف فرمود و زحد بنواختش	تلوِ آں ہر دو برادر ساختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اُس کو نوازا	اُس کو اُن دو بھائیوں کا تابع بنا دیا
قصرہا[2] و مُلکہا اندازہ بیش	از طفیلِ ایں سُوم آورد پیش
اندازہ سے زیادہ قلعے اور مُلک	اس تیسرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا
آنچہ لَا عَین رَأت اُو را بَداد	وانکہ لَا اُذن سَمع پیشش نہاد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اُس کو دے دیا	اور جو کچھ کان نے نہ سنا اس کے سامنے رکھ دیا
گشت آں شہ واصلِ مقصود نیز	چوں طفیلی باکہ، مہمانِ عزیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا	جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ! معزز مہمان کے ساتھ
زیں سبب فرمود آں شاہِ رئیس	کہ ھُمْ قَوْمٌ فَلَا یَشْقٰی جَلِیْس
اُس شاہِ رئیس نے اسی لیے فرمایا ہے	کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین محروم نہیں رہتا
پاسِ دِلہا کردن و خدمت گری	سازدت مخدوم و بخشد سَروری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گذاری	تجھے مخدوم بناتی ہے اور سرفرازی بخش دیتی ہے
خاصہ خدمتگاریِ مَردِ خُدا	خوش قبولی بخشدت نزدِ خدا
خصوصاً، مردِ خدا کی خدمت گاری	تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کر دیتی ہے
ہرکہ شُد مَقبول مَقبولِ اِلٰہ	لُطفِ حق مَبذولِ اُو گردد ز شاہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے	اُس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے
ہرکہ شُد مَقبولِ مقبولانِ حق	گردد اُو لُطفِ خدارا مستحق
جو اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں کا مقبول بنا	وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے

1. تارو بار۔ زیروزبر۔ روزِ بازار۔ گرمیِ بازار۔ تلو۔ تابع۔
2. قصرہا۔ یعنی جنت میں۔ آنچہ۔ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ہے کہ وہ ایسی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سُنا ہوگا اور نہ اُن کا دماغ میں تصور آیا ہوگا۔ کہ۔ حدیث شریف ہے "اولیا اللہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا"۔ ہرکہ۔ اللہ اپنے پیاروں کے پیاروں پر کرم کردیتا ہے۔

ہرکہ مَردانِ خدا را دل بجُست
جس شخص نے مردانِ خدا کی دلداری کی

در اَدای خدمتِ شاں گشت چُست
اُن کی خدمت گذاری میں چست بنا

گشت ملحوظِ عنایتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظورِ نظر بنا

مَست و محظوظ[1] از حمایتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مست اور حصہ دار بنا

ابنِ مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد
(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اے نیک مرد
اے نیک مرد! انسان اسکے ساتھ ہے، جس سے وہ محبت کرتا ہے

مَن اَحَبَّ الْقَومَ مِنهُم آمدہ
''جس نے جس قوم سے محبت کی وہ ان میں سے ہوا'' آیا ہے

حُبِّ اہلِ اللہ نورِ جاں شُدہ
اہل اللہ کی محبت جان کا نُور بنی

حُبُّ لِلّٰہِ بُغضُ لِلّٰہِ کُن شِعار
محبت اللہ کے لیے، بغض اللہ کے لیے شعار بنا لے

تابیابی بر درِ دلدار بار
تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو

چوں نبُود ایں شاہِ مُلحق راجہاد
جب کہ اُس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا

حُبِّ پاکاں شمع بَر راہش نہاد
پاکوں کی محبت نے اس کے راستہ پر شمع رکھ دی

کو نبُودش جہد و استعداد و کسب
وہ جس کے لیے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی

صحبتِ مرداں بکار آمد فحسب[2]
مردوں کی صحبت کام آئی اور بس

جَہد کُن تاخود ز مَقبولاں شوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جائے

یا بمقبولانِ حق شو مُنطوی
یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا

مَرد باش و یاکہ خود پۓ مَرد گرد
مرد بن جا، یا خود مَرد کے پیچھے گردش کر

پُوتک و پُوتہ رَسد زاں مَرد فَرد
بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملے گا

زیں دوکس یک ہم گر اے جاں نیستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے

روزِ محشر سخت رُسوا ایستی
تو محشر کے دن سخت رُسوا اُٹھے گا

زیں سبب فرمود در قرآں خُدا
اسی لیے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا

خود طلب میکن وسیلہ در ہُدیٰ
ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر

بے مُربّی کس مُربا چوں خورد
تربیت دینے والے کے بغیر مُربا کس نے کھایا ہے

مُرغ بے پر دَر ہوا گوچوں پَرد
بتا، پرند بغیر پَر کے کیسے اُڑے؟

دشت پُرخون ست و پُردام و ددست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندہ سے بھرا ہے

ہرطرف راہِ کژی پیدا شُدست
ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے۔

---

1. محظوظ۔ بانصیب۔ المرء۔ حدیث شریف ہے ''انسان کا حشر اُن کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے''۔ بار۔ باریابی۔ جہاد۔ مجاہدہ، کوشش۔
2. فحسب۔ بس۔ منطوی۔ مشتمل۔ وسیلہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ مربّی۔ تربیت کرنے والا۔ مربا۔ شکر کے قوام میں پڑا ہوا پھل۔ دد۔ درندہ۔

دشت پُرمار و بہر سُو سبزہ زار ۔ بے فسوں گر، پامنہ گردی تو زار

جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے ۔ بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ، تو عاجز آ جائے گا

ہَست دنیا سبزہ زار و نفس مار ۔ دشتِ پُرخوں راہِ دیں را می شمار

دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے ۔ دین کے راستہ کو پُرخون جنگل سمجھ

گر گزد مارت شوی خستہ ملول ۔ بے فسوں گر ایمنی ہستی تو گول[1]

اگر تجھے سانپ ڈس لے گا تو خستہ اور ملول ہے ۔ تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے، تو احمق ہے

گر خلد خارے بپایِ دل تُرا ۔ تارہ گر نبُود برآری چوں وُرا

اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے ۔ اگر سوئیں کی نوک نہ ہو تو اس کو تو کیسے نکالے گا؟

فکرِ تازہ کُن فسوں را یاد گیر ۔ رَہبرے جُو تا بَری راہِ عسیر

سوئیں کی نوک کی فکر کر، منتر یاد کر لے ۔ کوئی رہبر تلاش کر لے تا کہ تو دشوار راستہ طے کر لے

دشتِ پُرخار و بہر سُو راہہاست ۔ برسَرِ ہَر ہَر قدم بیں چاہہاست

جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے ۔ دیکھ، ہر ہر قدم پر کنویں ہیں

دشت بَس خونخوار و رَہزن مختفی ۔ رَہبرے جُو، باش، وَرا مقتفی[2]

جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے ۔ کوئی رہبر تلاش کر لے، اور اُس کا متبع بن

راہ بَس دشوار غُولے ہر طرف ۔ بَرسَرِ رَہ می زند صَد چنگ و دَف

راستہ بہت دشوار ہے، ہر جانب چھلاوا ہے ۔ جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے

راہ بَس سخت و شبِ تار است پیش ۔ گر نگیری دستِ کس رَفتی ز خویش

راستہ بہت دُشوار ہے اور سامنے تاریک رات ہے ۔ اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا، اپنے سے گیا

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز ۔ مثنوی را ختم باید کرد نیز

اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ۔ مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہیے

کارِ حق را نیست پایاں اے غلام ۔ مثنوی را کردہ باید اختتام

اے لڑکے! اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے ۔ مثنوی کو ختم کرنا چاہیے

اختتامِ مثنویِ معنوی ۔ شُد ز فیضِ مولویِ اَولوِی

مثنوی معنوی کا خاتمہ ۔ مولوی اَولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتامِ کلام بہ پریدنِ طائرِ روحِ خود کام، بسُوِیِ شاہِ عالیمقام

خود پسند رُوح سے پرند کی پرواز، عالی مقام شاہ کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

---

[1] گول ۔ بے وقوف ۔ تارہ ۔ سوئیں کی نوک ۔ عسیر ۔ دشوار ۔

[2] مقتفی ۔ پیچھے چلنے والا ۔ اولوی ۔ اَولیٰ ۔ بمعنی افضل کی طرف منسوب ۔ منتفی ۔ منتہا کو پہنچنے والا، یعنی رُوح جو عالمِ ناسوت تک پہنچتی ہے ۔

بشنو از نے چوں حکایت میکُند — مُنتہٰی قصدِ ہدایت[1] میکُند

نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے — آخر، ابتدا کا ارادہ کر رہا ہے

بازِ شہ اکنوں سُوئے سُلطاں پَرید — پردہای عاریت را بَردرید

شاہ کا باز، اب شاہ کی جانب اُڑ گیا — عارضی پردوں کو پھاڑ دیا

ہَست چوں کُل اِلَیْنَا رَاجِعُون — می شوَم مراصلِ خود را سَرنگوں

''سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں'' جب ہے — میں اپنی اصل کے لیے سرنگوں ہوتا ہوں

شُدنئے من خالی از صوتِ انَا — خالی از خُود گشت و دَرنائی فنا

میری نے ''انا'' کی آواز سے خالی ہو گئی — خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی

شُد تہی از خود، نئے مَن گشت نیست — جُز نَفَخْتُ فِیہِ دروَے ہیچ نیست

میری نے خودی سے خالی ہو گئی، نیست ہو گئی — ''میں نے اُس میں پھونکا'' کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے

سوختم ایں نے و خاکستر شُدم — درنیستاں رفتم و مُضمَر شُدم

میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا — میں نیستاں میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا

احمدا چوں دورۂ میم از تو رَفت — ماند اَحد دیگر مَشو تو گرم و تَفت

اے احمد! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا — اَحد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں

دَورۂ میم آں تعیُّن ہائے تُست — لا کُن ایں راتا شود اِلّاتِ چُست

میم کا دائرہ، تیرے تعینات ہیں — اِن کو ''لا'' بنا تاکہ تیرا ''تو'' چست ہو جائے

وقت آں آمد کزیں فخ[2] بَر پَرم — رَخت سُوئے مُلکِ لاہوتی بَرم

وہ وقت آ گیا کہ میں اِس جال سے پرواز کر جاؤں — لاہوتی مُلک کی جانب سامان لے جاؤں

ہم کزاں جا آمدم آنجا رَوم — باجمالِ یار بے پَردہ شوَم

جس جگہ سے میں آیا ہوں اُسی جگہ چلا جاؤں — یار کے حُسن کے ساتھ، بے پردہ ہو جاؤں

چوں تجلّی کرد بَر طورِ وجود — گشت کاہِ کوہ جسمانی چو دُود

جب اُس نے وجود کے طور پر تجلّی کی — جسمانی پہاڑ کا تنکا، دھویں جیسا ہو گیا

خَرَّ مُوسیٰؑ صاعِقًا خاموش شُد — رَفت عقلِ جُزوی و بیہوش شُد

''موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے''، خاموش ہو گئے — جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے

اللہ اللہ، غیرِ اللہ نیست کَس — اللہ اللہ، گشت ما را ہم نفس

اللہ اللہ، کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے — اللہ اللہ، ہمارا ساتھی ہو گیا

---

[1] ہدایت۔ یعنی رُوحِ اعظم۔ پردہا۔ یعنی مادی پردے۔ نائی۔ نے نواز۔

[2] نَفَخْتُ۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے نَفَخْتُ فِیہِ مِن رُّوحِی ''میں نے اس میں اپنی رُوح پھونکی''۔ نیستاں۔ ذاتِ واحد۔ دورۂ میم۔ لوازمِ بشری لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ انانیت ختم ہو جانے کے بعد صرف ذاتِ خداوندی رہ جاتی ہے۔ فخ۔ جال یعنی وجودِ مادّی۔ طور۔ کوہِ طور یعنی مادّی جسم۔ دود۔ دھواں۔ ہم نفس۔ ساتھی۔

اللہ اللہ، مَن کُجاو ایں خطاب ختم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اللہ اللہ، میں کہاں اور یہ خطاب کہاں؟ ختم کر دے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

اِرجاعِ کلام باستمدادِ روحانی از جناب مولانا جلال الدین
کلام کا لوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کے لیے جناب مولانا، جلال الدین بزرگ

ہُمَامُ قُدِّسَ سِرُّہٗ عَلَی الدَّوَامِ
سے ہمیشہ کے لیے اُن کا راز مقدس کیا گیا

شَمسِ حَقّانی جلال الدّیں ہُمام[1] چونکہ خود فرمود وقتِ اِختتام
خدائی سورج، جلال الدین، بزرگ چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انھوں نے فرمایا

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں دردِلِ آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس کا باقی بغیر کہے، آ جائے گا اُس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہو گا

خواستم از رُوحِ پاکِ اُو مَدد خود وَفائے وعدہ ہم زَاں مُعتمد
میں نے اُن کی پاک روح سے مدد مانگی (اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی

وَعدہَ اہلِ کرم گنجے بُوَد وعدہَ نااہل چوں رَنجے بُوَد
اہلِ کرم کا وعدہ ، خزانہ ہوتا ہے نااہل کا وعدہ، رنج جیسا ہوتا ہے

رَشحہ زاں بحر بَرجانم بریخت رشتہء ماومَنِ ما را گسیخت
اُس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے ہمارے ما و من کے دھاگے کو توڑ دیا

بازبانِ بے زبانی خود بگفت دُرہائے نُغز را در سِلک تفت
انھوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا قیمتی موتی لڑی میں پروئے

حَدِ سعی مَن نبُود ایں گفتگو خود تو ایں دُر را چو آوردی ز جُو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے خود آپ جبکہ اِس موتی کو دریا سے لائے

گر اِجازت باشد اِظہارش شوَد ویں سفینہ ہم بہ بحرِ تو رَوَد
اگر اجازت ہو تو اُس کا اظہار ہو یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے

بے اجازت ذَرّہ را یارا کُجاست کو ز خورشیدے بجُوید نورِ چاشت
بغیر اجازت کے ذرّہ کی طاقت کہاں ہے؟ کہ وہ سورج سے، چاشت کا نور طلب کرے

خُود تودانی از تو شُد رَدّ و قبول من چہ گویم پیشِ تو حرفِ فضُول
آپ خود جانتے ہیں کہ رَد اور قبول آپ کی جانب سے ہے میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟

آنچہ در پردہ بگفتی اے ہُمام ساز مقبول، اے ضیاء الحق حُسام
اے بزرگ! آپ نے جو کچھ درپردہ فرمایا اے ضیاء الحق حُسام، اُس کو قبول فرما لیں

---

[1] ہُمام۔سردار۔رَشحہ۔چھڑکاؤ۔اِرتقا۔بلندی۔بَرتَم۔برمن۔

مُناجات بجنابِ قاضی الحاجات

قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دُعا

اے خدا سازندۂ عرشِ بَریں — شام را دادی تو زُلفِ عنبریں

اے بلند عرش کو بنانے والے خدا! — تو نے شام کو عنبریں زُلف عطا کی

روز را باشمعِ کافور اے کریم — کردۂ روشن تر از عقلِ سَلیم

اے کریم! دن کا کافوری شمع کے ساتھ — تو نے عقلِ سلیم سے زیادہ روشن کر دیا

خوں بنافِ نافۂ مُشکے کُنی — سُنبل و رَیحاں چَرد پُشکے کُنی

تو ناف کے خون کو مشک کا نافہ بنا دیتا ہے — وہ سُنبل اور ریحان چرتا ہے، تو مینگنی بنا دیتا ہے

قادرا قدرت تو داری برکمال — اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ ذُوالْجَلَال

اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے — اے ذوالجلال! تو ہی میرا رب ہے، تو ہی مجھے کافی ہے

اے خدا قربانِ احسانت شوَم — کانِ اِحسانی بقُربانت شوم

اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں — تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں

مَعدنِ اِحسانی و اَبرِ کرم — فیضِ تُو چوں اَبرِ ریزاں برسَرم

تو احسان کی کان اور کرم کا اَبر ہے — تیرا فیض، میرے سَر پر اَبر کی طرح برستا ہے

از عَدم دادی بہ ہستی اِرتقا — زاں سپس ایمان و نورِ اہتدا

تو نے عدم سے، وجود کو ترقی عنایت کی — اِس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور

اے خدا اِحسانِ تو اَندر شمار — کے توانم بازبانِ صد ہزار

اے خدا! تیرا احسان شمار میں — لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟

مَن بخواب و پاسانِ مَن توئی — مَن چو طِفل و حرزِ جانِ مَن توئی

میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے — میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے

مَن بعصیاں صَرفِ وقتِ خود کُنم — بینی و از حلم می پُوشی برم

میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں — تو دیکھتا ہے اور بُردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے

روزیت را خوردہ عصیاں میکنم — نعمت از تو من بغیرے می تنم

تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں — نعمت تیری ہے، میں غیر کے چکر کاٹتا ہوں

جُملہ می بینی نگیری اِنتقام — از درِ حِلم و کرم آئی مُدام

تو سب کچھ دیکھتا ہے، بدلہ نہیں لیتا ہے — تو ہمیشہ بُردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے

بردلِ مَن سہ صد و شصت از نظر — می کُنی ہر روز اے رَبُّ البشر

میرے دل پر تین سو ساٹھ شفقتیں — اے رب البشر! تو ہر دن کرتا ہے

لیک مَن غافل ز لُطفِ بیکراں — چشم دارم ہر زماں با این و آں

لیکن میں، بے حد مہربانی سے غافل ہوں — میں ہر وقت اِس اور اُس سے اُمید باندھتا ہوں

دوست را بر مَن نظر شُد دُوختہ
دوست کی نگاہ، مجھ پر جمی ہوئی ہے
حیف مَن بادیگراں دل توختہ
افسوس ہمیں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے

مَن گُنہ آرم تو سَتاری کُنی
میں گناہ کرتا ہوں. تو پردہ پوشی کرتا ہے
جُرم مَن دارم تو مِعذاری[1] کُنی
میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے

جُرمہا بینی و خشم ناوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا
اے بقُربانت چہ نیکوداوری
میں تجھ پر قربان، تو کس قدر اچھا خدا ہے

دَر مَصائب، در حوادثہاے زار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حوادث میں
چونکہ بَرمَن تنگ شُد از درد کار
جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا

یار و خویشانم مَرا بگذاردَند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا
زار دردستِ غَمم بِسپاردَند
مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا

جُز تُوکے دیگر دراں سختی رَسَد
اُس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟
در مَتاعِبہا[2] تو کشتی مَدَد
تکالیف میں تو مدد بنا ہے

در رَسیدی زُود بگرفتی مَرا
تو جلد پہنچا، تو نے مجھے پکڑا
وَارہاندی از ہَمہ سختی مَرا
مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا

چوں شمارم مَن ز احسانِ تو چوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ
گر زباں ہَر مُو شود لُطفت فزوں
اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے

شُکر و احسانِ تُرا چوں سَر کُنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟
اندریں رَہ گو قدم از سَر کُنم
اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں

جان و گوش و چشم و ہوش و پاو دست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں
جُملہ از دُرہایٔ احسانت پُرست
سب تیرے احسان کے موتیوں سے پُر ہیں

ایں کہ شکرِ نعمتِ تو می کُنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں
ایں ہم از تو نعمتے شُد مُغتنم
یہ بھی تیری ایک مُغتنم نعمت ہے

شُکرِ ایں شُکر از کُجا آرم بجا
اس شکر کا شکریہ کہاں سے بجا لاؤں؟
مَن کِیم از تُست توفیق اے خدا
میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہے

دَست و پاوَ ایں زبان و لفظِ شکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظِ شکر
عاریت از تُست بے از ہیچ نکر
بغیر کسی انکار کے، تجھ سے مانگے ہوئے ہیں

طاعت و توفیق طاعت ہم ز تُو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے
لُطفِ تو برمانوشتہ صَد نکو
تیری مہربانی نے ہم پر سیکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں

[1] معذار۔ بہت زیادہ عذر خواہ۔ داور۔ حاکم۔
[2] متاعب۔ درد و رنج۔ ایں کہ۔ نعمت کا شکر ادا کرنا بھی خداوندی نعمت ہے۔ نکر۔ انکار۔

خود چه شیرین ست نامِ پاکِ تُو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟
خوشتر از آبِ حیات اِدراکِ[1] تُو
تیری معرفت، آبِ حیات سے بہتر ہے

نامِ تو چوں برزبانم می رَوَد
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے
ہر بُنِ مُو از عَسَل جُوئے شَوَد
ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے

اللہ اللہ، ایں چه شیرین ست نام
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر میٹھا ہے
شِیر و شکّر میشود جانم تمام
میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے

اللہ اللہ، ایں چه نامِ خوش مذاق
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے
حرفِ حرفش میدہد جانرا رَواق
اُس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے

اللہ اللہ، ایں چه احساں کردۂ
اللہ اللہ، یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟
در چنیں بَرزخ چساں در پردۂ
ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟

ایں چنیں حَبلُ المتیں دادی مرا
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسّی عطا فرمائی
کاعتصامش عَرش راشُد مُرتقیٰ
کہ اُس کے پکڑنے سے، عرش تک رسائی ہوئی

اللہ اللہ، خود چه نیکو کردۂ
اللہ اللہ، تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے
آشکارا، ہستی و در پردۂ
تو ظاہر ہے اور درپردہ ہے

وہ چه بدکارم که جُملہ نیستم
ہائے، میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم نیستی ہوں
پس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں؟

اَللّٰه اَللّٰه، اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل
اللہ اللہ، تو میرے لیے بہترین وکیل ہے
اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ یَا جَلِیْل
اے جلیل! تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے

اَللّٰه اَللّٰه، لَیْسَ غَیْرُكَ فِی الْوُجُوْد
اللہ اللہ، تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں
هَلْ تَرَی الدَّیَّارَ فِیْ دَیْرِ الشُّهُوْد
شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟

اللہ اللہ، لَا اِلٰہَ بہرِ چیست
اللہ اللہ، "لا الٰہ" کس لیے ہے؟
چونکہ اِلَّا اللہ خورشیدِ جلیست
جبکہ "الا اللہ" روشن سورج ہے

چشمِ ظاہر بیں بنفی آمد مُقِل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رفع کرنیوالی ہے
می تواں کردن بلیٰ جہدُ المُقِل
(تاکہ) نادار کی کوشش، بلیٰ کہہ سکے

اللہ اللہ، اسمِ ذاتِ پاک دوست
اللہ اللہ، دوست کا پاک اسم ذات
اِسمِ اعظم از برائے قُربِ اوست
اسم اعظم اُس سے قرب کے لیے ہے

اللہ اللہ، گو بَرد تاسَقفِ عرش
اللہ اللہ کہہ، عرش کی چھت تک لے جائے گا
پیشِ معراجِ تُو گردد چرخ فرش
تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا

---

1. اِدراک۔معرفت۔مذاق۔ذائقہ۔رواق۔خوشی و مستی۔دیار۔چکر کاٹنے والا۔دیر۔بُت خانہ۔

چوں بر آرم دم باللہ الصمد
جب میں ''اللہ الصمد'' کا نعرہ لگاتا ہوں
چرخ نعرہ لیتنی[1] کنت زند
آسمان ''کاش میں ہوتا'' کا نعرہ مارتا ہے

اسمِ اعظم ہست اللہ العظیم
اللہ العظیم! اسم اعظم ہے
جانِ جان و محیِ عظمِ رمیم
جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کر دینے والا ہے

اللہ اللہ، مستم از نامِ خدا
اللہ اللہ، میں خدا کے نام سے مست ہوں
می چکد از ہر رگم راوق جدا
میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے

ساقیم آں بادہ اندر جام کرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے
کہ زماوَ من بر آوردست گرد
جس نے ''ماومن'' کی گرد اڑا دی ہے

ریخت در جام مے از کاف و نون
''کاف ونون'' کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے
لَيْسَ فِيهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْزَفُوْن
جس میں نہ اینٹھن ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں

بیخودم زاں بادہ و اکنوں مرا
میں اس شراب سے بیخود ہوں اور اب میرے لیے
نیست فرق از جان و تن و ز سر زپا
جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے

ریخت در کامم جلالے جرعۂ
''جلال'' نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا
میزنم برلوحِ وحدت قرعۂ
میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں

رشحۂ بحرِ[2] جلالش بر دلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر
آمد و بربود ازیں آب و گلم
آیا اور مجھے آب و گل سے اچک لے گیا

شورشِ بحرِ حسامی آمدست
حسامی سمندر کی ایک شورش آئی ہے
زیں صدف ایں درکہ نامی آمدست
اس سبب سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے

فیضِ مولانا جلالؒ و ہم حسامؒ
مولانا جلالؒ کے فیض اور حسامؒ نے
نخلِ جاں راداد سیرابی تمام
جان کے پودے کو پوری سیرابی دے دی ہے

نورِ مہر و مہ بطورِ دل بتافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طور پر چمکا
سنگِ من زاں تابِ یاقوتی بیافت
میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بن جانا پا لیا

بر ادیمم تافت چوں نجمِ یمن
یمن کے ستارے کی طرح میری ادھوڑی پر چمکا
عنبریں شد جملہ چوں مشکِ ختن
وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبودار بن گئی

پیش ازیں خلقے ز انفاسِ خوشش
اس سے پہلے بہت سے لوگ اُن کے اچھے سانسوں سے
مقتبس از نورِ عرفاں گشت و خوش
معرفت کے نور کو حاصل کر لینے والے اور بھلے بنے

---

[1] لیتنی کنت۔ آسمان سے یہ نعرہ لگاتا ہے کہ کاش میں مٹی ہوتا تو اس ذکر کرنے والے کی خاکِ پا بنتا۔ رمیم۔ بوسیدہ۔ راوق۔ شراب۔ غول۔ اینٹھن جو خمار کی حالت میں پیدا ہوتی ہے۔

[2] بحرِ جلال۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ کا علم۔ بحرِ حسام۔ یعنی مولانا حسام الدینؒ کا علم۔ مہر و مہ۔ یعنی مولانا جلال الدین اور مولانا حسام الدینؒ۔

صد ہزاراں یافتند از مثنوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی

ارتقا سُوئے صراطِ مُستوی
سیدھے راستہ کی جانب بلندی

مَن ہم از فیضانِ انفاسِ جلالؒ
میں بھی جلالؒ کے سانسوں کے فیضان سے

در رسیدم تا جلیلِ ذُوالجلال
جلیلِ ذُوالجلال تک پہنچ گیا

نیست دُور از لُطفِ اخوان[1] الصَّفا
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے

در رسید ایں بندہ ہم سُوئے خدا
یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا

چہ عجب شمس ار نوازد ذرّہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرّے کو نوازے

ابرِ خوش سیراب سازد تَرّہ را
ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کر دے

رُو بحق آرد بکُن ختمِ کتاب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رُخ کر اور کتاب ختم کر دے

دَم مزن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
دَم نہ مار، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

رَبَّنَا فَالْحَمْدُ لَکَ فِیْ کُلِّ حَال
اے ہمارے رب! ہر حال میں تیرے ہی لیے تعریف ہے

اَنْتَ مَعْنَی السِّرِّ فِیْ کُلِّ الْمَقَال
ہر قول میں معنی راز تو ہی ہے

اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ اِلَیْکَ وَجْهَتِیْ
تو ہی میرا مقصود ہے، تیری ہی طرف میرا رُخ ہے

خَالِصًا لِلّٰهِ کَانَتْ نُهْمَتِیْ
میرا ارادہ خالص اللہ کے لیے ہے

یَا مُحِیْطَ الْکُلِّ یَا کَهْفَ الْوَرٰی
اے سب کو محیط! اے مخلوق کے کہف!

یَآ اِلٰهَ الْعَرْشِ یَا رَبَّ الثَّرٰی
اے عرش کے خدا! اے زمین کے رب!

کُنْ اَنِیْسَ الْقَلْبِ وَاخْتِمْ لِیْ بِخَیْر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر

اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ کَافِیْ لَیْسَ غَیْر
تو مجھے کافی ہے تو میرے لیے کفایت کرنیوالا، دوسرا نہیں ہے

در ختم و سالِ تاریخِ اختتامِ مثنوی، مذکور میشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شُد ایں نسخہ در سالِ غیور
(لفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا

غیرتِ حق داردش از غیر دُور
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اُس کو غیر سے دُور رکھے

دستِ غیر از دامنِ اُو دُور باد
غیر کا ہاتھ، اُس کے دامن سے دُور رہے

ہر کہ از نورش رَمد بے نُور باد
جو اُس کے نور سے بھاگے، خدا کرے بے نور رہے

غیر آں کز یادِ حق بیگانہ اُست
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے

در پئے دنیائے دُوں دیوانہ اُست
کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے

---

[1] اخوان الصفا۔ برادرانِ صفا۔ صوفیا۔ شمس۔ شمس تبریزی۔ نُہمتی۔ خواہش۔
غیور۔ ابجد کے حساب سے اس لفظ کے ۱۲۱۶ اعداد ہیں۔ یہ اس خاتمہ کی تاریخ ہے۔ آو۔ خاتمہ۔

در پئے مالِ جہاں مجنوں بُوَد　　حُبِّ جاہ اُو را بدل مکنوں[۱] بُوَد
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو　　اُس کے دل میں رُتبہ کی محبت پوشیدہ ہو

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ اَوْلَادُکُمْ　　فتنۂ فرمود حقِ ذُوالحِکَم
بیشک تمہارے اموال، تمہاری اولاد　　حکمتوں والے اللہ تعالیٰ (ان کو) فتنہ فرمایا ہے

تا توانی غیرِ حق را دُور کُن　　بَعدازاں عَزمِ دژِ آں سُور کُن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دُور کر　　اُس کے بعد اُس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر

باخودی بینی اگر ایں اِختتام　　خود برونِ دَر بمانی والسلام
اگر تو اِس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا　　خود باہر رہ جائے گا، والسلام

وَز خودی بیروں بَرآ و یار باش　　وَر بہ پندارِ خودی اَغیار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن　　اور اگر تو خودی کے غرور میں ہے غیروں میں سے رہ

بہرِ یک رنگ ایں سخن یک رنگ شُد　　بہرِ رجم آں شیاطیں سَنگ شُد
یک رنگ کے لیے یہ کلام یک رنگ ہے　　اُن شیطانوں کے سنگسار کرنے کے لیے پتھر ہے

دَخلِ غیر اندر چنیں حصنِ حصیں　　کے شود بے صلح و رَفعِ حَرب و کیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل　　بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟

با دلِ صاف از برائے حق ببیں　　از گُلِ اُو تا بَری بُوئے یقیں
خدا کے لیے، صاف دل کے ساتھ دیکھ　　تاکہ تو اس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے

وَرنہ درچون و چرا آزارہاست　　ہر کجا گُل ہست آنجا خارہاست
ورنہ چون و چرا میں تکالیف ہیں　　جہاں کہیں پھول ہے، وہاں کانٹے ہیں

لفظ رُوپوش ست مَقصد معنیٰ ست　　غیرِ حق جُستن ازیں لایعنیٰ ست
لفظ نقاب ہے اور معنیٰ مقصود ہیں　　اس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے

حق بجُو و حق بگُو و حق بخواں　　ہَرزماں حق حق بگو حق را بداں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ　　ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان

ہرکہ حق را جُست حقّانی ست اُو　　رَحمتِ حق بادِ رحمانی ست اُو
جس نے حق کو تلاش کیا، وہ حقانی ہے　　وہ اللہ کی رحمت، خدائی ہوا ہے

کارِ شیطانی مکُن شیطاں مَباش　　بَرغبارِ جانِ کَس آبے بپاش
شیطانی کام نہ کر، شیطان نہ بن　　کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر

وقت را با غیرِحق ضائع مکُن　　بَطن را پُر رُوح را جائع مکُن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر　　پیٹ کو پُر اور رُوح کو بھوکا نہ بنا

---

۱ مکنون۔ چھپا ہوا۔ دژ۔ قلعہ۔ سُور۔ چہار دیواری۔ حصنِ حصین۔ مضبوط قلعہ۔

پردۂ پندارِ تست ایں نقشِ غیر　　نیست جز آں یک صنم در جملہ دَیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے　　تمام بُت خانہ میں اُس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے

فانی ازخود شو، بشو باقی بحق　　سَر دِہد از باطنت رَبُّ الْفَلَقْ
اپنے اعتبار سے فانی بن، باقی باللہ بن　　رَبُّ الفلق تیرے اندر سے نمودار ہو گا

مثنوی در شش مجلّد یک نواست　　حاصل آں غوطہ دَر بحرِ فناست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے　　اُس کا خلاصہ، فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے

گر رَہِ حق بایدت ہُشیار باش　　غفلت ازخود دور کُن بیدار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیے، ہوشیار بن　　اپنے اندر سے غفلت دُور کر، بیدار بن

باشی اوّل بَر شریعت اُستوار　　بعدازاں سُوئے طریقت رُو بیار
پہلے شریعت پر استقامت کر　　پھر طریقت کی جانب، رُخ کر

گام اوّل مُستقیم شرع شو　　بعدازاں راہِ طریقت را بَرو
پہلے قدم پر، شرع پر جم　　اس کے بعد طریقت کا راستہ چل

تخلیہ با تحلیہ باید ضرور　　تانمائی بحرِ عرفاں را عبُور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے　　تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے

ایں سخن را نیست ہرگز اختتام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام
اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے　　تو بات کو مختصر کر دینا چاہیے، والسلام

قَد تَمَّتَ الدَّفتر السَّادسُ مِنَ الکِتَابِ المَثنوِی المَعنوِی لِلمَولوِی المَعنوِی

☆☆☆

مثنوی مولوی معنوی — ہست قرآں در زبان پہلوی

مِفتاحُ العُلوم

شرح مثنوی مولانا رومؒ

مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی
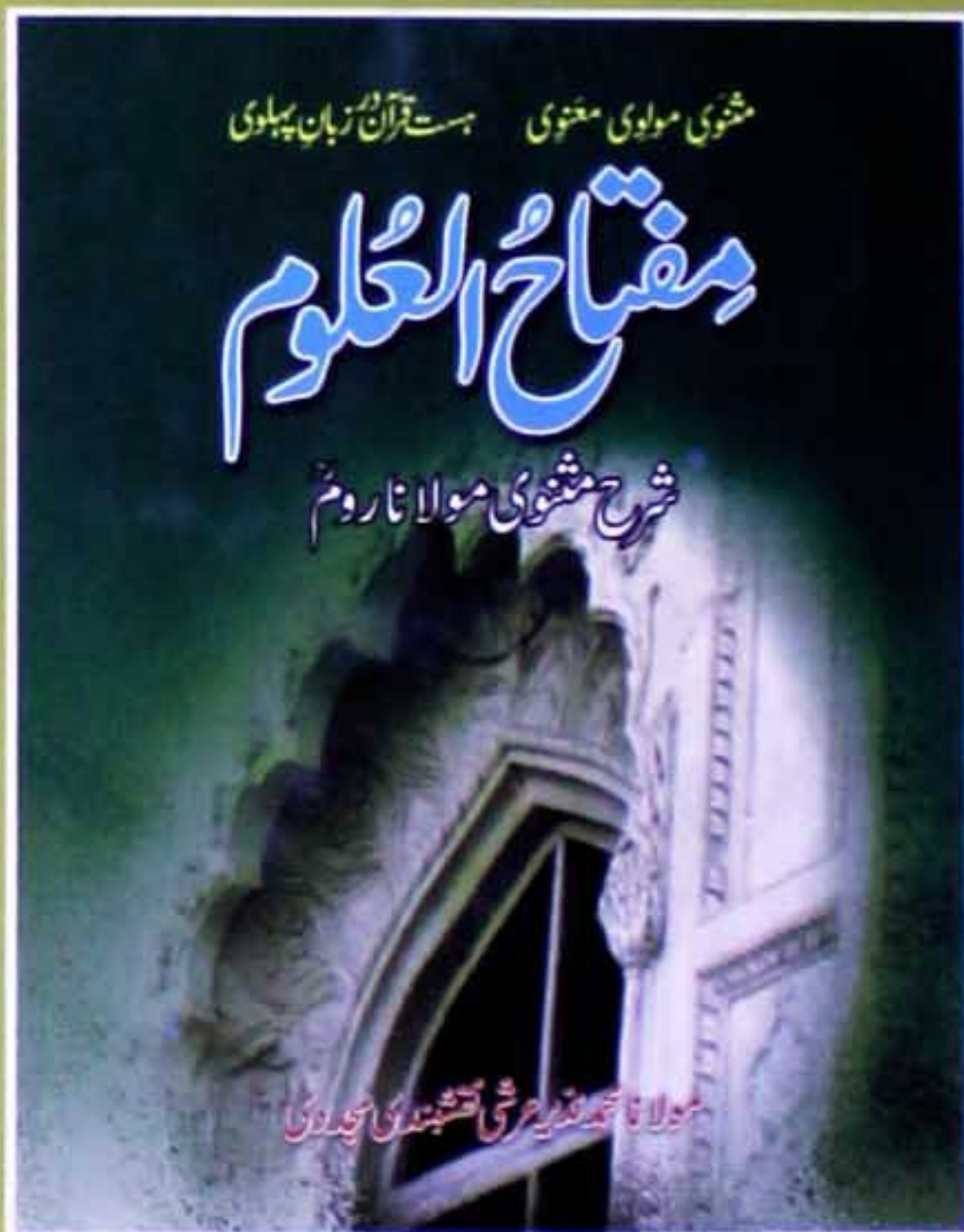
اسلامی ادبیات کی عظیم الشان اور لازوال مثنوی، جس کے 1,26,660 اشعار میں تصوف واخلاق کے مسائل کو سبق آموز حکایات اور نصیحت آموز تمثیلوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

گذشتہ سات صدیوں سے مثنوی مولانا روم مسلمانانِ عالم میں عقیدت واحترام سے پڑھی جارہی ہے۔ براعظم پاک وہند میں اس کے بے شمار ترجمے ہوئے اور شرحیں لکھی گئیں۔ یہ نیک کام کرنے والوں میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا محمد رضا، مولانا بحر العلوم، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے نامور مشاہیر شامل ہیں۔ لیکن جو شہرت ومقبولیت مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی کو نصیب ہوئی، وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔

مولانا عرشی کے ترجمے اور شرح کے ساتھ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب چھ جلدیں۔

ISBN 969-503-466-7
9789695034668

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Design By: MUHAMMAD AHSAN
MOHSAN GRAPHICS 0300-4329621